قسم دوم

قال اللہ تعالیٰ

فَاَنْجَیْنٰہُ وَمَنْ مَّعَہٗ فِی الْفُلْکِ الْمَشْحُوْنِ ۝ ثُمَّ اَغْرَقْنَا بَعْدُ الْبَاقِیْنَ ۝ سورہ شعراء ع ۶ پ ۱۹

کتاب مستطاب

فلک النجاۃ فی الامامۃ والصلوٰۃ

مع

التذنیب والتعلیقات

از تالیف منیف ممتاز الافاضل والاماجد مولوی حافظ علی محمد رحمہ اللہ الصمد

مع

ترجمہ وتحشیہ از جوائنٹ مؤلف کتاب ہذا خادم آل یٰسین حقیر امیر الدین عفا عنہ رب العلمین

در مطبع نوائے وقت پریس لاہور

باہتمام

مترجم کتاب ہذا پرنٹر و پبلشر طبع گردید

طبع ثانی

تعداد ایک ہزار

تقاریظ مجتہدین عظام کربلا معلی و نجف اشرف بر کتاب فلک النجات فی الامامۃ و الصلوٰۃ

تقریظ عالیجناب خاتم الفقہاء و المحققین ناصر الملۃ والدین حامی مذہب الشیعہ محی آثار الشریعۃ حضرت السید ابو الحسن الموسوی الاصفہانی النجفی المجتہد الاعظم اعلی اللہ مقامہ (قبلہ مجتہد نجف اشرف) - حمداً للہ علی نوالہ والصلوٰۃ والسلام علیہ وآلہ المصدقین بافعالہ واقوالہ الناسبین علی منوالہ وبعد فقد نظرت فی ہذا المصنف الشریف الموسوم بفلک النجاۃ فی الامامۃ والصلوٰۃ فوجدتہ فی جانب من الاتقان مشتملاً علی ساطع البرہان حقیقاً بالقبول والاذعان قامعاً للزیغ قاطعاً للحجۃ فللہ در مصنفہ ومترجمہ اذا تعبا انفسہما فی خدمۃ الدین ونصرۃ شریعۃ سید المرسلین فجزاہما اللہ خیر ما یجزی صاحبین عن دینہ ووفقہما اللہ وجمیع المؤمنین للتمسک بالعترۃ الطاہرۃ فعلی اخواننا المؤمنین مطالعتہ والاستضائۃ بنور ہدایتہ حرر یوم الثالث عشر من شہر شعبان من شہور السنۃ الرابعۃ والاربعین بعد الثلثمائۃ والالف ۱۳۴۴ہجریۃ -

الاحقر ابو الحسن الموسوی الاصبہانی (مہر شریف)

تقریظ عالیجناب رئیس الشیعہ مدار الشریعۃ مولانا محمد علی قمی صاحب قبلہ مجتہد کربلائے معلیٰ اعلی اللہ مقامہ۔ الحمد للہ الذی ہدانا الی سواء السبیل بارسال الانبیاء والرسل واوضح لنا نہج الصواب بما انزل علیہم الکتاب فنحمدہ علی جلیل نعمائہ ونشکرہ علی جمیل الائہ ونصلی ونسلم علی محمد خاتم انبیائہ وعلیٰ آلہ وخلفائہ الی یوم جزائہ وبعد فان من الائہ سبحانہ وتعالیٰ علی العبد ان وفقنی الاطلاع علی الکتاب المبارک فرایتہ کتاباً حاویاً لطرق الاستدلال موصلاً الی اقصی المرام بنہایۃ الاستعجال (لو شاکتابک بعد کہ) وبالجملۃ فلیطلبہ الطالبون فانہ العین الصافیۃ والروضۃ الزاہیۃ ولینطق بہ الناطقون فانہ القول الفصل وانہ میزان العدل فہ ... لک ایہا الوحید صنعک تلک النجاۃ فی الامامۃ والصلوٰۃ وطوبیٰ لک ایہا الحکیم فی وصولک بغایۃ المرام فی معیار الامام وما اصدق فیک المثل السائر کم ترک الاول للآخر (بعد کہا) انی اشہد بغزارۃ علمکم وبراعۃ فضلکم وحسن عقیدتکم وطیب طینتکم وعلو شانکم وکمال ایمانکم (الی آخرہ) حرر ہذہ الاسطر بیمناہ الجانیۃ محمد علی عفی عنہ فی الحائر الحسینی علی مشرفہ السلام والحمد للہ والصلوٰۃ علی رسول اللہ۔

(بوجہ طوالت اختصار کی ضرورت ہوئی)

تقریظ جناب مستطاب فخر العلماء الاذکیاء رئیس الفقہاء الکملاء مولانا مولوی سید کلب مہدی صاحب قبلہ ہندی مجتہد کربلائے معلی اعلی اللہ مقامہ (انکی تقریظ ایک عربی منظوم دوسری نثر عربی تیسری اردو میں ہے بوجہ طوالت ہر دو قسم کی عربی نہیں لکھی اور فقط اردو کی نقل درج کی جاتی ہے)

الحمد للہ الولی الحمید والصلوٰۃ علی سید الرسل محمد المحمود وآلہ اولی الکرم والجود ولعنۃ اللہ علی اعدائہم اہل الجحود - اما بعد ہویدا ہے کہ استیناس بہ باطل کے مستحکم پھندوں میں مدت مدید تک جکڑے رہنے کے بعد دفعتہً ہدایت پا جانا بلا شبہ بلا اسباب قویہ توفیق کے ممکن نہیں اور نہ یہ خاص کسی کا حصہ ہے جس کو خدا چاہے وہی دم میں مہتدی بلکہ ہادی ہو جائے مگر یہ کھلی ہوئی بات ہے کہ اگرچہ توفیق لطف عام ہے مگر فیاض علی الاطلاق کا فیض بھی بلا وجہ نہیں ہوا کرتا ہزاروں لاکھوں ذی ادراک و شعور دنیا میں گذرے جو کہ فحص و بحث کے فیض سے ناقابلیت کی وجہ سے محروم اور عمر بھر وادی پرخطر میں اِنَّا وَجَدْنَا آبَاءَنَا کے حیران و سرگردان رہے بہت کم ایسے تھے اور ہیں جن کی خاص طور پر توفیق نے دستگیری کی ہو جس کے باعث دریائے عمیق فکر میں غوطہ زن رہکر وہ دُرِ مقصود بھی پا گئے ہوں (شعر)

خلیلی قطاع الفیافی الی الحمی + کثیرٌ وان الواصلین قلیل

اگرچہ بظاہر و الذین جاہدوا فینا لنہدینہم سُبُلنا عام ہے مگر واضح ہے کہ عموم مجاہدات کے مناسب آرائۃ الطریق ہے کیونکہ تقصیر ایک ایسا امر خفی ہے کہ جس کے باعث اکثر خود مقصر اپنے کو قاصر سمجھنے لگتا ہے بلکہ معصیت بہر کیف ہم دل سے فاضل کامل محقق مدقق جناب مولوی حافظ علی محمد صاحب اور جناب مستطاب فاضل کامل جناب حکیم امیر الدین صاحب دامت برکاتہما کے شکر گذار ہیں اور زبان ہماری اُن کی اس خدمت گذاری کی ثنا و صفت سے عاجز و قاصر ہے۔ کیوں نہ یہ کتاب فلک النجاۃ کتابوں میں لاجواب ہو۔ اگر مصدر اور صادر کی مناسبت معیار قرار پائے تو ممکن نہیں کہ کسی ذی فہم پر بعد از ملاحظہ کتاب مصنف اور مترجم کی جلالت قدر اور وسعت اطلاع مخفی رہ سکے خدا دونوں کو جزائے خیر عطا فرمائے اور ائمہ معصومین کے ساتھ وہ محشور ہوں اور دنیا میں عزیز و محترم رہیں۔ تمام شیعوں پر اُن کا احترام لازم ہے۔ فقط

العبد الآثم الراجی لعفو اللہ القوی السید کلب مہدی النقوی الحائری مسکناً الہندی مولداً -

۸ر شعبان المعظم ۱۳۴۴ھ فی بلدۃ کربلاء المشرفۃ -

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی

اللہ تعالٰے فرماتا ہے

فَاَنْجَیْنَاہُ وَمَنْ مَّعَہٗ فِی الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ ۝ ثُمَّ اَغْرَقْنَا بَعْدُ الْبَاقِیْنَ ۝ (سُوْرَۃ شُعراء رکوعؑ پ ۱۹)

پس ہم نے نوحؑ کو اور جو اس کے ساتھ بھری ہوئی کشتی میں سوار تھے ان سب کو نجات دیدی اور جو پیچھے تھے ان سب کو ہم نے غرق کر دیا۔

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ اَلَا اِنَّ مَثَلَ اَھْلِ بَیْتِیْ (وَفِیْ رِوَایَۃٍ) اِنَّمَا مَثَلُ اَھْلِ بَیْتِیْ فِیْکُمْ کَمَثَلِ سَفِیْنَۃِ نُوْحٍ مَنْ رَکِبَھَا نَجَا

اور رسول خدا نے فرمایا ہے خبردار ہو میرے اہل بیت کی مثال کشتی نوحؑ کی ہے جو اس پر سوار ہوا اس نے نجات پائی اور جو

وَمَنْ تَخَلَّفَ عَنْھَا غَرِقَ (وَفِیْ رِوَایَۃٍ) ھَلَكَ۔ رواہ الحاکم والبزار وابویعلٰی واحمد عن ابی ذر وابن عباس وغیرھما

اس سے پیچھے رہ گیا وہ غرق اور ہلاک ہوا۔ اس کو حاکم اور بزار و ابویعلٰی و احمد نے ابوذر و ابن عباس وغیرہ سے روایت کیا

(صواعق محرقہ مطبوعہ مصر صفحہ ۹۱ وصفحہ ۱۱۱ خصائص کبرٰے سیوطی جلد ۲ صفحہ ۲۶۶ و مشکوٰۃ باب فضائل اہل البیت صفحہ ۵۶۵ و کنز العمال جلد ۲ صفحہ ۲۱۶ النجوم امان لاھل السماء واھل بیتی امان لامتی رواہ الحاکم وابن جریر والطبرانی)

المجلد الاول من کتاب

فُلک النجاۃ فی الامامۃ والصلوٰۃ

المعروف بہ

غایۃ المرام فی معیار الامام

از تالیف منیف ممتاز الافاضل والاماجد مولوی حافظ علی محمد غفر اللہ لہٗ

مع ترجمہ و تحشیہ از جوائنٹ مؤلف کتاب ہٰذا خادم آل یٰسین امیر الدین عفا عنہ رب العٰلمین

بحرمۃ النبی وآلہ الطاہرین

باہتمام مترجم کتاب ہٰذا

در مطبع امرت الیکٹرک پریس لاہور طبع گردید

بار ثانی تعداد طبع ایک ہزار - قیمت غیر مجلد قسم اول لعہ، غیر مجلد قسم دوم ۱۲؍ - مجلد قیمت قسم اول ۳؍ قسم دوم ۲؍ علاوہ محصول ڈاک

فہرست مضامین کتاب فلک النجات جلد اوّل

ع حضرت علی علیہ السلام کی سلطنت میں طلحہ و زبیر وغیرہ زیادہ لوگ علیؑ کے مخالف کیوں ہوگئے صفحہ ۲۳۰

الحمدللہ کہ ہر آں چیز کہ خاطر می خواست
آخر آمد ز پس پردہ تقدیر پدید

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تمہید

الحمد للہ رب العٰلمین والعاقبۃ للمتقین والصلوٰۃ والسّلام علیٰ سیّد المرسلین محمدٍ وآلہ الطیبین الطاہرین واصحابہ المنتجبین۔ امّا بعد ناظرین کی خدمت میں التماس ہے کہ جب سے فلک النجات کی تالیف وتحریر شروع ہوئی اُس وقت سے مختلف مکالمات یا تحریرات میں جو نئی بات سننے یا دیکھنے میں آئی اُسکے متعلق کتاب کے جس مقام پر بھی اتفاق پڑا ہے۔ گو تھوڑا تعلق سمجھا گیا تاہم کچھ نہ کچھ لکھ دیا گیا ہے۔ اس طرح بعض مضامین کی تائید مختلف مقامات میں منتشر ہو کر لکھی گئی۔ چنانچہ کچھ حواشی میں اور کچھ ضمیمہ میں کچھ تعلیقات میں اور کچھ اُس کے غلطنامہ میں۔ اور باقی ماندہ فوائد تذنیب تعلیقات میں جمع کر دیئے گئے۔ کیونکہ اصل غرض اس کتاب کی تالیف سے نہ شہرت حاصل کرنا ہے۔ اور نہ مصنفین کی قطار میں شمار ہونا ہے۔ اور نہ حسن ترتیب وتحریر پر فخر لینا ہے۔ بلکہ فقط اظہار ما فی الضمیر اور نکات مفیدہ و استدلالات مؤیدہ طریقہ حقہ اثنا عشریہ کو جمع کر کے ناظرین کے سامنے پیش کرنا مقصود ہے تاکہ جو لوگ ہم سے تبدیلی مذہب کا سبب دریافت کرتے ہیں۔ ان کو تبدیلی کے اسباب سے تعارف ہو جائے۔ اور جو طالبان تحقیق ہیں اس کے مطالعہ سے تحقیق میں ان کو مدد ملے۔ ہم نے طبع اول کی تمہید میں عرض کر دیا ہے کہ اس کتاب میں رنگینی عبارت کو مدنظر نہیں رکھا گیا بلکہ پنجابی نما اردو میں لکھی گئی ہے۔ کیونکہ میں ایک دیہاتی پنجابی ہوں نہ ہندوستان میں گیا اور نہ کسی مدرسہ میں باضابطہ اُردو پڑھا مگر چونکہ اظہار ما فی الضمیر کی آسان عبارت میں بجز اسکے کوئی سبیل نہ تھی اور تعمیم فائدہ کیلئے ترجمہ وتحشیہ کتاب کا تحریر کرنا لازمی سمجھا گیا اس لئے سادہ الفاظ سے عام مروج اردو زبان میں ہی لکھنا مناسب معلوم ہوا تاکہ وہ لوگ جو بوجہ نہ جاننے عربیت کے یا بسبب عدم فرصت کے یا بباعث نہ ملنے نایاب کتب کے بڑی بڑی ضخیم وطویل کتابوں کا مطالعہ نہیں کر سکتے اُن کو اس کتاب کے پڑھنے سے مذہبی معلومات کا کافی ذخیرہ پر معرفت حاصل ہو جائے لہٰذا جیسا ہو سکا ترجمہ وحواشی کو لکھ دیا گیا ہے۔ جنکی مغز سخن پر نظر ہوتی ہے جو فی الحقیقت ہونی چاہیئے ان کو عبارت آرائی سے زیادہ واسطہ بھی نہیں ہوتا اور جو نئی روشنی کے لوگ صرف عقلی دلائل کے دلدادہ اور رنگینی الفاظ پر فریفتہ ہوتے ہیں وہ اسکا مطالعہ ہی بہت کم پسند کرتے ہونگے کیونکہ یہ کتاب صرف نقلی دلائل کا مجموعہ ہے بس بہر حال عبارت بھدی ہے۔ یا اردو غلط ہے یا اسمیں چاشنی و رنگینی نہیں۔ تو اس میں راقم کو معذور تصور فرما کر معاف فرمایا جائے اور اصل مطالب عجیبہ کثیرہ و مقاصد غریبہ کو ذہن نشین فرما کر فائدہ اُٹھائیں اور بندہ ناچیز کو دعائے خیر سے محروم نہ فرمائیں اور اگر کسی جگہ غلطی یا فروگذاشت معلوم ہو تو بنظر کرم اصلاح فرمائیں فقط طعن وتشنیع پر اکتفا نہ کریں کیونکہ کوئی بھی انسان بجز معصومین کے غلطی سے بری نہیں ہو سکتا۔ تقریر میں تحریر میں نقل میں عقل میں کتابت میں کسی طرح انسان سے غلطی کا امکان ہے۔ مگر خذ ما صفا ودع ما کدر پر عمل ہوتا چلا آیا ہے اور ہونا چاہیئے نہ کہ کسی غلطی کے سبب سے کتاب کے صحیح مضامین کو بھی بالکلیہ متروک کر دیا جائے مثلاً جو الصفحہ کتاب میں ۲۱ لکھا اور صفر چھپنے میں اڑ گئی باقی ۲۱ پڑھا جائیگا تو اس سے اصل مضمون غلط نہیں ہوتا۔ قرآن مجید قلمی ومطبوعہ ایسے ہیں جن کی صحت کے ثبوت میں حفاظ کی مُہریں ثبت ہوتی ہیں۔ اور کہیں غلطی نکالنے والے کے لئے انعام ہوتا ہے مگر باوجود اتنے بڑے اہتمام کے پھر بھی اُس میں اغلاط تحریری کچھ نہ کچھ نظر آتی ہیں لہٰذا کوئی کتاب انسان کے ہاتھ سے نکلی ہوئی بالکل غلطی سے پاک مشکل ہو سکتی ہے بہر صورت کتاب جیسی بھی ہے خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے۔ کہ ہندوستان کے گوشہ گوشہ میں پہنچی ہے اور توقع سے زیادہ مقبول ہوئی چنانچہ قلیل ہی عرصہ کے اندر ہاتھوں ہاتھ فروخت ہو کر دس سال سے نایاب تھی اور اشتیاق تھا کہ کتاب ہذا بار دوم مکمل دو جلدوں میں طبع ہو جاتی اور ہر عنوان کے متعلقات کو ایک جگہ جمع کر دیا جاتا اور جلد سوم اور چہارم کی علیحدہ ضرورت نہ ہوتی اور انتشار ذہن اور ملال طبع جو ایک عنوان کے متعلق مختلف مقامات کی ورق گردانی کرنے سے پیدا ہوتا ہے نہ ہوتا اور نظم ونسق کتاب کا درست کر دیا جاتا اور کہیں تکرار کی ترمیم کی جاتی اور طبع اول میں جو فروگذاشتیں اور خامیاں تھیں اُنکی بوجہ احسن تلافی کر کے کتاب کو پسندیدہ تر صورت میں شائع کیا جاتا لیکن باوجود کوشش کے موجودہ زمانہ کی مشکلات میں آج سے پہلے اس کا انتظام نہ ہو سکا۔ اب بفضل خدا اس کی بار ثانی طباعت اور خرید کاغذ کی نوبت آئی لہٰذا امور مطلوبہ بالا کو مدنظر رکھ کر کتاب ہذا کی ترتیب اور طباعت کا انتظام کیا گیا۔ اگرچہ آغاز جنگ عالمگیر سے آج تک دنیا کی ہر ایک چیز کا قحط عظیم ہے۔ اور کنٹرول کی وجہ سے باقیمت بھی کوئی چیز دلخواہ میسر نہیں آتی تھی مگر چونکہ اس اہم کام کا مجھے اپنی زندگی میں سرانجام کرنا واجب معلوم ہوتا رہا۔ لہٰذا اگرچہ ہزارہا دقتیں ومشکلات پیش آئی ہیں۔ اور زر کثیر صرف کرنا پڑا۔ تاہم متوکلاً علی اللہ کتاب کی کتابت وطباعت شروع کرا دی گئی۔ اور اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے میری اس آرزو کا

غلط نامہ فلک النجات طبع ثانی

دُوئیں سے ایک کاتب کی جلد بازی اور لاپرواہی اور اہل مطبع کی بے اعتنائی سے بعض کاپیاں خراب چھپی ہیں معاف فرمایا جائے - اس میں چند غلطیاں باقی ہیں جو عربی خوان حضرات تو خود درست کرلیں گے اردو خوان اصحاب اس ورق کو پڑھکر قبل از مطالعہ درست کرلیں -

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
فہرست ح ۱ کالم ۲	۲۳	×	کتب سنیوں میں خیانت ص ۲۶
تمہید د	۵	تاہم نے	تاہم
۹	آخری	رفص	رفض
۱۳	۲	جر یح	جریج
〃	ح ۲/۲	یا قیامت	یا اللہ قیامت
۱۷	فائدہ	دلبل	دلیل
۲۸	عربی	امانا	اماناً
۲۹	آخری	فیص	فیض
۳۳	۱۰	ودوستی	دوستی
۴۴	ح ۱	وربقاة	وریقاة
〃	ح بیرونی	وربقاة	وریقاة
۴۹	۸ بریکٹ	بخاری نے	بخاری
〃	۱۰	جلد	جلد۳
۵۲	ح ۱	فی زنے	فی من زنے
۵۴	فائدہ	×	نوّے برس تک علیؑ پر بنی امیہ لعن کرتے رہے
۵۸	ح ۳/۱	خدا جانے	خدا نے
۶۵	۱۲	اوریں	اور ان میں
〃	۱۳	عبارت نصائح	عبارت سیوطی

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۷۳	ح بیرونی آخر	یحب المعتدین	لا یحب المعتدین
۸۱	۱۰	لنے جانے	لے جانے
〃	〃	اوراور	اور
۱۰۰	۱۰	ص ۱۳۸	ص ۱۲۱
۱۰۲	۱۲	ص ۱۴۳	ص ۱۳۸
۱۰۹	۲۲	توڑھا	قراءھا
۱۱۷	ح ۹	بہکائیگا	بھگائیگا
〃	ح ۱۰	ایضاً	ایضاً
۱۲۱	۱	علماء	علامہ
۱۲۳	ح ۲	جھولے	چھولے
〃	ح ۳	مکر	مگر
〃	ح ۴	خیر	صغیر
۱۲۵	ح ۵	رست	رحمت
۱۵۸	ح ۱۰	گذرچکا ہے	مذکور ہے
۱۶۵	ح ۸	کسی کو	کسی کی
۱۷۰	۸	کردیا	کردیا کرو
۱۷۸	۸	اوردی	ماوردی
〃	۱۲	سرلس	سرکش
〃	〃	قیامت کے	قیامت کے
۱۷۹	۱	مت	مدت
۱۸۳	۱۳	بدنہ	بانہ
۱۸۴	۷	مکومت	حکومت
۱۸۸	ح آخری	دیکھ رہے	دیکھنا ہے
۲۱۶	۱۰	تیقس	تیقن

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۲۱۹	آخری	تیرران	تیردان
۲۲۱	۵	وودہنا	دوہنا
۲۲۳	۳۱	پرتمکو	پر جو تمکو
۲۲۶	۱	ص ۴۳	ص ۲۳
۲۴۳	ح ۷	قات	ذات
۲۴۷	۱۰	مفصل	میں مفصل
۲۵۱	ح ۶	کوئی جانتا	کوئی نہیں جانتا
۲۵۶	۷	جبیت	حمیت
۲۶۱	۱۳	امارت	امامت
۲۷۳	۱۱	کوئی زمانہ	کوئی کسی زمانہ
۲۷۶	۱۶	کرنے وا	کرنے والے
〃	〃	یعنی	×
۲۷۷	۱۰	کل کا	کل کائے
〃	ح ۱	بزدی	بزدوی
۲۸۲	ح آخر	قدون	مدوّن
۲۸۷	ح ع ۱	رہے ہیں	ہیں ۲ ص ۲ اسی طرح ممکن ہے کہ سنی علماء نے آپکے مجتہدین پر جھوٹ کہا ہو -
۲۸۸	۵	دراسا الیب	دراسات اللبیب ص ۱۹۶ تا ص ۱۹۸
۲۸۸	۲۴	ہم زبان	ہم زمان
〃	۲۵	صادق کے	صادقؑ سے یا انکے

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۲۹۱	۷	۴۰۳	۳ و ۴
۲۹۶	ح ۳	سیرۃ ابن ج ۱ ص۱۷	سیرۃ ابن دحلان ج ۱ ص۱۷۶
۲۹۷	۲	امرا	امر
۳۰۶	۲۰	رکن ۴	رکن ۴ ص۴
″	ح آخر	سیرۃ جبیہ	سیرۃ حلبیہ
۳۱۵	۶	اس راضی	اس پر راضی
۳۱۴	ح ۶	بن عمر	بنت عمر
۳۱۶	۵	حدیبیہ کے	حدیبیہ کے دن
۳۲۸	۳	اشکال کا	اشکال امر کا
″	ح ۹	نزول الوی	نزل الوحی
۳۳۲	۱۰	تاکیا	تاکید
۳۳۵	۴	کانہ	بجانہ
۳۴۸	۱۰	ایضاً ص۳۳۶	ایضاً ص۳۴۸ ہذا
۳۶۶	آخری	لایجنی ۲	لایجبنی ۳
۳۶۷	۲	۳	۱
۳۶۸	۲۱	فرماتا ہے	فرماتا ہے آیت ۲۷
۳۷۷	۷	کرنے وا	مکہ نے
۳۹۱	ح آخر	مندرجہ	مندرجہ ص۳۹۲
۴۰۱	ح آخر بیرونی	ص۳۹۹	ص۳۹۶
۴۰۷	ح ح	بیرونی آخر	یہ خطبہ تذکرہ سے ص۴۰۴ پر بھی دیکھو
۴۲۸	ح بیرونی	فلک صفحہ	۳ فلک صفحہ
۴۴۱	۶	مجھے ابی نے پڑھایا ہے	اقرأنا ابی ہم میں سے بڑا قاری ابی ہے
″	۸	ص۱۰۴	ص۱۰۴ جلد ۱

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۴۸۸	ح ۳	خان متعلق سطر ۱۲	۴ جلد ۲
″	ح ۲۸	جماعت نے	جماعت نے ان کے لئے تاویلات کو اختیار کیا ہے
۴۸۹	۹	خاصف النعل	خاصف النعل ۱
″	ح ۱۲	اسی صفحہ	اسی کے صفحہ
۵۰۵	۱۰	روضتہ	روضتہ ۱
″	۶	دلوان	دیوان ع

جلد ثانی

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۱	آخر	حاکم	میں کم ہوں
۲۵	آخر	ملاحظہ ہو	ملاحظہ ہو باقی بر ص۲۶
۹۷	۷	ملعن	معلن
″	۱۰	کھ	کہ
۹۸	۵	اور تفسیر	اور تفسیر کبیر
″	بیرونی	کفار لے زیر	کفار کے زیر
۹۹	ح ۱۰	وقت کے	کچھ وقت کے لئے
۱۰۹	ح ۱۴	دیا لیا	دبالیا
۱۱۴	۱۶	جلد ۳ ص۹۳	جلد ۲ ص۹۱
۱۲۱	۲۵	ترندی	مذی
۱۲۴	۱۸	ترک کرنا	تر کرنا
۱۲۹	ح ۴ ع۲	مستقبل	مستقل
۱۳۵	۲۸	الشرب قائما	الشرب قائما ۲
۱۴۰	۱۲	کرنا اعتقاد	کرنا واسطے اظہار اعتقاد
۱۴۷	۲۵	حل	فعل
″	۲۶	پھر گئے	گئے

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۵۱	۱۳	ضعف خالی	ضعف سے خالی
۱۶۳	آخری	مرض کا حکم	مرض کا حکم اور مطر
۱۷۳	ح ع ۱/۴	ص۱۰۵	ص۱۶۷
۱۸۵	ح ع ۱/۴	اور	اورا
″	ح ع ۲/۵	حضرت واد اشارہ	حضرت کا اشارہ ہے
۲۳۴	۱۲	ابوحنیفہ	ابوحنیفہ نے کہا
۲۳۹	۱۹	حبرانی	طبرانی
۲۵۳	ح ع ۱	حضرت رکوع	حصر رکوع
۲۶۵	۶	وردنعمت	ورود نعمت

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد لله الرحمٰن الرحيم المنان الذي شرف الاسلام على الاديان ومَنَّ علينا باليسر ورفع الحرج ونزل القرآن وامرنا فيه بالاتحاد ونهانا عن التفرقة والطغيان والصلوٰة والسلام على سيد المرسلين محمد احمد النبيين محمود اهل السمٰوات والارضين وعلى آله وعترته الطاهرين الذين هم امان اهل الارضين وسفينة النجاة يوم الدين الهادين المهديين من تمسك بهم اهتدى ومن تركهم فقد ضل وغوى خصوصاً على مصدر العجائب مظهر الغرائب باب العلوم الالٰهية وصي النبي وابن عمه وزوج ابنته واخيه الصديق الاكبر والفاروق الاعظم ذي النورين النيرين ابي محمد الحسن وابي عبد الله الحسين سيدي شباب اهل الجنة اسد الله الغالب سيدنا ومولانا وامامنا علي بن ابي طالب صلوات الله وسلامه عليهم اجمعين اما بعد فيقول عبد السيئات فقير الحسنات الراجي غفران ربه الرحيم العبد الاثيم علي محمد ابن فتح الدين عفا عنهما الرب الكريم الحنيفي الجعفري مذهباً قد شاع الاختلاف في الفرق الاسلامية لاسيما فيما بين اهل السنة والجماعة وبين الشيعة الامامية في ديارنا وقد قال الله عز اسمه واعتصموا بحبل الله جميعاً ولا تفرقوا. ومن يشاقق الرسول الخ وقال رسول الله صلعم اتبعوا السواد الاعظم وعليكم بالجماعة وكل واحد منهما يدعي لنفسه انه اهل الحق وانه من الناجية وقد كنت رجلاً قصيراً الهمة خادم القوم مطالعاً لكتب الفريقين فاردت ان اهذب الروايات الموافقة لهما من كتبهما وان كان فيه رفض تقليد الشخصي الذي لم نأمر به من الشارع

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سب صفات اللہ تعالیٰ رحمٰن اور رحیم اور منّان کیلئے ہیں جس نے اسلام کو جملہ ادیان پر شرف بخشا اور ہم پر آسانی دین سے احسان فرمایا اور حرج کو رفع کیا۔ قرآن شریف کو اُتارا اور ہمیں اتفاق کا حکم دیا اور اختلاف و نافرمانی سے منع فرمایا۔ اور رحمت و سلام سید المرسلین محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل ہو جو سب انبیاء سے برگزیدہ نبی اور باشندگان آسمانوں اور زمینوں کے نزدیک پسندیدہ نبی ہیں۔ اور صلوٰۃ و سلام آل اور عترت نبی صلعم پر نازل ہو جو پاک اور اہل زمین کے لئے امان اور قیامت میں کشتیٔ نجات ہیں۔ اور جو ہادی و مہدی ہیں جس نے اُن کی متابعت کو مضبوط پکڑا اوس نے ہدایت پائی اور جس نے اُن کو چھوڑا وہ ظاہر گمراہی میں پڑ گیا۔ خصوصاً مصدر غرائب و مظہر عجائب باب علوم الٰہیہ وصی نبیؐ۔ ابن عم رسول۔ شوہر بتول۔ برادر نبیؐ صدیق اکبر اور فاروق اعظم۔ ذو النورین نیّرین یعنے امام حسن و حسین علیہم السلام کے والد ماجد ہیں جو جوانان بہشت کے سردار ہیں۔ شیر خدا غالب بر غالب۔ سیدنا و مولانا و امامنا علی بن ابیطالب پر۔ ان سب معصومین پر صلوٰۃ و سلام خدائے عز و جل کی طرف سے نازل ہوں۔

بعد اسکے پس اعمال سیئہ سے مالامال اور اعمال صالحہ کا محتاج رب رحیم کی بخشش کا امیدوار بندہ گنہگار حنیفی جعفری مشرب علی محمد ولد فتح الدین۔ رب کریم ان دونوں کے قصور معاف فرمائے۔ کہتا ہے کہ بتحقیق اسلامی فرقوں میں خصوصاً ہمارے ملک کے اہل جماعت اور شیعہ امامیہ میں اختلاف بہت شائع ہو چکا ہے حالانکہ خدا تعالےٰ فرماتا ہے خدا تعالےٰ کے دین کی رسّی کو متفق ہو کر محکم پکڑو اور جدا جدا فرقے نہ بنو۔ اور جو بعد ہدایت ظاہر ہونے کے رسولؐ کی مخالفت کرے اور مومنین کے طریق پر نہ چلے تو اس کو جہنّم جیسی بُری جگہ میں داخل کریں گے۔ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ سواد اعظم اور جماعت حق کی متابعت کرو اب ہر ایک اپنے واسطے دعویٰ کرتا ہے کہ وہ جماعت حق اور فرقہ ناجیہ میں سے ہے۔ بتحقیق مَیں ایک کم ہمت خادم قوم مطالعہ کنندہ کتب فریقین کا ہوں۔ میں نے ارادہ کیا ہے کہ کتب فریقین سے اُن روایات کو چھانٹ لوں جو آپس میں مطابق ہیں۔ اگرچہ اس میں شخصی تقلید (مثلاً حنفی۔ شافعی کہلانے) سے نکلنا پڑے۔

(کیونکہ اس تقلید شخصی کا کوئی شرعی حکم نہیں ہے)

الا بالنبی وبمن ناب منابه من عترته المعصومین علیهم السلام۔ لینکشف الحق علی من اعترض علینا۔ وسئل عنا من سبب تبدیل المذهب من اهل الجماعة الی مذهب العترة وکنا ندافع مرة بعد مرة فلما اصروا علینا اردنا ان نکتب ما فیه کفایة لمن له درایة ولسنا علیهم بمصیطرین وما علینا الا البلاغ المبین۔ ولما کنت عدیم الکتب رجعت الی عزیزی وتلمیذی الادیب الاریب اللبیب الطبیب شریف النسب والحسب رفیع الرتب باذل النفس والمال فی سبیل الله المتعال ذی العزة والتمکین خادم آل لیسین الشهیر فی الآفاق المولوی الفاضل والحکیم الکامل محمد امیر الدین ابقاه الله وایده ونصره علی حاسدیه وخلده واعطاه ما تمناه وجعل عقباه خیرا من اولاه۔ فاعاننی بالکتب المطلوبة غایة الاعانة وشاورنی نهایة المشاورة جزاه الله خیرا وحشره مع آل محمد وکان ذلک علیه یسیرا فبذلت جهدی وبدأت به فی شهر الصیام سنة اربعین بعد الف وثلاث مائة من هجرة النبی الامی علیه وآله الصلوة والسلام وغایة رقمی فی هذا الکتاب بیان الامامة والخلافة وکیفیة الصلوات الخمسة وصلوة الجنازة لعموم البلوی بهما وما اردت الاستیعاب والمرجو من الاخوان الاتفاق والاتحاد ورفع الشر والفساد ولیطمئن قلوب المؤمنین ولیعتبر اهل الانصاف من المسلمین ولئلا یطعن احد علی احد ولا یکفره ولا یفسقه ولا یکرهه ولا یکرهه ولا یضیقه الی ما عنده ولا یرفضه ولا یعزره ولا یجلده ولا یبین[ع] عنه امرأته ولا یخرج من مذهبه

البتہ نبی یا وصی جانشین نبی اس کے لائق ہیں کیونکہ اُن کی متابعت کا حکم شرعی ہے۔ یہ ارادہ میں نے اس لئے کیا ہے کہ اُس معترض پر جو ہم سے سبب تبدیلئ مذہب دریافت کرتا ہے۔ کہ ہم شیعہ کیوں ہوئے؟ حق منکشف ہو جائے۔ اگرچہ چند دفعہ ہم ٹالتے رہے مگر بعد اصرار معترضین کے ہم نے مصمم ارادہ کر لیا کہ اتنا ضرور لکھ دیں جو عقلمند کے لئے مکتفی ہو۔ اور اُن معترضین پر جبراً منوانے کے لئے ہم مکلّف نہیں ہیں۔ ہم پر صرف حق سُنانا اور پہنچا دینا لازم ہے۔ (من شاء فلیؤمن ومن شاء فلیکفر۔ یعنی بعد ظہور حق کے چاہے کوئی مانے یا انکار کرے۔ اور چونکہ میں اپنے پاس کتابیں نہیں رکھتا تھا اس لئے میں نے اپنے عزیز تلمیذ ادیب دانا طبیب شریف النسب والحسب رفیع المراتب اور فی سبیل اللہ اپنے جان و مال کو خرچ کرنے والا معزز و مکرم خادم آل لیسین علیہم السلام مشہور زمانہ مولوی فاضل و حکیم کامل محمد امیر الدین[1] (اللہ تعالیٰ ہمیشہ اُس کو سلامت رکھے اور توفیق خیر دے اور حاسدین پر اُسے نصرت عطا فرمائے۔ اور اُس کو طول عُمر بخشے۔ اور اُس کی آرزوؤں کو پورا کرے اور اُس کی آخرت کو دُنیا سے بہتر کرے) کی طرف رجوع کیا۔ چنانچہ اُس نے میری کتب مطلوبہ کے مہیا کر دینے اور مشورہ ہائے (مضامین و دلائل) بتانے سے غائیت اور نہایت درجہ اعانت کی۔ اللہ تعالیٰ اُسے جزائے خیر دے۔ اور اُس کا حشر آل محمد علیہم السلام کے ساتھ فرمائے۔ اور یہ خدائے تعالیٰ پر بہت آسان ہے۔ تو میں نے اپنی کوشش کو صرف کر کے یہ کام ماہ رمضان شریف ۱۳۴۰ھ میں شروع کیا۔ اور غرض اس کتاب سے مسئلہ امامت و خلافت اور ترکیب ادائے نماز پنج گانہ و نماز جنازہ کے بیان کرنے کی ہے۔ اور اس کی عام احتیاج کے سبب اسی کے لکھنے کی ضرورت ہے۔ اگرچہ جملہ ضروریات متعلقہ ہر دو کا احاطہ نہیں ہو سکتا۔ مگر حسب ضرورت کچھ لکھتا ہوں۔ اور برادران اسلامی سے اتفاق و اتحاد اور دفع شر و فساد کی اُمید کرتا ہوں۔ اور توقع رکھتا ہوں کہ مومنین کو اطمینان قلبی حاصل ہوگا۔ اور اہل انصاف اس سے نصیحت پکڑیں گے۔ پس چاہیئے کہ ایک دوسرے پر طعن نہ کریں اور کفر و فسق کا فتوےٰ نہ لگائیں اور ایک دوسرے کو مکروہ نہ سمجھیں نہ دوسرے کو مجبور و تنگ کریں کہ وہ اپنے مذہب کو ترک کر کے ان کے عندیہ مذہب پر آجائے۔ نہ رافضی کا خطاب دیں نہ تعزیر لگائیں۔ اور نہ زوجہ کے مطلقہ اور جدا ہو جانے کا فتوےٰ لگائیں

[1] مولانا صاحب کا حسن ظن یا اُن کی دُعا ہے ورنہ احقر اپنے ناچیز وجود کو ان کلمات کا مستحق نہیں سمجھتا۔ البتہ اظہار حق کے لئے میں نے اپنی دس سالہ تحقیق و مطالعہ کے نتیجہ سے عبارات کتب کو نوٹ کر کے ایک بڑا ذخیرہ تیار کیا ہوا تھا وہ مولانا صاحب کے حوالہ کر کے اور باقی کتب مطلوبہ کو جمع کر کے اُن سے مضامین متعلقہ کی تلاش اور ترتیب میں ہر ممکن امداد دیتے ہوئے اس کتاب کو مکمل کرایا۔ اللہ تعالیٰ مولانا صاحب اور اس حقیر کو اس کا ثمرہ اپنے دریائے رحمت سے عطا فرمائے۔ ۱۲ مترجم۔

[ع] الابانة جدا کردن ۱۲ صراح

ولا یمنعہ من مساجد اللہ سبحانہ۔ ومن اظلم ممن منع مساجد اللہ ان یذکر فیہا اسمہ۔ ولا یترک سلامہ ولا کلامہ قال اللہ تعالیٰ ولا تقولوا لمن القیٰ الیکم السلام لست مومنا۔ بل الواجب ان یتفق الفریقان ویتمسکا بالثقلین المبارکین لارشاد النبی وامرہ وتوکیدہ بہما حتیٰ یکونا علی الیسر ویعملا علی الاصح الارجح۔ الم ترکیف قالوا عنہ علیہ السلام اختلاف امتی رحمۃ فکیف یکون الرحمۃ بالتعزیر مع ان الاختلاف فی المسائل اکثرہا کائن ودائر باتفاقہم۔ وانا سمیت ہذا الکتاب بفلک النجاۃ فی الامامۃ والصلوٰۃ المعروف بغایۃ المرام فی معیار الامام وتشریح الصلوٰۃ بتطبیق الروایات وصنفتہ بمجلدین۔ المجلد الاول فی غایۃ المرام فی معیار الامام والمجلد الثانی فی تشریح الصلوٰۃ بتطبیق الروایات ان ارید الا الاصلاح ما استطعت وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت والیہ انیب وھو حسبی ونعم الوکیل وھا انا اشرع فی المقصود بعون اللہ الودود والمجلد الاول فی غایۃ المرام فی معیار الامام وفیہ مقدمۃ وابواب

المقدمۃ فی بحث لفظ الشیعۃ ومصداقہ

اعلموا ان اطلاق الشیعۃ لیس باصطلاح جدید ولیس باسم صائل ولا طاعون ھائل ولا وباء متعد بل قد نسب بالتشیع اجل الائمۃ من المفسرین والمحدثین کیف لا وقد مدح اللہ سبحانہ ابراہیم الخلیل فی کتابہ الکریم وان من شیعتہ لابراہیم۔ الآیہ۔ قال العلامۃ السیوطی فی الجلالین۔ وان من شیعتہ ای ممن تابعہ فی اصل الدین لابراہیم وان طال الزمان بینہما۔ الخ

نہ مساجد خدا میں نماز پڑھنے سے روکیں۔ اور بفرمان آلہی "کون اس سے بڑا ظالم ہے جو مساجد میں ذکر آلہی کرنے سے روکے" اور سلام وکلام آپس میں ترک نہ کریں۔ کیونکہ خدا تعالےٰ فرماتا ہے۔ "جو تم کو سلام کا ہدیہ دے اُس کو یہ نہ کہو کہ تو مومن نہیں ہے۔" بلکہ ضروری ہے کہ فریقین متفق ہو کر ثقلین سے تمسک کریں۔ کیونکہ نبی صلعم نے بتاکید اُن کی اتباع کا ارشاد فرمایا ہے۔ اس طرح آسانی سے نہایت صحیح طریق پر عمل ہوگا۔ دیکھئے کہتے ہیں کہ اختلاف اُمت رحمت کی حدیث ہے۔ تو پھر رحمت سے تعزیر کا کیا تعلق ہے؟ ظاہر ہے کہ اکثر مسائل میں ابتداء سے ہی بالاتفاق اختلاف چلا آرہا ہے۔ میں نے اس کتاب کا نام "**فلک النجاۃ فی الامامۃ والصلوٰۃ** معروف بہ **غایۃ المرام فی معیار الامام۔ وتشریح الصلوٰۃ بتطبیق الروایات**" رکھا ہے اور اس کو دو جلدوں میں تقسیم کر دیا ہے۔ جلد اول غایۃ المرام فی معیار الامام سے موسوم ہے۔ اور جلد ثانی موسوم بہ تشریح الصلوٰۃ بتطبیق الروایات ہے۔ اور حتی الوسع اصلاح کا ارادہ ہے جس کی توفیق محض اللہ تعالیٰ سے مطلوب ہے اور اسی پر توکل ہے۔ اسی کی طرف میرا رجوع ہے اور وہی ہمارا کافی کارساز ہے۔ اللہ تعالیٰ کی مدد سے اب مقصود کو شروع کرتا ہوں۔ جلد اول غایۃ المرام فی معیار الامام میں ہے۔ اور اس میں ایک مقدمہ اور چند باب ہیں۔

مقدمہ لفظ شیعہ اور اُسکے مصداق کی بحث میں ہے

جاننا چاہیئے کہ اطلاق لفظ شیعہ کی کوئی جدید اصطلاح نہیں اور نہ وہ حملہ کنندہ شیر ہے۔ اور نہ وہ ہولناک مرض طاعون ہے اور نہ وبائے متعدی ہے۔ بلکہ بڑے بڑے نامور ائمہ مفسرین و محدثین شیعیت کی طرف منسوب ہو چکے ہیں۔ اور یہ کیسے نہ ہو جبکہ اللہ تعالیٰ حضرت ابراہیم خلیل اللہ کی اسی نام شیعہ نوح سے مدح فرما رہا ہے۔ (اور ہم بھی ملت ابراہیمی پر ہیں) اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے۔ تحقیق اُس کے (یعنے نوح علیہ السلام کے) شیعوں میں سے بے شک ابراہیم علیہ السلام ہیں۔ اس کی تفسیر میں علامہ جلال الدین سیوطی جلالین میں لکھتے ہیں۔ کہ اُس کے شیعہ سے مُراد یہ ہے کہ اصول دین میں ابراہیم علیہ السلام نوح علیہ السلام کے تابع یعنی ان سے متفق اور متحد ہیں۔ اگرچہ مابین ہر دو کے زمانہ طویل گذر چکا۔ الخ

[1] آیت میں شیعتہ لابراہیم پ۲۳ غ کا ترجمہ سُنی صاحبان نے یہ کیا ہے۔ اور نوح ہی کے طریق پر چلنے والوں میں سے ابراہیم بھی تھے (دیکھو ترجمہ نذیر احمدؒ و ترجمہ وحیدی بعینہ) اور ترجمہ رفیع الدین میں یہ الفاظ ہیں۔ اور تحقیق تابعوں اس کے سے البتہ ابراہیم تھا۔ تھانوی ترجمہ یہ ہے (باقی عبارت صفحہ ۴ پر دیکھو)

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳) اور نوح کے طریقہ والوں میں سے ابراہیم بھی تھے۔ اور مثل جلالین کے تفسیر حسینی میں بھی ہے اس میں یہ زیادہ ہے کہ لباب میں قرات سے منقول ہے۔ ضمیر شیعتہ محمد رسول اللہ کی طرف راجع ہے اگرچہ مرجع غیر مذکور ہے۔ اور اگرچہ ابراہیمؑ پہلے ہوئے لیکن حقیقت میں دین واحد کے تابع گویا ابراہیم محمدؐ کے تابع ہیں۔ اسی طرح تفسیر روح البیان مطبوعہ مصر جلد ۷ صفحہ ۴۶۸ میں ہے۔ فتح الخبیر مع الفوز الکبیر فی اصول التفسیر مؤلفہ شاہ ولی اللہ دہلوی ص۲۳ میں ہے۔ وان من شیعتہ واھل دینہ یعنی شیعہ کسی کا وہ ہے جو اسکے دین پر ہو کذا فی التفسیر الکبیر جلد ۵ ص۳۰ شیعۃ الرجل اتباعہ اور تفسیر کبیر جلد ۷ ص۱۴۹ ومدارک التنزیل جلد ۴ سورۃ صافات آیت مذکورہ وتفسیر ابی السعود برحاشیہ کبیر جلد ۷ ص۱۴۵ وروح البیان جلد ۷ ص۴۶۸ میں اس طرح لکھا ہے۔ ای ممن شایعہ فی اصول الدین ای من اھل بیتہ وعلی دینہ ومنہاجہ لابراھیمؑ وعن ابن عباس من اھل دینہ وعلی سنتہ یعنی نوح کے دین اور اسکے طریقہ پر ابراہیم بھی تھے پھر ابراہیمؑ کو بقول کلبی کے شیعہ محمدؐ قرار دینے کے بعد لکھا بمعنے انہ کان علی دینہ ومنہاجہ فہو من شیعتہ یعنی ابراہیمؑ دین اور طریقہ نوح پر تھے یا طریقہ محمدؐ پر تھے بس وہ انکے شیعہ میں سے تھے۔ اور تفسیر ترجمان القرآن وفتح البیان مؤلفہ سید صدیق جلد ۱۱ ص۳۰۵ میں ابن عباس اور مجاہد سے یہی تفسیر لکھی ہے اور تفسیر درمنثور جلد ۵ ص۲۸۰ وتفسیر فتح القدیر شوکانی جلد ۴ ص۳۸۹ میں بھی اسی طرح مروی ہے۔ درمنثور میں قتادہ کی روایت بھی یہی ہے۔ اور کبیر جلد ۷ ص۱۴۹ میں لکھا ہے وان من شیعتہ من معنی المشایعۃ یعنی وان ممن شایعہ علی دینہ ولقواہ حین جاء ربہ بقلب سلیم قال الاصولیون المراد انہ عاش ومات علی طہارۃ القلب عن کل دنس من المعاصی یعنی مراد یہ ہے کہ ابراہیمؑ تقوی اور دین اور پرہیزگاری میں نوحؑ کے طریقہ پر تھے۔ اور ان کی زندگی وموت ہر غل وغش اور گناہوں سے دل کی پاکی پر رہی انتہی۔ اذ جاء ربہ بقلب سلیم کی تفسیر میں تفسیر ابی السعود ومدارک وکبیر میں اس طرح لکھا ہے کہ اذ ظرف متعلق اس مصدر کے ہے جو لفظ شیعہ میں مشایعہ کے معنی سے موجود ہے یعنی ابراہیمؑ نے آفات قلوب وموانع شاغلہ سے اپنے دل کو صاف وخالص کرکے خدا کی درگاہ میں پیش کیا اسی میں انہوں نے نوحؑ کی مشایعۃ ومتابعۃ کی کہ دین خدا میں نہایت ہی مضبوط اور مکذبین کے مقابلہ کرنے میں بہت سخت تھے چنانچہ اپنے خاندان اور قوم سے خوب مناظرہ ومقابلہ کیا۔ انتہی بقدر الحاجۃ دیکھو تفسیر ابی السعود وکبیر جلد ۷ ص۱۴۹ ومدارک جلد ۴۔ اس بیان متعلق لفظ اذ سے ان کج فہم ملانوں کی تردید مطلوب ہے جو جاہلانہ یا تجاہل عارفانہ کے طریق پر عوام کو دھوکہ دیتے ہیں کہ حضرت ابراہیمؑ (نعوذ باللہ من ذلک) پہلے کفار میں سے تھے اسکے بعد دل کو جب شیعیت سے صاف کیا تب مقبول بندگان خدا سے اور پیغمبر ہوئے۔ اگرچہ کوئی عقلمند باعلم انبیاء بہتان رسول پر نہیں باندھتا مگر تعصب ایسی بری بلا ہے جس سے رسول پر تہمت لگانے سے بھی ہمارے مخالفین دریغ نہیں کرتے کچھ ہو چاہتے ہیں کہ شیعیان اہل بیت کو لوگوں کی نظر میں قبیح وحقیر دکھایا جائے۔ اب دوسری آیت ملاحظہ ہو جو سورۃ قصص قصہ موسیؑ میں وارد ہے ھذا من شیعتہ وھذا من عدوہ تفسیر بیضاوی مطبوعہ مصر جلد ۴ ص۱۲۵ میں اس کی تفسیر یوں لکھی ہے من شیعتہ ای شایعہ علی دینہ یعنی تابعہ بنی اسرائیل سے اس نے دین موسیؑ پر موسیؑ کی متابعت کی اور دوسرا موسیؑ کے مخالفین دین سے تھا اور معالم التنزیل جلد ۳ ص۱۱۲ پ۲۰ میں ہے ھذا اموءمن وھذا کافر یعنی دو لڑنے والوں میں سے یہ ایک شیعہ مومن تھا دوسرا دشمن کافر تھا۔ اور مدارک التنزیل جلد ۳ ص۱۷۵ مطبوعہ مصر میں مطابق تفسیر بیضاوی کے لکھا ہے۔ شیعۃ الرجل اتباعہ وانصارہ کسی کے تابعدار مددگار کو اسکا شیعہ کہا جاتا ہے۔ اور ھذا من عدوہ کی تفسیر میں لکھا یہ مخالفین موسیؑ سے تھا جو موسیؑ اور اسرائیلی دونوں کا دشمن تھا لانہ لیس علی دینھما کیونکہ وہ ان دونوں کے دین پر نہ تھا معلوم ہوا اسرائیلی مومن تھا۔ اسی واسطے اس کو موسیؑ کا شیعہ قرار دیا۔ تفسیر حسینی میں یہ تفسیر آیت پارہ ۲۰ میں اس طرح لکھا ہے۔ ایں یکے از پیروان موسیؑ وایں یکے از دشمنان او بود۔ مخالفین اس دوسری آیت کے متعلق یہ اعتراض کرتے ہیں کہ موسیؑ نے اس شخص کے حق میں غوی مبین فرمایا اور اپنے حق میں قبطی دشمن کے قتل کرنے کی وجہ سے فرمایا وانا من الضالین۔ اس کا جواب امام فخر الدین رازی نے تفسیر کبیر جلد ۶ ص۴۳۲ لغایت ص۴۳۳ میں نہایت تفصیل سے بیان فرمایا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ موسیؑ نے جو اپنی طرف نسبت دی ہے اس کا معنی یہ ہے ضالاً ای متحیراً موسیؑ اس وقت متحیر تھے یہ قطعی فیصلہ نہ فرما سکے کہ اس وقت ان پر واجب کیا تھا اور کونسی تدبیر زیادہ مناسب تھی جلدی سے قتل کر دیا اور نہ وحی کا انتظار کرتے یا خدا تعالی سے دریافت فرما لیتے کہ کیا کروں اگرچہ قتل اسکا فعل مباح تھا مگر بلحاظ علو مرتبہ موسیؑ نے اس جلدی اور عدم انتظار کو بھی خلاف اولی تصور فرمایا۔ اور مشہور یہی ہے کہ جو موسیؑ کا شیعہ تھا وہ مسلمان تھا کیونکہ جو کسی کا دین اور طریقہ میں مخالف ہو اس کو اسکا شیعہ نہیں کہا جاتا (اسکے بعد فخر الدین رازی لکھتے ہیں) اور جو غوی مبین سے اس پر اعتراض کرتے ہیں اس کا جواب

(بقیہ حاشیہ) دو وجہ سے ہے۔ اوّل یہ کہ قوم موسیٰ سخت مزاج اکھڑ یا الھڑ موٹے عقل کے لوگ تھے کیا تو نہیں دیکھتا کہ بعد معجزات دیکھنے کے موسیٰ سے کہنے لگے ہمارے لئے بھی خدا کی مورت بناؤ جیسے کفار نے اپنے لئے خدا بنا رکھے ہیں اور یہ فقط جہالت کے سبب سے کہا نہ یہ کہ مسلمان نہ تھے۔ دوسرا یہ کہ جو بڑا جھگڑالو ہو جس کی مخاصمت کے سبب اُس سے دفع ضرر کا مشکل ہو جائے اس کا وہ فعل خلاف رُشد سمجھا جاتا ہے اور اُس پر غوائیت کا اطلاق ہو سکتا ہے نہ اس سبب سے کہ وہ کافر تھا۔ انتہیٰ بقدر الحاجۃ۔ —— **بحث** لفظ شیعہ کی اہل علم کی نگاہوں میں محض تسوید اوراق اور تضییع اوقات معلوم ہوگی کیونکہ اس پر نہ کوئی مدار ہے اور نہ اس میں درحقیقت کوئی تنازع ہے مگر چونکہ ہمارے علاقہ کے بعض کٹ ملاں اسی پر لفظی جھگڑا پیدا کر کے عوام کو دھوکہ دیتے ہیں کہ یہ لفظ ہمیشہ بُرے لوگوں پر اطلاق ہوتا ہے اس لئے ہم نے اپنے قرب وجوار کی ضرورت کو مدنظر رکھتے ہوئے اس بحث کو کتاب میں بقدر حاجت درج کر دیا ہے۔ اور تسہیل تفہیم کے لئے تھوڑا اور اضافہ کیا جاتا ہے۔ ہر زبان میں ایسے الفاظ موجود و مستعمل ہیں جو نیک اور بد۔ ممدوح اور مذموم پر بہ تغیر اضافت مشترک اطلاق کئے جاتے ہیں اس کو ہر بشر ناخواندہ باتمیز بھی پہچان سکتا ہے ایک آسان مثال عام فہم پیش کی جاتی ہے۔ کہ لفظ انسان یا البشر جس کو آدمی یا بندہ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ جس طرح ممدوحین و مقربین خدا حضرت آدم سے لے کر سید الانبیاء جناب محمد مصطفےٰ علیہ التحیۃ والثنا پر اطلاق ہوتا ہے اسی طرح فرعون و نمرود و شداد و ابوجہل و ابولہب دشمنان خدا پر بھی اطلاق کیا جاتا ہے حالانکہ کجا شان رُسل اولوا العزم اور کجا یہ ملعونین مغضوبین خدا مگر مطلق بشریت میں مشارکت کی وجہ سے یہ اطلاق ہوتا ہے۔ علیٰ ہذا القیاس لفظ شیعہ بمعنی گروہ و تابعدار و طرفدار کے ہے اگر جناب محمدؐ و آل محمدؐ کی طرف مضاف ہو تو ممدوح و مثاب علیہ ہے۔ اور اگر ائمہ ضلالت کی طرف مضاف ہو تو مغضوب و مستوجب عذاب ہے۔ شیعہ نبیؐ و علیؑ و ائمہ ہُدیٰ بفضل خدا از قسم اول ہیں اور تابعین ائمہ ضلالت مصداق ائمۃ یدعون الی النار کے از قسم ثانی ہیں۔ اسی طرح لفظ سنت بمعنی طریقہ۔ رسم۔ دستور۔ وغیرہ کے ہے دیکھو جملہ کتب لغت۔ منتہی الارب میں لکھا ہے سنت اللہ حکم خدا امر و نہی ہے مگر تأتیھم سنت الاولین ای معاینۃ العذاب اس جگہ سنت کا معنی عذاب دیکھنا ہے۔ اور دیکھو قد خلت سنۃ الاولین (پ۱۴ ع۱) (ترجمہ نذیر احمد) یہ قرآن پر ایمان لانے والے نہیں اور یہ رسم (کچھ انوکھی نہیں) اگلوں (ہی) سے ہوتی چلی آئی ہے انتہیٰ۔ (ترجمہ وحیدی) وہ قرآن پر ایمان نہ لاویں گے اور یہی طریقہ اگلوں سے ہوتا چلا آیا ہے۔ موضح القرآن میں محدث دہلوی بذیل اس آیت کے لکھتے ہیں۔ بے شک یہ بُری راہ ہے اگلوں کی یعنی مکہ کے لوگوں کا نبیؐ کو ساحر اور قرآن کو شعر اور قصہ کہنا یہ رسم اگلی قوموں کی ہے۔ انتہیٰ۔ ثابت ہوا کہ سنت کا لفظ بھی اچھی اور بُری دونوں جگہ پر مستعمل ہے۔ اسی طرح اور مقامات قرآن میں سنت الاولین کی تفسیر ملاحظہ ہو اور دیکھو مشکوٰۃ کتاب العلم فصل اول ص۲۵ بروایت صحیح مسلم مروی ہے آنحضرتؐ نے فرمایا جس نے بُری سنت نکالی اُس پر اُسکے گناہ کے علاوہ اُس کا گناہ بھی ہوگا جو اس پر عمل کریگا۔ سنۃ سیئۃ پر خوب غور کرو اور مشکوٰۃ ص۱۹ کتاب الاعتصام بالکتاب والسنہ فصل اول میں بروایت بخاری نبیؐ سے مروی ہے تین چیزیں خدا کے نزدیک بہت ناپسند ہیں اُن میں سے ایک سنت الجاہلیت کو شمار فرمایا۔ ثابت ہوا کہ نہ لفظ شیعہ بُرا ہے اور نہ سنت۔ بھلائی یا بُرائی اُس کی نسبت سے ثابت ہوتی ہے۔ مثلاً شیعۃ اللہ۔ شیعہ محمدؐ۔ شیعہ علیؑ۔ شیعہ ائمہ اہلبیت سب قابل مدح ہیں۔ اور شیعہ ائمہ ضلالت قابل ذم ہیں۔ چنانچہ اوپر مذکور ہوا۔ اسی طرح سنت اللہ۔ سُنتِ رسول اللہ۔ سنت ائمہ ہدیٰ قابل مدح ہیں اور سنت سیئہ۔ سُنت ائمہ ضلالت قابل مذمت ہیں۔ شیعۃ اللہ کا کلمہ شاید مخالفین کو اجنبی یا ناگوار معلوم ہو تو اس کا ثبوت بھی ملاحظہ ہو۔ دیکھو تفسیر کبیر جلد ۳ ص۶۲۳ تحت قولہ تعالیٰ فان حزب اللہ ھم الغالبون قال ابو العالیۃ شیعۃ اللہ۔ یعنی خدا کا گروہ خدا کا شیعہ ہے۔ اور ابراہیم علیہ السلام پر شیعہ اطلاق کرنے کے سلسلہ میں ہم نے بریکیٹ میں لکھا ہے۔ ہم بھی ملتِ ابراہیمی پر ہیں۔ لہٰذا شیعہ کا لقب ہمارے لئے موزون ہے۔ اس کا ثبوت پیش کرنا چاہتا ہوں ملاحظہ ہو قرآن کریم۔ ثم اوحینا الیک ان اتبع ملۃ ابراھیم حنیفا پارہ ۱۴ رکوع ۲۲۔ اور پارہ ۱۷ ع۱۶ میں ہے۔ ملۃ ابیکم ابراھیم ھو سمّٰکم المسلمین اور پ۴ ع۱۶ میں ہے قل بل ملۃ ابراھیم حنیفا اور پ۴ ع۱ میں ہے فاتبعوا ملۃ ابراھیم حنیفا اور کل انبیاء کے اصول شریعت ایک طرح کے ہیں دیکھو پ۲۵ سورہ شوریٰ ع۲ شرع لکم من الدین ما وصّی بہ نوحا والذی اوحینا الیک وما وصینا بہ ابراھیم وموسیٰ وعیسیٰ۔ الآیہ۔ اس طرح کل مدعیان اسلام کو شیعہ ہی کہلانا چاہئے یعنی عوام کی اصطلاح پر کیونکہ خواص کے لئے تو اس بحث کو لکھا نہیں گیا۔ مقدمہ ابن خلدون مطبوعہ مصر ص۱۶۴ میں ہے کہ لفظ شیعہ عرف فقہاء و متکلمین خلف اور سلف میں تابعداران حضرت علیؑ

وقد غلط فی تفسیرہ کثیر من المتعصبین ولا نتصدی بجوابہ خوفا للاطناب وقالوا ان ھذا اللفظ یطلق علی الکفار والفساق والعصاۃ لا علی المؤمنین الصادقین المطیعین للہ ورسولہ ومدارھذا الاعتراض قلۃ محبۃ اھل البیت وعدم تفضیلھم علی سائر الصحابۃ وذا لیس بمحدث حتی یکون بدعۃ بل کان قدیما۔ الم تسمع ما قال الطاعنون فی الامام الشافعی بترفضہ وما اجاب ھو مفتخراً وھو مستغن عن بیاننا وسیاتی انشاء اللہ تعالیٰ وکان ھذا الاطلاق فی القرن الاول یصدق علی اصحاب علیؑ خاصۃً کما فی التفسیر لابن جریر الطبری المسمیٰ بجامع البیان فی تفسیر القران الجزء الثلاثین طبع مصر باسنادہ عن محمد بن علی اولئك ھم خیر البریہ فقال النبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم انت یا علیؑ وشیعتك الخ وکذا فی تفسیر فتح البیان وکذا فی تفسیر الدر المنثور اخرج ابن مردویہ عن علی ع قال

اور بہت متعصبین معاصرین نے اس آیت کی تفسیر میں غلطی کی ہے۔ جس کے مفصل جواب ذکر کرنے سے طوالت کا خوف مانع ہے۔ اور کہتے ہیں کہ یہ لفظ صرف کفار اور فاسقین اور نافرمان لوگوں پر بولا جاتا ہے۔ مومنین صادقین خدا و رسول کے فرمانبرداروں پر نہیں بولا جاتا۔ اور شیعہ کے لفظ سے اعتراض محض بوجہ کمی محبت اہل بیت علیہم السلام اور باقی صحابہ پر ان کو افضل نہ جاننے کے سبب سے ہے۔ ورنہ یہ کوئی نئی بات نہیں کہ بدعت ہو بلکہ قدیم سے یہی چلا آتا ہے۔ کیا تم نے نہیں سنا کہ امام شافعی پر رفض کا طعن کیا گیا تو انہوں نے کیا فخریہ جواب دیا۔ جس کے بیان کی یہاں حاجت نہیں عنقریب انشاء اللہ لکھا جائے گا۔ یہ اطلاق لفظ شیعہ بالخصوص اصحاب علی علیہ السلام پر قرن اول سے ہی ہوتا چلا آیا ہے۔ جیسا کہ تفسیر جامع البیان مؤلفہ امام ابن جریر طبری جزء ۳۰ ص ۱۴۶ مطبوعہ مصر میں اپنی اسناد سے لکھا ہے۔ محمد باقرؑ بن علیؑ سے تفسیر آیت اولئك هم خير البريه میں روایت کیا کہ نبیؐ نے فرمایا۔ اے علیؑ تو اور تیرے شیعہ خیر البریہ ہیں۔ اسی طرح تفسیر فتح البیان مؤلفہ سید صدیق حسن خان جزء ۱۰ صفحہ ۳۲۳ مطبوعہ مصر میں ہے۔ اور اسی طرح تفسیر در منثور میں تحت آیت مذکورہ کے بروایت ابن مردویہ حضرت علیؑ

(بقیہ حاشیہ) اور اس کی اولاد کے اوپر اطلاق ہوتا ہے۔ انتہیٰ۔ انوار اللغۃ پ ۲۱ ص ۴۲ میں مولوی وحید الزمان بذیل حدیث انت وشیعتك راضین مرضیین کے فائدہ میں یوں لکھتے ہیں یہ حدیث شیعہ اور اہل سنت دونوں کی کتابوں میں مروی ہے اور اس میں صاف صراحت ہے کہ شیعیان علیؑ وہی ناجی اور مقبول بارگاہ الٰہی ہیں۔ اور مخالفین اور دشمنان علی مبغوض بارگاہ خداوندی اور تباہ ہونیوالے ہیں۔ (پھر کہا) اس حدیث سے یہ بھی نکلتا ہے کہ شیعہ علیؑ ایک قدیم فرقہ ہے جس کا ذکر خود آنحضرت صلعم نے کیا (پھر لکھا) سچے اہلحدیث اور اہل سنت شیعیان علی مرتضیٰ ہیں نہ شیعہ معاویہ ومن تبعہ۔ انتہیٰ ملخصاً ۱۲ مترجم عفی عنہ

[۱] یعنے جو تہمت لگائی جاتی ہے وہی مومنین کا فرض عین ہے اور وہی باعث فخر و نجات ہے۔ چنانچہ امام شافعی پر ترفض و تشیع کا طعن کیا گیا تو اس نے ایسا ہی جواب دیا ۱۲ مترجم

[۲] تحفہ اثنا عشریہ ص ۲ میں لکھا ہے۔ فرقہ شیعہ اولیٰ وشیعہ مخلصین کہ پیشوایان اہل سنت وجماعت اند بر روش جناب مرتضوی بودند یعنی جو مخلصین شیعہ تھے وہ حضرت علیؑ مرتضیٰ کے مذہب پر تھے اور وہی اہل سنت وجماعت کے پیشوا ہیں۔ اور تحفہ کے ص ۲ میں عبد العزیز صاحب محدث یوں رقمطراز ہیں۔ وانشاء اللہ تعالیٰ دریں رسالہ مکشوف خواہد شد کہ شیعہ اولیٰ عبارت اند از جمیع مہاجرین وانصار کہ اکثر آنہا در رکاب سعادت مآب جناب مرتضوی بحروب بغاۃ قیام ورزیدہ اند و بر تاویل قرآن جنگ کردہ اند چنانچہ ہمراہ رسول بر تنزیل۔ یعنی اولین شیعہ وہی سب مہاجرین وانصار ہیں جو باغیوں کے مقابلہ میں حضرت علیؑ مرتضیٰ کے ساتھ ہوکر جنگ کرتے رہے (یہی تو ہم کہتے ہیں کہ جو علیؑ کے تابعدار تھے یا ہیں وہ شیعہ ہیں اور جو معاویہ وغیرہ باغیوں کے تابعدار ہوئے وہ سنی ہیں) اور تحفہ اثنا عشریہ ص ۱۱ پر مؤلف موصوف لکھتے ہیں "فرقہ اول مخلصین کہ اہل سنت وجماعت اند از صحابہؓ وتابعین کہ ملازم صحبت حضرت مرتضیٰ و ناصران خلافت او بودند۔ از اخیار مہاجران وانصار وغیرہم ..... " الخ یعنی فرقہ اول مخلصین اہل سنت وجماعت جو اکابر صحابہ وتابعین تھے۔ انہوں نے صحبت وخدمت حضرت علی مرتضےٰ کی اختیار کی اور ان کی خلافت میں اعانت کرتے رہے۔ وہی برگزیدہ مہاجرین والنصار اور تابعین تھے۔ پھر ص ۱۸ پر لکھا ہے (فائدہ) اول کسے کہ بہ شیعہ ملقب شد جماعۃ از مہاجرین وانصار وتابعین ایشاں اند کہ مشایعت ومتابعت حضرت مرتضےٰ نمودند در وقتیکہ جناب ایشاں خلیفہ شدند و ملازمت ایشاں کردند و با محاربین ایشاں جنگ نمودند ومطیع اوامر و نواہی ایشاں ماندند وایشاں را شیعہ مخلصین نامند۔ یعنی اول اول جو جماعت

رسول اللہ صلعم لعلی انت وشیعتک وموعدک وموعدکم الحوض وفیہ اخرج ابن عساکر عن جابر بن عبد اللہ قال کنا عند النبی فاقبل علیؑ فقال النبیؐ والذی نفسی بیدہ ان ہٰذا وشیعتہ ہم الفائزون یوم القیامۃ۔ قال الحافظ العلامۃ ابن حجر الہیتمی المکی فی الصواعق المحرقۃ اخرج الطبرانی قال علیہ السلام یا علی انک ستقدم علی اللہ وشیعتک راضیین مرضیین۔ وکذا فی اسعاف الراغبین عن علی وابن عباس ص۱۵۶ وفی الصواعق اخرج احمد فی المناقب انہ علیہ السلام قال لعلیؑ اما ترضی انک معی فی الجنۃ والحسن والحسین وذریتنا خلف ظہورنا وازواجنا خلف ذریتنا وشیعتنا عن ایماننا وشمائلنا وکذا فی کنز العمال وفیہ رواہ ابن عساکر عن علی وابن عدی والطبرانی۔ وفی الصواعق قال موسیٰ بن علی بن الحسین بن علیؑ وکان فاضلاً عن ابیہ عن جدہ انما شیعتنا من اطاع اللہ ورسولہ وعمل اعمالنا۔ وفیہ اخرج الدارقطنی عن علی یا ابا الحسن اما انت وشیعتک فی الجنۃ الحدیث۔ قال الدارقطنی لہذا الحدیث عندنا طرقات کثیرۃ ثم اخرج عن ام سلمۃ فی حدیث یا علی انت واصحابک فی الجنۃ انت وشیعتک فی الجنۃ

سے مرفوعاً مروی ہے کہ آنحضرت صلعم نے علیؑ سے فرمایا۔ تو اور تیرے شیعہ خیر البریہ ہیں اور سب کے لئے میرا وعدہ حوض کوثر کا ہے۔ اور اسی درمنثور جلد ۶ صفحہ ۳۷۹ میں ہے کہ ابن عساکر نے جابر بن عبد اللہ سے روایت کی کہا ہم نبیؐ کے پاس حاضر تھے کہ حضرت علی تشریف لائے۔ نبی صلعم فرمانے لگے قسم ہے اُس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری روح ہے۔ یہ جو آرہا ہے قیامت کے دن یہ اور اس کے شیعہ مراد پانے والے ہوں گے۔ حافظ علامہ ابن حجر ہیتمی مکی نے صواعق محرقہ مطبوعہ مصر صفحہ ۹۲ میں کہا ہے طبرانی نے نبیؐ سے روایت کیا فرمایا۔ اے علیؑ تو اللہ تعالیٰ کے پاس مع شیعہ اپنے کے راضی خوشی آئیگا۔ اسی طرح اسعاف الراغبین میں علی اور ابن عباس سے صفحہ ۱۵۶ پر مرقوم ہے۔ اور صواعق محرقہ صفحہ ۹۶ میں ہے۔ امام احمد نے مناقب میں روایت کیا کہ رسول خدا نے حضرت علیؑ کے لئے فرمایا۔ کیا تو اسپر راضی نہیں کہ تو اور حسنؑ اور حسینؑ مع اولاد ہماری کے ہمارے ساتھ بہشت میں ہوگے۔ اور ہماری ازواج مومنہ ہماری ذریت کے پیچھے اور شیعہ ہمارے دائیں بائیں ہونگے۔ اور اسی طرح کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۲۱۸ میں بروائیت مذکورہ ہے۔ اسکے علاوہ ابن عساکر نے حضرت علیؑ سے اور ابن عدی اور طبرانی نے بھی اسی طرح روایت کیا اور صواعق محرقہ صفحہ ۹۶ میں ہے۔ موسیٰ بن علی بن حسین بن علیؑ جو ایک فاضل امام ہیں۔ اپنے باپ دادا کے سلسلہ سے فرماتے ہیں کہ شیعہ ہمارے وہ ہیں جو اطاعت اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول کی کرتے ہیں۔ اور ہمارے اعمال کی متابعت کرتے ہیں۔ نیز اسی صفحہ ۹۶ میں بروایت دارقطنی رسول خدا صلعم سے مروی ہے فرمایا اے ابو الحسنؑ تو اور تیرے شیعہ بہشت میں ہونگے۔ اور دارقطنی نے کہا ہے کہ اس حدیث کی ہمارے پاس بہت اسنادیں ہیں پھر دارقطنی نے جناب ام سلمہ سے حدیث مرفوع میں روایت کیا کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا یا علیؑ تو اور تیرے اصحاب

(بقیہ حاشیہ ۵ صفحہ ۶) شیعہ کے لقب سے ملقب ہوئی وہ جماعت مہاجرین وانصار اور مطیعین اوامر ونواہی جناب علیؑ کی تھی جن کو مخلصین شیعہ کہا جاتا ہے اور وہ ایسے تھے جو حضرت علیؑ کے مخالفین سے برسر پیکار رہتے انتہی۔ بس ہم بھی انہی لوگوں کو شیعہ کہتے ہیں جو اوامر ونواہی جناب امیرؑ کے مطیع اور مخالفین علیؑ کو دشمن سمجھیں اور ہاتھ یا زبان سے حتی الامکان ان مخالفین کے خلاف جنگ کریں۔ اور تحفہ کے صفحہ ۲ مطبوعہ نولکشور میں لکھا "باید دانست کہ شیعہ اولے کہ فرقہ سنیہ وتفضیلیہ اند در زمان سابق بشیعہ ملقب بودند چوں غلاۃ وروافض وزیدیہ واسماعیلیہ بایں لقب خود را ملقب کردند خوفاً عن الالتباس فرقہ سنیہ وتفضیلیہ خود را باہل سنت وجماعت ملقب کردند حالا واضح شد کہ آنچہ در کتب قدیمہ واقع میشود کہ فلان من الشیعۃ او من شیعۃ علیؑ حالانکہ او از رؤسا اہل سنت وجماعت است راست است۔ وفی تاریخ الواقدی والاستیعاب کثیر من ہذا الجنس" ۱۲ ملخصاً بعینہ۔ خلاصہ مطلب اس عبارت کا یہ ہے کہ سب کا نام اول شیعہ ہی تھا مگر جب روافض وزیدیہ وغیرہ نے اپنا نام شیعہ مشہور کیا تو اسکے بعد تمیز وشناخت کیلئے سنیوں نے اپنا نام اہل سنت وجماعت رکھ لیا اور کتب قدیمہ میں جو مرقوم ہے کہ فلاں شیعہ تھا یا شیعہ علیؑ سے ہے حالانکہ وہ رئیس اہل سنت شمار ہوتا ہے۔ صحیح اور درست ہے۔ استیعاب وغیرہ میں ایسے حضرات بہت مذکور ہیں۔ پھر صفحہ ۵۹ میں لکھا "شیعہ علیؑ درحقیقت اہل سنت وجماعت اند کہ در زمان سابق بہ شیعہ ملقب بودند چوں روافض ایں لقب را بر خود قرار دادند اہل سنت ازیں لقب احترازاً لازم شمردند" مطلب وہی عبارت مذکورہ بالا کے مطابق ہے۔ ۱۲ مترجم۔

۴ اسی طرح یہ حدیث تذکرہ خواص الامہ صفحہ ۱۸۲ ونور الابصار صفحہ ۱۰۱ میں باسناد مکمل امام احمد سے بروایت زید بن علی عن ابیہ عن جدہ مرفوعاً مروی ہے اور نیز حدیث انت وشیعتک فی الجنۃ۔ نسیم الریاض شرح شفا عیاض طبع مصر جلد ۱ صفحہ ۳۱۹ میں مع تفصیل وفوائد کثیرہ مندرج ہے۔ اس میں یہ بھی ہے ان آل محمد شیعتہ یعنی آل محمد آپکے شیعہ ہیں یعنی زیادہ تر تابعدار محمدؐ کے آپکی آل پاک ہے ۱۲ - مترجم۔ ۵ تاریخ طبری جلد ۶ صفحہ ۳۶ طبع مصر میں ہے جب علیؑ کوفہ میں آئے اور خوارج ان سے جدا ہو گئے تو حضرت علیؑ کے پاس شیعہ ثابت قدم رہے اور انہوں نے کہا کہ ہماری گردنوں میں دوسری بیعت آپکی ہو چکی ہے ہم آپکے موالیوں اور دوستوں کو دوست رکھیں گے اور آپکے دشمنوں کو دشمن سمجھیں گے۔ اسپر خوارج نے کہا کہ تم اس طرح کافر ہو گئے ہو ۱۲ مترجم۔

وکذا فی کنز العمال وکذا فیہ رواہ ابو نعیم فی الحلیۃ عن علیؑ۔ وفیہ رواہ الخطیب وابن الجوزی فی الواھیات وفیہ محمد بن جحادہ ثقۃ قال فی التشیع روی لہ الشیخان۔ وفیہ شفاعتی لامتی من احب اھل بیتی وھم شیعتی۔ رواہ الخطیب عن علی۔ وفیہ فی روایۃ ظہور السفیانی فیقتلون شیعۃ آل محمد بالکوفۃ۔ وفیہ فی حدیث طویل فی جواب من سأل عن علی علی ما قاتلت طلحۃ والزبیر قال علیؑ قاتلتھم علی نقضھم بیعتی وقتلھم شیعتی من المومنین۔ وفی الصواعق المحرقۃ لما اتصالحا ای الحسن والمعاویۃ کتب بہ الحسن کتابا بالمعاویۃ صورتہ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ ھذا ما صالح علیہ الحسن بن علی معاویۃ ابن ابی سفیان صالحہ علی ان یسلم الیہ ولایۃ المسلمین علی ان یعمل فیھا بکتاب اللہ تعالی وسنۃ رسول اللہ وسیرۃ الخلفاء الراشدین المھدیین ولیس لمعاویۃ ابن ابی سفیان ان یعھد الی احد من بعدہ احدا بل یکون الامر من بعدہ شوریٰ بین المسلمین وعلی ان اصحاب علیؑ وشیعتہ آمنون علی انفسھم واموالھم ونسائھم واولادھم حیث کانوا الخ۔ فی الکبریت الاحمر للشیخ عبد القادر الجیلی المعروف بالغوث الاعظم اللھم صل وسلم علیہ وعلی آلہ (الی ان قال) واتباعہ واشیاعہ وفی دلائل الخیرات منزل الجمعۃ اللھم صل علی محمد (الی ان قال) واشیاعہ ومحبیہ وفیہ فی منزل الخمیس واحشرنا فی اتباعہ ای غر المحجلین واشیاعہ السابقین واصحاب الیمین یا ارحم الراحمین وفی القصیدۃ المضریۃ لمولف القصیدۃ البردۃ ؎

اور تیرے شیعہ بہشت میں ہونگے۔ اسی طرح کنز العمال جلد اول صفحہ ۷۵ میں بھی ہے۔ نیز اس کے جلد ۶ صفحہ ۸۱ میں بروایت ابو نعیم حلیہ میں حضرت علیؑ سے مثل اس کی مروی ہے۔ اور اسی کنز العمال میں صفحہ مذکورہ پر ہے۔ کہ اس کو خطیب نے بھی روایت کیا۔ اور ابن الجوزی نے واہیات میں روایت کیا۔ اور اس کی اسناد میں محمد بن جحادہ راوی ثقہ ہے۔ کچھ تشیع رکھتا تھا۔ مگر بخاری و مسلم نے بھی اس سے روایت لی ہے۔ اور کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۲۱۲ میں ہے۔ رسول نے فرمایا ہماری شفاعت اپنی امت کے اُن لوگوں کے لئے ہے جو میرے اہل بیت سے محبت رکھتے ہیں۔ اور وہی ہمارے شیعہ ہیں۔ اس کو خطیب نے بروایت علیؑ نبی صلعم سے روایت کیا۔ اور اسی کتاب جلد ۶ صفحہ ۷۰ میں روایت ظہور سفیانی میں ذکر کیا۔ پس مخالفین اہل بیت شیعہ آل محمد کو کوفہ میں قتل کریں گے۔ اور اسی کتاب جلد ۸ صفحہ ۲۱۷ میں ایک طویل حدیث میں حضرت علیؑ نے اس شخص کے سوال کے جواب میں فرمایا جس نے طلحہ و زبیر سے جنگ کرنے کی وجہ دریافت کی تھی میں نے اس لئے جنگ کی کہ انہوں نے میری بیعت توڑ دی تھی۔ اور میرے شیعہ مومنین کے قتل کرنے میں سعی کی تھی۔

اور صواعق محرقہ صفحہ ۸۱ (و تاریخ طبری جلد ۶ صفحہ ۹۴) میں ہے کہ صلح امام حسنؑ اور معاویہ کے وقت صلح نامہ میں امام حسن سے معاویہ کی طرف لکھا گیا۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ یہ وہ شرائط ہیں جن پر حسن بن علی معاویہ سے صلح فرماتے ہیں۔ کہ مسلمانوں کا بادشاہ معاویہ ہوگا۔ اس طرح کہ کتاب اللہ اور سنت رسول اور طریق خلفاء راشدین پر عمل کرے اور اپنے بعد اپنا کوئی ولیعہد نہ بنائے۔ بلکہ مشورہ مسلمین پر چھوڑ دے۔ اور اس شرط پر کہ اصحاب علیؑ اور شیعہ علیؑ کے جان و مال اور اُن کے ازواج اور اولاد جہاں ہوں امن میں رہیں۔ کوئی تکلیف انہیں نہ دی جائے۔ (ثابت ہوا کہ علیؑ کے تابعدار کا نام شیعہ ہی چلا آتا ہے۔) اور کبریت احمر مرتبہ شیخ عبد القادر جیلانی معروف بہ غوث اعظم میں ہے یا اللہ تو صلوٰۃ و سلام بھیج محمدؐ و آل محمد پر حتٰے کہ کہا سلام بھیج تابعداران و شیعیان محمدؐ پر۔ اور دلائل الخیرات کی منزل جمعہ میں ہے۔ یا اللہ صلوٰۃ بھیج محمدؐ پر اور اُس کے شیعیان و محبان پر۔ نیز اُسی کی منزل خمیس میں ہے۔ یا اللہ رسول خدا کے تابعداران اور شیعیان اولین اور اصحاب الیمین کے ساتھ ہمارا حشر و نشر کر۔ اے سب سے زیادہ رحمت کرنے والے۔ اور قصیدہ مضریہ مؤلفہ صاحب قصیدہ بردہ مطبوعہ وظیفہ انیقہ ملتانی میں ہے یا اللہ تو صلوٰۃ بھیج ہدایت کرنے والے نبیؐ اور ان کے شیعہ اور اصحاب پر جو اشاعت دین کے لئے منتشر فی الآفاق ہوئے۔

و صل رب علی الھادی وشیعتہ + وصحبہ من لطی الدین قد نشروا +

لـ۵ کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۲۰۵ میں مدح انصار خود کے لئے رسولؐ نے فرمایا ھم شیعتی واصحابی رواہ الرامھرمزی فی الامثال والخطیب وابن عساکر والدیلمی عن عثمان یعنی انصار کی مدح میں رسول نے فرمایا یہ میرے شیعہ اور میرے اصحاب ہیں ۱۲ مترجم۔

لـ۶ استیعاب برحاشیہ اصابہ طبع مصر بذیل ترجمہ بسر بن ارطاۃ لکھا ہے۔ لما وجہ معاویۃ بسر بن ارطاۃ لقتل شیعۃ علیؑ الخ معاویہ نے بسر کو شیعیان علیؑ کے قتل پر تعینات کیا تھا ۱۲ مترجم

وفی الصراح[1] شیعۃ الرجل بالکسر اتباع و انصار مرد و ہواداران اولاد فاطمہ (علیہا السلام) مشایعۃ در پے کسے رفتن وکل قوم یتبع بعضہم رای بعض فہم شیع - فی منتہی الارب شیعۃ الرجل بالکسر پیروان و یاران مرد و گروہ واحد و تثنیہ و مذکر و مؤنث درآں یکساں است و گروہے از ہواداران علی و فاطمہ و اولاد ایشاں وھو اسم لہم خاصًا - فی الغیاث عن المنتخب بمعنی اتباع و انصار - فی لغات فیروزی شیعہ قوم گروہ مسلمانوں کا وہ فرقہ جو حضرت علی کو مانتا ہے اور اصحاب ثلاثہ کو نہیں مانتا شیعی منسوب بشیعہ علی -

لغت کی کتاب صراح میں ہے ۔ شیعہ آدمی کا تابعدار اور اس کا مددگار ہوتا ہے اور محبان اولاد فاطمہ علیہا السلام پر یہ لفظ بولا جاتا ہے ۔ مشایعت کسی کے پیچھے جانا اور ہر قوم جو بعض ان کا بعض کی رائے کی متابعت کرے پس وہ ان کے شیعہ کہلاتے ہیں -

کتاب منتہی الارب فی لغات العرب میں ہے کہ شیعہ آدمی کے پیرو اور اس کے یار ہوتے ہیں اور جمع ۔ تثنیہ ۔ مذکر ۔ مؤنث ۔ سب میں یکساں مستعمل ہوتا ہے ۔ اور محبان جناب علیؑ و فاطمہ اور ان کی اولاد کے لئے یہ نام مخصوص ہو چکا ہے -

غیاث اللغات میں منتخب سے نقل کیا ہے کہ شیعہ کے معنے تابعدار اور مددگار ہیں :

لغات فیروزی میں ہے شیعہ کے معنے مسلمانوں کا وہ گروہ ہے جو حضرت علی کو مانتا ہے اور اصحاب ثلاثہ کو نہیں مانتا ۔ شیعی منسوب بشیعہ علیؑ ۔

مجمع البحرین صفحہ ۵۳۹ میں قاموس جلد ۲ صفحہ ۵۲۴ سے منقول ہے ۔ شیعہ کسی کے تابعدار مددگار کو کہتے ہیں ۔ واحد ۔ تثنیہ ۔ جمع ۔ مذکر ۔ مؤنث ۔ سب پر بولا جاتا ہے ۔ اور یہ نام محبان علیؑ اور ان کے اہل بیتؑ کیلئے مخصوص ہو چکا ہے ۔ اور اسی طرح نہایہ (جلد ۲ ص ۲۴۶) ابن اثیر میں ہے ۔ اور خصائص کبریٰ مؤلفہ سیوطی جلد ۱ صفحہ ۱۰۹ مطبوعہ حیدرآباد دکن ۱۳۱۹ھ میں لکھا ہے کہ ابو سعد نے شرف المصطفےٰ میں جعد بن قیس مرادی سے روایت کیا ہے ۔ وہ کہتا ہے ہم چار آدمی حج کیلئے زمانہ جاہلیت میں نکلے یمن کے جنگلوں سے ایک جنگل پر گئے جب رات آئی ہم ایک بڑے جنگل میں اترے اور ہم نے اپنی سواریوں کو باندھا جب کچھ حصہ رات کا گذرا اور میرے ساتھی سو گئے اچانک ایک ہاتف نے اطراف جنگل سے آواز دی کہ اے سوار شب باش جب تم حرم اور زمزم کے پاس ٹھہرو جناب محمد پیغمبر خدا صلعم کو ہماری طرف سے ہدیہ سلام پہونچا دینا وہ تحفہ جو ہر حال میں اُن کے تابع اور شامل ہر قصد سیر و آرام میں ہے اور اُن کی خدمت میں عرض کر دینا کہ ہم آپکے دین کے شیعہ ہیں ۔ ہم کو عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کی یہی وصیت ہے پس اب ہم بڑے بڑے ائمہ اہل سنت کا ذکر کرتے ہیں جو شیعوں کی طرف منسوب ہوئے ہیں ۔ ان میں سے ایک امام شافعی ہیں ۔ جیسا کہ تدریب الراوی مؤلفہ سیوطی صفحہ ۲۰۹ ۔ اور صواعق صفحہ ۱۰۸ میں ہے کہ مبالغہ محبت اہل بیتؑ کے سبب سے امام شافعی نے صراحتہً کہدیا تھا کہ میں شیعہ آل محمد ہوں ۔ یہاں تک کہ اُس کو کہا گیا جو کہا گیا ۔ امام شافعی نے جواب دیا کہ اگر محبت آل محمد سے رفض ہوتا ہے تو ہر دو عالم جن و انس گواہ رہیں کہ میں رافضی ہو چکا

فی مجمع البحرین ما نقلا عن القاموس شیعۃ الرجل بالکسر اتباعہ و انصارہ ویقع علی الواحد والاثنین والجمع والمذکر والمؤنث وقد غلب ھذا الاسم علی کل من یتولی علیا و اھل بیتہ حتی صار اسما لہم خاصا و کذا فی النہایۃ لابن الاثیر - فی الخصائص الکبریٰ للسیوطی اخرج ابو سعد فی شرف المصطفےٰ عن الجعد بن قیس المرادی قال خرجنا اربعۃ انفس نرید الحج فی الجاھلیۃ فمررنا بواد من اودیۃ الیمن فلما اقبل اللیل استعذنا بعظیم الوادی و عقلنا ابلنا فلما ھدأ اللیل و نام اصحابی اذا ھاتف من بعض ارجاء الوادی یقول ؎ الا ایھا الرکب المعرس بلغوا اذا ما وقفتم بالحطیم و زمزما محمد المبعوث منا تحیۃ تشیعہ من حیث سار و یمما وقولوا لہ انا لدینک شیعۃ بذلک اوصانا المسیح بن مریما ؛ فالآن نذکر اکابر الائمۃ و اعاظم الامۃ من اھل السنۃ الذین نسبوا الی التشیع منھم الشافعی کما فی التدریب والصواعق ولمبالغۃ الشافعی فیھم و مدحھم (ای فی حب اھل بیت النبی و مدحھم) صرح بانہ من شیعتھم حتی قیل کیت و کیت فاجاب عن ذلک ؎ ان کان رفضا حب آل محمد ؛ فلیشھد الثقلان انی رافض ؛

[1] کتاب التعریفات مؤلفہ سید شریف جرجانی مطبوعہ مصر ص ۸۳ میں لکھا ہے لفظ شیعہ سے وہ لوگ مراد ہیں جو علیؑ کے تابعدار ہیں اور علیؑ کو بعد رسول اللہ کے امام جانتے

[2] (یہ حاشیہ صفحہ ۱۰ پر ملاحظہ ہو ۔)

ولہ ایضاً۔ آل النبی ذریعتی ؛ وھم الیہ وسیلتی ؛ ارجوا بہم اعطے غدا ؛ بیدی الیمین صحیفتی۔ ولہ ایضاً۔ قالوا ترفضت[۵۱] قلت کلا۔ ما الرفض دینی ولا اعتقادی لکن تولیت غیر شک خیر امام وخیر ھاد ۔ ان کان حب الوصی[۵۲] رفضا ؛ فاننی ارفض العباد + وایضاً لہ یا راکبا قف بالمحصب من منیٰ ؛ واھتف بساکن خیفھا والناھض ؛ سحرًا اذا فاض الحجیج الی منیٰ ؛ فیضاً کملتطم الفرات الفائض ؛ ان کان رفضا حب آل محمد ؛ فلیشھد الثقلان انی رافض ؛ قال البیہقی وانما قال الشافعی ذالک حین نسبہ الخوارج الی الرفض حسداً او بغیا۔ (وقد ترجم العارف الجامی ھذہ الابیات فی سلسلۃ الذھب) ولہ ایضاً وقد قال المزنی انک رجل توالی اھل البیت فلو عملت فی ھذا الباب ابیاتاً فقال ؎

اور اُسی امام شافعی کے اشعار سے ہے۔ آل نبی ہمارا ذریعہ اور وسیلہ ہیں۔ امید رکھتا ہوں کہ ایسے وسیلہ سے کل قیامت کے دن اعمالنامہ مجھے داہنے ہاتھ میں دیا جائے گا۔

اُسی شافعی کے اشعار سے صواعق صفحہ ۷۹ مطبوعہ مصر میں ہے لوگ کہتے ہیں کہ تو رافضی بن گیا۔ میں کہتا ہوں کہ رافضی ہونا میرا دین و اعتقاد نہیں مگر بلا شک میں نے اُس کی دوستی اختیار کی ہے جو بہت اچھا قابل امام اور بہت بہتر ہدایت کرنے والا ہے۔ اور اگر وصی رسول صلعم کی محبت سے رافضی ہو جاتا ہوں تو سب سے بڑا رافضی میں ہوں۔ نیز اُسی کے اشعار سے ہے۔ اے سوار جب تو منا میں کنکر مارنے کی جگہ پہنچے تو ٹھہر کر مسجد خیف کے سب لوگوں میں منادی کر دینا اور سحر کے وقت جب کہ حاجی لوگ مثل موج فرات کے یک لخت کوچ کریں تو اُس وقت بھی یہی منادی کر دینا کہ رفض محبت آل محمد میں ہے تو دونوں عالم گواہ ہوں کہ میں رافضی ہوں۔ (یہ اشعار شافعی کے تفسیر کبیر رازی جلد ۷ صفحہ ۴۰۶ میں بھی درج ہیں) بیہقی نے کہا ہے کہ یہ اشعار شافعی نے اُس وقت کہے ہیں جبکہ خوارج نے اُن کو حسد سے بیجا طور پر رافضی کا خطاب دیا۔ اور انہی اشعار کا فارسی ترجمہ[۵۳] ملا جامی نے کتاب سلسلۃ الذہب صفحہ ۳۰۳ مطبوعہ نولکشور برحاشیہ نفحات الانس میں لکھا ہے۔ نیز اُسی شافعی کے اور اشعار ہیں جو اُس نے حسب خواہش مزنی کے کہے۔ جب اُس سے مزنی نے کہا کہ تو اہل بیت کا محب آدمی ہے بہتر ہے کہ اس بارہ میں تو کوئی شعر سُنا۔ امام شافعی نے یہ اشعار

(حاشیہ بقیہ صفحہ گزشتہ)

[۵۰] تاریخ طبری مطبوعہ لندن جلد ۶ ص ۳۳۶۹ و مطبوعہ مصر جلد ۶ ص ۵۳ میں مروی ہے۔ ولما خرجت الخوارج من الکوفۃ اتی علیا اصحابہ وشیعتہ فبایعوہ وقالوا نحن اولیاء من والیت واعداء من اعدیت فشرط لھم فیہ سنۃ رسول اللہ ص فجاءہ ربیعۃ ابن ابی شداد الخثعمی وکان شھد معہ الجمل والصفین ومعہ رایۃ خثعم فقال لہ بایع علی کتاب اللہ وسنۃ رسول اللہ صلعم فقال ربیعۃ علی سنۃ ابی بکر وعمر قال لہ علی ویلک لو ان ابابکر وعمر عملا لغیر کتاب اللہ وسنۃ رسول اللہ لم یکونا علی شیء من الحق۔ الخ یعنی جب خوارج کا ظہور ہوا تو جناب علی ع کے شیعیان آپکی خدمت میں حاضر ہوئے اور جناب سے اس امر پر بیعت کی کہ ہم آپکے دوستوں کے دوست اور آپکے دشمنوں کے دشمن ہیں۔ ربیعہ بن ابی شداد خثعمی جو جمل و صفین میں آپ کے ساتھ رہا تھا آیا اور حضرت علی علیہ السلام نے اُس سے بھی کتاب اللہ و سنت رسول اللہ پر بیعت طلب کی تو ربیعہ نے کہا سنت ابی بکر و عمر پر بیعت کرتا ہوں حضرت علی ع نے فرمایا تجھ پر ہلاکت ہے۔ اگر حضرت ابوبکر و عمر کتاب اللہ و سنت رسول اللہ پر عمل نہ کرتے تھے تو وہ کچھ بھی حق پر نہ تھے۔ الخ پھر ان کے نام لینے کی کیا ضرورت ہے۔ اسی طرح امامۃ والسیاسۃ طبع مصر جلد ۱ صفحہ ۱۰۱ میں بھی ہے۔ اس عبارت سے معلوم ہوا کہ حضرت علی ع کے تابعداروں کا نام ابتدا سے شیعہ ہی چلا آیا ہے اور ان سے تولا و تبرا پر ہی بیعت لی گئی تھی ۱۲ مترجم۔

[۵۱] شافعی صاحب کے جملہ اشعار مندرجہ متن تحفہ اثنا عشریہ صفحہ ۳۵۵/۳۵۶ میں درج ہیں اور علاوہ بریں اس کے بعد کا شعر بھی انہی الفاظ ان کان حب الوصی رفضا الخ سے درج ہے جیسا کہ نصائح سے لکھا گیا ہے نہ لفظ حب الولی سے جو صواعق میں ہے ۱۲ مترجم

[۵۲] یہ شعر حب الوصی کے لفظ سے نصائح کافیہ صفحہ ۸۷ میں مذکور ہے۔ اور صواعق میں حب الولی لکھا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ در اصل وصی کا لفظ ہے اور بہر حال حضرت علی ع کو امام شافعی نے خیر الائمہ و خیر الہادیین تسلیم کیا ہے۔ جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ انہی کا قول و فعل مرجح و مقبول ہوگا اور مخالف ان کا مرجوح اور ساقط عن الاعتبار ہوگا ۱۲ مترجم

[۵۳] وہ اشعار یہ ہیں (ترجمہ قول شافعی) ؎

رفض گر ہست حب آل نبی　　رفض فرض ست بر ذکی و غبی

(دیگر) گر بود رفض حب آل رسول　　باتولا بخاندان بتول

گو گواہ باش آدمی و پری　　کہ شدم من ز غیر رفض بری

کیش من رفض دین من رفض ست　　رفع من رفض و باقی خفض ست

۱۲ مترجم

وما زال کتمانك حتی کاننی ؛ برد جواب السائلین لاعجم ٭ واکتم ودی مع صفاء مودتی ؛ لتسلم من قول الوشاۃ واسلم ٭ ھذا کلہ فی الصواعق المحرقۃ ولہٗ ایضاً ؎ لو شق قلبی لیرٰی وسطہ ؛ سطران قد خطا بلا کاتب ٭ الشرع والتوحید فی جانب ؛ وحب اھل البیت فی جانب ٭ ان کنت فیما قلتہ کاذبا ؛ فلعنۃ اللہ علی الکاذب ٭ ولہٗ ایضاً ؎ اذا کان ذنبی حب اٰل محمد ؛ فذلك ذنب لست عنہ اتوب ٭ ولہٗ ایضاً ؎ یا اھلبیت رسول اللہ حبکم ؛ فرض من اللہ فی القراٰن انزلہ ٭ کفاکم من عظیم القدر انکم ؛ من لم یصل علیکم لا صلوٰۃ لہٗ ٭ و قد نقل البیھقی عن الربیع بن سلیمان احد اصحاب الشافعی قصۃ طویلۃ و فی اٰخرھا قال رحمہ اللہ ؎ برئت الی المھیمن من اناس ؛ یرون الرفض حب الفاطمیۃ ٭ علی اٰل الرسول صلوٰۃ ربی ؛ و لعنتہ لتلك الجاھلیۃ ٭ قال محمد بن وھب ؎ لو یستطیعون من ذکری اباحسن ؛ وفضلہ قطعونی بالسکاکین ٭ ولست اترك تفضیلی لہ ابدا ؛ حتی الممات علی رغم الملاعین ٭ ھذا کلہ فی النصائح الکافیۃ ص ۱۸۸ وللشافعی :- الام الام وحتی متی ؛ اعاتب فی حب ھذا الفتی ٭ فھل زوجت فاطمۃ غیرہ ؛ وفی غیرہ ھل اتی ھل اتی ٭ ومنھم الحاکم ابو عبد اللہ النیشاپوری

پڑھے۔ ہمیشہ میں تم سے اس امر کو چھپاتا رہا اور سوال کے جواب سے گونگا بنا رہا ہوں۔ اور میں نے باوجود صفائی محبت اہل بیت کے محبت کو چھپائے رکھا۔ تاکہ ہم دشمنوں کے طعن سے بچے رہیں۔ یہ سب اشعار صواعق محرقہ صفحہ ۹۷ مطبوعہ مصر میں لکھے ہیں۔ نیز اُسی شافعی کے اشعار ہیں۔ کہ اگر میرے دل کو چیر کر اندر سے دیکھا جائے تو اُس میں بلا کاتب دو سطریں لکھی ہوئی ملیں گی۔ ایک سطر شریعت اور توحید کی اور دوسری حب اہل بیتؑ کی۔ اور یہ جو کچھ کہہ رہا ہوں اگر جھوٹ ہے تو جھوٹے پر اللہ کی لعنت ہو۔ اور ایک دوسرے شعر میں کہا۔ اگر میرا گناہ حب آل محمدؐ ہے۔ تو میں کبھی اس گناہ سے توبہ نہیں کرتا۔ پھر اور اشعار میں کہا۔ اے اہل بیت رسول اللہ کے آپ کی محبت اللہ تعالےٰ کی طرف سے فرض ہے۔ جس کا حکم اُس نے قرآن میں دیا ہے۔ آپ کی بلندی شان کے لئے اتنا کافی ہے۔ کہ جو آپ کی ذات پر درود نہ پڑھے اُس کی نماز صحیح نہیں ہو سکتی۔

اور بیہقی نے ربیع بن سلیمان سے جو ایک اصحاب شافعی سے ہے ایک طویل قصے کو روایت کیا جس کے آخر میں شافعی کے یہ اشعار منقول ہیں۔ میں ان لوگوں سے بیزار ہوں جو محبت اولاد فاطمہؑ کو رفض جانتے ہیں۔ خدا کی رحمتیں اور صلوات آل رسولؐ پر نازل ہوں اور اس جاہلیت پر لعنت ہو جس سے اس کو رفض نام رکھتے ہیں۔ محمد بن وہب کہتے ہیں کہ اگر لوگ قادر ہوتے تو اس سبب سے کہ میں حضرت علیؑ کی فضیلت بیان کرتا ہوں مجھے چھری کانٹوں سے کاٹ کر ٹکڑے کر دیتے اور میں کبھی تفضیل حضرت مرتضیٰؑ نہیں چھوڑوں گا حتّٰے کہ مرتے دم تک۔ بلکہ ان ملعونوں کی ناک رگڑتا رہوں گا۔ یہ سب مذکورہ بالا اشعار نصائح کافیہ صفحہ ۱۸۸ میں ہیں۔ اور منجملہ اشعار شافعی کے یہ ہیں جو حاشیہ قرآن مترجم سورہ دہر میں مولوی فرمان علی صاحب نے لکھے ہیں۔ اس اس جوان (علیؑ) کی محبت میں میں کب تک ملامت کیا جاؤں گا۔ اور اس جوان کی الفت میں کہاں تک مجھے عتاب کیا جائے گا۔

بھلا بتاؤ تو سہی کہ جناب فاطمہؑ کی (جو کہ سیدہ نساء عالمین ہیں) کسی اور سے شادی جائز سمجھی گئی۔ یا کسی اور کے حق میں سورہ ھل اتی اُتری ہے۔

اور منجملہ منسوب بہ شیعہ لوگوں کے

حاکم ابو عبد اللہ نیشاپوری ہے۔

۱؎ اس سے معلوم ہوا کہ امام شافعی کے زمانہ میں محبت آل رسولؐ کو جرم سمجھا جاتا تھا اور کچھ وقت انہوں نے اس بارہ میں تقیہ سے بسر کیا ۱۲ مترجم ۲؎ یہ دونوں اشعار صواعق محرقہ مطبوعہ مصر ص ۱۰۴ و ص ۸۸ پر بھی ہیں ۱۲ مترجم ۳؎ شافعی صاحب کے اس قول و فعل سے عمل تبرا ثابت ہوتا ہے ۱۲ مترجم ۴؎ کتب اہل سنت میں محقق ہے کہ شیخین کو باوجود درخواست کے تزویج جناب زہراؑ کا حکم نہ ہوا اور حضرت علیؑ کو بحکم ایزدی تزویج کر دی ۱۲ مترجم ۵؎ منہج الوصول الیٰ اصطلاح احادیث الرسول للسید الصدیق ص ۱۲۵ میں ہے "گویم حافظ ابن طاہر صاحب تذکرہ گفتہ کان ای الحاکم شدید التعصب للشیعۃ وکان یظھر التسنن فی التقدیم والخلافۃ وکان منحرفا عن معاویۃ وال الدلۃ تنظاھر بذلك ولا یعتذر منہ" (باقی بر صفحہ ۱۲)

کما قال الخطیب البغدادی کان الحاکم ثقۃ وکان یمیل الی التشیع کذا قال المحدث عبد العزیز الدھلوی فی بستان المحدثین ص۴۶
وفی الشرح لشرح نخبۃ الفکر الحاکم وھو الذی احاط علمہ بجمیع الاحادیث المرویۃ متناً واسناداً وجرحاً وتعدیلاً وتاریخاً۔ کذا
قال جماعۃ من المحققین ۱۲ حاشیہ حاشیہ نزھۃ النظر فی توضیح نخبۃ الفکر ص۲ نمبر ۲۔ الحاکم ھو محمد بن عبد اللہ الحافظ المعروف
صاحب المستدرک علی
الصحیحین امام اھل الحدیث
فی عصرہ مات [illegible] وسیاتی
ترجمتہ فی توثیق الکتب
ان شاء اللہ۔ ومنھم عبد الرزاق
المحدث قال فی تقریب التہذیب
عبد الرزاق ثقۃ حافظ
مصنف شھیر عمی فی اخرہ
فتغیر وکان یتشیع انتھی
وفی الحاشیۃ ھو احد الائمۃ
اک اعلام الحفاظ وقال
ابن عدی رحل الیہ ائمۃ
المسلمین وثقاتہم ولم یرو
بحدیثہ باساً الا انھم
نسبوہ الی التشیع۔ کذا
فی الخلاصۃ ۱۲ ابو فن۔
فی بستان المحدثین عبد الرزاق
صاحب مصنف و حفظ حدیث
مشہور ومختار است امام احمد
حنبل و اسحٰق بن راھویہ و یحیٰی
بن معین ازوے استفادہ
حدیث کردہ اند و روایت او
در صحاح ستہ واقع است و
در وے ہیچ عیب نیافتہ مگر آنکہ
فی الجملہ تشیع داشت اما غالی
نبود۔ انتہیٰ۔

جیسا کہ خطیب بغدادی نے کہا کہ حاکم ثقہ شخص ہے البتہ وہ تشیع کی طرف میلان رکھتا تھا۔ اسی طرح عبد العزیز محدث دہلوی نے بستان المحدثین صفحہ ۴۶ میں لکھا ہے۔ اور شرح نخبۃ الفکر میں ہے کہ حاکم وہ شخص ہے جس کا علم جمیع احادیث مرویہ کو محیط ہے۔ بلحاظ متن واسناد اور نیز بلحاظ جرح وتعدیل وتاریخ کے۔ اسی طرح محققین کی جماعت نے کہا ہے۔ حاشیہ نخبۃ الفکر صفحہ ۲ نمبر ۲۔
ایضاً اسی کتاب کے حاشیہ نمبر ۳ صفحہ ۲۴ پر اس طرح لکھا ہے۔ حاکم وہ محمد بن عبد اللہ حافظ معروف صاحب کتاب مستدرک ہے۔ جس میں بخاری ومسلم کے شرائط پر اس نے احادیث صحیحہ جمع کی ہیں اور جو اپنے زمانہ میں اہلحدیث کا امام تھا اور اس کے اوصاف آئندہ زیادہ بیان کئے جائیں گے۔ **اور منجملہ منسوبین بہ شیعہ کے** عبد الرزاق محدث بھی ہے۔ جیسا کہ تقریب التہذیب مؤلفہ ابن حجر صفحہ ۲۴۰ میں ہے۔ عبد الرزاق ثقہ حافظ مشہور مصنّف ہے جو آخر عمر میں نابینا ہوا۔ اور کچھ متغیر ہوگیا۔ اور تشیع سے بھی نسبت رکھتا تھا۔
اسی عبارت کے حاشیہ پر علامہ ابو الفن لکھتے ہیں کہ عبد الرزاق بڑے علماء ائمہ اور حفاظ حدیث سے ایک ہے۔ ابن عدی نے اُس کے حق میں کہا ہے کہ مسلمانوں کے بڑے امام اور ثقہ لوگ تعلم حدیث کے لئے اُس کی طرف سفر کرتے تھے۔ اور ہم اُس کی حدیث قبول کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں سمجھتے۔ ہاں علماء نے اس کو مذہب شیعہ کی طرف منسوب کیا ہے۔ اسی طرح کتاب خلاصہ میں ہے۔ ۱۲۔ ابو فن۔
اور بستان المحدثین مؤلفہ شاہ عبد العزیز صفحہ ۴۷ میں ہے کہ عبد الرزاق صاحب مصنف حفظ حدیث میں مشہور اور پسندیدہ محدث ہے۔ امام احمد بن حنبل اور اسحاق بن راہویہ اور یحیٰے بن معین جیسے ائمہ حدیث نے علم حدیث اسی عبد الرزاق سے سیکھا اور صحاح ستہ میں بھی اس سے احادیث کو روایت کیا گیا ہے۔ اور اس میں کوئی عیب نہیں پایا گیا۔ صرف اتنی بات ہے کہ وہ کچھ شیعہ مذہب رکھتا تھا۔ لیکن غالی شیعہ نہ تھا (جو حد سے تجاوز کرتا بلکہ محقق تھا)۔ (مقدمہ ابن خلدون طبع مصر صفحہ ۲۶۸ میں ہے عبد الرزاق بن ھمام کان مشہوراً بالتشیع) رسالہ نصرۃ غیبیہ علی الفرقۃ الشیعہ مؤلفہ عبد الشکور لکھنوی ص۳۱ میں میزان الاعتدال علامہ ذہبی سے منقول ہے کہ ابن معین کہتا ہے
مینے ایک دن عبد الرزاق سے ایسا کلام سُنا

وفی النصرۃ الغیبیۃ علی الفرقۃ الشیعۃ ناقلاً من میزان الاعتدال للذھبی یقول ابن معین سمعت من عبد الرزاق کلاماً یوماً

(بقیہ حاشیہ ص۱۱) ذہبی زیادہ کردہ اما انحرافہ عن خصوم علی فظاھر واما امر الشیخین فمعظم لھما بکل حال فھو شیعی غالی [illegible] رافضی۔ انتہیٰ" حافظ ابن طاہر اور علامہ ذہبی کی عبارت سے ثابت ہے کہ حاکم محدث معاویہ وغیرہ مخالفین حضرت علیؑ سے بیزار اور شیعہ راسخ تھا مگر رافضی نہیں تھا ۱۲ مترجم　۵؎ لفظ حافظ محدثین کی اصطلاح میں اُس شخص پر بولا جاتا ہے جس کو کم از کم ایک لاکھ حدیث با اسناد یاد ہو جیسے کہ حاکم اور عبد الرزاق ہیں۔ دیکھو حاشیہ شرح نخبۃ الفکر ص۲ نمبر ۲ — ۱۲ مترجم۔

فاستدللت بہ علی تشیعہ فقلت ان استاذیک الذین اخذت عنہم کلہم اصحاب سنۃ معمر ومالک وابن جریج وسفیان و اوزاعی فممن اخذت ھذا المذھب فقال قدم علینا جعفر بن سلیمان الضبعی فرایتہ فاضلاً حسن الھدیٰ فاخذت ھذا عنہ۔ وقد نقل الذھبی فی المیزان عن البخاری ما حدث عنہ عبد الرزاق من کتابہ فھو اصح وقال الحافظ ابن حجر العسقلانی فی مقدمہ فتح الباری ما کان فی کتبہ فھو صحیح وما لیس فی کتابہ فانہ کان یلقن فیتلقن۔ انتھیٰ۔ فی الصواعق المحرقۃ وما احسن ما سلکہ بعض الشیعۃ المنصفین[۵۰] کعبد الرزاق۔ ومنھم عبد اللہ بن عبد القدوس التمیمی السعدی الکوفی صدوق رمی بالرفض کذا فی تقریب التھذیب (وثقہ الثوری وغیرہ) وفی خلاصۃ تھذیب الکمال فی اسماء الرجال۔ قال البخاری صدوق ووثقہ ابن حبان ومنھم عبد السلام بن صالح نزل بنیشاپور صدوق وکان یتشیع کذا فی تقریب التھذیب وفی اللآلی المصنوعۃ صالح ثقۃ وثقہ ابن معین وقال لیس ممن یکذب وقال غیرہ کان من المعدودین فی الزھد وقال فی المیزان رجل صالح الا انہ شیعی۔ ومنھم علی بن الجعد البغدادی قال فی التقریب ثقۃ ثبت رمی بالتشیع (وھو استاد البخاری وابی داؤد) وفی التھذیب قال الجوزجانی ھو غال فی التشیع۔

جس سے معلوم کیا کہ یہ شیعہ ہے تو میں نے اُس سے کہا کہ تمہارے استاذ معمر اور مالک وابن جریج وسفیان واوزاعی سب اہل سنت ہیں۔ پس یہ تشیع تو نے کس سے سیکھا؟ اُس نے جواب دیا کہ ہمارے پاس جعفر بن سلیمان ضبعی آئے اور میں نے اُن کو فاضل اور ہدایت یافتہ پایا اور یہ انہی سے سیکھا۔ اور ذہبی نے میزان میں بخاری سے نقل کیا ہے وہ عبد الرزاق کے حق میں کہتا تھا۔ کہ اگر وہ اپنی کتاب (مصنف) میں حدیث بیان کرے تو وہ بہت صحیح ہے۔ اور حافظ ابن حجر عسقلانی نے مقدمہ فتح الباری میں لکھا ہے کہ جو کچھ عبد الرزاق کی کتب میں لکھا ہے وہ صحیح ہے اور جو اُس کی کتاب میں نہیں اور زبانی کہے وہ کچھ سیکھا ہوا بیان کرتا ہے۔ انتہیٰ۔ صواعق محرقہ صفحہ ۲۰۷ میں ہے کہ بعض منصف شیعوں نے مثل عبد الرزاق کے کیا خوب طریقہ اختیار کیا ہے۔ **اور منجملہ اُن کے** عبد اللہ ہے۔ جس کی نسبت تقریب التہذیب صفحہ ۲۰۶ میں لکھا ہے۔ عبد اللہ بن عبد القدوس تمیمی سعدی کوفی سچا آدمی ہے۔ صرف رفض کی طرف منسوب ہے۔ (ثوری وغیرہ نے اس کو ثقہ کہا ہے) اور خلاصہ تہذیب تہذیب الکمال فی اسماء الرجال میں ہے۔ بخاری نے عبد اللہ مذکور کے حق میں کہا یہ سچا ہے۔ اور ابن حبان نے بھی اس کو ثقہ کہا۔ **اور منجملہ اُن کے** عبد السلام[۵۱] ہے جس کو تقریب صفحہ ۲۴۰ میں ان الفاظ سے یاد کیا ہے۔ عبد السلام بن صالح سکونت پذیر نیشاپور سچا آدمی ہے اور تشیع رکھتا تھا۔ اور لآلی مصنوعہ میں علامہ جلال الدین سیوطی عبد السلام مذکور کی نسبت یوں مدح سرا ہیں کہ عبد السلام نیک آدمی اور ثقہ ہے۔ ابن معین نے اُس کی ان الفاظ سے توثیق کی ہے کہ یہ جھوٹ بولنے والوں میں سے نہیں ہے۔ اور دوسروں نے کہا ہے کہ وہ پرہیزگاروں میں سے تھا۔ اور میزان میں کہا ہے۔ یہ نیک آدمی ہے مگر شیعہ ہے۔ **اور منجملہ اُن کے** علی بن جعد بغدادی بخاری وابو داؤد کا اُستاد ہے۔ تقریب صفحہ ۲۶۹ میں اُس کی نسبت یہ مرقوم ہے کہ وہ ثقہ اور معتبر ہے۔ صرف شیعیت کی طرف منسوب ہے۔ اور تہذیب میں ہے کہ جوزجانی کہتا ہے علی بن جعد غالی شیعہ ہے۔ **اور منجملہ اُن کے** علی بن بذیمہ ہے جو بخاری ومسلم کے سوا دیگر محدثین صحاح اربعہ کا استاذ ہے یہ ثقہ او منسوب بہ تشیع ہے۔ جیسا کہ تقریب صفحہ ۲۶۹۔ اور تفسیر ابن کثیر جلد ۲ صفحہ ۲۶۵ میں ہے:

ومنھم علی بن بذیمۃ (ھو استاذ الاربع) ثقۃ رمی بالتشیع[۵۲] کذا فی التقریب وکذا فی تفسیر ابن کثیر۔

۵۰؎ اسوۃ الرسول جلد ۳ صفحہ ... میں سید اولاد حیدر سیرۃ النبی شبلی نعمانی کے دیباچہ صفحہ ... سے نقل کرتے ہیں عبد الرزاق ثقات محدثین میں ان کا شمار ہے مزاج میں کسیقدر تشیع تھا۔ ابن معین کہتے ہیں کہ عبد الرزاق ایسا ثقہ ومعتمد ہے اگر (بالفرض) مرتد بھی ہو جاتا تب بھی ہم ان کی حدیث ترک نہیں کر سکتے ۱۲ مترجم۔

۵۲؎ مولوی وحید الزمان صاحب مترجم صحاح ستہ فخریہ طور پر اپنے تئیں شیعہ علی کی طرف منسوب کرتے ہیں دیکھو حاشیہ صحیح بخاری مترجم پارہ ۱۹ صفحہ ۳۵ مطبوعہ احمدی لاہور جسکی عبارت یہ ہے "شیعہ علی یعنے حضرت علی کے دوست اور آپ سے محبت رکھنے والے یا قیامت کے دن ہمارا حشر شیعہ علی میں کر اور زندگی بھر ہمکو حضرت علی اور سب اہل بیت کی محبت پر قائم رکھ" ۱۲ مترجم ۵۳؎ اصابہ فی تمییز الصحابہ مطبوعہ مصر جلد ۱ صفحہ ۲۲۹/۳۱۲ میں بذیل ترجمہ حجر بن عدی کے لکھا ہے کہ وہ رسول اللہ کا صحابی ہے۔ علی کا مصاحب ... [illegible]

ومنهم ثعلبة بن يزيد كوفي صدوق شيعي كذا في التقريب - ومنهم جابر بن يزيد ضعيف رافضي كذا في التقريب وهو استاذ ابي داؤد والترمذي في خلاصة التهذيب وثقه الثوري وغيره وروى عنه شعبة والسفيانان وهو من كبار علماء الشيعة. انتهى قال المسلم في صحيحه باسناده سمعت جريرا يقول لقيت جابر بن يزيد الجعفي فلم اكتب عنه لانه كان يؤمن بالرجعة. سمعت جابر بن يزيد يقول عندي سبعون الف حديث عن ابي جعفر عن النبي ؐ كلها. انتهى - وفي نيل الاوطار وفي اسناده جابر الجعفي وقد ضعفه الجمهور ووثقه الثوري -

ومنهم محمد بن اسحٰق نزيل العراق امام المغازي صدوق رمي بالتشيع كذا في التقريب وفي الحاشية روى عنه البخاري تعليقا والمسلم والاربع قال في الخلاصة هو احد الائمة الاعلام لا سيما في المغازي والسير وقال ابن شهاب لا يزال بالمدينة علم جم ما كان فيها محمد بن اسحٰق وقال الامام احمد هو حسن الحديث كذا قال المنذري في الترغيب والترهيب انه حسن الحديث وقال امام الائمة رأيت علي بن المديني انه يحتج به وقال رئيس الحنفية ابن الهمام في مواضع من فتح القدير هو امير المؤمنين في الحديث ثقة ثقة ثقة وكذا احسن الامام الترمذي حديثه وقد احتج به اصحاب الصحاح فكفاك بهم شهيدا. الخ ومنهم جعفر بن زياد الاحمر الكوفي صدوق يتشيع كذا في التقريب - وقال ابو محمد الفنجابي على هامش التقريب هو استاذ ابي داؤد والترمذي والنسائي قال ابو داؤد ثقة شيعي وقال ابو ذرعة صدوق وقال النسائي ليس به بأس كذا ا

اور شیعوں میں سے ثعلبہ بن یزید کوفی ہے سچا شیعہ ہے جیسا کہ تقریب صفحہ ۶۲ میں ہے۔ اور شیعوں میں سے جابر بن یزید ہے جس کو رافضی ضعیف کے نام سے ابن حجر نے تقریب صفحہ ۴۶ میں لکھا ہے اور وہ اُستاد ابی داؤد و ترمذی کا ہے۔ خلاصۃ التہذیب میں ثوری وغیرہ سے اس کا ثقہ ہونا منقول ہے اور اس سے شعبہ اور ہر دو سفیان نے روایت کیا ہے اور یہ بڑے علماء شیعہ سے ہے۔ صحیح مسلم کی جلد اول صفحہ ۱۵ میں ہے اپنی اسناد سے ذکر کیا کہ میں نے جریر سے سُنا وہ کہتا تھا میں جابر بن یزید جعفی سے ملا لیکن میں نے اُس سے کچھ نہیں لکھا کیونکہ وہ مسئلہ رجعت کا قائل تھا۔ پھر کہا کہ میں نے جابر بن یزید[۱] جعفی سے سُنا وہ کہتا تھا کہ ہمارے پاس ستر ہزار حدیث امام جعفر صادقؑ سے ہے جو سب نبی ؐ سے مروی ہیں۔ اور نیل الاوطار جلد ۲ صفحہ ۲۷۵ میں ہے۔ اس اسناد میں جابر جعفی ہے بالتحقیق جمہور نے اسے ضعیف سمجھا ہے مگر ثوری اس کو ثقہ کہتا ہے۔ نیز شیعوں سے محمد بن اسحٰق باشندہ عراق امام علم مغازی کا سچا آدمی اور منسوب بہ شیعہ ہے جیسا کہ تقریب صفحہ ۳۱۲ میں ہے اور اس کے حاشیہ میں ہے کہ وہ ایک بڑے امام علامہ ہیں خصوصاً مغازی اور تاریخ میں اور ابن شہاب نے کہا کہ مدینہ میں بہت علم تھا جبکہ اس میں محمد بن اسحٰق رہتے تھے اور امام احمد کہتے ہیں کہ اس کی حدیث خوب ہے اسی طرح منذری نے ترغیب و ترہیب میں کہا ہے اور امام الائمہ نے کہا میں نے علی بن المدینی کو دیکھا کہ وہ اسکے ساتھ حجت پکڑتے تھے اور سردار حنفیہ ابن ہمام نے بہت جگہ فتح القدیر میں کہا ہے کہ وہ حدیث میں امیر المؤمنین ہے ثقہ ہے ثقہ ہے ثقہ ہے اور امام ترمذی نے اس کی حدیث کو حسن کہا اور صحاح والوں نے بھی اس سے حجت پکڑی ہے پس تیرے لئے ان کی گواہی کافی ہے ۱۲۔ انتہے من الخلاصہ۔ حاشیہ تقریب صفحہ ۳۱۲۔ نیز شیعوں میں سے جعفر بن زیاد احمر کوفی ہے۔ سچا آدمی ہے تشیع بھی رکھتا تھا۔ اسی طرح ہے تقریب صفحہ ۶۸ میں؛ اور کہا ابو محمد پنجابی نے حاشیہ تقریب میں کہ وہ استاد ابی داؤد اور ترمذی و نسائی کا ہے۔ ابوداؤد نے کہا ہے کہ ثقہ شیعہ ہے اور ابو زرعہ نے کہا کہ سچا ہے۔ اور نسائی نے کہا اس کی حدیث میں کوئی مضائقہ نہیں ہے اسی طرح خلاصہ وغیرہ میں ہے۔

ابن اسحاق صاحب مغازی سچا شیعہ تھا

حضرت ابن عباس صحابی حبر الامۃ شیعہ تھے

امام ابو حنیفہ بھی شیعہ تھے

[۱] معلوم ہوا کہ جابر بن یزید جعفی کو بعض اہل سنت ضعیف اور بعض ثقہ کہتے ہیں اور ستر ہزار حدیث جناب صادقؑ سے جو مرفوع نبی ؐ سے ہے اس کے پاس تھی مگر اہل جماعت نے محض اس وجہ سے وہ احادیث اخذ نہ کیں کہ مسئلہ رجعت میں اُس نے کیوں اہل بیت کی متابعت کی ہے۔ اہل انصاف غور فرمائیں کہ کہاں تک ان کا دعویٰ محبت اہل بیت اور اتباع مذہب آل رسول کا صحیح ہے۔ ۱۲ مترجم - [۲] ومنہم ابن عباس تحفہ اثنا عشریہ کید ۴، صفحہ ۶۵ میں ہے و ابن عباس بالاجماع از شیعہ اولی و از محبان و ناصران امیر المومنین است الخ اور تحفہ صفحہ ۲۵ میں بذکر خروج زید بن علیؑ کے لکھا ہے۔ وجمع کثیر باوے رفیق شدند از شیعہ مخلصین، امام ابو حنیفہ کوفی رحمۃ اللہ علیہ نیز تصویب رائے زید می نمود ۱۲ مترجم۔

ومنهم الحسين في التقريب الحسين بن الحسن الاشقر الفزاري الكوفي صدوق ويغلو في التشيع من العاشرة مات سنة ثمان ومائتين؛ **ومنهم** سالم بن ابي حفصة في الصواعق المحرقة واخرج الدارقطني عن سالم بن ابي حفصة وهو شيعي لكنه ثقة؛ **ومنهم** يحيى وفي حيوة الحيوان قال ابن خلكان كان يحيى بن يعمر تابعياً عالماً بالقرآن والنحو وكان شيعياً من الشيعة الاولى ويتشيع تشيعاً حسناً يقول بتفضيل اهل البيت؛ **ومنهم** الامام النسائي لما الف الخصائص في مناقب المرتضى وقرأه على اهل دمشق على المنبر فشدعوه وضربوه ضرباً شديداً على خصيتيه فامر غلمانه بالارتحال الى مكة فمات ثمه ودفن بين الصفا والمروة كذا ذكره في بستان المحدثين وغيره وههنا قصة وستاتي وسياتي تتمة وغيرهم وقد عد صاحب مجمع البحرين في ادلة الفريقين نحو خمسين رجلا رمي بالتشيع وروى عنهم في الصحاح الستة وهذا هو القليل نموذج الكثير والغرفة تنبئ عن البحر الكثير والسلام - فقد ظهر مما ذكرنا ان اسم الشيعة قد اطلق في القرن الاولى على من احب عترة النبي وعلى متبعيهم ولو كره الكافرون واتهم المتعصبون وتنفر عن الثقلين المتنفرون كما بينا من الصحيح المسلم من رواية جابر بن يزيد الجعفي انه ان كان يعلم الاحاديث الصحيحة بسلسلة الذهب عن الجعفر الصادق عن رسول الله نحو سبعين الف حديث لكن لم يروعنه مسلم ولا استاذه بسبب انه يعتقد الرجعة تبعا لاهل البيت وكذلك [illegible]

اور نیز شیعوں میں سے حسین بن حسن اشقر ہے وہ فزاری کوفی سچا آدمی ہے مگر شیعہ غالی ہے دسویں درجہ کا سنہ ۲۰۸ھ میں فوت ہوا۔ تقریب صفحہ ۵۷ ۔ نیز ان شیعوں میں سے سالم بن ابی حفصہ ہے۔ صواعق محرقہ صفحہ ۱۳۱ میں ہے کہ دارقطنی نے سالم بن ابی حفصہ سے روایت کی ہے اور وہ شیعہ ہے مگر ہے ثقہ۔ اور نیز شیعوں میں سے یحیےٰ بن یعمر ہے چنانچہ کتاب حیوۃ الحیوان مؤلفہ علامہ دمیری جلد اصفحہ ۱۲۱ و ۱۶۴ میں ہے ابن خلکان نے کہا کہ یحیےٰ بن یعمر تابعی عالم بالقرآن اور عالم نحو تھا اور شیعہ تھا لیکن پہلے زمانہ کے اچھے شیعوں سے تھا خوب تشیع رکھتا تھا کیونکہ اہل بیت کو سب سے افضل جانتا تھا۔ (نیز مالک اشتر کو تابعی اور شیعہ امیر المومنین لکھا حیوٰۃ الحیوان جلد ۲ صفحہ ۳۰۲) اور نیز ان منسوبین بہ تشیع میں سے امام نسائی ہیں جبکہ انہوں نے کتاب خصائص مناقب علی مرتضیٰ میں تالیف کی اور دمشق کے لوگوں کو ممبر پر سنائی تو اس پر ان کو لوگوں نے شیعہ کی نسبت دی۔ اور بہت مارا کچھ ضرب خصیتین پر بھی لگائی۔ پس امام مذکور نے اپنے ساتھیوں ملازموں کو امر کیا کہ مجھے مکہ کی طرف لے چلو وہ لے گئے اور مکہ میں اسی صدمہ سے فوت ہوئے۔ اور صفا و مروہ کے درمیان مدفون ہوئے۔ اسی طرح بستان المحدثین صفحہ ۱۱۱۔ اور نیز دوسری بہت سی کتب میں مرقوم ہے اور اس کی توثیق آگے بیان ہوگی اور ایک قصہ اس کے متعلق ذکر معاویہ میں بھی آئے گا۔ اور تاریخ ابن خلکان جلد اصفحہ ۲۱ طبع مصر میں ہے کہا کہ نسائی تشیع رکھتا تھا۔ اور اس کے سوا اور لوگ بھی ایسے گذرے ہیں جو ممدوح اہل جماعت اور شیعہ میں سے ہیں اور محدثین سنیوں نے ان سے روایات اخذ کی ہیں۔ مؤلف مجمع البحرین فی ادلۃ الفریقین نے قریباً پچاس آدمی رواۃ صحاح ستہ کا شیعہ ہونا لکھا ہے۔ یہ ہم نے جو لکھا ہے بہت میں سے تھوڑا سا نمونہ ہے اور ایک چلو پانی سے دریائے ذخار کا حال معلوم ہو جاتا ہے۔ والسلام۔

پس ہمارے مذکورہ بیان سے ظاہر ہوا کہ قدیم زمانہ سے شیعہ کا نام محبین عترۃ نبیؐ اور ان کے تابعداروں پر بولنا مستعمل چلا آیا ہے اگرچہ اس کو بعض لوگ مکروہ سمجھیں یا متعصب لوگ اس نام کو عیب یا تہمت تصور کریں یا ثقلین سے متنفر نفرت کریں تنفر کی مثال یہ ہے جیسا کہ ہم نے صحیح مسلم سے روایت جابر بن یزید جعفی کا ذکر کیا ہے کہ وہ ستر ہزار حدیث امام جعفر صادقؑ کی مرفوع رسول اللہؐ سے جانتا تھا مگر بسبب اعتقاد رجعت بہ متابعت اہل بیتؑ کے اُس سے حدیث کو نہ مسلم نے اور نہ اسکے استاذ نے روایت کیا اسی طرح احتیاط کرتے تھے کہ جو راوی منسوب بطرف اہل بیتؑ ہو اُس سے حدیث نہ لیجائے۔

۵ے غور کا مقام ہے کہ سچے فضائل علیؑ کے بیان کرنے میں زدو کوب بلکہ قتل کی نوبت آجاتی تھی تو اس امر کا کس قدر سخت انتظام چلا آیا ہے کہ مخالفین آل رسولؐ کے فضائل بناکر سنائے جائیں اور اہل بیتؑ کی شان سے سکوت رہے تاکہ مخالفین کی وقعت لوگوں کے دلوں میں بڑھے اور اہل بیتؑ کی قدر نسبتاً کم سمجھی جائے۔ اسی وجہ سے صدیوں کا مضبوط انتظام اس قدر پشت بہ پشت اثر کر گیا ہے کہ آج ناحق حق کی صورت میں جلوہ نما ہوا ہے اور اصل حق ذرا غور طلب ہے۔ ۱۲ مترجم۔

والحق ان المراد من اهل الجماعة والسواد الاعظم هم الذين اتبعوا الثقلين وان قلّوا ونستدل[1] علےٰ ما قلنا بما روی فی کنز العمال عن یحیی بن عبد الله بن الحسن عن ابیه قال کان علیؑ یخطب فقام الیه رجل فقال یا امیر المؤمنین اخبرنی من اهل الجماعة ومن اهل الفرقة ومن اهل السنة ومن اهل البدعة فقال ویحك اما اذا سألتنی فافهم عنی ولا علیك ان لا تسئل عنها احدا بعدی فاما اهل الجماعة فانا ومن اتبعنی وان قلّوا وذلك الحق عن امر الله وعن امر رسوله فاما اهل الفرقة فالمخالفون لی ولمن اتبعنی وان کثروا واما اهل السنة المتمسکون بما سنّه الله لهم ورسوله وان قلّوا. واما اهل البدعة فالمخالفون لامر الله ولکتابه ولرسوله العاملون برأیهم واهوائهم وان کثروا وقد مضی منهم الفوج الاول وبقیت افواج وعلی الله قصمها واستیصالها عن جدبة الارض الحدیث رواہ وکیع؛ وفیه وفی روایة سلیم بن قیس العامری قال العامری قال علیؑ السنة والله سنة محمد واله والبدعة ما فارقها والجماعة والله مجامعة اهل الحق وان قلّوا والفرقة مجامعة اهل الباطل وان کثروا رواہ العسکری وفی الصواعق المحرقة ومن ثم لما ذهبت عنهم الخلافة الظاهرة لکونها صارت ملکا ولذا لم یتم للحسن عوضوا عنها بالخلافة الباطنة حتی ذهب قوم الی ان قطب الاولیاء فی کل زمن لا یکون الا منهم، وهکذا فی الشرف المؤبد لآل محمد للشیخ یوسف بن اسماعیل النبهانی ناقلاً عن العلامة الصبان فی اسعاف الراغبین۔

حق یہ ہے کہ مراد اہل جماعت اور سواد اعظم سے (جس کے اتباع کی تاکید مشہور ہے) وہ لوگ ہیں جنہوں نے ثقلین کی متابعت کی ہو خواہ وہ تھوڑے افراد ہی کیوں نہ ہوں اور اس پر یعنی سواد اعظم کے قلیل ہونے پر اس حدیث سے دلیل پکڑتے ہیں جو کنز العمال جلد ۸ صفحہ ۲۱۵ میں یحیےٰ بن عبد اللہ بن حسن سے مروی ہے جو اپنے باپ سے روایت کرتا ہے کہ جناب علیؑ خطبہ پڑھ رہے تھے کہ ایک شخص نے سوال کیا یا امیر المؤمنین مجھے خبر دو اہل جماعت اور اہل فرقت سے اور اہل سنت اور اہل بدعت سے۔ پس حضرت علیؑ نے فرمایا افسوس ہے تیرے لئے اگر پوچھا ہے تو مجھ سے خوب سمجھ تاکہ پھر تیرے لئے میرے بعد کسی سے پوچھنے کی ضرورت نہ ہو پس اہل جماعت تو میں اور میرے تابعدار ہیں اگرچہ شمار میں تھوڑے ہوں۔ اور یہی حق ہے اللہ تعالےٰ اور رسولؐ کے حکم سے۔ پس اہل فرقت ہمارے اور ہمارے متبعین کے مخالف ہیں اگرچہ تعداد میں بہت ہوں۔ اور اہل سنت وہ ہیں جو سنت اللہ و سنت رسولؐ کو محکم پکڑیں اگرچہ قلیل آدمی ہوں اور اہل بدعت وہ ہیں جو مخالف امر اللہ و رسول کے اپنے فکر و قیاس پر اپنی خواہش کے مطابق عمل کریں اگرچہ وہ بہت افراد ہی کیوں نہ ہوں اور ایسے لوگوں سے ایک فوج گذر چکی ہے اور کئی فوجیں باقی ہیں اور اللہ تعالےٰ کے ذمہ ہے ان فوجوں کا توڑنا اور ان کی بنیاد پشت زمین سے مٹانی اس کو وکیع نے روایت کیا ہے۔ اور اسی کنز العمال جلد ۱ صفحہ ۹۶ میں ہے بروایت سلیم بن قیس عامری کے علیؑ نے فرمایا قسم بخدا سنت سے مراد سنت محمدؐ و آل محمدؐ ہے اور مراد بدعت سے اس کی مخالفت و مفارقت ہے اور بخدا جماعت سے مراد اہل حق کے ساتھ ہونا ہے اگرچہ تھوڑے ہوں اور تفرقہ سے مراد جھوٹے لوگوں کے ساتھ ہونا ہے اگرچہ وہ بہت ہی ہوں۔ اس حدیث کو عسکری نے روایت کیا۔ اور صواعق محرقہ صفحہ ۸۶ میں ہے اور اسی وجہ سے جب خلافت ظاہریہ اہل بیتؑ سے جاتی رہی کیونکہ وہ صرف بادشاہی کا نمونہ تھا جو غیر کے ہاتھ میں رہا تو اسکے عوض خلافت باطنہ اہل بیتؑ کے پاس چلی آئی ہے حتیٰ کہ ایک حصہ امت کا قائل ہے کہ قطب الاولیاء ہر زمانہ میں صرف انہی میں سے ہوتا ہے۔ اور اسی طرح الشرف المؤبد لآل محمدؐ مولفہ شیخ یوسف بن اسماعیل نبہانی مطبوعہ مصر صفحہ ۶۲ میں اسعاف الراغبین مؤلفہ علامہ صبان سے منقول ہے۔

[1] شرح فقہ اکبر مطبوعہ مصر صفحہ ۲ میں حدیث تفرق امت محمدؐ کے تذکرہ کے بعد تہتر ناجیہ پر ہونے کے بارہ میں لکھا ہے وفی روایة علیکم بالسواد الاعظم وعن سفیانؓ لو ان فقیها واحداً علی رأس جبل لکان هو الجماعة ومعناه انه حیث قام بما قام به الجماعة فکانه جماعة ومنه قوله تعالی ان ابراهیم کان امة ای وحده وقد قیل ولیس علی الله بمستنکر ان یجمع العالم فی واحد یعنی سواد اعظم اور جماعت سے خواہ ایک فرد ہی ہو حق مقصود ہے چنانچہ سفیان سے مروی ہے کہ ایک فقیہ جو حق پر ہو اور اکیلا ایک پہاڑ کے سر پر رہتا ہو تو وہی جماعت ہے کیونکہ قائم مقام جماعت کے حق پر وہی ہے جیسا کہ اکیلے ابراہیمؑ کو قرآن میں امت بولا گیا ہے اور جیسا کہ مشہور ہے " اللہ تعالیٰ سے کچھ بعید نہیں کہ تمام عالم کو ایک شخص میں جمع کر دے " ۱۲ مترجم۔

وفی الشرف المؤبد ورأیت فی شرح المناوی الکبیر علی الجامع الصغیر ما نصہ قال الحرالی سلسلۃ اھل الطریق تنتھی من کل وجہ من جھۃ المشائخ والمریدین الی اھل البیت (الی ان قال) فرجع الکل الی علیؑ اولئک حزب اللہ انتھٰی - وفی الصواعق وشیعتہ ای شیعۃ علیؑ ھم اھل السنۃ وبعد ذکر اوصاف شیعۃ علیؑ من المطالب العالیۃ قال ابن حجر تعلم ان ھذا لا توجد الا فی اکابر العارفین الائمۃ الوارثین فھؤلاء شیعۃ علیؑ واھلبیتہ الخ - وفی کنز العمال لاتزال طائفۃ من امتی علی الحق ظاھرین لایضرھم من خالفھم حتی یاتی امر اللہ رواہ احمد فی مسندہ ومسلم وابوداؤد والترمذی وابن ماجہ عن ثوبان وابن جریر عن معاویۃ والطبرانی وعبد بن حمید عن زید بن ارقم واحمد والطبرانی وسعید بن منصور عن ابی امامۃ والطبرانی عن جابر بن سمرۃ وفی روایۃ البخاری لایزال ناس من امتی الحق رواہ المغیرۃ بن شعبۃ - وفی المیزان الکبری الشعرانی جلد اول وکان سفیان الثوری یقول المراد بالسواد الاعظم ھم من کان من اھل السنۃ والجماعۃ ولو واحدا فاعلم ذلک انتھی - وفی النصائح الکافیۃ قال ابن القیم فی اغاثۃ اللھفان قال ابو محمد المعروف بابی شامۃ فی کتاب الحوادث والبدع حیث جاء الامر بلزوم الجماعۃ فالمراد به لزوم الحق واتباعه وان کان المتمسک به قلیلا والمخالف له کثیرا لان الحق ھو الذی کانت علیه الجماعۃ الاولی من عھد النبیؐ واصحابه ولا نظر الی کثرۃ اھل الباطل بعدھم - انتھی - وفیه عنه قال ابن مسعود الجماعۃ

اور اسی الشرف المؤبد میں ہے کہ میں نے شرح مناوی الکبیر میں جو جامع صغیر پر لکھی ہے دیکھا ہے اس میں منصوص ہے حرالی نے کہا کہ سلسلہ اہل تصوف سب کا منتہی مشائخ و مریدوں سے اہلبیتؑ پر ہوتا ہے پھر کہا سب کا رجوع حضرت علیؑ کی طرف ہے اور وہی گروہ اللہ تعالیٰ کا ہے۔ انتہٰی - اور صواعق محرقہ صفحہ ۹۲ میں ہے کہ شیعہ علیؑ وہ اہل سنت ہی ہیں اور بعد ذکر اوصاف شیعیان علیؑ کے کتاب مطالب عالیہ سے نقل کرکے ابن حجر نے کہا ہے تو جانتا ہے کہ یہ اوصاف بڑے عارفین ائمہ وارثین علوم کے سوا کسی میں نہیں پائے جاتے پس شیعیان علیؑ واہلبیت کے یہی لوگ ہیں -

اور کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۲۳۵ میں ہے کہ ہمیشہ میری امت سے ایک فرقہ حق پر ظاہر و غالب رہے گا - اس کو مخالف ضرر نہیں پہنچائے گا حتے کہ وقت معین آجائے - اس حدیث کو امام احمد نے اپنے مسند میں اور مسلم و ابوداؤد و ترمذی و ابن ماجہ نے ثوبان سے و ابن جریر نے معاویہ سے طبرانی و عبد بن حمید نے زید بن ارقم سے اور احمد و طبرانی و سعید بن منصور نے ابی امامہ سے (اور طبرانی و حاکم نے عمر سے) اور طبرانی نے جابر بن سمرہ سے روایت کیا - اور بخاری میں روایت ہے کہ ہمیشہ کچھ لوگ میری امت میں سے حق پر ہوں گے اس کو مغیرہ بن شعبہ نے روایت کیا۔

اور میزان کبرےٰ مؤلف علامہ شعرانی جلد ۱ صفحہ ۱۵ میں ہے کہ سفیان ثوری کہتے تھے مراد سواد اعظم سے وہ لوگ ہیں جو سنت پر جماعت حق کے ساتھ ہوں خواہ ایک ہی ہو خوب سمجھ لو اس کو - انتہٰی -

اور نصائح کافیہ صفحہ ۱۸۲ میں ہے کہ ابن قیم نے اغاثۃ اللہفان میں کہا ہے ابو محمد معروف بہ ابو شامہ نے کتاب حوادث والبدع میں کہا ہے جس جگہ امر لزوم بہ جماعت کا آیا ہے وہاں مراد لزوم حق اور تابعداران حق سے ہے اگرچہ حق کو پکڑنے والے تھوڑے لوگ ہوں اور مخالفین بہت ہوں کیونکہ حق وہی ہے جس پر پہلی جماعت زمانہ نبیؐ اور صحابہ کے زمانہ کی تھی اس کے بعد کی کثرت اہل باطل پر نظر نہیں کی جائے گی - انتہٰی -

اور نصائح صفحہ ۱۸۳ میں ابن قیم سے لکھا ہے کہ ابن مسعود نے کہا جماعت

لے جماعت اہل حق کی ہے گو قلیل ہوں - جو خطبہ جناب امیر علیہ السلام بروایت وکیع کنز العمال سے ہے۔ اسی طرح شیعہ کی کتاب احتجاج طبرسی ص۱۴۲ میں ہے - اور نہج البلاغہ مطبوعہ ایران ص۹۵ خطبہ فبعث محمدا بالحق لیخرج عبادہ میں جناب امیر علیہ السلام سے ہے فاجتمع القوم علی الفرقۃ وافترقوا عن الجماعۃ کانھم ائمۃ الکتاب ولیس الکتاب امامھم فلم یبق عندھم منه الا اسمه ولا یعرفون الا خطه یعنی قوم جماعت حق سے جدا ہو نے پر مجتمع ہوگئی ہے - ایسی کہ کتاب خدا کے پیشوا یہ معلوم ہوتے ہیں نہ یہ کہ کتاب ان کی پیشوا ہو - تو ان کے پاس کتاب کا فقط نام او خط رہ گیا ہے - نہ یہ کہ اس پر عمل کرتے ہیں - مطلب یہ کہ اجتماع جماعت کثیرہ کا برخلاف جماعت حق کے اگرچہ کم تھے حضرت علیؑ کے نزدیک جھوٹا اور ناقابل التفات تھا - اس کی تشریح جناب امیر علیہ السلام کے دوسرے خطبہ میں

ما وافق الحق وان کنت وحدک الخ۔ وفی الیواقیت والجواہر فی بیان عقائد الاکابر للامام الشعرانی وکان سفیان الثوری یقول اہل السنۃ والجماعۃ ہم من کان علی الحق ولو واحداً وکذالک کان یقول اذا سئل عن السواد الاعظم من ہم وکذالک یقول الامام البیہقی۔ انتہیٰ۔ فی النصائح الکافیۃ قال ابن القیم سئل بعض اہل العلم عن السواد الاعظم الذین جاء فیہم الحدیث اذا اختلف الناس فعلیکم بالسواد الاعظم فقال محمد بن اسلم الطوسی واللہ فان العصر اذا کان فیہ عارف بالسنۃ داع الیہا فہو الحجۃ ہو السواد الاعظم وہو الاجماع وہو سبیل المؤمنین الخ۔ وفی الانصاف فی بیان سبب الاختلاف لولی اللہ الدہلوی فان للہ طائفۃ من عبادہ لا یضرہم من خذلہم وہم حجۃ اللہ فی ارضہ وان قلوا۔ انتہیٰ وفی کنز العمال انکم تکونون علی ثنتین وسبعین فرقۃ کلہا ضالۃ الا الاسلام وجماعتہم رواہ الحاکم عن کثیر بن عبد اللہ

وہ ہے جو حق کے موافق ہو خواہ تم ایک ہی ہو الخ۔ اور کتاب یواقیت والجواہر فی بیان عقائد الاکابر مؤلفہ علامہ شعرانی جلد ۱ صفحہ ۲ میں ہے کہ سفیان ثوری کہتے تھے اہل سنت وجماعت وہ ہیں جو حق پر ہوں اگرچہ ایک ہی بشر ہو اور اسی طرح جب اُس سے سواد اعظم کا سوال کیا جاتا کہ کون ہیں تو یہی جواب دیتا تھا۔ اور بعینہ اسی طرح امام بیہقی بھی کہتا تھا۔ انتہیٰ۔ نصائح کافیہ صفحہ ۱۸۳ میں بھی یہی مضمون بالا درج ہے۔ اسی طرح کہ بعض اہل علم سے سواد اعظم کا سوال ہوا جو حدیث میں ہے کہ بوقت اختلاف کے سواد اعظم کے ساتھ ہو جاؤ تو محمد بن اسلم طوسی نے جواب دیا کہ سواد اعظم اور اجماع اور سبیل المؤمنین ایک ہی ہے خدا کی قسم جبکہ زمانہ میں ایک عارف بالسنۃ داعی الی الحق موجود ہو تو وہی حجۃ خدا ہے۔ اور وہی سواد اعظم۔ اور کتاب الانصاف فی بیان سبب الاختلاف مؤلفہ شاہ ولی اللہ دہلوی صفحہ ۹۵ میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کے خاص بندوں کا ایک فرقہ ہمیشہ زمین خدا میں حجت الٰہی چلا آتا ہے جن کو کوئی ضرر نہیں پہنچا سکتا کرمٹ جائیں اگرچہ وہ گروہ تھوڑا ہی ہو۔ انتہیٰ۔ اور کنز العمال جلد ۱ صفحہ ۵۴ میں حدیث ہے کہ تم تہتر فرقے ہو جاؤ گے سب گمراہ ہوں گے مگر اسلام اور اس کی جماعت حق ناجی ہوگی اس حدیث کو حاکم نے کثیر بن عبد اللہ سے روایت کیا۔

(بقیہ حاشیہ ۱) دیکھو معانی الاخبار صفحہ ۵۰ فرمایا۔ الجماعۃ اہل الحق وان کانوا قلیلاً والفرقۃ اہل الباطل وان کانوا کثیراً اور نہج البلاغہ صفحہ ۲۵ میں ہے (نہج البلاغہ) اولئک واللہ الاقلون عدداً والاعظمون قدراً۔ ان ہر دو عبارتوں کا ترجمہ یہی ہے کہ جماعت سے مراد اہل حق ہیں اگرچہ قلیل ہوں۔ اور فرقہ سے مراد اہل باطل ہیں اگرچہ کثیر ہوں اور حلفیہ فرمایا کہ وہی عدد کے لحاظ سے قلیل ہیں مگر مرتبہ کے لحاظ سے بڑے ہیں۔ اور سنیوں کے سنن ابن ماجہ (جو صحاح ستہ سے ہے) مترجم وحیدی جلد ۲ صفحہ ۲۵۹ باب السواد الاعظم حدیث فعلیکم بالسواد الاعظم کے تحت لکھا ہے۔ بعضوں نے کہا سواد اعظم سے وہ فرقہ مراد ہے جو حق پر ہو اگرچہ ان کا عدد کم ہو اور یہی قریب الی القیاس ہے۔ اس لئے کہ دوسری حدیثوں میں اشارہ ہے۔ اخیر زمانہ میں فساد پھیل جانے کا اور متبعین حق کے کم ہونے کا اور بعضوں نے یہ مطلب کہا ہے کہ ہر فرقہ حق پر ہے۔ ... اگر اختلاف واقع ہو کسی مسئلہ میں تو سواد اعظم یعنی بڑی جماعت کی پیروی کرنا چاہئے۔ کیونکہ جب اہل حق میں اکثر لوگ اس طرف گئے ہیں تو گمان غالب ہوتا ہے کہ حق انہی کی طرف ہوگا۔ بالجملہ یہ حدیث مشکل ہے۔ بعض حالتوں میں اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ مخالفین حق کی جماعت کثیر ہو جاتی ہے۔ حالانکہ ان کی اتباع کسی طرح جائز نہیں۔ مثلاً بنی امیہ کے زمانے میں اہلبیت نبوی کے محبین کی جماعت قلیل تھی اور مبغضین کی زیادہ تھی حالانکہ حق محبین کی طرف تھا۔ اور یہ اشکال اسی طرح رفع ہوتا ہے کہ کل جماعت مراد لی جائے آنحضرت صلعم کے مبارک عہد سے اس عہد تک جس میں اختلاف واقع ہو۔ الخ۔ اسی طرح علامہ مولوی وحید الزمان سنی کی کتاب انوار اللغۃ پارہ ۱۶۱ صفحہ ۱۶۸ مطبوعہ بنگلور میں ہے کہ سواد اعظم سے وہ جماعت مراد ہے جو حق پر ہو اگرچہ اس کی تعداد قلیل ہو اور یہی صحیح ہے۔ (پھر کہا) ایک ہی شخص متبع سنت رہ جائے تو وہی سواد اعظم ہے کس لئے کہ اگر تعداد کی کثرت کا اعتبار ہو تو ہر زمانہ میں فاسق اور فاجر اور بدکاروں اور کافروں کی کثرت ہوتی ہے۔ اور ان کی جماعت کثیر ہی ہے۔ اور اچھے اور نیک لوگ کم رہے ہیں۔ جیسے قرآن میں ہے وقلیل من عبادی الشکور۔ انتہیٰ وکذا فی تفسیر روح البیان جلد ۱ صفحہ ۳۰۳ تین تک میں آیات مثال کے طور پر لکھی ہیں۔ علاوہ بریں درحقیقت ایک سو سے زیادہ آیات قرآن کریم میں دربارہ مذمت اکثر و مدح قلیل کے وارد ہیں۔ لہٰذا مطلق کثرت جس پر اہل تسنن نازاں ہیں حقیقت کی دلیل نہیں۔ اور تفسیر کبیر مطبوعہ مصر جلد ۸ صفحہ ۲۸۲ میں بذیل قولہ تعالیٰ وتعیہا اذن واعیۃ لکھا ہے۔ ان الاذن الواحدۃ اذا وعت وعقلت عن اللہ تعالیٰ فہی السواد الاعظم عند اللہ وان اسواہا لا یلتفت الیہم وان امتلاء منہم یعنی ایک شخص کا کان جو خدا سے سمجھ کر حق کو محفوظ رکھے وہی خدا کے نزدیک سواد اعظم ہے اور ماسوا اس کے جتنے ہوں اگرچہ سارا جہان ان سے پر ہو تو قابل التفات نہیں ہیں۔ اور انارۃ الابصار جلد ۴ صفحہ ۳۰ میں تفسیر کشاف سے بھی اسی طرح منقول ہے۔ اور تفسیر کبیر طبع مصر جلد ۴ صفحہ ۲۵۲ تحت قولہ تعالیٰ ولا تتبعوا السبل فتفرق بکم لکھا ہے فیجب الحکم بان کل کثیر باطل ولکن لا یلزم ان یکون کل باطل کثیراً۔ الخ یعنی ۔۔۔

۱ کتاب شیعہ معانی الاخبار ابن بابویہ مطبوعہ ایران باب ۱۰۴ میں امام صادق سے مروی ہے کہ رسول اللہ سے جماعت لازم التمسک کا سوال کیا گیا تو فرمایا جماعت میری امت کے اہل حق ہیں اگرچہ کم تعداد میں ہوں اور دوسری اسناد سے ہے کہ رسول اللہ فرماتے ہیں جماعت امت سے مراد وہ ہیں جو حق پر ہیں اگرچہ دس آدمی ہوں اسی طرح

وفی فتح الباری شرح الصحیح البخاری عن عروۃ قال انہ کان یتلو قولہ تعالیٰ انک میت وانہم میتون والناس لا یلتفتون الیہ وکان اکثر الصحابۃ علی خلاف ذلک فیوخذ منہ ان الاقل عدداً فی الاجتہاد قد یصیب ویخطی الاکثر فلا یتعین الترجیح بالاکثر ولا سیما ان ظہر ان بعضہم قلد بعضاً۔ انتہی۔ وفی کنز العمال تکون بین الناس فرقۃ واختلاف فیکون ہذا و اصحابہ علی الحق یعنے علیا رواہ الطبرانی عن کعب بن عجرۃ الحق مع ذا الحق مع ذا یعنے علیا رواہ ابو یعلے وسعید بن ابی منصور عن ابی سعید۔ انتہی۔ وفی التفسیر الکبیر قال اللہم ادر الحق مع علی حیث دار انتہی۔ وفی القرآن الکریم "بل اکثرہم لا یؤمنون"۔ "و اکثرہم الفاسقون"۔ "وان اکثرکم فاسقون"۔ "واکثرہم لا یعقلون"۔ "ولکن اکثر الناس لا یعلمون"۔ "ولکن اکثر الناس لا یؤمنون"۔ "وان تطع اکثر من فی الارض یضلوک"۔ "وما اکثر الناس ولو حرصت بمؤمنین"۔ "ولقد ضل قبلہم اکثر الاولین"۔ "بل اکثرہم لا یعلمون"۔ "وما کان اکثرہم مؤمنین"۔ "کان اکثرہم مشرکین"۔ "ولا تجد اکثرہم شاکرین"۔ "وقلیل من عبادی الشکور"۔ "وان وجدنا اکثرہم لفاسقین"۔ "ولکن اکثرہم للحق کارہون"۔ "لاحتنکن ذریتہ الا قلیلا"۔ "کم من فئۃ قلیلۃ غلبت فئۃ کثیرۃ باذن اللہ"۔ "وقلیل ما ہم" سورہ ص۔ "قال رجل مؤمن من آل فرعون یکتم ایمانہ"۔ "وما آمن معہ الا قلیل"۔ "وما وجدنا لاکثرہم من عہد"۔ "وما یؤمن اکثرہم باللہ الا وہم مشرکون"۔ "وکثیر منہم ساء ما یعملون"۔ "وکثیر حق علیہ العذاب"۔ "وکثیر منہم فاسقون"۔ "ضلوا واضلوا کثیرا"۔ "وان کثیرا من الناس عن آیاتنا لغافلون"۔ "وان کثیرا من الناس لفاسقون"۔ "وتری کثیرا منہم یتولون الذین کفروا"۔ "قل لا یستوی الخبیث والطیب ولو اعجبک کثرۃ الخبیث"۔ "قلیلا ما تذکرون"۔ "قلیلا ما تشکرون"۔ "ثم تولیتم الا قلیلا"۔ "لاتبعتم الشیطن الا قلیلا"۔ "فما وجدنا فیہا غیر بیت من المسلمین"۔ فی ہذہ الآیات کلہا مذمۃ الاکثر

اور فتح الباری شرح صحیح بخاری جلد ۱۴ صفحہ ۱۰۷ میں ہے کہ عروہ پڑھتا تھا آیت انک میت الآیہ یعنی تو بھی فوت ہونے والا ہے اور وہ سب بھی مرنے والے ہیں لیکن لوگ اس کی طرف خیال نہ کرتے تھے اور اکثر صحابہ اس کے برخلاف تھے پس اس سے ثابت ہوتا ہے کہ تعداد میں تھوڑے مجتہدین کبھی صواب رائے پر ہوتے ہیں اور اکثر خطا کر جاتے ہیں پس اکثر ہونے سے ترجیح ضروری نہیں ہوتی۔ خصوصاً جب یہ بھی ظاہر ہو جائے کہ ایک دوسرے کے مقلد ہو کر کثیر ہو گئے ہیں۔ انتہی۔ اور کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۱۵۷ میں ہے کہ لوگوں میں فرقہ بندی اور اختلاف پیدا ہو جائیگا پس یہ اور اس کے اصحاب حق پر ہوں گے۔ یعنی علیؑ اور متبع ان کے حق پر ہوں گے اس کو طبرانی نے کعب بن عجرہ سے روایت کیا اور فرمایا حق اسی کے ساتھ ہے حق اسی کے ساتھ ہے یعنے علیؑ کے ساتھ اس حدیث کو ابو یعلیٰ اور سعید بن منصور نے ابی سعید سے روایت کیا۔ انتہی۔ اور تفسیر کبیر جلد ۱ صفحہ ۱۶۰ میں ہے کہ رسولؐ نے فرمایا خدایا حق کو اسی طرف پھیر جس طرف علیؑ پھرے۔ اور قرآن کریم میں بہت جگہ قلت وکثرت کا ذکر ہے جیسا کہ فرمایا۔ بلکہ اکثر ان کے ایمان نہیں لاتے۔ اور اکثر ان کے فاسق ہیں۔ اور اکثر تمہارے فاسق ہیں۔ اور اکثر ان کے عقل نہیں رکھتے یعنی نہیں سمجھتے۔ اور لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔ اور اکثر لوگ مومن نہیں ہوتے۔ اور اگر تو اکثر زمین کے باشندوں کی فرمانبرداری کرے تو تجھے گمراہ کر دیں گے۔ اور اگرچہ تو حرص کرے مگر اکثر لوگ مومن نہیں بنتے۔ اور تحقیق ان سے پہلے بھی اکثر گمراہ رہے تھے۔ اور بلکہ اکثر نہیں جانتے۔ اور اکثر ان سے ایمان لانے والے نہیں ہیں۔ اور اکثر ان کے مشرکین ہیں۔ اور اکثر کو تو شکر کرنیوالا نہ پائیگا۔ اور میرے بندوں سے شکر کرنیوالے تھوڑے ہیں۔ اور ہم نے بہت کو فاسق پایا۔ اور لیکن اکثر ان کے حق کو ناپسند کرتے ہیں۔ (اور شیطان سے حکایۃً فرمایا) میں اولادِ آدم کا ستیاناس کر دونگا مگر تھوڑے آدمی میرے شر سے بچ جائینگے۔ اور تھوڑا گروہ بہت گروہ پر بحکم خدا غالب آجاتا ہے۔ اور ایماندار نیک عمل کرنے والے تھوڑے ہی ہوتے ہیں۔ اور ایک مومن آل فرعون میں سے تھا جو ایمان کو چھپا رکھتا تھا جس نے کہا۔ اور ایمان نوحؑ کے ساتھ نہ لائے مگر تھوڑے آدمی۔ اور اکثر کو ہم نے وفادار وعدہ کا نہ پایا۔ اور اکثر خدا کے ساتھ ایمان نہیں لاتے مگر مشرک ہی ہوتے ہیں۔ یعنی مخلص مومن نہیں ہوتے بلکہ شرک کو مخلوط رکھتے ہیں۔ اور بہت لوگ ان میں سے بُرے عمل کرتے ہیں۔ اور بہت وہ ہیں کہ ان پر عذاب محقق ہو چکا ہے۔ اور بہت ان میں سے فاسق ہیں۔ اور خود گمراہ ہوئے اور بہت کو گمراہ کیا۔ اور تحقیق بہت لوگوں میں سے وہ ہیں جو ہماری آیات سے غافل ہیں۔ اور تحقیق بہت لوگوں میں سے ضرور فاسق ہیں۔ اور بہت کو ان میں سے تو ایسا دیکھیگا جو کفار کے دوستدار ہیں۔ اور کہدے اے رسول کہ پلید اور پاک برابر نہیں ہوتے اگرچہ پلید کا بہت ہونا تجھے تعجب میں ڈالدے۔ اور تھوڑے لوگ ہو جو تم نصیحت پکڑتے ہو۔ اور تھوڑے افراد ہو جو تم شکر کرتے ہو۔ اور تم سب پھر گئے مگر تھوڑے بچ رہے۔ اور تم شیطان کی متابعت کرتے مگر تھوڑے باز رہتے۔ اور پس ہم نے نہ پایا اس شہر سارے میں مگر مسلمانوں کا صرف ایک گھر۔

فلا تغترّ به وانظر فی کل مغازی النبیؐ الی فوجه علیه السلام وافواج الکفار ایهم اکثر عدداً ثم ارجع البصر کرتین الی محاربة سید الشهداء القتیل بکربلا و افواج الاشقیاء لعنهم الله ینقلب الیك البصر خاسئاً وهو حسیر۔ الحمد لله سبحانه قد ظهر الحق واندفع الشك ان اهل السنة و اهل الحق والسواد الاعظم وشیعة علیؑ الذین بشرهم النبیؐ بالجنة هم نحن الشیعة الامامیة الاثنا عشریة ونحن الذین نتمسك بالثقلین ولو کنا قلیلا عدداً و نزداد ان شاء الله تعالیٰ یوماً فیوماً کما یؤیده قوله تعالیٰ یدخلون فی دین الله افواجاً وکما یشهد علیه عدد سلطان زماننا بعد عدة سنین من شاء فلینظر کتبهم فی هذا الباب۔ و دعوی المخالفین بانهم اهل السنة اختراع لانهم اهل السَّنة بفتح السین لا بضمها کما زعموا لما قال السیوطی فی تاریخ الخلفاء خرج معاویة علی علیؑ کما تقدم وتسمی بالخلافة ثم خرج علی الحسن فنزل الحسن عن الخلافة فاستقر فیها من ربیع الآخر او جمادی الاولیٰ سنة احدیٰ و اربعین فسمی هذا العام عام الجماعة وکذا فی حیٰوة الحیوان۔ وفی فتح الباری والاصابه والاستیعاب علی الاصابه دخل معاویة الکوفة و بایعه الناس فسمی سنة الجماعة لاجتماع الناس وانقطاع الحرب۔ الخ وفی فتح الباری والاصابه والاستیعاب علی الاصابه۔ دخل معاویة الکوفة وبایعه الناس فسمی سنة الجماعة لاجتماع الناس وانقطاع الحرب الخ وفی منهج الوصول (فی ذکر مصالحة الحسن بمعاویة) کلمه بر معاویه مجتمع شد و نام آں سال عام الجماعة گردید و ایں معامله در سنه چهل از هجرت رو داده الخ ولا یخفی ان السنة بالفتح والعام بمعنی واحد

پس کثرت عدد پر تم کو غرہ نہ ہونا چاہیئے اور دیکھ غزوات النبیؐ میں کہ فوج نبیؐ کی قلیل اور افواج کفار کی اکثر ہوتی تھیں پھر دیکھ اور نظر کر جناب سید الشہداءؑ مقتول کربلا کی طرف کہ فوج بدبخت لوگوں کی کتنی تھی اور امامؑ کی کتنی تو تیری نظر تیری طرف ناامید اور حسرت ناک کثرت کے مفید ہونے سے واپس لوٹے گی۔ خدا کا شکر ہے کہ بتحقیق حق ظاہر ہو گیا اور شک دفع ہو گیا اس بات کا کہ تحقیق اہل السنۃ و اہل الجماعۃ اور فرقہ ناجیہ اور اہل حق اور سواد اعظم اور شیعہ علیؑ جن کو نبیؐ کی طرف سے بشارت بہشت کی دی گئی ہے وہ ہم شیعہ امامیہ اثنا عشریہ ہیں اور ہم ہی حکم ثقلین کو محکم پکڑتے ہیں اگرچہ عدد[^۱] میں تھوڑے ہی کیوں نہ ہوں اور خدا تعالیٰ نے چاہا تو ہم روز بروز ترقی کر رہے ہیں جیسا کہ مؤید اس کا فرمان الٰہی ہے کہ لوگ گروہ گروہ دین اللہ میں داخل ہوتے چلے آئیں گے اور جیسا کہ ہمارے بادشاہ وقت کی مردم شماری سالہا سال کی اس ترقی پر شہادت دیتی ہے جو چاہے مردم شماری کے کاغذات کا ملاحظہ کرے۔ اور جو مخالفین کا دعویٰ ہے کہ وہ اہل السنۃ ہیں محض خود ساختہ اور بناوٹ ہے کیونکہ وہ ضرور سال جماعۃ کے معتقدین ہیں یعنی سَنۃ الجماعۃ کے نہ سُنّت والجماعت جیسا کہ انہوں نے زعم کر لیا ہے۔ اسلیئے کہ علامہ جلال الدین سیوطی نے تاریخ الخلفاء صفحہ ۱۳۲ میں لکھا ہے کہ معاویہ حضرت علیؑ پر بغاوت کر کے نکلا اور اپنا نام خود بخود خلیفہ بنا بیٹھا اور پھر حضرت امام حسنؑ پر چڑھائی کی اور امام حسنؑ نے مجبور ہو کر خلافت ظاہریہ کو ترک فرما دیا پس وہی معاویہ واحد بادشاہ برائے نام خلیفہ رہ گیا جو سنہ ۴۱ ہجری ربیع الآخر یا جمادی الاولیٰ میں ہوا اور اس سال کا نام سال جماعۃ رکھا گیا نیز اسی طرح حیٰوۃ الحیوان جلد ا صفحہ ۵۲ میں ہے (اور تاریخ طبری جلد ۶ وقائع سنہ ۴۰) اور فتح الباری جلد ۶ صفحہ ۵۱۲ و استیعاب برحاشیہ اصابہ جلد ا صفحہ ۳۷۲ و ۳۷۳ و جلد ۳ صفحہ ۳۹۸ و اصابہ جلد ۳ صفحہ ۳۳ میں ہے کہ معاویہ کوفہ میں داخل ہوا اور لوگوں نے اس کی بیعت کر لی پس اس سال کا نام سنۃ الجماعۃ رکھا گیا بسبب معاویہ پر اتفاق کر لینے لوگوں کے اور نیز بوجہ جنگ بند ہو جانے کے۔ الخ اور منہج الوصول مؤلفہ نواب صدیق حسن خان صفحہ ۱۹۴ میں بذکر بیان صلح امام حسن با معاویہ کے لکھا ہے کہ بات معاویہ پر بالاتفاق ٹھیر گئی اور نام اس کا سال جماعۃ ہو گیا یہ معاملہ سنہ ۴۰ھ کے لگ بھگ ہوا۔ اور مخفی نہ رہے کہ سَنۃ بفتح سین سے اور عام دونوں ہم معنے ہیں بعض روایات میں عام کا لفظ اور بعض میں سَنۃ کا آیا ہے

[^۱]: مطابق اشیا سے جس جنس کو دیکھا جائے اس میں اچھی چیز بہ نسبت ردی کے بہت کم ملتی ہے اور ردی یا معمولی بہ کثرت ملتی ہے علیٰ ہذا القیاس موجودہ زمانہ میں دیکھئے اگر کثرت بنی آدم بلحاظ کفر و اسلام کو غور کیا جاوے تو تعداد میں دنیا بھر میں مسلمان بہ نسبت کفار شمار میں کم ہیں اور اگر مسلمانوں کے اندرونی فرقوں میں دیکھا جائے اور وما یؤمن اکثرھم باللہ الا وھم مشرکون کو معیار رکھا جائے تو خالص مومنین تھوڑے ہیں اور بہت ظاہری مسلمان برائے نام ایمان دار کہلانے والے ہیں پس قلیل فرقہ مخلصین مومنین کا شیعہ ہی نظر آئیگا جو متبع ثقلین اور اہل حق بمصداق دلائل بیان کردہ متن کے ہے ۱۲ مترجم۔

الباب الاوّل ـــــ فی معیار اہل الحق

اعلم انه قد انتشر المذاهب وادعی کل واحد علی کونه اهل الحق والفرقة الناجیة والمغالطة فی الشهرة وقعت بالضم۔ وشاعت الاحادیث منها ما یکون صحیحًا وضعیفًا وحسنًا وغریبًا ومتواترًا ومشهورًا وواحدًا مرفوعًا وموقوفًا متصلًا ومنقطعًا ومرسلًا وموضوعًا وغیرها فمست لنا حاجة الی ممیز ثقة معتمد علیه ومعصوم مقتدی به ومرجح یرجح به فلما جسسنا وجدنا الثقلین معیارًا یمیز به الناقد من الکاسد والصحیح من الفاسد

اور غلط مشہور[1] سنت والجماعت بضمہ سین کے ہوگیا۔

باب اوّل ـــــ اہل حق کے معیار یعنی کسوٹی کے بیان میں

(جس سے کھرا اور کھوٹا سچ اور جھوٹ پرکھا جائے) جاننا چاہئے کہ تحقیق بہت مذاہب پیدا ہوگئے ہیں اور ہر ایک دعویدار ہے کہ وہ حق پر ہے اور وہی فرقہ ناجیہ ہے اور احادیث قسم قسم کی مشہور ہوگئی ہیں کچھ صحیح اور کچھ ضعیف کوئی حسن کوئی غریب کوئی متواتر اور چند مشہور اور چند احاد سے بعض مرفوع بعض موقوف متصل بھی ہیں منقطع بھی ہیں مرسل ہیں اور موضوع وغیرہ اقسام کی ہیں اسلئے ہمیں حاجت پڑی ہے ایک ایسی چیز کی جس پر اعتماد ہو اور اس سے تمیز حق و باطل کی ہوسکے اور اسکے ساتھ اقتدا اور تمسک ہو اور اس میں خطا کا شبہ نہ ہو یعنی ایک مرجح کی ضرورت ہے جس سے بعض روایات و اقوال کو دوسرے بعض پر فوقیت دیا جائے تو جستجو میں ہمنے ثقلین کو ایسا کھرا کھوٹے سے جدا ہوجاتا ہے اور صحیح فاسد سے الگ ہوجاتا ہے ـــــ

---

[1] یعنی اصل محبان امیر معاویہ کا سال خوشی جس میں ستو[2] امزید جنگ وجدال کے اکثر کے اتفاق سے معاویہ بادشاہ مسلم ہوگیا وہ سال عربی میں سنۃ یعنے سال اور جماعۃ بمعنے اتفاق اکثر کے نام رکھا گیا۔ پھر محبان امیر معاویہ یعنی معاویہ قبل سنۃ الجماعۃ کے دلدادہ اسی نام سے مشہور ہوگئے مگر بعد میں چونکہ بحیثیت مسلمان ہیں داخل ہونے کے ایک سُنّت ؛ الجماعۃ کا لفظ بھی انکے گوش گذار ہوتا تھا کسی نے غلطی سے سین کا پیش پڑھ دیا تو ہوتے ہوتے زبر سین کی متروک اور پیش مشہور ہوگیا ورنہ ہمارے مضمون بالا اظہر من الشمس ہے کہ اہل الحق کے معنے سے یہ فرقہ ہرگز اہل السنۃ والجماعۃ کہلانے کا مستحق نہیں ہے۔ کیونکہ علیؑ اور باقی ائمہ اہلبیتؑ جنکے ساتھ حق ہے اس فرقہ کے اعتقاد و اعمال کے عین متباع مخالف ہیں اور ثابت ہوچکا ہے کہ حق متابعت ثقلین میں ہے۔ اور یہ فرقہ منحرفین اہلبیتؑ کا متبع ہے جس سے ثقل اکبر کی مخالفت بھی بمقتضائے لن یتفرقا ابدًا لازم آتی ہے لہذا محقق ہوا کہ یہ فرقہ اہل سنت یعنے اہل حق نہیں بلکہ اہل سنۃ جماعۃ المعاویہ ہے۔ اور کنز العمال جلد ۳ صفحہ ۲۹۱ میں بسند صحیح ربیعہ بن قسیط سے مروی ہے کہ وہ عام الجماعۃ میں عمرو بن عاص کے ساتھ تھا جبکہ وہ واپس ہوا تھا تو خون کی بارش شروع ہوگئی ربیعہ کہتا ہے جس برتن کو ہم الٹاتا تھا اس سے خون نکلتا تھا لوگوں نے یہی سمجھا کہ لوگوں کے خون ہیں جو بعض نے بعض کے بہائے۔ انتہیٰ معلوم ہوا کہ سنۃ الجماعۃ میں خون کی بارش کا عذاب نازل ہوا۔ پھر بھی سنیوں نے اپنا نام یہی پسند کیا۔ ۱۲ مترجم۔

[2] نیز یہ جو آجکل متعصبین سنیوں نے شیعہ کو سبائیہ فرقہ کا خطاب دیا ہے یہ بھی ان کی اقتدا اپنے پیر امیر معاویہ صاحب سے ہے انہی کے زمانہ میں اس خطاب کی ابتداء ہوئی دیکھو تاریخ طبری جلد ۵ صفحہ ۱۵۲ و صفحہ ۱۵۴ زیاد بن ابی سفیان نے معاویہ کے پاس حجر بن عدی کندی صحابی وغیرہ کو قید کرکے بھیجا تو ان کی نسبت خط میں اسنے سبائیہ ترابیہ لکھکر معاویہ کو برخلاف ان کے اشتعال دیا تھا۔ مترجم۔

[3] معیار اہل حق۔ مشکوٰۃ باب الاعتصام فصل ثانی (طبع مجتبائی) صفحہ ۲۲ و ترمذی طبع مجتبائی جلد ۲ صفحہ ۸۹ و ابوداؤد مترجم صفحہ ۱۱۷ کتب سنیہ اور معانی الاخبار کتاب شیعہ میں بالاتفاق رسول خدا صلعم سے مروی ہے فرمایا بنی اسرائیل یا یہود یا اہل کتاب تم سے پہلے بہتّر فرقوں پر متفرق ہوئے اور ہماری امت انہی کی طرح ہوگی مگر یہ تہتّر فرقوں پر متفرق ہوگی[4] بہتّر فرقے دوزخی ہوں گے ایک بہشتی ہوگا وہ فرقہ وہی ہے جو میرے اور میرے اصحاب کے طریقہ پر ہوگا۔ اب امر متنازع فیہ یہ ہے کہ اصحاب سے مراد اس جگہ کون لوگ ہیں؟ کل صحابہ رسولؐ جو ایک لاکھ چوبیس ہزار بیان ہوتے ہیں (بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۲)

[4] (حاشیہ در حاشیہ) حدیث تہتّر فرقہ امت کے متفرق ہونے کی ازالۃ الخفا جلد ۱ صفحہ ۱۲۲ میں باسانید ابی ہریرہ و عوف بن مالک و انس بن مالک بروایت ابن ماجہ مرفوعًا مروی ہے، نیز درمنثور جلد ۲ صفحہ ۶۲ میں باسناد ابن ماجہ و ابن جریر و ابن ابی حاتم و احمد انس سے مرفوعًا اور باسناد احمد و ابی داؤد و حاکم معاویہ بن ابی سفیان سے مرفوعًا باسناد ابی داؤد و ترمذی و ابن ماجہ و حاکم مع تصحیح ابی ہریرہ سے مرفوعًا مروی ہے ۱۲ مترجم۔

الذین امرنا باعتصامهما واستمساکهما الواجبُ اطاعة سیّدنا وشفیعنا ومولٰنا محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم حیث قال انی تارك فیكم الثقلین الحدیث وهو حدیث متواتر تلقته الامة بالقبول ولو انكر الجهول فما طابقهما فهو الحق الحقیق بالقبول وان كان مخالفًا المرأی بعض الفحول والعمل علیه هو الاتباع للسواد الاعظم والالتزام بالفرقة الناجیة كما مر وسیاتی فلنذكر ههنا حدیث الثقلین الذی هو مدار المهام بحیث یدار علیه رحی الاسلام. وفی الصواعق المحرقة ثم اعلم ان لحدیث التمسك بذلك طرقا كثیرة وردت عن نیف و عشرین صحابیًا وفیه

اور انہی ہر دو کتاب اللہ و عترۃ نبی سے تمسک کا ہم کو ہمارے سردار و شفیع محمدؐ نے حکم دیا ہوا ہے جو واجب الاطاعت ہے جس جگہ فرمایا کہ میں تم لوگوں میں دو بڑی بھاری چیزیں چھوڑے جاتا ہوں جن کی پیروی تم پر واجب ہے قرآن و اہل بیت (آخر حدیث تک) اور یہ حدیث متواتر ہے جس کو امت نے قبول کر لیا ہے اگرچہ کوئی جاہل انکار بھی کر دے۔ پس جو اعتقاد و عمل مطابق ان دونوں کے ہوگا وہ حق اور لائق قبول ہے اگرچہ بڑے سے بڑے مشہور لوگوں کی رائے اس کے مخالف بھی ہو اور اسی مطابق ثقلین پر عمل کرنا متابعت سواد اعظم اور التزام بجماعت فرقہ ناجیہ ہے جیسا کہ ذکر ہو چکا ہے اور آئندہ آئے گا۔ پس اب ہم حدیث ثقلین کا ذکر کرتے ہیں جس پر کل مدار مقصود کی ہے۔ اس حیثیت سے کہ گویا چکی اسلام کی اسی پر پھرتی ہے۔ اور صواعق محرقہ مطبوعہ مصر صفحہ ۸۹ میں ہے پھر جان لو کہ تحقیق واسطے حدیث تمسک بثقلین کے بہت ہی اسناد ہیں اس حدیث کو بیس سے کچھ زیادہ صحابیوں نے روایت کیا ہے۔ اور صواعق صفحہ ۱۳۶ میں ہے

(بقیہ حاشیہ ۲ ص ۲۱) مراد ہیں باوجودیکہ ان کے درمیان بے شمار اختلافات ہیں اور افعال ناشائستہ خلاف شریعت بعض ان کے بعض سے بھی سرزد ہوئے ہیں بلکہ نبیؐ کے احکام کے صریح مخالف اعمال ان کے پائے جاتے ہیں انہی کے طریق پر ہدایت و نجات ہے۔ یا کچھ مخصوص افراد صحابہ سے مراد ہیں جن کو کمال اتباع سنت نبوی کا فخر حاصل ہے اور ذرہ بھر مخالفت فرمان سید الانس والجان روا نہیں رکھتے تھے۔ عامہ سنی کہتے ہیں سب صحابہ مراد ہیں اور سب عادل تھے۔ امامیہ کہتے ہیں اس حدیث سے وہ اصحاب مراد ہیں جو خود اہل بیت رسولؐ ہیں اور صحابیت کے علاوہ قرابت خاصہ سے بھی ممتاز ہیں۔ اور ان کے ساتھ کے وہ خواص صحابہ جو سر مو فرمان نبیؐ کے مخالف نہیں ہوئے اور اہل بیتؑ کے فرمانبردار اور تابع رہے۔ عقلاً تو یہ ایسا صاف مسئلہ ہے کہ کوئی باشعور انسان اس میں شک نہیں کرتا کہ جو لوگ صحبت رسولؐ میں آئے وہ سب یکساں طبیعت کے نہ تھے مختلف خیال کے تھے ان میں منافق بھی اور طالب دنیا بھی تھے۔ پڑھئے آیت منکم من یرید الدنیا ومنکم من یرید الآخرۃ اس طرح سب کی متابعت میں ہدایت نہیں اسی فلک النجاۃ میں نمونۂ اعمال صحابہ ملاحظہ فرمائیے اور نقل روایات ائمہ اہلبیتؑ سے اس کی تائید و تشریح عرض کی جاتی ہے۔ معانی الاخبار شیخ صدوق رح صفحہ ۱۴۱/۱۱۲ میں ہے جناب نبیؐ نے حضرت امیرؑ سے فرقہ ناجیہ کی تفسیر میں فرمایا کہ وہ تیرے محب اور تیرے شیعہ ہیں۔ دوسری روایت میں فرمایا وہ جو اولی الامر یعنے ائمہ اہل بیتؑ کی اطاعت کو مثل اطاعت خدا و رسولؐ واجب جانتے ہیں اس کی تائید روایت کتاب سُنّی سے بھی لکھی جاتی ہے تاکہ متفقہ فیصلہ ہو۔ خصائص کبریٰ سیوطی جلد ۲ صفحہ ۲۶۶ میں باسناد حاکم و ابویعلیٰ وغیرہ نبی صلعم سے مروی ہے میرے اہلبیتؑ میری امت کے واسطے اختلاف سے امان کے باعث ہیں جو قبیلہ ان کے مخالف ہو وہ گروہ ابلیس میں داخل ہے۔ اصل حدیث مکمل باحوالہ فلک النجاۃ جلد ا صفحہ ۔۔ میں درج ہے اور مزید وضاحت معانی الاخبار صفحہ ۵۲ میں ہے امام صادقؑ نے بسلسلہ آباؤ اجداد نبیؐ سے روایت فرمایا کہ جناب رسول خداؐ نے فرمایا میرے اصحاب ستاروں کی مانند ہیں عرض کیا گیا وہ کون ہیں؟ فرمایا میرے اہل بیت جو میری امت کے لئے باعث امان ہیں اختلاف سے جیسے ستارے ان کے لئے غرق سے باعث امان ہیں۔ ثابت ہوا فرقہ ناجیہ وہ ہے جو اس طریقہ پر ہو جس پر رسولؐ خدا صلعم اور آپ کے اہل بیتؑ اور ان کے تابعدار خواص صحابہ ہیں تو وہ گروہ شیعیان امامیہ اثنا عشریہ کے بغیر کوئی نہیں۔ اہل تسنن زبانی ہے تو محبت و اتباع اہل بیتؑ کا دعوٰی کرتے ہیں مگر عملاً اپنے پیشوایان غیر اہل بیت کے تابع و مقلد ہیں۔ لہٰذا فقط زبانی دعوٰی اسلام جیسے منافقوں کو فائدہ نہیں دیتا سنیوں کو بھی یہ دعوٰی نفع بخش نہیں۔ بنا بر تحریر بالا معیار اہل حق متابعت ثقلین کو قرار دیکر حکم اتباع ثقلین کا ثبوت فلک النجاۃ میں درج ہوا ہے۔ (التشریح) امت سے امت دعوت مراد ہے یا امت اجابت اس کے واسطے دو سُنّی حضرات کی تحقیق حوالہ قلم کی جاتی ہے۔ ترمذی جلد ۲ صفحہ ۸۹ حدیث افتراق امت کے حاشیہ ۔۔ پر مرقاۃ شرح مشکوٰۃ علی قاری حنفی سے لکھا ہے بعض نے امت دعوت مراد لی ہے کہ کل مذاہب غیر اسلام بھی داخل ہیں اور بعض نے امت اجابت مراد لی ہے اس طرح تہتر فرقے سب ہمارے اہل قبلہ میں منحصر ہو گئے والثانی هو الاظهر انتهى یعنی دوسرا قول کہ اہل قبلہ کے تہتر فرقے ہو گئے بہت قوی اور ظاہر ہے اور انوار اللغۃ مطبوعہ لاہور پارہ اوّل صفحہ ۴۲ م

ولهذا الحديث طرق كثيرة عن بضع وعشرين صحابيا۔ وفي صحيح مسلم وغيره في خطبة قرب رابغ مرجعه من حجة الوداع قبل وفاته بنحو شهرا اني تارك فيكم ثقلين اولهما كتاب الله فيه الهدى والنور ثم قال واهل بيتي اذكركم الله في اهل بيتي ثلاثا۔ وفي رواية وانهما لن يتفرقا حتى يردا على الحوض سالت ربي ذلك لهما فلا تتقدموهما فتهلكوا ولا تقصروا عنهما فتهلكوا ولا تعلموهم فانهم اعلم منكم انتهى من الصواعق۔ وفي الخصائص الكبرىٰ للسيوطي اخرج الترمذي وحسنه والحاكم وصححه عن زيد بن ارقم ان النبي قال اني تارك فيكم الثقلين كتاب الله واهل بيتي۔ وفي كنز العمال يا ايها الناس اني تركت فيكم ما ان اخذتم به لن تضلوا كتاب الله وعترتي اهل بيتي رواه النسائي عن جابر۔ وايها الناس قد تركت فيكم ما ان اخذتم به لن تضلوا كتاب الله وعترتي اهل بيتي۔ رواه الترمذي عن جابر۔ وقال اني تارك فيكم خليفتين كتاب الله حبل ممدود ما بين السماء والارض وعترتي اهل بيتي وانهما لن يتفرقا حتى يردا علي الحوض رواه احمد في مسنده والطبراني عن زيد بن ثابت

کہ اس حدیث کے بہت طریقے اور اسنادیں ہیں جو بیس[۲] سے کچھ زیادہ صحابیوں نے روایت کی ہے۔ اور صحیح مسلم (جلد ۲ صفحہ ۲۷۹) وغیرہ میں اس خطبہ نبی صلعم کے اندر جو مقام رابغ[۵۲] کے قریب بوقت رجوع حضرت صلعم کے حجۃ الوداع[۵۲] سے جو قریباً ایک ماہ قبل وفات رسول خدا کے آنحضرت نے پڑھا (یہ الفاظ مروی ہیں) کہ میں تم لوگوں میں دو بڑی بھاری چیزیں چھوڑے جاتا ہوں اول ان دونوں میں کتاب خدا ہے اس میں ہدایت اور نور ہے۔ پھر فرمایا اور دوسری چیز اہل بیت میرے ہیں تم لوگوں کو اپنے اہل بیت کے حق میں خدا یاد دلاتا ہوں تین دفعہ اس کلمہ کو رسول خدا نے دہرایا۔ (آخر حدیث ثقلین تک پڑھو) اور دوسری روایت میں ہے کہ ہر دو ثقلین ہرگز ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں گے تاکہ دونوں میرے پاس حوض کوثر پر وارد ہوں گے میں نے اپنے رب سے اس بات کا سوال کیا تھا جو مل گیا ہے۔ پس تم لوگ ان ہر دو کے آگے نہ چلنا ورنہ ہلاک ہو جاؤ گے اور ہر دو کے حکم کی نافرمانی نہ کرنی ورنہ ہلاک ہوگے اور تم اہل بیت کو نہ سکھانا کیونکہ وہ بہ تحقیق تم سب سے زیادہ عالم ہیں۔ انتہیٰ من الصواعق۔

اور خصائص کبریٰ مؤلفہ سیوطی جلد ۲ صفحہ ۲۶۶ میں ہے کہ ترمذی نے روایت کیا اور حسن کہا اور حاکم نے روایت کیا اور صحیح کہا زید بن ارقم سے کہ نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا بتحقیق میں تم میں دو بھاری چیزیں چھوڑے جاتا ہوں کتاب اللہ اور میرے اہلبیتؑ اور کنز العمال جلد ۱ صفحہ ۴۴ میں ہے اے کل لوگو! بتحقیق میں تمہارے اندر وہ چیز چھوڑے جاتا ہوں کہ اگر تم اس کو پکڑو گے تو ہرگز کبھی گمراہ نہ ہوگے کتاب اللہ اور عترت یعنی اہلبیت میرے۔ اس حدیث کو نسائی نے جابر سے روایت کیا نیز فرمایا اے لوگو! میں تمہارے اندر وہ چیز چھوڑتا ہوں کہ اگر تم اس کو محکم پکڑو کتاب اللہ ہے اور عترت میری جو اہل بیت میرے ہیں اس کو ترمذی نے جابر سے روایت کیا۔ (وروا ابن جریر وصححه کنز العمال جلد ۱ صفحہ ۴۹ وابن ابی شیبة والخطیب بلفظ ان اعتصمتم به عن جابر والبیہقی عن ابن عباس کنز العمال جلد ۱ صفحہ ۴۸) اور فرمایا بتحقیق میں تمہارے اندر دو خلیفے چھوڑے جاتا ہوں کتاب خدا جو ایک رسا ہے آسمان اور زمین کے درمیان کھنچا ہوا۔ اور عترت یعنی اہل بیت میرا اور بتحقیق یہ دونوں آپس میں جدا نہیں ہوں گے تا اینکہ ہمارے پاس حوض کوثر پر وارد ہوں گے اس کو احمد نے اپنے مسند میں اور طبرانی وسعید بن منصور نے زید بن ثابت سے روایت کیا۔ (کنز العمال جلد ۱ صفحہ ۴۷ وکذا فی در المنثور جلد ۲ باسناد احمد وایضاً صفحہ ۶۰)

[۵۱] بلکہ منہج الوصول مؤلفہ نواب سید صدیق حسن صفحہ ۱۳ میں لکھا ہے کہ حاکم ابوسعید نے حدیث موالات وحدیث خم غدیر کو متواتر کہا ہے کیونکہ بڑی جماعت صحابہ نے اسکو روایت کیا ہے یہانتک کہ محمد بن جریر نے پچھتر[۵] اسنادوں سے روایت کی ہے جس حدیث میں ثقلین ومن کنت کا مضمون وارد ہے ۱۲ مترجم۔

[۵۲] اس کے بعد ابن حجر نے لکھا کہ اس حدیث کو حسب بیان بعض روات کے رسول ؐ نے حجۃ الوداع میں عرفات کے موقعہ پر سنایا اور بعض روایات کے اعتبار سے مدینہ میں مرض الوفات کے وقت فرمایا اور بعض روایات میں غدیر خم کے موقعہ پر فرمایا اور بعض روایات میں طائف سے واپسی پر خطبہ میں فرمایا آخر لکھا یعنی ان بیانات میں کوئی منافات ومخالفت نہیں کیونکہ اہتمام عظمت شان کتاب عزیز اور عترت پاک کیلئے نبی نے چند باران سب مقامات پر صحابہ کے سامنے تکرار فرمایا۔ اس سے کون مانع ہو سکتا ہے ۱۲ مترجم [۵۳] ایک مقام ہے درمیان حرمین کے۔ از منتہی الارب ۱۲ مترجم۔ [۵۴] یعنی آخری حج ۱۲

وقال انی تارک فیکم ما ان تمسکتم به لن تضلوا بعدی احدهما اعظم من الاخر کتاب الله حبل ممدود من السماء الی الارض وعترتی اهل بیتی ولن یتفرقا حتی یردا علی الحوض فانظروا (ای تاملوا) کیف تخلفونی فیهما رواه الترمذی عن زید بن ارقم

وقال اما بعد ایها الناس فانما انا بشر یوشک ان یاتی رسول ربی فاجیب وانا تارک فیکم ثقلین اولهما کتاب الله فیه الهدی والنور من استمسک به واخذ به کان علی الهدی ومن اخطاه ضل فخذوا بکتاب الله تعالی واستمسکوا به واهل بیتی اذکرکم الله فی اهل بیتی رواه احمد فی مسنده و عبد بن حمید ومسلم عن زید بن ارقم وکرره مسلم ثلاثا اذکرکم الله۔

وقال انی اوشک ان ادعی فاجیب وانی تارک فیکم الثقلین کتاب الله وعترتی کتاب الله حبل ممدود من السماء الی الارض وعترتی اهل بیتی وان اللطیف الخبیر اخبرنی انهما لن یتفرقا حتی یردا علی الحوض فانظروا کیف تخلفونی فیهما رواه ابن ابی شیبة وابن سعد واحمد فی مسنده وابو یعلی عن ابی سعید وزاد الطبرانی وابن عساکر ان الله مولای

اور فرمایا بہ تحقیق میں تمہارے اندر چھوڑتا ہوں وہ چیز جس کو تم محکم پکڑو گے تو میرے بعد تم ہرگز راہ حق نہ بھولو گے ایک ان دونوں میں سے جو بڑی ہے دوسری سے کتاب خدا ہے جو رسی کھنچی ہوئی آسمان اور زمین کے درمیان ہے (یعنی خدا تعالیٰ اور انسان کے درمیان واسطہ ہے) اور عترت میری یعنی اہلبیت[۲] میرے اور یہ دونوں ہرگز آپس میں جدا نہ ہوں گے تاکہ حوض پر میرے پاس آئیں گے پس دیکھو یعنی خیال رکھنا کہ کس طرح ان دونوں کے ساتھ برتاؤ رکھتے ہو روایت کیا اس کو ترمذی نے زید بن ارقم سے (کنز العمال جلد ا صفحہ ۴۴) اور فرمایا اے لوگو! پس بہ تحقیق قریب ہے کہ خدا کا وکیل آئے گا اور میں دعوت قبول کروں گا اور میں تمہارے اندر ثقلین چھوڑتا ہوں پہلا ان سے کتاب اللہ ہے جس میں ہدایت اور نور ہے۔ جس نے اس سے تمسک کیا اس نے ہدایت پائی اور جس نے بھلایا اس کو وہ گمراہ ہوا پس خوب پکڑو کتاب اللہ کو اور دوسرا میرے اہل بیت ہیں میں تمہیں خدا یاد دلاتا ہوں اپنے اہل بیت کے لئے اس کو احمد نے مسند میں اور عبد بن حمید و مسلم نے زید بن ارقم سے روایت کیا اور مسلم میں تین دفعہ اہل بیت میں خدا یاد دلانے کا کلمہ وارد ہے (کنز العمال جلد ا صفحہ ۴۵) اور فرمایا کہ بہ تحقیق قریب ہے کہ میری دعوت ہو گی اور قبول کرونگا اور بہ تحقیق میں تمہارے اندر ثقلین چھوڑ جاتا ہوں کتاب اللہ اور عترۃ میری کتاب اللہ آسمان و زمین کے درمیان واسطہ ہے اور عترت میری اہل بیت میرے ہیں اور مجھے اللہ لطیف و خبیر نے خبر دی ہے کہ یہ دونوں کتاب اور عترت آپس میں جدا نہ ہونگے قیامت تک تاکہ حوض کوثر پر وارد ہوں گے پس دیکھنا اور خیال رکھنا کہ تم میرے بعد دونوں کے ساتھ کیا سلوک کرتے ہو۔ روایت کیا اس کو ابن ابی شیبہ اور ابن سعد نے اور احمد نے مسند میں اور ابو یعلیٰ نے ابی سعید سے اور نیز طبرانی اور ابن عساکر نے بایزادی اس کے روایت کیا کہ بہ تحقیق فرمایا اللہ میرا مولا ہے اور میں والی ہوں ہر مؤمن کا

سلہ کنز العمال جلد ا صفحہ ۴۷ میں باسناد ابی یعلیٰ و طبرانی ابی سعید سے و باسناد حاکم زید بن ثابت سے بہ لفظ ما ان اخذتم به وان اتبعتموهما مروی ہے اور باسناد ابن سعد و احمد و طبرانی ابی سعید خدری سے بھی مثل الفاظ حدیث ترمذی کے جو صفحہ ہذا میں مذکور ہے مروی ہے دیکھو درمنثور جلد ۲ صفحہ ۶۰ وکذا فی کنز العمال جلد ا صفحہ ۴۷ باسناد عبد بن حمید و ابن الانباری عن زید بن ثابت عن ابی سعید واحیاء المیت صفحہ ۹ بفضائل اهل بیت ۱۲ مترجم

سلہ ۵۲ مطبع مجتبائی جلد ۲ صفحہ ۲۱۹/۲۲۰ اور حسن کہا اور کہا اسی طرح ابی ذر و ابی سعید خدری و حذیفہ سے مروی ہے اور اس کے صفحہ ۲۱۹ میں الفاظ حدیث کے جو روز عرفہ نبی صلعم نے ناقہ قصوا پر سوار ہو کر فرمائے ہیں یا ایها الناس انی تارک فیکم ما ان اخذتم به لن تضلوا کتاب الله و عترتی اهل بیتی ۱۲ مترجم

سلہ ۵۳ صواعق صفحہ ۹۹ میں ترمذی کی حدیث بالا اور یہ حدیث انہی الفاظ سے باسناد احمد مروی ہے اور بعدہ لکھا کہ اس کی سند میں کوئی حرج نہیں اور کہا دوسری روایت میں ہے اہل بیت رسول کی مثال باب حطۃ کی ہے جو اس میں داخل ہوا اس کے سب گناہ بخشے جائیں گے اس کے بعد لکھا اس روایت کو ابن جوزی نے علل متناہیہ میں ذکر کیا ہے لیکن یہ اس کا وہم ہے اور باقی طرق اس حدیث سے اسکی غفلت ہے اس کو معلوم نہیں ہوا ۱۲ مترجم۔

سلہ ۵۴ حکم اتباع عترۃ۔ فلک النجاۃ بقیہ حاشیہ خطبہ امام حسن ع کی تعلیق ملاحظہ ہو جس میں امام موصوف نے وجود اقدس خود کو طاہر مطہر ظاہر فرمایا اور اپنی اطاعت لوگوں پر مثل اطاعت قرآن و رسول واجب قرار دی ہے۔ خطبہ امام ع بیان مصالحت معاویہ میں ملاحظہ ہو۔ ازالۃ الخفا مقصد اول صفحہ ۲۹۳ میں باسناد حاکم زید بن ارقم سے طویل حدیث غدیر و ثقلین میں اس طرح ہے نبی صلعم نے فرمایا انی ترکت فیکم الثقلین احدهما اکبر من الاخر کتاب الله تعالی و عترتی فانظروا کیف تخلفونی فیهما فانهما لن یتفرقا حتی یردا علی الحوض ثم قال ان الله عز وجل مولای وانا ولی کل مومن ثم اخذ بید علی ع فقال من کنت ولیه فهذا اولیه۔ الخ اسی طرح خصائص نسائی طبع مصر صفحہ ۲۱ میں مروی ہے ایک ہی روایت میں حکم متابعت ثقلین اور حضرت علی کے ولی و مولا ہر مؤمن کے ہونے کا صریح امامت و خلافت بلافصل کا ثبوت ہے۔ اسی طرح حدیث ثقلین ۱۲

پچھتے کے قریب روایات موجود ہیں اور جلد ۳ صفحہ ۶۰ میں باسناد ابن جریر انی مسئول وانکم مسئولون۔ فمن کنت مولاه۔ انی سائلکم حین تردون علی عن الثقلین فانظروا کیف

من کنت مولاہ فعلیؑ مولاہ اللھم وال من والاہ وعاد من عاداہ (کذا رواہ الحاکم عن ابی الطفیل عن زید بن ارقم کنز العمال) وقال فانظروا کیف تخلفونی فی الثقلین قیل وما الثقلان یا رسول اللہ قال الاکبر کتاب اللہ سبب طرفہ بید اللہ وطرفہ بایدیکم فتمسکوا بہ لن تزلوا ولا تضلوا والاصغر عترتی وانھما لن یتفرقا حتی یردا علی الحوض وسألت لھما ذلک ربی ولا تقدموھما فتھلکوا ولا تعلموھما فانھما اعلم منکم رواہ الطبرانی عن زید بن ارقم وزید بن ثابت وبعضہ رواہ سعید بن منصور وابن عساکر وابن ابی شیبۃ والخطیب فی المتفق والمفترق عن جابر وابن جریر وصححہ والحاکم وابو یعلی واسحاق بن راھویہ فی مسندہ والبزار والدولابی۔ قولہ اللھم وال من والاہ وعاد من عاداہ فی ازالۃ الخفاء۔ وزیادہ قصہ امر ناس بموالاۃ ایشان ذکور نیست واہل حدیث درآن زیادۃ مختلف اند طائفہ صحیح دانند وطائفہ غریبہ منکر وقول بندہ ضعیف آنست کہ این زیادۃ نیز صحیح است لیکن نہ بدرجہ حدیث مسلم انتھی۔ فی الصواعق

پس جس کا میں مولا ہوں علیؑ بھی اس کا مولا ہے خدایا اس کو دوست رکھ جو علیؑ کو دوست رکھے اور جو اس کو دشمن رکھے تو بھی اس کو دشمن رکھ اسی طرح حاکم نے ابی طفیل سے روایت کیا ہے اُس نے زید بن ارقم سے لیا۔ یہ سب روایات کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۱۵۴ و ۴۰۸ میں مذکور ہیں[1]۔ نیز فرمایا کہ یہی خیال رکھو کہ ثقلین سے میرے بعد کس طرح سلوک کرتے ہو۔ عرض کیا گیا ثقلین کیا ہیں یا رسول اللہؐ؟ تو فرمایا بڑا تو کتاب اللہ قرآن ہے جو اس کی ایک طرف خدا پاک کے دست قدرت میں ہے اور دوسری طرف تم لوگوں کے ہاتھ میں ہے پس محکم پکڑو اس کو تو کبھی لغزش نہ ہو گی اور ہرگز گمراہ نہ ہو گے اور اس سے چھوٹا یعنی ہم قرآن عترت میری ہے اور بالضرور وہ آپس میں متفق رہیں گے اور کبھی جدا نہ ہوں گے تاکہ ہمارے پاس قیامت کو حوض کوثر پر آئیں گے اور میں نے اپنے رب سے سوال ان دونوں کے لئے کیا تھا جو منظور ہوا ہے اور تم ان دونوں کے آگے ہو کر پیشوا نہ ہونا ورنہ ہلاک ہو جاؤ گے اور ان دونوں کو اپنے فکر سے تعلیم نہ دینا اور نہ ان کو کچھ سکھلانا کیونکہ تم لوگوں سے وہ زیادہ جاننے والے ہیں۔ اس کو طبرانی نے زید بن ثابت سے روایت کیا۔ اور اس حدیث کے مضمون کو سعید بن منصور اور ابن عساکر و ابن ابی شیبہ نے اور بیہقی اور خطیب نے کتاب متفق و مفترق میں جابر سے اور ابن جریر نے اور کنز العمال جلد ۱ صفحہ ۹۶ میں اور اس نے صحیح کہا اور حاکم و ابو یعلیٰ و اسحاق بن راہویہ نے اپنے مسند میں اور بزار اور دولابی نے روایت کیا انتہیٰ من کنز العمال[2] (وکذا فی الصواعق صفحہ ۸۹ باسناد طبرانی)۔ حدیث میں جو کلمہ اللھم وال من والاہ وعاد من عاداہ ہے اس کی نسبت ازالۃ الخفاء مؤلفہ شاہ ولی اللہ مقصد اول صفحہ ۲۹۳ میں لکھا ہے کہ زیادتی قصہ مامور ہونے لوگوں کی بہ محبت مرتضیٰؑ اس جگہ مذکور نہیں اور اہل حدیث نے اس زیادتی میں اختلاف کیا ہے ایک گروہ صحیح جانتے ہیں اور ایک گروہ غریب کہتے ہیں مگر بندہ ضعیف کا میلان اس طرف ہے کہ یہ عبارت بھی حدیث صحیح میں ہے مگر صحیح مسلم کے درجے سے کچھ کم صحیح ہے۔ انتہیٰ۔ نیز صواعق محرقہ صفحہ ۹۰ و ۱۳۶ مطبوعہ مصر میں ابن عمر کی یہی حدیث بروایت طبرانی مروی ہے کہ رسولؐ خدا سے آخری کلام وصیت اہل بیتؑ کے ساتھ نیک برتاؤ وغیرہ حقوق کی تھی جیسا کہ حدیث ثقلین میں ہے[3]۔

---

[1] نقل روایت طبرانی از زید بن ثابت بعینہ در منثور جلد ۲ صفحہ ۶۰ میں اور کنز العمال جلد ۱ صفحہ ۴۸ میں زید بن ارقم کی روایت سے مذکور ہے امنہ۔

[2] کنز العمال جلد ۱ صفحہ ۴۸ میں جابر کی روایت میں یہ الفاظ مروی ہیں ترکت فیکم ما لن تضلوا ان اعتصمتم بہ کتاب اللہ وعترتی اھل بیتی۔

[3] رسول خدا کی آخری وصیت صواعق مطبوعہ مصر صفحہ ۷۵ میں حدیث وصیت ان الفاظ سے مروی ہے انہ صلی اللہ علیہ وسلم قال فی مرض موتہ ایھا الناس یوشک ان اقبض قبضا سریعا فینطلق بی وقد قدمت الیکم القول معذرۃ الیکم الا انی مخلف فیکم کتاب ربی عزوجل وعترتی اھل بیتی ثم اخذ بید علی فرفعھا فقال ھذا علی مع القرآن والقرآن مع علی لا یفترقان حتی یردا علی الحوض فاسألوھما ما خلفت فیھما۔ یعنی نبیؐ نے اپنی مرض الموت میں فرمایا اے لوگو قریب ہے کہ جلد جلد مجھے قبض کر لیا جائیگا اور چلا جاؤں گا اور رفع عذر کے لئے میں پہلے سے تم لوگوں کو کہہ دیا ہوا ہے۔ (پھر کہتا ہوں) خبردار تحقیق میں تمہارے اندر کتاب اللہ اور اپنی عترت اہل بیت کو خلیفہ چھوڑ جاتا ہوں پھر حضرت علیؑ کا ہاتھ پکڑ کر بلند کیا اور فرمایا یہ علیؑ قرآن کے ساتھ ہے اور قرآن علیؑ کے ساتھ ہے دونوں جدا نہ ہوں گے یہاں تک کہ میرے پاس دونوں حوض کوثر پر وارد ہوں گے پس تم لوگ ان دونوں سے پوچھ لینا اس چیز سے جو کچھ میں نے ان دونوں میں [illegible]

وھکذا فی تاریخ الخلفاء للسیوطی صفحہ ۱۱۷ و ۱۱۸ ایھا الناس انی تارک فیکم امرین لن تضلوا ان اتبعتموا ھما کتاب اللہ واھل بیتی عترتی تعلمون انی اولی بالمومنین من انفسھم من کنت مولاہ فعلی مولاہ رواہ الحاکم عن زید بن ارقم۔ وکذا فی کنز العمال جلد ۱ صفحہ ۴۷۔ وفی تاریخ الخلفاء صفحہ ۱۱۷ و ۱۱۸ اخرج الطبرانی فی الاوسط والصغیر عن ام سلمۃ قالت سمعت رسول اللہ یقول علیؑ مع القرآن والقرآن مع علیؑ ولا یفترقان حتیٰ یردا علی الحوض۔ وفی کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۴۰۰ (مسند السید الحسن) ادعوا لی سید العرب قلت الست سید العرب قال انا سید ولد آدم وعلیؑ سید العرب فلما جاء قال یا معشر الانصار الا ادلکم علی ما ان تمسکتم بہ لن تضلوا بعدہ ابدا ھذا علیؑ فاحبوہ بحبی واکرموہ بکرامتی فان جبریل امرنی بالذی قلت لکم عن اللہ عز رواہ ابونعیم فی الحلیۃ۔

اور تاریخ الخلفاء سیوطی صفحہ ۱۱۷ و ۱۱۸ و صواعق محرقہ صفحہ ۸۹ وازالۃ الخفاء جلد ۱ صفحہ ۲۹۳ میں ہے اے لوگو! تحقیق میں تمہارے اندر دو امر چھوڑتا ہوں اگر ہر دو کی تم متابعت کرو گے تو ہرگز گمراہ نہ ہو گے کتاب خدا اور اہل بیت میرے یعنی عترت میری تم جانتے ہو کہ میں سب مؤمنین سے اولےٰ ہوں ان کے نفسوں سے پس جس کا میں مولا ہوں اُس کا علیؑ بھی مولا ہے۔ اس حدیث کو حاکم نے زید بن ارقم سے روایت کیا۔ (صواعق میں کہا یہ روایت صحیح ہے) اور ایسی ہی کنز العمال جلد ۱ صفحہ ۴۷ میں ہے۔ اور تاریخ الخلفاء صفحہ ۱۱۷ و ۱۱۸ میں ہے کہ طبرانی نے اوسط اور صغیر میں جناب ام سلمہؓ سے روایت کیا کہ فرمایا رسول اللہ صلعم نے علیؑ قرآن کے ساتھ ہے اور قرآن علیؑ کے ساتھ ہے اور یہ حوض کوثر پر جانے تک بھی جدا نہیں ہوں گے۔ اور کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۴۰۰ میں مسند سید حسنؑ سے ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا میرے پاس سردار عرب کو بلاؤ راوی کہتا ہے میں نے عرض کیا کہ آپ ہی تو سردار عرب ہیں فرمایا کہ میں سب بنی آدم کا سردار ہوں اور سردار عرب سے مراد میری علیؑ ہیں۔ جب حسب الحکم جناب علیؑ آ گئے تو فرمایا اے گروہ انصار کیا میں تم کو ایسی چیز بتا دوں کہ اگر تم اس کو محکم پکڑو گے تو ہمیشہ کے لئے کبھی تم گمراہ نہ ہو گے وہ یہ علیؑ ہیں پس اس کو بوجہ میری محبت کے دوست رکھو اور اس کی بوجہ میری عزت کے عزت کرو تحقیق مجھے جبریلؑ نے امر کیا ہے جو خدا تعالیٰ سے پیغام لایا ہے وہی ہم نے تم کو پہنچا دیا ہے۔ اس حدیث کو ابونعیم نے حلیہ میں روایت کیا۔

لے اسی مضمون کی یہ حدیث بلفظ انی سائلکم حین تردون علی عن الثقلین (وکذا فی الدر المنثور جلد ۲ صفحہ ۶۰ بلفظہ) کنز العمال جلد ۳ صفحہ ۶۱ میں بروایت ابن جریر کے اور اسی کنز جلد ۷ صفحہ ۲۲۵ میں بروایت طبرانی وابونعیم فی الحلیہ اور خطیب کے لکھی ہے اور بروایت طبرانی وحکیم ترمذی کی حذیفہ سے کنز العمال جلد ۱ صفحہ ۴۸ میں ہے اور کنز العمال جلد ۳ صفحہ ۶۱۔ وجلد ۱ صفحہ ۴۸ میں حدیث ثقلین کی ابتدا میں رسول خداؐ سے یہ الفاظ بھی ہیں کہ انی مسئول وانکم مسئولون یعنی مجھ سے سوال تبلیغ کا ہوگا اور تم سے بھی سوال ہوگا کہ تبلیغ کی گئی یا نہ اور میں تم لوگوں سے پوچھونگا اور تم سے سوال کیا جائیگا کہ تم نے کیسے عمل کیا صواعق صفحہ ۹۰ میں لکھا وفی روایۃ للبخاری عن الصدیق من قولہ ارقبوا محمدا ص فی اھل بیتہ ای احفظوہ فیھم فلا توذوھم۔ انتہیٰ۔ یعنے ابوبکر نے کہا محمدؐ کو آپ کے اہل بیت کے بارہ میں ایذا نہ پہنچاؤ مجھے اس پر آیت یاد آ گئی ہے لم تقولون ما لا تفعلون۔ اور اتامرون الناس بالبر وتنسون انفسکم کنز العمال جلد ۳ صفحہ ۶۱ سے جو لکھا ہے اس میں یہ بھی اسی حدیث کا حصہ ہے کہ نبی صلعم نے فرمایا انی مسئول وانکم مسئولون مجھ سے پوچھا جائیگا تم سے بھی پوچھا جائیگا۔ فماذا انتم قائلون قالوا نشھد انک قد بلغت ونصحت فجزاک اللہ خیرا قال الستم تشھدون ان لا الہ الا اللہ وان محمدا عبدہ ورسولہ فرمایا کیا تم کہو گے عرض کیا ہم گواہ ہیں کہ آپ نے حکم پہنچا دیا اور نصیحت فرمائی آپ کو جزا خیر ملے فرمایا تم اسکی گواہی نہیں دیتے کہ معبود حقیقی اللہ تعالیٰ اور محمدؐ اس کے بندہ و رسول ہے عرض کیا گیا بے شک پھر فرمایا ایھا الناس ان اللہ مولای وانا مولی المؤمنین وانا اولی بالمؤمنین من انفسھم فمن کنت مولاہ فعلی مولاہ۔ پھر فرمایا انی سائلکم عبارت مرقومہ حاشیہ میں ہے۔ تو میں تم سے ثقلین کی بابت پوچھونگا دیکھنا تم ان کے ساتھ کس طرح برتاؤ کرو گے اور پوچھونگا تم کم متابعت کی کس حد تک تعمیل کی ہے۔ آخر فرمایا وعترتی اھلبیتی وانہ قد نبأنی العلیم الخبیر انھما لن یفترقا حتی یردا علی الحوض یعنی مجھے علیم خبیر نے خبر دی ہے کہ میری عترت قرآن سے حوض کوثر تک جدا نہ ہوگی۔ ساتھ ہی علیؑ کے اولےٰ و مولا ہونے کی تصدیق فرمائی اور حاضرین کی شہادت لی اور ضمناً تصدیق کرائی۔ اور کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۲۱۷ میں ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ نبی صلعم نے فرمایا جس کو یہ خوش لگے کہ میری حیات و ممات مثل ... کو جھٹلانے والے اور میری قرابت کے رشتہ مودت کو توڑنے والے ہوں گے خدا ان کو میری شفاعت نصیب نہ کریگا۔ انتہیٰ۔ ۱۲ مترجم

وفی التفسیر الصافی باسنادہ انی تارک فیکم الثقلین الثقل الاکبر والثقل الاصغر فاما الاکبر فکتاب ربی واما الاصغر فعترتی اہل بیتی فاحفظونی فیہما فلن تضلوا ما تمسکتم بہما۔ وفی حیات القلوب عن الاحتجاج عن سلیم بن قیس ہلالی عن ابی ذر مرفوعا۔ بدرستیکہ من گذاشتم درمیان شما دو چیز کہ ہرگز گمراہ نشوید مادام کہ متمسک بآنہا باشید کتاب خدا و اہل بیت من۔ الحدیث۔ وکذا فی اکمال الدین بخمسۃ وعشرین اسنادًا ومعانی الاخبار والخصال والامالی للشیخ الصدوق والتفسیر القمی۔ وفی حیات القلوب عن الصفار فی بصائر الدرجات والعیاشی فی تفسیرہ باسانید، والکافی فی کتاب الحجۃ والصافی شرح الکافی ولنکتف فی تحریر معنی حدیث الثقلین بما قالہ العلامۃ ابن حجر المکی فی الصواعق المحرقۃ قال بعد ذکرہ انہ صلعم اظہر حدیث الثقلین فی مواضع کثیرۃ ولا تنافی اذ لا مانع من انہ کرر علیہم ذلک فی تلک المواطن وغیرہا اہتماما بشان الکتاب العزیز والعترۃ الطاہرۃ (ثم قال) واخرج الملا فی سیرتہ حدیث فی کل خلف من امتی عدول من اہل بیتی ینفون عن ہذا الدین تحریف الضالین وانتحال المبطلین وتاویل الجاہلین الا وان ائمتکم وفدکم الی اللہ عز فانظروا من توفدون۔ (ثم قال) وہذان (ای الثقلان) کذلک اذ کل منہما معدن للعلوم اللدنیۃ والاسرار والحکم العلیۃ والاحکام الشرعیۃ ولذا حث النبی م علی الاقتداء والتمسک بہم والتعلم منہم (ثم قال) ثم الذین وقع الحث علیہم منہم انما ہم العارفون بکتاب اللہ

اور تفسیر صافی[1] صفحہ ۵ میں باسناد لکھا ہے کہ تحقیق میں تمہارے اندر ثقلین چھوڑتا ہوں ثقل اکبر اور ثقل اصغر بڑا ثقل کتاب خدا ہے اور چھوٹا عترت اور اہل بیت میرے ہیں خبردار ہر دو کے حقوق کو نگاہ رکھنا تو کبھی گمراہ نہ ہوگے جب تک ہر دو کی متابعت میں رہو گے۔

اور حیات القلوب مجلسی جلد ۲ صفحہ ۳۸ میں احتجاج سے نقل کیا ہے کہ سلیم بن قیس ہلالی ابی ذر سے روایت کرتا ہے کہ نبی م نے فرمایا میں تمہارے اندر دو چیزیں چھوڑے جاتا ہوں اگر تم اتباع ان کی کرتے رہو تو گمراہ نہ ہو گے۔ وہ ہر دو کتاب خدا اور اہل بیت میرے ہیں[2]۔ اسی طرح کتاب اکمال الدین میں پچیس اسنادوں سے اور معانی الاخبار اور خصال اور امالی شیخ صدوق میں اور تفسیر قمی میں اور حیات القلوب جلد ۳ صفحہ ۱۸ میں بروایت صفار بصائر الدرجات سے یہ حدیث ثقلین مروی ہے؛ اور عیاشی نے چند اسنادوں سے اپنی تفسیر میں لکھی ہے۔ اور کافی میں کتاب الحجۃ باب ۶۴ اور شرح صافی میں بھی ہے اور ہم حدیث ثقلین کے معنے ومقصود کے واسطے علامہ ابن حجر مکی کی تقریر صواعق محرقہ صفحہ ۸۹ سے لکھتے ہیں یہ کہ آنحضرت صلعم نے مقامات مختلفہ میں بہت دفعہ حدیث ثقلین فرمائی ہے اور اس حدیث کے اختلاف الفاظ و اسناد میں کوئی مخالفت نہیں کیونکہ جناب رسول اللہ صلعم نے قرآن شریف اور اپنی پاک عترت کے شان کے واسطے مختلف مقامات میں بہت دفعہ تاکید احکم متمسک فرمایا اور ملا نے اپنی سیرت میں روایت کیا کہ نبی مکرم صلعم نے فرمایا میری امت میں ہر زمانے میں میرے اہل بیت سے عادلین موجود ہوں گے جو اس دین سے گمراہوں کی تبدیلی احکام اور مجھ پر بناوٹ کرنے والوں اور جاہلوں کی غلط تاویلوں کو دفع کریں گے خبردار ہو جاؤ کہ تمہارے امام تم سے پہلے پیش خیمہ ہو کر جانے والے ہیں جن کو تم پیشوا بنانا چاہتے ہو ان کو خیال کر کے بناؤ۔ پھر ابن حجر نے کہا کہ یہ ہر دو ثقلین اسی طرح ہیں اس لئے کہ ہر ایک ان دونوں میں سے علوم خداداد و اسرار اور اعلیٰ حکمتیں اور احکام شرعیہ کے خزانے و معدن ہیں اسلئے جناب نبی صلعم نے ثقلین کی پیروی کرنے اور ان کو محکم پکڑنے کی ترغیب دی اور ان سے علم سیکھنے کے واسطے فرمایا۔ پھر کہا کہ جن کے لئے یہ ترغیب دی گئی ہے وہی عارف و ماہر کتاب[3] خدا

[1] کتب شیعہ سے حدیث ثقلین کا ثبوت اسلئے لکھا ہے جو کسی نے سوال کیا تھا کہ حدیث مذکور کتب شیعہ میں نہیں ہے اسپر اہل پرچہ رسالہ اصلاح نے جواب میں ثبوت دیا تھا اسی سے یہ روایات بہمیں وجہ نقل کی گئی ہیں ۱۲ مترجم [2] کتب شیعہ ختم ہوگئیں اب حوالجات لکھنے شروع کئے گئے ہیں ۱۲ مترجم [3] تقریر ابن حجر سے ہمارا مدعا بوضاحت ثابت ہو گیا ہے کہ عارف قرآن و سنت نبوی اہل بیت کے برابر کوئی بشر امت میں سے نہیں ہے اسی واسطے رسول م نے ان کی متابعت امت پر ضروری قرار دی ہے اور ہر زمانہ میں ایک ایسا

وسنت رسولہ اذ ھم الذین لا یفارقون الکتاب الی الحوض ویؤیدہ الخبر السابق ولا تعلموھم فانھم اعلم منکم وتمیزوا بذلک عن بقیۃ العلماء لان اللہ تعالیٰ اذھب عنھم الرجس وطھرھم تطھیرا وشرفھم بالکرامات الباھرۃ والمزایا المتکاثرۃ وقد مر بعضھا وسیاتی الخبر الذی فی قریش وتعلموا منھم فانھم اعلم منکم فاذا ثبت ھذا العموم لقریش فاھل البیت اولی منھم بذلک لانھم امتازوا عنھم بخصوصیات لا یشارکھم فیھا بقیۃ قریش وفی احادیث الحث علی التمسک باھل البیت اشارۃ الی عدم انقطاع متاھل منھم للتمسک بہ الی یوم القیامۃ کما ان الکتاب العزیز کذلک ولذا کانوا امانا لاھل الارض کما یاتی ویشھد بذلک الخبر السابق فی کل خلف من امتی عدول من اھل بیتی الخ

اور سنت رسول صلعم کے ہیں کیونکہ وہ وہی ہیں جو کتاب خدا سے حوض کوثر تک جدا نہیں ہو سکتے اور اسی کی مؤید یعنے تائید کرنے والی حدیث سابق ہے جس میں فرمایا کہ تم ان کو تعلیم نہ دینا کیونکہ وہ تم سب سے زیادہ عالم ہیں اور اسی بات میں وہ باقی علماء سے ممتاز ہو گئے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان سے پلیدی کو دور رکھ کر ان کو حق پاک کرنیکا پاک کیا اور کرامات ظاہرہ اور خوش خصالی سے ان کو مشرف فرمایا جیسا کہ بیان فرمایا۔ اور آگے حدیث آئیگی جس میں قریش کی مدح ہے کہ اُن سے سیکھو کیونکہ وہ زیادہ جانتے ہیں تم سے پس جب عام قریش کے واسطے یہ فضیلت ہے تو اہل بیت ان سب سے افضل ہیں کیونکہ ان میں وہ خصوصیات موجود ہیں جن میں باقی قریش بالکل شریک نہیں ہو سکتے۔ اور احادیث تمسک بہ اہل بیت میں اشارہ ہے کہ تاقیامت ایک نہ ایک اہل بیت میں سے ایسا لائق موجود رہیگا اور یہ سلسلہ قطع نہ ہوگا جس کے ساتھ تمسک صحیح ہوگا جیسا کہ کتاب اللہ تاقیامت بدستور موجود رہے گی اور اسی لئے اہل بیت امان ہیں زمین والوں کے لئے جیسا کہ آئندہ بیان ہوگا اور اس پر حدیث سابق بھی گواہ ہے کہ میری امت میں بعد میرے عادلین اہل بیت سے ہوں گے۔

اے مثل حوالہ صواعق محرقہ عبقات الانوار مجلد حدیث غدیر جزء ثانی نصف آخر صفحہ ۲۳۲ مطبوعہ لکھنؤ میں کتاب توضیح الدلائل علی ترجیح الفضائل مؤلفہ شہاب الدین احمد قسطلانی سنی سے حدیث طویل میں مروی ہے فرمایا صلعم نے علیکم بالسمع والطاعۃ للسابقین من عترتی والاخذ من بنوتی فانھم یصدون کم عن الغی ویدعونکم الی الخیر وھم اھل الحق ومعدن الصدق یحیون فیکم الکتاب والسنۃ ویمیتون عنکم الضلالۃ والبدعۃ۔ الخ یعنی تم پر میری عترت کی اطاعت لازم و واجب ہے کیونکہ وہی میری نبوت کے علوم سے لینے والے اور تم کو گمراہی سے بچانے والے اور نیکی کی طرف بلانے والے اور اہل حق و معاون صدق ہیں وہی تم میں کتاب خدا اور سنت کو زندہ رکھنے والے اور بے دینی و بدعت سے بچانے والے ہیں۔ (اس کے بعد وہی مضمون ہے جو حدیث بالا کنز العمال والی میں ہے) انتہیٰ۔ بحوالہ آیات محکمات جواب آیات بینات جلد ۲ صفحہ ۱۱۱۔ (نوٹ) آیت ثم اورثنا الکتاب الذین اصطفینا من عبادنا (ہم نے اپنے برگزیدہ بندوں کو کتاب کا وارث بنایا) سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ مخصوص افراد قرآن کی تفہیم کے لئے عالم قرآن کے ماہر قرآن کے ساتھ ہونے ضروری ہیں مصطفیٰ کا لفظ طالوت پر بھی آیا ہے جو نبی نہیں لہٰذا ائمہ اہل بیت اس آیت کے مصداق نہایت موزون ہیں۔

نوٹ متعلق روایت سنتی۔ بے شمار اسانید سے تو حدیث ثقلین اسی طرح وارد ہے جو درج کتاب ہذا ہے مگر کسی شاذ و نادر اسناد سے اہل تسنن نے بجائے عترتی اہل بیتی کے سنتی بیان کیا ہے اور اہل بیت کی اطاعت کو غیر ضروری بنلانے کے لئے نجدیوں اور ایڈیٹر النجم لکھنؤ و دیگر متعصبین نے حدیث ثقلین کا جواب تیار کیا ہوا ہے کہ نبی نے کتاب خدا اور سنت کو چھوڑا ہے اور ہر صحابی تابعی تبع تابعی کی روایتوں پر عمل کر رہے ہیں جو سنت کے قائل ہیں بس حدیث ثقلین پر عمل ہو گیا۔ اہل بیت کی کوئی خصوصیت نہیں میں کہتا ہوں اولاً بے شمار احادیث و اسانید صحیحہ کے خلاف کوئی روایت شاذ و مرجوح ناقابل قبول ہوتی ہے۔ اور قوت معارضہ سے معرا اس روایت کا یہی حال ہے باوجود اس کے اسناد اس کی بھی قوی نہیں۔ ثانیاً روایت کتاب اللہ و اہل بیتی صحیح مسلم میں وارد ہے اور صحیحین میں جو حدیث ہو اس کے مخالف کسی دوسری کتاب کی حدیث اس پایہ صحت کو نہیں پہنچتی اس طرح بھی مرجوح ہے۔ دیکھو اصول حدیث۔ ثالثاً اہل تسنن کے اندرونی اختلافات صحابہ و تابعین و مذاہب اربعہ و دیگر علماء ان کے زعم میں سب سنت نبی صلعم سے ہیں اور سب انکے نزدیک قرآن سے ماخوذ ہیں حالانکہ ان میں آسمان و زمین کا فرق ہے لہٰذا عقلاً باطل ہے کہ ایک ہی چیز ایک ہی حالت میں حرام بھی ہو اور حلال بھی اور قرآن میں یا قول و فعل نبی صلعم میں ایسا ہو تو یہ مزعومہ سنت اہل تسنن کی واجب الاتباع نہیں ہو سکتی ہر ایک مذہب کا معتقد مدعی ہے کہ ہم سنت کے متبع ہم ہیں۔ رابعاً بصورت فرض تسلیم صحت روایت کے واضح ہو کہ فلک النجاۃ میں اور یہاں اسکی تعلیق میں ثابت ہو چکا ہے کہ اہل بیت کا طریقہ بحکم مخبر صادق سنت رسول خدا صلعم اور منشاء قرآن کے مطابق ہے جو کبھی قرآن سے

(باقی حاشیہ ص۲۹ پر ملاحظہ ہو)

یہ حدیث شاذ ہے کثیر الاسناد بہرحال یہ روایت حدیث ثقلین سے تعارض کے قابل نہیں ۱۲ مترجم۔

ثم احق من یتمسک بہ منہم امامہم و عالمہم علی ابن ابی طالب لما قدمناہ من مزید علمہ و دقائق مستنبطاتہ ومن ثم قال ابوبکر علیؑ عترۃ رسول اللہ ای الذین حث علی التمسک بہم فخصہ لما قلنا و کذالک خصہ صلعم بما مر یوم غدیر خم (ثم قال) فمن الموثوق بہ علی ابلاغ الحجۃ وتاویل الحکم الی اہل الکتاب وانباء ائمۃ الہدیٰ ومصابیح الدجیٰ الذین احتج اللہ بہم علی عبادہ ولم یدع الخلق سُدیٰ من غیر حجۃ بصل تعرفونہم او تجدونہم الا من فروع الشجرۃ المبارکۃ وبقایا الصفوۃ الذین اذہب اللہ عنہم الرجس وطہرہم تطہیرا وبرّاہم من الافات (المنہیۃ من الشارع) وافترض مودتہم فی الکتاب انتہی

فی حد السارق قال العلامۃ عبد الرؤف المناوی فی فیض القدیر شرح الجامع الصغیر

پھر سب سے زیادہ لائق ان میں سے واسطے اتباع کے امام ان کا اور عالم ان کا علیؑ ابن ابی طالب ہے کیونکہ پہلے ہم بیان کر آئے ہیں کہ وہ بہت علم رکھتے اور دقائق مسائل جانتے ہیں۔ اور اسی واسطے ابوبکر نے کہا علیؑ عترۃ رسول اللہ سے ہیں یعنی وہ ہیں جن کی اتباع پر ترغیب دیگئی ہے پس ابوبکر کا مخصوص حضرت مرتضیٰ کو عترۃ سے واجب الاتباع ہونے کے لئے ذکر کرنے کی وہی وجہ ہے جو ہمنے پہلے مزید علم وغیرہ سے ذکر کی ہے۔ اور اسی لئے حضرت علیؑ کو غدیر خم کے دن رسول اللہ نے مخصوص فرمایا پھر ابن حجر نے کہا یقینی بات ہے کہ تبلیغ احکام ودلائل شرع کتاب والوں کے لئے اور امام ہدایت خبر دینے کے لئے اور روشن چراغ دفع ظلمت کے لئے وہ لوگ ہیں جن کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر معلم بھیجنے کی حجت تمام فرمائی ہے اور مخلوق کو آوارہ بلا حجت بغیر معلم کے نہیں چھوڑا تو کیا کوئی تم سوائے شجرہ نسب پاک نبوی ؐ کے کسی کو پہچان سکتے ہو کہ ایسا ہو سکے جیسے وہ برگزیدہ ہیں جن سے اللہ تعالےٰ نے پلیدی کو دور رکھا اور خوب ان کو پاک کیا ہوا ہے جیسا کہ چاہیئے تھا اور اللہ نے ان کو ممنوعات شرعیہ سے بری فرمایا ہوا ہے اور ان کی محبت اللہ تعالےٰ نے قرآن کریم میں فرض کردی ہے۔ بغیر ان کے کوئی نہیں۔ انتہیٰ من الصواعق صفحہ ۹۱ اور کتاب حد السارق مولفہ ایڈیٹر صاحب اصلاح کے صفحہ ۱۸۶ میں ہے کہ علامہ عبد الرؤف مناوی فیض القدیر شرح جامع صغیر میں

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۸) جدا نہیں اور وہی واجب الاتباع ہے۔ وہی اہل بیت نبی سنت کو زندہ کرنے والے اور بدعت کو مٹانے والے قرآن کے لازم وملزوم ہیں لہٰذا متلاشی سنت کو بھی اہلبیت ہی کی اطاعت ومتابعت واجب ٹھیری۔ پس مآل ومقصود جملہ احادیث ثقلین اور خلیفتین ایک ہی ہوا کہ کتاب خدا اور عترت نبی مصطفیٰ واجب الاتباع ہیں ان کی متابعت سنت نبویہ کی متابعت ہے اور امت کو رسول خدا صلعم انہی کے حوالہ فرما گئے ہیں اور جو ان سے تمسک نہیں کرتا وہ گمراہ ہے۔ اور قانون عمل بالحدیث اصول حدیث اہل تسنن میں یہی ہے کہ اگر صحیح معنے میں احادیث میں تعارض ہو یعنی ہر دو قسم کی احادیث قوت وصحت میں برابر ہوں تو بھی حتی الوسع ان میں تطبیق کرکے دونوں پر عمل کرنا چاہیئے نہ یہ کہ ایک کو متروک یا منسوخ قرار دیا جائے اور دوسری پر عمل ہو۔ یعنی ایسا معنے مراد لیا جائے جس سے دونوں پر عمل ہو۔ ۱۲ مترجم

۱؎ نوٹ عترت اہلبیت۔ فلک النجاۃ میں جو لفظ عترت لفظ اہلبیت کے ساتھ نبی صلعم نے اکٹھا فرمایا اس میں یہ مصلحت رکھی گئی ہے کہ لفظ اہل بیت سے اہل بیت سکنی کا مغالطہ نہ ہو۔ کیونکہ قرآن کا لازم ملزوم انہی کو قرار دیا گیا ہے جو طاہر ومطہر ہیں کسی حال میں قرآن سے جدا نہیں اور وہ آیت تطہیر کے مصداق اور حدیث ثقلین میں کتاب سے دوسری فرد ہیں اسلیئے جو طاہر ومطہر نہ ہو اس کے ساتھ تمسک کا حکم مخبر صادق ہرگز نہیں دیتے۔ اور نہ اس کو قرآن کا لازم وملزوم قرار دیتے ہیں یہ امر اظہر من الشمس ہے تو عترتی اہل بیتی فرمانے سے نبی ؐ نے بحث کا خاتمہ فرما دیا ہے کہ ازواج نبی اہل بیت مطہرین قرین قرآن ومصداق آیت تطہیر میں داخل نہیں۔ کیونکہ اگر آیت تطہیر میں داخل ہوتیں تو ان کی اتباع اور ان سے تمسک لازم قرار دیا جاتا اور ان کو قرآن سے دوسری فرد اس کے ساتھ لازم وملزوم اور جدا ہونے والی بیان فرمایا ہوتا مگر جہاں قرآن کا لازم وملزوم قرار دیا جاتا تھا وہاں تصریح فرما دی اور رفع ابہام فرمایا کہ اہل سے مراد میری عترۃ ہے اور کسی لغت واصطلاح میں دیکھا یا سنا نہیں گیا کہ کسی کی بیوی اس کی عترت سے بیان ہوئی ہو۔ صراح ومنتہی الارب میں عترۃ کا معنے اصل لکھا ہے اور منتہی الارب میں عترۃ کا معنی فرزندان واخص اقارب مرد لکھا ہے

قال الشريف يفهم منه وجود من يكون اهلاً للتمسك من اهل البيت والعترة الطاهرة فى كل زمان الى قيام الساعة حتى يتوجه البحث المذكور الى التمسك به كما ان الكتاب العزيز كذلك فلذلك كانوا امانًا لاهل الارض فاذا ذهبوا ذهب الارض كما فى العبقات مجلد الثقلين۔ ولا يخفى ان خطاب التمسك بالثقلين للحاضرين من الصحابة خواصهم وعوامهم بالاصالة بحيث لا يستثنى منه احد من الثلاثة ولا من غيرهم وللغائبين من التابعين وغيرهم تبعًا كما هو قانون الشرع فعلم ان كل الامة من الصحابة وغيرهم مامور باتباع الثقلين فكانت الامة كلها تابعة لهم لا متبوعة ومتعلمة منهم لا معلمة لهم و متاخرة عنهم لا متقدمة عليهم لان الاحق بالامامة والاقدمية هم لا هذه اى الامة العامة صحابة كانوا او غيرهم وثبت ان اهل البيت وجب ان يكونوا حاكمين لا محكومين وآمرين للامة لا مامورين و رُدَّ قول من قال ان كل تقى آل محمد داخل فى الثقلين لانه يستلزم وحدة المتمسك والمتمسك به وهو باطل مع ان هذا الحديث المشهور واهٍ جدا كما فى الفتح وحديث انس رفعه آل محمد كل تقى اخرجه الطبرانى ولكن سنده واهٍ جدًا[۲] واخرج البيهقى عن جابر نحوه من قوله

کہتا ہے کہ شریف سمہودی کہتا ہے اس حدیث سے ایک ایسے وجود کا اہلبیت وعترۃ طاہرہ سے ہر زمان میں موجود رہنا قیامت تک مفہوم ہوتا ہے جو پیشوائی اور واجب الاتباع ہونے کی اہلیت ولیاقت رکھتا ہو تو ترغیب وتاکید تمسک کا معنے صحیح ہوسکتا ہے جیساکہ قرآن ہمیشہ واجب الاتباع موجود ہے (ورنہ حکم تمسک ایسی چیز سے جو دنیا میں موجود نہیں لغو معلوم ہوتا ہے جو معاذ اللہ نبی ؐ سے بعید ہے) اور اسی لئے اہل بیت کا وجود باشندگان زمین کے لئے امان[۱] ہے پس جب وہ نہ ہوں تو زمین ہی نہ رہے گی اسی طرح عبقات الانوار مجلد الثقلین صفحہ ۲۸۰ میں ہے۔ اور یہ مخفی نہیں ہے کہ اصالتًا خطاب حکم اتباع بہ ثقلین کا جملہ صحابہ خاص وعام کے لئے تھا جو اس وقت حاضر تھے اس طرح کہ کوئی صحابی اس حکم سے مستثنیٰ نہیں ہے نہ اصحاب ثلاثہ اور نہ باقی صحابہ اور جو حاضر نہیں تھے اُن کو بمقتضائے فليبلغ الشاهد للغائب کے تبعًا یہ حکم پہونچایا گیا جیساکہ قانون شرع کا ہے۔ پس معلوم ہوا کہ کل امت خواہ صحابہ ہوں یا دوسرے مامور باتباع ثقلین ہیں پس ساری امت ثقلین کے تابع ہوگی نہ متبوع اور امت ان سے سیکھے گی نہ کہ ان کو سکھلائے گی۔ اور امت مقتدی اہل بیت ؑ کی ہوگی نہ پیشوا ان کی کیونکہ بدلائل مذکورہ مستحق امامت اور پیشوا ہونے کے وہی ہیں نہ امت خواہ صحابہ ہوں یا ماسوائے ان کے اور ثابت ہوا کہ اہل بیت حاکم اور امر کرنے والے امت کے واسطے ہوں گے نہ محکوم ومامور امت کے۔ اور قول اُس شخص کا جس نے کہا ہے کہ تحقیق ہر پرہیزگار آل نبی ؐ اور ثقلین میں داخل ہے مردود ہے۔ کیونکہ اس سے لازم آتا ہے کہ تابع اور متبوع ایک چیز ہے (نیز بغیر ایک رہنما متبوع کے وہ پرہیزگاری کیا کریں گے اگر اپنی رائے سے کریں گے تو تابع ہولئے خود کے ہوں گے جو کسی کی اتباع نہیں ہے بلکہ خودرائی اور سن گھڑت طریقہ ہوگا) اور تابع ومتبوع ایک ہی ہونا باطل ہے نیز جو اس قسم کی حدیث مشہور ہوگئی ہے وہ بہت ہی واہی ناقابل قبول ہے جیساکہ فتح الباری شرح بخاری جلد ۶ صفحہ ۵۳ میں ہے کہ حدیث انس جو نبی ؐ تک مرفوع ہوئی ہے یعنی یہ کہ آل محمد ہر پرہیزگار ہے اس کو طبرانی نے روایت کیا ہے لیکن سند اس کی بالکل واہی ہے اور بیہقی نے جابر سے مثل اس کے روایت کیا ہے تو وہ بھی سند ضعیف سے ہے۔ اس لئے قابل حجت نہیں ہے[۲]

قیامت تک کسی وقت زوال اہل بیت سے متمسک ہر زمانہ میں ضرور ہونا ہے

حدیث ہر پرہیزگار آل محمد ہے ضعیف ہے

[۱] جیساکہ نبی کا ہونا عذاب سے امان تھا چنانچہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے وما كان الله ليعذبهم وانت فيهم یعنی اللہ تعالیٰ اس حالت میں عذاب نہیں دیتا ہے کہ تو ان کے اندر موجود ہے پس ذریۃ نفس النبی جن کی خلقت نور واحد سے ہے ضرور باعث امان ہوسکتی ہے ۱۲ مترجم

[۲] منہاج السنۃ ابن تیمیہ مطبوعہ مصر جلد ۴ صفحہ ۲۱ میں اس حدیث کی نسبت لکھا ہے۔ هو حديث موضوع۔ سورہ آل عمران میں ان الله اصطفٰى آدم ونوحا وآل ابراهيم کی تفسیر میں فخر رازی جلد ۲ صفحہ ۶۵۳ میں لکھتے ہیں (باقی حاشیہ ص ۱۳۱ پر ملاحظہ ہو)

فی الصواعق خبرالی کل مومن تقی ضعیف فلزم ان یکون الایمة من اھل البیت وکانت بیعتھم لازمة فی اعناق المسلمین لابالعکس کما ھومقتضی الحدیث المذکور من قوله علیه السلام ولا تقدموھما فتھلکوا ولا تعلموا ھما فانھما اعلم منکم وکما فی الصواعق من تاھل منھم للمراتب العلیة والوظائف الدینیة کان مقدما علے غیرہ ——

تنبیہ[1] فی ان اھل البیت من ھم ——

اعلم ان فی اطلاق اھل البیت علی علیؑ والحسن والحسین وسیدة النساء فاطمة الزھراء علیھم السلام روایات کثیرة شھیرة فی کتب التفسیر والحدیث عند الفریقین وجل الادلة

اسی طرح صواعق محرقہ صفحہ ۸۷ میں ہے کہ حدیث آل میری ہر مؤمن پرہیزگار رہتے کی ضعیف ہے۔ (الحاوی للفتاوی للسیوطی ج ۲ صفحہ ۸۹ میں ہے حدیث انا جدّ کل تقی لا اعرفہ) پس ثابت ہوا کہ پیشوا اہل بیتؑ سے ہوں گے اور ان کی بیعت لوگوں کی گردنوں میں ہونی چاہیئے نہ یہ کہ اہل بیتؑ کی گردنوں میں امت کے بعض لوگوں کی بیعت ہو جیسا کہ حدیث مذکور سے ظاہر ہے جو نبیؐ نے فرمایا تم ثقلین کے پیشوا نہ بننا ورنہ ہلاک ہو جاؤ گے اور ان کے معلم نہ ہونا کیونکہ تم سب سے یہ بہت واقف ہیں اور جیسا کہ صواعق صفحہ ۱۳۶ میں ہے کہ جو اہل بیتؑ سے مراتب عالیہ اور اعمال دینیہ کی لیاقت رکھتا ہو وہ سب لوگوں سے مقدم سمجھا جائے گا۔

بیان حدیث ثقلین کے پیچھے یہ مضمون الحاق کیا جاتا ہے کہ اہل بیت سے مراد کون ہے؟

جاننا چاہیئے کہ تحقیق اطلاق اہل بیت کا جناب علیؑ اور حسنؑ و حسینؑ اور سیدۃ النساء فاطمۃ الزہرا علیہم السلام پر بروایات مشہورہ بکثرت کتب تفسیر و حدیث فریقین میں وارد ہے۔ اور بڑی بھاری ما

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۰) بعض نے کہا اس جگہ آل ابراہیم سے مراد مومنین ہیں جیسے ادخلوا آل فرعون میں ہے مگر صحیح یہ ہے کہ مراد آل ابراہیمؑ سے اولاد ابراہیمؑ ہے اور وہی مراد ہیں آیت انی جاعلک للناس اماما قال ومن ذریتی میں تو اس سے ظاہر ہوا کہ آل سے ذریت ہی مراد ہے اور ذریت ابراہیمؑ میں امامت موعودہ چلی آتی ہے اور ائمہ اہل بیتؑ انہی میں سے ہیں۔ نیز سنیوں کے نزدیک ابوبکر صاحب بعد نبیؐ سب صحابہ سے افضل ہیں اور وہ قصہ ابلاغ سورۃ براءۃ میں اہل بیت سے خارج ہو چکے ہیں پھر ان سے کم درجہ کا متقی کون داخل آل ہو سکتا ہے۔ دیکھو خصائص نسائی صفحہ ۱۹ لا یذھب بھا الا رجل من اھل بیتی ھو منی وانا منه۔ اور صفحہ ۲۰ میں خصائص میں دوسری روایت کے الفاظ ہیں رجل من اھلی اور رجل منی ہے۔ اور ترمذی ابواب التفسیر جلد ۲ صفحہ ۱۳۵ میں بھی لا ینبغی لاحد ان یبلغ ھذا الا رجل من اھلی یعنی نبیؐ نے آیات سورہ براءت ابوبکر صاحب کو دی تھیں کہ حج کے مقام پر تبلیغ کرے پھر وحی ہوئی کہ ان کا کام نہیں واپس لے کر علیؑ کی معرفت یہ کام انجام دو نبیؐ نے حضرت علیؑ کو بھیجا انہوں نے لیکر تبلیغ فرمائی اور نبیؐ نے ابوبکر صاحب کو فرمایا کہ یہ تبلیغ کا کام بجز اس کے نہیں ہو سکتا جو میرے اہل سے ہو یا اہل بیت سے ہو یا فرمایا مجھ سے ہو یعنی میرے ساتھ اس کو یگانگت ہو۔ اور مفردات راغب اصفہانی برحاشیہ نہایہ جلد ا صفحہ ۱۳۸ میں ہے کہ لفظ اہل بیت متعارف آل نبی میں ہے تیسیر الباری ترجمہ بخاری پ ۱۲ صفحہ ۴۶ حاشیہ ۱۰ میں ہے آل میں ازواج داخل نہیں۔ اور چچا زاد بھائی آل میں داخل ہے جیسے مومن آل فرعون سے اور تابعدار فرعون نہ تھا۔ انتہی۔ دیکھو تفسیر کبیر جلد ۷ صفحہ ۴۱۶ و ابو السعود صفحہ ۳۱۵۔ اور آیت سورہ آل عمران رکوع ۴ میں ذریة بعضھا من بعض اور سورہ حدید میں وجعلنا فی ذریتھما النبوة بھی اس پر دال ہے کہ آل سے مراد اولاد ہے۔

[1] تفسیر وحیدی برحاشیہ قرآن مترجم وحیدی مطبوعہ لاہور گیلانی پریس پ ۲۲ صفحہ ۵۴۹ میں حاشیہ ۷ پر مولوی وحید الزمان صاحب لکھتے ہیں بعضوں نے اس کو خاص رکھا ہے نبی گھر والوں سے یعنی حضرت علیؑ اور حضرت فاطمہؑ اور حسنؑ حسینؑ سے۔ مترجم کہتا ہے صحیح مرفوع حدیثیں اسی کی تائید کرتی ہیں کہ جب آنحضرت صلعم نے خود بیان فرما دیا کہ میرے گھر والے یہ لوگ ہیں تو اس کا قبول کرنا واجب ہے اور ایک قرینہ اس کا یہ ہے کہ اس آیت کے اول اور آخر جمع مؤنث حاضر کی ضمیر سے خطاب ہے، اور اس میں جمع مذکر کی ضمیر سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ آیت ان آیتوں کے بیچ میں رکھدی گئی جن میں ازواج مطہرات سے خطاب تھا اور شاید صحابہ نے اجتہاد سے ایسا کیا واللہ اعلم انتہی۔ اب تو راز فاش ہو گیا کہ اس آیت کو صحابہ نے نسبی نبی

علیہ آیۃ التطہیر[۵۱] وآیۃ المباھلۃ وحدیث الکساء کما روت ام سلمۃ اخرجہ الترمذی والدولابی والبیہقی واحمد والطبرانی وابن عمر اخرجہ البیہقی والحاکم وعائشۃ اخرجہ المسلم[۵۲] والترمذی وواثلۃ بن الاسقع اخرجہ احمد وابو حاتم[۵۳] والحاکم وصححہ والدیلمی وانس بن مالک اخرجہ احمد والترمذی عن الحسن بن علی من طرق[۵۴] بعضہا سندہ حسن وانا من اھل البیت الذین اذھب اللہ عنھم الرجس اخرجہ ابن سعد وابو سعید الخدری اخرجہ البغوی فی تفسیرہ اخرج ابن جریر واحمد عنہ انما نزلت فی خمسۃ وعلی اخرجہ الدیلمی وسعد بن ابی وقاص اخرجہ النسائی وجابر بن عبد اللہ اخرجہ الحاکم فی المستدرک وابن عباس اخرجہ ابو حاتم ناقلا من السیرۃ الحلبیۃ وغیرھا

اس پر آیت تطہیر اور آیت مباہلہ اور حدیث کساء کی ہے جیسا کہ اس کو حضرت ام سلمہؓ سے ترمذی ودولابی وبیہقی واحمد وطبرانی نے روایت کیا اور ابن عمر سے بیہقی اور حاکم نے اور عائشہ سے مروی ہے جس کو مسلم اور ترمذی نے روایت کیا۔ اور واثلہ بن اسقع سے احمد وابو حاتم وحاکم وبیہقی ودیلمی نے اور انس بن مالک سے احمد وترمذی نے اور جناب حسن بن علیؑ سے بچند طرق مروی ہے جن سے بعض کی سند حسن ہے یہ کہ امام حسنؑ نے فرمایا میں اُنہی اہل بیت سے ہوں جن کو اللہ تعالیٰ نے پاک کیا ہے اور پلیدی کو ان سے دُور کیا ہے اس حدیث کو ابن سعد نے روایت کیا ہے۔ اور ابو سعید خدری سے اس حدیث کو بغوی نے اپنی تفسیر میں اور ابن جریر واحمد نے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ آیت تطہیر پانچ تن کے حق میں اُتری ہے اور علیؑ سے دیلمی نے اور سعد بن وقاص سے نسائی نے اور جابر بن عبد اللہ سے حاکم نے روایت کیا ہے مستدرک میں اور ابن عباس سے ابو حاتم نے سیرۃ حلبیہ وغیرہ سے روایت کیا!

[۵۱] طہارت علیؑ کی دلیل کافی ہے یہی جو رسول خدا نے اپنے ہمراہ خصوصیت بحالت جنابت دخول مسجد میں حضرت علیؑ کو شریک فرمایا ہے کہ میرے اور علیؑ کے سوا کوئی جنب مسجد میں داخل نہیں ہو سکتا۔ تفصیل وتصحیح اس کی روضۃ الاحباب جلد ۱ ص۲۹ میں ملاحظہ اسی طرح جناب فاطمہؑ وحسنینؑ کے لئے یہی حکم آیا ہے ۱۲ مترجم [۵۲] ابی سعید خدری صواعق ص۸۵ وصحیح مسلم جلد ۲ ص۲۸۳ در روایت عائشہ میں حدیث کساء کا بیان ہے ۱۲ مترجم [۵۳] یہ سب روایات ارجح المطالب ص۵۵ لغایت ص۱۰ میں اور تفسیر در منثور میں اکثر ان سے موجود ہیں ۱۲ مترجم [۵۴] صواعق طبع مصر ص۱۰۱ میں اسی طرح مرقوم ہے بلکہ اس کے آخر میں وطہرھم تطہیراً بھی ہے اور بالفاظ یحن اھل البیت الذین قال اللہ فیھم انما یرید اللہ الآیۃ خطبہ امام حسنؑ میں علی بن برہان الحلبی نے سیرۃ حلبیہ طبع مصر جلد ۳ ص۳۳۳ میں نقل کئے ہیں اور مروج الذہب جلد ۲ ص۳۰۷ سے مصالحت معاویہ کے بیان میں مرقوم ہے اس خطبہ امام حسنؑ میں احد الثقلین کا لفظ بھی ہے کہ میں ان میں سے ایک ثقل ہوں اور شرح فقہ اکبر علی قاری مطبوعہ محمدی لاہور ص۱۲۵ میں ہے الا اولاد فاطمۃ فانھم یفضلون علی اولاد ابی بکر وعمر وعثمان لقربھم من رسول اللہ فھم العترۃ الطاھرۃ والذریۃ الطیبۃ الذین اذھب اللہ عنھم الرجس وطھرھم تطہیرا کذا فی الکفایۃ۔ انتہیٰ۔ یعنی اولاد فاطمہؑ بوجہ قرب رسولؐ کے باقی سے افضل ہیں ان کو اللہ تعالےٰ نے پاک کیا ہے حق پاک کرنیکا اور پلیدی کو ان سے دُور رکھا۔ نیز دیکھو حاشیہ متعلقہ خطبہ امام حسنؑ جو بیان مصالحت امام حسنؑ با معاویہ میں لکھا گیا ہے طھرھم تطہیرا بہ صیغہ ماضی خطبہ امام حسنؑ میں اس کی کافی دلیل ہے کہ آیت تطہیر انہی کے حق میں اتری اور یہ طاہر مطہر ومعصوم ہیں۔ یذھب عنکم الرجس کے بعد تاکید ویطھرکم سے پھر ذکر مفعول مطلق سے مؤکد کرنا اس پر دال ہے کہ یہ ارادہ تکلیفی نہیں بلکہ ایقاعی ہے۔ اس پر شاہد عادل خود امامؑ ہے کہ مقام احتجاج پر اپنی طہارت کا ذکر فرمایا۔ اور مثل عبارت شرح فقہ اکبر مندرجہ حاشیہ مذکورہ کے شرح عقاید نسفی طبع نولکشور کے حاشیہ ص۸۵ قرۃ وکمال وکفایہ سے ص۱۱۱ میں بھی ہے۔ نیز مثل فرمان امام حسنؑ کے امام حسینؑ وحضرت زینبؑ کا خطبہ بیان مصالحت معاویہ حال عزوا کے حاشیہ میں بحوالہ تذکرہ صفحہ ۱۳۴ - ۱۱۴ - ۱۴۷ ملاحظہ ہو اور دیکھو دربیان تطہیر ومودت عبارت صواعق محرقہ وشرح فقہ اکبر وفرع نامی وغیرہ لفظ اذھب وطھّر بصیغہ ماضی کا اقرار اور خطبہ امام میں طبری وکامل کا حوالہ دربیان مصالحت معاویہ اور دیکھو تقریر عبد اللہ بن عباس کی تقریر مکالمہ عمر وابن عباس میں جو خلافت کے غاصبانہ ہونے کے بارہ میں مروی ہے۔ ابن عباس نے تطہیر سے استدلال کیا ہے۔ اور مقدمہ ابن خلدون مطبوعہ مصر صفحہ ۱۲ میں دربیان ادریس از اولاد امام حسنؑ لکھا ہے۔ علی ان تنزیہ اھل البیت عن مثل ھذا من عقائد اھل الایمان فاللہ سبحانہ قد اذھب اللہ عنھم الرجس وطھرھم تطہیرا ففراش ادریس طاھر من الدنس ومنزہ عن الرجس بحکم القرآن ومن اعتقد خلاف ھذا فقد باء باثمہ وولج الکفر من بابہ۔ اس عبارت ابن خلدون متعصب سنی سے میری غرض فقط یہ ہے کہ اس میں ابن خلدون نے طہارت اہل بیتؑ کو تسلیم کیا

(باقی حاشیہ صفحہ ۳۳ پر ملاحظہ ہو)

تطہیر اہل بیت

علی قاری ودیگر علماء اہل سنن کا اقرار طہارت اہل بیت اور ائمہ کا دعوی طہارت

فی الصواعق المحرقۃ آیۃ التطہیر اکثر المفسرین علی انہا نزلت فی علیؑ وفاطمۃؑ والحسنینؑ الخ لتذ کیر ضمیر عنکم وما بعدہ۔ فی الصواعق قال ابو بکر علیؑ عترۃ رسول اللہؐ۔ وفیہ اخرج الدیلمی عن ابی سعید الخدری ان النبیؐ قال وقفوھم انھم مسئولون عن ولایۃ علیؑ وکان ھذا ھو مراد الواحدی بقولہ روی فی قولہ تعالیٰ وقفوھم الآیۃ ای عن ولایۃ علی او اھل البیت۔ ثم قال والمعنی انھم یسئلون ھل والوھم حق الموالاۃ کما اوصاھم النبیؐ ام اضاعوھا فتکون علیھم المطالبۃ انتھیٰ۔

اور صواعق محرقہ صفحہ ۸۵ میں ہے کہ اکثر مفسرین اس پر متفق ہیں کہ آیت تطہیر علیؑ و فاطمہؑ و حسنین کے حق میں اتری ہے اس واسطے مذکر ہونے ضمیر عنکم کے اور دوسرے ضمیر مابعد اس کے کا مذکر ہونا بھی اس کا مؤید ہے۔ (اسی طرح بعینہ فارسی ترجمہ اس کا مدارج النبوۃ مطبوعہ نولکشور ج ا صفحہ ۳۶۴ میں ہے بعدہ لکھا چنانچہ اکثر روایات دال بر آنست) صواعق صفحہ ۹۰ میں ہے۔ ابو بکر نے کہا علیؑ عترت رسول اللہؐ ہیں اور صواعق صفحہ ۸۹ میں ہے دیلمی نے ابو سعید خدری سے روایت کی کہ نبیؐ نے فرمایا آیت وقفوھم انھم مسئولون سے مراد یہ ہے کہ دن قیامت کے حکم ہوگا کہ سب کو کھڑا کرو تحقیق ان سے ولایت علیؑ کا سوال کیا جانا ہے اور یہی مراد واحدی کی ہے اسی کے اس قول سے جو فرمان الٰہی وقفوھم الخ میں مروی ہے کہ سوال ولایت علیؑ اور ولایت اہل بیتؑ کا ہوگا۔ اور پھر کہا ہے کہ معنی یہ ہے کہ اس امر سے لوگ پوچھے جائیں گے کہ کیا اہل بیت کو دوست رکھا ہے حق و دوستی کا جیسا کہ اس کی نبیؐ نے وصیت فرمائی تھی یا کہ حق مودت اور وصیت کو ضائع کیا ہے؟ اگر ضائع کیا تو ضائع کرنیوالوں پر مطالبہ اور سزا ہوگی ختم ہوئی عبارت۔

(بقیہ حاشیہ ۳۲) اور اس اعتقاد کو ایمان کی جزو قرار دیا ہے اور اس کے خلاف جو اعتقاد رکھے اس کو داخل دروازہ کفر سمجھا ہے اور قرآن کے حکم تطہیر کو اس بارہ میں قطعی اعتقاد کیا ہے اور کتب بالا سب میں صیغہ ماضی استعمال ہوا ہے جو طہارت واقع شدہ کا مظہر ہے۔ پس باعتراف معتبرین علماء سنیوں کے طہارت ائمہ طاہرین کی ثابت ہوئی خمسہ نجباء کے علاوہ دیگر ائمہ طاہرین کی طہارت باخبار ہر امام کے اپنے مابعد امام کے واسطے اور باعتراف علماء مخالفین کے ثابت ہے کتب بالا کی عبارت بہ تفسیر آیت تطہیر سے مطلق ذریت طیبہ طاہرہ ثابت ہے اور چونکہ نبی کی اولاد سب نبی نہیں ہوتے اور نہ امام کی اولاد سب امام لہٰذا علی سبیل التنزل اہل بیت میں سے چند نفوس طاہرہ کا ہونا لازمی اور علی سبیل التغلیب ذریۃ طاہرہ کا اطلاق ہوتا چلا آیا ہے اس کی تشخیص کہ کون کون ایسے ہیں مشک آنست کہ خود ببوید نہ کہ عطار بگوید اپنی آپ دلیل ہوتے ہیں کہ مخالف و موافق کو اقرار طہارت و فضائل ان کے سے چارہ نہیں ہوتا اور ان کی نظیر عام افراد بلکہ خواص میں بھی نہیں ملتی ہے اور ہر معصوم اپنے مابعد کی عصمت و امامت و طہارت کی خبر دیتا ہے جو دلیل قطعی ہوتی ہے اور آیت تطہیر کی تفسیر سمجھی جاتی ہے جیسا کہ زیادہ حصہ احکام کا قرآن میں مجمل ہے اور تفسیر و تشریح سب کی احادیث سے ہوتی ہے انوار اللغۃ پارہ اول صفحہ ۵۰ طبع لاہور میں علامہ وحید الزمان سنی حدیث نقل کرتے ہیں سئل الصادقؑ من الآل فقال ذریۃ محمدؐ فقیل لہ من الاھل فقال الائمۃ پھر اسی کے صفحہ ۵۱ لغت اہل میں لکھا پھر پوچھا گیا عترت کون ہیں؟ فرمایا کملی والے (ضروری نوٹ) نسیم الریاض شرح شفا عیاض جلد ۳ صفحہ ۴۵۶ میں بعد حدیث کساء لکھا ہے آیت تطہیر میں جب ارادہ تطہیر کو خدا تعالیٰ نے ظاہر فرمایا تو مراد کا پورا ہونا ضروری ہے پھر اس اظہار طہارت کا مطلب کیا ہے یا تو تاکید کے لئے ہے یا اظہار قدر کے واسطے ہے کہ لوگ سمجھیں یا دوام و ثبات کے لئے ظاہر فرمایا۔ اسی دوام کی دعا نبیؐ نے حدیث کساء میں فرمائی۔ انتہیٰ جیسے اھدنا الصراط المستقیم ہمیشہ نماز میں پڑھا جاتا ہے۔ اس میں جہلا نادانوں کا جواب ہے جو کہتے ہیں مراد ارادہ تکلیفی ہے۔ یا یہ کہ نبیؐ نے دعا کیوں کی اگر وہ پاک ہو چکے تھے۔ ۱۲ مترجم

۵ مراح میں ہے عترۃ بالکسر اصل و عترۃ خویشاں و نزدیکاں مرد تو عترتی اھل بیتی کے لفظ نے ہر شبہ کو دور کر دیا ہے جو سنیوں کے دل میں آتے ہیں کیونکہ جو اصل اور سب سے اقرب ہیں جن سے نبیؐ کا نام مبارک قائم رہا اور جن کو نبی نے اپنی صلب کی اولاد فرمایا انہائی دنیا و آخرت میں فرمایا ان کے بغیر کوئی اور مقصود حدیث ثقلین سے نہیں ہو سکتا۔ علامہ وحید الزمان انوار اللغۃ مطبوعہ ...

و آیۃ المباہلۃ[۱]

فی الصواعق قولہ تعالیٰ فمن حاجک فیہ من بعد ما جاءک من العلم فقل تعالوا ندع ابناءنا و ابناءکم و نساءنا و نساءکم و انفسنا و انفسکم[۲] ثم نبتہل فنجعل لعنت اللہ علی الکاذبین

اور آیت مباہلہ کا بیان صواعق صفحہ ۹۲ میں ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ جو تیرے ساتھ جھگڑا کرے اے نبی بعد علم آجانے کے پس کہہ دے تو کہ آجاؤ بلالیں ہم اپنی اولاد کو اور تم اپنی اولاد کو اور ہم اپنی عورتوں کو اور تم اپنی عورتوں کو اور ہم اپنے نفسوں کو اور تم اپنے نفسوں کو پھر مباہلہ کریں اور ہم کہیں جھوٹوں پر اللہ کی لعنت ہو۔

سلہ آیہ مباہلہ کی توضیح یہ ہے کہ آیت مباہلہ میں ندع ابناء الآیہ کی ضمیر متکلم مع الغیر مثل آیت تعالوا الی الکلمۃ سواء بیننا و بینکم عام ہے کوئی لفظ تخصیص اقربا رسول پر دال نہیں بذریعہ نبی عام مسلمانوں اور عام نصاریٰ نجران کے درمیان قول و قرار تھا کیونکہ مقابلہ میں کوئی چھوٹا نبی اور اس کے رشتہ دار نہیں تھے بلکہ عقائد مسلمانوں اور عقائد نصاریٰ کے درمیان جو اختلاف تھا اُس میں سچوں اور جھوٹوں کا فیصلہ مباہلہ پر قرار دیا گیا۔ یہ مفسرین اہل تسنن کی خود ساختہ تفسیر ہے کہ وہ صرف قریبی رشتہ داران رسول کیلئے ہی حکم تھا یہ امر قرآن سے ثابت نہیں ہوتا جب حکم عام ہے تو صحابہ میں سے بہ قول سنیوں کے عمر رسیدہ اور خدا رسیدہ اور افضل الناس یار غار جو قریبی رشتہ دار یعنی خسر بھی تھے۔ حضرت دوئم بھی اسی طرح تھے اُن کی دو صاحبزادیاں رسول کی ازواج میں تھیں ایک صاحب تو نبی کی غلطیوں کی اصلاح بھی کرتے تھے اور نبی کے بعد نبی ہونے کی قابلیت بھی رکھتے تھے ایک اور قریبی عزیز تھے جن کو دو چند شرف دامادی پیغمبر بھی حاصل تھا موجود تھے مگر مردوں سے کوئی ایسا مقبول خدا مستجاب الدعاء انفسناء کا صحیح مصداق اور صدق میں بے شبہ اعلیٰ فرد بجز علیؑ کے نبیؐ کو معلوم نہیں ہوا اس بناء پر حضرت علیؑ ہی مع حسنینؑ بر مقابلہ دیگر صحابہ کو نوامع الصادقین کے صحیح مصداق اور پیشوا قابل اقتدا ہو سکتے ہیں دوسرا کوئی ان کے برابر نہیں ہے اور نہ عورتوں میں بجز ایک زہرا علیہا السلام کے اس پایہ کی کوئی عورت نبیؐ کو معلوم ہوئی جس کو مباہلہ میں شامل فرماتے کلمہ نساءنا تو ازواج کو شامل تھا بلکہ یہی معنے متبادر تھا۔ کلمہ بنا تنا وارد نہیں ہوا کہ بیٹی ہی کو لے جاتے اور بقول سنیوں کے ازواج میں سے محبوب ترین زوجہ اور دنیا کی سب عورتوں سے افضل نبیؐ کے پاس حضرت عائشہ بھی موجود تھیں مگر نبیؐ نے اُس کو یا کسی دوسری عورت کو مباہلہ میں جناب زہرا علیہا السلام کے ساتھ شامل کرنا مناسب نہیں سمجھا حالانکہ قرآنی حکم صیغہ جمع نساءنا موجود ہے جس کی تعمیل عورتوں کی ایک فرد سے کی گئی یعنی جناب زہرا علیہا السلام دختر خود کو ہی لے گئے۔ اگر بالفرض بقول اہل تسنن نبیؐ کو اپنے قریبی رشتہ داروں یعنی بنی ہاشم کے لیجانے کا حکم تھا تو حضرت عباس چچا رسول خدا کا اور عبد اللہ ابن عباس اور قثم ابن عباس ہر دو چچازاد بھائی آپ کے اور امامہ دختر زینب یعنی دوہتی نبیؐ کی وغیرہ وغیرہ فرد بنی ہاشم سے موجود تھیں۔ ان کو نبیؐ پاک نے مباہلہ میں کیوں شامل نہیں فرمایا۔ اور حضرت عباس وہ ہیں جن کو دعاء استسقاء میں حضرت عمر جیسے نے وسیلہ بنایا تھا۔ (ذلک فضائل جناب علیؑ جلد ۱) اگرچہ حضرت عباس نے پھر جناب امیرؑ اور حسنینؑ کو اپنے ساتھ لیکر وسیلہ بنایا اور حضرت عمر سے کہہ دیا کہ تم لوگوں سے کوئی ہمارے ساتھ اس مقام دعا میں شریک نہ ہو تم جدا رہو گویا عمر صاحب کا دعا کے وقت الگ رکھنا حضرت عباس نے بھی اسی طرح مناسب سمجھا جیسے رسول اللہ نے مباہلہ میں اُن کو دور رکھا۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ اس موقعہ پر مباہلہ میں صرف رشتہ داری کو دخل نہ تھا اور نہ صغر سنی اور کبر سنی کو بلکہ پاک باطنی اور کمال ایمانی کو اور عین الیقین کے درجہ پر فائز ہونے کو دخل تھا۔ اور جن کے مثل نبیؐ صادق کامل ہونے میں ذرہ بھی شائبہ کذب کا نہ تھا۔ مسلمانوں سے ایسے فردوں کی ضرورت تھی اور یہی انفسنا سے مقصود ہے۔ ہم اور ہمارے جیسے اور چونکہ صیغہ جمع کا ہے چند اور بھی شامل ہو جاتے تو تعمیل صیغہ جمع کی احسن طریق سے انجام پا جاتی کیا ہرج تھا لیکن ایسا وجود پنج تن پاک کے برابر کوئی نہ مل سکا اسلئے اور کسی کو شامل نہیں کیا گیا کیونکہ اگر کوئی فرد ایسی ان میں شامل کر دیجاتی جس میں جھوٹ کی ذرہ برابر ملاوٹ ہوتی یعنی اُس سے جھوٹ کا ظاہر ہونا ممکن ہوتا تو اُن پر بد دعا کا اثر ظاہر ہونیکا احتمال ہوتا تو بہر حال اس واقعہ سے اتنا یقیناً ثابت ہوتا ہے کہ اتنی بڑی جماعت مسلمانوں میں جو درجہ خلوص اور کمال سچائی کا ان پانچ فردوں کو برابر برابر حاصل تھا اور کسی کو نصیب نہ تھا اور یہ کہ حسنینؑ کو بچپن ہی سے وہ درجہ کمال حاصل تھا جو بڑے بڑے سن رسیدہ قریبی یا بعیدی صحابہ کو نصیب نہ تھا۔ ۱۲ مترجم۔

سلہ تشریح اہلبیت۔ انفسنا آیۃ مباہلہ کی تفسیر میں حدیث خاصف النعل مندرجہ ذلک النجاۃ بیان فضائل علیؑ کافی ہے کہ ۴

(باقی حاشیہ صفحہ ۴۳ پر ملاحظہ ہو)

قال فی الکشاف لادلیل اقوی من ھذا علی فضل اصحاب الکساء وھم علیؑ وفاطمۃؑ والحسنانؑ لانھم لما نزلت دعاھم صلعم فاحتضن الحسین واخذ بید الحسن ومشت فاطمۃ خلفہ وعلیؑ خلفھما فعلم انھم المراد من الآیۃ وان اولاد فاطمۃ وذریتھم یسمون ابناءہ وینسبون الیہ نسبۃ صحیحۃ نافعۃ فی الدنیا والآخرۃ وکذا اخرجہ مسلم عن سعد بن ابی وقاص والترمذی والنسائی والحاکم۔ وفی تشریف البشر بذکر الائمۃ الاثنی عشر للسید الصدیق حسن خان المراد من الآل علیؑ وفاطمۃؑ والحسنانؑ ویدل علیہ آیۃ المباھلۃ وآیۃ التطھیر والکساء وکذا فی التفسیر الخازن وغیرہ۔ قال الحافظ فی الفتح قال احمد المراد بآل محمد فی حدیث التشھد اھل بیتہ وعند الشافعی من حرمت علیہ الصدقۃ وقیل المراد بالآل ذریۃ فاطمۃ خاصۃ حکاہ النووی فی شرح المھذب۔ وفیہ فی ذکر البیت یعنی اخبر النبی بشر لخدیجۃ ببیت فی الجنۃ (لان مرجع اھل بیت النبی الیھا لما ثبت فی تفسیر قولہ تعالی انما یرید اللہ الآیۃ قالت ام سلمۃ لما نزلت دعا النبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم فاطمۃ وعلیا والحسنین فجللھم بکساء وقال اللھم ھؤلاء اھل بیتی الحدیث اخرجہ الترمذی وغیرہ ومرجع اھل البیت ھؤلاء الی خدیجۃ لان الحسنین من فاطمۃ وفاطمۃ بنتھا وعلیؑ نشأ فی بیت خدیجۃؓ وھو صغیر ثم تزوج بنتھا بعدھا فظھر رجوع اھل البیت النبوی الی خدیجۃ دون غیرھا۔ انتھی۔

تفسیر کشاف میں زمخشری نے کہا ہے کہ کوئی دلیل فضیلت صاحبان چادر کے واسطے جو کہ علیؑ وفاطمہؑ وحسنینؑ ہیں قصہ مباہلہ سے زیادہ قوی نہیں ہے کیونکہ جب آیت مباہلہ کی اتری تو ان کو نبیؐ نے بلایا جناب رسولؐ نے امام حسینؑ کو گود میں لیا اور امام حسنؑ کا ہاتھ پکڑا اور جناب فاطمہؑ پیچھے ان کے روانہ ہوئیں اور جناب علیؑ سب کے پیچھے روانہ ہوئے پس معلوم ہوا بتحقیق کہ وہی مراد ہیں اس آیت سے اور تحقیق فاطمہؑ اور ان کی ذریت پسران نبیؐ اور منسوب طرف نبیؐ کے نسبت صحیحہ سے ہیں جو نسبت دنیا اور آخرت میں نفع دینے والی ہے اور اسی طرح مسلم اور ترمذی و نسائی و حاکم نے روایت کیا۔ اور تشریف البشر بذکر الائمۃ الاثنے عشر میں مؤلفہ سید صدیق حسن خان میں ہے مراد آل سے علیؑ و فاطمہؑ اور حسنینؑ ہیں اور اس پر آیت مباہلہ و آیت تطہیر و حدیث کساء دلیل ہے اور اسی طرح تفسیر خازن وغیرہ میں ہے۔ حافظ ابن حجر نے فتح الباری جلد ۶ صفحہ ۵۳ میں لکھا ہے کہ امام احمد لکھتے ہیں آل محمد سے مراد حدیث تشہد میں اہل بیت نبیؐ کے ہیں اور امام شافعی کے نزدیک مراد آل سے وہ ہیں جن پر صدقہ حرام ہے اور بعض کے نزدیک مراد آل سے ذریت فاطمہؑ بالخصوص ہے اسی کو نووی نے شرح مہذب میں بیان کیا ہے۔ اور اسی فتح الباری جلد ۳ صفحہ ۲۲۴ میں ہے کہ ذکر بیت بشارت جنت خدیجہؓ میں جو ان کو ملی تھی ایک لطیف معنے ہے کیونکہ مرجع اہل بیت نبیؐ کا اسی جناب خدیجہؓ کی طرف ہے کیونکہ تفسیر قول باریتعالیٰ انما یرید اللہ الآیۃ میں ثابت ہے کہ جناب ام سلمہ کہتی ہیں جب یہ آیت اتری تو نبیؐ نے جناب فاطمہؑ و علیؑ و حسنینؑ کو بلایا اور ان کو چادر اوڑھادی اور فرمایا کہ خدایا یہی میرے اہل بیت ہیں۔ اس حدیث کو ترمذی وغیرہ نے روایت کیا اور مرجع ان سب اہل بیت کا خدیجہؓ کی طرف ہے کیونکہ جناب حسنینؑ جناب فاطمہؑ کے بطن اقدس سے ہیں اور جناب فاطمہؑ جناب خدیجہؓ کی بیٹی ہیں اور جناب علیؑ نے خدیجہؓ کے گھر میں بچپن سے پرورش پائی اور پھر شادی بھی انہی کی بیٹی سے کی پس ظاہر ہوا کہ رجوع اہل بیت نبیؐ کا مخصوص خدیجہؓ کی طرف ہے نہ کہ اور کسی طرف۔ فتح الباری کی عبارت یہاں ختم ہوئی۔

(بقیہ حاشیہ ص ۳۲) مگر مشتے نمونہ از خروارے کچھ لکھا گیا ہے۔ اسی طرح صحیح ترمذی ابواب التفسیر جلد ۲ صفحہ ۱۳۰ سورہ آل عمران و صحیح مسلم جلد ۲ صفحہ ۲۰۴ میں ہے اس میں یہ الفاظ زائد ہیں کہ نبیؐ نے جناب علیؑ و زہراؑ و حسنینؑ کو بلایا اور فرمایا اللھم ھؤلاء اھلی اور اس حدیث کو ترمذی نے حسن صحیح کہا ہے بعینہ اسی طرح تذکرہ خواص الامۃ صفحہ ۱۳۳ میں باسناد احمد ہے۔ اور نور الابصار علامہ شبلنجی طبع مصر ۱۲۹۰ میں اہل بیت کی تشریح انہی حضرات سے کر کے لکھا ہے کہ ابی سعید خدری اور ایک جماعت تابعین کی جن میں سے مجاہد و قتادہ ہیں کا یہی قول ہے اور اس قول پر آیت مباہلہ کی تعمیل میں رسولؐ کا عمل گواہ ہے اور فخر رازی اور زمخشری آیت مودت قربےٰ کی تفسیر میں اسی طرف مائل ہوئے ہیں اور ملا علی نے بسند احمد و طبرانی ابی سعید خدری سے مرفوعاً اسی طرح روایت کیا ۱۲ مترجم کذا فی تاریخ الخلفاء صفحہ ۱۱۵۔ ۱۲ مترجم

وفی ارجح المطالب عن جابر بن عبد اللہ قال انفسنا محمد وعلیؑ وابناءنا الحسن والحسین ونساءنا فاطمۃ رواہ الحاکم وفی المعالم والخازن ان العرب تسمی ابن عم الرجل نفسہ کما قال سبحانہ ولا تلمزوا انفسکم یرید اخوانکم قال الفخر الدین الرازی فی تفسیرہ الکبیر۔ روی انہ علیہ السلام لما خرج فی المرط الاسود فجاء الحسن فادخلہ ثم جاء الحسین فادخلہ ثم فاطمۃؑ ثم علیؑ ثم قال انما یرید الخ۔ وفی الشرف المؤبد لآل محمد فذھب طائفۃ منھم ابو سعید الخدری وجماعۃ من التابعین من مجاھد وقتادۃ وغیرھم کما نقل الامام البغوی وابن الخازن وکثیر من المفسرین الی انھم ھذا رای فی آیۃ التطھیر اھل العباء وھم رسول اللہ وعلیؑ وفاطمۃ والحسن والحسین وروی احمد والطبرانی عن ابی سعید الخدری مرفوعاً انزلت ھذہ الآیۃ فی خمسۃ فیّ وفی علیؑ وحسنؑ وحسینؑ وفاطمۃ وروی من طرق عدیدۃ حسنۃ وصحیحۃ عن انس ان رسول اللہ کان بعد نزول ھذہ الآیۃ یمر بباب فاطمۃ اذا خرج الی صلوۃ الفجر یقول الصلوۃ اھل البیت انما یرید اللہ ۔ الآیہ

اور ارجح المطالب صفحہ ۶۰ میں ہے کہ جابر بن عبد اللہ کہتے ہیں کہ انفسنا سے مراد محمدؐ وعلیؑ ہیں اور ابناءنا سے مراد حسنؑ وحسینؑ ہیں اور نساءنا سے مراد فاطمہؑ ہیں۔ اس کو حاکم نے روایت کیا۔ تفسیر معالم اور خازن میں ہے کہ تحقیق عرب چچا زاد بھائی کو نفس دوسرے بھائی کا نام رکھتے ہیں جیسا کہ حق سبحانہ فرماتا ہے کہ اپنے نفسوں کو عیب نہ لگاؤ ارادہ الٰہی اس سے یہی ہے کہ اپنے بھائیو پر عیب نہ لگاؤ اور فخر الدین رازی نے اپنی تفسیر کبیر جلد ۲ صفحہ ۷۰۰ میں لکھا ہے جناب نبی اکرمؐ سے روایت کی گئی ہے کہ جب رسول خدا صلعم سیاہ کملی میں نکلے اور امام حسنؑ آئے تو ان کو داخل کر لیا پھر امام حسینؑ آئے تو آپ نے ان کو بھی داخل چادر کر لیا۔ پھر جناب فاطمہؑ آئیں پھر جناب علیؑ آئے پھر فرمایا نبی صلعم نے انما یرید اللہ لیذھب عنکم اور شرف المؤبد لآل محمدؐ صفحہ ۶۰ مطبوعہ مصر میں ہے کہ ایک گروہ جس میں حضرت ابو سعید خدری اور جماعت تابعین کی مجاہد اور قتادہ وغیرہ ہیں جیسا کہ امام بغوی اور ابن خازن اور بہت مفسرین نے نقل کیا ہے اس طرف گئے ہیں کہ آیت تطہیر میں مقصود مراد اہل عباء و کساء ہیں اور وہ جناب رسول اللہؐ صلعم وعلیؑ وفاطمہؑ وحسنؑ وحسینؑ ہیں اور احمد اور طبرانی نے ابی سعید خدری سے روایت کیا انہوں نے نبی صلعم سے کہ فرمایا آیت تطہیر پانچ تن کے حق میں اتری ہے یعنی میرے حق میں اور علیؑ وحسنؑ وحسینؑ وفاطمہؑ کے حق میں نازل ہوئی ہے اور بہت طریقوں سے جو حسن و صحیح ہیں۔ انس سے مروی ہے کہ رسول اللہؐ بعد نزول آیت تطہیر کے دروازہ جناب فاطمہؑ پر گذر فرماتے ہوئے جبکہ نماز فجر کے لئے نکلتے تھے تو فرماتے تھے الصلوۃ اھل البیت انما یرید اللہ الآیہ یعنی نماز کا وقت ہے اے اہل بیت۔ اللہ تعالیٰ کا ارادہ تطہیر آپ کے لئے ہو چکا ہے۔

---

[1] حدیث کساء - حدیث کساء نسیم الریاض جلد ۳ صفحہ ۲۰ و ۴۵۶ و ترمذی جلد ۲ صفحہ ۲۲۷ طبع مجتبائی دہلی وقال ھذا حدیث حسن صحیح۔ صواعق محرقہ طبع مصر صفحہ ۸۵ میں ہے قال وصح انہ جعل علی ھؤلاء کساء آخر حدیث تک۔ اور تفسیر درمنثور سیوطی جلد ۵ صفحہ ۱۹۸/۱۹۹ میں باسناد ابن جریر و طبرانی و ابن ابی حاتم و ابن مردویہ و باسناد ابن المنذر اور ترمذی مع تصحیح و باسناد بیہقی و حاکم مع تصحیح حضرت ام سلمہ سے مروی ہے۔ اس میں ہے کہ چادر میں لا کر فرمایا ہے اللھم ھؤلاء اھل بیتی وخاصتی فاذھب عنھم الرجس وطھرھم تطھیرا تین بار فرمایا۔ ام سلمہ فرماتی ہیں میں نے اپنا سر اس پردہ کے اندر کیا اور کہا کہ میں بھی آپ کے ساتھ ہوں فرمایا تو بھی اچھی ہے۔ اس میں طبرانی کی روایت کے الفاظ اس طرح ہے ام سلمہ فرماتی ہیں میں نے پردہ اٹھایا اور اس میں داخل ہونا چاہا تو نبی نے پردہ کو میرے ہاتھ سے کھینچ لیا اور فرمایا انک علی خیر اور اسعاف الراغبین برحاشیہ نور الابصار طبع مصر صفحہ ۸۲-۸۳ میں اس طرح ہے انک من ازواج النبی علی خیر اور ترمذی جلد ۲ صفحہ ۲۱۹ میں علی مکانک وانک علی خیر ہے نیز (باقی حاشیہ بر صفحہ ۳۷)

[2] یہ روایت انہی الفاظ سے کنز العمال جلد ۷ صفحہ ۱۰۳ میں بھی باسناد ابو یعلیٰ و ابن عساکر اور مسند احمد ج ۶ صفحہ ۲۹۲ میں دو اسنادوں سے اور ذخائر العقبیٰ محب الطبری مطبوعہ قاہرہ مصر صفحہ ۲۱ میں بعینہ مروی ہے بالفاظ فجذبہ رسول اللہ من یدی الخ اخرجہ احمد

دٗ فیہ وذکر ابن جریر فی تفسیرہ خمس عشر روایۃً باسانید مختلفۃ فی ان اہل البیت فی الآیۃ ہم النبیؐ وعلیؑ وفاطمۃؑ وحسنؑ وحسینؑ ثم اعقبہا بروایۃ واحدۃ فی ان المراد زوجاتہ الطاہرات۔

اور اسی کتاب الشرف المؤبد صفحہ ۹ میں ہے کہ ابن جریر نے اپنی تفسیر میں پندرہ روایات باسانید مختلفہ اس مسئلہ میں لکھی ہیں کہ آیت تطہیر میں اہل بیت سے مراد وہی جناب نبیؐ وجناب علیؑ وجناب فاطمہؑ وجناب حسنؑ وحسینؑ ہیں اور اس کے بعد صرف ایک روایت اس بارہ میں لکھی ہے کہ مراد ازواج ہیں۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۶) ابن مردویہ اور خطیب کی روایت میں اسی طرح ہے یعنی فرمایا تو ازواج النبی سے اپنے مرتبہ پر اچھی ہے مگر اس مخصوص منزلت اہل بیت میں نہیں مسند احمد جلد ۶ صفحہ ۲۹۲ مسند ام سلمہ میں باسناد مروی ہے کہ جب جناب علیؑ وزہراؑ وحسنینؑ تشریف لائے نبیؐ نے حضرت ام سلمہؓ سے فرمایا تو اٹھ جا اور فرمایا فتنحی لی عن اہل بیتی تو ہمارے اہل بیت سے ایک طرف ہو جا۔ ام سلمہ فرماتی ہیں فتنحیت فی ناحیۃ البیت گھر کے ایک گوشہ میں ہو گئی یا میں ایک طرف ہو گئی نبیؐ نے علی وفاطمہ کو دائیں بائیں بٹھایا اور حسنینؑ کو گود میں لیا اور چادر سیاہ اوڑھائی الخ اور مسند احمد ج ۶ صفحہ ۳۰۴ میں حضرت ام سلمہؓ سے مروی ہے فرماتی ہیں نبیؐ نے فرمایا قومی عن اہل بیتی یعنی میرے اہل بیت سے الگ اٹھ جا اور کنز العمال ج ۷ صفحہ ۱۰۳ میں باسناد ابن ابی شیبہ بعینہ مثل الفاظ روایت مسند کے فتنحی لی عن اہل بیتی الخ مروی ہے اور زیادہ کیا کہ نبیؐ نے اپنا دایاں ہاتھ علیؑ کے گلے میں ڈالا اور بایاں ہاتھ حضرت زہراؑ کے گلے میں اور صواعق محرقہ طبع مصر صفحہ ۸۵ میں لکھا ہے دوسری روایت میں ہے ام سلمہؓ نے جب ارادہ کیا کہ اس چادر کے اندر داخل ہو فقال صلعم بعد منعہ لہا انت علی الخیر یعنی نبیؐ نے چادر میں داخل ہونے سے منع فرما کر فرمایا تو بھی اچھی ہے۔ اور دوسری روایت میں ہے ام سلمہؓ نے کہا یا رسول اللہ اور میں تو حضورؐ نے فرمایا وانت من اہل البیت العام تو عام گھر والوں میں سے ہے بدلیل الروایت الاخرے دوسری روایت کی دلیل سے انتہی من الصواعق اور در منثور ج ۵ صفحہ ۱۹۸ میں الفاظ یہ ہیں۔ انک الی الخیر۔ انک من ازواج النبیؐ۔ وانت علی مکانک۔ وانک علی خیر۔ اب معنی صاف ہو گیا کیونکہ بعض احادیث بعض کی مفسر ہوتی ہیں یا کسی روایت میں حضرت ام سلمہ کو من اہلی کسی میں علی مکانک کسی میں من ازواج النبیؐ کسی میں من اہل البیت العام کسی میں علی خیر فرمایا حسب اعتراف ابن حجر مطلب یہ ہوا کہ تو میری ازواج میں سے اپنے مکان ومرتبہ پر بہتر ہے مگر اس مرتبہ خاص میں داخل نہیں۔ اسی لئے اس جگہ سے اٹھ جانے اور میرے اہل بیت سے دور ہو جانے کا حکم دیا پس باوجود پاس ہونے حضرت ام سلمہؓ کے ان کا اس درجہ خاص سے بنص رسول مقبول صلعم خارج ہونا دلیل قاطع اس امر کی ہے کہ ازواج النبی اس آیت تطہیر میں داخل نہیں ہیں اور الدین الخالص جلد ۲ صفحہ ۱۵ میں حدیث ابی ذر باسناد احمد کہ اہل بیت مثل سفینہ نوح کے ہیں لکھ کر سید صدیق حسن لکھتے ہیں یہاں اہل بیت سے مراد بالخصوص عترۃ طاہرہ اور ذریت مطہرہ ہیں ازواج النبی اس میں داخل نہیں ان کے لئے اور احادیث ہیں جو ان کو کافی ہیں۔ انتہی۔ معالم التنزیل جلد ۳ صفحہ ۱۵۳ میں ہے وذہب ابو سعید الخدریؓ وجماعۃ من التابعین منہم مجاہد وقتادۃ وغیرہما الی انہم علیؑ وفاطمۃ والحسن والحسین۔

(**نتیجہ کا نوٹ**) حدیث ثقلین میں اہل بیت کو لازم ملزوم کتاب اللہ کا قرار دینا اور قیامت تک جدا نہ ہونے کی خبر دینا خود دلیل ان کی عصمت وطہارت کی ہے اور حدیث کے الفاظ ہؤلاء اہل بیتی اور صحیح مسلم جلد ۲ صفحہ ۲۷۸ میں ہؤلاء اہلی مفسر حقانی کی زبانی آیت تطہیر کی ایسی تفسیر ہے جو سب مفسرین کی تفاسیر پر ترجیح رکھتی ہے تذکیر ضمیر وغیرہ کی بحث کی بھی کوئی ضرورت نہیں مورد وحی قرآن کے معنے کو خوب جانتا ہے جسنے امت کو سمجھانے اور سنانے اور دکھلانے کی غرض سے اللہم فرما کر خدا کو حاضر ناظر کر کے اور بروایت اتقان (جو روایت اہل بیت امان ہیں کے بعد آئندہ آئے گی) حلفیہ بیان میں فرمایا کہ یہی میرے اہل بیت ہیں اگر خدا تعالیٰ کا مقصود ان اہل بیت سے کوئی دوسرا ہوتا تو کم از کم وحی کے ذریعہ اصلاح فرما دی ہوتی معلوم ہوا کہ خدا اور رسول کے نزدیک اور ان کے منشاء کے مطابق آیت تطہیر اور حدیث ثقلین میں اہل بیت اور عترت رسول کے یہی مخصوص افراد مراد ہیں اور ان کی نفس سے ان کے تابع مخصوص افراد مقصود ہیں یہ سب اہتمام رسول خدا نے اسلئے فرمائے تھے کہ لغوی معنے سے گھر میں ازواج واولاد وکنیز وغلام سب گھر والے ہوتے ہیں اگر ظاہر فرمایا کہ اہل بیت النبوۃ اور وارث علم نبوت کے خدا ورسول کی اصطلاح میں اس درجہ عالیہ تطہیر وقرین قرآن ہونے میں سب گھر والے

(باقی حاشیہ بر صفحہ ۳۸)

ورأیت الامام الجلیل خاتمة الحفاظ جلال الدین السیوطی فی تفسیرہ الدر المنثور قد صدر الکلام عن تفسیر ہذہ الآیة بثلاث روایات فی ان اہل البیت فیہا ہم ازواجہ واعقبہا بعشرین روایة من طرق مختلفة فی ان المراد منہم النبیؐ وعلیؑ وفاطمةؑ وحسنؑ وحسینؑ - وفی صحیح المسلم عن زید بن ارقم (فی حدیث الثقلین) فقلنا (القائل ہو الراوی من الناس) من اہل بیتہ نساءہ قال لا ایم الله ان المرءة تکون مع الرجل العصر من الدہر ثم یطلقہا فترجع الی ابیہا وقومہا الخ

اور میں نے امام جلیل القدر خاتم الحفاظ جلال الدین سیوطی کو دیکھا ہے کہ اپنی تفسیر درمنثور جلد ۵ صفحہ ۱۹۸ و صفحہ ۱۹۹ میں پہلے تفسیر اس آیت تطہیر میں تین روایات اس امر کی لکھی ہیں کہ اہل بیت سے مراد ازواج ہیں اور پھر ساتھ ہی بیس روایات اسانید مختلفہ کی لکھی ہیں کہ مراد اہل بیت سے جناب نبی صلعم و علیؑ و فاطمہؑ و حسنؑ و حسینؑ ہیں۔ اور صحیح مسلم جلد ۲ صفحہ ۲۸۰ میں زید بن ارقم سے روایت ہے کہ حدیث ثقلین بیان کرتے ہوئے راوی نے پوچھا کہ ازواج نبیؐ بھی اہل بیت سے ہیں تو زید نے کہا کہ نہیں ہیں خدا کی قسم تحقیق عورت مرد کے ساتھ کچھ زمانہ رہتی ہے پھر وہ اس کو طلاق دیدیتا ہے اور وہ اپنے باپ اور قوم کی طرف رجوع کرتی ہے (تو کس طرح دائمی طاہرات سے ہو سکتی ہیں) اسی طرح صواعق محرقہ صفحہ ۸۹ میں بھی ہے۔ اور خصائص کبری مؤلفہ سیوطی جلد ۲ صفحہ ۲۶۴ میں ہے کہ حاکم نے ام سلمہؓ سے روایت کی ہے اس نے کہا جب میرے گھر میں آیت تطہیر انما یرید الله الآیہ اتری تو آدمی بھیجکر رسول اللہ صلعم نے علیؑ و فاطمہؑ و حسنینؑ کو بلایا اور فرمایا یہی میرے اہل بیت ہیں۔ اور خصائص کبری جلد ۲ صفحہ ۲۶۶ میں ہے حاکم نے ابن عباس سے مرفوعاً روایت کیا ہے نبی صلعم نے فرمایا ستارے زمین والوں کے لئے غرق ہونے سے امان ہیں

وکذا فی الصواعق
فی الخصائص الکبری للسیوطی اخرج الحاکم عن ام سلمة قالت فی بیتی نزلت انما یرید الله الآیة فارسل الی علیؑ و فاطمة وابنیہما فقال ہؤلاء اہل بیتی - و فیہ اخرج الحاکم عن ابن عباس مرفوعا النجوم امان لاہل الارض من الغرق

اہل بیت زمین والوں کے لئے باعث امان ہیں

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۷) مراد نہیں بلکہ یہی مخصوص افراد ہیں دیکھو لفظ اہل بیتی و خاصتی (صواعق صفحہ ۸۵ مع تصحیح) چنانچہ حضرت ام سلمہؓ زوجہ نبیؐ نے خواہش فرمائی کہ داخل چادر ہو کر اس درجہ پر فائز ہو جائیں تو فرمایا میرے اہل بیت سے الگ اٹھ جا بہ تعمیل حکم وہ اٹھ کر گھر کے ایک گوشہ میں جا بیٹھیں ان الفاظ پر خاص غور کرو۔ پھر چادر کے اندر ان افراد کو محصور فرمایا۔ ہؤلاء سے اشارہ الیہم قرار دیتے ہوئے مخصوص فرمایا۔ حلفاً اٹھا کر بیان فرمایا۔ رفع شبہ کے لئے مزید براں چھ ماہ یا نو ماہ متواتر دروازہ خاتون جنتؑ کو ممتاز فرمایا اسپر کھڑا ہو کر مورد و مقصد آیت کا عملی شکل میں ظاہر فرمایا خاص گھر کا نشان دیا اور ان مواقع پر اس آیت تطہیر کو تلاوت فرماتے رہے (صواعق صفحہ ۹۶ میں محب طبری سے) مکرر سہ کرر نبیؐ جناب فاطمہؑ کے گھر میں اور کبھی حضرت ام سلمہؓ کے گھر میں یہ عمل تخصیص افراد کا کر کے دکھاتے سناتے رہے۔ درمنثور جلد ۵ صفحہ ۱۹۹ میں ہے چادر سے ہاتھ نکال کر آسمان کی طرف اشارہ فرمایا اور فرمایا خدایا گواہ رہ یہی میرے اہل بیت اور خواص ہیں تین بار فرمایا۔ الخ اتنے انتظامات کے بعد کیا کسر باقی تھی جو نبیؐ او عمل میں لاتے۔ افسوس کہ مشککین پھر بھی شک کی مرض میں گرفتار ہیں۔ درمنثور جلد ۵ صفحہ ۱۹۹ وکنز العمال جلد ۷ صفحہ ۱۰۲ میں باسانید کثیرہ معتبرہ بتصریح تصحیح مروی ہے کہ نبی صلعم چھ ماہ یا نو ماہ آیت تطہیر کی اس طرح تشریح فرماتے رہے کہ بوقت صبح یا ہر نماز کے وقت (با ختلاف روایات) نبیؐ حضرت سیدہ فاطمہ زہراؑ کے دروازہ پر جا کر فرماتے رہے الصلاۃ (یا) السلام علیکم ورحمة الله اہل البیت انما یرید الله لیذہب عنکم الرجس اہل البیت ویطہرکم تطہیرا۔ وکذا فی تلخیص الصحاح مترجم جلد ۵ باب الفا کتاب الفضائل باسناد ترمذی عن انس صفحہ ۳۳ مطبع صدیقی لاہور ۱۲ مترجم

اہل بیت اختلاف سے امان ہیں

۵۱ حدیث کسا کو اسی صفحہ پر مؤلف الشرف المؤبد نے ابن جریر و ابن المنذر و ابن ابی حاتم و طبرانی و ابن مردویہ کی روایت سے باسناد جناب ام سلمہ کے مرفوعاً لکھا ہے اور اسی وقت آیت تطہیر کا اترنا نقل کیا ہے۔ ۱۲ مترجم۔

۵۲ صواعق محرقہ مطبوعہ مصر صفحہ ۱۴۰/۹۱ میں بروایت احمد وغیرہ حدیث امان ان الفاظ سے مروی ہے۔ النجوم امان لاہل السماء فاذا ذہبت النجوم ذہب اہل السماء واہل بیتی امان لاہل الارض واذا ذہب اہل بیتی ذہب اہل الارض وصح النجوم امان لاہل الارض من الغرق واہل بیتی امان لامتی من الاختلاف ای المؤدی لاستیصال الامة

(باقی حاشیہ صفحہ ۳۹ پر ملاحظہ ہو)

واھل بیتی امان لامتی من الاختلاف فاذا خالفھا قبیلۃ اختلفوا فصاروا حزب ابلیس واخرجہ ابو یعلیٰ و ابن ابی شیبۃ من حدیث سلمۃ بن الاکوع - وفیہ اخرج البیھقی فی سننہ عن عائشۃ مرفوعاً انی لا احل المسجد لحائض ولا جنب الا لمحمد وآل محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم - وفی الصواعق قولہ تعالیٰ وما کان اللہ لیعذبھم وانت فیھم اشار صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم الی وجود ذالک المعنیٰ فی اھل بیتہ وانھم امان لاھل الارض کما کان ؑ امان لھم - وفیہ اخرج الثعلبی عن جعفر الصادق ؑ نحن حبل اللہ الذی قال اللہ تعالیٰ واعتصموا بحبل اللہ وفی تفسیر الاتقان اخرج الترمذی وغیرہ عن عمر بن ابی سلمۃ وابن جریر وغیرہ عن ام سلمۃ ان النبی صلعم دعا فاطمۃ وعلیا وحسنا وحسینا لما نزلت انما یرید اللہ فجللھم بکساء وقال یرید اللہ فجللھم بکساء

اور اہل بیت میرے امان ہیں اختلاف سے پس جب کوئی قبیلہ اہل بیت کے مخالف ہو جائے تو آپس میں مختلف ہو کر شیطان کے گروہ ہو جاتے ہیں۔ اور اس حدیث کو ابو یعلیٰ اور ابن ابی شیبہ نے حدیث سلمہ بن اکوع سے روایت کیا ہے۔ (کذا فی احیاء المیت بفضائل اہل البیت للسیوطی صفحہ ۱۵ باسانید) اور اسی خصائص کبریٰ جلد ۲ صفحہ ۲۴۳ و ۲۴۴ (و در منثور جلد ۳ صفحہ ۳۱۲ و خصائص نسائی طبع مصر صفحہ ۱۴ باسنادہ) میں ہے کہ بیہقی نے سنن میں حضرت عائشہ سے مرفوعاً نبی صلعم سے روایت کیا ہے کہ نبی نے فرمایا میں نہیں حلال کرتا مسجد حائض اور جنب کے لئے مگر محمدؐ و آل محمدؐ کے لئے حلال ہے۔ یعنی اس میں سے گذرنا اور آرام کرنا (و باسناد الترمذی والبزار وابی یعلیٰ وابن عساکر و زبیر بن بکار مرفوعاً) اور صواعق محرقہ صفحہ ۹۱ میں ہے۔ ق سبحانہ فرماتا ہے اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو ایسی حالت میں عذاب نہیں دیتا ہے۔ کہ تم اے نبیؐ ان کے اندر موجود ہو۔ نبیؐ نے اپنے اہل بیت کے اندر اس معنی کے وجود کا اشارہ فرمایا کہ جیسے وجود نبیؐ امان ہے زمین والوں کے لئے۔ ایسی ہی اہل بیت نبیؐ کی موجودگی زمین والوں کے لئے امان ہے۔ اور صواعق صفحہ ۹۰ میں ہے کہ ثعلبی نے امام جعفر صادق ؑ سے روایت کی ہے فرمایا ہم حبل اللہ ہیں یعنی دین خدا کا مضبوط رستا ہیں جس کے لئے اللہ تعالیٰ نے واعتصموا بحبل اللہ فرمایا یعنے حبل اللہ کے ساتھ تمسک کرو اور اس کو مضبوط پکڑو اور تفسیر اتقان جلد ۲ صفحہ ۲۰۰ میں ہے کہ ترمذی وغیرہ نے عمر بن ابی سلمہ سے روایت کیا اور ابن جریر وغیرہ نے ام سلمہ سے کہ تحقیق نبیؐ نے جناب فاطمہ و علی و حسن و حسین کو بلایا جب آیت انما یرید اللہ اتری اور نبیؐ نے ان کو چادر اوڑھائی

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۹) فاذا خالفتھا قبیلۃ من العرب اختلفوا فصاروا حزب ابلیس وجاء من طرق کثیرۃ یقوی بعضھا بعضا مثل اھل بیتی وفی روایۃ انما مثل اھل بیتی وفی اخری ان مثل اھل بیتی وفی روایۃ الا ان مثل اھل بیتی فیکم مثل سفینۃ نوح فی قومہ من رکبھا نجا ومن تخلف عنھا غرق وفی روایۃ من رکبھا سلم ومن ترکھا غرق وان مثل اھل بیتی فیکم مثل باب حطۃ فی بنی اسرائیل من دخلہ غفر لہ - خلاصہ ترجمہ یہ ہے کہ نبی صلعم نے فرمایا ستارے آسمان والوں کے لئے امان ہیں ستارے چلے گئے تو آسمان والے بھی نہ رہیں گے اور میرے اہل بیت زمین والوں کے لئے امان ہیں اگر وہ زمین میں نہ رہیں تو زمین والے نہ رہیں گے اور صحیح روایت میں نبی صلعم نے فرمایا ستارے زمین والوں کے لئے ڈوبنے سے باعث امان ہیں اور میرے اہل بیت میری امت کے لئے موجب امان ہیں اور ان کا مخالف گروہ گروہ ابلیس ہے اور بہت اسنادوں سے جو ایک دوسرے کی تقویت کرتے ہیں مروی ہے کہ نبیؐ نے فرمایا میرے اہل بیت کی مثال کشتی نوحؑ کی ہے جو اس پر سوار ہوا اُس نے نجات پائی اور جو اس سے رہ گیا وہ غرق ہوا اور فرمایا دوسری مثال اُن کی بنی اسرائیل کے باب حطہ کی ہے جو اس دروازے میں داخل ہوا وہ بخشا گیا آخری الفاظ حدیث کے باسناد ابن ابی شیبہ جناب علیؑ سے بھی مروی ہیں۔ دیکھو در منثور جلد ا صفحہ ۱۸ کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۲۱۵ باسناد الحاکم وفیہ صفحہ ۲۱۶ باسناد ابن جریر وطبرانی عن ابی ذر والبزار عن ابن عباس وعن ابن الزبیر ایضا فیہ باسناد ابی یعلیٰ عن سلمۃ بن الاکوع قال ؐ النجوم امان لاھل السماء واھل بیتی امان لامتی یعنی ستارے اہل آسمانوں کیلئے امان ہیں اور میرے اہل بیت میری امت کے واسطے امان ہیں اور بحالت جنابت بھی ان کی طہارت قائم ہے ۱۲ مترجم

وقال واللہ ھؤلاء اھلبیتی فاذھب الرجس وطھرھم تطھیرًا ؛ وفی تفسیر النیشا پوری جزء ۲۲ صفحہ ۱۰ قد مر من آیة المباھلة انھم اھل العباء النبی لانہ اصل وفاطمة والحسن والحسین بالاتفاق والصحیح ان علیًا لمعاشرتہ بنت النبیؐ وملازمتہ اباھا الخ - وفی التفسیر لابن جریر جزء ۲۲ عن ابی سعید الخدری قال رسول اللہؐ نزلت ھذہ الآیة فی خمسة فیّ وفی علیؑ وحسنؑ وحسینؑ وفاطمةؑ انما یرید اللہ الخ ؛ قال الفخر الدین الرازی فی تفسیرہ الکبیر ان اللہ تعالیٰ طھر نفوس الانبیاءؑ عن الاخلاق الذمیمة بل نقول انہ تعالیٰ طھر نفوس المتصلین بہ عنھا کما قال انما یرید اللہ - الآیہ - وفی تفسیر الاکلیل للسیوطی استدل بہ من قال ان اجماع اھل البیت حجة لان الخطاء رجس فیکون منفیا عنھم - وفی نھج البلاغة صـ ۶۳ قال الا ان مثل آل محمدؐ کمثل نجوم السماء اذا خوی نجم طلع نجم الخ

اقول

قد ظھر الحق و اکثرھم للحق کارھون لانہ قد ترک الثقل الاصغر بحضرة النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم واکتفی بالکتاب العزیز وفی الحقیقة جُعل الکتاب جُنة الجواب بل ترک کلاھما وفعل بھما مافعل کما سیأتی واتبعوا اھوائھم وآراءھم واخترعوا ما فی انفسھم فی کل زمان

اور فرمایا قسم ہے اللہ کی کہ یہی میرے اہل بیت ہیں پس بارخدایا ان سے پلیدی کو دور رکھ پاک کر ان کو حق پاک کرنے کا ؛ اور تفسیر نیشاپوری جزء ۲۲ صفحہ ۱۰ میں ہے تحقیق آیت مباہلہ میں بیان ہو چکا ہے کہ اہل عباء یعنی چادر والے اہل بیت مراد ہیں اور وہ نبیؐ ہیں کیونکہ وہ اصل ہیں اور فاطمہؑ وحسنؑ حسینؑ بھی بالاتفاق ہیں اور صحیح مذہب یہی ہے کہ حضرت علیؑ بھی بوجہ معاشرت دختر نبیؐ اور یگانگت اس کے ان کے ساتھ انہی اہل بیت میں سے ہیں ؛ اور تفسیر ابن جریر جزء ۲۲ میں تحت آیت تطہیر کے لکھا ہے ابی سعید خدری نے مرفوعاً نبیؐ سے روایت کی ہے کہ آیت انما یرید اللہ پانچ تن کے حق میں اُتری ہے میرے حق میں اور علیؑ وحسنؑ وحسینؑ وفاطمہؑ کے حق میں ؛ اور فخر الدین رازی نے تفسیر کبیر جلد ۵ صفحہ ۱۷۶ میں لکھا ہے تحقیق اللہ نے نفوس انبیاءؑ کو اخلاق ذمیمہ یعنی بُری صفات سے پاک کیا ہوا ہے بلکہ ہم کہتے ہیں کہ ان نفوس کو بھی پاک کیا ہے اخلاق ذمیمہ سے جو اُس نبیؐ سے اتصال بالکمال رکھتے ہیں ؛ جیسا کہ فرمایا حق سبحانہ نے انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت - الخ اور تفسیر اکلیل مؤلفہ جلال الدین سیوطی میں ہے کہ اس آیت تطہیر سے ایک گروہ اس امر کی دلیل لیتا ہے کہ اجماع اہل بیت کا دلیل قطعی ہے کیونکہ خطا ایک قسم کی رجس اور صفت ذمیمہ ہے چاہیئے کہ بمقتضائے آیت کے اہل بیت میں نہ ہو اور نہج البلاغہ مطبوعہ طہران صفحہ ۶۳ میں ہے کہ علیؑ نے فرمایا خبردار ہو کہ آل محمدؐ کی مثال آسمانی ستاروں کی ہے جب ایک ستارہ غروب ہو جائے تو ایک اور طلوع کر آتا ہے یعنی کوئی زمانہ محض تاریکی کا نہیں ہوتا مؤلف کا قول ہے میں کہتا ہوں ، تحقیق حق ظاہر ہے لیکن حق کو اکثر لوگ نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور ایسی مصیبت کے وقت ہمیں انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھنا موزون معلوم ہوتا ہے - کیونکہ ثقل اصغر ثقلین میں سے اہل بیتؑ ہیں جنکو موجودگی نبیؐ میں ترک کر دیا گیا اور صرف کتاب اللہ کو کافی کہا گیا (امیر عمر صاحب نے قصہ قرطاس میں حسبنا کتاب اللہ کہا) اور حقیقت میں کتاب کو بھی جواب کے لئے ڈھال بنا لیا گیا کہ سامعین انکار کلی میں معترض نہ ہوں ورنہ اصل میں دونوں ثقلین کو متروک کر دیا گیا (کیونکہ عارف بالقرآن کو ترک کرنا قرآن کو ترک کرنا ہے) اور قرآن واہل بیت کے ساتھ وہ سلوک کیا گیا جو آئندہ بیان ہوگا اور مخالفین اہل بیت نے اپنی خواہشوں اور فکروں کی پیروی کی اور اختراعی مسائل اپنی طرف سے ہر زمانہ میں نکالے

تعیین اہل بیت پر نیشاپوری و ابن جریر کا بیان

طہارت اہلبیت پر رازی کا اقرار

وترکوا اھل البیت ؏ حق الترک حتی قالوا (شعر) فلعنۃ ربنا اعداد رمل ✽ علی من ردّ قول ابی حنیفہ ؏ وما قالوا اما هو الحق وهو نفکن اسے فلعنۃ ربنا مثقال جبل ✽ علی من ردّ قول ابی تراب ؏ بل زعموا ان اھلبیتہ؏ قد کانوا اعتزلوا الناس وعبدوا رب الناس بان صلّوا وصاموا واکلوا وناموا وما ذکّروا الناس وما اظھروا ما علیھم من البلاغ واعترضوا علیھم فی الصوت والمکالمۃ والمحاربۃ والمصالحۃ وھذا من اعجب العجائب واغرب الغرائب۔

اور اہل بیت کو بالکل ترک کر دیا۔ یہاں تک کہ لوگوں نے کہا (بیت) پس لعنت، ہمارے رب کی ریت کے برابر۔ اُس شخص پر ہے جو قول ابی حنیفہ کو رد[52] کرے اور لوگوں نے وہ بات نہ کہی جو حق تھی اور وہ یہ ہے (شعر) پس لعنت رب کی پہاڑ کے برابر اوس شخص پر ہو۔ جو قول ابی تراب یعنی قول جناب علیؑ کو رد کرے بلکہ لوگوں نے یہ زعم کر لیا ہے کہ اہل بیت لوگوں سے کنارہ کر کے عبادت میں یعنی صلوٰۃ و صوم و غذا و نوم میں مشغول رہے اور لوگوں کو نہ تو نصیحت کی اور نہ تبلیغ احکام۔ نیز اہل بیت علیہم السلام کی ہر حالت پر لوگ معترض ہوئے چپ کرنے پر کہ کیوں حقوق نہ جتلائے بولنے پر کہ حریص ملک ہیں جنگ کرنے پر کہ لوگوں کو مفت قتل کرا رہے ہیں یا مقتول ہوئے صلح کرنے پر کہ مخالفین شرع کی حکومت کو کیوں تسلیم کر کے جنگ سے خاموش ہو گئے قتل ہو جاتے تب بھی ایسے شخص کی نہ مانتے اور یہ ہر حال میں اعتراض عجیب العجائب اور بہت غریب الغرائب ہے۔

تکملہ

فی بیان المودۃ لقربی الرسول علیہم السلام

الاصل فیہ قولہ تعالیٰ شانہ عما شانہ قل لا اسئلکم علیہ اجرا الا المودۃ فی القربیٰ سورہ شوریٰ پ۲۵ ؏ فی الدر المنثور عن ابن عباس قال لما نزلت ھذہ الآیۃ قل لا اسئلکم الآیہ قالوا یا رسول اللہ

تکملہ دربیان مودت و دوستی خویشان رسول اللہؐ

اصل اس میں قول باریتعالیٰ قل لا اسئلکم علیہ اجرا الا المودۃ فی القربیٰ سورہ شوریٰ پ۲۵ ہے۔ یعنی سنا دے اے نبیؐ کہ میں تم لوگوں سے کوئی اجرت رسالت پر طلب نہیں کرتا ہوں مگر ایک امر طلب کرتا ہوں جو تمہارے اپنے لئے مفید ہے یہ کہ میرے اہل بیت سے محبت رکھو جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ بوجہ محبت کے تم ان کی پیروی کرو گے اور اسی میں تمہاری ہدایت اور نجات ہوگی۔ تفسیر درمنثور جلد ۶ صفحہ ۷ میں باسانید مختلفہ ابن عباس سے روایت ہے کہ کہا جب

---

[51] کذا فی الدر المختار ص۵ مطبوعہ نولکشور ۱۲ مترجم [52] مجتہدین اہل سنت شافعی مالک احمد وغیرہ بہت پر یہ اثر کرے گی کیونکہ ابی حنیفہ کے قول کو آیات و احادیث سے یہ رد کرتے رہے ہیں ۱۲ مترجم۔

[53] **وجوب مودت قربیٰ رسولؐ** - حوالہ درمنثور۔ اسی طرح تحفہ اثنا عشریہ طبع نولکشور صفحہ ۲۰۴۔ اور اسعاف الراغبین بر حاشیہ نور الابصار ص۹۱ و تفسیر ابی السعود جلد ۷ صفحہ ۴۰۴ و کبیر جلد ۷ صفحہ ۴۰۶ و نیشاپوری برحاشیہ ابن جریر جلد ۱۶ صفحہ ۲۷ و نور الابصار صفحہ ۱۰۰ ناقلاً عن المعالم میں ہے۔ وجوب محبت اہلبیتؑ کے واسطے حسب ذیل عبارات بھی ملاحظہ ہوں۔ اسعاف الراغبین مطبوعہ مصر برحاشیہ نور الابصار صفحہ ۹۳ میں مثل عبارت صواعق محرقہ منقولہ آئندہ۔ بیان مودت کے ہے یعنی احادیث سابقہ سے معلوم ہوا کہ محبت اہل بیت رسولؐ کی واجب ہے اور ان کا بغض بہ تحریم غلیظ حرام ہے اور لزوم و وجوب محبت اہل بیت پر بیہقی اور بغوی نے تصریح کی ہے بلکہ امام شافعی کی اس پر نص موجود ہے۔ ان اشعار میں یا آل بیت رسول اللہ حبکم ✽ فرض من اللہ فی القرآن انزلہ ✽ الخ۔ انتہیٰ۔ یہ اشعار شافعی۔ کے فلک النجاۃ میں مع ترجمہ پڑھ لیں۔ اور حوالہ فتاویٰ شاہ عبدالعزیز دہلوی صفحہ ۱۹۳۔ آئندہ حال مروان اور حدیث ظنوا المؤمنین خیرا کے بیان میں ملاحظہ فرمائیے۔ اس میں صاف لکھا ہے محبت اہل بیت فرائض ایمان سے ہے۔ اور انوار اللغۃ پ۲ صفحہ ۵۸ طبع لاہور میں علامہ وحید الزمان لکھتے ہیں (مسلمان کو چاہیئے کہ) اہلبیتؑ کی محبت قلبی منجملہ لوازم ایمان سمجھے[54] ایک چور ہے جو آنحضرت صلعم کو ناراض کرتا ہے اور پھر آپ کی امت بن کر نجات کا طالب ہوتا ہے اور فخر رازی نے تفسیر کبیر جلد ۷ صفحہ ۴۰۵ میں مثل مضمون کشاف کے لکھا ہے۔ عبارت اس کی یہ ہے۔ لاشک ان النبیؐ

(باقی حاشیہ بر صفحہ ۴۲)

[54] ترجمہ عبارت اسعاف کا ہے ۱۲ مترجم

(بقیہ حاشیہ ص۴۱) کان یحب فاطمة علیها السلام قال فاطمة بضعة منی یوذینی ما یوذیها وثبت بالنقل المتواتر عن محمد انه کان یحب علیا والحسن والحسین واذا ثبت ذلک وجب علی کل الامة مثله لقوله تعالیٰ واتبعوه لعلکم تهتدون ولقوله تعالیٰ فلیحذر الذین یخالفون عن امره ولقوله قل ان کنتم تحبون الله فاتبعونی یحببکم الله ولقوله سبحانه لقد کان لکم فی رسول الله اسوة حسنة۔ یعنی بلاشک رسول ان چاروں کو محبوب رکھتے تھے چنانچہ ان کے ایذاء و رنج کو اپنا ایذا فرماتے ہیں اور آیات بالا میں متابعت رسولؐ کی امت پر واجب کی گئی ہے لہٰذا ساری امت پر محبت ان کی واجب ہے۔ آخر میں فخر رازی فرماتے ہیں۔ فکل ذلک یدل علی ان حب آل محمدؐ واجب وقال الشافعی یا راکبا قف۔ الخ اشعار منقولہ فلک النجاۃ۔ کشف الظلمات جواب آیات بینات جلد ۳ صفحہ ۱۹۸ میں قرۃ العینین شاہ ولی اللہ کے ص۲۰۲ سے یہ حدیث منقول ہے کہ نبیؐ نے فرمایا مجھے قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے کسی شخص کے دل میں ایمان داخل نہیں ہوتا جب تک اے میرے قوبی تم کو خدا کے اور میرے واسطے دوست نہ رکھے روایت بغض اہل بیت نبیؐ سے نفاق کی علامت ہے صواعق ص۱۰۲ میں باسناد احمد اور درمنثور جلد ۶ صفحہ ۷ میں باسناد ابن عدی مرفوعاً مروی ہے اور وجوب محبت اہل بیتؑ کے لئے مخالفین کا فیصلہ یہ ہے تحفہ اثنا عشریہ مطبوعہ نولکشور ص۲۰۲/۱۴۱ و ۳۵۵/۳۵۶ میں لکھا ہے اہل سنت اجماع دارند برآنکہ محبت اہل بیت کلہم بر ہر مسلم و مسلمہ فرض و لازم و داخل در ارکان ایمان است اور ص۳۵۵ میں لکھا ہے نیز میدانند کہ اہل سنت حب امیرؑ و ذریت طاہرہؑ را از فرائض ایمان بے شمارند انتہیٰ اور حضرت علیؑ سے تفسیر آیت مودت بھی باسناد فلک ص۵۵ میں درج ہے اس طرح تین ائمہ تفسیر اس آیت میں متفق ہیں منکر ائمہ غور کریں اور محبت اہل بیتؑ کا فرض ہونا اس سے بھی ثابت ہے جو عبارت صواعق ص۹/۹۱ کی ہے کہ مودت اہل بیت رسالت کی ہم پر قرآن سے فرض ثابت ہے اور جو خطبہ امام حسنؑ و امام زین العابدینؑ کا صواعق وغیرہ سے مروی ہے اس کے الفاظ صواعق ص۱۳۶/۱۰۱ میں اس طرح ہے انا من اهل البیت الذین افترض الله مودتهم علی کل مسلم فقال لنبینا قل لا اسئلکم علیه اجرا الخ۔ اور دوسری روایت میں جو ص۵۵ میں ہے فقال فیما انزل علی محمد صلعم قل لا اسئلکم علیه اجرا الخ یعنی میں اہلبیت میں سے ہوں۔ جن کی محبت اللہ تعالیٰ نے ہر مسلمان پر فرض کر دی ہے اور ہمارے نبی سے خطاب فرمایا اور آیت مودت پڑھی اور صواعق ص۱۳۶ میں باسناد محب طبری مرفوعاً مروی ہے نبیؐ نے فرمایا خدا پاک نے میرے اہلبیت کی مودت تم لوگوں پر میرا اجر قرار دی ہے اور میں کل قیامت کے دن تم سے اس کا سوال کروں گا اس کے بعد ابن حجر صواعق میں لکھتا ہے کہ نبیؐ سے وصیت صریحہ متعدد روایات میں اہلبیت کے حق میں وارد ہے اور اشعار ابن عربی کے بھی صواعق سے اثبات فرضیت مودت آل رسول کے لئے وہاں ہی منقول ہیں اور عبارت فتاویٰ عزیزی مندرجہ بیان حدیث ظنوا المومنین خیرا سے بھی اسی طرح ثابت ہے مکرر ملاحظہ ہو اور بیان طعن تشیع قابل اعتبار نہیں ہیں ہدایۃ الرسائل ص۲۹ کی عبارت ملاحظہ ہو کہ تشیع بلاغلو صفت لازمہ مومن است و عبارت فتح تاجی بیان مودت ملاحظہ ہو اور مولوی وحید الزماں انوار اللغۃ پ ص۵۱ میں لکھتے ہیں جو اہلبیتؑ سے محبت نہیں رکھے گا ان کے قول اور افعال اور طریقہ کو چھوڑ کر ان کے غیر کے قول کی پیروی کرے گا اس کا بھی انجام خراب ہوگا اہلبیت کی محبت پر ایمان کا مدار ہے اور اسعاف الراغبین برحاشیہ نور الابصار صفحہ ۸۸ و صواعق ص۱۰۲ میں باسناد دیلمی و طبرانی و ابو الشیخ و ابن حبان و بیہقی اور تحفہ اثنا عشریہ مطبوعہ نولکشور صفحہ ۳۵۵ میں باسناد بیہقی وغیرہ بالاتفاق مروی ہے کہ نبیؐ نے فرمایا کوئی شخص مومن نہیں ہو سکتا جب تک مجھ کو اپنے نفس سے زیادہ محبوب نہ سمجھے اور میری عترت کو اپنی عترت سے زیادہ محبوب نہ سمجھے الخ دوسری روایت ابی الشیخ میں ہے کوئی مومن نہیں ہو سکتا جب تک مجھے دوست نہ رکھے اور میرا دوست نہیں ہو سکتا جب تک میری ذریت کو دوست نہ رکھے اور روایت احمد میں فرمایا جس نے اہل بیت سے بغض رکھا وہ منافق ہے انتہیٰ۔ اور تحفہ اثنا عشریہ صفحہ ۸۲ کید ۱۹ میں ہے جو بغض آل محمدؐ پر مرا وہ دوزخ میں گیا اگرچہ وہ نماز روزہ کرتا ہو اس حدیث کو طبرانی اور حاکم نے روایت کیا مثلہ فی الصواعق ص۱۰۲ وکذا فی الدر المنثور ج۶ ص۷ باسناد احمد و ابن حبان والحاکم عن ابی سعید مرفوعاً۔ اور اسی صفحہ تحفہ پر اور صواعق صفحہ ۱۰۲/۱۴۲ مصری میں باسناد طبرانی و احمد وغیرہ سے مرفوعاً مروی ہے فرمایا اہلبیت کے ساتھ بغض رکھنے والا منافق ہے اور جو ان سے حسد کرے گا حوض کوثر سے آگ کے دُرّوں کے ساتھ ہانکا اور ہٹایا جائے گا انتہیٰ کذا فی الدر المنثور ج۶ ص۷ اور صواعق محرقہ ص۱۰۱ واحیاء المیت سیوطی ص۳ میں بہ تفسیر آیۃ ومن یقترف حسنة نزد له فیها حسنا کے ابن عباس سے اس کی مراد مودۃ آل محمدؐ لکھی ہے اور صفحہ ۱۰۲ میں بذیل تفسیر سیجعل لهم الرحمن ودا۔ حافظ سلفی کی اسناد سے مروی ہے کہ مودت علی و دیگر اہلبیت

(باقی حاشیہ ص۴۳ پر ملاحظہ ہو)

بقول صاحب تحفہ مودت ذریت طاہرہ فرائض وارکان ایمان سے ہے

قیامت کو مودت کا سوال ہوگا

امام حسنؑ کا دعویٰ اہل بیت کی مودت ہر مسلم پر خدا نے فرض کی ہے

بجز مودت کے کوئی مومن نہیں ہو سکتا جو بغض رکھے منافق و ناری ہے

(بقیہ حاشیہ ص۴۲) کی مومن کے دل میں ضرور ہوتی ہے حدیث نقل کر کے پھر کہا صحیح روایت میں نبی نے فرمایا میرے اہل بیت کو میرے لئے محبوب رکھو اور درمنثور جلد ۴ صفحہ ۲۸۷ میں باسناد طبرانی وابن مردویہ وابن عباس سے روایت کیا کہ آیت سیجعل لہم الرحمٰن ودا علی ابن ابی طالب کے حق میں اُتری ہے کہ خدا تعالیٰ مومنین کے دل میں علیؑ کی محبت رکھتا ہے اور اسی میں باسناد ابن مردویہ و دیلمی براء سے مرفوعاً اور حضرت علیؑ سے بھی اور ترجمان القرآن صفحہ ۱۱۴ میں فتح البیان سے اسی طرح مروی ہے اور الدین الخالص جلد ۲ صفحہ ۲۸۵ میں نواب سید صدیق حسن خان حدیث ترمذی - احبوا اهل بیتی لحبی نقل کر کے لکھتے ہیں ویدل له القرآن قل لا اسئلكم عليه اجرا الا المودة في القربىٰ وهذه المحبة لهم واجبة متحتمة على كل فرد من افراد الامة الخ یعنی محبت اہلبیت کے لئے قرآنی حکم بھی ہے اور سنت سے بھی ثابت ہے لہٰذا ہر فرد امت پر ان کی محبت یقینی واجب ہے اور ملاحظہ ہو فلک النجاۃ علیؑ سے بغض علامت نفاق ہے بغیر حب علیؑ مومن ہو نہیں سکتا اور صواعق محرقہ صفحہ ۱۰۳ میں ہے روایت صحیحہ میں نبی نے فرمایا کہ یہ لوگ مومن نہیں ہو سکتے جب تک لئے اہل بیت تم کو اللہ تعالیٰ اور میری قرابت کے سبب سے محبوب نہ رکھیں اہل تسنن بھی محبت اہلبیت کا زبانی دعوے کرتے ہیں مگر عمل ان کا اس کی تردید و تکذیب کرتا ہے کیونکہ اس محبت کا اثر جو اپنے نفس سے زیادہ محبوب رکھنے کی حد پر ہو یہ ہوتا ہے کہ محبوب کے ہر قول و فعل کو سب سے مقدم رکھا جائے اور اطاعت واجب سمجھی جائے اور محبوب کے دوست کو دوست اور اس کے دشمن کو دشمن سمجھا جائے لیکن سنیوں کا عمل ان امور میں بالعکس ہے بفضل خدا شیعہ اس پر صحیح عامل ہیں۔

فیصلہ ہم یہ نہیں کہتے کہ آیت تطہیر کی تفسیر یا آیت مودۃ کی توضیح یا اہل بیت کی تشریح میں ہمارے بیان کردہ معانی و مصادیق و تفاسیر کے بغیر اہل تسنن نے کچھ بھی نہیں لکھا یوں تو کوئی آیت ان کے اختلافات تفسیری اور کوئی مسئلہ ان کے تنازعات تحریری سے خالی نہیں۔ انہوں نے چونکہ اصل معیار صداقت قرآن ناطق کے قول و فعل سے واسطہ نہ رکھا اور اپنے موہومہ اجماعی مذاہب کو اپنا معیار قرار دیا اور اپنے خیال کی اصلاح نہ کی بلکہ ہیر پھیر کر کے کھینچ تان کر ہر آیت و حدیث کو اپنے خیال کے تابع اور اپنے اعتقاد کے مطابق ڈھال لینے کی کوشش کی۔ کوئی بات ہو جہاں رائے و فکر کو جگہ دی جائے ہر انسان کی رائے الگ ہوتی ہی ہے ایک ایک لفظ کو دس دس معانی پر تقسیم کیا ایک آیت کی چالیس تک تفسیریں کیں۔ وجہ اس کی یہی ہے کہ صحیح معیار کو چھوڑ دیا ورنہ آراء مختلفہ کے محتاج نہ ہوتے اور نہ اس قدر پریشان خیال ہوتے۔ ہم نے جو کچھ لکھا ہے تفاسیر و احادیث ائمہ اہل بیت کے مطابق لکھا ہے جو متفقہ معیار ہیں اور ہر جگہ ایک جماعت علماء معتبرین اہل تسنن کا اعتراف اس معنے و مصداق کا اور شہادت صداقت لکھ کر اپنے بیان کی توثیق کر دی ہے اس کے بعد جو کوئی ان تشریحات پر اعتراض یا انکار کریگا وہ اپنے بزرگوں کی تکذیب اور اپنے فحول علماء کی تغلیط کرے گا بلکہ رسول خداؐ جو مفسر حقیقی ہیں کی تکذیب کرے گا اور ہم ہی اسکے اعتراضات کا نشانہ نہیں ہوں گے بلکہ اپنا ترکش پہلے اپنے گھر پر خالی کر لیگا تو شاید ہمارے لئے کوئی تیر بچے گا ہی نہیں۔

ملا محمد معین محدث لاہوری صاحب دراسات کی تحقیق و ثبوت طہارت و عصمت دوازدہ ائمہ اہلبیتؑ و وجوب اطاعت

دراسات اللبیب صفحہ ۱۹۹ مطبوعہ لاہور میں لکھا ہے نبہ الشیخ القدوۃ (محی الدین ابن العربی) فی هذا الكلام علی ان ثبوت العصمة لغير الانبياء عليهم الصلوة والسلام جائز لم ينتهض دليل من الشرع على استحالتها في غيرهم (الى ان قال) فليست العصمة من خواصهم پھر صفحہ ۲۰۱ میں لکھا کہ مجھے اس جگہ کلام کرنا ہے جو اہل انصاف قبول کریں گے وہ جو انحراف و تعصب کو دور رکھ دیں گے یہ کہ اہل بیت کی عصمت کے لئے حدیث ثقلین بھی مؤید ہے کیونکہ نبی صلعم نے کتاب اور اہلبیت دونوں کو خلیفے بنا کر ہر دو سے تمسک کی وصیت فرمائی ہے جو ہر دو کے لئے برابر ہے اور اگرچہ سب اخبار نبی صلعم وحی سے ہوتی ہیں مگر اس میں تصریح کی ہے کہ اخبرني اللطيف الخبير انهما لن يفترقا الخ پھر امام صادق علیہ السلام سے واعتصموا بحبل الله کی تفسیر میں نقل کیا کہ آپ نے فرمایا نحن حبل الله الذی قال الله تعالىٰ واعتصموا بحبل الله پھر ۲۰۶ میں لکھا کہ ازواج اہلبیت سکنے سے ہیں نہ اہل بیت تطہیر سے اور صفحہ ۲۰۷ میں لکھا وهذا التحقيق في تفسير اهل البيت بالحديث الصحيح اعين المراد منهم في اية التطهير مع نصوص كثيرة من الاحاديث الصحاح المنادية على ان المراد منهم الخمسة الطاهرة

(باقی ص۴۴ پر ملاحظہ ہو)

من ھٰؤلاء الذین امرنا اللہ بمودتہم قال علیؑ وفاطمۃؑ وابناھما اخرجہ احمد وابن ابی حاتم والطبرانی والبغوی وابن المنذر وابن مردویہ (فی الفاظہ من قرابتک ھٰؤلاء الذین وجبت مودتہم الخ) وکذا فی احیاء المیت بفضائل اہل البیت وزاد اخرج سعید بن منصور فی سننہ عن سعید بن جبیرؓ وکذا فی تفسیر جامع البیان وتفسیر الخازن وتفسیر المدارک والبیضاوی وفتح البیان وابن کثیر والحقانی وروح المعانی والحسینی والسراج المنیر ومعالم التنزیل والکبیر والکشاف والنیشاپوری والاکلیل۔ وفی الدر المنثور اخرج ابونعیم والدیلمی عن ابن عباس مرفوعاً الا المودۃ فی القربیٰ ان تحفظونی فی اہل بیتی وتودوھم بی

کون ہیں یہ لوگ جن کے ساتھ دوستی کا حکم وجوبی اللہ تعالےٰ نے ہم کو دیا ہے رسول خداؐ نے فرمایا کہ علیؑ وفاطمہؑ وحسنؑ وحسینؑ ہیں اس کو احمد وابن ابی حاتم وطبرانی وبغوی وابن المنذر وابن مردویہ نے روایت کیا۔ (اسی طرح صواعق ص۱۰۱ میں باسناد حاکم وغیرہ وترجمان القرآن جلد ۱۳ ص۳۶۴ میں مروی ہے) نیز یہ روایت احیاء اہل البیت بفضائل اہل بیت ص۸ (و در منثور جلد ۶ ص۷) میں باسانید سعید بن منصور وغیرہ مروی ہے۔

اور نیز یہ مضمون تفسیر جامع البیان۔ تفسیر ابن جریر وتفسیر خازن۔ وتفسیر مدارک و بیضاوی و فتح البیان و ابن کثیر وحقانی و روح المعانی وحسینی وسراج المنیر ومعالم التنزیل وتفسیر کبیر۔ وکشاف ونیشاپوری واکلیل میں ہے۔ اور در منثور جلد ۶ ص۷ میں ہے کہ ابونعیم ودیلمی نے ابن عباس سے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ معنے المودۃ فی القربیٰ کے یہ ہیں کہ حفاظت کرو حقوق میرے اہل بیت کی اور ان کو دوست رکھو میری جہت سےؐ۔

(بقیہ حاشیہ ص۴۳) رضوان اللہ علیہم اجمعین ولنا رسالۃ فی تحقیق ذالک مجلد فی دفترنا یجب علی طالب الحق الرجوع الیہ ولما وجدنا ھذا فی صحیح مسلم علمنا انہم ابناءہ فاذا انضم الی ذالک ما ورد من الاخبار فی الائمۃ الاثنیٰ عشر مما بسطنا اکثرھا فی المقامات الاربعۃ من کتابنا المسمی بمواھب سید البشر فی حدیث الائمۃ الاثنیٰ عشر بالترتیب ابسطنا حتیٰ کہ صاحب دراسات لکھتے ہیں سلف وخلف سے اس تعداد کے منتخب اور جامع کمالات جن پر یقین ہو بانہم الاولیٰ بصدق احادیث التمسک علیہم بغیر دوازدہ ائمہ اہل بیتؑ کے کوئی نہیں ملتا اور حدیث میں اس کا بھی اشارہ ہے کہ کوئی زمانہ خالی نہ ہوگا کہ اس میں کوئی قابل تمسک موجود نہ ہو بلکہ ہر زمانہ میں ایسا وجود موجود رہتا ہے جیسا کہ ثقل ثانی کتاب خدا موجود ہے۔ پھر صواعق سے حدیث فی کل خلف من امتی عدول من اہل بیتی کو نقل کیا۔ پھر حدیث غدیر وثقلین کی تصحیح وتوثیق نقل کرکے لکھا وانضمت الیہ آیۃ التطہیر بتفسیرھا التی یدل علیہا الصحیحۃ فلا وجہ لان یمتری من لہ ادنی انصاف فی ان من صدق علیہم ھذا الحدیث (الثقلین) وآیۃ (التطہیر) من غیر شائبۃ ہم الائمۃ الاثنیٰ عشر من اہل البیت وسیدۃ نساء العٰلمین بضعۃ رسول اللہ ام الائمۃ الزہراء الطاہرۃ علی ابیہا وعلیہا الصلوٰۃ والسلام ولا شائبۃ فی کونہم معصومین کالمہدی منہم علیہم السلام (ثم قال) واذا ثبت ھذا اعلم ان من اقر بصحۃ حدیث التمسک الزم بعصمۃ الائمۃ حتیٰ استحالۃ صدور الخطاء عنہم کالمہدیؑ منہم عند الشیخ ابن العربیؒ دھذا مخصوص فی الائمۃ بائمۃ اہل البیت۔ پھر کہا اگر حدیث اصحابی کالنجوم اور اقتدوا بالذین من بعدی ابی بکر وعمر وعلیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین سے اعتراض کیا جائے تو جواب یہ ہے قلت الحدیث الاول موضوع والا لکان قولہ اھتدیتم فیہ خاصۃ مما یدل علی عدم خطاءھم۔ والثانی فیہ جواز الاقتداء بہما وھو لا یقتضے عدم خطاءھما۔ تیسری حدیث کو صحیح مان کر لکھا لا یدل علی عدم خطاءھم بخلاف حدیث التمسک فان فیہ مع الحث البلیغ علی ذالک وقع الاخبار لن المؤیدۃ علی عدم ضلال من تبعہم وعدم الافتراق بینہم وبین القرآن وھو کنایۃ عن عدم خطاءھم فی کونہا ابلغ من التصریح پھر یہ اعتراض کہ

سلہ۵ معالم التنزیل سورۃ شوریٰ میں تحت آیت مودۃ کے ہے علماء نے اختلاف کیا ہے کہ قرابت واجب المودۃ سے مراد کیا ہے بعض نے کہا ہے کہ وہ فاطمۃ الزہرا اور علیؑ وحسنینؑ ہیں اور انہی کے حق میں آیت انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اتری ہے اور یحییٰ باسناد یزید بن حیان نے زید بن ارقم سے روایت کی ہے کہا فرمایا رسول اللہ صلے نے کہ میں ثقلین کو تمہارے اندر چھوڑ جاتا ہوں کتاب اللہ اور میرے اہل بیت الخ اور بیضاوی جلد ۲ صفحہ ۲۷ طبع مصر میں تحت آیت مودۃ کے سورہ حم عسق میں ہے کہ استثناء منقطع ہے

(باقی حاشیہ بر ص۴۵ ملاحظہ ہو)

بہ ظاہر حدیث فی البخاری ولم یکن رضی اللہ عنہا فی ذالک وحل ھاتل وافقہا علی ذالک کبار الصحابۃ علیؑ والحسنؑ والحسینؑ فقد استبان من ھذا کلہ ان قبوت الثلاث ہم لا ینافی القول بعصمتہم ولم یثبت عند ناعن علیؑ ان رجع عن قولہ کما رجع غیرہ من اکابر الصحابۃ ولا باقی الائمۃ الطاہرین انتہی ملخصاً

وفیه روی احمد وعبد بن حمید والبخاری والمسلم والترمذی وابن جریر وابن مردویه عن سعید بن جبیر ان المراد قربیٰ ال محمد، اخرج البخاری عن ابی بکر الصدیق قال ارقبوا محمدا فی اهل بیته ۔ وفیه اخرج مسلم والترمذی والنسائی عن زید بن ارقم انه قال اذکرکم الله فی اهلبیتی ۔ وفی تفسیر الکشاف والنیشا فوری ثبت بالنقل المتواتر انه کان یحب علیا والحسنؑ والحسینؑ واذا کان کذالک وجب علینا محبتهم لقوله تعالیٰ فاتبعونی وکفیٰ شرفا لآل محمد وفخرا ختم التشهد بذکرهم والصلوٰة علیهم فی کل صلوٰة فنحن نرکب سفینة حب آل محمد صلی الله علیه واله وسلم الخ فی هدایة السائل فی ادلة المسائل للسید الصدیق حسن خان روی ابو الشیخ وابن حبان عن علیؑ انه قال فینا آیة قل ما اسئلکم علیه الخ وروی ابو الطفیل والطبرانی فی الاوسط والکبیر باختصار والبزار بنحوه وبعض طرقها حسان انه خطب الحسن علیه السلام وذکر فیه ان الآیة نزلت فینا الخ

اُسی درمنثور ج۶ صفحہ ۵ میں ہے کہ روایت کیا ہے احمد وعبد بن حمید وبخاری ومسلم وترمذی وابن جریر وابن مردویہ نے سعید بن جبیر سے کہ تحقیق مراد ذوالقربیٰ سے اقارب آل محمدؐ ہیں ، اور درمنثور ج۶ صفحہ ۵ میں ہے کہ مسلم وترمذی ونسائی نے زید بن ارقم سے مرفوعاً روایت کیا ہے نبیؐ نے فرمایا کہ میں خدا یاد دلاتا ہوں ۔ تم کو اپنے اہل بیت کے حق میں ، اور تفسیر کشاف ونیشاپوری میں ہے کہ متواتر نقل سے ثابت ہو چکا ہے کہ تحقیق نبیؐ علیؑ وفاطمہ وحسن وحسین کو محبوب رکھتے تھے جب یہ ثابت ہو چکا تو ہم پر ان کی محبت اللہ کے فرمان کے باعث رنج نے سنایا ۔ اگر تم خدا کو دوست رکھتے ہو تو ہر حال میں میری پیروی کرو) واجب ہوگئی اور آل محمدؐ کے فخر وشرف کے لئے یہی کافی ہے کہ ختم تشہد ہر نماز کا ان کے ذکر اور اُن پر درود پڑھنے سے ہوتا ہے ۔ پس ہم کشتی محبت آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر سوار ہیں آور ہدایۃ السائل فی ادلۃ المسائل مؤلفہ سید صدیق حسن خان صہ میں ہے ۔ ابوالشیخ وابن حبان نے علیؑ سے روایت کیا کہ انہوں نے فرمایا آیت قل لا اسئلکم علیہ الآیۃ ہمارے حق میں اتری ہے (کذا فی الصواعق ص۱۰۱) اور ابوالطفیل وطبرانی نے اوسط میں اور کبیر میں باختصار اور بزار نے مثل اس کے روایت کیا ۔ اور ان کی بعض اسانید حسن ہیں یہ کہ امام حسنؑ نے خطبہ پڑھا جس میں ذکر فرمایا کہ آیت مودۃ فی القربیٰ ہمارے حق میں اُتری ہے ۔

(بقیہ حاشیہ صہ ۴۴) اور معنیٰ یہ ہے کہ میں کوئی اجر ہرگز نہیں مانگتا البتہ مودۃ قربےٰ مطلوب ہے جیسا کہ حدیث میں ہے حُبّ بھی خدا کے لئے ہو اور بغض بھی اسی کے لئے ہو ۔ مروی ہے کہ جب یہ آیت اتری تو عرض کیا گیا کہ یا رسول اللہ تیری قرابت کے وہ کون آدمی ہیں جن کی محبت ہم پر واجب ہے فرمایا کہ وہ علیؑ وفاطمہ وحسنینؑ ہیں ۔ اور آیت مابعد کی ومن یکتسب حسنۃ کے تحت لکھا اور جو طاعۃ کو عمل میں لائے بالخصوص حُبّ آل رسول کی رکھے تو ان کے لئے حسنات کو ہم بڑھا دیتے ہیں ۔ معالم میں بھی قربےٰ سے یہی حضرات مُراد لئے ہیں ۔ اور مواہب لدنیہ علامہ قسطلانی مطبوعہ مصر مع شرح زرقانی جلد ۷ صفحہ ۳ میں ہے کہ باسناد ابن ابی حاتم وطبرانی وابن مردویہ کے ابن عباس سے مروی ہے کہا جب آیت مودۃ اُتری تو صحابہ نے عرض کی یا رسول اللہؐ وہ کون حضرات قرابت حضور کے ہیں جن کی مودۃ واجب ہے نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ علیؑ اور فاطمہؑ اور ان کے بیٹے حسنینؑ ہیں ۔ تو ابنا ھما جو حدیث میں وارد ہے اس کے معنے بصورت آیت مکیہ ہونے کے یہ ہیں کہ وہ دو بیٹے جو پیدا ہوں گے ۔ پس اس طرح کوئی اعتراض آیت کے مکیہ ہونے کا اس معنے پر نہیں بلکہ تفسیر ابن عطیہ میں (جس کو زرقانی نے صفحہ ۶ میں فقیہ عالم بالتفسیر والاحکام کے لقب سے لکھا ہے) اس آیت کو مدنیہ لکھا ہے پھر تو بلا تکلف معنی صحیح ہوگا ۔ پھر صہ میں ہے کہ ابی سعید خدری سے مروی ہے کہا فرمایا رسول اللہؐ نے یہ آیت پانچ تن کے حق میں اُتری ہے میرے لئے اور علیؑ وفاطمہؑ وحسنؑ وحسینؑ کے حق میں پھر پڑھا انما یرید الله لیذهب عنکم الرجس الآیہ ۔ اس کو ابن جریر اور احمد نے مناقب میں اور طبرانی نے روایت کیا ۔ پھر صہ میں ابن عطیہ نے جمہور سے نقل کیا ہے کہ مراد یہی حضرات ہیں پھر صفحہ ۲۰ میں ہے واحدی نے اپنی تفسیر میں اسناد خود اور ابن ابی حاتم وطبرانی وابن مردویہ نے ابن عباس سے روایت کیا کہا جب آیت مودۃ اُتری تو صحابہ نے عرض کی یا رسول اللہؐ کون حضرات ہیں جن کی محبت رکھنے سے ہم مامور ہیں ؟ فرمایا نبیؐ نے وہ علیؑ وفاطمہؑ اور ان کے دو بیٹے ہیں اور نیز ابن عباس سے مروی ہے کہ آیت مذکورہ مدنیہ ہے اور اسی طرح اس کی تاویل کی ہے ابن جبیر وعمرو بن شعیب نے اور ابن عباس نے اسی تاویل کے مطابق کہا ہے کہ ہم انہی حضرات کی مودت کے ساتھ مامور ہیں ۔ انتہیٰ ۔ ۱۲ مترجم عفی عنہ ۔

(بقیہ حاشیہ جو صہ ۴۳ سے چلا آرہا ہے) من دراسات اللبیب ۔ اس کے بعد مؤلف دراسات جملہ اعتراضات کے جوابات لکھ کر لکھتا ہے جو مجھ پر اس کلام سے میرے غیر سنی ہونے کا اعتراض کرے تو اس تہمت کا گناہ اُسی پر ہوگا اور اللہ تعالیٰ اُس سے خصومت کریگا ۔ یہ خوف مجھے اس سے پیدا ہوا ہے کہ علامہ ذہبی نے حافظ عسکانی کو فقط اس سبب سے

وکذا فی الصواعق المحرقة - واخرج الحافظ جمال الدین الیرزندی والطبرانی واحمد فی المناقب وابن ابی حاتم فی التفسیر والحاکم فی المناقب والشافعی والواحدی فی الوسیط سؤال الصحابة من هم وجوابه علیه السلام علیؑ وفاطمةؑ وابناهما - وهکذا فی الصواعق ص۱۰۱ وقال فی سنده شیعی غال لکنه صدوق - وکذا قال السید صدیق حسن خان فی هدایة السائل وزاد وثقه ابن حبان وله شواهد وذکره السمهودی - فی ارجح المطالب والصواعق عن زاذان وغیره عن علیؑ قال فینا اهل البیت فی حم آیة لا یحفظ مودتنا الا کل مومن ثم قرأ قل لا اسئلکم - الآیة - فی مروج الذهب للمسعودی ومن خطب الحسن فی ایامه فی بعض مقاماته انه قال نحن حزب الله المفلحون وعترة رسول اللهؐ اقربون واهل بیته الطاهرون الطیبون واحد الثقلین خلفهما رسول اللهؐ والثانی کتاب الله وفی تفسیر ابن جریر والدر المنثور والصواعق اخرج الطبرانی عن زین العابدین (سید الساجدین علیه السلام) انه لما جیئ به اسیرا عقب مقتل ابیه الحسینؑ واقیم علی درج دمشق قال بعض جفاة اهل الشام الحمد لله الذی قتلکم واستاصلکم وقطع قرن الفتنة فقال (علیه السلام) اما قرأت قل لا اسئلکم الخ قال وانتم هم قال نعم وللشیخ الجلیل شمس الدین ابن العربی ؎ رأیت ولائی آل طه فریضة ◆ علی رغم اهل البعد یورثنی القربیٰ ◆ فما طلب المبعوث اجرا علی الهدیٰ ◆ بتبلیغه الا المودة فی القربیٰ ◆ فی الشرف المؤبد قال الفخر الرازی وانا اقول آل محمدؐ هم الذین

اور اسی طرح ابن حجر نے صواعق محرقہ صفحہ ۱۰۱ و ص۱۳۶ میں بیان کیا اور اسی ہدایۃ السائل کے صفحہ مذکورہ سابقہ میں ہے کہ حافظ جمال برزندی وطبرانی نے اور احمد نے المناقب میں و شافعیؒ واحدی نے الوسیط میں اس کو روایت کیا ہے کہ صحابہ نے سوال کیا وہ اہل قرابت کون ہیں جن کی محبت ہم پر واجب کی گئی ہے رسولؐ نے جواب میں فرمایا کہ علیؑ و فاطمہؑ و حسنؑ و حسینؑ ہیں (ہدایۃ السائل اور اسی طرح صواعق صفحہ ۱۰۱ میں بھی ذکر کیا اور ایک روایت بیان کردہ خود کے لئے کہا کہ اسکی سند میں شیعہ غالی ہے لیکن وہ سچا ہے اور اسی طرح اس روایت کے لئے سید صدیق حسن خان نے ہدایت السائل میں ص۵۲۶ میں کہا اور زیادہ کیا کہ ابن حبان نے اس راوی کو ثقہ کہا ہے اور اس کے بہت شواہد ہیں جن کو سمہودی نے ذکر کیا ہے اور ارجح المطالب صفحہ ۶۲ و صواعق صفحہ ۱۰۱ میں زاذان وغیرہ سے روایت ہے علیؑ فرماتے تھے اہل بیت کا حق حم میں ہے کوئی حفظ مودت ہماری نہیں کرتا مگر مؤمن کامل پھر آیت قل لا اسئلکم الآیۃ کو پڑھا۔ کتاب مروج الذہب مؤلفہ علامہ مسعودی جدید طبع مصر ج ۲ ص۳۰۶ میں ہے کہ امام حسن کے خطبوں میں سے یہ ہے جو اپنے زمانے میں انہوں نے پڑھے تھے چند مقاموں پر فرمایا کرتے تھے کہ تحقیق ہم ہی اللہ کا گروہ نجات یافتہ ہیں اور عترت رسولؐ اور اقرب اور اس کے اہل بیت پاک اور صاف جو ایک دو ثقلین میں سے ہیں جنکو رسولؐ نے اپنے پیچھے ہدایت کے لئے چھوڑا ہے اور دوسرا ثقل کتاب اللہ ہے الخ (ایضاً دیکھو حاشیہ بیان مصالحت معاویہ) اور تفسیر ابن جریر جزء ۲۵ صفحہ ۱۴ و در منثور ج ۶ صفحہ ۷ و صواعق صفحہ ۱۰۱ و ص۱۳۶ میں ہے کہ طبرانی نے امام زین العابدین سید الساجدینؑ سے روایت کی ہے جب وہ حضرت قیدی کر کے اپنے باپ امام حسینؑ کے بعد لائے گئے اور دمشق کے راستہ پر کھڑے کئے گئے تو بعض شام کے ظالموں نے کہا خدا کا شکر ہے جس نے تم کو قتل کیا اور تمہارے اہل بیت کی قریبا جڑ نکال دی اور فتنہ کی شاخ کو قطع کر دیا تو امام علیہ السلام نے فرمایا کیا تو نے قرآن پڑھا ہے اس میں قل لا اسئلکم الخ آیت موجود ہے؟ اُس ظالم نے کہا ہاں مگر وہ قربیٰ مودت والے تم ہی ہو امامؑ نے فرمایا کہ ہاں وہ ہم ہی ہیں (تو اب غور کر لے کہ پھر اسلام کا دعویٰ کرتے ہوئے موقعہ شکر ہے یا جائے غم ہے) اور شیخ جیلانی شمس الدین ابن العربی نے کہا ہے کہ میں نے معلوم کیا ہے کہ محبت آل محمدؐ فرض ہے وہ علاوہ شرمندہ کرنے دشمن کے میرے اندر تقرب رسولؐ پیدا کرتی ہے پس نبیؐ مبعوث نے ہدایت کرنے پر کوئی مزدوری طلب نہیں کی سوائے حکم مودۃ فی القربیٰ کے (جو درحقیقت کوئی مزدوری نہیں بلکہ وسیلہ ہدایت یہی ہے) آلشرف المؤبد صفحہ ۱۵ میں ہے فخر الدین رازی نے کہا ہے کہ آل محمدؐ وہ ہیں

لصدر ریث کے قابل حجت ہونے میں کلام نہیں ۱۲ مترجم

نہیں ہے بلکہ شیخ ابن عربی کہتے ہیں۔ امام مہدیؑ پر مسائل میں قیاس کرنا حرام ہے وہ کوئی حکم نہ دیگا مگر وہ جو اس کو اللہ کی طرف سے ایک فرشتہ القا کرتا ہے گا۔ ونسیم الریاض شرح شفا قاضی عیاض جلد ۴ ص۵۵ میں ہے۔ یجوز الوحی بغیر الانبیاء یعنی امور معینہ کی وحی (باقی حاشیہ بر ص۴۷)

یؤل امرھم الیہ فکل من کان امرھم الیہ اشد واکمل کانوا ھم الآل ولاشک ان فاطمۃ وعلیاً والحسن والحسین کان التعلق بینھم وبین رسول اللہ اشد التعلقات وھذا کالمعلوم بالنقل المتواتر فوجب ان یکونوا ھم الآل۔ وفی الصواعق قال القاضی فی الشفاء ما حاصلہ من سب اباً احد من ذریتہ ولم تقم قرینۃ علی اخراجہ من ذلک قتل وعلم من الاحادیث السابقۃ وجوب محبۃ اھل البیت وتحریم بغضھم التحریم الغلیظ وبلزوم محبتھم صرح البیھقی والبغوی وغیرھما من فرائض الدین بل نص علیہ الشافعی فیما حکی عنہ من قولہ ؎ یا اھل بیت رسول اللہ حبکم فرض من اللہ فی القرآن انزلہ فی الخصائص للسیوطی اخرج ابو یعلی والبزار والحاکم عن ابی ذر سمعت النبی یقول الا ان مثل اھل بیتی فیکم مثل سفینۃ نوح من رکبھا نجا ومن تخلف عنھا غرق۔ وفیہ فقال ما بال اقوام یتحدثون فاذا راوا الرجل من اھل بیتی قطعوا حدیثھم واللہ لا یدخل قلب رجل الایمان حتی یحبھم للہ ولقرابتھم منی۔ وفی الفرع النامی من الاصل السامی للسید الصدیق ص۲ طبع بھوپال (فی خطبۃ الصلوٰۃ) وعلی آلہ الذین

جن کا مرجع کلی رسول خدا ہیں تو جن کا امر طرف نبی کے اشد واکمل طریقہ سے راجع ہے وہی آل نبی ہیں اور اس میں شک نہیں کہ جناب فاطمہؑ و علیؑ و حسنؑ و حسینؑ کا تعلق رسول اللہ سے سخت تعلقات کے اقسام سے ہے (جس میں سب سے فوق رکھتے ہیں) اور یہ امر گویا نقل متواتر سے ثابت ہے پس یہ واجب ہے کہ وہی آل ہوں۔ اور صواعق صفحہ ۱۰۴ میں ہے کہ قاضی عیاض نے شفا میں کہا ہے جس کا حاصل یہ ہے جس نے ذریت نبیؐ کے کسی فرد کو باپ کے حق میں گالی دی اور کوئی قرینہ صحیح ذریت سے خارج کرنے کا نہ ہو تو وہ شخص گالی دہندہ واجب القتل ہے اور احادیث سابقہ سے وجوب محبت اہل بیتؑ اور تحریم بغض ان کا بہ صیغہ شدید التحریم معلوم ہو چکا ہے اور لزوم محبت اہل بیت کے لئے بیہقی و بغوی وغیرہ نے بتصریح کہا ہے کہ یہ فرائض دین سے ہے (کذا فی ترجمان القرآن جلد ۱۳ ص۳۶۹) بلکہ امام شافعی نے اپنے قول میں تصریح کی ہے کہ اے اہل بیت رسول اللہؐ کے آپ کی محبت اللہ تعالیٰ کی طرف سے فرض ہے جو اس نے قرآن میں اس کو نازل کیا ہے۔ اور خصائص کبریٰ مؤلفہ جلال الدین سیوطی جلد ۲ صفحہ ۲۶۶ میں ہے کہ ابو یعلیٰ و بزار و حاکم نے ابی ذرؓ سے روایت کیا ہے۔ وہ کہتا ہے۔ میں نے رسول اللہ سے سنا ہے فرماتے تھے خبردار ہو جاؤ کہ میرے اہل بیت کی مثال کشتی نوحؑ کی سی ہے۔ جو اس پر سوار ہو گیا اس نے نجات پائی۔ اور جو رہ گیا غرق ہوا۔ (کذا فی احیاء المیت بفضائل اہل البیت للسیوطی ص۱۳ باسناد الطبرانی) اور اسی کتاب کے ص۲۵ میں باسناد حاکم و ابن ماجہ میں ہے۔ نبیؐ نے فرمایا۔ لوگوں کا کیا حال ہے؟ باتیں کرتے وقت میرے اہل بیت کے کلام میں دخل دیتے اور قطع کلامی کرتے ہیں۔ بخدا کسی آدمی کے دل میں ایمان نہیں آسکتا جب تک کہ میرے اہل بیت کی میرے سبب سے محبت اُس کے دل میں نہ ہو۔ (یا یہ معنی ہے کہ اہل بیتؑ سے پوشیدہ باتیں کرتے ہیں جب ان سے کسی کو دیکھیں تو کلام بند کر دیتے ہیں) (وکذا فی احیاء المیت بفضائل اہل البیت مترجم حامل المتن ص۸ باسناد احمد و ترمذی و نسائی و حاکم) اور فرع نامی من الاصل السامی مؤلفہ سید صدیق حسن خان کے صفحہ ۲ مطبوعہ بھوپال میں خطبہ کے اور درود کے موقعہ پر لکھا ہے کہ صلوٰۃ و سلام نبی کی آل پر ہو وہ آل جن کے واسطے اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں سے مودت و محبت رکھنے کا مطالبہ فرمایا ہے اور ان کی محبت کو ایمان کا جزو اعظم قرار دیا ہے اور ان سے رجس کو دُور کر کے کمال درجہ کا پاک کیا ہے اور ان کو شدائد قیامت کے لئے شفاعت کرنے کا حق عطا فرمایا اور اس کام کے واسطے اُنہی کو منتخب فرمایا۔ (تحفہ اثنا عشریہ طبع نولکشور ص۲۵۵ میں ذریت علیؑ کو طاہرہ کی صفت سے لکھا ہے۔ اور محبت کو فرض تحریر کیا ہے) مؤلف کہتا ہے اے بھائی! انصاف کر کیونکہ انصاف اچھے اوصاف سے ہے۔ تحقیق مذکورین یہی وہ اقربا رسول اللہ کے ہیں

سأل اللہ عن عبادہ مودتھم وجعل رکن الایمان محبتھم اذھب عنھم الرجس وطھرھم تطھیرا واختارھم لشفاعۃ یوم کان شرہ مستطیرا۔ اقول یا اخی انصف فان الانصاف من خیر الاوصاف ان ھؤلاء المذکورین ھم اقرباءھم

لے ایضاً دیکھو ابتدا حال معاویہ میں عبارت خصائص نسائی و ترمذی ۱۲ مترجم

الواجب مودتہم ام غیرہم فان کانوا ھٰؤلاء احد الثقلین واھل البیت وذا القربیٰ وسفینۃ
النجاۃ وحبل اللہ وھداۃ الصراط المستقیم فما کان لنا ان نتبع غیرہم لان غایۃ المودۃ
وغرضہا ھو اتباعہم لاغیر کما قال عز اسمہ قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی وقال علیہ السلام
لایؤمن احدکم حتیٰ اکون احبّ الیہ من والدہ وولدہ والناس اجمعین ولھٰذا الغرض النافع لنا الالہم
اکدنا النبیؐ وارشدنا
بمودتہم لنہتدی
بھدیہم ونقتدی
سبیلہم ھٰذا ومن
ادعیٰ حبہم بلسانہ
واقتدیٰ وراءھم
فقد ضلّ واضلّ
عن سواء السبیل۔
یا ایہا الاحباب ویا
اولی الالباب تفکروا
فی الدقائق القرآنیۃ
وتدبروا فی الحقائق
الفرقانیۃ کیف
ھدٰنا وارٰنا سبحانہ
الصراط المستقیم
بقولہ قل ھٰذہٖ
سبیلی ادعوا الیٰ
اللہ علیٰ بصیرۃ
انا ومن اتبعنی۔
واعتبروا بکلماتہ
العلیا من الصراط
المستقیم اربعۃ
عشر حرفاً و
المودۃ فی
القربیٰ اربعۃ
عشر حرفاً و
صراط علیٍ
حق نمسکہ اربعۃ عشر حرفاً۔ وھٰذا السطر الثالث ھو انتخاب الحروف المقطعات ای بعد حذف
التکرار وفی ھٰؤلاء رمز خفی لمن لہٗ قلب ذکی ونقی وما وراء ذٰلک غایۃ الاشکال ونہایۃ المحال و
واللہ یہدی من یشاء الیٰ صراط
مستقیم؎

جن کی محبت واجب ہے۔ یا کوئی اور۔ پس جب یہی ثقلین میں سے ایک اور اہل بیت اور ذی القربیٰ اور سفینہ یعنی کشتی نجات اور حبل اللہ اور صراط مستقیم پر چلانے والے ہیں پس ہمیں کیا ہوگیا ہے؟ کہ ہم سوائے ان کے اوروں کو پیشوا بنا کر غیر کی پیروی میں بتلا ہوں کیونکہ محبت سے ہماری اہل بیت کی متابعت مقصود ہے۔ نہ کچھ اور۔ جیسا کہ حق سبحانہٗ نے فرمایا اے نبیؐ کہدے اگر تم لوگ اللہ تعالےٰ کے ساتھ محبت رکھتے ہو تو میری متابعت کرو اور فرمایا نبیؐ نے کہ کوئی شخص مومن نہیں ہوسکتا جب تک مجھے اپنے باپ بیٹے بلکہ جملہ بنی آدم سے محبوب تر نہ سمجھے اور اسی غرض متابعت کے لئے جو ہمارے اپنے لئے نافع ہے ہم کو نبی صلعم نے محبت اہل بیت کے لئے اشد تاکید فرمائی تاکہ ہم ان کے طریق حق سے راہ پاکر اُس کی پیروی کریں اور جس نے محض زبانی دعوٰے محبت آل رسولؐ کا رکھا اور پیروی اور لوگوں کی کی تو وہ گمراہ ہوا اور دوسروں کو بھی راہ حق سے بہکایا۔ اے دوستان باہوش دقائق قرآنیہ میں فکر کرو اور حقائق فرقانیہ میں خوب غور کرو کہ کیسے احسن طریق سے ہمیں خدا نے ہدایت فرمائی اور ہم کو سیدھا راستہ دکھایا حق تعالےٰ فرماتا ہے کہدو یا رسولؐ کہ یہی میرا سیدھا راستہ ہے جس پر اللہ تعالےٰ کی طرف تم کو سمجھ کر بلا رہا ہوں جس پر مَیں ہوں اور جو میرے سچے تابعدار ہیں؎

اور عبرت پکڑو کلمات عالیہ سے جیسے الصراط المستقیم (سیدھا راہ) کے چودہ۱۴ حروف ہیں اور المودۃ فی القربیٰ (محبت اقربا نبیؐ) کے چودہ۱۴ حروف ہیں اور صراط علیٍ حق نمسکہ (علیؑ کا راہ حق ہے جس کو ہم پکڑے ہوئے ہیں) کے چودہ حروف ہیں (جن سے ثابت ہے کہ چودہ معصومین کی متابعت میں ہدایت ہے) اور یہ تیسری سطر منتخب حروف مقطعات قرآنیہ سے ہے بعد حذف حروف مکررہ کے اور اِن میں ہر عقلمند کے لئے رمز مخفی رکھی ہوئی ہے اور سوائے اس راستہ کے غایت درجہ کی مشکل و محال ہے کہ حق کی
طرف رسائی ہو۔ اور اللہ تعالےٰ
جس کو چاہے راہ سیدھی
دکھا دیتا
ہے؎

الباب الثانی فی بیان کیف ما عملت الامۃ بوصیۃ النبی للتمسک بالثقلین والمودۃ فی القربیٰ وفیہ فصول

واعلم ان مرادنا ھھنا من الامۃ ملوک الاسلام لان الناس تبع لھم والناس علےٰ دین ملوکہم فی الاکثر وحالات الخلفاء الثلاثۃ سنذکر فی باب الخلافۃ ان شاء اللہ تعالیٰ۔ وقد اخبر المخبر الصادق[2] بما یعمل عن الامۃ فی حق اھل بیتہ مع حثہ وتوکیدہ علے التمسک بہم والاقتداء بہم والاحترام لھم بما لا یعد ولا یحصیٰ کما نبینہ الان کما فی البراھین القاطعۃ ص۱۲۹ والصواعق ص۵۵۔ روی البخاری عن علی انا اول من یجثو بین یدی الرحمن للخصومۃ یوم القیامۃ[5] وفی نھج البلاغۃ ص۱۹۵ الا ان اخوف الفتن عندی علیکم فتنۃ بنی امیۃ فانھا فتنۃ عمیاء مظلمۃ وایم اللہ لتجدن بنی امیۃ لکم ارباب سوء بعدی الخ ملخصاً وفی الخصائص الکبریٰ للسیوطی اخرج الحاکم وابو نعیم عن ابن مسعود واخرج الحاکم عن ابی سعید الخدری قال رسول اللہ انا اھل البیت اختار اللہ لنا الاخرۃ علے الدنیا وان اھل بیتی سیلقون بعدی بلاء وتطریداً وتشریداً وھکذا فی کنز العمال الحدیث وھکذا فی الصواعق عن ابن ماجہ وفی الخصائص الکبریٰ قال رسول اللہ

دوسرا باب

بیان کیفیت عمل امت میں جو وصیت تمسک بالثقلین ومودۃ فی القربیٰ پر ہوا اور اسمیں چند فصلیں ہیں

جاننا چاہیئے کہ تحقیق ہماری مراد اس جگہ امت سے بادشاہان اسلام ہیں کیونکہ لوگ عموماً تابع دین بادشاہان خود کے ہوتے ہیں۔ پس حالات خلفاء ثلاثہ کے تو باب خلافت میں ہم بیان کریں گے انشاء اللہ تعالیٰ (اور باقیوں کا حال اس باب میں لکھتے ہیں) اور بے شک مخبر صادق نے پیشگوئی کے طور پر خبر دی ہوئی ہے کہ امت کے لوگ باوجود اس قدر تاکید و ترغیب تمسک و اقتداء و احترام اہل بیت کے کیا کچھ برتاؤ ان سے کریں گے جیسا کہ ہم ابھی بیان کرتے ہیں جیسا کہ براہین قاطعہ ص۱۲۹ و صواعق صفحہ ۵۵ میں ہے بخاری نے حضرت علیؑ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا میں پہلا شخص ہونگا جو قیامت کے دن زانو کے بل ہو کر پیش بارگاہ ایزدی خصومت مدعا نود کیلئے حاضر ہوں گا بخاری طبع مصر ج ص۱۵ و نور الابصار ص۴۲ اور نہج البلاغہ صفحہ ۱۹۵ میں ہے جناب رہو تحقیق بڑا خوفناک فتنوں میں سے میرے نزدیک فتنہ بنی امیہ کا ہے پس تحقیق وہ اندھا و ظلمت فتنہ ہے اور قسم بخدا ضرور میرے بعد تم بنی امیہ کو برائی کرنے والا پاؤ گے الخ اور خصائص کبریٰ مؤلفہ جلال الدین سیوطی جلد ۲ صفحہ ۱۹۱ میں ہے کہ حاکم و ابونعیم نے ابن مسعود سے اور نیز حاکم نے ابی سعید خدری سے روایت کی ہے فرمایا رسول اللہ نے تحقیق ہم ایسے اہل بیت ہیں کہ ہمارے لئے اللہ تعالیٰ نے آخرت کو پسند کیا ہے جو دنیا سے بہتر ہے اور تحقیق میرے اہل بیت قریب ہے کہ میرے بعد دھکیلے ہوئے پریشان حالی اور منتشر خیالی میں مبتلا ہوں گے الخ اور بعینہ اسی طرح کنز العمال جلد ۷ صفحہ ۱۸۷ میں ہے اور صواعق محرقہ صفحہ ۱۴۳ میں بروایت ابن ماجہ یہی مذکور ہے اور خصائص کبریٰ جلد ۲ صفحہ ۱۳۵ میں ہے رسول اللہ صلعم نے ام الفضل زوجہ حضرت عباس کیلئے فرمایا کہ تم حالت مظلومی مقہوری ضعیفی میں میرے بعد زندگی بسر کرو گے اس حدیث کو ابن سعد نے امام زین العابدینؑ کے بیٹے زید سے روایت کیا ہے اور کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۴۲ میں ہے باب الفتن حدیث ۸۱۲ نبیؐ نے فرمایا کہ دن قیامت کے قرآن شریف

لام الفضل زوج العباس انکم مقھورون مستضعفون بعدی اخرجہ ابن سعد عن زید بن علی بن الحسین علیہم السلام وفی کنز العمال باب الفتن حدیث ۸۱۲ یجیٔ یوم القیٰمۃ المصحف

۵ حضرت علی کی خصومت بروز قیامت۔ (حوالہ نہج البلاغہ فتنہ بنی امیہ) تفسیر کبیر جلد ۸ صفحہ ۶۰۹ میں بذیل آیت وما جعلنا الرؤیا التی اریناک الا فتنۃ للناس لکھا ہے سعید بن مسیب کہتے ہیں رسول اللہ نے خواب میں دیکھا کہ بنی امیہ آنحضرت کے منبر پر بندروں کی طرح اچھلتے ہیں اور نبیؐ کو یہ بڑا معلوم ہوا اسی خواب کی طرف آیہ میں اشارہ ہے ابن عباس کی روایت [illegible]

والمسجد والعترۃ فیقول المصحف یا رب حرقونی ومزقونی ویقول المسجد یا رب خربونی وعطلونی وضیعونی ویقول العترۃ یا رب طردونا وقتلونا وشردونا واجثوا برکبتی للخصومۃ فیقول اللہ ذٰلک الیّ وانا اولی بذٰلک رواہ احمد فی المسند والطبرانی فی الکبیر وسعید بن منصور عن ابی امامۃ اقول وکفٰی باللہ شہیداً وقال الرسول یا رب الآیہ وفی الصواعق ورد من سب اہل بیتی فانما یرتد عن اللہ والاسلام ومن اذانی فی عترتی فعلیہ لعنۃ اللہ الحدیث۔

اور مسجد اور عترت النبی پیش بارگاہ ایزدی حاضر ہو کر اس طرح فریاد کریں گے۔ قرآن شریف کہے گا یا رب مجھے امت کے لوگوں نے جلایا اور پھاڑا اور مسجد کہے گی یا رب انہوں نے مجھے خراب کیا اور بےکار چھوڑا اور ضائع کیا۔ اور عترت کہے گی یا رب[۱] انہوں نے ہمیں خانہ بدر کیا وطن سے بےوطن کیا اور ہم کو انہوں نے قتل کیا اور آپس سے جدا کیا و منتشر کیا اور میں[۱] بھی زانو کے بل خصومت کے لئے جاؤں گا پس اللہ تعالےٰ فرمائے گا یہ میری طرف چھوڑ و میں خوب ان سے سمجھ لوں گا۔ اس کو احمد نے مسند میں اور طبرانی نے کبیر میں اور سعید بن منصور نے ابی امامہ سے روایت کیا۔ (قول مؤلف) اور اللہ کی شہادت کافی ہے رسولؐ قیامت کے روز باری تعالےٰ کی درگاہ میں عرض کریں گے یا رب میری قوم نے اس قرآن شریف کو چھوڑ دیا تھا یا بکواس سمجھا۔ اور صواعق صفحہ ۱۴۳ میں لکھا[۲] نبیؐ سے وارد ہوا ہے کہ جس نے میرے اہل بیت کو گالی دی پس ضرور وہ اللہ اور اس کے دین اسلام سے مرتد ہو جاتا ہے اور جس نے میری عترت کو تکلیف دینے سے مجھے ایذا پہنچائی تو اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے الخ اس میں تتمہ روایت یہ بھی ہے کہ جس نے مجھے عترت کے بارہ میں ایذا پہنچائی اس نے اللہ تعالےٰ کو ایذا دی۔ اور جس نے میرے اہل بیت پر ظلم کیا ان کو سبّ کی یا ان سے جنگ کی یا ان کے دشمن کی مدد کی اس پر خدا نے بہشت کو حرام کر دیا ہے اس روایت کی ابن حجر نے تصحیح بھی کر دی ہے۔)

جس نے اہل بیت کی فرد کو گالی دی وہ مرتد و ملعون ہے

سلہ انصاف کا مقام ہے کہ جس وصیت پر نبیؐ آخری دم تک تاکید فرماتے رہے کہ خبردار ثقلین کی متابعت کرنی ان سے محبت رکھنی پیروی کے لئے مضبوط پکڑے رکھنا وہ ہر دو یعنی قرآن اور عترت قیامت میں شکوہ امت کا پیش کریں گے مسلمانان دعوی اسلام کا ہوتے ہوئے اپنے سردار اور پیشوا محمد رسول خداؐ کو کس طرح مونہہ دکھائیں گے ۱۲ مترجم۔

سلہ رسول صلعم کی فریاد کی شہادت قرآن کریم بھی دیتا ہے قال الرسول یا رب ان قومی اتخذوا ھذا القرآن مھجورا یعنے رسول صلعم کا قیامت کے دن یہ قول ہوگا کہ خدایا میری قوم نے جو آپ کا حاضر موجود ہے چھوڑ دیا تھا اور کچھ پرواہ نہ کی بیہودہ یا بکواس سمجھا اور نہ اس سے راہ ہدایت سیکھا تو اب ایک قابل غور امر یہ ہے کہ اس چھوڑنے یا بکواس کہنے سے کیا مراد ہے؟ اگر یہ مراد ہے کہ میری قوم یعنی میرے تسلیم کرنے والے اور مسلمان کہلانے والوں نے قرآن کو پڑھا یا سنا نہیں تو ٹھیک نہیں معلوم ہوتا کیونکہ کل نہیں تو اکثر مسلمانان ضرور ہیں جنہوں نے قرآن کو سنا ہے اور اس سے کچھ کم وہ ہیں جنہوں نے تبرکاً و تعظیماً و احتراماً اپنے پاس اور اپنے گھروں میں رکھا ہوا ہے اور اس سے کم کسی قدر وہ ہیں جنہوں نے اپنے پاس رکھنے کے علاوہ پڑھا ہوا ہے اور اکثر روزانہ پڑھا کرتے ہیں اور اس سے کچھ کم وہ لوگ ہیں جو حافظ قرآن شریف ہیں اور شب و روز قرآن ہی ورد زبان رکھتے ہیں اس قسم کے لوگ بھی ہر زمانہ میں ہزارہا کی تعداد میں موجود ہیں پس یہ شکوہ رسولؐ کا جس کی شہادت خود کلام الٰہی و کلام رسول دیتا ہے کس طرح صحیح ہو سکتا ہے۔ بےشمار تفاسیر قرآن و علماء و واعظین موجود ہیں سب کچھ ہوتے ہوئے پھر شکایت کے معنے سوائے اس کے نہیں ہو سکتے کہ قرآن کو ان نفوس قدسیہ سے نہیں سمجھا گیا جن کے لئے وصیت رسولؐ کی تھی کہ یہ قرآن سے تا قیامت جدا نہ ہوں گے اور یہی عارفین قرآن ہیں تو جب اصل مقصود قرآن کا اور ہوا اور علماء کے خود ساختہ معانی غیر اس کے ہوں اور وہ بھی مخالفہ تو اصل معنے سے بالکل دور ہونا قرآن کو ترک کرنا ہے اور عملاً بھی اسی طریق سے متروک ہو جاتا ہے کیونکہ عمل اسی خود ساختہ معنے پر ہوگا جو قرآنی مقتضا سے کے مخالف ہوگا تو ثابت ہوا کہ قرآن کو عالمین و عارفین قرآن یعنے قرآن ناطق کے مصداق اہل بیت سے سمجھا جائے تب صحیح اتباع قرآن کا ہو سکتا ہے اور یہ امر بجز امامیہ مذہب کے کسی مذہب میں نہیں پایا جاتا اگرچہ وہ مذہب نسبتاً قلیل ہے اور سابقاً ثابت ہو چکا ہے کہ ممدوح قلیل ہی ہوتے ہیں اور چونکہ اکثر لوگ مخالف قرآن و اہلبیتؑ کے عمل کر رہے ہیں لہٰذا الحکم للاکثر حکم الکل شکایت نبی صلعم صحیح ہے ۱۲۔ مترجم۔

سلہ صفحہ ۱۰۰ کی روایت اور معاویہ مروان کے ذکر میں بھی ملاحظہ ہو ۱۲ مترجم

الفصل الاوّل :- فی ذکر معاویۃ ابن ابی سفیان

روی المسلم فی صحیحہ عن عامر بن سعد بن ابی وقاص عن ابیہ قال امر معاویۃ ابن ابی سفیان سعدًا فقال مامنعک ان تسبّ ابا التراب فقال اما ماذکرت ثلاثًا قالہن لہ رسول اللہ فلن اسبہ لان تکون لی واحدۃ منہن احب الی من حمر النعم الحدیث

پہلی فصل :- ذکر معاویہ بن ابی سفیان شاہ شام کے حال میں

مسلم نے اپنی صحیح جلد ۲ صفحہ ۲۷۸ میں عامر بن سعد بن ابی وقاص سے روایت ہے وہ اپنے باپ سعد سے روایت کرتا ہے کہ معاویہ بن ابی سفیان نے سعد کو سبّ کا امر کیا پس کہا کہ کیا چیز تم کو ابی تراب (علیؑ) کے سبّ کرنے سے منع کرتی ہے ؟ (یعنی حضرت علیؑ کو کیوں گالی نہیں نکالتا ؟ نکالو)[1] تو سعد نے کہا کہ میں ہرگز حضرت ابی تراب (علیؑ) کو گالی نہیں نکالتا جب تک مجھے تین باتیں یاد ہیں جو رسول صلعم نے حضرت علیؑ کے حق میں فرمائی ہیں البتہ اگر مجھے ان تین میں سے ایک بھی نصیب ہوتی تو مجھے سُرخ اونٹوں کے حاصل ہو جانے سے زیادہ پسند تھی ۔الخ

---

[1] بے سود اور بے معنے تاویلات حضرت معاویہ کے معتقدین ایسی صریح حدیث میں بھی کرتے ہیں لیکن حق اظہر ہے چھپانے سے نہیں چھپ سکتا لفظ امرؔ صاف دال ہے کہ معاویہ نے گالی دینے کا امر کیا ہے نہ یہ کہ محض سبب گالی نہ نکالنے کا پوچھ رہا ہے ورنہ لفظ سألؔ معاویۃ ہوتا اور نہ کوئی دیگر امر اس قصہ میں مذکور ہے جو اس نے کیا ہو اور پھر باعث طلب کیا ہو تو صاف ظاہر ہے کہ اُس (معاویہ) نے گالی دینے کا امر کیا اور سعد نے انکار کیا تو اُس نے وجہ پوچھی تب سعد نے بیان کیا ۔ راوی نے مختصر عبارت میں اس مضمون کو ادا کیا ہے ۔ اور گالی نکالنا نیز دوسرے کو امر کرنا ایک طرح کی یہ سنت جاری کرنی آیندہ معاویہ کے بیان شدہ حالات سے روز روشن کی طرح ثابت ہے اور انصاف ہر حال میں شرط ہے روایت صحیح مسلم امرؔ معاویۃ سعدًا ۔ اسی طرح سنن ابن ماجہ مترجم وحیدی جلد ا صفحہ ۵۲ باب فضل علیؑ میں سعد سے مروی ہے کہ حج کے موقعہ پر وہ معاویہ کے پاس گیا معاویہ علیؑ کے حق میں گستاخی کرنے لگا ۔ سعد غضبناک ہوا اور فضیلت علیؑ کی بیان کی ۔ اور منہاج السنۃ ابن تیمیہ جلد ۳ صفحہ ۱۰ طبع مصر میں ہے واما حدیث سعد لما امرہ معاویۃ بالسب فابٰی فقال مامنعک الخ ۔ پھر کہا فہذا حدیث صحیح رواہ مسلم فی صحیحہ ۔ ابن تیمیہ کی عبارت سے اس کی تصدیق ملاحظہ ہے کہ مامنعک ان تسب اباتراب کا معنے بھی جو ہم نے لکھا ہے کہ معاویہ نے گالی نکالنے کا سعد کو حکم دیا ۔ اب کسی حیلہ و حجت کا مقام سنیوں کے لئے نہیں رہا ۔ علامہ وحید الزمان نے انوار اللغۃ ۔ پ۱۲ حرف السین ص۱۱ میں اس روایت مسلم کا ترجمہ یہ لکھا ہے ۔ تم کو ابو تراب (یعنی حضرت علیؓ) کو بُرا کہنے سے کون سا امر مانع ہے (یہ معاویہ نے سعد بن ابی وقاص سے کہا) اب اہل سنت کے علماء نے اس کی تاویل یوں کی ہے ۔ (بُرا نہ کہنے کا سبب پوچھا یہ تاویل لکھ کر پھر لکھا کہ) حالانکہ یہ تاویل فاسد ہے ۔ (پھر لکھا) ان لوگوں کو یہ معتبر تاریخی روایات نہیں پہنچیں کہ معاویہ بر سر منبر حضرت علیؑ کو بُرا کہا کرتے تھے بلکہ دوسرے خطیبوں کو بھی حکم دے رکھا تھا ۔ کہ وہ ہر خطبہ میں جناب امیرؑ کو بُرا کہیں ۔ معاذ اللہ اُن پر لعنت کرتے رہیں الخ اس کے اسناد ابن جریر وغیرہ سے ثبوت لکھا ہے ۔ اور سرور عزیزی ترجمہ فتاوٰی عزیزی جلد ا ص۲۵۱ میں لکھا ہے ۔ جو شخص علی کرم اللہ وجہہٗ کو بُرا کہے (سب کرے) وہ کافر ہے ۔ اور یہی مذہب صحیح ہے اور ہمارے زمانہ میں اسی پر فتویٰ ہے ۔ انتہیٰ ۔ (معاویہ کو کب عروج ہوا) اصابہ فی تمیز الصحابۃ مع استیعاب طبع مصر حرف العین جلد ۲ ص۵۰۸ میں ہے کہ معاویہ کو امیر شام اوّل عمر صاحب نے مقرر کیا اور پھر عثمان صاحب نے معلوم ہوا کہ حضرت عمر و عثمان نے ہی دشمن بنی ہاشم کو سوچ سمجھ کر عروج دیا تھا تاکہ جہاں تک ہو سکا یہ خاندان نبوی کو اذیت پہنچانے اور کمزور کرنے میں کوئی کسر باقی نہ رکھے گا ۔ اور فتاوٰی عزیزی[2] مطبوعہ مجتبائی دہلی صفحہ ۱۳۰ میں بذیل حدیث ما منعک لکھا ہے ۔ "[illegible] ہمیں است کہ ایں الفاظ بر ظاہر ش جاری باید داشت نہایت کار آنکہ ارتکاب ایں فعل شنیع یعنے سبّ یا امر سبّ از معاویہ بن ابی سفیان لازم خواہد آمد ولیس ہذا باول قارورۃ کسرت فی الاسلام چہ مرتبہ سبّ کمتر از قتل و قتال است کما ورد فی الحدیث الصحیح سباب المسلم فسوق و قتالہ کفر و ہرگاہ قتال و امر بالقتال یقینی الصدور است ازاں گزیر نیست بالجملہ اصلح ہمیں است کہ ویرا مرتکب کبیرہ

(باقی حاشیہ بر ص۵۲)

[2] یہ فتاوٰی شاہ عبد العزیز محدث دہلوی مؤلف تحفہ اثنا عشریہ کا ہے ۔ اور یہ مضمون بعینہ سرور عزیزی ترجمہ فتاوٰی عزیزی جلد ا ص۳۱۱ میں ہے بطور

وفی الخصائص للنسائی باسنادہ ھکذا وزاد فی آخرہ لما نزلت انما یرید اللہ الآیہ دعا رسول اللہ ص علیا وفاطمۃ وحسنا وحسینا فقال اللھم ھؤلاء اھل بیتی۔ وروی الترمذی فی سننہ باسنادہ ھکذا وزاد فی آخرہ وانزلت ھذہ الآیۃ ندع ابناءنا وابناءکم الخ دعا رسول اللہ علیا وفاطمۃ وحسنا وحسینا فقال اللھم ھؤلاء اھلی ھذا حدیث حسن غریب صحیح من ھذا الوجہ۔ قال الحافظ فی الفتح طائفۃ اخری حاربوہ ثم اشتد الخطب ... واتخذ ... لعنہ علی المنابر سنۃ ووافقھم الخوارج علی ...

اور خصائص نسائی میں باسناد بعینہٖ مضمون بالا سے ص۸ مطبع محمدی لاہور و مصری صفحہ ۴ میں مروی ہے۔ لیکن اس کے آخر حدیث میں یہ عبارت زیادہ ہے کہ جب آیت انما یرید اللہ الآیہ اُتری تو رسول اللہ نے علیؑ و فاطمہؑ و حسنؑ و حسینؑ کو بلایا اور فرمایا خدایا یہی میرے اہل بیت ہیں اور ترمذی نے اپنے سنن میں باسناد خود صفحہ ۲۱۴ ج ۲ کے اندر اسی طرح روایت کیا اور آخر میں اس کو زیادہ کیا کہ جب آیت ندع ابناءنا وابناءکم الخ تو رسول اللہ صلعم نے حضرت علیؑ و فاطمہؑ و حسنؑ و حسینؑ کو بلایا فرمایا خدایا یہی میرے اہل بیت ہیں یہ حدیث بایں اسناد حسن غریب صحیح ہے حافظ ابن حجر نے فتح الباری ج ۳ صفحہ ۳۸۵ میں کہا ایک گروہ مسلمانوں کا ہے جنہوں نے حضرت علی مرتضیٰ علیہ السلام سے جنگ کی بعد ازاں تکلیف سخت بڑھ گئی ہے تو حضرت علیؑ کی شان کی ہتک کرنے لگے اور حضرت علیؑ پر لعنت کرنے کو سنت کے طریق پر اپنا معمول بنایا اور خوارج نے بھی بغض علیؑ میں اس گروہ کے ساتھ اتفاق کیا اور ممبروں پر علانیہ لعنت کرتے تھے

خطائے اجتہادی کا جواب — بغض اصحاب نبی زنا اور شراب جرم خطائے

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۵۱) بایدِ دانست زبان از طعن و لعن بند باید نمود الا ما یقال فی زنی ومن شرب من الصحابۃ نعوذ باللہ ہر جا خطائے اجتہادی اوخل دادن خالی از سماحت نیست (انتہی) یعنی یقیناً معاویہ نے گالی کا حکم دیا گناہ کبیرہ کا مرتکب ہوا۔ ہر جگہ خطا اجتہادی بتانا نہیں چلتا صحابہ میں سے بعض نے زنا کی شراب پی قتل و قتال ناحق کیا۔ گالی کوئی اس سے بڑھ کر نہیں ہے۔ اگر ہم کو ان کے قریب خاموشی چاہیئے ۱۲ مترجم ٥ اسی طرح شرح مشکوٰۃ شیخ عبد الحق دہلوی طبع نولکشور کتاب الفتن صفحہ ۳۰۰ میں ہے منہاج السنۃ لابن تیمیہ طبع مصر ج ۳ ص ۱۸۱ میں ان الفاظ سے یہ مضمون ہے وقد کان من شیعۃ عثمان من یسب علیا ویجھر بہ علی المنابر وغیرھا حضرت عثمان کے شیعہ جناب علیؑ کو نہ اپنے ممبروں پر گالیاں دیتے تھے عقد الفرید ابن عبد ربہ سنی مطبوعہ مصر جلد ۲ صفحہ ۱۴۳ میں باسناد خود لکھا ہے۔ احنف نے معاویہ کو کہا اے امیر المؤمنین ابھی آپ کے سامنے اس کہنے والے نے جو کچھ کہا یہ ایسا ہے کہ اگر تیری رضامندی پیغمبروں پر لعنت کرنے میں تجھ تو ضرور کرے گا پس تو خدا سے ڈر اور علیؑ پر بدگوئی چھوڑ دے وہ فوت ہو چکے اپنی قبر میں اکیلا اپنے عمل لے گئے (حتیٰ کہ لکھا) پس معاویہ نے کہا اے احنف تم نے اپنی مرضی کی باتیں نا پسند یدہ بہت کچھ کہہ دی ہیں خدا کی قسم تم کو منبر پر علانیہ علیؑ پر لعنت کرنی پڑے گی۔ احنف نے کہا اے امیر المؤمنین اگر تو مجھے اس کام سے معاف رکھے تو بہتر ہے اور اگر تو مجھے اس پر مجبور کرے تب بھی میرے ہونٹوں سے یہ کبھی نہیں نکل سکتا۔ معاویہ نے مجبور کیا کہ ضرور منبر پر جا اور تعمیل حکم کر۔ احنف نے کہا منبر پر چڑھتا ہوں۔ خدا کی تعریف کروں گا نبی صلعم پر صلوٰۃ بھیجوں گا پھر کہوں گا اے لوگو! امیر المؤمنین نے مجھے حکم دیا ہے کہ علیؑ پر لعنت کروں اور علیؑ اور معاویہ کا آپس میں اختلاف ہے (پھر کہا) اس کے بعد کہونگا خدایا تو اور تیرے فرشتے اور انبیاء ان میں سے جو باغی ہے اس پر لعنت کریں اور جو باغی گروہ ہے اس پر خدایا بہت لعنت کر اے معاویہ اس عبارت سے میں کوئی حرف نہ بڑھاؤں گا خواہ تو مجھے قتل بھی کرا دے اور معاویہ نے عقیل بن ابی طالب (برادر حضرت علیؑ) کو کہا کہ تیرے بھائی نے تیرے ساتھ اچھا سلوک نہیں کیا اور تو میرے پاس آ گیا۔ اب میں تم پر راضی نہیں جب تک تو منبر پر چڑھ کر علیؑ پر لعنت نہ کرے۔ عقیل نے کہا اچھا کرتا ہوں۔ منبر پر جا کر عقیل نے خدا کی تعریف کے بعد کہا اے لوگو! امیر المؤمنین معاویہ نے مجھے حکم دیا ہے کہ علی ابن ابی طالب کو لعنت کروں پس اس کو لعنت کرو اس پر اللہ اور فرشتوں اور سب لوگوں کی لعنت ہو یہ کہہ کر منبر سے اُتر آیا۔ معاویہ نے کہا تم نے اچھا ظاہر نہیں کیا عقیل کہنے لگے خدا کی قسم میں اس سے کچھ کم و بیش نہیں کر سکتا اور کلام متکلم کی نیت پر موقوف ہے۔ انتہیٰ من العقد۔ اصل عبارت بوجہ طوالت نہیں لکھی۔ ترجمہ پر اکتفا

(باقی حاشیہ بر صفحہ ۵۳)

قال الحافظ السیوطی فی تاریخ الخلفاء کان بنو امیۃ یسبون علی ابن ابی طالب علیہ السلام فی الخطبۃ فلما ولی عمر ابن عبد العزیز ابطلہ وکتب الی نوابہ بابطالہ وقرأ مکانہ ان اللہ یامر بالعدل والاحسان الایۃ کذا فی الکشاف للزمخشری فاستمرت قراءتہا فی الخطبۃ الی الان - فی الصواعق المحرقۃ ثم اشتد الخطب واشتغلت طائفۃ من بنی امیۃ بتنقیصہ وسبہ علی المنابر ووافقہم الخوارج لعنہم اللہ بل قالوا بکفرہ اشتغلت جہابذۃ الحفاظ من اہل السنۃ ببث فضائلہ حتی کثرت نصحا للامۃ ونصرۃ للحق الخ

حافظ سیوطی نے تاریخ الخلفاء صفحہ ۱۶۶ میں لکھا ہے۔ کہ بنو امیہ علی ابن ابی طالب کو خطبہ کے اندر گالیاں دیا کرتے تھے۔ پس جب عمر بن عبد العزیز کو سلطنت ملی تو اُس نے یہ حکم خطبہ میں گالی نکالنے کا مٹا دیا اور اپنے کارندوں کو لکھا کہ گالی کی جگہ یہ آیت پڑھا کرو اور خود بھی یہی پڑھنی شروع کی ان اللہ یامر الخ یعنی تحقیق اللہ تعالے عدل اور احسان کرنے کا حکم دیتا ہے الخ (وکذا فی حیاۃ الحیوان جلد ا صـ۶۳ ومروج الذہب جلد ۳ صـ۱۲۰) اسی طرح علامہ زمخشری کی تفسیر کشاف جلد ا صـ۱۰۳ مطبوعہ مصر میں لکھا ہے۔ اور اُس وقت سے ہمیشہ کے لئے گالی کی بجائے اس سنت کا رواج آج تک جاری ہو گیا ہے۔ اور صواعق محرقہ صـ۱۲۵ مطبوعہ مصر میں ہے پھر جب مصیبت سخت ہو گئی۔ اور بنی امیہ کے لوگ شان علیؑ کی ہتک اور حضرت مرتضیٰؑ کو گالی دینے سے ممبروں کی زیب و زینت سمجھنے لگے۔ اور خوارج (خدا اُن پر لعنت کرے) بھی بنی اُمیہ کے موافق سب و شتم کرنے لگے۔ بلکہ نعوذ باللہ من ذالک حضرت علیؑ کو کافر کا خطاب دینے تک پہنچ گئے۔ تو اکابر علماء اور حفاظ حدیث اہل سنت کے فضائل حضرت علیؑ کے شائع کرنے میں مشغول ہو گئے۔ تاکہ بہت فضائل نصیحت اُمت اور مدد حق کیلئے ظاہر ہوں۔

(بقیہ حاشیہ صـ۵۲) کیا ہے جس کو شک ہو اصل کتاب سے مقابلہ کرے۔ (یہ کلام حضرت عقیل کا تو یہ ہے) اور تذکرہ خواص الامہ سبط ابن جوزی صـ۳۷ میں امام غزالی سے منقول ہے کہ حضرت علیؑ کو منبروں پر لعنت کرنا ایک ہزار مہینہ تک شائع رہا اور یہ سب کچھ معاویہ کے حکم سے ہوا اصل عبارت یہ ہے ثم استفاض لعن علی علیہ السلام علی المنابر الف شہر وکان ذلک بامر معاویۃ - انتہے۔

(نوٹ) معاویہ نے خشمی سے کہا میں علیؑ کے دین سے بیزار ہوں دیکھو حال معاویہ حاشیہ ازطبری وغیرہ۔ اب حب داران معاویہ انصاف سے اس حضرت صحابی کے ایمان کا فیصلہ دیں۔ صواعق صـ۱۴۳ میں بتصحیح روایت نبیؐ سے مرفوعاً روایت کیا ہے جو بغض آل محمد پر مرے اگرچہ نماز و روزہ کرتا ہو دوزخ میں جائیگا اور جس نے میرے اہلبیتؑ کو گالی دی وہ خدا و اسلام سے مرتد ہو گیا اور جس نے مجھے میری عترت کے بارہ میں ایذا دی اسنے اللہ تعالیٰ کو ایذا دی اسپر اللہ کی لعنت ہے اور جنت اس پر حرام ہے اور اس پر بھی جس نے میرے اہل بیت پر ظلم کیا یا ظلم میں اعانت کی ۱۲ مترجم۔

۵۱ تاریخ کامل جلد ۵ صفحہ ۱۶ مطبوعہ مصر و شرح نہج البلاغۃ مؤلفہ ابن ابی الحدید طبع مصر جلد ۳ صفحہ ۲۵۵ میں بروایت مالک بن اسماعیل ابی عنان الہدلے باسناد خود یہی عبارت مرقوم ہے اور اس کے بعد لکھا ہے کہ عمر بن عبد العزیز نے بیان کیا ہے کہ میرا باپ جب خطبہ پڑھتا تھا علیؑ کی شکایت کرتا اور سب کرتا تو اس کی زبان کو لغزش ہو جاتی تھی اور چہرہ متغیر ہو جاتا تھا۔ عمر بن عبد العزیز کہتا ہے کہ میںنے کہا اے میرے باپ تو باقی خطبہ اچھا پڑھتا ہے مگر جب ذکر علیؑ کا آتا ہے تو کچھ لغزش جیسی زبان میں آجاتی ہے۔ اُس نے کہا کیا تو سمجھ گیا ہے؟ میںنے کہا ہاں پس میرے باپ نے کہا کہ تحقیق جو ہمارے گرد و نواح ہیں یعنے رعایا ہمارے اگر علیؑ کے فضائل کو جان لیں جو ہم جانتے ہیں تو ہم سے دور ہو کر اولاد علیؑ کی تابعداری میں ہو جائیں گے لہذا فضائل کو چھپا کر معائب علیؑ کو بیان کرنا ہماری بادشاہی کو قائم رکھتا ہے۔ ۱۲ مترجم

قال فی الذبح العظیم صلـ۹ قال الامام ابو الحسن علی بن محمد (وھو المشھور بالمدینی) فی کتاب الاحداث مانصہ[1] کہ چوں امر سلطنت بر معاویہ استوار ایستاد فرمان گذار خویش را در امصار و بلاد فرماں داد کہ برأت ممن روی شیئاً من فضل ابی تراب و اھلبیتہ عہد خویش را شکستم و حبل بیعت و پیمان خود را گسستم انانکہ از فضائل علی ابن ابی طالب و اہل بیت او سخنے بر زبان آرد و روا تیب را حدیثے کند چوں ایں خبر در بقعہ و بلاد پراگندہ گشت در ہر بقعہ و بلدہ[2] خطیبے بر منبر عروج داد نخستیں زباں بلعن و شتم علیؑ و اہل بیت کشاد و براءت از حضرت ایشاں جست - الخ - و فی تاریخ الخلفاء اخرج ابن سعد عن عمر بن اسحٰق قال کان مروان امیرًا علینا و کان یسب علیا کل جمعۃ علی المنابر و حسنؑ یسمع فلا یرد شیئًا ثم ارسل الیہ رجلا یقول بعلیؑ و بعلیؑ و بعلیؑ و بک و بک و بک و ما وجدت مثلک الا مثل البغلۃ - الخ فی ترجمۃ التاریخ للطبری[3] پس معاویہ عبد الرحمٰن بن عمرو عبد الرحمٰن بن سمرہ بن جندب را فرستاد و باایں ہمہ شرطہا وفا کرد الاے ما صالح علیہ الحسنؑ) مگر بے حرمتی کردن علیؑ کہ ایں بر نگیرم ولیکن چوں تو حاضر …

سید اولاد حیدر نے ذبح عظیم صفحہ ۹۶ میں کہا ہے کہ امام ابو الحسن علی بن محمد مشہور مدائنی نے کتاب الاحداث میں اس طرح کہا ہے کہ جب امر سلطنت معاویہ پر جم گیا تو اپنے امراء کو جو شہروں میں حاکم کرکے بھیجنے لگا احکام ضروریہ میں یہ بھی ان کو ہدایت کی اور حکم دیا کہ میں اس سے بیزار ہوں جس نے کوئی فضیلت علیؑ کی یا اس کے اہل بیت کی بیان کی - اور ایسے شخص سے میں نے اپنی بیعت اور عہد کو توڑ لیا جو فضائل علیؑ و اہل بیتؑ کے زبان پر لائے - پس جب معاویہ کا یہ حکم ہر قطعہ و شہر میں مشہور ہوگیا تو ہر بستی اور ہر شہر میں جو خطبہ پڑھنے والا ممبر پر چڑھتا تھا اپنے بادشاہ کی خوشنودی مزاج کے لئے پہلے زبان کو حضرت امیر المومنین علی علیہ السلام پر لعنت اور گالی دینے سے کھولتا تھا اور علیؑ سے تبرا اور بیزاری خود بیان کرتا تھا - (اسی طرح عقد الفرید جلد ۲ صـ۳۳۱ میں) اور تاریخ الخلفا صفحہ ۱۲۹ (و تذکرہ سبط ابن الجوزی صـ۱۱۹ تا ۱۲۰) میں ہے ابن سعد نے عمیر بن اسحٰق سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ مروان معاویہ کی طرف سے ہم پر سردار ہو کر آیا تھا اور وہ جناب برادر رسول اللہؐ حضرت علیؑ کو ہر جمعہ کے دن ممبر پر گالیاں دیتا تھا اور امام حسنؑ بھی سنتے تھے لیکن کوئی جواب نہیں دیتے تھے - پھر ایک آدمی کو مروان نے حضرت حسنؑ کی طرف بھیج کر کہلا بھیجا کہ علیؑ ایسا علیؑ ایسا اور تُو ویسا تُو ایسا تو ایسا اور میں نے تو یہی معلوم کیا ہے کہ تیری مثال ٹھیک ایک خچر کی ہے الخ - اور ترجمہ فارسی تاریخ طبری جلد ۴ صفحہ ۶۰ میں ہے پس معاویہ نے عبد الرحمٰن پسر عمرو و عبد الرحمٰن پسر سمرہ ولد جندب کو بھیجا اور باقی شرائط صلح نامہ امام حسنؑ پر وفا کی لیکن شرط بے حرمتی حضرت علیؑ کے لئے کہلا بھیجا کہ اس سے میں نہیں رک سکتا البتہ تو اے حسنؑ جس جگہ حاضر ہوگا تیرے سامنے بے حرمتی نہ کرنے کا حکم دے دوں گا (اور وہ بھی تو چاہتا ہے کہ بے حرمتی علیؑ کی ہم نہ کریں تو یہ کبھی نہیں ہو سکتا - مگر افسوس کہ یہ شرط بھی نہ پوری ہوئی بلکہ جیسا مذکور ہوا ہے امام حسنؑ کے روبرو بے حرمتی علیؑ کی کرتے رہے) -

[1] کذا بعینہ فی شرح نہج البلاغۃ لابن ابی الحدید الیسنے طبع مصر جلد ۳ صـ۱۵ اور مدائنی وہ علامہ ہے جس سے استیعاب میں ابن عبد البر نے صفحہ ۴، ۵، ۶ و ۳۲۵ جلد ا میں سند لی ہے - شرح نہج البلاغۃ ابن ابی الحدید طبع مصر صـ۱۶ میں باسناد ابو الفرج ابن جوزی کے حبیب بن ابی ثابت سے مروی ہے کہا معاویہ نے کوفہ میں خطبہ پڑھا اور حضرت حسنؑ اور حسینؑ منبر کے نیچے بیٹھے تھے کہ معاویہ نے علیؑ پر دشنام دہی کی پھر حضرت حسنؑ کو دشنام دہی الخ ۱۲ مترجم - [2] تاریخ طبری عربی جلد ۶ صـ۹۲ میں یہ عبارت ہے کہ منجملہ شرائط صلح کے امام حسنؑ نے یہ بھی قرار دیا کہ معاویہ کو اس طرح کرنا چاہیئے ان لایشتم علیًا فلم یجبہ الکف عن شتم علی فطلب ان لایشتم وھو یسمع فاجابہ الی ذالک ثم لم یف لہ بہ ایضًا و کذا فی الکامل ج ۳ صـ۱۶۲ یعنے شرط ہوئی کہ معاویہ حضرت علیؑ کو سب نہ کرے گا مگر اُس نے قبول نہ کی پھر امام نے فرمایا کہ کم از کم مجھے سُنا کر نہ کرنا تو یہ شرط معاویہ نے منظور کر تو لی مگر اس پر بھی وفا نہ کی یعنے سُنا کر بھی حضرت علیؑ کو گالی نکالتا رہا اسی طرح تاریخ ابی الفداء جلد ا صـ۱۹۲ و عقد الفرید جلد ۳ صـ۱۲۶ و کامل میں بھی ہے - سیرۃ النبی مطبوعہ اعظم گڈھ بار ثالث جلد اول صـ۱۶ میں شبلی صاحب لکھتے ہیں - حدیثوں کی تدوین بنو امیہ کے زمانہ میں ہوئی جنھوں نے پورے نوّے برس تک سندھ سے ایشیائے کوچک اور اندلس تک مساجد جامع میں آل فاطمہ کی توہین کی اور جمعہ میں بر سرِ منبر حضرت علیؓ پر لعن کہلوایا الخ ۱۲ مترجم

[3] شیخ عبد الحق محدث دہلوی ترجمہ مشکوٰۃ کتاب الفتن صـ۳ بذیل حدیث حذیفہ لکھتے ہیں - و شر بعد از وے زمان جماعت کہ لعن مے کردند وے را رضی اللہ عنہ بر منابر واللہ اعلم - انتہی - ۱۲ مترجم -

وفی روضۃ الصفا (در شرائط صلح) دیگر امیر المومنین را سب نکنند گویند کہ معاویہ مجموعہ شروط را قبول کرد الاسب امیر المومنین را اما گفت کہ در مجلسے کہ امام حسنؑ باشد امیر المومنین را سب نکنند۔ کذا فی شرح ابن ابی الحدید۔ وفی التاریخ لابی الفداء کان خلفاء بنی امیۃ یسبون علیاؑ من سنۃ احدی واربعین وھی السنۃ التی خلع الحسن فیھا نفسہ من الخلافۃ الی اول سنۃ تسع وتسعین اخر ایام سلیمان بن عبد الملک فلما ولی عمر ابن عبد العزیز ابطل ذالک وکتب الی نوابہ بابطالہ و لما خطب یوم الجمعۃ ابدل السب[1] ۔ وفیہ وکان معاویۃ وعمالہ یدعون لعثمان فی الخطبۃ یوم الجمعۃ ویسبون علیاً ولما کان المغیرۃ متولی الکوفۃ کان یفعل ذالک طاعۃ لمعاویۃ۔ وفی التاریخ الکامل و کذا فی تاریخ ابن جریر الطبری وکان اذا صلی الغداۃ یقنت فیقول اللّٰھم العن معاویۃ وعمرا وابا الاعور وحبیبا وعبد الرحمن بن خالد والضحاک بن قیس و الولید فبلغ ذالک معاویۃ فکان اذا قنت سب علیاً وابن عباس والحسن والحسین والاشتر کذا فی تاریخ ابی الفداء جلد فلما ولی زیاد دعی لعثمان وسب علیاً ۔ وفی روضۃ المناظر فی اخبار الاوائل والاواخر للعلامۃ ابی الولید بن الشحنۃ الحنفی طبع مصر علی ھامش مروج الذھب $\frac{224}{225}$ ثم بعد ستۃ اشھر صالحہ (الحسنؑ) معاویۃ وترک الخلافۃ علی ان لا یسب علیاً ویعطیہ ما ببیت المال بالکوفۃ

اور روضۃ الصفا جلد ۳ طبع نولکشور ص۶ بیان شرائط صلح میں ہے کہ ایک شرط منجملہ شرائط کے یہ مقرر ہوئی کہ امیر المؤمنین حضرت علیؑ کو گالی نہ دیں لیکن بیان کرتے ہیں کہ معاویہ نے دوسری شرطوں کو منظور کیا مگر گالی امیر المؤمنینؑ کی شرط کو اس قدر منظور کیا کہا کہ جس مجلس میں امام حسنؑ موجود ہوں میں حکم دوں گا کہ اس میں گالی نہ دینا (جو یہ بھی پوری نہ ہوئی) شرح ابن ابی الحدید جلد ۴ صفحہ ۱۵ میں بھی اسی طرح ہے۔ اور تاریخ ابی الفداء جلد ۱ صفحہ ۲۱۲ میں ہے کہ خلفاء بنی امیہ امیر المؤمنین حضرت علیؑ کو سنہ ۴۱ھ سے گالیاں دیتے تھے جس میں امام حسنؑ نے خلافت کو بھی چھوڑ دیا تھا حتیٰ کہ اول سنہ ۹۹ھ سے آخر خلافت سلیمان بن عبد الملک تک یہ طریقہ جاری رہا پھر جبکہ عمر بن عبد العزیز خلیفہ ہوا تو اس نے یہ عمل ہٹا دیا اور اپنے عاملین اور کارندوں کی طرف اس عمل کے ہٹا دینے کا حکم لکھا اور خود بھی خطبہ میں جمعہ کے دن گالی کی جگہ آیت ان اللہ یامر الخ پڑھتا تھا اور اسی تاریخ ابی الفدا صفحہ ۱۹۶ میں ہے کہ معاویہ اور عاملین اس کے عثمان کے لئے جمعہ کے دن خطبہ میں دعا کرتے تھے اور حضرت علیؑ کو گالیاں دیا کرتے تھے اور جب اس نے مغیرہ کو کوفہ کا والی بنایا تو وہ بھی بتعمیل حکم معاویہ کے یہی عمل کرتا رہا۔ اور تاریخ کامل جلد ۳ صفحہ $\frac{169}{134}$ اور تاریخ طبری جلد ۶ صفحہ ۴۰ طبع مصر میں اور تذکرہ خواص الامۃ ص۵۹ و نور الابصار ص۹۸ و کنز العمال ج ۴ ص۲۰۰ میں ہے کہ علیؑ جب نماز فجر پڑھتے تھے تو قنوت میں اس طرح پڑھتے تھے یا اللہ معاویہ و عمرو و ابی الاعور سرا اور حبیب و عبد الرحمن بن خالد و ضحاک بن قیس و ولید پر لعنت کر۔ پس جب یہ بات معاویہ کو پہونچی تو اس نے بھی قنوت میں حضرت علیؑ و ابن عباس و حسنؑ و حسینؑ و اشتر کو گالیاں دینی شروع کر دیں۔ تاریخ طبری میں بھی اسی طرح ہے۔ لیکن اس میں یہ لفظ بھی ہے کہ وہ حضرت علیؑ پر لعنت کرتا تھا اور تاریخ ابی الفداء جلد ۱ ص۹۶ میں ہے اور اسی طرح تاریخ طبری ج ۵ ص۱۹۲ میں ہے کہ جب زیاد کو والی بنایا گیا تو وہ عثمان کے لئے دعا کرتا تھا اور حضرت علیؑ کو گالی دیتا تھا اور روضۃ المناظر فی اخبار الاوائل والاواخر مؤلفہ علامہ ابی الولید بن شحنۃ حنفی مطبوعہ مصر برحاشیہ مروج الذہب ص $\frac{224}{225}$ میں ہے۔ نیز برحاشیہ کامل طبع مصر ۶ ص $\frac{132}{133}$ پر ہے پھر چھ ماہ کے بعد امام حسنؑ نے معاویہ سے صلح کر لی اور خلافت کو ترک اس شرط پر کہ معاویہ حضرت علیؑ کو گالی نہ دے اور کوفہ کا بیت المال امام حسنؑ کو دے

وفی تاریخ الطبری وفیہ ولعن علیاً

[1] استیعاب مطبوعہ برحاشیہ اصابہ جلد ۳ صفحہ ۵۵ میں ابن عبد البر نے روایت کیا ہے کہ ساٹھ سال علیؑ کو بنی مروان سب و شتم کرتے رہے مگر اللہ تعالیٰ علیؑ کی شان اور بلند کرتا رہا ۱۲ مترجم [2] کذا فی شرح نہج البلاغۃ لابن ابی الحدید جلد ۱ ص۲۸۸ بلفظ اللھم العن معاویۃ اولاً وعمرو بن عاص ثانیاً وابا الاعور السلمی ثالثاً وابا موسیٰ الاشعری رابعاً ۱۲ مترجم

(الی ان قال) ولم یف لہ معاویۃ بشئ مما عاھدہ علیہ وکانت وفاتہ بسم سقتہ زوجتہ جعدۃ بنت الاشعث قیل فعلت ذلک بامر معاویۃ وکذا فی مروج الذھب[۱] للعلامۃ ابی الحسن علی ابن الحسین المسعودی۔ وفی روضۃ المناظر وکان معاویۃ وعمالہ یسبون علیًا علی المنابر[۲]۔ وفی تاریخ ابن الوردی جلد ۱ والشروط یعطیہ ما فی بیت مال الکوفۃ وخراج دار ابجرد من فارس وان لا یسب وھو یسمع فاجابہ وما وفا بہ (من سرو چمن فی تاریخ الحسن) وھکذا فی التاریخ الکامل وھکذا فی تاریخ الخمیس۔ وفی النصائح الکافیۃ ص ۶۰ قال ابو الفرج ابن الجوزی مات الحسن شھیدًا مسمومًا دس معاویۃ الیہ وا[لی] سعد بن ابی وقاص حین اراد ان یعھد الی یزید ابنہ بالامر سما فماتا فی ایام متقاربۃ۔ انتھی۔ فی ھدایۃ السائل فی ادلۃ المسائل للسید الصدیق

(یہاں تک کہ اس عبارت کو لکھا) کہ معاویہ نے کسی شرط پر وفا نہ کی جو وعدہ ہوا تھا سب کی خلاف ورزی کی اور وفات امام حسنؑ کی زہر سے ہوئی جو ان کو ان کی زوجہ جعدہ دختر اشعث نے پلایا بیان کیا گیا ہے کہ یہ فعل زہر دینے کا اُس عورت نے معاویہ کے حکم سے کیا تھا۔ اور اسی طرح مروج الذہب مؤلفہ علامہ ابی الحسن علی بن الحسین مسعودی میں ہے[۱] اور روضۃ المناظر جلد ۸ صفحہ ۲ و نسیم الریاض شرح شفا طبع مصر جلد ۳ ص ۱۹۷ میں ہے معاویہ مع اپنے عاملین کے علیؑ کو ممبروں پر گالیاں دیتے تھے؛ (روضہ طبع مصر برحاشیہ کامل جلد ۱۱ ص ۱۳۳) اور تاریخ ابن الوردی جلد ۱ میں ہے اور شروط صلح یہ تھیں کہ بیت المال کوفہ و محصول ابجرد فارس کا امام حسن کو دے اور حضرت مرتضیٰ کو گالی نہ دے گا اس حالت میں کہ امام حسن سنتے ہوں تو اس قدر مان کر پھر کبھی معاویہ نے وفا نہ کی اسی طرح سرو چمن فی تاریخ الحسن صفحہ ۱۰۶ میں ہے اور نیز اسی طرح سرو چمن فی تاریخ الحسن صفحہ ۱۰۶ میں ہے اور نیز اسی طرح تاریخ کامل جلد ۳ صفحہ ۱۹۲ (و طبری جلد ۵ ص ۹۲) و تاریخ خمیس جلد ۲ صفحہ ۳۱۷ مطبوعہ مصر میں ہے۔ اور نصائح کافیہ صفحہ ۶۰ میں ہے کہ ابو الفرج ابن الجوزی نے کہا جب معاویہ کا یہ ارادہ ہوا کہ اپنے بیٹے یزید کو ولیعہد بنائے تو اُس نے امام حسنؑ و سعد بن ابی وقاص کی طرف خفیہ زہر بھیج کر اُن کو شہید کرا دیا کیونکہ ہر دو سے اسی ولیعہدی میں معترض ہونے کا اس کو اندیشہ تھا) (اسی طرح عقد الفرید جلد ۲ ص ۲۱۱ و استیعاب مطبوعہ برحاشیہ اصابہ جلد ۱ ص ۳۷۵ میں ہے) جو قریب قریب زمانہ کے اندر فوت ہو گئے[۲]

[۱] مروج الذہب مطبوعہ برحاشیہ تاریخ کامل جلد ۶ صفحہ ۵۵ میں باسناد جعفر بن محمد عن ابیہ عن جدہ ہے کہ جعدہ کی طرف معاویہ نے پیغام خفیہ بھیجا کہ اگر تو حیلہ کرے اور امام حسنؑ کو قتل کر دے تو لاکھ درہم دوں گا اور یزید سے تیری شادی کر دوں گا۔ پس جب امامؑ فوت ہوئے معاویہ نے مال تو بھیج دیا اور یزید کی محبت کا عذر کیا کہ میں شادی تیری اس خوف سے نہیں کرتا کہ مبادا تو یزید کو بھی کبھی قتل نہ کر دے حالانکہ وہ مجھے محبوب تر ہے مروج الذہب طبع جدید مصر ج ۲ ص ۳۰۳ اور تذکرہ خواص الامہ ص ۱۲۱ میں یہ مضمون موجود ہے[۲]

[۲] فی الآثار لمحمد[۳] باسناد ابی حنیفۃ قال ابراھیم وان اھل الکوفۃ انما اخذ القنوت عن علی کان یقنت و یدعوا علی المعاویۃ حین حاربہ واما اھل الشام فانما اخذ والقنوت عن معاویۃ قنت یدعوا علی علیؑ حین حاربہ یعنی آثار امام محمد میں ہے کہ ابراہیم کہتا ہے کوفہ والے قنوت پڑھنی حضرت علیؑ سے سیکھے ہیں جو علیؑ بوقت محاربہ کے معاویہ پر بددعا فرماتے تھے اور شام والے معاویہ سے سیکھے کہ محاربہ کے وقت وہ علیؑ پر بددعا کرتا تھا ۱۲ مترجم [۳] استیعاب علی الاصابہ جلد ۲ صفحہ ۴۰۹ میں یہ بھی لکھا ہے کہ معاویہ نے یزید کی بیعت لینے کی خواہش ظاہر کی تو لوگوں نے کہا عبد الرحمن بن خالد بن ولید یزید سے اچھا ہے اسکو مقرر کیجئے معاویہ نے دل میں رکھ لیا اور جب عبد الرحمن کو مریض سنا ایک طبیب کو حکم دیا کہ دوائی میں زہر ملا کر عبد الرحمن کو کھلا دے تو طبیب نے اسی طرح کیا اور وہ زہر سے جل کر فوت ہوا۔ انتہے ۱۲ مترجم۔ [۴] ہدایۃ السائل کا مضمون سرور عزیزی ترجمہ فتاوی عزیزی جلد ۱ ص ۲۴۴/۳۱۱ اور فتاوی عزیزی طبع مجتبائی دہلی ص ۱۹۳ میں ہے "محققین اہل حدیث بعد تتبع روایات صحیحہ دریافتہ اند کہ ایں حرکات خالی از شائبہ نفسانی نبودہ و خالی از تہمت تعصب اموی و قریشیہ کہ بجناب ذی النورین داشتہ نبودہ است پس نہایت کارش اینست کہ مرتکب کبیرہ و باغی باشد" اور شرح عقائد نسفی مطبوعہ نولکشور صفحہ ۱۰۹ کے حاشیہ عصام میں لکھا ہے؛ یہ قول کہ معاویہ کا نزاع علیؑ سے طلب قصاص میں تھا خلافت میں نہ تھا ظاہر البطلان ہے کیونکہ یہ مخفی نہیں کہ معاویہ و طلحہ و زبیر کا نزاع علیؑ سے خلافت میں تھا لولا ذلک لوجب[۲]

مختار شاہ عبد العزیز در بعض افادات خودش اینست کہ حرب معاویہ با علی خالی از شائبہ نفسانیت نبود و قول بخطائے اجتہادی ضعیف است۔ وفی بغیۃ الرائد للسید الصدیق وہر چہ از مخالفات و محاربات واقع شد از طرف معاویہ شد جنگ او خالی از حمیت و نفسانیت نیست و اینکہ گویند خطائے اجتہادی بود پسند خاطر انصاف پسندان نیست؛ وفی مالابد منہ للقاضی ثناء اللہ پانی پتی ہر کہ با علیؑ منازعت کردہ مخطی است؛ وفی شرح المواقف والذی علیہ الجمہور من الامۃ ان المخطئ قتلۃ عثمان و محاربوا علی۔ وقال السید الصدیق فی عون الباری فی حل ادلۃ البخاری ان بنی امیۃ ھم اھل الجفاء والضلال الذین عادوا ال محمد واخافوھم کل مخافۃ وشردوھم کل مشرد وسیاتی وفی حیاۃ الحیوان العلامۃ الدمیری قال ابن خلکان لما مرض الحسن کتب مروان الحکم الی معاویۃ بذالک فکتب الیہ ان اقبل المطی الی بخبر الحسن فلما بلغ معاویۃ موتہ سمع تکبیرۃ من الخضراء[2] فکبر اھل الشام لذالک فقالت فاختۃ بنت قریظۃ لمعاویۃ اقر اللہ عینک ما الذی کبر لاجلہ فقال مات الحسن فقالت اعلی موت ابن فاطمۃ تکبر؟

کہ مختار شاہ عبد العزیز کا جو اس کے بعض مضامین میں سے ظاہر ہوا ہے یہی ہے کہ معاویہ کا حضرت علیؑ کے ساتھ جنگ نفسانیت سے خالی نہ تھا (یعنی قصاص عثمان کا بہانہ تھا اور اصل میں غصب خلافت کی نیت تھی) اور قول بعض علماء کا کہ معاویہ اس بارہ میں مجتہد تھا اور اس سے خطا اجتہادی ہو گئی (جس پر ایک اجر کا مستحق ہے) ضعیف ہے ختم ہوئی عبارت ہدایت المسائل کی؛ اور بغیۃ الرائد مولفہ سید صدیق حسن میں بھی اسی طرح ہے کہ جو کچھ مخالفات اور جنگ معاویہ کی جانب سے واقع ہوئی ہیں وہ خود غرضی اور نفسانیت سے خالی نہیں ہیں اور جو خطائے اجتہادی سے یہ امور اس سے صادر ہونے کا بیان کرتے ہیں انصاف پسند لوگوں کے نزدیک یہ قول ناپسند ہے؛ اور مالابد منہ مؤلفہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی میں ہے کہ جس نے علیؑ سے جھگڑا کیا تھا خطا کار ہے۔ اور شرح مواقف صفحہ ۷۴۵ مطبوعہ نولکشور میں ہے کہ جمہور امت (سنیہ) کا اتفاق ہے کہ قاتلین عثمان کے اور حضرت علیؑ سے جنگ کرنے والے خطا کار تھے؛ اور سید صدیق حسن نے عون الباری فی حل ادلۃ البخاری میں لکھا ہے کہ ضرور بنی امیہ اہل جفا اور ظالم ہیں اور وہ گمراہ ہیں کیونکہ انہوں نے آل محمد سے مخالفت و عداوت اختیار کی اور بنی امیہ نے آل محمدؐ کو ہر طرح کے خطرات اور انتشارات سے ڈرایا اور منتشر کیا جس کا ذکر مفصل آئے گا؛ اور حیوۃ الحیوان مؤلفہ علامہ دمیری جلد ۱ صفحہ ۵۴ مطبوعہ مصر میں ہے کہ ابن خلکان نے کہا ہے جب امام حسنؑ مریض ہوئے مروان ابن الحکم نے معاویہ کی طرف لکھا تو معاویہ نے مروان کی طرف یہ لکھا کہ خبر حسن کے لئے میری طرف جلد سوار دوڑا دینا۔ جب معاویہ کو موت امام حسنؑ کی خبر پہنچی تو سبز محل معاویہ سے تکبیر کی آواز بلند ہوئی اور شام کے سب لوگ اسی سبب سے تکبیریں کہنے لگے فاختہ دختر قریظہ نے معاویہ کو کہا کہ تیری آنکھوں کو ٹھنڈک پہنچے (کلمہ دعائیہ) کیا خوشی پیدا ہوئی ہے جس پر یہ تکبیریں پڑھ رہے ہیں۔ معاویہ نے کہا کہ حسنؑ فوت ہو گئے ہیں۔ فاختہ نے کہا کیا تو موت جناب فاطمہؑ کے بیٹے پر خوشی کی تکبیر پڑھتا ہے؟

[1] مروج الذہب مطبوعہ برحاشیہ تاریخ کامل مطبوعہ مصر جلد ۶ صفحہ ۵، و طبع جدید مصر جلد ۲ صفحہ ۲۱ میں ہے جب محمد بن ابی بکر۔۔۔ تو معاویہ کی طرف ایک خط لکھا کہ محمد بن ابی بکر کی طرف سے معاویہ بن صخر کی طرف بعد حمد خالق تعالے کے اور مدح افضل الناس بعد نبی کے کہ اے معاویہ تو لعین بن لعین ہے۔ تم اور تیرا باپ رسولؐ کے نقصان پہنچانے اور دین خدا اور نور خدا کے مٹانے میں سعی کرتے رہے اور لشکر جمع کرتے رہے اب تو اپنے وجود کو اس شخص کے برابر کرتا ہے جو وارث رسول اللہ اور وصی اُس کا اور اعلم رازہائے رسولؐ کا ہے اور تو اُس کا دشمن اور اس کے دشمن کا بیٹا ہے۔ الخ ۱۲ مترجم۔

[2] مروج الذہب علی ہامش الکامل طبع مصر جلد ۶ صفحہ ۵۹ و مستقل جدید طبع مصر جلد ۲ صفحہ ۳۰ میں باسناد ابن جریر الطبری اسی طرح روایت ہے اور زیادہ لکھا کہ فاختہ نے کہا اے امیر المومنین خدا تجھے خوش کرے کیا تجھے ایسی خبر پہنچی ہے جس سے تو اتنا خوش ہوا ہے؟ معاویہ نے کہا موت حسن بن علیؑ کی ہو گئی ہے تو فاختہ نے کہا انا للہ وانا الیہ راجعون اور رونے لگی اور کہا کہ مسلمانوں کا سردار اور بیٹا دختر رسولؐ کا فوت ہو گیا۔

فقال واللہ ما کبرت شماتة بموته ولكن استراح قلبي ودخل عليه ابن عباس فقال له يا ابن عباس هل تدري ما حدث في اهل بيتك فقال لا ادري ما حدث الا اني اراك مستبشرا وقد بلغني تكبيرك فقال مات الحسن فقال ابن عباس يرحم اللہ ابا محمد ثلاثا واللہ يا معاوية لا تسد حفرته حفرتك ولا يزيد عمره في عمرك. وكذا قال الطبري في تاريخه بالاسناد كما في النصائح الكافية ص۹۰. وفي تاريخ ابي الفداء فرح معاوية بموت الحسن، وفي سرو جمن ط۱۱۲ ان معاوية سجد سجدة الشكر حين سمع موت الحسن. وفي كنز العمال رفد المقدام بن معدي كرب وعمرو بن الاسود الى قنسرين فقال معاوية للمقدام اعلمت ان الحسن بن علي توفي فرجع المقدام فقال له معاوية اتراها مصيبة قال ولم لا اراها مصيبة وقد وضعه رسول اللہ في حجره فقال هذا مني وحسين من علي رواه الطبراني. قال العارف الجامي مؤلف شرح الكافية المشهور بشرح ملا جامي في شواهد النبوة مشهور آنست كہ ویرا یعنی حسن را زن وے جعدہ زہر داد

معاویہ بولا کہ قسم بخدا میں نے صرف موت پر خوش ہونے کی وجہ سے تکبیر نہیں پڑھی ہے بلکہ میرے دل کو ٹھنڈک اور راحت پہنچی ہے۔ اور جب ابن عباس معاویہ کے پاس گئے تو معاویہ نے ابن عباس کو کہا کیا تجھے معلوم ہے جو تیرے اہل بیت میں ایک امر ظاہر ہوا ہے۔ ابن عباس نے کہا نہیں معلوم کیا پیدا ہوا ہے۔ صرف یہ معلوم کر رہا ہوں کہ تو آج خوش ہے اور خوشی سے شکریہ کی تکبیر کہہ رہا ہے۔ معاویہ نے کہا کہ حسنؑ مر گیا ہے پس ابن عباس نے کہا اللہ تعالے ابو محمد حسنؑ پر رحمت کرے تین بار فرمایا (پھر کہا) خدا کی قسم اے معاویہ تیرے گڑھے کو اُس کا گڑھا پُر نہیں کر سکتا اور اس کی عمر ختم ہونے سے تیری عمر زیادہ نہیں ہو سکتی۔ اسی طرح یعنے مثل عبارت حیٰوۃ الحیوان کے ابن جریر طبری نے اپنی تاریخ میں باسناد خود لکھا ہے جیسا کہ اُس سے نصائح کافیہ صفحہ ۹۰ میں منقول ہے (وکذا فی تذکرہ خواص الامۃ ص۱۲۳ والامامۃ والسیاستہ جلد ۱ ص۱۲۷ وعقد الفرید جلد ۲ ص۱۲۴) اور تاریخ ابی الفداء صفحہ ۵۸۴ مطبوعہ انصاری دہلی میں ہے معاویہ امام حسنؑ کی موت پر خوش ہوا۔ اور سرو چمن صفحہ ۱۱۲ میں اسی صفحہ ابی الفداء سے نقل کیا ہے کہ تحقیق معاویہ موت امام حسنؑ کو سن کر شکر کا سجدہ بجا لایا۔ اور کنز العمال جلد ۷ صفحہ ۱۰۵ میں لکھا ہے مقدام بن معدیکرب و عمرو بن اسود بطور وفد قنسرین کی طرف معاویہ کے پاس آئے معاویہ نے مقدام سے کہا حسن بن علی فوت ہو گئے ہیں مقدام نے انا للہ و انا الیہ راجعون پڑھا تو معاویہ نے کہا کہ اس کو بھی تو مصیبت شمار کرتا ہے۔ مقدام نے کہا جبکہ رسول خداؐ نے ان کو گود اپنی میں لے کر فرمایا یہ میرا ہے یعنی حسنؑ اور حسینؑ علیؑ کا ہے (محبت کے الفاظ میں کونسا تفہیم کا فرمایا) تو بھلا کس طرح ان کی وفات کو مصیبت نہ سمجھوں۔ اس کو طبرانی نے روایت کیا۔ عارف جامی مؤلف شرح کافیہ معروف بہ شرح ملا جامی نے شواہد النبوۃ صفحہ ۳۷۱ میں لکھا ہے مشہور یہی ہے کہ ان کو یعنی امام حسنؑ کو ان کی زوجہ جعدہ نے بفرمان معاویہ زہر دیا تھا۔

(حاشیہ ۵۵) نیز ابن عباس کے مکالمہ میں زیادہ لکھا کہ اے معاویہ تیری قبر کو امام حسنؑ نے پُر نہیں کیا بلکہ تو بھی اسی طرح مر جائیگا۔ کیا خوشی کا مقام ہے اور اگر ہم پر یہ مصیبت ہوئی ہے تو پہلے بھی ہم برداشت کرتے آئے ہیں جو مصیبت وفات سید المرسلین اور امام المتقین رسول رب العالمین سے ہوئی پھر بعد اس کے جو مصیبت سید الاوصیاء علیؑ کی ہوئی تو الله تعالیٰ مصائب کو دور کر چکا۔ معاویہ نے کہا افسوس ہے تیرے لئے اے ابن عباس جب میں تجھ سے کلام کرتا ہوں تجھے جھگڑے پر آمادہ پاتا ہوں۔ انتہی ۱۲ مترجم

۵۱ کذا فی روضۃ الصفا جلد ۳ صفحہ ۱۲ مترجم۔ ۵۲ کذا فی الامامۃ والسیاست جلد ۲ صفحہ ۱۲۷-۱۲۴-۱۲۵-
وزاد اظہر فرحا وسرورا حتی سجد وسجد من معه الخ یعنی اتنا امامت والسیاست میں زیادہ لکھا ہے کہ معاویہ نے بہت خوشی ظاہر کی حتی کہ اُس نے سجدہ شکر ادا کیا اور اس کے ساتھیوں نے بھی سجدہ کیا۔ وکذا فی عقد الفرید جلد ۳ صفحہ ۱۲۴
۵۳ کذا فی دراسات اللبیب طبع لاہور صفحہ ۷۹ اور زیادہ کیا کہ اسدی نے کہا ایک انگارا تھا جس کو خدا نے بجھا دیا۔ مضمون دراسات کا ابوداؤد مترجم باب جلود النمور کتاب اللباس صفحہ ۱۰۷۳ میں مع فوائد کثیرہ مرقوم ہے۔ ۱۲ مترجم

وقال الخواجہ حسن نظامی فی محرم نامہ بتحویل الطبری و فی یزید نامہ بتحویل طبقات الاطباء پہلا خون سیدنا امام حسن کا ہے جو تاریخ کی روایت سے قطعاً امیر معاویہ کے اوپر ثابت ہے اور کوئی قدیم و جدید محاکمہ تاریخی و قانونی ان کی برئیت اس قتل سے نہیں کرسکتا۔ وفی الاستیعاب علی الاصابہ جلد ۱ صفحہ ۳۷۵ قال سم الحسن بن علیؑ سمتہ امرأتہ جعدۃ وقال طائفۃ کان ذلک منہا بتدسیس معاویۃ الیہا (بسببہ) مابذل لہا فی ذالک۔ وفی تاریخ ابی الفداء جلد ۱ ص $\frac{۱۸۳}{۱۹۳}$ توفی الحسن من سم سقتہ امرأتہ جعدۃ قیل فعلت ذلک بامر معاویۃ۔ وفی تاریخ حبیب السیر متون کتب واخبار چناں اخبار می نماید کہ چوں معاویہ بن ابی سفیان خاطر براں قرار داد کہ ولید پلید خود یزید را ولیعہد خود گرداند و می دانست کہ با وجود امام حسنؑ این امر صورت نمی پذیرد زیرا کہ یکے از شروط صلح آں بود کہ معاویہ در وقت وفات امر خلافت را بشوریٰ گذارد بنا علیہ متوجہ ہدم قصر حیات ^{۵۳} آں صدر نشین ایوان امارت گشت و مروان بن الحکم را کہ طرید سید المرسلین بود بمدینہ ارسال نمودہ گفت باید کہ بہر تدبیر کہ توانی جعدہ بنت اشعث را کہ زوجہ حسنؑ است فریب دہی۔ وکذا فی التاریخ الطبری الفارسی جلد ۲ ص ۲۰۲۔

آور خواجہ حسن نظامی نے اپنے رسالہ محرم نامہ صفحہ ۴۷ میں بحوالہ تاریخ طبری اور یزید نامہ صفحہ ۸۳ میں بحوالہ طبقات اطباء صفحہ ۸۲ کے لکھا ہے۔ پہلا خون سیدنا حضرت امام حسنؑ کا ہے جو تاریخ کی روایت و درایت سے قطعاً امیر معاویہ کے اوپر ثابت ہے اور کوئی قدیم و جدید محاکمہ تاریخی و قانونی ان کی برئیت اس قتل سے نہیں کرسکتا۔ اور استیعاب علی الاصابہ جلد ۱ صفحہ ۳۷۵ میں ہے قتادہ نے کہا ہے حسن بن علیؑ کو ان کی بیوی جعدہ نے زہر دیا تھا اور ایک گروہ علماء نے کہا ہے کہ واقعہ زہر معاویہ کے پوشیدہ مکر و حیلہ کا نتیجہ ہے جو اس نے اس کی بیوی کے ذریعہ کیا ہے۔ اور اسی سبب سے معاویہ نے کچھ مال بھی جعدہ کو دیا تھا۔ اور تاریخ ابی الفداء جلد ۱ صفحہ $\frac{۱۸۳}{۱۹۳}$ طبع قسطنطنیہ میں ہے کہ امام حسنؑ زہر سے شہید ہوئے جو بیوی ان کی جعدہ نے حسب بیان بعض بحکم معاویہ کے امامؑ کو پلایا تھا۔ اور تاریخ حبیب السیر میں ہے۔ متون کتب اور خبریں اس طرح خبر دیتی ہیں کہ جب معاویہ بن ابی سفیان نے اس امر کا ارادہ مصمم کرلیا کہ اپنے فرزند پلید یزید کو اپنا ولیعہد بنائے اور سمجھا کہ زندگی امام حسنؑ کے ہوتے ہوئے یہ کام سرانجام نہیں ہوسکتا کیونکہ منجملہ شرائط صلح کے یہ بھی تھا کہ معاویہ بوقت وفات خود کے امر خلافت کو مشورہ پر چھوڑ دے گا (یعنے کسی اپنے کو ولیعہد نہ بنائے گا) لہٰذا بہر وجوہ بنیاد حیات امام عالی مقامؑ کے گرانے کے سعی میں متوجہ ہوا اور مروان بن حکم کو جو رانده دربار نبویؐ کا تھا معاویہ نے مدینہ میں بھیج دیا اور کہا کہ تم جس تدبیر سے ہوسکے جعدہ زوجہ امام حسنؑ کو اپنے فریب میں لاؤ جس سے یہ کام انجام پائے گا۔ اور اسی طرح تاریخ طبری بترجمہ فارسی جلد ۲ صفحہ ۲۰۲ میں ہے۔

۵۲ ؎ ابطال حقیقت مؤلفہ سید ابو الحسن صفحہ ۲۳ میں معاویہ کا امام حسن کو زہر سے شہید کرنا حسب ذیل کتب سے لکھا ہے (۱) عیون الانباء فی طبقات الاطباء صفحہ ۱۱۹ طبع اول ۱۲۹۹ھ (۲) کتاب البدء والتاریخ مطہر بن طاہر المقدسی جلد ۶ صفحہ ۵ طبع پیرس (۳) تاریخ ابن کثیر البدایہ والنہایہ جلد ۸ صفحہ ۴۳ طبع سعادت مصر (۴) تاریخ ابن عساکر جلد ۴ صفحہ ۲۲۶ مطبوعہ روضۃ الشام (۵) تاریخ دول الاسلام مطبوعہ مصر جلد ۱ صفحہ ۳۵ مترجم۔ ۵۳ ؎ مولوی وحید الزمان انوار اللغۃ پارہ $\frac{۱۵}{۱۶}$ صفحہ ۱ میں لکھتے ہیں آخری عمر میں بھی معاویہ نے خوف خدا نہیں کیا اور عہد شکنی پر مستعد ہوکر امام حسن کی ہلاکت کی سازش کی۔ آخر شہید کی وساطت سے آپ کو زہر دلوا کر تمام کرادیا اور اپنے نالائق نابکار فرزند یزید پلید سے بیعت کرنے کی لوگوں کو ترغیب دی الخ اور پارہ $\frac{۱۲}{۱۳}$ صفحہ ۱۶ میں لکھا مالک اشتر حضرت علیؑ کے بڑے رفیق تھے۔ آپ نے ان کو محمد بن ابی بکر کی کمک کے لئے مصر کو روانہ کیا لیکن معاویہ نے ایک کسان کو معافی الگزاری کا وعدہ کرکے اس کے ہاتھ سے مالک اشتر کو زہر پلا دیا وہ ہلاک ہوگئے حضرت علیؑ کو ان کی موت کا بڑا رنج ہوا معاویہ کو بڑی خوشی ہوئی انہوں نے خطبہ سنایا کہ علیؑ کے دو داہنے ہاتھ تھے ایک عمار وہ تو صفین میں مارے گئے دوسرے مالک اشتر وہ بھی ہلاک ہوگئے اب علیؑ کے دونوں ہاتھ کٹ گئے اور پارہ $\frac{۲۱}{۲۲}$ میں لکھا یہ تو بڑی باتیں تھیں جو معاویہ نے اپنے عہد حکومت میں کیں جیسے قتل

کرانا امام حسنؑ کی قتل کی سازش میں شریک ہونا زیاد کا نسب ابو سفیان سے ملا دینا حجر بن عدی اور مالک اشتر کو قتل کرانا امام وقت سے بغاوت

وفی النصائح الکافیۃ وقال ابن عبد ربہ فی العقد الفرید[۱] لما مات الحسن بن علیؑ حج معاویۃ فدخل المدینۃ واراد ان یلعن علیاً علی منبر رسول اللہؐ فقیل لہ ان ھھنا سعد بن ابی وقاص ولا نراہ یرضی بھذا فابعث الیہ و خذ رایہ فارسل الیہ وذکر لہ ذالک فقال ان فعلت ذالک لاخرجن من المسجد ثم لا اعود الیہ فامسک معاویۃ عن لعنہ حتی مات (سعد) فلما مات لعنہ[۲] علی المنبر وکتب الی عمالہ ان یلعنوہ علی المنابر ففعلوا فکتبت ام سلمۃ زوج النبیؐ الی معاویۃ انکم تلعنون اللہ ورسولہ علی منابرکم وذالک انکم تلعنون علی ابن ابی طالب ومن احبہ وانا اشھد ان اللہ احبہ ورسولہ فلم یلتفت احد الی کلامھا مع علمھم بصحۃ روایتھا ومعرفۃ مقامھا صم بکم عمی ما ذکرھم جھنم کلما خبت زدناھم سعیرا۔ وفیہ قال العلامۃ احمد الحفظی الشافعی فی ارجوزتہ (شعر)

اور نصائح کافیہ صفحہ ۷۰ میں لکھا ہے ابن عبد ربہ نے عقد فرید میں کہا جب حسن بن علیؑ فوت ہوئے تو معاویہ حج کرنے گیا اور داخل مدینہ ہونے پر ارادہ کیا کہ ممبر رسول اللہؐ پر چڑھ کر حضرت علیؑ کو لعنت کرے اس کو کہا گیا کہ تحقیق اس جگہ سعد بن ابی وقاص موجود ہے اور ہم جانتے ہیں کہ وہ اس امر پر سخت ناراض ہوگا تو چاہیے کہ آدمی بھیج کر اس سے مشورہ کرلے۔ چنانچہ آدمی بھیجکر اس امر کا اس نے سعد سے ذکر کیا تو سعد نے کہا اگر تو ایسا کرے گا تو میں ہمیشہ کے لئے اس مسجد سے نکل جاؤں گا اور کبھی اس کے اندر داخل نہ ہوں گا پس (خوف فتنہ وفساد سے) معاویہ لعنت حضرت علیؑ سے رک گیا۔ حتی کہ سعد فوت ہوگیا تو معاویہ نے اسی ممبر پر حضرت علیؑ کو لعنت کی اور اپنے اہلکاروں کی طرف لکھا کہ سب ممبروں پر حضرت علیؑ کو لعنت کیا کریں۔ چنانچہ اسی طرح ان سب نے کیا۔ پس ام سلمہ زوجہ محترمہ نبیؐ نے معاویہ کی طرف لکھا کہ تم اللہ اور اس کے رسولؐ کو اپنے ممبروں پر لعنت کرتے ہو اس وجہ سے کہ تم علی ابن ابی طالب اور ان کے محبان پر لعنت کرتے ہو اور میں اس کی گواہی دیتی ہوں کہ تحقیق اللہ اور رسول اللہؐ نے اس کو دوست رکھا ہے۔ مگر معاویہ وغیرہ نے کلام بی بی ام سلمہؑ کی طرف کوئی التفات نہ کیا باوجودیکہ وہ صحت روایت کو سمجھ چکے تھے نیز یہ بھی جانتے تھے کہ بی بی صاحبہ کا مرتبہ بزرگ ہے۔ بہرے گونگے اور اندھے ہوئے۔ حق کو نہ سُنا اور نہ سمجھا۔ ایسوں کی جگہ دوزخ ہے جب کچھ آتش جہنم سرد ہونے لگی تو ان کے لئے اور تیز کردیں گے۔ اور اسی نصائح صفحہ ۷۷ میں ہے علامہ احمد حفظی شافعی نے اپنے ارجوزہ میں کہا ہے

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۵۹) حکم سے جعدہ نے زہر دیا وکذا فی روضۃ الصفا جلد ۳ مطبوعہ نولکشور صفحہ ۶ اور لکھا کہ زہر آلود رومال مروان کو دیا گیا اور معاویہ نے مروان کو یہ حکم دیا کہ جعدہ کی معرفت امام حسنؑ کو استعمال کرائے اور جعدہ کو پچاس ہزار درہم دینے کا وعدہ کیا جو وفات امامؑ پر جعدہ کی طرف اس نے بھیج دیئے اور شادی یزید کا وعدہ بھی کیا تھا مگر یزید کی محبت کی وجہ سے پورا نہ کیا کہ مبادا اسی کے کہنے پر اس کو بھی زہر نہ دیدے انتہی۔ ۱۲ مترجم۔ [۱] یہ عبارت مندرجہ کتاب ہذا بعینہٖ عقد الفرید مطبوعہ مصر جلد ۳ صفحہ ۱۲ میں موجود ہے۔ ۱۲ مترجم [۲] تاریخ طبری طبع مصر جلد ۶ صفحہ ۱۵۵ او کامل جلد ۳ صفحہ ۱۹۲ میں ہے۔ معاویہ نے خثعمی کو کہا کہ تو علیؑ کے حق میں کیا کہتا ہے اس نے کہا کہ جو اس کے حق میں تیرا اعتقاد ہے میرا بھی ہے معاویہ نے کہا میں تو علیؑ کے دین سے بھی تبرا کرتا ہوں بیزار ہوں جس سے کہ وہ متدین تھا خثعمی خاموش ہوگیا عقد الفرید طبع ثانی جلد ۲ صفحہ ۳۳۱ میں ہے معاویہ نے لوگوں سے اس پر بیعت لی کہ علی سے تبرا کریں اور بیزار ہو جائیں ۱۲ مترجم [۳] مروج الذہب برحاشیہ تاریخ کامل جلد ۶ صفحہ ۸ مطبوعہ مصر وطبع جدید مصر جلد ۲ صفحہ ۳۱۶ وسنن ابن ماجہ مترجم جلد ۱ صفحہ ۵۲ باب فضل علیؑ میں ہے کہ ابو جعفر محمد بن جریر طبری نے محمد بن حمید رازی سے اس نے ابی مجاہد سے اس نے محمد بن اسحاق بن ابی نجیح سے روایت کی ہے کہا حج کرنے میں جب معاویہ نے طواف خانہ کعبہ کا کیا اور اس کے ساتھ سعد بھی تھا تو جب فارغ ہوا اور دار الندوہ میں معاویہ نے سعد کو اپنے ساتھ چارپائی یا تخت پر بٹھلایا معاویہ نے حضرت علیؑ کو گالی نکالنی شروع کی تو سعد ناراض ہوا اور کہا کہ مجھے تم نے اپنے ساتھ چارپائی یا تخت پر بٹھلایا اور پھر تو سب علیؑ میں شروع ہوگیا ہے واللہ اگر مجھ میں ایک فضیلت ہوتی جو علیؑ میں تھیں تو سرخ اونٹوں سے بہتر تھی۔ الخ ۱۲ مترجم [۴] تاریخ طبری جلد ۵ صفحہ ۱۵۷ طبع مصر میں حسن بصری سے مروی ہے کہ چار خصلتیں ایسی معاویہ میں تھیں کہ اگر ان سے ایک بھی ہوتی تو اس کی ہلاکت کے لیے کافی تھی۔ الخ ۱۲ مترجم

معاویہ علیؑ کے دین سے بیزار تھا

وقد حکی الشیخ السیوطی انہ ٭ قد کان فیما جعلوہ سنۃ ٭ (شعر) سبعون الف منبر و عشرۃ ٭ من فوقھن یلعنون حیدرہ ٭ وفی حیوۃ الحیوان وفی اٰخر شفاء الصدور لابن سبع السبتی عن علی بن عبد اللہ بن عباس قال کنت مع ابی بعد ما کف بصرہ وھو بمکۃ فمررنا علی قوم من اھل الشام فی صفۃ زمزم فسبّوا علی ابن ابی طالب فقال لسعید بن جبیر وھو یقودہ ردنی الیھم فردہ فقال ایکم الساب للہ ولرسولہ فقالوا سبحان اللہ ما فینا احد سب اللہ ورسولہ فقال ایکم الساب لعلی قالوا اما ھٰذا فقد کان فقال ابن عباس انی اشھد لسمعت رسول اللہ صلعم

شیخ سیوطی حکایت کرتا ہے۔ تحقیق حضرت علیؑ کو لعنت کرنا لوگوں نے سنت بنا لیا تھا چنانچہ ستر ہزار اور دس منبر تھے جن پر حضرت علی مرتضیٰ حیدر کرار کو لعنت کرتے تھے الخ اور حیوۃ الحیوان جلد ا صفحہ ۵۱ مطبوعہ مصر و نور الابصار طبع مصر صفحہ ۹۷ آخر شفاء الصدور ابن سبع السبتی سے منقول ہے علی بن عبد اللہ بن عباس سے اس نے کہا کہ میں اپنے باپ کے ہمراہ تھا۔ جبکہ اس کی بصارت جاتی رہی تو جب مکہ میں ہم صفہ زمزم کے قریب سے گذرے دیکھا اس میں قوم اہل شام کے لوگ علیؑ کو گالیاں دے رہے تھے۔ ابن عباس نے سعید بن جبیر سے کہا جو ہاتھ پکڑے ہوئے چلا جا رہا تھا کہ مجھے ان آدمیوں کی طرف لے چل ابن عباس نے کہا کون کون ہے جو اللہ تعالےٰ اور رسول اللہؐ کو گالیاں دے رہا ہے وہ لوگ کہنے لگے پاکی ہے اللہ کو کوئی آدمی ہم میں سے ایسا نہیں جو اللہ اور اس کے رسول کو گالیاں دے۔ ابن عباس نے کہا کون تم میں سے ہے جو علیؑ کو گالی دے رہا ہے لوگ کہنے لگے البتہ یہ بات تو ہم کرتے ہیں پس کہا ابن عباس نے تحقیق میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے رسول اللہ سے سنا ہے

۵۱ یہ روایت ابن عباس کی بعینہ مروج الذہب طبع جدید مصر جلد ۲ صفحہ ۲۹۹ میں بھی مذکور ہے۔ ۱۲ مترجم

۵۲ شرح نہج البلاغۃ مؤلفہ علامہ ابن ابی الحدید طبع مصر جلد ۳ صفحہ ۲۵۵ میں ہے کہ زبیر بن بکار شعبی نے کہا مجھے ابوبکر ہذلی نے زہری سے کہا کہ ابن عباس نے معاویہ کو کہا کہ تو اس شخص (علیؑ) کو گالی نکالنے سے کیوں باز نہیں رہتا معاویہ نے کہا اس وقت تک نہیں باز آؤں گا جب تک کہ اسی طریقہ پر لڑکے جوان نہ ہو جائیں اور جوان اسی رسم و رواج پر بوڑھے نہ ہو جائیں چنانچہ اسی طرح ہوتا رہا پھر جب عمر بن عبد العزیز والی ہوا تو وہ گالی نکالنے سے باز آگیا اس پر لوگوں میں مشہور ہو گیا کہ اس نے سنت کو ترک کر دیا ہے انتہیٰ۔ نیز اسی صفحہ پر باسناد محمد بن سعید اصفہانی کے امام علی بن الحسینؑ سے مروی ہے فرمایا کہ مجھے مروان نے کہا اس قوم میں ہمارے آقا (معاویہ) کا مقابلہ کرنے والا آپ کے صاحب (علیؑ) جیسا کوئی نہیں ہے امام صاحب فرماتے ہیں میں نے کہا تو پھر اس کو (علیؑ کو) ممبروں پر کھڑے ہو کر گالی کیوں نکالتے ہو مروان نے کہا کہ ہماری سلطنت اس کے بغیر قائم نہیں رہ سکتی۔ یہ مضمون شرح نہج البلاغہ کا مروج الذہب برحاشیہ کامل جلد ۶ صفحہ ۱۰۱ و مروج الذہب طبع جدید مصر جلد ۲ صفحہ ۳۳۳ میں بھی ہے۔ اس کے بعد لکھا ذکر بعض الاخباریین انہ قال لرجل من اہل الشام من زعمائھم واہل الرأی والعقل منھم من ابو تراب ھٰذا الذی یلعنہ الامام علی المنبر قال اراہ لصاً من لصوص الفتن یعنی معاویہ کے انتظام کا یہ نتیجہ تھا کہ لوگ علیؑ کے مرتبہ اور شان سے اتنے نا آشنا ہو گئے کہ شامیوں کے عقلمند آدمی سے ابو تراب کی شخصیت پوچھی گئی کہ جس ابو تراب کو امام معاویہ لعنت کرتا ہے کون آدمی ہے؟ شامی نے کہا میرے علم کے مطابق وہ کوئی فتنہ باز چور اور ڈاکو آدمی ہے۔ اور مروج الذہب جلد ۲ صفحہ ۳۳۲ میں معاویہ کی سیاسی چالوں کا ذکر کرتے ہوئے شامی لوگوں کو ناحق شناس اور احمق و بے عقل بنا لینے کے ذکر میں لکھا ہے۔ کہ صفین سے واپسی پر معاویہ کے پاس ایک کوفی کی لونڈی ہے جو جنگ صفین میں مجھ سے چھین لی گئی تھی۔ اور اس پر پچاس دمشقی جھوٹے گواہ پیش کئے کہ یہ اونٹنی اسی دمشقی مدعی کی ہے۔ معاویہ نے حکم دیا یعنی فیصلہ دیا کہ یہ اونٹنی دمشقی کے حوالہ کر دو پس کوفی آدمی نے کہا۔ خدا تیری بھلائی کرے دیکھ! تو ہی یہ اونٹنی نہیں اونٹ ہے۔ کیسے فیصلہ کرتا ہے؟ معاویہ نے کہا بس فیصلہ ہو چکا۔ جب دوسرے لوگ چلے گئے۔ تو معاویہ نے کوفی آدمی کو بلایا اور کہا کہ تیرا اونٹ کتنی قیمت کا ہے۔ اس نے بتائی۔ معاویہ نے دگنی قیمت اپنی گرہ سے دیدی اور کہا کہ تم علیؑ کے پاس جا کر یہ قصہ بیان کرنا کہ معاویہ نے علیؑ کے مقابلہ کے لئے ایک لاکھ فوج ایسی تیار کر رکھی ہے۔ جو حمایت وطن میں اونٹ اور اونٹنی میں فرق نہیں کر سکتے اور جن لئے بدھ کے دن صفین کے سفر میں جمعہ کی نماز پڑھا دی تو سب نے پڑھ لی۔ اتنے میرے مطیع ہیں۔ نیز اس حد تک مطیع ہیں۔

(باقی حاشیہ بر صفحہ ۶۲)

يقول من سب عليا فقد سبني ومن سبني فقد سب الله ومن سب الله اكبه الله تعالیٰ علےٰ منخريه في النار ثم ولى عنهم فقال يا بنيَّ ارايتهم نقلت يا ابتِ نظروا اليك باعين محمرة - الخ - وفي النصائح الكافية وروى ابن الحسن المدائني في كتابه الاحداث ثم كتب (معاوية) الى عماله نسخة واحدة الى جميع البلد ان انظروا امن قامت عليه البينة انه يحب علیاً واهلبيته فامحوه من الديوان واسقطوا عطاءه ورزقه وشفع ذلك بنسخة اخرى من اتهمتموه بموالاة هؤلاء القوم فنكلوا به واهدموا داره فلم يكن البلاء اشد واكثر منه بالعراق ولاسيما بالكوفة (ثم قال) فلم يبق احد من هذا القبيل الا وهو خائف علےٰ دمه او طريد علے الارض - الخ - وفي النصائح الكافية صفحه ۵۷ ناقلا عن الاستيعاب قتل معاوية حجرا وهو من فضلاء الصحابة وانكر عن لعن علیؑ والبراءة عنه وكذا قاله ابن الاثير وفي نهج البلاغة ص ۳۲ طبع مصر ومن كلام له عليه السلام لاصحابه اما انه سيظهر عليكم بعدي رجل رحب البلعوم مندحق البطن ياكل ما يجد ويطلب ما لا يجد فاقتلوه ولن تقتلوه الا وانه سيامركم بسبي والبراءة مني الخ

فرمایا جس نے حضرت علیؑ کو گالی دی بے شک اُس نے مجھے گالی دی اور جس نے مجھے گالی دی اُس کو اللہ تعالےٰ ناک کے بل دوزخ میں ڈالے گا۔ پھر منہ پھیر کر ابن عباس چلا گیا اور اپنے بیٹے سے کہا اے بیٹے بتلا کہ وہ کیا کہتے تھے؟ میں نے کہا اے باپ وہ لوگ تیری طرف سُرخ آنکھوں سے غضب کی نظر دیکھتے تھے۔ اور نصائح کافیہ صفحہ ۱۷ میں ہے ابوالحسن مدائنی اپنی کتاب الاحداث میں روایت کرتا ہے۔ پھر معاویہ نے اپنے اہلکاران جملہ بلاد کی طرف ایک ہی طرز کا حکم لکھا کہ دیکھنا جس پر گواہ گواہی دیں کہ وہ علی اور اس کے اہل بیت کو دوست رکھتا ہے تو اس کا نام دفتر ملازمین سے مٹادو اور تنخواہیں ان کی ضبط کرلو اور ویسے کوئی انعام بھی ان کو نہ دینا ہوگا۔ اور اس کے بعد متصل ایک اور حکم لکھ بھیجا کہ جس پر تہمت محبت اہل بیت کی لگ جائے تو اس کو خوار کرو اس کے مکانات گرادو۔ تو اس حکم سے زیادہ سخت کوئی بلا عراق میں نہ تھی خاص کر کوفہ میں (پھر کہا) پس اس قسم کا کوئی آدمی باقی نہ رہا جو محبان آل رسول سے تھا مگر وہ خوف قتل سے روئے زمین پر بھاگا پھرتا تھا۔ الخ۔ اور نصائح کافیہ صفحہ ۵۷ میں استیعاب سے نقل کیا ہے کہ معاویہ نے حجر کو قتل کیا جو کہ فضلاء صحابہ میں سے تھا کیونکہ اس نے لعنت حضرت علیؑ اور بیزاری حضرت علیؑ سے انکار کیا تھا اور اسی طرح ابن اثیر نے لکھا ہے (کہ اسی جرم عدم لعن علیؑ و عدم بیزاری علی سے قتل کئے گئے)۔ اور نہج البلاغت صفحہ ۳۲ مطبوعہ مصر میں حضرت علیؑ کا کلام ہے جو اپنے اصحاب کو انہوں نے فرمایا تھا خبردار تحقیق قریب ہے کہ تم پر میرے بعد ایک آدمی بڑے حلق والا بڑے پیٹ والا جو ملے گا سب کھائے گا اور جو نہ ملے گا اُس کو طلب کرے گا غلبہ پائے گا پس اس کو تم قتل کرتے مگر تم بالکل قتل پر قادر نہ ہوسکو گے خبردار بے شک قریب ہے کہ وہ تمہیں مجھے گالی دینے اور ہم سے بیزاری کرنیکا حکم دیگا۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۶۱) کہ انہوں نے علیؑ پر لعنت کرنے کو سنت قرار دے رکھا ہے۔ اسی پر بچے چھوٹے بڑے ہوں گے۔ اور اسی پر بڑے اپنی عمر ختم کرینگے۔ نیز مروج الذہب جلد ۲ صفحہ ۲۳۳/۲۳۴ میں لکھا ہے کہ اہل علم افراد میں سے ایک صاحب بیان کرتے ہیں۔ کہ جہالت ان لوگوں کی اس حد پر پہنچی تھی کہ ہم لوگ ایک دن ابوبکر و عمر و علی و معاویہ کا ذکر کر رہے تھے۔ کچھ عوام شامی لوگ ہماری باتیں سننے کو آگئے تو ان میں سے ایک جو اُن میں زیادہ عقلمند اور دراز ریش تھا۔ کہنے لگا کہ تم لوگ علی اور معاویہ کی بہت باتیں کرتے ہو۔ اور فلاں و فلاں کی۔ میں نے کہا تم اس میں کیا کہتے ہو۔ اس نے کہا کس کی نسبت پوچھتا ہے۔ میں نے کہا علیؑ کی نسبت۔ اُس نے کہا علیؑ تو وہی نہیں جو فاطمہ کا باپ ہے۔ میں نے کہا فاطمہ کونسی؟ کہا جو نبیؐ کی بیوی اور حضرت عائشہ ہمشیرہ معاویہ کی بیٹی ہے۔ اور کون۔ میں نے کہا پھر علیؑ کا قصہ کیا ہے؟ اس نے کہا وہ جنگ حُنین کے اندر بیچارہ قتل ہوچکا ہے انتہیٰ ۱۲ مترجم۔

ـه حضرت علی کا نام لینا بھی جرم سمجھا جاتا تھا دیکھو سیرۃ حلبیہ جلد ۲ صفحہ ۹۵ طبع مصر حضرت حسن بصری سے پوچھا گیا کہ آپ قال رسول اللہ بیان کرتے ہیں حالانکہ زمانہ رسولؐ کو نہیں پایا پھر رسولؐ سے تم کیسے حدیث بیان کرتے ہو؟ حسن بصری نے جواب دیا جو کچھ میں اس طرح بیان کرتا ہوں وہ جناب علی بن ابیطالبؑ سے بیان کرتا ہوں مگر ایسے زمانہ میں ہوں کہ میں علیؑ کا نام نہیں لے سکتا یعنے حجاج کے خوف سے انتہیٰ ۱۲ مترجم

وفيه صفحه ۱۶۵ واللہ ما معاوية بادهىٰ منى ولكنه يغدر و يفجر[۵۱] ولولا كراهية الغدر لكنت من ادهى الناس ولكن كل غدرة فجرة و كل فجرة كفرة ولكل غادر لواء يعرف به يوم القيامة والله ما استغفل بالمكيدة و لا استغمز بالشديدة ۔ وفي ص ۱۹۳ اللهم انا نشكو اليك غيبة نبينا وكثرة عدونا و تشتت اهوائنا ربنا افتح بيننا وبين قومنا بالحق وانت خير الفاتحين ۔ وفي صفحه ۲۱۷ ومن كتاب له عليه السلام الى زياد بن ابيه وقد بلغه ان معاوية كتب اليه يريد خديعته باستلحاقه وقد عرفت ان معاوية كتب اليك يستزل لبك و يستفل غربك فاحذره فانما هو الشيطان ياتي المؤمن من بين يديه ومن خلفه و عن يمينه و عن شماله الخ

تبصرہ

اذا كانت خلافة علىؑ مسلمة ومثبتة عند الفريقين فكان هو على الحق بلا ريب فكان مخالفه باغيا و طاغيا وما كان مجتهد ولا خليفة بل كان ملكا كما نبينه بعونه تعالىٰ ۔ قال القارى فى المرقاة قلت فاذا كان الواجب عليه ان يرجع عن لعنه باطاعة الخليفة و ترك المخالفة و طلب الخلافة المنيفة فبين بهذا انه كان فى الباطن باغيا و فى الظاهر مستترا بدم عثمان فجاء هذا الحديث ناعيا و من عمله ناهيا لكن اتى ما هية

اور اسی نہج البلاغت صفحہ ۱۶۵ میں ہے قسم بخدا کہ معاویہ ہم سے زیادہ دانا نہیں لیکن وہ فریب و فجور کرتا ہے ۔ اور میں اگر فریب بازی کو مکروہ نہ جانتا تو میں دراصل سب سے دانشمند تھا لیکن ہر فریب بازی فجور ہے اور ہر فجور کفران ہے اور ہر فریب باز کے لئے ایک جھنڈا دن قیامت کے شناخت کیلئے ملیگا ۔ قسم بخدا میں مکر سے غافل نہیں ہوں اور نہ شدائد سے دبا ہوا ہوں (بلکہ میرے ہر کام میں مصلحت ہے) ؛ اور اسی صفحہ ۱۹۳ میں ہے یا اللہ ہم تیری بارگاہ میں نبیؐ کی پوشیدگی اور کثرت اعداء اور پریشانی خواہشوں کی شکایت کرتے ہیں اے رب تو ہمارے اور ہماری قوم کے درمیان فیصلہ حق فرما دے اور تو اچھا فیصلہ کرنے والا ہے ؛ اور اسی نہج البلاغت صفحہ ۲۱۷ میں ہے اور منجملہ خطوط علیؑ کے یہ ہے جو علیؑ نے زیاد کی طرف لکھا اور یہ اسوقت کا ذکر ہے جب حضرت علیؑ کو معلوم ہوا تھا کہ معاویہ نے زیاد کی طرف مکر و فریب سے امیرؑ نے کا خط لکھا ہے اور بے شک مجھے معلوم ہوگیا ہے کہ ضرور معاویہ نے تیری طرف ایسی تحریر بھیجی ہے جس کے ساتھ تیرے دل کو لغزش دینا چاہتا ہے ۔ اور تمہاری تیزی قوت ارادی کو توڑنا چاہتا ہے ۔ پس اس سے (یعنی معاویہ سے) ڈر کیونکہ ضرور وہ شیطان ہے جو مومن کے آگے پیچھے اور دائیں بائیں سے پیش آتا ہے ۔ الخ (اور وسوسہ پیدا کرتا ہے) ؛

تبصرہ ۔ جب کہ خلافت علیؑ کی مسلم و مثبت فریقین کے نزدیک تھی تو ضرور وہ حق پر تھے اور مخالف ان کا باغی حد توڑنے والا نہ مجتہد تھا اور نہ خلیفہ ۔ بلکہ دنیا کا بادشاہ تھا جیسا کہ ہم بمدد الٰہی بیان کرینگے ؛ ملا قاری نے مرقاۃ میں کہا ہے پس جبکہ اُسپر (یعنے معاویہ پر) واجب تھا کہ اپنے (یعنے حضرت علیؑ کے) لعن سے رجوع کرتا اور اطاعت خلیفہ کی کرکے مخالفت کو اور طلب خلافت کو ترک کر دیتا مگر اس نے ایسا نہ کیا تو اس سے ظاہر ہے کہ وہ باطن میں باغی تھا اور ظاہر میں اپنے تئیں خون عثمان کے قصاص میں چھپاتا تھا پس یہ حدیث (حدیث عمار) اسکے عمل ناصواب کی صاف خبر دینے والی ہے ۔ اسی طرح ماہیہ معاویہ صفحہ ۳۷ میں ہے ؛

معاویہ صفحہ ۳۷

[۵۱] مروج الذہب مطبوعہ مصر برحاشیہ تاریخ کامل جلد ۶ صفحہ ۵۸ میں ہے کہ قیس بن سعد نے معاویہ کی طرف خط لکھا کہ اے معاویہ تو وثنی بن وثنی کا ہے اسلام میں تجھکو مجبوراً داخل کیا گیا اور اب با اختیار اسلام سے نکل گیا تیرا ایمان قدیمی نہیں اور نفاق تیرا کوئی جدید نہیں ہے اور ہم اس دین کے مددگار ہیں جس دین سے تو نکل گیا اور ہم دشمن ہیں اس دین کے جس میں تو داخل ہوا ہے ۔ امامۃ والسیاستہ جلد ۱ صفحہ ۱۱۶ میں لکھا ہے کہ جناب امیرؑ نے معاویہ اور اسکے معاونین کے حق میں فرمایا اسلام میں انکو جبراً داخل کیا گیا ۔ دشمن قرآن و سنت صاحب حدث و بدعت دین سے منحرف بادر فاسق ہیں اور اسی کے صفحہ ۱۳۱ میں عبداللہ بن جعفر طیار کے خط بطرف معاویہ میں اور عقد الفرید جلد ۳ صفحہ ۱۰۲ میں جناب امیرؑ کے ایک خط بطرف معاویہ میں بھی اسی طرح ہے اور اسی طرح احتجاج طبرسی شیعہ صفحہ ۹۰ میں ہے ۱۲ مترجم ۔ [۵۲] **معاویہ کا عروج کب سے ہوا؟** نسیم الریاض جلد ۳ صفحہ ۱۲۶ سے معلوم ہوتا ہے کہ ابوبکر کے وقت اس کو شام کی سلطنت مل گئی تھی ۔ اور بعض روایات سے پایا جاتا ہے کہ

(باقی حاشیہ بر صفحہ ۶۴)

وفی الملل والنحل من خرج علی الامام الحق الذی اتفقت الجماعۃ علیہ یسمی خارجیاً منہ صفحہ ۳۹ - وفی کنز العمال قال سمعت علیاً یقول وحزبنا حزب اللہ والفئۃ الباغیۃ حزب الشیطان ومن سوی بیننا وبین عدونا فلیس منا رواہ ابن عساکر - فی الخصائص للنسائی عن ام سلمۃ ان رسول اللہ قال لعمار تقتلک الفئۃ الباغیۃ - وفیہ عنہا جاء عمار فقال (صلعم) ابن السمیۃ تقتلہ الفئۃ الباغیۃ وفی روایۃ تقتلک - وفی صفحہ ۹۰ عن ابی سعید الخدری قال حدثنی من ھو خیر منی ابو قتادۃ ان رسول اللہ قال لعمار یوشک یا ابن سمیۃ ومسح الغبار عن راسہ لعلک تقتلک الفئۃ الباغیۃ - وفیہ عن ابن عمرو وابن عمر ھکذا وفی النصائح الکافیہ واخرج الامام محمد بن اسماعیل البخاری فی صحیحہ عن عکرمۃ قال قال لی ابن عباس ولابنہ علی انطلقا الی ابی سعید فاسمعا من حدیثہ فانطلقنا فاذا ھو فی حائط یصلحہ فاخذ رداءہ فاحتبی ثم انشأ حتی اتی علی ذکر بناء المسجد

اور ملل ونحل صفحہ ۴۳ میں ہے جو شخص امام حق پر خروج کرے ایسے امام پر جس پر جماعت متفق ہوئی ہو تو خروج کرنے والا خارجی نام رکھا جائیگا - کذا فی ماھیۃ معاویہ وفئتہ - اور کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۹۸ میں ہے راوی کہتا ہے میں نے سنا حضرت علیؑ سے فرماتے تھے ہمارا گروہ اللہ تعالےٰ کا گروہ ہے اور گروہ باغی گروہ شیطان کا ہے اور جس نے ہمارے اور ہمارے دشمن کے درمیان برابری سمجھی تو وہ ہمارے فرقہ سے خارج ہے اس کو ابن عساکر نے روایت کیا - خصائص نسائی صفحہ ۸۹ میں ام سلمہؓ سے روایت ہے تحقیق رسول خدا نے عمار سے فرمایا کہ تجھے باغی گروہ قتل کریگا ؛ انہی کے صفحہ ۸۹ پر انہی سے روایت ہے فرمایا رسول صلعم نے سُمیّہ کے بیٹے عمار کو باغی گروہ قتل کریگا (عمار کو مخاطب کرکے فرمایا) انہی کے صفحہ ۹۰ پر ہے ابی سعید خدری سے کہا مجھے مجھ سے اچھے آدمی نے بیان کیا ہے یعنی ابو قتادہ نے کہ تحقیق رسول خدا نے عمار کو فرمایا اے ابن سُمیّہ اور اسکے سر سے غبار کو بھی جھاڑا (یعنی رسول خدا نے عمار کے سر سے غبار کو جھاڑا) اور فرمایا اے عمار قریب ہے کہ تجھے باغی گروہ قتل کرے گا - اور اسی صفحہ پر ہے کہ ابن عمر سے اسی طرح مروی ہے ؛ اور نصائح کافیہ صفحہ ۱۰ میں ہے امام محمد بن اسماعیل بخاری نے اپنے صحیح میں عکرمہ سے روایت کی ہے کہ مجھے اور اپنے بیٹے علی کے لئے ابن عباس نے کہا چلو ابی سعید کی طرف اور اس سے کوئی حدیث سنو ہم گئے تو وہ ایک باغیچہ کی چار دیواری کے اندر اس کی درستی کر رہے تھے آئے اور اپنی چادر لیکر چار زانو ہو کر بیٹھے پھر حدیث بیان کرنی شروع کی یہاں تک کہ بناء مسجد نبوی کا ذکر آگیا

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۶۳) عمر صاحب نے اس کو شام کا والی بنایا - بہرحال شیخین نے بنیاد رکھی اور عثمان نے اس کی حکومت واختیارات میں اضافہ کیا - تو انتہی ہو چکا کیا - حضرت عمر نے تو اس قدر معاویہ کی حمایت کی کہ لوگوں کو حکم دیا کہ جب صحابہ میں اختلاف ہو جائے تو تم سب معاویہ کی متابعت کرنا اور شام میں پہنچ کر معاویہ کے ساتھ ہو جانا دیکھو تطہیر الجنان لابن حجر المکی بر حاشیہ صواعق محرقہ مطبوعہ مصر صفحہ ۳۸ ان عمر حض الناس علی اتباع معاویۃ والھجرۃ الیہ الی الشام اذا وقعت فتنۃ اخرج ابن ابی الدنیا بسند عن عمر قال - الخ پھر ابن حجر عمر کے اس حکم کی دلیل لکھتا ہے کہ اس لئے حکم دیا کہ معاویہ عرب کے بڑے دانشمندوں میں سے تھا اور بڑا تجربہ کار تھا اس کی تدبیر خوب ہوگی اور اس کی رائے نو بہ صحیح ہوگی وہ کمال عقل رکھتا تھا - انتہی - اور انوار اللغۃ پ ۲۱ صفحہ ۲۱ میں لکھا ہے البتہ حضرت عمر نے معاویہ بن ابی سفیان کو جو ایک گورنری کا عہدہ دیا تھا - یہ بلحاظ مصلحت وقت تھا - معاویہ پالیٹکس میں بڑے کامل اور حاذق تھے - انتہی ملخصاً اور اسی لغت کے پ ۲۱ صفحہ ۵۶ میں مولوی وحید الزمان لکھتے ہیں - جب حضرت عثمان پر بلوہ ہوا اور حضرت علی نے ان کو سمجھایا کہ تم نے معاویہ کو مطلق العنان کر دیا تھا وہ جو چاہتا ہے کر بیٹھتا ہے - تو حضرت عثمان کہنے لگے کہ معاویہ کو خود حضرت عمر نے حاکم بنایا تھا - اگر میں نے بھی بنایا تو کیا گناہ کیا ہے - الخ اور اسی پارہ کے صفحہ ۱۲۹ میں لکھا حضرت عثمان نے حضرت علی سے یہی عذر کیا کہ معاویہ کو تو عمر نے حاکم بنایا تھا - اگر میں نے ان کو بحال رکھا تو کیا برا کیا - الخ انتہی ملخصاً ۱۲ مترجم -

فقال کنا نحمل لبنۃ لبنۃ وعمار لبنتین لبنتین فراٰہ النبیؐ فجعل ینفض التراب عنہ ویقول ویح عمار تقتلہ الفئۃ الباغیۃ یدعوھم الی الجنۃ ویدعونہ الی النار وآخرجہ ایضاً والطبرانی والترمذی والحاکم والامام احمد فی مسندہ وغیرھم وعدہ الحافظ جلال الدین السیوطیؒ فی الاخبار المتواترۃ وعزاہ الی الشیخین عن ابی سعید ولمسلم عن ابی قتادۃ وام سلمۃ وابی یعلیٰ ولاحمد عن عمار وابنہ وعمر بن حزم وخزیمۃ ذی الشھادتین وللطبرانی عن عثمان وانس وابی ھریرۃ وللحاکم عن حذیفۃ وابن مسعود وللرافعی عن ابی رافع ولابن عساکر عن جابر بن عبد اللہ وجابر بن سمرۃ وابن عباس ومعاویۃ وزید ابن اوفیٰ الاسلمی وابی الیسر کعب بن عمرو وزیاد وکعب بن مالک وابی امامۃ وعائشۃ ولابن ابی شیبۃ عن عمرو بن العاص وابنہ عبد اللہ بن عمرو قال فھٰؤلاء سبعۃ وعشرون صحابیاً فیھم خزیمۃ کصحابیین۔ انتھیٰ۔ وقال حافظ المغرب ابن عبد البر تواترت الاخبار عن النبیؐ انہ قال تقتل عماراً الفئۃ الباغیۃ وھٰذا من اخبارہ بالغیب واعلام نبوتہ وھو من اصح الاحادیث انتھیٰ۔ وقال ابن دحیۃ لا مطعن فی صحتہ ولو کان غیر صحیح لردہ معاویۃ وانکرہ وقال الحافظ ابن حجر رواہ جمع من الصحابۃ فذکرہ مر انتھیٰ ما فی النصائح۔ قال السید الصدیق فی منہج الوصول الی اصطلاح احادیث الرسول۔ وہم چنیں حدیث تقتلک یا عمار الفئۃ الباغیۃ ذہبی در ترجمہ عمار در نبلاء گفتہ کہ ایں حدیث متواتر است۔

تو کہا کہ ہم مسجد کی اینٹیں اٹھاتے وقت ایک ایک اینٹ اٹھاتے اور عمار دو دو اینٹیں اٹھاتے تھے نبیؐ نے اس کو دیکھا اور اس سے غبار کو جھاڑا اور فرمایا افسوس ہے عمار کو باغی گروہ قتل کریگا عمار ان کو بہشت کی طرف بلائیگا اور وہ گروہ مخالف اس کو دوزخ کی طرف بلائیگا (اسی طرح روضۃ الاحباب جلد ا صفحہ ۱۲ میں ہے) اور اس حدیث کو طبرانی و ترمذی و حاکم و احمد نے اپنے مسند میں اور دیگر محدثین نے بھی روایت کیا اور حدیث عمار کو حافظ جلال الدین سیوطی نے اخبار متواترہ سے شمار کیا ہے اور شیخین (بخاری و مسلم) کی طرف نسبت کیا ابی سعید سے اور مسلم کی طرف ابی قتادہ سے اور ام سلمہ سے اور ابی یعلےٰ کی طرف نیز احمد کی طرف اور اسکے بیٹے سے نیز عمر بن حزم و خزیمہ ذی الشہادتین سے اور طبرانی کی طرف عثمان و انس و ابی ہریرہ سے اور حاکم کی طرف حذیفہ و ابن مسعود سے اور رافعی کی طرف ابی رافع سے اور ابن عساکر نے جابر بن عبداللہ و جابر بن سمرہ و ابن عباس و معاویہ و زید بن اوفیٰ اسلمی و ابی الیسر کعب بن مالک و ابی امامہ و عائشہ سے و ابن ابی شیبہ نے عمرو ابن عاص اور اس کے بیٹے عبداللہ بن عمرو سے روایت کیا کہا پس یہ ستائیس صحابی ہیں اور ان میں خزیمہ جو ہے دو صحابیوں کے برابر ہے۔ ختم ہوئی عبارت نصائح کی۔ کہا حافظ المغرب ابن عبد البر نے کہ متواتر اخبار نبیؐ سے آئی ہیں کہ تحقیق فرمایا نبی صلعم نے عمار کو گروہ باغی قتل کریگا اور یہ غیب کی خبر نبیؐ کی علامات نبوت سے ہے اور یہ بہت صحیح احادیث سے ہے۔ ابن دحیہ نے کہا کہ کوئی طعن اس کی صحت میں نہیں ہے اور اگر صحیح نہ ہوتی تو معاویہ ضرور اس کو رد کرتا اور انکار کرتا اور حافظ ابن حجر نے کہا ہے کہ اس کو جماعت نے روایت کیا ہے اور بہت رواۃ کا ذکر کیا ہے انتہیٰ۔ اور سید صدیق نے منہج الوصول الی اصطلاح احادیث الرسول میں لکھا ہے اور اسی طرح حدیث عمار کی نسبت گروہ باغی کے قتل کرنے کی ذہبی نے ترجمہ عمار میں نقل کی ہے۔ کہا نبلاء میں کہ یہ حدیث عمار کی متواتر ہے۔ (نصائح) صفحہ ۱۷/۱۸

۱؎ کذا فی کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۱۸۴ بروایۃ البخاری واحمد عن ابی سعید والطبرانی عن ابن عمرو وابن عساکر عن مجاھد وابن ابی شیبۃ عن مجاھد وفی لفظ وذٰلک فعل الاشقیاء الاشرار۔ آوذٰلک داب الاشقیاء الفجار یعنی یہ کام بدبخت شریر فاسق و فاجر لوگوں کا ہوگا ۱۲ مترجم

۲؎ صحیح بخاری مع الفتح طبع دہلی جلد ا صفحہ ۲۶۹ میں بعینہ حدیث مندرجہ نصائح موجود ہے۔ حدیث عمار صحیح بخاری طبع مصر جلد ا صفحہ ۶۲ و جلد ۲ و بخاری مطبوعہ میرٹھ مع حاشیہ احمد علی سہارنپوری جلد ا صفحہ ۶۴ باب التعاون فی بناء المسجد و منہاج السنۃ ابن تیمیہ طبع مصر جلد ۲ صفحہ ۲۱۱ صحیح مسلم جلد ۲ صفحہ ۲۹۵/۲۹۶ باب اشراط الساعۃ میں بلفظ تقتلک الفئۃ الباغیۃ باقی کتب اول الذکر میں مثل حوالہ منقولہ کے اور خصائص کبریٰ جلد ۲ صفحہ ۱۴۰ میں سیوطی نے لکھا ہے یہ حدیث عمار کی متواتر ہے۔ بس سے زیادہ صحابی اسکے راوی ہیں۔ الخ ۳؎ کذا بعینہ فی الاصابہ جلد ۲ صفحہ ۵۱۲ ۱۲ مترجم

قال الشیخ الدهلوی فی تکمیل الایمان حدیث وی یح عمار الخ بحد شہرۃ و تواتر فائز است من ماہیہ معاویہ۔ اقول قد ثبت ان معاویۃ کان باغیا وای ثبوت اعظم من ان یشهد بذلک سیدنا محمد رسول اللہ ص وقد قال عز من قائل و جئنا بک علی هؤلاء شهیدا وایضا قد ثبت ان رسول اللہ ص قال لعلی و فاطمة والحسن والحسین انا حرب لمن حاربهم وسلم لمن سالمهم رواہ الترمذی مشکوۃ و صواعق بایزاد و رواہ ابن ماجہ وابن حبان والحاکم۔ وقد قال اللہ تعالی انما جزاء الذین یحاربون اللہ ورسوله ویسعون فی الارض فسادا ان یقتلوا او یصلبوا او تقطع ایدیهم وارجلهم من خلاف الآیة۔ وفی کنز العمال یا ام سلمة هذا علی واللہ قاتل القاسطین والناکثین والمارقین من بعدی رواہ الحاکم فی الاربعین وابن عساکر۔ وارجح المطالب وزاد رواہ الدیلمی و ابن اثیر واما القاسطون فکانوا لجهنم حطبا الآیة قال القاری فی شرح الفقہ الاکبر یختلف اهل السنة والجماعة فی تسمیة معاویة باغیا فمنهم من امتنع ذلک والصحیح من اطلق لقوله لعمار تقتلک الفئة الباغیة وکان علی مصیبا فی التحکیم۔ البغی فی القاموس وغیرہ هو التعدی و الظلم والعدول عن الحق والاستطالة والکذب وقال البغی عرفا الخروج عن طاعة الامام مغالبة کذا فی النصائح الکافیة ص ۱۷ وفی الصراح بغی۔ بغا۔ ستم و فزونی کردن۔ فی تقریب التهذیب العسقلانی عمار بن یاسر بن عامر بن مالک العنسی صحابی جلیل مشہور من السابقین الاولین بدری قتل مع علی بصفین سنة سبع وثلثین۔

شیخ دہلوی نے تکمیل الایمان میں کہا ہے حدیث عمار کی حد شہرت و تواتر پر پہنچ چکی ہے۔ کذا فی ماہیہ معاویہ صفحہ ۳۶۔ (مؤلف صاحب فرماتے ہیں) میں کہتا ہوں تحقیق معاویہ باغی تھا اور اس سے بڑھ کر کیا ثبوت ہو سکتا ہے کہ اسپر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شہادت دی اور اللہ تعالے فرماتا ہے اور تجھے اے رسول ہم ان لوگوں پر گواہ کر کے لائیں گے۔ اور نیز ثابت و مسلّم ہے کہ رسول اللہ نے علی اور فاطمہ اور حسن و حسین کے لئے فرمایا کہ میری جنگ ہے ان کے ساتھ جنگ کرنے والوں سے اور صلح ہے ان سے صلح کرنے والوں سے روایت کیا اسکو ترمذی نے چنانچہ مشکوۃ صفحہ ۵۶۲ میں ہے، اور صواعق صفحہ ۱۱۲ میں بایزادی روایت ابن ماجہ و ابن حبان و حاکم کے مرقوم ہے۔ اور بتحقیق حق سبحانہ فرماتا ہے بجز اس کے نہیں کہ جو اللہ اور رسول سے جنگ کریں اور زمین میں فساد پھیلانے کی سعی کریں تو ان کی جزا قتل کرنا اور سولی دیا جانا اور ہاتھ پاؤں کاٹنا ہے۔ اور کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۳۹۱ میں ہے نبی صلعم نے فرمایا اے ام سلمہ میرے بعد یہ علی قاسطین و ناکثین و مارقین کا قاتل ہے۔ روایت کیا اس کو حاکم نے اربعین میں و ابن عساکر نے ! نیز ارجح المطالب صفحہ ۲۴۴ میں بزیادت روایت دیلمی و ابن اثیر کے ہے اور فرمایا حق تعالیٰ نے قاسطین دوزخ میں لکڑی کی جگہ کام آویں گے۔ اور علی قاری نے شرح فقہ اکبر صفحہ ۸۲ میں لکھا ہے اہل سنت و جماعت نے معاویہ کے باغی نام رکھنے میں اختلاف کیا ہے پس بعض نے منع کیا ہے اور صحیح یہی ہے جس نے باغی کہا ہے کیونکہ رسول نے عمار کے لئے فرقہ باغی سے قتل ہونے کی خبر دی تھی اور نیز صلح کرنے میں بھی حضرت علی صواب پر تھے 'بغی' کا معنے قاموس وغیرہ میں حد سے گذرنا اور ظلم کرنا اور حق سے پھرنا گردن کشی کرنا اور جھوٹ بولنا ہے۔ اور کہا بغی عرف میں امام کی نافرمانی کرنا اور اس کے مقابلہ پر خروج کرنا ہے۔ کذا فی النصائح ص ۱۷ ! اور صراح میں بغی کے معنے ظلم اور زیادتی کرنا ہے ! اور تقریب التہذیب عسقلانی صفحہ ۲۷۶ میں ہے عمار بن یاسر بن عامر بن مالک عنسی صحابی جلیل القدر مشہور ہے سابقین اولین سے اور بدری بھی ہے ۳۷ھ میں حضرت علی کے ساتھ جنگ صفین میں شہید کئے گئے !

سلہ ارجح المطالب صفحہ ۲۴۴ میں بروایت ابن عساکر عن سعید بن ابی جنادۃ عن علی فرمایا علی نے مجھے امر کیا گیا ہے تین فرقوں سے جنگ کرنیکا ناکثین و قاسطین و مارقین سے ناکثون اہل جمل ہیں اور قاسطون اہل شام ہیں اور مارقون اہل نہروان ہیں بحث تقیہ میں اس کا مزید ثبوت دیکھو سلہ اسی طرح کنز العمال جلد ۶ ص ۲۱۶ میں باسناد احمد و طبرانی و حاکم مروی ہے و خصائص نسائی طبع مصر ص ۲۴ اور ازالۃ الخفا جلد ۲ ص ۲۴۲ میں باسناد حاکم اور کنز العمال جلد ۶ ص ۱۵۲ میں باسناد حاکم و احمد و بخاری فی التاریخ مروی ہے فرمایا نبی صلعم نے من اذی علیا فقد اذانی و من

ولیس معاویۃ بمجتہد } قال والد بحر العلوم فی الصبح الصادق ومعاویۃ ونحوہ لم یکن مجتہداً وکیف یکون من اشتبہ علیہ الربا وغیرہا مجتہداً من ماہیہ معاویہ

وفی الفتاوی لعبد العزیز الدہلوی پس ہر کہ اجتہاد ایشان را (معاویہ) نفی کند درست است زیرا نکہ در حضور آنحضرت ایشان را آں مرتبہ حاصل نبود۔ وفی الروضۃ الندیہ۔ معاویہ ان جنگوں میں مجتہد نہ تھا بلکہ ظالم باغی تھا۔ وفی بغیۃ الرائد وانچہ گویند خطائے اجتہادی بود پسند خاطر انصاف پسنداں نیست۔ وکذا فی شرح المقاصد للتفتازانی کلہا من ماہیۃ معاویۃ قال النووی فی شرح المسلم قال ابو حنیفۃ لا یصلی علی محارب ولا علی قتیل الفئۃ الباغیۃ۔ وفی الدر المختار وھی (الصلوٰۃ) فرض علی کل مسلم مات خلا اربع بغاۃ وقطاع طریق فلا یغسلوا ولا یصلی علیہم الخ

اور معاویہ مجتہد نہیں ہے } چنانچہ بحر العلوم کے والد نے صبح صادق میں لکھا ہے کہ معاویہ اور مثل اس کے مجتہد نہیں ہیں اور کس طرح ہو سکتا ہے جس پر حرمت سود وغیرہ کا مسئلہ مشتبہ رہا ہو۔ ماہیہ معاویہ صفحہ ۲۵ اور فتاوی شاہ عبد العزیز دہلوی صفحہ ۳۰ میں ہے پس جو ان کے اجتہاد (یعنی اجتہاد معاویہ) کی نفی کرے تو درست ہے کیونکہ حضور آنحضرت صلعم میں ان کو وہ مرتبہ حاصل نہ تھا۔ اور روضہ ندیہ نے المناقب العلیہ نقل کیا ہے معاویہ ان جنگوں میں مجتہد نہ تھا بلکہ ظالم باغی تھا۔ اور بغیۃ الرائد میں ہے کہ جو خطائے اجتہادی معاویہ کی بیان کرتے ہیں پسند خاطر اہل انصاف کے نہیں ہے اور اسی طرح شرح مقاصد تفتازانی میں ہے اوپر کی جملہ عبارات ماہیہ معاویہ صفحہ ۴۳ سے لکھی گئی ہیں۔ نووی نے شرح مسلم جلد ۲ صفحہ ۳۱۴ میں لکھا ہے امام ابو حنیفہ نے کہا ہے کہ جو امام حق کے ساتھ جنگ کرنے والا ہو اور نہیں جا کر ہے یا وہ جو امام کے مقابل لڑتا ہو اور وہاں قتل ہو جائے تو اس پر نماز جنازہ نہ پڑھنی چاہیئے اور در مختار فقہ حنفیہ جلد ۱ صفحہ ۷۰ میں ہے اور نماز جنازہ ہر مسلمان پر فرض ہے سوائے چار قسم کے جن پر نماز جنازہ نہ پڑھی جائے اور نہ ان کو غسل دیا جائے وہ باغی لوگ اور ڈاکو ہیں۔

لیس معاویۃ بخلیفۃ فی حیوٰۃ الحیوان فلم یزل معاویۃ متولیاً علی الشام (الی ان قال) وفی خلافۃ علی متغلباً علیہا الخ وفی الصواعق ومن اعتقاد اہل السنۃ والجماعۃ ان معاویۃ لم یکن فی ایام علی خلیفۃ وانما کان من الملوک واختلفوا فی امامتہ بعد موت علی فقیل صار اماما وخلیفۃ وقیل لم یصر لحدیث ابی داؤد والترمذی والنسائی الخلافۃ بعدی ثلاثون سنۃ ثم تصیر ملکاً وقد انقضت الثلاثون بوفاۃ علی انتہٰی منتخباً۔ فی تاریخ الخلفاء واول الملوک معاویۃ۔ قال احمد بن حنبل لم یکن احد احق بالخلافۃ فی زمان علی من علی الخ

معاویہ خلیفہ بھی نہیں } حیوٰۃ الحیوان جلد ۱ صفحہ ۵ مطبوعہ مصر میں ہے۔ معاویہ ہمیشہ والی شام رہا (یہاں تک کہ کہا انہوں نے) اور خلافت علی کے زمانہ میں بزور سے بمخالفت خلافت علی پر اڑا رہا۔ اور شام پر قابض رہا۔ اور صواعق صفحہ ۱۲ میں ہے اور اعتقاد اہل سنت و جماعت کا یہ ہے کہ تحقیق معاویہ ایام خلافت حضرت علی میں خلیفہ نہ تھا بلکہ وہ بادشاہوں میں سے تھا اور بعد موت حضرت علی کے پس بعض نے کہا ہے کہ امام اور خلیفہ ہو گیا تھا اور کہا گیا ہے کہ نہیں وہ تو بادشاہ رہا ہے کیونکہ حدیث ابی داؤد و ترمذی و نسائی میں ہے کہ خلافت میرے بعد کی تیس سال ہو گی پھر بادشاہی ہو گی اور وفات حضرت علی پر تیس سال گذر گئے تھے ختم ہوئی عبارت صواعق کی ملخصاً۔ اور تاریخ الخلفاء صفحہ ۱۳۵ میں ہے اور اول بادشاہ معاویہ ہے اور امام احمد بن حنبل نے کہا ہے۔ خلافت کے مستحق زمانہ حضرت علی میں جناب علی سے زیادہ کوئی اور نہ تھا الخ

---

۵۱ نووی شرح مسلم میں بہ تفسیر آیت لا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل کے باب وجوب الوفاء ببیعۃ الخلیفۃ الاول فالاول میں ہے کہ عبد الرحمٰن راوی نے عمرو بن عاص کو بتلایا کہ معاویہ جو حضرت علی کے جھگڑے میں باوجود بیعت و خلافت منعقد ہونے کے اپنے لشکر یا تابعین پر مال خرچ کر رہا ہے یہ مال باطل سے کھانا ہے جو اللہ تعالےٰ نے منع فرمایا ہے ۱۲ مترجم

۵۲ باقی دو قسم بھی ذکر کئے ہیں لیکن بقدر حاجت نقل کیا گیا ہے ۱۲ مترجم

لیس معاویۃ ذا فضیلۃ

قال الامام البخاری فی صحیحہ باب ذکر معاویۃ قال فی تیسیر القاری شرح البخاری۔ فی النصائح الکافیۃ نقل العسقلانی فی الفتح عن ابن الجوزی عن اسحٰق بن راھویہ انہ قال لم یصح فی فضل معاویۃ شیٔ قال السیوطی فی اللآلی المصنوعۃ الاحادیث فی فضل معاویۃ کلھا موضوعۃ لا اصل لھا

معاویہ کی کوئی فضیلت نہیں[1]

امام بخاری نے اپنے صحیح میں کہا ہے باب ذکر معاویۃ کہا مترجم نے تیسیر القاری (مؤلفہ مولوی وحید الزمان مرحوم) شرح بخاری جلد ۱۴ صفحہ ۱۲ میں:-

(امام بخاری نے اور بابوں کی طرح یوں نہ کہا کہ معاویہ کی فضیلت کیونکہ ان کی فضیلت میں کوئی حدیث صحیح نہیں ہوئی۔ لیکن سچی بات تو یہ ہے کہ ان کے دل میں آنحضرتؐ کے اہلبیتؑ کی الفت و محبت نہ تھی جب امام حسن کا انتقال ہوا تو کیا کہنے لگا۔ ایک انگارا تھا جس کو اللہ تعالےٰ نے بجھا دیا الخ اور اسی طرح انوار اللغت پ ۹ صفحہ ۶۶ میں علامہ موصوف نے لکھا ہے۔ ۱۲ مترجم)

اور نصائح کافیہ صفحہ ۱۶۲ میں ہے ابن حجر عسقلانی نے فتح الباری جزء ۱۴ صفحہ ۲۰۴ میں ابن جوزی سے نقل کیا اسنے اسحٰق بن راہویہ سے کہ اس نے کہا کوئی شئے فضیلت معاویہ میں صحیح ثابت نہیں ہوئی سیوطی نے لآلی مصنوعہ میں کہا ہے کہ احادیث فضیلت معاویہ کی کل موضوعہ ہیں کوئی اصل ان کا نہیں ہے۔

---

[1] استیعاب میں بذیل ترجمہ معاویہ کے لکھا ہے کہ معاویہ اور اس کا باپ ہر دو مؤلفۃ القلوب سے تھے۔ ۱۲ مترجم۔

[2] منہاج السنۃ لابن تیمیہ جلد ۴ صفحہ ۱۱ میں ہے ومعاویۃ لیس لہ بخصوصہ فضیلۃ فی الصحیح صفحہ ہذا میں علامہ وحید الزمان کی عبارت شرح بخاری کی طرح لکھی ہے۔ اسی علامہ نے اپنی کتاب انوار اللغۃ پارہ ۱۸ صفحہ ۱۳۵ میں لکھا ہے حالانکہ معاویہ حضرت علیؑ سے دشمنی اور بغض رکھتے تھے الخ اور استقصاء الافحام جلد ۲ صفحہ ۹۴ میں سبط ابن الجوزی کے تذکرہ سے منقول ہے کہ اصبغ نے معاویہ سے کہا تم قصاص عثمان کا بہانہ کیا بناتے ہو ملک و سلطنت کے لئے جھگڑتے ہو اگر تم مدد عثمان کی کرنا چاہتے تو کر سکتے تھے مگر نہ کی کہ اسی کو دنیا طلبی کا بہانہ بنا دیں معاویہ غضبناک ہوا الخ۔ فتح الباری کے مضمون کو عینی نے شرح بخاری میں بھی لکھا ہے اور تذکرہ خواص الامۃ میں اسی طرح ہے۔ حدیث لا اشبع اللہ بطنہ صحیح مسلم جلد ۲ صفحہ ۳۲۵ میں ہے۔ لآلی مصنوعہ سیوطی میں اور موضوعات کبیر علی قاری حنفی مطبوعہ لاہور صفحہ ۱۲۸ میں قول اسحٰق بن راہویہ کی طرح لکھا ہے۔ انوار اللغۃ پارہ ۲۷ صفحہ ۲۰ مطبوعہ بنگلور میں علامہ وحید الزمان لکھتے ہیں میرا تو اعتقاد یہ ہے کہ اللھم اجعلہ ھادیا مھدیا کی حدیث (معاویہ کے حق میں) صحیح نہیں ہے جیسے امام احمد اور امام نسائیؒ نے فرمایا کہ معاویہ کی فضیلت میں کوئی حدیث صحیح نہیں ہوئی اور اس کی عدم صحت کے قرائن یہ ہیں کہ معاویہ نے ایسے ایسے خلاف شرع کام کئے ہیں جو عین ضلالت ہیں نہ ہدایت مثلاً زیاد کے نسب کا الحاق ابو سفیان سے۔ حجر بن عدی کا قتل۔ یزید سے بالجبر اور بہ مکر و فریب بیعت کرانا نقض اس معاہدہ کا جو امام حسنؑ سے کیا تھا وغیرہ وغیرہ۔ انتہی۔ امام شوکانی نے فوائد مجموعہ فی الاحادیث الموضوعہ میں لکھا ہے اتفق الحفاظ علی انہ لم یصح فی فضل معاویۃ حدیث یعنی حدیث کے حافظ محدثین کا اس پر اتفاق ہے کہ فضیلت معاویہ میں کوئی حدیث صحیح نہیں ہے۔ فتح الباری کی عبارت منقولہ فلک النجاۃ کے آخری الفاظ یہ ہیں وردفی فضل معاویۃ احادیث کثیرۃ لکن لیس فیھا مایصح من طریق الاسناد وبذلک جزم اسحٰق بن راھویہ والنسائی وغیرھما۔ معاویہ کے حق میں مرزا قادیانی کی رائے بعض صحابہ کے حالات میں دیکھو۔ مولوی وحید الزمان انوار اللغۃ پ ۳ صفحہ ۱۰۹ میں بذیل حدیث لا اشبع اللہ بطنہ لکھتے ہیں۔ امام نسائیؒ نے کہا معاویہ کی فضیلت میں کوئی حدیث صحیح نہیں ہوئی۔ دوسرے حدیث کے امام سے بھی اسی طرح منقول ہے۔ ہمارے زمانہ میں بھی اہلبیت علیہم السلام کی ایک کرامت ظاہر ہوئی۔ جیسے اولیاء اللہ سے بعد وفات بھی ایسی

(باقی حاشیہ بر صفحہ ۶۹ ملاحظہ ہو)

[3] انوار اللغۃ پ ۱۶ صفحہ ۲۵ میں لکھا ہے حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا معاویہ یہ چاہتا ہے کہ ہاشم کی اولاد میں سے کوئی آگ پھونکنے والا تک نہ رہے مگر وہ اس کا دل چھید ڈالے (اس کو مار ڈالے) یہ معاویہ کا اصل مطلب حضرت علیؑ نے قسم کھا کر بیان فرمایا جو شخص خاندان رسالت کا ایسا دشمن ہو کہ سارے خاندان کو فنا اور برباد کرنا چاہتا ہو کیا اس کا صحابی ہونا کچھ کام آسکتا ہے۔ لا واللہ کلا و اللہ انتہی اسی طرح پ ۲۵ صفحہ ۱۰۱ میں بھی لکھا ہے۔ ۱۲ مترجم۔

معاویہ کے افعال ضلالت

قال ابن حجر وقصۃ النسائی فی ذلک مشهورۃ بانہ قال ما اعرف لہ فضیلۃ الا لا اشبع اللہ بطنہ - فی تاریخ الخلفاء وقد ورد فی فضلہ (معاویۃ) احادیث قل ما تثبت - وفی نہج البلاغۃ ص۱۹۳ ومن کتاب لہ علیہ السلام الی معاویۃ جوابًا عن کتاب منہ الیہ واما قولک انا بنو عبد مناف فکذلک ولکن لیس امیۃ کہاشم ولا حرب کعبد المطلب ولا ابو سفیان کابی طالب ولا المہاجر کالطلیق ولا الصریح کاللصیق ولا المحق کالمبطل ولا المؤمن کالمدغل ولبئس الخلف خلف یتبع سلفا هوی فی نار جہنم - وفیہ ص۲۱ فانما ہو (المعاویۃ) الشیطان الخ وقد مر وسیاتی فی فضائل علیؑ مکالمتہ فی فضائلہ اما تفضیل اہل الجماعۃ لمعاویۃ بکونہ خال المؤمنین لکونہ اخا لام حبیبۃ زوج النبیؐ لقولہ تعالی وازواجہ امہاتہم فعلی الرأس والعین لکنہ یلزمہم ان یکون حیی بن اخطب الیہودی جدا لہم لکونہ ابا صفیۃ زوج النبیؐ علیہ السلام ولیس الجد باقل من الخال وان تکون بنات ابی سفیان وابی بکر وعمر خالات لہم والمتزوج بہن متزوجا بالخالات وان یکون عثمان ذو النورین ناکحا باختیہ وان یکون قولہ تعالی ان امہاتہم الا اللائی ولدنہم وانہم یقولون منکرًا من القول وزورًا لا معنی لہ وان یکون قولہ تعالی ولا ان تنکحوا ازواجہ من بعدہ ابدًا ضائعا نعوذ باللہ تعالی من الغباوۃ والشقاوۃ نعم انہ تعالی امر بتعظیم ازواج النبیؐ کالوالدات

کہا ابن حجر نے اور قصہ نسائی کا اس بارہ میں مشہور ہے کہ اس نے کہا میں اس کی (یعنے معاویہ کی) کوئی فضیلت سوائے لا اشبع اللہ بطنہ (یعنی خدا اس کے پیٹ کو نہ بھرے) کے نہیں جانتا ہوں - اور تاریخ الخلفاء صفحہ ۱۳۲ میں ہے کہ تحقیق فضیلت معاویہ میں ایسی احادیث وارد ہوئی ہیں جو بہت ہی کم ثابت ہو سکتی ہیں - اور نہج البلاغت صفحہ ۱۹۳ میں ہے اور منجملہ خطوط حضرت علیؑ سے جو انہوں نے معاویہ کی طرف جواب کے طور پر لکھا تھا یہ ہے لیکن تیرا کہنا کہ میں عبد المناف کی اولاد سے ہوں تو اسی طرح ہے لیکن اُمیہ ہاشم کے برابر نہیں ہو سکتا اور نہ حرب عبد المطلب کے برابر اور نہ ابو سفیان ابی طالب جیسا اور نہ مہاجر رہا کردہ کی طرح ہے اور نہ خالص النسب مثل مشتبہ النسب کے اور نہ سچا مثل جھوٹے کے اور نہ مؤمن مثل خائن مفسد کے ہے اور بُری اولاد وہ ہے جو باپ دادا یعنے سابقین بزرگوں اور ایسے سلف کی پیروی کرے جو دوزخ میں گرے ہوئے ہوں - انتہی نہج البلاغت ص۲۱ میں ہے کہ بے شک وہ (یعنے معاویہ) شیطان ہے اور یہ گذر چکا ہے - اور قریب ہے کہ فضائل علیؑ میں مکالمہ فضائل کا آئیگا - لیکن اہل جماعت کا معاویہ کو اسکے ماموں مؤمنین ہونے سے فضیلت دینا اس طرح کہ وہ ام حبیبہ زوجہ نبیؐ کا بھائی تھا بوجہ قول باری تعالی کے کہ ازواج نبیؐ مادران مؤمنین ہیں پس سر آنکھوں پر ہے لیکن لازم آتا ہے کہ حی ابن اخطب یہودی کو زیادہ فضیلت ملنی چاہئے کیونکہ وہ نانا مؤمنین کا ہے جو صفیہ زوجہ نبیؐ کا باپ ہے اور نانا ماموں پر فوقیت رکھتا ہے - اور دختران ابی سفیان و ابی بکر و عمر خالائیں ان کی ہیں اور ان سے شادی کرنے والا ماسیوں سے شادی کرنے والا ہوگا اور عثمان ذو النورین اپنی دو ہمشیرہ سے نکاح کرنے والا ہوگا اور قول اللہ تعالی کا کہ ان کی مائیں وہ ہیں جنہوں نے ان کو جنا ہے اور تحقیق وہ لوگ البتہ ناپسند قول اور جھوٹ بولتے ہیں (معاذ اللہ) بے معنے ہوتا اور نہ اس قول کی ضرورت ہوتی کہ ازواج نبیؐ سے ہمیشہ کے لئے نکاح منع ہے (یعنی ازواج نبیؐ سے نکاح ناجائز ہے) اسکی پناہ مانگتے ہیں ہم کم عقلی اور بدبختی سے - ہاں اللہ تعالی نے تعظیم ازواج نبیؐ کا مثل ماؤں کے حکم دیا ہے -

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۶۸) کرامتیں ظاہر ہوا کرتی ہیں وہ یہ کہ ایک سید محب اہلبیتؑ نے معاویہ کے حالات منقصت آیات میں ایک کتاب لکھی (النصائح الکافیہ کی طرف اشارہ ہے) یہ امر جھوٹے سنیوں کو جو در حقیقت خارجی اور ناصبی ہیں ناگوار ہوا اور معاویہ کی طرفداری میں اس بیچارے سید کو اخراج اور ملک بدر کرانا چاہا - اللہ کی قدرت چند ہی روز میں ان طرفداران معاویہ پر عتاب شاہی نازل ہوا اور وہ سب اخراج کئے گئے ... الخ اور ص۹۰ میں لکھتے ہیں - ہم اہل سنت وجماعت معاویہ اور عمرو بن عاص اور حجاج وغیرہم کی تکفیر نہیں کرتے نہ ان پر لعنت کرنا بہتر جانتے ہیں بلکہ ان کو ظالم و فاسق سمجھتے ہیں - اور جن لوگوں نے معاویہ اور عمرو بن عاص کو صحابیت کی وجہ سے واجب التعظیم اور واجب المدح سمجھا ہے انہوں نے غلطی کی لفظ صحابیت سے بدوں ادائے حقوق صحبت کے کچھ نہیں ہوتا جیسے بی بی ام سلمہ نے آنحضرتؐ سے روایت کی ہے آپ نے فرمایا بعضے اصحاب میرے ایسے ہیں جو دنیا سے جانے کے بعد پھر مجھ کو نہ دیکھیں گے (پھر لکھا) معاویہ تو مرتے دم تک اہلبیت علیہم السلام کے دشمن اور مخالف رہے اور حضرت علیؑ کو گالیاں دینے کیلئے تمام خطیبوں کو حکم دیا اور اپنی آخری عمر میں مکر و فریب اور پولیٹکل چالوں سے یزید کے سے نالائق فرزند کو خلیفہ بنایا حالانکہ امام حسینؑ کے موجود ہوتے ہوئے یزید ان کے پاخانہ کا لوٹا اٹھانے کے بھی لائق نہ تھا اور اوپر گذر چکا کہ حضرت علیؑ نے معاویہ کو شیطان رویہ دیا اور حق بھی یہی ہے - انتہی ملخصا ۱۲ مترجم

معاویہ کا کاتب وحی ہونا

وایضاً تفضیلهم ایاہ بکونه کاتب الوحی[۱] فانه ایضاً لیس بشئ لوجوہ احدها انه کان یکتب فیما بین النبی ص وبین العرب کما صرح به المدائنی وغیرہ کما فی المناظرۃ الامجدیۃ ص۲۱ ثانیها ان کتابة الوحی لم یصح منه[۲] ومن ادعی فعلیه تصریح ایة ایة کتبها معاویة علیٰ ان القائلین به قالوا فی وجهه کلمة بالغة لاتدرکها العقول۔ فی معانی الاخبار صفحہ ۹۹ وجه الحکمة فی استکتاب النبی ص الوحی من معاویة وعبد الله بن سعد وهما عدوان هو ان المشرکین قالوا ان محمد ایقول هذا القرآن من تلقاء نفسه ویاتی فی کل حادثة باٰیة یزعم انها انزلت علیه وسبیل من یضع الکلام فی حوادث تحدث فی الاوقات۔ ان تغیر الالفاظ اذا استعید ذلک الکلام ولا یاتی به فی ثانی الامر بعد مرور الاوقات الا مغیرا عن حاله الاولیٰ لفظا ومعنی او لفظا دون معنی فاستعان فی کتب ما ینزل علیه فی الحوادث الواقعة بعدوین له فی دینه عدلین عند اعدائه لیعلم الکفار الخ ثالثها ان مطلق الکتابة لا تنفع اذا لم یصحبها الایمان کما روی فی مدارک التنزیل فی سورۃ الانعام تحت قوله تعالیٰ ومن اظلم ممن افتری علی الله کذبا او قال اوحی الی ولم یوح الیه شئ ومن قال سانزل مثل ما انزل الله ای ساقول واملی هو عبد الله بن سعد[۳] بن ابی سرح کاتب الوحی وقد املی النبی علیه ولقد خلقنا الانسان الی قوله خلقا اٰخر فجری علیٰ لسانه فتبارک الله احسن الخالقین فقال علیه السلام اکتبها فکذلک نزلت فشک

اور نیز تفضیل دینا ان کا معاویہ کو کاتب الوحی بنانے سے بھی بچند وجوہ باطل ہے ایک ان میں سے یہ کہ وہ نبی ص اور عرب کے سرگروہ لوگوں کے درمیان کے خطوط لکھتا تھا جیسا کہ مدائنی وغیرہ نے تصریح کی ہے۔ چنانچہ مناظرہ امجدیہ صفحہ ۲۱ میں لکھا ہے۔ دوسرا یہ کہ کتابت وحی معاویہ سے صحیح ثابت نہیں ہوئی جو دعوےٰ کرے وہ آیت آیت کے نام کی تصریح کرے کہ یہ معاویہ نے لکھی ہیں علاوہ اس کے جو اسکے جو اس کے قائل ہیں انہوں نے اس کی وجہ میں بڑی حکمت لکھی ہے جس کو عام عقول نہیں پہنچ سکتے معانی الاخبار (کتاب شیعہ) صفحہ ۹۹ میں ہے نبی کی معاویہ وعبداللہ بن سعد سے وحی لکھوانے کی وجہ باوجود اسکے کہ ہر دو فی الحقیقت دشمن تھے یہ ہے کہ جو مشرکین کہتے تھے کہ محمد ص اس قرآن شریف کو اپنی طرف سے بنا کر بیان کرتے ہیں اور ہر حادثہ میں ایک آیت لاتے ہیں جو گمان کرتے ہیں کہ ان پر اتری ہے اور بنانے والے کا کلام میں یہ طریقہ ہوتا ہے کہ حوادث پیدا شدہ مختلف اوقات میں مکرر اسی کلام کو بیان کرے۔ تو دوسری دفعہ اور کچھ زمانہ کے بعد ضرور پہلی حالت سے متغیر کر کے بیان کرتا ہے خواہ تغیر لفظی ومعنوی ہو یا صرف لفظی۔ پس رسول خدا ص نے دشمنوں سے اس میں مدد لی کہ جو کچھ حوادث کے واقعات میں اترتا ہے وہ ان دشمنوں کے ہاتھ سے لکھوایا جاتا ہے جو دشمنان نبی ص کے نزدیک عادل اور سچے تھے تاکہ کفار کو اطلاع دیں کہ محمد ص اپنی طرف سے نہیں کہتے ہیں، تیسرا ان سے یہ کہ مطلق لکھنا مفید نہیں جب تک اس کے ساتھ کمال ایمان شامل نہ ہو جیسا کہ مدارک التنزیل سورہ انعام میں تحت قول باری تعالیٰ مروی ہے اور کون اس سے زیادہ ظالم ہے جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھے یا کہے مجھے وحی ہوئی ہے اور نہ وحی کیا گیا ہو اس کی طرف کچھ بھی یا جس نے کہا کہ میں ایسا قرآن اتار سکتا ہوں جیسا کہ اللہ تعالیٰ اتارتا ہے یعنی میں خود کہہ سکتا ہوں اور لکھوا سکتا ہوں۔ وہ شخص عبداللہ بن سعد بن ابی سرح کاتب وحی ہے کیونکہ تحقیق نبی ص نے اس سے ولقد خلقنا الانسان تا خلقا اٰخر تحریر کرایا اور عبداللہ کی زبان پر فتبارک اللہ احسن الخالقین جاری ہو گیا۔ نبی صلعم نے فرمایا اس آیت کو بھی لکھدے اسی طرح اتری ہے اس کو شک ہو گیا کہ میرے کہنے سے یہ لکھی گئی ہے۔

[۱] معاویہ کے کاتب وحی ہونے کا مفصل رد سبیل یمین جلد ۵ ۱ صفحہ ۹ الی ۵ ۲۳ میں ملاحظہ فرمادیں۔ بوجہ طوالت وعدم گنجائش وضرورت بقیہ مضامین یہاں ہم نہیں لکھ سکتے۔ [۲] اصابہ ابن حجر جلد ۳ صفحہ ۴۳۳ میں بذیل ترجمہ معاویہ کے لکھا ہے کہ مدائنی نے کہا ہے زید بن ثابت کاتب وحی تھا اور معاویہ کاتب خطوط تھا جو نبی ص اور عرب کے درمیان لکھے جاتے تھے ۱۲ مترجم
[۳] کذا فی روضۃ الاحباب جلد ۱ صفحہ ۲۹۰ – منہاج السنۃ ابن تیمیہ جلد ۳ صفحہ ۲۳۸ میں اسی طرح ہے کہ عبداللہ بن ابی سرح کاتب وحی تھا پھر مرتد ہوا اور نبی پر افترا کیا تو نبی ص نے اس کا قتل مباح فرما دیا۔ لیکن حضرت عثمان نے اپنی خلافت میں عبداللہ مذکور کو بلا لیا اور معاف کر دیا۔ اسی طرح ریاض النضرہ جلد ۲ صفحہ ۱۱۹/۱۲۴ و صفحہ ۱۹۷ میں ہے۔ ۱۲ مترجم

وقال ان کان محمد صادقا فقد اوحی الیہ وان کان کاذبا فقد قلت فارتد ولحق بمکۃ۔ انتہی وھکذا فی التفسیر الحسینی ولباب النقول للسیوطی بفرق یسیر فی القصۃ وسیاتی فی التکذیب علی النبی بعضاد انشاء اللہ ثم انہ کان کاتب الوحی ثم ارتد فلم تعصمہ الکتابۃ۔ علی ان ایمان معاویۃ وابیہ معلوم ابتداءً بانھما کانا من المؤلفۃ قلوبھم بلا اختلاف واما انتہاءً فلم یستحکم لہتکہ حرمۃ عترۃ النبی المستلزمۃ لہتک حرمۃ النبی صلعم وترکہ الاستمساک الواجب بالثقلین کما مر غیر مرۃ

فصل

فی مصالحۃ علیؑ وابنہ الحسن بمعاویۃ

فی الخصائص للنسائی عن ابن عباس (فی حدیث طویل) نشھد ان نبی اللہ یوم الحدیبیۃ صالح المشرکین فقال لعلی اکتب یا علی ھذا ما صالح علیہ محمد رسول اللہ فقالوا لو نعلم انک رسول اللہ ما قاتلناک فاکتب محمد ابن عبد اللہ فقال رسول اللہ صلعم امح یا علی رسول اللہ اللھم انک تعلم انی رسولک الخ یا علی واکتب ھذا ما صالح علیہ محمد ابن عبد اللہ۔ واللہ لرسول اللہ خیر من علی وقد محی نفسہ ولم یکن محوہ ذلک محوا من النبوۃ الحدیث۔ کذا فی التاریخ الکامل وتاریخ الطبری برسمہ جلد ۶ ص ۲۹

اور کہا کہ اگر محمد سچے ہیں تو میری طرف بھی ویسی ہی وحی ہوتی ہے جیسی محمد کی طرف ہوئی اور اگر جھوٹا ہے تو میں بھی ویسا کہہ سکتا ہوں لکھا ہے کہ وہ مرتد ہو گیا اور مکہ میں چلا گیا ختم ہوئی عبارت مدارک کی اور اسی طرح تفسیر حسینی میں ہے۔ نیز لباب النقول علامہ سیوطی میں تھوڑے فرق کے ساتھ مذکور ہے جیسا کہ فصل تکذیب علی النبی میں آئیگا۔ پس تحقیق وہ کاتب وحی تھا اور مرتد ہو گیا۔ تو کتابت وحی نے اس کو کیا فائدہ دیا؟ علاوہ یہ کہ ایمان معاویہ اور انکے باپ کا ابتدا سے معلوم ہے کہ ہر دو بلا اختلاف مؤلفۃ القلوب سے ہیں۔ اور انتہا میں ان کا ایمان محکم و صحیح نہ ہوا چنانچہ معاویہ نے حرمت عترت نبی ص کی از بس ہتک کی جس سے ہتک حرمت نبی کی لازم آئی اور نیز اس نے ثقلین کی اتباع جو بدلائل سابقہ واجب تھی چھوڑ دی (جو صاف نافرمانی رسول خدا صلعم کی ہے اور مودت قربائے نبی کی جو جزو اعظم ایمان کی تھی اس میں قطعاً نہ پائی گئی)۔

فصل :- در صلح علیؑ و امام حسن ابن علیؑ با معاویہ

{خصائص نسائی طبع لاہور ص ۱۰۶ میں ابن عباس سے روایت} ہے (حدیث طویل میں آخر کہا) ہم گواہی دیتے ہیں اس کی کہ نبی نے حدیبیہ کے دن مشرکین سے صلح فرمائی تو علی سے فرمایا یا علی اس طرح تحریر کر یہ کا غذ وہ ہے جس پر محمد رسول اللہ صلعم نے صلح کی پس جب لکھا گیا تو کفار کہنے لگے۔ اگر ہم جانتے کہ تو رسول خدا ہے تو تیری تابعداری کیوں نہ کر لیتے؟ تو لکھ دے "محمد بن عبد اللہ" اس پر رسول اللہ نے فرمایا یا علی لفظ رسول اللہ کو مٹا دے۔ خدایا تو جانتا ہے کہ میں تیرا رسول ہوں۔ مٹا دے اے علیؑ اور لکھ یہ صلحنامہ ہے محمد بن عبد اللہ کا (نبی نے علیؑ کو فرمایا تجھے مثل اسکے واقعہ پیش آئیگا)۔ اللہ کی قسم البتہ رسول اللہ علیؑ سے بہتر ہیں اور تحقیق انہوں نے اپنے لقب کو مٹا دیا مگر یہ مٹانا نبوت کا مٹانا نہیں تھا۔ آخر حدیث تک اسی طرح تاریخ کامل جلد ۲ ص ۷۴ و جلد ۳ ص ۱۲۶ و طبری جلد ۶ ص ۲۹ و سیرۃ حلبیہ جلد ۳ ص ۲۳ میں ہے بلفظ ... (وکذا فی) نور الابصار مصری ص ۷ ومثلہ بالاشارۃ فی البخاری طبع مصر باب کیف یکتب ھذا ما صالح ج ۲ ص ۱۲۸

ے حدیث طویل میں بیان اعتراض خوارج کا ہے کہ حضرت علیؑ نے لفظ امیر المؤمنین صلحنامہ معاویہ میں مٹا کیوں دیا کی ہے اس کے جواب میں جناب امیر المؤمنین نے فرمایا کہ نبی محمد صلعم مجھ سے افضل ہیں انہوں نے صلح حدیبیہ میں کفار کے فتنہ دور کرنے کے لئے ان کے کہنے پر رسول اللہ کا لفظ مٹا دیا تھا تو کیا رسالت و نبوت ان کی جاتی رہی تھی؟ نہیں تو میری امامت میں فرق نہیں آسکتا جو مصلحت نبی صلعم نے سوچی تھی وہی آج بھی ہے ۱۲ مترجم

ے ہر دو کتب و سیرۃ حلبیہ میں لکھا ہے کہ علیؑ نے جب صفین میں فرمان نبوی یاد دلایا تو عمرو بن عاص نے کہا کہ سبحان اللہ تو ہم کو کفار کے مشابہ بنا رہا ہے حالانکہ ہم مؤمنین ہیں پس حضرت علیؑ نے فرمایا اے زانیہ مشہورہ کے بیٹے تو کب فاسقین کا دوست نہیں ہوا اور کب مؤمنین کا دشمن نہیں ہوا؟ آج نہیں بلکہ تو ہمیشہ ایسا رہا ہے ۱۲ مترجم

وفیہ باسنادٖ عن علقمۃ قال قلت لعلی تجعل بینک و بین ابن اٰکلۃ الاکباد حکمًا قال انی کنت کاتب رسول اللہ ص یوم الحدیبیۃ فکتبت ھذا ما صالح علیہ محمد رسول اللہ فقالوا لو نعلم انہ رسول اللہ ما قاتلناہ امحھا فقلت ھو واللہ رسول اللہ وان رغم انفک لا واللہ لا امحوھا فقال لی رسول اللہ ص ارنی مکانھا فاریتہ فمحاھا وقال اما لک مثلھا ستاتیھا مضطرا (مضطرا) قال الحافظ فی الفتح وفی حدیث علی عند النسائی وزادہ وقال اما ان لک مثلھا وستاتیھا وانت مضطر یشیر صلعم الی ما وقع لعلی یوم الحکمین فکان کذلک۔ وفی البخاری وشرحہ للحافظ عن حبیب بن ثابت فی قصۃ دعوۃ عمرو ابن العاص ومعاویۃ لعلی بعمل القراٰن وجواب علی انا علی الحق وغلطھا فھمتم واعتراض الاصحاب کما اعترض عمر فی الحدیبیۃ ومصلحۃ الصلح کما رای النبی ص مصلحۃ وکذا فی کنز العمال رواہ احمد والعدنی وابو یعلی وابن عساکر والضیاء۔ وفی نہج البلاغۃ فخشیت ان لم انصر الاسلام واھلہ ان اریٰ فیہ ثلمًا او ھدمًا تکون المصیبۃ بہ علیّ اعظم الخ وفی معارج النبوۃ رکن ۴ ص ۱۹۱ چوں از تحریر صلحنامہ فارغ شد حضرت رسالت ص روئے بجانب علی آوردہ فرمود کہ یا علی ترا مثل ایں واقعہ روئے خواہد نمود و عمہٗ ازیں واقعہ آنکہ در لشکر صفین کہ میان امیر المومنین ومعاویہ مدت مقاتلہ بدور و دراز کشید عاقبت ہم بصلح قرار یافت وچوں عہد نامہ می نوشتند کاتب نوشت کہ ایں کتابت مصالحہ امیر المومنین علی است معاویہ گفت لفظ امیر المومنین محو سازد بنویس ابن ابی طالب من اگر می دانستم کہ علی امیر المومنین است باوے مقاتلہ نمی کردم ومتابعت اومی نمودم امیر المومنین علی ع گفت کہ صدق رسول اللہ بعد ازاں کاتب را گفت کہ ہمچناں کہ معاویہ می گوید بنویس۔ الخ۔

اُسی خصائص صفحہ ۱۰۹ میں با اسناد خود علقمہ سے ہے کہتا ہے میںنے حضرت علی ع سے کہا تو اپنے اور جگر کھانے والی کے بیٹے کے درمیان منصف اور حکم بناتا ہے حضرت علی نے فرمایا میں رسول اللہ صلعم کا حدیبیہ کے دن کاتب تھا جب میںنے لکھا یہ صلحنامہ ہے جس پر محمد رسول اللہ صلح کرتے ہیں تو کفار نے کہا اگر ہم رسول اللہ جانتے تو اس سے جنگ نہ کرتے مٹا دو اس لفظ کو پس میںنے کہا واللہ وہ رسول اللہ ہیں اگرچہ تمہاری ناک رگڑا جائے اور شرمندہ ہوتے رہو۔ قسم بخدا اس لفظ کو میں نہ مٹاؤنگا پس رسول اللہ نے فرمایا مجھے اس کی جگہ دکھا دے۔ میںنے حضور کو دکھایا تو خود رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس لفظ کو مٹایا اور فرمایا خبردار تیرے لئے بھی مثل اس واقعہ کے پیش آئیگا کہ تو لاچار مجبورًا ایسا ہی کرے گا۔ اور حافظ ابن حجر نے فتح الباری شرح بخاری جلد ۳ صفحہ ۲۲ میں کہا ہے اور حدیث علی ع میں جس کو نسائی نے روایت کیا ہے اور زیادہ لکھا ہے کہ فرمایا خبردار تیرے لئے مثل اس واقعہ کے ہے اور تو مجبورًا اسے اختیار کریگا۔ اس میں اشارہ ہے اس واقعہ کی طرف جو حضرت علی ع کے لئے جب صفین میں دو حکم مقرر ہوئے۔ پیش آیا اور بعینہٖ اسی طرح صورت پیش آئی۔ اور بخاری اور شرح اس کی فتح الباری جلد ۴ صفحہ ۳۲۷ میں حبیب بن ثابت سے منقول ہے قصہ دعوت عمرو بن عاص اور معاویہ میں جو حضرت علی ع کو عمل بالقرآن کے لئے دی گئی اور جواب علی ع کا یہ کہ میں حق پر ہوں اور تم غلط سمجھ رہے ہو اور اصحاب علی ع کا اعتراض علی ع پر جیسا کہ عمر وغیرہ نے حدیبیہ کے دن نبی ص پر کیا تھا اور مصلحت کا ذکر ہے جیسا کہ نبی ص نے دیکھی ویسی اس جگہ ہے (فتح الباری میں مفصل اسی طرح مذکور ہے کہ نبی ص کی پیشگوئی کے مطابق مثل واقعہ حدیبیہ کے حضرت علی ع کو واقعہ صفین پیش آیا) اور اسی طرح کنز العمال جلد ۹ صفحہ ۶۲ میں بروایت احمد وعدنی وابو یعلے وابن عساکر والضیاء کے ہے۔ اور نہج البلاغت صفحہ ۲۳۰ میں ہے فتنہ پیدا ہوا تو میں ڈر گیا کہ اسلام میں رخنہ اور زوال ہو گیا تو اس کی مصیبت مجھ پر سب سے بڑی ہوگی اسلئے اسلام کی مدد اور نصرت دینی میںنے اپنا فرض سمجھا اگر میں نصرت نہ کرتا تو نقصان عظیم اسلام کے اندر آجاتا۔ اور معارج النبوۃ رکن ۴ صفحہ ۱۹۱ میں ہے جب تحریر صلح نامہ سے (یعنی صلحنامہ حدیبیہ سے) فارغ ہوئے تو حضرت رسول خدا ص نے حضرت علی ع کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ اے علی تجھے مثل اس واقعہ کے ظہور پذیر ہوگا اور اس واقعہ کا حصہ ہے وہ جو لشکر صفین کے موقعہ پر امیر المؤمنین اور معاویہ کے درمیان بعد مدت کے مقابلہ و مقاتلہ کے آخر صلح کی نوبت پر پہونچا اور جب عہد نامہ صلح لکھنے لگے تو کاتب نے لکھا یہ مصالحت امیر المؤمنین حضرت علی ع کا مکتوب ہے معاویہ نے کہا لفظ امیر المؤمنین محو کر دو اور ابن ابی طالب لکھو اگر میں جانتا کہ علی امیر المؤمنین ہیں تو میں ان سے جنگ نہ کرتا اور متابعت اُن کی کر لیتا امیر المؤمنین حضرت علی ع نے فرمایا کہ رسول اللہ نے سچ فرمایا اور بعد اسکے کاتب کو حکم دیا کہ جیسے معاویہ کہتا ہے ویسے لکھ

وھکذا فی مدارج النبوۃ وکذا فی روضۃ الاحباب للمحدث الجمال وزاد یا علیؑ ترا نیز مثل این واقعہ حسب ضرورت روئے خواہد نمود الخ ولا یخفی انہ قد ظھرت غایۃ المصالحۃ بین امیر المؤمنین علیؑ وبین ملک الشام کما کانت بین النبیؐ وبین الکفار یوم الحدیبیۃ مثلا بمثل وان اعترض بعض الناس علی النبیؐ ووصیہ ایضاً وفی مصالحتہ مصالح خفیۃ لا یعقلھا الا العالمون کما فی قصۃ موسیٰ والخضر من خرق السفینۃ وقتل الغلام فکما لا یقدح الصلح منہ فی نبوتہ فالنبی نبی والکفار کفار فھکذا لا یقدح منھا فی امامتہ فالامام امام والملک ملک متمکن علی بغاوتہ والمراد من الامر فی قولہ تعالیٰ فقاتلوا التی تبغی حتی تفیئ الی امر اللہ[1] اما رجوع الی الحق واما قتل واما صلح والصلح خیر ولا یغرنک قولہ تعالیٰ وان طائفتان من المؤمنین اقتتلوا الآیۃ انہ دال علی ایمان معاویۃ

اور اسی طرح مدارج النبوۃ جلد ۲ صفحہ ۲۸۶ میں ہے اور اسی طرح روضۃ الاحباب مؤلفہ جمال الدین محدث جلد ۱ صفحہ ۳۳۹ میں ہے اور زیادہ لکھا (صلح حدیبیہ کے ذکر کرنے میں نبیؐ نے فرمایا) کہ اے علی تجھے بھی ایسا واقعہ صلح بسبب ضرورت کے پیش آئے گا۔ الخ (کذا فی شواہد النبوۃ طبع نولکشور صفحہ ۵۹) مخفی نہیں ظاہر ہوا کہ تحقیق مقصود صلح امیر المؤمنین حضرت علیؑ کا جو بادشاہ شام سے ہوئی اس طرح کی صلح ہے جیسے نبیؐ اور کفار کے درمیان حدیبیہ کے دن ہوئی تھی برابر اسی کی مثال ہے اگرچہ بعض لوگ نبی پر اور وصی نبی پر معترض رہے مگر صلح کرنے ہر دو حضرات میں ایسی حکمتیں پوشیدہ ہیں جیسی کہ قصہ موسےٰ و خضرؑ سے۔ کشتی کے سوراخ کرنے اور لڑکے کے قتل کرنے میں تھیں۔ پس جیسا کہ صلح اس جگہ نبوت نبی میں مخل نہیں ہوئی کہ نبی نبی رہے اور کفار کفار رہے پس اسی طرح اس جگہ امامت علی میں صلح مخل نہیں ہو سکتی امام امام رہے اور بادشاہ بادشاہ رہا جو نافرمانی امام پر اڑا رہا اور مراد امر سے اللہ کے قول میں کہ جنگ کرو باغی فرقہ سے یہاں تک کہ امر اللہ کی طرف لوٹ آئے یہ ہے کہ یا تو رجوع الی الحق کریں یا مقتول ہو یا صلح ہو اور صلح اچھی ہے۔ اور تجھے قول باری تعالیٰ وان طائفتان من المؤمنین سے مغالطہ نہ ہو کہ مراد ہر دو طائفہ سے کامل مؤمنین مساوی درجہ کے ہیں اور معاویہ بھی انہی میں سے ہے (سورہ حجرات)

[1] حتی تفیئ الی امر اللہ - بخاری جلد ۳ صہ ۹۵ طبع مصر میں ہے قاتلوھم حتی لا تکون فتنۃ - فرقہ باغیہ سے جنگ کرو حتی کہ فتنہ رک جائے اور تفسیر کبیر جلد صفحہ ۷۹۵ میں بذیل قولہ تعالیٰ حتی تفیئ الی امر اللہ لکھا ہے۔ یحتمل وجوھا ثانیھا الی امر اللہ ای الی الصلح فانہ مامور بہ یدل علیہ قولہ تعالیٰ فاصلحوا ذات بینکم یعنی اتنے تک فرقہ باغیہ سے جنگ کرو کہ وہ فرقہ باغیہ امر خدا کی طرف رجوع کر آئے اور امر خدا سے مراد صلح ہے کیونکہ آیت اصلحوا ذات بینکم میں اس کا حکم ہے۔ اسی طرح منہاج السنۃ ابن تیمیہ جلد ۲ صفحہ ۲۱۲ طبع مصر میں ہے فامر بعد القتال الی ان تفیئ ان یصلح بینھما بالعدل واما اذا اجابت الی الاصلاح لم تقاتل فلو قوتلت ثم فاءت الی الاصلاح لم تقاتل لقولہ تعالیٰ حتی تفیئ۔ الخ شیعہ کی کتاب علل الشرائع صہ ۵۶ میں امامؑ سے بھی اسی طرح مروی ہے۔ غرضیکہ معاویہ کے ساتھ صفین کی جنگ جناب امیرؑ نے اسلئے بند نہیں کی تھی کہ معاویہ کو مومن کامل سمجھا گیا بلکہ فرقہ باغیہ کا سردار تھا جب صلح کی طرف رجوع کیا۔ حضرت امیر المومنینؑ نے بھی مصلحت اسی میں سمجھی۔ تذکرہ خواص الامۃ صہ ۶۲ میں ہے کہ صلح اسی پر ہوئی کہ عراق حضرت علیؑ کے پاس رہے اور شام معاویہ کے پاس رہے اور کشت و خون سے امت کو محفوظ رکھا جائے جب علیؑ نے اہل عراق کو جنگ سے گریز کرنیوالا خیال کیا صلح کو منظور فرما لیا اور بعد فیصلہ حکمین کے غدر و مکر حکمین کا دیکھ کر حضرت علیؑ نے جنگ کا کمر رکھم دیا لیکن لوگوں نے قبول نہ کیا۔ دیکھو تذکرہ خواص الامۃ صفحہ ۶۰ تا صفحہ ۶۲ اس میں یہ بھی ہے کہ ہر دو منصفوں کے حق میں علیؑ نے فرمایا انھما نبذا کتاب اللہ وراء ظھورھما ان دونوں نے خدا کی کتاب کو پس پشت ڈال دیا ہے یہی مضمون نور الابصار صہ ۹۰/۹۱ میں ہے ۱۲ مترجم

[2] ہمارے بیان کی تائید میں دیکھو تفسیر روح البیان مطبوعہ مطبع عثمانیہ بار دوم جلد ۹ صہ ۶۵ آیت تفیئ الی امر اللہ الی حکمہ الذی حکم بہ فی کتابہ العزیز وھو المصالحۃ یعنے اللہ تعالیٰ کے امر کی طرف رجوع کرے جس کا خدا نے اپنی کتاب میں حکم دیا ہے اور وہ آپس میں مصالحت کر لینا ہے (پھر کہا) وایضاً فیھا دلالۃ علی ان الباغی اذا امسک عن الحرب ترک لانہ فاء الی امر اللہ یعنی اس آیت میں اس پر دلالت ہے کہ باغی جب جنگ سے باز آ جائے تو اس کو چھوڑ دیا جائے کیونکہ وہ خدا کے امر کی طرف پھر آیا ہے

یعنی صلح کرنا چاہتا ہے۔ صلح میں حکم قرآن - حق تعالیٰ فرماتا ہے لا ینھاکم اللہ عن الذین لم یقاتلوکم فی الدین ولم یخرجوکم من دیارکم ان تبروھم وتقسطوا الیھم ان اللہ یحب المقسطین پ ۲۸ ع ۸ - وقاتلوا فی سبیل اللہ الذین یقاتلونکم ولا تعتدوا ان اللہ یحب المعتدین پ ۲ ع ۸ - ترجمہ۔ پہلی آیت

لانہا نزلت فی طائفۃ من اصحاب ابی بن کعب[۵۷] رئیس المنافقین وطائفۃ من اصحاب سیدنا محمد صلعم کما روی البخاری عن انس کما فی لباب النقول وغیرہ فظہر من ہذا اطلاق المؤمنین علی المسلمین ولو کان بعضہم من المنافقین او من باب التغلیب لعظمۃ شان المؤمنین کما فی الابوین والقمرین والعمرین والظہرین مع ان قصۃ علیؑ ومعاویۃ وقعت بعد نزول الآیۃ ولم تنزل فیہما خاصۃ ثم الاندراج لقاعدۃ التنزیل ان مورد الآیۃ کان خاصًا والحکم بہا عامًا۔

کیونکہ آیت اصحاب ابی بن کعب رئیس منافقین اور اصحاب محمدؐ کے تنازع میں نازل ہوئی ہے جیساکہ بخاری ومسلم نے انس سے روایت کیا جو لباب النقول جلد ۲ صفحہ ۹۸ باسناد الشیخین طبع مصر وجلالین طبع مصر جلد ۲ صفحہ ۱۲۰ وغیرہ میں ہے۔ پس ظاہر ہوا کہ اس جگہ مؤمنین کا اطلاق مسلمین پر ہوا ہے اگرچہ ایمان واسلام ظاہر کرتے ہوئے بھی ان میں بعض منافقین تھے (بلکہ یقیناً سردار منافقین ابی ابن کعب اور اس کے ساتھی ایک طرف ہیں اور اصحاب محمدؐ دوسری طرف) یا تغلیباً عظمت شان مؤمنین کے لئے مؤمنین کا اطلاق ہوا ہے جیساکہ ابوین اور قمرین وعمرین وظہرین کا محاورہ ہے اور قصہ علیؑ ومعاویہ بعد نزول آیت کے واقع ہوا ہے کوئی اسی واقعہ پر خاص طور پر نہیں اتری بلکہ اس واقعہ کو بلحاظ مورد خاص وحکم عام کے اس کے تحت میں لاسکتے ہیں۔ (پس اصل شان نزول کو معنے میں مدنظر رکھا جائے گا)۔

[۵۷] یہ روایت بخاری طبع مصر جلد ۲ صفحہ ۹۹ باب ماجاء فی الاصلاح بین الناس میں موجود ہے مومن کا لفظ منافق پر اطلاق ہوا ہے وکذا فی الدر المنثور جلد ۶ صفحہ ۹۰ باسناد البخاری ومسلم وابن جریر وابن المنذر وابن مردویہ والبیہقی فی سننہ وکذا فی السیرۃ الحلبیہ جلد ۲ صفحہ ۹۵

بعض اہل تسنن اخواننا بغوا علینا کلام جناب امیرؑ سے معاویہ کی اخوۃ ایمانی پر غلط استدلال کرتے ہیں حالانکہ ظاہری[۵۸] اسلام کے لحاظ سے مسلمان بھائی کہا گیا ہے جملہ کلمہ گو بہ ظاہر احکام شریعت کو تسلیم کرنے والے ہوتے ہیں ان کو مسلمان کہنا درست ہے۔ چنانچہ منافقین کو بھی ظاہری احکام برتاؤ میں مسلمانوں کے برابر رکھا گیا ہے بلکہ بیان فلک النجاۃ سے ظاہر ہے کہ مومن کا لفظ بھی منافق پر ظاہری دعویٰ ایمان کے سبب اطلاق ہو سکتا ہے۔ اسی واسطے جناب امیرؑ نے فرمایا میں ان سے تاویل قرآن پر جنگ کررہا ہوں جیساکہ نبیؐ نے تنزیل قرآن پر کیا یعنی کفار نزول قرآن کے منکر تھے یہ تاویل صحیح کے منکر ہیں اور مطلق اخوت قریشی کے لحاظ سے بھی اخواننا کہنا صحیح ہے جیساکہ قرآن کریم میں ہے والیٰ عاد اخاہم ہودا پ ۱۲ ع ۵ امام فخر رازی تفسیر کبیر جلد ۴ صفحہ ۳۶۵ میں اس کی تفسیر یہ لکھتے ہیں۔ اتفقوا علی ان ہودا ما کان اخالہم فی الدین واختلفوا فی انہ ہل کان اخا قرابۃ قریبۃ ام لا (الی ان قال) اخا المصاحب ای صاحبہم والعرب تسمی القوم اخ القوم ومنہ قولہ تعالیٰ کلما دخلت امۃ لعنت اختہا ای صاحبتہا انتہی ملخصًا بقدر الحاجۃ۔ یعنی اجمیع علماء کا اتفاق ہے کہ ہود قوم کے بھائی دین میں تو نہیں تھے یعنی الگ الگ تھا پھر اس میں ان کا اختلاف ہے کہ کیا ہود قوم کے قریبی رشتہ دار تھے یا نہ (پھر کہا) بھائی سے مراد ساتھی ہے۔ اور عرب قوم کے ساتھی کو قوم کا بھائی نام رکھتے ہیں اسی قسم میں سے خداتعالیٰ کا فرمان ہے جب ایک قوم داخل ہوتی ہے اپنی بہن قوم کو یعنی ساتھی قوم کو لعنت کرتی ہے۔ انتہی۔ یہ محاورہ تو ہر زبان میں ہے۔ اور قرآن کریم میں ہے والیٰ ثمود اخاہم صالحا پ ۱۲ ع ۶ والیٰ مدین اخاہم شعیبا پ ۱۲ ع ۸۔

اور ابتدا کلام جناب علیؑ کا جو خوارج کے مقابلہ میں فرمایا ہے لم تقولوا عند رفعہم المصاحف حیلۃ وغدرا ومکرا وخدیعۃ اخواننا واہل دعوتنا استقالونا واستراحوا الی کتاب اللہ سبحانہ فالرأی القبول منہم والتنفیس عنہم فقلت لہم ہذا ظاہرہ ایمان وباطنہ عدوان واولہ رحمۃ وآخرہ ندامۃ فاقیموا علی شانکم والزموا طریقتکم وعضوا علی الجہاد بنواجذکم (الی ان قال) ولکنا اصبحنا نقاتل اخواننا فی الاسلام علی ما دخل فیہ من الزیغ والاعوجاج والشبہۃ والتاویل نہج البلاغہ ص ۸۱/۸۲ ۔ ابن ابی الحدید سنی شرح اس کلام میں لکھتا ہے اس لفظ مسلمان بھائی بولنے سے مقصود فقط ذمی اور بت پرست لوگوں سے ان کی تمیز ہے نہ حقیقی ایمان سے مومن بھائی۔ اور منافقوں پر اطلاق لفظ مومن کی بحث مفصل آئندہ فلک النجاۃ میں آئے گی (باقی حاشیہ بر صٹ)

[۵۸] ازالۃ الخفاء جلد ۱ صفحہ ۱۱ میں استیعاب سے منقول ہے کہ عبدالرحمٰن اشعری فقیہ شام نے معاویہ کی نسبت ظاہر کیا ای مدخل لمعاویۃ فی الشوریٰ وہو من الطلقاء یعنی شوریٰ خلافت میں معاویہ کو کیا دخل ہے حالانکہ وہ طلقاء سے ہے۔ اس کے حاشیہ پر طلقاء کا معنے یہ لکھا ہے الذین اسلموا یوم الفتح ومن علیہم وکان فی اسلامہم ضعف۔ یعنی جو فتح مکہ کے وقت اسلام لائے اور نبیؐ نے ان پر مروت کی چھوڑ دیا اور ان کے اسلام میں ضعف تھا یعنے معاویہ ضعیف الاسلام اور مؤلفۃ القلوب لوگوں سے تھا ۱۲ مترجم۔

(بقیہ حاشیہ صٹ) جب الفئتین لڑتے رہیں لڑنا چاہئے نہ لڑیں تو ان سے صلح کا برتاؤ اچھا ہے۔ اسی طرح معاویہ اور حضرت عائشہ جب تک لڑتے رہے جناب امیرؑ لڑے جنگ فرو ہوتی دیکھی اور طرفین کو صلح کی طرف مائل ہوتا دیکھا تو مصلحت صلح کرنے میں دیکھی۔ امام حسنؑ نے بھی تیاری جنگ کی لیکن لشکر نے وفا نہ کی فریق ثانی کو جانچا تو صلح پر مائل دیکھا صلح فرمالی۔ ۱۲ مترجم

فی التاریخ الکامل وکتب (الحسنؑ) الی معاویة لو اثرت ان اقاتل احدًا من اهل القبلة لبدأت بقتالك فانی ترکتك لاصلاح الامة وحقن دمائها - کذا فی الامامة والسیاسة جلد ۲ صفحہ ۱۸۳ وکذا فی النیل - وفی الصواعق اخرج البزار وغیرہ الله لما استخلف (الحسن) بینما هو یصلی اذ وثب علیه رجل فطعنه بخنجر وهو ساجد ثم خطب[لہ] الناس فقال یا اهل العراق اتقوا الله فینا فانا امراؤکم وضیفانکم ونحن اهل البیت الذین قال الله فیهم انما یرید الله الآیه فما زال یقولها حتی ما بقی احد فی المسجد الا وهو یبکی

اور تاریخ کامل جلد ۳ صفحہ ۱۶۳ میں ہے امام حسنؑ نے معاویہ کی طرف لکھا اگر میں کسی اہل قبلہ سے جنگ چھیڑتا تو پہلے تیرے ساتھ شروع کرتا (مگر میں اس کو پسند نہیں کرتا) اور تجھے محض مصلحت امت اور اسکے بچاؤ قتل عام سے چھوڑ دیا ہے اور اسی طرح الامامت والسیاست جلد ۲ صفحہ ۱۸۳ اور نیل الاوطار میں ہے۔ اور صواعق صفحہ ۸۳ میں ہے بزار وغیرہ نے حسنؑ سے روایت کی ہے کہ جب ان کی خلافت کا زمانہ تھا تو حالت نماز میں امام علیہ السلام پر ایک شخص نے سجود کے وقت خنجر کا وار کیا امام علیہ السلام خطبہ کے لئے کھڑے ہوئے اور فرمایا اے اہل عراق خدا سے ڈرو ہمارے حقوق کی نگہداشت کرو۔ یاد رکھو ہم تمہارے سردار اور اس وقت تمہارے مہمان ہیں اور ہم اہل بیت ہیں جن کے حق میں حق تعالیٰ نے انما یرید اللہ الآیہ فرمایا۔ اسی طرح کچھ وقت تک پڑھتے رہے یہاں تک کہ کوئی آدمی مسجد میں ایسا باقی نہ رہ گیا تھا جو روتا نہ ہو (دیکھئے لوگ کیونکر مخالفین میں ایسے مبتلا تھے کہ قرآن واہل بیتؑ کی ذرا پروا نہ کرکے گمراہی کے اعلیٰ پایہ پر پہنچ گئے)

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۷۴) نیز حضرت امیرؑ کے لشکر والوں نے جب اخواننا کا اطلاق مخالفین پر ظاہری اسلام کی بنا پر کیا علیؑ نے ان کے ساتھ خطاب میں حسب مجازات شائعہ مسامحت یہی لفظ استعمال فرمایا۔ جیسے خدا پاک کے کلام میں ہے جو پیغمبر عیسیٰؑ کی زبان مبارک سے صادر ہوا ہے تعلم مافی نفسی ولا اعلم مافی نفسك۔ خدایا تو میرے نفس کی باتیں جانتا ہے میں تیرے نفس کی باتیں نہیں جانتا۔ اور کلام منقولہ بالا جناب امیرؑ سے اور فوائد بھی نکلتے ہیں۔ یہ کہ معاویہ کے گروہ کا قرآن نیزوں پر بلند کرنا مکر وفریب وغدر کے طریق پر تھا۔ ظاہر میں ایمان تھا باطن میں نہ تھا۔ جہاد کے لئے علیؑ کا ارادہ تھا مگر قوم نے اطاعت نہ کی۔ اخواننا فی الاسلام سے ظاہری اسلامی بھائی فرمایا۔ اسلام اس گروہ کا کجی وگمراہی وشبہات سے ملا ہوا تھا۔ اور جو دوسری جگہ حضرت امیرؑ نے فرمایا ہم دونوں گروہوں کا دعویٰ ایک ہی ہے ایمان بغیر ہم کچھ زیادہ نہیں چاہتے اس کا مطلب یہی ہے کہ ظاہری دعویٰ ایمان میں دونوں گروہ برابر ہیں کوئی دوسری بات مطلوب نہیں۔ فقط ایک گروہ میں تاویل فاسد اور کجی ہے باطن کچھ اور ہے ظاہر کچھ اور اسی کی درستی مطلوب ہے تاکہ منافقت دور ہو۔ اور ازالۃ الخفا جلد ۱ صفحہ ۱۵۳ میں شاہ ولی اللہ دہلوی لکھتے ہیں ایک ہی دعوی کا مطلب اس حدیث میں لا تقوم الساعة حتی یقتتل فئتان عظیمتان دعواهما واحدة یہ ہے کہ اہل شام مصحف برداشتند کہ درمیان ما وشما ایں قرآن است وحضرت مرتضیٰ فرمود کہ ایں قرآن صامت است ومن قرآن ناطقم۔ انتہیٰ یعنے قرآن کے عامل وقائل ہونے کا دعویٰ ایک ہی ہے مگر قرآن ناطق سے معنے وتاویل سمجھنا حق اور اس کی اطاعت کے بغیر گمراہی ہے جس پر جنگ ہوئی۔
انوار اللغۃ پ۱ صفحہ ۷ میں ہے چنانچہ ایک روایت میں معاویہ سے منقول ہے وہ کہتے تھے میں جانتا ہوں کہ عثمان کے بچانے میں علی علیہ السلام نے سب سے زیادہ کوشش کی ہے مگر ہمارا مطلب بغیر جھوٹ کے نہیں بنتا یہ معاویہ کی پولٹیکل چال تھی تاکہ شام کے لوگ حضرت علیؑ سے لڑنے پر مستعد ہوں۔ ۱۲ مترجم۔

لہ یہ خطبہ مروج الذہب طبع جدید مصر جلد ۲ صفحہ ۳۰۶ میں ان الفاظ سے ہے نحن حزب الله المفلحون وعترة رسول الله الاقربون واهل بیته الطاهرون الطیبون واحد الثقلین الذین خلفهما رسول الله والثانی کتاب الله لا یخطئنا تاویله بل نتیقن حقائقه، فاطیعونا فان طاعتنا مفروضة اذ کانت بطاعة الله والرسول واولی الامر مقرونة (فان تنازعتم فی شیء فردوه الی الله والرسول ولو ردوه الی الرسول۔ الآیة) الخ ۱۲ مترجم

وفی الفتح والکامل[۵۱] وتاریخ الطبری وغیرھا انہ لما بایع الناس الحسن بلغہ مسیر معاویۃ فی اھل الشام الیہ فتجھز ھو والجیش الذین کانوا بایعوا اباہ وساروا من الکوفۃ الی لقاء معاویۃ وجعل قیس بن سعد بن عبادۃ علی مقدمتہ فی اثنی عشر الفا فلما نزل الحسن المدائن نادی مناد فی العسکر الا ان قیس بن سعد قد قتل فانفروا فنفروا بسرادق الحسن فنھبوا متاعہ[۵۲] حتی نازعوہ بساطا کان تحتہ وطعن بخنجر فی بطنہ۔ انتھی من النصائح الکافیۃ وکذا فی الاصابہ وھکذا فی حیوۃ الحیوان وزاد فلما خرج الحسن عدا علیہ الجراح الاسدی قاتلہ اللہ وھو یسیر معہ فوجاہ بالخنجر فی فخذہ لیقتلہ

اور فتح الباری اور تاریخ کامل اور (وتذکرۃ خواص الامۃ ص۱۱۲) تاریخ طبری جلد۶ صفحہ۹۲ (وروضۃ الصفا جلد۳ صفحہ۵) وغیرہ میں ہے کہ لوگوں نے جب امام حسن سے بیعت کی اور ان کو شام سے معاویہ کی لشکر کشی کی خبر پہنچی تو امام نے بمعہ ان لوگوں کے جنہوں نے حضرت علیؑ سے بھی بیعت کی تھی تیاری کی اور کوفہ سے مقابلۂ معاویہ کے لئے روانہ ہوئے اور قیس بن سعد کو امام نے آگے بارہ ہزار کا سردار بنا کر بھیجا جب امام حسنؑ مداین میں اُترے کسی نے (اندرونی دشمن نے) لشکر میں (غلط) آواز دی خبردار قیس بن سعد قتل ہوگیا ہے تم بھی بھاگ جاؤ چنانچہ سب بھاگ گئے اور خیمے امام حسنؑ کو بھی لے گئے بلکہ اسباب سامان امامؑ کا بھی لوٹ کرلے گئے تا اینکہ بستر و مصلےٰ امام کا بھی نیچے سے کھینچ لیا اور امام علیہ السلام کے پیٹ میں خنجر لگائی۔ کذا فی النصائح الکافیہ صفحہ ۱۵۵ والاصابہ جلد۲ صفحہ۱۳۔ اور حیوۃ الحیوان جلد۱ صفحہ۵۳ میں اسی طرح ہے۔ بلکہ زیادہ لکھا کہ جب امام حسنؑ نکلے تو جراح اسدی نے خدا اسکو خوار کرے ان پر حملہ کیا اور حالانکہ ہمراہ امام کے سفر کررہا تھا (یعنی ان کے ساتھیوں میں سے تھا) تو اسنے قتل کرنے کے ارادہ سے امام علیہ السلام کی ران میں خنجر چلادی

[۵۱] تاریخ کامل جلد۳ صفحہ۱۶۱ میں بعینہٖ اسی طرح ہے اور رکامل ص۱۶۲ اور طبری جلد۶ ص۹۲ میں ہے کہ امام حسنؑ نے خطبہ میں فرمایا اے اہل عراق تین باتوں پر میں تم سے بیزار ہوا ہوں ایک میرے باپ کو تم نے قتل کیا دوسرا مجھے نیزہ مارا اور ارادہ قتل کیا تیسرا میرا سامان لوٹ لیا۔۱۲ مترجم

[۵۲] اسی طرح ہے مروج الذہب برحاشیہ کامل جلد۶ صفحہ۶۱ وطبع جدید مصر جلد۲ ص۳۰ میں ہے اور زیادہ کیا کہ جب امام حسنؑ کو مخالفت اپنے ہمراہیوں کا یقین ہوگیا تو صلح کی طرف مجبوراً مائل ہوگئے۔ عقد الفرید جلد۴ ص۲۶۵ میں ہے۔ اہل کوفہ پر یہ اعتراض صحیح ہے کہ انہوں نے امام حسنؑ کو نیزہ مارا اور لشکر کو لوٹا اور منتشر کیا اور امام حسینؑ کو دعوت دینے کے بعد بڑی خستہ حالت میں شہید کیا۔ نیز انوار اللغۃ پ۱۴ صفحہ۵۵ میں مولوی وحید الزمان لکھتے ہیں" مترجم کہتا ہے بعضے کم علم لوگ معاویہ کی خلافت کی حقیقت اس وجہ سے ثابت کرتے ہیں کہ امام حسنؑ نے خلافت چھوڑ کر اُن سے صلح کرلی۔ اور خلافت اُن کے حوالہ کردی۔ حالانکہ امام عالی مقام نے خوشی کے ساتھ یہ امر نہیں کیا۔ بلکہ مجبوری سے۔ جب اُنہوں نے آپ کو زخمی کیا اور آپکا خیمہ لوٹ لیا تو اپنے نانا کی اُمت کی تباہی آپنے منظور نہیں کی۔ اور مجبوراً خلافت سے دست بردار ہوگئے۔" اور پ۱۶ صفحہ میں لکھا۔ اللہ تعالی اس بات کا گواہ ہے کہ ہمارے امام اور شہزادے نے اپنی خوشی سے یہ خلافت معاویہ کو نہیں دی۔ بلکہ مجبوری سے آپ نے دیکھا کہ میرے ساتھی لوگ درپردہ معاویہ سے سازش رکھتے ہیں اور معاویہ جنگ پر تُلا ہُوا ہے۔ (اس کے بعد لکھا) آپ معاویہ کو ظالم اور غاصب جانتے تھے۔ اور ہرگز خلافت کا مستحق نہیں سمجھتے تھے۔ اسی طرح اسی کتاب کے پ۱ ص۱۷ میں لکھا ہے۔ اور سعد بن ابی وقاص صحابی نے خملہ عشرہ مبشرہ کا معاویہ کو امیر المومنین نہ سمجھنا لکھا ہے یعنی اس نے معاویہ کو سلام کیا تو کہا السلام علیک ایہا الملک اور یہ نہیں کہا یا امیر المومنین۔

تذکرہ خواص الامہ صفحہ۱۱۳ میں ہے سدی کہتا ہے امام حسنؑ نے معاویہ سے جو صلح کی تو رغبت دنیا کے لئے نہ تھی بلکہ محض
اس واسطے کہ جب اہل عراق کا غدر و مکر
معلوم کیا اور یہ خوف ہوا کہ یہ لوگ
امامؑ کو معاویہ کے سپرد کردیں
تو عجب نہیں ۱۲ مترجم

امام حسنؑ کا معاویہ کو ظالم و غاصب جاننا

فقال الحسن قتلتم ابی بالامس وثبتم علیّ الیوم تریدون قتلی زھدا فی العادلین ورغبۃ فی القاسطین واللہ لتعلمن نباءہ بعد حین ثم کتب الی معاویۃ بتسلیم الامر الیہ۔ الخ وفی تاریخ الخمیس قال مکث الحسن نحوا من ثمانیۃ اشھر لایسلم الامر الی معاویۃ الخ وفی حیوۃ الحیوان خطب الحسن ثم قال اما بعد[۵۲] فان اکیس الکیس التقی واحمق الحمقی الفجور وان ھذا الامر الذی اختلفت انا و معاویۃ فیہ ان کان لہ فھو احق منی بہ وان کان لی فقد ترکتہ لہ ارادۃً لاصلاح الامۃ و حقن دماء المسلمین ثم رجع الی المدینۃ و اقام بھا فعوتب علی ذلک فقال (علیہ السلام) اخترت ثلاثا علی ثلاث الجماعۃ علی الفرقۃ و حقن الدماء علی سفکھا والعار علی النار۔ وفی الصواعق فکان اصحابہ (ای الحسن) یقولون لہ یاعار المؤمنین فیقول العار خیر من النار وقال لہ رجل السلام علیک یامذل المومنین فقال لست بمذل المومنین ولکنی کرھت ان اقتلکم علی الملک ثم ارتحل من الکوفۃ الی المدینۃ واقام بھا الخ وھکذا فی تاریخ الخلفاء

امام حسن علیہ السلام نے فرمایا کل میرے باپ کو تم لوگوں نے قتل کیا اور آج تم میرے اوپر حملہ کر رہے ہو اور میرا قتل چاہتے ہو عادلین کی جماعت سے نکل کر ظالمین کی جماعت میں رغبت سے داخل ہونے کے لئے آمادہ ہو۔ خدا کی قسم ہے کہ تم اس کی جزا تھوڑے وقت کے بعد پالو گے۔ آخر امام حسنؑ نے معاویہ کی طرف امارت سپرد کرنے کے لئے لکھدیا۔ الخ (وکذا فی السیرۃ الحلبیہ طبع مصر جلد ۳ صفحہ ۳۲۳) اور حیوۃ الحیوان جلد ا صفحہ ۵۴ میں ہے۔ امام حسن علیہ السلام نے خطبہ پڑھا اور فرمایا لیکن بعد حمد الٰہی کے پس تحقیق بڑی دانائی تو پرہیزگاری ہے اور بڑی حماقت گناہگاری ہے اور ضرور یہ امارت جس میں معاویہ اور میرا اختلاف ہے اگر اس کا حق ہے تو وہی زیادہ حقدار ہے اور میرا حق ہے تو میںنے اس کو اصلاح امت اور خون مسلمین بچانے کے لئے ارادۃً چھوڑ دیا ہے پھر امامؑ مدینہ کی طرف رجوع فرما کر وہاں ہی مقیم ہوئے اور جب لوگ زجر و عتاب کرنے لگے کہ کیوں صلح کی ہے تو امام علیہ السلام نے فرمایا میںنے تین امر کو تین پر پسند کیا ہے جماعت اسلام رکھنے کو تفرقہ باعث فساد پر اور خون بچانے کو خون بہانے پر اور عار و شرم کو آتش جنگ پر۔ اور صواعق صفحہ ۸۱ میں ہے اصحاب امام حسنؑ کے امام سے کہتے تھے اے باعث شرم مؤمنین کے تو آپ فرماتے تھے عار نار جنگ سے اچھی ہے اور ایک شخص نے امام کے لئے کہا تجھ پر سلام ہو اے مؤمنین کے خوار کرنے والے تو فرمایا میں خوار کرنے والا مؤمنین کا نہیں ہوں لیکن میںنے ملک کے لئے تمہارا قتل کرانا ناپسند سمجھا ہے (خلافت نبوت میرے پاس ہی ہے) پھر کوفہ سے مدینہ کی طرف کوچ کر گئے اور وہاں مقیم ہوئے اور اسی طرح تاریخ الخلفاء صفحہ ۱۳۰ میں ہے۔

[۵۱] کذا فی شرح نہج البلاغت لابن ابی الحدید جلد ۳ صفحہ ۱۵ طبع مصر عن الباقرؑ ۱۲ مترجم۔ [۵۲] تاریخ کامل جلد ۳ صفحہ ۱۶۲ وطبری جلد ۶ صفحہ ۹۵ میں خطبہ امام حسنؑ میں زیادہ لکھا ہے کہ فرمایا اے لوگو! ہم تمہارے سردار ہیں اور مہمان ہیں اور ہم اہل بیت تمہارے نبی کے ہیں وہ جن سے اللہ تعالیٰ نے پلیدی کو دور کر کے پاک کر دیا ہوا ہے اور اس کلمہ کو مکرر سہ کرر فرمایا تاکہ کوئی آدمی مجلس میں نہ رہا جو روتا نہ ہو اور آہ و بکا اور چیخ کی آواز مسموع ہوئی الخ صواعق صفحہ ۸۲/۸۳ میں بھی باسانید حسنہ الفاظ حدیث کامل و طبری کے نحن اھل بیت نبیکم الذین اذھب اللہ عنھم الرجس وطھرھم تطھیرا مروی ہیں البتہ صواعق میں انا من اھل بیت الذین الخ وارد ہے اور نیز صواعق محرقہ مطبوعہ مصر صفحہ ۸۱ و استیعاب جلد ا صفحہ ۱۴۴ و روضۃ الصفا جلد ۳ صفحہ ۵ و کامل و طبری وغیرہ میں الفاظ خطبہ امام حسنؑ میں یہ بھی ہے کہ معاویہ کا غلبہ ہو جانا تمہارے لئے آزمائش ہے بایں الفاظ وان ادری لعلہ فتنۃ لکم ومتاع الی حین ۱۳ھ اور یہ خطبہ امام حسنؑ کا تذکرہ خواص الامۃ صفحہ ۱۱۳/۱۱۴ میں بھی مذکور ہے اُس میں یہ الفاظ بھی ہیں۔ وطھرنا تطھیرا ونحن حزب اللہ المفلحون وعترۃ رسولہ المطھرون واھل بیتہ الطیبون الطاھرون واحد الثقلین الذین خلفھما رسول اللہ فیکم فطاعتنا مقرونۃ بطاعۃ اللہ یعنی فرمایا ہم کو اللہ تعالیٰ نے خوب پاک کیا ہے ہم گروہ نجات یافتہ اور عترت رسول پاک ہیں اور اس کے اہل بیت طیب و طاہر اور ثقلین کی ایک فرد جن کو رسولؐ نے تم لوگوں میں خلیفہ چھوڑا پس ہماری اطاعت اور فرمانبرداری خدا کی اطاعت کے ساتھ تم پر واجب ہے [۵۳] نار سے جنگ کی تشبیہ قرآنی محاورہ ہے دیکھو کلما اوقدوا نارًا للحرب اطفأھا اللہ پ۶ مائدہ رکوع ۹ وجہ صلح کی شرح صواعق الامۃ السیاسۃ جلد ا صفحہ ۱۳۰ میں بھی ہے (باقی حاشیہ بر صفحہ ۷۸)

ولا یخفی ان صلح الحسن و خلعه مما لابد منه له لانه کان اشد اضطراراً من ابیه لما لم یبق معه من عسکره رجل بل طعنه رجل منه وخالفه اصحابه و نہبوا متاعه حتی بساطه والمصلی وکانوا یقولون بافواههم ما لیس فی قلوبهم فصالح معاویة بشروط ولم یف هو بها ولم یخف نقض عهده - هذا اما فیه درایه لمن له هدایة ولنکتف بما حررنا خوفاً للاطناب ولدینا مزید - والآن نشرع فی نبذة ببیان توابعه ولواحقه-

الفصل الثانی فی بیان انصار معاویة واعوانه

فمنهم مروان بن الحکم والی مدینة النبی فانه کان والیا وحاکما علی المدینة من معاویة بن ابی سفیان - وفی الصواعق المحرقة قال صلی الله علیه وآله وسلم ان اهل بیتی سیلقون بعدی من امتی قتلا وتشریدا وان اشد قومنا لنا بغضا بنو امیة وبنو المغیرة وبنو مخزوم صححه الحاکم لکن فیه اسمٰعیل والجمهور علی انه ضعیف لسوء حفظه

اور مخفی و پوشیدہ نہیں کہ صلح امام حسنؑ اور خلافت کا چھوڑ دینا ان کے لئے ایک ضروری امر تھا کیونکہ وہ اپنے باپ سے زیادہ لاچار و مجبور تھے اس واسطے کہ کوئی آدمی لشکر کا ان کے ساتھ بااخلاص نہ رہا بلکہ اپنے لشکر میں سے ایک آدمی نے ان کو خنجر لگادی اور اصحاب امام کے سب مخالف ہو گئے تا اینکہ بستر و مصلے تک ان کا سامان بھی لوٹ لیا اور موبنہ سے وہ باتیں کرتے تھے جو ان کے دل میں نہ ہوتی تھیں صرف منافقانہ چالیں تھیں لہٰذا امامؑ نے معاویہ سے کچھ شرطوں پر صلح کر لی جن پر معاویہ نے وفا نہ کی اور وعدہ خلافی سے نہ ڈرا۔ یہ وہ امر ہے جس میں ہدایت یافتہ شخص کے لئے فہم آجاتی ہے۔ اور ہم بخوف طوالت اپنی اتنی تحریر پر اکتفا کرتے ہیں اگرچہ اور بہت کچھ ذخیرہ اس مضمون کا ہمارے پاس ہے۔ اب ہم اس مضمون کے توابع دلواحق کو شروع کرتے ہیں۔

فصل دویم :- دربیان مددگاران معاویہ

پس ان میں سے ایک مروان بن حکم ہے جو مدینہ پر منجانب معاویہ بن ابی سفیان حاکم و امیر مقرر تھا۔ اور صواعق محرقہ صفحہ ۱۰۸ میں ہے نبی صلعم نے فرمایا تحقیق میرے اہل بیت قریب ہے کہ میرے بعد میری امت سے قتل اور پریشانی و تشویش کی تکالیف اٹھائیں گے اور ہمارے برخلاف سخت دشمنی کرنے والی قوم بنو امیہ اور بنو مغیرہ و بنی مخزوم ہیں اس حدیث کو حاکم نے صحیح کہا لیکن اس میں اسماعیل راوی ہے اور جمہور نے اس کو ضعیف کہا بسبب ضعف حافظہ کے۔

امام حسنؑ نے معاویہ کو خلیفہ حق نہیں سمجھا

(بقیہ حاشیہ ص۷۷) امام حسنؑ نے معاویہ کو خلیفہ حق نہیں سمجھا) کتاب شیعہ علل الشرائع باب ۱۵۹ ص۸۱ میں ابی سعید سے مروی ہے کہا میں نے امام حسنؑ کی خدمت میں عرض کیا یا ابن رسول اللہ لم داھنت معاویة وصالحته وقد علمت ان الحق لك دونه وانه ضال باغ۔ اے ابن رسول آپ نے معاویہ سے کیوں ظاہرداری کی صلح فرمائی حالانکہ آپ جانتے ہیں کہ حق آپ کا ہے اور معاویہ گمراہ اور باغی ہے۔ امام حسنؑ فرمانے لگے۔ اے ابا سعید کیا میں حجت خدا نہیں ہوں؟ میں نے عرض کیا ہاں. فرمایا کیا میں وہ نہیں جس کے لئے اور اس کے بھائی کے لئے رسول اللہؐ نے فرمایا اما مان قاما او قعدا دونوں امام ہیں حسنؑ و حسینؑ کھڑے ہوں یا بیٹھ جائیں میں نے عرض کی ہاں۔ فرمایا اے ابا سعید میری مصالحت با معاویہ کا سبب وہی ہے جو رسولؐ کی مصالحت کا بنی حمزہ اور بنی اشجع اور اہل مکہ سے حدیبیہ میں تھا اولئك کفار بالتنزیل ومعاویة واصحابه کفار بالتاویل (الی ان قال فی روایته) بایع الحسنؑ معاویة علی ان لا یسمیه امیر المؤمنین ولکن انی مستدرك الوسائل جلد ۲ ص۴۵۱ یعنی فرمایا جن سے رسول نے صلح فرمائی وہ قرآن اترنے سے منکر و کافر تھے اور معاویہ مع جماعت خود تاویل قرآن سے ویسے ہیں (پھر اس کی روایت میں ہے) امام حسنؑ نے معاویہ سے اس بات پر بیعت کی کہ اس کو امیر المؤمنین کے نام سے نہیں پکاریں گے۔ انتہی ملخصاً۔ ثابت ہوا کہ معاویہ کو امام نے امیر المؤمنین تسلیم نہیں کیا فقط سلطنت چھوڑ دی اور جنگ نہ کرنے کا عہد کیا۔ انوار اللغت کتاب سنی سے بھی اس بات کو لکھا جا چکا ہے کہ امام حسنؑ معاویہ کو ظالم و غاصب جانتے تھے۔ ۱۲

مترجم

ومن وثقه البخاری فقد نقل الترمذی عنه انه ثقه ومقارب الحدیث۔ ومن اشد الناس بغضاً لاهل البیت مروان بن الحکم وکان هذا هو سر الحدیث الذی صححه الحاکم ان عبد الرحمٰن بن عوف قال کان لا یولد لاحد مولود الا اتی به النبی صلعم فید عواله فادخل علیه مروان ابن الحکم فقال[1] هذا الوزغ ابن الوزغ الملعون ابن الملعون وروی بعده بیسیر

لیکن بخاری نے اس کو ثقہ کہا ہے چنانچہ ترمذی نے اس سے روایت کیا ہے کہ وہ ثقہ اور اچھی حدیث بیان کرنے والا ہے جاننا چاہیئے کہ سخت بُغض رکھنے والا اہل بیت سے مروان بن حکم ہے۔ اور یہی راز اس حدیث میں ہے جس کو حاکم نے صحیح کہا ہے یہ کہ عبد الرحمٰن بن عوف نے کہا۔ کوئی لڑکا نہیں پیدا ہوتا تھا مگر وہ نبیؐ کی خدمت میں پیش کیا جاتا اور اس کے لئے دعا فرماتے تھے۔ لیکن جب مروان بن حکم کو لایا گیا تو فرمایا گرگٹ[2] پسر گرگٹ ہے ملعون پسر ملعون کا ہے اور اسکے بعد ہی محمد بن زیاد سے روایت ہے اس نے کہا جب معاویہ نے اپنے بیٹے یزید کے لئے بیعت کرائی تو مروان کہنے لگا یہ سنت ابی بکر اور عمر کی ہے عبد الرحمٰن پسر ابی بکر نے کہا نہیں یہ سنت تو ہرقل وقیصر بادشاہان کی ہے۔ پس عبد الرحمٰن کو مروان نے جواب میں کہا تو وہ ہے کہ تیرے حق میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اوتاری ہے اور جس نے ماں باپ کے لئے اُف کلمہ بے ادبی کا کہا۔ الخ تو بی بی عائشہ صاحبہ نے یہ سُن کر کہا کہ مروان جھوٹ بولتا ہے واللہ آیت اس کے حق میں نہیں اُتری لیکن رسول اللہؐ نے مروان کے باپ کو لعنت کی تھی اور مروان اس کی پُشت میں تھا لعنت کا حصہ لے رہا تھا۔ پھر روایت عمرو بن مرۃ الجہنی سے لکھی جس کو صحبت رسولؐ کی بھی حاصل تھی کہ حکم بن عاص نے رسول اللہ کے پاس اذن حاضری کا طلب کیا تو حضرت نے فرمایا۔ اذن اسکو دے دو اس پر اللہ کی لعنت ہے اور نیز اس پر جو اس کی پشت[3] سے پیدا ہو گا سوائے مومن کے مگر وہ بہت ہی تھوڑے ہوں گے یہ لوگ دنیا کی نعمتوں پر خوش حال ہوں گے۔ اور آخرت کو ضائع کر دینگے بڑے مکار اور دغا باز ہونگے دنیا میں ضرور حصہ لیں گے مگر آخرت میں ان کا کوئی حصہ نہیں ہو گا اسی طرح اس سارے مضمون کو علامہ دمیری نے حیٰوۃ الحیوان ج ۲ صفحہ ۳۰۸ میں لکھا ہے ختم ہوئی عبارت صواعق کی۔ (اسی طرح تفسیر کبیر جلد ۷ صفحہ ۵۱۱ و نسیم الریاض جلد ۳ صفحہ ۱۴۱ میں بھی ہے)

عن محمد بن زیاد قال لما بایع معاویة لابنه یزید قال مروان سنة ابی بکر وعمر فقال عبد الرحمٰن بن ابی بکر سنة[4] هرقل وقیصر فقال له مروان انت الذی انزل الله فیك والذی قال لوالدیه اف لکما فبلغ ذلك عائشة فقالت کذب والله ماهو به ولکن رسول اللهؐ لعن ابا مروان ومروان فی صلبه ثم روی عن عمرو بن مرة الجهنی وکانت له صحبة ان الحکم بن العاص استاذن علی رسول اللهؐ فعرف صوته فقال ائذنوا له علیه لعنة[5] الله وعلی من یخرج من صلبه الا المؤمن منهم وقلیل ماهم یترفهون فی الدنیا ویضیعون فی الاخرة ذوو مکر وخدیعة یعطون فی الدنیا ومالهم فی الاخرة من خلاق کذا ذکر ذلك کله الدمیری فی حیٰوة الحیوان۔ انتهی من الصواعق

[1] بخاری مطبوعہ مصر جلد ۲ صفحہ ۱۴۳ میں ابو ہریرہ سے مروی ہے مروان کے ذکر میں اس نے بیان کیا کہ نبیؐ نے فرمایا ہے میری امت کی ہلاکت قریش کے چند لڑکوں کے ہاتھ پر ہو گی ابو ہریرہ کہتا ہے میں ان سب کے نام لے سکتا ہوں کہ بنی فلاں و بنی فلاں ہیں انوار اللغۃ پ ۲۱ صفحہ ۱۳ میں ہے بھلا ان دونوں (امام زین العابدین اور ابن عمر) کو چھوڑ کر ایک بدمعاش مفسد شخص مروان سے کیوں بیعت کی جب اُس زمانہ کے مسلمانوں کا جس وقت تک صحابہ رسول زندہ تھے یہ حال ہوا تو وائے ہمارا زمانہ پھر اس زمانہ میں مسلمان جو ظلم و تعدی اور ناحق کوشش کریں وہ کچھ بعید نہیں ہے ۱۲ مترجم [2] ایک جانور مکروہ شکل کی مثال فرمائی ہے۔ ۱۲ مترجم۔ [3] اصابہ ابن حجر ترجمہ عبد الرحمٰن بن عبد اللہ جلد ۴ صفحہ ۱۶۹ میں اسی طرح مذکور ہے اور بعد اسکے عبد العزیز زہری سے روایت کیا کہ معاویہ نے عبد الرحمٰن بن ابی بکر کی طرف بعد دعوت بیعت یزید کے ایک لاکھ روپیہ بھیجا مگر عبد الرحمٰن نے واپس کر دیا اور کہا کہ میں اپنے دین کو دنیا کے عوض میں فروخت نہیں کرتا ۱۲ مترجم۔ [4] کذا فی الاستیعاب علی الاصابہ جلد ۱ صفحہ ۳۱۶ و تذکرہ خواص الامہ صفحہ ۱۳ ۱۲ مترجم۔ [5] اسی طرح تذکرہ خواص الامہ صفحہ ۱۳۴ میں طبقات ابن سعد سے منقول ہے ابو یحییٰ کہتا ہے مروان نے حسنینؑ کو کہا تم اہل بیت ملعون ہو امام حسینؑ نے فرمایا رسول اللہؐ نے تیرے باپ پر لعنت فرمائی اور تو اس کی صلب میں تھا

واعلم انه قد ثبت ان جنازة الحسنؑ رمیت بالحجارة وغیرها و منع من الدفن

جاننا چاہیئے بتحقیق ثابت ہوا ہے کہ جنازہ امام حسنؑ کی پتھروں وغیرہ کے مارنے سے بےحرمتی کیگئی اور روضہ نبوی میں دفن کرنیسے

شیخین کا روضہ رسولؐ میں دفن ہونا اور اس پر سوال و جواب

۵ واقعہ جنازہ امام حسنؑ کا اور ان کی نعش اطہر سے امت کا سلوک ایسا عبرت خیز اور دردانگیز ہے جس کو سننے سے بدن کے رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں اور بے اختیار کہنا پڑتا ہے کہ اُمت نے فرمان رسول خداؐ کی کچھ پروانہ کی بلکہ سخت مقابلہ اور مخالفت کر کے رسول اللہ صلعم کو لحد میں بےچین کیا۔ کہاں وہ دن جب اسی مدینہ طیبہ میں امام موصوف کو دوش نبوی کی سواری حاصل تھی اور کہاں یہ حالت جبکہ جام شہادت پی چکے ہیں کسی کو ان کی ذات بابرکات سے کسی اذیت کا وہم و گمان بھی نہیں اور باوجود اس کے مسلمانوں نے بےقصور نعش اطہر کو تیروں اور پتھروں کا نشانہ بنایا وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون تو اس کی وجہ بجز اس کے کوئی نہ تھی۔ کہ روضۂ نبوی سلطنت کے قبضہ میں تھا اور بادشاہ وقت جس کو روضہ کے اندر جانے کی اجازت دیتا وہ جاسکتا تھا دوسرے کی مجال نہ تھی اسلئے جب امام حسینؑ حسب وصیت اپنے بھائی کے ان کی نعش مبارک کو بغرض دفن قریب روضہ کے لائے تو مخالفین آل رسولؐ جن کا مقصد اعلیٰ ہمیشہ اور ہر طرح سے تحقیر و تذلیل اہل بیتؑ اور لوگوں کے دلوں سے محبت و عزت بلکہ عترت پاک کا مٹانا تھا مقابلہ بلکہ مقاتلہ پر آمادہ ہو گئے۔ اور اس قدر توہین کی جو درج کتاب ہو چکی ہے۔ آب چونکہ یہ واقعہ پیش نظر رکھتے ہوئے ایک اعتراض کا جواب منکشف ہو جاتا ہے لہذا ہم صورت اسی اعتراض اور اسکے جواب کی ناظرین کی دلچسپی و تبصرہ کے لئے بہ تفصیل لکھدیتے ہیں۔ صورت اعتراض محبان ثلاثہ کی برخلاف محبان اہل بیتؑ کے یہ ہے کہتے ہیں کہ شیعیان علی شیخین سے محبت نہیں رکھتے بلکہ بعض شیعہ تو واقعات آل محمدؐ پڑھ کر ایسے بےتاب ہو جاتے ہیں کہ ثلاثہ کو کامل الایمان نہیں جانتے بلکہ کہتے ہیں کہ ان کے برتاؤ سے جو انھوں نے آل محمدؐ سے رکھا آثار نفاق کے پائے جاتے ہیں حالانکہ حضرات ثلاثہ رسول کریمؐ کے حضور میں تاحیات حاضر رہے اور نبیؐ نے ان کو نہ نکالا اور نہ قتل کیا بلکہ بعد وفات کے بھی شیخین کو اپنے ہمراہ روضہ میں دفن کرالیا اس قدر اُنس کے ہوتے ہوئے ان کے برخلاف کب شبہ ناراضگی رسولؐ کا یا ان کے نفاق کا باقی رہ سکتا ہے کیونکہ آیت لئن لم ینتہ المنافقون الآیہ سے ثابت ہوتا ہے کہ کوئی منافق قرب و جوار سید الابرار میں نہیں رہتا تھا۔ صورت جواب کی منجانب شیعہ کے یہ ہے کہ اگرچہ منافق کا لفظ ثلاثہ کے حق میں مترجم استعمال نہیں کرتا مگر سوال کی کمزوری جتلانے کے لئے بفرض قول نفاق کے طریق پر جواب دیا جاتا ہے۔ پس سنی صاحبان کو پڑھنے سے گھبرانا نہیں چاہیئے کہ استدلال سنیوں کا ثلاثہ کے حین حیات حضور صلعم آپ کی خدمت اقدس میں رہنے اور نبی پاک کے ان کو نہ نکالنے اور قتل کرنے سے اسلئے بےجا ہے کہ احادیث و روایات مندرجہ کتاب ہذا سے جو در بیان نفاق بعض صحابہ کے لکھی گئی ہیں ثابت ہوتا ہے کہ صحابہ میں منافقین بھی شامل تھے اور نبیؐ نے سوائے ظاہرا ایذا رساں حکم بن ابی العاص وغیرہ کے کسی کو نہ نکالا اور نہ ہی قتل کرایا اور ثلاثہ علانیہ ایذا رساں طبقہ میں نہ تھے بلکہ ان کی خفیہ سازشیں اور پولیٹکل چالیں تھیں جن کا نتیجہ بعد وفات سرور کائنات کے ظاہر ہوا اور زیادہ قابل ملامت افعال بھی بعد میں ان سے ظہور پذیر ہوئے تو ان کے جلاوطن یا قتل کا حکم صادر کرنے کی کوئی وجہ نہ تھی کیونکہ حکم رسولؐ کا یہ تھا کہ جو توحید و رسالت وغیرہ ضروریات دین کا ظاہراً قائل ہو اس کا خون و مال محفوظ ہو جاتا ہے اور جب ایسے اشخاص کی نسبت کوئی نفاق کی علامات ظاہر ہوتیں اور کوئی کہدیتا تھا کہ یا حضرتؐ اس کو قتل کیجئے تو فرماتے تھے۔ ایسے لوگوں کو قتل کرنا مناسب نہیں کیونکہ میں اس بات کو ناپسند کرتا ہوں کہ لوگ کہیں گے تحقیق محمدؐ اپنے اصحاب کو قتل کر دیتا ہے۔ پس اس کے قریب ہی نہ جانا چاہیئے اور اس طرح ترقی مسلمانان کی بند ہو جانے کا اندیشہ ہے۔ دیکھو بخاری مع فتح الباری جلد ۳ صـ ۳۰۸ یتحدث الناس ان محمد ایقتل اصحابہ اور اس کی تفصیل کتاب ہذا میں آخر فصل نصوص خلافت علیؑ میں موجود ہے ملاحظہ فرمائیے اور اسی کی مؤید ہے آیت ولو کنت فظا غلیظ القلب لانفضوا من حولك یعنی اگر تو ترش رو اور سخت دل ہوتا تو تیرے گرد کوئی نہ ٹھیرتا سب دور ہو جاتے اور آیت جاهد الکفار والمنافقین کی تفسیر میں شیعہ و سنی سب نے بالاتفاق لکھا ہے کہ کفار سے جہاد بالسیف اور منافقین سے جہاد باللسان مراد ہے (دیکھو جلالین وغیرہ جملہ تفاسیر) یعنی دلائل اور حجج ساطعہ سے مجاہدہ کرنا اور بکرات مرات تعلیم و تفہیم سے

---

۵ تفسیر درمنثور جلد ۳ صـ ۲۵۸ میں باسناد ابوالشیخ سدی سے اور باسناد عبد بن حمید و ابن المنذر قتادہ سے اس آیت کی تفسیر میں مروی ہے کہ

(باقی حاشیہ بر صـ ۸۱ ملاحظہ ہو)

(بقیہ حاشیہ) سرزنش کرنی مقصود ہے اور واغلظ علیہم سے بھی مراد وقتاً فوقتاً زجر و توبیخ علانیہ یا اشارات کے ذریعہ سے خجالت دینا مقصود ہے۔ ورنہ عمر بھر میں رسول اللہ ص کا اس آیت پر نعوذ باللہ عمل نہ کرنا لازم آتا ہے کیونکہ کوئی جنگ منافقین سے نہیں فرمائی اور نہ قتل عام یا جلاوطنی کا حکم صادر فرمایا حالانکہ آخر حیات سرور کائنات تک منافقین کا طبقہ موجود ہونا جملہ آیات و احادیث و تواریخ سے پایا جاتا ہے۔ اور ایسی تعلیم و تفہیم و توبیخ ثلاثہ کو بھی ہوتی رہی ہے جو کسی قدر اس کتاب کے مطالعہ سے واضح ہو جاتی ہے اور بوقت ضرورت کافی ذخیرہ جمع کیا جا سکتا ہے اور روضہ نبوی میں دفن کرنے سے اس واسطے استدلال غلط ہے کہ اسکے واسطے نبی ص کی وصیت ہوتی یا وارث علم نبوت آل محمد ص کا حکم ہوتا تو ضرور یہ امر باعث فضیلت اور فخر یا ثواب کا شمار کیا جاتا مگر اس کا ذرہ بھر ثبوت نہیں ملتا تو فقط تسلط سلطنت اور غلبہ حکمرانی ہی اس کا سبب تھا کہ جیسا حین حیات میں عوام کو بظاہر قرب مجلس نبوی سے محبوبیت کا دھوکہ لگا رہا ہے۔ بعد وفات بھی وہی سکہ رائج رہے اور صورت قرب مدفن سے افعال قابل ملامت پر ہمیشہ کے واسطے حجاب حاجز پیدا ہو جائے اور لوگ یہ خیال کریں کہ ان کی سرگذشت خواہ کیسی ہی گذری مگر قرب نبوی سے ضرور نجات یافتہ ہو گئے ہونگے جو واقعی ان کی حیلہ سازی ظاہر بین اشخاص کے اعتقاد پر کارگر ہو گئی اور روایت جنازہ ابی بکر دروازہ روضہ مطہرہ پر لے جانے اور از خود بخود دروازہ کھل جانے اور آواز حبیب حبیب کا مشتاق ہے آنی بروایت خطیب و ابن عساکر خصائص کبری سیوطی جلد ۲ صفحہ ۲۸۱۔ ۲۸۲ میں مذکور ہے جس کے ساتھ خود سیوطی نے لکھا ہے کہ یہ روایت سخت غریب و منکر ہے اسکی اسناد میں ابو الطاہر موسی بن محمد بن عطا مقدسی ہے جو بڑا کذاب ہے اور وہ عبد الجلیل مری سے روایت کرتا ہے جو مجہول ہے انتہی (بقیہ حاشیہ ص ۸۲)

(بقیہ حاشیہ ثانی ص ۸۰) اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ص کو یہ حکم دیا ہے کہ تلوار کے ساتھ کفار سے جہاد اور منافقین پہ صرف حدود جاری کرنے سے غلظت ظاہر کرے جہاد سے ہر جگہ قرآن میں قتال مراد نہیں ہوتا۔ مجاہدہ سے کوشش و محنت مراد ہوتی ہے۔ دیکھو آیت وجاھدوا فی اللہ حق جہادہ پ ۱۷ ع ۱۰ اخیر ترجمہ رفیع الدین اور محنت کرو بیچ راہ اللہ کے حق محنت اس کی کا اور دیکھو والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا پ ۲۱ ع ۳ (ترجمہ رفیع الدین) اور جن لوگوں نے محنت کی بیچ راہ ہمارے کے البتہ دکھلا دینگے ہم ان کو راہیں اپنی۔ اور پ ۱۹ ع ۳ میں پڑھیئے وجاھدھم بہ جہادا کبیرا (ترجمہ نذیر احمد) اور قرآن کے دلائل سے ان کا مقابلہ بڑے زور سے کرو (ترجمہ اشرف علی تھانوی) اور قرآن سے ان کا زور شور سے مقابلہ کیجئے ازالۃ الخفاء جلد ۱ صفحہ ۱۳۹ میں ہے بروایت صحیح مسلم از نبی ص مروی است از ابن مسعود قال قال رسول اللہ ص تخلف خلوف یقولون ما لا یفعلون ویفعلون ما لا یؤمرون فمن جاھدھم بیدہ فھو مومن ومن جاھدھم بلسانہ فھو مومن ومن جاھدھم بقلبہ فھو مؤمن الخ یعنی نبی ص نے فرمایا ایسے لوگ ہوں گے جو کہیں گے کچھ کریں گے کچھ اور یعنی خلاف امر خدا اور رسول کریں گے ایسے لوگوں سے جو جہاد ہاتھ سے کرے وہ بھی مومن ہے نہ ہو سکے تو زبان سے کرے تو بھی مؤمن ہے نہ ہو سکے تو دل سے بُرا جانے تو بھی مؤمن ہے۔ یہ حدیث آیت جاھد الکفار کی تفسیر سمجھنی چاہیئے۔ اور آیت پ ۵ ع سورہ نساء اس کی مؤید ہے اولئک الذین یعلم اللہ ما فی قلوبھم فاعرض عنھم وعظھم وقل لھم فی انفسھم قولا بلیغا یعنی اللہ تعالیٰ ان کے دل کی باتیں خوب جانتا ہے تو ان سے منہ پھیر لے اور ان کو نصیحت کر اور ان کو اندر اندر خوب باتیں سمجھا دو۔ اور تفسیر کبیر جلد ۱ صفحہ ۲۸۲ طبع اول مصر میں بذیل آیت یخادعون اللہ والذین آمنوا لکھا ہے۔ منافقین طمع مال غنیمت کے لئے ملے جلے رہتے تھے۔ پس اگر کوئی سوال کرے کہ اللہ تعالیٰ اس پر قادر تھا کہ جناب محمد ص کی طرف وحی فرماتا اور کیفیت مکر و خدعیت منافقین کی جتلا دیتا (یعنی سب کی کیونکہ اکثر کی تو یقیناً جتلائی) پس یہ کیوں نہ کیا اور کیوں ان کا پردہ فاش نہ کیا تو ہم جواب دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ابلیس اور اسکی اولاد کے نابود کر دینے پر قادر ہے ولیکن خدا تعالیٰ نے اس کو باقی رکھا اور اسکو اتنی قوت دی کہ جس طرح چاہے لوگوں کو دھوکہ دیکر گمراہ کرتا ہے اسکی وجہ یا تو یہ ہے کہ اللہ جو چاہے کر سکتا ہے اور جب کا ارادہ کرے حکم دیسکتا ہے کوئی اُس سے وجہ نہیں پوچھ سکتا اور یا خدا پاک نے اُسکو اس حکمت کیلئے رکھا ہے جس پر بجز خدا کے کوئی اطلاع نہیں پا سکتا انتہی۔ نیز اسی کے ص ۱۸۲ میں بعد ذکر قصہ موسیٰ و خضر ع کشتی۔ لڑکے۔ دیوار کے فخر رازی لکھتے ہیں:۔

قال فظھر بھذہ القصۃ ان الحکیم المحقق ھو الذی یبنی امرہ علی الحقائق لا علی الظاھر فاذا رایت ما یکرھہ طبعک وینفر عنہ عقلک فاعلم ان تحتہ اسرارا خفیۃ وحکما بالغۃ وان حکمتہ ورحمتہ اقتضت ذالک۔ الخ	یعنی اس قصہ خضر ع سے ظاہر ہوا کہ حکیم مطلق کے کاموں کی بناء فقط ظاہر پہ نہیں ہوتی مخفی حقائق پر ہوتی ہے پس جب تو کوئی ایسا کام وقوع میں آیا دیکھے جس کو تیری طبیعت ناپسند کرے تیری عقل اس سے متنفر ہو تم یہ سمجھو کہ اس کے تحت بہت کچھ راز مخفی اور بڑی مصلحتیں ہیں خدا کی حکمت اور رحمت اسی کی مقتضی ہوئی۔ الخ

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۸۱) ثابت ہوا کہ یہ روایت موضوع اور جھوٹی ہے سینوں کی من گھڑت ہے۔

اور آیت لست علیہم بمصیطر کے مطابق پڑھیئے فان اعرضوا فما ارسلناک علیہم حفیظا ان علیک الا البلاغ اور فرمایا وما انت علیہم بوکیل اور تم ان پر تعینات نہیں کہ ان کو بھٹکنے نہ دو۔ اور فرمایا فمن ابصر فلنفسہ ومن عمی فعلیھا وما انا علیکم بحفیظ پ۷ ع۱۹ ترجمہ نذیری۔ پھر اب جو دیکھے اور سمجھے تو اس کا نفع اسی کی ذات کو ہے اور جو دیدہ دانستہ اندھا ہو تو اس کا وبال بھی اسی کی جان پر ہے اور اے پیغمبر ان سے کہو کہ میں تم لوگوں کا کچھ محافظ تو ہوں نہیں اور پ۱۱ ع۱۵ میں ہے افانت تکرہ الناس حتی یکونوا مؤمنین - ترجمہ نذیری - تو کیا تم لوگوں کو مجبور کر سکتے ہو کہ وہ سب کے سب ایمان لے آئیں۔ سلطنت خلیفہ اول کے اختتام پر ان کے جانشین انہی کے بنائے ہوئے خلیفہ تھے اور بی بی عائشہ صاحبہ بہ ظاہر مجاورہ روضہ ان کی دختر تھیں اس آرزو کے پورا ہونے میں کوئی رکاوٹ ان کو پیش آنے کا اندیشہ نہ تھا اور خلیفہ دوم کی وفات پر بنی امیہ کے عروج کی جڑ چونکہ اسی خلیفہ صاحب کی برکت سے مضبوط ہو چکی تھی کہ آپ نے جلیل القدر صحابیوں کو معزول کر کے معاویہ وغیرہ جیسے اشخاص کو امیر مقرر کر کے ان کا اقتدار پیدا کر دیا تھا پھر چھ افراد کے اندر خلافت کو دائر کر کے ایک ایسا مضبوط پیچ لگا دیا تھا جس سے امیر عثمان ہی خلیفہ مقرر ہوں اور جناب علی محروم رہ جائیں تو ایسے ان کے ممنون و مرہون احسان حضرات کی کوشش خلیفہ ثانی کے لئے کافی تھی کہ آپکی آرزو مثل خلیفہ اوّل کے پوری ہو گئی اور بی بی عائشہ صاحبہ کی خدمت گذاری بھی خلیفہ ثانی نے خلیفہ اوّل سے کچھ کم نہ کی تھی بلکہ ترقی دی تھی اور ویسے وہ جانتی تھیں کہ ان کے باپ ابی بکر صاحب اور خلیفہ ثانی میں اتحاد و یگانگت بمصداق یک روح و دو قالب کے تھا وہ بھی مانع نہ ہوئیں۔ پھر امیر عثمان مقتول ہوئے تو چونکہ مخالفین و معترضین مہاجرین و انصار وغیرہ کا جم غفیر تھا تو ان کی نعش کو روضہ نبوی میں کیا مسلمانوں کے قبرستان میں بھی کسی نے دفن نہ ہونے دیا ورنہ شیخین سے بڑھ کر یہ تو محبوب رسول خدا ہوتے تو بجا تھا کیونکہ بقول سنیاں دو دختران محمد رسول اللہ کے ذریعہ شرف و سعادت دامادی پیغمبر علاوہ فضائل شیخین کے رکھتے تھے تو اگر رسول خدا کی کشش محبت شیخین کو کھینچکر روضہ کے اندر لے گئی ہے۔ تو امیر عثمان کو بطریق اولےٰ موقعہ دیا جاتا مگر لوگ برخلاف ہو گئے تو جگہ نہ ملی۔ معلوم ہوا کہ اندر دفن ہونے کے لئے خارجی اسباب و تعلقات کا اثر تھا۔ نہ باطنی انجذاب کا۔

اور اسی طرح نعش مطہر امام حسنؑ کے لئے جب امیر مدینہ بمعہ اپنے لشکر کے بلکہ بی بی صاحبہ موصوفہ بھی مانع ہوئے تو روضہ کے گرد و نواح سے بھی نعش پاک کو بکمال بے رحمی و بے دردی کے دور کر دیا گیا انا للہ وانا الیہ راجعون۔ غور کا مقام ہے کہ رسول الثقلین کو اپنے لخت جگر سید شباب اہل الجنۃ منصوص مطہر و معصوم کے ساتھ کچھ بھی تعلق نہ تھا کہ ان کو روضہ میں جگہ دیتے اور طاقت نبوت کو صرف فرما کر مانعین کو عاجز کر دیتے ورنہ کم از کم روضہ مبارک کے سامنے اس قدر ظلم نہ ہونے دیتے کہ نعش اطہر پر پتھروں یا تیروں کی برسات ہونے پائے مگر حضرتؐ نے اسپر توجہ مبذول نہ فرمائی تو معلوم ہوا کہ روضہ نبوی میں کسی کو دفن کرنے یا کسی خود بخود گھسے ہوئے کو اس سے نکالنے میں نبیؐ نے اپنی قوۃ نبوت کو خرچ نہیں فرمایا اور نہ کسی فعل شنیع خلاف مرضی رسولؐ کو بزور معجزہ کے رد کیا بلکہ مطابق لست علیھم بوکیل ولست علیہم بمصیطر کے صرف تبلیغ احکام شریعت فرمائی نہ کہ یہ ذمہ داری اٹھائی کہ زبردستی سے لوگوں کو اعمال صالحہ پر لگائے رکھیں۔ تو جب نبیؐ بکرات و مرات تبلیغ فرما چکے تھے کہ ثقلین کی پیروی کرنا اور ان کی محبت کو فرض اعلیٰ سمجھنا اور ان کے مراتب و مدارج عالیہ کا لحاظ رکھنا اور قیامت میں تم سے اس بارہ میں بازپرس ہوگی بعد ازیں تو صرف آزمائش باقی تھی کہ امت کے لوگ کس طرح تعمیل حکم کرتے ہیں۔ خدا اور رسول اس کا حلیم ہے۔ نافرمان بندوں کی نافرمانی پر فوری سزا نہیں دیتا۔ بلکہ وقت مقرر تک مہلت دی جاتی ہے ورنہ جو تکالیف مکہ میں رسول خدا کو مشرکین سے پہنچی تھیں یا احد کے جنگ میں حضور کو جو صدمہ پہنچا تھا اس وقت مخالفین سب ہلاک کر دیئے جاتے۔ بلکہ خدا پاک پہلے سے قادر تھا کہ کفار کو پیدا ہی نہ کرتا تاکہ اسکے محبوبین انبیاء کو تکالیف نہ ہوتیں یا شیطان کو ہی پیدا نہ کرتا اور پیدا کیا تھا تو اسکو ظاہر دکھا دیتا کہ لوگ اس کے شر سے محفوظ ہوتے اور اس کے دام تزویر میں نہ آتے مگر نہیں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لیبلوکم ایکم احسن عملا خدا تمہیں آزماتا ہے کہ کون تم میں سے اچھے عمل کرتا ہے تو جب آزمائش مطلوب ہے یہ سب نمونہ جات آزمائش کے ہیں کہ پیشوا خلائق ہمیشہ بادشاہ وقت نہ ہوں بلکہ ظاہری حالت ان کی دنیاوی عروج سے گری ہوئی اور مخالفین کی رونق دلفریب ہو پھر مؤمنین با اخلاص ظاہری حالات سے دھوکہ نہ کھائیں اور حقیقت حال پر غور کر کے اپنے ائمہ ہدیٰ کی اقتداء نہ چھوڑیں تو تب مستحق ثواب و دخول جنت کے ہو سکتے ہیں۔ (باقی حاشیہ بر صفحہ ۸۳)

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۸۲) جیسا کہ اللہ تعالیٰ کو علم ہے کہ فلاں فرمانبردار ہوگا اور فلاں نافرمان پھر آزمائش کرتا ہے۔ فرعون کے ایمان نہ لانے کا خدا کو علم تھا مگر موسیٰؑ اور ہارونؑ کو بھیجا اذھبا الیٰ فرعون انہ طغیٰ جاؤ فرعون نافرمان ہوگیا ہے اس کو سمجھاؤ لعلہ یتذکر او یخشیٰ ممکن ہے کہ وہ نصیحت قبول کرے اور ڈر جائے حالانکہ معلوم تھا کہ نہ ڈرتا ہے نہ نصیحت قبول کرتا ہے۔ اسی طرح نبیؐ اگرچہ صحاؓ میں سے مخالفین و منافقین کو پہچانتے تھے مگر شریعت کے احکام ظاہر پر مبنی ہیں لہٰذا اتمام حجت اور آزمائش اعمال کا سلسلہ بدستور جاری رکھا۔ نیز غور کیجئے کہ جیسے روضہ نبوی میں بلا اذن و رضائے رسول اللہؐ کے شیخین کو داخل کیا گیا ہے اور ابن الرسول کو روضہ سے روک دیا گیا مگر رسولؐ نے حلم سے برداشت فرمایا اسی طرح بیت اللہ کعبہ شریف میں برخلاف مرضی خدا تعالیٰ کے بتوں کو شریک خدا تصور کرکے داخل کیا گیا اور بت پرستی ہوتی رہی مگر خدا تعالیٰ قہار و جبار نے کوئی انسداد نہ فرمایا بلکہ عرصہ دراز تک حلم کی نظر سے دیکھا جب وقت آیا تو نبی اور علی کے ہاتھ سے کعبہ کو صاف کرادیا اسی طرح شیعہ کے نزدیک اگر نعشیں ہر دو کی پائی گئیں (بعض کے نزدیک نعشیں منتقل ہوگئی ہیں جب وقت آیا تو روضہ نبوی کو صاف کیا جاویگا اور اگر ایسے داخل ہونے سے شرف حاصل ہو جاتا ہے تو خدا کے گھر سے جو شرف بتوں کو حاصل ہوا وہی شیخین کو رسولؐ کے گھر سے حاصل ہوگا جیسا کہ صحبت نبیؐ سے زندگی میں شیخین کو ہدایت تامہ کا فیض حاصل نہ ہوا بعد موت قرب مدفن سے فیض نجات کس طرح حاصل کر سکتے ہیں علاوہ براں اس دخول روضہ میں ایک طرح صدور جرم لازم آتا ہے کہ جیسا اہل بیت رسولؐ کے مراتب امامت وغیرہ پر شیخین نے قدم رکھا اور ان کو اپنا ماتحت بنا کر رعایا کی مد میں مجبور کر رکھا علیٰ ہذا القیاس اصل وارثان روضہ کی جگہ روضہ میں خود لے لی اور اپنے عہد سے ہی ایسے سامان پیدا کر دیئے کہ آل رسولؐ کو روضہ کے قریب بھی کسی لئے نہ آنے دیا یہی معنی ظلم کا ہے وضع الشئی فی غیر محلہ یعنی کسی شئی کو اپنے محل و مرتبہ پر نہ رکھنا۔ نیز بلا اذن نبیؐ کے بیت النبیؐ میں داخل ہونا بہ آیت لاتدخلوا بیوت النبی الا ان یؤذن لکم کے ممنوع ہے پس نبیؐ کا اذن دینا اس معاملہ میں بالاتفاق ثابت نہیں اور بی بی عائشہ صاحبہ کا اذن دینا صحیح نہیں کیونکہ بیوت النبیؐ مشترک تھے کسی تقسیم کے ذریعہ مقام روضہ کا واحد ملکیت بی بی صاحبہ کا نہ تھا بلکہ بعد وفات نبیؐ کے سب ازواج مستحق سکونتی جگہ لینے کی تھیں نہ کہ جس طرح چاہیں تصرف کریں یا جسکو چاہیں اپنے رشتہ داران یا تعلقداران سے اسکو دے دیں تو روضہ کی جگہ بلا تقسیم میں ازواج ہی حصہ دار ہوں تو بی بی صاحبہ کا نواں حصہ تھا انہوں نے کس طرح واحد ملکیت تصور کرکے مستقل مقام بنا کر غیروں کے حوالہ کر دیا۔ مولوی جامی کا شعر ہے ؎

ہر کرا او رویئے بہبود نہ داشت ؎ دیدن روئے نبی سود نداشت

واقعی بجز ایمان کامل کے رسول خدا صلعم کسی اپنے مخالف عہد شکن کو شفاعت کا فائدہ نہیں پہنچاتے تعجب نہ کیجئے بلکہ حدیث حوض پر غور کی نظر فرمایئے۔ تصدیق ہو جائے گی پڑھو سحقا سحقا لمن غیر بعدی جو نبیؐ قیامت میں ایسے لوگوں کی نسبت فرمائیں گے دفع کرو دور کرو ان کو انہوں نے میرے بعد اپنا طرز عمل بدل لیا۔ تفصیل اس کی بیان حدیث مذکور میں ملاحظہ ہو۔ ہمارے ہمعصر مولوی ابوالکلام صاحب آزاد سنی المذہب و مسلم رکن اہل جماعت کے مضامین مطبوعہ ۱۹۱۶ء صفحہ ۱۵ میں اس واقعہ کی مثل ایک واقعہ لکھا ہے جس کا خلاصہ حوالہ قلم کیا جاتا ہے۔ اور جس کو بعینہ علامہ شبلی نعمانی صاحب نے اپنی کتاب المامون مطبوعہ قومی پریس دہلی صفحہ ۹۱ میں بیان اور تسلیم کیا ہے قصہ یہ لکھا ہے کہ ماموں رشید خلیفہ عباسی نے شہادت امام رضاؑ کے بعد حکم دیا کہ ہارون رشید کی قبر کھود کر اسی میں امام رضاؑ کو دفن کیا جاوے تاکہ امام کی برکت سے رشید کی مغفرت ہو خاندان اہل بیتؑ کے مشہور مداح دعبل (نامی) نے اس واقعہ کی نسبت ہجو لکھی ہے اس کے اشعار میں سے ایک یہ ہے ع ما ینفع الرجس من قرب الزکی ولا الخ اور مصرعہ ہے وما علی الزکی بقرب الرجس من ضر (یعنی قرب رجس سے زکی کو کوئی ضرر نہیں پہنچتا اور اس کو اس سے کوئی نفع نہیں ہوتا۔ انتہیٰ اور اس کی قرآنی مثال ملاحظہ ہو وھو الذی مرج البحرین ھذا عذب فرات وھذا ملح اجاج وجعل بینھما برزخا وحجرا محجورا پ ۱۹ ع ۳۔ ترجمہ نذیری۔ جس نے دو دریاؤں کو آپس میں ملایا ایک کا پانی میٹھا مزے دار اور ایک کھاری کڑوا۔ اور دونوں میں ایک روک اور اٹل آڑ بنادی وجعل بین البحرین حاجزا پ ۲۰ ع ۱۔ ترجمہ نذیری۔ اور میٹھے اور کھاری دو سمندروں میں حد فاصل رکھی کہ ایک دوسرے سے مل نہ جائیں۔ پہلی آیت پر مولوی نذیر احمد حاشیہ پر لکھتے ہیں اور کہیں ایسا بھی ہے کہ میٹھا اور کھاری سمندر ایک ہی جگہ ملا ہوا ہے اور دونوں کا پانی اس طرح بہتا ہے کہ ایک سے ایک ملنے نہیں پاتا ایک ہی جگہ دو متضاد اثر موجود رہتے ہیں طبی طور پر مرض فالج و شقیقہ پر غور کرنے سے معلوم ہو سکتا ہے کہ ایک ہی (باقی حاشیہ بر صفحہ ۸۴)

(بقیہ حاشیہ صـ۸۳) بدن فرد واحد کی ایک جانب برف میں اور دوسری آگ میں محسوس ہوتی ہے۔ دیکھو بحث مرض فالج شرح اسباب وطب اکبر وغیرہ میں قول شیخ بوعلی سینا قال الشیخ وقد یعرض للشق السلیم ان یکون مشتعلا کانہ فی نار والاخر المفلوج کانہ فی ثلج اور دیکھو مسجد نبوی مقام قبور مشرکین پر بنائی گئی جہاں ابدان مشرکین خاک ہو کر خاک میں مل گئے جو ہڈی ملی اسکو نکالا گیا مگر جو خاک ہو گئے تھے زمین سے مل گئے وہاں موجود رہے تو کیا قرب نبوی اور شرف مسجد نبوی سے ان پر رحمت برستی ہے ہرگز نہیں مشرکین بدستور عذاب میں مبتلا ہیں اور مومنین کے لئے وہی مقام مورد رحمت ہے اور روضہ من ریاض الجنۃ ہے جن کو مدینہ طیبہ کی زیارت نصیب ہوئی ہے وہ جانتے ہیں کہ روضہ نبوی اور مسجد نبوی الگ الگ نہیں بالکل ایک ہی جگہ ہے جہاں مشرکین کا گورستان تھا لہٰذا بہت ممکن ہے بلکہ یقین ہے کہ بوسیدہ اجسام مشرکین کی مٹی اس مٹی میں ضرور ملی ہوئی ہے جہاں رسول کی قبر مبارک یا شیخین کی قبریں بنائی گئی ہیں کیونکہ جب وہاں مسجد تیار ہوئی نبیؐ کا گھر بھی ساتھ بنایا گیا اور وہاں ہی قبور بنائی گئیں لیکن وہ خالق قادر صانع مطلق دریا کھاری اور میٹھے کو آپس میں نہیں ملنے دیتا جس نے چہار مختلف قسم کے پرندوں کے گوشت ملے ہوئے سے بدستور ہر جنس کے پرندے زندہ کر کے حضرت ابراہیمؑ کو دکھائے وہ اس پر قادر ہے کہ مستحق عذاب روح کو ایک ہی جگہ عذاب کرتا رہے اور مستحق ثواب روح کو آسائش دیتا۔ رہے کسی کو اس میں شبہ نہ ہوگا کہ مدینہ طیبہ میں منافقین بھی مدفون ہیں اور مومنین بھی مگر کوئی ذی علم وفہم کہہ سکتا ہے کہ ان المنافقین فی الدرک الاسفل من النار کے مطابق جو دوزخی ہیں ان کو رحمۃ للعالمین کے قرب وجوار سے یا شفاعت سے کوئی فیض پہنچ سکتا ہے ۱۲ مترجم۔ مخالفین کا یہ بھی اعتراض ہوتا ہے کہ اگر خدا اور رسول کو یہ منظور نہ ہوتا تو شیخین کو روضہ میں دفن نہ ہونے دیتے دروازہ بند ہو جاتا وغیرہ وغیرہ یہ سوال ایسا ہے جیسے کفار نے بت پرستی کے جواز میں یہی دلیل پیش کی تھی وقالوا لو شاء الرحمٰن ما عبدناھم ما لھم بذلک من علم ان ھم الا یخرصون پ۲۵ ع ۸۔ ترجمہ نذیری۔ اور کہتے ہیں کہ خدائے رحمان چاہتا تو ہم ان کی پرستش نہ کرتے ان کو معاملہ تقدیر کی کچھ خبر تو ہے نہیں نری اٹکلیں دوڑا رہے ہیں۔ انتہیٰ۔ اوپر ہم لکھ چکے ہیں کہ امتحان وآزمائش لینے کے سبب سے اللہ تعالیٰ جبراً کسی کو نہیں روکتا اور شیعہ کی کتاب علل الشرائع صـ۱۱۱ میں امام محمد باقر علیہ السلام سے جو یہ مروی ہے ان اللہ خلق خلقہ من ادیم الارض فمرجع کل انسان الی تربتہ اس واقعہ کو دفن شیخین سے کوئی تعلق نہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جس قسم کی مٹی سے پیدا ہوا اسی کے آثار اس سے ظاہر ہوتے ہیں جیسے مشہور ہے کل شیٔ یرجع الی اصلہ واضح ہو کہ ہر قطعہ خورد وکلاں کا حکم الگ ہے۔ مثلاً نماز کی جگہ پاک اور متصل اس کے زمین پلید ہو تو نماز صحیح اور اس کا مقام بدستور پاک رہتا ہے اور نبیؐ کے ساتھ شیخین ایک قبر میں یقیناً دفن نہیں کئے گئے ہر ایک کی قبر الگ اور ہر مدفون کا حال وحکم الگ ہے ایک ہی مقام پر بعض کا زیر باران رحمت ہونا اور بعض کا زیر عذاب ہونا بلکہ ایک ہی چیز کا بعض پر رحمت اور بعض پر عذاب ہونا اس حدیث سے بھی معلوم ہوتا ہے جو علل الشرائع کتاب شیعہ صـ۱۰۱ میں امام صادقؑ سے مروی ہے ان کی خدمت میں عرض کیا گیا۔ اخبرنا عن الطاعون فقال عذاب لقوم ورحمۃ للآخرین قالوا وکیف یکون الرحمۃ عذابا قال اما تعرفون ان نیران جہنم عذاب للکفار وخزنۃ جہنم معہم فیہا وھی رحمۃ علیہم یعنی پوچھا گیا طاعون کا حال فرمایئے صادقؑ نے فرمایا کہ ایک قوم کے لئے رحمت اور دوسری کے لئے عذاب ہے لوگوں نے عرض کیا یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ ایک ہی چیز پر رحمت بھی اور عذاب بھی ہو فرمایا تم نہیں جانتے کہ آگ دوزخ کی کافروں پر عذاب ہے اور خازن دوزخ کے فرشتے انہی کے ساتھ اس میں رہتے آتے جاتے ہیں۔ ان کے اوپر رحمت ہے۔ انتہیٰ۔ جناب ابراہیمؑ پر جو آگ باغ ہوئی وہی دوسروں کو اسی وقت میں جلاتی تھی۔ اور شرح الصدور فی احوال الموتیٰ والقبور سیوطی صـ۱۲۲ میں ہے:۔ فائدۃ فی البدائع لابن القیم قال جماعۃ من الناس اذا ماتت نصرانیۃ فی بطنہا جنین مسلم نزل فی ذلک القبر نعیم وعذاب فالنعیم للابن والعذاب للام قال ولا بعد فی ذلک کما لو دفن فی قبر واحد مومن وفاجر فانہ یجتمع فی القبر النعیم والعذاب۔ انتہیٰ۔ یعنی علامہ ابن قیم کتاب بدائع میں لکھتے ہیں ایک جماعت اسی کی قائل ہے کہ عورت نصرانیہ جس کے پیٹ میں مسلمان کے نطفہ سے بچہ مسلم ہو مر جائے تو اسی قبر میں عذاب اور نعمت دونوں اترتی ہیں۔ ماں کے لئے عذاب اور بچے کے لئے نعمت اور یہ کوئی تعجب کی بات نہیں جیسا کہ ایک قبر میں دو آدمی دفن کئے جائیں ایک مومن دوسرا فاسق فاجر پس اس قبر میں نعمت اور عذاب دونوں جمع ہوتے ہیں۔ انتہیٰ۔ خدا تعالیٰ اس پر قادر ہے کوئی حیرت کا مقام نہیں۔ دوزخ اور بہشت، قرآن کریم سے ایک دوسرے کے قریب معلوم ہوتے ہیں پ سورہ (باقی حاشیہ پر صـ۸۵)

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۸۴) اعراف میں ہے ع ونادیٰ اصحاب النار اصحاب الجنۃ ان افیضوا علینا من الماء او مما رزقکم اللہ ترجمہ نذیری اور دوزخی پکار پکار کر جنتیوں سے کہیں گے کہ ہم پر تھوڑا سا پانی انڈیل دو (الٹ دو) یا تم کو جو خدا نے بڑی فراغت سے روزی دی ہے اُس میں سے ہم کو بھی دے ڈالو ؛ ثابت ہوا کہ قرب مقام سے پانی ڈالنا آواز سنا جانا ممکن ہو گا تو اس قرب سے نفع و ضرر دوزخی بہشتیوں کا کسی کے خیال میں نہیں آتا

نتیجہ :۔ ان اقوال سے معلوم ہوا کہ ہم مکانی سے شیخین کو بصورت غیر مطیع ہونے کے پیغمبر خدا سے بلکہ خود بدن نبی یعنی اس کی پشت سے پیدا ہونے سے کوئی فائدہ نہیں پہنچ سکتا۔ مطلق ہم مکانی و ہم نشینی بلکہ ہم خوابی نبیؐ کے بدن مبارک سے مس ہونے سے بجز اطاعت خدا و رسولؐ کے اگر کوئی فائدہ پہنچتا تو جناب نوحؑ اور لوطؑ کی بی بیوں یا پسر نوحؑ اور قابیل پسر آدمؑ کو نفع پہنچتا جب ان کو باوجود حصول ان صفات کے عذاب ہوا تو شیخین کو فقط ایک کمرہ میں نبیؐ کے ساتھ دفن ہونے سے کیا اثر مفید پہنچ سکتا ہے۔ اثر نہ ہونے میں قصور ذات فیاض کا نہیں بلکہ مادہ قابل نہ ہونے سے متاثر ہونے والے کی نااہلیت کا سبب ہے ؛

شیعہ کی طرف سے ایک اور جواب :۔ ممکن ہے کہ شیخین کی نعشیں قبروں سے فرشتوں نے روضہ سے منتقل کر کے ان کے ہم خیال لوگوں کے پاس پہنچادی ہوں دیکھو کتاب المصنوع فی احادیث الموضوع مؤلف ملا علی قاری حنفی مطبوعہ مطبع محمدی لاہور ص۴ ان للہ ملائکۃ تنقل الاموات قال السخاوی لم اقف علیہ حاشیہ ع۲ ای فی المرفوع وانما ھو من قول ابی ھریرۃ رواہ ابن ابی شیبۃ فی مصنفہ لکن اذکرہ الحافظ الزین العراقی فی تخریج الاحیاء واستدرک علیہ الشیخ زین الدین القرشی بل اسندہ عبدالرزاق فی مصنفہ وسعید بن منصور فی سننہ عن ابی ھریرۃ ذکرہ البخاری فی تاریخہ عنہ (ترجمہ) حدیث اللہ تعالیٰ کے فرشتے ہیں جو مُردوں کو ایک جگہ سے دوسری جگہ اُٹھالے جاتے ہیں۔ سخاوی کہتا ہے میں اس حدیث پر واقف نہیں ہوا یعنی روایت مرفوع نہیں اور فقط حضرت ابوہریرہ صحابی تک پہنچی ہے اُسی کا قول ہے۔ اس کو ابن ابی شیبہ نے اپنے مصنف میں روایت کیا اسی طرح اس کو حافظ زین عراقی نے تخریج احادیث احیاء العلوم میں ذکر کیا اور اس پر شیخ زین الدین قرشی نے استدراک کیا اور کہا ہے کہ یہی نہیں بلکہ اس روایت کو باسناد عبدالرزاق محدث نے اپنے مصنف میں اور سعید بن منصور نے اپنے سنن میں اور بخاری نے تاریخ میں ابوہریرہ سے روایت کیا ہے ؛ اگرچہ ابوہریرہ سے مرفوعاً مروی نہیں ہے مگر چونکہ یہ اپنے قیاس سے کہنا صحیح نہیں اور صحابی پر حسن ظن ہے کہ ضرور نبیؐ سے اس کو پہنچا ہو گا لہٰذا حکم مرفوع میں ہے جیسا کہ اصول حدیث میں مذکور ہے۔ اور شرح الصدور فی احوال الموتیٰ والقبور مؤلفہ سیوطی ص۱۱۵ میں ہے۔ وفی الفردوس للدیلمی عن انس مرفوعاً قال رسول اللہؐ من مات من امتی یعمل عمل قوم لوط نقلہ اللہ الیھم حتی یحشر معھم وفی تاریخ ابن عساکر بسندہ عن عمرو بن اسلم الدمیشقی قال مات عندنا بالثغور رجل فدفن فحفر علیہ فی الیوم الثالث فاذا اللبن بحالہ منصوب ولیس فی اللحد شئی فسئل وکیع بن الجراح عن ذٰلک فقال سمعنا فی حدیث من مات وھو یعمل عمل قوم لوط سار بہ قبرہ حتی یصیر معھم ویحشر یوم القیامۃ معھم انتہیٰ۔ خلاصہ مطلب ان ہر دو روایتوں کا یہی ہے کہ حدیث رسول میں بھی ہے اور تجربہ سے بھی ثابت ہوا کہ مُردوں کو ان کے ہم جلس لوگوں کے پاس خدا پاک پہنچا دیتا ہے ؛

نبی صلعم کا کرتہ بدن مبارک منافق کے گلے میں مفید نہ ہوا } بخاری جلد ۱ صفحہ ۱۴۵ - ۱۴۶ و ص۱۵۴ طبع مصر باب الکفن فی القمیص بخاری مع فتح الباری جلد ۱ ص۱۵۸ اور تفسیر کبیر جلد ۴ صفحہ ۴۰۹ و ۴۱۰، و روضۃ الاحباب جلد ۱ صفحہ ۳۵۹ - ۳۵۸ و فتح الباری شرح بخاری جلد ۴ ص۲۰۳ و تیسیر الباری ترجمہ بخاری پارہ ۵ ص۵۴ و ص۸۲ و صحیح مسلم جلد ۲ صفحہ ۳۶۸ و نسیم الریاض شرح شفا قاضی عیاض طبع مصر جلد ۲ ص۲۶/۴ و ۲۸ و در منثور جلد ۳ ص۲۶۶ میں ہے :۔

عن ابن عباس انہ لما اشتکیٰ عبد اللہ بن ابی بن سلول عادہ رسول اللہ فطلب منہ ان یصلے علیہ اذا مات و یقوم علیٰ قبرہ ثم انہ ارسل الی الرسول صلعم یطلب منہ قمیصہ لیکفن فیہ فارسل الیہ القمیص الفوقانی فردہ وطلب الذی یلی جلدہ لیکفن فیہ فقال عمر

یعنی رسولؐ نے عبداللہ بن ابی بن سلول سردار منافقوں کی بیمار پُرسی فرمائی اُس نے خواہش ظاہر کی کہ آنحضرت صلعم اس پر نماز جنازہ پڑھیں اور دعا کریں پھر پیغام بھیجا اور آنحضرت صلعم سے آپ کا قمیص کفن کیلئے طلب کیا پس نبیؐ نے اپنا اوپر کا قمیص بھیجا۔ عبداللہ نے واپس کر دیا اور وہ قمیص طلب کیا جو متصل بدن مبارک آنحضرتؐ کے تھا۔ تاکہ

لم تعطی قمیصك الرجس النجس فقال صلعم ان قمیصی لا یغنی عنه من الله شیئاً فلعل الله ان یدخل به الفاً فی الاسلام وکان المنافقون لا یفارقون عبد الله فلما راوہ یطلب هذا القمیص ویرجوا ان ینفعه اسلم منهم یومئذ الف من الخزرج الخ یہ کبیر کی عبارت ہے۔ بخاری میں یہ بھی ہے۔ ان النبی صلعم اعطا قمیصه لعبد الله بن ابی المنافق تبرکاً ونفث فیه من ریقه مثل ما فی الکبیر فی شرح البخاری للعینی جلد ۴ صفحہ ۶ طبع مصر

اس سے وہ کفن دیا جائے حضرت عمر نے کہا آپ اپنا قمیص ایسے نجس خبیث کو کیوں دیتے ہو آپ نے فرمایا میرا قمیص اس کو کوئی نفع نہیں پہنچا سکتا خدا کے عذاب سے اس کو نجات نہیں دلا سکتا مگر میرے اس عمل سے ایک ہزار آدمی کے اسلام میں داخل ہو جانے کی امید ہو سکتی ہے۔ چونکہ منافقین عبد اللہ سے کسی وقت جدا نہیں ہوتے تھے جب دیکھا کہ رسول صلعم سے نفع کی امید پر قمیص طلب کیا ہے انمیں سے ایک ہزار آدمی قبیلہ خزرج سے داخل اسلام ہو گئے اور بخاری کی روایت میں ہے کہ کرتہ نبی صلعم نے تبرکاً عبد اللہ منافق کو دیا اور اس پر اپنا لعاب دہن پاک بھی لگایا۔ انتہی۔ جب نبی صلعم کے بدن پاک سے مس ہو اکرتہ اور آپ کا لعاب دہن مبارک تبرکاً بدن فاسق کو لگنے سے نفع نہیں پہنچا سکتا تو قرب مقامی سے بغیر ایمان کامل وعمل صالح کے کیونکر نفع پہنچ سکتا ہے نیز رسول صلعم کے منافقوں کے ساتھ سلوک رکھنے میں بہت حکمتیں ومصلحتیں پوشیدہ ہوتی تھیں جن پر ہر فرد بشر خبر نہیں پا سکتا۔ چنانچہ تعلیق گذشتہ اطلاق صحابہ بر منافقین میں مذکور ہے۔ اور آیت لئن لم ینتہ المنافقون کا معنے جو معترضین نے سمجھا ہے وہ غلط ہے درحقیقت اس آیت میں چند گروہ شریر منافقین کی زجر وتوبیخ منظور تھی جو رسول اور مؤمنین کو ایذائیں پہنچاتے تھے جب یہ آیت اُتری تو وہ ان شرارتوں سے باز آ گئے اور اس سزائے مشروط سے بچ گئے جو بصورت باز نہ آنے کے ان کو ملنی تھی۔ تفصیل اس کی یہ ہے کہ آیت مذکورہ سورۂ احزاب پارہ ۲۲ میں اس طرح ہے لئن لم ینته المنافقون والذین فی قلوبهم مرض والمرجفون فی المدینة لنغرینك بهم ثم لا یجاورونك فیها الا قلیلا ملعونین اینما ثقفوا اخذوا وقتلوا تقتیلا۔ ترجمہ۔ منافق اور وہ لوگ جن کی نیتیں بد ہیں اور جو لوگ مدینے میں جھوٹی جھوٹی افواہیں پھیلایا کرتے ہیں اگر اپنی حرکات سے باز نہ آئیں گے تو اے پیغمبر ہم تم ہی کو ایک نہ ایک دن اُن پر اکسائیں گے پھر یہ لوگ مدینے میں تمہارے پڑوس میں ٹھیرنے پائینگے نہیں مگر چند دن عارضی طور پر پھر ان کا یہ حال ہوگا کہ ہر طرف سے پھٹکارے ہوئے جہاں ملے پکڑا اور مار کے ٹکڑے اڑا دیے (ترجمہ نذیر احمد) (اسی کا حاشیہ نمبر ۲ یہ ہے) جھوٹی افواہیں پھیلانے کی نسبت مفسرین نے لکھا ہے کہ ان سے مراد وہ لوگ ہیں کہ جب مسلمانوں کا کوئی لشکر یا فوج کا دستہ جہاد کے لئے جاتا تو کچھ لوگ مدینے میں بُری افواہیں پھیلاتے پھرتے کہ مسلمان ہارے اور بھاگے اور مارے گئے ان افواہوں کی وجہ سے مجاہدین کے عزیزوں اور رشتہ داروں میں تشویش ہوتی تھی۔ اور یہ آیت انہی افواہ بد پھیلانے والوں کے حق میں نازل ہوئی ہے۔ مگر اگلی پچھلی آیتوں کی مناسبت سے ہمارا ذہن اس طرف منتقل ہوا تھا کہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے افک کی طرف اشارہ ہو تو عجب نہیں جس کا بیان مفصل سورہ نور میں گذر چکا۔ مولوی نذیر احمد کے بیان سے واضح ہوتا ہے کہ یہ آیت ان منافقین کے حق میں اُتری ہے جو جھوٹی افواہیں اڑاتے تھے جن میں قاذفین بی بی عائشہ بھی شمار ہو سکتے ہیں اور بعض دیگر مفسرین کے نزدیک ان کے حق میں اُتری ہے جو نبی صلعم اور مؤمنین کی ازواج سے بوقت خروج قضائے حاجت کے چھیڑ چھاڑ کرتے تھے اور اسی سبب سے رسول خدا صلعم ومومنین کو ایذا پہنچاتے تھے۔ جس پر دو قسم کا حکم پروردگار عالم نے صادر فرمایا ایک تو نبی صلعم اور مومنین کے لئے کہ تم اپنی عورتوں کو حکم دو کہ با احتیاط چادروں کو اوڑھ کر پردہ کر لیا کریں تاکہ شناخت ہو سکیں اور ان کو منافقین ایذا نہ پہنچا سکیں اور پھر منافقین کو تنبیہ فرمائی کہ اگر ان شرارتوں سے باز نہ آویں تو اے نبی ہم تمہیں کو ان پر مسلط کر کے حکم دیں گے کہ ان کو قتل کیا جائے یا جلا وطن کیا جائے اور ذلیل وخوار کر دیئے جائینگے لیکن بصورت اذا فات الشرط فات المشروط کے جب منافقین ان شرارتوں سے باز آ گئے تو اس سزائے مشروط کی نوبت نہ پہنچی۔ اس آیت سے ہرگز یہ ثابت نہیں ہوتا کہ اس آیت کے بعد کوئی منافق حضرت کے پاس مدینہ میں نہ رہا ہو بلکہ سورت توبہ جو سورت فاضحہ کے نام سے بھی موسوم ہے اور آخر سور قرآن سے نزول میں بیان کی جاتی ہے بے شمار آیات پر مشتمل ہے۔ جن میں منافقین اسوقت کے پوشیدہ حالات وانتظامات اور ان کی حیلہ سازیاں وچالبازیاں مذکور ہیں یہ امر ساری سورۃ پڑھنے سے بخوبی واضح ہو سکتا ہے جو آیت مبعوث فیہا کے بعد اُتری ہے منجملہ ان کے اس جگہ چند آیات سورہ (باقی حاشیہ بر صفحہ ۸۷)

تشریح آیت لئن لم ینتہ المنافقون

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۸۶) سورہ مذکورہ سے نمونہ کی لکھدیجاتی ہیں۔ ایک یہ کہ حق تعالے فرماتا ہے ومن اھل المدینۃ مردوا علی النفاق لاتعلمھم نحن نعلمھم سنعذبھم مرتین یعنی اور خود مدینے کے رہنے والوں میں سے بھی جو نفاق پر اڑے بیٹھے ہیں اے پیغمبر تم ان کو نہیں جانتے ہم ان کو خوب جانتے ہیں سو ابھی تو ہم دنیا میں ان کو دوہری مار دیں گے۔ (ترجمہ نذیر احمد) (اسی کا حاشیہ ۱) دوہری مار سے شاید یہ مراد ہو کہ پہلے مسلمانوں کی نظر میں بے اعتبار ٹھیرے۔ پھر دربردہ کافروں کا ساتھ دیا اور وہ مغلوب ہوئے۔ ازیں سو رانده وزاں سو درمانده۔ دوسری آیت ویحلفون باللہ انھم لمنکم وماھم منکم۔ یعنی اور مسلمانو! یہ منافق تمہارے سامنے قسم کھاتے ہیں کہ وہ بھی تم ہی میں کے ہیں حالانکہ وہ تم میں کے نہیں ہیں۔ تیسری آیت یحلفون باللہ ما قالوا یعنی یہ منافق اللہ کی قسمیں کھاتے ہیں کہ ہم نے تو یہ بیجا بات نہیں کی۔ ولقد قالوا کلمۃ الکفر۔ حالانکہ ضرور انہوں نے کلمہ کفر کہا الخ وھموا بما لم ینالوا کے حاشیہ میں مولوی نذیر احمد لکھتے ہیں اس آیت کی تفسیر میں مفسرین نے منافقوں کی بہت سی شرارتوں کا ذکر کیا ہے الخ آخر آیت میں فرمایا فان یتوبوا یک خیرا لھم وان یتولوا یعذبھم اللہ عذابا الیما فی الدنیا والاخرۃ یعنی سو یہ لوگ اگر اب بھی توبہ کریں تو ان کے حق میں بہتر ہو گا اور اگر نہ مانیں تو اللہ ان کو دنیا و آخرت میں بڑا عذاب دے گا (ترجمہ نذیر احمد) اس سورت کی ان آیات و دیگر ہمچو قسم کی آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ آخر تک منافقین سے بعض لوگ نفاق پر قائم رہے اور توبہ کے لئے تعلیم ہوتی رہی اور اگرچہ ظاہر شرارتوں سے باز آگئے یا ان خاص قسم کی شرارتوں یعنی عورتوں سے چھیڑ چھاڑ اور جھوٹی افواہیں اڑانے سے بخوف سزائے سخت کے باز آگئے۔ مگر خفیہ شرارتوں سے آخر تک باز نہ آئے اور اس آیت میں باز نہ آنے پر عذاب دنیا و آخرت سے ڈرایا گیا ہے عذاب دنیا سے ویسا ہی مراد ہے جو نذیر احمد صاحب نے سنعذبھم مرتین میں بیان کیا ہے یعنی مسلمانوں میں غیر معتبر مشہور ہونا اور وقتاً فوقتاً شرمندگی حاصل ہونا اور اسلام کے بالکل مٹانے کی تجاویز میں ناکامیاب ہو کر حیران و پریشان رہنا پس بعد آیت لئن ینتہ المنافقون کے مخصوصہ شرارتوں سے وہ باز آگئے مگر ایسے منافق باقی رہے جن سے بعض تو اس قدر پوشیدہ تھے کہ نبی بھی ان کو بظاہر مومن خیال فرماتے تھے نہ منافق جیسا کہ لا تعلمھم نحن نعلمھم سے ظاہر ہے تو وہ سزائے مشروط کے مستحق نہ تھے اور نہ کسی پر نافذ کی گئی۔ علاوہ تفاسیر اہل جماعت کے قرینہ تو یہ سیاق آیات قرآنی کو پیش کیا جاتا ہے جس سے مغالطہ نہ رہے گا کہ آیت مبحوث فیہا میں یہ مقصود نہیں کہ کوئی منافق نہ رہے ورنہ نکال دیا جاویگا بلکہ ایذا دہندگان کو تنبیہ ہے کہ اگر ایذا دہی سے باز نہ آئیں تو یہ سزا ہوگی۔ دیگر مقامات قرآنیہ میں بھی جہاں لئن لم تنتہ وارد ہوا ہے وہاں منتہےعنہ کا پہلے ذکر کیا گیا ہے۔ مثلاً دیکھئے پارہ انیسواں نوحؑ نے فرمایا ان انا الا نذیر مبین ہم تم لوگوں کو عذاب سے ڈرانے والے ہیں اور بس۔ یعنی توحید و رسالت و قیامت کو نہ مانو گے تو تم عذاب میں گرفتار ہوگے قالوا لئن لم تنتہ یا نوح لتکونن من المرجومین کہ اگر تو اے نوح اس گفتگو سے باز نہ آیا تو تم کو سنگسار کر دیا جاویگا۔ اور لوطؑ نے فرمایا اتاتون الذکران من العلمین۔ کیا تم مردوں کے پاس ناجائز طریق سے جاتے ہو؟ یہ ایسا گناہ ہے کہ تم سے پہلے کسی نے نہ کیا تھا وغیرہ۔ قالوا لئن لم تنتہ یا لوط لتکونن من المخرجین۔ ۱۹ یعنی اے لوط اس کلام سے تو اگر نہ باز آیا تو تم کو جلا وطن کر دیا جائیگا۔ اور ۱۶ میں ابراہیمؑ نے جب فرمایا یا ابت لاتعبد الشیطن۔ یا ابت انی اخاف ان یمسک عذاب من الرحمن۔ اے ابا جان شیطان کے کہے میں آکر بتوں کو نہ پوجئے۔ ابا جان مجھ کو اس بات سے ڈر لگتا ہے کہیں ایسا نہ ہو خدائے رحمان کی طرف سے آپ کو کوئی عذاب آ چمٹے تو قال اراغب عن الھتی یا ابراھیم لئن لم تنتہ لارجمنک ابراہیمؑ کے باپ نے کہا کہ ابراہیمؑ کیا تو میرے معبودوں سے پھرا ہوا ہے اگر تو ایسی باتوں سے باز نہیں آئے گا تو ضرور میں تجھ کو سنگسار کر دوں گا (ترجمہ نذیر احمد) اور ۶ میں قول کفار ان اللہ ثالث ثلثۃ کے بعد فرمایا وان لم ینتھوا عما یقولون لیمسن الذین کفروا منھم عذاب الیم یعنی اگر اس قول سے باز نہ آئے۔ جو مذکور ہو چکا ہے تو ان کو دردناک عذاب پہونچیگا۔ اور فرمایا لئن اشرکت لیحبطن عملک ۲۴ نہ رسول نے شرک کیا اور نہ عمل آپ کے حبط ہوئے۔ تو آیت مبحوث عنہا سے پہلے بھی کوئی منتہےعنہ ضرور مذکور ہے اور وہ صاف ثابت ہے کہ ایذا نبیؐ و ایذا مومنین جو عورتوں کے ذریعہ اور جھوٹی افواہوں اور تہمت لگانے کے ذریعہ منافقین سے پہونچتی تھی اس سے اگر باز نہ آئے تو یہ سزا ملے گی۔ اس آیت مبحوث فیہا کے ماقبل کو بمعہ ترجمہ نقل کر دیا جاتا ہے تاکہ سمجھنے میں آسانی ہو۔ ان الذین (باقی حاشیہ بر صفحہ ۸۸)

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۸۷) یؤذون اللہ ورسولہ لعنہم اللہ فی الدنیا والاخرۃ واعد لہم عذابا مھینا ۵ والذین یؤذون المؤمنین والمؤمنات بغیر ما اکتسبوا فقد احتملوا بھتانا واثما مبینا ۵ یا ایھا النبی قل لازواجک وبنتک ونساء المؤمنین یدنین علیھن من جلابیبھن ذلک ادنی ان یعرفن فلا یؤذین وکان اللہ غفورا رحیما ۵ لئن لم ینتہ المنافقون الخ الآیۃ (ترجمہ نذیر احمد) جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کو کسی طرح کی ایذا دیتے ہیں ان پر دنیا و آخرت دونوں میں خدا کی پھٹکار ہے اور خدا نے ان کیلئے ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے اور جو لوگ مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں کو بے اس کے کہ انہوں نے قصور کیا ہو ناحق کی تہمت لگا کر ایذا دیتے ہیں تو وہ جھوٹ طوفان اور صریح گناہ کا بوجھ اپنی گردن پر لیتے ہیں ۔ اے پیغمبر اپنی بیبیوں اور اپنی بیٹیوں اور مسلمانوں کی عورتوں سے کہہ دو کہ اپنی چادروں کے گھونگٹ نکال لیا کریں اس سے غالباً یہ الگ پہچان پڑیں گی کہ نیک بخت ہیں اور کوئی چھیڑیگا نہیں اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے ۔ منافق اور وہ لوگ جن کی نیتیں بد ہیں ۔ آخر آیت تک بمعہ ترجمہ پہلے لکھی گئی ہے ۔ اس کا ثبوت کہ سورۃ براۃ یعنی توبہ سورۃ فاضحہ کے نام سے موسوم اور احزاب کے بعد بلکہ سب سورے سے پیچھے اتری ہے یہ ہے ۔ تفسیر اتقان مطبوعہ مصر جلد ۱ صفحہ ۲۷ میں بروایت بخاری و مسلم کے براء بن عازب سے مروی ہے آخر سورت نزلت براۃ یعنی آخر سورت جو اُتری ہے براۃ ہے اور صفحہ ۲۸ میں حدیث عثمان رضی سے ہے کہ مشہور یہی ہے کہ براۃ آخر قرآن سے ہے باعتبار نزول کے اور صفحہ ۵۵ میں ہے براۃ کا نام توبہ بھی ہے اور فاضحہ نیز اس کا نام ہے ۔ بخاری نے سعید بن جبیر سے روایت کی ہے کہ میں نے ابن عباس سے سورۃ توبہ کی نسبت پوچھا تو اس نے کہا توبہ کیا بلکہ یہ فاضحہ ہے (یعنی منافقین کی فضیحت کے لئے اُتری ہے) جب تک اترتی رہی ہے ہر ایک کا اُس میں ذکر آتا رہا ہے حتیٰ کہ ہم یہ گمان کرتے تھے کہ کوئی ہم سے نہیں بچنے لگا بلکہ سب کے لئے کچھ نہ کچھ زجر مذکور ہوگی ۔ عکرمہ سے بھی اسی طرح مروی ہے اور حاکم نے مستدرک میں حذیفہ سے روایت کی ہے کہ جس سورۃ کو تم توبہ بولتے ہو یہ سورۃ العذاب ہے اور قتادہ سے مروی ہے کہ یہ سورۃ فاضحۃ المنافقین ہے اور بعض نے حفرہ کہا ہے کیونکہ اس میں منافقین کے دلی حالات کو کھود کر نکالا گیا ہے ۔ اب اس کا ثبوت کہ منافقین عورتوں سے چھیڑ چھاڑ کرتے تھے یہ ہے ۔ لباب النقول فی اسباب النزول للسیوطی جلد ۲ ص ۷۶ مطبوعہ مصر میں باسناد بخاری کے بی بی عائشہ سے مروی ہے کہ سودہ زوجہ نبیؐ قضائے حاجت کیلئے نکلیں تو امیر عمر نے ان کو کہا تو سودہ ہے ہم پر مخفی نہیں (اور بخاری باب خروج النساء الی البراز ص ۲۶ مطبوعہ کرزن پریس میں یہ الفاظ ہیں قد عرفناک یا سودۃ یعنی ضرور ہم تو پہچان گئے ہیں کہ تو سودہ ہے) پھر جناب سودہ جب واپس تشریف لائیں تو نبیؐ کے پاس شکایت کی کہ امیر عمر نے مجھے یہ الفاظ کہے ہیں تو سودہ فرماتی ہیں کہ نبیؐ پر وحی ہوئی اور فرمایا قضائے حاجت کیلئے اللہ تعالیٰ نے تمہیں خروج کا اذن دیا ہے (اس کے بعد اسی ص ۷۶ میں ہے) اور ابن سعد نے ابی مالک و حسن و محمد بن کعب قرظی سے روایت کی ہے کہ نبیؐ کی ازواج رات کو قضائے حاجت کے لئے نکلا کرتی تھیں اور کچھ لوگ منافقین سے بیبیوں کا تعرض کرتے تھے جس سے ان کو ایذا پہنچتی تھی ۔ اس بات کا حضرت کی خدمت میں شکوہ ہوا تو آیت اُتری ۔ الخ اور تفسیر درمنثور جلد ۵ ص ۲۲۲ مطبوعہ مصر میں باسناد عبدالرزاق و ابن المنذر کے قتادہ سے مروی ہے کہا کچھ لوگ منافقین نے ارادہ کیا تھا کہ نفاق کے ثمرات کو ظاہر کر دیں تو ان کے حق میں آیت لئن لم ینتہ المنافقون الخ اتری جب ان کو اللہ تعالیٰ نے اس آیت سے ڈرایا کتموا ذلک واسروہ یعنی انہوں نے اپنے نفاق کو چھپالیا اور ان افعال سے باز آ گئے قتلوا تقتیلا کی سزا تب تھی اذا اظھروا النفاق کہ جب منافقت کو ظاہر باہر کر دیتے اور باسناد عبدالرزاق و عبد بن حمید و ابن المنذر کے طاؤس سے مروی ہے کہا یہ آیت بعض امور عورتوں کے بارہ میں اتری ہے اور عکرمہ و عطا سے باسانید مروی ہے ۔ کہا مراد ان لوگوں سے اصحاب الفواحش ہیں ، نیز سدی و عطا سے مروی ہے وہ لوگ مراد ہیں ۔ جن کے دلوں میں زنا کی خواہش پیدا ہوتی تھی ۔ انتہیٰ ملخصاً ۔ اصل مدار اسی پر ہے کہ جس چیز سے اس آیت میں روکنا اور نہ رُکنے پر سزا قتل وغیرہ مطلوب ہے وہ زنا کے لواحق اور جھوٹی افواہ اُڑانا اور بہتان لگانا وغیرہ شرارتیں تھیں نہ کہ مطلق نفاق کہ اگر نفاق سے باز نہ آئیں تو یہ سزا مذکور ان کو ملے یہ ہرگز اس سے مقصود نہیں کیونکہ وسیع النظر اہل علم سے مخفی نہیں کہ جو کچھ کتب احادیث و تواریخ و آیات قرآنی میں اس آیت کے بعد کی نسبت بلکہ بعد وفات نبیؐ کے قیامت تک کی نسبت ہے اس سے منافقین کا وجود پایا جاتا ہے اور نفوذ قتلوا تقتیلا کا نہیں ہوا تو وجہ یہی ہے کہ شرط عدم انتہا کی پوری نہ ہوئی اور جزا بھی وقوع میں نہ آئی ۔ اب چند تفاسیر اہل جماعت سے اس کی تائید لکھی جاتی ہے کہ مراد اس آیت میں (باقی حاشیہ بر ص ۸۹)

سے بخاری کتاب التفسیر ج ۲ ص ۴۲ ۔ طبع ۱۳۱۱ طبع مصر میں ان الفاظ سے ہے یا سودۃ اما واللہ ما تخفین علینا ۔ سودہ خدا کی قسم تم ہم پر چھپ نہیں سکتی ۱۲ منہ

(بقیہ حاشیہ صـ۸۸) منافقین کا اذیت رسانی سے باز آنا ہے نہ کہ منافق بالکل کوئی نہ رہے دیکھو بخاری کرزن پریس صـ۱۰۴۳ باب اذا قال عند قوم شیئا ثم خرج فقال بخلافہ۔ عن حذیفۃ قال ان المنافقین الیوم شر منہم علی عہد النبی کانوا یومئذ یسرون والیوم یجہرون۔ یعنی حذیفہ نے بعد وفات نبیؐ کے فرمایا کہ آج کل کے منافقین نبیؐ کے زمانہ سے بھی سخت ہیں کیونکہ اس وقت تو نفاق کو چھپائے رکھتے تھے مگر اس زمانہ وہ ظاہر کر دیتے ہیں۔ خیر منافقین کا ہر زمانہ میں موجود ہونا ظاہر اور مسلم ہے اس پر مجھے وقت صرف کرنے کی ضرورت نہیں۔ اب تفاسیر کے حوالجات پیش کرتا ہوں۔ مولوی وحید الزمان انوار اللغۃ پ ۱ صفحہ ۸ میں بذیل حدیث خروج دجال کے لکھتے ہیں۔ معلوم ہوا کہ منافق اس امت میں ہمیشہ باقی رہیں گے یہاں تک کہ ان کا آخری گروہ دجال کا شریک ہو جائے گا (اس سے پہلے حدیث کے ترجمہ میں لکھا وہ دن جب مدینہ سے ہر منافق مرد اور منافق عورت نکل کر دجال کے پاس چل دیں گے (جو مدینہ کے باہر ٹھہرا ہوگا) اور سچے مسلمان منافقوں سے جدا ہو جائیں گے انتہیٰ۔ تفسیر کبیر مطبوعہ مصر جلد ۶ صـ۵۹۱ میں ہے جب اللہ تعالیٰ نے مشرک کا حال بیان کیا جو اللہ و رسول کو ایذا دیتا ہو اور مجاہر کا حال ذکر کیا جو مومنین کو ظاہرا ایذا دے (تاکہ کہا کہ یہ سب اوصاف ایک شخص میں پائے جاتے ہیں جو واحد بالشخص اور کثیر بالاعتبار ہو مثل آیت ان المؤمنین والمؤمنات والمسلمین والمسلمات کے ہے اور تفسیر ابی السعود مطبوع برحاشیہ تفسیر کبیر جلد ۷ صـ۲۵۹ میں ہے لئن لم ینتہ المنافقون عما ہم علیہ من النفاق واحکامہ الموجبۃ للایذاء۔ یعنی اگر منافقین اپنے نفاق یعنی اس کے احکام موجب ایذا پہنچانے سے باز نہ آئیں۔ تفسیر معالم التنزیل میں فی قلوبہم مرض سے مراد فجور اور زنا لکھا ہے۔ اور تفسیر بیضاوی جلد ۲ صفحہ ۹۶ ۱ مطبوعہ مصر میں نفاق اور فجور دونوں کو منتہا عنہ لکھا ہے اور تفسیر سراج المنیر مطبوعہ نولکشور منقول از مطبوعہ مصر جلد ۱ صـ۲۲۵ مولفہ الخطیب میں ہے لئن ینتہ عن الاذی المنافقون ای الذین یبطنون الکفر ویظہرون الاسلام یعنی اگر منافقین جو اندر کفر رکھ کر اسلام کو ظاہر کرتے ہیں ایذا دینے سے باز نہ آئیں الخ بخاری باب لا یدخل الدجال المدینۃ۔ طبع مصر ج ۱ صفحہ ۱۱ حین یخرج الدجال فیخرج اللہ کل کافر ومنافق اور صفحہ ۲۱۲ میں ہے والمدینۃ تنفی خبثہا یعنی دجال کے ظہور پر اللہ تعالیٰ مدینہ سے ہر کافر و منافق کو نکال دے گا اور مدینہ اس پلیدگی کو جو اس میں موجود ہوگی نکال دیگا۔ اور وفاء الوفاء باخبار دار المصطفیٰ مؤلفہ شیخ امام سید شریف نور الدین سمہودی مدنی مطبوعہ مصر جلد ۱ صـ۴۳ میں بحوالہ اسناد بخاری و مسلم مروی ہے کہ خروج دجال کے وقت مدینہ طیبہ میں تین زلزلے ہوں گے۔ ہر ایک میں مدینہ ہر منافق و کافر کو باہر نکال پھینکے گا۔ اور دوسری روایت احمد و طبرانی میں ہے ہر منافق مرد اور ہر منافق عورت کو نکال دے گا جو سب دجال سے جا ملیں گے تو مدینہ میں دجال کو جانے کی ضرورت ہی نہ رہے گی۔ اور بخاری طبع مصر ج ۴ صفحہ ۱۴۱ میں حذیفہ سے مروی ہے نبیؐ کے وقت کے منافقوں سے بعد نبیؐ کے منافق بہت بڑے ہیں۔ اُس زمانہ میں چھپتے تھے۔ آج نفاق کو علانیہ کرتے ہیں۔ مثل بیان سراج المنیر و در منثور و لباب النقول تفسیر شیا پوری ۴

فی روضۃ النبی باسر مروان او عائشۃ علی اختلاف الاقوال کما ذکر الطبری فی تاریخہ وکذا فی روضۃ الصفاء جلد ۳ صـ۹ طبع بمبئی باختلاف الالفاظ۔ وفی تاریخ ابی الفداء وکان الحسن قد اوصی ان یدفن عند جدہ رسول اللہ لما توفی ارادوا ذلک وکاد یقع بین بنی امیۃ وبنی ہاشم بسبب ذلک فتنۃ فقالت عائشۃ البیت بیتی ولا اذن ان یدفن فیہ۔

روکا گیا یہ سب کچھ بحکم مروان یا بی بی عائشہ صاحبہ کے ہوا جیسا کہ باختلاف قولین ثابت ہے اور اس کو طبری نے اپنی تاریخ جلد ۱ صـ۶۰۵ میں اور صاحب روضۃ الصفاء نے جلد ۳ صفحہ ۹ طبع بمبئی میں باختلاف الفاظ ہی ذکر کیا ہے۔ اور تاریخ ابی الفداء جلد ۱ صـ۱۹۳ میں ہے امام حسنؑ نے وصیت فرمائی تھی کہ ان کو اپنے نانا کے پاس دفن کیا جائے تو جب فوت ہوئے متولیان جنازہ نے دفن کیا انتظام حسب وصیت کیا اور بڑا بھاری فتنہ بنی امیہ اور بنی ہاشم کے درمیان پیدا ہونے لگا جس کو مشکل بند کیا گیا اور بی بی عائشہ نے کہا کہ یہ گھر ہمارا ہے میں اس میں دفن کی اجازت نہیں دیتی ہوں۔

سلہ تذکرہ خواص الامۃ صـ۱۲۲ میں ہے کہ جب مروان نے دفن امام حسنؑ کو روک دیا تو اس فعل کی اطلاع معاویہ کو دی کہ عثمان بقیع میں ہو اور حسن روضہ میں نہیں منظور لہنا میں نے روک دیا ہے فکتب الیہ معاویۃ یشکرہ یعنی معاویہ نے جواب میں شکریہ ادا کیا ۱۲ مترجم۔

سلہ روضۃ الصفاء جلد ۳ صـ۷ طبع نولکشور میں ہے کہ بی بی عائشہ نے خچر پر سوار ہو کر جنازہ حسنؑ کو روکا کہ میں اپنے حجرہ میں امام کو دفن نہیں ہونے دیتی

(باقی حاشیہ بر صـ۹۰)

وفی تذکرۃ خواص الامۃ لسبط ابن الجوزی وقال ابن سعد عن الواقدی لما احتضر الحسن قال ادفنونی عند ابی یعنی رسول اللہ فقامت بنو امیۃ ومروان بن الحکم وکان والیا علی المدینۃ فمنعوہ وقامت بنو ہاشم لیقاتلھم ۔الخ وقال الخواجہ حسن نظامی فی رسالۃ محرم نامہ اوران کے ساتھیوں نے حضرت حسن کے جنازہ پر تیر برسائے جس سے جنازہ چھلنی ہوگیا اور مجبور ہو کر حضرت حسنؑ کو جنت البقیع میں دفن کیا گیا ۔ وفی تاریخ الخلفاء قال ابن عبد البر روینا من وجوہ انہ لما احتضر (الحسن) قال لاخیہ (الحسین) یا اخی (الیٰ ان قال) وقد کنت طلبت الیٰ عائشۃ ان ادفن مع رسول اللہ (الیٰ ان قال) فمنعھم مروان فلبس الحسین ومن معہ السلاح حتی ردہ ابو ہریرۃ ثم دفن بالبقیع الیٰ جنب امہ وھکذا فی الصواعق المحرقۃ وکذا فی حیوۃ الحیوان ۔ ولا یخفیٰ فعل معاویۃ بالحسنؑ وعاملہ مروان من السم ومنع الدفن لہ فی روضۃ النبیؐ واللعن علیٰ ابیہ علی المنابر ونقض العھود وفرحہ وتکبیرہ بموتہ ۔

اور تذکرہ خواص الامۃ ص۱۲۲ مؤلفہ سبط ابن الجوزی میں ہے ۔ ابن سعد نے واقدی سے روایت کیا کہ جب حسنؑ قریب بوفات ہوئے تو فرمایا مجھے میرے باپ یعنی رسول اللہؐ کے پاس دفن کرنا پس کھڑے ہو گئے بنو امیہ اور مروان بن حکم جو والی مدینہ تھا اور اُنہوں نے نعش کو دفن نہ ہونے دیا اور بنو ہاشم بھی جنگ پر آمادہ ہو گئے الخ (لیکن لوگوں نے بند کر دیا) تذکرہ ص۱۲۲ میں ابن سعد سے مروی ہے کہ بی بی عائشہ بھی مانعین دفن میں تھی) اور خواجہ حسن نظامی نے رسالہ محرم نامہ مطبوعہ ۲۴ اکتوبر ۱۹۱۶ء میں کہا ہے اور ان کے ساتھیوں نے حضرت حسن کے جنازہ پر تیر برسائے جس سے جنازہ چھلنی ہوگیا اور مجبور ہو کر حضرت حسنؑ کو جنت البقیع میں دفن کیا گیا ۔ اور تاریخ الخلفاء (اخبار الطوال احمد بن داؤد دینوری طبع مصر صفحہ ۲۲۳ میں ہے ۔ ابن عبد البر نے کہا ہے کہ چند اسانید سے ہم نے روایت کیا ہے کہ تحقیق جب وقت وفات امام حسنؑ کا قریب آیا تو اپنے بھائی امام حسین کو فرمایا اے میرے بھائی ۔ وصیت کرتے ہوئے آخر فرمایا میں نے بی بی عائشہ سے درخواست کی تھی کہ میں رسول اللہؐ کے ہمراہ مدفون ہونا چاہتا ہوں (حتی کہ کہا) مروان نے اُن کو روک دیا پس حسینؑ ہتھیاروں سے مسلح ہو گئے اور ساتھی ان کے نیز مسلح ہوئے تا اینکہ ابو ہریرہ وغیرہ نے جنگ سے روک لیا پھر امام حسنؑ بقیع میں ایک طرف اپنی ماں کے پاس دفن کئے گئے ۔ اسی طرح صواعق محرقہ مطبوعہ مصر صفحہ ۸۳ اور حیوۃ الحیوان جلد ۱ صفحہ ۵۴ میں ہے ۔ پس پوشیدہ نہیں جو کچھ معاویہ اور اسکے عامل مروان نے امام حسنؑ کے زہر دینے اور روضہ نبویہ میں اُن کے دفن روکنے سے اور ان کے باپ علیؑ کو ممبروں پر ان کے سامنے لعنت کرنے سے اور شروط صلح کی عہدہ خلافی سے اور امام حسن کی موت پر خوشی کرنے اور خوشی کی تکبیریں کہنے سے کیا ۔

ولنعم ما قالہ خواجہ حسن نظامی فی یزید نامہ صفحہ ۹۵ طبع ۱۳۳۸ھ " اگر سب بیانات تاریخی کو جھوٹا اور بہتان بھی مان لیا جائے تب بھی اس میں تو کوئی شخص شبہ نہیں کرسکتا کہ حضرت امام حسنؑ کا زہر کے اثر سے انتقال تو ضرور ہوا تھا ۔ اور اس وقت امیر معاویہ کی حکومت بھی قائم تھی ۔ اور ان کے اہل کار ادنیٰ ادنیٰ واقعات ومقدمات کی تفتیش وتحقیق بھی کرتے تھے شرعی حدود جاری رکھتے تھے ۔ مجرموں کو سزائیں ملتی تھیں ۔ پھر کیا وجہ ہے کہ حضرت امام حسنؑ کے اتنے بڑے واقعہ کی نہ معاویہ نے تحقیقات کی نہ انکے کسی اہلکار نے ۔ اگر وہ خود اسکے مجرم نہ تھے تو ان کو بحیثیت ایک حاکم کے اس مقدمہ کی جستجو کرنی چاہئے تھی اور اصل مجرم کا پتہ نکالنا واجب تھا ۔ مگر انہوں نے کچھ بھی نہ کیا ۔ اور اس پر اسرار واقعہ کی ذرہ بھی تحقیقات نہ ہوئی ۔ انتہیٰ ۔

فی مروج الذھب للمسعودی مروان ھو طرید رسول اللہ الذی غربہ عن المدینۃ ونفاہ عن جوارہ ۔ وفی کنز العمال عن عائشۃ کان النبیؐ فی حجرتہ فسمع حسا فاستنکرہ فذھبوا فنظروا فاذا الحکم کان یطلع علی النبیؐ فلعنہ النبیؐ وما فی صلبہ

مروج الذہب مؤلفہ علامہ مسعودی صفحہ ۳۰۲ طبع جدید مصر جلد ۲ صفحہ ۲۲۳ میں ہے مروان مطرود رسول اللہ کا ہے جس کو نبیؐ نے مدینہ سے باہر نکال دیا تھا اور اس کو اپنے پڑوس سے دور فرما دیا تھا اور کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۹۰ میں ہے روایت ہے بی بی عائشہ سے کہ نبیؐ حجرہ میں تھے باہر کچھ آواز معلوم کی جس کو مکروہ سمجھا پس لوگ گئے اور دیکھا اچانک معلوم کیا کہ حکم موجود ہے جو نبی صلعم کے برخلاف خبر گری اور جاسوسی کر رہا تھا پس اسپر لعنت فرمائی نبیؐ نے اسکو اور جو کچھ اس کی پشت میں سے پیدا ہونے والا تھا

بہتان حضرت عائشہ سے یہ گمان کرنا چاہئے کہ انہوں نے علیؑ کا نام رنج سے نہیں لیا اور رد ہو گیا اُس کا جس نے کہا کہ حضرت عائشہ نے دوسرے شخص کا نام اسلئے نہیں لیا کہ وہ بدلتا جاتا تھا کبھی علیؑ تھے ۔ اسی طرح ارشاد الساری شرح بخاری جلد ۶ صفحہ ۳۳۸ میں قسطلانی نے لکھا اور ایسی تیسیر القاری صفحہ ۴۳ میں ہے ۔ مترجم کہتا ہے حدیث سے یہ بھی نکلتا ہے کہ بعض صحابہ دنیا میں ایک دوسرے سے صاف دل نہ تھے اور بمقتضائے بشریت دلوں میں کدورت تھی (پھر لکھا) اور شاہ ولی اللہ صاحب نے اپنے وصیت نامہ میں بھی لکھا ہے کہ جو شخص احادیث سے واقف ہو (باقی بر صفحہ ۹۱)

(باقی بر صفحہ ۹۱)

ولقاح عاما رواہ ابن عساکر ولامنافات بین الروایتین لان الحکم طردہ رسول اللہؐ ومروان کان صبیاً معہ فکانا ملعونین ومن العجب مالعنہ رسول اللہ صلعم وھو فی صلب ابیہ کما ذکرت عائشۃ وغیرھا ولعلہ انتقم من الحسن ابن النبی علیہ السلام انتقام ابیہ النبیؐ بان کان یسبہ فی حضرتہ لعنہ اللہ ومن یلعن اللہ فلن تجد لہ نصیرا ومن العجب ماقال بعض معاصری من العلماء المدرسین ان اخذ الروایۃ من مروان لیس بممنوع وان کان ھالکا لحرمۃ عترۃ النبیؐ وھو لیس بکذا قال علی علیہ السلام فی نہج البلاغۃ لمروان بن الحکم انما کفی بیدہ لو بایعنی بکفہ لغدر بسبتہ ورای لو بایع ... الظاھر لغدر فی الباطن قال العلامۃ وحید الزمان الحیدر آبادی فی المشرب الورد جلد ۵ صفحہ ۱۲۱ ونحن معاشر الحدیث اعداء مروان ومن تبعہ من بنی امیۃ لانھم کانوا اعداء اھل البیت علیہم السلام فی فتاوی لعبد العزیز الدہلوی صفحہ ۱۹۳ مروان را لعنت کردن از لوازم سنت ومحبت اہلبیت است کہ از مسلم فرائض ایمانست وفی صفحہ ۱۰۶ ولعن شمر وابن زیاد کہ رضا واستبشار انہا باین فعل شنیع قطعی است من غیر التعارض ہیچکس را درآں توقف نیست! فی تاریخ الخلفا قال ابن جریر فی تفسیرہ باسنادہ رأی رسول اللہ بنی الحکم بن ابی العاص ینزون علی منبرہ نزو القردۃ فساءہ ذلک فما استجمع ضاحکا حتی مات وانزل اللہ فی ذلک وما جعلنا الرؤیا التی اریناک الآیۃ اسنادہ ضعیف لکن لہ شواھد من حدیث عبد اللہ بن عمر ویعلی بن مرۃ والحسین بن علی وغیرھم وقد اوردتھا بطرقھا فی کتاب التفسیر والمسند واشرت الیہ فی کتاب اسباب النزول۔ انتہی

اور اس کو ایک سال کی جلاوطنی کا حکم فرمایا اس حدیث کو ابن عساکر نے روایت کیا اور کوئی اختلاف دور اویتوں میں یعنی حکم والد مروان کے مطرود ہونے اور مروان کے مطرود ہونے میں نہیں ہے کیونکہ حکم مطرود ہوا تو مروان ساتھ ہی بحالت خورد سالی تابع اس کے خارج کیا گیا پس دونوں مطرود و ملعون تھے اور عجب ہے کہ مروان کو بروایت عائشہ وغیرہ نبیؐ نے لعنت کی تھی تو شاید اس نے نبیؐ کے بیٹے حسنؓ سے نبیؐ کی لعنت کا بدلہ لیا کہ سب اور لعن امام حسنؑ و علیؑ کو سامنے امام کے کرتا تھا خدا اُسے لعنت کرے اور جس کو اللہ تعالٰی لعنت کرے اس کے لئے تجھے کوئی مددگار نہیں ملے گا اور اس سے زیادہ تعجب خیز یہ امر ہے جو ہمارے ایک ہمعصر مدرس عالم نے مروان کی روایت مسلّم ہونے کا فتوےٰ دیا ہے باوجودیکہ اس نے مانا ہے کہ وہ دشمن اہل بیت تھا مگر کہا یہ کوئی ایسا سبب جرح راوی کا نہیں۔ نہج البلاغت صفحہ ۱۳۹ میں ہے کہ حضرت علیؑ نے مروان بن حکم کے حق میں فرمایا اس کی کف یہودیہ ہے اگر اس نے میری بیعت کر بھی لی تو خباثت باطنی کے سبب سے یہ ضرور دغا کرے گا۔ علامہ وحید الزمان حیدرآبادی نے المشرب الوردی جلد ۵ صفحہ ۱۲۱ میں کہا ہے اور ہم اہل حدیث تو مروان اور اس کے تابعداران بنی امیہ سب کے دشمن ہیں کیونکہ وہ اہل بیتؑ کے دشمن تھے۔ اور فتاوی شاہ عبد العزیز دہلوی صفحہ ۱۹۳ میں ہے مروان کو لعنت کرنا ضروریات سنت اور محبت اہل بیتؑ سے ہے کیونکہ محبت ان کی فرائض ایمان میں سے ہے اور صفحہ ۱۰۶ میں ہے شمر اور ابن زیاد پر جن کی رضامندی اور خوشی اس فعل قبیح پر بلاکسی تعارض کے یقیناً ثابت ہے۔ لعنت کرنے میں کسی کو بھی دیر کرنے یا فکر کرنے کی ضرورت نہیں اور تاریخ الخلفا صفحہ ۱۹ میں ہے ابن جریر نے باسناد خود اپنی تفسیر میں کہا ہے کہ رسول اللہؐ نے حکم بن ابی العاص کی اولاد کو ممبر نبوی پر اچکتا ہوا خواب میں دیکھا جو مثل زاج بندروں کے نظر آیا نبیؐ کو یہ امر اس حد تک بُرا معلوم ہوا کہ کبھی حضرتؐ نے وفات تک اس کے بعد تبسم نہیں فرمایا تھا (یعنی اس قدر مغموم ہوئے کہ مرتے دم تک پھر نہ ہنسے) اور اسی میں اللہ تعالٰی نے آیت وماجعلنا الرؤیا اللتی اریناک الآیہ اتاری اگرچہ اسناد اس کی ضعیف ہے لیکن اسکے لئے اور چند اخبار شاہد ہیں حدیث عبداللہ بن عمر اور یعلے بن مرہ اور حسینؑ ابن علیؑ وغیرہ سے اس کو میں نے بہت طریقوں سے کتاب تفسیر اور مسند میں درج کیا ہے اور نیز کتاب اسباب النزول میں میں نے اس کی طرف اشارہ کیا ہے انتہٰی

لہ اس آیت کی تفسیر شجرہ ملعونہ سے مراد بنوامیہ تفسیر کبیر جلد ۵ صفحہ ۴۰۶ میں ہے قال ابن عباس الشجرۃ بنوامیۃ۔ وکذا فی ازالۃ الخفاء جلد ۱ صفحہ ۱۴۹

(بقیہ حاشیہ صفحہ ...) وہ اس کی تصدیق کریگا کہ حضرت عائشہ کا قتال حضرت علیؑ سے اور حضرت فاطمہؑ کا قتال حضرت ابو بکر صدیق سے اور معاویہ کی خصومت جناب امیر علیہ السلام اور جناب امام حسنؑ سے بروایات صحیح ثابت ہے۔ اور قاضی ثناء اللہ صاحب نے جو شاہ صاحب پر اعتراض کیا ہے ... کہا ہے کہ سب صحابہ صاف دل ...

وسیاتی بیان احمد اللہ فی الصلوٰۃ فی المجلد الثانی فی باب الصلوٰۃ انشاءاللہ تعالیٰ۔

ومنھم عمرو بن العاص ولاہ معاویۃ علیٰ مصر۔ فی نہج البلاغۃ فی ذکر عمرو بن العاص

اور قریب ہے کہ دوسری جلد میں بدعات مروان کا جو اس نے نماز میں پیدا کی تھیں باب الصلوٰۃ میں آئیگا۔ اور ان میں سے ایک عمرو بن عاص ہے جس کو معاویہ نے مصر کا والی بنایا تھا۔ نہج البلاغت صفحہ ۴۶ ذکر عمرو بن عاص میں ہے جناب امیرالمومنین نے عمرو کو لکھا

۵۱ استیعاب مع الاصابہ جلد ۲ صفحہ ۵۰۸ و ۵۱۰ میں عمرو کو مکار مشہور لکھا ہے نیز کہا کہ مرتے وقت عمرو نے کہا کہ دین میں نے بہت خراب کیا مگر دنیا کا فائدہ بھی پورا نہ اٹھایا ۱۲ مترجم ۵۲ تذکرہ خواص الامۃ سبط ابن جوزی میں ہے کہ معاویہ نے عمرو بن عاص کو اپنے ساتھ مقابلہ علیؑ میں بلانا چاہا کیونکہ معاویہ کو کہا گیا کہ جب تک عمرو بن عاص جیسا یہ تیرے ساتھ نہ ہوگا کام سرانجام نہ ہوگا تو معاویہ نے عمرو کو بلایا عمرو نے جواب میں کہا کہ تو علیؑ جیسے شخص برادر رسول و وصی رسول سے مقابلہ کرا کر مجھے دین اسلام سے خارج کرنا چاہتا ہے معاویہ ناامید ہوا کیونکہ سب فضائل علیؑ کے عمرو نے جتلا دیئے تھے مگر عتبہ بن ابی سفیان نے کہا تم ناامید نہ ہو بلکہ اس کو حاکم بنانے کا حرص دیدو آجائیگا چنانچہ معاویہ نے پھر لکھا اور حکومت کا وعدہ دیا تو عمرو نے لکھا کہ تھوڑے مال پر میں دین کو فروخت نہیں کرتا البتہ مصر کی کل آمدنی اور حکومت دیدے تو تب تیری بیعت کرلوں گا معاویہ نے گواہی کو ساتھ مصر کا وعدہ لکھدیا اس وقت عمرو جاکر معاویہ سے مل گیا۔ عمرو بن عاص کا مصر کی جاگیر لینے کے وعدہ پر معاویہ سے ملنا عقد الفرید مطبوعہ مصر جلد ۳ صفحہ ۱۱۳-۱۱۴ میں اور امامۃ والسیاسۃ جلد ۱ صفحہ ۸۳-۸۴، ۸۷، ۹۴ و طبع ثانی صفحہ ۱۱۶ و تذکرہ خواص الامۃ صفحہ ۵۰-۵۰ و نوادر الاخبار صفحہ ۸۳ طبع مصر میں بھی ہے عقد فرید میں یہ بھی ہے کہ عمرو نے کہا تو متابعت خود کے لئے ہمیں کہتا ہے۔ دنیا کے واسطے یا آخرت کے لئے آخرت تو تیرے پاس ہے نہیں اور دنیا ہے اگر تم مجھ کو اپنا شریک کرلو تو تمہارے ساتھ ہو جاتا ہوں، اور کہا مصر کی شرط لکھدو تب ہوگا عمرو نے چند اشعار اس بارہ میں کہے جن میں سے یہ ہیں: ۔

معاوی لا اعطیک دینی ولم انل　　بہ منک دنیا فانظرن کیف تصنع
فان تعطنی مصر فاربح بصفقۃ　　اخذت بہا شیخا یضر و ینفع

یعنی اے معاویہ میں تجھ کو اپنا دین نہیں دے سکتا جب تک اس کے عوض تم سے دنیا نہ لے لوں۔ سوچ لے کہ تو کیا کرتا ہے۔ پس اگر تو مجھے مصر دیدے تب بڑے نفع کا مالک ہو جاتا کہ مصر کے عوض ایک تجربہ کار شیخ کو تم نے قبضہ میں کرلیا جو نفع یا نقصان پہنچا سکتا ہے۔ تاریخ ابوالفداء جلد ۱ صفحہ ۱۸۶ کی طرح جلد ۱ صفحہ ۱۰۸ امامۃ والسیاسۃ میں بھی ہے۔ عمرو بن عاص کا حین حیات تک آمدنی مصر لیتے رہنے کی شرط پر معاویہ سے جا ملنا) تاریخ طبری جلد ۶ صفحہ ۵۵ و ۵۶ میں لکھا ہے وذلک کان عمرو بن العاص کان صالح معاویۃ حین بایعہ علیٰ قتال علی ابن ابی طالبؑ علیٰ ان لہ مصر طعمۃ ما بقی الخ اس حالت عمرو بن عاص پر نظر رکھتے ہوئے آیت ذیل کو بھی ملحوظ رکھئے: ۔ اولئک الذین اشتروا الحیوۃ الدنیا بالاخرۃ فلا یخفف عنھم العذاب ولاھم ینصرون (پ۱ س بقرہ ع ۱۰) انوار اللغۃ پ ۱ صفحہ ۲۷ میں ہے۔ عمرو بن عاص نے ایسا ہی کیا کہ برابر معاویہ کے ساتھ ہو کر حضرت علیؑ سے لڑتے رہے اور اس صلہ میں معاویہ سے مصر کی حکومت لی اور وہاں جاکر محمد بن ابی بکر کو مردہ گدھے کی کھال میں ڈال کر زندہ جلا دیا۔ اور معلوم نہیں کیا کیا ظلم کئے الخ۔ (عمرو بن عاص کی دیانت داری کی مزید تفصیل) تاریخ کامل جلد ۳ صفحہ ۱۰۹ و طبری جلد ۵ صفحہ ۲۳۴ و اصابہ مع استیعاب مطبوعہ مصر جلد ۳ صفحہ ۲۴۳ ترجمہ محمد بن عمرو میں لکھا ہے عمرو بن عاص حضرت عثمان کی موت کے بعد عورتوں کی طرح روتا اور کہتا تھا واعثماناہ اور حضرت علی علیہ السلام کی خلافت اس کو ناگوار گذری تھی۔ لہذا ظاہر کرتا تھا کہ یہ خالص حق پر چلتا ہے۔ اس سے فائدہ کی امید نہیں۔ لوگوں کی آوازیں سن رہا تھا کہ کیا کرتے ہیں حتیٰ کہ اس کو حضرت عائشہ وطلحہ و زبیر کے سفر کا پتہ ملا تو خوش ہوا۔ پھر معاویہ کا حال سنا کہ وہ حضرت مرتضیٰ کی بیعت نہیں کرتا۔ یہ سن کر اور زیادہ خوش ہوا۔ اور وہ واقعہ قتل عثمان کو بڑھا کر ظاہر کرتا تھا۔ نیز معاویہ کو حضرت علیؑ کی نسبت محبوب تر جانتا تھا۔ عمرو نے اپنے دو بیٹوں سے مشورہ لیا کہ اس بارہ میں تم کیا کہتے ہو۔ حضرت علیؑ کے پاس تو کوئی چیز نہیں ملتی۔ وہ فقط اپنی سبقت وفضیلت پر نازاں ہے۔ اور مجھے کسی امر میں شریک نہیں کرے گا۔ اس کے بیٹے عبداللہ نے خاموش ہو کر گھر میں بیٹھ رہنے کا مشورہ دیا۔ کہ تو کوئی دخل نہ دے۔ اور اس کے بیٹے محمد نے کہا تو عرب کا رکین اور شیخ ہے مجھے یہ پسند نہیں تم ایسے بڑے کام میں تیرا ذکر تک نہ ہو۔ اور تیری مطلقاً اس میں شرکت نہ ہو۔

عمرو نے عبداللہ سے کہا کہ تم نے میرے دین کے لئے بہتر کہا۔ اور محمد سے کہا تم نے میری دنیا کیلئے اچھا کہا اگرچہ آخرت کے لئے بدتر ہے۔ پھر مع پسران خود معاویہ کے پاس چلا گیا۔ جب معاویہ کو حضرت عثمان کے قصاص لینے میں حق پر کہتا مگر معاویہ نے اس کی طرف چنداں التفات نہ کیا۔ عمرو بن عاص نے معاویہ کو کہا میں تیری مدد کرتا ہوں اور تو کیا دے گا

عمرو بن عاص کی دنیا پرستی

عجبا لابن النابغۃ[۱] یزعم لاھل الشام انّ فیّ دُعابۃً وانی امرء تلعابۃ اعافس و اُمارس لقد قال باطلا ونطق اثما و شر القول الکذبُ انہ لیقول فیکذب و یعد فیخلف و یسئل فیلحف و یُسئل فیبخل فیخون العھد و یقطع الالّ انہ لم یبایع معاویہ[۲] حتی شرطلہ ان یؤتیہ اتیّۃً و یُرضخ لہ علیٰ ترک الدین رضیخۃ انتھی ملخصًا - وفیہ الیہ فانک جعلت دینک[۳] تبعًا للدنیا فاذھبت دنیاک و آخرتک ولو بالحق اخذت ادرکت ما طلبت فان یمکنّی اللہ منک و من ابن ابی سفیان اَجزکما بما قدمتما وان تعجزا وتبقیا فما امامکما شر - انتھی بقدر الحاجۃ

نابغہ کے بیٹے پر تعجب ہے جو اہل شام کو ظاہر کرتا ہے کہ میرے اندر مزاح پن ہے اور میں بہت بازی اور کھیل کرنے والا ہوں اور کھیل ہی میں مشغول رہتا ہوں - بتحقیق عمرو نے جھوٹ کہا ہے اور گناہ کی بات کہی اور جھوٹ ہی بڑا ہوتا ہے تحقیق وہ بولتا ہے تو جھوٹ کہتا ہے اور وعدہ کرے تو خلاف کرتا ہے اور سوال کرتا ہے تو تشدد کرتا ہے اگر اس سے سوال کیا جائے تو بخل کرتا ہے - پس خیانت کرتا ہے عہد میں اور وعدہ توڑ دیتا ہے اس نے معاویہ سے اس وقت تک بیعت نہیں کی جب تک کہ اس سے شرط نہ کرالی کہ اسے کچھ آمدنی سے دیتا رہے گا اور کچھ دنیا اس کو دین حق کے چھوڑ دینے پر دیدے - انتھی ملخصاً - نیز اسی عمرو بن عاص کی طرف امیر المومنین علیؑ نے لکھا تھا جیسا کہ نہج البلاغت صفحہ ۱۴۱ میں ہے کہ تو نے دین کو دنیا کے تابع بنا کر دنیا اور آخرت دونوں کو خراب کر دیا اور اگر تو حق پر طلب کرتا تو مقصود کو پا لیتا پس اگر اللہ تعالیٰ نے تجھ پر مجھے موقع دیا اور نیز ابن ابی سفیان پر تو تم دونوں کو سزا تمہارے کئے کی دونگا اور اگر تم دونوں نے مجھے ایسا موقعہ بتقدیر ایزدی نہ دیا تو جو آئندہ قیامت کو تمہارے پیش آنے والا ہے وہ تو بری ہی سزا ہے ختم ہوئی بقدر حاجت

[۱] نابغہ ظاہر اور مشہور بالفجور تھی تاریخ طبری جلد ۶ صفحہ ۲۱ میں علیؑ نے عمرو بن عاص کو ابن العاہرہ کے لفظ سے یاد فرمایا ہے ۱۲ مترجم - [۲] تاریخ طبری جلد ۶ صفحہ ۲۷ میں ہے حضرت علیؑ نے فرمایا بالتحقیق معاویہ اور عمرو بن عاص و ابن ابی معیط و حبیب بن مسلمہ و ابن ابی سرح و ضحاک نہ صاحب دین ہیں نہ صاحب قرآن نہ ان کو قرآن کی خبر کہ اس میں کیا ہے محض مکر و فریب سے نیزوں پر بلند کیا ہے - میں ان کے حیلہ کو خوب جانتا ہوں (آخر میں فرمایا) لا یعلمون ما فیہ یہ نہیں جانتے کہ قرآن میں کیا ہے - معاویہ مع لشکر قرآن سے بے بہرہ ہیں - اسی طرح نور الابصار مطبوعہ مصر ص۸۶ میں ہے اس کے الفاظ میں ہے انما قاتلتھم لیدینوا لحکم الکتاب یعنی جناب امیرؑ نے فرمایا میں ان سے اس واسطے جنگ کرتا ہوں کہ قرآن کے احکام سے یہ متدین نہیں - ابو موسیٰ اشعری کا مخالف جناب امیرؑ کے ہونا امامۃ والسیاسۃ جلد ۱ صفحہ ۱۵ میں اور فلک النجاۃ جلد ۱ میں دیکھو اور بقیہ حاشیہ میں جو طبری ص۴۸ لغایت ص۴۹ جلد ۶ سے لکھا ہے - اس میں یہ بھی ہے حضرت علیؑ نے فرمایا ہم نے رجال کو حکم نہیں بنایا بلکہ قرآن کو فی الحقیقت حکم بنایا و ھذا القرآن انما ھو خط مسطور بین دفتین لا ینطق انما یتکلم بہ الرجال یعنی قرآن کے حروف دو دفتینوں میں لکھے ہیں بولتا نہیں اس کے ساتھ یعنی مطلب سمجھانے میں آدمی بولتے ہیں اور مضمون طبری کا نور الابصار ص۸۶ و امامۃ والسیاسۃ جلد ۱ ص۱۰۹/۱۱۵ میں بھی ہے ۱۲ مترجم [۳] نصائح کافیہ ص۳۴/۳۵ میں مروج الذہب سے منقول ہے - عمرو بن نے کہا میں جانتا ہوں کہ علی بن ابی طالب حق پر ہیں اور ہم کے لئے اسکی ضد یعنی باطل پر ہیں - معاویہ نے کہا خدا کی قسم مصر نے تم کو نابینا کر دیا ورنہ تو بینا ہوتا الخ اور مولوی وحید الزمان انوار اللغۃ پ۲ ص۶۹ لغت بیع میں لکھتے ہیں ولم یبایع عمرو بن العاص الا بالثمن (یعنی قیمت (مصر) لے کر عمرو نے معاویہ کی بیعت کی اور مروج الذہب جلد ۲ ص۲۲ والامامۃ والسیاسۃ جلد ۱ ص۸۶ میں ہے - عمرو نے کہا اپنا دین تم کو مفت نہیں دیتا - حتیٰ کہ تو دنیا ہمیں دے - معاویہ بولا - مانگو کیا چاہتے ہو؟ کہا مصر چاہتا ہوں مجھے بطور جاگیر ملے معاویہ نے تحریر کر دیا وکذا فی طبقات ابن سعد جلد ۴ ص۲ اور عقد الفرید جلد ۲ ص۳۱۸ میں ہے - عبد اللہ بن عباس نے عمرو بن عاص کو کہا بعت دینک من معاویۃ تو نے اپنا دین معاویہ کے پاس فروخت کر دیا ہے اور عقد الفرید جلد ۳ ص۱۱۲ میں عبادہ بن صامت سے مروی ہے کہ وہ معاویہ و عمرو بن عاص کے درمیان بیٹھ گیا اور کہا اس لئے درمیان بیٹھ گیا ہوں کہ نبیؐ نے تم دونوں کو اکٹھا بیٹھا دیکھا تھا اور ہم لوگوں کو حکم دیا کہ جب ان دونوں کو اکٹھا دیکھو ان کو جدا کر دو یہ دونوں کبھی بہتری کے لئے اکٹھے نہ ہونگے اور انوار اللغۃ پ۱۶ ص۱۰ میں لکھا ہے " مطلب یہ ہے - عمرو بن عاص معاویہ کے بڑے رازدار اور مشیر اور وزیر باتدبیر اور بڑے اعتباری دوست

ہو اور کامل جلد ۳ ص۱۲۱ و مروج الذہب علی الکامل ج ۵ ص۲۲۵ و حدید دابی الفداء ج ۱ ص۱۹۶ و عقد الفرید جلد ۳ ص۱۱۲

فی رسالۃ الطاعون صفحہ ۴۲ ناقلاً عن مدارج النبوۃ عمروؓ بن العاص مردم راگفت متفرق شوید از وے (طاعون) گفت معاذ بن جبل عجب گول (احمق) بودۂ تو وہر آئینہ تو گمراہ تری از حمار اہل وھکذا قالہ شرحبیل بن حسنہ کذا فی مسند احمد باسانید اربعۃ عمرو اضل من حمار اھلہ۔ عمرو اضل من بعیر اھلہ عمرو اضل من جمل اھلہ فبلغ ذلک عمرو ابن العاص فصدقہ۔ انتہیٰ

وھکذا فی معانی الآثار وھکذا فی فتح الباری۔ وفی الصواعق فرفع اھل الشام المصاحف یدعون الی ما فیھا مکیدۃ من عمرو بن العاص فقدم عمرو ابا موسیٰؓ الاشعری مکیدۃ منہ الخ ملخصاً۔

وھکذا فی تاریخ الخلفاء وسیاتی فی بیان انعقاد خلافۃ عثمان ما فعل عمرو من اعظم موبقاتہ وخدیعتہ ومکیدتہ ومخالفتہ لعلیؑ۔

رسالہ طاعونؑ مؤلفہ مولوی عبدالعلی حنفی مستانوی صفحہ ۴۲ پر مدارج النبوۃ کے حوالہ سے لکھا ہے کہ عمرو بن عاص نے لوگوں کو طاعون کے مقام سے منتشر ہو جانے کے واسطے کہا تو معاذ بن جبل نے کہا تو عجب احمق آدمی ہے اور تو ایک شہر کے گدھے سے بھی جاہل ہے اور اسیطرح اس کو شرجیل بن حسنہ نے کہا اسی طرح مسند احمد جلد ۴ صفحہ ۱۹۵ و ۱۹۶ میں چار اسنادوں سے ہے کہ عمرو گدہے اہلی سے گمراہ ہے۔ عمرو اونٹ سے احمق ہے پس عمرو کو یہ بات پہونچی تو اس نے تصدیق کی کہ بے شک انہوں نے سچ کہا۔ ختم ہوئی عبارت رسالہ طاعون کی نیز اسی رسالہ میں معانی الآثار طحاوی صفحہ ۲۷۷۔ اور اسی طرح فتح الباری صفحہ ۲۴۲ جزء ۲۳ سے نقل کیا ہے اور صواعق محرقہ صفحہ ۱۷ میں ہے اہل شام نے قرآنوں کو نیزوں پر چڑھایا اور کہا جو کچھ ان میں ہے اس پر عمل کرو اور حقیقت میں یہ عمرو بن عاص کا مکر تھا چنانکہ عمرو نے ابی موسیٰ اشعری کو بھی ایک مکر کی وجہ سے لوگوں کے سامنے پیش کیا اور خلافت علیؑ کا اس نے انکار کر کے بیعت کر کے توڑ دی اور پھر عمرو بن عاص نے تقریر کی اور بیعت ابی موسیٰ کی معاویہ سے کرالی تاکہ لوگ علیؑ سے متنفر ہو جائیں کہ ایسے صحابی نے جب بیعت توڑ دی ہے اور معاویہ مل گیا ہے تو وہی حق پر ہے) اور اسی طرح تاریخ الخلفاء ص ۱۱۸ میں ہے، اور بیان انعقاد خلافت عثمان میں عمرو کی دغابازی اور فریب و مکر اور اسکی حضرت مرتضیٰؑ سے مخالفت کا ذکر عنقریب آئے گا۔

لہ عمرو بن عاص کا فعل قتل محمد بن ابی بکر صدیق کا برائے خوشنودی معاویہ فصل بوائق معاویہ میں ملاحظہ ہو ۱۲ مترجم۔

لہ استقصاء جلد اصفحہ ۳۶۹ میں ناقلاً مسند ابو یعلےٰ سے باسناد ابی برزہ کے روایت کیا کہ ہم نبیؐ کے ساتھ تھے اور حضرتؐ نے سرود کی آواز سُنی فرمایا دیکھو کیا ہے پس میں نے چڑھ کر دیکھا تو معاویہ و عمرو بن عاص سرود کر رہے تھے میں نے آکر نبیؐ کو خبر دی تو فرمایا کہ یا اللہ ان دونوں کو فتنہ میں ڈال اور آگ دوزخ میں دونوں کو داخل کر اسی طرح روایت کی احمد نے اپنے مسند میں بروایت عبداللہ بن محمد عن ابی فضل باسنادہ نیز ص ۶۹۰ میں طبرانی کے معجم کبیر سے باسناد خود ابن عباس سے اسی طرح بعینہ مروی ہے ۱۲ مترجم

لہ استقصاء جلد اصفحہ ۶۴۸ میں بعد بیان احادیث جنت میں عدم دخول ولد الزنا کے لکھا ہے کہ انسان العیون فی سیرۃ الامین والمامون میں ہے اور کتاب جزء اشرف سے مستطرف فی کل فن مستطرف کی توثیق نقل کر کے مستطرف سے بھی اور سبط ابن جوزی کے تذکرہ خواص الامہ سے نقل کیا کہ عمرو بن عاص ایک مشہور زانیہ کا بیٹا ہے۔ جس کے ساتھ ایک طہر میں پانچ آدمی ہم بستر ہوئے ایک عاص بن وائل دوسرا ابولہب تیسرا امیہ بن خلف چوتھا ہشام بن مغیرہ پانچواں ابوسفیان بن حرب اور عمرو پر سب نے دعویٰ کیا جب نابغہ کو حَکَم و منصف بنایا گیا تو اس نے عاص کا فرزند تسلیم کیا وجہ پوچھی گئی تو نابغہ نے کہا کہ عاص میری لڑکیوں پر کچھ مہربانی کرتا۔ اور خرچ کرتا ہے اس لئے میں نے سخی اور شفیق سمجھ کر اس کا نام پسند کیا ہے سیرۃ حلبیہ طبع مصر جلد اص ۵۱ اور تذکرہ خواص الامہ ص ۱۱۵/۱۱۴ میں بعینہ یہ مضمون موجود ہے لکہ ابو موسیٰ اشعری کا حضرت علیؑ کے مخالف ہونا اور اسکو معرفت عمار اور امام حسنؑ کے معزول کرنا تاریخ کامل جلد ۳ ص ۹۱ میں درج ہے نیز اسی طرح تاریخ طبری جلد ۶ ص ۲۷ میں ہے کہ علیؑ نے صلح صفین میں فرمایا ابو موسےٰ کو منصف نہ بناؤ کیونکہ اس پر ہم کو اعتبار نہیں ہے یہ پہلے سے ہی لوگوں کو عثمان کی طرف مائل کرتا رہا ہے اور مجھ سے دور کرتا رہا ہے نیز مروج الذہب برحاشیہ کامل جلد ۵ ص ۱۸۵ ومستقل مطبوعہ جدید مصر جلد ۲ ص ۲۴۳ میں ہے حضرت علی نے ابو موسےٰ کو حکم بھیجا جس کی اس نے مخالفت کی تو حضرت علیؑ نے لکھا تم ہمارے کام سے اے ابن الحائد معزول ہو جاؤ مذموماً مدحوراً یہ تیرا پہلا دن نہیں جو ہماری مخالفت کر رہا ہے تو دم

ص اصابہ ابن حجر جلد ۳ صفحہ ۵۹۳ میں بذیل ہاشم بن عتبہ کے لکھا ہے کہ ابو موسیٰ نے بعد قتل عثمان کے ہاشم کو روکا کہ بیعت علیؑ کی نہ کرو ۱۲ مترجم۔ ۵ مثل تاریخ الخلفاء کے مدارج النبوۃ جلد ۲ ص ۶۹۵ میں ہے۔ دوسرا حوالہ تاریخ الخلفاء کا عمرو و مغیرہ کی نسبت شیخ عبدالحق دہلوی کی کتاب ماثبت بالسنۃ ص ۱۴ میں بھی اسی طرح ہے۔ تذکرہ خواص الامۃ ص ۱۱۴/۱۱۵ میں ہے عمرو بن عاص اور ولید بن عقبہ معاونین معاویہ امام حسنؑ کی ایذا رسانی کے لئے

ابو موسیٰ اشعری علیؑ کا مخالف تھا

ولید بن عقبہ معاون معاویہ

امام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور جناب علیؑ کے حق میں ہتک آمیز کلمات بولنے شروع کئے امامؑ نے ایسا جواب سنایا جس سے دونوں شرمندہ ہوئے۔ نیز حلیہ کا حال فلک النجاۃ میں دیکھو (باقی حاشیہ ص ۹۵)

وفی تاریخ الخلفاء قال الحسن البصری افسد امر الناس اثنان عمرو بن العاص والمغیرۃ بن شعبۃ - الخ -

ومنهم المغیرۃ بن شعبۃ ولاہ علی الکوفۃ - فی النصائح الکافیۃ ناقلا عن التاریخ الکامل ولما استعمل معاویۃ المغیرۃ بن شعبۃ علی الکوفۃ وقال لہ وقد اردت ایصاءک باشیاء کثیرۃ انا تارکھا اعتمادا علی بصرک[۵۲] ولست تارکا ایصاءک بخصلۃ واحدۃ لا تترک شتم علی وذمہ والترحم علی عثمان والاستغفار لہ والعیب لاصحاب علی والاقصاء لھم والاطراء لشیعۃ عثمان والادناء لھم فاقام المغیرۃ عاملا علی الکوفۃ وھو احسن شیء سیرۃ غیر انہ لا یدع شتم علی والوقوع فیہ والدعاء لعثمان والاستغفار لہ فاذا سمع ذلک حجر ابن عدی قال بل ایاکم ذم اللہ ولعن (ثم قال) وامر (معاویۃ) حجر ابن عدی ان یقوم فی الناس فیلعن علیا فابی ذلک فتوعدہ وقام فقال ایھا الناس ان امیرکم امرنی ان العن علی ابن ابی طالب فالعنوہ لعنہ اللہ فقال اھل الکوفۃ لعنہ اللہ یلعنون الامیر قالوا وکان المغیرۃ صاحب الدنیا یبیع دینہ بالقدر القلیل منھا یرضی بھا معاویۃ. انتھی فقتلوہ وکان من فضلاء الصحابۃ وفی تطھیر الجنان واللسان

اور تاریخ الخلفاء صفحہ ۱۳۹ میں ہے حسن بصری نے کہا ہے کہ دین کے کام میں دو شخصوں نے فساد پیدا کیا ہے ایک مفسد عمرو بن عاص اور دوسرا مغیرہ بن شعبہ ہے الخ انصار معاویہ میں سے ایک مغیرہ بن شعبہ ہے جس کو معاویہ نے کوفہ کا حاکم بنایا تھا۔ نصائح کافیہ صفحہ ۴۷ میں بحوالہ تاریخ کامل (جلد ۳ صفحہ ۱۸۷ الغائیت صفحہ ۱۹۲) کے لکھا ہے کہ جب معاویہ نے مغیرہ بن شعبہ کو کوفہ پر عامل بنایا تو اسکو کہا۔ کہ میں تجھے بہت نصیحتیں کرنا چاہتا تھا مگر تیری دانائی پر اعتماد کر کے چھوڑ دیتا ہوں صرف ایک ضروری نصیحت اور وصیت ہے جس کو میں نہیں چھوڑ سکتا اور تاکیداً کہنا چاہتا ہوں یہ کہ گالی دینا (حضرت) علیؑ کو اور برائی اس کی بیان کرنی اور دعائے رحمت اور طلب استغفار امیر عثمان کے لئے کرتے رہنا اور اصحاب علیؑ کے عیب بیان کرنے اور ان کی بیخ کنی کرنی اور شیعہ عثمان کی بزرگی بیان کرنی اور ان کو مقرب بنانا پس معاویہ نے مغیرہ کو کوفہ کا حاکم بنایا جو اچھا آدمی تھا مگر گالی دینا علیؑ کو کبھی نہیں چھوڑتا تھا اور ان کی توہین کرتا تھا اور عثمان کے لئے دعا و استغفار کرتا تھا جب حجر بن عدی صحابی نے اس بات کو سنا اس نے کہا بلکہ اللہ تعالیٰ تمہاری مذمت کرے اور تم پر لعنت کرے (پھر کہا ہے) کہ معاویہ نے حجر بن عدی کو ایک دن کہا کہ لوگوں میں کھڑا ہو کر علیؑ کو لعنت کر مگر انہوں نے انکار کیا تو معاویہ نے دھمکایا اور ڈرایا تب وہ کھڑا ہو گیا اور کہا اے لوگو! تحقیق تمہارے امیر نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں علی ابن ابیطالب کو لعنت کروں پس اسکو لعنت کرو خدا اسکو لعنت کرے اہل کوفہ نے کہا خدا اسکو لعنت کرے مطلب ان کا یہ تھا امیر کو لعنت کرنا تھا علماء نے کہا ہے کہ مغیرہ دنیا پرست تھا اپنے دین کو دنیا کے بدلے معمولی چیز پر بیچ دیتا تھا جس سے وہ معاویہ کو خوش کرتا تھا۔ انتہٰی پس حجر کو معاویہ کے ٹیلوں نے قتل کر دیا۔ اور حالانکہ وہ بزرگ صحابہ سے تھا۔ اور تطہیر الجنان واللسان (مطبوعہ بر حاشیہ صواعق)

[۵۱] اصابہ جلد ۳ صفحہ ۴۵۲ میں ہے کہ مغیرہ ایسا مکار تھا کہ اگر شہر کے آٹھ دروازے ہوتے اور بغیر مکر کے کسی سے خروج ممکن نہ ہوتا تو یہ صاحب سب سے گذر جاتے۔ نیز اس نے سب سے اول اسلام میں رشوت لی ۱۲ مترجم۔ [۵۲] کذا بعینہ فی تاریخ الطبری جلد ۶ صفحہ ۱۴۱ ۱۲ مترجم۔

[۵۳] استیعاب جلد ۲ صفحہ ۳۸۸ میں مغیرہ کو مہاجر لکھا ہے۔ ۱۲ مترجم [۵۴] فی الاستیعاب بذیل ترجمۃ معاویہ جلد ۲ صفحہ ۴۰۰ ھو اول من قتل مسلما صبرا حجرا واصحابہ ۱۲ مترجم [۵۵] تاریخ طبری جلد ۶ صفحہ ۱۵۴ میں ہے بحکم معاویہ وکیل معاویہ کا حجر بن عدی وغیرہ کے پاس آیا کہ علیؑ سے تبرا کرو اور لعنت کرو انہوں نے منظور نہ کیا اور وہ سات آدمی قتل کئے گئے۔ ۱۲ مترجم۔ کذا فی تاریخ الکامل جلد ۳ صفحہ ۱۹۲

[۵۶] استقصاء منہج ثانی جلد ۱ صفحہ ۶۷ میں روض المناظر فی علم الاوائل والاواخر صفحہ ۱۳۳ برحاشیہ کامل جلد ۱۱ سے ہے کہ سلطان عماد الدین نے کہا کہ شافعی سے مروی ہے اس نے ربیع کو کہا کہ چار صحابیوں کی گواہی قبول نہ کی جاوے معاویہ و عمرو بن عاص و مغیرہ و زیاد کی۔ ۱۲ مترجم

[۵۷] وکذا فی تذکرۃ خواص الامۃ صفحہ ۱۱۵ اسی طرح تاریخ طبری جلد ۱۱ صفحہ ۳۵۷ میں ہے کہ ابو سفیان گدھے پر سوار تھا اس کا بڑا بیٹا یزید گدھے کو ہانکتا تھا اور چھوٹا بیٹا معاویہ گدھے کو آگے سے کھینچتا تھا اس وقت نبیؐ نے لعن فرمایا۔ بحوالہ سوانح عمری حضرت ابوبکر حصہ دوم صفحہ ۳۸۱ شائع شدہ از دفتر اصلاح ۱۲ مترجم

لابن حجر الهيتمي المكى صاحب الصواعق وجاء بسند رجاله رجال الصحيح الا واحد اختلف فيه لكن قواه الذهبي بقوله انه احد الاثبات وما علمت فيه جرحا اصلا ان عمراً اصعد المنبر فوقع فى على ثم فعل مثله المغيرة بن شعبة فقيل للحسن اصعد المنبر لترد عليهما فامتنع الا ان يعطوه عهدا انهم يصدقوه ان قال حقا ويكذبوه ان قال باطلا فاعطوه ذلك فصعد المنبر فحمد الله واثنى عليه ثم قال انشدك الله يا عمرو ويا مغيرة اتعلمان ان رسول الله لعن السائق والقائد احدهما فلان قالا بلى ثم قال انشدك الله يا معاوية ويا مغيرة الم تعلما ان النبى صلى الله عليه وآله وسلم لعن عمرا بكل قافية قالها لعنة قالا اللهم بلى ثم قال انشدك بالله يا عمرو ويا معاوية الم تعلما ان النبى لعن قوم هذا قالا بلى قال الحسن فانى احمد الله الذى جعلكم فيمن تبرأ من هذا اى على مع انه لم يسبه قط وانما كان يذكره بغاية الجلالة والعظمة - الخ - ومنهم سمرة بن جندب وفى النصائح الكافية ذكر ابو جعفر الطبرى باسناده وقد قتل (سمرة) ثمانية الاف من الناس - وفيه قتل سمرة سبعة واربعين رجلا كلهم قد جمع القرآن -

عمرو وعاص و معاویہ و مغیرہ پر لعنت کی نص

مؤلف ابن حجر ہیتمی مکی صاحب صواعق محرقہ صفحہ ۱۲۰ میں حدیث ایسی سند سے ہے جس کے روات روات صحیح کے ہیں مگر ایک راوی مختلف فیہ ہے جس کی بھی ذہبی نے توثیق کی ہے۔ اس عبارت سے کہ وہ ایک پختہ اور معتبر آدمی ہے اور میں بالکل اس میں کوئی جرح نہیں سمجھتا اس حدیث میں بیان کیا گیا ہے کہ تحقیق عمرو بن عاص ممبر پر چڑھا اور توہین حضرت علیؑ کی شروع کر دی پھر مغیرہ بن شعبہ نے اسی طرح کیا جب امام حسنؑ کو کہا گیا کہ آپ ممبر پر چڑھ کر اس کا رد فرمائیں۔ تو امام نے انکار فرمایا مگر اس شرط پر کہ وہ لوگ وعدہ کریں کہ اگر امام سچ فرمائے تو اوس کی تصدیق کریں۔ اور باطل بیان کرے تو ٹوک دیں چنانچہ لوگوں نے وعدہ دیا تب ممبر پر چڑھے اور صفت وثنا اللہ تعالیٰ کی بیان فرما کر فرمایا میں خدا یاد دلا کر تم دونوں سے اے عمرو اور مغیرہ پوچھتا ہوں کیا تم دونوں جانتے ہو کہ رسول اللہ نے سائق اور قائد پر لعنت کی اور ان دونوں میں سے ایک فلاں صاحب ہیں (اشارہ بہ معاویہ) انہوں نے کہا ہاں ٹھیک ہے پھر فرمایا خدا یاد دلا کر تم سے پوچھتا ہوں اے معاویہ و مغیرہ آیا تم نہیں جانتے کہ تحقیق نبیؐ نے عمرو کو ہر مضمون سے لعنت فرمائی ہے تو دونوں نے کہا ہاں ٹھیک ہے اور خدا گواہ ہے پھر فرمایا اللہ کو یاد دلا کر میں پوچھتا ہوں اے عمرو و معاویہ کیا تم نہیں جانتے کہ تحقیق نبیؐ نے اس کی (یعنی مغیرہ کی) ساری قوم کو لعنت فرمائی ہے دونوں نے کہا ہاں ٹھیک ہے امام حسنؑ نے فرمایا تو تحقیق میں حمد کرتا ہوں اس اللہ تعالیٰ کی جس نے تم کو اسے ہرسہ مخاطبین علیؑ سے بیزار ہونے والوں میں بنایا ہے باوجود اس کے کہ نبیؐ نے ہرگز کبھی حضرت علیؑ کو گالی نہیں دی بلکہ بجز اس کے نہ تھا کہ حضرت علیؑ کو بڑی عظمت اور بزرگی کے ساتھ یاد فرماتے تھے۔ اور انصار معاویہ سے سمرہ بن جندب ہے۔ نصائح کافیہ صفحہ ۵۲ میں ہے ابوجعفر طبری نے اپنے اسناد سے کہا کہ تحقیق سمرہ نے آٹھ ہزار آدمی کو قتل کیا۔ اور اسی میں ہے کہ ایک دن میں سمرہ نے ایسے سنتالیس ۴۷ آدمیوں کو قتل کیا جنہوں نے قرآن شریف جمع کیا تھا۔ کذا فی تاریخ الطبری جلد ۶ ص ۱۳۲

سمرہ بن جندب نے بے شمار ناحق قتل کئے

سلہ نصائح کافیہ صفحہ ۱۵ میں ہے کہ معاویہ نے سمرۃ بن جندب کو حاکم بنا کر اسکو چار لاکھ درہم اس غرض سے دیئے تھے کہ آیت ومن الناس من یعجبك قوله فی الحیٰوۃ الدنیا الآیہ (الی) لیفسد فیها ویهلك الحرث الخ کو علی ابن ابی طالب کے حق میں اتری ہوئی بیان کرے۔ یعنی اہل شام میں خطبہ پڑھ کر اسی طرح شان نزول اس آیت کا بیان کرے جو معاویہ نے اسکو تعلیم دی تھی۔ پھر صفحہ ۵۲ میں ابوجعفر طبری کے اسناد سے بیان کیا کہ معاویہ نے چھ ماہ کے بعد سمرہ کو معزول کر دیا تو سمرہ نے کہا کہ معاویہ پر اللہ کی لعنت ہو خدا کی قسم جیسی میں نے معاویہ کی اطاعت کی اگر ایسی خدا کی اطاعت کر لیتا تو کبھی وہ مجھے عذاب نہ دیتا معلوم ہوا کہ عمداً مخالفت خدا میں اس نے اطاعت معاویہ کی کر لی تھی اسی طرح مثل نصائح کے انوار اللغۃ پ ۱۳ ص ۱۳۳ میں مذکور ہے۔ وحید الزمان صاحب نے اس کے بعد لکھا ہے۔ انس بن سیرین نے کہا سمرہ نے بے حد اور بے حساب مسلمانوں کو قتل کیا۔ کہنے لگے اللہ معاویہ پر لعنت کرے۔ اگر میں اللہ کی ایسی اطاعت کرتا جیسی معاویہ کی میں نے اطاعت کی۔ تو وہ مجھ کو کبھی عذاب نہ کرتا، باسناد ابن سعد اور بیہقی و طبرانی و ابونعیم وغیرہم آنحضرت صلعم سے روایت کی کہ ابو محذورہ اور ابوہریرہ اور سمرہ بیٹھے ہوئے تھے۔ ان کو فرمایا۔ جو تم تینوں میں سے اخیر میں مرے گا۔ وہ دوزخی ہے۔ ابوہریرہ پہلے مر گئے۔ اس کے بعد ابو محذورہ اور سمرہ اخیر میں مرے۔ حال سمرہ بن جندب۔ میزان شعرانی (بقیہ حاشیہ بر ص ۹۷)

عہ استیعاب علی الاصابہ جلد ۲ ص ۵۵ مطبوعہ مصر میں ہے کہ علیؑ پر ساٹھ برس تک سب وشتم ہوتی رہی ۱۲ مترجم

قال العلامۃ وحید الزمان فی المشرب الوردی ومن اقوی الشبہ المؤثرۃ علی الاقدام لقبولہ وھی کونہ من مرویات سمرۃ الذی جد واجتہد فی الفتنۃ ومخالفۃ امیر المومنین سیدنا علی ابن ابی طالب وعداوتہ لا لارادۃ لوجہ اللہ بل لاغراض تقدح فی عدالتہ لا یسع المقام ذکرھا وقد نقلت عنہ اشیاء منکرۃ ومن ثم اختلف الائمۃ فی توثیق من علی مذھب سمرۃ و معاویۃ۔ الخ وقال ایضا فیہ وفی نفسی من سمرۃ شئ لا اعتمد علی روایتہ الخ

ومنھم بسر بن ارطاۃ کما فی النصائح الکافیۃ ناقلا عن ابی جعفر الطبری فی تاریخ باسنادہ وجد بسر قوما من بنی کعب وغلمانھم علی بئرھم فالقاھم فی البئر واقام بالمدینۃ شھرا یقتل معاونی قتل عثمان وقتل عبد الرحمن وقثم بنی عبید اللہ بن العباس فی حجر امھما فجنت ووسوست۔ الخ وفی تقریب التہذیب بسر نزیل الشام من صغار الصحابۃ

علامہ وحید الزمان نے المشروب الوردی صفحہ ۵۸ میں لکھا ہے بہت قوی شبہ اور شک مؤثر اس حدیث کے قبول پر یہ ہے کہ یہ مرویات سمرہ سے ہے جس نے فتنہ و مخالفت امیر المؤمنین سیدنا علی ابن ابی طالب اور عداوت اس کی میں جد و جہد کیا۔ نہ واسطے رضائے الٰہی کے بلکہ ایسی اغراض سے جو اس کی عدالت کو مضر ہیں مگر ایسی اغراض کے ذکر کا یہ مقام نہیں ہے اور تحقیق میں نے اس سے چند منکر و ناپسند اشیاء کو نقل کیا ہے اور اسی وجہ سے ائمہ نے اس شخص کی توثیق میں اختلاف کیا ہے جو مذہب سمرہ اور معاویہ پر ہو الخ۔ اور علامہ موصوف نے صفحہ ۸۳ میں کہا کہ میرے دل میں سمرہ سے ایسی خلش ہے کہ اس کی روایت پر میں اعتبار نہیں کر سکتا ہوں الخ اور ان میں سے بسر بن ارطاۃ ہے اور وہ بڑا مفسد ہے جیسا کہ نصائح کافیہ ص۵۳ میں بحوالہ تاریخ ابی جعفر طبری کے اس کی اسناد سے ہے کہ بسر نے قوم بنی کعب اور ان کے لڑکوں کو ان کے کنوئیں پر پایا تو اسی کنوئیں میں ان کو پھینک دیا اور مدینہ میں ایک ماہ مقیم رہ کر معاونین قتل عثمانؓ کو قتل کیا اور نیز عبد الرحمن و قثم پسران عبید اللہ بن عباس کو ایسی حالت میں کہ وہ ماں کی گود میں تھے قتل کیا جس سے وہ مجنونہ ہوگئی تھی الخ۔ اور تقریب التہذیب ص۵۰ میں ہے۔ بسر مقیم شام چھوٹے اصحاب نبیؐ میں سے ہے۔

(بقیہ حاشیہ ص۹۶) طبع مصر جلد اصفحہ ۵۸ میں ہے امام ابو حنیفہ کہتے ہیں میری رائے کو حضرت عثمان اور حضرت علیؑ کی مخالفت میں باقی صحابہ کی رای سے بھی چھوڑ دو سوائے ابی ہریرہ وانس بن مالک و سمرہ بن جندب کے (ترجمہ بسر بن ارطاۃ صحابی) حاشیہ ۱۲ اصابہ ابن حجر جلد اص۱۵۲ ترجمہ بسر بن ارطاۃ میں ہے دار قطنی کہتا ہے بسر صحابی ہے۔ ابن یونس کہتا ہے بسر اصحاب رسول اللہ میں سے تھا۔ وکان من شیعۃ معاویۃ معاویہ کے تابعداروں سے تھا استیعاب بر حاشیہ اصابہ جلد اص۱۵۶ میں ہے معاویہ نے بسر بن ارطاۃ کے ذمہ شیعیان علیؑ کے قتل کی خدمت لگائی تھی اور وہ اسی پر تعینات رہا۔ اسی میں ہے بسر صحابی کو بعد وفات نبیؐ کے استقامت نہ رہی۔ انتہی۔ یعنی حسب فرمان پیغمبرؐ حدیث حوض کے تحت آ گیا۔ معاونین معاویہ میں سے ایک حبیب بن مسلمہ صحابی تھا ایک دفعہ اس کو امام حسنؑ نے فرمایا بہت سفر خدا کی نافرمانی میں ہوتے ہیں حبیب نے مطلب سمجھ کر کہا لیکن تیرے باپ کی طرف تو نہیں جاتا پس امام حسنؑ نے اس کو فرمایا خدا کی قسم تم نے معاویہ کی متابعت محض دنیا کے واسطے کی اور اس کی ہوا و حرص کی اطاعت میں دوڑا۔ لیکن یاد رکھو کہ تمہارے دین کو وہ لے کر بیٹھ گیا۔ الخ دیکھو استیعاب بر حاشیہ اصابہ جلد اصفحہ ۳۳۳ ایضاً صفحہ ۹ ترجمہ شرحبیل۔ دیکھو امامت والسیاست ابن قتیبہ جلد اصفحہ ۶۲ کہ یہ خلافت معاویہ کا بانی اور رکن تھا اور ہے بھی صحابی رسولؐ۔

سلہ اصابہ ابن حجر جلد ۳ ص۹ میں بذیل ترجمہ عمرو بن عمیس کے لکھا ہے کہ یہ عامل حضرت علیؑ کا تھا اور اس کو بسر بن ارطاۃ نے قتل کیا کیونکہ اس کو معاویہ نے اسی لئے تعینات کیا تھا کہ عاملین علیؑ کو غارت کرے چنانچہ اس نے عاملین اور اصحاب علیؑ کو جو اہل حجاز اور یمن سے تھے قتل کر دیا تھا اور مروج الذہب طبع جدید مصر ج ۲ ص۲۳ میں ہے کہ بسر بن ارطاۃ کو معاویہ نے تین ہزار لشکری کے ساتھ مدینہ میں بھیجا وہ منبر پر چڑھا اہل مدینہ کو قتل کی دھمکی دی اور معاویہ کے لئے بیعت لی جو کوئی اس کو علیؑ کی طرف مائل ملا تو اس نے قتل کر دیا اور ہے اور اسی مروج الذہب ج ۳ ص۳۳ میں مذکور ہے کہ بنی امیہ کی سلطنت میں علیؑ اور آپ کی اولاد سے عداوت کا اظہار باعث قرب سلاطین ہوتا تھا اور اس کو نیک منقبت خیال کیا جاتا تھا چنانچہ ایک شخص عبد اللہ یمنی نے حجاج کے سامنے اپنے فضائل و مناقب بیان کرنے شروع کئے کہ الخ

وفی النصائح فکان (بسر والیا علی البصرۃ من معاویۃ) یشتم علیا علی المنبر فخطب یوما وشتم ثم قال ناشدت اللہ رجلا علم انی صادق الاصدقنی لو کاذب الا کذبنی فقال ابوبکرۃ اللھم انا لا نعلمک الا کاذبا قال فامر بہ فخنق الخ ملخصا۔ **ومنھم شرحبیل بن السمط الکندی الشامی** عمل علی حمص لمعاویۃ کما فی التقریب و فی النصائح قال ابوعمر وھو معدود فی طبقۃ بسر بن ارطاۃ وابی الاعور السلمی (ای مثلہ فی عداوتہ لعلیؑ) (کذا فی الاستیعاب علی الاصابہ)

اور نصائح کافیہ صفحہ ۵۷ میں ہے کہ بسر بصرہ میں منجانب معاویہ کے حاکم تھا اور علیؑ کو بر سر ممبر گالی دیتا تھا اس نے ایک دن خطبہ پڑھا اور علیؑ پر سب و شتم کی پھر کہا حاضرین کو خدا یاد دلاکر پوچھتا ہوں کہ جو بسر مجھے سچا سمجھے وہ میری تصدیق کرے اور جو مجھے جھوٹا سمجھے وہ جھٹلائے ابوبکرہ نے کہا اللہ گواہ ہے کہ ہم تجھے جھوٹا جانتے ہیں تو بسر نے حکم دیا کہ اسکو پھانسی دیا جائے چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ الخ ملخصاً (کذا بعینہ فی تاریخ الطبری جلد ۶ صفحہ ۷۶) اور انھیں سے شرحبیل بن سمط کندی شامی ہے جو حمص پر منجانب معاویہ عامل تھا جیسا کہ تقریب صفحہ ۱۶۸ میں ہے اور نصائح صفحہ ۵۳ میں ہے ابوعمرو نے کہا کہ شرحبیل بھی بسر بن ارطاۃ و ابی الاعور سلمی مخالفین علیؑ کے طبقہ سے ہے یعنی عداوت علیؑ میں مثل بسر وغیرہ کے ہے (جیسا کہ استیعاب علی الاصابہ جلد ۲ صفحہ ۱۴۳ میں لکھا ہے ۷) اور ان میں سے عمرو بن سعید بن عاص بن امیہ قرشی اموی معروف اشدق فراخ دہن تابعی ہے جو معاویہ اور یزید کی طرف سے مدینہ کا حاکم رہا۔ اور اس کو عبدالملک بن مروان نے سنہ ۷۰ھ میں دمشق کے اندر قتل کیا اور کہتے ہیں کہ اپنے ہاتھ سے اس نے ذبح کیا تھا اور اسکے صحابی ہونے کا زعم وہم ہے بلکہ عمرو مذکور مجرم شخص تھا اور اس سے مسلم میں صرف ایک حدیث ہے چنانچہ تقریب صفحہ ۲۸۴ و ۲۸۵ میں ہے اور نصائح صفحہ ۵۰ میں ہے کہ وہ متکبر اور جابر تھا اسکو ممبر نبوی پر نکسیر پھوٹی اور عبیداللہ بن زیاد نے اسکو قتل امام حسینؑ کی بشارت دی تو اس نے اس خط کو ممبر نبویؐ پر پڑھا اور کچھ اشعار بھی پڑھے پھر قبر شریف نبیؐ کی طرف اشارہ کیا اور کہا یا محمدؐ اس دن سے بدلہ دن بدر کا آگیا تو اس پر قوم انصار نے اعتراض کیا اور ان کے سوا بھی ایسے لوگ معاونین معاویہ کے ہوئے ہیں جو صحابہ مشہورین یا تابعین سے تھے۔

ومنھم عمرو بن سعید بن امیۃ القرشی الاموی المعروف بالاشدق تابعی ولی امرۃ المدینۃ لمعاویۃ ولابنہ قتلہ (قیل ذبحہ بیدہ) عبدالملک بن مروان سنۃ سبعین (بدمشق) وھم من زعم ان لہ صحبۃ وکان عمرو مسرفا علی نفسہ ولیست لہ فی مسلم روایۃ الا فی حدیث واحد کذا فی تقریب التھذیب وذکر فی النصائح ھو متکبر جبار رعف علی منبر النبیؐ وبشرہ عبیداللہ بن زیاد بقتل الحسینؑ فقرأ کتابہ علی منبر النبیؐ وانشد رجزا ثم اوما الی القبر الشریف و قال یا محمد یوم بیوم بدر فانکر علیہ قوم من الانصار وغیرھم وھؤلاء کانوا من الصحابۃ المشہورین او التابعین۔

فصل:- در ہلکات معاویہ بن ابی سفیان علیہ ما علیہ

{بڑے ہلکات اسکے اور بڑے قبیح افعال اسکے سے اس کا اپنے بیٹے یزید کو خلافت کا ولیعہد بنانا ہے۔

بیان خلیفہ بنانے معاویہ کے یزید جیسے بیٹے کو۔ تاریخ الخلفاء صفحہ ۱۳۳ میں ہے، اور سنہ ۵۰ھ میں کوہستان عنوۃ فتح ہوا اور اس میں معاویہ نے اہل شام کو بیعت یزید کے لئے دعوت دی

فصل فی بوائق معاویۃ بن ابی سفیان علیہ ما علیہ

{ومن اکابر بوائقہ واعاظم قبائحہ استخلافہ ابنہ یزید۔ **فی استخلاف معاویۃ ابنہ یزید**۔ فی تاریخ الخلفاء وفی سنۃ خمسین فتحت قوھستان عنوۃ وفیھا دعا معاویۃ اھل الشام الی البیعۃ

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۹۷) ایسی نہ تھی جسنے یہ منت نہ مان لی تھی کہ اگر حسینؑ قتل ہو جائے تو دس اونٹ قربانی کرے گی جیسا کہ پھر اس نذر کی وفا کی ہے حجاج نے کہا بخدا یہ بھی منقبت ہے پھر کہا کوئی ہمارا ایسا آدمی نہیں مل سکتا جس نے اپنے باپ سے ابوتراب کو گالی دینے کی تعلیم لی ہو اور پھر اسپر عمل نہ کیا ہو پھر کہا میں تو اسپر اور اضافہ بھی کرتا ہوں کہ علیؑ کے دونوں بیٹوں حسنؑ و حسینؑ اور انکی ماں کو بھی گالی دینے میں علیؑ کے ساتھ شریک کرتا ہوں حجاج نے کہا خدا کی قسم یہ منقبت ہے ۲۴
ے بسر بن ارطاۃ کے ترجمہ میں ابن عبدالبر نے استیعاب علی الاصابہ جلد ۱ صفحہ ۱۵۶ میں لکھا ہے دارقطنی نے کہا کہ بسر کو صحبت رسول حاصل تھی مگر بعد

صرف بسر کے استقامت اس کو حاصل نہ رہی اور وہ معاویہ کی جانب سے امیر مقرر تھا اس کام پر کہ شیعیان علیؑ کو قتل کرے چنانچہ اس نے مسلمین سے اس قدر قتل کئے کہ دو چھوٹے بچے عبیداللہ بن عباس کے یعنی عبدالرحمن و قثم کو بھی قتل کرادیا (کذا فی مروج الذہب جلد ۳ صفحہ ۸۲) ۱۲ مترجم
امیر علیؑ کو گالیاں دیتا تھا اور ناحق قتل کرائے

بولایۃ العھد من بعدہ لابنہ یزید فبایعوہ وھو اول من عھد بالخلافۃ لابنہ واول من عھد بھا فی صحتہ ثم انہ کتب الی مروان بالمدینۃ ان یاخذ البیعۃ فخطب مروان فقال ان امیر المؤمنین رای ان یستخلف علیکم ولدہ یزید سنۃ ابی بکر وعمر فقام عبد الرحمن بن ابی بکر فقال بل سنۃ کسریٰ وقیصر ان ابابکر وعمر لم یجعلاھا فی اولادھما ولا فی احد من اھل بیتھما انتھی۔ قال الامام ابن عبد البر المکی فی الاستیعاب وکان معاویۃ قد اشار بالبیعۃ لیزید فی حیاۃ الحسن کذا فی الذبح العظیم۔ وفیہ فی الاستیعاب لما اراد معاویۃ لبیعۃ الیزید خطب اھل الشام وقال یا اھل الشام قد کبرت سنی وقرب اجلی وقد اردت ان اعقد لرجل یکون نظاما لکم الخ۔ فی البخاری قال کان مروان علی الحجاز استعملہ معاویۃ فخطب فجعل یذکر یزید بن معاویۃ لکی یبایع لہ فقال لہ عبد الرحمن بن ابی بکر شیئا فقال خذوہ فدخل بیت عائشۃ فلم یقدروا فقال ان ھذا الذی انزل اللہ فیہ والذی قال لوالدیہ اف الآیۃ قال الحافظ فی الفتح فی روایۃ الاسماعیلی من الطریق المذکور فاراد معاویۃ ان یستخلف یزید یعنی ابنہ فکتب الی مروان بذالک فجمع مروان الناس فخطبھم فذکر یزید۔ الخ قال الحافظ فی الفتح عن نافع ان معاویۃ اراد ابن عمر علی ان یبایع لیزید فابی وقال لا ابایع لامیرین فارسل الیہ معاویۃ بمائۃ الف درھم فاخذھا۔

یعنی اس نے یزید کو اپنا ولیعہد مقرر کیا اور اہل شام نے ولیعہدی اس کی منظور کر کے بیعت کر لی اور معاویہ پہلا شخص ہے جس نے اپنی صحت کی حالت میں خلافت کا عہد لیا پھر معاویہ نے مروان اہل کار مدینہ کی طرف لکھا کہ وہ بیعت یزید لوگوں سے منظور کرائے تو مروان نے ایک خطبہ پڑھا اور کہا تحقیق امیر المؤمنین معاویہ نے مناسب سمجھا ہے کہ تمہارے اوپر بہ سنت ابی بکر و عمر اپنے بیٹے یزید کو خلیفہ بنائے۔ یہ سن کر عبد الرحمن بن ابی بکر نے کھڑے ہو کر کہا! نہیں بلکہ یہ تو سنت بادشاہ کسرےٰ و قیصر کی ہے تحقیق ابو بکر و عمر نے خلافت کو اپنی اولاد میں نہیں رکھا تھا اور نہ کسی فرد کو اپنے اہل بیت کے اندر مقرر کیا انتہیٰ۔ دو کذا فی ما ثبت بالسنۃ للشیخ عبد الحق الدہلوی صفحہ ۳ بالتفصیل ہے۔ امام ابن عبد البر مکی نے استیعاب میں کہا ہے اور معاویہ نے زندگی امام حسن ہی میں بیعت یزید کے لئے اشارہ کر دیا تھا اسی طرح ذبح عظیم صفحہ ۱۱۳ میں ہے۔ اور اسی کے صفحہ ۱۱۷ میں بحوالہ استیعاب کے لکھا کہ جس وقت معاویہ نے بیعت یزید کا ارادہ مصمم کر لیا تو خطبہ پڑھا اور اہل شام کے لئے کہا اے اہل شام تحقیق میری عمر بڑی ہو گئی اور موت قریب آ گئی ہے۔ ضرور میں نے ارادہ کیا ہے کہ تمہارا انتظام ایک آدمی کے سپرد کر جاؤں۔ الخ۔ اور بخاری جلد ۴ صفحہ ۱۳۲ و مطبوعہ مصر جلد ۳ صفحہ ۱۱۷ میں ہے راوی نے کہا مروان حجاز پر معاویہ کی طرف سے امیر تھا تو مروان نے خطبہ پڑھا اور یزید بن معاویہ کے ذکر کو شروع کیا تا کہ اس کے لئے بیعت کرائے مگر اس سے عبد الرحمن بن ابی بکر نے کچھ انکار کی گفتگو کی تو مروان نے کہا عبد الرحمن کو پکڑو لیکن وہ عائشہ بی بی کے گھر میں داخل ہو گیا اور پکڑنے والے قادر نہ ہو سکے۔ پس مروان نے کہا تحقیق یہ تو وہی ہے جس کے بارہ میں خدا نے اتارا ہے کہ وہ شخص جو والدین کے لئے اف کہتا ہے آخر آیت تک۔ حافظ ابن حجر نے اس کی شرح میں کہا ہے کہ روایت اسماعیلی میں طریق مذکور سے اس طرح ہے معاویہ نے ارادہ کیا کہ اپنے بیٹے یزید کو خلیفہ بنائے تو اس نے مروان کی طرف اس مضمون کو لکھا۔ اور مروان نے لوگوں کو جمع کر کے ان کو خطبہ پڑھ کر سنایا اور یزید کا ذکر کیا الخ حافظ ابن حجر نے فتح الباری جلد ۶ صفحہ ۵۵ میں لکھا ہے بروایت نافع ثابت ہے کہ معاویہ نے ابن عمر صحابی سے بیعت یزید لینے کا ارادہ کیا اور ابن عمر نے انکار کیا کہ میں دو امیروں کی ایک وقت میں کیسے بیعت کر لوں (یعنے پہلے معاویہ کی ہوئی اور دوسری یزید کی ہوگی) تو معاویہ نے ابن عمر کی طرف ایک لاکھ درہم بھیج دیا اور ابن عمر نے قبول کر لیا

[1] استیعاب علی الاصابہ جلد ۲ صفحہ ۴۰۱ و اصابہ جلد ۲ صفحہ ۴۰۸ میں بذیل ترجمہ عبد الرحمن کے لکھا ہے بیعت یزید کے واسطے معاویہ نے ایک لاکھ روپیہ عبد الرحمن بن ابی بکر کے پاس بھیجا مگر اس نے انکار کر دیا کہ میں اپنے دین کو عوض دنیا کے فروخت نہیں کرتا اور مکہ کی طرف ہجرت کر گیا اس سے معاویہ کی حیلہ سازی ظاہر کرنی مقصود ہے۔ ۱۲ مترجم۔

فدس الیہ رجل فقال لہ ما یمنعک ان تبایع فقال ان ذالک لذالک یعنی عطاء ذالک المال لاجل وقوع المبایعۃ ان دینی عندی لرخیص فلما مات معاویۃ کتب ابن عمر الی یزید ببیعتہ فلما خلع اھل المدینۃ یزید بن معاویۃ جمع ابن عمر حشمہ و ولدہ فقال انی سمعت النبی یقول ینصب لکل غادر لواء یوم القیامۃ وانا قد بایعنا ھذا الرجل علے بیع اللہ ورسولہ الخ وفی الفتح لم یبایع ابن عمر علیا وبایع یزید۔ وفی الامامۃ والسیاست (ماحاصلہ) ان معاویۃ لما جوز عزل مغیرۃ ابن شعبۃ من الکوفۃ وتفطن ھو بہ فذھب الی دمشق واعتذر بحمہ کبر سنہ واستعفے الامارۃ ووصل الی یزید فتملقہ وقال لہ ان اکابر الصحابۃ قد ماتوا وما بقے احد منھم ولیس احد بمثلک فناسب ان یعھد الیک ابوک ویدعو الناس الی بیعتک حتی یستقر رعبک فی قلوب الناس فتقبل منہ یزید وذھب الی ابیہ وطلب معاویۃ المغیرۃ وسئلہ اسرارا فقال لہ ناسب ان یکون ولی عھدک فی حیاتک ففوض معاویۃ الکوفۃ الیہ فذھب[٥] الی الکوفۃ وارضی العشرۃ ببیعۃ یزید واعطا کل واحد منھم ثلثۃ الاف دراھم وارسلھم الی معاویۃ بموسی ابنہ فسالہ معاویۃ کیف اشتری ابوک دین ھؤلاء فقال ما کان فاستبشروا واما اھل الشام

پھر معاویہ کے فریب وحیلہ سے ایک شخص کی معرفت ابن عمر کو کہا کہ اب تجھے کیا مانع ہے کہ یزید کیلئے بیعت کرے اس نے کہا معلوم ہوتا ہے کہ یہ نقدی اسی لئے یعنی یہ مال اسی بیعت کرانے کے عوض میں مجھے ملا ہے پھر تو میرا دین میرے نزدیک بہت سستا ہوا کہ اتنی رقم پر دے دوں۔ خیر جب معاویہ مرگیا۔ تو ابن عمر نے یزید کی طرف اُس کی بیعت کا اقرار تحریر کرکے بھیج دیا پھر جب مدینے کے لوگوں نے بداعمالی یزید کی وجہ سے بیعت یزید کو توڑ دیا تو ابن عمر نے اپنے کنبہ اور اولاد کو جمع کیا اور وعظ کرنا شروع کیا کہ میں نے رسولؐ سے سنا ہوا ہے کہ جو وعدہ خلافی کرے! اس کے لئے نشان غدر قیامت میں کھڑا کیا جائیگا اور تحقیق ہم لوگ اس شخص یزید کے ساتھ خدا اور رسول والی بیعت کرچکے ہیں۔ الخ اور فتح الباری جلد ٢ صفحہ ٥٤٤ میں ہے کہ ابن عمر نے علیؑ سے بیعت نہ کی تھی اور یزید سے بیعت بخوشی کرلی (وکذا فی مروج الذھب طبع جدید مصر جلد ٣ صفحہ ٢٣٩ وزاد وبایع الحجاج بعبد الملک بن مروان اور امامت والسیاست جلد ١ صفحہ ١٣٨ اور روضۃ الصفا جلد ٣ صفحہ ٢٥ طبع نولکشور میں ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ معاویہ نے جب مغیرہ بن شعبہ کو کوفہ سے معزول کرنے کی تجویز کی اور مغیرہ بھی عقلمندی سے سمجھ گیا کہ مجھے معزول کرنے کا ارادہ رکھتا ہے تو مغیرہ دمشق میں معاویہ کے پاس پہنچا اور وہاں اپنی کبر سنی کا عذر پیش کرکے استعفا امارت کا پیش کیا اور یزید کو مل کر اس سے چاپلوسی کی اور کہا کہ تحقیق بڑے صحابہ فوت ہوچکے ہیں! اور کوئی ان میں سے باقی نہیں رہا اور فی زمانہ تیرے جیسا کوئی آدمی نظر نہیں آتا پس مناسب ہے کہ تیرا باپ تجھے اپنا ولیعہد بناکر لوگوں سے تیرے لئے بیعت منوالے تاکہ اس کی زندگی میں ہی لوگوں کے دلوں میں تیرا رُعب بیٹھ جائے تو یزید نے قبول اور پسند کیا اور اپنے باپ سے جاکر ذکر کیا اس نے مغیرہ کو طلب کیا اور پوشیدہ پوچھا تو مغیرہ نے معاویہ کو کہا مناسب ہے کہ تیری زندگی میں تیرا ولیعہد ہوجائے پس معاویہ نے پھر کوفہ کی حکومت اُسی مغیرہ کے سپرد کردی اور اس نے کوفہ میں جاکر دس آدمیوں کو بیعت یزید پر راضی کیا اس طرح کہ ہر ایک کو تین تین ہزار درہم دیئے اور اپنے بیٹے موسےٰ کے ہمراہ ان کو معاویہ کے پاس بھیجا تو موسےٰ بن مغیرہ سے معاویہ نے پوچھا کہ تیرے باپ نے دین ان لوگوں کا کتنے کو خرید کیا ہے موسیٰ نے وہ حال ظاہر کیا جو اس کا باپ عمل میں لایا تھا تو معاویہ خوش ہوا کہ بہت خوب یہ تو ارزاں کام ہوگیا اور اہل شام

[٥] ابن عمر نے نقدی کو بہر صورت حلال کردیا اگرچہ رقم کی کمی سے بعد وفات معاویہ کے بیعت کی مگر بلا استدعا بخوشی لکھ کر عہد نامہ بھیج دیا اور یزید کی حمایت میں لوگوں کو نصیحت کرتے رہے اور علی جیسے امام کی بیعت نہ کی کذا فی الاستیعاب فی ترجمۃ معاویۃ جلد ٣ صفحہ ٣٩٥ ١٢ مترجم

[٦] دراسات اللبیب مطبوعہ لاہور صفحہ میں ہے کہ معاویہ جبراً لوگوں کو علیؑ کے مذہب پر عمل کرنے سے روکتا تھا اور روضۃ الصفا کی عبارت میں آخر بھی ہے کہ معاویہ نے خوش ہوکر کہا اس جماعت کے نزدیک تو دین وملت کی چنداں قدر وقیمت نہیں تھی سطر اول روایت خلع اہل مدینہ بخاری طبع مصر جلد ٤ صفحہ ١٤١ میں ہے اور فتح الباری کا مضمون ابن عمر کی بیعت یزید وعدم بیعت علیؑ تاریخ کامل کے حاشیہ پر مروج الذھب جلد ٥ صفحہ ٢٧٨ و ابو الفداء جلد ١ صفحہ ١٨١ وطبری جلد ٥ صفحہ ٣١٥ و کامل جلد ٣ صفحہ ٣٤٢ میں بھی ہے بحوالہ اصلاح جہ

فقد کانوا منقادا لامرہ قبل ولم یتعسر لھم بل خطبھم علی المنبر فقبلوہ احسن القبول و بایعوا یزید علی الرأس والعین و کان عبد الرحمٰن ابن الخالد ابن الولید مدعیا الخلافۃ وکان عاملا علی الحمص فمرض فامر معاویۃ طبیبا ان یسقیہ السم ففعل بہ فمات وفرغ معاویۃ منہ کذا ذکرہ فی الاستیعاب[1] ووفی معاویۃ بطبیب باعطاء اجرہ وولی سعید ابن عثمان علی خراسان واعطاہ اربعین ماتہ درھم وجیشا مناسبا وارسلہ وفرغ منہ ومن انکر من اھل البصرۃ فقتل او صلب او نفی او عمی او ظلم علیہ حتی اقر ببیعۃ یزید واما اھل المدینۃ فقد کان مروان عاملا علیھم فسعی لبیعۃ یزید وقال اھل المدینۃ لانبایع حتی یبایع عبد اللہ بن عمر فکتب مروان الی معاویۃ فاعطی معاویۃ مائۃ الف درھم عبد اللہ بن عمر وقد مر ذکرہ من الفتح

تو پہلے سے ہی معاویہ کے فرمانبردار اور اعلیٰ درجہ کے مطیع تھے لہٰذا ان سے بیعت منوانا کچھ مشکل نہ تھا بس معاویہ نے ان کو خطبہ میں ارادہ ظاہر کیا اور ان لوگوں نے فوراً منظور کر لیا اور بیعت یزید کی بسر و چشم منظور کر لی اور عبد الرحمٰن بن خالد بن ولید کے دعوئے خلافت کا گمان تھا اور وہ حمص پر اہلکار تھا اتفاق سے مریض ہو گیا تو معاویہ نے طبیب کو حکم دیا کہ اسے زہر پلا دے چنانچہ یہی کیا گیا اور وہ مرگیا اس سے معاویہ فارغ ہو گیا جیسا کہ استیعاب[1] میں مذکور ہے مگر معاویہ نے طبیب سے وعدہ انعام دینے کا وفا نہ کیا اور دوسرا سعید بن عثمان کے دعوئے خلافت کا بھی گمان تھا اس لئے اسکو معاویہ نے خراسان پر سردار بنا کر روانہ کیا اور چار ہزار درہم اور لشکر مناسب بھی اسے دیا اس کو بھیج کر بھی فارغ ہو گیا پھر تو اہل بصرہ سے جس نے انکار بیعت کیا اس کو قتل کیا گیا یا جلا وطن کیا گیا یا اندھا کیا گیا یا دوسرے قسم کے ظلم کئے تا اینکہ سب سے اقرار بیعت یزید کا لے لیا اور اہل مدینہ پس ان پر مروان اہلکار تھا اس نے بیعت یزید کے لئے بڑی سعی کی اہل مدینہ نے کہا جب تک عبد اللہ بن عمر بیعت نہ کرے ہم نہیں کرتے۔ تو معاویہ کو مروان نے جب یہ اطلاع دی اس نے ایک لاکھ درہم عبد اللہ بن عمر کو عطا کر کے خاموش کر دیا۔ جس کا ذکر فتح الباری جلد ۶ صفحہ ۵۵ سے پہلے مذکور ہو چکا ہے

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۰۰) وہ کیا ہے مغیرہ نے کہا بیعت یزید کا انتظام کیا ہے کہ تیرے بعد خلیفہ ہو۔ معاویہ خوش ہوا کہا اچھا یہ کام کیا ہے؟ اس نے کہا ہاں معاویہ نے کہا خوب پھر تو بدستور کوفہ کا والی قائم رہ۔ جب مغیرہ باہر چلا گیا تو اسی سے اس کے دوستوں نے حال پوچھا مغیرہ کہنے لگا میں نے معاویہ کے پاؤں ایسے خواری کی تہ میں اتار دیئے ہیں جو قیامت تک نہ نکل سکے گا۔ (مطابق عبارت روضۃ الصفا جلد ۳ صفحہ ۴ مطبوعہ نولکشور کہ معاویہ لوگوں کا دین خرید کرتا تھا۔ روپیہ دیکر ان کو بے دین کرتا تھا) چنانچہ خود اقرار کرتا ہے۔ دیکھو تاریخ طبری جلد ۶ صفحہ ۱۳۵ وقائع سنہ ۵۹ھ زیاد نے وفد احنف بن قیس وجاریہ بن قدامہ وغیرہ کا معاویہ کے پاس بھیجا (بیعت یزید کیلئے) اور معاویہ نے وفد کے ہر کس کو ایک لاکھ انعام دیا لیکن حتات نامی ایک صحابی رسول کو ستر ہزار دیا۔ راستہ میں جاتے وقت وہ لوگ ایک دوسرے سے پوچھنے لگے کہ تمہیں کیا کچھ ملا ہے۔ حتات بن یزید صحابی دوسروں سے اپنا انعام کم سمجھ کر معاویہ کے پاس واپس آیا۔ معاویہ نے وجہ پوچھی۔ حتات نے کہا آپ نے مجھے اپنی قوم بنی تمیم میں شرمندہ کیا ہے۔ کیا میں حسب و نسب میں بلند مرتبہ نہیں ہوں یا لوگ میرے تابع نہیں ہیں کہ آپ نے مجھے دوسروں کی نسبت تھوڑا انعام دے کر میری ہتک کی ہے معاویہ نے کہا انی اشتریت من القوم دینھم ووکلتک الی دینک ورأیک فی عثمان بن عفان وکان عثمانیا فقال وانا فاشتر منی دینی فامر لہ بتمام جائزۃ القوم یعنی معاویہ نے کہا میں نے اس قوم کا دین خرید کیا ہے اور تجھے میں عثمانی سمجھتا ہوں۔ اس لئے کسی جدید توجہ کی ضرورت نہیں سمجھی حتات نے کہا میرا دین تو جس طرح خرید کرنا چاہتا ہے کر لے اور انعام پورا کر۔ اس پر معاویہ نے حکم دیا کہ اس کو دوسروں کے برابر انعام دیا جاوے انتہےٰ مختصراً۔ اسی طرح استیعاب ابن عبد البر اصابہ جلد ۱ صفحہ ۳۹۵ ترجمہ حتات بن یزید میں باسناد مرقوم ہے جس میں یہ الفاظ ہیں کہ فرجع الحتات فقال لمعاویۃ فضلت علی محرقا ومخنذلا قال اشتریت منھما دینھما قال فاشتر منی دینی الخ اور اصابہ میں بھی مثل اس کے بادنےٰ تغیر ترجمہ حتات میں لکھا ہے ۱۲ مترجم۔

[1] عیون الانباء فی طبقات الاطباء طبع اول مطبع وہبیہ ۱۲۹۹ھ صفحہ ۱۱۹ میں ہے ابن آثال حکیم ادویہ مفردہ کا ماہر تھا اور مختلف قسم کی زہروں سے بھی واقف تھا اسی وجہ سے معاویہ اس کی بڑی قدر کرتا تھا اور اس کو مقرب رکھتا تھا اور اکابر مسلمین اور امراء کی بڑی جماعت عہد معاویہ میں زہر سے ہلاک ہوئی (بحوالہ اظہار حقیقت) ۱۲ مترجم۔

[2] استیعاب علی الاصابہ جلد ۲ صفحہ ۳۷۵ میں بعینہٖ اسی طرح مرقوم ہے ۱۲ مترجم۔

ومن اھل المدینۃ خالفہ عبد الرحمٰن بن ابی بکر فتخاصما وتنازعا حتیٰ اتت عائشۃ فصار رما صار وکتب الی معاویۃ عمر ابن عثمان حالۃ الحسینؑ واعراضہ عن بیعۃ یزید فکتب معاویۃ الیہ وھو کتب الیہ وفیہ طول ان شئت فارجع الی المطولات وانکر عبد اللہ بن الزبیر من اھل مکۃ بیعۃ یزید فلما سمع معاویۃ اراد الحرمین بنفسہ فاتی المدینۃ فاوّل من لاقاہ الحسین علیہ السلام فقال لہ لامرحباً ولا اھلاً وغضب علیہ وعلیٰ عبد الرحمٰن بن ابی بکر وعبد اللہ بن الزبیر وابن عمر وغضب علیٰ ابی قتادۃ لعدم استقبالہ ایاہ فاعتذر بعدم المرکب ولما اشتد غضبہ علیٰ اربع المذکورین ولم یاذن لھم عندہ فناسب لھم ان ھجروا مدینۃ ودخلوا مکۃ تقسیۃ لانفسھم ثم صعد معاویۃ علیٰ منبر النبیؐ فخوف الناس وبالغ وقال فیھم ان تبایعوا یزید فھو المراد والا فلنفعل بھم ما نفعل کذا قال ابن قتیبۃ فی الامامۃ والسیاسۃ ثم بقی فی المدینۃ ابن عباس وابن عمر وعائشۃ فدعاھم علی حدۃ لیلا وکان ابن عباس قد ذھب بصرہ واقام بالطائف و زرع فیہ فما کان منہ خوف لمعاویۃ واما ابن عمر فاعطاہ ما اعطاہ وتراضیا فیما بینھما واما عائشۃ فقد کانت ساخطۃ علیہ لقتلہ اخاھا محمد وایذائہ اخاھا عبد الرحمٰن فروی السیوطی فی الاوائل والزمخشری فی ربیع الابرار ومولف کامل السفینۃ ان عائشۃ اخرجت راسھا من الحجرۃ وقالت صہ صہ ھل استدعی الشیوخ لبنیھم البیعۃ قال (معاویۃ) لا قالت فبمن تقتدی انت فخجل ونزل عن المنبر وبنی لھا حفرۃ فوقعت فیھا وماتت وقد اعترف بہ الحکیم السنائی فی حدیقتہ ثم ارتحل معاویۃ الی المکۃ المبارکۃ فتلوّن بالوان مختلفۃ من التملق وارسال التحائف والتخویف والتذکیر وقال اھل الشام من عسکرہ واللہ لانرضی حتی یبایعوا لہ علی رؤس الاشھاد والا ضربنا اعناقھم

اور اہل مدینہ سے عبد الرحمٰن بن ابی بکر نے مخالفت کی جس سے مروان اور عبد الرحمٰن کے درمیان مخاصمت اور جھگڑا پیدا ہوا تا اینکہ بی بی عائشہ آئی اور ناراضگی ظاہر کی اور ہوا جو کچھ ہوا۔ پھر عمر بن عثمان نے معاویہ کی طرف امام حسینؑ کا بیعت یزید کو ناپسند کرنا لکھا جس پر معاویہ اور مروان کے درمیان خط و کتابت ہوتی رہی مگر اس میں طوالت ہے اگر تفصیل مطلوب ہو تو بڑی کتب کی طرف رجوع کرنا چاہیئے اور اہل مکہ سے عبد اللہ بن زبیر نے بیعت یزید کا انکار کیا اور معاویہ نے معلوم کیا تو اس نے حرمین کی طرف آنے کا ارادہ کیا اور مدینہ میں اوّل آکر امام حسینؑ سے ملا معاویہ نے کہا کہ نامبارک ہے تیرا آنا اور ملنا اور امامؑ پر غضب ظاہر کیا اور نیز عبد الرحمٰن بن ابی بکر و عبد اللہ بن زبیر و ابن عمر و ابی قتادہ پر بھی غصہ ظاہر کیا کہ کیوں استقبال نہیں کیا اس نے سواری نہ ملنے کا عذر کیا اور چار مذکورین پر غصہ زیادہ کیا تو وہ بچاؤ کے لئے مدینہ چھوڑ کر مکہ میں چلے گئے پھر معاویہ ممبر نبوی پر چڑھا۔ اور لوگوں کو خوف دلایا کہا کہ اگر یزید کی بیعت کر لیں تو یہی مراد ہے ورنہ تو ہم ایسا ویسا کریں گے اسی طرح ابن قتیبہ نے امامۃ والسیاست جلد ا صفحہ ۱۴۳ میں لکھا ہے پھر مدینہ میں ابن عباس و ابن عمر و عائشہ باقی رہے جن کو معاویہ نے رات کے وقت بلایا اور ابن عباس کی چونکہ نظر جاتی رہی تھی اور طائف میں مقیم تھے اور زراعت بھی انہوں نے وہاں کی اس واسطے معاویہ کو اُس سے کوئی خوف نہ تھا اور ابن عمر نے عطیہ لے کر خاموشی نیم رضا کا معاملہ بنا رکھا تھا البتہ عائشہ بی بی معاویہ پر غضبناک تھی کیونکہ اس نے عائشہ کے بھائی محمد کو ایذا پہنچا کر قتل کیا ہوا تھا اور عبد الرحمٰن کو بھی ایذا ہی پہونچائی تھی چنانچہ سیوطی نے اوائل میں روایت کیا اور زمخشری نے ربیع الابرار میں اور مؤلف کامل السفینہ نے بھی لکھا کہ عائشہ نے حجرہ سے سر نکالا اور کہا کہ بس چپ رہو کیا پہلے مشائخ نے اپنے بیٹوں کے لئے بیعت طلب کی تھی معاویہ نے کہا نہیں، عائشہ نے کہا پس تو کس کے ساتھ اقتدا کر رہا ہے، تب معاویہ شرمندہ ہو کر ممبر سے اُتر آیا اور ایک گڑھا تیار کرایا جس میں گر کر عائشہ کی وفات ہوئی، جیسا کہ حکیم سنائی نے اپنے حدیقہ میں بھی تسلیم کیا ہے۔ پھر معاویہ نے مکہ مبارکہ کی طرف رجوع کیا اور مختلف قسم کی چاپلوسی اور تحفہ تحائف دینے اور دھمکی دینے اور نصیحت کرنے سے کام لیا اور اہل شام کے لوگ لشکر معاویہ کے سپاہیوں نے کہا قسم بخدا ہم کبھی راضی نہوں گے جب تک علانیہ روبروئے عام مجلس کے اس کی یہ لوگ بیعت نہ کریں گے اور اگر نہ کریں تو ہم ان کی گردن کاٹیں گے۔

کذا قاله السیوطی فی تاریخ الخلفاء هذا ما انتخبناه من الذبح العظیم للسید اولاد حیدر سلمه الله سبحانه وافاض علینا برکاته۔ اقول وقد نقض معاویة عهده الذی صالح به الحسنؑ و لیس لمعاویة ان یعهد الی احد من بعده عهدا الخ کما مر من الصواعق وسیاتی ذکر یزید علیه اللعنة۔ ومنها تسمیمه الحسن ابن علیؑ وقد مر۔ ومنها قتل حجر ابن عدی وقد مر۔ ومنها تسمیمه مالك الاشتر وعبد الرحمٰن بن خالد۔ ومنها قتل محمد بن ابی بکر الصدیق واحراقه فی جیفة حمار۔ فی النصائح الکافیة وقتل عمرو بن العاص ومعاویة بن خدیج محمد ابن ابی بکر الصدیق بعد فتحهم مصر لمعاویة وکیف قتلوه منعوه الماء حتی اشتد عطشه ثم ادخلوه فی جیفة حمار واحرقوه بالنار ولما بلغ معاویة قتله اظهر الفرح والسرور وبلغ علیاً قتله وسرور معاویة فقال جزعنا علیه علی قدر سرورهم لا بل یزید اضعافاً ولما بلغ ذلك عائشة جزعت علیه جزعا شدیدا وقنتت دبر الصلوٰة تدعو علی معاویة وعمرو ولم تاکل من ذلك الوقت شواء حتی توفیت۔ انتهی ملخصاً۔ وفی حیوٰة الحیوان ذکر ابن خلکان وغیره ان علی ابن ابیطالب ولی محمد ابن ابی بکر الصدیق علی مصر فدخلها سنة سبع وثلاثین واقام بها الی ان بعث معاویة بن ابی سفیان عمرو بن العاص فی جیوش اهل الشام (الی ان قال) فامر معاویة (ابن خدیج) وکان من عسکر عمرو ابن العاص۔

اسی طرح کہا ہے اس کو سیوطی نے تاریخ الخلفا صفحہ ۱۳۴ میں لکھا ہے یہ مضمون بالا ہم نے ذبح عظیم سید اولاد حیدر صاحب سے منتخب کیا ہے اللہ تعالیٰ ان کو سلامت رکھے اور ہم پر اُن کے برکات جاری رکھے (قول مؤلف) میں کہتا ہوں کہ معاویہ نے اُس عہد کو بھی توڑ دیا جو صلح امام حسنؑ میں کیا تھا کہ معاویہ کو اپنے ولیعہد بنانے کا کوئی حق نہ ہوگا۔ الخ جیسا کہ صواعق صفحہ ۸۱ سے گذر چکا ہے۔ اور قریب ہے کہ اس کا ذکر آگے آئے گا۔ یعنی یزید ملعون کا حال آئندہ مذکور ہوگا۔ اور منجملہ افعال اس کے امام حسنؑ کو زہر دلانا ہے جس کا ذکر سابقاً گذر چکا ہے۔ اور منجملہ اس کے افعال کے قتل حجر ابن عدی کا ہے جو یہ بھی لکھا جا چکا ہے۔[1] اور منجملہ اس کے افعال کے اس کا زہر دلانا مالک الاشتر وعبد الرحمٰن بن خالد کو ہے۔[2] اور منجملہ اس کے افعال کے قتل محمد بن ابی بکر الصدیق کا ہے اور اس کا مردہ گدھے میں ڈال کر جلا دینا ہے۔ نصائح کافیہ صفحہ ۲۷ و تذکرہ خواص الامۃ صفحہ ۶۲ و مروج الذہب طبع جدید مصر ج ۲ ص ۲۸ میں ہے اور عمرو بن عاص اور معاویہ بن خدیج نے محمد بن ابی بکر صدیق کو بعد اس کے کہ مصر معاویہ کے لئے فتح ہو چکا تھا اس طرح قتل کیا کہ اس کا پانی بند کر دیا۔ حتیٰ کہ پیاس اس کی غایت درجہ کو پہنچی پھر انہوں نے اس کو گدھے کے مردار میں داخل کر کے آگ سے جلا دیا اور جب خبر اس کے قتل کی معاویہ کو پہونچی تو اسنے خوشی و خورمی ظاہر کی اور حضرت علیؑ کو خبر قتل محمد کی اور معاویہ کے خوش ہونے کی پہنچی تو حضرت علیؑ نے فرمایا کہ قتل محمد بن ابی بکر پر ہم اتنا ہی غم ظاہر نہیں کرتے جتنی کہ اُنہوں نے خوشی کی ہے بلکہ اس سے کئی حصے زیادہ اور یہ خبر بی بی عائشہ کو پہونچی تو اُس نے محمد پر بہت بڑا غم ظاہر کیا اور بعد نماز کے معاویہ و عمرو بن عاص کو بد دعا کرتی تھی۔ نیز اُس نے اس وقت سے گوشت بریاں کا کھانا مرتے دم تک بند کر دیا تھا۔ انتہیٰ ملخصاً۔ اور حیوٰۃ الحیوان جلد ا صفحہ ۲۲۴ میں ہے ابن خلکان وغیرہ نے بیان کیا کہ تحقیق علی ابن ابی طالب نے محمد بن ابی بکر صدیق کو ۳۷ھ میں مصر کا حاکم بنایا اور وہ وہاں مقیم رہا حتیٰ کہ معاویہ بن ابی سفیان نے عمرو بن عاص کو اہل شام کے لشکروں میں بھیجا (یہاں تک کہا) پس معاویہ (ابن خدیج) نے جو اُسی لشکر عمرو بن عاص میں تھا حکم دیا۔[3]

---

[1] حجر بن عدی کو اصابہ فی تمیز الصحابہ طبع مصر جلد ا ص $\frac{329}{315}$ و استیعاب ج $\frac{351}{359}$ میں صحابی رسول ﷺ کا لکھا ہے نیز اس میں لکھا ہے کہ حجر کو معاویہ کے حکم سے قتل کیا گیا اور حجر نے قتل ہوتے وقت کہا کہ میرے زنجیروں کو نہ کھولنا اور میرے خون کو نہ دھونا کیونکہ میں معاویہ سے فردا روز قیامت اسی حال میں ملاقات کروں گا اور اُس سے خصومت کرونگا ۱۲ مترجم [2] نصائح ص $\frac{61}{62}$ میں ابن اثیر اور طبری کے حوالے سے زہر دلانا ہر دو کا مذکور ہے ۱۲ مترجم [3] تاریخ طبری جلد ۶ ص ۶۰ میں یہ قصہ بعینہ مروی ہے اور اسی کتاب کے جلد ۶ ص ۱۱۸ میں معاویہ کا عبد الرحمٰن بن خالد کو معرفت ابن آثال کے قتل کرانا لکھا ہے کہ وہ حکیم تھا اور فریب سے زہر دیا اور اس کو اس پر معاویہ نے انعام دیا ۱۲ مترجم

فدخلوا الیہ (محمد[1]) وربطوہ بالحبال وجروہ علی الارض وامر معاویۃ ان یحرق فی الطریق وامر بہ ان یحرق بالنار فی جیفۃ حمار ووجد علیہ (ای علی قتل محمد) علی ابن ابی طالب وجدا عظیما وقال کان لی ربیبا وکنت اعدہ ولدا ولبنی اخا وذلک لان علیا کان قد تزوج امہ اسماء بنت عمیس بعد وفات الصدیق وربّاہ کما تقدم۔ انتھیٰ ملخصا۔ فی نہج البلاغۃ فلقد کان (محمد) الیّ حبیبا وکان لی ربیبا۔ وفی البھجۃ حاشیہ نہج البلاغۃ۔ ام محمد ھی اسماء بنت عمیس وکانت عند جعفر بن ابیطالب ولما قتل جعفر یوم موتہ زوّجھا ابوبکر فولدت لہ محمد ثم تزوجھا امیر المومنین ونشأ محمد فی حجرہ ورضع الولاء والتشیع۔ انتھیٰ۔[2] ومنھا تولیتہ زیادا علی الکوفۃ قال المسعودی فی المروج والبیھقی فی المحاسن والمساوی جمع (زیاد) الناس بالکوفۃ بباب قصرہ یحرضھم علی لعن علیؑ فمن ابیٰ ذلک عرضہ علی السیف۔ انتھیٰ۔

اس کو رسّوں سے باندھا اور زمین پر کھینچتے ہوئے اس کو لے گئے معاویہ نے کہا کہ اس کو راستہ میں اسی طرح کھینچتے ہوئے لے آئیں اور امر کیا کہ مردار گدھے میں ڈال کر اس کو جلا دیا جائے اور علیؑ بن ابی طالب نے قتل محمد پر بہت غمناک ہو کر فرمایا کہ وہ میرا پرورش یافتہ تھا میں اس کو اپنے بیٹوں میں شمار کرتا تھا اور میرے بیٹوں کا بھائی تھا اور یہ اس لئے کہ علیؑ نے محمد بن ابی بکر کی مادر اسماء بنت عمیس سے بعد وفات صدیق کے نکاح کیا تھا اور محمد بن ابی بکر کی پرورش حضرت علیؑ نے کی تھی جیسا کہ گذر چکا ہے۔ انتہےٰ ملخصاً۔ نہج البلاغت صفحہ ۲۳ میں ہے۔ علیؑ نے فرمایا تحقیق محمد بن ابی بکر میرا حبیب اور ربیب تھا۔ اور بہجہ حاشیہ نہج البلاغت میں ہے محمد کی ماں اسماء بنت عمیس ہے جو جعفر بن ابی طالب کے پاس تھی جب جعفر قتل ہوا اس سے ابوبکر نے تزویج کی اور محمد بیٹے ابوبکر کا تولد ہوا پھر بعد وفات ابی بکر کے امیر المؤمنینؑ نے اسماء سے شادی کی اور ان کی گود میں محمد نے پرورش پائی اور اس نے امیر المؤمنینؑ سے تولا اور تشیع کو تعلیم پایا۔ انتہےٰ اور منجملہ افعال معاویہ سے اس کا زیاد کو کوفہ پر حاکم بنانا ہے۔ چنانچہ مسعودی نے مروج الذہب میں اور بیہقی نے محاسن ومساوی میں لکھا ہے کہ زیاد نے لوگوں کو کوفہ میں اپنے محل کے دروازہ پر جمع کیا اور لوگوں کو لعنت حضرت علیؑ کی ترغیب دی اور کرائی گئی اور جس نے لعنت کرنے سے انکار کیا اس کو تلوار سے قتل کیا۔ انتہےٰ۔

---

[1] قتل محمد بن ابی بکر کا حال مثل حیٰوۃ الحیوان کے منہاج السنۃ ابن تیمیہ جلد ۲ صفحہ ۲ اور نور الابصار صفحہ ۸۲ واسعاف الراغبین برحاشیہ نور الابصار صفحہ ۱۵۷ میں ہے محمد بن ابی بکر ربیب علیؑ کے تھے دیکھو صفحہ ۱۵۷ اسعاف الراغبین۔ [2] تاریخ طبری مطبوعہ مصر جلد ۵ صفحہ ۱۵۲ و مروج الذہب طبع جدید مصر ج ۲ صفحہ ۳ میں ہے کہ زیاد بن ابی سفیان نے حجر بن عدی کندی وغیرہ بارہ[12] کس کو قید کر کے معاویہ کی طرف بھیجا اور خط میں لکھا کہ یہ لوگ ترابیہ سبائیہ ہیں ان کا سردار حجر بن عدی ہے انہوں نے امیر المؤمنین (معاویہ) کی مخالفت کی ہے (پھر کہا یعنی معاویہ نے) زیاد ہمارے نزدیک حجر سے بہت سچا ہے (پھر کہا راوی نے) پس حجر اور اسکے ساتھیوں کو معاویہ کے وکیل نے کہا ہمکو حکم دیا گیا ہے کہ علیؑ پر لعنت کرنا اور تبرا کرنا ہم تمہارے پیش کریں اگر تم اس پر عملدر آمد کرو تو بہتر اور اگر تم اس سے انکار کرو تو ہم تمہیں قتل کریں گے امیر المؤمنین (معاویہ) کہتے ہیں کہ قتل تمہارا حلال ہو گیا ہے کیونکہ شہر کے لوگ سب تم پر گواہ ہیں البتہ اب بھی معافی اسی پر موقوف ہے کہ اگر اس آدمی (حضرت علیؑ) سے تبرا کرو تو ہم تمہیں چھوڑ دیتے ہیں۔ حجر اور اسکے ہمراہیوں نے کہا ہم یہ تو نہیں کرینگے اس پر معاویہ کا حکم ہوا کہ ان کی قبریں کھودی جائیں اور کفن ان کے سامنے رکھے جائیں تاکہ ان کو عبرت ہو اسی طرح کیا گیا جس پر حجر وغیرہ نماز میں مشغول ہو گئے پھر معاویہ کے خدام نے سوال کیا کہ نمازیں تو تم نے بڑی لمبی پڑھی ہیں مگر بتاؤ تم امیر عثمان کے حق میں کیا اعتقاد رکھتے ہو؟ حجر وغیرہ نے کہا امیر عثمان نے ہی پہلے ظلم کی بنیاد رکھی ہے (کہ معاویہ کو اس قدر عروج ہوا) اور حق کے مخالف عمل کیا پھر معاویہ کے اصحاب نے کہا آخر تم حضرت علیؑ سے تبرا کرتے ہو یا نہ حجر وغیرہ نے کہا نہیں ہم تو حضرت علیؑ کو دوست رکھتے ہیں اور جو اس سے تبرا کرے ہم اس سے تبرا کرتے ہیں۔ پس اہل معاویہ کے سپاہیوں نے ایک ایک کو پکڑ کر قتل کر دیا انتہیٰ۔ اور مروج الذہب جلد ۲ صفحہ ۲۴ میں لکھا ہے زیاد نے لوگوں کو کوفہ میں جمع کیا اور حضرت علیؑ پر لعنت کرنے پر آمادہ کیا اور جس نے اس سے انکار کیا ا

معاویہ کا حکم علیؑ سے تبرا کرو اور لعنت کرو

فصل[۱] :- فی نبذۃ حالات بعض الصحابۃ وفی انہ ھل یجوز ذکر الجرح علیھم والتعدیل لھم

فنقول یجب ان نفتش احوالھم کما ھو یجری فی احوال سائر الرواۃ لما قال الحافظ عبد العزیز فی کوثر النبی وعن ابن سیرین قال ان ھذا العلم دین فانظروا عمن تاخذون دینکم رواہ مسلم والترمذی فی الشمائل لان کل من حضر عند النبی و اظھر اسلامہ لیس بصحابی فی الحقیقۃ ولیس بمؤمن وان کان مؤمنا فلیس بمعصوم بحیث لایصدر عنہ ذنب مطلقا کما لایخفی لان من بقی عند وفاتہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم قد کان مائۃ الف و اربعۃ عشر الف ممن یعد صحابیا وھذا العدد ذکرہ النووی وابن الصلاح کما فی الصواعق ولیسوا بسواء کما نبینہ انشاء اللہ تعالی قال اللہ عز وجل لا یستوی القاعدون من المؤمنین غیر اولی الضرر والمجاھدون فی سبیل اللہ باموالھم وانفسھم علی القاعدین درجۃ الایۃ سورۃ النساء وقال اجعلتم سقایۃ الحاج وعمارۃ المسجد الحرام کمن امن باللہ والیوم الاخر وجاھد فی سبیل اللہ الایۃ سورۃ التوبہ وقال لایستوی منکم من انفق من قبل الفتح وقاتل اولئک اعظم درجۃ من الذین انفقوا من بعد و قاتلوا الایۃ سورۃ الحدید

الشرک - قال رسول اللہ لابی بکر الشرک فیکم اخفی من دبیب النمل رواہ ابن کثیر وابویعلے والحکیم الترمذی وغیرھم

فصل :- بعض حالات صحابہ میں اور اس میں کہ کیا بیان جرح وتعدیل صحابہ کا جائز ہے یا نہ

پس ہم کہتے ہیں واجب ہے کہ ہم ان کے حالات کی تفتیش کریں جیسا کہ یہی صورت باقی راویان احادیث میں جاری ہے کیونکہ لکھا ہے حافظ عبد العزیز ہاروی نے کتاب کوثر النبی صفحہ ۴۷ میں کہ ابن سیرین نے کہا ہے کہ تحقیق یہ علم دین کا ہے دیکھ بھال لیا کرو کہ دین کو کیسے شخص سے سیکھ رہے ہو اس کو مسلم اور ترمذی نے روایت کیا اس واسطے تفتیش کی ضرورت ہے ایسا نہیں ہو سکتا کہ جو اسلام ظاہر کر کے نبی صلعم کے پاس حاضر ہوا ہو اس کو ضرور ہی صحابی مخلص کہا جائے اور نہ وہ ہر شخص مومن کامل کہلا سکتا ہے اور اگر کوئی مومن بھی ہو تو معصوم نہیں ہو سکتا۔ اس طرح کہ اُس سے کوئی گناہ مطلقاً صادر نہ ہو جیسا کہ مخفی نہیں ہے کیونکہ جو وفات نبی صلعم کے بعد صحابہ موجود تھے وہ قریباً ایک لاکھ چودہ ہزار آدمی تھے۔ چنانچہ نووی اور ابن صلاح نے ذکر کیا ہے جیسا کہ صواعق محرقہ صفحہ ۱۳۳ میں لکھا ہے اور یہ ظاہر ہے کہ سب برابر نہ تھے جیسا کہ ہم اس کو بہ تفصیل بیان کرتے ہیں انشاء اللہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ مومنین سے بآرام بلا تکلیف بیٹھے رہنے والے اور جو خدا کی راہ میں اپنے نفس اور مال سے جنگ کرنے والے ہوں نہ برابر نہیں ہیں بلکہ بلحاظ درجہ کے اللہ تعالےٰ نے مجاہدین کو قاعدین پر فضیلت دی ہے یہ آیت سورت نساء میں موجود ہے اور فرمایا کیا حاجیوں کا پانی پلانا اور عمارت کرنا مسجد حرام کا مثل اُس شخص کے ہے جس نے اللہ تعالیٰ اور قیامت کی تصدیق کی اور خدا کی راہ میں جنگ کی ہے (آیت سورۃ توبہ) اور فرمایا مسلمانوں میں سے جن لوگوں نے فتح مکہ سے پہلے مال خرچ کئے اور جنگ کی وہ دوسرے مسلمانوں کے برابر نہیں جنہوں نے فتح مکہ کے بعد خرچ کیا اور لڑے (آیت سورہ حدید)

فعل شرک

ابوبکر صاحب کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارے اندر شرک چیونٹی کی رفتار سے بھی بہت پوشیدہ چلتا ہے روایت کیا اس کو ابن کثیر و ابو یعلےٰ و حکیم ترمذی وغیرہ نے اور ایمان ابی بکر میں اس کا مکمل ذکر آئیگا

---

[۱] اس فصل کے مضمون سے دفع دخل مقدر کا کیا گیا ہے کہ معاویہ عمرو بن عاص و مغیرہ وغیرہ چونکہ صحابہ میں سے ہیں ان پر زبان طعن کیوں کھولی گئی ہے اور خلاصہ مقصود اس فصل کا یہ ہے کہ مطلق حضرت صلعم کی خدمت میں باظہار اسلام حاضر ہونا صحابی کی مشہور تعریف میں داخل کر دیا ہے لیکن اخلاص ایمان و اعتقاد سے اطاعت اللہ و رسول میں اول سے آخر تک ثابت قدم رہنا اور ذرہ بھر مخالفت نہ کرنی یہ سوائے بعض مخصوصین صحابہ کے عوام مسلمین مومنین بہ صحابہ میں نہیں پایا جاتا جس سبب سے وہ اس مرتبہ ادب و اتباع سے گرے ہوئے ہیں جس کے مستحق مقبول صحابہ ہیں اور ہم سے نامبردگان الا اسی سلسلہ غیر مخلصین سے ہیں اس لئے اپنے نفس کو اور نیز دوسروں کو ان کے حالات سے متنبہ کر کے ان کی مودت و متابعت سے بچانا ضروری ہے ورنہ طریق مخالف ثقلین پر چلنا ہو گا جو غیر سبیل المؤمنین ہے ۱۲ مترجم [۲] کتاب دلیل الطالب

النفاق فی تفسیر ابن کثیر روی احمد عن جبیر بن مطعم مرفوعا ان فی اصحابی منافقین - فی الخصائص للسیوطی اخرج مسلم عن حذیفہ ان النبی قال فی اصحابی اثنا عشر منافقا لا یدخلون الجنۃ حتی یلج الجمل فی سم الخیاط (الحدیث) وفیہ اخرج البیہقی عن ابن مسعود قال خطبنا رسول اللہ فقال فی خطبتہ ایہا الناس ان منکم منافقین فمن سمیت فلیقم قم یا فلان قم یا فلان حتی عد ستا وثلاثین۔ وفی البخاری عن حذیفۃ بن الیمان قال ان المنافقین الیوم شر منہم علی عہد النبی کانوا یومئذ یسرون والیوم یجہرون - وفی الفتح لان النفاق اظہار الایمان واخفاء الکفر ووجود ذلک ممکن فی کل عصر وانما اختلف الحکم لان النبی کان یتألفہم ویقبل ما اظہروہ من الاسلام ولو ظہر احتمال خلافہ - الخ

صحابہ میں نفاق کا بیان

تفسیر ابن کثیر جلد ۵ صفحہ ۵۹ میں ہے احمد نے جبیر بن مطعم سے روایت کیا (کذا فی مسند احمد جلد ۴ صفحہ ۸۳) مرفوعاً نبی سے کہ تحقیق میرے اصحاب کے اندر منافقین بھی ہیں: خصائص کبریٰ سیوطی جلد ۱ صفحہ ۲۸۰ میں ہے کہ مسلم نے حذیفہ سے روایت کیا ہے تحقیق نبی نے فرمایا میرے اصحاب میں بارہ منافق ایسے ہیں جو بہشت میں ہرگز داخل نہ ہوں گے جب تک اونٹ سوئی کے سوراخ میں داخل نہو۔ آخر حدیث تک (یعنے محال ہے) اور اسی خصائص کبریٰ جلد ۲ صفحہ ۱۰۲ میں ہے بیہقی نے ابن مسعود سے روایت کیا ہے کہا کہ ہمکو رسول اللہ نے خطبہ سنایا اور فرمایا اے لوگو! تحقیق تمہارے اندر منافقین ہیں جس کا میں نام لوں چاہئے کہ اُٹھ کر کھڑا ہو جائے۔ کھڑا ہوا ے فلاں کھڑا ہوا ے فلاں تا کہ چھتیس[ع] کو شمار کیا۔ اور بخاری مع فتح جلد ۶ جزو ۱۳ صفحہ ۵۵[ل] میں حذیفہ بن یمان سے روایت ہے کہا تحقیق منافقین آج کل کے زمانہ نبوی کے منافقین سے بدتر ہیں کیونکہ وہ بہت مخفی طور پر نفاق رکھتے تھے اور فی زمانہ علانیہ نفاق رکھتے ہیں؛

اور فتح الباری شرح حدیث مذکور میں لکھا ہے کیونکہ نفاق اظہار ایمان کا اور چھپانا کفر کا ہوتا ہے اور اس بات کا وجود ہر زمانہ میں ممکن ہے البتہ حکم مختلف ہو گیا ہے کیونکہ نبی تالیف قلوب مسلمین کے لئے ان لوگوں سے جو اسلام کو ظاہر کر کے اعمال کرتے تھے اُس کو منظور فرما لیتے - اور کوئی چنداں اعتراض نہ کرتے اگرچہ اسلام حقیقی کے خلاف بھی ان لوگوں سے کوئی امر ظاہر ہو جاتا تھا اور فی زمانہ اس انداز کی تالیف کی ضرورت نہیں بلکہ ٹوکنا چاہیئے ۔ الخ

ع کذا فی صحیح المسلم جلد ۲ صفحہ ۳۶۹ ۱۲ مترجم
ل کذا فی روضۃ الاحباب جلد ۱ صفحہ ۳۴۱ ۱۲ مترجم۔

---

۵۱ مذہب اہل سنت کی تفسیر لطائف البیان ترجمان للقرآن مرتبہ مؤلف فتح البیان میں صفحہ ۳۴۴ - ۴۴۴ پر تحت آیت ومن اہل المدینۃ مردوا علی النفاق لا تعلمہم نحن نعلمہم کے لکھا ہے جتنے منافق حضرت کے پاس تھے سب کو علی التعیین حضرت نہیں جانتے تھے صرف یہ جانتے تھے کہ اہل مدینہ جو ہم سے مخالطت رکھتے اور ملتے جلتے ہیں ان میں بعض اہل نفاق و شک بھی ہیں (پھر کہا) طبری نے بھی متعین نہیں کیا اور یہی راجح ہے۔ وکذا فی تفسیر الخازن جلد ۲ صفحہ ۱۶۰ طبع مصر اور تفسیر ابن کثیر جلد ۱ صفحہ ۸۵ میں ہے اس شخص کی سند جو اس کا قائل ہے کہ نبی بعض منافقین کو علی التعیین جانتے تھے حدیث حذیفہ بن یمان کی ہے جس میں ۱۴ منافقین کے نام غزوہ تبوک میں بیان فرمائے لیکن سوائے ان کے پس فرمایا اللہ تعالیٰ نے ومن حولکم الآیۃ ولئن لم ینتہ المنافقون الآیۃ ان آیات میں اس پر دلیل ہے کہ حضرت ان کو اجنبی نہیں جانتے تھے اور نہ علی التعیین ان کو جانتے تھے صرف صفات سے بعض کو پہچانتے تھے جیسا کہ اللہ نے فرمایا ولو نشاء لاریناکہم فلعرفتہم بسیماہم الآیہ اور در منثور جلد ۶ صفحہ ۶۶ مطبوعہ مصر میں ہے ابن مردویہ اور ابن عساکر نے ابو سعید و ابن مسعود سے روایت کیا ہے کہ تم لوگ علی کے بغض سے ان منافقین کو پہچان لو گے اور صحابہ سے مروی ہے کہ ہم رسول کے زمانہ میں منافقین کو بغض علی سے پہچانتے تھے ۱۲ مترجم ۵۲ کذا فی الدر المنثور ج ۳ صفحہ ۲۷۲ باسناد ابن مردویہ عن ابن مسعود قال ثم قال ان منکم وان منکم فسلوا اللہ العافیۃ الخ۔

۵۳ **نفاق بعض صحابہ** | یہ روایت بخاری مطبوعہ مصر جلد ۴ صفحہ ۱۴۱ میں ہے اور بغض علی کا نشانی منافقت کی ہے دیکھو فلک جلد ہذا بیان فضائل علی پھر معاویہ و معاونین اس کے زیر نظر رکھیں اور دیکھیں کہ یہ علامت ان میں کس پایہ کی ہے۔ اور حضرت عمر نے حاطب بدری کو منافق کہا۔ دیکھو عینی شرح بخاری جلد ۷ صفحہ ۴۴ - کتاب المغازی باب غزوۃ الفتح حدیث اول و کتاب الجہاد باب الجاسوس حدیث اول و بخاری طبع مصر جلد ۲ صفحہ ۱۰۶ و جلد ۳ صفحہ ۳۷ و بخاری مع تیسیر الباری پ ۱۲ صفحہ ۲۲ و پ ۱۷ صفحہ ۴۲ میں یہ مروی ہے۔ حضرت عمر نے سعد انصاری کو منافق کہا۔ دیکھو تاریخ طبری طبع اسلامبول جلد ۴ صفحہ ۲۱ (باقی حاشیہ بر صفحہ ۱۰۷)

(بقیہ حاشیہ ص۱۰۶) حضرت عثمان نے عبد الرحمٰن بن عوف کو منافق کہا دیکھو تاریخ خمیس جلد ۲ صفحہ ۲۷۱ و ۳۷۱، ہر دو بحوالہ سہیل یمنی ع۱۲ جلد ۵ بسر بن راعی العیر اشجعی صحابی منافق تھا دیکھو اصابہ جلد ۱ صفحہ ۱۴۸ مع استیعاب اور منافق کی تین یا چار علامتیں جو نفاق پر دال ہوتی ہیں اور رسول خدا صلعم نے فرمائی ہیں بحث فدک کی تعلیق فلک النجاۃ الفاظ کاذبا غادرا خائنا میں ملاحظہ ہوں ۔ منافق کی دو قسمیں شاہ ولی اللہ دہلوی نے اپنی کتاب الفوز الکبیر فی اصول التفسیر مطبوعہ مجتبائی دہلی صفحہ ۱۱ میں لکھی ہیں ایک گروہ زبان سے توحید و نبوت کے قائل دل مطمئن بہ کفر دوسری قسم وہ جو داخل اسلام ہوئے مگر نہ تحقیق سے بلکہ بتبعیت قوم خود یا برائے طلب لذات دنیاوی وغیرہ اور ایسے طبقہ ضعیف الاسلام کو رسالت حضرت پیغمبرؐ میں ظنون واہیہ و شبہات رکیکہ دلوں میں گذرتے رہے و ہر چند آنجا نمی رسند کہ خلع ربقہ اسلام کنند و ازاں باب بکلی در آیند یعنی ایسا طبقہ یہاں تک نہیں پہنچتا جو بالکل اسلام سے نکل کر کافروں میں مل جائیں ۔ بلکہ نیم مسلمان رہتے ہیں (پھر کہا) وایں قسم نفاق عمل و نفاق اخلاق است و نفاق ثانی کثیر الوقوع است و اشارہ بہمیں نفاق است در حدیث ثلاث من کن فیہ کان منافقا خالصاً الخ یعنی دوسری قسم کا نفاق اعمال و اخلاق کثیر الوقوع ہے جو بہت پایا جاتا ہے ۔ انتہیٰ (حدیبیہ کا شک اور توریت کی محبت وغیرہ اور معاویہ اور اس کے باپ کا اسلام زیر نظر رکھیئے) (ایک شبہ کا جواب) ایک ملاں نے کہا تھا کہ مدینہ شریف میں منافق پیدا ہوئے مکہ میں نہیں تھے لہذا جو مکہ سے آئے ان میں منافق کوئی نہیں ہوگا ۔ لہذا ذیل میں مکہ شریف میں منافقوں کا موجود ہونا اور ان کے بارہ میں جو آیات اتری ہیں لکھی جاتی ہیں :--- تفسیر کبیر جلد ۳ صفحہ ۱۵۴ میں بذیل آیت فما لکم فی المنافقین فئتین لکھا ہے نزلت فی قوم اظہروا الاسلام بمکۃ وکانوا یعینون المشرکین علی المسلمین ۔ یعنی یہ آیت ان لوگوں کے حق میں اتری جنہوں نے مکہ میں اسلام ظاہر کیا اور خفیہ مدد مشرکوں کو دیتے تھے ۔ اخنس بن شریق مکی منافق تھا جس کا صحابی اور منافق ہونا کتب ذیل میں ہے ۔ لباب النقول فی اسباب النزول للسیوطی ۔ حاشیہ جلالین مطبوعہ مصر جلد ۱ صفحہ ۳۹ پ۲ و تفسیر حسینی آیت الا انہم یثنون صدورہم لیستخفوا منہ پ۱۱ سورہ ھود و اصابہ مع استیعاب جلد ۱ صفحہ ۲۵ و ۲۶ و جلالین آیت ومن الناس من یعجبک قولہ فی الحیٰوۃ الدنیا پ۲ صفحہ ۲۸ و ص۱۸۵ مقام دیگر آیت یثنون صدورہم پ۱۱ اور تفسیر مدارک مطبوعہ مصر جلد ۲ ص۱۳۷/۱۳۸ آیت یستغشون ثیابہم کی تفسیر میں لکھا ہے ای یحاولون الاستغشاء ثیابہم نفاقہم غیر نافع عندہ وقیل نزلت فی المنافقین سورہ ھود ۔ اسی مدارک میں ہے کہ سورہ ہود مکی ہے اور اسی کے جلد ۳ صفحہ ۱۹۱ میں ہے کہ سورہ عنکبوت مکی ہے اور صفحہ ۱۹۲ میں لکھا ۔ ونزلت فی المنافقین ومن الناس من یقول امنا باللہ فاذا اوذی فی اللہ جزع من ذلک کما یجزع من عذاب اللہ الخ تفسیر ترجمان القرآن نواب صدیق حسن خاں جلد ۱۰ ص۱۲۲ سورہ عنکبوت آیت منافقین کی ذیل میں ہے یہ ضعیف الایمان لوگوں کے حق میں ہے اور ضحاک نے کہا یہ آیت ان منافقوں کے حق میں نازل ہوئی ہے جو مکہ میں تھے وہ ایمان ظاہر کرتے تھے (کذا فی الدر المنثور جلد ۵ ص۱۴۲ باسناد ابن جریر) تفسیر کبیر جلد ۱ صفحہ ۳۴۹ میں ہے سورہ مدثر مکی میں کفار اور منافقوں دونوں گروہوں کا ذکر ہے ولیقول الذین فی قلوبہم مرض والکافرون ۔ الآیۃ فاما الذین فی قلوبہم مرض ھم المنافقون والذین کفروا یحتمل المشرکین لان السورۃ مکیۃ فقد جمع الفریقان ھھنا ۔ اور اسی کبیر جلد ۸ صفحہ ۳۶۲ سورہ مدثر میں اس قول کی تردید ہے جو اس لفظ مرض سے نفاق مراد نہیں لیتے اس لئے کہ مکہ میں نفاق نہ تھا ۔ پھر مرض سے مراد شک لکھا تو ظاہر کیا لان اھل مکۃ کان اکثرھم شاکین وبعضھم کانوا قاطعین بالکذب یعنی اکثر اہل مکہ قرآن میں شک رکھتے تھے اور بعض یقینی جھوٹ جانتے تھے (پھر کہا) مرض سے مراد نفاق موزون ہے وہ مکی لوگ اکثر بظاہر قرآن کو خدا کا کلام کہتے تھے جو فقط زبانی دعوے تھا اور کفار ظاہر و باطن قرآن کے کلام خدا نہ ہونے کے قائل تھے اور اس پر استدلال بھی پیش کرتے تھے ۔ تفسیر ابی السعود بر حاشیہ کبیر جلد ۸ ۳۶۱ میں مرض سے مراد شک یا نفاق لکھا ہے ۔ ترجمان القرآن جلد ۵ صفحہ ۴۰۶ میں ہے سورہ ہود قول حسن و عکرمہ و عطا و جابر و مجاہد بن زید کے قول میں مکی ہے ابن عباس و قتادہ نے کہا مگر ایک آیت واقم الصلوٰۃ طرفی النہار مقاتل نے لکھا ہے مگر یہ آیت فلعلک تارک واولئک یؤمنون بہ ۔ الآیۃ ۔ حاصل یہ ہے کہ ابن عباس کے نزدیک ایک آیت اور مقاتل کے نزدیک دو آیتیں مدنی ہیں جو مذکور ہوئیں اس سورت کی باقی سب آیات مکی ہیں سورہ حدید پ۲۷ الم یان للذین امنوا ان تخشع قلوبہم میں بھی منافقین مکہ کا ذکر ہے دیکھو تفسیر کبیر جلد ۸ صفحہ ۱۳۱ و ۱۳۲ ۔ در منثور سیوطی جلد ۵ صفحہ ۱۴۱ میں ہے سورہ عنکبوت مکی ہے الا اس آیت کو تفسیر در منثور ج ۳ ص۳۲۰ میں باسانید کثیرہ منافقین کے حق میں لکھا ہے اور سورہ ہود کی جملہ آیات کا مکیہ ہونا بیان کیا ہے ۱۲

(باقی حاشیہ بر ص۱۰۸)

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۰۷)

آیت ومن الناس من یقول امنا باللہ فریابی وابن ابی شیبہ وعبد بن حمید وابن جریر وابن المنذر وابن ابی حاتم مجاہد سے روایت کرتے ہیں ولیعلمن المنافقین سے مراد ہے قال اناس یؤمنون بالسنتہم فاذا اصابہم بلاء الخ یعنی زبانی مومن مراد ہیں سدی کا قول بھی یہی ہے اور ابن جریر نے ضحاک سے بھی اسی طرح روایت کیا کہ مکہ کے منافقوں کے بارہ میں اتری ہے تفسیر سراج المنیر جلد ۴ صفحہ ۴۴۴ سورہ مدثر میں فی قلوبہم مرض سے مراد شک اور نفاق لکھا ہے نیشاپوری برحاشیہ ابن جریر جلد ۲۹ صفحہ ۸۸ میں اور درمنثور جلد ۶ صفحہ ۲۸۴ میں نفاق ہی مراد ہونا لکھا ہے عن قتادۃ اخرجہ عبد بن حمید وابن المنذر اور شاہ ولی اللہ صاحب مہاجرین میں فلک النجاۃ دیکھو اس جگہ بھی ہر قسم کے منافقوں کا ذکر ہے۔ جب منافقین پر بھی اصحاب کے لفظ کو استعمال کرنا رسول خدا کے ارشاد سے ثابت ہے پھر تو کوئی جھگڑا باقی نہیں رہا دیکھو صحیح بخاری کتاب التفسیر جب عبداللہ بن ابی رئیس منافقین نے ایک مہاجر و انصاری کے جھگڑے میں برہم ہو کر یہ کہا کہ مدینہ سے ہم مہاجرین کو نکال دیں گے تو حضرت عمر نے رسول اللہ سے عرض کیا کہ دعنی اضرب عنق ھذا المنافق فقال النبی دعہ لا یتحدث الناس ان محمداً یقتل اصحابہ یعنی حکم دیجئے تو اس منافق کی گردن اڑا دوں آنحضرت نے فرمایا جانے دو کہیں لوگ یہ نہ کہیں کہ محمد اپنے اصحاب کو قتل کر دیتے ہیں صحابی کی تعریف رسول سے زیادہ کوئی نہیں جانتا اور خود اس لفظ کو منافقین پر استعمال فرمایا ہے ہیں صحیح بخاری کا حوالہ مطبوعہ مصر جلد ۳ صفحہ ۱۲۷ بخاری و ترمذی کتاب التفسیر جلد ۲ صفحہ ۲۵۵ و صحیح مسلم جلد دوم صفحہ ۳۲۱ باب نصرۃ الاخ ظالماً او مظلوماً میں ہے سیرت نبویہ و آثار محمدیہ لابن دحلان مفتی السادۃ الشافعیۃ بمکۃ المشرفۃ برحاشیہ سیرت حلبیہ جلد ۲ طبع مصر صفحہ ۱۵۶ و سیرت حلبیہ جلد ۳ صفحہ ۱۶۳ میں دربیان واقعہ عقبہ مابین مدینہ و تبوک اور منافقین کے ارادہ قتل نبی کے مذکور ہے آخری دونوں کتابوں میں یہ بھی لکھا ہے کہ حضرت صلعم نے اسید بن حضیر کو جواب دیا انی اکرہ ان یقول الناس ان محمداً قاتل بقوم حتی اظہرہ اللہ بہم اقبل علیہم یقتلہم فقال یا رسول اللہ ھؤلاء لیسوا باصحاب فقال رسول اللہ الیس یظہرون للشہادۃ انتہی[۲۱] اور اسی طرح تفسیر کبیر جلد ۴ صفحہ ۶۶۹ میں ہے اس میں قاتل بقوم کی جگہ قاتل باصحابہ ہے اور اس میں اس اعتراض کے جوابات بھی ہیں کہ جب منافقین تصدیق ہوتے دل سے نہیں کرتے تھے تو ان کو ڈر کیوں ہوتا تھا کہ ہمارے دل کی باتیں حضرت محمد بتادیں گے یحذر المنافقون ان ینبئہم اللہ بما فی قلوبہم۔ ترجمہ عبارت کبیر و سیرت ابن دحلان کا خلاصہ یہی ہے کہ نبی نے فرمایا میں ناپسند کرتا ہوں کہ لوگ کہیں محمد اپنے اصحاب کو ساتھ لے کر جنگ کرتے رہے جب خدا نے ان کو غلبہ دیا تو اپنے انہی اصحاب کو قتل کرنا شروع کر دیا ہے (باقی مضمون سیرت حلبیہ کا ہے) اسید نے کہا یا حضرت یہ اصحاب نہیں کہلا سکتے ہیں۔ فرمایا کیوں نہیں کیا شہادت توحید و رسالت نہیں دیتے کہ اصحاب میں شمار نہ ہوں انتہی۔ بخاری مطبوعہ مصر جلد ۴ صفحہ ۱۵ میں حدیث رجع ناس من اصحاب النبی من احد یعنی کچھ لوگ اصحاب نبی کے جنگ احد سے واپس چلے آئے اس پر حاشیہ قسطلانی شرح بخاری سے لکھا ہے وھم عبد اللہ بن ابی المنافق واتباعہ وکانوا ثلاث مائۃ یعنی یہ اصحاب نبی کے عبداللہ بن ابی رئیس المنافقین مع اپنی جماعت کے ہیں جو تین سو نفر تھے اور صحیح مسلم جلد ۱ صفحہ ۳۰۴ میں بذیل حدیث معاذ اللہ ان یتحدث الناس انی اقتل اصحابی امام نووی لکھتے ہیں فھذہ ھی العلۃ وسلک معہ مسلکہ مع غیرہ من المنافقین الذین آذوہ وسمع منہم فی غیر موطن ما کرھہ لکنہ صبر استبقاءً لانقیادھم وتالیفاً لغیرھم لئلا یتحدث الناس ان محمداً یقتل اصحابہ فینفروا وقد رای الناس ھذا الصنف فی جماعتہم ویعدونہ من جملتہم انتہی یعنی نبی نے اسی سبب سے ایسے منافقوں کے ساتھ بھی سلوک دوسرے مسلمانوں جیسا رکھا جنہوں نے نبی کو ایذا پہنچائی اور اُن سے بہت جگہ ناپسند باتیں سنیں لیکن اس واسطے صبر فرمایا کہ یہ ظاہری تابعداری پر باقی رہیں اور دوسرے نئے لوگوں کی الفت کا باعث ہو تا وہ یہ کہہ کر متنفر ہوں کہ محمد اپنے اصحاب کو قتل کر دیتے ہیں حالانکہ ان لوگوں نے اس قسم کے منافقوں کو جماعت صحابہ کے اندر دیکھا اور انہی میں سے شمار کیا ہوا ہے گویا بظاہر مومنین و منافقین کے درمیان کوئی تمیز نہیں تھی۔ سب صحابہ کی جماعت میں شمار ہوتے تھے حتیٰ کہ جہاد بھی کرتے تھے۔ نبی ان منافقین کو تالیف قلوب کی غرض سے مشوروں میں بھی شامل رکھتے تھے دیکھو سیرت حلبیہ طبع مصر ج ۱ صفحہ ۲۳۱ مگر پھر ناری اور منافق تھے دیکھو تفسیر کبیر جلد ۴ صفحہ ۶۰۰ بذیل آیت ولما یعلم اللہ الذین جاھدوا الآیۃ سورہ توبہ لکھا ہے والمقصود من ذکر ھذا الشرط ان المجاھد قد یجاھد ولا یکون مخلصاً بل یکون منافقاً باطنہ خلاف ظاہرہ الخ یعنی مجاہد کبھی نجات یافتہ نہیں ہوتا بلکہ منافق اور اُس کا باطن ظاہر کے خلاف ہوتا ہے سیرۃ حلبیہ طبع مصر ج ۲ صفحہ ۲۹۰ میں دربیان غزوہ بنی مصطلق لکھا ہے وخرج معہ صلعم ناس کثیر من المنافقین (باقی حاشیہ بر صفحہ ۱۰۹)

رسول خدا نے خود منافقین پر صحابہ کا لفظ اطلاق فرمایا

منافقین صحابہ کا ذکر

منافق ناری مجاہد بھی ہوتے تھے

مؤمن سے منافق کے ساتھ زیادہ سلوک

منافقین اصحاب رسول اور مجاہد تھے

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۰۸) منہم عبد اللہ بن ابی بن سلول سورت آل عمران پ۴ رکوع ۱۶ میں ہے۔ یقولون لوکان لنا من الامر شیئ ما قتلنا ھٰھنا قل لوکنتم فی بیوتکم لبرز الذین الخ منافقین جہاد میں قتل ہوئے۔ مزید برآں تفسیر کبیر جلد ۴ صفحہ ۶۶۹ میں بذیل آیت ومنہم من یلمزک فی الصدقات لکھا ہے وروی ابوبکر الاصم رضی اللہ عنہ فی تفسیرہ انہ صلعم قال لرجل من اصحابہ ما علمک بفلان فقال مالی بہ علم الا انک تدنیہ فی المجلس وتجزل لہ العطاء فقال علیہ الصلوٰۃ والسلام انہ منافق اداری عن نفاقہ واخاف ان یفسد علی غیرہ فقال لو اعطیت فلانا بعض ما تعطیہ فقال انہ مؤمن اکلہ الی ایمانہ واما ھٰذا فمنافق اداریہ خوف افسادہ یعنی نبی صلعم نے اپنے اصحاب میں سے ایک کو فرمایا تو فلاں شخص کو کیسا جانتا ہے اُس نے عرض کیا مجھے اس کا کوئی علم نہیں البتہ یہ دیکھتا ہوں کہ آپ اس کو مجلس میں اپنے قریب جگہ دیتے ہیں اور کچھ تقسیم کرتا ہو تو اُس کو زیادہ دیتے ہیں پس نبی صلعم نے فرمایا بہ تحقیق وہ منافق ہے بس اس سے اس لئے زیادہ سلوک کرتا ہوں کہ دوسروں کو خراب نہ کردے (ممنون ہوکر دبا رہے) راوی صحابی نے عرض کیا جو اس کو دیتے ہو کچھ اس میں سے فلاں کو دیدیتے تو بہتر تھا جناب نے فرمایا وہ مؤمن ہے اُس کو اُس کے ایمان کے سپرد کرتا ہوں اور یہ منافق ہے اس کے خوف شر پیدا کرنے کی وجہ سے اس سے مدارات اور نیک سلوک کرتا ہوں۔ انتہیٰ۔ نیز دیکھو تعلیق تشریح آیت جاہد الکفار والمنافقین وشیخین کا روضہ میں دفن؛ بخاری بحاشیہ مولوی احمد علی سہارنپوری جلد ۱ صفحہ ۴۹۹ میں حدیث لایتحدث الناس انہ کان یقتل اصحابہ کے حاشیہ میں لکھا ہے قال الخطابی فیہ باب عظیم من سیاسۃ الدین والنظر فی العواقب وذٰلک ان الناس انما یدخلون فی الدین ظاھرا ولا سبیل الی معرفۃ ما فی نفوسھم فلو عوقب المنافق علی باطن کفرہ لوجد اعداء الدین تنفیر الناس عن الدخول فی الدین بان یقولوا ما یومنکم اذا دخلتم فی دینہ ان یدعی علیکم کفر الباطن فیستبیح بذٰلک دماء کم واموالکم فلا تسلموا انفسکم الیہ للھلاک فیکون ذٰلک سببا لنفور الناس عن الدین انتہیٰ۔ ناقلا عن اکثر الشراح وخیر الجاری والکرمانی۔ یعنی اس حدیث سے امر دین کی سیاست کا ایک بڑا قانون ثابت ہوتا ہے کہ عاقبت اندیشی پر نظر کرنی چاہیئے۔ ظاہر اُ مسلمانوں کے اندرونی حالات کی معرفت مشکل ہے۔ پس اگر اندرونی کفر پر منافقوں کو عذاب دیا جائے تو دین کے دشمنوں کو لوگوں کے نفرت دلانے کا موقعہ ملتا ہے اس طرح کہ کہیں گے اسلام میں داخل ہوکر اپنے تئیں ہلاکت میں نہ ڈالو اس کا کیا علاج ہو سکتا ہے کہ تم پر باطن میں کفر رکھنے کا الزام لگا کر تمہارا خون و مال مباح سمجھ کر تمہیں قتل کردیں گے اور مال لوٹ لیں گے؛ بلکہ قدیمی مسلمان صحابہ سب بدظن ہو جاتے کہ آج ان کو اندر کی تہمت لگا کر قتل کیا گیا ہے تو ممکن ہے کل ہماری باری آجائے اور قتل کردیں کیونکہ باطن سے بجز خدا اور رسول کے دوسرا کوئی مطلع نہیں ہو سکتا۔ انوار اللغۃ پ۱۲ صفحہ ۴ پ۴ صفحہ ۱۱ میں ہے حدیث اکثر منافقی امتی قرّاؤھا بیان کرکے لکھتے ہیں۔ میری امت کے اکثر منافق قاری ہوں گے جو ظاہر میں قرآن بڑی تجوید کے ساتھ پڑھیں گے تاکہ لوگ ان کو مخلص اور سچا مسلمان سمجھیں مگر دلوں پر قرآن کا ذرا اثر نہ ہوگا۔ نہایہ میں ہے کہ آنحضرت صلعم کے زمانہ میں منافقوں کی یہی صنعت تھی میں کہتا ہوں ہمارے زمانہ میں بھی اکثر قاری ایسے پائے جاتے ہیں انتہیٰ۔ صحیح مسلم جلد ۲ صفحہ ۳۲۱ باب نصرۃ الاخ ظالما او مظلوما میں ہے قال عمر دعنی اضرب عنق ھٰذا المنافق فقال دعہ لا یتحدث الناس ان محمداً یقتل اصحابہ امام نووی اس کی شرح میں لکھتے ہیں ولم یقتل المنافقین لھٰذا المعنی ولاظہارھم الاسلام وقد امر بالحکم بالظاھر واللہ یتولی السرائر ولانھم کانوا معدودین فی اصحابہ صلے اللہ علیہ وسلم ویجاھدون معہ اما حمیۃ واما لطلب الدنیا او عصبیۃ لمن معہ من عشائرھم یعنی نبی صلعم نے منافقوں کو اسی سبب سے جو حدیث میں ہے قتل نہ فرمایا؛ اور اس لئے بھی کہ وہ لوگ اسلام ظاہر کرتے تھے اور نبی صلعم کو اسی ظاہر پر خدا کی طرف سے حکم جاری کرنے کا امر تھا اور مخفی امور کا مالک اللہ تعالیٰ ہے اُسی کے سپرد ہیں اور اس لئے بھی قتل نہ فرمایا کہ وہ لوگ اصحاب النبی صلعم میں شمار ہوتے تھے اور حضرت صلعم کے ساتھ ہوکر جہاد بھی کرتے رہے۔ خواہ نبی صلعم کی حمایت میں خواہ دنیا طلبی کی غرض سے خواہ ان کی امداد کی نیت سے جو ان منافقین کے قریبی رشتہ دار یا قبیلہ کے لوگ نبی صلعم کے ساتھ ایماناً شریک تھے؛ بخاری کتاب الشہادات باب الشہداء العدول جلد ۲ صفحہ ۶۲ طبع مصر میں ہے عمر نے کہا وحی بند ہوگئی ہم تو ظاہری اعمال پر کسی کو پکڑتے ہیں جو اچھا کرے گا امن میں رہے گا اور مقرب ہوگا ولیس الینا من سریرتہ شیئ اللہ یحاسبہ فی سریرتہ الخ اس کے باطن کا حساب ہمارے ذمہ نہیں اس کا حساب خدا لے گا؛ اور اسی حدیث کی شرح میں امام نووی صفحہ مذکورہ پر صحیح مسلم لکھتے ہیں۔ اس حدیث سے نبی صلعم کا حلم معلوم ہوا اور اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ بعض پسندیدہ امور کو ترک

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۰۹) کرنا اور بعض مفاسد و ناپسندیدہ امور پر صبر کرنا اُس وقت ضروری ہے جب اُس امر مختار کو عمل میں لانے سے کسی زیادہ فساد کے پیدا ہونے کا خوف ہو اور نبی صلعم لوگوں کی تالیف فرماتے اور جفاء عرب اور منافقین وغیرہ پر صبر فرماتے رہے تاکہ اسلام کا دبدبہ اور شوکت قائم رہے اور دعوت اسلام تمام لوگوں کو پہنچے اور مؤلفۃ القلوب کا ایمان قوی پکڑے اور جو داخل اسلام ہو گئے ہیں ان کے ماسوا دوسرے لوگ رغبت اسلام سے داخل اسلام ہو جائیں۔ پس نبی صلعم ان منافقین کو اسی واسطے بہت سامال انعام فرماتے اور اسی واسطے ان کو قتل نہ فرمایا۔ انتہیٰ۔ ایضاً صحیح مسلم جلد ۲ صفحہ ۳۲۲ میں باب مد اراۃ من یتقی فحشہ کی شرح میں نووی نے لکھا ہے فیہ مد اراۃ من یتقی فحشہ وجواز غیبۃ الفاسق المعلن بفسقہ الخ اور ظاہری حال پر حکم جاری ہونا اور باطنی احوال خدا کے سپرد کرنا۔ ظاہری مسلمان پر حکم اسلام نافذ رکھنا نسیم الریاض جلد ۳ صفحہ ۳۴۶/۳۴۴ میں بھی لکھا ہے، فتح الباری شرح بخاری جلد ۴ صفحہ ۲۷۹ میں ہے فیہ تاخیر الحد عمن یخشی من ایقاعہ بہ الفتنۃ۔ نبہ علی ذلک ابن بطال مستندا الی ان عبد اللہ بن ابی کان ممن قذف عائشۃ ولم یقع فی الحدیث انہ ممن حد۔ اور در منثور جلد ۵ صفحہ ۲۸ میں بھی عبد اللہ کو قاذفین سے شمار کیا گیا ہے۔ یعنی فتنہ کا خوف ہو تو حد ملتوی کی جا سکتی ہے جیسے عبد اللہ بن ابی منافق قاذفین حضرت عائشہ سے تھا مگر اس کو حد مارنا ثابت نہیں، تفسیر ابن جریر طبری جلد ۱۰ صفحہ ۱۱۲ بذیل آیت جاھد الکفار والمنافقین لکھا ہے اگر کوئی کہے کہ نبیؐ نے منافقین سے کیوں جنگ نہ کی فکیف ترکہم مقیمین بین اظہر اصحابہ مع علمہ بہم اور کیسے ان کو اپنے اصحاب کے اندر شامل رہنے دیا باوجودیکہ ان کو جانتے تھے تو یہ جواب دیا جائے گا کہ جنگ کا حکم اس کے لئے ہے جو کلمہ کفر کا اظہار کرے اور اسی کا عامل ہو اور جو کفر کا انکار کرے اور اس سے رجوع کرے اور جو کہے میں مسلمان ہوں نیز زبان سے اسلام ظاہر کرے تو خدا کا حکم اس کے لئے یہ ہے کہ اُس کا خون اور مال محفوظ رکھا جاوے اگرچہ اُس کا اعتقاد قلبی ظاہر کے خلاف ہو، باطن کا مالک خدا ہے۔ خلقت کے ذمہ اندر کی بحث نہیں لگائی گئی ہے۔ اسی واسطے باوجودیکہ خدا نے اپنے نبیؐ کو منافقین کے باطنی و قلبی حالات جتلا دیئے تھے۔ مگر نبیؐ نے منافقین کو اپنے اصحاب کے اندر برقرار دیا اور ان سے وہ جہاد نہ کیا جو مشرکین سے کیا کیونکہ جب نبیؐ کو اطلاع ملتی کہ فلاں نے کلمہ کفر کہا ہے۔ اور پوچھتے تو منافقین انکار کر دیتے تھے اور زبان سے اسلام و اطاعت ظاہر کرتے تھے۔ پس آنحضرتؐ ان کے ظاہر پر احکام جاری رکھتے تھے نہ اُس قول پر جس سے انہوں نے انکار کیا ہوتا اور باطن میں اُن کا اعتقاد ہوتا تھا اس واسطے کہ خدا نے کسی کو اس کی اجازت نہیں دی کہ باطن کے حالات پر ظاہری احکام نافذ کرے اُس کا مالک تو خدا ہی ہے۔ انتہیٰ، نیز دیکھو آیت من المومنین رجال صدقوا ما عاھدوا اللہ علیہ (تا) ویعذب المنافقین پ ۲۱ سورہ احزاب ع ۳ اس میں بھی مؤمنین میں منافقین کو شامل کر کے لفظ مؤمن اطلاق کیا گیا ہے اور آیات اس کے ثبوت کی حاشیہ صفحہ ۳۴ میں دیکھو، نبی صلعم نے منافقین کو قتل کیوں نہیں فرمایا۔ واضح ہو کہ حضرت صلعم نے ایسے منافقین کو بھی قتل نہیں فرمایا جو ارادہ رکھتے تھے کہ نبیؐ کو قتل کر ڈالیں۔ بلکہ ایسے اصحاب کو عام لوگوں کے سامنے شرمندہ اور مشہور بھی نہیں فرمایا۔ اس طرح کے مصالح مخفیہ رسولؐ سے ان لوگوں کو عبرت حاصل کرنی چاہیئے جو کہتے ہیں کہ اگر فلاں فلاں کو نبیؐ جانتے تھے کہ ہمارے مخالف ہیں تو ان کو دور کیوں نہ کر دیا لوگوں کو کیوں نہ سمجھا دیا کہ یہ میرے دشمن ہیں ان سے بچنا۔ دیکھو تفسیر در منثور جلد ۳ صفحہ ۲۵۹/۲۶۰ اس میں بیان واقعہ عقبہ میں مذکور ہے کہ ان بارہ۱۲ منافقین کے نام حضرت حذیفہؓ و عمار بن یاسرؓ کو نبیؐ نے معلوم کرائے جنہوں نے نبیؐ کے قتل کا ارادہ کیا تھا، پوچھا گیا، افلا تامر بہم یا رسول اللہ فتضرب اعناقہم قال اکرہ ان یتحدث الناس ویقولون ان محمد اوضع یدہ فی اصحابہ الخ یعنی یا رسول اللہ آپ کیوں ان کے حق میں ہمیں یہ حکم نہیں دیتے کہ ان کی گردنیں اُڑا دی جائیں فرمایا میں یہ ناپسند کرتا ہوں کہ لوگ کہیں گے کہ محمد صلعم نے اپنے اصحاب کے اندر ہاتھ ڈال دیا اور ان کو قتل کرنا شروع کر دیا ہے، یہ روایت باسناد بیہقی عروہ سے اور دوسری اسناد میں حذیفہ یمانی سے مذکور ہے اور شروع حدیث میں یہ الفاظ ہیں مکر برسول اللہ ناس من اصحابہ یعنی رسولؐ کے ساتھ آپ کے اصحاب میں سے کچھ لوگوں نے مکر کیا۔ اور آخر حدیث میں ہے فسماھم وقال اکتماھم۔ یعنی نبیؐ نے حذیفہؓ و عمارؓ کو ان اصحاب کے نام جتلا کر فرمایا کہ ان کو چھپائے رکھنا (مشہور نہ کرنا) دیکھو تفسیر آیت ھموا بما لم ینالوا۔ کتاب مذکور۔ ایضاً صفحہ ۱۰ مجاہدین منافقین کا ذکر۔ قرآن کریم کے پارہ ۴ رکوع ۷ میں بھی ایسے مجاہدین کا ذکر ہے پڑھیئے وطائفۃ قد اھمتہم انفسہم یظنون باللہ ظن الجاھلیۃ یخفون فی انفسہم ما لا یبدون لک (بقیہ حاشیہ بر صفحہ ۱۱۱)

نیز رسول نے بعض امور پسندیدہ کو خوف فساد سے ترک فرمایا

مصلحت کے لئے منافق کو حد نہ لگائی

جو رسول کو قتل کرنے کا ارادہ رکھتے تھے وہ بھی اصحاب تھے

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۱۰) یقولون لو کان لنا من الامر شیئ ما قتلنا ھٰھنا قل لو کنتم فی بیوتکم لبرز الذین کتب علیھم القتل الی مضاجعھم ۔ الآیۃ ۔ ترجمہ مولوی نذیر احمد صاحب نے یہ لکھا ہے اور بعض منافق تھے ۔ جن کو اُس وقت بھی اپنی جان کے لالے پڑے ہوئے تھے اور اللہ کی جناب میں ناحق و ناروا جاہلیت کے وقت ایسی بدگمانیاں کر رہے تھے اور کہتے تھے الخ جی ہی جی میں کہتے ہیں کہ اگر ہمارا کچھ بس بھی چلتا ہوتا تو ہم یہاں سے مارے ہی نہ جاتے اے پیغمبر ان لوگوں سے کہہ دو کہ تم اپنے گھروں میں بھی ہوتے تو جن کی قسمت میں مار اجانا لکھا تھا گھروں سے نکل کر خود اپنے اپنے بچھڑنے کی جگہ آموجود ہوتے ۔ معاویہ کے حال میں عبد اللہ ابن ابی رئیس المنافقین کا مؤمنین میں شمار ہونا مذکور ہے نیز علاوہ برآں تفسیر کبیر جلد ۶ صفحہ ۳۵۵ میں بذیل آیت ان الذین جاؤ بالافک عصبۃ منکم لکھا ہے جماعۃ منکم ایھا المؤمنون لان عبد اللہ کان منجملۃ من حکم لہ بالایمان ظاھراً (تفسیر رازی) یعنی اے مومنو! تم میں کی ایک جماعت ہے جنہوں نے بہتان اُٹھایا ہے کیونکہ عبد اللہ بن ابی ان میں سے ہے جن کے لئے ظاہری ایمان کے اعتبار پر مؤمنین کا حکم جاری کیا گیا ہے ۔ یعنی مؤمن بولا جاتا ہے ۔ نسیم الریاض شرح شفاء عیاض جلد ۴ صفحہ ۱۳۱ میں ہے کہ منافقین کو نبیؐ جانتے تھے مگر قتل اس واسطے نہیں کیا فان الامر ای نفاقھم کان سراً و باطناً و ظاھرھم الاسلام والایمان (پھر کہا) وقد شاع ای سمع واشتھر بین الناس عن الذکورین ای من کان منافقاً یظھر اسلامہ فی العرب کون من یتھم بالنفاق من جملۃ المؤمنین وصحابۃ سید المرسلین وانصار الذین نصروا رسولہ صلی اللہ علیہ وسلم علی اعداءہ ظاھراً و ھذا انما ھو الحکم علی ظاھرھم الی ما یظھر من حالھم لانا لا نطلع علی سرائرھم فلاجل ھذا لم یقتلھم ۔ انتھی ملخصاً ۔ اس کے بعد شارح شفا نے یہ ظاہر کیا ہے کہ اگر ایسے لوگوں کو نبیؐ قتل کر دیتے تو نفرت دلانے والے لوگوں کو موقعہ ملتا تھا کہ جو لوگ نئے اسلام میں داخل ہونا چاہتے اُن سے کہتے کہ یہ نبی تو سفاک ہے اپنے اصحاب کو اندرونی شبہات پر قتل کر دیتا ہے تو اس کا ضروری نتیجہ یہ ہوتا کہ لوگ اسلام میں داخل ہونے اور نبیؐ کی صحبت میں حاضر ہونے سے خوف کرتے اور متردد ہوتے جس سے ترقی اسلام میں بڑا خلل واقع ہو جاتا ۔ اور خلاصۂ ترجمہ عبارت بالا یہ ہے کہ منافقوں کا نفاق باطن میں چھپا ہوا تھا ظاہر میں وہ مومن اور مسلمان تھے اور اُن کا اسلام اور ایمان لوگوں میں مشہور تھا اور یہ منافقین علاوہ مؤمنین میں شمار اور مشہور ہونے کے صحابہ سید المرسلین اور اُن کے انصار سے مشہور تھے ۔ جنہوں نے مخالفین کے مقابلہ میں رسولؐ کریم کی مدد کی تھی اور احکام شریعت ظاہر پر مبنی ہیں کیونکہ ہم سب ان کے باطن سے مطلع نہیں ہو سکتے ۔ پس اسی واسطے رسولؐ خدا نے ان کو قتل نہ فرمایا کہ اُن کے خلاف عام لوگوں کی نظر میں واجب القتل ہونے کی کوئی شہادت نہ تھی ۱۲ مترجم

(حاشیہ: رئیس المنافقین کا مومنین میں شمار ہونا)

(حاشیہ: منافقین صحابہ و انصار رسولؐ تھے)

نووی نے شرح مسلم جلد ۱ صفحہ ۲۶ میں کہا کہ بخاری نے اپنے صحیح میں کہا ہے کہ ابن ابی ملیکہ نے کہا میں نے تیس صحابیوں کو مل کر معلوم کیا کہ وہ سب اپنے نفاق کا خدشہ رکھتے تھے ۔ اور نہج البلاغت صفحہ ۱۹۹ میں ہے علیؑ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلعم نے مجھے فرمایا ہے تحقیق میں اپنی امت کے مومن اور مشرک سے خوف نہیں کرتا کیونکہ مومن کو اللہ تعالیٰ اوسکے ایمان کے باعث ممنوعات سے بچا لیتا ہے اور مشرک کو خدا تعالیٰ اس کے شرک کے باعث ہلاک کریگا لیکن ایسے شخص کے فتنہ سے مجھے زیادہ خوف ہے جو دل سے منافق ہو اور زبان سے باتونی ۔ باتیں تو ایسی کریگا جو تم اچھی سمجھتے ہو گے مگر افعال ناپسندیدہ کریگا ۔ اور احیاء العلوم غزالی جلد ۴ صفحہ ۸۰ میں ہے تحقیق عمر بن خطاب تفتیش اپنے دل کے لئے مبالغہ کرتا تھا اور حذیفہ سے سوال کرتا تھا کہ کیا عمر میں کچھ منافقت کے آثار تجھے معلوم ہوتے ہیں یا نہ اسی طرح مدارج و معارج وغیرہ میں ہے اور آئندہ بیان ہوگا انشاء اللہ تعالیٰ

قال النووی فی شرح المسلم قال البخاری فی صحیحہ قال ابن ابی ملیکۃ ادرکت ثلاثین من اصحاب النبیؐ کلھم یخاف النفاق علی نفسہ ۔ وفی نھج البلاغۃ ولقد قال لی رسول اللہؐ انی لا اخاف علی امتی مومناً ولا مشرکاً اما المومن فیمنعہ اللہ بایمانہ واما المشرک فیقمعہ اللہ بشرکہ ولکنی اخاف علیکم کل منافق الجنان عالم اللسان یقول ما تعرفون ویفعل ما تنکرون ۔ وفی احیاء العلوم للغزالی لقد کان عمر یبالغ فی تفتیش قلبہ حتی کان یسئل حذیفۃ انہ ھل یعرف بہ من آثار النفاق شیئاً و کذا فی المدارج والمعارج وغیرھما وسیاتی انشاء اللہ ۔

الردۃ } وقد بوب السیوطی فی الخصائص اخبارہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم بالردۃ بعدہ۔ وکفاک بہ شہید حدیث الحوض وسیاتی۔ وفی التاریخ الکامل کان مع مسیلمۃ نہار الرجال بن عنفوہ وکان قد ھاجر الی النبیؐ و قرا القرآن وفقہ فی الدین وبعثہ معلما لاھل الیمامۃ ولیشغب علی مسیلمۃ (لیعلم کذب ۱۲) فکان اعظم فتنۃ علے بنی حنیفۃ من مسیلمۃ شہد ان محمدًا یقول ان مسیلمۃ قد اشرک معہ فصدقوہ واستجابوا لہ۔ انتہٰی۔ **الاحداث فی الدین بعد النبیؐ**

اخرج مسلم عن ابی ھریرۃ مرفوعًا الا لیذادن رجال عن حوضی کما یذاد البعیر الضال فانادیھم الا ھلم فیقال انھم قد بدلوا فاقول سحقا سحقا۔ فی الخصائص للسیوطے اخرج الشیخان عن ابن عباس مرفوعا الا انہ یجاء برجال من امتی فیؤخذ بھم ذات الشمال فاقول اصحابی فیقال انک لاتدری ما احدثوا بعدک فاقول کما قال العبد الصالحؑ وکنت علیھم شہیدًا ما دمت فیھم الایۃ فیقال انھم لم یزالوا مرتدین علے اعقابھم منذ فارقتھم وفیہ اخرج البخاری عن عقبۃ بن عامر (فی حدیث طویل) واللہ ما اخاف[1] علیکم ان تشرکوا بعدی ولکن اخاف علیکم ان تنافسوا[2]۔ وکذا فی المسلم

مرتد ہونے کے بیان میں۔ اور تحقیق سیوطی نے خصائص کبریٰ میں ایک باب رکھا ہے جس میں بعض لوگوں کی نسبت نبیؐ نے اپنے بعد مرتد ہونے کی خبر دی ہے اور تمہیں حدیث حوض شہادت کے لئے کافی ہے جس میں ردت کلی و جزئی کی خبر دی گئی ہے جیسا کہ عنقریب بیان ہوگی؛ اور تاریخ الکامل جلد ۲ صفحہ ۱۳۱/۱۲۸ میں ہے کہ مسیلمہ کذاب کے ساتھ نہار الرجال بھی تھا جو عنفوہ کا بیٹا تھا اور تحقیق اُس نے نبیؐ کے ساتھ ہجرت کی تھی اور قرآن پڑھا دین میں فقیہ ہوا اور اس کو نبیؐ نے یمامہ کے لوگوں کی طرف معلم بنا کر بھیجا اور اس لئے کہ مسیلمہ پر حجت تمام کر کے فیصلہ کرے؛ پس بنی حنیفہ پر اُلٹا مسیلمہ سے بھی زیادہ بڑے فتنہ کا سبب ہوا، اور شہادت دی کہ محمدؐ کہتے ہیں تحقیق مسیلمہ میرے ساتھ نبوت میں شریک ہے اس کو سچا مانو پس لوگوں نے سچ مان کر قبول کر لیا۔ انتہیٰ (و طبری ج ۳ صفحہ ۲۲۴) انتہیٰ (رسالہ اصلاح سے لکھا گیا ہے) **بیان احداث اور تغیر دین نبوی میں بعد نبی صلعم کے** مسلم نے ابی ہریرہ سے مرفوعًا روایت کیا خبردار رہو کہ کچھ آدمی حوض کوثر سے ہانکے جائیں گے جیسا کہ اجنبی یعنی غیر کا اونٹ اپنے اونٹوں سے ہانک دیا جاتا ہے۔ میں بلاؤں گا میری طرف لاؤ تو سنایا جائیگا کہ تحقیق ان لوگوں نے تیرے احکام کو بدل دیا تھا اور میں بھی کہوں گا کہ اچھا ایسے لوگ دُور رہیں دُور۔ اور خصائص سیوطی جلد ۲ صفحہ ۱۲۷ و مسلم ج ۲ صفحہ ۳۴۴ و بخاری طبع مصر ج ۳ صفحہ ۷۹ میں ہے بخاری اور مسلم نے ابن عباس سے مرفوعًا روایت کی ہے خبردار رہو کہ چند آدمی میری امت کے بائیں ہاتھ کے اعمالنامہ والے پکڑے ہوئے لائے جائیں گے میں کہوں گا یہ تو میرے اصحاب ہیں۔ کہا جائیگا کہ تو نہیں جانتا جو کچھ انہوں نے تیرے بعد کیا ہے؟ میں کہوں گا اُس طرح جیسے عبد صالح عیسیٰؑ نے کہا کہ خدایا جب تک میں ان میں رہا اُس وقت کی شہادت دے سکتا ہوں اور فوت ہونے کے بعد کو تو خوب جانتا ہے۔ کہا جائیگا کہ یہ لوگ تیری وفات ہوتے ہی اپنی ایڑیوں کے بل پھر گئے تھے۔ اُسی کتاب کے جلد ۲ صفحہ ۱۶۹ میں ہے۔ بخاری نے عقبہ بن عامر سے حدیث طویل میں روایت کیا ہے کہ رسولؐ نے فرمایا قسم بخدا مجھے تمہارے لئے اپنے بعد مشرک ہو جانے کا اتنا خوف نہیں جتنا یہ ہے کہ رغبت دنیا سے لالچ دنیا میں پھنس کر فتنہ پیدا کروگے۔ اسی طرح مسلم جلد ۲ صفحہ ۲۵۰

[1] استیعاب علی الاصابہ جلد صفحہ ۳۷۵-۳۷۶ و اصابہ جلد ۲ صفحہ ۳۱۶ و صفحہ ۳۱۷ و در منثور جلد ۳ صفحہ ۳ میں عبد اللہ بن سعد بن ابی سرح کا مرتد ہونا اس طرح لکھا ہے اسلم قبل الفتح وھاجر وکان یکتب الوحی لرسول اللہؐ ثم ارتد مشرکا وصار الی قریش بمکۃ فقال لھم انی کنت اصرف محمدا حیث اریدکان یملے علی عزیز حکیم فاقول او علیم حکیم فیقول نعم کل صواب فلما کان یوم یوم الفتح امر رسول اللہؐ بقتلہ الخ۔ عبد اللہ بن ابی سرح اسلام لا کر مہاجر ہوا اور کاتب وحی رسولؐ کا تھا پھر مرتد ہو گیا اور قریش مکہ کے پاس جا کر بیان کیا کہ محمدؐ کو جس طرف میں پھیرتا تھا اُسی طرف پھر جاتا تھا جو الفاظ میں بولتا تھا وہ قرآن میں لکھے جاتے تھے چنانچہ میں نے علیم حکیم بجائے عزیز حکیم کے کہا تو نبیؐ نے فرمایا ٹھیک ہے یہی لکھ پھر فتح مکہ میں نبیؐ نے عبد اللہ کے قتل کا حکم دیا مگر وہ مفرور ہو گیا اور امیر عثمان برادر رضاعی خود کے پاس جا کر اس نے پناہ لی اور نبیؐ سے معافی لی گئی الخ ۱۲ مترجم۔

[2] بخاری باب غزوہ احد صفحہ ۵۷۸ طبع کرزن پریس میں ان الفاظ سے وارد ہے فرمایا انی لست اخشی علیکم ان تشرکوا ولکنی اخشی علیکم الدنیا ان تنافسوا ھا یعنے مجھے تم لوگوں کے مشرک اور بت پرست ہو جانیکا اتنا خوف نہیں جتنا یہ ہے کہ تم لالچ دنیا میں بگڑ جاؤ گے چنانچہ

(فی حدیث الحوض) والفاظہ ولکنی اخشٰی علیکم الدنیا ان تتنافسوا فیہا وتقتتلوا فتہلکوا کما ہلک من کان قبلکم وفی کنز العمال وفیہ فاقول یارب اصیحابی اصیحابی رواہ البیہقی واحمد والترمذی والنسائی وفیہ عن ابی سعید مرفوعاً (فی حدیث طویل) وانی ایہا الناس فرط لکم یوم القیٰمۃ علی الحوض وان رجالاً یقولون یارسول اللہ ؐ انا فلان بن فلان فاقول فاما النسب فقد عرفتہ ولکنکم احدثتم بعدی وارتددتم القہقری رواہ ابن النجار وفی البخاری عن العلاء بن المسیب عن ابیہ قال لقیت البراء بن عازب فقلت طوبی لک صحبت النبی ؐ وبایعتہ تحت الشجرۃ فقال یا ابن اخی انک لا تدری ما احدثنا بعدہ۔ وفی الموطا لمالک فی باب فضل الشہداء فی سبیل اللہ مالک عن ابی النضر مولے عمر بن عبید اللہ انہ بلغہ ان رسول اللہ قال لشہداء احد ہؤلاء اشہد علیہم فقال ابوبکر یا رسول اللہ السنا باخوانہم اسلمنا کما اسلموا وجاہدنا کما جاہدوا فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بلی ولا ادری ما تحدثون بعدی قال فبکی ابوبکر ثم بکی ثم قال انا لکائنون بعدک دھلکنا یعنی بالتاء

حدیث حوض میں ہے الفاظ اسکے یہ ہیں لیکن مجھے تمہارے اوپر دنیا کا خوف ہے کہ اس کی محبت میں تم ایک دوسرے سے لڑو گے اور ہلاک ہو گے جیسے تم سے پہلے ہلاک ہوئے دنیا اور خزانے زمین کی طرف رغبت کر کے پھسل جاؤ گے[۳] اور اسی طرح کنز العمال جلد ۲ صفحہ ۲۰۱ میں ہے۔ لفظ یارب اصیحابی اصیحابی اس کو بیہقی واحمد و ترمذی و نسائی نے روایت کیا ہے اور نیز کنز العمال جلد ۱ صفحہ ۹۸ میں ابی سعید سے مرفوعاً ایک حدیث طویل میں ہے۔ تحقیق میں تم لوگوں سے پیشتر حوض کو خبر پر ہونگا اور تحقیق چند آدمی کہیں گے میں فلاں بیٹا فلاں کا ہوں میں کہونگا ٹھیک ہے نسب تو مجھے معلوم ہے لیکن تم نے میرے بعد نئے کام نکالے اور مجھ سے ہٹ کر پیچھے کو پھر گئے اس کو ابن نجار نے روایت کیا ہے۔ اور اسی میں جلد ۷ صفحہ ۲۲۱ پر اسی طرح ہے۔ اور بخاری جلد ۳ طبع مصر صفحہ ۳۲/۴۸ میں ہے علاء بن مسیب اپنے باپ سے روایت کرتا ہے وہ کہتا ہے میں براء بن عازب سے ملا میں نے کہا بڑی خوشی کی بات ہے کہ تم نے نبیؐ سے ملاقات کی اور ان سے درخت کے نیچے بیعت[۵] کی براء نے کہا اے بھتیجے تحقیق تو نہیں جانتا جو کہ ہم لوگوں نے نبیؐ کے بعد کیا کیا نئے کام کئے ہیں۔ اور موطا امام مالک صفحہ ۳۰۱ مطبع فاروقی دہلی باب فضل الشہداء فی سبیل اللہ میں ہے مالک نے ابی النضر مولے عمر بن عبید اللہ سے روایت کی ہے کہ اسکو یہ حدیث پہنچی ہے کہ تحقیق رسول اللہؐ نے واسطے شہداء اُحد کے فرمایا میں گواہی دیتا ہوں ان پر کہ یہ سب مرتبے کو پہنچے ہیں ابوبکر نے کہا یارسول اللہ کیا ہم انہی کے بھائی نہیں ہم اسلام بھی لائے جیسا کہ وہ لائے اور جہاد بھی کیا جیسا کہ انہوں نے جہاد کیا رسولؐ نے فرمایا ہاں یہ تو ہے مگر میں کیا سمجھوں نہیں جانتا کہ میرے بعد تم کیا کیا امور پیدا کرو گے؟ راوی کہتا ہے ابوبکر رونے لگا اور بہت رویا پھر کہا کیا ہم تیرے بعد موجود ہوں گے؟ اسی طرح (تحدثون تا فوقانی سے) کشف المغطا ترجمہ موطا صفحہ ۳۰۱ و ۳۰۲ میں ہے۔ قول آنحضرتؐ ما تحدثون میں کہتا ہوں تحقیق دیکھا گیا ہے کہ موطا مطبوعہ مجتبائی دہلی میں یحدثون یاء سے لکھا ہے لیکن محض غلط ہے کیونکہ وہ

فی کشف المغطا ترجمۃ الموطا۔ قولہ ما تحدثون۔ اقول قد رُءِی فی الموطا المطبوع فی المجتبائی الدھلی یحدثون بالیاء

(بقیہ حاشیہ ص ۱۱۲) (یہاں تک کہ لکھا ہے) فرمود نمی ترسم من بر شما کہ مشرک شوید بعد از من ولیکن مے ترسم بر شما دنیا را کہ رغبت کنید دراں و در فتنہ افتید و ہلاک شوید چنانکہ ہلاک شدند آں کسانیکہ پیش از شما بودہ اند۔ اس عبارت سے ثابت ہے کہ حدیث حوض میں احداث سے مراد ہر دو قسم تبدیل ایمان بہ کفر و تبدیل اطاعت احکام نبوی بہ عصیان و عدم مبالات بہ فرمان شارع ہے جیسا کہ ملوک اسلام صحابہ وغیرہ سے صادر ہوا اور ارتداد و تغیر دین سے مطلب مطلق مشرک اور کافر ہونا ہی نہیں بلکہ دنیا کی محبت اور لالچ میں راہ حق سے لغزش اور افعال کفریہ و قوع میں آنا مراد ہے جو انصار معاویہ وغیرہ بے شمار صحابہ سے حسب پیشینگوئی وقوع میں آیا دیکھو بخاری مطبوعہ مصر جلد ۱ ص ۱۵۲ وجلد ۲ ص ۱۷۳ ما اخاف علیکم ان تشرکوا بعدی اور بخاری جلد ۲ ص ۱۳۵ میں ہے ولکن اخشٰی علیکم ان تبسط علیکم الدنیا کما بسطت علی من کان قبلکم وتہلککم کما ہلکتہم یعنی تم پر دنیا کی فراخی کا ڈر ہے جیسے تم سے پہلے لوگوں پر دولتمندی ہوئی اور اس دنیا نے ان کو ہلاک کیا تم کو بھی فراوانی دنیا کی ہلاک کریگی۔ اور نسیم الریاض شرح شفا طبع مصر جلد ۲ ص ۲۲۶ میں یہ حدیث تنافسوا فیہا کے لفظ سے ہے اور شرح میں لکھا اخاف علیکم من رغبتکم فی نفائس الدنیا وانہاکم فی تحصیلہا حتی یردیکم ای یہلککم۔ انتہٰی ۱۲ مترجم۔

[۱] موطا مطبع فاروقی وکشف المغطا و موطا مصحح علماء مطبوعہ مصر اور اس کی شرح منتقی میں خطاب کو بجانب ابی بکر تسلیم کیا جا چکا ہے اور کسی کو وہم غلطی مطبع مجتبائی سے نہ پیدا ہو کہ یحدثون بالیاء ہے اور خطاب نہیں جیسا کہ تحقیق مندرجہ کتاب سے ثابت ہو گیا ہے نیز یحدثون سے ...

[۵] بیعت شجرہ میں ابو الغادیہ شامل تھا دیکھو اصابہ مع استیعاب جلد ۴ ص ۱۵۱ اور عمار کا قاتل وہی ہے جو بحدیث متواتر دوزخی ہوا اور اسی کے ص ۲۵ میں محمد بن ابی بکر نے زبیر ... بالجنۃ کو اسی طرح کہا ۱۲ مترجم۔ ... اور امامۃ والسیاسۃ طبع ثانی مصر جلد ۱ ص ۵۲ میں مہاجرین نے حضرت عثمان کو ...

الکن فی الموطا الذی صححه العلماء بامر السلطان المسلم المطبوع علے هامش شرحه للقاضی ابی الولید الباجی الاندلسی المسمی بالمنتقی من اعیان الطبقة العاشرة من علماء السادة فی مطبع السعادة بجوار محافظة مصر جلد ثالث باب الشهداء فی سبیل الله فقال رسول الله ولکن لا ادری ما تحدثون (بالتاء) بعدی فبکی ابوبکر ثم بکی ثم قال ائنا لکائنون بعدک۔ فی شرح المنتقی وقول ابی بکر السنا یا رسول الله باخوانهم اسلمنا کما اسلموا وجاهدنا کما جاهدوا علے وجه الاشفاق لما رای من تخصیصهم بحکم کان یرجوان یکون حظه منه وافرا الی ان قال) فقال صلعم ولکن لا ادری ما تحدثون بعدی قال قوم ان الخطاب وان کان متوجها الی ابی بکر فان المراد الخ قال الامام الواقدی فی کتابه المغازی (باب غزوه احد) وکان طلحة بن عبیدالله وابن عباس وجابر ابن عبدالله الانصاری یقولون صلی رسول الله علے قتلی احد وقال انا علے هؤلاء شهید فقال ابوبکر یا رسول الله الیسوا اخواننا اسلموا کما اسلمنا وجاهدوا کما جاهدنا وصلوا کما صلینا وصاموا کما صمنا قال بلی ولکن هؤلاء لم یاکلوا من اجورهم شیئا ولا ادری ما تحدثون بعدی فبکی ابوبکر بکاء شدیدا فقال انا لکائنون بعدک وکذا فی جذب القلوب للشیخ الدهلوی۔ وفی المسلم

مؤطا جس کو بامر بادشاہ مسلم کے صحیح کر کے منتقی شرح مؤطا کے حاشیہ پر مصر میں طبع کرایا گیا ہے اور اس کی شرح مسمیٰ بہ منتقی قاضی ابوالولید باجی اندلسی نے کی ہے جلد تیسری باب الشہداء فی سبیل اللہ صفحہ ۲۰۷ میں لکھا ہے پس رسول اللہ نے فرمایا لیکن مجھے کیا معلوم کہ تم میرے بعد کیا کیا افعال پیدا کرو گے پس رویا ابوبکر پھر رویا اور کہا ہم تیرے بعد بھی ہونگے۔ اس کی شرح منتقی میں ہے اور قول ابی بکر کا کہا ہم ان کے بھائی نہیں ہیں اے رسول خدا ہم اسلام لائے جیسا اسلام یہ لوگ لائے اور ہم نے جہاد کیا جیسا انہوں نے جہاد کیا بطریق خوف کہا کہ ہم کو باوجود اسلام و اعمال کے کیوں اس موقعہ پر یاد نہیں فرمایا اور شہداء احد کے لئے اس شہادت کو مخصوص فرمایا ہے۔ حالانکہ ابوبکر صاحب کو بھی امید تھی کہ اس بارہ میں اسکا بہت حصہ ہوگا (تا اینکہ شارح نے کہا کہ) پس رسول نے فرمایا لیکن میں نہیں جانتا کہ تم میرے بعد کیا کچھ کرو گے تو ہم محدثین نے کہا ہے تحقیق خطاب اگرچہ متوجہ بجانب ابی بکر کے ہے مگر مراد غیر ابی بکر کے ہونگے۔ الخ۔ امام واقدی نے کتاب المغازی صفحہ ۱۰۰ باب غزوہ احد میں کہا ہے بروایت طلحہ بن عبداللہ و ابن عباس و جابر بن عبداللہ انصاری کے مروی ہے کہ نبی صلعم نے شہدائے احد پر نماز پڑھی اور فرمایا میں ان لوگوں پر گواہ ہوں ابوبکر نے کہا اے رسول خدا کیا وہ بھی ہمارے بھائی نہیں اسلام لائے ہیں جیسا ہم اسلام لائے اور انہوں نے جہاد کیا جیسا ہم نے کیا اور نمازیں پڑھیں جیسی ہم نے پڑھیں اور روزے رکھے جیسے ہم نے رکھے فرمایا نبی نے ہاں لیکن یہ لوگ کچھ ثمرہ اپنے کئے کا نہیں کھا گئے اور تمہارا معلوم نہیں کہ میرے بعد کیا کرو گے پس رویا ابوبکر سخت رونا اور کہا کیا ہم بعد تیرے بھی ہونگے؟ اسی طرح جذب القلوب مؤلفہ شیخ عبدالحق دہلوی صفحہ ۲۸۳ میں ہے۔ اور مسلم جلد ۲ صفحہ ۲۴۹ مطبوعہ دہلی میں ہے ابی حازم نے کہا کہ میں نے سنا نبی سے فرماتے تھے میں تم سے پہلے حوض کوثر پر جانے والا ہوں۔ اور جو وہاں وارد ہوگا اور جس نے اس سے پیا وہ ہمیشہ کے لئے پیاسا نہ ہوگا اور میرے پاس کچھ لوگ وارد ہونگے میں ان کو جانتا ہونگا اور وہ مجھے جانتے ہونگے پھر میرے اور ان کے درمیان پردہ کیا جائیگا ابو حازم نے کہا نعمان بن ابی عیاش نے سنا اور میں حدیث بیان کر رہا تھا اس نے کہا اسی طرح تو نے سہل سے سنا ہے میں نے کہا ہاں سہل نے کہا میں گواہی دیتا ہوں ابی سعید خدری پر کہ میں نے اس سے سنا وہ اتنا زیادہ بیان کرتا تھا کہ نبی فرمائینگے تحقیق یہ میری جماعت کے ہیں کہا جائیگا تحقیق تو نہیں جانتا جو عمل انہوں نے تیرے بعد کئے ہیں میں کہوں گا دوری ہو دوری ہو اسکے لئے جس نے اپنے عمل میرے بعد تبدیل کئے

عن ابی حازم قال سمعت سهلا یقول سمعت النبی یقول انا فرطکم علی الحوض من ورد شرب ومن شرب لم یظمأ ابدا ولیردن علی اقوام اعرفهم ویعرفونی ثم یحال بینی وبینهم قال ابوحازم فسمع نعمان بن ابی عیاش وانا احدثهم هذا الحدیث فقال هکذا سمعت سهلا یقول قال فقلت نعم قال وانا اشهد علی ابی سعید الخدری لسمعته یزید فیقول انهم منی فیقال انک لا تدری ما عملوا بعدک فاقول سحقا سحقا لمن بدل بعدی

سلہ مؤطا مترجم علامہ وحید الزمان مطبوعہ صدیقی لاہور صفحہ ۳۱ میں تحدثون بالتاء الفوقانیہ ہے اور ترجمہ یہ لکھا ہے۔ مگر مجھے معلوم نہیں کہ بعد میرے کیا کرو گے زرقانی شرح مؤطا مطبوعہ مصر ج ۲ صفحہ ۳۱ تحت اس حدیث کے زرقانی لکھتا ہے کہ اگرچہ مرسل ہے لکن معناہ یستند من وجوہ صحاح کثیرۃ لا ادری ما تحدثون بعدی (بالتاء) قال ابوبکر الخ اور یہ روایت ترجمہ فتوحات واقدی صفحہ ۲۲۹ و جذب القلوب صفحہ ۲۸۳

وفیہ قالت اسماء بنت ابی بکر مرفوعًا انی علٰی حوضی انظر من یرد علیّ منکم وسیؤخذ اناس دونی فاقول یارب منی ومن امتی فیقال اما شعرت ما عملوا بعدك والله ما برحوا بعدك یرجعون علٰی اعقابهم قال فكان ابن ابی ملیكة یقول اللهم انا نعوذ بك ان نرجع علٰی اعقابنا او ان نفتن عن دیننا۔ وفیہ تقول (عائشة) سمعت رسول الله یقول وهو بین ظهرانی اصحابه انی علی الحوض انتظر من یرد علی منکم فوالله لیقتطعن دونی رجال فلاقولن ای رب منی ومن امتی فیقول انك لا تدری ما عملوا بعدك ما زالوا یرجعون علٰی اعقابهم۔ وفیہ عن ام سلمة مرفوعًا انی لکم فرط علی الحوض فایای لایاتین احدکم فیذب عنی کما یذب البعیر الضال فاقول فیم هذا فیقال انك لا تدری ما احدثوا بعدك فاقول سحقا۔ وفیہ عن عبد الله مرفوعًا انا فرطکم علی الحوض ولانازعن اقواما ثم لاغلبن علیهم فاقول یارب اصحابی اصحابی فیقال انك لا تدری ما احدثوا بعدك قال النووی قال القاضی عیاض احادیث الحوض صحیحة والایمان به فرض والتصدیق به من الایمان وهو علٰی ظاهره عند اهل السنة والجماعة لایتاول ولا یختلف فیه وقال القاضی حدیثه متواتر النقل رواه خلائق من الصحابة

اور اسی صحیح مسلم میں اسماء بنت ابی بکر سے مرفوعًا روایت ہے نبیؐ نے فرمایا میں حوض کوثر پر انتظار کرونگا اوس کی جو تم سے ہمارے روبرو وارد ہوگا اور کچھ آدمی میرے قریب سے پکڑے جائیں گے اور میں کہونگا یا رب یہ میری جماعت سے ہیں اور میری امت سے ہیں کہا جائیگا نہیں جانتا تو کہ انہوں نے تیرے بعد کیا عمل کیا ہے۔ قسم بخدا تیرے بعد ہمیشہ اپنی ایڑیوں پر واپس پھرتے رہے ابن ابی ملیکہ کہتا تھا خدایا ہم تیری ذات کی مدد کے ساتھ پناہ مانگتے ہیں اس سے کہ ہم ایڑیوں کے بل پھر جائیں اور ہم کو دین میں فتنہ پہنچنے سے بچائے رکھ۔ اور اسی مسلم میں ہے بی بی عائشہ کہتی تھی میں نے رسول اللہؐ سے سنا ہے اپنے اصحاب میں بیٹھ کر فرما رہے تھے تحقیق میں حوض کوثر پر اپنے پاس آنے والوں کا انتظار کرونگا اور قسم بخدا ضرور جدا کئے جائیں گے کچھ لوگ میرے قریب کے آدمیوں سے میں کہوں گا اے میرے رب یہ تو میری اپنی جماعت کے آدمی اور میری امت سے ہیں۔ جواب ملیگا کہ تو نہیں جانتا انہوں نے تیرے بعد کیا عمل کئے ہیں ہمیشہ ایڑیوں کے بل واپس پھرتے رہے؟ اور اسی طرح صحیح مسلم میں جناب ام سلمہ سے مرفوعًا ہے کہ تحقیق میں تمہارے لئے حوض پر پہلے جانیوالا ہوں میرے پاس ایسا کوئی تم سے نہ آئے جو میرے پاس سے ہانکا جائے جیسا کہ غیر کا اونٹ گم شدہ ہانکا جاتا ہے اور کہونگا کس سبب سے ایسا کیا جاتا ہے کہا جائیگا تحقیق تو نہیں جانتا انہوں نے تیرے بعد کیا عمل پیدا کئے ہیں میں کہونگا دوری ہو ان سے۔ نیز اوسی صحیح مسلم میں عبد اللہ سے مرفوعًا ہے فرمایا نبیؐ نے میں آگے جانے والا ہوں حوض پر اور البتہ کچھ لوگوں کی بابت جھگڑا کرونگا مگر میں ان پر غلبہ نہ پاؤنگا میں کہونگا یا رب یہ تو میرے اصحاب ہیں کہا جائیگا تحقیق تو نہیں جانتا جو کچھ انہوں نے تیرے بعد نئی باتیں نکالی ہیں۔ نووی نے اس کی شرح میں کہا ہے کہ قاضی عیاض نے کہا احادیث حوض کی صحیح ہیں اور اس کے ساتھ ایمان لانا فرض ہے اور تصدیق اس کی جزء ایمان ہے اور اہل سنت وجماعت کے نزدیک اپنے ظاہر معنے پر ہے نہ اس کی تاویل کیجاتی ہے اور نہ اس میں کوئی اختلاف ہے اور قاضی عیاض نے کہا ہے حدیث حوض کی متواتر النقل ہے اس کو بڑی جماعت صحابہ نے روایت کیا ہے

۱؎ فیض الباری ترجمہ بخاری پ ۲۷ ص ۱۰۵ میں ابوہریرہ کی روایت سے یہ حدیث ہے ترجمہ اس طرح لکھا ہے میں کہوں گا ان کو کہاں لیجا رہے ہو وہ کہے گا خدا کی قسم دوزخ کی طرف الخ اناسا من اصحابی یؤخذ بهم دیکھو بخاری طبع مصر جلد ۲ صفحہ ۱۵۴ و ۱۵۹ جلد ۴ ص ۹۵ و جلد ۴ ص باب الحوض بلفظ اعرفهم ویعرفونی اور صفحہ ۸۸ میں هل شعرت ما عملوا بعدك والله ما برحوا یرجعون علی اعقابهم۔ (نوٹ) ہم نے حدیث حوض میں اصحابی کے لفظ سے بہت احادیث اس لئے نقل کی ہیں کہ سنیوں کا عذر لنگ نہ چل سکے کہ ایک روایت میں اصیحابی وارد ہے تصغیر سے معلوم ہوتا ہے کہ معمولی قسم کے صحابہ مخاطب ہیں جب زیادہ تر روایات میں اصحابی وارد ہوا تو معلوم ہوا کہ چھوٹے بڑے صحابہ کو شامل ہے ۱۲ مترجم ۔ ۲؎ صحیح مسلم جلد ۲ صفحہ ۲۵۱ میں ہے لیردن علی الحوض رجال ممن صاحبنی حتی اذا رایتهم ورفعوا الی اختلجوا دونی فلاقولن ای رب اصحابی فلیقالن لی انك لا تدری ما احدثوا بعدك ترجمہ میں منہ رہ گیا ہے [illegible]

ذکرہ مسلم من روایۃ ابی سعید وسھل بن ابی سعید وجندب وعبد اللہ بن عمرو وابن عمرو بن العاص وعائشۃ وام سلمۃ وعقبۃ بن عامر وابن مسعود وحذیفۃ وحارثۃ بن وھب والمستورد وابی ذر وثوبان وانس وجابر بن سمرۃ ورواہ غیر مسلم من روایۃ ابی بکر الصدیق وزید بن ارقم وابی امامۃ وعبد اللہ بن زید وابی برزۃ وسوید بن جبلۃ وعبد اللہ بن الصنابحی والبراء بن عازب واسماء بنت ابی بکر وخولۃ بنت قیس وغیرھم قلت ورواہ البخاری ومسلم ایضاً من روایۃ ابی ھریرۃ ورواہ غیرھما من روایۃ عمر بن الخطاب وعائذ بن عمرو واخرین وقد جمع ذالک کلہ الامام الحافظ ابوبکر البیھقی فی کتاب البعث والنشور باسانیدہ وطرقہ المتکاثرۃ قال القاضی وفی بعض ھذا ما یقتضی کون الحدیث متواتراً انتھی۔ قال السید الصدیق فی منھج الوصول و سخاوی گفتہ شیخ ما منجملہ احادیث را ذکر کردہ است یعنی حدیث شفاعۃ وحوض چہ در عدد رواتش از صحابہ زیادہ بر چہل نفر اند۔ انتہے۔

پس اسکو ذکر کیا ہے مسلم نے روایت ابی سعید وسہل بن ابی سعید و جندب و عبد اللہ بن عمرو و ابن عمرو بن عاص و عائشہ و ام سلمہ و عقبہ بن عامر و ابن مسعود و حذیفہ و حارثہ بن وہب و مستورد و ابی ذر و ثوبان و انس و جابر بن سمرہ سے اور مسلم کے سوا بھی اور محدثین نے ابی بکر صدیق و زید بن ارقم و ابی امامہ و عبد اللہ بن زید و ابی برزہ و سوید بن جبلہ و عبد اللہ بن صنابحی و براء بن عازب و اسماء بنت ابی بکر و خولہ بنت قیس وغیرہم سے روایت کیا ہے میں کہتا ہوں اس کو بخاری و مسلم نے بھی روایت ابی ہریرہ سے اور غیر مسلم و بخاری نے روایت عمر ابن خطاب سے اور عائذ بن عمرو اور دوسروں سے روایت کیا اور تحقیق اسکے کل طرق اسناد کو امام حافظ ابو بکر بیہقی نے اپنی کتاب بعث والنشور میں جمع کیا ہے۔ قاضی کہتا ہے اور بعض ان اسانید کے مقتضی ہیں اس حدیث کے متواتر ہونے کو۔ انتہی من شرح المسلم للنووی سید صدیق نے منہج الوصول صفحہ ۱۲ میں کہا سخاوی نے کہا ہے ہمارے شیخ نے منجملہ احادیث موصوفہ بہ تواتر کے ان احادیث حوض کو بھی شمار کیا ہے یعنی حدیث شفاعت و حوض کو کیونکہ رُواۃ اسکے صحابہ میں سے چالیس آدمیوں سے زیادہ ہیں[۱] انتہی

(بقیہ حاشیہ ص۱۱۵) فاقول کما قال العبد الصالح وکنت علیھم شھیداً۔ اور کتاب الحوض میں بھی ہے یارب اصحابی فیقال انک لا تدری ما احدثوا بعدک خلاصہ ترجمہ یہ ہے کہ بعض اصحاب کو اعمال نامہ بائیں ہاتھ میں دیا جائیگا اور عذاب کی طرف کھینچا جائیگا فرمایا نبی نے کہ میں پکارونگا کہ تو میرے اصحاب ہیں میرے اصحاب مگر جواب ملیگا کہ تجھے معلوم نہیں ہے کہ تیرے بعد انہوں نے کیا کچھ کیا ہے اور ارتداد کیا ہے اسکے حاشیہ پر کرمانی شرح بخاری سے لکھا ہے خطابی نے کہا معنے اسکا یہ ہے کہ حقوق واجبہ سے کوتاہی کی نہ یہی کہ اسلام سے بالکلیہ مرتد ہوگئے ۱۲ مترجم

[۱] نسیم الریاض جلد ۲ صفحہ ۳۴۴ میں ہے وقال السیوطی حدیث الحوض مروی عن اکثر من خمسین صحابیاً یعنے حدیث حوض کے راوی پچاس صحابیوں سے بھی زیادہ ہیں۔ کنز العمال جلد ۳ صفحہ ۱۱۱ میں ہے نبی نے فرمایا میرے بعد ایسے امراء ہونگے کہ جو ان کی تصدیق کریگا۔ حالانکہ وہ جھوٹے ہونگے اور ان کے ظلم میں ان کی اعانت کریگا نیز ان کے پاس بہت آمد و رفت رکھیگا پس وہ مجھ سے نہیں اور نہ میں اس سے ہوں اور میں اس سے بیزار ہوں وہ میرے حوض پر نہ آئیگا الخ ابن جریر و بیہقی نے روایت کیا۔ خلیفہ اول سے عباسیوں تک حالات پر غور کرو۔ مسند احمد جلد ۶ صفحہ ۲۹۸، ۳۱۲، ۳۰۷ میں باسناد خود حضرت ام سلمہ سے مروی ہے فرماتی ہیں نبی صلعم نے فرمایا میرے اصحاب میں سے ایسے بھی ہیں جن کو میری موت کے بعد نہ میں دیکھوں گا اور نہ کبھی وہ مجھے دیکھیں گے کہا یہ بات حضرت عمر کو پہنچی تو جلدی اور تیزی سے آئے اور جناب ام سلمہ سے پوچھا کیا میں ان میں سے ہوں بی بی صاحبہ نے فرمایا نہیں لیکن اب تیرے بعد میں کبھی کسی کی برئیت اس سے بیان نہیں کرونگی کیونکہ اللہ خوب جانتا ہے کہ وہ ان میں سے ہے یا نہیں۔ انتہے۔ کذا بعینہ فی انوار اللغۃ پ۱۸ اسی طرح نہایہ ابن اثیر لغت بلا جلد ۱ صفحہ ۱۱۴ میں ہے۔ ان من اصحابی من لا یرانی بعد ان فارقنی قال لھا عمر الحدیث۔ مسند و انوار اللغۃ کی روایت میں بعد ان اموت ابداً بھی ہے۔ اگرچہ کسی محب ثلاثہ نے حضرت عمر کو اس حدیث سے نکالنے کی دُم لگائی ہے مگر بشرط صحت اس حصہ روایت کے عمر صاحب کا خیال کہ میں ان میں سے ہوں اور حضرت ام سلمہ کی طرف سے ایک عمر کے سوا سب پر اس وبال کا خطرہ اس کو ثابت کرتا ہے کہ بڑی قسم کے صحابہ پر بھی یہ خطرہ تھا۔ اور نیز ممکن ہے کہ ام سلمہ نے عمر صاحب کی تیز مزاجی اور تند مزاجی سے ڈر کر بطور تقیہ استثناء کر دیا ہو یا حسن ظن سے کہا ہو۔ انوار اللغۃ پ۱ ص۴۸ میں ان الفاظ سے بھی لکھا ہے لیردن علی الحوض رجال ممن صحبنی ورأنی نیوخذ بھم ذات الشمال فاقول رب اصحابی الخ یعنی کچھ لوگ قیامت کے دن حوض کوثر پر آئیں گے یہ ان لوگوں میں سے ہوں گے جو میری صحبت میں رہے دیکھونگا کہ فرشتے ان کو بائیں جانب والوں میں (دوزخیوں میں) لیجائیں گے میں عرض کرونگا پروردگار یہ تو میرے اصحاب ہیں دیا یہ تو میرے چند اصحاب ہیں تصغیر قلت کے لئے ہے) (باقی حاشیہ ص۱۱۷)

قال النووی اما اصیحابی فوقع فی الروایات مصغرًا مکررًا وفی بعض النسخ اصحابی اصحابی مکررا۔ وفی البخاری کتاب الفتن عن ابی ھریرۃ وفیه باب الحوض۔ قال الحافظ فی الفتح ولاحمد والطبرانی من حدیث ابی بکرۃ رفعه لیردن علی الحوض رجال ممن صحبنی ورآنی وسندہ حسن وللطبرانی من حدیث ابی الدرداء نحوہ وزاد فقلت یا رسول اللہ صلعم ادع اللہ ان لا یجعلنی منھم قال لست منھم وسندہ حسن وقال ابن التین یحتمل ان یکون من منافقین او من مرتکبی الکبائر (ثم قال) ولا یبعد ان یدخل فی ذلک ایضًا من کان فی زمنه من المنافقین وسیاتی فی حدیث الشفاعۃ وتبقی ھذہ الامۃ فیھا منافقوھا فدل علی انھم یحشرون مع المؤمنین فیعرف اعیانھم۔ الخ ایضًا فیه

نووی نے کہا ہے لیکن لفظ اصیحابی پس روایات میں مصغر مکرر طور پر واقع ہوا ہے اور بعض نسخہ جات میں اصحابی اصحابی مکرر واقع ہے اور بخاری جلد ۴ صفحہ ۱۴۰ کتاب الفتن میں ابوہریرہ سے بھی یہ حدیث مروی ہے نیز جلد ۴ صفحہ ۹۵ باب الحوض میں اسی طرح ہے حافظ ابن حجر نے فتح الباری جزء ۲۷ صفحہ ۱۷۰ میں بشرح حدیث مذکور لکھا ہے کہ احمد و طبرانی نے حدیث ابی بکرہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے ضرور حوض پر کچھ لوگ آئینگے ان لوگوں میں سے جنہوں نے میری صحبت حاصل کی ہے اور ہم کو دیکھا ہے آخر حدیث تک اور سند اس کی حسن ہے اور طبرانی نے حدیث ابی الدرداء سے اس کی مثل روایت کیا ہے اور زیادہ لکھا ہے کہ میں نے کہا یا رسول اللہ میرے لئے اللہ سے دعا مانگیں کہ مجھے ان لوگوں سے جو حوض پر ایسے طریق سے وارد ہوں گے نہ کرے فرمایا رسولؐ نے کہ تو ان سے نہیں ہے اور سند اس کی بھی حسن ہے۔ کہا ابن تین نے احتمال ہے کہ ان سے مراد منافقین ہوں یا مرتکب کبائر مراد ہوں اور پھر کہا کچھ بعید نہیں کہ اس میں زمانہ نبیؐ کے منافقین بھی داخل ہوں اور عنقریب حدیث شفاعۃ میں آئیگا کہ اس امت میں منافقین باقی رہیں گے پس یہ حدیث دلالت کرتی ہے کہ وہ منافقین مومنین کے ساتھ اٹھائے جائینگے پھر ان مومنین سے شناخت کرکے الگ کئے جائیں گے الخ

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۱۶) پھر مجھکو جواب ملیگا تم نہیں جانتے جو گُن انہوں نے تمہارے بعد کئے۔ انتہے بلفظہ نیز ملاحظہ ہو انوار اللغۃ مطبوعہ بنگلور پ ۲ ص ۲۷ و پ ۱۴ ص ۱۸۔ فلک النجاۃ میں ھمل النعم حدیث حوض میں ہے۔ نہایہ جلد ۴ صفحہ ۲۷ لغت ھمل میں ہے۔ ای ان الناجی منھم قلیل فی قلۃ النعم الضالۃ۔ یعنی ان میں سے ناجی بہ شفاعت کم ہوں گے۔ اور حدیث خصائص کبریٰ فانکرنا قلوبنا سنن ابن ماجہ مترجم وحیدی جلد ۱ صفحہ ۵۵۰ میں بھی ہے۔ ترجمہ یوں لکھا ہے اُسی وقت سے دلوں کا حال بدلا ہوا پایا۔ فتح الباری کا مضمون مراد تغیر قلوب اسی طرح لمعات شرح مشکوٰۃ باب وفات النبیؐ الفصل الثانی صفحہ ۵۳۹ میں حاشیہ مشکوٰۃ پر لکھا ہے کنایۃ عن عدم وجدان النورانیۃ والصفاء الخ اور مدارج النبوۃ جلد ۲ صفحہ ۵۷۰ میں بہ ترجمہ اس حدیث انکرنا کے لکھا ہے دلہائے ما متغیر گشت و بردہ ما فرد ہشت کہ انکار کردیم دلہائے خود را اور دیکھو آخر حدیث ولایت لصوص خلافت طلب دنیا کی صفت صحابہ میں تھی۔ نہایہ ابن اثیر جلد ۳ ص ۴ طبع مصر میں ہے (وفیہ انہ قال لعلی رضی اللہ عنہ انت الذائد عن حوضی یوم القیامۃ تذود عنہ الرجال کما یذاد البعیر الصاد یعنی الذی به الصید وھو داء یصیب الابل فی رؤسھا فتسیل انوفھا۔ الخ یعنی یا علی تو میرے حوض سے ان لوگوں کو جن کو ہٹانا ہے ایسا ہٹائے گا جیسے بیماری والے اونٹ کو اونٹوں سے دور ہٹایا جاتا ہے۔ مزید برآں تعلیق صفحہ آئندہ فلک النجاۃ میں ملاحظہ ہو۔ معلوم ہوا کہ حضرت علیؑ حوض سے ہٹانے والے ہوں گے اور خود محافظ ہوں گے۔ ؎ شاید کوئی کہے کہ سیدنا محمد رسولؐ کی شان میں فرق آتا ہے کہ باوجود کوشش ان کی کے مؤمن کامل بہت تھوڑے ثابت ہوئے اور زیادہ کو تبلیغ سے فائدہ نہ پہنچا تو سمجھنا چاہیئے کہ نبیؐ بشیر و نذیر تھے۔ زبردستی اور بجبر راہ حق پر لانا ان کا کام نہ تھا پڑھیئے لست علیھم بمصیطر ولست علیھم بوکیل وما انت علیھم بجبار نبیؐ کی نصیحت کا اثر اپنے قریبی چچے ابولہب کو نہ ہونا یا رئیس المنافقین وغیرہ بہت افراد کو فائدہ نہ پہنچنا رسولؐ کی شان کو کم نہیں کرتا انبیاء سابقین کی امثلہ موجود ہیں اور عام فہم مثال یہ ہے کہ باران رحمت زمین پر برابر برستا ہے مگر جو قطعہ اس کا شور نا قابل ہوتا ہے اس کو نفع نہیں پہنچتا کیونکہ اس میں استعداد سبزہ زار ہونے کی نہیں اور جہاں قابلیت ہوتی ہے وہاں قسم قسم کی سبزیاں اور پھول گوناگوں کے پیدا ہوتے ہیں۔ اثر صنعت مادہ کے قابل ہونے پر موقوف ہے ایک استاد کے شاگرد سب برابر کامیاب نہیں ہوتے، لائق استاد کا کوئی قصور نہیں شمار ہوتا۔ ع زمین شور سنبل بر نیارد ٭ دراں تخم و عمل ضائع مگرداں۔ نبیؐ اتمام حجت فرماتے رہے۔ ان

(باقی حاشیہ بر صفحہ ۱۱۸)

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۱۷) ان علیک الا البلاغ کی تعمیل ہوتی رہی جن کی فطرت ناقابل تھی ۔فیض انوار نبوت سے محروم رہے ۔ جامی صاحب کا شعر قابل دید ہے ۔ ع ہر کہ اور روئے بہ بہبود نداشت ٭ دیدن روئے نبی سود نداشت ۔ حضرت نوحؑ الوالعزم انبیاء میں سے تھے نوسو پچاس (۹۵۰) برس آپ نے تبلیغ فرمائی مگر چند افراد جو ایک کشتی میں سوار کئے مومن بنائے باقی ان کے بیٹے اور زوجہ تک قریبی اور دیگر ان سب غرق اور دوزخی ہوئے ۔اور یہ کوئی امر جدید و غریب نہیں ہے کہ اصحاب النبی نے نبیؐ کے حکم کی نافرمانی کی دیکھئے؛ موسیٰؑ چند ایام کا وعدہ کر کے کوہ طور پر گئے اور اپنے بھائی ہارونؑ پیغمبر کو اصحاب میں جانشین چھوڑ گئے مگر اصحاب نے احکام کی کچھ پرواہ نہ کی اور گوسالہ پرستی شروع کر دی اور یہ لوگ قریباً ستر ہزار کی تعداد میں تھے تو جب ایک رسول اولوالعزم نے چند ایام کا وعدہ واپسی کیا اور ایک نبیؑ اصحاب کے اندر موجود تھے پھر بھی سوائے چند کے باقی سب حق سے روگردانی کر گئے اور معمولی مخالفت نہیں بلکہ بت پرستی کرنے لگے اور نوحؑ ساڑھے نوسو سال تک بہت کم افراد کو ہدایت کر سکے تو جائے تعجب نہیں کہ مثیل ہارونؑ یعنی حضرت علیؑ کے موجود ہوتے ہوئے رسول اللہؐ کی وفات کے بعد صحابہ نے حقیقی جانشین کے سوا اپنا من گھڑت جانشین مقرر کر لیا اور اس سبب سے راہ ہدایت سے دور ہو گئے اور یہاں دنیاوی لالچ بھی موجود تھا جو کہ اصحابِ موسےٰؑ کو گوسالہ پرستی سے یہ دنیوی فائدہ مرتب نہ تھا اور احادیث مشکوٰۃ وغیرہ سے ثابت ہے کہ امت محمدؐ کی بنی اسرائیل سے مطابقت کرے گی اور اس کے برابر بدا عمالیوں سے سب کچھ کرے گی ۔ ہارونؑ کو اصحاب میں جانشین چھوڑ گئے مگر اصحاب موسیٰؑ نے احکام کی پرواہ نہ کی ۔ دیکھو کبیر فخر رازی جلد ۴ صفحہ ۲۹ ۴ اور امت موسوی سے امت محمدی کی مشابہت حسب ذیل احادیث و آیات سے واضح ہے ۔ آیت انا ارسلنا الیکم رسولاً شاھداً علیکم کما ارسلنا الیٰ فرعون رسولا ۔ سورہ مزمل ۔ لوگو! جس طرح ہم نے فرعون کی طرف موسیٰؑ پیغمبر بنا کر بھیجا تھا تمہاری طرف بھی محمدؐ کو رسول بنا کر بھیجا ہے جو قیامت کے دن تمہارے مقابلے میں گواہی دیں گے ؛ (احادیث) ۱۔ احادیث اس بارہ میں کثرت سے شیعہ و سنیوں کی کتب میں متقاربا وارد ہیں حوالجات کا خلاصہ درج ذیل کیا جاتا ہے درمنثور ج ۵ صفحہ میں باسناد ابن ابی شیبہ واحمد و حاکم وصححہ عن حذیفہ مرفوعاً ہے ولتسلکن طریق من کان قبلکم حذ والقذۃ بالقذۃ وحذ والنعل بالنعل الخ اور مشکوٰۃ صفحہ ۵۰۴ باب تغیر الناس کتاب الرقاق باسناد احمد و ترمذی و ابوداؤد و بخاری و مسلم و بخاری طبع مصر جلد ۲ صفحہ ۱۵۹ و بخاری باب لتتبعن سنن من قبلکم جلد ۴ صفحہ ۱۶۲ و ترمذی جلد ۲ صفحہ ۸۹ و کنز العمال جلد ۱ صفحہ $\frac{56}{54}$ و خصائص کبرےٰ سیوطی جلد ۲ صفحہ ۱۵۴ و ۱۶۴ کتب سنیہ میں ہے نبیؐ نے فرمایا لتتبعن سنن من قبلکم کسی روایت میں شبراً بشبراً کسی میں ذراعاً بذراع کسی میں حذ والنعل بالنعل کسی میں ہے حتیٰ ان من اتی امہ علانیۃ لکان فی امتی حتیٰ کہ کسی نے اگلی امتوں میں ماں سے زنا کیا ہے تو میری امت میں بھی ہو گا صفحہ ۲۲ مشکوٰۃ باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ ۔کسی میں تصریح یہود و نصاریٰ کی ہے کہ انہی کی طرح سب کچھ میری امت بھی کرے گی ؛ اور کسی میں یہ ہے کہ اگر اگلوں میں سے کوئی سوسمار (گوہ) کے سوراخ زمین میں داخل ہوا ہے تو میری امت سے بھی ویسا ہو گا ؛ بالشت برابر بالشت کے یا گز برابر گز کے یا جوتا برابر جوتے کے مثل مثل کے ساتھ بالکل برابر ہو گی ۔ نہایہ ابن اثیر جلد ۱ صفحہ ۲۴۴ لغت حذو میں ہے لترکبن سنن من قبلکم حذ والنعل بالنعل ای تعملون مثل اعمالھم یعنی تم اگلے لوگوں یہود و نصاریٰ جیسے عمل کرو گے اور سیرۃ ابن ہشام مطبوعہ مصر برحاشیہ شرح روض الانف جلد ۲ صفحہ ۲۸۹ غزوہ حنین کے ذکر میں لکھا ہے حارث بن مالک کہتے ہیں ہم صحابہ جناب رسول اللہ کے ساتھ حنین کی طرف جا رہے تھے ہم صحابہ نے ایک درخت سرسبز بڑے قد کا دیکھا ہم صحابہ نے ہر طرف سے آواز دی یارسول اللہ ہمارے لئے بھی اس درخت کو ذات انواط بنا دے جیسا کہ قریش کے کفار نے ایک درخت مقرر کیا ہوا ہے جس کے پاس قربانیاں چڑھاتے ہیں اور وہاں تبرکاً رات دن بیٹھتے ہیں رسول اللہ نے فرمایا اللہ اکبر خدا کی قسم تم لوگوں نے وہی فرمائش کی ہے جو موسےٰؑ کی قوم نے موسےٰؑ سے فرمائش کی تھی کہ اے موسےٰ جیسے کافروں کے معبود ہیں، ہمارے لئے بھی ایسا ایک معبود بنا دے ۔ یہ ان کا طریقہ تھا مجھے خوب معلوم ہے کہ تم لوگ ان (کفار یہود وغیرہ) کا طریقہ اختیار کر لو گے جو تم سے پہلے گذر چکے ہیں ۔ اور کتاب شہادۃ القرآن علی نزول المسیح الموعود فی آخر الزمان مؤلفہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی مطبوعہ پنجاب پریس سیالکوٹ باہتمام منشی غلام قادر صاحب فصیح صفحہ ۲۶ و ۲۷ میں بذیل تفسیر آیت مذکورہ بالا لکھا ہے ۔ اور ظاہر ہے کہ مماثلت سے سلسلہ تصنیفات احمدیہ جلد سوم صفحہ $\frac{826}{827}$ (الہامی) فتح اسلام ۔طبع امرتسر میں ہے ۔سیدنا محمدؐ بطور پیش گوئی فرما چکے ہیں ۔میری امت یہودیوں کے سارے کام کرے گی اگر یہودی جوہے کے سوراخ میں داخل ہوئے تو وہ بھی داخل ہو گی ۔ ۱۲ ملخصاً

باقی حاشیہ بر صفحہ ۱۱۹

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۱۸) مراد مماثلت تام ہے نہ کہ مماثلت ناقصہ کیونکہ اگر مماثلت ناقصہ مراد ہو تو پھر اس صورت میں آنحضرت کی کوئی خصوصیت نہیں رہتی (پھر کہا) غرض ہمارے نبیؐ کی خصوصیت اسی صورت میں ہوسکتی ہے کہ جب مماثلت سے مماثلت تام مراد ہو الخ انتہیٰ۔ یعنی بعض امور میں سب انبیاء کو مماثلت ہوتی ہے خصوصیت ذکر موسیٰؑ کی تب موزون وصحیح ہوسکتی ہے جبکہ مشابہت تامہ باقی انبیاء سے زیادہ ہو۔ چنانچہ احادیث مذکورہ بالا سے بھی یہی ثابت ہے۔ اور احادیث انت منی بمنزلۃ ھارون من موسیٰ مندرجہ نصوص خلافت۔ اور روائیت دعا جناب محمدؐ اللھم ان اخی موسیٰ سألك فقال رب اشرح لی الآیہ پھر دعا فرمائی اجعل لی وزیراً من اھلی علیا اشدد بہ ظھری دیکھو نصوص خلافت فلک حاشیہ ۲۷ اور حدیث خصومت ایک انصاری کی جس نے نبیؐ پر تہمت غیر عادل ہونے کی لگائی۔ اس میں فرمایا رحمۃ اللہ علیٰ موسیٰ لقد اوذی باکثر من ھذا فصبر۔ ان سے بھی ہمارے بیان کی تصدیق ہوتی ہے کہ نبیؐ نے حضرت علیؑ کو بمنزلہ ہارون برادر موسیٰؑ اپنا بھائی اور امت میں خلیفہ فرمایا اور جیسے موسیٰ نے ہارونؑ کے شریک امر کرنے کی دعا فرمائی جناب محمدؐ نے علیؑ کے لئے ویسی دعا فرمائی۔ پھر لوگوں سے ایذا پہنچی تو فرمایا جس نبی سے میری مشابہت تامہ ہے اُس کو اس سے بھی زیادہ ایذا پہنچائی گئی اور اس نے صبر کیا۔ تو ہم کو بھی اس سے زیادہ ایذا پر صبر ہی کرنا پڑے گا۔ نصوص خلافت میں حاشیہ حدیث بمنزلہ ہارون اسی جلد میں دیکھو اور بارہ خلفاء محمدی کی مشابہت بارہ نقباء بنی اسرائیل سے بیان بارہ خلفاء کے حواشی میں دیکھو اور جناب محمدؐ کو موسیٰؑ سے مشابہت اس آیت میں مذکور ہے انا ارسلنا الیکم رسولا شاھداً علیکم کما ارسلنا الی فرعون رسولا پ۲۹ ع۱ اور مسجد نبوی میں بحالت جنابت صرف علیؑ اور آپ کی ذریت کو اجازت تھی جیسے مسجد موسوی میں ہارون اور ان کی ذریت کو اجازت تھی دیکھو درمنثور جلد ۳ صفحہ ۳۱۴ فلک بیان آیت تطہیر۔ اب ائمہ اہل بیتؑ کی روایت امامیہ سے مزید توضیح وتائید ملاحظہ فرمائیے۔ عن سلمان الفارسیؓ قال سمعت رسول اللہ یقول لترکبن امتی سنۃ بنی اسرائیل حذو القذۃ بالقذۃ وحذو النعل بالنعل شبراً بشبر وذراعاً بذراع وباعاً بباع وقال سلمان ان الناس بعد رسول اللہؐ بمنزلۃ ھارون ومن تبعہ وبمنزلۃ العجل ومن تبعہ فعلی سنۃ ھارون دیکھو احتجاج طبرسی صفحہ ۴۹ اور اسی طرح امام حسنؑ سے روایت۔ اسی احتجاج صفحہ ۱۴۰ میں ہے اور احتجاج صفحہ ۲۹ میں امام محمد باقرؑ سے ایک طویل روایت میں ہے جس میں قصہ غدیر اور تبلیغ حکم ولایت اور اس پر بیعت لینے کا ذکر ہے اس کے بعد فرمایا فنکثوا البیعۃ واتبعوا العجل والسامری سنۃ بسنۃ ومثلاً بمثل بعدہ فرمایا وکانوا سبعین الف انسان ادیزیدون علی نحو اصحاب موسیٰ لسبعین الف الذین اخذ علیھم بیعۃ ھارون فنکثوا البیعۃ الخ ملخصاً۔ خلاصہ مقصود ان روایات کا یہ ہے کہ بفرمان پیغمبرؐ امت محمدی بنی اسرائیل کے بالکل مطابق عمل کرے گی چنانچہ غدیر کے واقعہ میں جناب علیؑ کے لئے رسول خداؐ نے تبلیغ ولایت فرمائی اور حاضرین سے عہد لیا کہ تسلیم کریں اور اطاعت کرتے رہیں جیسے موسیٰؑ نے ہارونؑ کے لئے عہد لیا اور جانشین چھوڑا اور امت موسوی نے سامری کی متابعت میں عہد موسیٰؑ کو توڑا اور بچھڑے کی پرستش شروع کی اسی سنت پر امت محمدی کے افراد نے عہد محمدی کو توڑا اور منیں ہارونؑ کی اطاعت نہ کی تعداد ناکثین عہد کی بھی ملتی جلتی ہے جو ستر ہزار کے قریب ہر دو امتوں میں ایسے ہوئے۔ اور کل تعداد اصحاب موسیٰؑ کا شمار حیٰوۃ الحیوان کتاب سنی جلد ۱ صفحہ ۲۱۴ میں ستر ہزار سے زیادہ لکھا ہے۔

وقد اخرج ابو یعلیٰ بسند حسن عن ابی سعید سمعت رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) فذکر حدیثا فقال یا ایھا الناس انی فرطکم علی الحوض فاذا جئتم قال رجل یا رسول اللہؐ انا فلان بن فلان وقال اخر انا فلان بن فلان فاقول فاما النسب فقد عرفتہ ولعلکم احدثتم بعدی وارتددتم ولاحمد والبزار نحوہ من حدیث جابر۔ وفیہ لیردن علیّ اقوام اعرفھم ویعرفونی

نیز اسی میں ہے اور تحقیق ابو یعلیٰ نے سند حسن سے بروایت ابی سعید بیان کیا کہ میں نے رسول اللہؐ سے سنا اور ذکر کیا اس حدیث کو تحقیق میں تم سے آگے حوض پر جاؤں گا پس جب تم آؤ گے تو کوئی آدمی کہیگا کہ میں فلاں بیٹا فلاں کا ہوں اور دوسرا کہیگا میں فلاں بیٹا فلاں کا ہوں پس کہونگا تحقیق مینے تمہارے نسب کو تو سمجھ لیا ہے مگر غالباً تم میرے بعد نئے کام پیدا کرکے میرے احکام سے پھر گئے ہوئے ہو اور احمد وبزار نے حدیث جابر سے مثل اسکے روایت کیا ہے۔ اور اسی فتح الباری جلد ۶ صفحہ ۱۵۲ میں ہے ضرور میرے پاس چند قسم کے لوگ وارد ہونگے جن کو میں شناخت کرلونگا اور وہ مجھے شناخت کرلینگے

ثم یحال بینے وبینهم فاقول انهم منی فیقال انك لاتدری ما احدثوا بعدك فاقول سحقا سحقا لمن غیّر بعدی۔ و فیه وفی روایة علی ادبارهم القهقری۔ وفیه زاد فلا أراه یخلص فیهم الامثل همل (ابل بلاراع) النعم (یعنے الاقلیل) وفیه وروی الطبرانی عن سمرة اصیحابی اصیحابی وقد اخرج ابن عساکر وابن عبد البر فی الاستیعاب واحمد فی المسند والطبرانی فی الکبیر وابو النصر السنجری فی الابانة وابو داؤد الطیالسی وعبد ابن حمید وابو یعلے والحاکم فی المستدرك وابن ابی شیبة و الدیلمے وغیرهؤلاء۔
وفی الخصائص للسیوطی اخرج البزار بسند صحیح عن ابن سعید قال ما عدا ان وارینا رسول الله فی التراب فانکرنا قلوبنا و بمعناه اخرج ابن سعد و الحاکم والبیهقی عن انس وهکذا فی الفتح وزاد[سے] یرید انهم وجدوها تغیرت عما عهدوه فی حیاته من الالفة والصفاء والرقة۔ الخ وفی المسلم عن ابی هریرة (فی حدیث طویل فی الوضوء) وانی لاصد الناس عنه (عن الحوض) کما یصد الرجل ابل الناس عن حوضه قالوا یارسول الله اتعرفنا یومئذٍ قال نعم لکم سیما لیست لاحد من الامم تردون علی غرا محجلین من اثر الوضوء وفیه عنه مرفوعا ترد علی امتی الحوض وانا اذود الناس عنه (الی ان قال) فاقول یارب هؤلاء من اصحابی فیجیبنی ملك فیقول وهل تدرے ما احدثوا بعدك

پھر ان کے اور میرے درمیان پردہ کیا جائیگا اور میں کہونگا تحقیق یہ تو میری جماعت کے آدمی ہیں جواب میں کہا جائیگا تحقیق تو نہیں جانتا کہ انہوں نے تیرے بعد کیا نئے کام پیدا کئے ہیں تب کہونگا دوری ہو دوری ہو اس کے لئے جس نے میرے بعد احکام میں تغیر کردیا ہے اور اسی کے جلد ۶ صفحہ ۲۱۶ میں بروایت دیگر لکھا ہے کہ اپنی پشتوں پر واپس پھریں گے رجعت قہقری سے۔ اور اسی میں ہے کہ روایت دیگر میں زیادہ ہے۔ پس نہیں گمان کرتا میں کہ ان میں سے کوئی خلاصی پائے مگر مثل اونٹ بلا چرواہے کے یعنی بہت تھوڑے ؛ اور اسی فتح الباری جلد ۶ صفحہ ۲۲۴ - ۲۲۵ میں ہے۔ روایت طبرانی میں سمرہ سے لفظ اصیحابی اصیحابی وارد ہے اور تحقیق اس کو روایت کیا ابن عساکر وابن عبد البر نے استیعاب میں اور احمد نے مسند میں اور طبرانی نے کبیر میں اور ابو النصر سنجری نے ابانہ میں اور ابوداؤد طیالسی و عبد بن حمید و ابو یعلیٰ و حاکم نے المستدرک و ابن ابی شیبہ و دیلمی وغیرہ نے ؛ اور خصائص سیوطی جلد ۲ صفحہ ۲۷۶ میں ہے۔ بزار نے بسند صحیح ابن سعید سے نکالا کہتا ہے کہ اس سے زیادہ نہ گذرا کہ جونہی ہم نے رسول اللہؐ کو خاک میں پوشیدہ کیا تو ہمارے دلوں میں ان سے انکار پیدا ہوگیا اور اسی معنی کی حدیث ابن سعد اور حاکم اور بیہقی نے انس سے روایت کی ہے۔ اور اسی طرح فتح الباری شرح بخاری جلد ۴ صفحہ ۱۰۹ میں ہے اور زیادہ کیا کہ مراد اس سے یہ ہے کہ تحقیق انہوں نے یعنی صحابہ نے اپنے دلوں کو ایسا پایا کہ اس عہد سے متغیر ہوئے اور پھر گئے تھے جو رسولؐ سے ان کی حیات میں کیا ہوا تھا۔ یعنی الفت اور صفائی اور نرمی کے طریق سے متغیر ہوگئے ؛ اور صحیح مسلم جلد ۱ صفحہ ۱۲۶ میں ابوہریرہ سے روایت ہے۔ باب وضو کی لمبی حدیث میں کہ میں لوگوں کو حوض سے ہٹاؤں گا جیسے آدمی اجنبی اونٹ کو اپنے حوض سے ہٹاتا ہے صحابہ نے عرض کی یارسول اللہ اُس دن آپ ہمیں شناخت کرلینگے فرمایا ہاں تمہارے لئے نشان ہوگا جو دوسری امتوں میں نہیں۔ تم میرے پاس آؤ گے اور تمہارے اعضاء وضو چمکتے ہوں گے ؛ اُسی مسلم میں ہے مرفوعاً فرمایا نبیؐ نے میرے پاس امت کے لوگ حوض پر وارد ہوں گے اور میں لوگوں کو حوض سے ہانکتا ہوں گا پھر فرمایا پس کہونگا یارب میرے یہ لوگ میرے اصحاب سے ہیں تو فرشتہ مجھے جواب دیگا ؛ اور کہے گا کہ تو کیا جانے کہ کیا اعمال نئے انہوں نے تیرے بعد کئے

دفن رسولؐ کے بعد فوراً اصحاب کے دل متغیر ہوگئے

[سے] فتح الباری میں یہ الفاظ ہیں وقد قال ابو سعید فیما اخرجه البزار بسند جید [عے] وما نفضنا ایدینا من دفنه حتی انکرنا قلوبنا ومثله فی حدیث ثابت عن انس عند الترمذی وغیرہ یرید انهم۔ الخ کما هو فی متن هذه الکتاب۔ ۱۲ مترجم

[عے] یعنے ابھی ہمنے اپنے ہاتھ غبار دفن سے نہیں جھاڑے تھے اور نہ صاف کئے تھے کہ ہمارے دل پھر گئے ۱۲ مترجم

فی الکنز المکتوم ناقلاً عن العلامۃ الزرندی من کتاب الاعلام بسیرۃ النبی علیہ السلام انہ روی عن عائشۃ لما احتضرتہا الوفاۃ قیل لہا اھل ندفنک فی روضۃ النبی فقالت بلی ادفنونی فی البقیع مع اخواتی فانی قد احدثت امورا بعدہ ۔ وفی ازالۃ الخفاء عن ابن مسعود قال ما کان بین اسلامنا وبین ان عاتبنا اللہ بہذہ الآیۃ الم یأن للذین امنوا ان تخشع قلوبہم لذکر اللہ الا اربع سنین وعن ابن مسعود قال لما نزلت القرآن ۔ الآیۃ اقبل بعضنا علی بعض ای شیء احدثنا ای شیء صنعنا وعن ابن عباس قال ان اللہ استبطأ قلوب المہاجرین فعاتبہم علی راس ثلث عشرۃ سنۃ من نزول القرآن فقال الم یأن الآیۃ ۔ انتہی ۔ وفی تاریخ الخلفاء اخرج ابو نعیم فی الحلیۃ عن ابی صالح قال لما قدم اہل الیمن زمان ابی بکر وسمعوا القرآن جعلوا یبکون فقال ابو بکر ہکذا کنا ثم قست القلوب و کذا فی التفسیر الکبیر للفخر الرازی قال الشیخ الدہلوی فی شرح المشکوۃ مراد برگشتن از دین مسلمانی نیست بلکہ خروج از استقامت دربعض حقوق و مسلمانی سیرت دربعض امور رجوع از مرتبہ حسن اخلاق و صدق نیت و تقویہ دربعض حقوق و رعایت اہل بیت در ادب بایشاں بجہت ابتلاء بدنیا و فتنہ چہ آنحضرت م فرمودہ بود کہ من نمی ترسم بر شما کفر را و بت پرستی را ولیکن می ترسم از مداخلت دنیا و آفات آں

کنز مکتوم فی نکاح ام کلثوم کے صفحہ ۱۶۲ پر ہے علامہ زرندی اپنی کتاب اعلام جو فضائل نبی میں ہے لکھتے ہیں جب عائشہ قریب الموت ہوئی کہا گیا تجھے روضہ اقدس میں دفن کریں کہا جنت البقیع میں باقی بہنوں کے ساتھ دفن کرنا کیونکہ میں نے چند امور نبی کے بعد احداث کئے ہیں اور ازالۃ الخفاء مقصد اوّل صفحہ ۳۴۴ میں ابن مسعود سے روایت ہے کہا کہ ہمارے اسلام اور اس وقت کے درمیان جب اللہ تعالی نے ہم لوگوں کو عتاب فرمایا اس آیت سے کیا مومنین کے لئے ابھی وقت نہیں آیا اس بات کا کہ ان کے دل ذکر الہی کے واسطے گڑگڑا کر عجز اختیار کریں صرف عرصہ چار سال کا گذرا تھا اور ابن مسعود سے روایت ہے کہ جب نازل ہوئی آیت القرآن آخر تک تو ہمارے بعض صحابہ بعض پر متوجہ ہوئے کہ ہمنے کیا چیز عمل میں لائی ہے یا کیا کام ہم نے کیا جس پر ایسا عتاب آگیا ہے اور ابن عباس سے روایت ہے کہا کہ اللہ تعالے نے مہاجرین کے دلوں کو اعمال خیر کیلئے سست معلوم کیا تو ان پر تیرہ سال شروع قرآن اترنے کے بعد عتاب کیا اور فرمایا کیا ابھی تک مومنین کے سمجھ جانے کا وقت نہیں آیا ۔ انتہی ۔ اور تاریخ الخلفاء صفحہ ہے میں ابو نعیم نے علیہ میں روایت کی ہے ابی صالح سے کہ جب یمن کے لوگ زمانہ ابی بکر صاحب میں آئے اور انہوں نے قرآن کو سنا تو رونے لگے ابو بکر نے کہا ہم بھی ایسے ہی نرم دل تھے لیکن بعد میں سیاہ دل ہو گئے ہیں اسی طرح تفسیر کبیر مؤلفہ فخر الدین رازی میں ہے ۔ جلد ۸ صفحہ ۱۳۳ میں بالفاظ ثم قست القلوب لکھا ہے اور شیخ دہلوی نے شرح مشکوۃ جلد ۴ صفحہ ۱۸۹ طبع نولکشور لکھنؤ میں لکھا ہے اس رد تے سے دین مسلمانی سے بالکل پھر جانا مراد نہیں ہے بلکہ حد استقامت سے نکل جانا اور بعض ضروری حقوق (جیسے حق مودت قربائے رسول اور اطاعت ان کی کا) اور بعض امور کے لئے صفائی باطن اور بعض حقوق ورعایت ادب اہل بیت میں قصور کرنا بسبب فتنہ و محبت دنیا میں مبتلا ہونے کے مراد ہے کیونکہ آنحضرت نے فرمایا تھا کہ میں تمہارے واسطے کفر و بت پرستی کا اتنا خوف نہیں کرتا کہ تم میرے بعد کرو گے ولیکن مجھے خوف زیادہ یہ ہے کہ دنیا اور اس کے آفات کی مداخلت سے تم ہلاکت میں داخل ہو جاؤ گے

[1] آیت ان الذین قالوا ربنا اللہ ثم استقاموا تتنزل علیہم الملائکۃ الا تخافوا ولا تحزنوا الخ بھی معنی کی موید ہے کیونکہ استقامت یا حق پر نہیں رہی وہ بدخوف و خطر نہیں رہ سکتے اور بقا کا دنیا ہے بخاری وغیرہ کی احادیث سے کہ حضرت نے فرمایا مجھے تمہارے مشرک یا کافر ہو جانے کا اتنا خوف نہیں جتنا یہ ہے کہ تم لوگ دنیا کے لالچ میں پڑ کر اپنے ایمان میں خلل ڈال کر دوزخ میں جانے کے قابل ہو جاؤ گے اور شیخ عبد الحق کی عبارت سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ مراد اسلام سے خروج نہیں بلکہ استقامت سے خروج ہے جیسا کہ حقوق اہل بیت کو نگاہ نہ رکھنا اور رعایت ادب ان کی ملحوظ نہ رکھنی اب اہل انصاف حضرات ثلاثہ اور معاویہ و عمرو عاص و عبد الرحمن ابن عوف و مغیرہ و ابو موسے اشعری و ابن عمر و ولید وغیرہ کے اعمال کا موازنہ کریں کہ کہاں تک انہوں نے حقوق اہل بیت کو ملحوظ رکھا اور کس طرح تابعداری کی [2] مترجم [2] نووی نے شرح مسلم جلد ۲ صفحہ ۲۵ میں لکھا ہے کہ قاضی عیاض نے حدیث حوض کی مرتدین سے

کذا قالہ الموفق - انتہیٰ - قال العلامۃ التفتازانی فی شرح المقاصد واما ما وقع بین الصحابۃ من المحاربۃ والمشاجرات علی الوجہ المسطور فی کتب التواریخ والمذکور علی السنۃ الثقات یدل بظاہرہ علی ان بعضہم قد حاد عن طریق الحق وبلغ حد الظلم والفسق

اسی طرح علماء نے کہا ہے۔ انتہیٰ - علامہ تفتازانی نے شرح مقاصد میں لکھا ہے لیکن جو جنگ اور جھگڑے صحابہ کے درمیان واقع ہوئے ہیں جس طرح کہ کتب تواریخ میں لکھا ہوا ہے اور زبانی ثقہ اور معتبر لوگوں کے مذکور ہوئے ہیں وہ بظاہر اس بات پر دلالت رکھتے ہیں کہ بعض اصحاب طریق حق سے گذر کر حد ظلم و فسق کو پہنچ گئے تھے

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۲۱) جو کفر حقیقی کی طرف مرتد ہو گئے ہوں اور احادیث حوض میں بدّل بعدی یا غیّر بعدی جو آیا ہے تو تبدیل یا تغیر دونوں قسموں کو شامل ہے یعنی عام ہے خواہ کلی تغیر ہو یا جزوی مگر معتد بہ ہو۔ ناقلاً و مترجماً عن شرح المسلم ۱۲ مترجم۔

سلطان یعنا والشرح مشکوٰۃ کہ ارتداد صحابہ درحقیقت قہقری و صدو و احداث سے مراد خارج از اسلام اور کافر بت پرست ہونا مراد نہیں بلکہ حد شہادت و صدق نیت سے پھر جانا مراد ہے۔ نہایہ ابن اثیر لغت رد جلد ۲ صفحہ طبع مصر میں ہے وفی حدیث القیامۃ والحوض فیقال انہم لن یزالوا مرتدین علی اعقابہم ای متخلفین عن بعض الواجبات ولم یرد ردۃ الکفر ولہٰذا اتیدہ باعقابہم لانہ لم یرتد احد من الصحابۃ بعدہٖ وانما ارتد قوم من جفاۃ العرب انتہیٰ یعنی اس حدیث حوض میں صحابہ کے ارتداد سے مراد ردت کفر نہیں ہے بلکہ بعض واجبات کو ترک کرنا مراد ہے اسی واسطے نبیؐ نے اس ارتداد کو باعقابہم سے مقید کیا ہے کہ ایڑیوں کے بل پیچھے ہٹ جائینگے اسلام سے بالکل منہ پھیر کر ظاہر کافر و مشرک ہونا نہیں فرمایا کیونکہ صحابہ میں سے کوئی بعد نبی ایسا مرتد نہیں ہوا بعد نبیؐ البتہ مرتد وہ لوگ ہوئے تھے جو عامی اور معمولی عقل کے اعراب میں سے تھے۔ غرض کہ یہاں وہ مرتد مراد ہیں جو اسلام کی طرف تو بہ رکھتے تھے نام کے مسلمان بظاہر تابع شریعت محمدیہ ہو کر اخلاف ان تنافسوا و لیکن کی ترسم از مذلات دنیا کے مطابق دنیا کی محبت میں اطاعت خدا و رسول و صحیح جانشین رسول سے خارج ہو کر ثم استقاموا کی صفت سے موصوف نہ ہوئے اور یہ واجبات سے تھا جس کو ترک کیا۔ جیسے ابتناہ بر حاشیہ اصلاح جلد ۱ صفحہ ۱۵۱ ترجمہ لسعرب المطالب میں اس کی تصریح موجود ہے۔ اور جس حد تک صحابہ مسلمان رہے جو برسر اقتدار ہوئے اپنی سلطنت او اسی اسلام کی ترقی بھی کرتے رہے۔ نمونہ حالات بعض کا فلک النجاۃ میں سے بھی دیکھا جا سکتا ہے۔ اور نہایہ لغت قہقر جلد ۳ صفحہ ۲۲ طبع مصر میں ہے القہقری ہو المشی الی خلف من غیر ان یعید وجہہ الی جہۃ مشیہ یعنی رجعت قہقری حدیث حوض سے مراد ہے پیچھے کو اس طرح چلنا کہ منہ اس طرف کو نہ پھیرے جس طرف کو چل رہا ہے۔ انتہیٰ - یعنی دیکھنے میں اس کا منہ دوسری طرف ہو اور حقیقت میں دوسری طرف چل رہا ہو - مطلب صاف ہے جو ہم نے اوپر بیان کیا۔ اور شرح فقہ اکبر مطبوعہ مطبع محمدی لاہور صفحہ ۱۳۱ میں ہے - نبی صلعم کے بغیر خواہ اولیاء ہوں یا علماء و اصفیاء کسی کی موت ایمان پر ہونے کا ہم یقین نہیں کر سکتے اگرچہ ان سے خوارق عادات اور کمال حالات اور بہت خوب طاعات ظاہر ہوں کیونکہ اس کی بناء ظاہر پر ہے اور حقیقت امر افراد انسان سے مخفی ہوتی ہے۔ اسی واسطے عشرہ مبشرہ اور ان کے امثال اپنے انقلاب احوال اور سوء مآل و آمال سے خائف رہے۔ انتہیٰ - یعنی اصحاب عشرہ مبشرہ وغیرہ کے احوال خراب ہونے اور بری بازگشت

لعسے ہم بیان ہوا فی بعض احادیث ہاذا قول یارب اصحابی فیقال انہم کانوا یمشون بعدک القہقری اسے رجع القہقری اہل بیت جو حدیث ثقلین متبوع و لازم ملزوم قرآن اس سے مستثنیٰ ہیں جن کو اہل بیت کی متابعت و اطاعت کا حکم دیا ان کے واسطے یہ فرمایا۔ اور بعض روایات میں حدیث بلفظ اصیحابی وارد ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ چند اصحاب ایسے ہوں گے کیونکہ تصغیر جمع سے اکثر مراد قلت عدد ہوتی ہے یعنی کچھ لوگ۔ دیکھو جاربردی صفحہ ۲۴ الثانی تقلیل ما یجوز ان یتوہم کثرتہ وہذا مختص بالجموع تو مراد حدیث سے یہ ہوئی کہ کل صحابہ ایسے نہ ہونگے۔ بلکہ کچھ ایسے ہونگے تصغیر کل کے مقابلہ میں ہے۔ وہذا فی الحقیقت ایسے صحابہ کی بھی کافی جماعت ہوگی جیسے الفاظ حدیث کے اختلاف روایت و الفاظ دلالت کرتے ہیں جیسا کہ الناس اقوام زمرہ - طائفہ وارد ہوئے ہیں ان کے معنے ایک جماعت کے ہیں۔ اور دیکھو بخاری طبع مصر جلد ہفتم صفحہ اس میں نبیؐ سے یکے بعد دیگرے ایسی متعدد جماعتیں دوزخی صحابہ کی نبی صلعم کے سامنے گذرنے اور انکے ارتداد قہقری کا ذکر بتصریح فرمایا ہے اور مولوی وحید الزمان صاحب انوار اللغۃ پ ۲۴ ملا دینہ ص میں اس طرح تصریح کرتے ہیں۔ لکھا ہے حدیث میں اصیحابی تصغیر کا لفظ ہے جو تقلیل پر دلالت کرتا ہے۔ اس سے پہلے لکھا۔ رافضیوں نے یہ خیال کیا ہے کہ معاذ اللہ کل صحابہ آنحضرت صلعم کی وفات کے بعد مرتد ہو گئے۔ الخ انتہیٰ شیعوں کا خیال یہ ہرگز نہیں کہ کل صحابہ کو لغزش ہوئی ہاں یہ کہتے ہیں کہ بہت کو ہوئی ۱۲ مترجم۔

وکان الباعث علیہ الحقد والعناد والحسد واللداد وطلب الملک والریاست والمیل الی اللذات والشہوات اذ لیس کل صحابی معصوم ولا کل من لقی النبیؐ بالخیر موسوما۔ انتہٰی۔ اقول قد ثبت مما ذکرنا من حدیث الحوض المتواتر الاحداث فی الدین بعد النبیؐ قد وقع کثیرا من الصحابۃ من اکابرھم واصاغرھم وما استثنی منھم احدا لا ابوبکر اول الخلفاء ولا غیرہ الا من رحمہ اللہ عز وجل کما بینا من حدیث الموطا من خطاب النبیؐ ابابکر لا ادری ما تحدثون بعدی وثبت منھم من ھتک حرمۃ عترۃ النبیؐ والمنازعات بینھم وترک ضروریات الدین و فرائضہ والتغیر فی احکامہ کالاستمساک بالثقلین والمودۃ فی القربیٰ وھما من فرائض الدین کما مر وقد ذم اللہ سبحانہ الاحداث فی کل زمان کما قال لقوم لوط انکم لتاتون الفاحشۃ ما سبقکم بھا من احد من العالمین وقال النبیؐ کل بدعۃ ضلالۃ الحدیث واتبع الناس اھواءھم وفمن اتخذ الٰھہ ھواہ فقد اضلہ اللہ واتخذوا احبارھم ورھبانھم اربابا من دون اللہ وھما من اصناف الشرک وایضا قد ثبت ان کل صحابی لیس بمعصوم ولا کل رای النبیؐ وصحبہ الغیر موسوما بل انھم رجال کسائر الرجال وفیھم ما فیھم من الحسنات والسیئات واما الذین مدحھم اللہ ورسولہ فالمراد منھم اخص الخواص کعترۃ النبیؐ وتابعیھم وھم الذین اوفوا بما عاھدوا اللہ ورسولہ الی ان ماتوا لان الاعمال بالخواتیم والسلام۔ **الشک فی النبوۃ**۔ قد شک عمر یوم الحدیبیۃ فی النبوۃ وسیاتی فی المغازی انشاء اللہ تعالٰی

اور اس کا سبب حسد اور دشمنی اور بغض اور شرارت تھا اسی طرح شرح فقہ اکبر مطبوعہ مجیدی صفحہ ۹۷ میں ہے) یا طلب ملک اور بادشاہی کی اور محبت لذات اور شہوات دنیا کی کیونکہ ہر صحابی معصوم نہیں ہے اور نہ ہر وہ شخص جو نبیؐ سے ملاقات کرے نیک شمار ہو سکتا ہے۔ انتہٰی (قول مؤلف) میں کہتا ہوں کہ ہمارے مذکورہ مضمون سے اور حدیث حوض سے جو متواتر ہے ثابت ہوا کہ دین محمدی میں بہت صحابہ سے بڑے ہوں یا چھوٹے احداث واقع ہوا ہے اور اس سے کوئی مستثنےٰ نہیں نہ ابوبکر اول الخلفاء اور نہ غیر اس کا مگر جس پر خاص رحم الٰہی ہوا ہو جیسا کہ ہم نے حدیث مؤطا اور خطاب نبیؐ بابی بکر کہ میں کیا سمجھوں کہ تم میرے بعد کیا کرو گے؟ سے بیان کر دیا ہے اور ان اصحابہ سے ہتک حرمت و عزت عترت نبیؐ اور ان سے تنازع کرنا ثابت ہو چکا ہے اور ترک ضروریات دین اور فرائض اور تغیر احکام نبویہ مثل تمسک ثقلین اور مودۃ ذوالقربیٰ وغیرہ کے اور حالانکہ ہر دو فرائض دین سے قرار دیئے ہوئے ہیں جیسا کہ گذرا اور بہ تحقیق اللہ حدث و بدعت پیدا کرنے کی ہر زمانہ میں مذمت فرماتا ہے جیسا کہ فرمایا قوم لوط کے لئے کہ تم ایسے فحش کو کرتے ہو کہ تم سے پہلے سارے عالم میں کسی نے نہیں کیا اور نبیؐ نے فرمایا ہر بدعت گمراہی ہے آخر حدیث تک اور لوگ تابع اپنی خواہش کے ہو کر اپنی خواہش کو معبود بنا لیا کرتے ہیں پس ایسے شخص کو اللہ نے گمراہ کر دیا اور لوگوں نے اپنے علماء و مشائخ کو اپنا رب بنا لیا ہے یعنی احکام الٰہی کو ترک کر کے اپنے علماؤں کی متابعت کرتے ہیں اور دو اقسام شرک میں سے ہے اور نیز ہر صحابی نہ معصوم ہے اور نہ ہر نبیؐ کے دیکھنے والا اور صحبت میں رہنے والا نیک سمجھا جاتا ہے۔ بلکہ وہ بھی آدمی تھے جیسے دوسرے ہیں اسی طرح ان میں نیکیاں اور بدیاں ہوتی ہیں لیکن وہ صحابہ جن کی مدح اللہ تعالےٰ نے اور رسول اللہؐ نے فرمائی ہے مراد ان سے اخص الخواص ہیں جیسے عترۃ النبی اور ان کے مخلص تابعدار ان اور وہ جنہوں نے معاہدہ اللہ و رسول اللہ کو وفاداری سے مرتے دم تک نباہا ہو کیونکہ مسلّم و مثبت ہے کہ اعمال کی مدار خاتمہ پر ہے۔ والسلام۔

منجملہ اعمال صحابہؓ کے **شک فی النبوۃ** ہے۔ تحقیق عمر صاحب نے حدیبیہ کے دن نبوۃ نبیؐ میں شک کیا جیسا کہ مغازی اور ایمان عمر کے بیان میں انشاء اللہ تعالیٰ آئیگا۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۲۲) اور ان میں بری آرزوؤں کے پیدا ہونیکا خطرہ باقی رہ سکتا ہے الخ تا تہ بالایمان پر ہم بقریم [illegible] خاتمہ بالایمان پر یقین ہو سکتا ہے۔ بعض روایات میں جو بجائے اصحابی اصیحابی وارد ہے اس سے بعض مخالفین یہ مراد لیتے [illegible] مراد ہیں بڑے صحابی مستثنےٰ ہیں مگر یہ صحیح نہیں کیونکہ [illegible] کی نظروں میں جو بڑے ہیں ان سے جب بدعات [illegible] وہ اس وقت سے نیز قسم کے صحابیوں میں داخل ہو گئے اور قیامت کو صورت صحیح اس کلمہ کے ہونگے۔ اور زیادہ روایتوں میں اصحابی وارد ہے [illegible] نسیم الریاض شرح شفا قاضی عیاض مطبوعہ مصر جلد ۳ صفحہ ۲۰۳ میں ہے مقرودین منافقین و مرتدین کے اقسام سے ہوگی [illegible] وصلوا نیکہ بوں غرا محجلین وانا ادعاھم ونادیھم بدا لا بعدک لی غیر واستنک [illegible] انتہٰی [illegible]

الثالث کذب علی النبی ص فی الخصائص للسیوطی اخرج البیہقی عن اسامۃ بن زید قال بعث رسول اللہ ص رجلا فکذب علیہ فدعا علیہ رسول اللہ ص فوجد میتا قد انشق بطنہ ولم تقبلہ الارض۔ اخرج الشیخان واحمد والبیہقی عن انس ان رجلا کان یکتب الوحی لرسول ص فکان یملی علیہ علیما حکیما فیقول اکتب سمیعا بصیرا فیقول اکتب کیف شئت ویملی علیہ سمیعا بصیرا فیکتب علیما حکیما فارتد ذلک الرجل ولحق بالمشرکین وقال انا اعلم بمحمد ان کنت لاکتب ما شئت فمات ذلک الرجل فقال رسول اللہ ص ان الارض لا تقبلہ فدفن فلم تقبلہ الارض قال ابو طلحۃ فقدمت الارض التی مات فیھا فوجدتہ منبوذا فقلت ما شان ھذا قالوا دفناہ فلم تقبلہ الارض واخرج عبد الرزاق فی المصنف والبیہقی عن سعید بن جبیر قال جاء رجل الی قریۃ من قری الانصار فقال ان رسول اللہ صلعم ارسلنی الیکم وامرکم ان تزوجونی منکم فلانۃ ولم یکن ارسلہ فبلغ النبی ص ذلک فارسل علیا و الزبیر فقال اذھبا فان ادرکتماہ فاقتلوہ ولا اراکما تدرکانہ فذھبا فوجداہ قد لدغتہ حیۃ فقتلتہ واخرج البیہقی من طریق عطاء بن السائب عن عبد اللہ بن الحارث ان رجلا من الجن اتی الیمن فعشق بھم امرءۃ فقال ان النبی ص یامرکم ان تبعثوا الی فتیاتکم فقالوا عھدنا برسول اللہ ص وھو یحرم الزنا ثم بعثوا الی النبی رجلا فبعث [illegible] فقال انہ [illegible] وانفقہ حیا اذا تتلہ [illegible] وجد قد میتا فاحرقہ بالنار فخرج جناح من اللیل یستقی من الماء فلدغتہ [illegible] فقتلتہ انتھی من الخصائص۔ ومن المتواترات قولہ ص من کذب علی متعمدا فلیتبوا مقعدہ من النار۔

اور منجملہ اعمال کے جھوٹ بولنا نبی صلعم پر ہے - خصائص سیوطی جلد ۲ صفحہ ۸ میں لکھا ہے بیہقی نے اسامہ بن زید سے روایت کی ہے اس نے کہا رسول اللہ نے کسی آدمی کو بھیجا اور اس نے حضرت پر جھوٹ بولا اور اس کو رسول خدا صلعم نے بددعا دی تو وہ شخص مردہ پایا گیا اور اُس کا پیٹ پھٹا ہوا تھا اور زمین نے اُسے قبول نہ کیا اور بخاری و مسلم و احمد و بیہقی و ابو نعیم نے انس سے روایت کی ہے بہ تحقیق ایک آدمی جو وحی رسول خدا کو لکھتا تھا اور حضرت صلعم اس کو علیما حکیما لکھواتے تو وہ کہتا سمیعا بصیرا لکھنا ہوں پس فرماتے جیسا چاہتا ہے لکھ لے اور سمیعا بصیرا لکھواتے تو لکھتا تھا علیما حکیما۔ اور وہ شخص آخر مرتد ہو گیا اور مشرکین سے جا ملا اور کہا میں محمد کے حال سے خوب واقف ہوں تحقیق میں اپنی مرضی کے مطابق جو چاہتا تھا لکھتا تھا وہ شخص مر گیا پس رسول اللہ صلعم نے فرمایا اس کو زمین قبول نہ کرے گی وہ دفن کیا گیا مگر زمین نے اس کو قبول نہ کیا۔ ابو طلحہ نے کہا کہ میں اس زمین کے پاس آگیا۔ جہاں وہ فوت ہوا تھا اور زمین نے اس کو باہر نکال پڑا دیکھا میں نے کہا اس کا کیا حال ہے لوگوں نے کہا ہم نے تو دفن کیا تھا۔ مگر زمین نے اسکو قبول نہیں کیا۔ اور عبد الرزاق نے مصنف میں اور بیہقی نے سعید بن جبیر سے روایت کیا کہا ایک آدمی انصار کی ایک بستی میں آیا اُس نے کہا کہ تحقیق رسول اللہ نے مجھے تمہاری طرف بھیجا ہے اور تم کو امر کیا ہے کہ اپنی فلاں عورت سے میری شادی کردو جب نبی صلعم کو یہ بات پہنچی تو علیؑ اور زبیر کو بھیجا اور فرمایا جاؤ اور اگر اس شخص کو پاؤ تو قتل کردو مگر میرا گمان ہے کہ تم اسکو نہ پاؤ گے پس دونوں گئے اور اس کو اس حالت میں پایا کہ اسے سانپ نے کاٹا اور قتل کردیا تھا اور بیہقی نے طریق عطاء بن سائب سے عبد اللہ بن حارث سے روایت کیا کہ جن جنوں میں یمن میں گیا ان کی ایک عورت پر عاشق ہو گیا اور کہا تحقیق نبیؐ تم کو امر کرتے ہیں کہ اپنی جوان عورتیں میرے پاس بھیجو تو انہوں نے کہا کہ ہم رسول اللہ سے عہد لے چکے ہیں کہ وہ زنا کو حرام فرماتے ہیں۔ پھر لوگوں نے ایک آدمی اس حال ظاہر کرنے کے لئے نبیؐ کی طرف بھیجا تو آنحضرت صلعم نے حضرت علی کو بھیجا، اور فرمایا اُس کے پاس جا اگر مل جائے تو اُسے قتل کردو اور مردہ پاؤ تو آگ سے اسکو جلا دیں جب جن رات کو زراعت میں پانی لگانے گیا اُسکو سانپ نے کاٹا اور ختم کیا۔ انتہی من الخصائص۔ قول رسول صلعم کا بہ تواتر ثابت ہے کہ جس شخص نے مجھ پر عمداً جھوٹ بولا اُس نے اپنی جگہ دوزخ میں بنالی؛

من الانصار فی شراج (سیل الماء من الحرۃ الی السہل ۱۲ لمعات) من الحرۃ (ہی ارض ذات حجارۃ) فقال النبی اسق یا زبیر ثم ارسل الماء الی جارك فقال الانصاری ان کان ابن عمتك فتلون وجہہ ثم قال اسق یا زبیر ثم احبس الماء حتی یرجع الی الجدر ثم ارسل الماء الی جارك فاستوعی (استحفظ ۱۲) النبی للزبیر حقہ فی صریح الحکم حین احفظہ (اغضبہ) الانصار وکان اشار علیہما بامر لہما فیہ سعۃ کذا فی المشکوۃ باب احیاء الاموات۔ قال فی اللمعات اما القول بکونہ (ای الانصار) یہودیا فبعید جدا واما عدم قتلہ اما لتالیفہ او لصبرہ علی اذی المنافقین حتی لا یتحدث ان محمدا یقتل اصحابہ الخ۔ وفی لباب النقول اخرج الائمۃ الستۃ عن عبداللہ بن الزبیر قال خاصم الزبیر رجلا فنزلت فلا وربك لا یؤمنون الآیۃ الحدیث واخرج الطبرانی فی الکبیر والحمیدی فی مسندہ عن ام سلمۃ قالت خاصم الزبیر رجلا الخ فنزلت فلا وربك الآیۃ واخرج ابن ابی حاتم عن سعید بن المسیب فی قولہ فلا وربك الآیۃ قال انزلت فی الزبیر ابن العوام وحاطب بن ابی بلتعہ اختصما فی ماء الحدیث۔ وفی لباب النقول روی البخاری عن ابی سعید الخدری بینما رسول اللہ یقسم قسما اذ جاءہ ذو الخویصرۃ فقال اعدل فقال ویلك من یعدل اذا لم اعدل فنزلت ومنہم من یلمزك فی الصدقات واخرج ابن ابی حاتم عن جابر نحوہ۔ انتہی۔

انصاری سے کھیتی کے پانی لگانے میں جھگڑا کیا۔ نبیؐ نے فرمایا اے زبیر تو پلا لے اور پھر اپنے ہمسایہ کی طرف پانی چھوڑ دے۔ انصاری نے کہا یہ حکم آپ نے اس لئے دیا ہے کہ یہ تیرا پھوپھی زادہ ہے۔ پس نبیؐ کا چہرہ متغیر ہو گیا اور فرمایا اے زبیر پلا لے اور بند کر لے پانی کو حتی کہ دیواروں کی حدود تک بھر جائے۔ اس کے بعد پانی اپنے ہمسایہ کو دے دو۔ اس میں نبیؐ نے حق زبیر کا صریح حکم میں محفوظ رکھا تھا مگر جب انصاری نے حضرت صلعم کو غضبناک کیا تو آپ نے اشارہ فرمایا کہ ان دونوں کی نسبت اس امر میں اتنا وسیع اختیار ہے جو عمل میں لایا گیا ہے اسی طرح مشکوٰۃ صفحہ ۲۵۱ باب احیاء الاموات میں ہے۔ لمعات شرح مشکوٰۃ میں ہے کہ اس انصاری کو یہودی کہنا بہت ہی بعید ہے ولیکن اس کو قتل نہ کرنا یا تو بسبب تالیف قلب کے تھا یا حضرتؐ کا منافقین کے ایذا دینے پر صبر کرنا ہے تاکہ لوگ یہ نہ کہیں کہ جناب محمدؐ اپنے اصحاب کو قتل کر دیتے ہیں۔ الخ اور لباب النقول میں ہے۔ صحاح ستہ میں عبداللہ بن زبیر سے روایت ہے کہ زبیر نے ایک شخص سے جھگڑا کیا تو آیت فلا وربك لا یؤمنون الخ نازل ہوئی اور طبرانی نے کبیر میں اور حمیدی نے مسند میں ام سلمہ سے روایت کی کہا کہ زبیر کا ایک شخص سے جھگڑا ہوا تو آیت فلا وربك الخ نازل ہوئی۔ اور ابن ابی حاتم نے کہا کہ سعید بن مسیب شان نزول فلا وربك الآیہ میں کہتا ہے کہ یہ آیت زبیر بن عوام اور حاطب بن ابی بلتعہ کے حق میں اتری دونوں پانی کے بارہ میں جھگڑے تھے تو حکم ہوا کہ تم مومن نہیں ہو سکتے جب تک نبیؐ کے فیصلہ پر بلا ترد مطمئن نہ ہو جاؤ۔ اور لباب النقول جلد ۱ صفحہ ۵۵ میں ہے بخاری نے ابی سعید خدری سے روایت کی ہے دراں حال کہ رسولؐ کچھ تقسیم فرما رہے تھے۔ اچانک ذوالخویصرہ آیا اور کہا یا محمدؐ تقسیم کرتے ہوئے انصاف کر۔ رسولؐ نے فرمایا تیرے لئے ہلاکت ہو اگر میں انصاف نہیں کرتا تو پھر عدل کون کرتا ہے؟ آیت ومنہم من یلمزك فی الصدقات اتری یعنی بعض ان میں سے تجھے صدقات کی تقسیم میں تہمت لگاتے ہیں۔ اسی طرح ابن حاتم نے جابر سے روایت کیا ہے۔ انتہیٰ۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۲۵) اس کو قلق اور حرج دل میں نہ محسوس ہو بلکہ راضی و خوش ہو جائے تو وہ مؤمن نہیں ہو سکتا اسلئے کہ جس نے فیصلہ نبیؐ پر اعتراض کیا تھا اور نبیؐ پر یہ تہمت لگائی کہ آپ نے غیر منصفانہ اپنے پھوپھی زاد بھائی کی طرفداری کی ہے اس سے خدا نے ایمان کا نام سلب کر لیا ہے کیونکہ ان کی نبیؐ کو ایذا دی اور ایذائے نبیؐ موجب کفر ہے ۱۲ مترجم۔ سلہ انصار ہوں یا مہاجرین ہوں جو وفادار تابعدار آخر تک رہے ہوں وہ فضائل مندرجہ قرآن کے مستحق ہیں ورنہ نہیں اور اس امر کے اہل بصیرت پر پوشیدہ نہیں۔ مہاجرین و انصار کا حال حدیث متن سے اور کارروائی سقیفہ سے ظاہر ہے اور علاوہ بریں حدیث ابی داؤد مترجم وحیدی صفحہ ۵۹۰ وغیرہ کتب حدیث قابل ملاحظہ ہیں المہاجر من ہجر ما نہی اللہ عنہ یعنی مہاجر وہ ہے جو منہیات الٰہی کو چھوڑ دے ورنہ نہیں یعنی جس سے خدا اور رسول منع کرے اسکو کرے یا بخلاف امر عمل کرے تو مہاجر نہیں ۱۲ مترجم۔ سلہ اور درمنثور جلد ۱ صفحہ ۱۸۰ میں باسناد بخاری و نسائی و ابن جریر و ابن منذر وغیرہ بھی اسی طرح مروی ہے۔ اور اسمیں یہ بھی ہے کہ عمر نے کہا یا نبیؐ حکم دو تو اس کی گردن اڑا دوں۔ حضرتؐ نے فرمایا اس کو چھوڑ دو اس کے اصحاب ایسے ہیں کہ تم

الزنا روی الشیخان اتفاقاً وانفراداً قصۃ رجم ماعز الاسلمی۔ وفی الاکمال فی اسماء الرجال ماعز بن مالک الاسلمی معدود فی المدنیین وھو الذی رجمہ النبیؐ روی عنہ ابنہ عبد اللہ حدیثاً واحداً۔ وفی ازالۃ الخفا اقامۃ الحد (عمر) علی ابنہ ابی شحمۃ (فی الزنا) **السرقۃ** - فی الخصائص للسیوطی اخرج البیہقی عن زید بن خالد الجھنی ان رجلاً من اصحاب رسول اللہ توفی یوم خیبر فقال صلوا علی صاحبکم فتغیر وجوہ الناس لذلک فقال ان صاحبکم غل فی سبیل اللہ ففتشنا متاعہ فوجدنا خرز الیہود لا یساوی درھمین۔ وقد قطع ید السارق (وکان من الصحابۃ) من مشکوٰۃ **الربا** فی ازالۃ الخفاء مالک عن زید بن اسلم عن عطاء بن یسار ان معاویۃ بن ابی سفیان باع سقایۃ (ظرف آب) من ذھب او ورق باکثر من وزنھا فقال لہ ابو الدرداء سمعت رسول اللہ ص ینھی عن مثل ھذا الا بمثلہ فقال معاویۃ ما اری بمثل ھذا باساً الخ وقد مر فی بیان معاویۃ انہ لا یعلم مسئلۃ الربا ولیس بمجتھد۔ **الکذب** کذب الولید بن عقبۃ ونزل فیہ قولہ تعالیٰ ان جاءکم فاسق بنبأ الآیۃ وقد ولاہ عثمان علی الکوفۃ وکان شارب الخمر وقد حدہ امیر المومنین علی کما ذکر البخاری وغیرہ فی القرآن الکریم واللہ یعلم انھم لکاذبون

زنا کا فعل۔ بخاری و مسلم نے متفقاً و منفرداً قصہ رجم ماعز اسلمی کو روایت کیا اور اکمال فی اسماء الرجال صفحہ ۳۲ میں ہے ماعز بن مالک اسلمی مدنیوں میں شمار کیا ہوا ہے اور وہی ہے جس کو نبی صلعم نے رجم کرایا تھا اس سے اس کے بیٹے عبد اللہ نے ایک حدیث روایت کی ہے الخ اور دیکھو فلک حاشیہ معاویہ کا حکم سب علی حوالہ فتاویٰ عزیزی) اور ازالۃ الخفا مقصد ۲ صفحہ ۱۵۰ میں امیر عمر کا اپنے بیٹے ابی شحمہ پر حد زنا قائم کرنا لکھا ہے۔ **چوری کا فعل** خصائص سیوطی جلد ۱ صفحہ ۲۵۵ میں ہے بیہقی نے زید بن خالد جہنی سے روایت کی ہے کہ ایک آدمی اصحاب رسول اللہ سے خیبر کے دن فوت ہوا رسولؐ نے فرمایا تم لوگ اپنے ہمراہی پر نماز جنازہ پڑھو اس سے لوگوں کے چہرے متغیر ہو گئے (کہ جناب خود کیوں نہیں پڑھتے) تو فرمایا کہ تحقیق تمہارے اس دوست نے خدا کے راستہ میں خیانت کی ہے۔ پس ہم نے اس کے سامان سے جستجو کی تو ایک جوہر جواہر سے یا ایک مہرہ مہرہ ہا یہود سے اس کے سامان میں پایا جس کو دو درہم کے برابر قیمت کا بھی ہم شمار نہیں کرتے تھے۔ اور چوری میں صحابہ میں سے بعض کا ہاتھ کاٹا گیا جیسا کہ مشکوٰۃ میں ہے۔ **ربا یعنی بیاج**۔ ازالۃ الخفا مقصد ۲ صفحہ ۱۰۷ میں ہے۔ مالک نے زید بن اسلم سے اس نے عطاء بن یسار سے روایت کی ہے تحقیق معاویہ بن ابی سفیان نے ایک برتن سونے یا چاندی کا بنا ہوا اُس سے زیادہ وزن سونے یا چاندی کے عوض فروخت کیا ابو الدرداء نے کہا کہ میں نے رسول اللہ سے سُنا ہے کہ . . . . ایسے معاوضہ سے منع فرماتے تھے مگر یہ کہ برابر وزن سے ہو معاویہ نے کہا میں اس میں کوئی ڈر نہیں سمجھتا الخ اور گذر چکا ہے کہ معاویہ کو سود کا مشہور مسئلہ معلوم نہ تھا اور نہ وہ مجتہد ہے۔ **جھوٹ بولنا**۔ ولید بن عقبہ نے جھوٹ بولا تو آیت ان جاءکم فاسق بنبأ الآیہ اتری اور اُس کو امیر عثمان نے کوفہ کا والی بنایا تھا حالانکہ وہ شراب خوار تھا اور تحقیق بامر امیر المومنین حضرت علی کے اس کو شراب کی حد لگائی گئی جیسا کہ بخاری وغیرہ نے ذکر کیا ہے اور قرآن کریم میں بعض صحابہ کا ذکر ہے کہ خدا جانتا ہے تحقیق وہ جھوٹے ہیں!

سورۃ التوبۃ

(بقیہ حاشیہ ص۱۲۶) کے لئے فیصلہ جہنم وساءت مصیراً۔ سزا ہے۔ اصحاب ثلاثہ نے جہاد میں ہر موقعہ پر جو کچھ کیا روشن ہے اور لشکر اسامہ سے جو تخلف کیا اور باوجود سخت حکم کے نہ گئے اس کی سزا شرح مواقف طبع نولکشور صفحہ ۷۴۴ میں نبی صلعم سے یہ لکھی ہے لعن اللہ من تخلف عنہ خدا اس کو لعنت کرے جو اس سے رہ جائے اور نہ جائے۔ یعنی جن کو حکم جانے کا ہوا اور نہ گیا۔ یہ کہ کل اہل مدینہ اور ثلاثہ کا محکوم جیش اسامہ کا ہونا کتب سنیہ میں پوشیدہ نہیں۔ دیکھو عینی شرح بخاری جلد ۲ صفحہ ۴۵۹ طبع مصر و طبقات ابن سعد جلد ۲ ص۱۳۶ وغیرہ ۔(بقیہ حاشیہ ص۱۱۹) (شہادت زور۔ اول اسلام میں جھوٹی گواہی عشرہ مبشرہ کے افراد نے دی۔ دیکھو مروج الذہب طبع جدید مصر جلد ۲ ص۲۳۳ و سیرت حلبیہ جلد ۳ ص۳۴۱ وغیرہ طلحہ و زبیر جنگ جمل میں بی بی عائشہ کو لے جا رہے تھے جب حوأب کے کتے بھونکے بی بی عائشہ کو رسول کا فرمان یاد آیا اور واپسی کا ارادہ کیا۔ طلحہ وغیرہ نے جھوٹی قسم اٹھائی کہ کسی نے غلط کہا یہ حوأب نہیں اور پچاس جھوٹا گواہ اور بھی پیش کیا۔ شعبی نے کہا فکان ذلک اول شہادۃ زور اقیمت

قذف المحصنات فای القذف اعظم من قذف ام المومنین عائشۃ فی الجلالین قولہ تعالٰی ان الذین جاؤا بالافک اسوء الکذب علٰی عائشۃ ام المومنین بقذفہا عصبۃ منکم جماعۃ من المؤمنین قالت حسان بن ثابت[1] وعبد اللہ ابن ابی ومسطح وحمنۃ بنت جحش۔ وفی الجلالین مسطح وھو ابن خالتھا مسکین مہاجر بدری۔ وکذا فی لباب النقول بقول عائشۃ [illegible] وفی المدارک اجتمعوا وھم عبد اللہ بن ابی راس النفاق وزید بن رفاعۃ وحسان بن ثابت ومسطح بن اثاثہ وحمنۃ بنت جحش اخت ام المومنین زینب [illegible] ولقد ضرب النبی ابن ابی وحسان ومسطح الحد وفی التقریب حسان الانصاری الخزرجی وفی الاکمال مسطح بن اثاثہ بن عباد بن عبد المطلب بن عبد مناف القرشی المطلبی شہد بدرا واحدا والمشاہد بعدہا وھو الذی قال فی عائشۃ ام المومنین ما قال من حدیث الافک وجلدہ النبی فیمن جلد التحیۃ۔ وفی الخصائص للسیوطی عن ابن عباس قرأ ان الذین یرمون المحصنات الآیۃ قال ھذہ فی عائشۃ وازواج النبی ولم یجعل لھم التوبۃ وجعل التوبۃ لمن قذف امرءۃ من غیر ازواج النبی توبۃ۔ **الغیبۃ** فی الدر المنثور للسیوطی قالا (ابوبکر وعمر) لخادمہ ان ھذا لسلمان الفارسی لنئوم وجاء الی النبی فقال النبی انی لاری لحمہ بین ثنایاکما

تہمت زنا کی لگانا۔ ام المومنین بی بی عائشہ کو تہمت لگانے سے زیادہ کیا ہو سکتا ہے جیسا کہ تفسیر جلالین میں ہے قولہ تعالٰی ان الذین جاؤ بالافک الخ یعنی جو لوگ بڑا طوفان عائشہ ام المومنین پر تہمت زنا کا باندھ رہے ہیں تمہاری جماعت مومنین میں سے ہیں کہا اسنے کہ وہ حسان بن ثابت وعبد اللہ بن ابی ومسطح وحمنہ بنت جحش ہیں اور جلالین میں ہے مسطح اسکا خالہ زاد مسکین مہاجر بدری ہے اور اسی طرح لباب النقول میں بقول عائشہ وہ (مسطح) بدری ہے اور مدارک میں ہے کہ عبد اللہ بن ابی نفاق کا سردار اور زید بن رفاعہ وحسان بن ثابت ومسطح بن اثاثہ وحمنہ بنت جحش ہمشیرہ ام المؤمنین زینب تہمت لگانے میں متفق تھے۔ اور اسی میں ہے کہ تحقیق نبیؐ نے ابن ابی وحسان ومسطح کو حد لگائی اور تقریب التہذیب میں ہے کہ حسان انصاری خزرجی ہے۔ اور الکمال فی اسماء الرجال میں ہے مسطح بن اثاثہ بن عباد بن عبد المطلب بن عبد مناف قرشی مطلبی بدر اور احد میں حاضر تھا بلکہ بعد کے جنگوں میں بھی شامل تھا اور وہ وہی ہے جس نے بی بی عائشہ ام المؤمنین کے حق میں تہمت زنا کی لگائی اور نبیؐ نے اس کو باقی قاذفین کے ہمراہ حد لگائی۔ اور خصائص سیوطی جلد ۱ صفحہ ۲۳۹ میں ابن عباس سے روایت ہے پڑھا ان الذین یرمون المحصنات الآیہ اور کہا کہ یہ آیت عائشہ بی بی و دیگر ازواج نبیؐ کے حق میں ہے اور ان کے لئے توبہ بھی منظور نہیں کی گئی ہیں توبہ اس کے لئے ہے جو دوسری کسی عورت کو تہمت لگائے اس کے لئے توبہ نہیں ہے جو کسی بی بی منجملہ ازواج نبیؐ کو تہمت لگائے **غیبت یعنی شکایت ممنوع۔** درمنثور جلد ۶ صفحہ ۹۵ سیوطی میں بروایت ضیاء مقدسی وابن ابی حاتم و حکیم الترمذی کے ہے کہ ابوبکر وعمر نے اپنے خادم کے حق میں کہا تحقیق یہ یعنی سلمان فارسیؓ بہت سونے والا آدمی ہے پھر حضرت نبیؐ کے پاس آئے تو نبیؐ نے فرمایا کہ تحقیق میں تمہارے دانتوں کے اندر اس کا (یعنی سلمان کا) گوشت دیکھ رہا ہوں (کذا فی ازالۃ الخفاء جلد ۱ صفحہ ۔۔۔) (اور یہ بھی کتاب ہے اسی واقعہ پر آیت ایحب احدکم ان یاکل لحم اخیہ میتا اتری) **غنیمت میں خیانت کرنا۔** خصائص سیوطی جلد ۱ صفحہ ۲۵۶ میں ہے بیہقی نے زید بن خالد جہنی سے روایت کی ہے جو سرقہ کے بیان میں گذری ہے۔ اسی کی جلد ۱ صفحہ ۲۶۲ میں ہے بخاری ومسلم نے ابی ہریرہ سے لمبی حدیث میں روایت کی ہے جب مدعم نامی نبیؐ کے غلام کو تیر لگا اور قتل ہوا لوگوں نے کہا مبارک ہو اس کے لئے بہشت مبارک ہو تو فرمایا رسول اللہ نے ہرگز نہیں قسم بخدا جس کے قبضہ میں میری جان ہے تحقیق ایک کملی جو اس نے خیبر کے دن غنیمت کے مال سے لی تھی اور جاتے ہیں کہ وہ مال تقسیم نہیں ہوا تھا وہ چھوٹی سی کملی اس پر آگ کے شعلے ہو

الغلول (ھو الخیانۃ فی الغنیمۃ) فی الخصائص للسیوطی اخرج البیہقی عن زید بن خالد الجہنی الخ وتقدم فی السرقۃ۔ وفیہ اخرج الشیخان عن ابی ھریرۃ (فی حدیث طویل) اذ جاءہ (ای عبدا وھو عبد اھدی للنبی) سہم فقتلہ فقال الناس ھنیئا لہ الجنۃ فقال رسول اللہ کلا والذی نفسی بیدہ ان الشملۃ التی اخذھا یوم خیبر من المغانم لم تصبھا المقاسم لتشتعل علیہ نارا فی الصراح شملہ [illegible]

[1] حسان بن ثابت صحابی وغیرہ کا قذف عائشہ بخاری طبع مصر جلد ۳ صفحہ ۔۔۔ میں مروی ہے ۱۲ مترجم

[illegible] لم یجعل التوبۃ لمن قذف امرءۃ من [illegible]

وفیه عن عمر ابن الخطاب قیل یا رسول اللہ ؐ ان فلانا قد استشهد قال کلا قد رأیته فی النار بعباءۃ قد غلها قال قم یا عمر فناد انه لا یدخل الجنة الا المومنون ثلاثا رواہ الترمذی وحسنه وصححه وغربه - **ترک الزکوٰۃ** - فی الجلالین قوله تعالیٰ ومنهم من عاهد اللہ لئن اتانا من فضله لنصدقن ولنکونن من الصالحین وهو ثعلبة بن حاطب سال النبیؐ ان یدعو له ان یرزقه اللہ مالا ویؤدی منه کل ذی حق حقه فدعا له فوسع علیه فانقطع عن الجمعة والجماعة ومنع الزکوٰۃ وکذا فی المدارک وغیرہ وفی الصحیحین و اللہ لاقاتلن من فرق بین الصلوٰۃ والزکوٰۃ واللہ لو منعونی عقالا کانوا یؤدونه الی رسول اللہ صلعم لقاتلتهم علی منعه قاله ابو بکر **الخیانة فی السر** فی لباب النقول اخرج ابن جریر عن السدی قال کانوا یسمعون من النبیؐ الحدیث فیفشونه حتی یبلغ المشرکین فنزلت یایها الذین امنوا لاتخونوا اللہ والرسول الآیة **التولی عن الجهاد** کفی الکتاب الکریم والقران الحکیم شهیدا. اذ تصعدون ولا تلوون علی احد والرسول یدعوکم الآیة. فی الجلالین یقول الیّ عباد اللہ الیّ عباد اللہ - ویوم حنین اذ اعجبتکم کثرتکم (الی ان قال) ثم ولیتم مدبرین. ولا تولوهم الادبار ومن یولهم یومئذ دبرہ الا متحرفا لقتال او متحیزا الی فئة فقد باء بغضب من اللہ وماواہ جهنم و بئس المصیر. وفی الخصائص السیوطی غزوۃ حنین (فی حدیث طویل) ثم قال ؐ یا عباس اصرخ بالمهاجرین الذین بایعوا تحت الشجرۃ وبالانصار الذین اووا ونصروا الحدیث وقد ثبت

اسی کی جلد ا صفحہ ۱۹۱ میں عمر بن خطاب سے روایت ہے کہا گیا یا رسول اللہ ؐ تحقیق فلاں شہید ہوا ہے فرمایا نہیں میں نے اسکو آگ میں دیکھا ہے بسبب ایک چادر کے جو اس نے خیانت کی ہے فرمایا اے عمر منادی کر دے کہ بہشت میں مومنین کے سوا کوئی داخل نہیں ہو سکتا تین دفعہ فرمایا اسکو ترمذی نے روایت کیا اور حسن صحیح و غریب کہا۔ (و بخاری مطبوعہ مصر جلد ۲ صفحہ ۱۱۴) - **زکوٰۃ کا چھوڑنا** - تفسیر جلالین میں ہے قولہ تعالیٰ ان میں سے بعض وہ ہیں جو اللہ تعالیٰ سے عہد کرتے ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ ہم کو مال عطا فرمائے تو ہم صدقہ دینگے اور نیک لوگوں میں ہو جائیں گے۔ وہ شخص ثعلبہ بن حاطب ہے نبی ؐ سے سوال کیا کہ اسکے لیئے دعا کریں تاکہ اللہ تعالیٰ اسکو مال دے تو یہ ہر صاحب حق کا حق ادا کریگا رسول ؐ نے دعا کی اور رزق اسپر وسیع ہو گیا تو وہ جمعہ اور جماعت سے بند ہو گیا۔ اور زکوٰۃ بھی نہ دی۔ اسی طرح مدارک وغیرہ میں ہے۔ بخاری و مسلم میں ہے ابو بکر نے کہا قسم بخدا اسکے ساتھ میں ضرور جنگ کرونگا جس نے نماز و زکوٰۃ میں فرق کیا یعنے زکوٰۃ نہ دی قسم بخدا جس نے سالانہ صدقہ مجھے نہ دیا جو رسول ؐ کے وقت دیتے تھے تو میں ان سے جنگ کرونگا۔ یہ مضمون ابو بکر صاحب نے کہا۔ **خیانت راز** - لباب النقول میں ہے ابن جریر نے سدی سے روایت کی ہے کہا کہ کچھ لوگ نبی ؐ سے باتیں سنتے تھے اور مشہور کر دیتے تھے تاکہ مشرکین تک پہنچ جائیں تو یہ آیت اتری کہ اے ایماندار لوگو اللہ و رسول کی خیانت نہ کرو الخ **جنگ سے منہ پھیرنا** - کتاب کریم و قرآن حکیم اسکی شہادت میں کافی ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جب تم جنگ سے ہٹ کر جا رہے تھے اور پیچھے پھر کر کسی کی طرف نہیں دیکھتے تھے اور حالانکہ رسول ؐ تم کو بلاتا تھا الخ تفسیر جلالین میں ہے رسول خدا ؐ فرماتے تھے میری طرف پھر آؤ اے اللہ کے بندو میری طرف پھر آؤ اے اللہ کے بندو (مگر بھاگنے والے متوجہ نہیں ہوتے تھے) اور حق تعالیٰ نے فرمایا حنین کے دن کو یاد کرو جب تم اپنی کثرت پر غرہ ہوتے تھے (یہاں تک کہا) پھر تم پیٹھ دکھا کر جنگ سے واپس پھر گئے اور فرمایا تم ان کو پیٹھ دکھا کر پھر نہ جاؤ جو ایسا کرے گا سوائے اس کے کہ وہ جنگی چال کے ذریعے حرکت کرے یا اپنے گروہ کی طرف پناہ لے تو تحقیق وہ زیر غضب الٰہی آگیا اور اسکی جگہ جہنم ہے اور وہ بُری جگہ رہائش کی ہے اور خصائص سیوطی جلد ا صفحہ ۲۷۰ میں غزوہ حنین کے قصہ میں ایک طویل حدیث میں ہے فرمایا رسول صلعم نے اے ابن عباس مہاجرین کو آواز دے جنہوں نے درخت کے نیچے بیعت کی تھی اور انصار کو جنہوں نے مجھے جگہ اور مدد دی تھی آخر تک حدیث بیان کی (یعنے بیعت اور نصرت یاد دلا کر پکار کہ تمہیں برخلاف بیعت و اتفاق و نصرت کے اب کیا ہو گیا کہ مجھے چھوڑ گئے ہو اور تحقیق ثابت ہے .

ان اٰخر الغزوات حنین فالذین تولوا عنه لم یتوبوا ولم یوعد لهم بالمغفرة کما فی الآیة - واما غزوة الطائف التی بعدها فلم یکن القتال فیها کما فی الخصائص وهکذا غزوة تبوک مثلها ومن المسلمات بین الفریقین ان التولی من اکبر الکبائر- **نکث البیعة** - قال الله تعالیٰ فمن نکث فانما ینکث علیٰ نفسه - الآیة وقد کان من بعض الصحابة وهو التولی یوم الزحف وقد مر سابقا - وقد نکث طلحة والزبیر بیعة علی ولا حاجة الی التبیان - **لعن بعض الصحابة بعضها** استمر من زمن معاویة الی زمان عمر بن عبد العزیز لعن علی وسبه علی المنابر کما مر من الصواعق وتاریخ الخلفاء وغیرهما وقد لعنت عائشة معاویة وعمرو بن العاص اذ قتلا اخاها - **ایذاء بعض الصحابة بعضها** - فقد اذی عثمان عمار الحضرة النبی حین بناء المسجد، واباذر بعد وفات النبی وسیاتی منه ان شاء الله - **احراق الثقلین** روی البخاری عن انس (فی حدیث طویل) رد عثمان الصحف الی حفصة وارسل الی کل افق بمصحف مما نسخوا وامر بما سواه من القران فی کل صحیفة او مصحف ان یحرق الحدیث - کذا فی المشکوٰة باب فضائل القران فی شرح المسلم للنووی السابعة عشرة جواز احراق ورقة فیها ذکر الله تعالیٰ لمصلحة کما فعل عثمان والصحابة بالمصاحف التی غیر مصحفه الذی اجمعت الصحابة علیه واما احراق الثقل الآخر اے بیت البتول صلوات الله علیها فمما لم ینکره احد ممن له ذوق من الکتب من کنز العمال والاستیعاب وتاریخ الخمیس[1] والکامل والامامة والسیاسة وغیرها وسیاتی مکملا ان شاء الله

کہ آخری جنگ ان غزوات کا جن میں قتال واقع ہوا ہے حنین ہے تو جو لوگ اس میں بھاگے نہ ان کی توبہ ثابت ہوتی ہے نہ ان کے لئے وعدہ مغفرت آیت میں بصراحت مذکور ہوا ہے بس بھاگنے والے زیر وعید باقی رہے - لیکن غزوہ طائف یا تبوک جو بعد حنین کے ہوئے ان دونوں میں جنگ واقع نہیں ہوئی جیسا کہ خصائص سیوطی جلد ا صفحہ ۲۷۰ میں ہے اور مسلمات فریقین میں سے ہے کہ جنگ سے بھاگنا سو نہ کبیرہ بڑے کبیرہ گناہوں میں سے ہے (جو آخری جنگ یعنی حنین تک اکثر صحابہ سے وقوع میں آیا اور خدا سے زجر وعید آتا رہا اس کے بعد تبوک وطائف میں کوئی ایسا اتفاق نہ پڑا ورنہ وہی حالت ہوتی جو قبل ازیں ہوتی رہی تھی) **بیعت توڑنا** حق تعالےٰ نے فرمایا جو بیعت کی وعدہ خلافی کرے وہ اپنے نفس پہ بیعت توڑنے کا بوجھ ڈالتا ہے الخ اور یہ نکث بیعت بعض صحابہ سے اکثر جنگ میں پیٹھ دکھا کر واپس لوٹ جانے کے ذریعہ وقوع میں آیا جیسا کہ گذرا ہے اور طلحہ اور زبیر نے بیعت حضرت علیؑ کو بھی توڑا اس سے زیادہ بیان کی حاجت نہیں ہے - **لعنت کرنا بعض صحابہ کا بعض کو** - زمانہ معاویہ سے زمانہ عمر بن عبد العزیز تک لعنت حضرت علیؑ پر اور گالی دینا ممبروں پر جاری رہا جیسا کہ صواعق محرقہ و تاریخ الخلفاء وغیرہ سے مذکور ہوا ہے اور عائشہ نے معاویہ وعمرو بن عاص کو لعنت کی جبکہ دونوں نے عائشہ کے بھائی محمد کو قتل کیا - **ایذاء بعض صحابہ کا بعض کو** - تحقیق امیر عثمان نے عمار بن یاسر کو بحضور نبیؐ کے وقت بناء مسجد نبوی کے ایذا پہونچائی اور ابوذر غفاری کو بعد وفات نبیؐ کے ایذا دی اور اس کا بیان قریباً آئیگا ان شاء الله (بلکہ امیر عثمان نے اپنے عہد میں دونوں کو ایذا پہنچائی) **ثقلین کو جلانا** - بخاری نے انس سے حدیث طویل میں روایت کیا کہ امیر عثمان نے صحیفے قرآنی حفصہ بی بی کی طرف واپس کئے اور ہر طرف اپنا جمع کیا ہوا اور لکھوایا ہوا قرآن بھیج دیا اور حکم دیا کہ باقی قرآن جتنے صحیفوں میں ہیں جلا دیئے جائیں جیسا کہ مشکوٰۃ باب فضائل القرآن صفحہ ۱۸۵ میں ہے اور شرح مسلم نووی طبع دہلی جلد ۲ صفحہ ۳۰۲ میں ہے سترہواں فائدہ اس حدیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ جس ورق میں ذکر الٰہی ہو اس کو کسی مصلحت پر جلا دینا جائز ہے جیسے کہ امیر عثمان اور دیگر صحابہ نے بغیر مصحف عثمانی کے باقی سب مصاحف کو جلا دیا تھا - اور دوسرے ثقل اہل بیت یعنی خانہ پاک بتول صلوات الله علیہا کا جلانا ایسی بات ہے جس کا کوئی انکار نہیں کر سکتا جس کے لئے کچھ بھی مذاق کتب بینی کا ہے کنز العمال، استیعاب، تاریخ خمیس، تاریخ کامل والامامة والسیاست وغیرہ سے اس کا بیان مفصل آئیگا ان شاء الله تعالےٰ

[1] تاریخ خمیس مطبوعہ مصر صفحہ ۲۷۰ سطر ۱۳ میں ہے کہ عثمان نے مصحف ابن مسعود ومصحف ابی بن کعب کو جلا دیا اور لوگوں کو مصحف زید بن ثابت پر جمع کیا جب ابن مسعود کو یہ بات معلوم ہوئی تو اس نے اہل کوفہ میں اپنا ایک نسخہ محفوظ رکھا اور کہا کہ میں نے ستر سورت پڑھی ہے اور زید بن ثابت ایک لڑکا ہے اور کیا ایسے ۱۲ مترجم

ومن مویداته مخاصمة العترة یوم القیمة عند الله سبحانه و تذمر- **توھین اھل البیت** قد مرسب اهل البیت ولعنهم غیرمرة. فی تاریخ الخلفا اخرج عن عبد الرزاق عن حجر المدری قال قال لی علی ابن ابیطالب کیف اذ أمرت ان تلعننی قلت وکائن ذلك قال نعم- وفی الخصائص للنسائی باسناده قال معاویة لسعد بن ابی وقاص ما یمنعك ان تسب ابن ابی طالب؛ **البغی علی الامام** بغاوة معاویة وطلحة والزبیر علی علی مما هولابد من التسلیم. قال علی فی

دیوانه ؎

انی یوجی من الزبیر وبن طلحة فیما یسوء لعاویل

ظلماً فی ولم یکن علیه الله الی الظلم لی للخلق سبیل

وفی نهج البلاغة کتاب علی الی طلحة والزبیر فارجعا ایها الشیخان عن رایکما فان الان اعظم امرکما العار من قبل ان یجتمع العار والنار- والسلام. وقد مر مفصلاً- **رفع الصوت عند النبی** - قد رفع الشیخان صوتهما عند النبی و نزل لاترفعوا الایة کما فی البخاری والمدارج والدر وازالة الخفا وغیرها وسیاتی موضحا ان شاء الله **عدم الخشوع فی الصلوة**- قال الله تعالی قد افلح المومنون الذین هم فی صلاتهم خاشعون الایة فی لباب النقول روی

اس کی مؤید وہ حدیث بھی ہے جو پہلے لکھی جا چکی ہے کہ قرآن کریم اور عترت قیامت کے دن خدا کے حضور میں فریادی ہونگے؛ **توہین اہل بیت بھی** ہم- تحقیق گذر چکا ہے کہ اہل بیت کو بنی امیہ نے عرصہ تک سب ولعن کیا۔ تاریخ الخلفاء صفحہ ۱۲۱ میں ہے عبد الرزاق نے حجر مدری سے روایت کی کہتا ہے مجھے علی ابن ابی طالب نے فرمایا تو کس طرح کرے گا جب کہ تجھے امر کیا جائیگا کہ تو مجھے لعنت کرے؟ راوی کہتا ہے میں نے کہا یہ کبھی ہونے والا ہے کہا ہاں ہوگا- خصائص نسائی صفحہ ۱۳ میں اپنی اسناد سے روایت کیا ہے معاویہ نے سعد بن ابی وقاص کو کہا کہ تم کو علی ابن ابیطالب کو گالی نکالنے سے کیا مانع ہے؛ اکذا فی صحیح مسلم **امام حق پر باغی ہونا**- بغاوت معاویہ و طلحہ و زبیر کی حضرت علیؑ پر ایسی چیز ہے جس کو تسلیم کرنے سے کسی کو چارہ نہیں ہے حضرت علیؑ نے دیوان میں ظاہر فرمایا ہے کہ طلحہ و زبیر کی جانب سے آج جو مجھے رنج پہنچ رہا ہے وہ بہت بڑا ہے اور دونوں نے میرے اوپر ظلم کیا ہے اور خدا کے حکم کے مطابق مجھ پر ظلم خلقت کا کوئی حق نہیں ہے اور نہج البلاغت صفحہ ۱۳۳ میں خط علیؑ کا طلحہ و زبیر کی طرف ہے کہ اے ہر دو شیخ اپنے خیال سے پھر آؤ کہ آج کے وقت تو صرف عار تمہارے لئے بڑا امر ہے مگر اس سے بہتر ہے کہ یہ عار اور نار دونوں تمہارے لئے جمع ہو جائیں گی- والسلام اور یہ مفصل گذر چکا ہے؛ **آواز بلند کرنا نبیؐ کے پاس** تحقیق ابوبکر و عمر صاحبان نے نبی صلعم کے پاس آواز بلند کی تو آیت (لا ترفعوا الخ) آواز بلند نہ کرو الخ اتری جیسا کہ بخاری و مدارج و درمنثور و ازالۃ الخفاء جلد ۱ صفحہ ۲۲ وغیرہ میں ہے- اور عنقریب بالوضاحت اس کا ذکر آئے گا- ان شاء اللہ تعالےٰ **صحابہ کا نماز میں خشوع و خضوع نہ کرنا و عدم اخلاص عمل**- اللہ تعالیٰ فرماتا ہے تحقیق وہ مومنین نجات یافتہ ہیں جو اپنی نمازوں میں خشوع و خضوع کرتے ہیں لباب النقول جلد ۲ صفحہ ۱۲ میں ہے ترمذی و نسائی و حاکم وغیرہ نے ابن عباس سے روایت کی ہے اس نے کہا ایک عورت حسناء جو بہت خوبصورت تھی رسول اللہ کے پیچھے نماز پڑھتی تھی اور بعض لوگ پہلی صف میں ہو جاتے تھے تاکہ اس کے فتنہ سے بچے رہیں اور بعض پچھلی صف میں جدا ہو جاتے تاکہ اس عورت کو دیکھتے رہیں اور جب رکوع کرتے تھے اپنی بغلوں کے نیچے نظر دوڑا کر اس عورت کو دیکھتے رہتے تھے

الترمذی والنسائی والحاکم وغیرهم عن ابن عباس قال کانت امرأة تصلی خلف رسول الله حسناء من احسن الناس فکان بعض القوم یتقدم حتی یکون فی الصف الاول لئلا یراها ویستاخر بعضهم حتی یکون فی الصف المؤخر فاذا رکع نظر من تحت ابطیه

ﻟﮧ کذا فی الاصابه فی تمیز الصحابه لابن حجر فی ترجمة خالد بن ولید جلد ۱ صفحہ ۴۱۳ - مترجم ﻟﮧ اسی طرح درمنثور جلد ۴ صفحہ ۹۶ میں باسانید طیالسی و سعید بن منصور و احمد و ترمذی و نسائی و ابن ماجہ و ابن جریر و ابن المنذر و ابن ابی حاتم و ابن خزیمہ و ابن حبان و حاکم مع تصحیح و ابن مردویہ و بیہقی فی سننہ عن ابن عباس مروی ہے ۱۲ مترجم ﻟﮧ اہل انصاف غور فرمائیں کہ کونسی غرض شرعی نماز میں اتنے تکلف سے دیکھنے کی ان کو پیش آتی تھی جو لوگ مطلق صحابہ کے بیان شان میں بے ہوش ہو جاتے ہیں اس حال کو پڑھ کر ان کو شرم سے ڈوب کر مر جانا چاہیے کہ صحابہ رسول خداؐ جیسے امام

فانزل اللہ تعالیٰ ولقد علمنا المستقدمین منکم ولقد علمنا المستاخرین ورواہ ابن عساکر و اخرج ابن مردویہ عن داؤد بن صالح انہ سال سھل بن حنیف الانصاری ولقد علمنا الآیۃ انزلت فی سبیل اللہ قال لا ولکنہا فی صفوف الصلوٰۃ۔ وکذا فی سنن ابن ماجہ وکذا فی الخازن والمعالم تحت ھذہ الآیۃ وزاد وفیہ ذلک ان النساء کن یخرجن القصۃ فعند ذلک قال صلی اللہ علیہ وآلہ خیر صفوف الرجال اولہا اخرجہ مسلم۔ وقصۃ خشوع علیؑ فی الصلوٰۃ مشہورۃ

ترک النبی علی المنبر والذهاب الی البیع

فی لباب النقول اخرج الشیخان عن جابر قال کان النبی یخطب یوم الجمعۃ اذا اقبلت عیر قد قدمت فخرجوا الیہا حتی لم یبق معہ الا اثنا عشر رجلا فانزل اللہ تعالیٰ واذا راوا تجارۃ او لھوا انفضوا الیہا وترکوک قائما الآیۃ واخرج ابن جریر عن جابر ایضا قال کان الجواری اذا نکحوا کانوا یمرون بالکبر والمزامیر ویترکون النبی قائما علی المنبر وینفضون الیہا فنزلت وکانہا نزلت فی الامرین معا۔ وفی جلالین وضرب الطبل علی العادۃ تخرج لہا الناس الخ وذکر البغوی فی تفسیرہ الا اثنا عشر رجلا وامرءۃ

تب یہ آیت نازل ہوئی تحقیق ہم نے معلوم کرلیا ہے ان لوگوں کو جو آگے ہونے والے ہیں۔ تم میں سے اور ان کو بھی سمجھ لیا ہے جو تم میں سے پیچھے کھڑے ہونے والے ہیں۔ اور اس کو ابن عساکر اور ابن مردویہ نے داؤد بن صالح سے روایت کیا تحقیق اس نے سہل بن حنیف انصاری سے سوال کیا کہ آیت ولقد علمنا المستقدمین الخ صفوف جنگ وغیرہ میں ہے یا نہ اس نے کہا نہیں یہ صفوف نماز کے لئے نازل ہوئی ہے۔ یعنی محض صفوف کے مقدم و مؤخر کھڑے ہونے کے بارہ میں اتری ہے اور اسی طرح ابن ماجہ جلد ا صفحہ ۳۲۵ مترجمہ مولوی وحید الزمان[1] میں ہے اور اسی طرح تفسیر خازن و معالم میں تحت آیت مذکورہ کے اور زیادہ کیا کہ عورتیں جماعت کے لئے نکلتی تھیں اور اس وقت رسول اللہ نے فرمایا اچھی صفوں سے مردوں کے لئے پہلی ہے اس کو مسلم نے روایت کیا اور قصہ خشوع حضرت علیؑ کا نماز میں مشہور ہے کہ کس طرح ہوا تھا (اسکو دوسرے صحابہ سے مقابلہ دیں۔ قصہ تیر کھینچنے کا پڑھو)[2] نبی صلعم کو ممبر پر چھوڑ کر خرید و فروخت کی طرف چلا جانا۔ لباب النقول میں ہے کہ بخاری فتح مصر جلد ۲ صفحہ ۳ و مسلم نے جابر سے روایت کی ہے کہ نبی جمعہ کے دن خطبہ پڑھتے تھے اچانک خبر ہوئی کہ تجارت کا قافلہ آگیا ہے تو سب صحابہ نبی کو خطبہ میں چھوڑ کر اس قافلہ کی طرف چلے گئے اور کوئی نبی کی خدمت میں سوائے بارہ[12] اشخاص کے باقی نہ رہا اور یہ آیت اتری واذا راوا تجارۃ الخ یعنی سوداگری کا موقع دیکھتے ہیں یا کسی کھیل کا وقت دیکھتے ہیں تو ادھر چلے جاتے ہیں اور تجھے کھڑا چھوڑ جاتے ہیں۔ نیز ابن جریر نے جابر سے روایت کی ہے جب لڑکیوں کا لوگ نکاح کرتے تھے اور اپنے شان و شوکت اور ساز و راگ سے گذرتے تو لوگ نبی صلعم کو ممبر پر کھڑا چھوڑ جاتے اور اس کھیل کی طرف چلے جاتے تھے تب یہ آیت اتری وترکوک قائما اور گویا دونوں موقعہ کے لئے اتری ہے اور جلالین میں ہے کہ قافلہ کی آمد پر عادتاً جب ڈھول بجایا گیا تو لوگ اس کی طرف چلے گئے تھے اور معالم بغوی میں ہے کہ سوائے بارہ اشخاص کے مردوں سے اور ایک عورت کے عورتوں میں سے باقی سب چلتے بنے

---

[1] مولوی وحید الزمان نے اس کے ترجمہ میں فائدہ اس عبارت سے لکھا ہے نفس و شیطان ہر ایک کے ساتھ لگا ہوا ہے صحابہ کے بھی ساتھ تھا باوجود اسکے کہ آنحضرت کی صحبت ان کو حاصل تھی مگر شیطان کے شر سے وہ معصوم نہ تھے اور اس قسم کے واقعات عوام صحابہ سے کئی مقام میں منقول ہوئے ہیں جیسے قہقہہ نماز کے اندر اندھے کے گرنے پر۔ خطبہ پڑھنے میں آنحضرت کو چھوڑ کر چلے جانا وغیرہ وغیرہ جب صحابہ کا یہ حال ہو جو خیر القرون تھے تو اور لوگوں کو اپنے نفس پر کیا اطمینان ہو سکتا ہے۔ انتہٰی بعینہ۔ ثبوت قہقہہ دلیل الطالب للسید الصدیق صفحہ ۲۲۲ میں ناقلاً عن الطبرانی فی الکبیر عن ابی موسیٰ قال بینما النبی یصلی بالناس اذ دخل رجل فتردی فی حفرۃ کانت فی المسجد وکان فی بصرہ ضرر فضحک کثیر من القوم وھم فی الصلوٰۃ الخ خلاصہ ترجمہ۔ ایک اندھا گڑھے میں گرا اور جناب نبی صلعم کے صحابہ مقتدیوں نے نماز کے اندر ہی قہقہہ لگایا ۱۲ مترجم

[2] حضرت عمر کے خشوع نماز کا حال بیان ایمان حضرت موصوف میں حاشیہ پر دیکھو ۱۲ مترجم۔

واقتراف الکبائر کصحبۃ عبد اللہ بن ابیؓ وثعلبۃ والحکم بن ابی العاص والولید بن عقبۃ وحبیب بن مسلمۃ ومعاویۃ وعمرو بن العاص وسمرۃ بن جندب وبسر بن ارطاۃ وذی الثدیۃ الخارجی والمغیرۃ بن شعبۃ وامثالہم۔ وفی الخصائص للسیوطی ذکر فی ھجرۃ الحبشۃ باخراج البیہقی مکر عمرو بن العاص بعمارۃ رفیقہ وھٰھنا قصہ طویلۃ۔ وفیہ اخرج الطبرانی عن ابی موسی الاشعری مرفوعاً یکون فی ھذہ الامۃ حکمان ضالان ضال من تبعہما قال سوید بن غفلۃ فقلت یا ابا موسی انشدک اللہ الیس انما عنانک رسول اللہ فقال انہا ستکون فتنۃ فی امتی فیہا یا اباموسی نائما خیر منک قاعدا وقاعدا خیر منک قائما وقائما خیر منک ماشیا فخصک رسول اللہ ولم یعم الناس کتمان الحق۔ قال الحافظ فی الفتح وحمل العلماء الوعاء الذی لم یبثہ علی الاحادیث التی فیہا تبیین اسامی امراء السوء واحوالہم وزمنہم وقد کان ابوھریرۃ یکنی عن بعضہ ولا یصرح بہ خوفا علی نفسہ منہم وفی صدق الصادق روی ابو جعفر الطبری فی تاریخہ کان عمر یقول جردوا القرآن ولا تفسروہ واقلوا الروایۃ عن رسول اللہ وانا شریکم الخ۔ ناقلا عن الفاروق وانہ نقل عن العلامۃ الذہبی الذی ہو شیخ الحافظ ابن حجر والسخاوی وغیرہما من تذکرۃ الحفاظ۔ انتہی

اور کبیرہ گناہوں تک عمل میں لانا مثل صحبت عبد اللہ ابن ابیؓ وثعلبہ وحکم بن ابی العاص و ولید بن عقبہ وحبیب بن مسلمہ ومعاویہ وعمرو بن عاص وسمرہ بن جندب وبسر بن ارطاۃ وذی الثدیہ خارجی ومغیرہ بن شعبہ اور امثال ان کے ہے اور خصائص سیوطی جلد ا صفحہ ۱۴۹ میں ہجرت حبشہ کے بیان میں مکر عمرو بن عاص کا جو اُس نے اپنے رفیق عمارہ سے کیا بہ روایت بیہقی مذکور ہے۔ اس جگہ ایک طویل قصہ ہے اور اُسی کتاب کے جلد ۲ صفحہ ۱۳۷ میں ہے طبرانی نے ابو موسیٰ اشعری سے مرفوعاً روایت کیا ہے اس امت میں دو حکم (فیصلہ کنندہ) گمراہ ہوں گے اور وہ بھی گمراہ ہوگا جو ان کی متابعت کرے گا۔ سوید بن غفلہ نے کہا اے ابو موسیٰ میں تجھے خدا یاد دلا کر پوچھتا ہوں کہ کیا یہی نہیں کہ رسول صلعم نے تم کو ہی اس سے مراد رکھا ہے۔ پس کہا رسول صلعم نے تحقیق قریب ہے کہ میری امت میں فتنہ پیدا ہوگا اے ابو موسیٰ سوتے والا تجھ بیٹھنے والے سے بہتر ہوگا اور بیٹھنے والا تجھ کھڑا رہنے والے سے بہتر ہوگا اور کھڑا ہونے والا تم چلنے والے سے بہتر ہوگا پس خاص کیا تھا تجھ کو رسول صلعم نے اور باقی لوگوں کو عام نہیں فرمایا تھا۔ حق کا چھپانا۔ حافظ ابن حجر نے فتح الباری جلد ا صفحہ ۱۰۹ میں کہا ہے علماء نے اس ظرف سے جس سے ابو ہریرہ نے احادیث کو شائع نہیں کیا وہ احادیث مراد لی ہیں جن میں بُرے امرا کا نام اور احوال اور زمانہ اُن کا بیان کیا ہوا ہے اور تحقیق ابو ہریرہ کنایہ سے بعض کا حال بیان کرتا تھا اور اپنے نفس پر خوف کرنے کی وجہ سے ظاہراً نام نہیں لیتا تھا (بذیل حدیث ابی ہریرہ حفظت عن رسول اللہ وعائین فاما احدھما فبثثتہ واما الاخر فلو بثثتہ قطع ھذا البلعوم۔ فصل تقیہ میں اس روایت کو مفصل دیکھو) اور صدق الصادق صفحہ ۱۳۰ میں ہے کہ ابو جعفر طبری نے اپنی تاریخ میں روایت کیا عمر کہتا تھا کہ خالی رکھو قرآن کو اور تفسیر اس کی بیان نہ کرو اور روایات رسول اللہ صلعم کی کم بیان کیا کرو میں بھی تمہارے اس کام میں شریک ہوں اس روایت کو مؤلف صدق الصادق نے رسالہ الفاروق صفحہ ۲۲۳ مؤلفہ شبلی نعمانی سے نقل کیا اور اس نے علامہ ذہبی سے نقل کیا جو حافظ ابن حجر وغیرہ کا استاد ہے یعنی کتاب تذکرۃ الحفاظ مؤلفہ ذہبی سے لیا۔

عمرو عاص کا ابوموسیٰ اشعری کو دھوکا دینا اور گالی دینا

ف۔ تاریخ طبری جلد ۶ صفحہ ۴۰ میں ہے کہ ابو موسیٰ اشعری کو جب عمرو بن عاص نے فریب دیا اور جناب علیؑ کی بیعت کا خلع کیا تو ابو موسیٰ نے عمرو کو کہا لا وفقک اللہ غدرت وفجرت انما مثلک کمثل الکلب ان تحمل علیہ یلہث قال عمرو انما مثلک کمثل الحمار یحمل اسفاراً (خلاصہ ترجمہ) خدا تجھے توفیق نہ دے تم نے فریب دیا دغا کیا تیری مثال ایک کتے کی ہے جو زبان نکالتا ہے عمرو نے کہا ہاں تیری مثل گدھے کی ہے جس پر کتابیں لدی ہوں اسی طرح یہ مکالمہ صفحہ ۵۹ تذکرہ خواص الامۃ ونور الابصار مطبوعہ مصر صفحہ ۸۹ والامامۃ والسیاسۃ جلد ا صفحہ ۱۱۹ وکامل ابن اثیر جلد ۳ صفحہ ۱۶۹ وعقد الفرید طبع مصر جلد ۳ صفحہ ۱۱۵ میں مذکور ہے ومروج الذہب طبع جدید مصر جلد ۲ صفحہ ۴۰۲ بتغیر الفاظ اول یہ قول عمرو حق ابی موسیٰ وثانی یہ قول ابی موسیٰ حق عمرو ونیز عمرو کا ابو موسیٰ کو زمین پر گرا دینا مذکور ہے ۱۲ مترجم

حبّ الدنیا قال الحافظ فی الفتح عن نافع ان معاویۃ اراد ابن عمر علٰی ان یبایع لیزید فابی وقال لا ابایع لامیرین فارسل الیہ معاویۃ بمائۃ الف درہم فاخذہا فدس الیہ رجل فقال لہ ما یمنعک ان تبایع فقال ان ذاک لذاک اراد یعنی عطاء ذالک المال لاجل وقوع المبایعۃ ان دینی عندی لرخیص (الٰی ان قال) فلما خلع اہل المدینۃ یزید بن معاویۃ جمع ابن عمر حشمہ وولدہ فقال انی سمعت النبی یقول ینصب لکل غادر لواء یوم القیامۃ وانا قد بایعنا ہذا الرجل علٰی بیع اللہ و رسولہ وانی لا اعلم غدرا اعظم من ان یبایع رجل علٰی بیع اللہ ورسولہ ثم ینصب لہ القتال وانی لا اعلم احدا منکم خلعہ ولا تابع فی ہذا الامر الا کانت الفیصل بینی وبینہ ۔ انتہٰی۔

شرب الخمر فی الجلالین ولما نزلت وقل فیہما اثم کبیر ومنافع للناس الاٰیۃ شربہا قوم وامتنع آخرون وفیہ لا تقربوا الصلوٰۃ وانتم سکارٰی من الخمر لان سبب نزولہا صلاۃ جماعۃ فی حال السکر قال الحافظ فی الفتح وقدامۃ بن مظعون حین شرب الخمر فی ایام عمر وحدہ عمر فہاجر بسبب ذالک وکان قدامۃ بدریا (قال قبل ہذا) فی قول عدم وقوع الذنب منہم رای من البدریین تنازع ظاہر لما سیاتی فی قصۃ قدامۃ بن مظعون الخ وقد مرّ وسیاتی ان شاء اللہ

وفی المسلم عن انس بن مالک ان النبیؐ اتی برجل قد شرب الخمر فجلدہ الحدیث - فی تاریخ الخلفاء[۵۴] والتاریخ الکامل وولٰی (ای عثمان) الولید بن عقبۃ بن ابی معیط وھو صحابی اخو عثمان لامہ وذالک اول ما نقم علیہ لانہ اثر اقاربہ بالولایات

محبت دنیا - حافظ ابن حجر نے فتح الباری جلد ۶ صفحہ ۵۵۵ و جلد ۲ صفحہ ۱۴۲۵ میں نافع سے روایت کی ہے کہ تحقیق معاویہ نے ابن عمر سے یزید کے لئے بیعت لینے کا ارادہ کیا ابن عمر نے انکار کیا اور کہا کہ میں ایک وقت دو سرداروں کی بیعت نہیں کرتا معاویہ نے ایک لاکھ درہم ابن عمر کی طرف بھیجا اور اُس نے وہ دراہم قبول کر لئے پھر خفیہ طور پر ایک شخص ابن عمر کے پاس آیا اور کہا اب تم کو اس سے کیا چیز منع کرتی ہے کہ تو یزید کی بیعت کرے ابن عمر نے کہا تحقیق یہ انعام مال کا اسی واسطے ہے کہ بیعت کر لوں تو میرے دین کا بہت تھوڑا بدلہ ہے یعنی سستا ہے (یہاں تک کہ کہا) پس جب مدینہ والوں نے یزید بن معاویہ کی بیعت کو توڑ دیا تو ابن عمر نے اپنے کنبے کے لوگ اور اولاد کو جمع کر کے کہا میں نے نبیؐ سے سنا ہے کہ بے وفا کے لئے قیامت کے دن جھنڈا کھڑا کیا جائیگا اور ہم نے اس شخص یزید سے بیعت اللہ اور رسول کے عہد پر کی ہے اور میں اس سے زیادہ کوئی فریب بازی اور بے وفائی نہیں جانتا کہ ایک شخص سے بیعت عہد اللہ و رسول اللہ پر کی جائے پھر اس کے خلاف جنگ قائم کی جائے اور میں جس کو سمجھونگا کہ بیعت یزید کی اس نے توڑ دی ہے تو میرا اور اس کا بالکل تعلق قطع ہو جائیگا انتہٰی۔

شراب نوشی جلالین میں ہے جب آیت (تو کہدے اے نبیؐ کہ جوا اور شراب میں بڑا گناہ ہے اور لوگوں کے لئے منافع بھی ہیں اُتری) تو اُس شراب کو ایک قوم نے پیا اور اُس سے کچھ لوگ بچ رہے اور اُسی جلالین میں ہے کہ تم لوگ بحالت نشہ کے شراب پی کر نماز کے نزدیک مت جاؤ کیونکہ سبب نزول اس کا چند لوگوں کا حالت مستی میں نماز پڑھنا تھا۔ حافظ ابن حجر نے جلد ۴ صفحہ فتح الباری میں کہا ہے قدامہ بن مظعون نے جب ایام خلافت عمر میں شراب پی اور عمر نے اس کو حد ماری تو اسی سبب سے قدامہ عمر سے ترک سوالات کر کے باہر چلا گیا اور قدامہ جنگ بدر میں شامل رہنے والوں میں سے تھا اور اس سے پہلے ابن حجر نے یوں لکھا ہے، یعنی اس قول پر اعتراض ہے (کہ بدریوں سے گناہ وقوع میں نہیں آتا) جیسا کہ قصہ قدامہ بن مظعون میں آگے آتا ہے (اور یہ پہلے مذکور ہو چکا ہے اور قریباً آئے گا انشاء اللہ تعالیٰ (بیان اعملوا ما شئتم) اور صحیح مسلم جلد ۲ صفحہ ۷۱ میں انس بن مالک سے روایت ہے کہ تحقیق نبیؐ کے پاس ایک شخص شرابی لایا گیا اُس کو حضرت نے دُرّے لگائے آخر حدیث تک - اور تاریخ الخلفاء صفحہ ۱۰۵ و تاریخ کامل جلد ۳ صفحہ ۴۰ میں ہے حضرت عثمان نے ولید بن عقبہ بن ابی معیط کو حاکم بنایا اور وہ صحابی ہے جو ماں کی طرف سے عثمان کا بھائی ہے۔ اور یہ پہلی بات ہے جو عثمان پر باعث غضب صحابہ اور اعتراض کی ہوئی کیونکہ اُس نے اپنے رشتہ داروں کو بڑے بڑے عہدوں کے لئے منتخب کیا

[۵۳] اصابہ جلد ۳ صفحہ ۲۲۸ طبع مصر میں قصہ قدامہ اور اسکے محدود بر شرب خمر ہونے اور بدری ہونے کا سب ابن حجر عسقلانی نے بتفصیل لکھا ہے ۱۲ مترجم

[۵۴] کرمانی شرح بخاری میں اسی طرح ہے دیکھو حاشیہ بخاری از مولوی احمد علی سہارنپوری جلد ۱ صفحہ ۵۴۷ اور عقد الفرید جلد ۳ صفحہ ۹۲ میں بھی ہے ۱۲ مترجم

وحکی ان الولید صلے بہم الصبح اربعا وھو سکران ثم التفت الیہم قال ازیدکم۔ فی شرح الفقہ الاکبر وکان ابن مسعود وغیرہ یصلون خلف الولید بن عقبۃ بن ابی معیط وکان یشرب الخمر حتی انہ صلے بہم الصبح مرۃ اربعا ثم قال ازیدکم فقال ابن مسعود ما زلنا معک منذ الیوم فی زیادۃ۔ وفی مروج الذہب للمسعودی فی حق ولید بن عقبۃ واشاعوا بالکوفۃ فعلہ وظہر فسقہ ومداومتہ شرب الخمر فہجم علیہ جماعۃ من المسجد (حتی قال) فوجدوہ سکران مضطجعا علی سریرہ لا یعقل فایقظوہ من رقدتہ فلم یستیقظ ثم تقیأ علیہم ما شرب من الخمر۔ وفی الصحیح المسلم قال ابو ساسان شہدت عثمان اتی بالولید قد صلی الصبح رکعتین ثم قال ازیدکم فشہد علیہ رجلان احدہما حمران (وھو مولی عثمان) انہ شرب الحدیث۔ وکذا فی الفتح وزاد ونقل بروایۃ عمر بن شبۃ فی اخبار المدینۃ من طریق الشعبی اشعارا منہا قال الولید ؎

نادی وقد تمت صلوتہم ازیدکم سکرا وما یدری

اُ لفسق فی لباب النقول اسباب النزول اخرج الواحدی وابن عساکر من طریق سعید بن جبیر عن ابن عباس قال قال الولید بن عقبۃ بن ابی معیط لعلی ابن ابی طالب انا احد منک سنانا وابسط منک لسانا واملأ للکتیبۃ منک فقال لہ علیؑ اسکت فانما انت فاسق فنزلت افمن کان مومنا کمن کان فاسقا لا یستوون۔ واخرج ابن جریر عن عطاء بن یسار نحوہ واخرج ابن عدی والخطیب فی تاریخہ من طریق الکلبی عن ابی صالح عن ابن عباس مثلہ انتہی

اور حکایت کی گئی ہے کہ ولید نے لوگوں کے ساتھ صبح کی نماز چار رکعت پڑھی اور وہ مستی کی حالت میں تھا پھر نمازیوں کی طرف متوجہ ہوکر کہنے لگا اور زیادہ کروں اور شرح فقہ اکبر مطبوعہ لاہور ہندوستان صفحہ ۹۲ میں ہے کہ ابن مسعود وغیرہ ولید بن عقبہ بن ابی معیط کے پیچھے نماز پڑھتے تھے حالانکہ ولید شراب پیتا تھا اس نے صبح کی نماز ایک دفعہ چار رکعت پڑھائی پھر کہا کیا اور بڑھا دوں ؟ تو ابن مسعود نے کہا ہمیشہ ہم تیرے ساتھ زیادتی میں آج کے دن سے شامل ہیں انتہی اسی طرح سیرت حلبیہ طبع مصر جلد ۲ صفحہ ۲۹۹ مع زیادۃ اس کے کہ رکوع وسجود میں کہتا تھا خود پی اور مجھے پلاؤ موجود ہے اور مروج الذہب مؤلفہ علامہ مسعودی مطبوعہ مصر جلد ۱ صفحہ ۳۰۳ و تذکرہ خواص الامہ صفحہ ۔۔ میں ہے بیان ولید بن عقبہ کے اندر لکھا ہے کہ کوفہ میں لوگوں نے ولید کی نسبت فسق اور شراب خوری کی خبر مشہور کر دی اور مسجد کی ایک جماعت اس پر ٹوٹ پڑی (تا اینکہ کہا) اور لوگوں نے ولید کو مستی کی حالت میں لیٹا ہوا اپنی چارپائی پر بالکل بیہوش پایا لوگوں نے اس کو جگایا لیکن بیہوشی سے نہ جاگ سکا اور جو شراب اس نے پی ہوئی تھی وہ بذریعہ قے خارج ہونے لگی اور صحیح مسلم جلد ۲ صفحہ ۔۔ میں ہے ابو ساسان نے کہا میں حضرت عثمان کے پاس موجود تھا جب ولید کو لایا گیا اور اس نے کہا تھا کہ نماز کو بڑھا دوں اور اس پر دو شخصوں نے گواہی دی ایک ان میں سے حمران غلام عثمان کا تھا۔ آخر حدیث تک۔ اور اسی طرح فتح الباری جلد ۸ صفحہ ۔۔ میں ہے اور بروایت عمر بن شبہ اخبار مدینہ میں طریق شعبی سے کچھ اشعار کو نقل کیا ہے جن سے یہ ہے کہ ولید نے بحالت بیہوشی کہا کیا نماز کو میں اور بڑھا دوں حالانکہ وہ نماز کو تمام کر چکے تھے۔ فسق[1] لباب النقول فی اسباب النزول میں ہے واحدی و ابن عساکر نے طریق سعید بن جبیر سے اس نے ابن عباس سے روایت کیا کہ ولید بن عقبہ بن ابی معیط نے علی ابن ابی طالب کو کہا کہ میں تجھ سے تیز نیزہ رکھتا ہوں اور تجھ سے زیادہ زبان ور ہوں اور زیادہ لشکری ہوں پس حضرت علیؑ نے فرمایا چپ رہ تم تو فاسق آدمی ہو اس پر یہ آیت اتری جو شخص مومن ہو کیا وہ بھی فاسق کی مانند ہو سکتا ہے ؟ بالکل برابر نہیں ہو سکتے اور ابن جریر نے عطا بن یسار سے مثل اس کی روایت کی ہے اور ابن عدی و خطیب نے اپنی تاریخ میں طریق کلبی سے اس نے ابی صالح سے اس نے ابن عباس سے مثل اسکے روایت کیا انتہی

[1] (فسق) لباب النقول کا مضمون تذکرہ خواص الامہ صفحہ ۵ الخ میں بھی ہے اور شرح مواقف طبع نولکشور صفحہ ۷۴۵ میں ہے قاتلین عثمان اور حاربین علیؑ کے خاطی ہیں کیونکہ دونوں امام حق تھے دونوں کی مخالفت اور قتل قطعاً حرام تھا جس کے وہ مرتکب ہوئے مگر بعض علماء مثل قاضی ابوبکر کے کہتے ہیں یہ خطائیں حد تفسیق تک نہیں پہنچتی ہیں اور بعض علماء جیسے شیعہ اور ہمارے اکثر اہل جماعت اسی طرف ہیں کہ ایسے مخطیوں کو فاسق کہا جاتا ہے انتہی۔ اور اصابہ کے حاشیہ بر استیعاب ج ۳ صفحہ ۶۳۲ میں ولید بن عقبہ کیلئے لکھا کان فاسقا شریب خمر و قال لا خلاف فی ذلک یعنی اس میں اختلاف نہیں کہ ولید بڑا فاسق اور شرابی تھا اور ولید دوزخی تھا دیکھو بیان ایمان عثمان ۱۲ مترجم

وفی النیشاپوری۔ وفی الدر اخرجہ ابو الفرج والواحدی وابن عدی وابن مردویہ والخطیب وابن عساکر من طرق عن ابن عباس واخرجہ ابن اسحٰق وابن جریر عن عطاء بن یسار وابن ابی حاتم عن السدی وعن عبد الرحمٰن ابن ابی لیلی واخرج عبد بن حمید وابن جریر وابن المنذر وابن ابی حاتم عن قتادۃ قال لایستوون لافی الدنیا ولا فی الاٰخرۃ۔ انتہیٰ۔ وفی المعالم مثلہ۔ وفی الکشاف مثلہ وقولہ تعالیٰ ان جاءکم فاسق بنبأ فتبینوا الاٰیۃ نزلت فی الولید المذکور کما فی لباب النقول وغیرہ باتفاق المفسرین والمحدثین۔ وفی التقریب للعسقلانی الولید بن امیۃ القریشی الاموی اخو عثمان لامہ لہ صحبۃ وعاش الیٰ خلافۃ معاویۃ۔ فی الحاشیۃ انہ اسلم یوم فتح مکۃ ولہ حدیث۔ وقد اعلم العسقلانی بعلامۃ د الدال علی ابی داؤد۔

الھجران الممنوع

ثم ان النبی وجد خفۃ فی نفسہ وخرج بین رجلین احدھما العباس الخ فقال (عائشۃ) لک سمت الرجل الذی کان مع العباس قلت لاقال ھو علی متفق علیہ۔ مشکوٰۃ باب ما علی الماموم۔ فی عون الباری فی حل ادلۃ البخاری للسید الصدیق ومن ثم صرحت عائشۃ بالعباس وابہمت الاٰخر والمراد بہ علی ولم تسمہ لما کان عندھا منہ مما یحصل للبشر مما یکون سببا الاعراض عن ذکر اسمہ انتہیٰ وھکذا فی مدارج النبوۃ۔ وفی لباب النقول (فی حدیث طویل فی قصۃ الافک) ودعا رسول اللہ علی بن ابی طالب واسامۃ بن زید حین استلبث الوحی یستشیر فی فراق اھلہ فاما اسامۃ فاشار علیہ بالذی یعلم من براءۃ اھلہ واما علی فقال لم یضیق اللہ علیک و النساء سواھا کثیرۃ الخ وھکذا فی مدارج النبوۃ وفی روضۃ الاحباب ودل عائشہ از جانب علی غبارے داشت برائے آنکہ

اور نیشاپوری جزء ۲۶ صفحہ ۴۲ اور در منثور جلد ۵ صفحہ ۲۰۸ میں ہے ابو الفرج وواحدی وابن عدی وابن مردویہ وخطیب وابن عساکر نے چند اسنادوں سے بروایت ابن عباس بیان کیا۔ اور ابن اسحاق وابن جریر نے عطاء سے اور ابن ابی حاتم نے سدی سے اور عبد الرحمٰن بن ابی لیلیٰ سے اور عبد ابن حمید وابن جریر وابن المنذر وابن ابی حاتم نے قتادہ سے اسکو روایت کیا اور کہا کہ بالکل برابر نہیں ہو سکتے نہ دنیا میں اور نہ آخرت میں۔ اور معالم التنزیل صفحہ ۷۰۳ میں اسی طرح ہے۔ نیز کشاف میں مثل اس کے مذکور ہے اور قولہ ان جاءکم فاسق بنبأ فتبینوا الخ یعنی اگر تمہارے پاس فاسق آدمی خبر لائے تو تفتیش کر لیا کرو کہ یہ سچ ہے یا جھوٹ اسی ولید مذکور کے بارہ میں نازل ہوئی ہے جیسا کہ لباب النقول وغیرہ میں باتفاق مفسرین ومحدثین کے مذکور ہے۔ اور تقریب التہذیب مؤلفہ عسقلانی صفحہ ۳۸۶ میں ہے ولید بن عقبہ بن ابی معیط بن ابی عمرو بن امیۃ قریشی اموی عثمان کا ماں کی طرف سے بھائی ہے اس کو صحبت رسول حاصل تھی اور خلافت معاویہ تک زندہ رہا۔ حاشیہ میں ہے کہ اس نے فتح مکہ کے دن اسلام قبول کیا اور اس سے حدیث روایت کی گئی ہے اور ابن حجر عسقلانی نے دال کے حرف سے نشان دیا ہے کہ سنن ابی داؤد میں اس سے روایت لی گئی ہے۔ **ایک دوسرے سے قطع تعلقی جو ناجائز ہے** - جب کہ نبیؐ کو بیماری سے آرام ہوا تو دو آدمیوں کے درمیان نکلے ایک ان سے عباس تھا الخ راوی نے کہا کہ کیا بی بی عائشہ نے دوسرے کا نام لیا ہے جو عباس کے ہمراہ تھا میں نے کہا نہیں کہا وہ ہیں حضرت علیؑ اس کو بخاری ومسلم نے روایت کیا۔ چنانچہ مشکوٰۃ صفحہ ۹۴ باب ما علی الماموم میں ہے (بی بی صاحبہ نے جناب علیؑ سے ہجران کیا) اور عون الباری فی حل ادلۃ البخاری مؤلفہ سید صدیق جلد ۲ صفحہ ۱۵ میں ہے اور اسی سبب سے حضرت عائشہ نے عباس کے نام کی تصریح کی اور دوسرے نام کو مبہم کیا یعنی چھپایا۔ اور مراد اس سے علیؑ ہے اور عائشہ بی بی نے نام اس واسطے نہیں لیا کہ اس کو وہ بات جو کچھ عوارض بشریہ یعنی غصہ سے آدمی کو نام نہ لینے کا سبب ہوتی ہے لاحق تھی اور اسیطرح مدارج النبوۃ جلد ۲ صفحہ ۲۲۸ پر ہے لباب النقول میں دربارہ بیان افک کے ایک طویل حدیث میں ہے (جلد ۲ صفحہ ۴۵) کہ رسول اللہؐ نے علی ابن ابی طالب اور اسامہ بن زید کو بلایا جبکہ وحی کو دیر ہو گئی تھی اور ان دونوں سے اپنی اہلیہ کے جدا کرنے میں مشورہ لیا تو اسامہ نے براۃ اہلیہ رسولؐ کا حسب علم خود بیان کیا اور حضرت علیؑ نے یہ فرمایا کہ خدا تعالےٰ نے آپ پر تنگی نہیں کی ہے اور عورتیں اُسکے سوا یعنے عائشہ کے سوا بہت مل سکتی ہیں۔ الخ اور مدارج جلد ۲ صفحہ ۲۲۰ و ۲۲۱ و ۲۲۶ میں اور روضۃ الاحباب جلد ۳ صفحہ ۵ میں لکھا ہے دل عائشہ از جانب علیؑ غبارے داشت برائے آنکہ در قصہ افک با پیغمبرؐ در شان عائشہ گفتہ بود النساء سواھا کثیرۃ یعنے عائشہ کے سوا عورتیں بکثرت ہیں۔

ے یعنے بی بی عائشہ کے دل میں علیؑ کے ساتھ اس دن سے غصہ رہتا تھا ۱۲

وفی تفسیر ابن کثیر واستشار النبی علیؑ واسامۃ فی فراق عائشۃ - الخ ولیس من ھذا الباب ھجران البتول صلوٰت علیھا ابابکر وسیاتی انشاء اللہ تعالیٰ - **تتمۃ** - فی رد استدلال من قال ان الصحابۃ کلھم عدول وما فی معناہ اعلم ان ھذا القول لیس بسدید علی العموم بان لایصدر عن احد من الصحابۃ ذنب مطلقاً کما مر ولا بان یکون کلھم ثقۃ فی الروایۃ لما ثبت ان الولید بن عقبۃ الصحابی فاسق بالقرآن وقد امر اللہ سبحانہ ورسولہ بالتبین - وفی نزل الابرار من فقہ النبی المختار لوحید الزمان الحیدرآبادی ویتحری فی خبر الفاسق فی الحاشیۃ المنھیۃ من المصنف لقولہ تعالیٰ ان جاءکم فاسق الآیۃ نزلت فی ولید بن عقبۃ وکذلک قولہ تعالیٰ افمن کان مومنا الآیۃ ومنہ یعلم ان من الصحابۃ من ھو فاسق کالولید ومثلہ یقال فی حق معاویۃ و عمرو ومغیرۃ وسمرۃ الخ وفی ازالۃ الخفا اخرج البیہقی عن ابن عمر قال کان عمر یامرنا ان لا ناخذ الا عن ثقۃ - قال عبد العزیز الدھلوی فی فتاواہ الصحابۃ کلھم عدول مراد آنست کہ صحابہ کلھم در روایت حدیث ماموں ومعتبر اند نہ آنکہ صدور گناہے نشدہ اند کہ بعضے ازیشاں در حضور آنحضرتؐ بارتکاب کبائر محدود گشتہ - وفی منھج الوصول للسید الصدیق نقل عن ابی الحسن ابن قطان وولید بادہ نوشی نمود پس حرفے از روے خلاف عدالت ظاہر شد بروے اسم صحبت واقع نشود وولید صحابی نباشد زیرا انکہ صحابہ ہمانند کہ بر طریقہ وےؐ بودند - انتہیٰ

اور تفسیر ابن کثیر جلد ۵ صفحہ ۳۰۶ میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؑ واسامہ سے عائشہ کے جدا کرنے میں مشورہ کیا۔ الخ اور اس مضمون یعنی ہجران ممنوع سے نہیں وہ ترک کلام وقطع تعلقات جو جناب زہرا علیہا السلام کا ابی بکر سے کیا تھا اور قریب ہے کہ آئے گا اس کا بیان انشاء اللہ تعالیٰ **مضمون سابق کا تتمہ**۔ اس شخص کے استدلال کی تردید میں جس نے کہا کہ اصحاب جتنے ہیں کل عادل ہیں یا اس کے ہم معنیٰ اقوال۔ جاننا چاہیئے کہ تحقیق یہ قول عام طور پر درست نہیں اس طرح کہ کسی صحابہ سے کبھی کوئی گناہ مطلق وقوع میں نہیں آسکتا جیسا کہ حالات گذشتہ سے واضح ہے اور نہ اس طرح کہ کل صحابہ روایت میں قابل اعتبار ہیں کیونکہ ثابت ہو چکا ہے کہ ولید بن عقبہ صحابی قرآن کی خبر سے فاسق ہے اور خدا نے امر فرمایا ہے کہ فاسق کی خبر تحقیقات کے بغیر کوئی قبول نہ کرو (منافقین بھی صحابہ میں شمار ہوتے آئے ہیں تو کلھم عدول فضول نہیں تو اور کیا ہے اپنے مقام پر اس کو ہم نے اور ثابت کر دیا ہے) اور نزول الابرار من فقہ النبی المختار مؤلفہ وحید الزمان حیدرآبادی جلد ۳ صفحہ ۹۴ مطبوعہ بنارس میں ہے کہ خبر فاسق میں جستجو کر لینی چاہیئے۔ پھر حاشیہ منہیہ مؤلف مذکور نے لکھا ہے یہ اس لئے ہے کہ فرمایا حق تعالیٰ نے اگر تمہارے پاس فاسق خبر لائے الخ یہ آیت ولید بن عقبہ کے بارہ میں اتری اور اسی طرح قول تعالیٰ امومن فاسق کے برابر نہیں ہو سکتا۔ اور اسی سے سمجھ لینا چاہیئے کہ تحقیق اصحاب نبی سے ایسے بھی ہیں جو فاسق ہیں مثل ولید کے اور امثال اسکے جیسا کہ معاویہ وعمرو بن عاص ومغیرہ وسمرہ کے حق میں اسی طرح کہا گیا ہے۔ انتہیٰ۔ اور ازالۃ الخفاء صفحہ ۶۰ میں ہے بیہقی نے ابن عمر سے روایت کی ہے کہا عمر ہمکو امر کرتا تھا کہ ہم حدیث کو ثقہ اور معتبر آدمی کے بغیر کسی سے نہ مانیں۔ شاہ عبد العزیز دہلوی نے اپنے فتاویٰ صفحہ ۲۰۲ میں لکھا کہ صحابہ کلھم عادل ہیں سے مراد یہ ہے کہ صحابہ روایت حدیث میں معتبر اور امین ہیں نہ یہ کہ ان سے کوئی گناہ صادر نہیں ہوتا کیونکہ بعض ان میں سے حضور آنحضرتؐ کے پیش ارتکاب کبیرہ گناہوں کے باعث محدود کئے گئے۔ اور منہج الوصول مؤلفہ سید صدیق صفحہ ۱۶۳ میں ہے ناقلاً عن ابی الحسن بن القطان کہ ولید نے شراب خواری کی پس جس سے کوئی کام خلاف عدالت ثابت ہوا اس پر صحبت نلفعہ کا نام واقع نہیں ہو سکتا اور ولید اس اعتبار سے صحابی نہ ہوگا کیونکہ صحابہ وہی ہیں جو طریقہ نبیؐ پر قائم رہتے تھے۔ انتہیٰ۔

لہ تحفہ اثنا عشریہ طبع نولکشور صفحہ ۳۱۹ مطاعن عثمان طعن پنجم میں لکھا ہے۔ نزد اہل سنت عصمت خاصہ انبیاء است صحابہ را معصوم نمی دانند لہٰذا حضرات امیرؑ وشیخین بعض از صحابہ را حد زدہ اند وخود وخود جناب پیغمبر مسطح را کہ از اہل بدر بود وحسان بن ثابت را زیر حد قذف گرفتہ (بعدہ گفتہ) وماعز اسلمی را برجم فرمودہ اند وبسیارے را تعزیر حد شراب خمر جاری فرمودہ انتہیٰ نیز دیکھو حاشیہ بیان معاویہ کا حکم سب علیؑ انتقادی عزیزی صفحہ ۱۳۰ اور انوار اللغۃ پارہ ۱۸ صفحہ ۱۲۹ میں مولوی وحید الزمان لکھتے ہیں رابع یہ ہے عام صحابہ تو وہ معصوم نہ تھے ان میں بعضوں سے کبیرہ گناہ جیسے زنا خون ناحق شرب خمر وغیرہ صادر ہوئے ہیں (پھر لکھا) کہ مغیرہ اور معاویہ اور عمرو بن عاص نے کیا کیا گناہ کئے جن کی وجہ سے ان کو ہرگز

جواب کل صحابی عادل نہیں

صحابہ سے گناہ کبیرہ ہوئے جو گناہ کرے عادل نہیں رہ سکتا

لیت شعری لن الذی لایجتنب الکبائر کیف لایکذب فی الروایۃ والکذب من اکبر الکبائر بل کاد الکذب ان یکون کفرا وقد ذم اللہ سبحانہ کل انواع الکذب من القول والحلف والوعد والشھادۃ وسماعہ کما قال فی کتابہ المجید واجتنبوا قول الزور حنفاء للہ غیر مشرکین بہ واتخذوا ایمانھم جنۃ فصدوا عن سبیل اللہ - والموفون بعھدھم اذا عاھدوا واوفوا بالعھد ان العھد کان مسئولا۔ والذین لایشھدون الزور وسماعون للکذب۔ بل امر عبادہ یایھا الذین امنوا اتقوا اللہ وکونوا مع الصادقین وقد اوعد رسولہ صلعم من کذب علی متعمدا فلیتبوا مقعدہ من النار وعد الکذب من ایۃ النفاق۔ وظنی انہ ما من ذنب یکون جزئیاتہ اکثر من الکذب الا الخمر فانہ اکثر المنافع ومصدر الماثم واہ الخبائث یتلوث بہ عشرۃ اشخاص کما فی الحدیث وقد استنقذنی اللہ سبحانہ من حضرۃ الحنفیۃ الی سفینۃ الحقیقۃ بسبب الکذب فی الشھادۃ من امام المسجد وتنفری منہ وافتائی بعدم جواز الصلوۃ خلفہ وفیہ قصۃ طویلۃ والحمد للہ علی ذالک۔ وقد قال فی النیل جلد ۵ ص۳۵۵ وفی البدر المنیر قیل لم نر الصالحین فی شئی اکذب منھم فی الحدیث - ومن ھذا قولھم حکایۃ عن اللہ سبحانہ اعملوا ما شئتم قد غفرت لکم لاھل بدر

افسوس ہے کہ جو کبیرہ گناہوں سے پرہیز نہیں کرتا وہ روایت میں جھوٹ سے کس طرح پرہیز کر سکتا ہے؟ اور جھوٹ بھی اکبر کبائر سے ہے بلکہ قریب ہے کہ کفر تک پہنچائے اور تحقیق اللہ تعالیٰ نے جملہ اقسام جھوٹ کی کلام کرنے اور وعدہ کرنے قسم اٹھانے گواہی دینے میں اور سننے جھوٹ کی مذمت فرمائی ہے جیسا کہ فرمایا قرآن مجید میں واجتنبوا قول الزور الخ یعنی پرہیز کرو جھوٹ بولنے سے اور محض اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ رکھو اور اس سے شرک نہ کرو۔ اور فرمایا کہ منافقین نے اپنی قسموں کو ڈھال بنا رکھا ہے اور خدا کے راستہ سے پھرے ہوئے ہیں اور دوسروں کو بھی منع کرتے ہیں۔ اور مؤمنین اپنے عہد کی وفا کرتے ہیں اور عہد کی وفا کیا کرو تحقیق عہد سے سوال ہو گا اور مومنین وہ ہیں جو جھوٹ کے پاس نہیں جاتے اور منافقین جھوٹ کو بہت سنتے ہیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو امر کیا ہے کہ اے مومنو! خدا سے ڈرو اور سچے آدمیوں کے ساتھ ہو رہو اور تحقیق رسول اللہ نے ڈرایا کہ جس نے عمداً مجھ پر جھوٹ باندھا وہ اپنی جگہ دوزخ میں بنائے اور جھوٹ کو نبیؐ نے علامات نفاق سے شمار فرمایا ہے اور میرا گمان ہے کہ کوئی گناہ جھوٹ کے برابر کثرت جزئیات میں سوائے خمر کے نہیں ہے البتہ خمر باوجود منافع کے بہت گناہوں کی پیدائش کا سبب ہے اور ام الخبائث ہے جس سے دس آدمی مبتلا بہ گناہ ہو جاتے ہیں۔ جیسا کہ حدیث سے ثابت ہے اور تحقیق مجھے اللہ تعالیٰ نے مذہب حنفیہ سے کشتی حنیفی مذہب کی طرف اسی جھوٹی شہادت امام مسجد کے سبب سے نکالا ہے کہ مجھے اس شخص سے نفرت ہو گئی اور میں نے فتویٰ دیا کہ اس کے پیچھے نماز جائز نہیں اور اس کا طویل قصہ ہے اور خدا کا شکر ہے کہ مجھے حق کا راستہ مل گیا اور تحقیق شوکانی نے نیل الاوطار جلد ۵ ص۳۵۵ میں کہا کہ بدر منیر میں لکھا ہے نیک لوگوں کو کسی شی میں ہم اتنا جھوٹا نہیں دیکھتے جیسا کہ حدیث بیان کرنے میں زیادہ جھوٹ بولتے ہیں لہ اور اسی مضمون کا ہم حدیث سے اہل سنت کا یہ قول ہے بحکایت قولہ تعالیٰ عمل کرو جیسے چاہو ہم نے سب اہل بدر کو بخش دیا ہے [1]

[1] کذب صحابہ کا عنوان بعض اعمال صحابہ میں دیکھو طلحہ و زبیر کا جھوٹ بولنا حالانکہ عشرہ مبشرہ میں داخل ہیں اور پچاس آدمی سے جھوٹ کہلانا۔ وہاں مذکور ہے عمرو بن عاص و عبد الرحمٰن کا انعقاد خلافت حضرت عثمان میں جھوٹ بولنا اور معاویہ کی صلح صفین میں عمرو کا جھوٹ بولنا ہر دو موقعہ پر مکر و خدیعت کرنا اور حضرت عمر کا حلفیہ جھوٹ الکا یموت نبیؐ کے وقت اور فتات صحابی کی دین فروشی معاویہ کے سامنے وغیرہ وغیرہ حالات سب اپنے اپنے موقعہ پر تحریر ہو چکے ہیں بس یہ خیال کہ صحابہ دوسرے سب گناہ کبیرہ کرتے تھے مگر جھوٹ نہیں بولتے تھے محض خوش اعتقادی ہے جو سارا دین بیچ دیتا ہو جھوٹ سے اس کو کیا پرہیز ہے بے شمار قصے موجود ہیں کتب تاریخ ملاحظہ ہوں ۱۲ مترجم [2] (بدری لوگ سب بخشے جائیں گے) عجب اعتقاد ہے کہ نبیؐ کو حکم ہے لئن اشرکت لیحبطن عملک واذا لاذقناک ضعف الحیوٰۃ وضعف الممات یعنی معلوم ہے کہ تو معصوم ہے تم سے شرک نہیں ہوتا لیکن اگر تو شرک کرے تو تیرے نیک عمل رائگاں ہو جائیں گے اور اس وقت تم کو دو چند عذاب ملے گا واذا لامت الشرطیات　　المشروط اگر ہوتا تو سزا ہوتی نہ ہوا نہ ہو سکتا تھا مگر یہ کلمہ جو بدریوں کے واسطے خوش اعتقادوں نے

(باقی حاشیہ ص۱۴۰)

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۳۹) بنا لیتے ہیں نبی سے بھی بدریوں کو بڑھا دیتے ہیں کہ خواہ کچھ کرو ہم نے بخش دیا۔ اور آیت سورہ ممتحنہ یا ایھا الذین اٰمنوا لا تتخذوا عدوی وعدوکم اولیاء۔ تا ومن یفعلہ منکم فقد ضل سواء السبیل کی تفسیر میں یہ کلمات اعملوا ما شئتم فقد غفرت لکم بیان ہوتے ہیں جس سے ثابت ہوتا ہے کہ مرفوع القلم ہو گئے مگر آیت اس کی تردید کرتی ہے کیونکہ آیت مذکورہ کا نزول حاطب بن بلتعہ بدری کے واقعہ میں بیان ہوتا ہے تو خطاب اولاً اس میں بدریوں کو ہے جس میں حق تعالیٰ فرماتا ہے ومن یفعلہ منکم فقد ضل سواء السبیل اگر تم میں سے کوئی یہ فعل کرے تو وہ راستہ حق سے گمراہ ہو گیا کہاں جو چاہو کرو اور کہاں یہ حکم۔ تفسیر کبیر جلد ۴ صفحہ ۵۰۲ میں بذیل آیت ولو لا کتاب من اللہ سبق لمسکم فیما اخذتم عذاب عظیم لکھا ہے یہ کہنا کہ بدریوں میں سے کسی کو خدا عذاب نہ کریگا مشکل ہے کیونکہ اس کا مقتضیٰ یہ ہے کہ بدری لوگ کفر یا دیگر گناہوں زنا و شراب کے عقاب سے بھی بری تھے وذلک یوجب سقوط التکالیف عنہم ولا یقولہ عاقل وایضاً فلو صار واکذلک فکیف اخذ ھم اللہ تعالیٰ فی ذلک الموضع بعینہ فی تلک الواقعۃ بعینھا وکیف وجہ علیہم الذنب القوی۔ یعنی اس طرح بدری غیر مکلف ہو جائیں گے حالانکہ کوئی عقلمند اس کا قائل نہیں اگر ایسے ہوتے تو اسی واقعہ میں خدا تعالیٰ ان کیواسطے عذاب سخت کیوں تجویز فرماتا تو گناہوں کی ان کو اجازت دے دینا مراد لینا جائز نہیں۔ صحیح مسلم جلد ۲ صفحہ ۲۹۹ میں عامر بن سعد سے مروی ہے کہا میں نے رسولؐ سے کسی زندہ کے لئے نہیں سنا کہ فرمایا ہو یہ بہشت میں ہے مگر ایک عبداللہ بن سلام کے لئے فرمایا۔ یہ بدریوں اور عشرہ مبشرہ کی حدیث کے مخالف ہے) اور تعلیق فلک النجاۃ میں گذر چکا ہے کہ انصاری بدری نے نبیؐ پر اعتراض کیا اور آیت لا یؤمنون حتی یحکموک فیما شجر بینہم اُتری۔ غور فرمائیے۔ تفسیر کبیر جلد ۶ صفحہ ۳۶۵ بذیل آیت ولا یأتل اولو الفضل منکم لکھا ہے اجمعوا علی ان مسطحا کان من البدریین یعنی اس پر اجماع ہے کہ مسطح بدریوں میں سے تھا پھر افعلوا ما شئتم کا ذکر کر کے لکھا، فکیف صدرت الکبیرۃ منہ اسی طرح طیبی شرح مشکوٰۃ میں حاطب کے فعل کو کبیرہ لکھا، بعد لن کان بدریا والجواب انہ لا یجوز ان یکون المراد منہ افعلوا ما شئتم من المعاصی الخ (مثل مضمون بالا کبیرہ ۵۰۲ جلد ۴ کے ہے) لیکن اس جگہ اتنا زیادہ لکھا ولانہ لو کان کذلک لما جاز ان یحد مسطح علی ما فعل ویلعن الخ یعنی اگر کسی امر پر ان کو اذن نہ ہوتی تو مسطح کو حد نہ ماری جاتی اور اس پر لعن جائز نہ ہوتا جو قرآن میں موجود ہے نووی شرح مسلم جلد ۲ صفحہ ۳۰۲ میں لکھا ہے قاضی عیاض کہتا ہے ضرب النبیؐ مسطحا الحد وکان بدریا نیز دیکھو فلک النجات قذف المحصنات و حدیث خیر القرون اور انسان العیون فی سیرۃ الامین والمامون طبع مصر جلد ۱ صفحہ ۳۷۳ میں علامہ حلبی فرماتے ہیں عبداللہ بن ابی رئیس المنافقین بھی جنگ بدر میں مسلمانوں کے ہی ساتھ شامل تھا انتہیٰ اس طرح وہ بھی فعلوا ما شئتم میں داخل اور جنتی ہے۔ صحابہ سے گناہ ہو سکتے ہیں جیسا کہ فلک جلد ۱ صفحہ گذشتہ میں مذکور ہے۔ اسی طرح تحفہ اثنا عشریہ مطبوعہ نولکشور مطاعن عثمانی طعن پنجم صفحہ ۳۱۹ میں لکھا ہے ونزد اہل سنت عصمت خاصہ انبیاء است صحابہ را معصوم نمے دانند ولہذا حضرت امیر و شیخین بعضے از صحابہ را حد زدہ اند و خود جناب پیغمبر مسطح را کہ از اہل بدر بود و حسان بن ثابت را بر تہمت قذف گرفتہ (بعدہ نوشتہ) وماعز اسلمی را رجم فرمودہ اند و بسیاری را تعزیر و حد شرب خمر جاری فرمودہ انتہیٰ۔ اسی طرح سرور عزیزی ترجمہ فتاویٰ عزیزی جلد ۱ صفحہ ۲۲۲ میں ہے حوالہ کبیر۔ عبارت مندرجہ سے پہلے لکھا ہے:۔ اجمعوا ان المراد من قولہ اولی القربیٰ والمساکین والمہاجرین فی سبیل اللہ مسطح یعنی مسکین مہاجر فی سبیل اللہ سے اس جگہ مراد مسطح صحابی ہے جو بدری بھی ہے اور مسطح مہاجر صحابی بدری کے لئے تفسیر کبیر جلد ۶ صفحہ ۲۲۲ تفسیر واولئک ھم الفاسقون میں لکھا ہے کہ یہ کلام دو امور پر دلالت کرتا ہے الاول ان القذف من جملۃ الکبائر لان اسم الفسق لا یقع الا علیٰ صاحب الکبیرۃ۔ الثانی انہ اسم لمن یستحق العقاب لانہ۔ الخ یعنی ایک یہ امر اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ لفظ فاسق اس پر اطلاق ہوتا ہے جو مستحق عذاب ہوتا ہے اور اس جگہ فلک میں حدیث خیر القرون کے متن و حاشیہ سے شاہ عبدالعزیز کے فتاوے کی عبارت بھی پڑھ لیں ۱۲ مترجم

بدریوں اور عشرہ مبشرہ کے خلاف

بدری مسطح پر حد قذف و لعن

عبداللہ رئیس المنافقین بدری تھا

ھو من الموضوعات الواھیات لکونہ مخالفاً للقوانین الشرعیۃ التی ید ور علیہا رحی الاسلام لاطلاق الخطابات لکل من اٰمن بغیر استثناء اھل بدر وغیرہ کما قال سبحانہ واعتصموا بحبل اللہ جمیعا واقیموا الصلوٰۃ واٰتوا الزکوٰۃ وکتب علیکم الصیام۔ وھذا ھو القانون الکلی من الشارع مع انہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم واصحابہ

یہ واہیات موضوعات سے ہے کیونکہ قوانین شرعیہ کے ظاہر مخالف ہے وہ قوانین جن پر چکی اسلام کی پھر رہی ہے کیونکہ خطابات الٰہی ہر مومن کے لئے سوائے استثناء کرنے اہل بدر وغیرہ کے ہیں جیسا کہ فرمایا سب لوگ حبل اللہ کے ساتھ تمسک کرو اور نماز کو قائم رکھو۔ اور زکوٰۃ دو۔ اور تم سب پر بلا استثناء روزے فرض کئے گئے ہیں اور یہ قانون کلی شارع کی طرف سے ہے جیسا کہ رسولؐ اور ان کے اصحاب نے

۱ قذف محصنات [illegible] سے فسق صاحب کبیرہ پر ہی اطلاق ہوتا ہے دوسرا امر یہ ثابت ہوتا ہے کہ

قد حدوا البدريين الذين شربوا الخمر او قذفوا المحصنات وغير ذالك وما من امر شرعي يستثنى منه الانبياء في الاكثر ولما جاء في كنز العمال عن ابن عباس مرفوعاً من صام رمضان ايماناً واحتساباً غفر له ما تقدم من ذنبه وما تاخر رواه الخطيب. ولما قال الحافظ في الفتح تحت قوله، من قام رمضان ايماناً واحتساباً غفر له ما تقدم من ذنبه الحديث زاد قتيبة عن سفيان عند النسائي وما تاخر وكذا زادها حامد بن يحيےٰ عند قاسم بن اصبغ والحسين بن الحسن المروزي في كتاب الصيام له وهشام بن عمار في الجزء الثاني عشر من فوائده ويوسف بن يعقوب النجاحي في فوائده كلهم عن ابن عيينة وو ردت هذه الزيادة من طريق ابي سلمة من وجه آخر اخرجها احمد من طريق عامر بن سلمة عن محمد بن عمرو عن ابي سلمة عن ابي هريرة وعن ثابت وعن الحسن كلاهما عن النبي ﷺ ووقعت هذه الزيادة من رواية مالك نفسه اخرجها ابو عبد الله الجرجاني في اماليه من طريق بحر بن نصر عن ابن وهب عن مالك ويونس عن الزهري (الى ان قال) وقد ورد في غفران ما تقدم وما تاخر من الذنوب عدة احاديث جمعتها في كتاب مفرد فقد استشكلت هذه الزيادة من حيث ان المغفرة تستدعي سبق شئ يغفر والمتاخر عن الذنوب لم يأت فكيف يغفر والجواب عن ذلك ياتي في قوله حكاية عن الله تعالیٰ انه قال في اهل بدر اعملوا ما شئتم فقد غفرت لكم ومحصل الجواب انه قيل انه كناية من حفظهم من الكبائر فلا تقع منهم كبيرة بعد ذلك وقيل ان معناه ان ذنوبهم تقع مغفورة وبهذا اجاب جماعة

بدری لوگوں کو شراب پینے اور دشنام دہی محصنات وغیرہ کی حد لگائی اسکے علاوہ امور شرعیہ سے انبیاء بھی مستثنیٰ نہیں ہیں۔ اور اسلئے بھی یہ قول ضعیف ہے کہ کنز العمال جلد ۴ صفحہ ۲۹۷ میں ابن عباس سے مرفوعاً روایت ہے کہ جس نے روزے رمضان شریف کے ایمان اور رضا جوئی خدا کیلئے رکھے تو اس کے گذشتہ اور آئندہ گناہ سب بخشے جائینگے اس کو خطیب نے روایت کیا۔ اور اسلئے کہ حافظ ابن حجر نے فتح الباری جزو ۴ صفحہ ۲۱۵ میں تحت حدیث من قام رمضان الخ کے لکھا ہے یعنی جسنے ایمان اور ثواب کیلئے رمضان کی راتوں میں نوافل ادا کئے تو اسکے گذشتہ گناہ معاف ہو جائینگے۔ الخ اور قتیبہ نے سفیان سے نسائی کی روایت میں زیادہ کیا کہ نیز جو آئندہ گناہ ہوں وہ بھی بخشے جائیں گے اور اسی طرح زیادہ کیا اس روایت قاسم بن اصبغ وحسین بن حسن مروزی نے کتاب الصیام میں اور ہشام بن عمار نے جزء بارہ۱۲ اپنے فوائد میں اور یوسف بن یعقوب نجاحی نے فوائد اپنے میں کلہم نے ابن عیینہ سے روایت کیا ہے اور یہ زیادتی طریق ابی سلمہ سے دوسرے اسناد سے بھی آئی ہے جس کو احمد نے طریق عامر بن سلمہ وابن سلمہ عن ابی ہریرہ اور ثابت وحسن سے دونوں نے نبی ﷺ سے روایت کیا اور یہ زیادتی روایت مالک سے بھی ہے جس کو ابو عبد اللہ جرجانی نے امالی میں بحر بن نصر سے اس نے ابن وہب عن مالک ویونس عن الزہری کے روایت کیا (تا اینکہ کہا) اور تحقیق بخشش پہلے اور پچھلے گناہوں کے لئے بہت احادیث وارد ہیں جن کو میں نے ایک علیحدہ کتاب میں جمع کر دیا ہے اور مشکل سمجھی گئی ہے یہ زیادتی اس طرح کہ بخشش چاہتی ہے کسی جرم گذرنے کو جو بخشا جائے اور جو گناہ نہیں آئے وہ کس طرح بخشے جائیں اور جواب اس کا قول رسول میں آئے گا جو حکایتہً اللہ تعالیٰ سے بیان ہوا کہ اہل بدر کے حق میں فرمایا جیسا چاہو کرو پس تحقیق میں نے تمہارے لئے بخش دیا ہے اور حاصل جواب کا یہ ہے کہ کہا جائے تحقیق اس سے مراد کبیرہ گناہوں سے بچالینا ہے اور کوئی گناہ اس کے بعد وقوع میں نہ آئے گا اور کہا گیا ہے کہ معنے یہ ہیں کہ گناہ واقع ہو تو بخشش بھی ساتھ ہی واقع ہو جاتی ہے اور یہی جواب ایک جماعت نے دیا

سے دلیل الطالب علی ارجح المطالب مطبوعہ بھوپال مولفہ سید صدیق حسن خان قنوجی صفحہ ۹۳۱ لغایت صفحہ ۹۶۶ میں چند اعمال درج کئے ہیں جن پر وعدہ مغفرت ذنوب ما تقدم وما تاخر کا احادیث صحیحہ میں آیا ہے مثل اسباغ وضوء واجابت مؤذن، وتوافق تامین وصلوٰۃ الضحیٰ وفضل المراۃ بعد صلوٰۃ الجمعہ وفضل صلوٰۃ التسبیح وقیام رمضان وقیام عشرہ اخیر رمضان۔ وفضل صوم یوم عرفہ واہلال من المسجد الاقصیٰ وفضل حج مبرور وصلوٰۃ مقام ابراہیم ونظر الیٰ بیت اللہ وقراءۃ آخر سورت حشر وتعلیم قرآن اولاد کو وفضیلت تسبیح وتکبیر وتہلیل وقول الاعمیٰ وفضیلت مصافحہ باسانید خود وفضیلت حمد بعد از لباس وطعام بروایت ابو داؤد وغیرہ باسانید حسنہ وغیرہ اعمال صالحہ بیان کئے جن سے ثابت ہوا کہ اہل بدر وشجرہ وغیرہ سب کا حال بعینہٖ یہی ہے تا قابل غور ہوگا اور اس قسم کے کلمات بعض احادیث میں

منہم الماوردی فی الکلام علی حدیث صیام عرفة وانه یکفر سنتین سنة ماضیة وسنة آتیة انتہیٰ۔ قال فی الفتح قد استشکل قوله اعملوا ما شئتم فان ظاهره للاباحة وهو خلاف عقیدة الشرع واجیب بانه اخبار عن الماضی ای کل عمل کان لکم فهو مغفور ویؤیده انه لوکان لما یستقبلونه من العمل لم یقع بلفظ الماضی ویقال فساغفره لکم وتعقب به لوکان للماضی لما حسن الاستدلال به فی قصة حاطب لانه ؐ خاطب به عمر منکرا علیه ما قال فی امر حاطب وهذه القصة کانت بعد بدر بست سنین واللفظ الماضی مبالغة فی تحقیقه (ثم قال) فیه (ای قول عدم وقوع الذنب منهم) نظر ظاهر لما سیاتی فی قصة قدامة بن مظعون حین شرب الخمر فی ایام عمر وحدّه فهاجر بسبب ذلک فرای عمر فی المنام من یامره بمصالحته وکان قدامة بدریًا۔ وفیه وقد استشکلت اقامة الحد علی مسطح بقذف عائشة مع انه من اهل بدر۔ وفیه استعمله (ای قدامة) عمر علی البحرین

ان سے علامہ ماوردی بھی ہے اسنے کلام صیام عرفہ کے اندر لکھا ہے کہ وہ دو سال کے گناہ معاف کرا دیتے ہیں۔ ایک سال گذشتہ اور ایک سال آئندہ کے۔ انتہیٰ۔ ابن حجر نے فتح الباری جلد ۸ صفحہ ۴۱ میں کہا کہ تحقیق قول نبیؐ کا جو چاہو کرو مشکل سمجھا گیا ہے کیونکہ تحقیق ظاہر اس حکم کا مباح کرنے سب چیز کے لئے ہے اور یہ خلاف عقیدہ شریعت کے ہے اور جواب یہ دیا گیا ہے کہ گذشتہ کی خبر ہے یعنی جو عمل تمہارے پہلے تھے وہ بخشے گئے ہیں اور اس کی مؤید یہ بات ہے کہ آئندہ کے لئے ہوتا تو لفظ ماضی کا واقع نہ ہوتا اور اس طرح ہوتا کہ آئندہ کے گناہ بھی قریبا بخش دوں گا اور اس پر پھر اعتراض کیا گیا ہے کہ اگر ماضی کے معنے لئے جائیں تو قصہ حاطب میں اس سے دلیل پکڑنی خوب نہ ہوگی جس میں عمر کو مخاطب کر کے نبیؐ نے اس پر انکار کے طور پر فرمایا جو کچھ اس نے حاطب کے حق میں کہا تھا اور یہ قصہ بدر کے چھ سال بعد میں واقع ہوا اور لفظ ماضی مبالغہ تحقیق وقوع کے لئے آیا ہے (پھر کہا) اس میں (یعنی قول ان سے نہ واقع ہونے گناہ میں) ظاہر اعتراض ہے جو قصہ قدامہ بن مظعون میں آئیگا جب اس نے زمانہ عمر میں شراب پی اور عمر نے اس کو حد لگائی تو وہ عمر سے ترک تعلقات کر کے اسی ناراضگی سے باہر چلا گیا عمر نے خواب میں کسی کو دیکھا کہ قدامہ سے صلح کرنیکا امر کرتا ہے تب صلح کی اور قدامہ بدری تھا (کذا فی الاستیعاب) اور اسی فتح الباری جلد ۸ صفحہ ۹۴ میں ہے کہ تحقیق مشکل سمجھی گئی ہے مسطح پر دشنام دہی عائشہ میں حد مارنی کیونکہ وہ اہل بدر سے تھا اور اسی فتح الباری جلد ۸ صفحہ ۲۱ میں ہے قدامہ کو عمر نے بحرین پر عامل بنایا تھا

سلہ جب لفظ ماضی سے زمانہ ماضی کے گناہ معاف ہونے پر اور معنیٰ وقوع تحقیقی پر بھی اعتراض باقی رہتا ہے تو اعملوا ما شئتم پر علمائے سفیان کیوں ناز کرتے ہیں اور معلوم نہیں کہ مکلفین کو کس طرح تکالیف شرعیہ سے مستثنےٰ کرتے ہیں اور جلد ذنوب مغفور ہونے ہوئے بدریوں کو پھر محدود فی الخمر و محدود فی القذف کیوں بنلاتے ہیں۔ مگر درحقیقت کذب ظاہر ہو ہی جاتا ہے جیسا کہ حدیث اعملوا ما شئتم وضع کر کے خود اہل تسنن معنے سمجھانے میں حیران و سرگردان بلکہ قطعاً عاجز ہیں ۱۲ مترجم سلہ قدامہ بن مظعون کے ترجمہ میں مؤلف استیعاب جلد ۳ صفحہ ۲۵۰ پر لکھتے ہیں کہ قدامہ بہمراہی عثمان و عبداللہ برادران خود حبشہ کیطرف ہجرت کر گیا تھا پھر بدر اور باقی جنگوں میں حاضر ہا اصابہ مع استیعاب جلد ۳ صفحہ ۲۲۰ میں ہے کہ قدامہ بن مظعون سابقین اولین سے تھا جس نے دو ہجرتیں کیں اور بدر میں شامل تھا۔ اسی طرح کنز العمال جلد ۳ صفحہ ۱۰۶ میں ہے قدامة خال حفصة۔ کنز العمال (قدامہ حفصہ کا ماموں تھا۔ حضرت عمر کا سالا او) حدیث آخری صفحہ ۱۴۳ بحوالہ مشکوٰۃ بخاری طبع مصر جلد ۸ صفحہ ۱۸۳ و مسلم جلد ۲ صفحہ ۳۵۰ میں بھی بلفظ ہے نیز بلفظ اعمل ما شئت فقد غفرت لک صحیح مسلم میں ہے اور مثل مشکوٰۃ کے منہاج السنۃ ابن تیمیہ طبع مصر جلد ۳ صفحہ ۱۰ میں ہے۔ نیز مشکوٰۃ فصل اول و ثانی باب اول بیان ایمان میں بخاری و مسلم کی احادیث سے ثابت ہے کہ جو لا الہ الا اللہ کی شہادت دے یا توحید و نبوت کی تو داخل جنت ہوگا خواہ زنا کرے یا چوری کرے تو اس سے یہ کب ثابت ہوتا ہے کہ اعمال اس کو معاف ہیں جو چاہے سو کرے۔ حاشیہ بخاری مطبوعہ مصر جلد ۲ صفحہ ۱۰۶ جو علامہ سندی نے بخاری پر لکھا ہے اس میں بھی حدیث اعملوا ما شئتم پر لکھا ہے۔ ولیس المقصود به الاذن لهم فی المعاصی کیف شاؤا واللہ تعالیٰ اعلم انوار الاخبار جلد ۲ صفحہ ۳۰ مترجم کہتا ہے ہمارے زمانہ میں جہاں اور غلط فہمیاں پھیلی ہیں وہاں ایک یہ بلا بھی پھیلی ہے کہ جس شخص نے آنحضرتؐ کو صرف

(باقی حاشیہ بر صفحہ ۱۴۳)

وکان شہد بدرا وھو خال حفصۃ (وھکذا فی البخاری) وقد اوردھا عبد الرزاق فی مصنفہ عن معمر عن الزھری فزاد فقدم الجارود العقدی علی عمر فقال ان قدامۃ سکر فقال من یشھد معک قال ابو ھریرۃ فشھد ابو ھریرۃ انہ راہ سکران یقیئ فارسل الی قدامۃ فقال لہ الجارود اقم علیہ الحد فقال لہ عمر اخاصم انت ام شاھد فصمت ثم عاودہ فقال لتمسکن اولا سوءنک فقال لیس فی الحق ان یشرب ابن عمک وتسوءنی (الی ان قال) ثم امر بہ فجلد فغضبہ قدامۃ الخ وذکرہ فی ازالۃ الخفا عن المحب الطبری مفصلا ومطولا۔ وفی البخاری عن ابی ھریرۃ قال سمعت رسول اللہ قال ان عبدا اصاب ذنبا وربما قال اذنب ذنبا فقال رب اذنبت (الی ان قال فی الثالثۃ) قال اللہ غفرت لعبدی ثلاثا فلیعمل ما شاء۔ مشکوٰۃ باب الاستغفار اقول قد ظھر وضعہ ونسجہ کنسج العنکبوت

اور یہ قدامہ بدر میں حاضر تھا اور وہ حفصہ بی بی دختر امیر عمر کا ماموں تھا راصل صحیح بخاری میں اسی طرح ہے) اور شرح میں ابن حجر نے کہا ہے اور تحقیق اس روایت کو عبد الرزاق نے اپنے مصنف میں معمر سے اس نے زہری سے لکھا ہے اور یہ زیادہ کیا کہ جارود عقدی سے عمر کے پاس آیا اور کہا تحقیق قدامہ شراب سے مخمور ہے پس عمر نے کہا تیرے ساتھ اور کون شہادت دیتا ہے اس نے کہا ابو ہریرہ بھی گواہ ہے پھر ابو ہریرہ نے گواہی دیدی کہ میں نے اُس کو مست دیکھا ہے اور شراب کی قے کر رہا تھا تو عمر نے قدامہ کی طرف کسی کو بھیجا اور جارود نے عمر کو کہا کہ اس پر حد قائم کرو عمر صاحب نے کہا کیا تو جھگڑا کرنے آیا ہے یا صرف گواہ ہے پھر خاموش ہو گیا پھر جارود نے کہا کہ حد قائم کر امیر عمر نے کہا کہ تو اس جھگڑے سے باز آجا ورنہ میں تم سے بُرا سلوک کرونگا جارود نے کہا اس کا تجھے کوئی حق نہیں کہ شراب تیرا بھائی پیئے اور بُرا سلوک تو مجھ سے کرتا ہے وغیرہ لکھا اخیر عمر صاحب نے حکم دیا اور قدامہ کو حد لگائی گئی اور اسی وجہ سے قدامہ عمر پر غضب ناک ہو گیا اور شاہ ولی اللہ نے اس مضمون کو ازالۃ الخفا مقصد ۲ صفحہ ۱۵۲ میں محب طبری کے حوالہ سے مفصلاً و طویلاً لکھا ہے اور بخاری میں ابی ہریرہ سے روایت ہے کہا میں نے سنا ہے رسول اللہ سے فرمایا تحقیق بندہ گناہ کرتا ہے اور کہتا ہے خدایا میں نے گناہ کیا ہے (تا آخر تیسری دفعہ کہا) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میں نے اپنے بندے کو بخش دیا ہے تین دفعہ اسی طرح فرمایا پس جو عمل چاہے کرے۔ مشکوٰۃ باب الاستغفار صفحہ ۱۹۶ بروایت بخاری و مسلم۔ (اقول مؤلف) اب میں کہتا ہوں کہ اس قول کا موضوع اور بناوٹی ہونا ثابت ہو چکا اور یہ وہ اسکا مثل جالے مکڑی کے ہے

(بقیہ حاشیہ ص ۱۴۲) دیکھ لیا ہو گو وہ آپ سے ذرا بھی محبت و الفت نہ رکھتا ہو نہ آپکے اہل بیتؑ سے بلکہ انکا قاتل و دشمن ہو اس کی صحابہ کی طرح تعظیم و تکریم ضرور جانتے ہیں حقیقت میں صحابی وہ ہے جس نے آپکے حقوق صحبت کو ادا کیا ہو آپکے وفات کے بعد آپ کی آل اور اولاد کا عاشق اور محب رہا ہو۔ (نوٹ) بعض کہتے ہیں شیعہ کی کتاب میں بھی یہ روایت ہے پھر کیوں نہیں مانتے۔ اور مجمع البیان طبرسی سے روایت پیش کرتے ہیں۔ ہمنے ابطال الاستدلال میں ظاہر کیا ہے کہ مجمع البیان کا نام اس پر دال ہے اور اس کے مطالعہ کرنے والے پر روشن ہے کہ طبرسی نے اس میں سنیوں اور شیعہ کی روایات تفسیر قرآن کو جمع کیا ہے شیعہ کے لئے ائمہ اہل بیت سے روایات لکھی ہیں اور سنیوں کے لئے ان کے علماء و رواۃ سے لکھی ہیں یہ اعملوا ما شئتم مقاتل بن حیان کی روایت سے اور بخاری و مسلم سے لکھی ہے جو درمنثور سیوطی وغیرہ میں بعینہ درج ہے نہ کہ شیعہ کے نزدیک مقبول ہے مجمع البیان موجود ہے ہر عربی خواندہ اس کو دیکھ کر فیصلہ کر سکتا ہے اور احتجاج طبرسی صفحہ ۹۰ میں جناب امیرؑ سے اصحاب جمل کی مذمت میں بہ تصریح بدریوں اور عشرہ مبشرہ کی تردید اور ان میں سے ناری ہونا مروی ہے ۱۲ مترجم کذا بعینہ فی الاصابہ جلد ۳ صفحہ ۲۲۵ الی اخر القصہ وکذا فی الاستیعاب علی ہامش الاصابہ صفحہ ۲۵۹ ۱۲ مترجم اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ ہر گنہگار استغفار کنندہ کیلئے وہی الفاظ وارد ہوئے ہیں جو بدریوں کے واسطے وارد ہیں پھر یا تو عامۃ الناس سب مغفور و مبشر بالجنۃ ہیں یا سب کو ترغیبی طور پر کہا گیا ہے بشرطیکہ حدیث کو صحیح تسلیم کیا جاوے اور اصل مدار خاتمہ پر ہے یہ ہرگز مقصود نہیں کہ فلاں کام کے بعد جملہ تکالیف شرعیہ ساقط ہو جاتی ہیں۔ درمنثور جلد ۲ صفحہ ۷۷ میں باسناد عبد بن حمید و بخاری و مسلم ابو ہریرہ سے مرفوعاً مروی ہے جو شخص گناہ کر کے ایک دفعہ پھر دوسری دفعہ پھر تیسری دفعہ استغفار کرتا ہے تو تیسری دفعہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میں نے اپنے بندے کو بخش دیا ہے جو چاہے سو کرے۔

وھکذا الحال قولھم خیر القرون قرنی ثم الذین یلونھم الخ فی الصواعق قال ابو عمرو (ابن عبد البر) وخبر خیر الناس قرنی لیس علٰی عمومہ لانہ جمع المنافقین واھل الکبائر الذین قام علیھم وعلٰی بعضھم الحدود۔ انتہٰی۔ وصحح الحاکم وحسن غیرہ خبر یارسول اللہ ص ھل احد خیر منا اسلمنا معک وجاھدنا معک قال قوم یکونون من بعدکم یؤمنون بی ولم یرونی اخرج الانصاری عن انس ان رسول اللہ ص قال یا ابا بکر لیت انی لقیت اخوانی فقال ابوبکر یا رسول اللہ ص نحن اخوانک قال لا انتم اصحابی اخوانی الذین لم یرونی وصدقوا بی واحبونی حتی لانی احب الی احدھم من ولدہ و والدہ قالوا یا رسول اللہ ص انحن اخوانک قال لا انتم اصحابی۔ انتہٰی من الصواعق۔ روی الترمذی عن انس مثل امتی مثل المطر لا یدری اولہ خیر ام اخرہ مشکوٰۃ باب ثواب ھذہ الامۃ روی احمد عن ابی امامۃ مرفوعا طوبی لمن رانی وطوبی سبع مرات لمن لم یرنی وامن بی مشکوٰۃ وفی الدر اخرج البزار وابو یعلٰی والمرھبی فی فضل العلم

اور یہی حال ہے ان کے قول کا کہ حضرتؐ نے فرمایا اچھا قرن میرا قرن پھر جو اسکے متصل ہوگا الخ[1]۔ صواعق محرقہ صفحہ ۱۲۱ میں ہے ابو عمرو ابن عبد البر نے کہا ہے کہ حدیث خیر القرون قرنی عام حکم نہیں رکھتی کیونکہ اس میں منافقین[2] بھی اور اہل کبائر جن پر حدود[3] قائم ہوئیں نیز شامل ہیں۔ انتہٰی اور صحیح کہا حاکم نے اور حسن کہا غیروں نے اس حدیث کو کہ عرض کی گئی یارسول اللہ کیا کوئی ہم سے بھی بہتر ہوگا ہم آپ کے ساتھ اسلام لائے اور ہم نے آپ کے ساتھ ہو کر جہاد کیا تو رسول صلعم نے فرمایا کہ وہ بہتر ہیں جو تمہارے بعد ایک قوم میرے ساتھ ایمان لائے گی اور حالانکہ انہوں نے مجھے دیکھا بھی نہیں ہوگا اور انصاری نے انس سے روایت کی ہے تحقیق رسول اللہ نے فرمایا اے ابا بکر میری آرزو ہے کہ میں اپنے بھائیوں سے ملتا پس کہا ابوبکر نے یارسول اللہ بھائی تو آپ کے ہم ہیں فرمایا نہیں تم میرے ساتھ رہنے والے اصحاب ہو بھائی میرے وہ ہیں جنہوں نے مجھے دیکھا نہیں اور میری تصدیق کی اور مجھے دوست رکھا اس حد تک کہ میں ان کے نزدیک ان کے بیٹے باپ سے زیادہ محبوب ہوں دیگر صحابہ نے پھر عرض کی ہم بھی آپ کے بھائی ہیں فرمایا نہیں تم میرے پاس رہنے والے اصحاب ہو۔ انتہٰی صفحہ ۱۲۸ صواعق محرقہ طبع مصر۔ ترمذی نے انس سے روایت کی ہے نبیؐ نے فرمایا امت میری کی مثل بارش کی ہے یہ معلوم نہیں ہو سکتا کہ اول اس کا اچھا ہے یا آخر اس کا (مشکوٰۃ صفحہ ۵۷۵ باب ثواب ہذہ الامۃ) اور احمد نے ابی امامہ سے مرفوعاً روایت کی ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا خوشخبری ہے اس کے لئے جس نے مجھے دیکھا اور سات دفعہ خوشخبری اس کے لئے ہے جس نے مجھے دیکھا نہیں اور میرے ساتھ ایمان لایا (مشکوٰۃ ۵۷۵) اور در منثور جلد ۱ صفحہ ۲۶ میں ہے بزار و ابو یعلٰی و مرہبی نے فضیلت علم میں اور حاکم نے صحیح کہہ کر حضرت

[1] حدیث خیر القرون بخاری کتاب الشہادۃ باب لایشہد علی شہادۃ جور اذا اشہد جلد ۲ صفحہ ۹۳ طبع مصر و صفحہ ۱۷۸ میں ہے اس حاشیہ پر لکھا ہے خیریۃ القرن لا تستلزم خیریۃ کل واحد من احادہ کیف وقد کان فی القرن اھل النفاق وایضاً المراد ان کل تابعی افضل ممن بعدہ وکل من تبع التابعی خیر ممن بعدہ فافہم واللہ تعالٰی اعلم یعنی اس خیریت زمانہ سے اس زمانہ کے ہر فرد کی خیریت لازم نہیں کیونکہ اسی قرن اول میں اہل نفاق بھی موجود تھے وہ بعد کے مؤمنین سے کیسے افضل ہوں اور اس کا بھی کوئی قائل نہیں کہ ہر تابعی یا تبع تابعی اپنے مابعد سے افضل ہے۔ انتہٰی۔ اسی فلک النجاۃ کے مطالعہ سے معاویہ بن معاویہ سے صحابہ و تابعین کے اعمال کی وضاحت ہو سکتی ہے۔ اسی طرح علامہ خفاجی نے نسیم الریاض شرح شفا طبع مصر جلد ۳ صفحہ ۹۵ میں بتشریح لکھا ہے کہ ہر فرد ان قرون کا اچھا نہیں گذرا اور نہ یہ مراد ہے۔ انوار اللغۃ پ ۱۵ صفحہ ۱۰۵ میں بذیل حدیث ثم الذین یلونہم مولوی وحید الزمان لکھتے ہیں اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ ان زمانوں میں کا ہر شخص بعد کے زمانہ والوں سے بہتر ہوگا ورنہ لازم آئیگا کہ یزید پلید یا مسلم بن عقبہ یا حجاج بن یوسف جنید اور بایزید بسطامی سے افضل ہوں حالانکہ یہ صراحۃً باطل ہے ۱۲ مترجم۔ انتہٰی

[2] پس کس طرح وہ منافقین اور اہل کبائر تھے ان کے بعد کے متبعین نبیؐ اور پرہیزگاروں سے بہتر ہو سکتے ہیں ۱۲ مترجم۔

[3] ایضاً اس کی تائید میں دیکھو حاشیہ کتاب ہذا بیان ایمان حضرت ابی بکر مضمون شان مہاجرین و انصار کی تشریح ۱۲ مترجم۔

عن عمر ابن الخطاب قال کنت جالساً مع النبیؐ فقال انبئونی بافضل اهل الایمان ایماناً قالوا یا رسول اللهؐ الملائکة لهٗ قالوا الانبیاء ثم قالوا الشهداء ثم قالوا فمن یا رسول الله قال اقوام فی اصلاب الرجال یاتون من بعدی یؤمنون بی ولم یرونی ویصدقونی ولم یرونی یجدون الورق المعلق فیعملون بما فیه فهؤلاء افضل اهل الایمان واخرج مثله البیهقی فی الدلائل والاصبهانی فی الترغیب والطبرانی وابن ابی شیبة وابن عساکر واحمد والدارمی والبخاری فی تاریخه وابن حبان باسانیدهم. انتهی قال عبد العزیز الدهلوی در فتاواه. نه آنکه صحابه کلهم معصوم اند که وجهی از وجوه طعن ندشتند چه از بعضی شرب خمر ثابت شده چنانچه در مشکوٰة است وبارها آنحضرتؐ اقامت حدود برآنها کرده اند وازحسان بن ثابت ومسطح بن اثاثه قذف ثابت شده وبرآنها حد نیز جاری گشته وازماعز اسلمی زنا صادر شده ورجم گردیده. الخ وفی منهاج السنة لابن تیمیة الحنبلی والذی قتل عمار بن یاسر هو ابو الغاویة وقد قیل انه من اهل بیعة الرضوان ذکر ذلک ابن حزم فنحن نشهد لعمار بالجنة ولقاتله ان کان من اهل بیعة الرضوان بالجنة التیه. قال الحافظ فی الفتح خیر امتی قرنی واقتضی هذا الحدیث ان تکون الصحابة افضل من التابعین والتابعون افضل من اتباع التابعین لکن هل هذه الافضلیة بالنسبة الی المجموع او الافراد محل بحث. انتهی

عمر بن خطاب سے روایت کی ہے کہا اس نے میں نبی صلعم کے ساتھ بیٹھا تھا کہ نبی صلعم نے فرمایا خبر دو مجھے کہ سب سے افضل ایمان والے کون ہیں؟ عرض کیا یا رسول اللہ فرشتے ہیں پھر انہوں نے کہا پیغمبر ہیں پھر انہوں نے کہا شہید ہیں پھر انہوں نے کہا اچھا آپ فرما دیجئے یا رسول اللہ وہ کون ہیں تو فرمایا کہ لوگوں کی پشتوں میں قوم موجود ہے میرے بعد آئیں گے اور میرے ساتھ ایمان لائیں گے۔ اور حالانکہ مجھے انہوں نے دیکھا بھی نہ ہوگا اور بغیر دیکھے میری تصدیق کرینگے اور جو کچھ میری جانب سے احکام لکھے پائیں گے ان پر عمل کریں گے پس افضل ایمان والے وہ ہوں گے اسی طرح بیہقی نے دلائل النبوۃ میں اور اصبہانی نے ترغیب میں اور طبرانی و ابن ابی شیبہ و ابن عساکر و احمد و دارمی و بخاری نے تاریخ میں اور ابن حبان نے اپنے اسانید سے روایت کیا ہے۔ انتہی۔ عبد العزیز دہلوی نے اپنے فتاویٰ میں کہا ہے یہ نہیں کہ کل صحابہ معصوم ہیں اور ان پر کوئی وجہ طعن کی نہ ہو کیونکہ بعض ان میں سے وہ ہیں جن سے شراب خواری ثابت ہوئی ہے چنانچہ مشکوٰۃ میں ہے اور بارہا حدود ان پر آنحضرتؐ نے قائم کی ہیں اور حسان بن ثابت اور مسطح بن اثاثہ سے دشنام دہی ثابت ہے اور ان پر حد بھی جاری ہوئی اور ماعز اسلمیؓ سے زنا صادر ہوا ہے اور اس کو رجم کیا گیا الخ اور منہاج السنۃ مؤلفہ ابن تیمیہ حنبلی جلد ۲ صفحہ ۲۰۷ میں ہے جس شخص نے عمار بن یاسر کو قتل کیا وہ ابو الغاویہ ہے اور تحقیق کہا گیا ہے کہ وہ اہل بیعت رضوان سے ہے اس کو ابن حزم نے ذکر کیا ہے[۲] پس ہم عمار کے لئے بہشت کی شہادت دیتے ہیں اور اس کے قاتل کے لئے چونکہ اہل رضوان سے ہے نیز بہشت کی گواہی دیتے ہیں انتہی حافظ ابن حجر نے فتح الباری جلد ۲ صفحہ ۳۵۳ میں کہا ہے کہ خیر امتی قرنی کی حدیث مقتضی اس کی ہے کہ صحابہ تابعین سے اور تابعین اتباع تابعین سے افضل ہیں لیکن اگر غور کی جائے کہ یہ فضیلت بہ نسبت کل کے ہے یا فرد فرد کے ہے تو اس میں اعتراض ہے۔ انتہی۔

[۱] ترجمہ فتاویٰ عزیزی ج ۱ صفحہ ۲۴۳ میں بعینہ اس عبارت مندرجہ کا ترجمہ موجود ہے اور سرور عزیزی ترجمہ فتاویٰ عزیزی جلد ۱ صفحہ ۱۴۴ جواباً سوالات عشرہ میں شاہ عبد العزیز نے لکھا ہے۔ اور یقیناً معلوم ہے کہ بعضے صحابہ آنحضرت صلعم کے زمانہ میں کبیرہ کے مرتکب ہوئے ہیں مثلاً ماعز اسلمی کہ زنا کیا تھا اور حسان بن ثابت کہ حضرت عائشہ کے قذف میں شریک ہوئے الخ ۱۲ مترجم [۲] ایضاً منہاج السنۃ طبع مصر جلد ۳ صفحہ ۲۲۱ وجلد ۴ صفحہ ۱۰۱ میں ہے وان قاتل عمار بن یاسر هو ابو الغاویة وکان ممن بایع تحت الشجرة وهم السابقون الاولون ذکر ذلک ابن حزم وغیرہ یعنی اس جگہ ابن تیمیہ نے بالجزم لکھا ہے کہ وہ بیعت شجرہ میں داخل اور سابقین اولین سے تھا پھر قاتل عمار بھی وہی ہے اس کو ابن حزم وغیرہ نے ذکر کیا ہے اصابہ مع استیعاب جلد ۴ صفحہ ۱۵۱ میں باسناد مروی ہے ابو الغادیہ کہتا ہے بایعت رسول اللهؐ الخ نیز اس میں ہے قال البخاری ابو الغادیة الجهنی قاتل عمار له صحبة وسمع من النبیؐ اور استیعاب صفحہ مذکور میں مثل اصابہ کے ہے اور زیادہ لکھا وکان محباً فی عثمان وهو قاتل عمار بن یاسر یعنے حضرت عثمان کا محب اور قاتل عمار تھا کل اصحاب شجرہ چودہ سو تھے دیکھو منہاج السنۃ جلد ۴ صفحہ ۲۱۶ عقل سلیم کیسے تسلیم کر سکتی ہے۔ کہ سب ایک ہی مرتبہ کے مومن مخلص و متقی اور بہشتی تھے حالانکہ بعد بیعت کے حالات پوشیدہ نہیں۔ طلحہ و زبیر حضرت عثمان کے محاصرہ میں پانی لم شریک تھے اور خود عشرہ مبشرہ سے اور بدری تھے۔ دیکھو امامۃ والسیاسۃ طبع

[۳] اس جگہ حدیث بخاری کی ملاحظہ فرمائیے کہ عمار کو دوزخ کی طرف بلائیں گے اور عمار ان کو بہشت کی طرف بلائیگا اور وہ فرقہ باغیہ اس کو قتل کرے گا اور قتل کیا ہی

اقول وھو المستعان وعلیہ التکلان یرد تعمیمہ قولہ تعالیٰ یایھا الذین آمنوا مالکم اذا قیل لکم انفروا فی سبیل اللہ اثاقلتم الآیات الیٰ آخرھا وغیر ھؤلاء الدالۃ علیٰ تولیھم وسائر قبائحھم کما مر وایضا تعمیمہ یستلزم تفضیل یزید والحجاج وابن زیاد اذ فی الخمسین الاخیر کانت ولایۃ یزید وقتل الحسین وذریتہ وخیار شیعتہ واستباحۃ المدینۃ المکرمۃ وقلع ممبر النبی وھتک ساکنی حرمھا وقتل اکابر الصحابۃ والزنا بالجبر من ابکار اھلھا ومحاصرۃ مکۃ ورمی الکعبۃ و شرب الخمور وارتکاب الفجور وقتل المسلمین وسبی حریمھم ولعن علی علی المنابر وتسمیم الحسن ومنعہ عن الدفن فی روضۃ جدہ الاطہر والظلم الفاحش علیٰ عترۃ الرسول فی کل قرن وغیر ذالک وقد اتفق علیٰ ان کل صحابی لیس بمجتھد ولیس بمعصوم فظھر من ھذا وھن ھذا القول المشھور علیٰ السنتھم ان یقولوا کل کذا ۔ وکذلک حال قولھم عن النبی اصحابی کالنجوم بایھم اقتدیتم اھتدیتم فھو ایضا ضعیف بل موضوع لما بینا من اعمالھم ولمخالفتہ لحدیث الثقلین وھو متواتر وھذا ضعیف اوموضوع لما فی منھاج السنۃ فھذا الحدیث ضعیف ضعفہ ائمۃ الحدیث قال البزار ھذا حدیث لا یصح من رسول اللہ ولیس ھو فی کتب الحدیث المعتمدۃ ۔ ولما فی شرح مسلم الثبوت من بحر العلوم عبد العلی اللکھنوی ھذا الحدیث فلم یعرف قال ابن حزم فی رسالۃ الکبریٰ مکذوب موضوع باطل وکذا قال احمد والبزار

(قول مؤلف رحمہ اللہ) میں کہتا ہوں اور اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کرتا ہوں اور اسی پر توکل ہے کہ اس حدیث کے تعمیم معنے کو قول اللہ تعالیٰ کا رد کرتا ہے ایمان دارو کیا ہے تمہارے لئے جب تم کو کہا گیا کہ خدا کے راستہ میں جنگ کے لئے نکلو تو تم گرانی سمجھ کر سستی کرتے ہو الخ وغیرہ آیات جو جنگ سے بھاگ گئے وغیرہ افعال پر دال ہیں نیز تعمیم حدیث کی مستلزم ہے افضلیت یزید وحجاج وابن زیاد کو کیونکہ قرن[۱] اوّل کے اخیر میں بادشاہی یزید کی تھی اور قتل امام حسینؑ معہ ذریت طاہرہ اور متقین شیعہ امام کا یزید نے مباح کر دیا تھا نیز مدینہ مکرمہ میں محرمات کو حلال کر دیا اور ممبر نبویؐ کی بے ادبی کرنا اور ہتک ساکنان مدینہ اور قتل مشہور صحابہ کا اور زنا بالجبر باکرہ عورتوں کی عصمت میں خلل انداز اور محاصرہ مکہ معظمہ اور کعبہ شریف کو سنگسار کرنا اور شراب پینے اور باقی سب اقسام گناہ کا جائز بنانا اور قتل مسلمین ظہور میں آئے اور ان کی مستورات کا قید کرانا اور ممبروں پر حضرت علیؑ کو لعنت کرنا اور امام حسنؑ کو زہر دلانا اور پھر دفن نعش اطہر کا ان کے جد امجد کے روضہ سے رد کرنا اور ظاہر ظلم عترت رسولؐ پر ہر قرن میں ہوتا رہنا وغیرہ کیا خوبی قرن اوّل کی دلیل ہے اور اس پر اتفاق ہو چکا ہے کہ کل صحابی مجتہد بھی نہیں اور نہ معصوم ہیں تو ظاہر ہوا کہ یہ لوگوں کا قول ضعیف اور بہت سست ہے جو زبان زد ہو گیا ہے مگر حقیقت میں جھوٹ کہتے ہیں (کہ ہر فرد قرن اول کا متاخرین سے بہتر ہے) اور اسی طرح ان کے اس قول کا حال ہے جس کو نبیؐ کی طرف منسوب کرتے ہیں کہ حضرتؐ نے فرمایا ہے میرے اصحاب ستاروں کی مانند ہیں جس کی پیروی اور اقتداء کرو ہدایت پا گے تو یہ بھی ضعیف بلکہ موضوع ہے کیونکہ ہم نے اعمال بعض صحابہ کے ابھی بیان کر دیئے ہیں (تو کیا ان اعمال والوں کی انہی اعمال میں اقتداء باعث ہدائیت ہو سکتی ہے؟ کوئی ذی عقل ہاں نہیں کہیگا) اور اس لئے کہ حدیث ثقلین متواتر ہے اور یہ حدیث ضعیف یا موضوع حدیث ثقلین کے مخالف مرجوح ساقط عن الاعتبار ہے کیونکہ منہاج السنۃ ابن تیمیہ میں ہے کہ حدیث اصحابی کالنجوم ضعیف ہے اس کو ائمہ حدیث نے ضعیف کہا ہے اور بزار نے کہا کہ یہ حدیث صحیح نہیں اور نہ کتب معتبرہ حدیث میں ہے اور شرح مسلم الثبوت بحر العلوم عبد العلی لکھنوی میں ہے کہ یہ حدیث معتبر معلوم نہیں ہوتی ابن حزم نے اپنے رسالہ کبرٰے میں کہا ہے کہ جھوٹی اور بناوٹی ہے اسیطرح احمد وبزار نے کہا۔

حدیث اصحابی کالنجوم کا بیان

انا علیہ واصحابی سے مراد کون صحابی ہیں

[۱] قرن اول کے اخیر اور پچاس آخری کے اول میں بادشاہت یزید کی تھی جو صدی اول اور خیر القرون سے ہے صحابہ رسول کے اس وقت موجود تھے اہل اسلام اس زمانہ کے خیر یا شر ہونے کو بخوبی سمجھ سکتے ہیں۔ ۱۲ مترجم۔

[۲] (حدیث اصحابی کالنجوم) اگر اس حدیث کو صحیح تسلیم کیا جائے تو ان صحابہ سے مراد اہل بیت رسول اور ان کے خالص تابع وفادار افراد ہیں چنانچہ امامیہ کی کتاب معانی الاخبار صفحہ ۵۰ میں امام صادقؑ بسلسلہ اپنے آباء واجداد کے روایت فرماتے ہیں کہ نبیؐ نے فرمایا میرے اصحاب سے مراد میرے اہل بیت ہیں اس سے اس حدیث کا مطلب بھی واضح ہو جاتا ہے جو تہتر فرقے امت کے بیان فرما کر انا علیہ و اصحابی ناجی فرقہ کے بیان میں فرمایا اور اگر کل صحابہ پیروی کے واسطے مراد ہیں تو معاویہ مع معاونین خود (باقی حاشیہ بر صفحہ ۱۴۸)

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۴۶) جن کا ذکر اسی کتاب فلک النجاۃ میں آچکا ہے اور جو معاونین یزید تھے سب کی متابعت باعث ہدایت ہو گا الا نکہ ان کے حالات پڑھنے سے کسی کو ان کی گمراہی کا شبہ نہیں رہتا۔ نیز ملاحظہ ہو امامیہ کی کتاب حیات القلوب جلد ۲ صفحہ ۵۸۸ شیخ طوسی بسند معتبر از حضرت امیر المومنین ؑ روایت کردہ است کہ آنحضرت ؐ فرمود کہ وصیت میکنم شمارا باصحاب پیغمبر شما کہ ایشاں را دشنام مدہید ایشاں اصحاب پیغمبر شما آنانند کہ بعد از وی بدعتے در دین پیدا نکردہ باشند و صاحب بدعت را پناہ ندادہ باشند الخ اور موضوعیت حدیث اصحابی کالنجوم بہ قول ابن حزم و بزار بحوالہ دراسات اللبیب مجموعہ ثلث رسائل عبد الحی موعظۃ الفکر فی بہجۃ الذکر مکہ حاشیہ ۲۶ میں منقول ہے اور عبقات الانوار حدیث مدینۃ العلم جلد ۲ صفحہ ۱۵۸ لغایت صفحہ ۲۵۷ میں موضوعیت اس کی ثابت ہے اور نسیم الریاض شرح شفا جلد ۲ صفحہ ۶۸ میں ہے اس حدیث کی کل اسنادیں ضعیف ہیں بلکہ ابن حزم کہتا ہے کہ یہ موضوع ہے جو ہم نے اوپر لکھا ہے۔ اور مولوی عبد الحی و دیگر بعض علماء کا قول ہے کہ بالمعنی یہ حدیث صحیح ہے اگر صحت تسلیم ہو تو معنی وہی صحیح ہے جو ہم نے اوپر لکھا ہے اور ابھی لکھا جائیگا اور نوار اللغۃ پ ۱۲ ص ۱۸ میں محدث وحید الزمان صاحب لکھتے ہیں یہ حدیث ضعیف اور منکر ہے بلکہ بعضوں نے اس کو موضوعات میں شریک کیا ہے اور اس کا مطلب بھی صحیح نہیں ہو سکتا۔ یہ بھی ایک دلیل ہے اس کے موضوع ہونے کی کیونکہ بعض صحابہ نے ایسے برے کام کئے ہیں جو شرعاً اور عقلاً ہر طرح مذموم ہیں۔ مثلاً معاویہ کا بغاوت کرنا امام برحق سے لڑنا۔ ناحق خونی کرنا زیاد کو زبردستی اپنا بھائی بنا لینا۔ عمرو بن عاص کا محمد بن ابی بکر کو مردہ گدھے کی کھال میں ڈالکر جلوا دینا مغیرہ بن شعبہ کا یزید کی خلافت جمانا۔ تو ہر صحابی کی پیروی کیونکر ہدایت ہو سکتی ہے انتہی ۱۲ مترجم

قال عبد الحی اللکنوی فی رسالۃ تحفۃ الاخیار فی احیاء سنۃ سید الابرار حدیث اصحابی[۱] کالنجوم الخ معناہ صحیح و قال الشہاب الخفاجی فی نسیم الریاض شرح شفا قاضی عیاض رواہ من طرق کلہا ضعیفۃ حتی جزم ابن حزم بانہ موضوع و قال البزار لا یصح و قال البیہقی ہذا الحدیث مشہور المتن و اسانیدہ کلہا ضعیفۃ لم یثبت فیہ اسناد و فی الصواعق فی مسلم الثبوت و شرحہ لمولانا ولی اللہ اللکنوی حدیث خذوا شطر دینکم عن الحمیراء ای عائشۃ و اصحابی کالنجوم ضعیفان قال الذہبی ہو من الاحادیث الواہیۃ۔ والحاصل ان ہذا الحدیث قد خرجہ بالفاظ متقاربۃ جمع من اصحاب کتب الحدیث بطرق کلہا ضعیفۃ و قد اختلف فی کونہ موضوعاً انتہی ملخصاً و فی اعلام الموقعین لابن القیم حدیث اصحابی کالنجوم الخ قال ابن عبد البر باسنادہ عن محمد بن ایوب الصموت قال لنا البزار و اما ما یروی عن النبی ؐ اصحابی کالنجوم الخ ہذا الکلام لا یصح عن النبی ؐ الخ و اعلم انہ لا یستدل علی کمال الایمان بالفتوحات الملکیۃ منہ نقشا

اور عبد الحی لکھنوی نے رسالہ تحفۃ الاخیار فی احیاء سنۃ سید الابرار صفحہ ۱۰ میں لکھا ہے کہ حدیث اصحابی کالنجوم الخ کے معنے اگرچہ صحیح معلوم ہوتا ہے اور شہاب خفاجی نے نسیم الریاض میں جو شرح شفا قاضی عیاض کی ہے اس حدیث کو چند طرق سے روایت کیا ہے جو سب ضعیف ہیں حتیٰ کہ ابن حزم نے یقین کیا ہے کہ یہ موضوع ہے اور بزار نے کہا کہ صحیح نہیں اور بیہقی نے کہا یہ حدیث مشہور المتن ہے مگر اسناد اسکے سب ضعیف ہیں ایک بھی ثابت نہیں ہے اور صواعق میں ناقلاً مسلم الثبوت مع شرح اس کی مولانا ولی اللہ الکھنوی سے بیان کیا کہ حدیث نصف دین اپنے کو حمیرا یعنے عائشہ سے سیکھو اور حدیث اصحابی کالنجوم الخ دونوں ضعیف ہیں اور ذہبی نے کہا ہے کہ یہ حدیث احادیث واہیات سے ہے حاصل یہ کہ یہ حدیث مختلف الفاظ متقارب المعنے سے ہے جس کو ایک جماعت نے اصحاب کتب حدیث سے روایت کیا ہے مگر ایسے طرق سے کہ سب ضعیف ہیں بالتحقیق اس میں اختلاف کیا گیا ہے کہ یہ موضوع ہے۔ انتہی ملخصاً من تحفۃ الاخیار اور اعلام الموقعین مؤلفہ ابن قیم جلد ۲ صفحہ ۲۳۶ تک ہے حدیث اصحابی کالنجوم الخ ابن عبد البر نے اپنے اسناد سے محمد بن ایوب صموت سے روایت کی ہے کہ ہمیں بزار نے کہا روایت اصحابی کالنجوم الخ کا کلام نبی ؐ سے صحیح ثابت نہیں ہوئی۔ اور جاننا چاہیئے کہ کمال ایمان کا صرف ملکی فتوحات سے ثابت نہیں ہوتا

[۱] حدیث اصحابی کالنجوم کی ضعیت کے لئے مفصل بحث استقصاء الافحام جلد ۱ صفحہ ۴۸۷ لغایت ۵۰۱ میں ہے ۱۲ مترجم [۲] فی البدایۃ الخالص جلد ۲ صفحہ ۲۲۵ قلت حدیث النجوم ضعیف جداً ولم یصح عند اہل التحقیق یعنے حدیث اصحابی کالنجوم سخت ضعیف ہے اور محققین کے نزدیک صحیح نہیں ۱۲ مترجم

[۳] بعض حضرات کو یہ مغالطہ لگتا ہے کہ خلفاء ثلاثہ یا فلاں فلاں صحابیوں کے ذریعہ ملکی فتوحات ہوئی ہیں جن سے اسلام کی ترقی متصور ہوتی ہے اس واسطے خواہ وہ کچھ کر گئے ان پر زبان طعن نہ کھولنی چاہیئے ان کی تشفی خاطر کے واسطے یہ بحث لکھدی گئی ہے کہ کبھی دین کو اللہ تعالیٰ بذریعہ فاسق و فاجر

ولا یستدل بھا علی ان الفاتح مستحق للاقتداء بہ بحیث یھتدی بہ لانا نقول ان الفتوحات الملکیۃ مطلقا فلیست مما تدل علی کمال الایمان و دفع المدارج ولم یجعلھا النبی جزءً امنہ بل قد یقع ان اللہ یوید ھذا الدین بالرجل الفاجر کما فی کنز العمال عن ابی ھریرۃ مرفوعًا ان اللہ لیؤید ھذا الدین بالرجل الفاجر رواہ احمد فی مسندہ والنسائی ۔ وفیہ ان اللہ تبارک وتعالی لیوید الدین بالرجل الفاجر رواہ الطبرانی عن عمرو بن النعمان وان اللہ تبارک وتعالی یوید الدین باقوام لاخلاق لھم رواہ النسائی وابن حبان فی صحیحہ عن انس واحمد والطبرانی عن ابی بکرۃ و ان اللہ تبارک وتعالی لیؤید الاسلام برجال ماھم من اھلہ رواہ الطبرانی عن ابن عمر ۔ وفی الاتقان عن ابی موسی الاشعری قال نزلت سورۃ نحو براءۃ ثم رفعت وحفظ منھا ان اللہ سیوید ھذا الدین باقوام لاخلاق لھم فکذلک فی روضۃ الاحباب وفی البخاری عن سھل بن سعد الساعدی ان رسول اللہ التقی ھو والمشرکون فاقتتلو فلما مال رسول اللہ الی عسکرہ ومال الاخرون الی عسکرھم وفی اصحاب رسول اللہ رجل لا یدع لھم شاذۃ ولا فاذۃ الا اتبعھا یضربھا بسیفہ فقالوا ما اجزا منا الیوم احد کما اجزا فلان فقال رسول اللہ اما انہ من اھل النار فقال الرجل من القوم انا صاحبہ معہ کلما وقف وقف معہ واذا اسرع اسرع معہ قال فجرح الرجل جرحا شدیدا فاستعجل الموت فوضع نصل سیفہ بالارض وذبابہ بین ثدییہ ثم تحامل علی سیفہ فقتل نفسہ فخرج الرجل الی رسول اللہ فقال اشھد انک رسول اللہ قال وما ذالک قال الرجل الذی ذکرت انفا انہ من اھل النار (الی اٰخر قصۃ) فقال رسول اللہ عند ذالک ان الرجل لیعمل بعمل اھل الجنۃ فیما یبدو للناس وھو من اھل النار وان الرجل یعمل عمل اھل النار فیما یبدو للناس وھو من اھل الجنۃ

یعنی خدا اپنے دین کو فاسق و فاجر سے مدد پہنچا دیتا ہے

اور نہ اس سے اسپر دلیل پکڑی جا سکتی ہے کہ فاتح مقتداء ہونے کے قابل ہے اور اس سے ہدایت حاصل ہو سکتی ہے کیونکہ ہم کہتے ہیں تحقیق محض فتوحات ملکیہ رفع مدارج اور کمال ایمان کی دلیل نہیں اور نہ اس کو نبی ص نے جزء ایمان قرار دیا ہے بلکہ کبھی اس دین کو ایک فاسق سے مدد مل سکتی ہے جیسا کہ کنز العمال جلد ۱ صفحہ ۱۸ میں ابی ہریرہ سے مرفوعاً مروی ہے تحقیق اللہ تعالیٰ اس دین کو فاسق آدمی سے تائید اور مدد پہنچا دیتا ہے اس کو احمد نے مسند میں روایت کیا اور نسائی نے بھی روایت کیا اور اسی کے جلد ۵ صفحہ ۲۱۲ میں ہے تحقیق اللہ تبارک و تعالیٰ ضرور دین کو فاسق آدمی سے بھی امداد فرما دیتا ہے اس کو طبرانی نے عمر بن نعمان سے روایت کیا اور تحقیق اللہ تبارک و تعالیٰ تائید اس دین کی ایسی قوموں سے بھی کر دیتا ہے جن کے افعال ناگفتہ بہ ہوتے ہیں اس کو نسائی و ابن حبان نے اپنے صحیح میں انس سے اور احمد و طبرانی نے ابی بکرہ سے روایت کیا اور تحقیق اللہ تبارک و تعالیٰ ضرور اسلام کی امداد ایسے اشخاص کے ذریعہ سے پہنچا دیتا ہے جو وہ اسکے لائق نہیں ہوتے روایت کیا اس کو طبرانی نے ابن عمر سے ۔ اور تفسیر اتقان جلد ۲ صفحہ ۲۵ میں ابی موسےٰ اشعری سے روایت ہے کہا ایک سورۃ مثل سورہ براءت کے اتری تھی پھر اٹھالی گئی مگر یہ آیت اس سے محفوظ رہ گئی کہ اللہ تعالیٰ اس دین کی امداد ایسے لوگوں کے ذریعہ کر دیتا ہے ۔ جن کے افعال اچھے نہیں ہوتے اور اسی طرح روضۃ الاحباب جلد ۱ صفحہ ۲۵۴ میں ہے ۔ اور صحیح بخاری[۲] مع فتح الباری مطبوعہ دہلی جلد ۳ صفحہ ۶ میں سہل بن سعد الساعدی سے روایت ہے کہ تحقیق رسول اللہ کو مشرکین سے جنگ کرنے کا اتفاق ہوا جب قتال کرنے لگے اور ایک دوسرے کی طرف لشکر والوں نے میلان کیا تو اصحاب رسول اللہ صلعم میں ایک شخص تھا جو کسی اکیلے یا اکٹھے کو نہیں چھوڑتا تھا مگر اسکے پیچھے جا کر تلوار سے اُسے مار دیتا تھا صحابہ نے کہا آج کے دن اتنا کافی کام ہمارا کسی نے نہیں کیا جیسا کہ اس شخص نے کر دکھایا ہے تو رسول اللہ ص نے فرمایا لیکن یہ شخص دوزخی ہے ایک شخص نے قوم میں سے کہا میں اسکے ساتھ رہونگا چنانچہ وہ اس کے ساتھ نکلا جب وہ کھڑا ہوتا تھا یا تیز چلتا تھا تو یہ اسکے ہمراہ رہتا تھا ہے پس وہ شخص سخت زخمی ہو گیا اور موت کو جلدی حاصل کرنے کیلئے تلوار کی نوک کو اپنے سینہ میں اور دستہ کو زمین پر رکھکر زور دیا اور خودکشی کر لی۔ وہ ساتھی اسکا رسول اللہ ص کے پاس آیا اور کہا گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے سچے رسول ہیں۔ حضور نے فرمایا کیا بات ہے کہا جس شخص کا ابھی ابھی آپنے ذکر فرمایا تھا کہ وہ دوزخی ہے اُس کا یہ ماجرا ہے (اور قصہ جیسا گذرا تھا اسنے ذکر کیا) تو اس وقت رسول اللہ ص نے فرمایا کہ آدمی لوگوں کی نظروں میں بہشتیوں کا کام کرتا رہتا ہے حالانکہ وہ درحقیقت دوزخی ہوتا ہے اور اسی طرح کبھی لوگوں کی نظر میں دوزخیوں کے کام کرتا رہتا ہے۔

[۱] دیکھو موسےٰ نبی پرورش فرعون کے گھر میں ہوئی جس سے گویا فرعون نے اسلام کی تائید اور مدد کی ۱۲ مترجم [۲] بخاری مطبوعہ مصر جلد ۲ صفحہ ۹۵/۹۶ و صفحہ ۱۱۲/۱۱۳ و جلد ۳ صفحہ ۳۱/۳۲ و جلد ۴ صفحہ ۹۵ و تحفہ اثنا عشریہ صفحہ ۲۱۶ میں بھی ہے ۱۲ ۔ مترجم ۔

وفیه ثم امر بلالا فنادی فی الناس انه لا ید خل الجنة الجنة الا نفس مسلم وان الله لیوید هذا الدین بالرجل الفاجر وهكذا
فی روضة الاحباب - وفی الخصائص للسیوطی - اخرج الشیخان فقال م اما انه من اهل النار فاعظم القوم ذلك فقالوا اینا
من اهل الجنة ان كان هذا من اهل النار - الحدیث - واخرج البیهقی عن زید بن خالد الجهنی ان رجلا من اصحاب رسول الله
توفی یوم خیبر فقال صلوا علی صاحبكم فتغیرت وجوه الناس لذلك فقال ان صاحبكم غل فی سبیل الله ففتشنا متاعه فوجدنا
خرزا من خرز الیهود ولا تساوی
درهمین - روی البخاری
عن ابی هریرة قال شهدنا
مع رسول الله م حنینا فقال
رسول الله م الرجل ممن
یدعی الاسلام هذا من
اهل النار - الحدیث - انتهی -
الا تری ان الفتوحات الملكیة
قد وقعت من الخلفاء بنی امیة
والعباسیة بغیر عدد وما لم
لا یخفی ولذکتب منها نموذجا
بعونه سبحانه قد فتحت
فی خلافة عبد الملك بن
مروان هرقلة وحصن سنان
من ناحیة المصیصة وفتحت
المصیصة واودیة من
المغرب وحصن تولق وحصن
الاخرم - وفتحت فی خلافة
الولید بن عبد الملك فتوحات
عظیمة افتتح الهند والاندلس
وبنی مسجد دمشق وفتحت
بیکند وبخاری وسردانیة
ومطمورة وقمیقم وبحیرة
الغرسان وجرثومة وطوانة
وجزیرة منورقة ومیورقة ونسف
وکش وشعرمان ومدائن
وحصون من اذربیجان واقلیم
الاندلس باسره ومدینة اردابیل دقتربون والدبیل والکرخ وبرهم وباجة والبیضاء وخوارزم وسمرقند والشفد وکابل و
فرغانة والشاش وسندرة والموقان ومدینة الباب وطوس وغیرها وفتحت فی زمنه الفتوحات العظیمة کایام عمر ابن الخطاب
(تاریخ الخلفاء بعینه) وفتح فی ایام سلیمان بن عبد الملك جرجان وحصن الحدید وسرداوشقا وطبرستان ومدینة السقالبة - وفی خلافة
هشام بن عبد الملك فتحت قیصریة الروم وخنجرة وحرسنة - وافتتح قونیة مروان الحمار - وفی خلافة المنصور فتحت طبرستان
وغیره - وفی خلافة الهارون الرشید فتحت مدینة دبسة وحصن الصفصاف وهرقلة وغیرها - وفی خلافة المامون فتحت حصن
قرة وماجد ودمشق وغیرها وفتح المعتصم ثمانیة فتوح -

اور اسی بخاری کے ص۱۳۱ میں ہے کہ حضرت ص نے بلال کو حکم دیا کہ لوگوں میں منادی کرے کہ کوئی شخص
بغیر مسلم کامل کے بہشت میں داخل نہیں ہوگا اور دین کو تو اللہ تعالیٰ گنہگار (بدکار) لوگوں کے ذریعے بھی مدد
پہنچا دیتا ہے۔ اسی طرح یہی قصہ روضۃ الاحباب جلد ا صفحہ ۵۳ ۴ میں بھی ہے۔ اور خصائص کبریٰ سیوطی
جلد ا ص۲۵۵ میں ہے کہ بخاری و مسلم نے اس قصہ کو روایت کیا کہ رسول ص نے فرمایا یہ دوزخی ہے تو لوگوں کو
بڑی تعجب خیز بات معلوم ہوئی اور کہنے لگے کہ ایسی حالت ہے کہ یہ دوزخی ہے تو پھر ہم میں سے بہشتی
کون ہے؟ الخ اور بیہقی نے زید بن خالد جہنی سے روایت کی ہے تحقیق ایک شخص اصحاب رسول اللہ
سے خیبر کے دن فوت ہوا اور رسول ص نے فرمایا جاؤ اپنے یار پر نماز پڑھو اس پر لوگوں کے چہرے تبدیل
ہو گئے (کہ حضرت خود کیوں نہیں پڑھتے) تو حضرت صلعم نے فرمایا کہ اس تمہارے یار نے خدا کی چیز
سے خیانت کی ہے۔ ہم لوگوں نے اس کا اسباب دیکھا تو یہود کے مہرہ ہا سے ایک خیانت شدہ مہرہ دیکھا
جو دو درہم کا بھی نہیں تھا۔ بخاری نے ابی ہریرہ سے روایت کی ہے کہا ہم رسول اللہ صلعم کے پاس
جنگ حنین میں حاضر ہوئے تو رسول اللہ صلعم نے ایک شخص مدعی اسلام کے لئے فرمایا کہ یہ دوزخیوں سے
ہے۔ آخر حدیث تک انتہے من الخصائص۔ کیا تو نہیں دیکھتا تحقیق فتوحات ملکیہ خلفاء بنی امیہ و
عباسیہ سے بے اندازہ واقع ہوئی ہیں اور ان کا حال کسی سے مخفی نہیں۔ اور ان فتوحات کا کچھ نمونہ
بعونہ تعالیٰ ہم لکھ دیتے ہیں جیسا کہ زمانہ عبد الملک بن مروان میں ہرقلہ اور قلعہ سنان مصیصہ کے
نواحی سے اور مصیصہ اور وادی مغربی اور قلعہ تولق و احزم فتح ہوئے تھے۔ اور خلافت ولید بن
عبد الملک میں بڑی فتوحات ہوئی ہیں جیسے ہند اور سندھ و اندلس کی فتح ہوئی اور اسنے مسجد دمشق
کو بنا کیا اور بیکند و بخارا و سردانیہ و مطمورہ و قمیقم و بحیرہ غرسان و جرثومہ و طوانہ و جزیرہ منورقہ
و میورقہ و نسف و کش و شعرمان و مدائن اور قلعے آذربیجان اور اندلس کی تمام ولایت اور مدینہ
اردابیل دقتربون و دیبل و کرخ و برہم و باجہ و بیضا و خوارزم و سمرقند و شغد و کابل و فرغانہ و
شاش و سندرہ و موقان و مدینۃ الباب و طوس وغیرہ بہت فتوحات عظیمہ اسکے زمانہ میں مثل
زمانہ عمر بن الخطاب کے حاصل ہوئی ہیں تاریخ الخلفاء صفحہ ۱۵۲-۱۵۳ بعینہ۔ اور ایام سلیمان
بن عبد الملک میں جرجان و قلعہ حدید و سرداوشقا و طبرستان و مدینۃ السقالبہ فتح ہوئے۔ اور
خلافت ہشام بن عبد الملک میں بادشاہی روم کی اور خنجرہ و حرسنہ کی فتح ہوئی۔ اور مروان الحمار
نے قونیہ کو فتح کیا۔ اور خلافت منصور میں طبرستان وغیرہ فتح ہوا۔ اور ہارون رشید کے زمانہ
میں شہر دبسہ اور قلعہ صفصاف و ہرقلہ وغیرہ فتح کیا گیا۔ اور خلافت مامون رشید میں قلعہ
قرہ و ماجد و دمشق وغیرہ۔ اور معتصم خلیفہ کے زمانہ میں آٹھ ملک فتح ہوئے۔

کما من تاریخ الخلفاء للسیوطی - لا یقال علی ما ذکرنا من ذکر بعض الصحابۃ بسوء انہ سب والسب نہی عنہ لانہ ﷺ قال لاتسبوا الاموات فانہم قد افضوا الی ما قدموا اخرجہ البخاری فی صحیحہ لانا نقول ان الحدیث لیس علی العموم بل ہو مقید بمن لیس اہلہ کما قال الحافظ فی الفتح وقد تقدم ان عمومہ مخصوص واصح ما قیل فی ذلک ان اموات الکفار والفساق یجوز ذکر مساویہم للتحذیر منہم والتنفیر عنہم وقد اجمع العلماء علی جواز جرح المجروحین من الرواۃ احیاءً و امواتاً - و فی الشرح للقسطلانی ہکذا بعینہ قال العلامۃ وحید الزمان فی المشرب الوردی نعم کلام وہو ان الشکل لا زم بدیہی الانتاج وقال اللہ تعالی ان الذین یؤذون اللہ ورسولہ لعنہم اللہ فی الدنیا والآخرۃ واعد لہم عذاباً مہیناً فاذا قلنا ان معاویۃ ویزید وعمرو ابن العاص وشمر وعمر بن سعد وسنان وخولی اذوا اللہ ورسولہ وکل من کان کذلک فہو ملعون ینتج انہم ملعونون ولہذا جوز بعض اصحابنا لعن یزید وامثالہ منہم امامنا احمد بن حنبل والمخلص من ہذہ الاشکال یعرف مما قدمنا بانہم ملعونون من جہۃ انہم اذوا اللہ ورسولہ وغیر ملعونین من جہۃ الایمان ولا منافاۃ فی ذلک اذ الاحکام تختلف باختلاف الحیثیات وبہ یرتفع نزاع الفریقین انتہی۔

یہ سب تاریخ الخلفاء سیوطی میں ہر خلیفہ کے ذکر میں مذکور ہے۔ (اور) یہ اعتراض نہ کیا جائے کہ جو بعض صحابہ کے افعال ذمیمہ لکھے گئے ہیں یہ سب یعنی کسی صحابہ کو دشنام یا گالی ہے اور وہ ممنوع ہے بفرمان لاتسبوا الخ یعنی مُردوں کو گالی نہ نکالو کیونکہ وہ اپنے اعمال کے پاداش کو پہنچ چکے ہیں۔ اس کو بخاری نے اپنے صحیح میں روایت کیا ہے۔ ہم یہ اعتراض اس واسطے نہیں کیا جا سکتا کہ حدیث عموم پر باقی نہیں بلکہ مقید ہے اس سے کہ اسکے حق میں کچھ نہ کہا جائے جو اسکے مستحق نہیں جیسا کہ حافظ ابن حجر نے فتح الباری مطبوعہ دہلی جلد ۵ حاشیہ میں لکھا ہے کہ پہلے گذر چکا ہے کہ تحقیق عموم اس کا مخصوص منہ البعض ہے اور بہت صحیح قول جو اس بارہ میں کہا گیا ہے یہ ہے کہ کفار یا فساق مُردوں کے بُرے افعال کا ذکر جائز ہے تاکہ لوگ ان کی پیروی نہ کریں اور ڈر جائیں اور اُن سے نفرت کریں جیسا کہ تحقیق علمائے جواز جرح رُواۃ مجروحین پر اجماع کیا ہے خواہ زندہ ہوں یا مردہ ہر وجہ جائز ہے کہ حال راویوں کا لکھا جائے کہ فلاں نیک اور سچا ہے اور فلاں بد اور جھوٹا ہے۔ اسی طرح شرح بخاری قسطلانی جلد ۲ صفحہ ۹۳ میں بعینہ موجود ہے۔ اور علامہ وحید الزمان نے المشرب الوردی صفحہ ۱۲۲ میں لکھا ہے باقی رہا یہ کلام جو شکل اول (بالظاہر) نتیجہ دینے والی کی صورت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے تحقیق وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کو ایذا دیتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کو دنیا و آخرت میں لعنت کرتا ہے اور اس نے عذاب خوار کرنے والا ان کے لئے تیار کیا ہے پس جب ہم کہیں کہ معاویہ اور یزید و عمرو بن العاص و شمر و عمرو بن سعد و سنان و خولی نے اللہ تعالیٰ و رسول اللہ کو رنج پہنچایا اور جو اس طرح کرے وہ ملعون ہوتا ہے تو نتیجہ یہ نکلا کہ وہ سب ملعون ہیں اور اسی واسطے ہمارے بعض اصحاب حدیث نے لعنت یزید اور ہم جنس اسکے کو جائز رکھا ہے ان اہل حدیث سے ہمارے پیشوا احمد بن حنبل بھی ہیں اور اس اعتراض سے خلاصی اس طرح ہے جو ہمارے سابق مضمون سے معلوم ہوتی ہے کہ وہ اس سبب سے لعنتی ہیں کہ انہوں نے اللہ و رسول کو پہنچائی نہ باعتبار ایمان کے اور اس میں کوئی کراہت نہیں کیونکہ اختلاف حیثیات سے احکام مختلف ہو جاتے ہیں اور اسی سے جھگڑا فریقین کا رفع ہو جاتا ہے۔ انتہی

۵۱ (لاتسبوا الاموات جرح میت) تیسیر الباری ترجمہ بخاری پ ۵ صفحہ ۸۹ باب ثناء الناس علی المیت میں ہے نبی ﷺ کے پاس سے ایک جنازہ گذرا۔ لوگوں نے اچھا نیک آدمی تھا حضرت نے فرمایا اس کے لئے جنت واجب ہو گئی۔ پھر دوسرا جنازہ گذرا تو لوگوں نے اسکی مذمت کی حضرت نے فرمایا اس کے لئے دوزخ واجب ہو گئی تم لوگ زمین میں اللہ کے گواہ ہو۔ انتہی۔ تو نبی ﷺ کے سامنے مردے کی برائی بیان ہوئی اور نبی ﷺ نے اس کا انکار جائز سمجھا۔ اس کے حاشیہ ۱ میں مولوی وحید الزمان لکھتے ہیں اور جو مُردوں کو بُرا کہنا دوسری حدیث میں منع ہے مگر مراد وہی مُردے ہیں جو مومن اور صالح ہوں۔ بخاری مع فتح الباری جلد ۲ صفحہ ۳۶ طبع دہلی میں حدیث لاتسبوا اصحابی فلو ان احدکم الخ کی شرح میں ابن حجر لکھتے ہیں فیہ اشعار بان المراد بقولہ اصحابی اصحاب مخصوصون والا فالخطاب کان للصحابۃ الخ (بعینہ لکھا) وغفل من قال ان الخطاب بذلک لغیر الصحابۃ الخ یعنے خطاب جب انہی صحابہ کو ہے تو بعض خواص صحابہ کی سب سے نہی فرمائی۔ اور جو کہتا ہے کہ غیر صحابہ کو خطاب ہے کہ صحابہ کو گالی نہ دیں وہ حقیقت معنے سے غافل ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ صحابہ میں سے جو افعال بد کے مرتکب ہوئے ان پر لعن و سب ممنوع نہیں خصوصاً وہ صحابہ جو خواص صحابہ بلکہ اہل بیت نبی ﷺ پر سب و لعن کرتے تھے۔

۵۲ یعنے لعنت جائز ہے اس اعتبار سے کہ انہوں نے ایذا یعنی گالی دی اور لعنت بوجہ ایمان کے جائز نہیں واقعی ایمان ایسا فعل نہیں کہ اس کے سبب سے لعن ہو مگر ایذا اللہ و رسول کی ضرور ایسا فعل ہے جس پر مطابق آیت کے لعنت کی جائے۔ ۱۲ مترجم۔

حدیث لاتسبوا الاموات کا بیان

معاویہ عمرو و یزید پر لعنت کی دلیل

حدیث لا تسبوا اصحابی کا مطلب

وقال الشیخ الدھلوی فی شرح المشکوٰۃ بذیل حدیث سباب المسلم فسوق وقتاله کفر مقصود اسلام کامل است چنانچہ المسلم من سلم المسلمون من لسانه ویدہ لا برآں دلالت دارد الخ۔ وکذا فی الشرح للقسطلانی۔ قال النووی فی شرح المسلم فالجواب ان النھی عن سب الاموات ھو فی غیر المنافق وسائر الکفار وفی غیر المتظاھر بفسق او بدعۃ فاما ھؤلاء فلا یحرم ذکرھم بالشر للتحذیر من طریقتھم ومن الاقتداء باٰثارھم والتخلق باخلاقھم الخ قال السیوطی فی الجلالین فی قوله تعالٰی لا یحب الله الجھر بالسوء من القول الا من ظلم الاٰیه فلا یواخذ ہ بالجھر به بان یخبر عن ظلم ظالمه ویدعو علیه۔

دفع المغالطه

اما اللعن والتبری فلیسا بمرادفین للسب کما زعم بعض المعاصرین لان السب فی اللغۃ دشنام دادن کما فی الصراح وغیاث اللغات وگالی وبرا کہنا کما فی لغات فیروزی واللعن بمعنی الطرد والابعاد فی الصراح لعن راندن ودور کردن از نیکی و رحمت وفی لغات فیروزی لعنت دوری رحمت سے پھٹکار وفی منتھی الارب فی لغات العرب لعنت راندگی لاعن دعائے بد کنندہ ملعون راندہ و دور کردہ از نیکی و رحمت والتبری بیزار شدن کما فی الصراح وفی الغیاث وتبرا بروزن تمنا بمعنی بیزاری از لطائف۔ وفی لغات فیروزی۔ تبرا نفرت کرنا۔ بری ہونا۔ بیزار ہونا وفی منتھی الادب براء بیزار یقال انا براء منه وتبرأ منه بیزار شد ازاں۔ فظھر ان السب منھی عنه کما قال الله جل شانه ولا تسبوا الذین یدعون من دون الله

اور شیخ عبدالحق دہلوی نے شرح مشکوٰۃ جلد ۴ صفحہ ۲۰ میں تحت حدیث مسلم کو گالی دینا فسق اور قتل اس کا کفر ہے کے لکھا ہے کہ مراد و مقصود اسلام سے اسلام کامل ہے جیسا کہ حدیث دوسری کہ مسلم وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے مسلمین بچے رہیں اسی پر دلالت کرتی ہے اور اسیطرح شرح بخاری قسطلانی جلد ۲ صـ۳۹۲ میں ہے۔ نووی نے شرح مسلم جلد ۱ صفحہ ۳۰۸ میں کہا ہے جواب یہ ہے کہ تحقیق مُردوں کی سب و شتم بغیر منافق و کافر اور ظاہر فاسق یا بدعتی کے باقی مؤمنین کے لئے منع ہے لیکن مذکورین اقسام کے لوگوں کی بُرائی بیان کرنی یا انکو برا کہنا حرام نہیں ہے اس واسطے کہ لوگ ان کے طریقہ و اعمال کی پیروی نہ کریں اور انکی خصائل ذمیمہ کے متصف ہونے سے بچیں الخ اور سیوطی نے جلالین میں تحت آیت لا یحب الله الجھر بالسوء الخ کے ہے یعنی خدا تعالٰے کسی بُرائی ظاہر کرنے کو پسند نہیں کرتا مگر مظلوم سے ناپسند نہیں کہ کسی کی بُرائی بیان کرے یا اس پر بددعا کرے یا اس کے ظلم کی خبر دے اس پر کوئی مواخذہ نہیں ہوگا۔ **ایک غلط فہمی کا دفعیہ** جاننا چاہیئے کہ لعن اور تبرا ہم معنی گالی کے نہیں ہے جیسا کہ ہمارے بعض معاصرین نے زعم کیا ہے کیونکہ سب لغت میں برا کہنے اور گالی دینے کو کہتے ہیں جیسا کہ صراح و غیاث اللغات ولغات فیروزی میں ہے اور لعن بمعنی ہانکنے اور دور کرنے کے ہے۔ صراح میں لعن کے معنے ہانکنا بھلائی اور رحمت سے دور کرنا لکھا ہے اور لغات فیروزی میں معنی لعنت کا دوری رحمت سے اور پھٹکار لکھا ہے اور منتھی الارب فی لغات العرب میں ہے۔ لعنت ہانکنا لاعن بددعا کرنے والا۔ نیز اس میں ہے ملعون ہانکا ہوا بھلائی و رحمت سے۔ دور کیا ہوا اور تبرا کا معنے بیزار ہونا جیسا کہ صراح میں ہے۔ اور غیاث میں ہے۔ تبرا تمنا کے وزن پر بمعنی بیزار ہونے کے ہے لطائف سے یونہی منقول ہے اور لغات فیروزی میں ہے تبرا نفرت کرنا۔ بری ہونا بیزار ہونا اور منتھی الادب میں ہے براء بیزار جیسا کہ جنگ کوئی کہے میں اُس سے بیزار ہوں یا وہ اس سے بیزار ہوا اس کے موقعہ پر انا براء منه تبرا منه کہا جاتا ہے۔ تو ظاہر ہوا کہ تحقیق گالی جس سے بقرآن خدا منع کیا گیا ہے جیسا کہ حق تعالٰی فرماتا ہے کہ ان لوگوں کو گالی نہ دو جو اللہ کے سوا اوروں کو پکارتے ہیں[1]

[1] سب اور لعن میں فرق ہونے کیواسطے یہ کافی دلیل ہے کہ قرآن کریم میں سب سے منع کی گئی ہے اس حد تک کہ مشرکین کو بھی نہ کرنی چاہیئے اور واقعی تہذیب کے خلاف ہے۔ پھر قرآن پر غور کرنیسے بہت جگہ کفار و مشرکین پر لعنت وارد ہے جو اللہ تعالٰی اور فرشتوں اور آدمیوں سب کا معمول ہے بلکہ اسکی تعلیم دی گئی ہے پس اس سے صاف ثابت ہے کہ کلام الٰہی بد تہذیبی سے پاک اور منزہ ہے اور اسمیں سب کی نہی وارد ہے اور لعن اس میں جابجا وارد بلکہ اسکی تعلیم دی گئی ہے تو بالضرور سب اور لعن دو الگ فعل

فیسبوا اللہ عدوا بغیر علم۔ وقال النبی لاتکونوا سبابین فالسب لایستحسن ان یعتاد بہ۔ واما اللعن والتبری فہما ثابتان جائزان علی المستحقین بالکتاب والسنۃ وعمل اکابر الامۃ ولیس لنا مجال فی تحلیل الاشیاء وتحریمہا لانہ تعالیٰ قال ولاتقولوا لما تصف السنتکم الکذب ھذا حلال وھذا حرام۔ اما الکتاب فقولہ تعالیٰ ان الذین یرمون المحصنات الغافلات المومنات لعنوا فی الدنیا والاخرۃ ولہم عذاب عظیم الایہ۔ وقد ذکر ان قاذف عائشۃ مسطح بن اثاثۃ البدری وغیرہ من الصحابۃ ونزلت ھذہ الایۃ فی شانہم واقام النبی علیہم الحد ایضا۔ ومن یقتل مومنا متعمدا فجزاؤہ جہنم خالدا فیہا

کیونکہ شائد وہ لوگ اپنے جہل اور حد شکنی کے سبب سے اللہ تعالیٰ کو گالی نکالینگے اور نبی نے فرمایا تم لوگ گالی کہنے والوں سے نہ ہو جاؤ پس سبّ یعنی گالی نکالنے کی عادت بنا لینی ناجائز ہے لیکن لعنت اور تبرا یہ دونوں کتاب و سنت و عمل اکابر امت سے مستحقین پر ثابت اور جائز ہیں اور ہمارے لئے کسی چیز کے از خود حلال یا حرام کرنے کی قوت نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو تمہاری زبان سے جھوٹا کلام نکلے کہ یہ حلال ہے اور یہ حرام ہے اس طرح مت کہو کیونکہ اس کا کوئی تمہیں حق حاصل نہیں۔ کتاب اللہ سے ثبوت لعن کا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے تحقیق وہ لوگ جو مومنات منکوحات عفیفہ کو تہمت زنا کی لگادیتے ہیں وہ دنیا و آخرت میں ملعون ہیں اور ان کے لئے بڑا عذاب ہوگا الخ اور ذکر ہو چکا ہے کہ بی بی عائشہ پر تہمت لگانیوالے مسطح بن اثاثہ وغیرہ صحابہ میں سے تھے جنکو نبی کے حکم سے حد لگائی گئی اور یہ آیت بھی انہی کے قصہ میں اتری ہے۔ نیز آیت ومن یقتل الخ یعنی جو شخص مومن کو عمداً قتل کرے تو اس کی جزا دوزخ ہے ہمیشہ اس میں رہیگا

ف۵ کتاب التعریفات للسید الشریف الجرجانی مطبوعہ مصر صفحہ ۱۲۹ میں ہے۔ لعن خدا سے ہو تو بندہ کو رحمت سے دور کرنا مراد ہوتا ہے اور غضب کرنا اور لعن انسان سے مراد بد دعا ہے کہ فلاں پر خدا کا غضب ہو انتہیٰ۔ جیسے مومن صالح کے لئے دعائے رحمت ہوتی ہے اسی طرح فاسق کے لئے بد دعا یعنی رحمت سے دوری کی دعا ہوتی ہے ۱۲ مترجم

ف۶ ایضاً قال تعالیٰ پ۲ ان الذین یکتمون ما انزلنا من البینٰت والھدیٰ من بعد ما بیناہ للناس فی الکتاب اولئک یلعنہم اللہ ویلعنہم اللّٰعنون۔ وقال تعالیٰ پ۳ کیف یھدی اللہ قوما کفروا بعد ایمانہم وشہدوا ان الرسول حق وجاءھم البینٰت واللہ لا یھدی القوم الظالمین اولئک جزاؤھم ان علیہم لعنۃ اللہ والملٰئکۃ والناس اجمعین۔ یعنی حق تعالیٰ نے فرمایا جو لوگ آیات ظاہرہ اور ہدایت کو بعد ظہور کے چھپا رکھتے ہیں ان کو اللہ تعالیٰ اور باقی لعنت کرنے والے سب لعنت کرتے ہیں۔ نیز فرمایا اللہ تعالیٰ نے ایسی قوم کو اللہ تعالیٰ کس طرح ہدایت کرتا ہے جو ایمان لاکر اور رسول کو حق مان کر دلائل کو سمجھ کر پھر انکار کر بیٹھے ایسے ظالموں کو خدا ہدایت سے محروم رکھتا ہے اور ان کی جزا یہ ہے کہ ان پر اللہ اور فرشتوں اور آدمیوں سب کی لعنت ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ان الذین یرمون المحصنات الغافلات المومنات لعنوا فی الدنیا والاخرۃ ولہم عذاب عظیم۔ تفسیر کبیر میں فخر رازی جلد ۶ صفحہ ۳۶۵ میں لکھتے ہیں کہ مسطح بدری اس لعن میں شامل ہے۔ دیکھو حاشیہ فلک النجاۃ اور کبیر جلد ۱ صفحہ ۴۳۲ بیان شان ملائکہ میں لکھا علیہم لعنۃ اللہ والملائکۃ لعن ملائکہ سے کیا مراد ہے وہ تو ہر وقت تسبیح میں مشغول ہوتے ہیں لعنت کیسے کرتے ہونگے پھر عبداللہ بن حارث کا کعب الاحبار سے سوال لکھا جو باسناد شعب الایمان ہے۔ کعب احبار نے جواب دیا تسبیح ملائکہ بمنزلہ ان کے سانس کے ہے جیسے ہمارا سانس آتا ہے اور کلام کرسکتے ہیں ایسے ہی تسبیح ان کی باقی اعمال سے مانع نہیں پھر کہا کیا بعید ہے کہ خدا تعالیٰ نے ان کو چند زبانیں عطا فرمائی ہوں بعض سے تسبیح کرتے ہوں اور بعض کے ساتھ خدا کے دشمنوں پر لعنت کرتے ہوں۔ انتہیٰ۔ معلوم ہوا کہ دشمن خدا پر لعنت کرنا فعل ملائکہ اور عبادت ہے۔ جیسے ملائکہ کافر و فاسق پر لعنت کرتے ہیں ایسے ہی مومنین کے لئے طلب مغفرت و رحمت کرتے ہیں دیکھو آیت یستغفرون للذین آمنوا سورہ مومن پ۲۴ ع۶ و پ۲۵ سورہ شوریٰ ابتدا۔ تفسیر جلالین و کبیر و ترجمان القرآن ملاحظہ ہو معلوم ہوا جیسے انسان بعض پر صلوٰت اور ان کیلئے طلب رحمت کرتے ہیں اور بعض پر لعنت اور بد دعا کرتے ہیں مثل عبادت ملائکہ ہر دو فعل عبادت میں داخل ہیں۔ اور کبیر جلد ۴ صفحہ ۳۱۱ میں بذیل آیت فاذن مؤذن بینہم ان لعنۃ اللہ علی الظالمین لکھا ہے وقال القاضی المراد منہ کل من کان ظالما سواء کان کافرا او کان فاسقا تمسکا بعموم اللفظ یعنی مراد ظالمین سے مطلق ظالم ہے خواہ کافر ہو خواہ فاسق کیونکہ یہ لفظ عام ہے کسی قید سے مقید نہیں ۱۲

وغضب الله علیه ولعنه واعد له عذابا عظیما۔ قال السیوطی فی جلالین عن ابن عباس انها علی ظاهرها وانها ناسخة لغیرها من آیات المغفرة۔ ایضاً آیة اللعان فی المتلاعنین لعنة الله علیه ان کان من الکاذبین[2]۔ ایضاً فهل عسیتم ان تولیتم ان تفسدوا فی الارض وتقطعوا ارحامکم اولئک الذین لعنهم الله فاصمهم واعمی ابصارهم۔ ایضاً ان الذین یؤذون الله ورسوله لعنهم الله فی الدنیا والآخرة واعد لهم عذابا مهینا۔ ایضاً یوم لاینفع الظالمین معذرتهم ولهم اللعنة ولهم سوء الدار۔ ایضاً لعنة الله علی الظالمین وقد قال عز اسمه ان الشرک لظلم عظیم فقد ثبت ان الظلم له قسمان شرک وغیر شرک فمطلقه ایضاً یستحق اللعن کسائر اصناف المعاصی المستلزمة للظلم علی النفس کما مر وسیاتی۔ **واما السنة** فقد اخرج احمد وابوداؤد والنسائی والترمذی وحسنه مرفوعا لعن الله زائرات القبور والمتخذین علیها المساجد والسرج کذا فی الروضة الندیة۔ وفی الترمذی عن ابی هریرة ان رسول الله صلعم لعن زوارات القبور عن انس بن مالک قال لعن رسول الله صلعم فی الخمر عشرة عاصرها ومعتصرها وشاربها وحاملها والمحمولة الیه وساقیها وبائعها واکل ثمنها والمشتری لها والمشتراة له رواه الترمذی وقد روی نحو هذا عن ابن عباس وابن مسعود وابن عمر عن النبی صلعم۔ عن جابر قال لعن رسول الله صلعم اکل الربوٰ وموکله وکاتبه وشاهدیه وقال هم سواء رواه مسلم مشکوٰۃ

اور اس پر خدا کا غضب ہوگا اور اس کو اللہ تعالیٰ لعنت کرتا ہے اور بڑا عذاب اس کے لئے تیار کر رکھا ہے۔ سیوطی نے جلالین میں ابن عباس سے روایت کی ہے کہ تحقیق یہ آیت اپنے ظاہر معنے پر ہے اور یہ باقی آیات مغفرت کے لئے ناسخ ہے۔ نیز آیت لعان متلاعنین میں یہ حکم آیا ہے اگر اس نے جھوٹ کہا ہے تو اس پر خدا کی لعنت ہو۔ نیز حق تعالیٰ فرماتا ہے اگر تم حق سے روگردانی کرکے زمین میں فساد پھیلاؤگے اور قطع رحمی کروگے تو عنقریب تم جیسے لوگوں پر اللہ تعالیٰ نے لعنت کی ہے یعنی اپنی رحمت سے دور کیا اور حق سننے سے بہرا اور حق دیکھنے سے اندھا بنا رکھا ہے۔ (یعنے ایسی حالت پر چھوڑ دیتا ہے کہ گویا بہرے اور اندھے ہیں کہ راہ نہیں پاتے)۔ نیز اللہ تعالیٰ فرماتا ہے تحقیق وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کو رنج دیتے اور ایذا پہنچاتے اور ناراض کرتے ہیں ان کو اللہ تعالیٰ دنیا اور آخرت میں لعنت کرتا ہے اور ان کے لئے عذاب خوار کرنے والا تیار کر رکھا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے قیامت کے دن ظالموں کو عذر کرنا سود مند نہ ہوگا اور ان کے لئے لعنت ہے اور ان کی رہائش کی جگہ بہت بری ہوگی۔ نیز فرمایا ظالموں پر اللہ کی لعنت ہے۔ اور فرمایا پروردگار عالم نے تحقیق شرک بڑا ظلم ہے پس اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ظلم کی دو قسمیں ہیں شرک اور غیر شرک اور لعنت مطلق ظلم کے لئے آئی ہے جیسا کہ اقسام گناہوں پر جو اپنے نفس پر ظلم کے موجب ہیں لعن وارد ہے جس طرح کہ بیان ہو چکا ہے اور آئیگا۔ **سنت سے ثبوت یہ ہے** کہ احمد و ابوداؤد و نسائی و ترمذی نے باسناد حسن مرفوعاً روایت کیا کہ نبی ؐ نے فرمایا اللہ تعالیٰ قبروں کی زیارت پر جانیوالی عورتوں کو اور قبروں پر مساجد بنانے والے اور ان پر دیا سے روشنی کا مستقل انتظام رکھنے والے مردوں پر لعنت کرتا ہے۔ اسی طرح روضہ ندیہ مؤلفہ سید صدیق صفحہ ۱۹۱ میں ہے اور ترمذی جلد ۱ صفحہ ۱۲۵ میں ابی ہریرہ سے روایت ہے تحقیق رسول اللہ ؐ نے ان عورتوں پر لعنت کی ہے جو زیارت قبروں کے لئے جاتی ہیں۔ اور انس بن مالک سے ترمذی جلد ۱ صفحہ ۱۵۵ میں روایت ہے رسول اللہ صلعم نے شراب کے بارہ میں دس اشخاص کو لعنت فرمائی نچوڑنے والیکو اور نچوڑنے میں مدد دینے والیکو اور پینے والے کو اور اٹھانے والے کو اور جس کے لئے لے گیا ہے اس کو اور پلانے والے کو اور بیچنے والے کو اور اس کی قیمت کھانے والے کو اور خریدنے والے کو اور جس کے لئے خرید کی گئی ہے۔ اس کو ترمذی نے بصیغہ مذکورہ روایت کرکے کہا کہ مثل اس کی ابن عباس و ابن مسعود و ابن عمر سے مرفوعاً مروی ہے۔ اور جابر سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلعم نے سود کھانے والے اور کھلانے والے کو اور لکھنے والے پر اور اسکے ہر دو گواہوں پر لعنت فرمائی اور فرمایا وہ سب برابر ہیں اس کو مسلم نے روایت کیا دیکھو مشکوٰۃ جلد ۱ صفحہ ۲۳۶

[1] اس سے ظالم بالفعل پر لعنت ثابت ہے کفر کی شرط بظاہر کوئی معلوم نہیں ہوتی ۱۲ مترجم [2] لعن مشخص پر اور سوائے کفر و نفاق کے صرف ایک جرم بہتان وکذب کے باعث لعنت کرنے پر آیت لعان دلیل کافی و برہان وافی ہے ۱۲ مترجم

عن ابی ھریرۃ قال لعن رسول اللہ صلعم الراشی والمرتشی فی الحکم رواہ الترمذی۔ عن عمر عن النبی صلعم قال المحتکر ملعون رواہ ابن ماجۃ والدارمی۔ مشکوٰۃ۔ عن علی ان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم لعن عشرۃ اکل الربٰو وموکلہ وشاھدیہ وکاتبہ والواشمۃ والمتوشمۃ للحسن ومانع الصدقۃ والمحلل والمحلل لہ رواہ ابن حبان واحمد والنسائی وابو یعلےٰ والدارقطنی وابن جریر۔ کذا فی کنز العمال۔ عن ابی ھریرۃ مرفوعًا اتقوا اللاعنین قالوا وما اللاعنان یا رسول اللہ قال الذی یتخلی فی طریق الناس او فی ظلھم رواہ مسلم۔ مشکوٰۃ

اور ابی ہریرہ سے مروی ہے کہا رسول اللہ صلعم نے کسی فیصلہ میں رشوت دینے اور لینے والے کو لعنت فرمائی اس کو ترمذی نے جلد ۱ صفحہ ۱۵۹ میں روایت کیا۔ اور عمر سے مروی ہے نبیؐ نے فرمایا جنس غلہ وغیرہ کو بند رکھنے والا اور باوجود ضرورت نہ بیچنے والا ملعون ہے اسکو ابن ماجہ اور دارمی نے روایت کیا۔ کذا فی المشکوٰۃ جلد ۱ صفحہ ۲۴۳ جناب علیؑ سے روایت ہے تحقیق رسول اللہ نے دس شخصوں کو لعنت فرمائی بیاج کھانے والے اور کھلانے والے کو اور اس کے دو گواہان و کاتب کو اور خوبصورتی بڑھانے کیلئے خال کے نشان لگانے اور لگوانے والی عورت کو اور مانع زکوٰۃ کو اور حلالہ نکالنے والے اور نکلوانے والیکو اس حدیث کو ابن حبان اور احمد و نسائی و ابو یعلےٰ و دارقطنی و ابن جریر نے روایت کیا چنانچہ کنز العمال جلد ۳ صفحہ ۸۵ امیں ہے۔ اور ابی ہریرہ سے مرفوعاً مروی ہے نبیؐ نے فرمایا دو فعل باعث لعنت سے بچتے رہو صحابہ نے عرض کی یا رسول اللہ وہ دو کام کیسے ہیں ایک وہ جو لوگوں کے راستے میں پاخانہ پھرے یعنی قضائے حاجت کرے دوسرا وہ جو لوگوں کے سایہ میں قضا حاجت کرے اسکو مسلم نے روایت کیا کذا فی المشکوٰۃ جلد ۱ صفحہ ۳۴ نیز علیؑ سے روایت ہے تحقیق رسول اللہؐ نے حلالہ نکالنے والے کو اور جس کیلئے حلالہ نکالا گیا ہو لعنت کی ہے اس کو ترمذی نے جلد ۱ صفحہ ۱۳۳ میں روایت کیا ہے اور ابی بکر صدیق سے مرفوعاً مروی ہے کہ ملعون ہے وہ شخص جو مومن کو ضرر دے یا اس کے ساتھ مکر کرے روایت کیا اسکو ترمذی نے اسی طرح مشکوٰۃ صفحہ ۴۲۰ طبع بمبئی میں ہے اور ابی ہریرہ سے مرفوعاً مروی ہے جس وقت کوئی آدمی اپنی عورت کو اپنے بستر کیطرف بلائے اور وہ انکار کرے اور خاوند اس کا ناراضگی میں رات بسر کرے تو اللہ کے فرشتے صبح تک اُس عورت کو لعنت کرتے ہیں اس کو بخاری نے روایت کیا ہے مشکوٰۃ صفحہ ۲۷۲۔ واثلہ بن اسقع سے روایت ہے کہا میں نے رسول اللہ صلعم سے سنا ہے فرماتے تھے جس نے عیب دار چیز بیچی اور عیب کو ظاہر نہ کیا ہو وہ خدا کے غضب میں رہتا ہے یا اس پر ہمیشہ فرشتے لعنت کرتے رہتے ہیں اسکو ابن ماجہ نے روایت کیا مشکوٰۃ صفحہ ۲۴۱۔ اور تاریخ الخلفا صفحہ ۱۴۲ میں ہے فرمایا نبیؐ نے جس نے اہل مدینہ کو ڈرایا اسکو اللہ ڈرائیگا اور اس پر اللہ تعالےٰ اور فرشتوں اور آدمیوں سب کی لعنت ہے اسکو مسلم[۱] نے روایت کیا ہے اور تاریخ الخلفا صفحہ ۱۳۸ میں ہے عائشہؓ نے کہا رسول اللہؐ نے مروان کے باپ کو لعنت کی اور مروان اس کی پشت میں تھا تو مروان اللہ تعالےٰ کی لعنت سے حصہ لیتا رہا ہے۔ انتہیٰ۔ اور تطہیر الجنان واللسان مؤلفہ ابن حجر مکی مطبوعہ برحاشیہ صواعق صفحہ ۱۲ میں ہے کہ ایسی سند سے مروی ہے جس کے رجال رجال صحیح ہیں سوائے ایک کے جو مختلف فیہ ہے لیکن ذہبی نے اس کی تقویت کی ہے اس قول سے کہ وہ ایک معتبرین سے ہے اور قطعاً ہیں اس میں کوئی جرح نہیں سمجھتا روایتاً یہ ہے

عن علی قال ان رسول اللہ لعن المحلل والمحلل لہ رواہ الترمذی۔ عن ابی بکر الصدیق مرفوعًا ملعون من ضار مومنا او مکر بہ رواہ الترمذی۔ مشکوٰۃ۔ عن ابی ھریرۃ مرفوعًا اذا دعی الرجل امرأتہ الی فراشہ فابت فبات غضبان لعنتھا الملائکۃ حتی تصبح متفق علیہ مشکوٰۃ۔ عن واثلۃ بن الاسقع قال سمعت رسول اللہ صلعم یقول من باع عیبا لم ینبہ لم یزل فی مقت اللہ او لم تزل الملائکۃ تلعنہ رواہ ابن ماجہ مشکوٰۃ۔ فی تاریخ الخلفا قال صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم من اخاف اھل المدینۃ اخافہ اللہ وعلیہ لعنۃ اللہ والملائکۃ والناس اجمعین رواہ مسلم۔ وفی تاریخ الخلفا وقالت عائشۃ ولکن رسول اللہؐ لعن ابا مروان ومروان فی صلبہ فمروان فضض من لعنۃ اللہ۔ انتہیٰ۔ وفی تطہیر الجنان واللسان لابن حجر المکی علی الصواعق رجالہ بسند رجالہ رجال الصحیح الا واحدا فمختلف فیہ لکن قواہ الذھبی بقولہ احد الاثبات وما

[۱] نسائی و ابن حبان کی اسناد سے یہ حدیث مرفوع فتح الباری جلد ۴ صفحہ ۲۳۵ جزء ۲ مطبوعہ دہلی میں بھی ہے اور بخاری مطبوعہ مصر جلد ۱ صفحہ ۲۱۰ ج

ان عمرو (ابن العاص) صعد المنبر فوقع فی علی ثم فعل مثله المغیرۃ بن شعبۃ فقیل للحسن (ابن علی) اصعد المنبر لترد علیهما فامتنع الا ان یعطوه عهدا انهم یصدقوه ان قال حقا ویکذبوه ان قال باطلا فاعطوه ذلك فصعد المنبر فحمد الله واثنی علیه ثم قال انشدك الله یا عمرو ویا مغیرۃ اتعلمان ان رسول الله صلعم لعن السائق والقائد احدهما ابو سفیان ومعاویۃ احدهما فلان قالا بلی ثم قال انشدك بالله یا معاویۃ ویا مغیرۃ الم تعلما ان النبی صلعم لعن عمرا بکل قافیۃ قالها لعنۃ قالا اللهم بلی ثم قال انشدك بالله یا عمرو ویا معاویۃ اتعلمان ان النبی لعن قوم هذا قالا بلی قال الحسن فانی احمد الله الذی جعلکم فیمن تبرا من هذا ای علی مع انه لم یسبه قط وانما کان یذکره بغایۃ الجلالۃ والعظمۃ۔ انتهی۔ عن عائشۃ مرفوعا ستۃ لعنتهم ولعنهم الله (الی ان قال) والتارك لسنتی رواه البیهقی فی المدخل ورزین فی کتابه مشکوۃ۔

واما عمل اکابر الامۃ

فقد روی الحاکم فی المستدرك باسناده عن مسروق قالت عائشۃ بعد قتل اخیها محمد لعن الله عمرو بن العاص فانه زعمت انه قتله بمصر کذا فی استقصاء الافحام منهج ثانی۔ وقد ثبت ان علیا علیه السلام قد کان اذا صلی الغداۃ یقنت فیقول اللهم العن معاویۃ وعمرو الخ نقله ابن الاثیر وغیره وسیاتی فی القنوت وقد مر ذکر لعن معاویۃ والصلوۃ (لعنهم الله) علیا واصحابه علیهم السلام۔ وقد لعنت ام المؤمنین عائشۃ معاویۃ بعد قتله اخاها محمد

کہ عمرو بن عاص ممبر پر چڑھا اور وہ علی علیہ السلام کے حق میں بدگوئی کرنے لگا اور عیب بیان کرنے لگا پھر اس کی مثل مغیرہ بن شعبہ نے کیا تو امام حسنؑ کو عرض کی گئی کہ آپ ممبر پر جا کر اس کا جواب ان دونوں کو دیجئے امامؑ نے قبول نہ فرمایا ہاں اس شرط پر منظور فرمایا کہ امام کے ساتھ عہد کریں کہ وہ سچ بیان فرمائیں تو سب اس کی تصدیق کریں اور اگر جھوٹ (نعوذ باللہ) کہیں تو انکو (نعوذ باللہ) جھٹلائیں۔ پس حاضرین نے وعدہ دیا اور امام حسنؑ ممبر پر بیٹھے اور اللہ تعالیٰ کی تعریف بیان کر کے پھر فرمایا میں قسم کے طور پر اللہ تعالیٰ یاد دلا کر تم سے پوچھتا ہوں اے عمرو و مغیرہ تم دونوں جانتے ہو کہ رسول اللہؐ نے سائق (پیچھے سے ہانکنے والا) اور قائد (آگے کھینچنے والا) کو (یعنی ابو سفیان و معاویہ کو) لعنت فرمائی۔ ایک ان میں سے فلاں ہے کہا دونوں نے ہاں معلوم ہے۔ پھر فرمایا قسم دیکر پوچھتا ہوں تم سے اے معاویہ اور مغیرہ کیا تم نہیں جانتے تحقیق نبیؐ نے عمرو کو ہر طرز سے لعنت کی ہے دونوں نے کہا۔ خدا حاضر ہے بے شک معلوم ہے پھر فرمایا قسم دے کر پوچھتا ہوں اے عمرو و معاویہ کیا تم دونوں جانتے ہو کہ تحقیق نبیؐ نے اس شخص کی ساری قوم کو لعنت فرمائی ہے دونوں نے کہا ہاں۔ امام حسنؑ نے فرمایا پس میں حمد کہتا ہوں اس اللہ تعالیٰ کی جس نے تم لوگوں کو ان میں سے بنایا ہے جو علی علیہ السلام سے بیزاری رکھتے ہیں باوجود اس امر کے کہ نبیؐ نے کبھی علیؑ کو ہرگز سب نہیں فرمائی تھی۔ بلکہ اسکا ذکر بہت تعظیم اور بزرگی کے ساتھ فرماتے تھے۔ انتہا۔ بی بی عائشہ سے مرفوعاً روایت ہے چھ شخص ہیں جن کو میں بھی لعنت کرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ بھی لعنت کرتا ہے (شمار کر کے فرمایا ایک ان سے) والتارک لسنتی یعنی میری سنت کو چھوڑنے والا ہے (یعنی طریقہ نبوی جو اہل بیت کے ذریعہ صحیح سے پہنچے اسکو ترک کرنے والا) اسکو بیہقی نے مدخل میں روایت کیا اور رزین نے اپنی کتاب میں۔ کذا فی المشکوٰۃ جلد اول طبع بمبئی؛ لیکن بزرگان امت کے عمل سے ثبوت یہ ہے۔ تحقیق حاکم نے مستدرک میں اپنے اسناد سے بروایت مسروق لکھا ہے کہ عائشہ نے بعد قتل اس کے بھائی محمد کے کہا اللہ تعالیٰ عمرو بن عاص کو لعنت کرے کیونکہ میرا ظن ہے کہ اس نے محمد کو مصر میں قتل کر دیا ہے اسی طرح ہے استقصاء الافحام منہج ثانی جلد اصفحہ ۱۵۱ میں؛ اور تحقیق ثابت ہوا ہے کہ علیؑ نماز فجر میں قنوت پڑھتے ہوئے فرماتے تھے یا اللہ لعنت کر معاویہ کو اسکو ابن اثیر وغیرہ نے نقل کیا ہے جو بیان قنوت میں آئیگا اور حال معاویہ میں ثبوت اسکا گذر چکا ہے)
اور تحقیق معاویہ اور اسکے انصار کا بیان لعنت کرنے کا ہو چکا ہے (اللہ تعالیٰ ان کو لعنت کرے) کہ حضرت علیؑ واصحاب علیؑ کو لعنت کرتے تھے۔ اور تحقیق ام المؤمنین عائشہ معاویہ کو لعنت کرتی تھیں جبکہ اس نے محمد بن ابی بکر کو قتل کرایا تھا۔

وفی روضۃ الاحباب بالجملہ بعض ازیں امور مذکورہ عالی و باعث شد مر عائشہ را کہ در شان عثمان گفت لعن الله نعثلا وقتل نعثلا۔ الخ واخرج ابن جریر عن ابن عباس انہ قال لعن الله فلانا (معاویۃ) انہ کان ینہیٰ عن التلبیۃ فی ھذا الیوم یعنی یوم عرفۃ لان علیا کان یلبی فیہ۔ کذا فی کنز العمال وکذا فی سنن البیہقی ونقل ابن الاثیر قال لما عزل معاویۃ سمرۃ عن ولایۃ البصرۃ قال سمرۃ لعن الله معاویۃ والله لو اطعت الله کما اطعتہ ما عذبنی ابدا۔ نصائح۔ وقد لعن عمر ابن الخطاب خالد بن الولید حین قتل مالک بن نویرۃ۔ نصائح کافیہ۔ وقال القاری فی شرح الفقہ الاکبر نقل ان ابا حنیفۃ سئل عن الکلام فی الاعراض والاجسام فقال لعن الله عمرو بن عبید ھو فتح علی الناس الکلام۔ انتہی

اور روضۃ الاحباب جلد ۳ صفحہ ۱۲ میں ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ بعض ان امور مذکورہ کے بی بی عائشہ کیلئے اس کا باعث ہوئے کہ شان عثمان میں اس نے کہا اللہ تعالیٰ لعنت کرے (نعثل دراز ریش یعنی) لمبی ڈاڑھی والے کو اور خدا قتل کرے نعثل کو الخ۔ اور ابن جریر نے ابن عباس سے روایت کی کہ تحقیق اس نے کہا کہ اللہ فلاں کو لعنت کرے (یعنے معاویہ کو) کہ وہ عرفہ کے دن لبیک لبیک کہنے سے اس سبب سے منع کرتا ہے کہ اس دن میں علی علیہ السلام لبیک لبیک پڑھتے تھے۔ اسی طرح کنز العمال جلد ۳ صفحہ ۳۰۔ اور سنن بیہقی میں ہے۔ اور ابن اثیر نے کہا جب معاویہ نے سمرہ کو ولایت مصر سے معزول کیا۔ سمرہ نے کہا معاویہ پر اللہ تعالیٰ لعنت کرے قسم ہے اللہ کی اگر میں معاویہ جیسی اطاعت اللہ تعالیٰ کی کرتا تو کبھی مجھے عذاب نہ کرتا۔ کذا فی النصائح صفحہ ۸۔ ۹۔ اور تحقیق عمر ابن الخطاب نے خالد بن ولید کو جب اس نے مالک بن نویرہ کو قتل کیا لعنت کی ہے۔ کذا فی النصائح الکافیہ صفحہ ۱۱۔ اور ملا علی قاری نے شرح فقہ اکبر صفحہ ۳ میں لکھا ہے منقول ہے کہ ابو حنیفہ سے اعراض واجسام میں کلام کرنے کا سوال کیا گیا تو اُسنے کہا کہ اللہ تعالیٰ عمرو بن عبید پر لعنت کرے جس نے لوگوں پر اس کلام کا دروازہ کھول دیا ہے۔ انتہیٰ۔

حضرت عائشہ کی لعنت شخصی

حضرت ابن عباس کی لعنت شخصی

حضرت عمر کی لعنت شخصی

سمرہ صحابی کی لعنت شخصی

حضرت ابو حنیفہ کی لعنت شخصی

۵۱ شرح نہج البلاغت علامہ ابن ابی الحدید طبع مصر جلد ۲ صفحہ ۷۷ میں ہے اول من سمی عثمان نعثلا عائشۃ (پہلے عائشہ نے عثمان کا نام نعثل رکھا) وکانت تقول اقتلوا نعثلا قتل الله نعثلا اور پہلے ہم اس کتاب کے صفحہ ۳۱۳ میں محمد بن ابی بکر کا خط نقل کر چکے ہیں جس میں انہنے معاویہ کو لعین بن لعین لکھا ہے وہاں دیکھو اور علاوہ بریں دیکھو ۱۵۱ ۱۲ مترجم۔

۵۲ (اکابر امت کا آپس میں سب ولعن کرنا) ہمارے مذہب میں نہ گالی دینے کا حکم ہے اور نہ کوئی گالی دینا عبادت ہے مگر کسی صحیح واقعہ کو کسی بزرگ سنی کی نسبت کوئی شیعہ بیان کرے تو یہی ہمارے سُنّی بھائی اس کو گالی دینے سے تعبیر کرتے ہیں اور مذہب شیعہ کو گالی دینے والا مذہب کہہ کر بدنام کرتے ہیں اس واسطے ہم سنی مذہب کی تعلیم سے ان کو آگاہ کرنا چاہتے ہیں بخاری کتاب المغازی باب حدیث بنی النضیر جلد ۳ صفحہ ۱ میں ہے فاستب علی وعباس یعنی حضرت علی وعباس نے ایک دوسرے کو گالیاں دیں (یہ سنیوں کا خیال ہے مگر ان کے نزدیک جواز سب تو ثابت ہوا) صحیح مسلم (مع شرح نووی جلد ۱ صفحہ ۱۸۳) باب خروج النساء الی المسجد اذا لم یترتب علیہ فتنۃ ومترجم جلد ۲ صفحہ ۳۰ میں ہے فاقبل علیہ عبد الله بن عمر فسبہ سبا سیئا ما سمعتہ سبہ مثلہ قط یعنی ابن عمر نے بلال ابن عبد اللہ کو بڑی قبیح گالیاں دیں کہ میں نے ایسی گالیاں دیتے ہوئے اس کو کبھی نہیں سنا تھا۔ معاویہ ومغیرہ جو بیعت شجرہ میں بھی داخل تھا جناب امیر المومنین علیؑ کو گالیاں دیتے تھے دیکھو فلک النجات جلد ۱ حالات معاویہ مع معاونین۔ اصابہ مع استیعاب جلد ۳ صفحہ ۵۹۸ میں ہے والصواب ما قال الزبیر بن بکار ان عمار لما اسلم وقدم المدینۃ جعلوا یسبونہ فذکر ذلک لرسول اللهؐ فقال سب من سبک فانتھوا عنہ واخرج ابن شاہین نحوہ۔ یعنی زبیر بن بکار سے روایت ہے جب عمار اصحابی اسلام لا کر ہجرت کر کے مدینہ آئے لوگ ان کو گالیاں دیتے تھے اُس نے رسولؐ کی خدمت میں یہ واقعہ بیان کیا حضرت صلعم نے فرمایا جو تم کو گالی دے تم بھی اس کو گالی دیا کرو۔ اس کے بعد لوگ گالی دینے سے بند ہو گئے۔ اور عینی شرح بخاری جلد ۷ صفحہ ۱ میں اسی طرح ہے۔ نبیؐ نے خود گالی دی ایک مختصر چشمہ پانی کو دو کس نے ہاتھ لگایا دونوں کو نبیؐ نے گالیاں دیں۔ دیکھو صحیح مسلم جلد ۲ صفحہ ۲۴۶ اسی طرح باب المرخص من السب کنز العمال جلد ۲ صفحہ ۱۲۳ میں چند اسانید سے اور صفحہ ۲۰۱ باب رخص السب میں ہے۔ رخصت گالیاں کا خاص باب رکھا گیا ہے۔ اور مقدمہ ابن خلدون طبع مصر صفحہ ۲۶۷ باسناد طبرانی عن علیؑ عن النبی صلعم نے فرمایا فلا تسبوا اھل الشام ولکن سبوا اشرارھم الحدیث یعنی کل اہل شام کو گالیاں نہ دو بلکہ جوان میں سے بُرے اور شریر ہیں ان کو گالیاں دو۔ ازالۃ الخفاء جلد ۲ صفحہ ۱۸ میں ہے فقال لہ ابو بکر امصص بظر اللات الخ حاشیہ امرست از مص بمعنے مکیدن وبظر بفتح موحدہ

حضرت عباس کی گالی — ابن عمر کی گالی — معاویہ ومغیرہ کی گالیاں — رسول کا حکم کہ گالی کا جواب گالی سے دو — خود رسولؐ نے گالی دی

(بقیہ حاشیہ ص۱۵۶) پارہ از گوشت فرج۔ یعنے ابوبکر صاحب نے اُس کو کہا تو لات (بت) کے فرج کو چوس۔ اور بخاری باب السمر من الضیف پارہ ۳ صفحہ ۳۳۲ و پارہ ۱۴ باب علامات النبوۃ و مع فتح الباری جزء ۱۴ صفحہ ۳۳۲ میں وطبع مصر جلد ا صفحہ ۱۷۲ میں بلفظ فجدع وسبّ وحیوۃ الحیوان جلد ۲ صفحہ ۱۳۸ میں ہے۔ ابوبکر صاحب نے اپنے بیٹے عبد الرحمٰن کو غنثر وغیرہ کہا۔ فتح الباری میں غنثر کا معنی جاہل کمینہ۔ مکھی لکھا ہے۔ اور انوار اللغت مولفہ وحید الزمان سنی پ ۱۹ صفحہ ۷۷ میں اور پ۵ صفحہ ۱۹ میں اس لفظ کو عرب کی گالی لکھی ہے اور بخاری کا لفظ وسبّ اس کا موضح ہے۔ کہ گالیاں دیں۔ حیوۃ الحیوان میں عنتر لکھا ہے۔ تسہیل القاری شرح بخاری پارہ ۴ صفحہ ۲۳ میں یہ روایت ہے۔ اور صفحہ ۲۴ میں یہ اس کا ترجمہ لکھا ہے۔ اے پاجی تیرے ناک کان کاٹے جائیں اور برا کہا الخ اور تاریخ الخلفا صفحہ ۳۷ میں ہے استبّ عقیل بن ابی طالب و ابوبکر قال وکان ابوبکر سبّابا۔ یعنی عقیل اور ابوبکر نے آپس میں گالیاں دیں اور ابوبکر گالی دینے کے بڑے ماہر تھے۔ لبعض خوش اعتقادوں نے لفظ سبابا پر نسخہ نسّابا لکھا ہے۔ یعنی ابوبکر نسب دان تھے مگر اس کو ابتداء کلام رد کرتا ہے۔ کیونکہ یہاں ذکر گالیاں دینے کا ہے۔ نہ نسب کی پڑتال کا پڑھیئے۔ استبّ الخ جس کا فاعل بالعطف ابوبکر ہے۔ اور عینی شرح بخاری جلد ۶ صفحہ ۹۶ ۳ حدیث الافک مسائل مستنبطہ حدیث میں علامہ عینی لکھتے ہیں۔ اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ کسی متعصب کو گالی دینا جائز ہے جیساکہ اُسید صحابی نے سعد بن عبادہ انصاری بدری کو منافق کہا۔ اس معنے سے کہ منافقوں کا کام کرتا ہے۔ اور منافق کہنے والا بھی انصاری تھا۔ اور اسی طرح فتح الباری جلد ۲ ص۲۷۴ پ۱۹ میں ہے۔ اور اسی طرح سیرۃ حلبیہ طبع مصر جلد ۲ ص۳۱۷ میں ہے۔ صحیح بخاری طبع مصر جلد ا صفحہ ۱۱۲ میں ہے۔ جاء عمر یوم الخندق فجعل یسبّ کفار قریش الخ عمر آئے اور کفار قریش کو گالیاں دینی شروع کیں۔ اسی بخاری جلد ۲ صفحہ ۱۸۰ میں ہے حضرت عمر نے سعد بن عبادہ صحابی انصاری کو کہا قتلہ اللہ (بمنزلہ لعنہ اللہ) اسی طرح نہایہ ابن اثیر جلد ۳ صفحہ ۲۵۶ میں ہے اور زیادہ کیا اقتلوا سعدا (قتلہ اللہ اس کو قتل کرو (فتویٰ قتل ناحق بھی یاد رکھئے) اور اسی طرح تاریخ طبری جلد ۳ صفحہ ۲۱۰ میں ہے اس میں زیادہ ہے کہ عمر نے سعد کے حق میں یہ بھی کہا انہ منافق (یہ منافق ہے) (گالی کا انداز سمجھئے اور سعد انصاری کا درجہ) (حوالہ طبری) بحوالہ سہیل یمن جلد ۶ نمبر ۹۔ اور امامۃ والسیاست جلد ا ص۲۱ میں ہے حضرت عمر نے عبد الرحمٰن بن عوف مہاجر و عشرہ مبشرہ کے فرد کو کہا انک فرعون ھذہ الامۃ کہ تو اس امت کا فرعون ہے۔ فرعون جیسے کافر سے تشبیہ ملاحظہ۔ اور عینی شرح بخاری جلد ۷ صفحہ ۴۴ قصہ حاطب بن بلتعہ میں لکھا ہے کہ حضرت عمر نے حاطب کے حق میں منافق کا لفظ اطلاق فرمایا۔ اور حاطب بدری تھا۔ اور تاریخ خمیس جلد ا ص۳۰۲ طبع مصر میں ہے۔ الحادی عشر نقلوا انہ قال لعبد الرحمٰن بن عوف انہ منافق وذٰلک ان الصحابۃ لما نقموا علی عثمان ما احدثہ وعاتبوا عبد الرحمٰن فی تولیتہ ایاہ فی اختیارہ فندم علیٰ ذٰلک وقال انی لا اعلم مایکون وان الامر الیکم فبلغ قولہ عثمان فقال ان عبد الرحمٰن منافق وانہ لایبالی ماقال فحلف ابن عوف لایکلمہ ماعاش ومات علی ھجرتہ وقالوا فان کان ابن عوف منافقا کما قال فما صحت بیعتہ ولا اختیارہ لہ وان لم یکن منافقا فقد فسق بھذا القول وخرج عن اھلیتہ الامارۃ۔ انتھیٰ (جمشید یہ کتب خانہ مدینہ منورہ) یعنے عثمان نے عبد الرحمٰن بن عوف کو اس وقت منافق کہا جبکہ لوگوں نے عبد الرحمٰن کو عثمان کے احداث بدعات میں ملامت کی کہ ایسے کو کیوں امیر بنایا۔ عبد الرحمٰن نے کہا اس طرح مجھے معلوم نہ تھا۔ اب جو چاہو کرو۔ یہ سنکر عثمان نے کہا عبد الرحمٰن منافق ہے۔ مونہہ آئی بات کہہ دیتا ہے۔ اس پر عبد الرحمٰن نے قسم اُٹھائی کہ عثمان سے مرتے دم تک کلام نہ کرونگا اور اس سے ترک موالات اور مہاجرت مرتے دم تک قائم رکھی۔ لوگوں نے کہا اگر عبد الرحمٰن منافق ہے۔ مونہہ آئی بات کہہ دیتا ہے۔ اس پر عبد الرحمٰن نے قسم اُٹھائی کہ عثمان سے مرتے دم تک کلام نہ کروں گا اور اس سے ترک موالات اور مہاجرت مرتے دم تک قائم رکھی۔ لوگوں نے کہا اگر عبد الرحمٰن منافق ہے جیسے عثمان کہتے ہیں تو اُس کا عثمان کو منتخب کرنا اور امیر بنانا صحیح نہیں اور منافق نہیں تو عثمان اس گالی دینے سے فاسق ہوکر امارت کے قابل نہیں رہا۔ اور نور الابصار طبع مصر صفحہ ۶۶ میں ہے شتم (علیؑ) محمد بن طلحۃ یعنی محمد بن طلحہ کو علیؑ نے گالی دی۔ بخاری مطبوعہ مصر جلد ۲ صفحہ ۶۵ باب من اھدی الی صاحبہ وتحری بعض نسائہ میں ہے رسول ص کی ازواج دو پارٹیوں میں تھیں ایک پارٹی بی بی عائشہ و حفصہ والی دوسری ام سلمہ والی تو حضرت زینب بنت جحش نبی ص کی خدمت میں گئیں بی بی عائشہ کے بارہ میں عدل کا عرض کیا اور بی بی عائشہ کو گالیاں دیں عائشہ نے سنکر ان سے

۱؎ حدیث بخاری مطبوعہ مصر جلد ۳ ص۲۵ میں ہے اور اسکے جلد ۱ ص۱۴۱ میں ہے۔ معاذ بن جبل صحابی نے دوسرے صحابی کو جس نے نماز کو مختصر پڑھا تھا منافق کہا ۱۲ مترجم ۲؎ سیرۃ حلبیہ مطبوعہ مصر جلد ۲ ص۹۴ اور صواعق محرقہ مطبوعہ مصر ص۶۸ میں بھی عثمان کا عبد الرحمٰن بن عوف کو منافق کہنا مذکور ہے ۱۲ مترجم ۳؎ عینی شرح بخاری جلد ۶ صفحہ ۱۱۱ میں باسناد نسائی و ابن ماجہ بی بی عائشہ کو نبی ص نے حکم دیا کہ

بی بی عائشہ کی گالیاں رسول ص کے حکم سے

سخت الفاظ میں زیادہ گالیاں سنائیں اور چپ کرادی۔ نبیؐ نے فرمایا کیوں نہ ہو ابوبکر صاحب کی بیٹی ہے (جو بڑے گالی دینے والے ہیں) ازالہ اوہام طبع کاشی رام پریس لاہور ۱۳۰۸ھ حصہ اول صفحہ ۹۰ میں مرزا صاحب قادیانی لکھتے ہیں۔ خدا تعالیٰ نے قرآن میں بعض کا نام ابولہب اور بعض کا نام کلب اور خنزیر رکھا اور ابوجہل تو خود مشہور ہے ایسا ہی ولید مغیرہ کی نسبت نہایت درجہ کے سخت الفاظ جو بصورت ظاہر گندی گالیاں معلوم ہوتی ہیں استعمال کئے ہیں جیسے کہ فرماتا ہے فلا تطع المکذبین ولا تطع کل حلاف الخ ترجمہ مرزا اسے ترجمہ میں آن سب باتوں کے بعد ولد الزنا بھی ہے۔ عنقریب ہم اس کی ناک پر جو سور کی طرح بہت لمبی ہو گئی ہے داغ لگا دیں گے۔ اور حضرت عائشہ کا حضرت عثمان کو قتل اللہ نعثلا اقتلوا نعثلا کہنا فلک النجاۃ حال ایمان عثمان میں دیکھو۔ ایک یہودی مصری دراز ریش سے مشابہت دی۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری صحابی نے عمرو بن عاص صحابی کو کہا تیری مثال کتے کی سی ہے عمرو بن عاص نے کہا تیری مثال گدھے کی سی ہے۔ دیکھو عقد الفرید ابن عبد ربہ طبع مصر جلد ۲ صفحہ ۱۱۵ و ۱۱۶ و امامۃ والسیاسۃ جلد ۱ صفحہ ۱۰۱ و تذکرۃ خواص الامۃ صفحہ ۵۹ و مروج الذہب طبع جدید جلد ۲ صفحہ ۲۷۹ مؤلف تحفہ شاہ عبد العزیز نے فتاویٰ عزیزی میں مروان کو شیطان لکھا دیکھو تعلیق آیندہ اور حدیث ظنوا المومنین خیرا کے حاشیہ میں گذر چکا ہے۔ (تطبیق) حدیث میری سنت اور خلفاء راشدین کی سنت پر تم کو عمل لازم ہے اور حدیث اصحابی کالنجوم کا معنی سنیوں میں اگر مسلم ہے تو اس کے اعتبار سے نبیؐ کی قولی حدیثیں اور خلفاء اربعہ اور ازواج النبی و اصحاب النبی کا عمل سب جواز سب پر دال ہیں۔ انہی سنت پر عمل کریں اور حدیث لا تسبوا اصحابی کا معنی پہلے ہم لکھ آئے ہیں باقی منع سب کے دلائل کی تاویل و تطبیق کی جائے گی جس سے ہر دو قسم کی حدیثوں پر عمل ہو جائے۔

(لعنت شخصی) نور الابصار مطبوعہ مصر صفحہ ۷۶ میں ہے فشتم (علیؑ) محمد ابن طلحۃ ولعن عبد اللہ بن زبیر وخرج علیؑ وھو غضبان الخ یعنی علیؑ نے محمد بن طلحہ کو گالی دی اور عبد اللہ بن زبیر کو لعنت کی اور غصہ کی حالت میں نکلے الخ۔ اسی طرح امامۃ والسیاسۃ جلد ۱ صفحہ ۶۱ میں ہے۔ ابو حنیفہ صاحب کے متعلق محدثین کی رائیں دیکھو اس میں ابی حنیفہ پر بعض محدثین کا لعن شخصی ملاحظہ ہو اور ابن ملجم عبد الرحمن قاتل جناب امیرؑ پر جس کے مداح عمران بن حطان سے بخاری میں حدیث موجود ہے۔ لعن شخصی تحفہ اثنا عشریہ میں موجود ہے دیکھو صفحہ ۳۵ تحفہ اثنا عشریہ ابن ملجم علیہ اللعنۃ الخ لکھا ہے۔ اور یہ لکھا۔ وحدیث اشقی الآخرین در حق آن ملعون در جمیع کتب اہل سنت مرویست انتہیٰ۔ اور عمران پر لعنت شخصی آخر بیان انعقاد خلافت میں دیکھو۔ ظاہر ہے کہ قتل امیر المومنین کو اہل سنت موجب کفر نہیں جانتے البتہ موجب فسق جانتے ہیں۔ چنانچہ اس کے قتل کرنے پر عمران مقبول راوی نے قاتل کی تعریف بھی کی ہے تو زیادہ سے زیادہ اس کو مسلمان فاسق سمجھا جائیگا جس پر شاہ عبد العزیز صاحب نے تحفہ جیسی کتاب میں جو شیعہ کی تردید میں لکھی ہے۔ بالصراحۃ لعن شخصی کو استعمال کیا ہے اور لعنت مروان صحابی پر بھی فتاویٰ عزیزی جلد ۱ صفحہ ۱۹۳ میں استعمال کیا ہے۔ مرزا صاحب قادیانی ازالہ اوہام صفحہ ۹۰ حاشیہ متعلقہ مذکورہ بالا میں عبارت مذکورہ سے پہلے لکھتے ہیں۔ قرآن شریف جس آواز بلند سے سخت زبانی کے طریق کو استعمال کر رہا ہے ایک غایت درجہ کا غبی اور سخت درجہ کا نادان بھی اس سے بے خبر نہیں رہ سکتا۔ مثلاً زمانہ حال کے مہذبین کے نزدیک کسی پر لعنت بھیجنا ایک سخت گالی ہے۔ لیکن قرآن شریف کفار کو سنا سنا کر ان پر لعنت بھیجتا ہے جیسا کہ فرماتا ہے اولئک علیہم لعنۃ اللہ والملائکۃ + ویلعنہم اللہ ویلعنہم اللاعنون۔ انتہیٰ۔ تو کیسے ہو سکتا ہے کہ خدا تعالیٰ سب سے منع بھی فرماتا ہے اور پھر لعنت و دیگر گالیاں دیتا ہے۔ اور فرشتوں اور آدمیوں کی جانب سے بھی ظاہر فرماتا ہے۔ بہرحال اپنے اپنے مقام پر جواز و منع کو حمل کرنا پڑیگا۔ چونکہ ان میں ولید کو گالیاں دی ہوئی ہیں اور وہ بھی مسلمان صحابی تھا اس کو قرآن میں فاسق بھی کہا گیا ہے اور نبیؐ اور صحابہ کی گالیاں بھی مسلمان صحابہ کو دی ہوئی ہیں اور قرآن میں کفار کی گالی کی منع اس وجہ سے وارد ہے کہ مبادا وہ اللہ تعالیٰ کو گالیاں دیں اور مسلمانوں سے اللہ تعالیٰ کو گالیاں دینے کا خوف نہ تھا تو اس لئے شاید صحابہ کا ایسا عمل رہا۔ اور حدیث میں جو سب مسلم فسوق ہے وارد ہوا ہے اس کا مطلب یہ ہوگا کہ مسلم صالح کو بغیر جرم شرعی کے گالی دینا فسق ہے مگر جرم شرعی پر جائز ہے۔ جیسے قتالہ کفر اسی حدیث میں ہے یعنی مسلمان سے جنگ کرنی کفر ہے۔ پھر ابوبکر صاحب نے عدم ادائے زکوٰۃ پر مسلمانوں سے جنگ کی اور جناب علیؑ اور معاویہ کی جنگ میں تمام صحابہ شریک تھے۔ نیز جنگ جمل اور قتل حضرت عثمان میں بھی اسی طرح ہوا مگر کفر کا فتویٰ ان میں سے کسی پر سنی علماء نے نہیں دیا۔ کہتے ہیں ہر ایک کے پاس وجہ شرعی تھی۔ چنانچہ حدیث تین دن سے زیادہ بغض رکھنے کی منع۔ غیبت کی منع۔ سب کی منع و منع لعن وغیرہ میں بیان ہوگا۔ کہ بعض مستحق افراد ان میں سے مستثنیٰ ہیں۔ اسی طرح حکم گالی میں ہے۔

(باقی بر صفحہ ۱۵۹)

۵ اسی طرح عمرو بن عاص کا ابوموسیٰ کو گدھے کی مشابہت دینا اور ابوموسیٰ کا عمرو کو کتے سے مشابہت دینا۔ طبقات ابن سعد مطبوعہ برلین جلد ۴ صفحہ ۵ میں باسناد مروی ہے

عمران پر لعنت شخصی　　مرزا صاحب قادیانی کی تحقیق گالی کے ثبوت میں

اس کے بغیر تطبیق احادیث و آیات کی نہیں ہوسکتی۔ ایک موٹی بات پر غور کرو سباب المسلم فسوق بھی صحیح مسلم میں ہے اور امر سب معاویہ کا بھی مسلم میں ہے اور بخاری میں سب حضرت عباس کی بھی ہے وغیرہ وغیرہ۔ اور ابو موسیٰ اشعری کا لعنت کرنا اور گالی دینا عمرو بن عاص کو اور عمرو کا لعنت کرنا اور گالی دینا ابو موسیٰ کو ذیل میں لعنت کے ذکر میں دیکھو اور مروج الذہب جلد ۲ صفحہ ۳۱۵ میں محمد بن ابی بکر نے ایک خط میں معاویہ کو لکھا تو لعین بن لعین ہے۔ شرح نہج البلاغۃ ابن ابی الحدید جزء ہشتم صفحہ ۶۴۳ طبع ایران میں ہے۔ بہت سے صحابہ نے عثمان پر لعن کیا حالانکہ وہ خلیفہ تھا۔ ان میں سے ایک بی بی عائشہ ہیں جنہوں نے لعن اللہ نعثلا وغیرہ کہا۔ نیز عبد اللہ بن مسعود ہیں۔ اور معاویہ نے حضرت علی بن ابیطالب اور حسنین پر لعن کیا (پھر لکھا) اور ابو بکر و عمر نے سعد بن عبادہ پر لعن کیا اور اس سے بیزار ہوئے اور اس کو شام کی طرف مدینہ سے نکال دیا۔ نیز عمر صاحب نے خالد بن ولید کو لعن کیا جب کہ اس نے مالک بن نویرہ کو قتل کیا۔ اسی طرح اسلام میں ایسے شخص پر لعن ہوتا چلا آیا ہے جس سے گناہ قابل لعن و تبرا ہوا ہو۔ انتہیٰ۔ امامۃ والسیاسۃ جلد ۱ صفحہ ۱۰۱ وعقد الفرید جلد ۳ صفحہ ۱۱۶ وتذکرہ خواص الامۃ صفحہ ۵۹ ومروج الذہب طبع جدید مصر جلد ۲ صفحہ ۲۷۹ میں قصہ تحکیم صفین میں ہے کہ ابو موسیٰ اشعری صحابی نے عمرو بن عاص کو کہا لعنک اللہ یا کہا علیک لعنۃ اللہ یا کہا لا وفقک اللہ غدرت وفجرت مثلک کمثل الکلب۔ عمرو نے جواب میں کہا لعنک اللہ (یا کہا) بل ایاک یلعن اللہ فان مثلک کمثل الحمار ان تحمل علیہ یلہث وان تترکہ یلہث یعنی ابو موسیٰ نے عمرو پر لعنت کی اور کتے سے مثال دی اور عمرو نے ابو موسیٰ پر لعنت کی اور گدھے سے مثال دی۔ انتہیٰ۔ اور مروج الذہب صفحہ ۲۹ جلد ۲ میں ہے ابو موسیٰ نے عمرو کو کہا فعلتہا لعنک اللہ فتعسا لہا　اور دیکھو فلک النجاۃ حال معاویہ لعن علی او معاویۃ اور حدیث ثقلین کے بیان میں در مختار سے ابی حنیفہ کے مخالف پر اور مروان کے باپ اور مروان پر اسکے حال میں اور عمرو ومعاویہ و مغیرہ پر مغیرہ کے حال میں اور خدعیت و مکر کے ذکر میں ابو موسیٰ کے حال میں عمرو و ابو موسیٰ کی گالی ایک دوسرے کو اور عمران بن حطان پر لعن بیان بارہ خلفاء سے پہلے چند سطور پر فلک جلد ہذا میں ملاحظہ ہو اور دیکھو تعلیق مضمون بدری جو حاشیہ کریں حوالہ کبیر جلد ۶ صفحہ ۳۶۵ صحابی بدری پر لعنت۔ اور دیکھو فلک النجاۃ حال مغیرہ بن شعبہ حجر بن عدی کی مغیرہ شامل بیعت شجرہ پر لعنت اور دیکھو حدیث لا تسبوا الاموات کے بیان میں جواز لعنت بر معاویہ و عمرو عاص وغیرہ۔ اور حیوۃ الحیوان جلد ا صفحہ ۶۰ میں حجاج پر اس طرح لعنت لکھی ہے قاصر المعین الحجاج اخزاہ اللہ وقبحہ۔

(نوٹ) لعنت شخصی کا جواز اولاً آیت لعان مندرجہ متن فلک النجاۃ سے ثابت ہے اور وہ بھی ایک مسلمان کے جرم جھوٹی تہمت یا ایک گناہ پر نہ یہ کہ کافر پر اور دیگر آیات و احادیث متضمن لعنت عام بھی اس فعل کے مرتکب پر ثابت ہے جو افعال ان آیات و احادیث میں وارد ہیں اور تصریح اسکی تفسیر کبیر سے اوپر لکھی جا چکی ہے کہ لعنت عامہ سے لعنت شخصی ثابت ہے اور عمل صحابہ و دیگر علماء کا یہاں بطور نمونہ درج کر دیا ہے اس سے زیادہ ضرورت نہیں اور تعصب و ضد مخالفین کا علاج تو خدا کے پاس ہے۔ مؤلف تحفہ اثنا عشریہ نے فتاوی عزیزی اردو دوسرو عزیزی جلد ا صفحہ ۲۵۳ میں لکھتے ہیں البتہ شمر و ابن زیاد پر لعن کرنا قطعی طور پر جائز ہے اس واسطے کہ قطعی طور پر ثابت ہے کہ شمر و ابن زیاد شہادت پر امام علیہ السلام کے راضی تھے۔ (پھر لکھا) بلکہ بالاتفاق سب علماء کے نزدیک قطعی طور پر ثابت ہے کہ شمر و ابن زیاد بد نہاد پر لعن کرنا جائز ہے۔ اور فتاوی عزیزی فارسی صفحہ ۱۰۶ میں بھی اسی طرح ہے۔ اور مروان پر لعنت شخصی کا حکم و عمل فلک میں فتاوی عزیزی سے منقول ہے مکرر ملاحظہ ہو۔ ۱۲ مترجم۔

وفی السبیل الجلیہ فی اباء العلیہ للسیوطی وقد نقلت من مجموع بخط الشیخ کمال الدین الشمنی والد شیخنا ما نصہ سئل القاضی ابو بکر ابن العربی احد ائمۃ المالکیۃ عن رجل قال ان اب النبی صلعم فی النار فاجاب بانہ ملعون لان اللہ تعالیٰ یقول ان الذین یؤذون اللہ ورسولہ لعنہم اللہ فی الدنیا والاٰخرۃ الآیۃ قال ولا اذی اعظم من ان یقال عن ابیہ انہ فی النار۔ وفی الجوامع القادریۃ فی معتقدات اہل السنۃ والجماعۃ اما اللعن علی یزید فقد جوزہ الحافظ السیوطی والعلامۃ التفتازانی

سیوطی نے رسالہ السبیل الجلیہ (مطبوعہ محمدی لاہور) جو آباء نبی صلعم کے اسلام میں اسنے تالیف کیا ہے صفحہ ۱۱ پر لکھا ہے کہ قاضی ابو بکر سے جو ایک ائمہ مالکیہ سے ہے ایسے شخص کی نسبت پوچھا گیا جس نے کہا نبی صلعم کا باپ دوزخ میں ہے تو اسنے جواب دیا کہ وہ شخص ملعون ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ان الذین یؤذون اللہ ورسولہ الخ کہا کہ اس سے زیادہ رسول ص کو کیا رنج پہونچتا ہے کہ آپکے باپ کو دوزخی کہا جائے۔ اور جوامع قادریہ فی معتقدات اہل السنۃ والجماعۃ صفحہ ۳۷ میں ہے لیکن یزید پر لعنت پس تحقیق اس کو حافظ سیوطی اور علامہ تفتازانی نے جائز رکھا ہے

عمرو عاص و ابو موسیٰ اشعری کی آپس میں لعنت اور گالی — صحابی بدری پر لعنت شخصی — حجاج پر لعنت — شمر و ابن زیاد پر لعنت شخصی — یزید پر لعنت شخصی

قال العلامة التفتازانی فی شرح العقائد فنحن لا نتوقف فی شانه بل فی ایمانه لعنة الله علیه وعلی انصاره واعوانه ذکر فی الصواعق ان عمر بن عبد العزیز قد ضرب عشرین سوطا لمن سمی یزید امیر المؤمنین (وقال) واجاز قوم لعنه منهم ابن الجوزی ونقله عن احمد وغیره ونقل ابن الجوزی عن القاضی ابی یعلی باسناده الی صالح بن احمد بن حنبل قال قلت لابی ان قوما ینسبونا الی تولی یزید فقال یا بنی وهل یتولی یزید احد یومن بالله ولم لا نلعن[۱] من لعنه الله فی کتابه الخ

(وفی الفتاوی لعبد العزیز مروان را لعنت کردن از لوازم سنت ومحبت اہل بیت است کہ از جملہ فرائض ایمان است۔ (جواب سوال خامس)۔ وفیہ در لعن شمر وابن زیاد کہ رضا واستبشار آنہا باین فعل شنیع قطعی است من غیر التعارض ہیچکس را در آں توقف نیست۔ انتہی)

لا یقال قد نهی الله تعالی عن سوء الظن بقوله یا ایها الذین آمنوا اجتنبوا کثیرا من الظن ان بعض الظن اثم الآیة فاذا کان الظن منهیا عنه فکیف یجوز اللعن وهو اکبر منه لانا نقول لیس مطلق الظن ممنوعا عنه بل ظن السوء باهل الخیر کما قال السیوطی فی الجلالین اثم ای مؤثم وهو کثیر کظن السوء باهل الخیر من المؤمنین وهم کثیر بخلاف الفساق[۳] منهم فلا اثم فیه فی نحو ما یظهر منهم۔ انتہی

علامہ تفتازانی نے شرح عقائد صفحہ ۱۱۷ میں لکھا ہے کہ ہم یزید کے حال بلکہ ایمان میں توقف نہیں کر سکتے اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے اور اسکے یاروں مددگاروں پر بھی۔ صواعق صفحہ ۱۳۲ میں ہے تحقیق عمر بن عبد العزیز نے اس شخص کو جس نے یزید کو امیر المومنین کہا بیس درّے لگائے (پھر لکھا ہے) کہ ایک قوم نے یزید پر لعنت کرنے کو جائز رکھا ہے جن میں سے ابن جوزی نے قاضی ابی یعلیٰ سے باسناد خود صالح بن احمد بن حنبل سے نقل کیا اس نے کہا میں نے اپنے باپ کو کہا تحقیق ہم کو قوم تولّا یزید کی نسبت دیتی ہے احمد نے کہا اے بیٹے کیا کوئی یزید کو بھی دوست رکھتا ہے بشرطیکہ وہ اللہ کے ساتھ ایمان رکھتا ہو اور ہم کیوں ایسے شخص کو لعنت نہ کریں جس کو اللہ تعالیٰ اپنی کتاب میں لعنت کرتا ہے۔ الخ اور فتاویٰ مؤلفہ عبد العزیز دہلوی صفحہ ۱۹۳-۱۸۴ میں ہے مروان[۲] کو لعنت کرنا لوازم سنت اور محبت اہل بیت میں سے ہے جو منجملہ فرائض ایمان کے ہے۔ (جواب سوال خامس) (اور سرور عزیزی ترجمہ فتاویٰ عزیزی جلد ا صفحہ ۲۴۳ جواب سوال خامس میں ہے۔ مروان علیہ اللعنۃ کو برا کہنا چاہیئے اور اس سے دل سے بیزار رہنا چاہیئے (پھر لکھا) اس خیال سے اس شیطان سے بیزار رہنا چاہیئے)۔ اور اسی کے صفحہ ۱۰۶ میں ہے شمر اور ابن زیاد پر لعنت کرنے میں جو رضا وخوشنودی ان کی اس فعل شنیع پر قطعی ثابت ہے کسی کو بلا تعارض اس میں توقف نہیں ہے۔ انتہی۔ (وسرور عزیزی ترجمہ فتاویٰ عزیزی جلد ا صفحہ ۲۹۳ میں کہا یہ سب علماء کے نزدیک قطعی طور پر ثابت ہے)۔ یہ اعتراض نہ کیا جائے کہ خدا تعالیٰ نے سوء ظن یعنی برے گمان سے منع فرمایا ہے۔ بقولہ تعالیٰ اے ایمان دارو بہت گمان کرنے سے بچ رہو تحقیق بعض ظن گناہ ہوتے ہیں الخ تو جب برے گمان سے بھی منع کیا گیا ہو تو لعنت کرنا کیسے جائز ہوگا جو اس سے بڑا کام ہے۔ یہ اعتراض اسلئے نہ کیا جائے کہ ہم کہتے ہیں مطلق ظن ممنوع نہیں ہے بلکہ ظن سوء یعنی بدگمانی نیک اعمال والے لوگوں پر منع ہے۔ جیسا کہ سیوطی نے جلالین میں کہا ہے اثم ہے یعنی گناہگار بنانے والا ہے اور وہ بہت ہے جیسا کہ نیکوں کے ساتھ جو مومنین سے ہوں برا گمان کرنا اور وہ بہت ہیں بخلاف اس گمان کے جو گناہگاروں کے ساتھ کرتے ہیں پس اس میں کوئی گناہ نہیں اس کام کی نسبت جو ان سے ظاہر ہو۔ انتہی۔

---

[۱] بیان حدیث لا تسبوا الاموات میں ہماری اسی کتاب کے صفحہ ۱۵۰ پر علامہ وحید الزمان کی کتاب المشرب الوردی صفحہ ۲۵۱ سے لکھا گیا ہے کہ آیت ان الذین یوذون الله ورسوله کے مطابق جب معاویہ وعمرو بن عاص وغیرہ پر ایذا دینا اللہ ورسول کا ہم ثابت کہتے ہیں تو نتیجہ یہی ہوگا کہ وہ ملعون ہیں ۱۲ مترجم

[۲] مروان صحابی ہو یا تابعی آخر سنیوں کے نزدیک مؤمن تو ضرور رہے معاویہ جیسے صحابی نے اس کو مدینہ طیبہ کا عامل رکھا۔ صحاب کا امیر وخطیب وپیش نماز رہا۔ اگر اس کا قصور ہے تو یہی عداوت اہل بیت کا اور ان کی حرمت کی رعایت نہ کرنا اس سے فاسق ہوگا اور فاسق مؤمن کو سنیوں کے عام قاعدہ کے مطابق لعن نہیں کیا جاتا پس یا عداوت اہل بیت اور ان کی کسر شان سے آدمی کافر ہو جاتا ہے چنانچہ فتاویٰ عبد العزیز سے معلوم ہوتا ہے اور یا فاسق پر بلا دریغ لعنت جائز ہے۔ ہر دو صورتوں میں ہمارا مدعا حاصل ہے اور شیعہ جس پر لعن کریں اس کی وجہ یہی ہوتی ہے ۱۲ مترجم۔

[۳] فی ریاض الصالحین للنووی صفحہ ۲۰۰ وفی الصحیح المسلم جلد ۲ صفحہ ۲۰۵ عن ابن مسعود قال لعن الله الواشمات والمستوشمات والمتنمصات والمتفلجات للحسن المغیرات خلق الله فقالت له امرأة فی ذلک فقال ومالی لا العن من لعنه رسول الله وهو فی کتاب الله تم

وفی شرح البخاری للقسطلانی قال الفراء هو ظنك[۱] باهل الخیر سوء واما اهل الفسق فلسنا ان لانظن فیهم مثل الذی ظهر منهم وفیه والنهی انما هو من ظن السوء بالمسلم السالم فی دینه وعرضه۔ انتهٰی۔ وقد قال الله تعالٰی لا یحب الله الجهر بالسوء من القول الا من ظلم ففی هذه الاٰیة اجازة للمظلوم بذکر مساوی الظالم جهرًا واعلانًا اعلامًا للمؤمنین واذا امعنا النظر فی الذین ظلموا اٰل محمد وارادوا اطفاء انوارهم وکتمان احادیثهم فقد ظلمونا فلنا ان نذکر مساویهم للتحذیر عنهم والتنفیر عنهم وندبرء منهم وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون لا یخفی ان اللعن قد ثبت من الله ورسوله واکابر الامة علی الکفار والمشرکین وعلی من قتل مؤمنا متعمدا وعلی من قذف العفیفة وعلی من افسد فی الارض وقطع الارحام وعلی من اذی الله ورسوله وعلی من ظلم وعلی من زارت القبور ومن اتخذ علیها السرج والمساجد وعلی اهل الخمر والربو والرشوة وعلی من احتکر وعلی من تخلی فی الطریق او فی الظل وعلی المحلل والمحلل له وعلی من اخاف اهل المدینة وعلی من ضار مؤمنا ومکر به وعلی من اسخطت زوجها وعلی الواشمة والمستوشمة وعلی مروان وابیه الحکم وعلی معاویة وابنه یزید وعلی عمرو بن العاص وعلی من ترك السنة وعلی غیر هؤلاء فهل کانوا کلهم کفارًا ومشرکین کلا بل کانوا اکثرهم مسلمین فثبت بلا ریب جواز اللعن علی من استحقه ولو کان مسلمًا ناقص الایمان ظالمًا علی نفسه لعصیان الله ورسوله واذا دعوا الی الله ورسوله لیحکم بینهم اذا فریق منهم معرضون ویؤید لما قلنا ماروی البخاری فی صحیحه[۲]

اور شرح بخاری قسطلانی جلد ۹ صفحہ ۳۹ میں ہے فراء نے کہا کہ مراد اس سے نیک مردوں سے تمہارا بڑا گمان ہے لیکن فاسقوں کے لئے ہم کو کوئی مانع نہیں جس کے باعث سے ہم اس کام کا گمان ان ایسے اشخاص پر نہ کریں جو ان سے ظاہر ہوتا ہو۔ اور اسی کے جلد ۹ صفحہ ۹۰ میں ہے اور بڑے گمان کی منع محض مسلم سالم دین و آبرو والے کے لئے ہے۔ انتہٰی۔ اور تحقیق اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ خدائے عزوجل کسی بڑے کلام ظاہر کرنے کو پسند نہیں کرتا مگر مظلوم سے پس اس آیت میں مظلوم کے لئے ظالم کی برائیاں بیان کرنا ظاہرا بغرض اطلاع مومنین کے اجازت ہے۔ اور جب ہم گہری نظر سے ان لوگوں کے حال کو دیکھیں جنہوں نے آل محمدؐ پر ظلم کیا اور ان کے نور کو مٹانے کی کوشش کی ہے اور ان کی احادیث کو چھپانے کی چارہ جوئی کی تو اس لحاظ سے انہوں نے ہمارے اوپر بھی بڑا ظلم کیا ہے لہذا ہمارے لئے جائز ہے کہ ہم ان کی برائیاں بیان کریں تاکہ لوگ ان سے خوف کریں اور نفرت کریں اور ان کی اقتدا نہ کریں اور ہم ایسے لوگوں سے بیزار رہیں اور عنقریب ظالموں کو معلوم ہو جائیگا کہ کیسی جگہ پر پہنچیں گے۔ مخفی نہ رہے کہ تحقیق اللہ اور رسول اور بزرگان امت سے کفار پر اور قاتل مؤمن پر جو عمداً کرے اور مومنہ عفیفہ کو تہمت لگانے والے پر اور جو زمین پر فساد پھیلائے اس پر اور قطع رحم کرنے والے پر اور اللہ و رسول اللہ کو ایذا دینے والے پر اور ظالم پر اور قبور کی زیارت کرنے والی عورت پر اور جو قبور پر چراغ جلائے اس پر اور قبور پر مساجد بنانے والے پر اور شرابیوں پر اور بیاج و رشوت والے پر اور دانہ وغیرہ بند رکھنے والے پر اور رستہ یا سایہ میں قضا حاجت کرنے والے پر اور حلالہ کرنے والے پر اور اہل مدینہ کو ڈرانے والے پر اور مومن کو ضرر دینے والے اور اس سے مکر کرنے والے پر اور عورت اپنے مرد کو غضب میں لانے والی پر اور واشمہ متوشمہ پر اور مروان اور اسکے باپ حکم پر اور معاویہ اور اس کے بیٹے یزید پر اور عمرو بن عاص پر اور تارک سنت وغیرہ پر لعنت ثابت ہوئی۔ پس کیا یہ سب کافر تھے یا مشرک تھے ہرگز نہیں بلکہ اکثر مسلمانوں میں سے ہیں تو بلاشک اس پر لعنت کا جواز ثابت ہوا جو اس کا مستحق ہو اگرچہ مسلم ناقص الایمان ہے جس نے بوجہ نافرمانی امر اللہ تعالیٰ و رسول اللہ کے اپنے نفس پر ظلم کیا اور جب بلائے جاتے ہیں طرف اللہ و رسول اللہ کے تاکہ ان میں وہ فیصلہ کرے تو ناگاہ ایک فریق ان کا منہ پھیر لیتا ہے۔ اور ہمارے بیان مذکور کی روایت بخاری کی تائید کرتی ہے جو اس کے صحیح جلد ۱ صفحہ ۲۵۱ میں ہے

---

[۱] فی الجلالین مع الکمالین تحت آیت ان بعض الظن اثم کے حاشیہ ۱۲ میں صاحب کمالین نے لکھا ہے کما ورد فی الحدیث جس کا ترجمہ یہ ہے کہ غیبت یعنی گلا فاسق کا غیبت نہیں ہے اس کو بیہقی و طبرانی نے روایت کیا ہے اور زجاج نے کہا ہے بڑا گمان نیکوں پر منع ہے اہل فسق پر منع نہیں ہے بلکہ انکے اعمال کے مطابق ذکر کرنا جائز ہے۔ انتہیٰ ۱۲ مترجم۔ [۲] کذا فی المشکوٰۃ صفحہ ۲۳۱ باب حرم المدینۃ عن علی بعینہ وہی روایت ہے اور کہا ہے متفق علیہ یعنے بخاری مسلم دونوں نے اس کو روایت کیا ہے۔ پس ثابت ہوا کہ لعنت مخصوص کفار کے لئے نہیں بلکہ بجز اس کے ایسے افعال ہیں جن کے کرنے سے مسلم پر لعنت کیجا سکتی ہے اور صحیح مسلم جلد ۱ صفحہ ۴۴۲ میں ہے، وذمۃ المسلمین واحدۃ یسعٰی بہا ادناهم فمن اخفر مسلما فعلیہ لعنۃ الله والملئکۃ والناس اجمعین

من اخفر مسلما فعلیه لعنة الله والملائکة والناس اجمعین لا یقبل منه صرف ولا عدل۔ قال الحافظ فی شرحه وفیه جواز لعن اهل الفسق عموما ولو کانوا مسلمین۔ قال النووی فی شرح المسلم ویخرج منه اللعن المباح وهو الذی ورد الشرع به وهو لعنة الله علی الظالمین۔ الخ **اما التبری** فقد مر معناه وهو لیس بسب بل هو فی الحقیقة غیرة وهی رکن الدین لما روی عن ابی هریرة مرفوعا ان الله یغار والمؤمن یغار وغیرة الله ان یاتی المؤمن ما حرم علیه رواه الترمذی وقال وفی الباب عن عائشة وعبد الله بن عمرو قد روی عن یحیی بن ابی کثیر عن ابی سلمة عن عروة عن اسماء ابنة ابی بکر عن النبی هذا الحدیث وکلا الحدیثین صحیح۔ الخ فی ریاض الصالحین للنووی عن جابر مرفوعا من اکل ثوما او بصلا فلیعتزلنا۔ متفق علیه۔ وعن ابی سعید الخدری عن رسول الله قال من رای منکم منکرا (ای ما انکره الشرع مرقاة) فلیغیره بیده فان لم یستطع فبلسانه فان لم یستطع فبقلبه وذالک اضعف الایمان رواه مسلم وکذا فی المشکوٰة وکنز العمال وفی الجلالین[۵] وهم الثلاثة الاتون بعد مرارة بن الربیع وکعب بن مالک وهلال بن امیة تخلفوا کسلا ومیلا الی الدعة لا نفاقا ولم یعتذروا الی النبی کغیرهم فوقف امرهم خمسین لیلة وهجرهم الناس حتی نزلت توبتهم بعد۔ انتهی۔

نبی نے فرمایا جس نے عہد شکنی کر کے مسلم کو شرمندہ کیا پس اس پر اللہ تعالیٰ اور فرشتوں اور آدمیوں سب کی لعنت ہے اس سے کوئی توبہ عمل فدیہ قبول نہ ہوگا یا اس کے فرائض و نوافل قبول نہ ہونگے حافظ ابن حجر نے اس کی شرح فتح الباری جلد ۶ مذکور میں لکھا ہے کہ اس حدیث سے اہل فسق پر عموماً لعنت کرنیکا جواز ثابت ہوتا ہے اگرچہ مسلمان ہوں نووی نے شرح مسلم جلد ۲ صفحہ ۳۲۲ میں لکھا ہے کہ لعن ممنوع سے وہ لعن مستثنیٰ ہے جو شرعاً جائز ہے جیسے ظالموں پر اللہ کی لعنت ہے الخ

تبرا کا ثبوت۔ جاننا چاہیئے کہ تحقیق معنی اس کا اور یہ کہ یہ سب نہیں ہے مذکور ہو چکا ہے بلکہ وہ تو فی الحقیقت غیرت ہے جو جزء اعظم دین کی ہے کیونکہ ابی ہریرہ سے روایت ہے مرفوعاً کہ تحقیق اللہ غیرت کرتا ہے اور مومن بھی غیرت کرتا ہے اور اللہ کی غیرت اس طرح ہے کہ مؤمن کا فعل حرام کرنا اللہ کو ناپسند ہے روایت کیا اسکو ترمذی نے جلد ۱ صفحہ ۱۳۹ میں اور کہا کہ اس باب میں عائشہ و عبد اللہ بن عمر سے اور یحییٰ بن ابی کثیر سے بروایت ابی سلمہ عروہ سے بروایت اسماء بنت ابی بکر کے نبی سے یہی حدیث مروی ہے اور دونوں صحیح ہیں الخ ریاض الصالحین مؤلفہ نووی صفحہ ۲۱۲ میں جابر سے مرفوعاً آیا ہے جس نے لہسن یا پیاز کو کھالیا وہ ہم سے دور رہے۔ روایت کیا اسکو بخاری و مسلم نے۔ اور ابی سعید خدری نے رسول اللہ سے روایت کی ہے کہ نبی نے فرمایا جو تم میں سے کسی شرعی ناجائز امر کو دیکھے چاہیئے کہ ہاتھ سے اسکی اصلاح کرے اگر قدرت نہ ہو تو زبان سے ورنہ دل سے اسے برا جانے اور یہ آخری درجہ بہت کمزوری ایمان کی حالت ہے کذا فی المسلم جلد ۱ ص۵۱ و مشکوٰۃ جلد ۲ صفحہ ۴۲۸ و کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۵۵۔ اور جلالین صفحہ ۱۰۹ و ۱۱۰ میں ہے اور وہ تین متخلفین جو مرارہ بن ربیع ہے اور کعب بن مالک و ہلال بن امیہ جو سستی اور آرام طلبی کے طور پر جنگ سے باز رہے نہ بطور نفاق کے اور نہ کوئی جائز عذر انہوں نے پیش کیا ان کا امر پچاس رات تک موقوف رہا اور لوگوں نے ان کو چھوڑ دیا اور ان سے بیزار ہوگئے یہاں تک کہ ان کی توبہ کی آیت بعد میں اتری۔ انتہیٰ۔

[۵] اسی طرح بخاری جلد ۳ صفحہ ۵۵۔ اور بخاری جلد ۴ صفحہ ۵۶ باب من لم یسلم علی من اقترف ذنبا میں ہے ان النبی لم یرد السلام حتی تبین توبتهم۔ یعنی بخاری میں ایک باب اس پر رکھا ہوا ہے کہ جو گناہ کا مرتکب ہوا اس کے سلام کا جواب نہ دیا جائے۔ اور نہ اس پر ابتداءً سے سلام کیا جائے اور نبی نے متخلفین سے اسی طرح کیا۔ اور ظاہر ہے کہ وہ مومن صحابہ تھے فقط ایک گناہ ان سے ہوا۔

ایضاً حوالہ مدارج النبوۃ[۲] اسی طرح تفسیر کبیر جلد ۴ صفحہ ۷۵۹ و تفسیر ابو السعود جلد ۴ صفحہ ۷۵۴ برحاشیہ کبیر و بخاری جلد ۳ صفحہ ۵۵/۸۷ و جلد ۴ صفحہ ۹۳ باب ما یجوز من الهجران لمن عصی یعنی جس نے گناہ کیا اس سے مہاجرت و ترک موالات و قطع تعلق جائز ہے۔ ۱۲ مترجم

ص جو ص۱۶۳ پر آتا ہے

ظالم و فاسق مسلمانوں پر لعنت جائز ہے

بخاری میں باب جواز ترک موالات

وفی مدارج النبوۃ رسول خدا اصحاب را منع کرد از صحبت داشتن و سخن کردن با ما پس ہمہ از ما اعراض کردند و حال بر ما متغیر شد پنجاہ روز گذشت - اگر گاہے برائے کارے بیروں مے رفتم ہیچ مسلمانے با من سخن نمی کرد و بر من سلام نمی کرد - پس بخانہ رفتم و دیدم کہ رسول خدا کس فرستادہ است کہ از زن اعراض کنم گفتم فرمودہ است کہ طلاق دہ گفت نہ بلکہ فرمودہ است کہ صحبت مدار پس زن را بخانہ پدرش فرستادم و در بعضے روایات آمدہ کہ زنان ایشاں را ہم امر کردہ بود کہ خدمت ایشاں نکنند و با ایشاں معاشرت نمایند الخ - فی تطہیر الجنان لابن حجر المکی علٰی حاشیۃ الصواعق قال الحسن فانی احمد اللہ الذی جعلکم فیمن تبرأ[۱] من ھذا یعنی علی الخ و قد مر مستوفیً مرتین فہنا خاطب الحسنؑ معاویۃ والمغیرۃ و عمرو بن العاص و اثبت تبریھم عن علیؑ ھذا - وقد مر من عون الباری و روضۃ الاحباب ذکر عدم تسمیۃ عائشۃ علیاً لما کان لہا علیہ و ھذا نوع من اعاظم اصناف التبری کما لا یخفی - قال اللہ تعالٰی وما کان استغفار ابراھیم لابیہ الا عن موعدۃ وعدھا ایاہ فلما تبین لہ انہ عدو للہ تبرأ منہ

اور مدارج النبوۃ جلد ۲ صفحہ ۴۶۳ میں ہے رسول خدا نے صحابہ کو منع کر دیا کہ ان صحابہ متخلفین از جنگ تبوک کے ساتھ ہم نشینی اور ہم کلامی نہ کیا کریں - چنانچہ انہی متخلفین میں سے ایک کا بیان ہے کہ سب صحابہ نے ہم سے روگردانی کر لی اور ہماری حالت متغیر ہو گئی حتیٰ کہ پچاس دن گذر گئے اور اگر ہم کسی کام کے لئے باہر جاتے تو کوئی مسلمان ہم سے بات نہ کرتا تھا نہ ہم پر سلام دیتا تھا پس ہم گھر میں گئے تو دیکھا کہ رسول خدا نے کسی کو بھیجکر فرما بھیجا ہے کہ ہم اپنی زوجہ سے کبھی تعلق نہ رکھیں ہمنے عرض کی یا حضرت کیا حکم ہے کہ طلاق دیجائے ؟ کہا نہیں حکم ہے کہ صحبت سے دور رہیں پس ہمنے زوجہ کو اس کے باپ کے گھر بھیجدیا اور بعض روایات میں آیا ہے کہ ان کی عورتوں کو حکم دیا تھا کہ ان کی خدمت نہ کریں - اور ان سے ترک موالات رکھیں - الخ - اور تطہیر الجنان مؤلفہ ابن حجر مکی مطبوعہ برحاشیہ صواعق صفحہ ۱۲ میں ہے امام حسنؑ نے اپنے خطبہ میں فرمایا تھا میں اللہ کی حمد کرتا ہوں جس کی شان یہ ہے کہ تم کو یعنی معاویہ و عمرو بن عاص و مغیرہ کو علی علیہ السلام سے تبرا کرنے والوں میں بنایا ہے اور یہ مفصل دو دفعہ گذر چکا ہے - پس اس موقعہ پر امام حسن نے معاویہ و مغیرہ و عمرو بن عاص کو خطاب میں ثابت کر دیا ہے کہ وہ علی علیہ السلام سے تبرا کرتے تھے اور پھر انہوں نے اس امر سے انکار بھی نہ کیا اس کو خوب یاد رکھو - اور تحقیق عون الباری جلد ۲ صفحہ ۱۰۵ اور روضۃ الاحباب جلد ۳ صفحہ ۸ سے بی بی عائشہ کا حضرت مرتضےٰ سے کدورت رکھنا اور علیؑ کا نام لینا بھی پسند نہ کرنا مذکور ہو چکا ہے اور یہ تبرا بڑے اقسام تبرا میں سے ہے جیسا کہ ظاہر ہے : اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے اور ابراہیمؑ کا استغفار اپنے چچا کے لئے ایک عہد کی بنا پر تھا جو اس نے اس سے کیا تھا جب ابراہیمؑ کے لئے ظاہر ہو گیا کہ وہ اللہ کا دشمن ہے تو ابراہیم علیہ السلام اس سے بیزار ہو گئے - الخ اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اے ایمان دارو میرے دشمن اور اپنے دشمن کو دوست مت بناؤ - الخ

الآیۃ - قال اللہ عز اسمہ یایھا الذین امنوا لا تتخذوا عدوی و عدوکم اولیاء - الآیۃ -

[۱] آیت لا تجد قوما یومنون باللہ والیوم الاخر یوادون من حاد اللہ و رسولہ ولو کانوا اٰباءھم تبرا کو ثابت کرتی ہے اس طرح کہ ایسے لوگوں سے نفرت کرنے اور دوستی نہ رکھنے کا حکم ہے جو اللہ اور رسولؐ کے حکم کی مخالفت کرتے ہوں خواہ کتنی مخالفت ہو اور کیسے ہی اقارب ہوں اور آیت ومن یتولھم منکم فانہ منھم عام ہے جس کو کوئی دوست رکھے انہی میں سے ہوتا ہے تو دشمنان آل محمد کو جو دوست رکھے انہی میں سے ہوتا ہے اسلئے ان سے ترک موالات ضروری ہے، نیز حضرت علیؑ کے تابعداران کی خاص علامت تولا و تبرا کرنے کے ثبوت میں دیکھو تاریخ طبری مطبوعہ لنڈن جلد ۱ ص ۳۳۶۰ و جلد ۶ ص ۴۲ طبع مصر و ص ۳۶ جس کی اصل عبارت بہ تفصیل بیان لفظ شیعہ میں جو شروع کتاب ہذا میں درج ہے لکھی گئی ہے وہاں کے حاشیہ میں ملاحظہ ہو اتی علیا اصحابہ و شیعتہ فبایعوہ و قالوا نحن اولیاء من والیت و اعداء من اعدیت یعنے شیعیان علی نے حضرت علی سے اس امر پر بیعت کی کہ ہم ان کے دوست جو آپکے دوست ہیں اور ہم ان کے دشمن جو آپکے دشمن ہیں - تاریخ طبری جلد ۶ ص ۳۲ میں ہے کہ عمرو بن عاص نے صفین میں کہا کہ میں علیؑ سے بیزار ہوں اور امام شافعی کا تبرا کرنا ہماری کتاب ہذا کے بحث لفظ شیعہ میں پر ملاحظہ ہو - اور فتاوی شاہ عبد العزیز دہلوی جلد اول ص ۱۹۸ میں ہے جواب سوال خامس آنکہ مروان علیہ اللعنۃ را بد گفتن و بدل از وی بیزار بودن خصوصاً در سلوکیکہ با حضرت امام حسنؓ و اہلبیت می نمود و عداوت مستمرہ ازاں بزرگوار در دل داشت از لوازم سنت و محبت اہل بیت است : اس سے صاف ثابت ہے کہ تبرا مروان یا مثل اس کے سے لوازم محبت اہل بیت سے ہے ۱۲ مترجم -

بالاتفاق دشمن اہل بیت سے تبرا لازم ہے

وکفی لنا قدوۃ واسوۃ حسنۃ ھجر سیدتنا فاطمۃ الزھراء صلوات اللہ علیھا ابابکر حتے ماتت وسیاتی تکملاً فی بیان فدک انشاء اللہ تم - وعن ابی امامۃ مرفوعا من احبّ للہ وابغض للہ واعطےٰ للہ ومنع للہ فقد استکمل الایمان رواہ ابوداؤد ورواہ الترمذی بتقدیم وتاخیر - عن ابی ذر مرفوعا افضل الاعمال الحب فی اللہ والبغض فی اللہ رواہ ابوداؤد - مشکوٰۃ باب الایمان - وفی کنز العمال عن ایاس بن سھل الجھنی قال قال معاذ یا نبی اللہ ای الایمان افضل قال تحب للہ وتبغض للہ رواہ ابن مندہ وابونعیم وعن البراء ان رسول اللہ م سئل ای عری الایمان اوثق قال الحب للہ والبغض للہ - وعن ابن عباس قال لابی ذر یا ابا ذر ای عری الایمان اوثق قال اللہ ورسولہ اعلم قال الموالاۃ فی اللہ والحب فی اللہ والبغض فی اللہ رواہ البیھقی - انتہے -

تولا و تبرا کمال ایمان کی علامت ہے

اور ہمارے لئے قابل تقلید طریقہ حسنہ سیدہ معصومہ فاطمۃ الزہراء علیہا السلام والصلوٰۃ کا ابی بکر سے بیزار رہنا ہے جو وفات تک اس عمل کو قائم رکھا اور یہ مکمل بیان فدک میں انشاء اللہ تعالیٰ آئیگا: اور ابی امامہ سے روایت ہے نبی م فرماتے ہیں کہ جس نے دوستی بھی اللہ تعالےٰ کے واسطے اور دشمنی بھی اللہ کے لئے رکھی اور دیا تو اللہ کیلئے اور نہ دیا تو اللہ کیلئے اُس نے اپنا ایمان کامل بنالیا اس کو ابوداؤد نے روایت کیا اور ترمذی نے بھی کچھ لفظ مقدم و مؤخر سے روایت کیا: اور ابی ذر سے روایت ہے نبی صلعم فرماتے ہیں کہ سب اعمال سے افضل اللہ کے رستے میں محبت رکھنی اور دشمنی بھی اللہ کے راہ میں رکھنی ہے اس کو ابوداؤد نے روایت کیا جیسا کہ مشکوٰۃ باب الایمان صفحہ ۶ - میں ہے! اور کنز العمال جلد ۱ صفحہ ۲۷ میں ایاس بن سہل جہنی سے روایت ہے کہ معاذ نے عرض کی یا نبی اللہ کونسی قسم ایمان کی افضل ہے؟ فرمایا کہ تو اللہ کے لئے دوستی رکھے اور دشمنی بھی اللہ کے لئے اس کو ابن مندہ اور ابونعیم نے روایت کیا: اور براء سے روایت ہے تحقیق رسول اللہ م سے سوال ہوا کہ کونسی دستاویز ایمان کی زیادہ پختہ ہوتی ہے؟ فرمایا کسی سے دوستی اللہ کیلئے اور دشمنی اللہ کے لئے رکھنی: اور ابن عباس سے روایت ہے کہ نبی م نے ابی ذر سے فرمایا یا اباذر کیا دستاویز ایمان کی زیادہ مضبوط ہوتی ہے اوس نے کہا اللہ اور رسول اسکا زیادہ واقف ہیں فرمایا وہ خدا کے راہ میں دوستی اور دشمنی رکھنی ہے اسکو بیہقی نے روایت کیا - انتہیٰ من کنز العمال -

امام غزالی کی تحقیق متعلقہ تولا و تبرا

سلف مولوی محسن علی شاہ صاحب لاہوری مرحوم اپنے رسالہ ازالہ اشتباہ صفحہ ۸ میں لکھتے ہیں اور نیز فتح الباری میں جلد اول صفحہ ۲۶ پر ہے لایجد العبد صریح الایمان حتی یحب للہ ویبغض للہ یعنی بندہ خالص ایمان کو حاصل نہیں کر سکتا جب تک محبت خدا کے لئے نہ رکھے اور دشمنی بھی خدا کے لئے نہ رکھے - احیاء العلوم امام غزالی مطبوعہ نولکشور جلد ۲ صفحہ ۱۹ بیان البغض للہ میں ہے - اعلم ان کل من یحب فی اللہ لابد ان یبغض فی اللہ فانک ان احببت انسانا لانہ مطیع للہ ومحبوب عند اللہ فان عصاہ فلابد ان تبغضہ لانہ عاص للہ وممقوت عند اللہ (ثم قال) فان قلت فکل مسلم فاسلامہ طاعۃ منہ فکیف ابغضہ مع الاسلام فاقول تحبہ باسلامہ وتبغضہ لمعصیۃ - فان قلت فیماذا یمکن اظھار البغض فاقول اما فی القول فیکف اللسان عن مکالمتہ ومحادثتہ مرۃ والتغلیظ والاستخفاف فی القول اخرٰی (بعدہ قال) وھو بحسب درجات الفسق والمعصیۃ (ثم قال) وطرق السلف قد اختلفت فی اظھار البغض مع اھل المعاصی وکلھم اتفقوا علی اظھار البغض للظلمۃ والمبتدعۃ وکل من عصی اللہ بمعصیۃ متعدیۃ منہ الی غیرہ (ثم قال) فقد کان احمد بن حنبل یھجر الاکابر فی ادنیٰ کلمۃ حتی ھجر یحییٰ بن معین لقولہ الخ (پھر صفحہ ۹۳ پر لکھا ہے ظلم وغصب اور شدید گناہ کیلئے) فالاستحباب فی اھانتھم والاعراض عنھم مؤکد جداً - انتہےٰ ملخصاً - یعنی جاننا کہ بہ تحقیق جو خدا کے واسطے دوستی رکھے ضروری ہے کہ وہ خدا کی راہ میں دشمنی بھی رکھے پس تحقیق تو اگر کسی انسان کو بسبب اس کے مطیع و فرمانبردار خدا اور اس کے محبوب ہونے کے دوست رکھے تو جب وہ اس خدا کی نافرمانی کرے پس ضروری ہے کہ بسبب اُس کے نافرمان اور مبغوض خدا ہونے کے تو اس کے ساتھ بغض رکھے (پھر کہا) اگر تم سوال کرو کہ ہر مسلمان بوجہ اسلام لانے کے فرمانبردار خدا ہے پس اس سے باوجود اسلام کے بغض کس طرح رکھ سکتا ہوں - تو جواب دیتا ہوں کہ تم اس کے اسلام کے سبب اُس سے دوستی رکھو مگر بسبب نافرمانی اور گناہ کے اس کو بُرا سمجھو - پس اگر تم کہو کہ اس بغض کو کس طرح ظاہر کریں - میں کہتا ہوں یا تو اس شخص سے بات چیت کرنا چھوڑ دی جائے اور یا بات چیت کرنے میں اس کے ساتھ سخت کلامی اور تحقیر عمل میں لائی جائے (پھر کہا) باعتبار گناہ و درجات فسق کے بغض کے بھی مدارج ہیں (پھر کہا) (باقی حاشیہ بر صفحہ ۱۶۵)

۲ـ نیز ملاحظہ ہو آیت لا تتولوا قوما غضب اللہ علیہم اور حدیث اغضاب فاطمہ بھی زیر نظر رکھئے پس جس پر اہل بیت ع کا غضب ہوا اس پر رسول خدا م

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۶۴) اگلے علماء کے گناہگاروں کے ساتھ اظہار بغض کے طریقے مختلف ہیں۔ مگر اس پر سب متفق ہیں کہ ظالموں اور بدعتیوں اور ہر اس گناہگار سے جس کے گناہ کا اثر دوسروں کو پہنچے بغض ظاہر کرنا چاہئے۔ (پھر کہا) امام احمد بن حنبل بڑے بڑے علماء سے تھوڑے کلمے ناجائزہ کے سبب سے بھی قطع تعلق کر لیتے تھے (پھر کہا) ظلم و غضب وغیرہ شدید گناہ کے لئے پس شرعاً ایسے لوگوں کی اہانت اور ان سے روگردانی سخت تاکیدی امر ہے۔ انتہیٰ۔ اور عقد الفرید جلد ۳ صفحہ ۹۰ میں ہے پس عبدالرحمٰن نے عثمان کو کہا خدا کی قسم میں ہمیشہ کے لئے تم سے کلام نہ کروں گا اور عبدالرحمٰن اسی قطع تعلقی و ترک کلام کی حالت میں فوت ہو گیا۔ نیز دیکھو تعلیق شیخین کا دفن فلک النجاۃ۔ بعض صحابہ ایک دوسرے سے صاف دل نہ تھے۔ حضرت علیؑ کا معاویہ اور اس کے معاونین سے بلکہ ثلاثہ سے بھی تبرا رہا۔ (معانی الاخبار صفحہ ۱۱۳ کتاب شیعہ) میں امام صادقؑ سے مروی ہے کذب من زعم انہ یعرفنا و ھو متمسک بعروۃ غیرنا یعنی جو گمان کرے کہ وہ ہم کو پہچانتا ہے اور پھر ہمارے سوا کسی کو دستاویز سے تمسک کرتا ہے تو وہ اس بات میں جھوٹا ہے کہ ہم پر وہ اعتقاد رکھتا ہے یا اس کو ہماری معرفت حاصل ہے۔ اور کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۸۹ کتاب سنی میں حضرت علیؑ سے مروی ہے فرمایا جس نے ہم کو ہمارے دشمنوں کے ساتھ برابر سمجھا وہ ہمارے گروہ سے نہیں۔ سنی صاحبان اسی طرح کے مدعی ہیں کہ ہم ائمہ اہل بیتؑ کے بڑے حب دار و تابع داری ہیں اور عملاً ابو حنیفہ و شافعی و وکیع و نخعی وغیرہ لوگوں کے قول و فعل پر عمل کرتے ہیں اور کسی کی نہیں سنتے۔ حدیث منقولہ ابوداؤد مترجم صفحہ ۱۱۹۷ میں ہے دوسری حدیث ابوداؤد مترجم صفحہ ۱۱۴۷ میں ہے اور مشکوٰۃ باب الحب فی اللہ و من اللہ صفحہ ۱۹۴ میں حضرت ابی ذر سے روایت ہے کہ نبیؐ ہمارے پاس تشریف لائے اور فرمایا جانتے ہو کونسا عمل خدا کو زیادہ پسند ہے۔ کسی نے نماز و زکوٰۃ کا نام لیا اور کسی نے جہاد کا۔ آپ نے فرمایا ان احب الاعمال الی اللہ تعالیٰ الحب فی اللہ و البغض فی اللہ رواہ ابوداؤد یعنی سب سے پسندیدہ عمل خدا کے نزدیک خدا کی راہ میں محبت رکھنا اور خدا کی راہ میں بغض رکھنا ہے ایضاً۔ حاشیہ نمبر صفحہ ۱۶۴ میں حدیث لایجد العبد الخ صحیح مسلم جلد ۱ صفحہ ۱۹ میں بھی ہے۔ بلفظ ثلاث من کن فیہ وجد طعم الایمان من یحب المرء او وجد حلاوۃ الایمان ان یحب المرء لا یحبہ الا للہ۔ الخ اور دیکھو بخاری طبع مصر جلد ۴ صفحہ ۳۵ و ۴۶ و ۴۳ باب الحب فی اللہ اور تبرا و قطع تعلقی کا جواز بلکہ وجوب ان روایات سے ثابت ہے اور نہایہ ابن اثیر جلد ۴ صفحہ ۲۶ میں ہے و منہ حدیث عائشہ و ھجرتہ ای ابن الزبیر فبذلی ما کلمتہ یعنی حضرت عائشہ نے ابن زبیر سے مہاجرت و مقاطعت کی اور اس سے قطعاً کلام نہ کیا۔ اور صفحہ ۲۵۴۔ اسی کتاب میں ہے فان ھجرۃ اھل الاھواء و البدع دائمۃ علی مر الاوقات مالم تظھر منھم التوبۃ و الرجوع الی الحق فانہ صلعم لما خاف علی کعب بن مالک واصحابہ النفاق حین تخلفوا عن غزوۃ تبوک امر بھجرانھم خمسین یوما وقد ھجر نسائہ شھرا و ھجرت عائشۃ ابن الزبیر مدۃ و ھجر جماعتہ من الصحابۃ جماعۃ منھم وماتوا متھاجرین ولعل احد الامرین منسوخ بالآخر انتہیٰ۔ یعنی اہل اہواء اور بدعتیوں سے ہمیشہ مہاجرت و قطع تعلق رکھنا چاہئے جب تک ان سے توبہ اور حق کی طرف رجوع نہ ثابت ہو جیسا کہ نبیؐ نے کعب بن مالک وغیرہ متخلفین جنگ تبوک سے صحابہ کو حکم دیا اور پچاس دن تک متخلفین سے قطع تعلقی رکھی اور نبیؐ نے اپنے ازواج سے ایک ماہ تک مہاجرت رکھی اور حضرت عائشہ نے ابن زبیر سے مدت تک مہاجرت رکھی اور ایک جماعت صحابہ کی دوسری جماعت صحابہ سے مرتے وقت تک بیزار رہی۔ شاید ایک امر دوسرے سے منسوخ ہو گیا ہو۔ انتہیٰ۔ یعنی جواز یا نہی مہاجرت جواز مہاجرت سے منسوخ ہے مگر یہ تاویل فاسد ہے اس کی ضرورت نہیں۔ جب تطبیق ممکن ہو تو قول بہ نسخ احتمالی احتمالی فضول ہے۔ دیکھو بیان نسخ فصل تکبیرات جنازہ صحیح وجہ وہی ہے جو فلک النجاۃ میں لکھی جا چکی ہے یعنی شرعی امر کے لئے جائز بلکہ ضروری ہے اور نبیؐ کی وفات سے بعد واقعات صحابہ اس کی مزید تائید کرتے ہیں کہ نہی مہاجرت منسوخ ہے بصورت اس کے کہ نسخ کہا جائے۔ ورنہ صحیح وجہ وہی ہے کہ ضرورت شرعی میں جائز ہے یا واجب ہے۔

حضرت عائشہ کا ابن زبیر سے تبرا۔ تفسیر درمنثور جلد ۱ صفحہ $\frac{۳۵}{۳۵۱}$ میں باسناد بخاری و عبدالرزاق عوف بن حارث مادری برادر زادہ حضرت عائشہ سے مروی ہے کہ عائشہ نے عبداللہ بن زبیر سے ابداً ترک کلام کرنے کا معاہدہ کیا تھا اور ان لفظوں سے نذر کی تھی فھو للہ نذر ان لا اکلم ابن الزبیر کلمۃ ابداً۔ یعنی اللہ کے لئے نذر کرتی ہوں کہ ہمیشہ کے لئے ابن زبیر سے ہرگز کلام نہ کروں گی پھر ابن زبیر نے مصالحت کی کوشش کی لیکن بی بی عائشہ نے کہا واللہ لا اشفع فیہ ابداً ولا احنث نذری الذی نذرت ابداً۔ یعنی خدا کی قسم ہمیشہ کے لئے اس امر میں نہ کسی کی سفارش قبول کروں گی اور نہ ہمیشہ کے لئے جو میں نے حلفیہ نذر کی ہے۔ اس قسم کو توڑوں گی۔ پھر بڑے طویل عرصہ کے بعد چند کس کی سفارش پر مصالحت کا ہو جانا مروی ہے۔ احیاء العلوم طبع نولکشور جلد ۲ صفحہ ۱۲۴ میں ہے۔ نہی ہجرت یعنی قطع تعلقی

؎۵ درمنثور جلد ۱ صفحہ $\frac{۳۵}{۳۵۱}$ میں باسناد عبدالرزاق و بخاری کے عوف بن حارث سے جو عائشہ کا مادری بھائی ہے مروی ہے کہ زبیر اور عائشہ کا نزاع تھا اور عائشہ نے ابن زبیر سے ابداً ترک کلام کی نذر کر لی تھی الخ مفصل قصہ مذکور ہے ۱۲ مترجم۔

عشرہ مبشرہ کا آپس میں تبرا

حضرت عائشہ کا ابن زبیر سے تبرا

بعض صحابہ کا بعض سے تبرا

تین دن سے زیادہ عام مخصوص منہ البعض ہے۔ اور لکھا محمد بن عمر الواقدی کے پاس کسی کا کسی سے قطع تعلق بیان ہوا اور انہوں نے کہا ایسے پہلے بھی گذرے ہیں۔ سعد بن ابی وقاص صحابی عمار بن یاسر سے مہاجر رہا حتی کہ قطع تعلقی پر دونوں فوت ہوئے۔ اور عثمان بن عفان عبد الرحمن بن عوف سے مہاجر و بیزار رہے۔ پھر کہا طاؤس وہب بن منبہ سے مہاجر رہے حتی کہ فوت ہو گئے۔ انتہی (صحابہ وتابعین کا عمل اہل تسنن کے لئے قابل تقلید ہے) پہلے اسی کتاب میں ہم تسہیل القاری شرح بخاری صفحہ ۵۳۸ سے نقل کر چکے ہیں کہ حضرت عائشہ کو جناب علی سے رنج تھا اور صفحہ ۵۴ سے نقل کیا ہے کہ بعض صحابہ دنیا میں ایک دوسرے سے صاف دل نہ تھے۔ اور بمقتضائے بشریت دلوں میں کدورت تھی۔ حضرت عائشہ کا ملال حضرت علیؑ سے اور حضرت فاطمہؑ کا ملال حضرت ابو بکر صدیق سے اور معاویہ کی خصومت جناب امیر اور جناب امام حسن سے بروایات صحیح ثابت ہے۔ الخ۔ نسیم الریاض جلد ۴ صفحہ ۵۷۰ میں ہے اور حدیث میں وارد ہوا ہے کہ تین دن سے زیادہ مہاجرت (مقاطعہ) جائز نہیں۔ مگر یہ حکم ظاہر ظلم کرنے والے اور مبتدع اور متجاہر بالفسق کے ماسوا مسلمانوں پر محمول ہے اور اس کے بھی ماسوا پر جس میں شرعی اعتراض موجب ہو یعنی ایسے مسلمانوں سے مقاطعہ وبے تعلقی ومہاجرت جائز ہے۔ اور اسی پر وہ محمول ہے جو ابن صلاح نے روایت کیا کہ حضرت عائشہ نے حفصہ سے قطع تعلقی کی (شائد جب جنگ جمل میں عائشہ صاحبہ نے حفصہ صاحبہ کو لیجانا چاہا اور ابن عمر نے روک رکھا اس وقت ہوا ہوگا) اور حضرت عثمان بن عفان نے عبد الرحمن بن عوف سے بے تعلقی وترک موالات کیا اور اور بھی اسی طرح کرتے چلے آئے ہیں۔ انتہی۔ اور جناب سیدۃ النساء زہرا علیہا السلام کا غضبناک ہو کر تا وفات شیخین سے ترک سلام وکلام بتواتر ثابت ہے۔ صحیح بخاری میں غضبت ولم تتکلم حتی ماتت وارد ہے۔ عقد الفرید جلد ۲ صفحہ ۱۵۲ میں ہے خالد بن ولید زمانہ عمر بن خطاب میں فوت ہوا۔ وکان بینہما ھجرۃ فامتنع النساء من البکاء علیہ الخ تو چونکہ عمر صاحب اور خالد کے درمیان قطع تعلقی ومہاجرت تھی عورتوں نے امیر عمر کے لحاظ سے خالد پر نہ ماتم کیا اور نہ روئیں۔ اور فتاوی عزیزی اردو سرور عزیزی جلد ۱ صفحہ ۲۳۴ میں ہے مروان علیہ اللعنۃ کو برا کہنا چاہیئے اور اس سے دل سے بیزار رہنا چاہیئے (پھر لکھا) اس شیطان سے نہایت ہی بیزار رہنا چاہیئے۔ ابو داؤد مترجم صفحہ ۳۷۱ باب ترک السلام علی اہل الاھواء میں عمار بن یاسر سے روایت ہے کہا میرے ہاتھوں پر زعفران لیتھڑا ہوا تھا۔ صبح ہیئے رسولؐ پر جاکر سلام کیا آپ نے سلام کا جواب نہ دیا اور فرمایا جا اپنے ہاتھوں کو اس دھو آ۔ اسی میں ہے کہ حضرت صفیہ کا اونٹ بیمار ہو گیا اور حضرت زینب کے پاس فالتو اونٹ تھا نبیؐ نے فرمایا تو اس کو دیدے حضرت زینب نے کہا میں اس یہودیہ کو کیوں دوں پس نبیؐ غضبناک ہو گئے اور حضرت زینب سے مہاجرت کرلی حتی کہ ذو الحج اور کچھ صفر کا ماہ گذر گیا اور آپ نے حضرت زینب سے بات کرنا چھوڑ دی۔ انتہی۔ اور اسی ابو داؤد صفحہ ۴۸۲ میں حضرت زینب زوجہ نبیؐ کا حضرت عائشہ کو اور بحکم نبیؐ حضرت عائشہ کا زینب کو گالی دینا اور غالب آجانا مروی ہے۔ نیز اسی طرح بخاری جلد ۲ صفحہ ۵۶ مطبوعہ مصر میں ہے۔ ۱۲ مترجم۔

لا یقال ان الھجران فوق ثلاث ممنوع لما روی عن ابی ایوب الانصاری ان رسول اللہؐ قال لا یحل للمسلم ان یھجر اخاہ[۱] فوق ثلاث رواہ الترمذی **لانا نقول** ان الھجران الممنوع ما لیس لامر شرعی وما لیس کذلک فھو لیس بممنوع کما قال الحافظ فی الفتح تحت حدیث لا یحل الخ

یہ اعتراض بھی نہ کیا جائے کہ تین دن سے زیادہ ایکدوسرے سے بے تعلقی منع ہے جو تبرا کے مخالف ہے۔ اس واسطے کہ ابی ایوب انصاری سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا مسلمان کے لئے حلال نہیں ہے کہ اپنے بھائی مسلم کو تین دن سے زیادہ چھوڑے یعنی غصہ رکھے اس کو ترمذی نے جلد ۲ صفحہ ۱۵ میں روایت کیا۔ **ہم یہ اعتراض اسلئے نہیں ہو سکتا کہ ہم یہ جواب دیتے ہیں** تحقیق قطع تعلق وہ ممنوع ہے جو امر شرعی کے لئے ہو مگر جو امر شرعی کے واسطے ہو وہ منع نہیں ہے جیسا کہ حافظ ابن حجر نے فتح الباری جلد ۸ صفحہ ۵۷ میں تحت حدیث لا یحل الخ کے لکھا ہے۔

[۱] انوار اللغۃ پ ۲ صفحہ ۶ میں علامہ وحید الزمان لکھتے ہیں لیکن دینی وجوہ سے تو ترک موالات اس وقت تک ہو سکتا ہے جب تک وہ شخص توبہ نہ کرے اور حق کی طرف رجوع نہ کرے (بعدہ صحابہ کے حالات سے امثلہ پیش کی ہیں) ۱۲ مترجم۔ [۲] مرقاۃ شرح مشکوۃ علی القاری الحنفی مطبوعہ مصر جلد ۴ صفحہ ۶۷۱ میں لکھا ہے۔ قال الخطابی رخص للمسلم ان یغضب علی اخیہ ثلاث لیال ولا یجوز فوقھا الا اذا کان الھجران فی حق من حقوق اللہ تعالی فیجوز فوق ذلک (الی ان قال) فان ھجرت اھل الاھواء والبدع واجبۃ علی مر الاوقات ما لم یظھر منہ التوبۃ والرجوع الی الحق۔ الخ یعنے خطابی کہتا ہے قطع تعلق مسلمان سے تین دن سے زیادہ جائز نہیں مگر خدا تعالی کی حقوق تلفی کے سبب سے ہو تو جائز ہے۔ چنانچہ بدعتی لوگوں پر ہوا و حرص وخواہشات کے تابع اشخاص سے دوری وقطع تعلق واجب ہے جب تک کہ وہ توبہ نہ کرے اور حق کی طرف رجوع نہ کرے۔ ۱۲ مترجم۔

سعد بن ابی وقاص کا حضرت عمار سے تبرا
شرعی امر کے لئے تین دن سے زیادہ تبرا جائز ہے
عبد الرحمن بن عوف کا حضرت عثمان سے تبرا
حضرت عمر و خالد بن ولید کا تبرا
تابعین سے طاؤس کا وہب سے تبرا
عائشہ وحفصہ کا تبرا
رسول خدا کا بی بی زینب سے تبرا

قال ابن عبد البر اجمعوا على انه لا يجوز الهجران فوق ثلاث الا لمن خاف من مكالمته ما يفسد عليه دينه او يدخل منه على نفسه او دنياه مضرة فان كان كذلك جاز ورب هجر جميل خير من مخالطة موذية وقد استشكل على هذا ما صدر من عائشة فى حق ابن الزبير وفيه قوله باب[٥١] ما يجوز من الهجران لمن عصى اراد بهذه الترجمة بيان الهجران الجائز لان عموم النهى مخصوص بمن لم يكن لهجرة سبب مشروع فتبين هذا السبب المسوغ للهجر وهو لمن صدرت منه معصية فيسوغ لمن اطلع عليها منه هجرة عليها ليكف عنها۔ وقال الطيبى فى حاشية الترمذى تخصيصه بالذكر اشعار بالعلية والمراد به اخوة الاسلام ويفهم منه انه ان خالف هذه الشريطة وقطع هذه الرابطة جاز هجرانه فوق ثلاثة۔ انتهى۔ وقال رسول الله ؐ كل المسلم على المسلم حرام ماله وعرضه ودمه حسب امرء من الشران يحقر اخاه المسلم رواه ابوداؤد وابن ماجه عن ابى هريرة واحمد والطبرانى كذا فى كنز العمال۔ فى رياض الصالحين للنووى۔ باب تحريم الهجران بين المسلمين فوق ثلاثة ايام الا لبدعة فى المهجور او تظاهر بفسق او نحو ذلك (وقال فى اخره) قال ابوداؤد اذا كانت الهجرة لله تعالى فليس من هذا فى شئ قال النووى فى شرح المسلم الحادية عشرة استحباب هجران اهل البدع والمعاصى الظاهرة وترك السلام عليهم ومقاطعتهم تحقيرا لهم وزجرا۔

ابن عبد البر نے کہا کہ علماء نے عدم جواز ہجران فوق ثلاث پر اجماع کیا ہے مگر اس شخص سے جس کی ہمکلامی سے فساد دین یا ضرر نفس یا دنیا کا خوف ہو ایسی حالت میں اس سے مہاجرت جائز ہے اور بہت دفعہ بعض اشخاص کے میل جول سے ضرر ہوتا ہے اور دور رہنے میں بہتری ہوتی ہے۔ اور منع بائیکاٹ پر ایک واقعہ بی بی عائشہ کا مشکل سمجھا گیا ہے۔ جو بی بی صاحبہ نے ابن زبیر سے تین دن سے زیادہ مہاجرت رکھی (وہ بھی شرعی بائیکاٹ سمجھ کر جائز رکھا ہوگا) اور فتح الباری جلد ۱۰ صفحہ ۵۰۲ میں ہے بخاری کا قول باب اس مسئلہ میں ہے کہ عاصی سے بائیکاٹ جائز ہے۔ بخاری نے اس باب بندی سے بیان ہجران جائز کا اظہار کیا ہے۔ کیونکہ عموم منع قطع تعلق کا ایسی بے تعلقی سے مخصوص ہے۔ جس کا سبب شرعی نہ ہو پس اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ جہاں بائیکاٹ کرنے کا سبب امر شرعی ہو جیسے کسی ایسے شخص سے بائیکاٹ کر لینا جس سے شرع کی نافرمانی صادر ہوئی ہو تو جو شخص اس نافرمانی پر مطلع ہو گیا۔ اُس کو ایسے شخص سے تبرا اور بے تعلقی کر لینی جائز ہے تاکہ وہ ایسے کام سے باز آجائے۔ (غنیہ مؤلفہ شیخ عبد القادر جیلانی صفحہ ۲۳ مترجم مطبوعہ نولکشور کتاب الآداب میں ہے۔ کہ مسلمان سے بائیکاٹ تین دن سے زیادہ نہ کرنا چاہئے۔ مگر بدعتی اور گمراہ اور گنہگار سے دائمی قطع تعلقی مستحب ہے) اور طیبی نے حاشیہ ترمذی جلد ۲ صفحہ ۱۵ نمبر ۳ میں کہا ہے بہ ذکر تخصیص اخوت اسلام علت منع سے اطلاع دیگئی ہے کہ اگر کوئی اخوت اسلامی کے رابطہ کی خلاف ورزی کرے یا اسلام کے احکام کی مخالفت کرے تو تین دن سے زیادہ اس سے ہجران جائز ہے۔ انتہیٰ۔ اور رسول خدا صلعم نے فرمایا کل مسلمان مسلمان پر حرام ہے مال اس کا اور عزت اس کی اور خون اس کا آدمی کی برائی کو کافی ہے کہ اپنے بھائی مسلمان کی تحقیر کرے[٥٢] اسکو ابوداؤد و ابن ماجہ نے ابی ہریرہ سے اور احمد و طبرانی نے روایت کیا کذا فی کنز العمال جلد ۱ صفحہ ۲۴/۲۵ ؛ ریاض الصالحین مؤلفہ نووی صفحہ ۲۰۱ باب تحریم الہجران بین المسلمین فوق ثلاثۃ ایام الخ میں ہے یعنی باب اس میں ہے کہ مسلمانوں کو آپس میں میل جول اور موالات ترک کرنا تین دن سے زیادہ ہو تو حرام ہے۔ مگر کوئی بدعت کسی میں موجود ہو یا ظاہر فسق یا اور ایسی شرعی قباحت اس میں ہو تو تب اس سے ہجران جائز ہے آخر میں کہا کہ ابوداؤد کہتا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کے لئے کسی سے دوری کیگئی ہو تو وہ ممنوع نہیں۔ اور نووی نے شرح مسلم جلد ۲ صفحہ ۳۶۳ میں لکھا ہے گیارھواں یہ کہ اہل بدعت اور ظاہر گنہگاروں سے بے تعلقی اور ان پر سلام

---

[٥١] بخاری طبع کرزن پریس دہلی صفحہ ۸۹۷ باب ما یجوز من الہجران لمن عصیٰ میں ہے کعب بن مالک کہتا ہے جب ہم جنگ سے بلا عذر پیچھے رہ گئے تھے نبی ؐ نے مسلمانوں کو روکدیا کہ کوئی ہم سے کلام نہ کرتا تھا اسی حالت میں ہمنے پچاس راتیں بسر کیں انتہیٰ اسکے حاشیہ ۱۲ میں اسکی شرح قسطلانی سے لکھا ہے امام طبری کہتے ہیں یہ حدیث قانون اور دلیل ہے کہ اہل معاصی فاسق اور مبتدع سے ہجران اور ترک موالات کرنا چاہیئے! اور کافر سے باوجود اسکے زیادہ مجرم ہونے کے اس قدر ہجران اس واسطے نہیں کیا جاتا کہ ہجرت اور ترک محبت دل اور زبان سے ہوتی ہے پس کافر سے ترک تعاون وتناصر و موالات دل سے کیا جاتا ہے زبانی ترک کلام نہیں ہوتا اس لئے کہ اس سے اسکی امید کفر چھوڑنے اور

فظهر من هذا ان من حقر مسلما فقد ضيع حق اخيه المسلم فيجوز هجرانه - **ولا يقال** ان فى ذكر مساوى المسلمين غيبة وهى منهية بالنص؛ **لانا نقول** ان ذكر المساوى ليس بنهى على الاطلاق بل هو مقيد بما لم يدع اليه ضرورة مجوزة كما قال ولى الله الدهلوى فى حجة الله البالغة قال العلماء يستثنى من تحريم الغيبة امور ستة التظلم لقوله تعالىٰ لا يحب الله الجهر بالسوء من القول الا من ظلم والاستعانة على تغيير المنكر ورد المعاصى الى الصواب كاخبار زيد بن ارقم بقول عبد الله بن ابى واخبار ابن مسعود فى مغانم حنين - والاستفتاء كقول هند ان اباسفيان رجل شحيح وتحذير المسلمين من الشر كقوله عليه السلام بئس اخو العشيرة وكجرح المجروحين من الرواة والشهود الخ وكذا بعينه فى شرح مسلم للنووى وزاد ومنها جرح المجروحين من الرواة والشهود والمصنفين وذلك جائز بالاجماع بل واجب صونا للشريعة

تو اس سے ظاہر ہوا کہ جس نے کسی مسلمان کی تحقیر کی ہو اسنے بھی حق اخوۃ مسلم کا ضائع کیا اور ایسے شخص سے ہجران جائز ہے؛ **اور یہ اعتراض بھی نہ کیا جائے** کہ مسلمانوں کی برائی بیان کرنے میں غیبت ہے اور وہ بنص ممنوع ہے؛ **اس لئے کہ ہم جواب دیتے ہیں** تحقیق ذکر برائیوں کا مطلقاً منع نہیں ہے بلکہ اس سے مقید ہے کہ ضرورت شرعیہ داعی نہ ہو۔ جیساکہ شاہ ولی اللہ دہلوی نے حجۃ اللہ البالغہ صفحہ ۳۰۲ میں لکھا ہے کہ علماء نے کہا ہے تحریم غیبت سے چند امور مستثنیٰ ہیں۔ مظلوم ہونا بسبب فرمان الٰہی کے اللہ تعالیٰ برائی ظاہر کرنے کو پسند نہیں رکھتا مگر مظلوم سے - اور مدد لینے ممنوع شرعی کے تبدیل کرنے اور گناہ کو صواب کی طرف پھیر دینے میں جیساکہ زید بن ارقم نے عبداللہ بن ابی کے قول کی خبر دی اور ابن مسعود نے مغانم حنین میں خبر دی۔ اور فتوےٰ لینا مثل قول ہندہ کے ابوسفیان بخیل مرد ہے۔ اور مسلمانوں کو شر سے ڈرانا مثل فرمان نبیؐ کے کہ بھائی اس قبیلہ کا بُرا ہے اور مثل جرح کرنے راویوں کے - اور گواہوں پر کہ اس کی روایت یا شہادت اس وجہ سے مقبول نہیں کہ فلاں عیب رکھتا ہے۔ الخ - اور اسی طرح بعینہ شرح مسلم مؤلفہ نووی جلد ۲ صفحہ ۳۲۲ میں ہے۔ اور زیادہ کیا اس عبارت کو کہ ان میں سے ہے جرح رُواۃ مجروحین کی اور جرح گواہوں اور مصنفین کی ہے جو حفاظت شریعت کیلئے جائز بلکہ واجب ہے (یعنے تاکہ شریعت میں خلل نہ آئے کہ غیر مستحقین کی روایت مان کر حق کے خلاف ہونا پڑے)۔ اور ان سے یہ بھی ہے کہ ایک شخص کو حکومت حاصل ہو جائے جو قوانین شرعیہ پر بوجہ عدم لیاقت علمی کے یا بسبب فسق اس کے حکم نہ چلا سکے تو اس کا حال اس سے بالاتر حاکم کے سامنے بیان کرنا تاکہ اسکے حال پر آگاہ ہو کر اسکے فریب میں نہ آئے اور اسپر فریفتہ نہ رہے بلکہ اس کا انتظام کرے۔ پانچواں یہ ہے کہ جو اپنے گناہ یا بدعت یا لوگوں پر زیادتی کرنے کو اور جھوٹے امور کا متولی ہونے کو ظاہر اور علانیہ کرے تو ایسے امور کا ذکر کرنا جن کو وہ ظاہر باہر کرتا ہو جائز ہے اور جن کو ظاہر نہ کرتا ہو وہ کسی اور سبب سے ذکر کئے جا سکتے ہیں۔

ومنها ان يكون له ولاية لا يقوم بها على وجهها لعدم اهليته او لفسقه فيذكره لمن له عليه ولاية ليستدل به على حاله فلا يغتر به - الخامس ان يكون مجاهرا بالفسقه او بدعة ومصادرة الناس وتولى الامور الباطلة فيجوز ذكره بما يجاهر به ولا يجوز

سلہ رسالہ الرفع والتکمیل فی الجرح والتعدیل مؤلفہ مولوی عبدالحی لکھنوی مطبوعہ لکھنؤ میں لکھا ہے۔ ذكر النووى فى رياض الصالحين والغزالى فى احياء علوم الدين وغيرهما ان غيبة الرجل حيا وميتا تباح لغرض شرعى لا يمكن الوصول اليه الا بها وهى ستة۔ الخ مثل شرح مسلم نووی بعینہ لکھا ہے یعنی نووی ریاض الصالحین میں اور غزالی احیاء العلوم میں لکھتے ہیں کہ کسی شخص کی غیبت اسکی زندگی میں یا اسکی موت کے بعد شرعی غرض کیلئے جائز ہے ۱۲ مترجم سلہ اور صحیح مسلم مع نووی مطبوعہ دہلی جلد ۱ صلا میں اسکا ایک باب مستقل رکھا ہے دیکھو باب ان الاسناد من الدين وان الرواية لا تكون الا عن الثقات وان جرح الرواة بما هو فيهم جائز بل واجب وانه ليس من الغيبة المحرمة بل من الذب عن الشريعة المكرمة یعنی راویوں پر جرح جائز بلکہ واجب ہے اور یہ غیبت حرام سے نہیں بلکہ از قسم تحفظ شریعت مکرمہ کے ہے تو صحابہ چونکہ ناقل وراوی شریعت ہیں اور باتفاق فریقین معصوم نہیں ہیں انکے حالات کو لوگوں پر ظاہر کرنا ہم پر واجب ہے تاکہ نااہل امامت کو اپنا پیشوا تسلیم کر کے اسکی روایت تسلیم کر کے گمراہی میں نہ پڑیں اور طالب دنیا صحابہ کی خود غرضی سے خود ساختہ روایات پر عمل کرنے سے بچ رہیں ورنہ ہم انکا ذکر ہرگز نہ کرتے قرآن گواہ ہے فرمایا اے صحابہ منكم من يريد الدنيا ومنكم من يريد الآخرة بعض تم میں سے دنیا کے طالب ہیں اور بعض آخرت کے طالب اور رسولؐ نے صحابہ کو مخاطب کر کے فرمایا میرے بعد مجھے تمہارے مشرک بن جانے کا اتنا ڈر نہیں جتنا تمہارے دنیا کے طالب ہو کر ہلاک ہونے کا ڈر ہے۔

ضرورت شرعیہ کے لئے زندہ اور مردہ کی غیبت جائز ہے

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۶۸) لا یستقیم الا فی غیبۃ الفاسق المخفی۔ و اما فی الفاسق المجاهر فلا فالوجه الشامل هو ان اللہ تعالیٰ لا یحب الفاسق فحکم عبادہ بعدم محبتہ و افشاء سرہ و هتك سترہ و تذلیلہ الخ یعنی ہاں غیبت فاسق کی ضرور جائز ہے۔ فقیہ ابو اللیث کہتا ہے کہ یہ اس لئے جائز ہے کہ لوگ اس پر مطلع ہو کر اس کے شر سے محفوظ رہیں اور پرہیز کریں۔ میں کہتا ہوں یہ وجہ چھپے ہوئے فاسق کے لئے تو ٹھیک ہے مگر جو معلن بالفسق ظاہر کیا ہو اس کے واسطے نہیں پس وجہ شامل ہر دو کو یہ ہے کہ خدا تعالیٰ فاسق کو پسند نہیں کرتا اس واسطے اپنے بندوں کو حکم دیا ہے کہ اس کے ساتھ نہ محبت رکھیں اور نہ اس کے عیب چھپائیں بلکہ اس کے راز کو ظاہر کریں اور پردہ فاش کر کے اُس کو ذلیل کریں انتہیٰ۔ اور تفسیر کبیر جلد ۷ صفحہ ۶۰۲ میں ہے والفاسق یجوز ان یذکر بما فیه عند الحاجة یعنی فاسق کا عیب حاجت کے وقت بیان کرنا جائز ہے۔ بخاری طبع مصر جلد ۴ صفحہ ۳۷ میں خاص باب ہے۔ باب ما یجوز من اغتیاب اهل الفساد والریب۔ یعنی باب اس بیان میں کہ اہل فساد و فسق کا گلہ کرنا جائز ہے۔ اس میں نبی صلعم کا ایک شخص کے حق میں غیبت کرنا اور روبرو نرم کلامی مروی ہے۔ (ایضاً حوالہ نووی شرح مسلم) اسی باب مداراۃ من یتقی فحشه (یعنی باب اس بیان میں کہ جس کے فحش سے بچاؤ مطلوب ہو اس سے نرم کلامی کی جائے) میں امام نووی لکھتے ہیں اس حدیث سے ثابت ہوا جس کے فحش سے بچاؤ مطلوب ہو اس سے اچھا سلوک کیا جائے اور ثابت ہوا کہ غیبت فاسق معلن بالفسق (جو اپنے گناہ کو ظاہر کرتا ہو) کی یا جس سے لوگوں کو ڈرانا اور دور رکھنا مطلوب ہو اس کی جائز ہے اور مسلم باب تحریم الغیبۃ میں لکھا ہے تباح الغیبۃ لغرض شرعی الخ یعنی شرعی غرض سے غیبت (گلہ) جائز ہے۔ اور بیان حدیث لا تسبوا الاموات میں فتح الباری جلد ۳ صفحہ ۷ سے مذکور ہو چکا ہے کہ عموم مخصوص البعض ہے کفار و فساق رواۃ اخبار کا حال بیان کرنا جائز ہے۔ (ایضاً حوالہ ابن کثیر) اسی طرح تفسیر آیت لا یحب اللہ الجهر کی بخاری مطبوعہ مصر جلد ۴ صفحہ ۳۴ میں ہے۔ اور تفسیر کبیر جلد ۳ صفحہ ۴۹۵ تفسیر اس آیت میں حدیث طبرانی مندرجہ صفحہ ۷ ادراک النجاۃ لکھی ہے۔ اور تفسیر در منثور جلد ۶ صفحہ ۹۷ میں باسناد بیہقی سفیان بن عیینہ سے مروی ہے کہا امام جائر اور معلن بالفسق کی غیبت کو غیبت نہ سمجھئے فاسق و ظالم کی غیبت غیبت نہیں ۱۲ مترجم۔

وکذا ذکرہ السید الصدیق فی ہدایۃ السائل۔ وفی تفسیر ابن کثیر تحت قوله تعالیٰ الجهر بالسوء وقد روی الجماعة سوی النسائی والترمذی عن عقبۃ بن عامر مرفوعاً اذا انزلتم بقوم فامروا لکم بما ینبغی للضیف فاقبلوا منهم وان لم یفعلوا فخذوا منهم حق الضیف الذی ینبغی لهم واخرج عبد الرزاق باسنادہ عن مجاهد قال ضاف رجل رجلا فلم یؤد الیه حق ضیافته فلما خرج اخبر الناس فقال ضفت فلانا فلم یؤد الیّ حق ضیافتی۔ الخ وکذا فی الدر للسیوطی وزاد و اخرجه عبد ابن حمید و ابن جریر و ذکر السیوطی فی لباب النقول فی سبب نزول الآیۃ فی رجل اضاف رجلا بالمدینۃ فاساء قراہ۔ الخ

اور اسی طرح سید صدیق نے ہدایۃ السائل صفحہ ۲۲۲ میں بیان کیا ہے[1]۔ اور تفسیر ابن کثیر جلد ۲ صفحہ ۲۲۲ میں تحت قولہ تعالیٰ الجهر بالسوء کے لکھا ہے کہ تحقیق جماعت صحاح ستہ نے سوائے نسائی و ترمذی کے عقبہ بن عامر سے روایت کی ہے کہ نبیؐ نے فرمایا جب تم کسی قوم کے پاس اترو اور وہ تمہاری قابل قدر مہمانی کریں تو قبول کرو اور اگر ایسا نہ کریں تو ان سے حق مہمانی کا جو مناسب ہو لے لو اور عبد الرزاق نے اپنے اسناد سے بروایت مجاہد لکھا ہے کہا جس نے مہمان کی مہمانداری مناسب طور پر نہ کی ہو تو مہمان اس کی خبر لوگوں کو بطور شکایت کے پہنچا دے کہ فلاں نے میرے لائق خدمت نہیں کی تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں الخ (اسی آیت لا یحب اللہ الجهر سے استدلال کیا ہے)[1]۔ اور اسی طرح در منثور سیوطی جلد ۲ صفحہ ۲۴۷ میں ہے اور زیادہ کیا کہ اس کو عبد ابن حمید و ابن جریر نے بھی روایت کیا ہے۔ اور سیوطی نے لباب النقول صفحہ ۱۰۲ میں بذیل سبب نزول آیت کے مجاہد سے لکھا ہے کہا اس نے کہ آیت لا یحب اللہ الجهر الخ ایک شخص کے حق میں اتری ہے جو مدینہ میں ایک شخص کا مہمان ہوا اور اسنے اسکی پوری مہمانی نہ کی الخ

[1] جب معمولی حق مسلم کا ضیافت کما حقہ ادا نہ ہونے سے ذکر برائی حق ضائع کرنیوالے یعنی میزبان کا بنص قرآنی بمقتضائے شان نزول کے جائز ہوا تو جنہے حق مومنین کا بایذاء ائمہ مومنین کے اور تحقیر و تذلیل انکی اور کوشش اطفاء انوار ان کے سے اور اشاعت بدعات سے ضائع کیا ہو اسکی مسلم اور ثابت شدہ برائی بیان کرنی بدرجہ اولے جائز ثابت ہوئی کیونکہ ضیافت کو بدن اور دنیا سے تعلق ہے اور ایمان اور اعمال شرعیہ کو روح اور آخرت سے تعلق ہے جسکے حق میں نقصان پہونچانے سے بہ نسبت بدنی و دنیوی ضرر کے ضرر اعظم متصور ہے ۱۲ مترجم

فی کنز العمال باب رخصۃ الغیبۃ ثلاثۃ لا تحرم علیك اعراضھم المجاھر فی الفسق والامام الجائر والمبتدع رواہ ابن ابی الدنیا فی ذم الغیبۃ عن الحسن ؛ اترعون عن ذکر الفاجر ان تذکروہ فاذکروہ یعرفہ الناس رواہ الخطیب عن ابی ھریرۃ وابن ابی الدنیا والحکیم فی نوادر الاصول والحاکم فی کنی والشیرازی فی الالقاب وابن عدی والطبرانی والخطیب عن بھز بن حکیم عن ابیہ عن جدہ بلفظ فاذکروا الفاجر لما فیہ یحذرہ الناس ولیس للفاسق غیبۃ رواہ الطبرانی عن معاویۃ ومن لا حیاء لہ فلا غیبۃ لہ رواہ الخرائطی فی مساوی الاخلاق وابن عساکر عن ابن عباس انتہی فقد تبین من ذکرنا جواز ذکر مساوی المسلمین احیاءً کانوا او امواتاً سلفاً کانوا او خلفاً لضرورۃ شرعیۃ لئلا یقتدی الناس باثار من لا یستحق بالامامۃ ولئلا یمدح من لا یلیق بالمدح وذا لیس بغیبۃ ولا یظن سوء الظن منہا وجاز الھجران عنہ والتبری منہ بل ھو واجب لقولہ من ابغض للہ فقد استکمل الایمان کما مر ومن استحق اللعن جاز اللعن علیہ لما ذکرنا وانما اطلنا الکلام فی ھذا المقام لدفع اوھام الانام وافھام العوام واذا فرغنا من ھذا فلنشرع فی المرام الذی نحن بصددہ من ذکر ملوک الاسلام

فصل

فی احوال یزید بن معاویۃ وخلیفتہ

لا یخفی علی احد حالہ و لنکتف علی قلیل من احوالہ - فی الشرف المؤبد لال محمد قال العلامۃ الصبان فی اسعاف الراغبین ان الامام احمد یقول بکفر یزید وناھیك بہ ورعاً وعلماً یقتضیان انہ لم یقل ذلك الا لما ثبت عندہ من امور صریحۃ وقعت منہ توجب ذلك

کنز العمال جلد ۲ صفحہ ۱۲۱ باب رخصت بائے غیبت میں ہے کہ نبیؐ نے فرمایا تین شخص ہیں جن کا غیبت میں حال بیان کرنا تیرے لئے حرام نہیں ہے۔ ظاہر گناہ کرنے والا۔ اور امام ظالم۔ اور مبتدع اسکو ابن ابی الدنیا نے بیان برائی غیبت میں حسن سے روایت کیا۔ دوسری حدیث میں ہے۔ تم بیان حال فاجر سے کیوں ڈرتے ہو پس بے شک اسکا حال بیان کیا کرو۔ تاکہ لوگوں کو معلوم ہو جائے اور لوگ اس سے احتراز کریں۔ اسکو خطیب نے ابی ہریرہ سے اور ابن ابی الدنیا و حکیم ترمذی نے نوادر الاصول میں اور حاکم نے کنیتوں کے بیان میں اور شیرازی نے القاب میں اور ابن عدی و طبرانی و خطیب نے بہز بن حکیم اور اس کے باپ دادا سے روایت کی ہے باین عبارت کہ فاجر کا حال جو کچھ اس میں عیب ہے بیان کردیا تاکہ لوگ اس سے ڈر کر پرہیز کریں اور فرمایا فاسق کے حال بیان کرنے میں غیبت یعنی گلا نہیں ہے اسکو طبرانی نے معاویہ سے روایت کیا اور فرمایا جس کو حیاء نہیں اسکی حالت بیان کرنا غیبت نہیں ہے۔ اسکو خرائطی نے بُرے اخلاق کے بیان میں اور ابن عساکر نے ابن عباس سے روایت کیا انتہیٰ من کنز العمال پس ہمارے مذکورہ بیان سے برائی حال مسلمین کا بیان کرنا ثابت ہوگیا زندہ ہوں یا مُردہ گذرے ہوئے یا پیچھے آئے ہوئے جو کسی ضرورت شرعیہ کی بناء پر ہو تاکہ لوگ ایسے اشخاص کے افعال کی پیروی نہ کریں جو مستحق پیشوائی کے نہیں ہیں اور تاکہ لوگ ایسے اشخاص کی ایسی مدح نہ کریں جس کے وہ مستحق نہ ہوں اور یہ غیبت ممنوع نہیں ہے اور نہ بد ظنی منہی عنہ ہے اور ایسے اشخاص سے بیزاری اور قطع تعلقی کرنی جائز بلکہ واجب ہے بمطابق فرمان نبیؐ کے کہ جس نے اللہ کے لئے دشمنی رکھی اس نے اپنا ایمان کامل بنالیا جیسا کہ گذرا ہے اور مستحق لعنت پر لعنت بھی جائز ثابت ہوگئی۔ انہی دلائل سے جو ابھی ذکر ہو چکے ہیں اور ہم نے اس کلام میں اسجگہ اس لئے طوالت کی ہے تاکہ لوگوں کے اوہام دفع ہوں۔ اور تمام عوام بھی سمجھ جائیں اور جب ہم اس سے فارغ ہو گئے ہیں۔ تو اپنا روئے سخن اس طرف پھیرتے ہیں جس میں ہمارا سیاق کلام تھا یعنی پھر ذکر بادشاہان اسلام شروع کرتے ہیں :

فصل :- احوال یزید بن معاویہ میں جو معاویہ کے بعد اس کا جانشین ہوا

چونکہ حال یزید کسی سے مخفی نہیں لہذا ہم اس کے تھوڑے احوال کے بیان پر اکتفا کرتے ہیں۔ الشرف المؤبد لآل محمد صفحہ ۶۹ طبع مصر میں ہے علامہ صبان نے اسعاف الراغبین میں لکھا ہے کہ تحقیق امام احمد کفر یزید کا قائل ہے اور تیرے لئے اسکے تقویٰ و علم کا حال کافی ہے جو ہر دو اس امر کے مقتضی ہیں کہ اُس نے بلا ثبوت نہیں کہا بلکہ اسکے نزدیک ایسے امور صریحہ یزید سے سرزد ہوئے پایۂ ثبوت کو پہنچے ہیں جو موجب کفر ہیں

ووافقه علٰے ذالك جماعة کابن الجوزی وغیره واما فسقه فقد اجمعوا علیه واجاز قوم من العلماء لعنه بخصوص اسمه انتھی۔ وفی شرح العقائد للتفتازانی وبعضهم اطلق اللعن علیه (یزید) لما انه کفر حین امر بقتل الحسین ع واتفقوا علٰے جواز اللعن علٰے من قتله او امر به او اجازه ورضی به والحق ان رضا یزید بقتل الحسین واستبشاره بذالك واهانة اهل البیت مما تواتر معناه وان کان تفاصیله احادا فنحن لا نتوقف فی شانه بل فی ایمانه لعنة الله علیه وانصاره واعوانه۔ انتھی۔ وفی حیٰوة الحیوان (فی ذکر شهادة الحسینؑ) وما اعتمدوه من سبی الحرم وقتل الذراری مما تقشعر من ذکره الابدان وترتعد منه الفرائص انتھی۔ وفی نور العینین فی مشهد الحسین للعلامة ابی اسحٰق الاسفرائنی فی مکتوب یزید الی عبید الله بن زیاد عامله واعلم ان الحسینؑ ارسل الی اهل الکوفة والعراق مسلماؑ یصلی بهم ویخطب لهم ویقضی بینهم فاسرع الیه واقتله وارسل الیّ راسه وتنظر جمیع من یحب الحسینؑ او یذکره علٰی لسانه او دخل

اور اس فتوے پر اس کے ساتھ ایک جماعت نے اتفاق کیا ہے مثل ابن جوزی وغیرہ کے لیکن فسق اس کا تو بتحقیق اس پر علماء نے اجماع کیا ہے اور ایک جماعت علماء نے یزید پر تخصیص نام اسکے لعنت کرنی بھی جائز رکھی ہے۔ انتھیٰ۔ اور شرح عقائد تفتازانی صفحہ ١٧١ میں ہے اور بعض علماء نے یزید پر لعنت کا اطلاق کیا ہے اس لئے کہ وہ قتل امام حسینؑ کے امر بالقتل اور اجازت قتل دینے والے اور اس پر راضی ہونیوالے کی لعنت پر اتفاق کیا ہے اور حق یہ ہے کہ تحقیق رضامندی یزید کی قتل حسینؑ پر اور اس کا اس فعل پر خوش ہونا اور اسکی اہلبیت کے حق میں اہانت کرنی یہ ایسی باتیں ہیں جو تواتر معنوی سے ثابت ہو چکی ہیں اگرچہ تفصیل اسکی احاد سے ثابت ہے پس ہم تو اسکے حال بلکہ اسکے ایمان میں کسی مزید تحقیق کے لئے توقف نہیں کرتے بلکہ صاف کہتے ہیں کہ اس پر اور اسکے یاران و مددگاران پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے۔ انتھیٰ۔ اور حیٰوۃ الحیوان جلد ١ صفحہ ٥٥ ذکر شہادت امام حسینؑ میں ہے اور جو افعال ان یزیدیوں نے حرموں کے قید کرنے اور ذریت پاک کے قتل کرنے وغیرہ سے کئے ہیں وہ ایسے ہیں جن کے پڑھنے اور سننے سے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں اور اعضاء کانپنے لگتے ہیں۔ انتھیٰ۔ اور نور العین فی مشہد الحسین مؤلفہ علامہ استاذ ابی اسحٰق اسفرائنی صفحہ ١٩ مکتوب یزید میں لکھا ہے جو اس نے عبید اللہ بن زیاد عامل کی طرف لکھا اور یاد رکھو تحقیق حسینؑ نے اہل کوفہ و عراق کی طرف مسلمؑ کو بھیجا ہے وہ ان کو نماز پڑھاتا ہے اور ان کے لئے خطبہ پڑھتا ہے اور ان کے اندر فیصلے کرتا ہے پس اس کی طرف جلد توجہ کر اور اس کو قتل کر اور اس کا سر اتار کر میری طرف بھیج دے اور خوب تحقیقات کر لینی جو حسینؑ کو دوست رکھے یا اسکا ذکر خیر زبان پر لائے یا اس کے گھر میں داخل ہوتا ہو

سلہ علماء اہل جماعت کے اعتقاد سے تعجب آتا ہے کہ اس قدر فاسق و فاجر عامل افعال کفر کو بھی بُری نگاہ سے دیکھنا پسند نہیں کرتے۔ چنانچہ تاریخ الخلفاء سیوطی صفحہ ١٣٣ میں باسناد ابن عساکر کے عبد اللہ بن عمر سے مروی ہے کہ اصحاب ثلاثہ سے ہر ایک اپنے مرتبہ پر اچھا ہے اور معاویہ اور اس کا بیٹا یزید و سفاح و منصور وغیرہ کلھم صالح لا یوجد مثلہ۔ یعنی یہ سب بے مثل نیک ہیں ذہبی کہتا ہے کہ اس کے لئے چند طرق اسناد کے ہیں۔ انتھیٰ ١٢ مترجم سلہ انسان العیون مطبوعہ مصر جلد ١ صفحہ ١٩٥ میں علامہ علی بن برہان الحلبی نے بڑے بسط سے تصریح یزید پر لعنت کرنے کے استدلالات تحریر فرمائے ہیں اور یزید کی نسبت مولوی وحید الزمان کی تحقیق اصلاح نمبر ٢ جلد ٢ صفحہ ٣٣ میں عجیب لکھی ہے اور اصلاح نمبر ٢ جلد ٥ صفحہ ٣١ لغایت صفحہ ٣٢ میں اس سے عجیب لکھی ہے نیز اسکا ثبوت کہ قاتل امام حسینؑ کا فی الحقیقت یزید ہی ہے ١٢ مترجم

سلہ اور حیٰوۃ الحیوان ہی کے صفحہ ٣ میں ہے ذکر الحافظ ابن عبد البران الکعبة رمیت بالمنجنیق مرة اخرٰی حین حصرها مسلم بن الولید بن عقبة بن ابی معیط فی ایام یزید بن معاویة فی وقعة الحرة فمات یزید ورجع مسلم الی الشام۔ یعنی زمانہ یزید میں کعبہ شریف پتھروں سے چونا گیا۔ اور سبط ابن جوزی نے تذکرہ خواص الامہ صفحہ ٢٧ میں امام غزالی سے اس شخص کی تردید نقل کی ہے جو یزید کی قتل امام حسینؑ پر رضامندی سے انکار کرتا ہے۔ منہاج السنۃ طبع مصر جلد ٢ صفحہ ٢٤٦ میں لکھا ہے مسلمانوں میں ایک فرقہ یزیدیہ ہے جو یزید کو اپنا نبی مانتا ہے۔ اور ایک فرقہ اسکو صحابی اور خلیفہ خلفاء راشدین میں سے شمار کرتا ہے اور شذرات الذہب مطبوعہ مصر جلد ١ صفحہ ٦٩ میں باسناد ابن عساکر اور ذہبی سے نقل کیا ہے کہا کہ یزید ناصبی تند مزاج شرابی تھا۔ منکرات کا عامل تھا اپنی سلطنت کو اسنے امام حسینؑ کے قتل سے شروع کیا اور ختم

فانہض وان لم ینتصفاقتلہ واقتل عیالہ وانہب مالہ واسب حریمہ واحتل فی قتل الحسین وجمیع من معہ والحذر ثم الحذر ان تتہاون فی قتل الحسین واصحابہ۔ انتہی منتخبًا۔ وقد ثبت ان یزید زنی بامہ مرجانۃ وقد اثبتہ الخواجہ حسن نظامی فی رسالۃ طمانچہ بر رخسار یزید۔ اقول قد اخبر النبی علیہ السلام بذلک کما روی الترمذی عن عبد اللہ بن عمرو مرفوعا لیاتین علی امتی کما اتی علی بنی اسرائیل حذ و النعل بالنعل ان کان منہم من اتی امہ علانیۃ لکان فی امتی من یصنع ذلک الحدیث کذا فی المشکوٰۃ ۔ فی الصواعق وعلی القول بانہ (یزید) مسلم فہو فاسق شریر سکیر جائر کما اخبر بہ النبی فقد اخرج ابو یعلی فی مسندہ بسند لکنہ ضعیف عن ابی عبیدۃ مرفوعًا لایزال امر امتی قائما بالقسط حتی یکون اول من یثلمہ (رخنہ کردن ۱۲ منہ) رجل من بنی امیۃ یقال لہ یزید۔ وفیہ ووقع من ذلک الجیش من القتل والفساد العظیم والسبی واباحۃ المدینۃ ماہو مشہور حتی فض نحو ثلث مائۃ بکر وقتل من الصحابۃ نحو ذلک ومن قرأ القرآن نحو سبع مائۃ نفس وابیحت المدینۃ ایاما وبطلت الجماعۃ من المسجد النبوی ایاما واختفت اہل المدینۃ ایاما فلم یمکن احد ادخول مسجدہا حتی۔ خلتہ الکلاب والذئاب وبالت علی منبرہ صلعم تصدیقًا لما اخبر النبی ولم یرض امیر ذلک الجیش الا بان یبایعوہ لیزید۔ الخ وفی تاریخ الطبری لما جئی براس الحسین جمع اہل الشام وجعل ینکث الراس الشریف بالخیزران وانشد ابیاتا [1] لیت اشیاخی ببدر شہدوا (الی ان قال) لاہلوا واستہلوا فرحا (ثم قال) لست من خندف ان لم انتقم + من بنی احمد ما کان فعل + لعبت ہاشم بالملک فلا + خبر جاء ولا وحی نزل + ہکذا فی النصائح الکافیۃ۔

تواس کو منع کردو اور اگر باز نہ آئے تو ایسے آدمی کو بمعہ اُسکے عیال کے قتل کردو اور اسکا مال لوٹ لو۔ اور اسکی زوجہ وغیرہ کو قید کردو اور ایسی تدبیر کرو کہ حسینؑ کو قتل کیا جائے نیز جو اس کے ہمراہی ہوں سب کو قتل کردو خبردار رہو اور خیال رکھو کہ حسینؑ اور اسکے اصحاب کے قتل کرنے میں تم سستی نہ کرو انتہی منتخبا۔ اور تحقیق ثابت ہوا ہے کہ یزید نے اپنی ماں مرجانہ کے ساتھ زنا کیا ہے جسکو خواجہ حسن نظامی صاحب نے اپنے رسالہ طمانچہ بر رخسار یزید صنت میں ثابت کیا ہے (قول مؤلف) میں کہتا ہوں تحقیق نبی صلعم نے اس بات کی خبر دی ہے جیسا کہ ترمذی نے عبداللہ بن عمرو سے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ ہماری امت پر وہی زمانہ آئیگا جو بنی اسرائیل پر آیا تھا برابر جیسے جوتا ایک پاؤں کا دوسرے کے مطابق ہوتا ہے تا اینکہ کسی نے اپنی ماں سے زنا کیا ہے تو میری امت میں بھی ویسا ہی ہوگا جو یہ فعل بھی کریگا الخ کذا فی المشکوٰۃ جلد ا صفحہ ۲۲؎ اور صواعق طبع مصر صفحہ ۱۳۲ میں ہے اور اس قول پر بھی یزید مسلمان ہے لیکن فاسق شریر شرابی ظالم تو ضرور ہے جیسے اس کی نبیؐ نے خبر دی ہے تحقیق ابو یعلےٰ نے اپنے مسند میں بسند ضعیف ابی عبیدہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ ہمیشہ میری امت کا حال عدل پر ہوگا حتی کہ اول اسمیں رخنہ ڈالنے والا ایک شخص بنی امیہ سے ہوگا جسکو یزید کہتے ہوں گے۔ اور صفحہ ۱۳۲ میں اسی صواعق کے اندر لکھا ہے کہ اس لشکر یزیدی سے قتل اور فساد عظیم واقع ہوا اور قید کرنا اور مدینہ کو مباح کرنا جو مشہور ہے تاکہ تین سو باکرہ کا بکر توڑنا اور قتل صحابہ کا مثل اسی تعداد کے اور قاریان قرآن قریباً سات سو کا قتل کرنا وقوع میں آیا اور چند ایام مدینہ ایسے افعال کے لئے مباح سمجھا گیا اور مسجد نبوی میں بہت دن جماعت بند رہی اور مدینہ والے بہت دن چھپ کر جان بچاتے رہے اور کسی کو مسجد نبوی میں داخل ہونا ناممکن تھا تا اینکہ کتے اور بھیڑئیے اس میں داخل ہوتے تھے اور ممبر نبوی پر پیشاب کرتے تھے یہ صورت حدیث نبی صلعم کی تصدیق کرتی ہے اور سردار لشکر کا سوائے اس کے راضی نہ ہوا کہ لوگ یزید سے بیعت کریں۔ الخ۔ اور تاریخ طبری صفحہ ۲۱۷ طبع لنڈن ۱۸۸۵ء میں ہے جب سر مبارک امام حسینؑ کا لایا گیا تو یزید نے اہل شام کو جمع کیا اور سر مبارک امام علیہ السلام کے ساتھ ایک بیدؔ کی چھڑی سے بے ادبی کرتا تھا یعنی دندان مبارک اور سر مبارک پر ٹھکراتا تھا۔ اور دہن مبارک کو اس سے کھولتا تھا اور اس وقت یہ اشعار پڑھتا تھا آرزو ہے کہ میرے بزرگان بدر والے آج دیکھتے الخ تا اینکہ کہا اگر دیکھتے تو خوش ہوتے اور خوشی کے نعرے لگاتے پھر کہا میں خندف سے نہیں تھا اگر اولاد احمدؐ سے ان کے افعال بدر وغیرہ کا بدلہ نہ لیتا۔ بنی ہاشم نے ملک میں کھیل بنائی پھر ہیں ورنہ تو نہ کوئی وحی اتری ہے اور نہ کوئی خبر آئی ہے اسی طرح ہے نصائح کافیہ

[1] صواعق محرقہ صفحہ ۱۳۱ میں یہ اشعار سبط ابن جوزی کے حوالے سے درج ہیں۔ اسی طرح شذرات الذہب فی اخبار من ذہب مطبوعہ مصر جلد ا صفحہ ۶۹ میں یہ اشعار باسناد حافظ ابن عساکر مروی ہیں ۱۲ مترجم [2] ہکذا فی مروج الذہب طبع جدید جلد ۳ صفحہ ۱۲ مترجم۔

(وفی شرح الفقہ الاکبر للقاری[۱] واختلف فی اکفار یزید قیل نعم یعنے لما روی عنه مایدل علے کفرہ من تحلیل الخمر ومن تفوھہ بعد قتل الحسین واصحابه انی جازیتہم بما فعلوا باشیاخ قریش وصنادیدھم فی بدر وامثال ذالک ولعله وجه ماقال الامام احمد بتکفیرہ لما ثبت عندہ نقل تقریرہ - الخ وکذا نقله القاری فی شرح قصیدۃ الامالی- ولنختم ھذا الفصل بقولنا لعنۃ اللہ علیه واعوانه واحزابه؛

فصل - فی ذکر معاویۃ بن یزید بن معاویۃ بن ابی سفیان

فھو رجل صالح زاھد کما یشھد خطبته بعد موت ابیه اللعین وترک خلافته ولما کان خطبته تعلق عظیم بما اعترف من فضائح ابائه وجب علینا ذکرھا- فی حیوۃ الحیوان وذکر غیر واحد ان معاویۃ بن یزید لما خلع نفسه صعد المنبر فجلس طویلا ثم حمد اللہ واثنی علیه (الی ان قال) علے ان جدی معاویۃ قد نازع فی ھذا الامر من کان اولی به منه ومن غیرہ لقرابته من رسول اللہ ص وعظم فضله و سابقته فرکب جدی معه ماتعلمون ورکبتم معه مالا تجھلون حتی انتظمت لجدی الامور فلما جاءہ القدر المحتوم واخترمته ایدی المنون بقی مرتھنا بعمله فریدا فی قبرہ

اور شرح فقہ اکبر ملا علی قاری صفحہ ۸۸ مطبوعہ ہندو پریس لاہور میں ہے کہ کفر یزید میں اختلاف کیا گیا ہے بعض نے کہا ہاں کافر ہے بسبب اس کے کہ یزید سے ایسے افعال واقوال مروی ہیں جو اسکے کفر پر دلالت کرتے ہیں شراب کے حلال کرنے اور بعد قتل حسینؑ اور اصحاب حسینؑ کے اسکے بکواس کرنے سے کہ میں نے ان کو اس فعل کی سزا دی ہے جو انہوں نے بزرگان وامراء قریش کے ساتھ بدر وغیرہ میں کیا تھا اور غالباً امام احمد کا فتویٰ کفر یزید اسی وجہ سے ہے کہ اس کے نزدیک یہ بات پایہ ثبوت کو پہونچی ہے اور اسی طرح علی قاری نے شرح قصیدہ امالی صفحہ ۳۳ میں نقل کیا ہے اور ہم اپنے اس فصل کو اپنے اس قول سے ختم کرتے ہیں کہ یزید اور اس کے گروہ مددگاروں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو؛

فصل - بیان معاویہ بن یزید بن معاویہ بن ابی سفیان میں

جاننا چاہیئے کہ یہ معاویہ نیک اور زاہد آدمی تھا جیسا کہ اس کا ایک خطبہ شہادت دیتا ہے جو اس نے اپنے باپ ملعون کی وفات کے بعد پڑھا اور خلافت کو چھوڑ دیا تھا اور چونکہ اس کے خطبہ کو ہمارے مضمون سے تعلق عظیم ہے کیونکہ اس میں ایسے الفاظ مذکور ہیں جن سے معاویہ بن یزید نے اپنے آباء کے قبائح اعمال کو تسلیم کیا ہے لہٰذا اس خطبہ کا ذکر کرنا ہمارے لئے واجب ہے؛ حیوۃ الحیوان علامہ دمیری جلد ۱ صفحہ ۵۷ میں ہے۔ بہت علماء نے ذکر کیا ہے کہ تحقیق معاویہ بن یزید جب اپنی خلافت سے مستعفی ہوا تو ممبر پر چڑھا اور دیر تک بیٹھ کر حمد الٰہی اور ثنا پڑھی (تا اینکہ خطبہ کو یہاں تک پہنچایا اور پڑھا کہ) میرے دادا معاویہ نے اسی خلافت کے لئے اس شخص سے جھگڑا کیا جو میرے دادا سے زیادہ مستحق تھا کیونکہ قرابت رسولؐ اور فضیلت میں سب پر فوق اور سبقت رکھتا تھا (یعنی علیؑ) تو میرا دادا اسکے برخلاف اس چیز کا مرتکب ہوا جو تم جانتے ہو اور تم بھی اسکے ہمراہ اسی طریق پر چلے جو تم لوگوں سے مخفی نہیں ہے حتیٰ کہ میرے دادا کیلئے امور خلافت کا انتظام پختہ ہو گیا اور جب اسکو تقدیر مقرر کے مطابق موت کے ہاتھوں نے پکڑا تو اپنی قبر میں اکیلا اپنے اعمال میں گروی پڑا ہے اور اس نے جو عمل کا توشہ بھیجا ہوا تھا اس کا مزہ پا لیا اور اپنے ارتکاب معاصی وتعدی کا ملاحظہ کر لیا

ووجد ماقدمت یداہ ورأی مرتکبه واعتداہ

[۱] لیکن اسی شرح فقہ اکبر مطبوعہ مطبع گلزار محمدی لاہور صفحہ ۸۳ میں ہے مع ان الرضی بقتل الحسینؑ لیس بکفر لما سبق من ان قتله لایوجب الخروج عن الایمان بل ھو فسق وخروج عن الطاعۃ الی العصیان یعنی قتل امام حسینؑ پر رضامندی کفر نہیں ہے چنانکہ گذرا ہے کہ قتل حسینؑ سے خروج عن الایمان لازم نہیں بلکہ فسق وخروج لازم آتا ہے (اس سے پہلے لکھا ہے) صفحہ ۷۳ میں ولان الامر بقتل الحسین لایوجب الکفر یعنی حکم دینا قتل امام حسینؑ کا موجب کفر نہیں ہو سکتا واہ رے سنیوں کی محبت ومودت - اور دوسری جگہ صفحہ ۷۵ میں لکھا ہے ایمان یزید کا محقق ہے اور کفر دلیل ظنی سے ثابت نہیں ہوتا اسواسطے اسکے نام پر لعنت جائز نہیں ہے انتہی - دیکھیئے سنی بھائیوں کی اہل بیت کے حق میں جو قلبی الفت اور عظمت ہے وہ اس قابل ہے کہ اسپر نثار ہو جانا چاہیئے - الا تلوموا بترشح بما فیه ۱۲ مترجم

ثم انتقلت الخلافة الی یزید ابی فتقلد امرکم لھوی کان ابوہ فیہ ولقد کان ابی یزید بسوء فعلہ واسرافہ علی نفسہ غیر خلیق بالخلافۃ علی امۃ محمد ؐ فرکب ھواہ واستحسن خطاہ واقدم علی ما اقدم من جراتہ علی اللہ وبغیہ علی من استحل حرمتہ من اولاد رسول اللہ ؐ فقلت مدتہ وانقطع اثرہ وضاجع عملہ وصار حلیف حفرتہ رھین خطیئتہ وبقیت اوزارہ وتبعاتہ وحصل ماقدم وندم حیث لاینفعہ الندم فلقد خلعت بیعتی من اعناقکم والسلام انتھی ملخصًا وھکذا فی الصواعق المحرقۃ۔ وفیہ فاستمر مریضا الی ان مات ولم یخرج الی الناس ولا صلی بھم ولا ادخل نفسہ فی شئ من الامور۔ الخ ونقل الدمیری فی حیوۃ الحیوان ثم ان بنی امیۃ قالوا للمودبہ ای استاذ معاویۃ عمر المقصوص انت علمتہ ھذا ولقنتہ ایاہ وسددتہ عن الخلافۃ وزینت لہ حب علی ؑ واولادہ وحملتہ علی ما وسمنا بھا من الظلم وحسنت لہ البدع حتی نطق بما نطق وقال ما قال فقال واللہ ما فعلتہ ولکنہ مجبول ومطبوع علی حب علی ؑ فلم یقبلوا منہ ذالک واخذوہ ودفنوہ حیا حتی مات۔ الخ قال الشیخ الخواجہ حسن نظامی الدھلوی فی یزید نامہ (فی قصۃ خلع معاویۃ) اس واسطے میں اس بوجھ سے دست بردار ہوتا ہوں اور سلطنت کے تاج و تخت کو تمہارے آگے رکھتا ہوں تم جس کو چاہو یہ دیدو مجھے اس کی مطلق ضرورت نہیں ہے۔ الخ

پھر خلافت میرے باپ یزید کی طرف منتقل ہوئی اور اس نے تمہاری سرداری کا پٹہ اپنے گلے میں محض اس حرص و ہوا کی بناء پر پہنا جو اسکے باپ کے دل میں تھا اور میرا باپ یزید اپنی بدفعلی اور اپنے نفس پر ظلم کرنے کے سبب سے خلافت اور امت محمدی پر سرداری کے لائق نہیں تھا مگر اس نے حرص پر سوار ہو کر اپنے گناہوں کو مستحسن اور اچھا خیال کیا اور اللہ تعالیٰ سے بے خوف ہو کر اس پر بغاوت کی جس کے مقابل اسکی کوئی قدر نہ تھی یعنی اولاد رسول اللہ ؐ پر تو مدت اس کی کم ہوئی اور نشانی اسکی منقطع ہوئی اور اپنے گڑھے قبر کو یار بنا کر اعمال خود کو گلے لگا کر اپنے گناہ میں گروی ہو کر جا سویا مگر اس کے گناہوں کے نشانات دنیا میں باقی موجود رہے اور جو اس نے آخرت کے لئے بھیجا تھا وہ اسکو مل گیا اور اس وقت پشیمان ہوا ہو گا کہ اسے پشیمانی کوئی نفع نہ دیگی۔ پس تحقیق میں نے تو تم لوگوں کی گردنوں میں سے اپنی بیعت کا پٹہ نکال لیا ہے۔ بس سلام۔ انتہیٰ ملخصاً۔ قریباً یہی مضمون صواعق محرقہ صفحہ ۱۳۴ مطبوعہ مصر میں ہے اور اس میں یہ ہے کہ پھر معاویہ بن یزید اتنے تک مریض رہا کہ مر گیا اور لوگوں کی طرف نہ نکلا اور نہ ان کو نماز باجماعت پڑھائی اور نہ ان کے ساتھ کسی کام دینی دنیاوی میں شامل ہوا۔ الخ اور دمیری نے حیوۃ الحیوان میں نقل کیا ہے کہ اس خطبہ کے بعد بنی امیہ نے استاذ معاویہ عمر المقصوص کو کہا کہ تو نے یہ باتیں اس معاویہ کو پڑھائی ہیں اور تو نے سکھایا ہے اور تو نے ہی خلافت سے اُسے روکا ہے اور تو نے ہی محبت علی ؑ اور اولاد علی ؑ کی خوبی اسپر ظاہر کی ہے اور تو نے اسے اسپر برانگیختہ کیا ہے جو اُس نے مظالم کے نشان دیئے ہیں اور نئے امور برخلاف باپ دادا کے جو اسنے ظاہر کئے ہیں تو نے اسکو دھوکہ میں لا کر اور رنگ چڑھا کر دکھائے ہیں تاکہ اسنے اپنے کلام میں جو ہو سکا ظاہر کیا اور کہا جو کہا عمر مقصوص نے کہا قسم بخدا میں نے یہ کام نہیں کیا۔ لیکن وہ تو فطرۃً اس محبت علی علیہ السلام پر مخلوق ہے مگر بنی امیہ نے اس عذر کو اس سے قبول نہ کیا اور اس کو پکڑ کر انہوں نے زندہ ہی دفن کر دیا تاکہ اندر ہی مر گیا الخ۔ شیخ خواجہ حسن نظامی دہلوی نے یزید نامہ صفحہ ۴۱ بیان قصہ خلع معاویہ میں بیان کیا ہے اسواسطے میں اس بوجھ سے دست بردار ہوتا ہوں اور سلطنت کے تاج و تخت کو تمہارے آگے رکھتا ہوں تم جسکو چاہو دے دو۔ مجھے اسکی مطلق ضرورت نہیں ہے۔ الخ

فصل۔ مروان بن حکم بن ابی العاص بن امیہ علیہم ما علیہم کے بیان میں۔ بیان کیا جاتا ہے کہ وہ بیٹا طرید رسول کا ہے اور کہا گیا ہے کہ وہ خود بھی طرید رسول ہے اور تطبیق یہ ہے کہ وہ چھوٹی عمر میں ہمراہی باپ اپنے کے بحکم رسول اللہ ؐ مطرود ہوا اور طائف کی طرف نکالا گیا

معاویہ کے استاد کو زندہ درگور کر دیا

فصل۔ فی ذکر مروان بن الحکم بن ابی العاص بن امیہ علیہم ما علیہم۔ ویقال لہ ابن

الطرید وقد یقال لہ طرید الرسول والتوفیق انہ طرد صغیرًا باابیہ وقد طردھما رسول اللہ الی الطائف

وطردہ الشیخان واقامہ عثمان وھو صھرہ وکاتبہ سرا وبسببہ جری علیہ ماجری وخلافتہ عشرۃ اشھر روی الحاکم فی کتاب الفتن والملاحم من المستدرک مرفوعًا انہ ؐ قال فی حقہ الوزغ ابن الوزغ الملعون بن الملعون وصح اسنادہ وقد ذکر تعاملہ باھل البیت - **ثم ابنہ عبد الملک**۔ فانہ حبس امام الساجدین زین العابدین باثقلۃ من حدید ووکل حفظۃ وجعل الاغلال فی یدیہ ورجلیہ کذا ذکرہ فی الصواعق وصحیفۃ العابدین ناقلاً عن روضۃ الاحباب وروضۃ الصفا والتاریخ الکامل وتذکرۃ خواص الامۃ وغیرھا - وکفیٰ بہ من مساویہ تولیتہ الحجاج بن یوسف الثقفی علی العراق وحالہ مما لا یخفی علی من لہ نظر فی الکتب ومن جملۃ احکامہ منع الناس العمل بفتاویٰ علی علیہ السلام کما نقلہ المسعودی فی مروج الذھب انہ طلب شریح القاضی وسال عنہ فی مسئلۃ مذھب الخلفاء الراشدین ناجاب القاضی باراء الخلفاء الخلفاء ثم بین حکم امیر المومنین علیؑ فیھا فمنعہ الحجاج وقال لا تنقل رأی اھل الجبن وافتی بفتوے عثمان کذا فی صحیفۃ العابدین - وفی حیوۃ الحیوان وتاریخ الخلفاء کون الحجاج عاملا علی العراق فامر اللعین الحجاج اخزاہ اللہ

اور ابوبکر و عمر نے بھی وہی عمل رکھا مگر امیر عثمان نے اسے بلوالیا اور اپنے پاس مقیم رکھا اور وہ اسکا داماد اور راز دار منشی تھا اور اسی کے سبب سے امیر عثمان پر واقع ہوا جو کچھ ہوا - اور خلافت مروان کی دس ماہ رہی اس کے حال میں حاکم نے کتاب فتن وملاحم کتاب مستدرک میں مرفوعاً روایت کیا کہ نبیؐ نے مروان کے حق میں فرمایا کہ یہ گرگٹ یا مینڈک ہے بیٹا گرگٹ یا مینڈک کا ملعون بن ملعون ہے اور اسناد اس کا صحیح ہے اور اسکا برتاؤ جو اہل بیت نبیؐ سے رکھتا پہلے مذکور ہو چکا ہے (معاویہ بن معاویہ کے بیان میں) اسکے بعد اس کا بیٹا عبدالملک خلیفہ ہوا۔ تو تحقیق اس نے امام الساجدین زین العابدین علیہ السلام کو بڑے بھاری آہنی زنجیروں سے قید کیا جو امام علیہ السلام کے ہاتھ پاؤں میں ڈال کر ان کو زیر پہرہ اپنے سپاہیوں کے کر دیا کذا فی الصواعق صـ ١١٩ وصحیفۃ العابدین صفحہ ١٦٩ ناقلاً روضۃ الاحباب وروضۃ الصفا وتاریخ کامل وتذکرہ خواص الامۃ وغیرہ سے صـ ١٨٣ ناقلاً عن تذکرۃ ابن حمدوان عن الزھری - اور کافی ہے اسکی برائیوں میں سے اسکا حجاج بن یوسف ثقفی کو عراق پر حاکم بنانا جس کے ظلم کا حال کسی سے مخفی نہیں۔ جس کو کچھ بھی کتب کا مطالعہ حاصل ہو - منجملہ اسکے احکام کے تھا کہ فتاوی علیؑ پر کوئی عمل نہ کرے جیسا کہ مسعودی نے مروج الذھب میں لکھا ہے کہ اس نے شریح قاضی کو بلا بھیجا اور اس سے ایک مسئلہ میں خلفاء راشدین کا مسلک پوچھا تو ہر سہ خلفاء کے مختلف خیالات سے قاضی نے جواب دیا پھر اس نے اس مسئلہ میں حکم امیر المومنینؑ کا بیان کیا حجاج نے قاضی کو منع کیا اور کہا کہ ایسے بزدل شخص کے مذہب کو بیان نہ کیا کر اور خود فتوے امیر عثمان کے قول کے مطابق دیا یہ صحیفۃ العابدین صـ ١٦٩ سے منقول ہے اور حیوٰۃ الحیوان جلد ١ صفحہ ٦٠ اور تاریخ الخلفاء صفحہ ٢٤٦ میں حجاج کا عامل عراق ہونا لکھا ہے اور کہا کہ حجاج لعین نے خدا اسے خوار اور ذلیل کرے - ابن زبیر کو سولی چڑھانے کا حکم دیا - اور سیوطی نے اپنی تاریخ کے صفحہ ٢٤٨ ذکر عبدالملک میں لکھا ہے - عسکری کہتا ہے کہ عبدالملک پہلا ہے وفا مہد اسلام میں ہے اور وہ اول ہے جس نے امر بالمعروف سے منع کر دیا

وقتلہ بصلب جسدہ (ای جسد ابن الزبیر) وقال السیوطی فی تاریخہ فی ذکر عبد الملک قال العسکری وھو اول من غدر فی الاسلام واول من نھی عن الامر بالمعروف

لہ مروج الذھب طبع جدید مصر جلد ٣ صفحہ ١٣٦ میں ہے ابن کا ہ عبد الملک کے عبد الملک کے مذہب پر تھے حجاج عراق کا والی ہوا اور سب اہل کاروں میں حجاج بڑا ظالم اور مسلمانوں کی ناحق خونریزی کرنے والا اور قاتل تھا اور صـ ١٤٢ میں لکھا کہ بنی عامر سے حجاج کے پاس قیدی آئے تو جو کفر کا اقرار کرتا تھا اسکو رہا کرتا تھا نہیں تو قتل کرتا تھا ایک پر شبہ ہوا کہ کفر نہیں کیا حجاج نے پوچھا تو اسنے کہا اگر کفر سے کوئی چیز سخت ہے تو میں اس کے کرنے پر بھی آمادہ ہوں حجاج نے اس کو بھی رہا کر دیا۔ اور اسی مروج کے صـ ١٣٢ میں لکھا ہے جب حجاج سعید بن جبیر صحابی کو قتل کرنے لگا سعید نے بعد کلمہ شہادت توحید و نبوت کے کہا اس کی بھی شہادت دیتا ہوں کہ حجاج اللہ تعالیٰ پر ایمان نہیں رکھتا - حیوٰۃ الحیوان جلد ١ صـ ٢١ میں ابن خلکان سے بر ترجمہ شریح منقول ہے کہ انہ سئل عن الحجاج اکان مؤمنا قال نعم بالطاغوت کافرا باللہ تعالیٰ

وفیه فی ذکر وصیة لابنه الولید وانظر الحجاج فاکرمه فانه هو الذی وطألك المنابر وهو سیفك یا ولید ویدك علی من ناوائك فلا تسمعن فیه قول احد قال السیوطی قلت لو لم یکن من مساوی عبد الملك الا الحجاج وتولیته علی المسلمین وعلی الصحابة یجبهم ویذلهم قتلا وضربا وشتما وحبسا وقد قتل من الصحابة واکابر التابعین ما لا یحصی فضلا عن غیرهم وختم فی عنق انس وغیره من الصحابة ختما یرید بذلك ذلهم فلا رحمه الله ولا عفا عنه۔ وسیاتی ان الناس یختفون فی اداء الصلوٰة زمن الحجاج لما کان یرید ان یؤدوا کما ابدعه۔ ومن مظالمه[1] انه ما ترك احدا من شیعة علیؑ الا وقد قتله وقد قتل سعید بن جبیر کذا قال السیوطی ولعن قاتله وقد قتل قنبر خادم علیؑ وقد قارب قتله مائة الف رجل۔ قال الحافظ ابن الحجر العسقلانی فی تهذیب التهذیب قال ابن سعد کتب الحجاج الی محمد بن القاسم ان یعرضه (یعنی عطیة بن سعید) علی سب علیؑ فان لم یفعل فاضربه اربع مائة سوط واحلق لحیته فاستدعاه فابی ان یسب فامضی حکم الحجاج فیه۔ کذا فی النصائح۔ واورد الحافظ جمال المزنی فی التهذیب باسناد عن یوسف بن عبید قال سالت الحسن البصری یا ابا سعید (کنیته) انك تقول قال رسول اللهؐ وانك لم تدرکه قال یا ابن اخی سالتنی عن شئ ما سالنی عنه احد قبلك ولولا منزلتك عندی ما اخبرتك انی فی زمان کما تری (وکان فی عمل الحجاج) سمعتنی اقول قال رسول اللهؐ فهو من علیؑ غیر انی فی زمان لا استطیع ان اذکر علیًا۔ کذا فی تهذیب تهذیب الکمال۔

اور صفحہ ۱۵۰ پر اس کی ذکر وصیت میں لکھا جو اس نے ولید پسر خود کو بتاکید وصیت کی کہ اے بیٹے تم حجاج کا خیال رکھنا اور اس کی بڑی تعظیم کرنی کیونکہ تحقیق یہی حجاج ہے جس نے تیرے لئے ممبروں کو زیر قدم کر رکھا ہے (یعنی سلطنت پر قدم جمایا) اور اس قدر سلطنت میں ترقی کی اے ولید بس یہی حجاج تیرے مخالف پر تیری تلوار اور تیرا بازو ہے پس اس کے بارہ میں تم کسی کی شکایت نہ سننا۔ سیوطی کہتا ہے میں کہتا ہوں اگر کوئی برائی عبد الملک میں سوائے حجاج کے نہ ہوتی (تو یہی کافی ہے) اس طرح کہ اسکو عام مسلمانوں پر بلکہ صحابہ پر بھی حاکم بنایا۔ جو ان کو خوار اور ذلیل کر کے قتل کرتا تھا مار پیٹ کرتا اور گالی دیتا اور قید کرتا تھا اور اس نے اتنے صحابہ اور اکابر تابعین قتل کئے جو شمار میں نہیں آسکتے دوسرے عام لوگوں کا کیا ذکر کیا جائے یہ دیکھیئے کہ اس نے انس وغیرہ صحابہ کی گردنوں میں ایسی مہر لگادی جس سے ان کا ذلیل دکھانا منظور تھا یہی ایک بات ہوتی تو بھی اس کے لئے کافی تھی کہ خدا اس کو رحمت نہ کرتا اور نہ کرے اور نہ اس کو معاف کرتا اور نہ کرے اور عنقریب ذکر کیا جائیگا۔ تحقیق لوگ زمانہ حجاج میں اصل طریق نماز ادا کرنے سے خوف کرتے تھے اور چھپ کر نماز پڑھتے تھے کیونکہ وہ چاہتا تھا کہ اس طریقہ پر نماز پڑھیں جس کو حجاج نے خود ایجاد کیا تھا۔ اور اسکے مظالم سے ہے کہ اس نے کسی شیعہ علیؑ کو قتل کئے بغیر نہ چھوڑا جیسا کہ اس نے سعید بن جبیر کو قتل کیا اس کو سیوطی نے لکھا ہے اور اس کے قاتل پر لعنت لکھی ہے اور اس نے قنبر خادم علیؑ کو بھی قتل کیا بلکہ اس سے قتل مسلمین کی نوبت ایک لاکھ تک پہنچ گئی۔ حافظ ابن حجر عسقلانی نے تہذیب التہذیب میں لکھا ہے کہ ابن سعد حجاج کا حال بیان کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ حجاج نے محمد قاسم کو لکھا کہ تم عطیہ بن سعید پر سبّ علیؑ کی پیش کرنا اگر وہ نہ کرے تو اُس کو چار سو دُرّے لگاؤ اور اس کی ڈاڑھی منڈوا دو اس نے عطیہ کو بلایا۔ اور تعمیل حکم کی مگر عطیہ نے سبّ کرنے سے انکار کیا تو محمد بن قاسم نے عطیہ کے سزا دینے میں حکم حجاج کی تعمیل کر دی۔ کذا فی النصائح صفحہ ۱۹۳۔ اور حافظ جمال مزنی نے تہذیب میں باسناد یوسف بن عبید سے روایت کی ہے کہا میں نے حسن بصری سے پوچھا۔ کہ اے ابی سعید (جو کنیت حسن کی ہے) تو کہتا ہے رسول اللہؐ نے فرمایا حالانکہ تو نے زمانہ رسولؐ کو نہیں پایا۔ کہا اے بھتیجے تو نے وہ بات مجھ سے پوچھی ہے جو تجھ سے پہلے کسی نے نہیں پوچھی تھی۔ اور میں تیری قدر اچھی سمجھتا ہوں ورنہ تجھے خبر نہ دیتا تحقیق میں ایسے زمانہ میں ہوں جس کو تو دیکھ رہا ہے یعنی حجاج کی عملداری ہے تو تم مجھ سے قال رسول اللہ جو سنتے ہو وہ حضرت علی علیہ السلام سے کہتا ہوں صرف اتنی وجہ ہے کہ میں ایسے زمانہ میں ہوں کہ بوجہ خوف کے علیؑ کا نام لینے کی قدرت نہیں رکھتا ہوں۔ کذا فی تذہیب تہذیب الکمال

[1] تحفہ اثنا عشریہ صفحہ ۲۵ میں ہے حجاج شہرہ عالم است در سفک دماء وقتل ناحق وخون ریختن علی الخصوص شرفا وسادات ومتوسلان خاندان اہلبیت را وانہ بدترین نواصب بود۔ الخ اور حجاج کی نسبت حاشیہ بسر بن ارطاۃ کے حال میں ملاحظہ ہو ۱۲ مترجم۔

ثم قام بالامر الوليد بن عبد الملك - في حيوة الحيوان في ذكر الوليد انه قال لولا ان الله تعالى ذكر اللواط في كتابه ما ظننت ان احدا يفعله وكان جبارا ظالما وقد تواتر ظلمه حتى قال عمر بن عبد العزيز وكان الوليد بالشام والحجاج بالعراق وعثمان بن حبارة بالحجاز وقرة بن شريك بمصر امتلأت الارض والله جورا - كذا في تاريخ الخلفاء - وقد سم الوليد سيد الساجدين عليه السلام كذا في الصواعق - وكذا في تذكرة خواص الامه لسبط ابن الجوزي وفصول المهمه لابن الصباغ المالكي وفي صحيفة العابدين

وقد تولى هشام ابن عبد الملك

فانه سم ابا جعفر محمد الباقر كما حقق في مآثر الباقرية - وفي الصواعق توفي (الباقر) مسموما كابيه وفي بدر الدجى - بعضے مورخ کہتے ہیں کہ آپ بھی زہر سے شہید ہوئے وفي تاريخ الخلفاء مات في ايامه ابو جعفر الباقر - وقد قاتل هشام مع زيد ابن علي بن الحسين فمات هو شهيدا كما نقله الخواجه محمد پارسا في فصل الخطاب ما عبارته پس از حکم ابو حنیفه کوفی و قتال هشام زید بقتل رسید - وفي الصواعق باسناد ابي نعيم والسلفي لما حج هشام ابن عبد الملك ولم يمكنه تقبيل الحجر الاسود واقبل زين العابدين فتنحى له الناس حتى استلم قال اهل الشام لهشام من هذا قال لا اعرفه مخافة ان يرغب اهل الشام في زين العابدين فقال الفرزدق انا اعرفه ثم انشد قصيدة طويلة فلما سمعها هشام غضب وحبس الفرزدق بعسفان - انتهى ملخصا وكذا في حيوة الحيوان وفي ارجح المطالب ص۴۰۶ وهكذا ذكر الحافظ ابو نعيم في حلية الاولياء - كذا في صحيفة العابدين

پھر امر خلافت پر ولید بن عبد الملک قائم ہوا - حیوۃ الحیوان صفحہ ۱۰۶ میں بذیل ذکر ولید کے لکھا ہے کہ تحقیق ولید کہتا تھا کہ اگر اللہ تعالیٰ لواطت کرنے والے کا ذکر قرآن میں نہ کرتا تو میرا گمان بالکل نہیں ہے کہ پھر کوئی یہ کام کرتا اور ولید جابر اور ظالم تھا اور ظلم اس کا بتواتر ثابت ہے حتیٰ کہ عمر بن عبد العزیز نے ولید اور حجاج و عثمان کا حال دیکھ کر کہا کہ قسم بخدا زمین ظلم سے پر ہو گئی ہے یہ اس زمانہ کا ذکر ہے جبکہ ولید شام میں اور حجاج عراق میں اور عثمان بن حبارہ حجاز میں اور قرہ بن شریک مصر میں حاکم تھے نیز تاریخ الخلفاء صفحہ ۱۵۲ میں اسی طرح ہے (اور مروج الذہب جلد ۳ صفحہ ۱۶۹ میں ہے ولید بن عبد الملک جبار عنید اور ظالم تھا) اور تحقیق ولید نے سید الساجدین امام زین العابدین علیہ السلام کو زہر دیا جیسا کہ صواعق صفحہ ۱۲۰ میں ہے۔ اور اسی طرح تذکرہ خواص الامہ مؤلفہ سبط ابن الجوزی و فصول المہمہ مؤلفہ ابن صباغ مالکی میں ہے جس کو صحیفۃ العابدین صفحہ ۲۶ میں نقل کیا گیا ہے (اسی طرح نور الابصار مطبوعہ مصر صفحہ ۱۲۶ میں فصول المہمہ سے منقول ہے) **اور پھر اپنے وقت میں ہشام بن عبد الملک والی ہوا۔** تو اس نے ابی جعفر محمد الباقرؑ کو زہر دیا جیسا کہ اسکی تحقیق سید اولاد حیدر صاحب نے مآثر باقریہ صفحہ ۹۵ میں لکھی ہے اور صواعق صفحہ ۱۲۰ میں صرف اتنا لکھا ہے کہ امام باقرؑ مثل اپنے باپ کے زہر سے شہید ہوئے ہیں اور بدر الدجی صفحہ ۱۴۰ میں[1] ہے بعض مورخ کہتے ہیں کہ آپ بھی ...... زہر سے شہید ہوئے اور تاریخ الخلفاء صفحہ ۱۶۹ میں ہے کہ ابو جعفر باقر علیہ السلام ایام ولید میں فوت ہوئے۔ اور تحقیق ہشام نے زید بن علی بن حسینؑ سے جنگ کی اور زید شہید ہوئے جیسا کہ اس کو خواجہ محمد پارسا نے فصل الخطاب میں اس عبارت سے ذکر کیا پس بحکم ابو حنیفہ کوفی اور جنگ ہشام کے زید کے قتل کی نوبت پہونچی - اور صواعق صفحہ ۱۱۹ میں[2] باسناد ابی نعیم و سلفی کے ہے کہ جب ہشام بن عبد الملک نے حج کیا اور اسکو بوسہ حجر اسود کا بوجہ ہجوم لوگوں کے میسر نہ ہوا امام زین العابدینؑ تشریف لائے تو لوگ ہٹ گئے اور جگہ دی تا کہ امامؑ نے بوسہ فرمالیا تو اہل شام نے ہشام سے پوچھا کہ یہ کون ہے جس کی لوگ اتنی تعظیم کر رہے ہیں؟ ہشام نے کہا میں نہیں جانتا کون ہے اور یہ لاعلمی اس خوف سے بیان کی کہ مبادا اہل شام امامؑ کی طرف رغبت کر جائیں تو فرزدق شاعر نے کہا اگر تو نہیں جانتا تو میں جانتا ہوں اور ایک طویل قصیدہ مدح امام میں پڑھا جب اسکو ہشام نے سنا تو غضبناک ہوا اور فرزدق کو عسفان میں قید کر دیا۔ انتہی ملخصا - نیز اسی طرح حیوۃ الحیوان جلد ۱ صفحہ ۹۰ اور ارجح المطالب صفحہ ۴۰۶ میں ہے اور اسی طرح ابونعیم نے حلیۃ الاولیاء میں ذکر کیا ہے جیسا کہ صحیفۃ العابدین صفحہ ۱۹ میں ہے۔

[1] اسی طرح نور الابصار صفحہ ۱۲۸ میں درر الاصداف اور فصول المہمہ سے منقول ہے ۱۲ مترجم [2] اسی طرح نور الابصار صفحہ ۱۲۵ و تذکرہ خواص الامہ صفحہ ۱۸۶ میں باسناد ابی نعیم فی الحلیہ مذکور ہے ۱۲ مترجم

ثم تولی الولید بن یزید بن عبد الملک فی تاریخ الخلفاء وکان فاسقا شریبا للخمر منتہکا لحرمات اللہ قال الذہبی لم یصح عن الولید کفر ولا زندقۃ بل اشتہر بالخمر والتلوط ورشق المصحف بالسہام دفسق ولم یخف الاثام وقد ورد فی مسند احمد حدیث لیکونن فی ہذہ الامۃ من فرعون لقومہ وقد قال الولید لابن میادۃ اراک قد فضلت علینا آل محمد انتہی ملخصًا فی حیوۃ الحیوان وحکی الماوردی فی کتاب ادب الدین والدنیا ان الولید بن یزید بن عبد الملک تفاءل یومًا فی المصحف فخرج لہ قولہ تعالیٰ واستفتحوا وخاب کل جبار عنید فمزق المصحف وانشأ یقول اتوعد کل جبار عنید فہا انا ذاک جبار عنید اذا ما جئت ربک یوم حشر فقل یا رب مزقنی الولید فلم یلبث الا ایامًا یسیرۃ حتی قتل شر قتلۃ وصلب رأسہ علی قصرہ ثم علی اعلی سور بلدہ انتہی۔ اقول قد ثبت من ہذا الخلیفۃ مصداق قولہ علیہ السلام فی خصومۃ القرآن مزقونی وفیہ انہ واقع جاریۃ لہ وہو سکران وجاءہ المؤذنون یؤذنونہ بالصلوٰۃ فحلف ان لا یصلی بالناس الا ہی فلبست ثیابہ وتنکرت وصلت بالمسلمین وہی جنب سکری انتہی واخر خلفاءہم مروان الحمار وقد انقضت دولتہم بہ فی حیوۃ الحیوان ولما انقضت دولتہم تحقق ما قال الحسن علی بن ابی طالب لما قیل لہ ترکت الخلافۃ للمعاویۃ

پھر ولید بن یزید بن عبد الملک حاکم مقرر ہوا۔

تاریخ الخلفاء صفحہ ۱۷۰ میں ہے۔ کہ ولید مذکور فاسق اور بہت شراب پینے والا اور خدا تعالیٰ کے حدود محرمات کو توڑنے والا تھا۔ ذہبی نے کہا ہے کہ ولید سے کفر صحیح ثابت نہیں ہوا اور نہ بے دینی مگر شراب پینے اور عمل لواطت کرنے اور قرآن شریف کو تیروں کا نشانہ بنانے اور دیگر اقسام گناہوں میں مشہور تھا۔ اور گناہوں اور خدا کی نافرمانیوں میں ذرا خوف نہ کرتا تھا اور تحقیق مسند احمد میں حدیث مروی ہے۔ کہ فرمایا۔ اس امت میں ولید نامی ایک شخص پیدا ہوگا جو اس امت کے لئے فرعون سے بھی سخت تر مضر ہوگا۔ اور ولید نے ابن میادہ کو زجر کے طور پر کہا کہ کیا تم آل محمدؐ کو ہم پر فضیلت دیتے ہو؟ ایسا نہ چاہیئے الخ انتہی ملخصًا۔ اور حیوۃ الحیوان جلد ۲ صفحہ ۸۶ میں ہے کہ ماوردی نے کتاب ادب الدین والدنیا میں ولید بن یزید بن عبد الملک کی حکایت لکھی ہے کہ اس نے ایک دن قرآن شریف سے فال لی تو اس میں قول اللہ تعالیٰ کا کہ انھوں نے فتح پائی اور ہر جبار سرکش نے خسارہ پایا۔ فال میں نکلا تو ولید نے مصحف پھاڑ ڈالا اور اس شعر کو پڑھا کہ کیا اے قرآن تو ہر جبار سرکش کو ڈراتا ہے پس لے میں ہوں جبار سرکش جب تو قیامت کے دن خدا کے پاس جائیگا اس سے بے شک کہہ دینا کہ اے رب مجھے ولید نے پھاڑ دیا تھا پھر تھوڑے دن زندہ رہا حتیٰ کہ اس کو بُری طرح سے قتل کیا گیا اور سولی پر چڑھایا گیا اور اس کا سر اسی کے بالا خانہ اور اس شہر کے سب سے بڑے قلعہ پر لٹکایا گیا۔ انتہی (اور اسی طرح مروج الذہب برحاشیہ کامل جلد ۸ صفحہ ۱۵۹ ومطبوعہ مصر جدید مستقل جلد ۲ صفحہ ۱۴۹ میں ہے اور اس نے ولید کے یہ دو شعر بھی زیادہ لکھے ہیں تلعب بالخلافۃ ہاشمی ٭ بلا وحی اتاہ ولا کتاب ٭ فقل للہ یمنعنی طعامی وقل للہ یمنعنی شرابی۔ یعنی ہاشمی نے خلافت کا کھیل بنا رکھا ہے نہ اس کے پاس وحی آئی اور نہ کتاب۔ اے قرآن تو خدا کو کہہ دے کہ اگر کر سکتا ہے تو میرا کھانا پینا بند کر دے)

(قول مؤلف) میں کہتا ہوں تحقیق اس خلیفہ کے حال سے مصداق فرمان نبیؐ کا دربارہ خصومت قرآن اور قیامت میں فریاد کرنے کے کہ انہوں نے مجھے پھاڑا تھا ثابت ہوا جس کی مکمل حدیث ابتداء ذکر سلاطین میں گذر چکی ہے۔ اور اسی کتاب حیوۃ الحیوان کے جلد ۱ صفحہ ۵۵ میں ہے کہ ولید ایک کنیز سے بحالت مستی شراب کے ہم بستر ہوا اور اسی حالت میں اطلاع دینے والوں نے نماز کی اطلاع دی تو ولید نے حلف اٹھائی کہ آج لوگوں میں سوائے اس کنیز کے کوئی نماز نہ پڑھائے یعنی یہی امامت کرائے گی۔ چنانکہ اس کنیز نے ولید کے کپڑے پہن کر شکل تبدیل کر لی اور اسی نے بحالت جنابت ومستی کے مسلمانوں کی امامت کر کے نماز پڑھائی۔ اور آخری خلیفہ ان کا مروان الحمار ہے۔ اور بنی امیہ کی بادشاہی اسی مروان پر ختم ہوئی ہے حیوۃ الحیوان جلد ۱ صفحہ ۶۸ میں ہے اور جب بادشاہی بنی امیہ کی ختم ہوئی تو فرمان امام حسنؑ بن علی ابن ابی طالب کی تصدیق ہو گئی جب ان کے لئے کہا گیا کہ آپنے خلافت معاویہ کے لئے کیوں چھوڑ دی؟

ولید فرعون اس امت کا ہے۔ اسی طرح نسیم الریاض شرح شفاء عیاض جلد ۳ صفحہ ۲۱۷ وحیوۃ الحیوان جلد ۱ صفحہ ۶۶ وتاریخ خمیس صفحہ ۳۵۷ میں ہے اور حیوۃ الحیوان کے اسی صفحہ پر لغت اوز میں یہ بھی لکھا ہے کہ ولید نے ایک حوض تیار کرا رکھا تھا جو ہر وقت شراب سے بھرا رہتا تھا۔ جب ولید فرط خوشی میں آجاتا تو اس

۳ حوض کے اندر کود پڑتا تھا اور اس قدر شراب پیتا تھا کہ حوض کے کنارہ ... ۱۲ مترجم
روایت لکھا اور روایت احمد ... ۱۲ مترجم
۲ (شرق المصحف) ... جبار عنید

فقال ليلة القدر خير من الف شهر وكان مدة خلافتهم بنيفاوثمانين سنة وهي الف شهر. ومن الخلفاء العباسية **المنصور**- توفي جعفر الصادق مسموما بامره كما في حلية الاولياء - وفي تاريخ الخلفاء وكان المنصور اول من اوقع الفتنة بين العباسيين والعلويين وكانوا قبل ذالك شيئا واحدا واذى خلقا من العلماء ممن خرج معهما او امر بالخروج قتلا وضربا وغير ذالك - وفي آثار الجعفرية قد توفي جعفر مسموما من جانب المنصور بتوسط محمد بن سليمان والى المدينة عن المنصور - وفي ارجح المطالب قال ابن الصباغ المالكي مات جعفر الصادق مسموما في ايام المنصور ناقلا عن تذكرة خواص الامة - **ومنهم هارون الرشيد** فانه سم موسى الكاظم فتوفي عليه السلام مسموما وقد حبس الامام مرات كثيرة - كما في الصواعق فجعل له - اي طعامه و قيل في رطب فتوعك فمات بعد ثلاثة ايام - وفيه وحمله الى بغداد وحبسه - في الامينا مقيدا الخ وكذا في روضة الصفا - وفي حيوة الحيوان و توفي موسى الكاظم ببغداد مسموما وقيل انه توفي في الحبس الخ والجمع انه يمكن انه سم في الحبس فمات فيه عليه السلام - وفي الصواعق قال الرشيد للامام الكاظم حين رآه جالسا عند الكعبة انت الذي تبايعك الناس سرا فقال انا امام القلوب وانت امام الجسوم الخ وذكر السيد في العلوم الكاظمية مفصلا ومكملا -

تو فرمایا کہ لیلۃ القدر ہزار ماہ سے بہتر ہے (اس میں اشارہ تھا کہ مدت خلافت بنی امیہ کی ہزار ماہ ہوگی) چنانچہ مدت خلافت بنی امیہ کی کچھ اوپر اسی سال تھی جو ہزار ماہ ہوتی - **اور منجملہ خلفاء عباسیہ کے منصور ہے** - امام جعفر صادقؑ کو اسی منصور کی حیلہ سازی سے زہر پلا کر شہید کیا گیا جیسا کہ حلیۃ الاولیاء میں ہے! اور تاریخ الخلفاء ص۱۷۱ میں ہے کہ منصور پہلا شخص ہے جس نے عباسیوں اور علویوں کے درمیان فتنہ و فساد پیدا کیا اور اس سے پہلے ایک تھے یعنی اتفاق رکھتے تھے اور ان علماء کو جنہوں نے ہمراہ ہر دو فریق کے خروج کیا یا امر بالخروج کیا قتل اور مار پیٹ وغیرہ سے اس نے ایذا پہنچائی - اور آثار جعفریہ ص۱۲۸ میں ہے کہ تحقیق امام جعفر صادقؑ منصور کی جانب سے بتوسط محمد بن سلیمان والی مدینہ کے زہر سے شہید کئے گئے اور ارجح المطالب ص۴۹۸ میں ہے کہ ابن صباغ مالکی کہتا ہے جناب امام جعفر صادقؑ زہر کے باعث زمانہ منصور میں شہید ہوئے ناقلاً تذکرہ خواص الامۃ سے ارجح المطالب میں مذکور ہے - **اور ان میں سے ہارون رشید ہے** - تحقیق اس نے موسیٰ کاظمؑ کو زہر دیا اور زہر سے ہی شہید ہوئے اور اس نے امام علیہ السلام کو چند مرتبہ قید میں رکھا! جیسا کہ صواعق ص۱۲۳ اور روضۃ المناظر بر حاشیہ کامل جلد ۱۱ ص۱۹۳ میں ہے کہ اس نے امام کے کھانے میں زہر ڈالا اور کہا گیا ہے کہ اس نے تازہ کھجوروں میں ملا کر دیا اور امام کو سخت بخار ہوا جس سے تین دن بعد فوت ہو گئے (نور الابصار ص۱۳۲) اور اسی میں ہے کہ ہارون رشید نے امام علیہ السلام کو بغداد میں مقید کر کے بھیجا اور مقید رکھا یہاں تک کہ قید خانہ ہی میں فوت ہوئے انتہیٰ اور اسی طرح روضۃ الصفا میں ہے اور حیوٰۃ الحیوان دمیری جلد اص۱۱۹ میں ہے کہ امام موسیٰ کاظمؑ بغداد میں زہر کے ذریعہ فوت ہوئے! اور کذا فی مروج الذہب جلد ۳ ص۲۷۵) اور کہا گیا ہے کہ وہ قید خانہ ہی میں فوت ہوئے - الخ اور تطبیق یہ ہے کہ ممکن ہے امام علیہ السلام کو قید خانہ میں ہی زہر دیا گیا ہو اور وہیں فوت ہوئے - اور صواعق ص۱۲۳ میں ہے کہ ہارون رشید نے امام کاظمؑ سے جبکہ وہ کعبہ کے پاس تشریف رکھتے تھے کہا کیا تو لوگوں سے خفیہ بیعت لیتا رہتا ہے؟ امامؑ نے فرمایا امام قلوب میں ہوں یعنی باطن کا اور تو امام ہے اجسام کا یعنی ظاہر کا - الخ اور اس کا حال سید صاحب نے علوم کاظمیہ میں مفصل و مکمل ذکر کیا ہے!

۱؎ تاریخ بغداد مطبوعہ مصر جلد ۱۳ ص۳۲ میں حافظ خطیب بغدادی ترجمہ موسیٰ ابن جعفرؑ میں لکھتے ہیں ہارون رشید امام موسیٰ کاظمؑ کو مدینہ سے بغداد میں لایا اور بغداد میں ہی قید کیا حتیٰ کہ اسی قید میں آپ نے وفات پائی - اور تاریخ ابو الفداء جلد ۲ ص۱۲ میں اسی طرح ہے ۱۲ مترجم

۲؎ روضۃ الصفا جلد ۳ ص۱۳ میں ہے کہ یحییٰ ابن خالد برمکی نے باغوا ہارون رشید کے قید خانہ میں امام موسیٰ کاظمؑ کو زہر دیا ۱۲ مترجم ۳؎ وکذا فی وفیات الاعیان لابن خلکان جلد ۲ ص۱۳۱ وشواہد النبوۃ ص۱۸۵ ۱۲ مترجم وکذا فی روضۃ المناظر علی الکامل ج ۱۱ ص۱۹۳ - توفی موسیٰ الکاظم ببغداد فی حبس الرشید

۴؎ اخیر اس عبارت میں ہے کہ اسی سبب سے ہارون رشید نے امامؑ کو قید کیا ۱۲ مترجم۔

ومنهم المامون الرشيد فانه سم علی الرضا فی رمانة او عنب کما فی الصواعق وکذا فی روضة الصفا[۱] وذکره السید فی التحفة الرضوية وکذا فی شواهد النبوة ونور الابصار- **ومنهم المعتصم بالله**- فانه سم محمد الجواد التقی کذا فی تحفة المتقين- وفی ارجح المطالب ناقلا عن تذکرة خواص الامة يقال ان ام الفضل بنت المامون سقته بامر ابيها الخ والحاصل ان الامام قد مات مسموما کذا فی الصواعق وغيره وسمه المعتصم او المامون علی الاختلاف-

ومنهم المتوکل علی الله- فی الصواعق نقل بعض الحفاظ ان امرءة زعمت انها شريفة بحضرة المتوکل فسأل عمن يخبره بذلک فدل علی علی الرضا فجاء فاجلسه معه علی السرير وساله فقال ان الله حرم اولاد الحسنين علی السباع فلتلق للسباع فعرض عليها بذلک فاعترفت بکذبها ثم قيل للمتوکل الاتجرب ذلک فيه ای فی علی الرضا فامر بثلاثة من السباع فجيئ بها فی صحن قصره ثم دعاه فلما دخل بابه اغلق عليه والسباع قد اصمت الاسماع من زئرها فلما مشی فی الصحن يريد الدرجة مشت اليه وقد سکنت وتمسحت به ودارت حوله وهو يمسحها بکمه ثم ربضت فصعد للمتوکل وتحدث معه ساعة ثم نزل ففعلت معه کفعلها الاول حتی خرج فاتبعه المتوکل بجائزة عظيمة

اور ان میں سے مامون رشید ہے- تحقیق اس نے امام علی رضا کو انار یا انگور میں زہر دیا جیسا کہ صواعق صفحہ ۱۲۲ میں ہے اور اسی طرح روضۃ الصفا میں ہے جس کو سید اولاد حیدر نے تحفہ رضویہ صفحہ ۱۲۲ میں ذکر کیا ہے نیز اسی طرح شواہد النبوۃ و نور الابصار مطبوعہ مصر صفحہ ۱۴۴ میں ہے۔ ان میں سے **معتصم باللہ ہے**- تحقیق اس نے محمد جواد تقی علیہ السلام کو زہر دیا جیسا کہ تحفۃ المتقین صفحہ ۱۲ میں اور ارجح المطالب صفحہ ۴۲۵ میں ناقلا عن تذکرۃ خواص الامہ لکھا ہے کہ تحقیق ام الفضل بیٹی مامون نے اپنے باپ کے حکم سے امام تقی کو زہر پلا دیا الخ اور حاصل یہ ہے کہ امام مذکور بھی زہر سے ہی شہید ہوئے جیسا کہ صواعق صفحہ ۱۲۳ وغیرہ میں ہے اور زہر انکو معتصم یا مامون نے علی الاختلاف القولین دیا تھا۔ (و نور الابصار صفحہ ۱۴۷ و مروج الذہب جلد ۳ صفحہ ۲۲۵ میں لکھا ہے کہ مامون کی خلافت میں علی بن موسے الرضا طوس میں زہر سے فوت ہوئے اور وہاں دفن ہوئے۔ مامون نے امام پر نماز جنازہ پڑھی) **اور ان میں سے متوکل علی اللہ ہے**- صواعق صفحہ ۱۲۳ میں ہے۔ بعض حافظ احادیث نے نقل کیا ہے کہ تحقیق ایک عورت متوکل کی کچہری میں آئی اور دعوٰے کیا کہ وہ سیدہ ہے سوال ہوا کہ اس بات کی کون خبر دے سکتا ہے؟ ظاہر کیا گیا کہ امام علی رضا پتہ دے سکتے ہیں۔ ان کو بلایا گیا اور وہ تشریف لائے۔ متوکل نے ان کو اپنے پاس کرسی پر بٹھا دیا اور ان سے وہ سوال کیا تو بجواب اس کے امام نے فرمایا تحقیق اللہ تعالیٰ نے اولاد حسنین کو درندوں پر حرام فرمایا ہے پس اس کو درندوں کے آگے ڈالنے سے معلوم ہو جائیگا جب اس عورت پر یہ بات پیش کی گئی تو اپنے جھوٹ کو اس نے تسلیم کر لیا پھر متوکل کو کہا گیا کہ تو اسی امام پر کیوں نہیں تجربہ کر لیتا؟ متوکل نے تین درندے منگائے اور اس کے محل کے صحن میں داخل کئے گئے۔ پھر اس نے امام علیہ السلام کو بلایا جب امام علیہ السلام اس صحن میں داخل ہوئے متوکل نے ان پر دروازہ بند کر دیا بحالیکہ درندوں نے اپنی آواز گرجنے سے کانوں کو بہرا بنا دیا تھا تو جب امام علیہ السلام صحن میں چلتے تھے کہ کہیں سیڑھی یا زینہ کا ارادہ فرماتے تو درندگان اسی طرف پیچھے آتے تھے اور بالکل آرام اور تحمل سے آپ کے پاس کھڑے ہو جاتے تھے اور اپنا بدن حضور امام سے مس کرتے اور گرد اگرد امام کے طواف کرتے تھے۔ اور امام علیہ السلام اپنے آستین سے پیار کرتے۔ اور ان پر ہاتھ پھیرتے تھے پھر ان درندوں کو قابو کیا گیا اور امام چڑھ کر کچھ وقت کے لئے متوکل سے ہم کلام ہوئے۔ پھر اترے تو پہلے کی طرح وہ درندے امام سے نرمی اور پیار کرنے لگے یہاں تک کہ امام باہر تشریف لائے اور پیچھے سے متوکل نے معقول انعام امام کی طرف بھیجدیا

[۱] روضۃ الصفا جلد ۳ صفحہ ۱۵ و شواہد النبوۃ طبع نولکشور صفحہ ۲۰۲ میں ابو الصلت کا قصہ جیسا کہ تحفہ رضویہ میں ہے مرقوم ہے اور مامون کا انگور میں زہر دینا اور باوجود انکار کرنے امام کے باصرار حکم دیکر کھلانا لکھا ہے ۱۲ مترجم [۲] مضامین ابو الکلام آزاد صفحہ ۱۹ صفحہ ۱۵ میں لکھا ہے کہ اس میں شک نہیں کہ انگور (یا انار کو) انگور میں زہر ملا کر دیا گیا۔ اس امر کی اس زمانہ میں کافی شہرت ہو گئی تھی کہ انتقال زہر کی وجہ سے ہوا چنانچہ کاتب عباسی سے لے کر ابن اثیر وغیرہ تک سب زہر خورانی کو تسلیم کرتے ہیں لیکن کس نے دیا؟ انصاف یہ ہے کہ اس بارہ میں مامون رشید کا دامن مشتبہ ضرور ہے۔ پھر ۲

[۳] صفحہ ۲۵ میں لکھا۔ مسموم انگور کو کھانا ایک مسلم واقعہ ہے۔ مامون کو معلوم ہو گیا تھا کہ میں سادات کی دوستی کے ساتھ کسی طرح تخت خلافت پر قائم نہیں رہ سکتا۔ انتہی ملخصا ۱۲ مترجم

فقیل للمتوکل افعل کما فعل ابن عمک فلم یجسر علیہ وقال اتریدون قتلی ثم امرھم ان لا یفشوا ذالک ۔ ونقل المسعودی ان صاحب ھذہ القصۃ ھو ابن ابن علی الرضا وھو علی العسکری وصوّب لان الرضا توفی فی خلافۃ المامون اتفاقا ولم یدرک المتوکل ۔ انتھی ۔ وفی الصواعق ویوافقہ ما حکاہ المسعودی وغیرہ ان یحیی بن عبد اللہ المحض بن الحسن المثنی بن الحسن السبط لما ھرب الی الدیلم ثم اتی بہ الرشید وامر بقتلہ القی فی برکۃ فیھا سباع قد جوّعت فامسکت عن اکلہ ولاذت بجانبہ وھابت الدنو منہ فبنی علیہ رکن بالجص والحجر وھو حی توفی لیسار من رای الخ فی تاریخ الخلفاء وفی سنۃ ست وثلاثین امر المتوکل بہدم قبر الحسین[۵۱] وھدم ما حولہ من الدور وان یعمل مزارع ومنع الناس من زیارتہ وخرب وبقی صحراء وکان معروفا بالنصب فتالم المسلمون من ذالک ۔ الخ

بعد اس کے متوکل کو لوگوں نے کہا کہ تیرے چچازاد بھائی نے جو کچھ کر دکھایا ہے وہ تم بھی کر دکھاؤ مگر اس نے اس بات پر دلیری نہ کی اور کہا کیا تم میرے قتل کا ارادہ رکھتے ہو پھر ان کو امر کیا کہ اس میرے راز کو ظاہر مت کرو (تاکہ میرے اس تجربہ پر دلیری نہ کرنے سے لوگ متنفر نہ ہو جائیں) اور مسعودی نے نقل کیا ہے کہ یہ واقعہ امام نقی کے ساتھ واقع ہوا ہے اور واقعی مسعودی نے سچ کہا ہے کیونکہ امام رضاء خلافت مامون میں بالاتفاق فوت ہو چکے تھے اور زمانہ متوکل کو نہیں پایا ۔ انتہی من الصواعق ۔

اور صواعق صـ۱۲۲ میں ہے اور موافق اسکے ہے جو مسعودی وغیرہ نے بیان کیا ہے کہ یحییٰ ابن عبد اللہ محض بن حسن مثنیٰ بن حسن سبط نبیؐ جب دیلم کی طرف مفرور ہو گئے ۔ اور ہارون رشید کے پاس لائے گئے اس نے حکم دیا کہ اسکو قتل کر دو اور ایک حویلی یا حوض کے اندر بھوکے درندوں کے آگے یحییٰ صاحب کو ڈال دیا گیا ۔ مگر درندوں نے ان کے جسم مبارک کو کوئی ایذاء نہ دی بلکہ ان کے آس پاس پناہ لینے کی صورت میں آئے اور زیادہ قریب ہونے سے وہ درندے ڈرتے تھے ۔ تب اس حوض پر ایک عمارت پتھر اور چونہ سے بنوادی گئی اور یحییٰ زندہ زندہ مدفون ہوئے اور تاریخ الخلفاء سیوطی صـ۲۳۶ میں ہے اور سنہ ۲۳۶ھ میں متوکل نے حکم دیا کہ قبر امام حسینؑ کو مسمار کرو و گرا دو ۔ مٹادو اور گرد و نواح کی دیواریں بھی گرائی جائیں اور اس جگہ کوئی زراعت کاشت کردی جائے اور لوگوں کو زیارت قبر مبارک سید الشہداء سے منع کر دیا اور خرابہ بناکر جنگل بنا دیا (اس سے بھی ظاہر ہوا اور ویسے بھی) یہ متوکل ناصبی ہونے میں مشہور تھا اس لئے مسلمان اسکی اس حرکت سے نہایت آزردہ ہوئے الخ

[۵۱] کذا فی تاریخ ابن خلکان جلد ا صفحہ ۳۵۳ و روضۃ المناظر بر کامل جلد ۱۱ صـ۱۷۵ ۱۲ مترجم ۔

[۵۲] قبر مبارک امام حسینؑ کو متوکل نے گرا دیا ۔ ابن خلکان

ترجمہ ابن بسام طبع مصر جلد ا صفحہ ۳۵۳ میں بسامی کے اشعار لکھے ہیں سہ تاللہ ان کانت امیۃ قد اتت + قتل ابن بنت نبیھا مظلوما فلقد اتاہ بنو ابیہ بمثلہ + ھذا لعمرک قبرہ مھدوما + اسفوا علی ان لایکونوا شارکوا + فی قتلہ فتتبعوہ رمیما + یعنی خدا کی قسم بنو امیہ نے اپنے نبیؐ کے نواسے کو مظلوم قتل کیا ۔ لیکن اس نواسے کے جدی بھائیوں نے بھی ویسا ہی کیا دیکھئے اسکی قبر گری پڑی ہے یہ جدی بھائی گویا افسوس میں ہیں کہ کیوں اس قتل میں بنی امیہ کے شریک نہ ہوئے تو ان کو قبر کی مٹی ملی ہے اسی سے لڑ رہے ہیں تذکرہ خواص الامۃ صـ۲۰۲ میں ہے کہ متوکل نے امام نقیؑ کو مدینہ سے اس لئے بغداد کی طرف نکالا کہ متوکل جناب علیؑ اور آپ کی اولاد سے بغض رکھتا تھا ۔ ایضاً صـ۲۰۱ حوالہ تاریخ الخلفاء اسی طرح ابن خلکان نے جلد ا صـ۳۵۳ وفیات میں لکھا کہ ۲۳۶ھ میں متوکل نے قبر امام حسینؑ کو گرا کر اس پر تخم ریزی اور آبپاشی کا حکم دیا اور لوگوں کو زیارت سے روک دیا تفصیل اسکی اصلاح نمبرہ جلد ۳ صفحہ ۳ میں بحوالہ تاریخ کامل جلد ۷ صـ۱۸ درج ہے یعنی اس میں بغض متوکل مفصل مذکور ہے حتیٰ کہ اس کا اپنے اجلاس میں بہ نیت اہانت و ہتک بذریعہ ایک مخنث کے حضرت علیؑ کا سوانگ نکلوانا جو سر سے گنجا تھا اور پیٹ پر تکیہ باندھ کر بڑا پیٹ بنا کر دکھلاتا تھا اور ناچتا نیز ایسے اشعار گاتا تھا جن میں حضرت علیؑ کی ہتک شان تھی یہ سب اس میں مذکور ہے ۔ اور مروج الذہب و معادن الجوہر للمسعودی طبع جدید صـ۳۰ میں لکھا ہے ۔ کہ متوکل کے وقت آل ابی طالب بمحنت عظیم اور سخت خوف میں تھے ۔ ہر وقت ان کو جان کا خطرہ تھا (باقی حاشیہ بر صـ۱۸۲)

۲ و کامل جلد ۷ صـ۱۸ و ابی الفداء جلد ۲ صـ۴۰

یحییٰ بن عبد اللہ زندہ دفن کئے گئے

امام حسینؑ کی قبر مٹانے کی کوشش

زیارت امام حسینؑ سے روکا گیا

متوکل نے علیؑ کی ہتک شان کس طرح کی

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۸۱) زیارت قبر امام حسینؑ سے انکو سخت منع ہو گئی تھی بلکہ آل ابی طالب کے جو شیعہ اور تابع دار تھے سب کیلئے زیارت مشاہد مقدسہ سے ممنوع کئی اور ۲۳۶ھ میں متوکل نے قبر امام حسینؑ کے گرا دینے اور نشان مٹا دینے کا حکم صادر کر دیا تھا۔ اور جو زیارت پر گیا معلوم ہوتا اسکو سزا دینے کا حکم جاری کیا تھا، حیوۃ الحیوان جلد ا صفحہ ،، لعنت اوزیں ابن خلکان سے منقول ہے کہ لما ولی المتوکل احیی السنۃ واماتت البدعۃ وکتب للافاق برفع المحنۃ واظہار السنۃ (الی ان قال) وکان المتوکل یبغض علیا رضی اللہ عنہ و یتنقصہ (ثم قال) کان یغلو فی بغض علی و یکثر الوقیعۃ فیہ والاستخفاف بہ الخ یعنی متوکل والی ہوا تو اس نے سنت کو زندہ کیا اور بدعت کو مٹایا اور وہ حضرت علیؑ سے بغض رکھتا تھا اور اس میں غلو کرتا تھا اور ہر وقت خفت اور ہتک جناب مرتضیٰ میں منہمک تھا (سبحان السنیوں میں محی السنۃ ایسے ہی لوگوں کا لقب ہوتا ہے) ۱۲ مترجم

(فی سنۃ اربع و اربعین قتل یعقوب بن السکیت الامام فی العربیۃ فانہ ندبہ الی تعلیم اولادہ فنظر یوما الی ولدیہ فقال لابن السکیت من احب الیک ھما او الحسن والحسین فقال قنبر یعنی مولی علی خیر منھما فامر الاتراک فداسوا بطنہ حتی مات وقیل امر بسل لسانہ فمات وھکذا فی حیوۃ الحیوان[1] وفیہ ایھما احب الیک ابنای ھذان ام الحسن والحسین فقال واللہ ان قنبرا خادم علی خیر منک ومن ابنیک فقال سلوا لسانہ من قفاہ کذا حکاہ ابن خلکان فی ترجمتہ۔ انتھی۔

ومنھم المعتمد علی اللہ۔ فی تاریخ الخلفاء وذکر الصولی انہ قتل من المسلمین الف الف وخمس مائۃ الف رجال وقتل فی یوم واحد بالبصرۃ ثلث مائۃ الف وکان لہ منبر فی المدینۃ یصعد علیہ ویسب عثمان و علیا ومعاویۃ وطلحۃ والزبیر وعائشۃ انتھی)

اسی تاریخ الخلفاء صفحہ[2] ہے کہ ۲۴۴ھ میں متوکل نے عربی زبان کے امام یعقوب بن سکیت کو قتل کیا اس طرح کہ تحقیق اس نے یعقوب کو اپنی اولاد کی تعلیم کے لئے مقرر کیا ہوا تھا اور ایک دن متوکل نے اپنے بیٹوں کو دیکھا اور ابن سکیت کو کہا کون تیرے نزدیک زیادہ پیارے ہیں آیا یہ دونوں یا حسنؑ و حسینؑ تو یعقوب نے کہا کہ قنبر یعنی غلام حضرت علیؑ کا ان دونوں سے بہتر ہے۔ اس پر متوکل نے اپنے سپاہیوں کو حکم دیا اور انہوں نے اس کا پیٹ دبایا اور لتاڑا۔ تا اینکہ فوت ہو گیا اور کہا گیا ہے کہ اس نے زبان نکلوا دینے کا حکم دیا اور اسطرح قتل کیا گیا انتہیٰ۔ اسی طرح حیوۃ الحیوان جلد ۲ صفحہ ۱۴۱ میں ہے نیز اس میں ہے کہ متوکل نے کہا یہ دونوں میرے بیٹے تم کو زیادہ محبوب ہیں یا حسنؑ و حسینؑ یعقوب نے کہا تحقیق قنبر خادم علیؑ کا تجھ سے اور تیرے دونوں فرزندوں سے اچھا ہے۔ پس متوکل نے حکم دیا کہ اس کی زبان کو اس کی پشت کی طرف سے کھینچ کر نکالو۔ اسی طرح ابن خلکان نے جلد ۲ صفحہ ۳۰۹ و ۳۱۱ ترجمہ یعقوب میں بیان کیا ہے انتہیٰ۔ اور ان میں سے معتمد علی اللہ ہے۔ تاریخ الخلفاء صفحہ ۲۴۹ میں ہے کہ صولی بیان کرتا ہے تحقیق معتمد نے ہزار ہزار مسلمین کو قتل کیا بلکہ پانچ لاکھ کو قتل کیا اور ایک دن میں بصرہ کے اندر تین لاکھ آدمی کو قتل کیا اور اس کا مدینہ میں ایک ممبر تھا اس پر چڑھ کر عثمان و علی و معاویہ و طلحہ و زبیر و عائشہ کو گالیاں دیتا تھا۔ انتہیٰ۔

[1] حیوۃ الحیوان و تاریخ ابن خلکان و روضۃ المناظر بر کامل جلد ۱۱ صفحہ ۱۶۷ میں یعقوب کی گردن کے پیچھے سے چیر کر زبان نکالنا لکھا ہے ۱۲ مترجم۔

[2] اسی طرح شذرات الذہب مطبوعہ مصر جلد ۲ صفحہ ۱۰۶ و تفسیر روح البیان مطبوعہ مطبع عثمانیہ بار دوم جلد ۴ صفحہ ۲۲۲ میں ہے۔

واقعہ بغض متوکل از کتب اہل سنت

الباب الثالث۔ فی بحث الخلافۃ والامامۃ۔ وفیہ فصول

الفصل الاوّل:۔ فی معنے الخلافۃ والامامۃ وشروطہما

فی الصراح خِلافت بالکسر بجائے کسی بودن در کارے وبجائے کسے خلیفہ کردن کسے را ومنہ قولہ تعالیٰ ہارون اخلفنی فی قومی متعد لازم وسپس کسے آمدن من ضرب استخلاف خلیفہ کردن کسے را بجائے خود ویقال جلست خلفہ ای بعدہ۔ وفی منتہی الارب خلافت بجائے وے شدن کاسے و باقی ماندن بعد وے۔ وفی الغیاث خلافت بکسر بجائے کسے بعد کسے بودن از صراح ومنتخب وکشف۔ وفی الغیاث خلیفہ از پس کسے آیندہ ودر کار کسے قائم مقام کسے شوندہ و بادشاہ وولیعہد۔ الامامۃ فی منتہی الارب امامت پیش روے وپیش نمازے امام۔ پیش نماز۔ و مقتدا رئیس باشد یا غیر رئیس۔ فی الصراح امام بالکسر پیش رو جمع ائمہ۔ وفی الغیاث امام بالکسر بمعنے پیشوا۔ وفی لغات فیروزی پیشوا۔ بادشاہ ہادی۔ امامت پیشوائی۔ نحن مقتبسا من انوار فیوض بدر الہدی بالشمس فی السما۔ الشریف الاشرف المنتخب من معاصریہ الفاضل السید محمد سبطین مما افاد فی کشف الاسرار والخلافۃ الالٰہیۃ فالامام من یؤتم بہ ویقتدی وھو اما امام حق وھدایۃ کما قال اللہ عز اسمہ وجعلناھم ائمۃ یھدون بامرنا الآیۃ وجعلنا منھم ائمۃ یھدون بامرنا لما صبروا الآیۃ واما امام باطل ومضل کما قال سبحانہ وجعلناھم ائمۃ یدعون الی النار

تیسرا باب۔ بحث خلافت وامامت میں ہے۔ اور اسمیں چند فصول ہیں

پہلی فصل:۔ معنی خلافت وامامت اور اس کی شرائط میں

لغت کی کتاب صراح میں ہے خلافت حرف خا کے کسرہ سے بمعنے کسی کی کسی کام میں جانشینی ہے اور کسی کی جگہ کسی کو جانشین بنانا اور اسی معنے سے قول اللہ تعالےٰ کا ہے یارب ہارون کو میرا خلیفہ میری قوم کے اندر بنادے یہ متعدی اور لازم دونوں طرح مستعمل ہے۔ جیسے کسی کے پیچھے آنا باب ضرب سے ہے استخلاف کسی کو اپنی جگہ خلیفہ بنانا اور یہ بھی محاورہ ہے کہ میں فلاں کے خلف یعنی اس کی جگہ اس کے پیچھے بیٹھا۔ اور منتہی الارب میں ہے خلافت کسی کام میں وہ اس کی جگہ قائم ہوا اور اسکے بعد وہ باقی رہا۔ اور غیاث میں ہے خلافت بکسر کسی کے بعد بجائے اسکے ہونا صراح اور منتخب وکشف سے لکھا گیا ہے۔ غیاث میں ہے خلیفہ کسی کام میں کسی کے پیچھے آنے والا اور کسی کے قائم مقام ہونے والا اور بادشاہ وولیعہد۔ منتہی الارب میں ہے۔ "امامت" آگے چلنے کو کہتے ہیں اور نماز میں آگے کھڑے ہونے کو امام۔ آگے کھڑا ہوکر نماز پڑھانے والا۔ اور وہ شخص جس کی پیروی کی جائے خواہ بظاہر سردار قوم ہو یا نہ۔ صراح میں ہے۔ امام بالکسر آگے چلنے والا اس کی جمع ائمہ ہے۔ اور غیاث میں ہے۔ امام بالکسر پیشوا۔ اور لغات فیروزی میں ہے۔ امام پیشوا۔ بادشاہ ہدایت کرنے والا۔ امامت۔ پیشوائی ہے۔ تو ہم انوار فیوض ہدایت کے روشن چاند سے اقتباس کرتے ہیں جو مثل سورج آسمانی کے جلوہ گر اور شریف اشرف اپنے ہم زمان علماء سے برگزیدہ ہیں یعنی مولانا مولوی فاضل سید محمد سبطین صاحب غفر اللہ لہ ورحمہ کے انوار سے اقتباس کرتا ہوں جو مولانا صاحب نے اپنی کتاب کشف الاسرار اور خلافت الٰہیہ میں ظاہر فرمائے ہیں۔ پس امام وہ ہے جس کے ساتھ اقتداء اور پیروی کی جائے۔ اور وہ یا تو امام حق وہدایت کا ہے جیسا کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے اور ہم نے انکو پیشوا بنایا جو ہمارے حکم کے مطابق لوگوں کو راہ دکھاتے ہیں الخ اور فرمایا اور ہم نے ان سے پیشوا بنائے۔ جو ہمارے حکم سے رہنمائی کرتے تھے اور تکالیف پر صبر کرتے تھے الخ اور یا امام باطل اور گمراہ کرنے والا ہوتا ہے جیسا کہ فرمایا حق سبحانہ نے اور ہم نے بعض لوگوں کو ایسی حالت پر رکھا کہ وہ دوزخ میں لے جانے کے پیشوا ہیں اور آگ کی طرف بلاتے ہیں۔

والامامۃ فی اصطلاحنا ریاسۃ عامۃ من حیث التقدم والعلم والقدرۃ والحکم والتفصیل مطولات کالطبقات و الخلافۃ الالٰھیۃ وکشف الاسرار وغیرھا واما ما اشتھر فیما بین اھل الجماعۃ من ان الامامۃ ریاسۃ عامۃ فی امور الدین والدنیا نیابۃ عن النبیؐ کما فی شرح المواقف فلیس بسدید لان ابراھیم الخلیل کان اماما ولم یکن نائبا للنبی وان ارادوا بھا السلطنۃ الظاھریۃ والحکومۃ الدنیاویۃ العامۃ فلا یصدق علیھم ولا علی امیر المومنین علی علیہ السلام ایضاً فالحق انھا ریاسۃ عامۃ من حیث التقدم واحاطۃ العلم من اللہ بما یحتاج الیہ وقوۃ التسلط والتصرف و الحکم علی الماموین والامامۃ ما صغری وھی ما قام صاحبھا بالصلوٰت والجمع و الاعیاد ولیس بامام مطلق ونحن لا نتعلق بذکرھا واما کبریٰ فھی صاحبھا من یقتدیٰ بہ فی الدین کلہ ویطاع مطلقا ولا یصدر عنہ ما یسخط اللہ - وقد مر معنی الخلافۃ من اللغۃ وفی اصطلاحنا ھی نیابۃ النبوۃ وھی ایضاً علی نوعین خلافۃ راشدۃ وھی خلافۃ الٰھیۃ و والثانیۃ خلافۃ ضالۃ لان صاحبھا اما تابع لمستخلفہ فھی الاولیٰ واما لا فھی الثانیۃ فخلیفۃ النبیؐ ھو من کان موصوفاً باوصاف النبیؐ الا النبوۃ ومن قال سوی ذٰلک فقد بعد عن الحق بمراحل وضل واضل جبلا کثیرا افلم تکونوا تعقلون واللہ یھدی من یشاء الی صراط مستقیم

آور امامت ہماری اصطلاح میں ریاست عامہ ہے بحیثیت علم اور قدرت اور حکم میں مقدم ہونے کے اور تفصیل کے لئے اس مضمون کی لمبی کتابیں ہیں جیسے طبقات الانوار اور خلافت الٰہیہ اور کشف الاسرار وغیرہ (جو چاہے ان میں دیکھ لے۔ اس جگہ اتنا کافی ہے جو لکھ دیا ہے۔)

اور جو اہل جماعت میں مشہور ہے کہ امامت ریاست عامہ امور دین و دنیا میں بصورت نائب نبی ہونے کے ہے۔ جیسا کہ شرح مواقف صفحہ ۷۲۹ میں ہے تو یہ درست نہیں ہے۔ کیونکہ تحقیق ابراہیم خلیل اللہ امام تھے۔ اور نائب نبی نہ تھے۔ بلکہ خود نبی تھے۔ اور اگر ارادہ اہل سنت کا اس سے بادشاہی ظاہری اور حکومت دنیاویہ عامہ محیط ہے تو یہ معنی نہ ان کے خلفاء پر صادق آتا ہے۔ اور نہ ہی امیر المومنین علی علیہ السلام پر۔ پس حق یہی ہے۔ کہ امامت ریاست عامہ ہے۔ بحیثیت مقدم ہونے اور احاطہ علم وہبی جملہ ضروریات کے اور باعتبار مقتدیوں پر تسلط و تصرف اور حکم کے۔ اور امامت یا صغریٰ ہے اور وہ یہ ہے۔ جس سے شخص نماز پنجگانہ اور جمعہ اور عید قائم کرنے کے لئے مقرر ہو۔ مگر وہ امام مطلق نہیں ہے اور نہ ہم اب اس کے ذکر کے درپے ہوتے ہیں۔ اور یا کبریٰ ہے تو ایسا امام وہ ہوتا ہے جس کی سارے دین میں پیروی کی جائے۔ اور مطلق واجب الاطاعت ہو اور اس سے کوئی ایسا امر ظاہر نہ ہوتا ہو جو اللہ تعالیٰ کو غضب میں لائے (یعنی معصوم عن السیئات ہو) اور کوئی نافرمانی حکم الٰہی اس سے سرزد نہ ہو۔ اور تحقیق معنے خلافت کا کتب لغت سے مذکور ہو چکا ہے۔ اور ہماری اصطلاح میں وہ قائم مقامی نبی کی ہے اور وہ دو قسم کی ہے ایک خلافت راشدہ صحیحہ جو وہی خلافت الٰہیہ ہے اور دوسری خلافت موجب گمراہی ہے کیونکہ خلیفہ یا تو بہمہ وجوہ تابع صادق اپنے مستخلف کا ہے جو پہلی قسم ہے اور یا وہ صحیح متابعت اپنے مستخلف کی نہیں کرتا۔ تو وہ دوسری قسم سے ہے۔ پس خلیفۃ النبی وہ ہوگا جو بجز نبوت کے متصف بصفات نبوت ہو اور جو اس کے بغیر خلیفۃ النبی سمجھے اور مقرر کرے تو وہ بمراحل حق سے دور ہے اور وہ گمراہ ہوا اور بہت دوسروں کو گمراہ کیا۔ افسوس ہے کہ تم لوگ متعصبین کیوں نہیں سمجھتے۔ ہاں اللہ تعالیٰ جس کو چاہے صراط مستقیم دکھا دیتا ہے۔

لہ انبیاء یا ائمہ اگرچہ مسلم عند الفریقین پیشوا اور مقتدا واجب الاطاعت گذرے ہیں لیکن دنیاوی حکومت سوائے قلیل افراد کے کسی کو میسر نہیں ہوئی اور جن کو حاصل ہوئی وہ بھی اکثر جزوی حصہ کی نہ حکومت عامہ۔ پس معلوم ہوا کہ بادشاہی امامت کی لازمی جزو نہیں ہے البتہ اگر حاصل ہو جائے تو تسلط ملکی موجب ترقی و تکمیل ترویج احکام شرعیہ کا ہو سکتا ہے مگر چونکہ قانون قدرت عموماً ابتلائی ہے بفرمان لیبلوکم ایکم احسن عملاً (پ ۲۹) یعنی تم کو اللہ تعالیٰ آزماتا ہے کہ کون تم میں سے اچھا عمل کرتا ہے اور فرمایا فمن شاء فلیؤمن ومن شاء فلیکفر (پ ۱۵) پس جو چاہے ایمان لائے اور جو چاہے کفر کرے وما علینا الا البلاغ المبین (پ ۲۲) ہمارے ذمہ صرف صاف حکم پہونچا دینا ہے نیز فرمایا فانما علیک البلاغ وعلینا الحساب (پ ۱۳) اور نہیں بس تیرے ذمہ تبلیغ ہے اور ہمارے ذمہ حساب لینا ہے اس لئے انبیاء اور ائمہ راہ حق دکھا دیتے ہیں عمل کرنا یا نہ کرنا انسان کے اختیار میں ہے اکراہ وجبر کا حکم نہیں ہے اور نہ اس کا چنداں فائدہ ہے کیونکہ جب تک م

ولما کانت الخلافۃ والامامۃ مما تستلزم طول البیان ولکنہ لزم علینا ذکرھا بقدر الحاجۃ لان ما لا یدرک کلہ لا یترک کلہ فلنذکرھا بعونہ تعالیٰ ۔ اعلم انہ قد وقع النزاع قدیماً وحدیثاً فیما بین اھل السنۃ والجماعۃ والشیعۃ الامامیۃ فی مسئلۃ الخلافۃ وافتی کل واحد منھم بزعمہم بتفسیق الاٰخر وتکفیرہ وادعی باثبات دعواہ من القرآن والحدیث۔ وسبب المغالطۃ لاھل السنۃ اشتراط شروط فاسدۃ[1] للامامۃ والخلافۃ القائمۃ مقام النبوۃ فوجب ان نبین اولاً ضرورۃ النبوۃ والامامۃ حتی تتبین غایۃ الامامۃ فاقول ان من البدیھیات والمسلمات انہ لابد للانسان من قانون کلی لیتمیز بہ من البھائم والسباع لانہ اذا کان مطلق العنان والجاھل عن قوانین التمدن لم یعش بل لا یمکن معیشتہ فی الدنیا فضلاً عن الآخرۃ فاذا یحتاج فی حوائجہ الی معلم ما لعدم انتظامہ تمام ضروریاتہ بنفسہ من الاکل والشرب والقول والفعل والقیام والقعود وغیرھا فما لابد لہ من ان یکون تابعاً لمتبوع ولو ادعی بظنہ استغنائہ فظنہ فاسد ودعواہ کاسد کما لا یخفی والعقل وان ادرک حسن الاشیاء وقبحھا ومنافعھا ومضارھا لکنہ قد لا یدرکھا لعلۃ خفیۃ مانعۃ لہ لکون اصلہ مرکباً من القوی النفسانیۃ من الشھوانیۃ والغضبیۃ وغیرھا ولما خلق الانسان اشرف المخلوقات واکرمھا یرتقی المنازل العلیا ویحصل المدارج القصویٰ مع وجود العلائق المانعۃ وکون العوائق الکاملۃ فکان احری ان یمدح مدحاً جمیلاً[2] بخلاف سائر الحیوانات واذا ثبت عجزہ عن الکمالات باسرھا الحاجز عقلہ ثبت بل لزم احتیاجہ الی معلم کامل

اور اگرچہ خلافت وامامت ہر دو مستلزم طوالت بیان کی ہیں لیکن ہم بقدر حاجت بیان کرنا لازم سمجھتے ہیں کیونکہ جو چیز سب حاصل نہ ہو سکے تو سب متروک بھی نہ کرنی چاہیئے جو حاصل ہو جائے وہی بہتر ہے پس اب ہم بمدد الٰہی شروع کرتے ہیں۔ جاننا چاہیئے کہ تحقیق زمانہ قدیم وجدید میں مابین اہل سنت وشیعہ امامیہ کے مسئلہ خلافت میں نزاع چلا آتا ہے اور ہر ایک نے ان میں سے اپنے گمان پر دوسرے فریق کے کافر یا فاسق ہونے کا فتویٰ دیدیا ہے اور ہر فریق نے اپنے دعوے کو قرآن وحدیث سے ثابت کرنے کا دعوے کیا ہے۔ اور سبب مغالطہ امامت کا خلافت النبی اور امامت کے لئے شروط فاسدہ کا مقرر کرنا ہے لہٰذا واجب ہے کہ ہم اول ضرورۃ النبوۃ وامامت کو بیان کریں تاکہ مقصود امامت کا ظاہر ہو جائے لہٰذا میں کہتا ہوں تحقیق یہ امر بدیہیات اور مسلمات سے ہے کہ انسان کے لئے ایک قانون کلی کی ضرورت ہے جس پر عمل کرنے اور حدود قانون قائم رکھنے کے ذریعہ سے وہ چارپایوں اور درندوں سے ممتاز ہو جائے کیونکہ جب یہ احکام اور قوانین معاشرت سے انسان جاہل ہو تو دنیا میں اس کی زندگی بسر کرنی مشکل ہے چہ جائیکہ آخرت کی بہتری متصور ہو پس ایسی حالت میں انسان اپنی حاجات میں ایک معلم کا محتاج ہے کیونکہ تمام ضروریات خود کو ہر شخص اپنے انتظام سے پورا نہیں کر سکتا مثلاً کھانے پینے یا قول وفعل اور نشست برخاست وغیرہ افعال کو کسی خاص طرز پر ضرور کسی متبوع کے تابع ہو کر کرتا ہے اگرچہ اپنے گمان میں کوئی مدعی ہو کہ میں اپنے خیال پر کرتا ہوں کسی سے نہیں سیکھا مگر تاہم درحقیقت دوسروں کی طرز عمل کا مقلد ہوتا ہے اور یہ گمان کہ از خود کر رہا ہے فاسد ہے اور یہ دعویٰ اس کا فضول ہے جیسا کہ مخفی نہیں ہے اور حسن وقبح اور منافع ومضار بعض اشیاء کے اگرچہ عقل سے بھی معلوم ہوں لیکن کبھی پوشیدہ اسباب پر عقل مطلع نہیں ہو سکتی اور قاصر رہ جاتی ہے کیونکہ عقلمند بھی قوائے نفسانیہ شہوانیہ وغضبیہ وغیرہ سے مرکب ہوتا ہے رکھنے کے سبب سے اُسکی لغزش ممکن ہے اور جب انسان اشرف مخلوقات اور بزرگ ترین مخلوقات مراتب علیا اور مدارج عالیہ پر ایسی حالت میں ترقی کرے کہ علائق دنیوی اسکو مانع ہوں اور موانع خفیہ اسکو روکنے والے ہوں تو اس صورت میں انسان زیادہ مستحق مدح وثنا کے ہو سکتا ہے بخلاف باقی حیوانات کے (کہ ان میں یہ صفت نہیں) اور جب عقل پر حواجب کے احتمال سے انسان کا جملہ کمالات سے عجز ثابت ہوا تو اس کا ایک معلم کامل کی طرف محتاج ہونا ضروری ہے

[1] شرح مقاصد جلد ۲ ص۲۷۲ میں ہے: اگر کوئی سوال کرے کہ خلیفہ نبی تو وہ ہو سکتا ہے جس کو نبی اپنا خود جانشین مقرر کرے اور بغیر اس کے جس سے لوگ بیعت کریں وہ نائب نبی ریاست عامہ میں کس طرح ہو سکتا ہے۔ تو جواب یہ ہے کہ استخلاف یعنی خلیفہ کرنا عام ہے اس سے کہ بلا واسطہ ہو یا بالواسطہ انتہی تو گویا نبی نے لوگوں کو اپنا قائم مقام بنایا تھا کہ تم خود کسی کو امام بنا لینا۔ ثلاثہ کو بالواسطہ خلیفہ نبی نے ہی بنایا تھا۔ اگر غور کی جائے تو یہ کس قدر بیہودہ جواب ہے جس کے لئے نہ کوئی دلیل شرعی ہے اور نہ واقع میں صحیح ہے۔ مترجم

[2] یعنی انسان اشرف المخلوقات کو کیوں ایسا محتاج پیدا کیا گیا

یجتمع فیہ علم مصالح کل فرد وکل مکان وکل زمان حالاً و مآلاً ما لم یحیطہ کل واحد لا بتجربۃ ولا بقوۃ ذھنہ و لا
یبلغہ عمر کل انسان ولا یقال بامکان التفتیق بالاجتماع لانا نقول ان العجزۃ عجزۃ والجھلۃ جھلۃ ولو اجتمعوا کما قال
عز اسمہ قل لئن اجتمعت الانس والجن علی ان یاتوا بمثل ھذا القرآن لا یاتون بہ ولو کان بعضھم لبعض ظھیرا
ویشھد علیہ ترمیم قوانین سلاطین کل زمان ولا مبدل لکلمت اللہ لانہ تعالی قدیم حی قادر علام الغیوب عادل
سمیع بصیر علیم حکیم
حلیم ولما ثبت ان
کل انسان لیس بمحیط
علم جمیع مصالحہ فی
کل الازمنۃ بل ھو عاجز
من ادراک الکلیات و
الجزئیات باسرھا فلا بد
لہ من ان یتمسک بقانون
بصدر من حکیم قدیم
حی قیوم دائم قائم قادر
عادل سمیع بصیر غنی
حمید علام الغیوب بسیط
محیط جامع لجمیع الصفات
الکاملۃ ومن البین ان
لا یتعلم من اللہ تعالی
قوانینہ کل فرد لکونہ
محتجبا بالظلمات المادیۃ
ومغلوبا بتسلط القوی
المتضادۃ والعلائق الدنیۃ
مع عجزہ فی نفسہ وجھلہ
فی ذاتہ لزم ان تکون
بینہ وبین اللہ تعالی ای
بین العبد المخلوق وبین
اللہ الخالق واسطۃ نورانیۃ
ذات جھتین لھا تعلق
خاص بالنور البحت
القدیم وتعلق بالانسان
المادی محل الحوادث
من بنی آدم لیستانس بہ ابناء جنسہ اذ بعث فیھم رسولا من انفسھم ویتمثل بہ ویقتدی لا یتوسل الی ربہ لقولہ سبحانہ
وابتغوا الیہ الوسیلۃ ولا یتوحش عنہ ولا یتنفر فیحرم من فیضہ۔ وھو عالم فائق فطرۃً ممتاز عنھم موصوف بالصفات
الحمیدۃ الالٰھیۃ معلم لاوامرہ ونواھیہ ویحل لھم الطیبات ویحرم علیھم الخبائث ویخرجھم من الظلمات الی النور
ویھدیھم الی صراط مستقیم۔

جس کو مصالح ہر فرد اور ہر مکان اور ہر زمان کا موجودہ اور آئندہ کے لئے علم حاصل ہو جس کا
ہر فرد کو احاطہ میسّر نہ ہو نہ تو قوت ذہنی سے اور نہ طول عمر و تجربہ سے۔ نیز اجتماع افراد کے
ذریعہ سے قانون بنانا ممکن نہیں ہے۔ کیونکہ کل کا اجتماع محال ہے اور بہرحال عاجزین عاجز
ہیں اور جاہلین جاہل ہیں اگرچہ وہ اکثر مجتمع ہو جائیں۔ جیساکہ فرمایا اللہ تعالےٰ نے کہہ دے اے
نبیؐ اگر جن اور انسان جمع ہو جائیں کہ مثل اس قرآن کے بنا لائیں تو ہرگز نہ بنا سکیں گے اگرچہ
بعض اُن کے دوسرے بعض کے مددگار بھی ہو جائیں۔ اور نیز ہر زمانہ کے بادشاہان کی ترمیم
قوانین اسی کی مؤید ہے۔ اور جو کلمات اللہ و قوانین الٰہیہ ہیں اُنہیں کوئی تبدیل نہیں کر سکتا
کیونکہ مقنن ان کا اللہ تعالیٰ قدیم ہے زندہ اور قادر ہے پوشیدہ باتیں جاننے والا اور عادل ہے۔
سننے والا دیکھنے والا دیکھنے والا ہر علیم حکیم حلیم وغیرہ صفات کمالیہ سے متصف ہے۔ اور
جب ثابت ہوا کہ ہر انسان کا علم اپنے جمیع مصالح کو محیط نہیں ہو سکتا جو ہر زمانہ میں اُس کے لئے
موزون ہیں بلکہ ادراک کلیات و جزئیات ان مصالح تمامہا سے عاجز ہے۔ تو ضروری ہوا کہ وہ
ایسے قانون سے تمسک کرے جس کا بنانے والا حکیم قدیم زندہ بذاتہ قائم ہمیشہ رہنے والا ہمیشہ
قائم ہر شئے پر قادر عدل کرنے والا سننے والا دیکھنے والا بے پرواہ ہمہ صفات کمالیہ موصوف
پوشیدہ باتیں جاننے والا سب پر احاطہ کرنے والا جمیع صفات کاملہ کا جامع ہو۔ اور ظاہر ہے کہ
قوانین الٰہیہ کو ہر فرد بلا واسطہ اللہ تعالیٰ سے نہیں لے سکتا بسبب اس کے ظلمات مادیہ سے محجوب
ہونیکے اور بوجہ اُس کے مغلوب اور زیر اثر ہونے تسلط قوی متضادہ اور علائق دنیویہ کے اور
باوجود اس کے وہ خود سمجھنے سے عاجز اور جاہل ہے تو ثابت ہوا کہ انسان اور اللہ تعالیٰ کے درمیان
یعنے خالق اور مخلوق کے درمیان ایک واسطہ نورانیہ ذوجہتین ہو کہ اسکو نور محض قدیم سے بھی
تعلق عظیم ہو اور انسان مادی محل حوادث سے بھی اُسکو تعلق ہو اور ہو بھی بنی آدم سے تاکہ ہم جنس
اس کے اُس سے اُنس کر کے تعلیم حاصل کر سکیں جیساکہ فرمایا حق تعالیٰ نے اللہ تعالیٰ کا بندوں
پر بڑا احسان ہے کہ ان میں انہی جیسا انسان رسول کر کے بھیجا ہے۔ اور اس کی متابعت اور
اقتدا کریں اور اپنے رب کی طرف پہنچنے کے لئے وسیلہ حاصل کریں بہ فرمان الٰہی اور اللہ تعالیٰ کی
طرف وسیلہ ڈھونڈو اور تاکہ اُس سے کوئی انسان خوف زدہ نہ ہو اور نفرت نہ کرے اور اسکے
فیض سے محروم نہ ہے اور وہ رسول ابتدائے خلقت سے بہ نسبت عام افراد کے اعلم ہونے کے سبب
ممتاز ہو اور موصوف بہ صفات حمیدیہ الٰہیہ ہو اور معلم امور الٰہیہ اور اسکے مناہی کا ہو اور پاک چیزوں
کو اُن کیلئے یعنے بنی آدم کے واسطے حلال کرے اور پلید چیزوں کو اُن پر حرام کرے اور اندھیروں
سے روشنی کی طرف نکالے اور سیدھے راہ کی جانب ان کی رہنمائی کرے

فهو نبيٌ لكونه مبنيًا اى مخبرًا عن ربه تعالى او نعلو مقامه - ورسولٌ لتبليغه احكامه - وخليفة لكونه معلمًا من جانب الله لخلقه وامام لكونه مقتدى الخلق وهو خليفة الله فى ارضه ونائب على خلقه لكونه مظهرًا لصفات الله[2] وهو واجب الاطاعة ذو العصمة لئلا يخالف مستخلفه بل يطابقه فى الصفات فوق الطاقة البشرية الغير الشاقة عليه ليمتاز عن سائر ابناء جنسه لانه يمتنع ان يكون الجاهل للعالم والاعمى للبصير والخبيث للطيب امامًا - الله يجتبى من يشاء ويهدى اليه من ينيب. وربك يخلق ما يشاء ويختار - ما كان لهم الخيرة - انى جاعل فى الارض خليفة - يا داؤد انا جعلناك خليفة فى الارض - انى جاعلك للناس امامًا[ك] - الله اعلم حيث يجعل رسالته فافهم وكن من الشاكرين

تو وہ نبی ہے کیونکہ وہ اپنے رب کی جانب سے خبر دینے والا ہے اور یا اس لئے کہ عام افراد سے بالاتر مرتبہ رکھتا ہے اور رسول ہے واسطے پہنچانے احکام رب کے اور خلیفۃ اللہ ہے واسطے اسکے منجانب اللہ مخلوق خدا کے لئے معلم ہونے کے اور امام ہے واسطے پیشوائے خلقت ہونے کے اور خلیفۃ اللہ فی الارض اور نائب اس لئے ہے کہ وہ مظہر صفات الٰہیہ کا ما فوق عوام افراد انسان کے ہے اور وہ واجب الاطاعۃ اور معصوم ہوگا تاکہ خلیفۃ اللہ اپنے مستخلف کے مخالف نہ ہو بلکہ اسکی صفات کے مطابق ہو جو طاقت بشریہ سے زائد ہوں اور اس پر کچھ مشکل نہ ہوں تاکہ اپنے ہم جنس افراد سے ممتاز ہو کیونکہ یہ ممتنع ہے کہ جاہل عالم کے لئے اور نابینا بینا کے لئے اور پلید پاک کے لئے امام ہو - فرمایا اللہ تعالیٰ چن لیتا ہے جسکو چاہتا ہے اور اپنی طرف راہ دکھاتا ہے اسکو جو اسکی طرف رجوع کرتا ہے اور فرمایا رب تیرا جیسا چاہے پیدا کرتا ہے اور ان سے جسکو چاہے پسند کر لیتا ہے اور فرمایا لوگوں کے اختیار نہیں - میں زمین کے اندر خلیفہ بنانے والا ہوں اے داؤد ہم نے تجھ کو زمین کے اندر اپنا خلیفہ بنایا ہے (اور ابراہیم کے لئے فرمایا) تحقیق میں تجھے لوگوں کا امام بنانے والا ہوں اللہ خوب جانتا ہے جس جگہ رسالت کو رکھنا مناسب ہوتا ہے تو غور کرنی چاہیئے اور سمجھ کر شکر بجالانا چاہیئے

فصل

فی انموذج تطابق الصفات المحمدیۃ بالصفات الالٰھیۃ[ك]

قال تعالیٰ فی شانه ورحمتی وسعت کل شئ. وقال فی حقه علیه السلام وما ارسلناك الا رحمة للعالمین قال فی حقه ان رحمة الله قریب من المحسنین وقال فی حق نبیه ص بالمؤمنین رؤف رحیم قال فی حقه الله نور السمٰوٰت والارض وقال فی حق نبیه قد جاء کم من الله نور وکتاب مبین - قال فی حقه والله یدعوا الی دار السلام ویهدی من یشاء الی صراط مستقیم - وقال فی حق نبیه ص انك لتهدی الی صراط مستقیم - وداعیا الی الله - قال فی حقه ان ربی علی صراط مستقیم

فصل - بیان نمونہ مطابقت صفات محمدیہ بہ صفات الٰہیہ بمصداق اس کے کہ خلیفۃ اللہ متصف بصفات الٰہیہ ہوتا ہے - اللہ تعالیٰ نے اپنی شان میں فرمایا - میری رحمت ہر شئے پر احاطہ رکھتی ہے - اور نبی ص کے حق میں فرمایا کہ ہم نے تجھے نہیں بھیجا مگر اسلئے کہ تو کل اجناس عالم کے لئے رحمت ہے - اور اپنے حق میں فرمایا تحقیق رحمت حق تعالیٰ کی محسن مومن لوگوں کے قریب ہے - اور نبی صلعم کے حق میں فرمایا کہ وہ مؤمنین کے ساتھ نہایت مہربان رحمت کرنیوالا ہے - اور فرمایا اللہ تعالیٰ نور ہے آسمانوں اور زمین کا (روشن کرنے والا) اور اپنے نبی ص کے حق میں فرمایا - تحقیق تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے نور آیا ہے (یعنی نبی ص) اور کتاب ظاہر - اور اپنے حق میں فرمایا اللہ تعالیٰ بہشت کی طرف بلاتا ہے اور جس کے لئے چاہتا ہے اسکو صراط مستقیم کی طرف ہدایت کرتا ہے - اور نبی کے حق میں فرمایا - تحقیق تو لے نبی ہدایت کرتا ہے صراط مستقیم کی طرف اور اللہ کی طرف بلانے والا ہے - اور اپنے حق میں فرمایا تو سنائیے کہ میرا رب صراط مستقیم پر ہے

---

[1] منتہی الارب کی لغات العرب میں نبی کو بناء اور نبوت دونوں سے مشتق لکھا ہے اسی واسطے ہر دو معنی وجہ تسمیہ میں ظاہر کر دیئے گئے ہیں یعنی مخبر ہونے کے سبب سے یا جملہ خلق سے رفیع الشان ہونے کی وجہ سے نبی کو نبی کہا جاتا ہے مگر آخری معنے زیادہ موزون ہے ١٢ مترجم - [2] ان آیات سے اقتباس کی غرض یہ ہے کہ درجہ نبوت و رسالت و امامت سب اللہ تعالیٰ کے ہی انتخاب سے مل سکتا ہے لوگوں کے اختیار میں نہیں اسی لئے ہر جگہ ان خطابات کے عطا کرنے کو اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف ہی منسوب فرمایا ہے ١٢ مترجم [3] تفسیر کبیر جلد ۳ صفحہ ۱۱۹ میں بذیل آیت وشاورھم فی الامر روایت

وقال فی حق نبیہ انک لمن المرسلین علیٰ صراط مستقیم قال فی حقہ انہ علےٰ کل شیٔ شھید۔ وقال فی حق نبیہ وجئنا بک علیٰ ھؤلاء شھیداً۔ ویکون الرسول علیکم شھیداً قال فی حقہ وھو العلی العظیم۔ وقال فی حق نبیہ وانک لعلےٰ خلق عظیم۔ قال فی حقہ وھو اللطیف الخبیر۔ وقال فی حق نبیہ فاسئل بہ خبیرا۔ قال فی حقہ المؤمن المھیمن یقال بمعنٰی امین۔ وقال فی حق نبیہ مطاع ثم امین۔ وقال فی حق نبیہ وانزلنا الیک الکتاب بالحق مصدقا لما بین یدیہ من الکتاب ومھیمنا علیہ قال فی حقہ العزیز وقال فی حق نبیہ عزیز وللہ العزۃ ولرسولہ۔ قال فی حقہ فاللہ ھو الولی وقال فی حق نبیہ ووصیہ انما ولیکم اللہ ورسولہ والذین اٰمنوا الاٰیۃ۔ وقال علیہ السلام انا ولی کل مومن وقال من کنت مولاہ فعلی مولاہ قال فی حقہ وحق نبیہ قل اعملوا فسیری اللہ عملکم ورسولہ۔ وقال من یطع الرسول فقد اطاع اللہ واطیعوا اللہ ورسولہ وقال استجیبوا للہ وللرسول اذا دعاکم وما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمیٰ۔ وان الذین یبایعونک انما یبایعون اللہ ید اللہ فوق ایدیھم۔ وما ینطق عن الھوی ان ھو الا وحی یوحی وقال فی حقہ لا تاخذہ سنۃ ولا نوم وقال علیہ السلام ان عینی تنامان ولا ینام قلبی۔ اخرجہ الشیخان والحاکم وابو نعیم وابن سعد وغیرہ۔ فقد ثبت ما قلنا مما قلنا

اور اپنے نبیؐ کے حق میں فرمایا تحقیق تو اے نبی ضرور پیغمبروں میں سے ہے اور صراط مستقیم پر ہے اور اپنے حق میں فرمایا تحقیق وہ اللہ ہر شے پر شاہد ہے اور اپنے نبیؐ کے حق میں فرمایا اور ہم تجھے اے نبیؐ ان لوگوں پر شاہد بنا کر لائیں گے اور اے لوگو تم پر رسول شاہد ہوگا اور فرمایا اپنے حق میں کہ شان اسکی بلند ہے اور وہ عظیم الشان ہے اور اپنے نبیؐ کے حق میں فرمایا تحقیق تو اے نبیؐ بڑے پسندیدہ اخلاق پر ہے۔ اپنے حق میں فرمایا اور وہ لطیف خبیر ہے اور نبیؐ کے حق میں فرمایا اے سائل تو اس امر کو خبیر (خبردار) سے پوچھ لے اور اپنے حق میں مؤمن مہیمن بمعنے امین فرمایا اور اپنے نبیؐ کے حق میں فرمایا قابل اطاعت اور امین ہے۔ نیز نبیؐ کے حق میں فرمایا ہم نے تیری طرف کتاب حق کے ساتھ اتاری ہے جس سے پہلی کتب کی تو تصدیق کرنے والا ہے اور اس پر مہیمن ہے۔ اپنے حق میں فرمایا عزیز تو نبیؐ کے حق میں بھی عزیز فرمایا اور فرمایا اللہ تعالیٰ کے لئے عزت ہے اور اس کے رسول کے لئے عزت ہے اپنے حق میں فرمایا اللہ تعالیٰ ولی یعنی متصرف مالک ہے اور اپنے نبی اور اسکے وصی کے حق میں فرمایا اے لوگو تمہارا ولی اللہ تعالیٰ ہے اور اسکا رسول اور وہ جو ایمان لائے الخ اور فرمایا رسولؐ نے میں ہر مومن کا ولی ہوں اور جس کا میں مولا ہوں پس علیؑ بھی اس کا مولیٰ ہے اور فرمایا اللہ تعالےٰ نے اپنے اور اپنے نبیؐ کے حق میں قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال دیکھے گا اور اس کا رسول بھی دیکھے گا اور فرمایا جو شخص رسول کی اطاعت کرے اس نے خاص اللہ کی اطاعت کی اور اطاعت کرو تم لوگ اللہ اور اسکے رسول کی اور فرمایا دعوت اور حکم اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول کا قبول کرو جب تم کو بلائیں۔ اور فرمایا جب تم نے اے نبی تیر یا پتھر دشمنوں کو مارا تھا وہ تم نے نہیں مارا بلکہ وہ اللہ تعالیٰ نے ہی مارا تھا اور فرمایا تحقیق وہ لوگ جو تیری بیعت کرتے ہیں وہ حقیقت میں خدا سے بیعت کرتے ہیں خدا تعالیٰ کا ہاتھ ان کے ہاتھ پر ہے اور نہیں بولتا نبیؐ اپنی ہوا اور حرص سے بلکہ محض وحی الٰہی سے بولتا ہے جو اللہ کی طرف سے اسکو پہنچتی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے اپنے حق میں فرمایا اللہ تعالیٰ کو اونگھ اور نیند نہیں ہوتی اور فرمایا رسولؐ نے تحقیق میری آنکھیں بظاہر سوتی ہیں مگر میرا دل نہیں سوتا دیکھو خصائص کبریٰ جلد ا صفحہ ۷۰[1] اسکو بخاری ومسلم نے نیز حاکم وابو نعیم وابن سعد وغیرہ نے روایت کیا۔ پس تحقیق ہمارا ادعا اس ہمارے بیان سے ثابت ہوا

[1] حدیث ولا ینام قلبی مشکوٰۃ باب صفۃ الصلوٰۃ میں حدیث ابی ہریرہ باسناد احمد نبی صلعم سے مروی ہے فرمایا میں پیچھے سے ایسا ہی دیکھ سکتا ہوں جیسا کہ سامنے سے دیکھ سکتا ہوں۔ اور خصائص کبریٰ جلد ا صفحہ ۶۷ میں باسناد ترمذی وابن ماجہ وابی نعیم حضرت ابی ذر سے اسی طرح مروی ہے انی اریٰ ما لا ترون واسمع ما لا تسمعون میں وہ کچھ دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھتے اور وہ سنتا ہوں جو تم نہیں سنتے۔ شیخ دہلوی شرح مشکوٰۃ میں اس حدیث مذکورہ مشکوٰۃ پر لکھتے ہیں الصواب انہ محمول علیٰ ظاھرہ وان ھذا الابصار ادراک حقیقی بحاسۃ العین خاص بہ صلعم علیٰ خرق العادۃ فکان یری من غیر مقابلۃ الخ یعنے یہ دیکھنا حقیقی دیکھنا ہے جیسے آنکھ سے دیکھا جاتا ہے اور نبیؐ سے بطور خرق عادت مخصوص ہے۔ جو سامنے نہ ہو اس کو بھی دیکھ لیتے تھے۔ ۱۲ مترجم

ان خلیفۃ اللہ ھو المتصف بصفات اللہ تعالیٰ ولا یصدر عنہ قول ولا فعل ولا حرکۃ ولا سکون الا برضائہ تعالیٰ فیکون مطاعاً مطلقاً۔ واطاعتہ اطاعۃ اللہ تعالیٰ بلا مریۃ۔ **فصل۔ فی ضرورۃ خلیفۃ النبیؐ وشرائطہ**۔ الآن نبحث فی ان بعد وفات النبیؐ ھل تبقی ضرورۃ خلیفۃ النبیؐ القائم مقامہ فی جمیع صفاتہ الا ما اختص بہ النبیؐ وھو واجب الاطاعۃ حجۃ اللہ فی ارضہ ام لا فالثانی مردود بالادلۃ النقلیۃ والعقلیۃ المذکورۃ سابقاً والاول اما فی کل عصر او فی زمان معین ای خاص فالثانی مردود بوجوہ مذکورۃ فانتج انہ یجب فی کل عصر ضرورۃ ان یکون معلماً حجۃ علی الخلق من اللہ واعترف بھذہ الضرورۃ علماء الامۃ کلھم کما فی ازالۃ الخفاء جلد ۱ ص۴۵ این قسم استخلاف در ہر ملت واقع شدہ۔ وفی شرح المواقف۔ اما وجوبہ[1] (ای الامام) علینا سمعاً فلوجھین انہ تواتر اجماع المسلمین

کہ خلیفۃ اللہ متصف بہ صفات الٰہیہ ہوتا ہے اور اس سے کوئی قول و فعل اور حرکت و سکون بغیر رضائے و امر الٰہی کے صادر نہیں ہوتا اور وہ پیشوائے مطلق ہے اور اس کی اطاعت بلا شک عین اطاعت اللہ تعالیٰ کی ہے۔ **فصل۔ ضرورت و شرائط خلیفۃ النبیؐ کے بیان میں**۔ اب ہم اس میں بحث کرتے ہیں کہ تحقیق بعد وفات نبیؐ کے ضرورت ایسے خلیفۃ النبی کی ہمیشہ باقی ہے جو جمیع صفات میں بجز نبوت کے قائم مقام نبیؐ کا ہو اور وہی خلیفہ مطلقاً واجب الاطاعت اور حجۃ اللہ زمین خدا میں ہو یا ضرورت نہیں ہے۔ پس زمین کا حجت خدا اور معلم سے خالی رہنا دلائل نقلیہ و عقلیہ مذکورہ سابقہ سے مردود ہے اور ضرورت باقی ہے تو یا ہر زمان میں یا زمانہ معین میں پس کسی وقت معین میں ضرورت کا ہونا اور پھر نہ ہونا باوجود ضرورت معلم کے مردود ہے۔ پس نتیجہ یہ نکلا کہ ہر زمانہ میں ضرورت ہے کہ معلم اور حجت خدا خلقت پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے موجود ہو اور اس ضرورت کے لئے جملہ علماء امت کے معترف ہیں جیسا کہ ازالۃ الخفاء شاہ ولی اللہ جلد ۱ ص۴۵ میں ہے کہ اس قسم کا ایک دوسرے کو خلیفہ کرنا ہر ملت میں واقعہ ہوا ہے اور شرح مواقف ص۷۲۹ میں ہے کہ امام کا ہمارے لئے نقلاً و سمعاً واجب ہونا دو وجہ سے ہے ایک یہ کہ اس پر اجماع مسلمین کا بتواتر ثابت ہے

[1] شرح مقاصد جلد ۲ صفحہ ۲۷۳ میں ہے لنا علی الوجوب وجوہ الاول وھو العمدۃ اجماع الصحابۃ حتی جعلوا ذلک (وجوب الامامۃ) اھم الواجبات واشتغلوا بہ عن دفن الرسول وکذا عقیب موت کل امام یعنی وجوب امام کے لئے چند دلائل ہے عمدہ دلیل صحابہ کا اجماع اور دفن نبیؐ سے بھی زیادہ ضروری سمجھنا ہے اور پھر ہر امام کی وفات کے بعد اسی طرح ضروری سمجھا گیا انتہیٰ تو اس سے ثابت ہے کہ ہر زمانہ میں امام کی ایسی ضرورت ہے جیسی بعد وفات نبیؐ کے ضرورت تھی پس موجودہ زمانہ میں سنیوں کا امام خدا جانے کون ہے؟ ایک امام کا ہر زمانہ میں موجود ہونا ضروری ہے۔ شرح عقائد نسفی طبع نولکشور صفحہ ۱۰۹ میں ہے ثم الاجماع علی ان نصب الامام واجب یعنی ایک امام کا ہونا واجب ہے مجمع علیہ و متفق علیہ ہے۔ پھر لکھا اس میں البتہ اختلاف ہے کہ امام کو خدا بناتا ہے یا لوگ خود بنالیں اور دلیل میں یہ حدیث بھی لکھی ہے لقولہؐ من مات ولم یعرف امام زمانہ فقد مات میتۃ جاھلیۃ یعنی نبیؐ نے فرمایا اپنے زمانہ کے امام کی معرفت کے بغیر مرگیا وہ کفر کی موت مرا۔ دیکھو (جمع بین الصحیحین للحمیدی) شرح عقائد صفحہ ۱۰۹ لغائیت صفحہ ۱۱۱ مع حاشیہ اس حدیث کے بعد شرح عقائد میں دوسری دلیل یہ لکھی ہے کہ امت بعد وفات نبیؐ واجبات سے زیادہ ضروری اسی واجب نصب امام کو قرار دیا ہے حتی کہ دفن نبی سے بھی مقدم سمجھا وکذا بعد موت کل امام اور اسی طرح ہر امام کی موت کے بعد آج تک یہی عمل زیادہ ضروری قرار پایا ہے۔ علامہ تفتازانی اس حدیث سے مراد یہی امام و خلیفہ بعد النبیؐ لیتا ہے جس کا ذکر اس نے اسی جگہ کیا ہے لہٰذا جس نے اس سے مراد نبی کا جاننا لیا ہے اُس نے غلطی کی۔ علامہ مذکور کا پایہ بلند اور فہم کو ضرور فوق ہے اور اسی کی مؤید وہ حدیث ہے جو مشکوٰۃ کتاب الامارۃ صفحہ ۳۱۴ میں باسناد صحیح مسلم جلد ۲ ص۱۲۸ مروی ہے کہ نبیؐ نے فرمایا من مات ولیس لی عنقہ بیعۃ (للامام) مات میتۃ جاھلیۃ مطلب وہی ہے جو اوپر مذکور ہوا۔ کنز العمال جلد ۳ صفحہ ۲۰۰ میں باسناد طبرانی و ابو نعیم صفحہ ۱۹۸ میں باسناد احمد و طبرانی و سعید بن منصور اور صحیح مسلم جلد ۲ ص۱۲۸ میں بھی یہ حدیث باد نیٰ اختلاف الفاظ موجود ہے اور شہادۃ القرآن علی نزول مسیح الموعود فی آخر الزمان طبع پنجاب پریس سیالکوٹ صفحہ ۳۸ میں مرزا صاحب قادیانی ہر تفسیر آخر آیت (باقی حاشیہ بر ص۱۹۰)

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۸۹) استخلاف لکھتے ہیں واضح ہو کہ اس آیت کریمہ سے وہ حدیث مطابق ہے جو پیغمبر خداؐ فرماتے ہیں من لم یعرف امام زمانہ فقد مات میتۃ جاھلیۃ یعنی جیسے جیسے ہر ایک زمانہ میں امام پیدا ہوں گے اور جو لوگ ان کو شناخت نہیں کریں تو ان کی موت کفار کی موت کے مشابہ ہوگی انتہی۔ اور رحمۃ الامۃ فی اختلاف الائمۃ مطبوعہ بر حاشیہ میزان شعرانی طبع مصر جلد ۲ صفحہ ۱۵۲ میں ہے اتفق الائمۃ علی ان الامامۃ فرض ائمہ کا اس پر اتفاق ہے کہ امام کا ہونا فرض ہے وانہ لابد للمسلمین من امام یقیم شعائر الدین وینصف المظلومین من الظالمین۔ یعنی تحقیق ضروری ہے کہ مسلمانوں کا کوئی ایک امام موجود ہو جو احکام دین قائم رکھے اور مظلوم کا ظالم سے انصاف کرے اس بات سے ثابت ہوا۔ کہ احکام دین کا عالم ہو اور سب سے علم میں فوق رکھے کہ اپنے ماتحت لوگوں کا مسئلہ میں محتاج نہ ہو اور عادل ہو کہ خود ظلم سے بری ہے تو دوسروں کا انصاف تب ہی کرے گا پھر اسی میں لکھا ہے وان الامام الکامل تجب طاعتہ فی کل مایامر بہ عالم یکن معصیۃ الخ اور تحقیق امام کامل کی فرمانبرداری ہر اس کے امر میں واجب ہے جہاں تک گناہ نہ ہو الخ یہ لفظ گناہ نہ ہو کا اعتقاد سنیوں کے مطابق ہے ورنہ صفات امام یہ ہیں۔ کہ عالم۔ عادل واجب الاطاعۃ ہر امر میں معصوم ہو جس سے گناہ ممکن نہ ہو چنانچہ کتب سنیہ سے ثابت کیا گیا ہے تفسیر کبیر میں ہے جلد ۲ صفحہ ۲۷۸ بذیل آیت وممن خلقنا امۃ یھدون بالحق وبہ یعدلون ھذہ الآیۃ تدل علی انہ لا یخلو زمان البتۃ عمن یقوم بالحق ویعمل بہ ویھدی الیہ الخ یعنی یہ آیت اس پر دلالت کرتی ہے کہ کوئی زمانہ کبھی ایک حجت خدا سے خالی نہیں رہ سکتا جو خود حق کو قائم رکھے اس پر عمل کرے اور دوسروں کو حق کی ہدایت کرے اور کنز العمال جلد ۵ صفحہ ۲۳۱ میں باسناد ابن الانباری فی المصاحف والمرہبی فی العلم ونصر فی الحجۃ وابو نعیم فی الحلیۃ وابن عساکر وتذکرہ خواص الامۃ صفحہ ۷۰ ومطالب السئول صفحہ ۵۰ میں بھی مروی ہے فرمایا الا تخلوا الارض من قائم للہ بحجۃ اما ظاھر مشھور واما خائف مغمور لئلا تبطل حجج اللہ وبیناتہ۔ انتہی۔ یعنی زمین ایک حجۃ قائم للہ سے خالی نہیں ہو سکتی یا وہ ظاہر اور مشہور ہوتا ہے یا خائف اور پوشیدہ ہوتا ہے۔ تاکہ اللہ تعالیٰ کی حجتیں اور دلائل مخلوق پر باطل نہ ہو جائیں اور حجت تمام ہو۔ اور کبیر جلد ۴ صفحہ ۱۶۷ میں بذیل آیت وکونوا مع الصادقین سچے لوگوں کے ساتھ ہو جاؤ لکھا ہے تلنا نعترف بانہ لابد من معصوم فی کل زمان الا انا نقول ذلک المعصوم ھو مجموع الامۃ وانتم تقولون ذلک المعصوم واحد منھم الخ یعنی ہم کہتے اور مانتے ہیں کہ امام معصوم کا ہونا ہر زمانہ میں ضروری ولازم ہے۔ مگر ہم کہتے ہیں کہ یہ معصوم مجموعہ امت کا ہے اور تم (یعنی شیعہ) کہتے ہو کہ ان میں سے ایک امام معصوم کا ہونا ضروری ہے۔ بہر حال یہ متفق علیہ ہو اکہ ایک معصوم ضرور ہر زمانہ میں موجود ہونا چاہئے۔ تفسیر آیت صادقین میں فخر رازی کا مجموع امت مراد لینا اس لئے باطل ہے کہ باعتراف رازی آیت کا مدلول یہی معلوم ہوتا ہے کہ ہر زمانہ میں وجود کسی صادق قابل اتباع کا ضروری ہے ورنہ حکم اتباع بغیر وجود متبوع کے لغو اور تکلیف مالا یطاق ہے۔ اور یہ کہ صادق معصوم ہو ورنہ کوئی بھی ایسا نہیں جو کبھی سچ نہ بولا ہو مگر ایسا ہر صادق قابل تقلید مطلق نہیں ہوتا لہٰذا جو ہر حال میں صادق ہو بغیر معصوم کے نہیں ہو سکتا اور حکم ہے کہ افراد صادقین کے ساتھ ہو جاؤ اور مجموع امت میں ہر فرد معصوم نہیں جو قابل تقلید ہو اور آیت سے مجموع امت من حیث المجموع کا اتباع ثابت نہیں ہوتا نیز جو مجموعہ غیر صادقین وغیر معصومین کا ہو یا اُس مجموعہ میں کچھ صادقین اور کچھ غیر صادقین ہوں اس مجموعہ کے افراد کا اتباع مطلقاً جائز نہیں تو بہر صورت اصل ان میں واجب الاتباع وہی افراد معصومین ہوں گے لہٰذا مجموع امت مراد لینے کا کوئی فائدہ مرتب نہ ہوا اور نہ وہ صحیح ہے اور مجموع متبوع ہے تو تابع کون ہوگا اور اگر وہی متبوع اور وہی تابع ہوں گے تو ایک دوسرے کے تابع متبوع ہوں گے جس کی لغویت اور مہمل ہونا مخفی نہیں۔ حصول المامول من علم الاصول مؤلفہ نواب سید صدیق حسن خان مطبوعہ مصر صفحہ ۱۵۱ میں ہے۔ قال الزبیری لن تخلو الارض من قائم للہ بالحجۃ فی کل وقت ودھر وزمان وذلک قلیل فی کثیر قال ابن دقیق العید ھذا ھو المختار عندنا۔ انتہیٰ۔ یعنے ایک حجت خدا قائم للہ سے کوئی زمانہ ہرگز خالی نہیں رہ سکتا ابن دقیق العید کہتا ہے یہی مذہب مختار ہے۔ ۱۲ مترجم

اعتراف امام رازی کہ کوئی زمانہ امام سے خالی نہیں ہوتا

رسولؐ کا فرمان زمین حجت خدا سے خالی نہیں ہوتی ظاہر ہو یا مخفی

اعتراف اس کا کہ زمانہ معصوم سے خالی نہیں ہوتا

لہ عمدۃ القاری شرح بخاری جلد ۷ صفحہ ۳۵۴ مطبوعہ مصر میں علامہ عینی حنفی لکھتے ہیں حضرت عیسےؑ کے اس امت کے ایک شخص کے پیچھے نماز پڑھنے میں جو آخر زمانہ قریب قیامت میں ہوگا صحیح ترین قول پر دلالت ہے۔ ان الارض لا تخلو عن قائم للہ بحجۃ کہ زمین قائم حجت خدا سے کبھی خالی نہیں رہ سکتی۔ ۱۲ منہ

مشہور محدث کا اعتراف

في العمل الاول بعد وفاة النبي صلى امتناع خلو الوقت عن خليفة وامام حق حتى قال ابوبكر في خطبته المشهورة الا ان محمداً قد مات ولابد لهذا الدين ممن يقوم به فبادر الكل الى قبوله ولم يقل احد لا حاجة الى ذالك بل اتفقوا عليه وبكروا الى سقيفه بنى ساعدة وتركوا له اهم الاشياء وهو دفن رسول الله صلعم الخ وهكذا في شرح العقائد وزاد كذا ابداً موت كل امام لان كثيراً من الواجبات الشرعية يتوقف عليه كما اشار اليه بقوله المسلمون لابد لهم من امام يقوم بتنفيذ احكامهم واقامة حدودهم وسد ثغورهم وتجهيز جيوشهم واخذ صدقاتهم وقهر المتغلبة والمتلصصة وقطاع الطريق واقامة الجمع والاعياد وقطع المنازعات الواقعة بين العباد وقبول الشهادات القائمة على الحقوق وتزويج الصغار والصغائر الذين لا اولياء لهم وقسمة الغنائم ونحو ذالك من الامور التي لا يتولاها احاد الامة انتهى۔

قال الفخر الرازي في تفسيره الكبير والثاني ان كل جمع وقرن يحصل في الدنيا فلابد وان يحصل فيهم واحد يكون شهيداً عليهم اما الشهيد على الذين كانوا في عصر رسول الله صلعم فهو الرسول بدليل قوله تعالى وكذالك جعلناكم امة وسطا لتكونوا شهداء على الناس ويكون الرسول عليكم شهيداً وثبت ايضاً انه لابد في كل زمان بعد زمان الرسول من الشهيد فحصل من هذا ان عصراً من الاعصار لا يخلو من شهيد على الناس وذلك الشهيد لابد وان يكون غير جائز الخطأ والا لافتقر الى شهيد آخر ويمتد ذلك الى غير النهاية وذلك باطل فثبت انه لابد في كل عصر من اقوام تقوم الحجة بقولهم[1]

کہ زمانہ اول میں سے بعد وفات نبیؐ کے کوئی وقت خلیفہ اور امام سے خالی رہنا ممتنع ہے۔ تا کہ ابوبکر صاحب نے اپنے مشہور خطبہ میں کہا ہے۔ خبردار ہو کہ محمدؐ فوت ہو گئے۔ مگر امت کے لئے ضروری ہے کہ اس دین کے قائم رکھنے والا ایک نہ ایک موجود ہو تو سب نے اس قول کو قبول کیا۔ اور کسی نے یہ نہ کہا کہ اب اس کی کوئی ضرورت نہیں۔ بلکہ سب اس پر متفق ہو کر سقیفہ بنی ساعدہ میں گئے۔ اور انہوں نے امام مقرر کرایا۔ اور اس کام کے لئے سب سے زیادہ مہتم بالشان کام دفن رسول اللہ صلعم کو بھی صحابہ نے چھوڑ دیا تھا الخ اور اسی طرح شرح عقائد صفحہ ۱۰۹ میں ہے۔ اور زیادہ لکھا۔ کہ ہر امام کی وفات کے بعد اسی طرح ہوتا رہا۔ کیونکہ بہت سے واجبات شرعیہ کا بجا لانا اس پر موقوف ہوتا ہے۔ جیسا کہ (خلیفہ اول نے) اس کی طرف اپنے اس قول سے اشارہ کیا۔ کہ مسلمانوں کے لئے نہایت ضروری ہے کہ ان کا کوئی ایسا امام ہو جو احکام شرعیہ و حدود شرعیہ جاری کرے۔ اور ان کے رخنہ ہا کو بند کر دے اور ان کے لشکروں کو تیار کر دے اور ان سے صدقات وصول کرے۔ اور ان کے مغرور سرکش آدمیوں کو زیر رعب رکھے۔ اور چوروں ڈاکوؤں کا انسداد کرے۔ اور جمعے و عیدوں کو قائم رکھے۔ اور متنازعہ مقدمات لوگوں کا بعد شہادت لینے کے فیصلہ کرے۔ اور حق دار کی حق رسی کرے اور چھوٹے لڑکے لڑکیوں کی شادی کا انتظام کرے اور غنیمت کے اموال تقسیم کرنے وغیرہ سب امور کا انتظام اس طرح کرے جو ہر ایک نہیں کر سکتا۔ انتہیٰ۔ فخرالدین رازی نے اپنی تفسیر کبیر جلد ۵ صفحہ ۵۰۶ میں لکھا ہے (طبع ثانی ۱۳۰۸ھ) دوسرا یہ کہ ہر جماعت اور ہر زمانہ جو دنیا میں حاصل ہو ضروری ہے کہ ان میں ایک ایسا شخص موجود ہو جو ان پر حجت اور شاہد ہو اور جو زمانہ رسولؐ میں تھے ان پر تو رسول شاہد ہوگا۔ دلیل اسکی کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اسی طرح ہم نے تم کو امت وسط اور عادل بنایا تا کہ تم لوگوں پر شاہد ہوں گے اور رسولؐ تم پر شاہد ہوگا۔ اور نیز اس سے ثابت ہوا کہ تحقیق ہر زمانہ میں بعد زمانہ رسولؐ کے بھی ایک ایسے شاہد کی ضرورت ہے جو معائنہ کی قوت رکھتا ہو تا کہ اسکو شہید کہا جا سکے تو اس سے نتیجہ یہ نکلا کہ کوئی زمانہ منجملہ ازمنہ کے لوگوں پر ایک شہید موجود ہونے سے خالی نہیں ہو سکتا اور وہ شہید ضروری ہے کہ ایسا ہو جس سے خطا سرزد ہونی ممکن نہ ہو اور اگر ایسا نہ ہو تو وہ ایک دوسرے شہید کی طرف محتاج ہوگا اور اسی طرح وہ بھی ایسا ہی ہو تو اور کی طرف محتاج ہوگا پھر یہ سلسلہ غیر منتہی ہوگا اور یہ صورت باطل ہے پس ثابت ہوا کہ ہر زمانہ میں ایسے افراد کی ضرورت ہے جن کا قول بلاشک خلق پر حجت ہو۔ الخ

ابوبکر صاحب کے خطبہ سے بھی ہر زمانہ میں ضرورت امام کی ثابت

اعتراف امام رازی کوئی زمانہ معصوم شہید وحجت سے خالی نہیں ہوتا

[1] اس عبارت تفسیر کبیر سے صاف ثابت ہے کہ امام معصوم کی ہر زمانہ میں ضرورت ہے جو اعمال امت پر شاہد ہو (باقی برصفحہ ۱۹۲)

(بقیہ حاشیہ صـــ۱۹۱) اور قول اس کا خلقت پر حجت ہو۔ نیز دیکھو بیان آیت تطہیر میں ابن حجر کا قول از صواعق۔ اور تفسیر کبیر جلد ۳ صفحہ ۳۵۶ لغایت ۳۵۸ تفسیر آیت اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم میں امام فخر الدین رازی لکھتے ہیں۔ اعلم ان قولہ واولی الامر منکم یدل عندنا ان اجماع الامۃ حجۃ والدلیل علی ذالک ان اللہ تعالیٰ بطاعۃ اولی الامر علی سبیل الجزم فی ھذہ الآیۃ ومن امر اللہ بطاعتہ علی سبیل الجزم والقطع لابد ولن یکون معصوما عن الخطاء اذ لو لم یکن معصوما عن الخطاء کان بتقدیر اقدامہ علی الخطاء یکون قد امر اللہ بمتابعتہ فیکون ذالک امرا بفعل ذالک الخطاء والخطاء لکونہ خطاء منھی عنہ الخ فھذا یفضی الی اجتماع الامر والنھی فی الفعل الواحد بالاعتبار الواحد وانہ محال فثبت ان اللہ تعالیٰ امر بطاعۃ اولی الامر علی سبیل الجزم وثبت ان کل من امر اللہ بطاعتہ علی سبیل الجزم وجب ان یکون معصوما عن الخطاء فثبت قطعا ان اولی الامر المذکور فی ھذہ الآیۃ لابد وان یکون معصوما۔ الخ۔

یعنے جاننا چاہئے کہ آیت میں اولی الامر کا لفظ ہمارے نزدیک اس پر دال ہے کہ اجماع امت دلیل شرعی ہے اور اسپر دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اولی الامر کی اطاعت و فرمانبرداری کا اس آیت میں یقینی حکم دیا ہے (کہ ہر حال میں ان کی اطاعت واجب ہے جیسے خدا و رسول کی واجب ہے) اور جس کی اطاعت کا خدا تعالیٰ قطعی اور یقینی واجبا حکم دے ضروری ہے کہ وہ ہر خطاء سے معصوم ہو کیونکہ اگر وہ معصوم عن الخطاء نہ ہو تو بفرض اس کے کہ وہ خطا کرے یہ لازم آتا ہے کہ اللہ تعالےٰ نے اس کی اس میں بھی متابعت کا حکم دیا ہو تو اس خطا پر عمل کرنے کا خدا نے حکم دیا اور خطا بسبب خطا ہونے کے منہی و ممنوع ہے۔ پس اس سے ایک ہی کام میں ایک ہی اعتبار سے حکم کرنے اور نہ کرنے کا لازم ہوا اور یہ محال ہے۔ پس ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اولی الامر کی پیروی کا قطعی حکم دیا اور جس کے لئے خدا تعالےٰ قطعی اور ہر حال میں اطاعت واجب کرے ضروری اور لازمی ہے کہ وہ معصوم عن الخطا ہو۔ پس ثابت ہوا کہ اولی الامر جو اس آیت میں مذکور ہے واجب ہے کہ وہ معصوم ہی ہو۔ انتہیٰ۔ یہ بھی کبیر میں ہے کہ فکان حمل اولی الامر الذی ھو مقرون بالرسول علی المعصوم اولی من حملہ علی الفاجر الفاسق۔ اور پہلے کہا واما طاعۃ الامراء والسلاطین فغیر واجبۃ قطعا یعنے جو اولی الامر رسولؐ کے ساتھ مقرون ہے اُس کا معصوم پر محمول کرنا اس سے بہتر ہے کہ فاسق و فاجر پر محمول ہو۔ اور اطاعت حکام و سلاطین وقت کی شرعی امور میں ہرگز ہرگز واجب نہیں لہٰذا وہ اس جگہ مراد نہیں ہو سکتے۔ اور کبیر جلد ۱ صـــ۷۰۲ میں بذیل آیت انی جاعلک للناس اماما لکھا ہے۔ الامام ھو الذی یؤتم بہ ویقتدی فلو صدرت المعصیۃ منہ لوجب علینا الاقتداء بہ فی فیلزم ان یجب علینا فعل المعصیۃ وذالک محال لان کونہ معصیۃ عبارۃ عن کونہ ممنوعا من فعلہ وکونہ واجبا (الی ان قال) والجمع بینھما محال۔ معنی و مطلب اس عبارت کا وہی ہے جو اولی الامر کی تفسیر میں گذرا ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ امام وہ ہے جس کی پیروی ہر حال میں واجب ہے اور اگر اس سے گناہ صادر ہو تو واجب ہوا کہ اس کی گناہ میں بھی پیروی کی جائے حالانکہ ترک گناہ واجب ہے۔ پس امر و نہی ایک ہی وقت ایک چیز کا واجب ہونا محال ہے۔ امام اہل جماعت کا اعتراف اس کا کہ اولی الامر کی اطاعت اس آیت میں قطعی اور ہر حال میں ہے جیسے خدا و رسول کی اور ضروری ہے کہ اولی الامر معصوم ہو تب آیت کا معنی صحیح ہو سکتا ہے) ہمارے لئے بر خلاف اہل تسنن کافی دلیل ہے کہ آیت کے حکم سے ثابت ہے کہ اولی الامر سے غیر معصوم مراد نہیں ہو سکتا اور نہ حکام وقت جیسا کہ بعض کم فہم مراد لیتے ہیں۔ رہا یہ امر کہ اجماع امت فخر رازی کے نزدیک مراد ہے تو یہ اُسکی اعانت و حمایت مذہب خود کی دلیل ہے نہ یہ کہ فریق مخالف پر حجت ہو سکے اور نہ اجماع بالاتفاق حجت ہے اور بغیر شمول فرد معصوم کے تو کسی کے نزدیک حجت نہیں کیونکہ اجماع معتبر وہی ہے۔ جس میں کل افراد امت اور تمام اہل حل و عقد شامل ہوں تو ضروری ہے کہ معصوم بھی شامل ہو گا تو اصل مدار اسی معصوم پر رہی جو ایک مستقل واجب الاطاعت ہو گا کسی جائز الخطاء غیر معصوم کے اس کے ساتھ شامل کرنے کی ضرورت نہیں وہی مطاع مطلق ولی الامر و امام خلق ہو گا اور اسی ولی الامر کی تائید و تشریح آیت انما ولیکم اللہ ورسولہ الخ بھی کرتی ہے اسکی تفسیر فلک النجاۃ میں ملاحظہ ہو اور صیغہ اطیعوا ایک خالق کی اطاعت کے لئے آیت میں مستعمل ہوا ہے دوسرا مخلوق کے لئے چونکہ اولی الامر کی ایک جگہ تصریح کر دی گئی ہے اس لئے فان تنازعتم کے بعد (ردوہ الی اللہ والی الرسول) پر اکتفا کیا گیا اور رسول کے ذکر میں اولی الامر کا ذکر منطوی کر دیا گیا ہے پھر جب ذکر آیا اور ذکر اولی الامر کو کافی فاصلہ ہو چکا تھا لو ردوہ الی الرسول والی اولی الامر منھم میں پھر تصریح لفظ اولی الامر کی ضرورت ہوئی اور ترک لفظ اولی الامر فان تنازعتم میں یا بنظر اختصار فی اللفظ ہے (باقی حاشیہ بر صـــ۱۹۳)

اولی الامر واجب الاتباع معصوم ہی ہوتا ہے

لازم ہے کہ امام معصوم ہو

(بقیہ حاشیہ) کو قریب پہلے ذکر آچکا یا اس سبب سے ہے کہ اصل شریعت لانے والے رسول خدا صلعم ہیں اور مطیع و مطاع دو قسم کی مخلوق آیۃ اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم میں بیان ہوئی ہے اور مخلوق مطاع کی دو قسمیں ہوئیں ایک شریعت لانے والا دوسرا اس کے حکم کے مطابق بطور نیابت احکام پہنچانے والا۔ تو رسول ص کے پاس یا نائب کے پاس اطاعت کرنے والی مخلوق کو آپس کے تنازعات لاکر فیصلہ کرانے کا حکم ہوا مگر ممکن تھا کہ مطیعین کا کبھی کسی مسئلہ میں تنازع اولی الامر کے ساتھ بھی ہو تا بلکہ خود تشخیص اولی الامر میں تنازع ہو تو ہر دو صورتوں میں ضروری تھا کہ خالق کی طرف یعنی کتاب اللہ کی طرف اور رسول اصل شریعت لانے والے کی طرف یا اس کے اقوال کی طرف رجوع کیا جائے۔ پڑھئے لا یؤمنون حتی یحکموک فیما شجر بینہم تاکہ آیات کتاب خدا کے اشارات و سرور کائنات کی تصریحات و تشریحات و تلمیحات مسلمات کی روشنی میں اولی الامر فیصلہ کر سکیں کیونکہ نائب کا فیصلہ منیب کے بغیر نہیں ہو سکتا لیکن اس سے یہ نہیں نکلتا کہ واجب الاطاعت ہونا اور معصوم ہونا اولی الامر کا ضروری نہیں جب ائمہ اہل بیت کے پاس لوگ مسئلہ متنازعہ پیش کرتے تھے تو ائمہ قرآن و فرمان پیغمبر سے استدلال پیش کرکے ان کو خاموش کرتے تھے اپنے اولی الامر اور واجب الاطاعت ہونے پر بھی اسی طرح استدلال کرتے تھے۔ مگر اس سے یہ نہیں ثابت ہوتا کہ وہ غیر معصوم تھے یا خدا تعالیٰ نے حتمی اور لازمی حکم اطاعت کسی غیر معصوم کا دیا ہے اور نہ یہ صورت عصمت کے مخالف ہے۔ فقط نائب اور منیب اور اصلی شارع اور اس کے وزیر کا فرق ہے جیسا کہ غیر مسلم کے تنازع کے وقت رسول کو خدا کی طرف رجوع کرنا ہوتا تھا دیکھو آیت ما انا الا اتباع ہر سہ مذکورین کی فرض ہے اور وقت تنازع رجوع الی اللہ والی الرسول کا معنی یہ ہے کہ قرآن و سنت سے جو اولی الامر استنباط کرکے تعلیم دیں اسی سے رفع اختلاف تاویلات وغیرہ کا کیا جائے اور اسی کی اطاعت واجب ہے۔ اس سے اولی الامر کی عصمت میں کوئی خلل نہیں آتا اور نہ مطاع مطلق ہونے میں کوئی شبہ ہوتا ہے۔ وہ تو ایک ہی صیغہ اطیعوا سے جو رسول اور اولی الامر کے لئے استعمال ہوا ہے ظاہر ہے اور کوئی مانع بھی نہیں کہ عقلاً ایک کی اطاعت واجب مطلق ہو اور دوسرے کی کسی حال میں ہو اور کسی میں نہ ہو۔ اور بوقت تنازع رجوع الی اللہ و الی الرسول کا ذکر ہے اور اجماع کی طرف رجوع کرنے کا ذکر نہیں۔ حالانکہ فخر رازی نے اولی الامر سے مراد اجماع لیا ہے اور اس کو معصوم بھی مانا ہے تو جیسے خان تنازعہم میں اجماع کے مذکور نہ ہونے سے اس کی عصمت و اطاعت مطلقہ میں فرق نہیں آتا اسی طرح اولی الامر سے ائمہ اہل بیت ع مراد لینے پر ان کی عصمت میں بھی فرق نہیں آتا۔ اولی الامر سے مراد ائمہ اہلبیت ع ہونا مفردات راغب اصفہانی مطبوعہ برحاشیہ نہایہ ابن اثیر طبع مصر جلد ۱ صفحہ ۹۴ میں لکھا ہے۔ بعدہ لکھا وکل ھذہ الاقوال صحیحۃ یعنی دیگر تفسیروں کے ساتھ اس کو بھی صحیح تسلیم کیا ہے۔ اور ترجمان القرآن صفحہ ۶۸ میں فتح البیان سے ہے کہ مراد اولی الامر سے اہل قرآن و علم ہیں۔ مجاہد، مالک، ضحاک کا قول ہے۔ ابن عباس نے کہا فقہا و علما، جو لوگوں کو معالم دین کی تعلیم کرتے ہیں۔ یہی قول حسن، مجاہد، ضحاک کا بھی ہے۔ اسی طرح معالم التنزیل جلد ۲ ص ۲۳۵ میں ہے اور زیادہ لکھا کہ حسن کا قول بھی یہی ہے۔ اور اسی ترجمان صفحہ ۶۸ میں تفسیر ابن کثیر سے لکھا ہے اولی الامر سے مراد اہل فقہ و دین ہیں۔ مجاہد و عطا و حسن بصری و ابو العالیہ و ابن عباس کا قول یہی ہے۔ انتہی۔ تو اس سے بھی ثابت ہوا کہ ہر زمانہ اور اہل علم فقہاء و علماء مراد ہیں۔ پس جو ان صفات میں قولاً و فعلاً کل افراد مطیعین پر فوق رکھتا ہو وہی مراد ہوگا اور وہ بجز ائمہ اہلبیت کے کوئی نہیں ہو سکتا۔ اور آیت اذا جاءھم امر من الامن او الخوف اذاعوا بہ سے جو بالخصوص جنگ کے واقعات مراد لے کر اولی الامر سے بالخصوص افسران جنگ مراد لیتے ہیں۔ یہ صحیح نہیں[5] کیونکہ امن یا خوف آخرت کی پیشینگوئیاں یا آنے والے واقعات

[5] تفسیر آیت امر من الامن او الخوف۔ ازالۃ الخفا جلد ۱ ص ۱۷۲ و ص ۲۴۹ ج ۲ ص ۱۶۲ میں باسناد مسلم حضرت ابن عباس حضرت عمر بن خطاب سے روایت کرتے ہیں کہ جب نبی ص اپنی ازواج سے کنارہ میں بیٹھ گئے تھے عمر صاحب نے نبی ص سے دریافت کیا کہ لوگوں میں مشہور ہو گیا ہے کہ آپ نے اپنی ازواج کو طلاق دیدی ہے۔ کیا یہ درست ہے یا غلط؟ حضور نے فرمایا کہ یہ غلط ہے۔ حضرت عمر کہتے ہیں میں نے نکل کر بلند آواز سے پکارا کہ نبی ص نے اپنی بیبیوں کو طلاق نہیں دی اس پر یہ آیت اتری واذا جاءھم امر من الامن او الخوف اذاعوا بہ الآیۃ فکنت انا استنبطت ذلک الامر انتہی ملخصاً اس اظہار سے پہلے لوگوں میں افواہ اڑ گئی تھی کہ نبی ص نے ازواج کو طلاق دیدی ہے۔ اس شان نزول سے معلوم ہوا کہ امن و خوف کے واقعات جنگ اس آیت سے مراد لینا اور اولی الامر سے بالخصوص افسران جنگ مراد لینا غلط ہے شاہ ولی اللہ صاحب نے کتاب مذکورہ بالا میں اس آیت کی تفسیر کو حضرت عمر کے اولی الامر میں داخل ہونے کے استدلال میں پیش کیا ہے اور اس میں لعلمہ الذین یستنبطونہ کے مصداق حضرت عمر قرار دئے گئے ہیں اگرچہ ان کا کوئی استنباط نہیں بلکہ اعلیٰ فرد اولی الامر رسول ص کے اظہار پر شنیدہ خبر کو انہوں نے ظاہر کیا۔ مگر کیا یہی شاہ صاحب نے ان کو مصداق آیت کا قرار دیا ہے اور امن اور خوف کے امور سے طلاق ازواج نبی ص کا مشہور ہونا مراد لیا ہے۔ پس اس سے ہمارا مدعا بخوبی ثابت ہوا کہ

جنگ وصلح و فتح کی پیشینگوئیوں کو بے سمجھے بوجھے اُڑا دینا اس سے مراد ہو سکتا ہے۔ واقعہ حدیبیہ کو ہی یاد فرمائیے کہ رسول خدا صلعم نے مکہ میں با امن داخل ہونے کی خبر دی تھی اور کفار نے روک رکھا۔ صلح ہوئی تو حضرت عمر جیسی بڑی ہستیوں کو شک در نبوت ہوا خبر تو اُڑا دی مگر حقیقت معلوم نہ کی کہ اسی سال کے لئے حکم نہیں وہ ضرور ہوگا مگر آئندہ سال۔ اِدھر اُدھر پھرے ابوبکر کے پاس اس شک کو لے گئے۔ رسول خدا صلعم کے پاس لے گئے۔ آخر حقیقت کھلی کہ آئندہ سال پیشینگوئی پوری ہونے کا وقت مقرر ہے۔ اس آیت میں اولی الامر سے مراد بھی معالم جلد ا صفحہ ۲۴۱ میں علماء کا مراد ہونا لکھا ہے۔ شرح عقائد سے پہلے لکھا گیا ہے اور رد المحتار شرح درمختار جلد ا صفحہ ۵۱۲ کتاب الصلوٰۃ باب الامامۃ میں بھی اسی طرح لکھا ہے۔ امامت ایک کبریٰ ہے ایک صغریٰ۔ کبریٰ امامت یہی ہے جو مسلمانوں کا پیشوا مطلق و امیر ہو۔ اس کے لئے لکھا ونصبہ اهم الواجبات فلذا قدموه على دفن صاحب المعجزات۔ الخ امام کا مقرر کرنا بڑا ضروری واجبات سے ہے اسی واسطے صحابہ نے دفن رسول صلعم سے اس کام کو مقدم رکھا پھر مواہب سے نقل کیا کہ یہ سنت اب تک باقی ہے کہ جب تک نیا امام مقرر نہ کر لیا جائے پہلے امام کو دفن نہیں کیا جاتا۔ انتہیٰ۔ اور علامہ قاضی نور اللہ شستری شیعی کتاب لاجواب احقاق الحق مطبوعہ مصر صفحہ ۱۹۸ میں لکھتے ہیں۔ قد صرح للقاضی البیضاوی فی مبحث الاخبار من کتاب المنهاج وجمع من شارحی کلامہ بان مسئلة الامام من اعظم مسائل اصول الدین الذی مخالفتها توجب الکفر والبدعة یعنی قاضی بیضاوی کتاب منہاج میں اور شارحین اس کتاب کے اس کے قائل ہیں کہ مسئلہ امامت بڑے مسائل اصول دین سے ہے ایسے کہ مخالفت انکی موجب کفر و بدعت کی ہے۔ اور شرح عقائد نسفی طبع نولکشور صفحہ ۱۱۰ میں ہے۔ اگر سوال ہو کہ ایک صاحب ثروت و شوکت جو ہر جگہ ہو سکتا ہے ہو تو کام مسلمانوں کا چل سکتا ہے۔ امامت بمعنے ریاست عامہ ہونے کی کیا ضرورت ہے۔ تو ہم کہتے ہیں کہ اس طرح ایسے جھگڑے پیدا ہونے کا خطرہ ہے جن سے دین اور دنیا کے امور میں خلل آتا ہے۔ پھر اگر کوئی سوال کرے کہ ایک بڑے رئیس سے یہ کام چل سکتا ہے جس کو ریاست عامہ حاصل ہو امام کا ان او غیر امام۔ امام ہو یا نہ ہو جیسا کہ انتظام سلطنت ترکوں کے عہد میں قائم رہا۔ تو ہم کہتے ہیں امور دنیا کا انتظام تو اس طرح حاصل ہو جاتا ہے مگر دین میں خلل واقع ہو سکتا ہے۔ وهو الامر المقصود الاهم والعمدة العظمى۔ اور حقیقت میں وہی مقصود اہم و اعظم ہے۔ پھر اگر سوال ہو کہ جیسا مذکور ہوا ہے کہ مدت خلافت کی تیس ۳۰ سال تھی تو خلفاء راشدین اربعہ کے بعد زمانہ امام سے خالی ہو جائیگا اور کل کی کل امت کفر کی موت مرے گی۔ (لفظ امت پر حاشیہ نمبر، اس طرح ہے اس لئے کہ ترک واجب گناہ ہے اور گناہ گمراہی و ضلالت ہے اور امت ضلالت پر مجتمع نہیں ہو سکتی جب کہ اختیار و قدرت سے ہو الخ ۱۲ خیالی) تو ہم کہتے ہیں خلافت سے مراد کاملہ ہے اور مطلق خلافت ہی مراد ہو تو شاید دور خلافت ختم ہو گیا اور دور امامت چل رہا ہو کیونکہ امامت خلافت سے عام ہے لیکن قوم نے کسی سے اس اصطلاح کو ہم نہیں پاتے۔ بلکہ شیعہ سے بعض اس کے قائل ہیں کہ خلیفہ امام سے عام ہے اسی واسطے اصحاب ثلاثہ کی خلافت کے قائل ہیں لیکن ان کو امام نہیں مانتے۔ (خیر یہ مشکلات خلفاء عباسیہ تک کوئی توجیہ رکھتی ہیں) واما بعد الخلفاء العباسیة فالامر مشکل۔ انتہیٰ من شرح العقائد لیکن خلفاء عباسیہ کے بعد بس امر مشکل ہے (یعنے پھر ہمارے زمانہ میں امام حق نہ ہونے کا ہمارے پاس کوئی جواب نہیں اور بغیر امام موت کفر کا خطرہ بدستور باقی ہے) الامر مشکل پر حاشیہ شرح مقاصد سے لکھا ہے۔ اس واسطے مشکل ہے کہ اگر وجوب امام بعد خلفاء عباسیہ کے ہم قائل ہیں تو ایسا امام متصف بہ صفات امامت کوئی نہیں ملتا اور ترک واجب لازم آتا ہے اور ترک واجب گناہ اور ضلالت ہے، اور امت ضلالت پر مجتمع نہیں ہو سکتی۔ البتہ جواب یہ ہے کہ ہم نے اختیار سے امام کو نہیں چھوڑا عجز و اضطراب کے سبب سے متروک ہوا۔ ۱۲ شرح مقاصد۔

(نتیجہ) اس طویل بحث سے اس قدر ضرور ثابت ہو گیا کہ ایک امام ہر زمانہ میں ہونا ضروری ہے ورنہ امت کی موت کفر پر ہے اور فقط انتظام سلطنت سے یہ امامت تمام نہیں ہوتی بلکہ مقصود دین کی امامت ہے کہ اس میں خلل نہ آئے اور یہ بھی ثابت ہوا کہ ائمہ اہل بیت کو تو سُنّی اپنا امام مان نہیں سکتے کہ ان کا شیرازہ اعتقادات خود ساختہ بکھر جاتا ہے اسلئے حیران و سرگردان ہیں کہ کیا جواب دیں کوئی بن نہیں سکتا۔ لہٰذا امر مشکل ہے۔ اور یہ بھی ثابت ہوا کہ جیسے اول امامت کی ضرورت تھی کہ دفن نبی ص سے اس کو مقدم رکھا گیا ہمیشہ قیامت تک ضرورت باقی ہے۔ خلفاء عباسیہ کے بعد نہایت مشکل پیش آئی۔ اس سے خلاصی نظر نہیں آتی مگر ڈوبتے ہوئے تنکے کا سہارا لیا کہ ہم کو امام کوئی ملتا نہیں۔ ورنہ یہ تو مانتے ہیں کہ ایک امام کا ہونا ضروری ہے۔ یہاں ہمارا مدعا فقط یہی ہے کہ سنیوں کو مسلم ہے ہر زمانہ میں ایک امام واجب الاطاعت کا ہونا واجب و لازم ہے۔ مگر شیعہ ہو جانے کے ڈر سے امام غائب کا نام لے نہیں سکتے (ایک سوال کا جواب) بعض کہتے ہیں کہ قرآن کریم کے ہوتے ہوئے کسی امام کی کیا ضرورت ہے۔ ہم کہتے ہیں اگر قرآن ایک ہی

امام کا ہونا اہم واجبات سے ہے

مسئلہ امامت اصول دین سے ہے

ایک امام کا ہونا ہر زمانہ میں لازم ہے

سوال کا جواب کہ قرآن کی موجودگی میں امام کی ضرورت نہیں

لے شاہ ولی اللہ محدث دہلوی ازالۃ الخفاء صفحہ ۵ میں لکھتے ہیں۔ بعلم الیقین دانستہ شد کہ اثبات خلافت ایں بزرگاں اصلی است از اصول دین تا وقتیکہ ایں اصل محکم نہ گیرند ہیچ مسئلہ از مسائل شریعت محکم نشود۔ الخ۔ ۱۲ مترجم

کافی ہوتا تو رسول خدا صلعم تمسک ثقلین کا حکم نہ دیتے اور ہر عربی[۵] دان قرآن کے صحیح معنی اور مراد متکلم کو سمجھ لیتا حالانکہ زمانہ رسول اللہ ص میں صحابہ کے حالات اور زمانہ کے جملہ خواص و عوام کے طرز عمل سے واضح ہے کہ سب ایک مفسر کے محتاج ہوتے آئے ہیں۔ اور اگر بغیر مبیّن قرآن کا صحیح معنے ہر ایک جان لیتا تو ہر ایک اپنے مذہب و خیال کی تائید میں ایک ہی آیت کا نیا معنے نہ تراش لیتا سب ایک ہی معنے و مقصود متکلم کو ایک ہی طرح سمجھتے اور ایسے اختلافات جو قرآن کو کلام خدا ہونے سے نکال دیتے ہیں مسلمانوں میں پیدا نہ ہوتے پڑھئے ولو کان من عند غیر اللہ لوجدوا فیہ اختلافاً کثیراً۔ اور آیات مندرجہ حال شان امام فلک النجاۃ میں ملاحظہ ہوں۔ تو ثابت ہوا کہ قرآن کے ساتھ ایک مبیّن و مفسّر کی ضرورت ہے۔ جو زمانہ رسول ص میں بذات اقدس خود موجود تھے اور بعدہ ہر زمانہ میں آپ کے اہلبیت ع سے ایک نہ ایک فرد اس ضرورت کو پورا فرماتے رہے اور حدیث ثقلین کے لفظ لن یتفرقا قرآن اور اہلبیت قیامت تک جدا نہ ہوں گے اور علی مع القرآن والقرآن مع علی اور حدیث فی کل خلف من امتی عدول من اھلبیتی ینفون عن ھذا الدین تحریف الضالین مندرجہ بیان ائمہ دوازدہ حاشیہ ہر زمانہ میں امام کی ضرورت فلک النجاۃ سے اس کی تائید ہوتی ہے۔ اور آیت لو ردوہ الی الرسول و اولی الامر منھم سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ اعلم کی طرف رجوع کرنا چاہئے۔ اور بلا شبہ نائب رسول وہی ہوگا جو کل افراد زمانہ خود سے اعلم ہوگا اور معصوم ہوگا۔ ورنہ بحکم ان جاءکم فاسق بنباء فتبینوا کے غیر معصوم سے دریافت کرکے اس کی رائے لے کر بدستور احتیاج تفتیش باقی رہتی ہے اور یہ سلسلہ جاری ہو کر آخر معصوم کی حاجت پڑتی ہے۔ کیونکہ غیر معصوم سے پوچھ کر ہر ایک کے بعد دوسرے سے پوچھنا پڑتا ہے۔ جب معمولی خبر کی تصدیق کر لینے کا حکم ہے تو جملہ امور شرعیہ کا کسی کو جس سے فسق اور کذب کا احتمال ہو کس طرح متکفل قرار دیا جا سکتا ہے۔ ہاں غیر معصوم عادل روایت کر سکتا ہے جس کی بھی تصدیق اوروں سے احتیاطاً کر لی جاتی ہے مگر مستقل مفسر قرآن ہونا اور امت کا پیشوا مطلق ہونا ہر راوی کا کام نہیں۔ اہلبیت کی احادیث اس پر شاہد عدل ہیں۔ دیکھو کتب امامیہ نہج البلاغہ صفحہ ۳۹ و احتجاج طبرسی صفحہ ۱۳۵ اور سنیوں کی کتب تاریخ کامل جلد ۳ صفحہ ۱۳۱ و ازالۃ الخفا جلد ۱ صفحہ ۱۵۲ و تاریخ طبری جلد ۶ صفحہ ۳۸ طبع مصر و تذکرہ خواص الامۃ سبط ابن جوزی و نورالابصار صفحہ ۸۸ طبع مصر میں ہے۔ جناب امیرالمؤمنین علی ع فرماتے ہیں ھذا القرآن انما ھو مسطور بین الدفتین لا ینطق بلسان ولا بد لہ من ترجمان وانما ینطق عنہ الرجال[۵۲]۔ یعنی فرمایا یہ قرآن دو دفتیوں میں لکھا ہوا ہے بولنے والی زبان نہیں رکھتا اور نہیں بولتا اس کے واسطے ایک ترجمان کی ضرورت ہے اور اس میں سے آدمی اس کو سمجھنے والے بولتے اور سمجھاتے ہیں۔ انتہی

---

۵۱ قرآن کریم نور ہے مگر دوسرے نور کا محتاج ہے جیسے چشم بینا میں نور ہے مگر اندھیرے میں کچھ نظر نہیں آتا چراغ یا ستاروں یا سورج یا چاند کی روشنی میں آنکھ کا نور کام دیتا ہے۔ اور قرآن میں ہر شے کی تفصیل ہے مگر ہر خواندہ و ناخواندہ یا ہر عربی دان اس کی تفصیل کو نہیں سمجھ سکتا ورنہ تفسیر دیکھنے کی کبھی ضرورت نہ ہوتی یا سب ایک ہی طرح کی تفسیر کرتے لیکن اس کا عکس ظاہر ہے۔ کلام الملک الملوک الکلام تو کہیں بہت ارفع و اعلیٰ ہے باقی فنون مثلاً سائنس یا علم ہندسہ یا طب یا نجوم و رمل و جفر و فقہ وغیرہ فارسی و اردو میں اگرچہ بہ تفصیل تحریر شدہ موجود ہیں مگر بغیر اس کے جو اس علم کی اصطلاحات خاصہ کا کامل ماہر ہو دوسرا زبان دان اس تحریر سے غالباً ایک مسئلہ بھی حل نہ کر سکیگا حالانکہ ماہر کامل کے لئے وہ معمولی چیز نظر آتی ہے علیٰ ہذا القیاس قرآن کے رموز و نکات و تفصیلات کے واسطے مبیّن و مفسر حقیقی و ماہر معنے جلی و خفی کی ضرورت ہے اور نبی ص نے ایسے مفسر کو تمسک میں قرآن کا لازم و ملزوم قرار دیا ہے ۱۲ مترجم

۵۲ تفسیر اتقان سیوطی جلد ۲ صفحہ ۱۸۴ میں باسناد فریابی مرفوعاً نبی ص سے مروی ہے لکل آیۃ ظھر و بطن ولکل حرف حد مطلع و باسناد دیلمی مرفوعاً لہ ظھر و بطن و باسناد طبرانی و ابویعلیٰ و بزار ابن مسعود سے موقوفاً لیس منہ حرف الا لہ حد ولکل حد مطلع یعنے ہر آیت کا ایک ظاہری معنے ہے اور ایک باطنی اور ہر حرف کا ایک انتہائی معنے مراد متکلم ہے اور ہر اس حد کا کوئی سمجھنے والا ہے اور بعدہ علامہ سیوطی کہتا ہے اس کی مؤید وہ روایت ہے جو ابن ابی حاتم نے باسناد خود ابن عباس سے بیان کی ہے۔ وہ فرماتے ہیں تحقیق قرآن کے کئی شعبے ہیں اور اس میں کتنے فنون ہیں اور اس کے ظاہری معانی اور باطنی معانی ہیں لا تنقضی عجائبہ ولا تبلغ غایتہ الخ اس کے عجائب مطالب کبھی ختم نہیں ہوتے اور اس کے مقاصد کی کوئی انتہا نہیں۔ انتہی۔ اہل انصاف غور کریں کہ قرآن کے الفاظ پڑھنے اور ترجمہ معمولی دیکھ لینے پر ہر کس قرآن فہمی کا دعویٰ کر سکتا ہے نہیں تو مخصوص افراد کی ضرورت ہے۔ دیکھو اتقان کے صفحہ مذکورہ پر ابن سبع کی کتاب شفاء الصدور سے منقول ہے علما کہتے ہیں ہر آیت کے واسطے ساٹھ ہزار معانی ہیں انتہی۔ اور اتقان جلد ۲ صفحہ ۱۸۴ میں حضرت علی ع سے مروی ہے فرمایا سلونی مجھ سے پوچھو تا تمہیں بتاؤں کتاب اللہ ... خدا کی قسم کوئی آیت ایسی نہیں جس کی تفسیر

اور جناب علی ؑ قرآن ناطق ہیں۔ دیکھو فلک النجاۃ بیان علم علی ؑ۔ اور نہج البلاغۃ صفحہ ۳۰۱ میں ہے حضرت امیر نے فرمایا اس قرآن کو بلاؤ تو یہی نہیں بولے گا اور ہرگز نہیں بولے گا لیکن اس سے میں تم کو خبر دے سکتا ہوں۔ اس میں گذشتہ حالات اور آیندہ کے حالات اور تمہاری امراض کے ادویہ اور تمہارے درمیانی مقدمات کے فیصلے ہیں اسی میں خان تنازعہم کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔ کتاب خدا کے اور سنت رسول کے زیادہ ماہر ہم اہل بیت ہیں جو سچا فیصلہ چاہے وہ کتاب اور سنت سے سنا سکتے ہیں اسلئے تنازع کے وقت ہماری طرف رجوع کرو۔ اصول کافی صفحہ $\frac{97}{111}$ وعلل الشرائع (کتب شیعہ) صفحہ ۷۳ میں ہے منصور بن حازم سے روایت ہے، کہا میں نے جناب صادق آل محمد کی خدمت میں عرض کیا کہ میں نے لوگوں پر اس طرح حجت قائم کی ہے کہ کیا تم نہیں جانتے کہ رسول خدا صلعم اللہ تعالیٰ کی طرف سے مخلوق پر حجت تھے انہوں نے کہا ہاں۔ میں نے کہا جب آپ رحلت فرما گئے پھر خلق پر کون حجت ہے انہوں نے کہا قرآن حجت ہے۔ جب میں نے قرآن میں نظر کی معلوم ہوا کہ اس سے مرجیہ وقدریہ و زندیق جو اس پر ایمان نہیں رکھتے سب اسی کے ساتھ جھگڑا کرتے اور حجت پکڑتے ہیں حتیٰ کہ خاصمین کبھی وہ غالب آجاتے ہیں اس لئے قرآن بغیر مبین مسلم القول واجب القبول کے حجت نہیں ہو سکتا۔ پس میں نے لوگوں سے کہا سمجھانے والا کون ہے انہوں نے کہا ابن مسعود ہے اور حضرت عمر و حذیفہ ہیں میں نے کہا وہ سارا قرآن کو سمجھے ہوئے ہیں کہا نہیں ہیں کوئی ان سے کسی کو بجز حضرت امیر المومنین علی ؑ کے سارے قرآن کا ماہر نہیں کہہ سکا کیونکہ جس کا ذکر چلے کوئی کہتا ہے میں فلاں آیت نہیں جانتا دوسرا کوئی اور نہیں سمجھا تیسرا کسی اور سے ناواقف ہے اسلئے میں شہادت دیتا ہوں کہ قیّم و متکفل تعلیم قرآن کے جناب امیر ؑ ہیں وہی حجت خدا اور واجب الاطاعۃ ہیں جن کا قول تفسیر وغیرہ احکام شرعیہ میں حجت ہے۔ یہ سن کر امام صادق ؑ نے فرمایا خدا تجھے رحمت فرمائے (خوب کہا) (نیز دیکھو حاشیہ بحث قرطاس میں علامہ سندی کی تقریر بر حاشیہ بخاری مع حاشیہ مترجم)

اور نہج البلاغہ صفحہ ۲۴۴ میں حضرت علی ؑ نے ابن عباس کو یہ نصیحت فرمائی ہے لا تخاصمہم بالقرآن فان القرآن حمّال ذو وجوہ تقول ویقولون ولکن حاججہم (خاصمہم) بالسنۃ فانہم لن یجدوا عنہا محیصا۔ یعنی لوگوں سے تم فقط قرآن کے ساتھ مباحثہ مت کرو کیونکہ قرآن چند وجوہ ومعانی کے احتمالات رکھتا ہے تم ایک معنی بیان کرو گے اور وہ بھی کچھ بیان کریں گے لیکن تم ان سے سنت کے ساتھ مباحثہ کرو تو ان کو خلاصی کی جگہ نہ ملے گی۔ انتہیٰ بعینہٖ اسی طرح تفسیر کبیر جلد ۱ صفحہ ۲۲۱ میں عن علی ؑ و نسیم الریاض شرح شفا طبع مصر جلد ۳ صفحہ ۲۶۷ میں عن ابن عمر و نہایہ ابن اثیر جلد ۴ صفحہ ۹۳ میں ہے عن ابن الزبیر قال لہ الزبیر اور تفسیر اتقان للسیوطی طبع مصر جلد ۱ صفحہ ۱۴۲ میں باسناد ابن سعد عن ابن عباس عن علی ؑ لا تحاجہم بالقرآن فانہ ذو وجوہ الخ و بروایت دیگر بعینہ بالفاظ نہج البلاغۃ مروی ہے اور اتقان جلد ۲ صفحہ ۱۷۹ میں ہے وفی الحدیث القرآن ذلول ذو وجوہ ای مطیع لحاملیہ تنطق بہ السنتہم۔ انتہیٰ۔ اور انوار اللغۃ پ ۲۴ صفحہ ۳۳ میں مولوی وحید الزمان عبد اللہ ابن زبیر اور حضرت عمر سے اسی طرح روایت کرتے ہیں کہ جب تم خارجیوں سے بحث کرو تو قرآن سے مباحثہ مت کرو (قرآن کی آیتیں مجمل اور ذو معنیین ہیں) بلکہ حدیث شریف سے دلیل لاؤ۔ الخ۔ انتہیٰ۔ (نوٹ) حسبنا کتاب اللہ کہنے والے حکم رسول کے نافرمان ہیں رسول ؐ فرماتے ہیں میں ایسے آدمی کو دیکھنا نہیں چاہتا جس کو میرا حکم پہنچے اور وہ کہے میں اس کا واقف نہیں ہم کو جو کچھ کتاب خدا میں ملے گا بس اسی کی پیروی کریں گے اس کو ابو داؤد و ترمذی و ابن ماجہ و بیہقی نے روایت کیا۔ دلائل النبوۃ میں۔ دوسری روایت میں فرمایا خبردار رہو مجھے قرآن کے ساتھ اس کے برابر اور بھی بہت کچھ دیا گیا ہے (یعنی حدیث) اس کو ابو داؤد نے روایت کیا۔ تیسری روایت میں فرمایا مجھے قرآن دیا گیا ہے اور اس کی مثل یا اس سے بھی زیادہ اور مجھے دیا گیا ہے۔ آخر حدیث تک اس کو ابن ماجہ اور دارمی نے روایت کیا ہے دیکھو مشکوٰۃ باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ صفحہ ۲۱ مطبوعہ بمبئی۔

نیز ضرورت امام فلک النجاۃ مع حاشیہ تعلیق میں ملاحظہ ہو اور تفسیر کبیر جلد ۳ صفحہ ۱۵۵ میں بذیل آیت ما کان اللہ لیطلعکم علی الغیب لکھا ہے ویحتمل ایضا ان یکون المعنی وما کان اللہ لیجعلکم کلکم عالمین من حیث یعلم الرسول حتی تصیروا مستغنین عن الرسول بل اللہ یخص من یشاء من عبادہ بالرسالۃ ثم یکلف الباقین طاعۃ ہؤلاء الرسل ماالتلخیص۔ یعنی خدا تعالیٰ نے تم سب کو ایسا عالم نہیں بنایا کہ تم رسول سے بے پرواہ ہو جاؤ مگر اپنے بندوں میں بعض کو رسالت سے مخصوص کرتا ہے۔ پھر دوسروں کو تکلیف دیتا ہے کہ سب ان کی اطاعت کرو۔ یعنی اپنے محبوب بندوں کے لئے دوسروں کو محتاج کرکے اپنے محبوبوں کی قدر بڑھاتا ہے۔ اسی طرح قرآن فہمی میں مخصوص افراد و برگزیدگان خود کا دوسروں کو محتاج کیا اور عام فہم نہ ہونے میں غالباً یہی راز مضمر رکھا ہے۔ چونکہ تفاسیر اہل اسلام کی بے شمار اور متضاد ہیں اسلئے کسی تفسیر کا دیکھ لینا بھی قرآن فہمی کے لئے

کافی نہیں جب تک صداقت کا کوئی معیار نہ ہوا ور معیار بہ فرمان سید الابرار حدیث ثقلین قرار دیگئی ہے اور کلمہ لن یتفرقا حتیٰ علی الحوض شاہد صدق ہے۔ **(ایک اور شبہ کا جواب)** تفسیر آیت و اطیعوا الرسول واولی الامر منکم میں شیعہ صاحب تفسیر صافی صفحہ ۱۰۸ میں باسناد عیاشی جناب امام محمد باقرؑ سے روایت کرتے ہیں کہ فرمایا یہ آیت حضرت علیؑ ابن ابیطالب وحضرت حسنینؑ کے بارہ میں اتری ہے عرض کیا گیا لوگ کہتے ہیں کیا وجہ ہے کہ اللہ تعالےٰ نے حضرت علیؑ اور ائمہ اہل بیتؑ کے اسماء بالتعیین اپنی کتاب میں ذکر نہیں کئے۔ جناب امامؑ نے فرمایا تم ان لوگوں کو یہ جواب دو کہ اللہ تعالیٰ نے نماز کو قرآن میں اُتارا ہے اور لوگوں کو تین رکعت یا چار رکعت کی تفصیل وتعیین ذکر نہیں فرمائی حتیٰ کہ رسول اللہؐ نے ان کے لئے اس کی تفسیر فرمائی اور حکم زکوٰۃ کو نازل فرمایا مگر ہر چالیس درہم سے ایک درہم دینا قرآن میں ذکر نہ فرمایا حتیٰ کہ رسولؐ نے ان کے لئے تفسیر فرمائی۔ اور حکم حج کو قرآن میں نازل فرمایا لیکن یہ نہ فرمایا کہ سات مرتبہ خانہ کعبہ کے گرد اگرد طواف کرو حتیٰ کہ رسولؐ نے ان کے لئے تفسیر فرمائی اور آیت اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول واولی الامر منکم حضرات علیؑ وحسنینؑ کے بارہ میں اُتری تو رسول اللہؐ نے حضرت علیؑ کے حق میں فرمایا من کنت مولاہ فعلی مولاہ اور فرمایا اوصیکم بکتاب اللہ واھل بیتی۔ کتاب اللہ اور اہل بیت کی نسبت میں تم کو وصیت کرتا ہوں اور میں نے خدا تعالیٰ سے سوال کیا ہے کہ حوض کوثر تک ان دونوں کو جدا نہ کرے خدا تعالیٰ نے یہ منظور ومقبول فرمالیا ہے تم ان کو تعلیم نہ دینی یہ اہل بیت تم لوگوں سے زیادہ جاننے والے ہیں۔ یہ تم لوگوں کو گمراہی میں ہرگز نہیں جانے دیں گے۔ پس اگر رسولؐ اپنے اہل بیت کی تشریح نہ فرماتے تو آل فلاں وفلاں اہل بیت ہونے کا دعوےٰ کرتے لیکن خدا تعالیٰ نے اپنے نبیؐ کی تصدیق کے لئے آیت تطہیر نازل فرمائی اور حضرت علیؑ وحسنین وفاطمہ علیہم السلام مراد تھے کہ رسول خداؐ نے ان کو خانہ حضرت ام سلمہؓ میں ایک چادر کے اندر داخل فرمایا اور فرمایا خدایا ہر نبی کے اہل ہوتے ہیں میرے اہل بیت یہ ہیں۔ حضرت ام سلمہ نے عرض کی میں آپ کے اہل سے نہیں؟ تو فرمایا تو اچھی ہے۔ لیکن یہ میرے اہل بیت اور ثقل ہیں۔ آخر حدیث تک انتہیٰ۔ مثل نماز وزکوٰۃ وحج وغیرہ کے اصل حکم اطاعت ائمہ اہل بیت کا قرآن میں مذکور ہے اور تفصیل مبیّن قرآن کے بیان سے واضح ہے۔ یہ تین نام اولی الامر کے اولاً رسولؐ نے بیان فرمائے اور ہر ایک اپنے عہد میں واجب الاطاعت تھے۔ پھر ہر ایک نے ان میں سے اپنے بعد آنے والے اولی الامر کی خبر دی اور تشریح وتعیین فرمائی جس کی اطاعت اسی آیت کے حکم سے فرض ہے اسی طرح جملہ ائمہ اہل بیتؑ کی اطاعت کا اجمالاً حکم اسی آیت میں مذکور ہے اور مبیّن قرآن کے بیان سے تفصیل مذکور ہے۔ چنانچہ امامیہ کی احادیث میں تو نبیؐ سے جملہ ائمہؑ کی تفصیل مروی ہے۔

وفی السیرۃ الحلبیۃ ص۳۹۵ والصحیح انہ مکث بقیۃ یوم الاثنین ولیلۃ الثلاثاء وبعض لیلۃ الاربعاء وکان السبب فی تاخرہ ما علمت من اشتغالہم ببیعۃ ابی بکر حتی تمت۔ وفی الصافی فی المجمع والقمی عن الصادق لکل زمان وامۃ امام یبعث کل امۃ مع امامہا والقول بنفی ضرورۃ الخلیفۃ او تقیید کون الخلیفۃ بزمان خاص ادعاء بلا دلیل قال اللہ تعالیٰ وما کنا معذبین حتی نبعث رسولا

اور سیرۃ حلبیہ ص۳۹۵ میں ہے صحیح یہ ہے کہ تحقیق نبیؐ کی نعش پاک کچھ حصہ سوموار کا اور رات منگل کی اور بعض حصہ رات بدھ کا دفن ہونے سے رُک رکھی گئی اور سبب اس کا وہی ہے جو تم نے سمجھا ہے یعنی صحابہ کا بیعت ابی بکر میں مشغول ہوجانا اس حد تک کہ وہ تمام ہوگئی۔ اور شیعہ کی تفسیر صافی صفحہ ۱۸۲ میں ہے مجمع اور تفسیر قمی میں امام صادقؑ سے روایت ہے کہ ہر زمان اور ہر جماعت کے لئے ایک امام ہوتا ہے اور ہر گروہ اپنے امام کے ساتھ اٹھایا جائیگا۔ اور قول نفی ضرورت خلیفہ کا یا تقیید خلیفہ کا زمانہ خاص سے دعویٰ بلا دلیل ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ہم کسی قوم کو عذاب نہیں دیتے جب تک ان میں رسول نہ بھیجیں۔

۱؎ میزان شعرانی مطبوعہ مصر جلد ۱ ص۲۹ میں علی الخواص سے مروی ہے کہ ایک شخص نے عمران بن حصین صحابی کو کہا میرے ساتھ قرآن کے بغیر کوئی بات نہ کر عمران نے کہا تم تو احمق ہو کیا قرآن میں فرائض نماز کی رکعات یا جہر فلاں نماز اور آہستہ پڑھنے فلاں نماز کا بیان ہے اس نے کہا نہیں۔ اس طرح عمران نے اُس کو شرمندہ کیا ۱۲ مترجم ۲؎ مواہب لدنیہ علامہ قسطلانی کی شرح زرقانی جلد ۷ ص۸ مطبوعہ مصر میں بعد ذکر حدیث ثقلین کے لکھا ہے۔ قال الشریف السمہودی ھذا الخبر یفھم وجود من یکون اھلا للتمسک بہ من عترتہ فی کل زمن الی قیام الساعۃ حتیٰ یتوجہ الحث المذکور علی التمسک بہ کما ان الکتاب کذلک فلذلک کانوا امانا لاھل الارض

(بقیہ حاشیہ ص۱۹۷) فاذا ذهبوا ذهب الارض. یعنی حدیث ثقلین میں تمسک ثقلین کے حکم سے ثابت ہوتا ہے کہ ایک ہستی عترت پاک سے ہر زمانہ میں ایسی ضرور موجود ہوگی جو بہمہ وجوہ واجب الاتباع احکام شرعیہ میں اور قابل تمسک کے ہو۔ چنانچہ کتاب ہر زمانہ میں قابل تمسک موجود ہے اور اسی واسطے نبی صلعم نے فرمایا ہے کہ میرے اہل بیت باشندگان زمین کے لئے امان ہیں جب یہ باعث امان موجود نہ ہوں گے تو زمین اور زمین والے نہ رہیں گے۔ انتہیٰ۔ تو اہل بیت امان اسی طرح ہیں کہ ایک نہ ایک وجود ان سے ایسا ہر زمانہ میں موجود ہو جو طاہر اور معصوم اور واجب الاتباع ہو اور اسکے جملہ اقوال و افعال قابل تمسک ہوں اور اس کی برکت سے امان ہو نیز اس کی وجہ سے ہدایت ہو اور محض گمراہی نہ رہے اس وجہ سے بھی باعث امان ہو کیونکہ جب گمراہی محض ہوگی تو زمین اور اہل زمین ہلاک ہو جائیں گے پس اس سے امام زمان کا موجود ہونا اظہر من الشمس ثابت ہو گیا صرف انصاف کی ضرورت ہے۔ نیز دیکھو بعینہٖ اسی طرح دربیان آیت تطہیر عبارت صواعق اور دربیان تشریح اہل البیت احادیث از صواعق وغیرہ و قول ابن حجر اور قول ابن حجر تفسیر آیت ما کان اللہ لیعذبہم و انت فیہم طبع مصر ص۹۱ میں دیکھو جو حاشیہ بارہ خلفاء کے بیان میں آئیگا ۱۲ مترجم

ولئلا یکون للناس علی اللہ حجة بعد الرسل والقرآن کلام مالك الملوك وکلام الملوك ملك الکلام قال فی شانه تفصیلا لکل شیئ وتبیانا لکل شیئ لکن هو کتاب صامت ولیس بناقص لکن عقول کل الناس لا یدرك حق ادراکه بمجرد السماع عنه علیه السلام او ممن بعده کما یشهد علیه حال کبراء الصحابة فضلا عمن بعدهم من الصحابة والتابعین وغیرهم بل الذین قال عز وجل فی شانهم هو آیات بینات فی صدور الذین اوتوا العلم وان الذین اوتوا العلم من قبل اذا یتلی علیهم یخرون للاذقان سجدا - الآیه احق بادراکه ومنهم من یستمع الیك حتی اذا خرجوا من عندك قالوا للذین اوتوا العلم ماذا قال انفا - شاهد صدق علی ما قلنا والتفصیل سیاتی انشاء اللہ تع فی علم الشیخین فالذین اوتوا العلم من قبل و من قیل فی حقه و علمك ما لم تکن تعلم وعلمناه من لدنا علما هم واقفو الرموز القرآنیة وعالموا اسراره لکون علومهم وهبیًا کما قال سید الاوصیاء امام الائمة ابو الائمة علی علیه السلام وهب لی عقلا لو وضعت لی وسادة وجلست علیها لاخبرت - الخ

اور تاکہ اللہ تعالیٰ پر رسول بھیجنے کے بعد حجت باقی نہ رہجائے۔ اور قرآن کلام بادشاہ بادشاہان کا ہے اور کلام بادشاہان کا بادشاہ کلام کا ہوتا ہے اس کی شان میں فرمایا ہے کہ قرآن میں ہر شئے کی تفصیل ہے اور ہر شئے کا بیان ہے۔ لیکن وہ کتاب خاموش ہے اگرچہ کامل ہے اور ناقص نہیں لیکن عقول جملہ لوگوں کے اس کا ادراک جیساکہ چاہیئے نہیں کر سکتے۔ اس طرح کہ محض سننے سے کما حقہ سمجھ جائیں خواہ وہ نبی ؐ کی زبان پاک سے سنیں یا کسی دوسرے سے جیساکہ اسپر حال اکابر صحابہ کا گواہ ہے۔ چہ جائیکہ ان کے بعد کے صحابہ یا تابعین وغیرہ کا ذکر کیا جائے۔ بلکہ وہ لوگ جن کے حق میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یہ ظاہر آیات ہیں ان لوگوں کے سینوں میں جنکو علم منجانب اللہ عطا کیا گیا ہے۔ اور جن کو پہلے سے ہی علم عطا کیا گیا ہوتا ہے وہ جس وقت قرآن کو سُن لیتے ہیں اپنی ٹھوڑیوں کے بل سجدہ میں گر پڑتے ہیں۔ الخ زیادہ مستحق ادراک قرآن کے ہیں اور فرمایا بعض ان حاضرین خدمت نبی ؐ سے ایسے ہیں اے نبی ؐ کہ تیری طرف متوجہ ہو کر سنتے ہیں اور جب تیری مجلس سے باہر جاتے ہیں تو ان لوگوں کو کہتے ہیں جن کو منجانب اللہ علم عطا کیا گیا ہے کہ اب نبی ؐ نے کیا فرمایا ہے اور اس کا کیا مطلب تھا۔ یہ آیت ہمارے مدعا پر سچا گواہ ہے جس کی تفصیل قریبًا انشاء اللہ تعالیٰ بیان علم شیخین میں آئیگی۔ پس وہ لوگ جنکو ابتداء سے علم عطا کیا گیا ہے اور جس کے حق میں فرمایا ہے کہ اللہ نے تم کو وہ کل علم دے دیا ہے جو تو نہیں جانتا تھا اور ہم نے اپنی طرف سے اُس کو علم عطا کیا ہے وہ واقفین رموز قرآنیہ کے اور عالمین ماہرین معانی قرآن اور اسرار کے ہیں۔ کیونکہ اُن کا علم بہ القاء الٰہی ہوتا ہے جیساکہ سید الوصیین امام امت اور والد ائمہ علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے ایسی عقل بخشی ہے کہ اگر میرے لئے فرش تکیہ رکھا جائے اور میں اس پر بیٹھ کر بیان کرنا چاہوں تو سب اشیاء کی خبر دیدوں

وسیاتی فی علمہ مستوفیً وقد الف الامام الغزالی رسالۃ فی العلم الوھبی واما الذین علمہم کسبی فبعد جھدھم البلیغ وتحصیلہم القواعد العربیۃ من النحو واللغۃ وغیرھما قل مایطلعون علی بعض من درکاتہ الظاھریۃ ویعبرون منہ علی قدر عقولہم وفہومہم واختلاف تفاسیرھم شاھد صدق علی عدم علمہم بالیقین کما ان الامام الرازی والزمخشری والسیوطی مع جلالۃ قدرھم فی العلوم لم یفتوا بقول واحد بل قد جاوزوا الاربعین او الخمسین قولاً بل قالوا یحتمل ویمکن و اعترض علیہ۔ وھٰہنا بحث وفیہ شیٔ وماشابہ ذالک ویرد بعضہم قول بعض وھذا ابعد من شان القرآن الحکیم وحاشاہ ثم حاشاہ لانہ لو کان من عند غیر اللّٰہ لوجدوا فیہ اختلافاً کثیراً۔ ولتبین لہم الذی اختلفوا فیہ۔ والغرض من نزول القرآن رفع الاختلاف ومن البین ان التفسیر بالرای (مع انہ مذموم) دال علی عدم اخذہم علم القرآن من الذین اوتوہ۔ وقول النبیؐ (غیر مرۃ) انی تارک فیکم الثقلین ولن یتفرقا حتی یردا علی الحوض فلا تسبقوھما ولا تعلموھما وھو خبر متواتر (کما ذکر) دال علی ان عالم القرآن عترتہ علیہم السلام علی مع القرآن والقرآن مع علیؑ لن یتفرقا حتی یردا علی الحوض۔ انا مدینۃ العلم وعلی بابہا۔ وقال علیؑ لو وقرت سبعین بعیرا من تفسیر ام القرآن۔ وقال سلونی قبل ان تفقدونی ان تجدوہ ھادیاً مھدیاً یاخذ بکم الطریق المستقیم فمن استمسک بہ فقد استمسک بالعروۃ الوثقیٰ لا انفصام لہا۔ واعتصموا بحبل اللّٰہ جمیعا ولا تفرقوا ومن شذ شذ فی النار لاحول ولا قوۃ

اور اس کا بیان مفصل علم علیؑ میں آئیگا۔ اور تحقیق امام غزالی نے ایک مستقل رسالہ علم وہبی کے بیان میں تالیف کیا ہے اور جن اشخاص کا علم کسبی ہو وہ بعد کوشش بلیغ اور تحصیل قواعد عربیہ نحو اور لغت وغیرہ کے پھر بھی بہت کم بعض معلومات ظاہریہ پر اطلاع پاتے ہیں چہ جائیکہ دقائق ولطائف اصلیہ پر واقف ہوں اور اس سے اپنے عقل وفہم کے مطابق سب معانی مختلفہ اخذ کرتے ہیں اور ان کا اختلاف تفاسیر میں ان کے قرآن کے عدم علم یقینی پر گواہ صادق ہے جیسا کہ امام رازی اور زمخشری وسیوطی نے باوجود ان کے علوم میں جلیل القدر ہونے کے ایک قول پر فتویٰ نہیں دیا بلکہ چالیس یا پچاس اقوال تک ایک آیت کے معانی کو پہنچا دیتے ہیں جو ایکدوسرے کے مخالف ہیں بلکہ پھر کہتے ہیں احتمال ہے یا ممکن ہے کہ یہ معنے اور بھی ہو یا اس معنے پر اعتراض کیا گیا ہے یا اس میں بحث ہے یا اس میں کچھ خدشہ ہے یا مشابہ اسکے کہتے ہیں اور بعض دوسرے بعض کے قول کو رد کرتے رہتے ہیں اور یہ امور شان قرآن کریم سے بمراحل بعید ہیں کیونکہ اگر وہ غیر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتا تو اس میں بڑے اختلاف ہوتے جب کلام الٰہی ہے تو اتنے اقوال قرآن کے خلاف ہیں۔ اور فرمایا کہ اے نبی تجھے اسلئے بھیجا کہ تو اس امر کا جس میں انہوں نے اختلاف کیا ہو فیصلہ کرے۔ اور غرض نزول قرآن کی رفع اختلاف ہے۔ اور ظاہر ہے کہ تفسیر اپنے رائے سے کرنی باوجود مذموم ہونے کے اس پر دلالت کرتی ہے کہ ان مفسرین نے علم قرآن کو ان سے نہیں لیا جن کو منجانب اللہ علم عطا کیا گیا ہے ورنہ اس قدر اختلاف نہ کرتے اور نبیؐ نے بہت دفعہ فرمایا کہ میں تمہارے اندر ثقلین چھوڑے جاتا ہوں جو ہرگز آپس میں جدا نہ ہوں گے حتیٰ کہ حوض کوثر پر میرے پاس آئینگے (قرآن وعترت) پس ان ہر دو پر سبقت نہ کرو اور نہ ان ہر دو کو سکھلاؤ یہ تم سے زیادہ جاننے والے ہیں اور یہ حدیث متواتر ہے۔ جیسا کہ مذکور ہو چکا ہے تو یہ قول نبیؐ کا اس پر دلالت رکھتا ہے کہ عالم قرآن کے اہل بیت نبیؐ ہیں جیسا کہ فرمایا نبیؐ نے علیؑ قرآن کے ساتھ ہے ہر دو حوض کوثر تک جدا نہ ہونگے۔ اور فرمایا میں شہر علم کا ہوں اور حضرت علیؑ اس کا دروازہ ہے۔ اور فرمایا علیؑ نے میں ستر اونٹ کا بار تفسیر سورہ فاتحہ سے سنا سکتا ہوں اور فرمایا مجھ سے جو چاہو پوچھو اس سے پہلے کہ تم مجھے نہ پاؤ گے۔ نیز رسول اللہؐ نے بحق علیؑ جامع الفاظ سے فرمایا کہ اگر حضرت علیؑ کو خلیفہ بناؤ تو اس کو راہ حق دکھانے والا اور ہدایت یافتہ پاؤ گے تم کو صراط مستقیم پر چلائیگا پس تحقیق جس نے حضرت علیؑ سے تمسک کیا اس نے دستاویز محکم سے تمسک کیا جو ٹوٹنے والی نہیں اور حق تعالیٰ فرماتا ہے رسی اللہ تعالیٰ کی متفق ہو کر مضبوط پکڑو اور فرقہ فرقہ نہ ہو جاؤ اور حضرتؐ نے فرمایا جو جماعت حق سے جدا ہوا وہ دوزخ میں جائیگا گناہ سے

الا باللہ ۔ ولا یرد ان الاحادیث مفسرۃ للقرآن الکریم لانہا محتاجۃ الی الروات وہم ثقات او ضعفاء او کذابون او وضاعون او سیئ الحفظ او لین او لیس بقوی او لیس بجید او لیس بذالک وغیرہا فالان کما کان فر من المطر ووقف تحت المیزاب ۔ فتفسیر الائمۃ والاحادیث الصحیحۃ المرویۃ منہم مقبولۃ ولجبۃ العمل بمعیار لن یفترقا فاحتیج فی کل زمان بعد النبی؎ الی خلیفتہ توجب معرفتہ ولمعرفتہ علامات قد ذکرناہا من قبل مجملاً ولنفصلہا ثانیاً ۔ اعلم انہ لابد من ذکر علامات معرفۃ الخلیفۃ لتمیز الصادق من الکاذب فمنہا انہ یستجمع صفات مستخلفہ من العصمۃ والعلم والشجاعۃ وغیرہا لتکمیلہ کمالاتہ ولا تمامہ اغراضہ الا النبوۃ لقولہ لا نبی بعدی وھو فی قولہ وفعلہ واجب الاتباع ولازم الاقتداء للاھتداء والاستخلاف لا یکون الا بانتخاب من اللہ تعالیٰ کما قال عز من قائلہ وربك یخلق ما یشاء ویختار وما کان لہم الخیرۃ واللہ یجتبی الیہ من یشاء وانی جاعل فی الارض خلیفۃ وانا جعلناك

بجز امداد الٰہی کے ممکن نہیں اور یہ اعتراض وارد نہیں ہو سکتا کہ قرآن کو سب لوگ سمجھ سکتے ہیں کیونکہ احادیث قرآن کریم کی مفسر ہیں ۔ اس واسطے کہ احادیث خود رواۃ کی جرح و توثیق کی طرف محتاج ہیں اور رواۃ یا ثقات ہیں یا ضعفاء یا جھوٹے یا احادیث وضع کرنے والے یا حافظے کے قصور والے یا نرم یا غیر قوی یا غیر جید یا کچھ غیر معتبر وغیرہ ہیں تو قرآن فہمی میں پھر بھی اُسی طرح عاجز رہنا پڑتا ہے بلکہ بارش سے بھاگ کر پرنالے کے نیچے ٹھیرنے کا مصداق ہونا پڑتا ہے ۔ پس تفسیر ائمہ معصومین؊ کی بہ نسبت غیر معصومین کے اور ان سے احادیث مرویہ بمعیار لن یتفرقا یعنے قرآن اور اہل بیت ہرگز جدا نہ ہوں گے مقبول و واجب العمل ہوں گی ۔ تو ہر زمانہ میں بعد نبی؎ کے خلیفہ نبی؎ کی احتیاج ثابت ہوئی اور یہ بھی ضروری ہوا کہ اس کی معرفت ہو اور اس کی معرفت کے لئے علامات ہیں جو مجملاً مذکور ہو چکی ہیں اور تفصیلاً اب ہم ذکر کرتے ہیں ۔ جاننا چاہیئے کہ ذکر علامات معرفت خلیفہ کا ضروری ہے تاکہ سچا جھوٹے سے جدا ہو جائے پس بعض ان علامات سے یہ ہے کہ وہ جامع صفات مستخلف اپنے کا ہو جیسے عصمت اور علم و شجاعت وغیرہ ہے تاکہ کمالات اس میں بھی بجز نبوت کے مکمل ہوں اور وہی اغراض جو نبی؎ پوری کرتے تھے اس خلیفہ سے بھی پوری ہوں کیونکہ حضرت؎ نے فرمایا میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا اور وہ خلیفہ اپنے قول و فعل میں واجب الاتباع ہے اور اس کی پیروی واسطے ہدایت کے ہر حال میں لازم ہے اور خلیفہ اور امام بنانا محض اللہ تعالےٰ کے انتخاب سے ہو سکتا ہے جیسے فرمایا رب تمہارا پیدا کرتا ہے اور جسے چاہے منتخب کر لیتا ہے ۔ نیز فرمایا لوگوں کا اختیار اس بارہ میں کچھ نہیں ۔ نیز فرمایا اللہ تعالیٰ اپنی طرف جسے چاہے چن لیتا ہے ۔ اور فرمایا میں زمین میں خلیفہ بنانے والا ہوں ۔ نیز فرمایا تحقیق ہم نے تجھے

۴ اور امام کی جو اہل بیت نبی؎ سے ہو حاجت نہیں ۔

خلفاء وہی ائمہ ہیں جو واجب الاتباع ہیں

سلہ (امام حق) تفسیر کبیر جلد ا صفحہ ۷۰۹ میں بذیل آیت انی جاعلك للناس اماماً لکھا ہے والخلفاء ایضاً ائمۃ لانہم رتبوا فی المحل الذی یجب علی الناس اتباعہم وقبول قولہم واحکامہم (ثم قال) فثبت بہذا ان اسم الامام لمن استحق الاقتداء بہ فی الدین وقد یسمی بذلك ایضاً من یؤتم بہ فی الباطل قال اللہ تعالیٰ وجعلناہم ائمۃ یدعون الی النار الا ان اسم الامام لا یتناولہ علی الاطلاق بل لا یستعمل فیہ الا مقیداً ۔ الخ یعنی خلفاء بھی امام ہیں کیونکہ وہ اسی مقام پر ہیں کہ ان کی متابعت واجب ہے اور ان کے قول و حکم کو ماننا بھی واجب ہے (پھر کہا) دین میں جو مستحق اقتدا کے ہو وہ امام ہوتا ہے ۔ کبھی یہ نام امام اس پر بھی اطلاق ہوتا ہے جو جھوٹ میں مقتدا ہوا جیسے آیت ائمہ یدعون الی النار میں ہے مگر یہاں مطلق نہیں بلکہ مقید ہوتا ہے جس سے اس کا جھوٹا اور ناری ہونا ظاہر ہوتا ہے ۔ اس عبارت سے ثابت ہوا کہ حدیث بارہ خلفاء سے بارہ امام مراد ہیں ۔ ۱۲ مترجم

سلہ یہ آیت پارہ ۲۰ سورہ قصص رکوع ۷ میں ہے ترجمہ اس کا مولوی نذیر احمد صاحب نے یوں لکھا ہے " اے پیغمبر تمہارا پروردگار جیسے لوگ چاہتا ہے پیدا کرتا ہے اور ان میں سے جس کو چاہتا ہے منتخب کر لیتا ہے " انتخاب لوگوں کے اختیار میں نہیں ۱۲ مترجم ۔

سلہ ان آیات سے ثابت ہوتا ہے کہ خلیفہ یا امام کا جعل یعنے بنانا اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب ہے اور اسی کے اختیار میں ثابت ہے جیسا کہ علاوہ ازیں آیت پ رکوع ۱۵ میں ہے انی جاعلك للناس اماماً ۔ اور جس جگہ قرآن میں اللہ تعالیٰ نے کسی کام کے جعل کو اپنی طرف نسبت فرمایا ہے وہ اسی سے مخصوص ہے پس امامت بھی انہی امور سے ہے مثلاً دیکھو جعلنا البیت مثابۃً للناس ۔ پ ۔

باقی حاشیہ بر صد ۲۰۱

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۰۰) لکل جعلنا منکم شرعۃ ومنھاجا ولو شاء اللہ لجعلکم امۃ واحدۃ پ۶ وجعلنا لہ نورا یمشی بہ پ۸ وجعلنا لھم معایش پ۸ ثم جعلناکم خلائف فی الارض پ۱۱ فجعلناھا حصیدا کان لم تغن پ۱۱ وجعلنا عالیھا سافلھا پ۱۲ وجعل منھم القردۃ والخنازیر پ۶ وجعل اللہ الکعبۃ البیت الحرام پ۷ وجعل الظلمات والنور پ۷ ھو الذی جعل الشمس ضیاء والقمر نورا پ۱۱ وجعلناھم ائمۃ یھدون بامرنا پ۱۷ وجعلنا منھم ائمۃ یھدون بامرنا لما صبروا پ۲۱ ونجعلھم الوارثین پ۲۰۔ ایسے امور کی دعا بھی خدا تعالیٰ سے کیجاتی ہے۔ دیکھو آیت واجعل لی وزیرا من اھلی ھارون اخی اشدد بہ ازری پ۱۶ موسیٰ علیہ السلام اگر خود وزیر کو بنا سکتے تو اس دعا کی ضرورت نہ تھی اور ہمارے نبی ص کو موسیٰ ع سے کمال مشابہت ہے جو احادیث سے بکثرت پایا جاتا ہے کہ فرمایا میری امت بنی اسرائیل کے مطابق طابق النعل بالنعل ہوگی۔ اور موسیٰ ع کے اثنا عشر نقیب تھے تو محمد ص کے اثنا عشر خلیفہ ہوں گے۔ موسیٰ ع کا بھائی ہارون خلیفہ تھا تو علی ع کو فرمایا انت منی بمنزلۃ ھارون من موسیٰ۔ آگے دنیا میں ضعفاء شمار ہونے میں بھی مساوات ہے۔ اور ہارون کے ہوتے ہوئے امت موسیٰ ع نے مخالفت کر کے گوسالہ پرستی کی تھی تو علی علیہ السلام کے ہوتے ہوئے امت محمد ص نے بھی مخالفت کر کے شیخ پرستی کر لی۔ ثبوت تشابہ ہر دو امت کا پہلے بیان حدیث حوض میں ذکر ہو چکا ہے ۱۲ مترجم۔

خلیفۃ فی الارض لیستخلفنھم فی الارض واٰتاہ اللہ الملک والحکمۃ۔ ولیس للانسان فیہ دخل لا فی الاستخلاف ولا فی العزل نعم یجب ان یکون معصوما وافضل زمانہ مختصا بفضل اللہ ومنتجبا بجعل اللہ لا بانتخاب الناقصین لان اجتماع الناقصین ناقص ولا یکون کالعوام مثل الانعام بل یکون ممتازا من ابناء جنسہ فطرۃ وماھرا برموز کتابہ تعالیٰ وعالما بکنوز حقائقہ ودقائقہ بعلم وھبی لا کسبی وعلمناہ من لدنا علما وذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم۔ وانہ الذی قال فی حقہ انا مدینۃ العلم وعلی بابھا وانہ وصیی ووزیری وخلیفتی ومنجز وعدی وقال لا ینبغی ان اذھب الا وانت خلیفتی قالہ لعلی کذا فی کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۱۵۳ وانہ اول من اٰمن وانہ اول من صلی بل وکمالاتہ اظھر من الشمس فی نصف النھار والتعصب

اے داؤد ع خلیفہ بنایا نیز فرمایا زمین کے اندر مومنین کو خلیفہ بنائیگا نیز فرمایا قصہ طالوت میں اللہ تعالیٰ نے اُسے ملک اور حکمت دی۔ اور انسان کے لئے کچھ بھی دخل اس میں نہیں ہے نہ خلیفہ بنانے اور نہ معزول کرنے میں۔ ہاں یہ واجب ہے کہ خلیفہ معصوم ہو اور سب سے اہل زمان سے افضل ہو اور من جانب اللہ مقرر ہوا ہو اور منتخب بہ جعل الٰہی ہو نہ با انتخاب ناقصین کیونکہ اجتماع ناقصین کا ناقص ہی ہوتا ہے۔ اور خلیفہ عوام کالانعام کی طرح نہ ہو بلکہ اپنے ابناء جنس سے فطرتاً ممتاز ہو اور ماہر رموز کتاب اللہ اور عالم کنوز دقائق و حقائق قرآنی کا علم وہبی سے ہو نہ کسبی سے جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم نے اُس کو اپنی طرف سے علم عطا کر دیا تھا اور یہ فضل خدائی ہے جس کو چاہے دے دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل والا ہے۔ تو خلیفہ وہ ہے جس کے حق میں نبی ص نے فرمایا میں شہر علم کا ہوں اور یہ دروازہ اسکا۔ نیز فرمایا یہ میرا وصی اور وزیر ہے اور میرا خلیفہ اور وعدہ پورا کرنے والا ہے اور فرمایا نہیں مناسب کہ میں جاؤں مگر یہ ضروری ہے کہ تو میرا خلیفہ موجود ہو۔ اس کو حضرت علی ع کے حق میں فرمایا جیسے کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۱۵۳ میں ہے اور نبی نے فرمایا تحقیق یہ علی ع اول شخص ہے جو مجھ پر ایمان لایا اور مجھ سے ملاقات کی اور دیگر کمالات اس کے اظہر من الشمس یا چاند کی چودھویں رات سے بھی زیادہ روشن ہیں۔ اگر تعصب کا پردہ مانع نہ ہو جیسا کہ انشاء اللہ تعالیٰ آیندہ موازنہ اوصاف میں بیان ہوگا۔ اور ان کے بعد علی کی ذریت پاک بہ اظہار وصیت سابق یکے از ان کے تا قیام قیامت ہے۔ پس تحقیق ہمارا مدعا کہ امام و خلیفۃ اللہ ہر زمانہ میں ہونا نزدیک اہل الحق کے بھی ضروری ثابت ہوا۔

بلغ البلد ان لم یحجب التعصب کما سیاتی انشاء اللہ تعالیٰ فی موازنۃ الصفات۔ ثم بعدہ ذریتہ باظھار وصیۃ من کان من الحق الی قیام الساعۃ فقد ثبت مرادنا من ضرورۃ الامام وخلیفۃ اللہ فی کل زمان عند اھل السنۃ ایضا

(بقیہ حاشیہ انتخاب ناقصین) نیز انتخاب لوگوں کے اختیار ہو تو وہ اپنے ارادہ مختلفہ اور تعلقات و اغراض خود کے لحاظ سے ضرور الگ الگ اپنی مرضی کے مطابق خلیفہ بنانا پسند کریں گے (جیسے سقیفہ میں منا امیر و منکم امیر کی آواز آئی) اور اختلافات پیدا ہوگا اور غرض رفع اختلاف فوت ہوگی جو مقصود ہوگی۔ یہ زمانہ جو انتخاب ہو رہے ہیں کسی میں لائق مرید کا لحاظ جیسا ان نہیں ہوتا بلکہ رو رعایت اغراض اور تعلقات کی بنا پر ووٹ دے دیتے ہیں

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۰۴) اور نیز اسلئے کہ عصمت کی شرط تو امامت کے واسطے ابتداءً ہی کوئی نہیں پھر امامت باقی رہنے کے واسطے بطریق اولیٰ شرط نہیں ہوگی اور امام شافعی سے مروی ہے کہ امام فسق و جور کے سبب سے معزول کیا جا سکتا ہے اور اسی طرح ہر قاضی و امیر معزول ہو جاتا ہے۔ اور اصل مسئلہ یہ ہے کہ فاسق (لائق) ولایت و امامت کے امام شافعی کے نزدیک نہیں کیونکہ جو اپنے نفس کو نہ دیکھ سکتا وہ دوسروں کے لئے کیا عدل کریگا اور امام ابی حنیفہ کے نزدیک فاسق لائق ولایت کے ہے الخ انتہا۔ ترجمہ من شرح العقائد وکذا فی شرح الفقہ الاکبر طبع کلکتہ و بمبئی و لاہور صفحہ ۱۸۵ اور آخر اس عبارت میں زیادہ لکھا ہے کان یجمعوا فانہم علیٰ صحۃ امامۃ اہل الجور والفسق انتہا۔ ذیل الفقہ۔ یعنی حنفیہ کا اس پر اجماع ہے کہ ابتداء سے ہی فاسق اور ظالم کو امام مقرر کیا جا سکتا ہے یا پہلے اس کی صفات اچھی ہوں اور بعد امام ہونے کے ظالم ہو جائے تو ایسی صورت میں بطریق اولیٰ امامت کے درجہ پر قائم رہ سکتا ہے۔ الخ

وقال التفتازانی فی شرح المقاصد انعقدت الخلافۃ بالقہر والغلبۃ وکذا ان کان فاسقا او جاہلا علی الاظہر۔ لیت شعری ان محبۃ الخلفاء لتسلط امراء بنی امیۃ قد رکزت فی قلوب الناس خلفا عن سلف و نسلا بعد نسل لقولہم الناس علیٰ دین ملوکہم و حبک الشئ یعمی و یصم فعکسوا النتیجۃ و ما خافوا من الدور الباطل لان صحۃ الخلافۃ النبویۃ دائرۃ علی الادلۃ المجوزۃ وصحۃ الادلۃ موقوفۃ علی صحۃ الخلافۃ فلو تصح الخلافۃ ولا الادلۃ واعلموا ان انعقاد الخلافۃ الاولیٰ بالاجماع لا بالنص کما فی شرح المواقف فی ازالۃ الخفاء فخلافۃ بالاجماع والوصیۃ خلیفۃ متقدمۃ کلام محقق ہیں وفی شرح العقائد وذلک الصحابۃ قد اجتمعوا یوم توفی رسول اللہ فی سقیفۃ بنی ساعدۃ واستقر رأیہم بعد المشاورۃ والمنازعۃ علی خلافۃ ابی بکر فاجمعوا علی ذلک الخ وفی الصواعق وشرح المواقف قال جمہور اہل السنۃ والخوارج والمعتزلۃ لم ینص علی احد وفی فتح الباری

اور تفتازانی نے شرح مقاصد میں لکھا ہے کہ خلافت قہر اور غلبہ سے منعقد ہو سکتی ہے اور اسی طرح فاسق یا جاہل ہو تو اظہر قول یہی ہے کہ منعقد ہو سکتی ہے۔ افسوس ہے کہ تسلط امرائے بنی امیہ کے سبب سے لوگوں نے دلوں میں خلفاء کی محبت پشت بہ پشت نسلاً بعد نسل ایسی مرکوز ہوئی ہے جیسا کہ مشہور ہے لوگ اپنے بادشاہوں کے دین پر ہوتے ہیں اور محبت کسی شے سے اندھا اور بہرا بنا دیتی ہے کہ انہوں نے نتیجہ الٹا نکال لیا۔ اور دور باطل سے بھی خوف نہ کیا کہ صحت خلافت نبویہ کی انہی ادلہ مجوزہ پر دائر کیا اور صحت ادلہ کی صحت خلافت پر موقوف ہوئی تو نہ خلافت ان کی صحیح ثابت ہوئی اور نہ ادلہ۔ اور جاننا چاہئے کہ خلافت کا انعقاد جو خلیفہ اول کے لئے ہوا وہ اہل سنت کے نزدیک اجماع سے ہے نص سے نہیں ہے۔ جیسا کہ شرح مواقف صفحہ ۷۴۳ میں ہے کہ نص تو ان کے بارہ میں ہی نہ اور ازالۃ الخفا صفحہ ۵ میں ہے خلافت کا اجماع سے ہوتا اور پہلے خلیفہ کی پچھلے کے لئے وصیت سے ہونا کلام محقق شدہ ہے اور شرح عقائد صفحہ ۱۰۱ میں ہے کہ جس دن رسول اللہ فوت ہوئے تو صحابہ سقیفہ بنی ساعدہ میں جمع ہوئے اور بعد مشورہ و جھگڑے کے ان کی رائے خلافت ابی بکر پر قرار پا گئی اور انہوں نے اس پر اتفاق کر لیا۔ صواعق محرقہ صفحہ ۹ و شرح مواقف صفحہ ۷۴۳ مطبوعہ نولکشور میں ہے جمہور اہل السنۃ اور خوارج اور معتزلہ نے کہا ہے کہ نص خلافت کی کسی پر نہیں ہے۔ اور فتح الباری شرح بخاری جلد ۳ صفحہ ۲۰۶ میں ہے

لہ (حوالہ شرح مقاصد) بوالہ موقعہ پوری عبارت شرح مقاصد کی اس طرح سے ہے والثالث القہر والاستیلاء فاذا مات الامام وتصدی للامامۃ من یستجمع شرائطہا من غیر بیعۃ واستخلاف وقہر الناس بشوکتہ انعقدت الخلافۃ لہ وکذا ان کان فاسقا او جاہلا علی الاظہر (ثم قال) واذا ثبت الامامۃ بالقہر والغلبۃ ثم جاء آخر فقہرہ انعزل وصار القاہر اماما۔ یعنی تیسری صورت انعقاد خلافت و امامت کی قہر و غلبہ ہے۔ جب ایک امام فوت ہو اور جامع شرائط امامت ہو بغیر بیعت لینے اور بغیر استخلاف پہلے خلیفہ کے فقط دبدبہ لوگوں پر قہر و غلبہ کر کے متسلط ہو جائے تو خلافت اس کے لئے منعقد ہو جاتی ہے۔ اور اسی طرح فاسق و جاہل بھی قوی مذہب پر امام حق ہو سکتا ہے اور ایک امام غلبہ و قہر سے امام ہو چکا ہو پھر اور آ جائے اور اس پر وہ دوسرا غالب آ جائے تو پہلا معزول ہو کر تا ہر ثانی امام حق سمجھا جائیگا۔ ایضاً ابی بکر صاحب کی خلافت پر کوئی نص نہیں آئی تو حضرت عمر نے ہی۔ قال عمر ان استخلف فقد استخلف من ہو خیر منی ابوبکر وان اترک فقد ترکہ من ہو خیر منی رسول اللہ ﷺ دیکھو بخاری جلد ۲ صفحہ ۱۰۵۲ مطبوعہ مصر و صحیح مسلم مترجم جلد ۵ کتاب الجہاد والسیر باب الاستخلاف صفحہ ۱۲۶ و جامع ترمذی

واستدل بقول الانصار منا امیر ومنکم امیر علی ان النبی لم یستخلف وبذٰلک صرح عمر کما سیاتی وعن عائشۃ قالت (فی قصۃ البیعۃ) فما کانت من خطبتہما من خطبۃ الا نفع اللہ بہا لقد خوف عمر الناس رواہ البخاری کما فی الفتح بقولہ المذکور فاسسوا علیٰ زعمہم ہٰذہ الاصول الفاسدۃ ولم یوجبوا کونہ علویا ولا فاطمیا ولا ہاشمیا ولا ذا فضیلۃ لکون خلفائہم غیر الموصوفین بہذہ الصفات ولئلا یطعن علی خلافۃ الخلفاء الظلمۃ والفسقۃ من بنی امیۃ و العباسیۃ لظہور صفاتہم

وبروزحالاتہم قال العلامۃ الشوکانی فی نیل الاوطار شرح منتقی الاخبار لابن تیمیۃ تصح امامۃ الفاسق والظالم لان الصحابۃ کانوا یصلون خلف امراء بنی امیۃ وکانت الدولۃ ادذاک لبنی امیۃ وحالہم وحال امرائہم لا یخفی فغایۃ اہل السنۃ من خلافۃ النبوۃ انتظام السلطنۃ بالرعب ورفع الفساد لا الخلافۃ الالہیۃ و قال اللہ تعالیٰ وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون والتی بالمطابقۃ لا تحصل بدون تعلیم خلیفۃ اللہ فی الارض وہو النبی الامین علیہ صلوات اللہ رب العلمین و حصول الامور السیاسیۃ والمعاشرۃ الدنیویۃ منہ بالتضمن والانبیاء و بعدہم خلفاؤہم واجب الاتباع فی اقوالہم وافعالہم الا ترٰی ان العقل الصحیح کیف یحکم بامتثال الفاسق والفاجر والظالم والاقتداء باقوالہ وافعالہ کلا۔ والقول باقتداء البعض فی بعض الاحوال وبالاخر فی الاخر فمباعد اولتمیزہم فیما بینہم یستلزم الحکم وما ہٰذا الا التسلسل وہو باطل قطعاً فذٰلک لا یکون الثانی اماما مطلقاً واللازم ان یکون الامام من یؤتم بہ فی جمیع اقوالہ وافعالہ وذا لا یستحق الا معصوم لانہ تعالیٰ قال لا ینال عہدی الظٰلمین۔

اور اس نے قول انصار سے کہ ایک امیر ہم میں سے ہو اور ایک تم میں سے امیر ہو۔ اس بات پر دلیل پکڑی ہے کہ نبی صنے کسی کو خلیفہ نہیں بنایا تھا اور اسی بات کو امیر عمر صاحب نے بھی ظاہر کیا جیسا کہ بیان ہوگا۔ اور بی بی عائشہ سے روایت ہے اونے قصہ بیعت میں کہا ہر دو کے خطبہ میں کوئی ایسا خطبہ نہیں جس سے خدا نے نفع نہ دیا ہو۔ تحقیق ضرور عمر نے لوگوں کو ڈرا دیا تھا اس کو بخاری نے روایت کیا جیسا کہ فتح الباری میں انہی الفاظ سے مذکور ہے۔ پس انہوں نے اپنے زعم کے مطابق ان اصول فاسدہ کی بنا رکھی اور انہوں نے خلیفہ کا علوی ہونا اور یا فاطمی ہونا اور یا ہاشمی ہونا یا افضل ہونا ضروری نہ سمجھا کیونکہ ان کے خلفاء ان صفات سے متصف نہ تھے اور اسلئے کہ عدم صحت خلافت کا طعن خلافت خلفاء ظالمین اور فاسقین پر خصوصًا جو بنی امیہ اور عباسیہ سے ہوئے ہیں وارد نہ ہو کیونکہ ان کی صفات اور حالات کسی سے مخفی نہیں جیسا کہ علامہ شوکانی نے نیل الاوطار شرح منتقی الاخبار ابن تیمیہ جلد ۳ ص ۱۲ مطبوعہ مصر میں لکھا ہے کہ امامت فاسق اور ظالم کی صحیح ہے کیونکہ صحابہ امراء بنو امیہ کے پیچھے نماز پڑھتے تھے اور اس وقت بادشاہی بنی امیہ کی تھی اور حال شاہان بنی امیہ اور ان کے امراء کا کسی سے پوشیدہ نہیں ہے۔ تو مقصود اہل سنت کا خلافت نبویہ سے انتظام سلطنت و رعب و رفع فساد دنیا ہی ہے نہ خلافت الٰہیہ حالانکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ہم نے جن اور آدمیوں کو نہیں پیدا کیا مگر عبادت کے لئے تو یہ غرض خلقت انسانی کی مطابق مرضی الٰہی کے بغیر تعلیم خلیفۃ اللہ فی الارض کے پوری نہیں ہو سکتی اور وہ نبی امین ہوتا ہے اسپر خدا کی صلوات اور رحمتیں ہوں اور حصول امور سیاسیہ اور معاشرت دنیا کا اس سے بالتضمن ہوتا ہے اور انبیاء اور ان کے بعد خلفاء جملہ اقوال وافعال میں واجب الاتباع ہوتے ہیں۔ کیا تو نہیں دیکھتا کہ عقل صحیح فرمانبرداری فاسق و فاجر و ظالم کے لئے اور اس کی اقوال وافعال میں متابعت کرنے کے لئے کیسے حکم دیتی ہے کبھی ایسا نہیں ہو سکتا۔ اور یہ قول کہ بعض افعال میں یا بعض احوال میں بعض کی اقتدا کیجائے اور بعض احوال میں دوسرے بعض کی یا تیسرے چوتھے کی الیٰ غیر النہایت پیروی کیجائے اور پھر ان میں تمیز کرنے کیلئے کہ فلاں کی اقتدا اس فعل میں واجب ہے اور فلاں کی دوسرے فعل میں ایک منصف ثالث رہنما کی ضرورت ہے پھر ثالث کے واقعی عادل ہونے کیلئے اور کی ضرورت اور اس سے تسلسل لازم آتا ہے جو باطل ہے۔ پس اس سے ثابت ہوا کہ دوسرا امام مطلق یعنے ہر حال میں واجب الاتباع نہ ہوا۔ اور لازم یہ تھا کہ امام پیشوا مطلق ہوتا اور اسکے ساتھ جمیع افعال و اقوال میں اقتدا کی جاتی اور واقعی کوئی شخص بجز معصوم کے اتباع کلی کے مستحق نہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میرا عہدہ امامت ظالمین کو نہیں ملتا۔

فی الکشاف وکیف یجوز نصب الظالم للامامۃ والامام انما ھو لکف الظلمۃ فاذا نصب من کان ظالما فی نفسہ فقد جاء المثل السائر من استرعی الذئب ظلم - وفی التفسیر الکبیر قولہ تعالیٰ انی جاعلک للناس اماما یدل علی انہ علیہ السلام کان معصوما عن الذنوب لان الامام ھو الذی یؤتم بہ ویقتدی فلو صدرت المعصیۃ منہ لوجب علینا الاقتداء بہ فی ذلک فیلزم ان یجب علینا فعل المعصیۃ وذالک محال - الخ - وفی التفسیر البیضاوی لانہا امانۃ من اللہ وعھد و الظالم لا یصلح لھا و انما ینالھا البررۃ و الاتقیاء منھم والفاسق لا یصلح الامامۃ - وفی ترجمان القرآن ایک جماعت علماء نے اس آیت سے دلیل پکڑی ہے اس

تفسیر کشاف جلد ا صفحہ ۳۲ میں ہے اور کس طرح امامت کیلئے ظالم کا مقرر کرنا جائز ہوا حالانکہ امام ظالموں کے ظلم بند کرنے اور روکنے کے لئے ہوتا ہے پس جب ظالم کو ہی امام مقرر کیا جائے تو مثل مشہور کا مصداق ہوگا کہ جس نے بھیڑئے کو بکریوں کا چرواہا بنا دیا اس نے ظلم کیا - (اسی طرح مدارک التنزیل جلد ا صفحہ ۵ طبع مصر میں ہے) اور تفسیر کبیر میں قول باری تعالیٰ کی تحقیق میں ہے کہ لوگوں کا امام بنانے والا ہوں - دلالت کرتا ہے اس پر کہ ابراہیم گناہوں سے معصوم تھے کیونکہ امام وہی ہو سکتا ہے جس کی پیروی و اقتداء کی جائے پس اگر اس امام سے گناہ صادر ہو تو اس کی پیروی بھی ہم پر واجب ہوگی کہ ہم گناہ بھی کریں (کیونکہ امام ہر حال میں واجب الاتباع ہے) پس لازم آیا کہ گناہ کرنا بھی ہم پر واجب ہو گیا حالانکہ یہ محال ہے - الخ - اور تفسیر بیضاوی مطبوعہ فاروقی دہلی صفحہ ۱۰۴ میں ہے اسلئے کہ امامت اللہ تعالیٰ کی طرف سے امانت اور عہدہ ہے اور ظالم ہر دو کے لائق نہیں ہے بلکہ ان دونوں امروں کو پرہیزگار نیکوکار ایک سنبھال سکتے ہیں لہٰذا فاسق امامت کی صلاحیت نہیں رکھتا - اور تفسیر ترجمان للقرآن پ ۱ صفحہ ۱۲۴ میں ہے ایک جماعت علماء نے اس آیت سے یہ دلیل پکڑی ہے کہ امام کا اہل عدل و عامل بالشرع ہونا ضروری ہے جب وہ اس حال سے عدول کرے گا تو ظالم ہو گا۔

لے اب اپنی اہل سنت کی کتب سے برخلاف اصول مسلمان کے عصمت کی شرط بھی ثابت کی جاتی ہے کیونکہ حق وہی ہے جو دشمن کی زبان سے بھی نکل آئے۔ ۱۲ مترجم۔ سنئے اور تفسیر کبیر جلد ا صفحہ ۴۸۲ طبع ثانی صفحہ ۶۹۲ میں بھی ہے اور اس میں یہ خوب لکھا ہے ومقتضی الآیۃ ذالک (ای وجوب العصمۃ ظاھرا و باطنا) الا انا ترکنا اعتبار الباطن - یعنی آیت کا مطلب و مفہوم یہی ہے کہ ظاہری و باطنی عصمت امامت میں شرط ہے مگر ہم نے باطن کا اعتبار چھوڑ دیا ہے پس ظاہر اچھا ہو - انتہی - مگر یہ ظاہر کا اچھا ہونا بھی اعتقاد اہل تسنن کے خلاف ہے کیونکہ وہ فاسق و جاہل کی امامت منعقد ہونے کے قائل ہیں - تو یہ عقیدہ سنیوں کا آیت کے منافی ثابت ہوا - تذکرہ خواص الامۃ صفحہ ۲۰ میں ہے - قلت ومن شروط الامام ان یکون معصوما لانہ لو لم یکن معصوما لا یؤمن ان یقع فی الخطاء او یحتاج الی منقف فیتسلسل الی ما لا نہایۃ لہ وانہ محال ولان حجۃ اللہ علی عبادہ ومن شروط الحجۃ العصمۃ فی کل وصمۃ النقص بالقلاء عن الحنفلی وصدقہ الخطیب - یعنی امام کے لئے معصوم عن الخطاء ہونا شرط ہے ورنہ دوسروں کے محتاج ہوگا اور یہ تسلسل غیر منتہی ہوگا جو محال ہے اور اس لئے بھی شرط ہے کہ وہ بندوں پر خدا کی طرف سے حجت ہے اور حجت کی عصمت ضروری ہے خصفلی اور خطیب اسی طرح کہتے ہیں - اور تفسیر کبیر جلد ۱ صفحہ میں ہے جمہور فقہاء و متکلمین کا یہ قول ہے کہ فاسق کے لئے بحالت فسق امامت کا انعقاد جائز نہیں (حتیٰ کہ کہا) وقال بعض فانہ ظالم لنفسہ فکانت الآیۃ دالۃ علی ما قلنا - ہر گنہگار اپنے نفس پر ظالم ہے پس آیت ہمارے دعویٰ پر دلالت کرتی ہے - انتہی - جس کی تائید آیت ومن یتعد حدود اللہ فقد ظلم نفسہ سے ہوتی ہے جو حدود و امر و نواہی کو توڑے اس نے اپنے نفس پر ظلم کیا - اور ظالم ہوا پ ۲۸ ع ۱۷ - اس بنا پر ہر فاسق ظالم ہے اور خروج عن الطاعۃ اور نافرمانی ہی فسق کی تعریف ہے اور ظلم کی تعریف ہے وضع الشیء فی غیر محلہ دیکھو کتاب تعریفات یعنی بے موقع و ناجائز طور پر کسی شے کو استعمال کرنا - سید شریف جرجانی نے اپنی کتاب التعریفات مطبوعہ مصر صفحہ ۹۶ میں ظلم کی تعریف میں حد سے گذرنا و تعدی بھی لکھا ہے - اور پڑھئے ربنا ظلمنا انفسنا وان لم تغفر لنا - الآیۃ پ ۸ ع ۹ - دیکھو کانوا بآیاتنا یظلمون پ ۸ ع ۸ (ترجمہ نذیر احمد) ہماری آیتوں کی نافرمانی کرتے تھے - ولو انھم اذ ظلموا انفسھم جاؤک الآیۃ پ ۵ ع ۶ من یعمل سوء او یظلم نفسہ ثم یستغفر اللہ پ ۵ ع ۱۳ - رب انی ظلمت نفسی پ ۲۰ ع ۵ - سبحانک انی کنت من الظالمین پ ۱۷ ع ۶ - آخری آیت میں وہی لفظ ہے جو لا ینال عھدی الظالمین میں ہے اور ظلم کے معنے اگر شرک مراد لیے جائیں تو انبیاء نے

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۰۵) شرک تو بالاتفاق کبھی نہیں کیا لامحالہ مطلق معصیت کو ظلم قرار دینے پر ظلم کا اعتراف کیا گیا ہے۔ پھر چونکہ ترک اولیٰ کو انبیاء کی شان کے لحاظ سے ان کی اصطلاح میں معصیت سمجھا جاتا ہے لہذا اس کو ظلم سمجھا گیا۔ ثابت ہوا کہ ہر گناہ ظلم ہے اور درجہ مخصوصہ عہدہ امامت اس کو نہیں مل سکتا جس سے ظلم یعنی معصیت صادر ہو چکے اور انبیاء سب اپنی اپنی امت کے اگرچہ لغوی معنے کے اعتبار سے امام ہوں مگر اصطلاحی عہدہ امامت مطلقہ عامہ جو ابراہیم کو بعد رسالت ملا اور ائمہ اہلبیت کو ملا ہے وہ جملہ انبیاء کے لئے حاصل نہیں وہ مخصوص عہدہ ہے جو دعا ابراہیم و من ذریتی کی اجابت میں فرمان لا ینال عہدی الظالمین سے معصومین کے حق میں قبول ہوئی اور غیر معصوم کے لئے نامقبول ہوئی (جواب شبہ) بعض مخالفین عصمت شرط نہ ہونے کے ثبوت میں جناب امیرؑ کا فرمان پیش کرتے ہیں۔ لابد للناس من امیر بر او فاجر یعنی لوگوں کے واسطے ایک امیر نیک یا بد کا ہونا ضروری ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت امیرؑ نے ان خوارج کے مقابلہ میں یہ فرمایا جو نصب رئیس دامیر کے منکر تھے نہ معاویہ کے قائل اور نہ جناب امیرؑ کے معتقد تھے اس لئے بدلیل عقلی ان کی تردید فرمائی کہ ریاست وانتظام سیاست بھی بغیر نصب رئیس کے ناممکن ہے خواہ نیک ہو یا بد تو تم بالکلیہ امیر مقرر ہونے سے کیونکر انکار کر سکتے ہو۔ درحقیقت حضرت امیرؑ نے امامت فاجر کی حقانیت بیان نہیں فرمائی ورنہ معاویہ کی امامت کو تسلیم فرماتے اور جنگ نہ کرتے اور اس قدر مذمت اس کی جو فرمائی نہ فرماتے اور نیک نہیں تو فاجر امیر تو تھا اور بہ تواتر احادیث ائمہ اشتراط عصمت امام پر دال ہیں جن کے مقابلہ میں یہ قول قوت معارضہ نہیں رکھتا۔ اگر صحت اس کی ثابت ہو تو وہی معنے ہونگے جو بیان ہوئے ۱۲ مترجم

۱۲ یہی وہ معنے ہیں امیر کا لفظ فرمایا نہ امام کا

وفی التفسیر الخازن والمعنی لاینال ما عاہدتک الیک من النبوۃ والامامۃ من کان ظالما من ولدک وذریتک وھکذا فی المعالم والمدارک وفتح البیان۔ وفی التفسیر لابن جریر قال مجاہد لا اجعل اماما ظالما یقتدی بہ وعن عکرمۃ مثلہ وفی تفسیر النیشاپوری بعد ذکر ان الفاسق لاینعقد ولا یجوز امامتہ عند جمہور الفقہاء والمتکلمین قال فان کل عاص ظالم۔ وفی منہاج السنۃ فانہ تعالیٰ لایامر بالاقتداء بالظالم فان الظالم لایکون قدوۃ یؤتم بہ بدلیل قولہ تعالیٰ لاینال عہدی الظالمین۔ فدل علی ان الظالم لایؤتم بہ والائتمام ھو الاقتداء وفی الدر المنثور اخرج ابن حمید وابن جریر عن ابن عباس وعن الربیع فی قولہ انی جاعلک للناس اماما یقتدی بدینک وھدیک وسنتک قال ومن ذریتی اماما لغیر ذریتی ای قال ابراہیم ومن ذریتی فاجعل من یؤتم بہ ویقتدی بہ۔ وفی اللغۃ الظلم وضع الشئ فی غیر موضعہ

اور تفسیر خازن میں ہے اور معنے آیت کا یہ ہے کہ تیری ذریت اور اولاد سے ان ہر دو عہدوں کو جو تجھے میں نے عطا کئے ہیں یعنی نبوۃ و امامت ظالم نہیں لے سکتا (ماقال فی فتح البیان) اور اسی طرح تفسیر معالم و مدارک و فتح البیان میں ہے: اور تفسیر ابن جریر میں ہے مجاہد نے کہا ہے یہ معنے ہے میں ایسا امام نہ بناؤنگا جو ظالم ہو اور پھر اس کی پیروی کرنے کا بھی حکم دیا جائے اور عکرمہ سے مثل اسکے اس کی تفسیر میں مروی ہے۔ اور تفسیر نیشاپوری میں بعد ذکر اسکے کہ فاسق کی امامت منعقد نہیں ہوتی اور نہ جمہور فقہاء اور متکلمین کے نزدیک جائز ہو سکتی ہے۔ کہا کہ تحقیق ہر گنہگار ظالم ہے۔ اور منہاج السنۃ جلد ۴ صفحہ ۲۳۸ میں یا ہے پس تحقیق اللہ تعالےٰ اقتداء ظالم کا امر نہیں کرتا اور تحقیق ظالم پیشوا نہیں ہو سکتا جس کی پیروی کی جائے بہ دلیل فرمان اللہ تعالےٰ کے کہ یہ عہدہ پیشوائی کا مجھ سے وہ نہیں لے سکتا جو ظالم ہو۔ پس آیت اسپر دلالت کرتی ہے کہ ظالم کی اقتداء نہ کی جائے اور ائتمام کا معنے اقتداء ہے۔ اور در منثور جلد ۱ صفحہ ۱۱۸ میں ہے۔ ابن حمید و ابن جریر نے ابن عباس اور ربیع سے تفسیر قول اللہ تعالیٰ انی جاعلک للناس اماما میں روایت کی ہے کہ تجھے ایسا پیشوا بنانے والا ہوں کہ تیرے دین اور ہدایت اور طریقہ کی پیروی کیجائے۔ عرض کی اور میری اولاد سے بھی امام بنا۔ یعنی ابراہیمؑ نے عرض کی کہ میری ذریت سے بھی ایسا بنا جسکی پیروی اور اقتداء کیجائے اور لغت میں کسی شئے کے اپنے محل پر نہ رکھنے کو ظلم کہتے ہیں۔

سے فی الحاشیہ للعصام علی شرح العقاید صفحہ ۱۱ حاشیہ ۱۲ قولہ غیر المعصوم لا یلزم ان یکون ظالما من العجائب یعنی قول تفتازانی کہ غیر معصوم ضروری نہیں کہ ظالم ہو عجیب ہے تا کہ کہا اور جو کہا گیا ہے کہ ظلم غیر پر زیادتی کرنے کو کہتے ہیں تو یہ عصمت سے اخص ہے۔ پس اس قول کو تفسیر ظلم کی کہ کسی شئے کو اپنی جگہ سے ہٹا کر دوسری جگہ رکھنا ہے۔ رد کرتی ہے۔ اور جو کہا گیا ہے کہ مراد عہد سے لاینال صم عہدہ اوّل یعنی نبوت ہے یہ بھی عدول عن الظاہر یعنے ظاہر معنے سے پھر جانا ہے پس ظاہر معنے سے استدلال امامت میں عصمت شرط ہونے کو دفع نہیں کر سکتا۔ انتہی۔ یعنی امامت میں عصمت کی شرط بہ ظاہر ثابت ہے ۱۲ مترجم

بقول سنی امامت میں عصمت شرط ہے

وفی الفتح والذی یظہر من سیرۃ عمر فی امرائہ الذین کان یؤمرھم فی البلاد انہ کان لا یراعی الافضل فی الدین فقط بل یضم الیہ مزید المعرفۃ بالسیاسۃ مع اجتناب ما یخالف الشرع منھا فلاجل ھذا استخلف معاویۃ و المغیرۃ بن شعبۃ و عمرو بن العاص مع وجود من ھو افضل من کل منھم فی امر الدین والعلم کابی الدرداء فی الشام و ابن مسعود فی الکوفۃ الخ واما عمر فعلمہ و عملہ الشغل فی صفق الاسواق کما فی البخاری فقام ابو سعید الخدری فقال کنا نؤمر بھذا فقال عمر خفی علی ھذا من امر النبی الھانی الصفق بالاسواق۔ عن ابی ھریرۃ کان المہاجرون یشغلھم الصفق بالاسواق و کانت الانصار یشغلھم القیام علی اموالھم فشھدت رسول اللہ الخ۔ وفی حیوۃ الحیوان ان عمر کان دلالا وسیاتی مکملا انشاء اللہ تعالیٰ فاذا ظھر ان خلفاء اھل السنۃ ما کانوا معصومین ولھذا لیست العصمۃ بشرط عندھم کما فی شرح العقائد للتفتازانی ولا یشترط ان یکون ھاشمیا او علویا لما ثبت بالدلائل من خلافۃ ابی بکر و عمر و عثمان مع انھم لم یکونوا من بنی ھاشم ولا یشترط ان یکون معصوما لما مر من الدلیل علی امامۃ ابی بکر مع عدم القطع بعصمتہ۔ وفی شرح المواقف الخامسۃ ان یکون معصوما شرط الامامیۃ والاسمٰعیلیۃ ویبطلہ ان ابابکر لا تجب عصمتہ اتفاقا مع ثبوت امامتہ۔ الخ

اور فتح الباری جلد ۶ صفحہ ۶۲۳ میں ہے۔ سیرت امیر عمر صاحب سے ظاہر ہے کہ وہ جن امراء کو شہروں میں امیر مقرر کرتے تھے ان میں یہ رعایت نہیں کرتے تھے کہ جو صرف دین میں افضل ہو اس کو امیر بنایا جائے بلکہ اس کے ساتھ یہ ضروری خیال کرتے کہ وہ سیاسی امور کی بہت معرفت رکھتا ہو اور مخالف شرع سے پرہیز کرتا ہو لیں اسی لئے امیر عمر نے معاویہ و مغیرہ بن شعبہ و عمرو بن عاص کو بجائے ابی الدرداء و ابن مسعود وغیرہ کے امیر بنا کر بھیجا۔ باوجودیکہ دین اور علم میں ان تینوں سے افضل ابو الدرداء شام میں اور ابن مسعود کوفہ میں موجود تھے۔ الخ اور خود امیر عمر صاحب کا علم و عمل بازاروں میں تجارت لگانے کا شغل تھا۔ جیسا کہ بخاری میں لکھا ہے ایک دن ابو سعید خدری کھڑے ہو کر کہنے لگے کہ ہم فلاں مسئلہ میں اس طرح آنحضرت صلعم سے مامور ہیں۔ امیر عمر نے کہا یہ امر نبی کا مجھ سے مخفی رہا ہے کیونکہ مجھے بازاروں کی تجارت نے مشغول رکھا ہوا تھا۔ اور ابی ہریرہ سے بخاری میں مروی ہے کہ مہاجرین کو بازاروں کی تجارت مشغول رکھتی تھی اور انصار کو اپنے مال مویشی کا انتظام مشغول رکھتا تھا اور میں ہر وقت رسول اللہ صلعم کی خدمت میں حاضر رہتا تھا۔ الخ۔ اور حیات الحیوان میں ہے تحقیق امیر عمر صاحب دلالی کا کام کیا کرتے تھے اور انشاء اللہ علم عمر کے بیان میں مکمل لکھا جائیگا۔ پس ظاہر ہے کہ خلفاء اہل سنت کے معصوم نہ تھے اور ان کے نزدیک اسی واسطے عصمت کی شرط ہی نہیں رکھی گئی۔ جیسا کہ شرح عقائد تفتازانی ۱۲ طبع نولکشور میں لکھا ہے کہ امامت و خلافت میں یہ شرط نہیں کہ ہاشمی یا علوی ہو کیونکہ با دلائل ثابت ہے کہ خلافت ابی بکر اور عمر اور عثمان کی مسلم ہو چکی ہے۔ باوجودیکہ وہ بنی ہاشم سے نہیں تھے اور نہ یہ شرط ہے کہ معصوم ہو کیونکہ اس کی دلیل گذر چکی ہے کہ امامت ابی بکر کی صحیح ہے باوجودیکہ اس کی عصمت یقینی نہیں ہے۔ اور شرح مواقف صفحہ ۷۲۳ میں ہے۔ پانچویں یہ کہ امام معصوم ہو۔ یہ شرط شیعہ امامیہ و اسمٰعیلیہ نے رکھی ہے مگر اس کو امامت ابی بکر کی باطل کرتی ہے کیونکہ وہ ثابت ہو چکی ہے۔ اور عصمت اس کی بالاتفاق ضروری نہیں سمجھی گئی۔ الخ

لہ ہر شخص اشقی من کا حال بیان ہو چکا ہے کہ مشہور دشمن اہل بیت کے تھے اور خصوصاً دشمن علی کے تھے اسی لئے دوسروں کو معزول کر کے سیاسی غرض کو مد نظر رکھ کر امیر عمر صاحب نے ان کو امیر مقرر کیا تو امیر عمر کی غرض انتظام سلطنت کی بہ نسبت اشاعت حق کے اہم ترین تھی یہ جو دین کی معرفت کم رکھتے تھے بہ نسبت ان اشخاص کی نسبت جو ان سے اعلیٰ تھے مسائل شرع کم جانتے تھے پس جن مسائل سے وہ جاہل تھے ان میں امیر ہونے کی وجہ سے گمراہی پھیلا سکتے تھے۔ نتیجہ یہ ہوا اگرچہ کچھ حصہ گمراہی کا اشاعت پا جائے تو اچھا ہے مگر سیاسی امور میں ذرہ خلل نہ آئے اس سے خود امیر عمر کی دیانت داری کا اندازہ ہو سکتا ہے اور اپنی علمی لیاقت ان کی موازنہ اوصاف میں معلوم ہو گی اصل میں عداوت اہل بیت سے بہت زیادہ تھی وہ منتظم سلطنت کا اچھا سمجھا گیا کیونکہ سلطنت کو خطرہ ہمیشہ عترت نبی سے رہا ہے کہ لوگ اگر اہل بیت کی طرف مائل ہو گئے تو سلطنت ان کے ہاتھ میں چلی جائے گی۔ چنانچہ یہی عمل خلفاء ثلاثہ سے شروع ہو کر خلفاء بنی امیہ و خلفاء عباسیہ کی سلطنت کی بنیاد قائم رہی جیسا کہ عداوت سلاطین اسلام کے ملاحظہ سے ظاہر ہے ۱۲ مترجم۔

والتعجب کل التعجب علی ان بعضہم اجاز الخطاء[۱] علی رسول اللہ صلعم کما قال النووی فی شرح المسلم جلد ۲ صفحہ ۴۳ والاکثر العلماء علی انہ یجوز علیہ الخطاء فیما لم ینزل علیہ وحی۔ وفی کنز العمال قال ابوبکر ان استقمت فاعینونی وان زغت فاقیمونی الحدیث۔

وفی تاریخ الخلفاء قال ابوبکر لست بخیر من احدکم وان لی شیطانا یعتریني۔ وفی شرح العقائد ولا ینعزل الامام بالفسق ای الخروج عن طاعۃ اللہ تعالی والجور ای الظلم علی عباد اللہ لانہ قد ظہر الفسق وانتشر الجور من الائمۃ والامراء بعد الخلفاء الراشدین و السلف کانوا ینقادون لہم ولان العصمۃ لیست بشرط الامامۃ ابتداء فبقاء اولی۔ الخ وکذا فی شرح المواقف وتقییدا الشارع علیہ السلام الخلفاء بالراشدین یبطل اطلاقہم کما فی المشکوۃ علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین الحدیث۔ ولنعم ما قیل [۵] آنکس کہ گم است کرا رہبری کند وانہ تعالی قال کبر مقتا عند اللہ ان تقولوا ما لا تفعلون

اور تعجب پر تعجب اس بات کا ہے کہ بعض علماء اہل تسنن کے ایسے ہیں جنہوں نے رسول اللہ صلعم پر بھی خطا کو جائز رکھا ہے چہ جائیکہ خلفاء ان کے معصوم ہوں۔ جیسا کہ نووی نے شرح مسلم میں لکھا ہے۔ اکثر علماء کا یہ مذہب ہے کہ نبی م سے ایسے معاملہ میں خطا ہو سکتی ہے جس میں وحی نہ اتری ہو۔ اور کنز العمال جلد ۳ صفحہ ۱۳۵ میں ہے کہ ابوبکر نے کہا اگر میں سیدھے راستہ پر رہوں تو میری مدد کرو اور راہ میں ٹیڑھا ہو جاؤں تو مجھے سیدھا کر دیا کرو۔ آخر حدیث تک۔ اور تاریخ الخلفاء صفحہ ۴۹ میں ہے حضرت ابوبکر نے کہا میں تمہارے کسی سے اچھا نہیں ہوں۔ میرے ساتھ بھی شیطان ہے جو مجھے پکڑ لیتا ہے اسی طرح امامۃ والسیاسۃ صفحہ ۱۲ اور صواعق صفحہ ۷ اور بخاری پ ۱ صفحہ ۱۳۳ و پ ۱ صفحہ ۱۳۳ مترجم میں ہے اور اسی طرح سیرۃ ابن ہشام برحاشیہ روض الانف طبع مصر جلد ۲ صفحہ ۳۴۲ میں ہے جس کے الفاظ یہ ہیں لست بخیرکم فان احسنت فاعینونی وان اساءت فقومونی)۔ اور شرح عقائد صفحہ ۱۱۴ میں ہے۔ امام فسق یعنی خروج اطاعت الٰہی سے یا بندگان خدا پر ظلم کرنے کے سبب سے معزول نہیں ہو سکتا کیونکہ تحقیق فسق اور ظلم ائمہ و امراء سے بعد خلفاء راشدین کے ظاہر ہوا اور پھیلا۔ اور بزرگان سابقین ان کی فرمانبرداری کرتے رہے اور اسلئے کہ عصمت امامت کے لئے ابتداءً ہی شرط نہیں پس بقا امامت کے لئے بطریق اولی شرط نہ ہوگی۔ الخ۔ اور اسی طرح شرح مواقف صفحہ ۳۲ میں ہے اور شارع کا خلفاء کو راشدین سے مقید کرنا اہل سنت کے قانون عدم عصمت کو باطل کرتا ہے جیسا کہ حدیث مذکور مشکوۃ میں ہے۔ فرمایا میری سنت اور سنت خلفاء راشدین کا تمسک تم پر لازم ہے۔ آخر حدیث تک۔ اور کسی نے خوب کہا ہے کہ جو خود گمراہ ہو وہ دوسروں کی کیا راہنمائی کر سکتا ہے؟ (تعجب اس پر ہے کہ اہل تسنن یہ کس عقل سے کہتے ہیں کہ فاسق یا مفضول اور کم علم بلکہ جاہل امام ہو سکتا ہے) اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ بڑے غضب[۶] کی بات ہے کہ تم وہ کہتے ہو جس پر خود عمل نہیں کرتے!

[۱] شرح سلم الثبوت فصل اول باب النسخ مطبوعہ نولکشور صفحہ ۳۵۹ میں ہے: "اُن کے قول کی طرف ذرا میلان نہ کرو جو احکام میں انبیاء کو خطا کرنیوالا نہیں سمجھتے کیونکہ یہ قول شیاطین اہل بدعت روافض وغیرہ کا ہے اور اہل حق اہل سنت وجماعت قائلین بدعت کثرہم اللہ کو تو نہیں دیکھتے کہ وہ اس کو جائز جانتے ہیں کہ انبیاء علیہم السلام خطا کریں۔ جیسا کہ قیدیوں بدر کے بارہ میں سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے خطا ظاہر ہوئی۔" انتہے اور شرح عقائد طبع نولکشور صفحہ ۱۰۱ میں ہے۔ سہواً گناہ کبیرہ انبیاء سے صادر ہونا اکثر متکلمین اہل سنت کے نزدیک جائز ہے۔ اور صغیرہ گناہ خواہ جتنے ہوں وہ جمہور اہل سنت کے نزدیک انبیاء سے عمداً صادر ہو سکتے ہیں اور جمہور اس کو جائز کہتے ہیں اور سہواً صغائر کا انبیاء سے صدور بالاتفاق جائز ہے یہ یعنی بعد نزول وحی کی نسبت ہے۔ لیکن قبل نزول وحی کے کبیرہ صغیرہ سب گناہ پیغمبروں سے سرزد ہو سکتے ہیں اس کے منع کی کوئی دلیل نہیں۔ انتہے ۲۔ پیغمبر بھی اہل تسنن کے نزدیک خطا کرتے ہیں۔ مرماد الافہام الی مبادی الاحکام شرح مختصر اصول ابن حاجب مؤلفہ قاضی بیضاوی قلمی صفحہ ۲۰۲ میں بھی ہے الا اکثر علی انہ لا یمتنع المعاصی عن الرسل وخالفہم الروافض والمعتزلۃ۔ الخ حصول المامول من علم الاصول للسید الصدیق طبع مصر صفحہ ۳۸ میں ہے ونقل القاضی عیاض تجویز الصغائر ووقوعہا عن جماعۃ من السلف منہم ابوجعفر الطبری وجماعۃ من الفقہاء والمحدثین یعنی انبیاء سے جواز صغیرہ گناہ ہو جانے کی ایک جماعت فقہاء ومحدثین سلف سنیوں کی قائل ہے۔ ۱۲ مترجم [۲] غرض یہ ہے کہ تفاسیر اہل سنت سے عصمت وعدالت کا ضروری ہونا ثابت ہو چکا ہے اور خلفاء کے ساتھ راشدین کی قید بھی مطابق حدیث علیکم بسنتی الخ کے تسلیم کرتے ہیں۔ پھر فاسق یا جس سے فسق ممکن ہو یعنی غیر معصوم ہو اُسی کی اتباع بھی واجب ہے حالانکہ حدیث مذکور سے راشدین کی متابعت ضروری معلوم ہوتی ہے اور فاسق کی امامت یا اس کی متابعت باطل ہے لہٰذا ابوبکر بن ابت

[۵] تفسیر یا تخلۃ کے اندر بید اہ

[۶] لم تقولون ما لا تفعلون کے مصداق ہیں ۱۲ مترجم

سنیوں کے نزدیک پیغمبر بھی خطا کر سکتے ہیں — ابوبکر رضا صاحب — پیغمبراں کے فضل فاسق امام معزول نہیں ہو سکتا کی دلیل — سنیوں کے نزدیک پیغمبر گناہ بھی کر سکتے ہیں

ولما ثبت ان خلفائهم ما کانوا منصوصين بل بالاجماع فالخلافة والامامة ليست بمحتاجة عندهم الى النص بل الاجماع کاف فی صحتها واستدلوا بصحة خلافة ابی بکر بالاجماع کما فی شرح المواقف[1] اما النص فلم يوجد وقد مر۔ وفی شرح العقائد للجلالی ولم ينص رسول الله صلعم علی امامة احد وفی تاریخ الخلفاء والذی وقع ان الناس قد اجتمعوا علی ابی بکر

فالاجماع احد الادلة عندهم قلنا الاجماع ليس بحجة لصحة الخلافة والامامة لانها نائبة مناب النبوة والنبوة من فضل الله يعطيه من يشاء الله اعلم حيث يجعل رسالته ماکان لهم الخيرة سوالان فعل الناقصين ناقص کما ان من جماعة العمياء لايکون بصيرًا ولامن الحمقاء لبيبًا علی انه ليس من امر يتفق ويجتمع عليه کل فرد انسان حتی لايخرج منه احد وقالوا[2] والشرط اجماع الکل وخلاف الواحد مانع کخلاف الاکثر لان لفظ الامة فی قوله عليه السلام لاتجتمع امتی علی الضلالة يتناول الکل فيحتمل ان يکون الصواب مع المخالف کذا فی نور الانوار بعينه وکذا قال النووی فی شرح المسلم وقال وهذا هو الصحيح المشهور فلا اقل من ان يکون للملل الاسلامية متفقة او مسلموا ملك واحد او مصر واحد وهذا مما لايوجد فی العصر الاول فما بعده کما لايخفی۔ وفی فتح البيان رد لاحتجاج الاية (ای قوله تعالی ويتبع غير سبيل المؤمنين) علی حجية الاجماع لان المراد بغير سبيل المؤمنين ههنا هو الخروج من دين الاسلام الی غيره کما يفيده اللفظ ويشهد به السبب

اور جب ثابت ہوا کہ خلفاء اُن کے نص سے مقرر نہیں ہوئے بلکہ اجماع سے بنائے گئے ہیں۔ تو خلافت وامامت ان کے نزدیک نص کی محتاج نہیں بلکہ اجماع اس کی صحت کیلئے کافی ہے۔ اور انہوں نے خلافت ابی بکر کی صحت پر اجماع سے ہی استدلال کیا ہے۔ جیسا کہ شرح مواقف صفحہ ۴۳ میں ہے اور شرح عقاید جلالی میں ہے۔ رسول اللہ نے کسی کی امامت پر نص نہیں فرمائی اور تاریخ الخلفاء صفحہ ، میں ہے۔ وقوع میں یہ آیا ہے کہ لوگوں نے بتحقیق ابی بکر کی خلافت پر اجماع کر لیا۔

پس اجماع اُن کے نزدیک صحت خلافت کی ایک دلیل ہے

ہم کہتے ہیں کہ اجماع دلیل صحت خلافت وامامت کی نہیں ہو سکتا کیونکہ یہ قائم مقام نبوت کے ہے اور نبوت اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہوتی ہے وہ جس کو چاہتا ہے دیتا ہے۔ جیسا کہ فرمایا اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے جس جگہ عہدہ رسالت کا رکھنا مناسب ہوتا ہے اور فرمایا اس میں ان کو کوئی اختیار نہیں ہے۔ اور اسلئے کہ ناقصین کا فعل ناقص ہوتا ہے۔ جیسا کہ اندھوں کی جماعت کو اکٹھا ہونے سے بینائی حاصل نہیں ہو سکتی اور نہ احمق مل کر دانا ہو سکتے ہیں ۔ اور علاوہ بریں ایسا کوئی امر نہیں جس پر سب کا اتفاق ہو جائے اور کل مجتمع ہوں۔ حالانکہ اہل سنت نے کہا ہے اجماع میں شرط یہ ہے کہ کل کا اجماع ہو۔ اور ایک کا مخالف ہونا بھی مثل بہت کے مخالف ہونے کے مانع اجماع ہے۔ کیونکہ لفظ امت کا قول نبیؐ میں کہ میری امت گمراہی پر جمع نہ ہوگی سب کو شامل ہے۔ اور ایک کی مخالفت سے بھی احتمال رہجاتا ہے کہ شاید صواب مخالف کے ساتھ ہو۔ جیسا کہ نور الانوار مطبوعہ یوسفی لکھنو صفحہ ۲۲۱ میں بعینہ اسی طرح لکھا ہے۔ اور مثل اس کی نووی نے شرح مسلم جلد ا صفحہ ۲ وصفحہ ۲ میں کہا۔ اور نووی اس کے بعد کہتا ہے کہ یہی صحیح اور مشہور مذہب ہے۔ پس ایک امر پر اجماع میں جملہ ملل اسلامیہ متفق ہونے چاہئیں یا کم از کم ایک ملک کے مسلمین یا ایک شہر کے تو ضرور متفق ہوں اور اس قسم کا اجماع نہ زمانہ اولیٰ میں اور نہ اُس کے بعد (خلافت وغیرہ پر) واقع ہوا۔ جیسا کہ مخفی نہیں۔ اور فتح البیان جلد ۲ صفحہ ۲۱۵ میں بذیل آیت ویتبع غیر سبیل المؤمنین کے لکھا ہے کہ اس میں اجماع کے حجت ہونے پر کوئی دلیل نہیں۔ کیونکہ غیر سبیل المؤمنین سے غیر دین اسلام کی طرف خروج کرنا مراد ہے جو لفظ قرآن اور سیاق سے بھی مستفاد ہوتا ہے۔ اور سبب نزول بھی اس پر شاہد ہے۔

[1] شرح مواقف کے صفحہ مندرجہ میں اور شرح عقائد وغیرہ میں صحت خلافت ابی بکر پر محض اسی اجماع سے دلیل پکڑی ہے۔ ۱۲ مترجم۔

[2] قولہ "والشرط اجماع الکل" سے الصواب مع المخالف تک عبارت نور الانوار کی لکھی گئی ہے۔ نیز مؤلف نور الانوار نے صفحہ ۲۲۱ پر اس میں بحث کی ہے کہ معتزلہ کا قول ہے کہ اکثر کے اتفاق سے اجماع منعقد ہو جاتا ہے۔ لیکن کہا کہ یہ ہمارا مذہب نہیں۔ پھر معتزلہ کے قول کا جواب دیتے ہوئے اپنے قول کی تائید میں یوں رقمطراز ہے کہ معتزلہ کی دلیل یہ حدیث ہے جو آنحضرتؐ نے فرمایا ید الله علی الجماعة فمن شذ شذ فی النار یعنے جماعت پر خدا کا ہاتھ ہوتا ہے جو اس سے خارج ہوا وہ دوزخ میں گیا۔ اور جواب اس کا یہ ہے کہ یہ وعید مخالفت

فلا يصدق على عالم اجتهد في بعض المسائل فاداه اجتهاده الى مخالفة من بعصره من المجتهدين فانه انما رام السلوك في سبيل المومنين وهو الدين القويم والملة الحنيفية ولم يتبع غير سبيلهم انتهى. وفي جامع البيان ومعالم التنزيل ومدارك التنزيل وترجمان القرآن قوله تعالى ويتبع غير سبيل المؤمنين اى غير طريقهم. وفي التفسير الكبير اى غيره اهم عليه اجمعون من اعتقاد او عمل الخ وفيه فمن ترك متابعة سبيل المؤمنين لاجل انه ما وجد على وجوب متابعتهم دليلا فاذن جزم لم يتبعهم فهذا الشخص لا يكون متبعا لغير سبيل المومنين فهذا سؤال قوى على هذا الدليل الخ وفي ترجمان القرآن امام نقل احمد بن حنبل نے انکار اجماع کیا کیونکہ بعد قول حجیت و امکان اجماع وجود اس کا امت میں نہایت مشکل پڑ گیا ہے جس کسی مسئلہ میں بظاہر مخالفت غیر قائل کی نہ دیکھی اس کو اجماع کہہ بیٹھے سو وہ حقیقت میں اجماع نہیں ہے لا اعلم فيه خلافا ہے۔ قال ابن حزم في المحلى رحم الله احمد بن حنبل فلقد صدق اذ يقول من ادعى الاجماع فقد كذب وقال العلامة ابن القيم في اعلام الموقعين وكذالك الشافعي ايضا نص في رسالته الجديدة على ان مالا يعلم فيه بخلاف لا يقال له الاجماع ولفظه مالا يعلم فيه خلافا فليس اجماعا۔ وقال عبد الله بن احمد بن حنبل سمعت ابى يقول ما ادعى فيه الرجل الاجماع فهو كذب ومن ادعى الاجماع فهو كاذب۔ وقال العلامة الشوكاني في رسالة ابطال الاجماع على مطلق تحريم السماع والقول بعدم حجية الاجماع هو الذى ارجحه لامور لا يتسع لها المقام وقد استوفيتها في غير

پس اس آیت کا مفہوم اس عالم پر صادق نہیں آتا جو بعض مسائل میں اجتہاد کرے اور اس کی وجہ سے وہ اپنے معاصرین مجتہدین کی مخالفت کرے کیونکہ وہ سبیل مومنین ہی چلنے کی قصد سے کوشش کرتا ہے۔ جو دین مستقیم اور ملت حنیفیہ ہے۔ اور غیر سبیل مومنین کی متابعت کرنا ہرگز نہیں چاہتا۔ انتہیٰ۔ اور جامع البیان و معالم التنزیل و مدارک التنزیل و ترجمان القرآن (جلد ۱ صفحہ ۲۴۷) میں ہے۔ فرمان اللہ تعالیٰ ویتبع غیر سبیل المومنین سے یہ غرض ہے کہ جو طریقہ مومنین (اسلام) کے مخالف راہ لے (وہ جہنمی ہے)۔ اور تفسیر کبیر جلد ۳ صفحہ ۴۶۲ میں بہ ذیل تفسیر اس آیت کے لکھا ہے یعنی غیر اس طریق کی متابعت کرے جس پر سب مسلمین کا اعتقاد یا عمل ہو۔ الخ۔ اور اسی کتاب کے جلد ۳ صفحہ ۴۶۲ (مذکور) میں ہے کہ جس نے متابعت طریق مومنین کو (کسی بات میں) اس سبب سے چھوڑ دیا کہ ان کے وجوب متابعت پر اس کو کوئی دلیل نہ ملی ہو اس واسطے اس نے ان کی متابعت نہ کی تو یہ شخص تابع غیر سبیل المومنین نہیں کہلا سکتا۔ پس اس دلیل (حجیت اجماع) پر یہ قوی سوال ہے۔ الخ۔ اور ترجمان القرآن جلد ۱ صفحہ ۲۴۹ میں ہے۔ اہل سنت کے امام احمد بن حنبل نے اجماع کا انکار کیا کیونکہ بعد قول حجیت و امکان اجماع وجود اس امت میں نہایت مشکل پڑ گیا ہے جس کسی مسئلہ میں بظاہر مخالفت غیر قائل کی نہ دیکھی اس کو اجماع کہہ بیٹھے سو وہ حقیقت میں اجماع نہیں ہے۔ لا اعلم فیہ خلافا ہے (یعنی مجھے اس میں اختلاف معلوم نہیں۔ انتہیٰ) (اسی طرح مرصاد الافہام قلمی ص۱ میں قاضی بیضاوی نے امام احمد سے نقل کیا ہے) ابن حزم محلیٰ میں کہتا ہے اللہ تعالیٰ احمد بن حنبل کو رحمت کرے اس نے سچ کہا ہے کہ جو اجماع کا دعویٰ کرے وہ جھوٹ کہتا ہے۔ اور علامہ ابن القیم اعلام الموقعین جلد ۱ صفحہ ۱۱ میں لکھتے ہیں کہ امام شافعی نے بھی اپنے رسالہ جدیدہ مطبوعہ دہلی صفحہ ۲۳۰ و مطبوعہ مصر صفحہ ۳ میں اسی طرح ظاہر کیا ہے کہ جن مسئلوں میں اختلاف کا ذکر نہ ہو اسے اجماع نہیں کہا جاتا۔ اور عبارت اس کی یہ ہے۔ کہ جس میں ہم کو اختلاف معلوم نہ ہو وہ اجماع نہیں ہو جاتا۔ اور عبداللہ بن احمد بن حنبل کہتے ہیں میں نے اپنے باپ سے سنا کسی مسئلہ میں اگر کوئی اجماع کا دعویٰ کرے تو وہ جھوٹ ہے۔ اور جس نے دعویٰ کیا وہ جھوٹا ہے۔ اور علامہ شوکانی رسالہ "ابطال الاجماع علی مطلق تحریم السماع" میں لکھتے ہیں۔ قول عدم حجیت اجماع کا ایسا ہے جس کو میں بھی ترجیح دیتا ہوں بسبب اتنی وجوہ کے جن کے لئے اس مقام میں گنجائش نہیں اور دوسرے موقعہ پر میں نے اس کو مکمل دلائل سے بیان کر دیا ہے۔

[illegible] امام احمد کے نزدیک [illegible]

ﮯ منہاج السنۃ لابن تیمیہ طبع مصر جلد ۱ صفحہ ۱۲۴ میں ہے وقال في رواية اسحٰق بن منصور وقد سئل عن حديث النبي صلعم من مات وليس له امام مات ميتة جاهلية ما معناه فقال تدرى ما الامام الذى يجمع عليه المسلمون كلهم يقول هذا امام فهذا معناه۔ اس سے ثابت ہوا کہ امام احمد کے نزدیک امام کل مسلمانوں کے اجماع سے مقرر ہو سکتا ہے نہ بعض کے اجماع سے پس حضرت ابو بکر صاحب کی خلافت صحیح نہیں ہو سکتی ۱۲ مترجم

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۱۱) ہر ایک نے اس مسئلہ کو سمجھ کر اپنے دین کا معمول بہ بنایا ہے تو اس مسئلہ کو اجماعی نہ کہا جائیگا اگر کسی نے ایسے مسئلہ میں اجماع کا دعویٰ کیا ہو تو وہ جھوٹا ہے۔ اور جہالت کے تابع ہوا اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اس کے پیچھے نہ چلو جس کا تمہیں علم نہ ہو۔ تفسیر کبیر جلد ۶ صفحہ ۳۲۹ میں ہے۔ فالاجماع الحاصل عقیب الخلاف لایکون حجۃ یعنی جس اجماع کے ابتداء میں اختلاف ہو وہ قابل حجت نہیں ہو سکتا۔ نووی شرح مسلم جلد ۱ صفحہ ۵ میں لکھا ہے ان الاجماع بعد الخلاف هل یرفع الخلاف ویصیر المسئلۃ مجمعا علیه والاصح عند اصحابنا انه لا یرفعه بل یدوم الخلاف ولا یصیر المسئلۃ مجمعا علیها ابدا وبه قال القاضی ابوبکر الباقلانی۔ اختلاف کے بعد اجماع ہو جائے تو وہ اختلاف رفع ہو جاتا ہے اصح یہی ہے کہ رفع نہیں ہوتا اور نہ اس امر کو اجماعی سمجھا جا سکتا ہے قاضی ابوبکر باقلانی بھی اسی طرح کہتا ہے ۱۲ مترجم۔

وفی نور الانوار صفحہ ۲۲۰ بل لابد فیه (ای فی الاجماع) من اتفاق الکل من الخواص والعوام حتی لو خالف واحد منهم لم یکن اجماعا کنقل القرآن واعداد الرکعات۔ وفی نیل الاوطار قال النووی اجمع المسلمون علی ان الضب حلال (ثم قال) قال الحافظ قد نقله (ای حرمۃ الضب) ابن المنذر عن علی فاین یکون الاجماع مع مخالفته۔ وفی حصول المأمول صفحہ ۱۱ اذا خالف من اهل الاجماع واحد من المجتهدین فقط فذهب الجمهور الی انه لا یکون اجماعا ولا حجۃ۔ قال الغزالی المذهب انه لاینعقد مع مخالفۃ الاقل وقیل حجۃ ولیس باجماع ورجحه ابن الحاجب وقیل لا مع مخالفۃ الاثنین دون الواحد وقیل مع الثلاثۃ دون الواحد۔ وفی قمر الاقمار حاشیۃ نور الانوار والامام مالک شرط فی الاجماع اجماع اهل المدینۃ لشرفها وبعضهم الصحابۃ لشرفهم وبعضهم عترۃ الرسول لفضلهم۔ وفی منهج الوصول الی اصطلاح احادیث الرسول مؤلفہ النواب صدیق حسن خان السید القنوجی

اور نور الانوار کتاب اصول فقہ حنفیہ مطبوعہ یوسفی لکھنؤ صفحہ ۲۲۰ میں لکھا ہے۔ اجماع میں یہ ضروری ہے کہ خواص و عوام اس میں کل متفق ہوں حتیٰ کہ اگر ان میں سے کوئی ایک بھی مخالف ہو تو وہ اجماع نہیں ہوگا۔ جیسا کہ نقل قرآن اور عدد رکعات پر اجماع کلی ہو چکا ہے۔ اور نیل الاوطار جلد ۸ صفحہ ۳۳ میں مرقوم ہے۔ نووی کہتا ہے مسلمانوں نے اس پر اجماع کیا ہے کہ گوہ حلال ہے۔ (پھر شوکانی لکھتا ہے) کہ حافظ ابن حجر نے کہا ہے بتحقیق ابن المنذر نے حضرت علی علیہ السلام سے گوہ کی حرمت نقل کی ہے۔ تو باوجود مخالفت علی ؑ کے اجماع کس طرح ہو سکتا ہے؟ اور حصول المأمول فی علم الاصول مؤلفہ سید صدیق صفحہ ۱۱ (کتاب اصول اہل سنت) میں ہے کہ جب فقط ایک مجتہد بھی مجتہدین سے اہل اجماع کے مخالف ہو تو مذہب جمہور کا یہ ہے کہ وہ نہ اجماع ہے اور نہ حجت ہو سکتا ہے۔ امام غزالی نے کہا ہے مذہب معتبر یہ ہے کہ تھوڑے آدمیوں کی مخالفت ہوتے ہوئے بھی اجماع منعقد نہیں ہو سکتا۔ اور بعض نے کہا ہے کہ وہ حجت تو ہو سکتا ہے مگر اجماع نہیں کہلا سکتا ابن حاجب نے اسی کو ترجیح دی ہے۔ اور بعض نے کہا ہے کہ اگر دو تک مخالف ہوں تو وہ قابل حجت نہیں۔ اور اگر ایک مخالف ہو تو اس سے دلیل پکڑی جا سکتی ہے۔ اور بعض نے کہا ہے اگر تین مخالف ہوں تو حجت نہیں۔ اور ایک مخالف ہو تو اس کی مخالفت مضر نہیں۔ اور قمر الاقمار حاشیہ نور الانوار صفحہ مذکورہ سابق میں ہے کہ امام مالک نے اجماع میں بوجہ شرف مدینہ شریف کے اہل مدینہ کے اتفاق کی شرط رکھی ہے۔ اور بعض نے اتفاق صحابہ کی ان کی بزرگی کے سبب سے شرط کی ہے۔ اور بعض نے عترت رسول مقبول صلعم کی بوجہ فضیلت ان کے شرط قرار دی ہے۔ اور منہج الوصول الی اصطلاح احادیث الرسول مؤلفہ نواب سید صدیق حسن خان قنوجی مطبوعہ شاہجہانی ۱۲۹۲ھ صفحہ ۲ میں ہے۔ کہ باوجود باقی اعتراضات کے احکام میں اجماع کا ثابت ہونا بہت مشکل ہے۔ اور اسی لئے امام احمد بن حنبل نے وجود اجماع کا انکار کر دیا ہے۔ اور ایک جماعت محققین کی اجماع کے دلیل ہونے کی قائل نہیں ہے، اور یہی حق ہے۔ اور اس میں طویل بحث ہے جس کا یہ مقام نہیں بلکہ اس کا مقام علم اصول فقہ ہے۔

وخود ثبوت اجماع باوجود آں در احکام خیلے عسیر است و لہٰذا امام احمد بن حنبل انکار وجودش کردہ و جمعے از محققین قائل بحجیت آں نشدہ وهو الحق والبحث فی ذلک یطول ولیس هذا موضعه انما موضعه علم اصول الفقه

لے اجماع خلافت میں نہ اہل مدینہ کا اجماع ہوا اور نہ جملہ اصحاب النبی کا اور نہ عترت رسول ؐ کا لہٰذا من کل الوجوہ وہ اجماع باطل ہے۔ چنانچہ آئندہ بیان کیا جائیگا ۱۲ مترجم

قال النووی فی شرح المسلم الاجماع لاینعقد اذا خالف من اهل الحل والعقد واحد وهذا هو الصحیح المشهور وفیه والاجماع بعد الخلاف لیس باجماع - وفی منیر اللبیب شرح التهذیب اجماع العترة حجة لقوله تعالیٰ انما یرید الله - الآیة - ولقوله علیه السلام انی تارک فیکم الثقلین - الحدیث - وقال السیوطی فی تفسیر الاکلیل استدل به (ای بقوله تعالیٰ انما یرید الله الآیه) من قال ان اجماع اهل البیت حجة لان الخطأ رجس فیکون منفیا عنهم انتهی - وفی ازالة الخفاء اصل ثابت از اصول شریعت اجماع است یا اجماعے کہ متخیل اہل زمان است بمعنے اتفاق جمیع امت مرحومہ بحیث لایشذ منه فرد واحد منهم نصاً ان کل واحد منهم خیال محال است ہرگز واقع نشده مسئلہ نیست از انچه او را اجماعی مے نامند مگر فی الجملہ خلاف دراں نقل کردہ مے شود - وفی کتاب الاعلام لابن حجر المکی انکار الاجماع من اصله او حجیته او المجمع علیه الغیر الضروری لایکون کفرا لانه لایتهم جمیع المسلمین بل ولا بعضهم وانما ینکر اجتماعهم وتوافقهم علی شیء - وفی شرح المواقف خرق الاجماع مطلقاً لیس بکفر - وفی ازالة الخفاء قال عمر لابی بکر اکل المسلمین بایعت وسیأتی انشاء الله فی انعقاد خلافة ابی بکر وفی قول عمر دلالة علی ان اجماع کل المسلمین ضروری - وفی کشف الاسرار شرح اصول البزدوی ذکر بعض الاصولیین ان هذه الآیة (ویتبع غیر سبیل المومنین) لیست بقاطعة فی وجوب متابعة الاجماع لاحتمال ان یکون المراد ویتبع غیر سبیل المومنین فی متابعة النبی او مناصرته او الاقتداء به او فی الایمان به لا فیما اجتمعوا علیه ومع الاحتمال لایثبت القطع

اور شرح صحیح مسلم جلد ۱ صفحہ ؟ میں امام نووی لکھتے ہیں کہ اہل حل وعقد (معتبرین[1]) سے ایک بھی مخالف ہو جائے تو بے شک اجماع منعقد نہیں ہو سکتا۔ اور مذہب صحیح ومشہور یہی ہے اور اسی کے صفحہ ۲۰۵ میں لکھا کہ اجماع بعد اختلاف کے اجماع نہیں رہتا۔ (انتہی بعناہ) اور منیر اللبیب شرح تہذیب (کتاب شیعہ) صفحہ ۲۵۵ میں ہے کہ اجماع عترت کا حجت ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ اُن کے حق میں فرماتا ہے انما یرید الله لیذھب۔ الخ (آیت تطہیر) اور رسول صلعم فرماتے ہیں۔ انی تارک فیکم الثقلین الخ (یعنی اُن کی طہارت کی شہادت اور اُن کی متابعت کا حکم قرآن اور حدیث سے ثابت ہے)۔ اور علامہ سیوطی سنی محدث نے اپنی تفسیر اکلیل میں لکھا ہے کہ جس نے کہا اجماع اہل بیت کا قابل حجت ہوتا ہے اُس نے اسی آیت تطہیر انما یرید ہا۔ الآیہ سے استدلال کیا ہے۔ کیونکہ خطا ایک طرح کی رجس ہے جس کی اہل بیت سے بدلیل اس آیت کے نفی کی جا چکی ہے۔ انتہی۔ (دراسات اللبیب صفحہ ۲۲۶)۔ اور ازالۃ الخفاء شاہ ولی اللہ جلد ۲ صفحہ ؟ میں ہے کہ اصول شریعت سے اجماع ایک اصل ثابت ہے۔ مگر جو اجماع متخیل اہل زمان کا بمعنے اتفاق جمیع امت مرحومہ کے ہے اس طرح کہ کوئی فرد بھی اُن میں سے خارج نہ ہو اور ہر ایک کی طرف سے اسپر نص اقرار ہو تو اس قسم کا اجماع خیال محال ہے۔ ہرگز نہیں ہوا ایسا کوئی مسئلہ نہیں جس کو اجماعی کہہ سکیں بلکہ ضرور اس میں اختلاف منقول ہوگا۔ اور کتاب الاعلام مؤلفہ ابن حجر کی مطبوعہ مصر جلد ۲ صفحہ ؟ میں ہے اجماع کا بالکلیہ انکار یا اُس کے حجت ہونے یا کسی امر غیر ضروری متفق علیہ سے انکار کرنا موجب کفر نہیں ہوتا۔ کیونکہ انکار کنندہ جمیع مسلمین کو متہم نہیں کرتا بلکہ بعض کو بھی اتہام نہیں لگاتا صرف اُن کے کسی مسئلہ میں اتفاق اور اجماع کا انکار کرتا ہے۔ اور شرح مواقف صفحہ ۲۰۷ میں لکھا ہے اجماع کی مخالفت مطلقاً کفر نہیں (اور خود امیر عمر کے قول سے اجماع میں کل افراد کی شمولیت ضروری شرط معلوم ہوتی ہے۔ جیسا کہ) ازالۃ الخفاء میں ہے امیر عمر نے حضرت ابی بکر سے کہا کیا تو نے کل مسلمانوں سے بیعت لیا ہے؟ الخ اور یہ روایت انعقاد خلافت ابی بکر میں انشاء اللہ مفصل مذکور ہوگی۔ اور یہ قول امیر عمر کا اسپر دلالت کرتا ہے کہ اجماع میں کل مسلمانوں کا اتفاق ہونا ضروری ہے۔ اور کشف الاسرار شرح اصول البزدوی جلد ۳ صفحہ ۹۹۲ میں ہے بعض اصولیین نے کہا ہے تحقیق آیت ویتبع غیر سبیل المومنین وجوب متابعت اجماع پر دلالت یقینی نہیں رکھتی کیونکہ اس میں یہ احتمال باقی ہے کہ مراد اس سے یہ ہے کہ جو غیر طریقہ مومنین کی اس طرح متابعت کرے کہ نتیجہ نبی ہو یا آپکی مدد یا اُن کی پیروی یا اُن کے ساتھ ایمان لانے میں مومنین کی مخالفت کرے (یعنی دین اسلام کی تائید) اور جس پر از خود مومنین نے اتفاق اور اجماع کر لیا ہو اُس کی متابعت نہ کرنے سے کوئی شخص اس آیت کا مصداق نہیں ہو سکتا۔ اور باوجود اس احتمال کے یقین ثابت نہیں ہوتا۔

[1] انوار اللغۃ پ ۴ صفحہ ۹۸ میں علامہ وحید الزمان لکھتے ہیں اجماع اصطلاح شرع میں اس کو کہتے ہیں کہ تمام مجتہدین امت ایک امر پر اتفاق کریں ایک کا بھی اختلاف منقول نہ ہو ۱۲ مترجم ۔ سلہ ۲ نور الانوار مؤلفہ شیخ احمد مؤلف تفسیر احمدی حنفی مطبوعہ مطبع یوسفی لکھنؤ مع قمر الاقمار مؤلفہ مولوی عبد الحلیم والد مولوی عبد الحی لکھنوی صفحہ ۲۲۰ میں ہے وقال بعضهم لا اجماع الا للعترة صلعم ای نسله واهل قرابته لانه علیه السلام قال انی

وفی التوضیح اعلم ان ھذا الاستدلال علی ان الاجماع حجۃ لیس بقوی - اقول قد ثبت ھتک حجاب الاجماع فمتی لم یثبت الاجماع بالاجماع لاسیما فی الخلافۃ الالٰھیۃ والامامۃ النبویۃ علی ان علیاً علیہ السلام لم یشمل الاجماع وقد ثبت ان خلافہ یخرق الاجماع مع ان الاجماع اذا خالف النص متی یبقی اثرہ الم تران اجماع الملائکۃ ما افادحین قالوا اتجعل فیھا من یفسد فیھا الآیہ - وقال عز اسمہ انی اعلم ما لا تعلمون فصارت خلافۃ الخلیفۃ الاول بلا حجۃ وان وقع الامن وارتفع الشر للمصلحۃ الوقتیۃ کما قال عمر ولکن اللہ وقیٰ شرھا۔

فصل فی توضیح کیفیۃ انعقاد خلافۃ الخلفاء الثلاثۃ

اذا تعسر اجماع الکل بل الاکثر وانعقدت خلافۃ ابی بکر بالاجماع دون النص ترکوا شرط الکل والاکثر واکتفوا بالجماع رجلین او رجل کما فی شرح المواقف اذا ثبت حصول الامامۃ بالاختیار والبیعۃ فاعلم ان ذالک الحصول لا یفتقر الی الاجماع من اھل الحل والعقد اذ لم یقم علیہ (ای علی ھذا الافتقاد) دلیل من العقل والسمع بل الواحد والاثنان من اھل الحل والعقد کاف فی ثبوت الامامۃ و وجوب الاتباع للامام علی اھل الاسلام وذالک لعلمنا ان الصحابۃ مع صلابتھم فی الدین اکتفوا فی عقد الامامۃ

اور توضیح جلد ۲ صفحہ ۷۸ (اصول فقہ حنفی) میں ہے۔ جاننا چاہیئے کہ یہ استدلال اجماع کی حجیت کیلئے قوی نہیں۔ (قول مؤلف) میں کہتا ہوں تحقیق اجماع کا پردہ فاش ہو گیا اور جب خود اجماع بالاجماع ثابت نہ ہوا تو وہ چیز جو اجماع سے ثابت کرنی ہو خصوصاً خلافت الٰہیہ و امامت نبویہ جس میں انسان کو اختیار ہی نہیں کس طرح صحیح ثابت ہو سکتی ہے؟ پھر علاوہ بریں جبکہ علی ؑ اس اجماع میں برضا شامل نہیں ہوئے (تو یہ اجماع کسی طرح صحیح نہیں ہو سکتا) اور یہ ثابت ہو چکا ہے کہ حضرت علی ؑ کا مخالف ہونا اجماع کو توڑ دیتا ہے۔ اور ساتھ ہی یہ اجماع مخالف نص ہے۔ اور جب مخالف نص ہو (تو ایسے اجماع کا مقبول نہ ہونا مسلم کل ہے) پس اس کا کیا اثر ہو سکتا ہے؟ تو نہیں دیکھتا کہ فرشتوں کا اجماع (باوجودیکہ اُن کو طاہر کہا جاتا ہے) مقابل نص کے جب انہوں نے کہا تھا خدایا تو زمین کے اندر اس کو پیدا کرتا ہے جو فساد کرے گا الخ مفید نہ ہوا۔ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں وہ جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے تو خلافت خلیفہ اوّل کی بلا دلیل قائم ہوئی اگرچہ مصلحت وقت کے سبب سے شر و فساد پیدا نہ ہوا۔ اور امن قائم ہو گیا جیسا کہ امیر عمر صاحب نے ظاہر کیا ہے کہ بیعت ابی بکر صاحب کی بلا سوچے سمجھے قائم ہو گئی۔ مگر خدا تعالیٰ نے اس کے شر سے بچا لیا (کہ فساد پیدا نہ ہوا)۔

فصل توضیح کیفیت انعقاد خلافت خلفائے ثلاثہ میں - جب اجماع کل بلکہ اکثر افراد کا بھی مشکل نظر آیا اور خلافت حضرت ابی بکر کی بغیر نص کے منعقد ہو گئی تو اہل سنت نے شرط کل یا اکثر کو چھوڑ دیا۔ اور (چونکہ اس خلافت کو بہر وجہ صحیح قرار دینا تھا) ایک دو آدمیوں کے اجماع کر لینے پر ہی اکتفا کر لی۔ جیسا کہ شرح مواقف صفحہ ۴۳۲ میں ہے۔ جب حصول امامت کا اختیار اور بیعت سے ہوا تو حصول امامت اجماع اہل حل و عقد کا محتاج نہیں۔ کیونکہ اس احتیاج کی عقل و سمع سے کوئی دلیل معلوم نہیں ہوئی۔ (جس طرح خلافت ان کے خلفا کی قائم ہوتی رہی ہے اسی طرح اپنے قانون کو موم کا ناک بنا کر پھیر لیتے رہے ہیں جیسا کہ کہا) بلکہ ایک دو آدمی اہل حل و عقد سے ثبوت امامت کے واسطے کافی ہیں اور اس امام کی سب اہل اسلام پر اس سے اتباع واجب ہو جاتی ہے۔ اسکی دلیل یہ ہے کہ ہم نے معلوم کر لیا ہے کہ صحابہ نے باوجود اُن کے دین میں مضبوط ہونے کے عقد امامت میں ایک دو پر اکتفا کر لی ہے

ملہ خلاصہ یہ کہ اولاً اجماع کا دلیل ہونا ثابت نہیں بلکہ اس میں کلام ہے اور بفرض تسلیم حسب مفاد عبارات سابقہ اتفاق کل افراد کا ضروری ہے اور خلافت حضرات ثلاثہ میں ظاہر ہے کہ کل افراد کا اتفاق نہیں ہوا جیسا کہ آئندہ مذکور ہوگا بلکہ خلافت خلفاء اربعہ میں ایسا اجماع نہیں ہوا اور اس دلیل کے اعتبار سے سب خلافتیں باطل ہو جاتی ہیں۔ اور سب کا اتفاق نہیں تو اہل مدینہ سب کا اتفاق ہو جاتا اور سب افراد کا نہیں تو سب اہل حل و عقد کا اتفاق ہو جاتا۔ مگر کسی طرح نہیں ہوا جیسا کہ عنقریب لکھا جائیگا اور باوجود مطلق اہل حل و عقد کی مخالفت کے عترت نبی ؐ کی مخالفت ثابت ہے جن کی طہارت و فضیلت مسلم ہے۔ اور حالانکہ بحدیث ثقلین انہی کی اطاعت کا حکم ہے۔ چنانچہ سابقاً ثابت ہو چکا ہے پس ثابت ہوا کہ اہل تسنن کی قرارداد خلافت انہی کے دلائل سے باطل ہے۔ واللہ اعلم۔ نیز اجماع میں ایک ہی وقت میں اتفاق کل افراد کا ہو تو معتبر ہوتا ہے۔ تدریجی یکے بعد دیگرے اجماع قائم ہونے سے اسکا امکان ہے کہ جماعت سابقہ کل یا بعض افراد اس پہلے خیال سے رجوع کر گئے ہوں اس طرح متاخرین کے اتفاق سے پہلے اجماع ناقص سے خلافت باطل قرار پائے گی یا بصورت رجوع سابقین کے بعد اتفاق متاخرین کے بھی باطل ہو گی ۱۲

بذالك كعقد عمر لابی بکر وعقد عبد الرحمٰن بن عوف لعثمان ولم يشترط فی عقدها اجتماع من فی المدينة من اهل الحل والعقد فضلاً من اجماع الامة من علماء الامصار ومجتهدی اقطارها ولم ينكر عليه احد انتهى۔ ولما قبض رسول اللهؐ واشتغل علیؑ بتجهيزه وتكفينه ودفنه واجتمع الناس فی سقيفة بنی ساعدة وسمع الشيخان اجتماعهم فانطلقا يتقاودان (یکدیگر را می کشیدند) حتیٰ اتوهم فتكلم ابوبکر هكذا اخرج احمد برواية حميد بن عبد الرحمٰن وذكر خطبة ابی بکر كذا فی ازالة الخفاء وفی رواية عمر قال ابوبکر الا وقد رضيت لكم احد هذين الرجلين لی (لعمر) ولابی عبيدة بن الجراح ثم قال (عمر) قلت يا معشر الانصار يا معشر المسلمين ان اولى الناس بامر رسول اللهؐ من بعده ثانی اثنين وقال ابوبکر لعمر انت اقوى منی كذا فی ازالة الخفاء برواية البخاری وابن ابی شيبة فی البخاری قال ابوبکر فبايعوا عمر او ابا عبيدة بن الجراح فقال عمر بل نبايعك انت فانت سيدنا واحبنا الى رسول الله صلعم

جیساکہ ایک امیر عمرؓ نے حضرت ابی بکر صاحب کی خلافت و امامت کو پختہ کر دیا۔ اور ایک عبد الرحمٰن بن عوف نے بھی امیر عثمان کے واسطے امامت کا حکم جما دیا۔ اور عقد امامت میں صحابہ نے اہل حل و عقد سے اُن کے اجماع کی شرط بھی نہ رکھی جو مدینہ میں موجود تھے۔ چہ جائیکہ جملہ علماء امصار (شہروں) یا مجتہدین اطراف کا اجماع اُمت ہوتا اور کسی نے اسپر اعتراض نہ کیا۔ انتہٰی۔ (اگرچہ انکار صحابہ کا مشہور و معروف ہے جیساکہ مذکور ہوگا۔ مگر اہل تسنن کو حُبّ خلفا نے شاید فراموش کرا دیا ہوگا) اور جب رسول خدا صلعم نے انتقال فرمایا اور حضرت علیؑ اُن کی تجہیز و تکفین و تدفین[۱] میں مشغول ہوئے اور لوگ سقیفہ[۲] بنی ساعدہ میں جمع ہو گئے۔ شیخین نے لوگوں کا اجتماع سُنا ہر دو صاحبان ایک دوسرے کو کھینچتے ہوئے روانہ ہوئے حتیٰ کہ اُن مجتمعین کے پاس پہنچ گئے۔ اور ابو بکر صاحب نے تقریر شروع کی الخ۔ اسی طرح احمد نے بروایت حمید بن عبد الرحمٰن نقل کیا اور ابی بکر صاحب کا خطبہ بھی اُس نے ذکر کیا ہے۔ بعینہٖ یہ عبارت ازالۃ الخفاء جلد ۲ ص۳۶ میں ہے۔ اور روایت امیر عمر میں ہے ابو بکر صاحب نے کہا خبردار تحقیق میں تمہارے واسطے دو آدمیوں سے ایک پر راضی ہوں۔ امیر عمر کہتے ہیں کہ ایک میرا نام لیا اور دوسرا ابی عبیدہ بن جراح کا۔ پھر امیر عمر کہتے ہیں میں نے کہا اے گروہ انصار اور اے گروہ مسلمین تحقیق بہترین لوگوں کا امر رسول اللہ صلعم کے لئے بعد نبی صلعم کے دوسرا دو سے ہے (اشارہ بقصہ غار) اور ابو بکر صاحب نے حضرت عمرؓ سے کہا تو اس میں مجھ سے قوی ہے (اس واسطے آپ کو اس عہدہ پر قائم ہونا چاہئے) بعینہٖ اسی طرح ازالۃ الخفاء میں بروایت بخاری و ابن ابی شیبہ کے لکھا ہے (اور اسی طرح تاریخ کامل جلد ۲ ص۱۱۱ و تاریخ طبری جلد ۳ ص۲۰۹ میں ہے ہر دو مطبوعہ مصر) بخاری جلد ۳ ص۳۶۵ میں ہے کہ ابو بکر صاحب نے اپنی تقریر میں کہا تم لوگ امیر عمر صاحب یا ابا عبیدہ بن جراح کی بیعت کر لو۔ حضرت عمر بولے ہم آپ کی بیعت کرتے ہیں آپ ہم لوگوں سے بہتر ہیں اور آپ ہمارے سردار اور رسول اللہ کے پیارے ہیں۔

[۱] دیرا اصلاح سوانح عمر جلد ۲ ص۹۲ میں فتح الباری شرح بخاری پ ۲۸ ص۳۶۸ سے نقل کرتے ہیں علامہ واقدی یہ بھی کہتے تھے اندلم یکن مع ابی بکر حینئذ من المہاجرین الا عمر و ابو عبیدۃ اس وقت جماعت مہاجرین سے ابو بکر کی بیعت سوائے عمر و ابی عبیدہ کے کسی نے بھی نہیں کی۔ مترجم
[۱] حضرت ابو بکر و عمر وفات نبی صلعم کے وقت حاضر جنازہ و دفن کفن نہ تھے۔ چنانچہ کنز العمال جلد ۳ ص۱۴۰ میں عروہ سے مروی ہے کہا لم یشہد ابو بکر و عمر دفن نبی ص کے وقت حاضر ہوئے اور وہ دونوں انصار میں موجود رہے اور نبی ص اُن کے آنے سے پہلے دفن ہو چکے۔ نیز تاریخ طبری جلد ۳ ص۱۹۸ میں باسناد ابراہیم سے مروی ہے کہ جب رسول خدا ص فوت ہوئے ابو بکر صاحب غائب تھے فجاء بعد ثلاث یعنی تین دن کے بعد آئے (باقی بر ص۲۱۶)

[۲] سقیفہ بنی ساعدہ میں بیعت کا ہونا بھی ایک دلیل ظاہری بطلان اس خلافت کی ہے۔ کیونکہ وہ مقام عرب کے جھوٹے مشوروں کے لئے مقرر تھا۔ اسی لئے بہتان اور جھوٹے مشورہ کو بھی سقیفہ بولا جاتا ہے۔ اور لغت میں سقیفہ کا معنے پوشیدہ مکان بھی لکھا ہے۔ اور منتخب و غیاث و بہار عجم و لغات فیروزی میں صاف طور پر لکھا ہے کہ سقیفہ وہ محل تھا جہاں عرب کے لوگ مشورہ ہائے باطل کے لئے جمع ہوتے تھے۔ لہذا بہاذا مشورہ اور سخن بیہودہ کو سقیفہ کہتے ہیں۔ اور بعد تحریر معنی سقیفہ کے بہار عجم مطبوعہ نولکشور ص۱۱۹ میں لکھا ہے۔ وجناب سراج المحققین مے فرمایند ایں ظاہراً اشارت است باحوال صحابہ موافق مذہب امامیہ کہ بعد فوت آنحضرت ص در سقیفہ بنی ساعدہ نشستہ با ابو بکر بیعت کردند بریں تقدیر بمذہب سنیان سوء ادب باشد یعنی شاید اس لفظ سے صحابہ کے احوال کی نسبت اشارہ ہے کہ بیعت ابو بکر کا مشورہ مخفی ہوا تھا

(بقیہ حاشیہ ۲۱۵) تیسیر الباری ترجمہ بخاری مطبوعہ احمدی پریس لاہور پارہ ۶ کتاب الجنائز صفحہ ۴ باب موت الاثنین میں حضرت عائشہ سے روایت ہے کہا میں ابی بکر صاحب کے پاس گئی۔ ابو بکر نے کہا بیان کیجئے نبی صلعم کو کتنے کپڑوں میں کفن دیا گیا بی بی عائشہ نے کہا تین کپڑوں میں پھر ابو بکر کہنے لگے کس دن رسولؐ فوت ہوئے؟ عائشہ صاحبہ نے کہا پیر کے دن فوت ہوئے۔ رسولؐ کے کفن اور روز وفات سے بھی یہ یار غار بے خبر تھے۔ ثابت ہوا کہ آپ دفن و کفن میں شریک نہ ہوئے تھے۔ اور نہ ان کو وفات رسول کا دن معلوم تھا۔ اور جس نے کہا ہے کہ ابو بکر صاحب نے بھی جنازہ پڑھا ہے وہ بھی کہتے ہیں کہ تیسرے دن آ کر پڑھا ہے دیکھو کتاب "جاء الحق و زہق الباطل" مؤلفہ علامہ احمد یار خان صاحب بدایونی در رد فرقہ نجدیہ مطبوعہ گجرات پنجاب ص ۲۴۵۔ ایضاً حوالہ بخاری جلد ۳ ص ۳۶۵ مطبوعہ مصر جلد ۴ ص ۱۸ میں ہے (عدم حاضری جنازہ کا سبب) حضرات شیخین کے عدم حاضری جنازہ و غسل و کفن رسول خدا صلعم کی وجہ حسب داران ثلاثہ یہ بیان کرتے ہیں کہ انسداد باب فتنہ و استحکام دین کی نیت سے سقیفہ کی کارروائی میں مشغول ہوئے میں کہتا ہوں کہ اُحد کے دن حضرت عمر مفرور ہوئے اور حنین کے دن ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھ گئے اور استحکام و مضبوطی دین کی کوشش نہ فرمائی۔ مگر سقیفہ میں غصب حقوق اہلبیت میں بہت تدبیریں سوجھیں۔ موت نبیؐ سے باوجود یقین و ثبوت نقشہ ماتم حلفاً انکار کرکے تلوار گھماتے رہے کہ نبی فوت نہیں ہوئے کہیں گئے ہیں واپس آجائیں گے۔ آیت سے بھی انکار کیا باوجود دعوے حسبنا کتاب اللہ کے علم قرآن کا یہ حال کہ معانی و رموز و نکات تو کجا الفاظ ہی سب معلوم نہیں کہ قرآن میں کونسی آیت ہے، اور دیا ہے نسیم الریاض طبع مصر جلد ۱ ص ۱۳ میں ہے، قال عمر واللہ لو اسمع بہا فی کتاب اللہ انک میت وانہم میتون۔ یعنی خدا کی قسم ہے میں نے قرآن میں کبھی نہیں سنا تھا کہ یہ آیت انک میت الخ بھی موجود ہے۔ اسی طرح بخاری میں ہے۔ حضرت عمر نے موت کے انکار میں چند مصلحتیں سوچی تھیں، مگر کسی نے ان کا کہنا نہ مانا۔ پھر سقیفہ میں خلافت کی بحث چھڑ چکی تھی فوراً ادھر دوڑے۔ ہاتھ پاؤں مار کر کام بنایا۔ بخاری طبع مصر جلد ۲ صفحہ ۱۸۰ میں ہے مات رسول اللہ وابو بکر بالسنح الخ رسول خدا صلعم فوت ہو گئے اور ابو بکر سنخ میں تھے اور حضرت علیؑ وعباس نے نماز جنازہ رسولؐ پڑھی ہے۔ دیکھو جلد ثانی تحفۃ النجاۃ بعنوان تکبیر جنازہ۔ وفات رسول پر شیخین کی کارگذاری اور حصول خلافت کیلئے رسول خدا کی وفات سے حضرت عمر کے انکار کی کیفیت۔ حضرت عمر وفات رسول خدا سے حلفیہ انکار کرکے تلوار گھماتے اور لوگوں کو دھمکاتے تھے۔ کوئی نہ کہے رسولؐ فوت ہو گئے ہیں، ورنہ قتل کر دونگا۔ وہ رب کے پاس گئے ہیں آجائیں گے کہا جاتا ہے کہ جذبہ عشق رسولؐ میں اُن کی وفات سن کر حضرت عمر بے ہوش ہو گئے۔ اور جنون میں موت کا انکار کر دیا۔ ہوا خواہان عمر صاحب کی یہ ایسی لچر اور بے حقیقت تاویل ہے جو بہ چند وجوہ باطل ہے۔ (۱) یہ کہ کوئی لفظ حضرت عمر کے منہ سے مہمل بے معنے بے جا نہیں نکلا۔ جو نکلا کوئی راز مخفی سے خالی نہ تھا۔ (۲) سوائے انکار موت کے اور کوئی حرکت پاگلانہ اس عرصہ میں اُن سے سرزد نہیں ہوئی۔ بلکہ جو کچھ کیا سیاسی نقطہ نگاہ سے برمحل کیا۔ اور یہی اُن کا نصب العین تھا۔ (۳) اپنی بات کو حسب قاعدہ عرب حلف سے پختہ بنا کر لوگوں کے سامنے پیش کیا۔ تاکہ وہ تسلیم کریں اور اُن کو اس میں جھوٹا نہ سمجھیں (۴) دوسرا طریق لوگوں سے منوانے کا تہدید و تخویف ہوتا ہے۔ جو تلوار دکھا کر نہایت ہوشیاری سے کہنے لگے کہ رسولؐ فوت نہیں ہوئے خدا کے پاس گئے ہیں۔ واپس آجائیں گے۔ اور منافقین قائلین موت رسولؐ کے ہاتھ پاؤں کاٹے گے (۵) اپنی بات منوانے کا ایک ذریعہ تمثیلات پیش کرنا بھی ہوتا ہے۔ تو یہ بھی اُن کے ذہن رسا سے زائل نہیں ہوا۔ بلکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی مثال پیش کی کہا جیسے وہ آسمان پر گئے تھے ہمارے رسول کو بھی خدا نے اُٹھا لیا ہے (حالانکہ اُس وقت نعش اطہر نبی صلعم کی اپنے گھر میں موجود تھی۔ اور حضور کے اقربا گریہ و زاری میں مشغول تھے۔ مگر حضرت عمر کو تھوڑے عرصہ کیلئے وقع الوقتی منظور تھی) اور عیسیٰ علیہ السلام کی طرح واپس آجائیں گے دیکھو ملل والنحل شہرستانی مطبوعہ بمبئی جلد ۱ ص پھر یہ مثال موزوں نہ معلوم ہوئی تو اور مثال پیش کی کہا۔ نبیؐ حضرت موسیٰ کی طرح اپنے رب کے پاس گئے ہیں اور حضرت موسےٰ کے متعلق بھی کہا گیا تھا کہ فوت ہو گئے مگر جیسے وہ چالیس روز کے بعد واپس آ گئے تھے یہ بھی واپس آجائیں گے دیکھو سیرۃ ابن ہشام و طبری وغیرہ اصل عبارات اس کتاب کی بحث تقیہ میں دیکھو (۶) ابو بکر صاحب نے سمجھا کہ حضرت عمر کا یہ حیلہ کارگر نہ ہوگا کیونکہ جسد اطہر موقع پر موجود ہے اور باقی علامات تجہیز و تکفین اور گریہ و زاری عیاں ہیں۔ یہ بات کب تک صیغہ اخفا میں رہ سکتی ہے۔ چند منٹوں میں یہ کذب ظاہر ہوگا اور پہلے سے زیادہ خرابی پیدا ہوگی۔ انہوں نے فرمایا اے عمر تحمل کرو انبیاء سابقین بھی فوت ہو گئے اور ہمارے نبی کی وفات بھی قرآن میں مذکور ہے۔ ساتھ ہی ایک دو آیات تلاوت فرمائیں اور کہا کہ لوگو نبیؐ فوت ہو گئے ہیں۔ تو کیا تم کفر کی طرف پلٹ جاؤ گے۔ یہ سن کر حضرت عمر بھی پچھتائے۔ اور سوچا کہ واقعی یہ تدبیر دیرپا اور نتیجہ خیز نہیں ہو سکتی۔ کہہ دیا کہ یہ آیات گویا میں آج سن رہا ہوں۔ اس سے پیشتر اُن کو یہ خیال تھا کہ نبی صلعم کی موت کی خبر لوگوں کے دل میں متیقن نہ ہوگی تو ہوں کی اس

بیت قرآن سے حضرت عمر کی جہالت و حلفیہ انکار

حصول خلافت کیلئے حضرت عمر کا وفات رسولؐ سے حلفیہ انکار

پریشان خیالی میں ہم اپنی کوئی تدبیر حصول خلافت کی سرانجام کرلیں گے ایسا نہ ہو کہ ابھی اُن کو وفات رسول کا یقین ہو جائے اور کوئی ایسی تدبیر کرلیں کہ خلافت و امامت ہمیں نہ ملے اور کسی دوسرے کے قبضہ میں چلی جائے جب مجوزہ تدبیر کارگر ہوئی معلوم نہ ہوئی اور ساتھ ہی سنا کہ سقیفہ بنی ساعدہ میں انصار موجود ہیں اور اسی خلافت کا تذکرہ ہو رہا ہے تو دونوں صاحب سقیفہ کی طرف اس شان سے روانہ ہوئے کہ ایکدوسرے کا ہاتھ پکڑ کر کھینچتے تھے کہ جلد پہنچنا چاہیے کہیں کام بگڑ نہ جائے (اس کا ثبوت نکالو انعقاد خلافت کا پیچھا) ان کو یہی خیال تھا کہ ہم لشکر اسامہ سے اسی واسطے باز رہے اور موت رسول سے انکار کا پروپیگنڈہ بھی اسی لیے کیا تھا۔ وغیرہ وغیرہ۔ تو ایسا نہ ہو کہ ہماری عرصہ کی تدابیر پر انصار پانی پھیر دیں اور ہماری محنت رائیگاں ہو جائے اور ہماری امیدیں خاک میں مل جائیں (۷) انکار موت کے بعد باقی اہتمام بالا سے سقیفہ کی طرف روانہ ہونے کے علاوہ حضرت عمر کی بیان کردہ روایت سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ جس وقت یہ دونوں چلے تھے تو دل ہی من گھڑت باتیں بناتے چلے جاتے تھے۔ اور بنا دیئے الفاظ تقریر کے دل میں سوچتے چلے جا رہے تھے۔ جب پہنچے تو ابوبکر صاحب کو ان کی تیز مزاجی کا علم تھا اسلئے انہیں بولنے نہیں دیا اور خود نرمی سے تقریر شروع کی اور حضرت عمر صاحب کے الفاظ جو دل میں تھے پہلے ہی سلسلہ بیان میں ختم کردیئے جس کی تصدیق حضرت عمر صاحب یوں کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ گویا ابوبکر صاحب غیب پر مطلع ہوگئے تھے کہ میں نے جو الفاظ اپنے دل میں بنائے تھے وہ سب اور اس سے بہتر بھی بیان کئے پھر فرماتے ہیں کہ بخدا کہ ابوبکر صاحب کی تقریر کے جواب کا موقعہ دیا بلکہ اختتام تقریر ہی جلدی سے ابوبکر کے ہاتھ پر بیعت کرلی جس پر اور لوگوں نے بھی بیعت کرنی شروع کردی۔ بعینہٖ انہی الفاظ کی عربی عبارت ملل والنحل مطبوعہ بمبئی جلد ۱ صلا میں دیکھو اور صواعق محرقہ مطبوعہ مصر صفحہ ۶ میں یہ الفاظ ہیں۔ فقد کنت زورت مقالۃ اعجبتنی اردت ان اقولہا الخ (وکذا فی سیرۃ ابن ہشام برحاشیہ روض الانف طبع مصر جلد ۲ ص۴۲۳ وکذا فی السیرۃ الحلبیۃ جلد ۳ ص۳۵۹ دیکھا) (واللہ ماترک من کلمۃ اعجبتنی فی تزویری الا قالہا فی بدیہۃ وافضل) اور نہایہ ابن اثیر لغت زور میں زور کے معنی جھوٹ لکھ کر اس روایت کو بھی حضرت عمر سے نقل کیا ہے۔ اور بعض نے یہ تاویل کی ہے کہ اس کا معنی ہے۔ تقریر تیار کی اور بنائی (۸) ابوبکر صاحب سے بیعت کرنے کے بعد حضرت عمر نے جو لوگوں سے بحث کی یا سخت کلامی کی اور چند شریروں کو ہمراہ لے کر لوگوں کو ڈرایا اور دھمکایا حتی کہ حضرت علیؑ کے گھر جلانے کا انتظام کیا اور جبراً اسکی سلطنت جمایا۔ اس کو شبلی نعمانی صاحب الفاروق میں حضرت عمر کی دانشمندی اور سیاست دانی پر محمول فرماتے ہیں۔ ان کارروائیوں کے بعد کون عقلمند ہے جو حضرت عمر کو رسول صلعم کی وفات پر بے ہوش و مجنون اور از خود رفتہ خیال کرسکتا ہے۔ اور ان سب باتوں کو ایک مجنون کی پاگلانہ حرکات سمجھتا ہے۔ ہرگز نہیں۔ یا یہ کہو کہ چند منٹوں کے لئے وہ مجنون تھے اور نام خلافت کا تذکرہ سننے کی دیر تھی کہ فوراً ہوش میں آگئے۔ اور ایک مدبر سیاست دان کی چالیں استعمال کرکے سلطنت لے لی گویا اُن کے ہوش میں لانے کا یہی علاج تھا یا یہی اُن کا نصب العین تھا۔ چنانچہ مولوی وحید الزمان انوار اللغۃ پ ۱۱ ص۱۱ میں اس کا اعتراف کرتے ہیں کہ حضرت عمر بڑے سیاسی اور پولیٹیکل سردار تھے۔ انہوں نے پہلے اس خیال سے کہ کہیں اسلام کے منافقین ایک دم کوئی فساد نہ مچائیں آنحضرت صلعم کی وفات کو چھپا لیا اور فرمایا کہ آپ زندہ ہیں اور عنقریب اُٹھ کر منافقین کی گردنیں اڑائیں گے جب ایک گونہ اطمینان ہوگیا تو حضرت ابوبکر نے اصل حال لوگوں پر کھول دیا اور آنحضرت کی وفات ظاہر کردی انتہی۔ اور مدیر اصلاح سوانح عمر جلد ۳ ص۳ میں الفاروق ص۶۵ سے علامہ شبلی کی یہ عبارت نقل کرتے ہیں اسلئے مصلحتاً حضرت عمر نے اس خبر کے پھیلنے کو روکا ہوگا لیکن مشکل یہ ہے کہ صحیح بخاری وغیرہ میں اس قسم کی تصریحات موجود ہیں جو ہمارے اس معیار سے مطابق نہیں ہوسکتیں انتہی ملخصاً مترجم۔

فاخذ عمر بیدہٖ فبایعہ وبایعہ الناس۔ وفی الفتح وفی روایۃ ابن عباس عن عمر فکثر اللغط وارتفعت الاصوات حتی خشینا الاختلاف فقلت ابسط یدک یا ابابکر فبسط یدہ فبایعتہ۔ وفی تاریخ الخلفاء وبرأیہ رأی رأی عمر) فی ابی بکر کان اول من بایعہ۔

اور یہ کہکر امیر عمر صاحب نے ابوبکر صاحب کا ہاتھ پکڑ کر بیعت کرلی پھر دوسرے لوگوں نے بھی بیعت کرنی شروع کردی۔ فتح الباری شرح بخاری میں بروایت ابن عباس امیر عمر سے اس طرح وارد ہوا ہے کہ وہاں شور و غوغا بہت ہوگیا اور آوازیں بلند ہوئیں حتی کہ ہم اختلاف پیدا ہونے سے ڈر گئے اور میں نے ابی بکر سے کہا کہ یا ابابکر! آپ ہاتھ بڑھائیے ابوبکر صاحب نے اپنا ہاتھ لمبا کیا اور میں نے اُس سے بیعت کرلی۔ اور تاریخ الخلفاء صفحہ ۸۱ میں ہے۔ صرف اپنی ہی فکر سے امیر عمر نے ابی بکر کی بیعت کرلینے میں سبقت کی (یعنے کسی سے مشورہ نہ لیا)

وفی الصواعق اخرج النسائی وابو یعلی والحاکم وصححه عن ابن مسعود قال لما قبض رسول اللہ ص قالت الانصار منا امیر ومنکم امیر فاتاهم عمر ابن الخطاب الخ وفیه ان الانصار کرهوا بیعة ابی بکر وقالوا منا امیر ومنکم امیر فدفعهم ابوبکر بخبر الائمة من قریش الخ ولا یقدح فی حکایة الاجماع تاخر علی والزبیر والعباس وطلحة مدة الخ ملخصاً۔ وفیه ان علیا[2] والزبیر ومن معهما تخلفوا فی بیت فاطمة ع وتخلفت الانصار عنا باجمعها فی سقیفة بنی ساعدة۔ وفی البخاری واجتمعت الانصار الی سعد[3] بن عبادة فی سقیفة بنی ساعدة فقالوا منا امیر ومنکم امیر۔ فی الامامة والسیاسة فلما قبض رسول اللہ ع قال العباس لعلی ابن ابی طالب ابسط یدک ابایعک فیقال عم رسول اللہ بایع ابن عم رسول اللہ ویبایعک اهل بیتک فان هذا الامر اذا کان لم یقل (من الاقالة لامن القول) فقال له علی ومن یطلب هذا الامر غیرنا وفیه

اور صواعق محرقہ صفحہ ۲ میں نسائی وابو یعلی وحاکم نے ابن مسعود سے روایت کیا ہے۔ اور حاکم نے صحیح بھی کہا کہ ابن مسعود کہتا ہے۔ جب رسول اللہ صلعم فوت ہوئے تو انصار نے کہا ایک ہماری قوم سے امیر ہونا چاہئے اور ایک تم میں سے بھی ہو جائے تو ان کے پاس عمر بن خطاب آئے الخ اور اسی کے حاشیہ میں ہے کہ تحقیق انصار نے بیعت ابی بکر سے کراہت کی اور کہنے لگے۔ ایک ہم میں سے اور ایک تم میں سے امیر ہونا چاہئے تو ان کو ابو بکر نے اس حدیث سے جواب دیا کہ امام قریش سے ہونا چاہئے۔ اور حکایت اجماع میں علی اور زبیر وعباس وطلحہ کا مدت تک بیعت نہ کرنا کوئی فرق نہیں دیتا۔ انتہی ملخصاً۔ اور اسی کے صفحہ ۶ میں ہے تحقیق حضرت علی اور زبیر اور ان کے ساتھی ابی بکر کی بیعت سے ہٹ کر جناب فاطمہ زہرا کے گھر میں بیٹھ گئے اور انصار بھی سب کے سب سقیفہ بنی ساعدہ میں جمع ہوئے اور بیعت نہ کی۔ اور بخاری جلد ۲ صفحہ ۳۰۸ میں ہے کہ انصار سعد بن عبادہ کے پاس سقیفہ بنی ساعدہ میں جمع ہو گئے اور کہنے لگے ایک ہمارے گروہ سے اور ایک تمہارے گروہ سے امیر ہونا چاہئے اور امامت والسیاست مطبوعہ مصر میں ہے۔ جب رسول اللہ صلعم نے وفات پائی حضرت عباس نے حضرت علی سے عرض کی کہ آپ ہاتھ بڑھائیں کہ میں آپ سے بیعت کر لوں اور لوگ کہیں کہ رسول اللہ صلعم کے چچا نے چچا زاد بھائی رسول سے بیعت کر لی ہے اور آپ کے اہل بیت بھی آپ سے بیعت کر لیں کیونکہ ایسا امر مہلت کے قابل نہیں ہوتا۔ لہذا مہلت نہ کرنی چاہئے تو جناب علی نے حضرت عباس سے فرمایا (جلدی کی کیا ضرورت ہے) کیونکہ ہمارے سوا اس کا کون مستحق ہے۔ اور کون لے سکتا ہے اور کون خواہش کریگا۔ اور اسی کے صفحہ ۱۱ میں ہے کہ تحقیق بنی ہاشم بیعت انصار

[1] هکذا فی شرح المواقف ص ۷۳۲ ۔ ۱۲ مترجم [2] کذا فی عقد الفرید لابن عبد ربه جلد ۳ ص ۶۳ طبع مصر کہ علی وعباس وزبیر وسعد بن عبادہ متخلفین سے تھے ۱۲ مترجم۔ [3] تاریخ کامل جلد ۲ صفحہ ۱۲۳ وتاریخ طبری جلد ۳ ص ۱۹۸ میں اسی طرح ہے اور نیز لکھا قالت الانصار او بعض الانصار لا نبایع الا علیا۔ یعنی انصار نے کہا ہم تو حضرت علی کے بغیر کسی کی بیعت نہیں کرتے۔ انتہی۔ غور فرمائیے کہ اجماع اور کل مسلمانوں کی رضامندی حضرت ابی بکر کے لئے اسی کا نام ہے؟ ۱۲ مترجم [4] فی سیرة ابن هشام علی هامش روض الانف طبع مصر جلد ۲ ص ۳۷۳ وتاریخ کامل جلد ۲ ص ۱۲۴ وطبری جلد ۳ ص ۲۱۰ قال عمر ونزونا علی سعد بن عبادة فقال قائل منهم قتلتم سعد بن عبادة قال فقلت قتل اللہ سعد بن عبادة یعنی عمر نے کہا اللہ اس کو قتل کرے تو اچھا ہے یا اس کا معنے اللہ اس کو لعنت کرے۔ چنانچہ کتب لغت میں ہے۔ اور طبری میں ہے۔ سعد کو قتل کرو خدا اسکو قتل کرے اور عمر سعد کے سر پر کھڑا ہو گیا کہا کہ ارادہ کرتا ہوں تیرے بدن کے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالوں۔ سعد نے عمر کی ڈاڑھی پکڑ لی اور کہا اگر تو میرا ایک بال بھی اکھاڑے گا تو تیرے سارے دانت منہ سے نکال دونگا۔۔۔ الخ عینی شرح بخاری طبع مصر جلد ۸ صفحہ ۳۶۶ میں ہے سعد بن عبادہ بدری ابوبکر و عمر کے تابع نہ ہوا شام کی طرف مقام حوران میں قیام پذیر ہوا اور وہاں سنہ ۱۵ھ میں مردہ پایا گیا یعنے قاتل معلوم نہ ہوا انتہی۔ مشہور ہے کہ حضرت عمر کی خفیہ تدبیر سے قتل ہوئے۔ حوالہ بخاری میں یہ بھی ہے فقال قائل قتلتم سعد بن عبادة فقال عمر قتله اللہ۔ اور بخاری طبع مصر جلد ۴ صفحہ ۱۱۱ میں ہے قال عمر فقلت قتل اللہ سعد بن عبادة۔ وکذا فی کنز العمال جلد ۳ ص ۱۳۹ اور نہایہ ابن اثیر جلد ۳ صفحہ ۲۵۶ وسیرۃ حلبیہ جلد ۳ ص ۳۹۷ میں ہے اقتلوا سعدا قتله اللہ حضرت عمر کا فتویٰ قتل ایک صحابی انصاری

(باقی حاشیہ بر ص ۲۱۹)

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۱۸) بدری کے لیے ملاحظہ کیجئے۔ اس نے فقط ووٹ ان کی مرضی کے مطابق نہیں دیا اور کوئی وجہ نہ تھی۔ تاریخ طبری جلد ۳ صفحہ ۲۱۰ میں بھی اسی طرح ہے بلکہ عمر نے سعد کے حق میں کہا یہ منافق ہے بحوالہ سہیل نمبر ۹ جلد ۶ صفحہ منہاج السنۃ ابن تیمیہ جلد ۳ صفحہ ۲۱۶ میں سعد بن عبادہ کے ساتھ حباب بن منذر صحابی کا بیعت ابی بکر سے منکر ہونا بھی لکھا ہے اور سعد کے حق میں لکھا ہے هو من اهل الجنة السابقين الاولين من الانصار۔ جب سعد باوجود انکار خلافت حضرت ابی بکر و عمر کے بہشتی ہو سکتا ہے تو کیا وجہ کہ شیعہ خلافت شیخین کے انکار سے مستحق فتویٰ کفر سمجھے جاتے ہیں (یعنی عندی ملاؤں کے نزدیک)۔ ۱۲ مترجم

الی علی ابن ابی طالب[1] ومعهم الزبير ابن العوام وتخلف سعد بن عبادة فكان سعد لا يصلی بصلاتهم ولا يجمع بجمعتهم ولا يفيض بافاضتهم ولو يجد عليهم اعوانا لصال بهم ولو بايعه احد على قتالهم لقاتلهم فلم يزل كذلك حتى توفی ابوبكر وولی عمر ابن الخطاب فخرج الی الشام فمات بها ولم يبايع لاحد رحمه الله تعالى وحكى ابن عبد البر فی الاستيعاب ان سعدا ابی ان يبايع ابابكر حتى لقی الله تعالى وفی حيوة الحيوان ومما اشتهر ان سعد بن عبادة لما بايع الناس ابا بكر سار الی الشام فنزل حوران واقام بها حتى مات فی سنة خمس عشرة (الی قوله) ووقع فی صحيح مسلم ان سعدا شهد بدرا۔ فی تقريب التهذيب سعد بن عبادة بن دليم بن حارثة الانصاری الخزرجی احد النقباء وسيد الخزرج واحد الاجواد وفی شرح الفقه الاكبر لعلی القاری ثم الانصار كلهم بايعوا ابابكر الا سعد بن عبادة۔ فی الامامة والسياسة والتاريخ الكامل ثم بعث اليه (ای الی سعد) ابوبكر ان اقبل فبايع فقد بايع الناس و بايع قومك فقال اما والله حتى ارميكم بكل سهم فی كنانتی

کے وقت علی بن ابی طالب کے پاس جمع ہو گئے۔ اور زبیر بن عوام بھی ان کے ساتھ تھا۔ اور سعد بن عبادہ بھی بیعت ابی بکر سے ہٹ رہا۔ اور سعد ان لوگوں کے ساتھ جو بیعت کرنے کرانے والے تھے۔ نہ نماز پڑھتا اور نہ جمعہ ان کے ساتھ پڑھتے تھے اور نہ وہ ان کی نقل و حرکت میں اتفاق کرتے۔ اور اگر ان پر کوئی اپنا مددگار پاتے تو ضرور حملہ کر دیتے۔ اگر کوئی اس سے ان کے ساتھ جنگ پر بیعت کرتا تو ضرور سعد ان سے جنگ بھی کرتے پس سعد فوت ہونے تک مخالفت کی حالت پر رہے۔ اور جب ابوبکر صاحب فوت ہوئے اور امیر عمر والی ہوئے تو حضرت سعد شام کی طرف چلے گئے اور وہاں ہی فوت ہوئے۔ اور کسی سے بیعت نہ کی اللہ تعالیٰ ان پر رحمت کرے۔ اور ابن عبد البر نے استیعاب میں بیان کیا ہے کہ تحقیق حضرت سعد نے بیعت ابی بکر سے انکار کیا حتیٰ کہ فوت ہو گئے۔ اسی طرح صواعق محرقہ صفحہ ۷ میں ہے۔ اور حیوۃ الحیوان جلد ۱ صفحہ ۱۸۱ میں ہے کہ یہ بات مشہور اور غیر مخفی ہے کہ سعد بن عبادہ لوگوں کے ابی بکر سے بیعت کر لینے کے وقت شام کی طرف چلا گیا۔ اور (ملک) شام کے حوران شہر میں اقامت اختیار کی یہاں تک کہ وہاں ہی ۱۵ھ میں فوت ہوا۔ (پھر کہا) اور صحیح مسلم میں ہے کہ سعد جنگ بدر میں حاضر تھا۔ تقریب التہذیب میں ہے۔ کہ سعد بن عبادہ بن دلیم بن حارثہ انصاری خزرجی ایک نقیب اور سردار قبیلہ خزرج کا اور سخیوں میں سے تھا۔ (کذا فی الاستیعاب علی الاصابہ جلد ۲ صفحہ ۳۳) اور شرح فقہ اکبر مؤلفہ علی قاری صفحہ ۷۵ میں ہے پھر سوائے سعد بن عبادہ کے کل انصار نے ابی بکر سے بیعت کر لی (وکذا فی الاصابہ جلد ۲ صفحہ ۳۰ و الاستیعاب علی الاصابہ جلد ۲ صفحہ ۳۶) اور امامت و السیاست اور تاریخ کامل جلد ۲ صفحہ ۱۶۰ (اور سیرۃ حلبیہ جلد ۳ صفحہ ۳۹۰) میں ہے پھر ابوبکر نے سعد کی طرف کسی کو بھیجا کہ ہمارے پاس آ کر بیعت کر جیسا کہ دوسرے لوگوں نے بیعت کی ہے۔ بلکہ تیری قوم نے بھی بیعت کر لی ہے۔ سعد نے کہا خدا کی قسم میں بیعت نہ کروں گا جب تک تیر اپنے تیردان کے سب تیر نہ چلا لوں

[1] تاریخ طبری جلد ۳ صفحہ ۱۹۸ میں ابراہیم صاحب سے مروی ہے کہا جب لوگوں نے ابی بکر کی بیعت کر لی تو حضرت علی و زبیر نے ابی بکر کی بیعت سے انکار و تخلف کیا اور زبیر نے تلوار کھینچ کر کہا کہ میں تلوار کو تب تک میان میں نہ رکھوں گا جب تک کہ لوگ حضرت علی کی بیعت نہ کر لیں۔ جب یہ خبر ابوبکر و عمر کو پہنچی امیر عمر نے کہا کہ زبیر کی تلوار پکڑ کر پتھر پر مارو۔ پھر امیر عمر صاحب حضرت علی اور زبیر کی طرف سختی سے گیا اور کہا تم دونوں فرمانبرداری و خوشی سے بیعت کر لو ورنہ تم کو ایسی حالت میں بیعت کرنی پڑے گی کہ تم مجبور ہو گے اگرچہ ناپسند کرو تاہم بیعت کر لو گے انتہے۔ افسوس کہ ایسے اہل حل و عقد کی مخالفت کو قادح و مخالف و مفسد اجماع خلافت نہیں سمجھا گیا یعنی علی و زبیر و بنی ہاشم و انصار کی مخالفت کو۔ پھر تعجب اس پر ہے کہ قتل عثمان کو جو اجماع سے منجملہ مہاجرین و انصار اہل مدینہ و مصریین وغیرہم کے واقع ہوا اس کو کیوں جرم قرار دیا جاتا ہے۔ حالانکہ

احتج علیکم بمثل ما احتججتم علی الانصار نحن اولی برسول اللہ حیاً ومیتاً فانصفونا ان کنتم تؤمنون والا فبوءوا بالظلم وانتم تعلمون فقال لہ عمر انک لست متروکاً حتی تبایع فقال لہ علی احلب حلباً لک شطرہ وشد لہ الیوم یردہ علیک غداً ثم قال واللہ یا عمر لا اقبل قولک ولا ابایعہ فقال لہ ابو بکر فان لم تبایع فلا اکرھک ثم قال علی فی جواب ابی عبیدۃ ابن الجراح) فقال علی یا معشر المہاجرین لا تخرجوا سلطان محمد فی العرب من دارہ وقعر بیتہ الی دارکم وقعور بیوتکم وتدفعون اھلہ عن مقامہ فی الناس وحقہ فواللہ یا معشر المہاجرین لنحن احق الناس بہ لانا اھل البیت ونحن احق بھذا الامر منکم ما کان فینا القاری لکتاب اللہ الفقیہ فی دین اللہ العالم بسنن رسول اللہ المضطلع لامر الرعیۃ الدافع عنہم الامور السیئۃ القاسم بینہم بالسویۃ واللہ انہ لفینا فلا تتبعوا الھوی فتضلوا عن سبیل اللہ فتزدادوا من الحق بعداً وقال بشیر بن سعد الانصاری لو کان ھذا الکلام سمعتہ الانصار منک یا علی قبل بیعتھا لابی بکر ما اختلفت علیک (ثم قال) یقول علی اکنت ادع رسول اللہ فی اہل بیتہ لم ادفنہ واخرج انازع الناس سلطانہ ۔ وکذا ذکرہ الاعثم الکوفی

میں وہی حجت تم پر قائم کرتا ہوں جو تم نے انصار پر قائم کی ہے (یعنی قرابت وغیرہ کی) اس طرح کہ ہم زندگی اور موت میں رسول اللہ صلعم کے اقرب ہیں۔ اگر تمہارا مومن ہونیکا سچا دعویٰ ہے تو تم کو ہمارے لئے انصاف کرنا چاہیئے ورنہ یاد رکھو کہ تم عمداً ظلم کر رہے ہو۔ پس امیر عمر نے علی علیہ السلام سے کہا بتحقیق تجھ کو نہیں چھوڑا جائیگا جب تک کہ تو بیعت نہ کریگا علی نے فرمایا دودھ لے خوب دودھنا کہ تیرا بھی اس میں حصہ ہے (یعنے خلافت میں تو اس کا شریک ہے) اور اس کے لئے اس کام کو خوب مضبوط کر کیونکہ پھر کل تیری طرف پھیر دیگا۔ پھر فرمایا قسم ہے اللہ کی میں نہ تیرا قول قبول کرتا اور نہ اس کی بیعت کرتا ہوں۔ ابو بکر نے کہا اچھا تمہارے بیعت نہ کرنے پر ہم تمہیں مجبور نہیں کرتے۔ پھر ابی عبیدہ بن جراح کے جواب میں علیؑ نے فرمایا کہ اے گروہ مہاجرین سلطنت محمد صلعم کی جو عرب میں ہے اس کو آنحضرت کے گھر سے نکال کر اپنے گھروں کی طرف نہ لیجاؤ۔ اور رسول صلعم کے اہل بیت کا جو مرتبہ لوگوں میں ہونا چاہیئے اس کو تم مقام حق سے ہٹا رہے ہو۔ اے گروہ مہاجرین اللہ کی قسم ضرور ہم سب لوگوں سے زیادہ اس امر کے مستحق ہیں کیونکہ ہم اہل بیت نبی ہیں اور ہم ہی تمہاری نسبت اس امر کے سب سے زیادہ مستحق ہیں۔ کیونکہ جو قاری کتاب اللہ اور فقیہ دین اللہ اور عالم سنت رسول اللہ اور خبردار امر رعیت ہے اور ان سے برائی کو دفع کرنے والے اور ان میں برابر تقسیم کرنے والے۔ خدا کی قسم تحقیق یہ سب صفات ہم اہل بیت میں ہیں پس تم ہوا وہوس کی متابعت نہ کرو ورنہ خدا کے رستہ سے گمراہ ہو جاؤ گے اور حق سے دوری میں بڑھ جاؤ گے اس پر بشیر بن سعد انصاری نے کہا۔ یا علیؑ اگر انصار یہ کلام آپ سے پہلے سنتے تو کبھی اور کسی طرف نہ جاتے تیری ہی بیعت کر لیتے اور کوئی اختلاف نہ کرتے (پھر اس گفتگو کے بعد بشیر نے کہا کہ تو کیوں بیٹھ رہا۔ اور پہلے یہ باتیں نہ سنائیں علیؑ نے فرمایا) کیا تو چاہتا ہے کہ میں رسول صلعم کو گھر میں بے گور وکفن چھوڑ آتا اور لوگوں کے ساتھ سلطنت کے جھگڑے کے لئے کھڑا ہو جاتا۔ نیز اسی طرح تاریخ اعثم کوفی میں بھی مذکور ہے۔

ےلہ تاریخ طبری جلد ۳ صفحہ مطبوعہ مصر میں باسناد خود ابن عباس سے ہے کہ عمر نے کہا تحقیق علیؑ وزبیر اور جو ان کے ہمراہ تھے فاطمہؑ کے گھر میں بیعت سے کنارہ کر بیٹھے اور انصار بالمرا یعنے تمام انصار بیعت سے ہٹ رہے تو ہم نے اس طرح کیا (یعنے ابو بکر کو خلیفہ بنا لیا) الخ ۱۲ مترجم

ےلہ بالکل صحیح فرمایا کیونکہ مطابق نظر مشورہ (من تراضی بکم) تو مراد یہ ہو کہ ابو بکر کو پسند کرتے تھے کہ نہیں جی آپ کو جانتا چاہیئے کیونکہ آپ قوی ہیں۔ اور امیر عمر صاحب حضرت ابو بکر کو پسند کرتے رہے کہ نہیں جی آپ صاحب تھا ہیں آپ کے ہوتے ہوئے کس کی مجال ہے۔ اور محض اپنی نکر سے بیعت کر کرالی۔ مگر اصل میں آنکا معاہدہ یہی تھا کہ حتی الوسع خلافت اول لے میں امیر عمر کے مشورہ کے بغیر کوئی کام صادر نہو اور بعد وفات ابی بکر کے امیر عمر کو خلافت ملنی چاہیئے۔ چنانچہ اسی طرح عمل رہا کہ ابی بکر صاحب سوائے کسی خاص موقع کے جہاں مصلحت سمجھا کر خاموش کرا دیا ہو امیر عمر کے زیر اثر رہے اور بعد میں امیر عمر کو خلیفہ بھی بنا گئے نیز اذیت ہونیکا قصہ آگے آئیگا جو ارا ابی بارالی کاشت کے لئے ابو بکر صاحب بلا اجازت امیر عمر صاحب کے حکم دے بیٹھے تو جوزجر ابو بکر صاحب کو امیر عمر سے ملی ہے وہ حاکم محکوم کی طرز سے ہے اور خلافت عمر کو دیدینا بھی لوگوں کو پہلے سے معلوم تھا جیسا کہ آئیگا کہ ایک قوم نے ابا بکر سے کہا ہم تجھ سے نہیں ڈرتے بلکہ اس سے ڈرتے ہیں جو تمہارے بعد آنیوالا ہے

ےلہ سختی کے بعد نرمی کر دی کہ کسی طرح کام سدھر جائے ۱۲ مترجم۔ ےلہ جناب علیؑ خلافت ثلاثہ کو غصبی تصور فرماتے تھے جس پر مختلف کلمات

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۲۱) امیر المومنین ؑ کے مندرجہ کیفیت انعقاد خلافت ثلاثہ پر اظہر من الشمس دلالت کرتے ہیں دیکھو صفحہ ۲۲۰ تاخذونا اھل البیت غصبا مگر ایک کلمہ علاوہ ان کے اور باقی ہے جس کو ناظرین کے پیش کرتا ہوں صحیح مسلم جلد ۲ صفحہ ۹۱ مطبوعہ دہلی میں قول جناب علی ؑ کا مروی ہے جو ابوبکر کو مخاطب کرکے فرمایا ولکنک استبددت علینا بالامر وکنا نحن نری لنا حقا لقرابتنا من رسول اللہ ص یعنے تمنے اپنی رائے سے بلا رضامندی ہم اہل بیت رسول ص کے خلافت پر تسلط کر لیا بحالیکہ ہم بوجہ قرابت رسول اللہ ص کے اپنا حق جانتے تھے۔ تاریخ الامم والملوک ابن جریر طبری مطبوعہ مصر جلد ۳ صفحہ ۲۰۲ میں ہے کہ علی ؑ نے ابی بکر سے کہا کنا نری ان لنا فی ھذا الامر حقا فاستبددت به علینا ثم ذکر قرابته من رسول اللہ ص وحقھم فلم یزل علی ؑ یقول ذالک حتی بکی ابوبکر الخ یعنے ہم اس کام میں اپنا حق سمجھتے تھے اور تمنے ہمارا کام پریشان کرکے ہمارے حقوق پر غلبہ کر لیا پھر قرابت رسول خدا ص کا ذکر فرمایا حتی کہ ابوبکر صاحب رونے لگے الخ باقی کتب میں یہ لفظ مختلف حیثیت میں وارد ہوا ہے لیکن کتب حدیث سے صحیح تر کتاب اور کتب تواریخ سے بھی صحیح تر کے حوالہ پر اکتفا کرکے ہم اس کے معنی کی طرف توجہ کرتے ہیں۔ منتہی الارب اور صراح میں ہے بدّ ذتبین یدّا پریشان کردن را تبدّد پریشان گردید۔ استبدّ به بخودی خود بآں کار ایستاد۔ متفرد شد بآں ومنہ استبد برایہ ضل وفی حدیث علی کنا نری ان لنا فی ھذا الامر حقا فاستبددتم علینا۔ اس سے معلوم ہوا کہ جو خود رائے ہو کر کسی کام کو متفرد کرے اسکو محاورہ عرب میں ضلّ سے تعبیر کیا جا سکتا ہے یعنی گمراہ ہوا اور یہ محض استبد برایہ اپنے فکر سے متفرد ہوا کا مفاد ہے جب استبدد کا صلہ علیٰ سے ہو وہاں پر مستفاد ہوتا ہے کہ فلاں نے خود پسندی یا خود رائی سے ہمارے اوپر جابرانہ تسلط کیا کیونکہ جس کام میں رضا خاطر مدخول علیٰ کی نہ ہو ظاہر ہے کہ اسکے برخلاف کسی کا خودی سے کام کرنا جبر یا غصب سے موسوم ہوتا ہے دیکھو غیاث اللغات۔ استبداد تنہا بر سر کارے استادن ومنع کسے قبول نہ کردن از کشف وکنز۔ یعنے اکیلے کسی کام کو کر لینا اور کسی روکنے والے کی پرواہ نہ کرنی حاصل معنے اس کا یہی ہے کہ جابرانہ کام کر لینا۔ اب ابی بکر صاحب کی استبدادی حکومت کو جبری یا غصبی حکومت نہ کہا جائے تو اور کیا نام رکھا جا سکتا ہے؟ جب کہ خود امیر المومنین علیہ السلام بھی استبدادی حکومت فرما رہے ہیں۔ او دیگر روایات میں لم تستشرنا ولم ترع لنا حقا کا لفظ بھی آیا ہے یعنی تمنے ہم سے نہ مشورہ لیا اور نہ ہمارے حقوق کی رعایت کی بلکہ ہمارے برخلاف خود رائی سے ہمارے حقوق پر قبضہ کر لیا۔ اس کی تائید وتشریح ایک اور عبارت سے ہوتی ہے۔ جو کتاب مروج الذہب مسعودی مطبوعہ مصر برحاشیہ کامل صفحہ ۲۹ میں لکھی ہے اور مسعودی وہ ہے جس سے صاحب صواعق محرقہ سند لیتا ہے۔ مسعودی لکھتا ہے کہ محمد بن ابی بکر نے معاویہ کی طرف زجر وتوبیخ کا خط لکھا جس کے جواب میں معاویہ نے محمد بن ابی بکر کو لکھا جس کا مفصل ترجمہ ذیل میں لکھا جاتا ہے۔ اور اصل عبارت مخالفین کی تسکین خاطر کے لئے حسب ضرورت یہ ہے۔ کان ابوک وفاروقه اول من ابتزه حقه وخالفه علی امره علی ذالک اتفقا واتسقا ثم انھما دعواه الی بیعتھما فابطأ عنھما وتلکأ علیھما فھمّا به الھموم وارادا به العظیم الخ ترجمہ لکھنے سے پہلے میں اس لفظ کی تحقیق معنوی لغت سے لکھتا ہوں کہ پھر خلافت کے غصبی اور ظالمانہ طریق پر لے لیا۔ دیکھو منتہی الارب ابتز الشیئ ربود آں را وگرفت بستم۔ اب ترجمہ مفصل ملاحظہ ہو:

۱ے اسی طرح عقد الفرید جلد ۲ صفحہ ۳۱۹ وبلاغات النساء مطبوعہ مصر صفحہ ۲۲ (الکتب خانہ نصیفی جدہ حجاز) مکالمہ معاویہ وابن عباس میں مذکور ہے۔ معاویہ نے جو ابن عباس کو جواب دیا اس کے الفاظ یہ ہیں قال ولعمری لبنو تیم وعدی اعظم ذنوبا منا الیکم اذا صرفوا عنکم ھذا الامر یعنے معاویہ نے کہا اے ابن عباس مجھے اپنی عمر کی قسم بنو تیم (ابوبکر) اور بنو عدی (عمر) تمہارے لئے ہماری نسبت زیادہ گنہگار ہیں۔ کیونکہ انہوں نے ہی بنی ہاشم سے اس امر کو اولاً پھیرا ہے۔ اور یہ سنت قائم کی۔ اس کی تائید تاریخ کامل جلد ۳ صفحہ ۱۰۸ و طبری جلد ۵ صفحہ ۲۳۲ سے ہوتی ہے۔ باسناد لکھا کہ محمد بن ابی بکر اور معاویہ کے درمیان ایسی خط وکتابت ہوتی رہی ہے جس کو ذکر کرنا مجھے یہاں ناپسند ہے۔ کیونکہ ان میں ایسی باتیں ہیں جن کو عوام سن کر برداشت نہیں کر سکتے۔ اور آیات محکمات جواب آیات بینات جلد ۱ صفحہ ۵۴۵ میں تاریخ بلاذری سے منقول ہے کہ یزید بن معاویہ نے عبد اللہ بن عمر کو جواب میں لکھا۔ فابوک اول من سنّ ھذا وابتزّ واستاثر بالحق علی اھله ۱۲ مترجم۔

۲ے انا زعیم الناس بسلطانه کے بعد یہ بھی ہے فقالت ؑ فاطمۃ ؑ ما صنع ابو الحسن ؑ الا ما کان ینبغی له ولقد صنعوا ما اللہ حسیبھم وطالبھم یعنے حضرت زہرا ؑ نے فرمایا جو کچھ ابو الحسن ؑ نے کیا وہی ان کو مناسب تھا اور جو کچھ ان لوگوں نے کیا ہے خدا اس کا ان سے حساب لے گا۔ اور امامۃ والسیاسۃ جلد ۱ صفحہ ۹ سنی واحتجاج طبرسی شیعہ صفحہ ۴۰ میں ہے جناب امیر ؑ نے فرمایا انا احق بھذا الامر منه

(باقی بر صفحہ ۲۲۳)

جبری و استبدادی حکومت تھی

(بقیہ حاشیہ ثانی صفحہ ۲۲۲) اهل البیت غصبا یعنے میں ابوبکر سے زیادہ مستحق ہوں اور تم کو میری بیعت کرنی چاہئے تھی ہم اہل بیت سے غصباً اس امر کو لے بیٹھے ہو۔ اور تاریخ ابن جریر طبری مطبوعہ لندن صفحہ ۲۷۶۹ لغایت ۲۷۷۱ و مطبوعہ مصر جلد ۵ صفحہ ۳۱ و ۳۲ و تاریخ کامل ابن اثیر جلد ۳ صفحہ ۲۴ - ۲۵ - ۲۶ طبع مصر طبع ثانی میں ایک دلچسپ مکالمہ عبداللہ ابن عباس و حضرت عمر کا منقول ہے جس کو طبری نے باسناد خود عکرمہ سے روایت کیا ہے۔ وہ ابن عباس سے روایت کرتا ہے کہ ایک مشاعرہ کے اثنا میں حضرت ابن عباس نے چند اشعار میں حاسدین پر زجر کرکے اشارہ کیا۔ ابن عباس کہتا ہے مجھے حضرت عمر نے کہا تجھے معلوم ہے کہ جناب محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد قوم نے تم بنی ہاشم سے کیوں کراہت کر لی؟ ابن عباس کہتا ہے میں نے جواب دینا مناسب نہ سمجھا اور کہا۔ تم اچھا جانتے ہو عمر صاحب نے کہا۔ لوگوں نے یہ ناپسند کیا ہے کہ وہ تمہارے ہی خاندان میں نبوت اور خلافت دونوں کو جمع کر دیں۔ اس لئے تمہیں علیحدہ کرکے قریش نے خلافت کو اپنے لئے اختیار کر لیا اور اس باب میں قریش کی رائے صحیح ہے۔ ابن عباس نے کہا اگر اجازت ہو اور آپ خفا نہ ہوں تو کچھ عرض کروں۔ حضرت عمر نے کہا کہو۔ ابن عباس نے کہا کہ آپ کا یہ ارشاد کہ قریش اپنے لئے خلافت اختیار کرنے میں صائب تھے صحیح نہیں ہے البتہ یہ اُس وقت صحیح ہوتا کہ خدا عز وجل بھی اُن کو خلافت کے لئے اختیار کرتا اور اُنھیں مستحق قرار دیتا۔ اب رہا یہ کہ قریش نے ہم میں خلافت و نبوت کے جمع ہونے کو ناپسند کیا اس کے متعلق میں یہ عرض کرونگا کہ خداوند عالم ایک قوم کی کراہیت و ناپسند کرنے کی نسبت فرماتا ہے ذالك بانهم كرهوا ما انزل الله فاحبط اعمالهم (یہ اس سبب سے ہے کہ انہوں نے اُس چیز کو ناپسند کیا جس کو خدا نے اُتارا جس سے ان کے اعمال کو خدا نے ساقط اور ضائع کر دیا) - حضرت عمر نے کہا ہیہات خدا کی قسم اے ابن عباس تمہاری بعض باتیں مجھے معلوم ہو جایا کرتی ہیں مگر میں اسلئے اُن کی چھان بین نہیں کرتا کہیں تمہاری وقعت میرے دل سے زائل نہ ہو جائے۔ ابن عباس نے کہا فرمائیے تو سہی وہ کونسی باتیں ہیں۔ اگر وہ باتیں درست اور بجا ہیں تو آپکے دل سے میری منزلت زائل ہونے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔ اور اگر وہ اقوال باطل ہیں تو اُن سے میں اجتناب کرونگا۔ فقال عمر بلغني انك تقول انما صرفوها عنا حسدا وظلما فقلت اما قولك يا امير المؤمنين ظلما فقد تبين للجاهل والعليم واما قولك حسدا فان ابليس حسد ادم فنحن ولده المحسودون. فقال عمر هيهات ابت والله قلوبكم يا بني هاشم الا حسدا ما يحول وضغنا وغشا ما يزول فقلت مهلا يا امير المؤمنين لا تصف قلوب قوم اذهب عنهم الرجس وطهرهم تطهيرا بالحسد والغش یعنے حضرت عمر نے کہا مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم کہتے ہو ظلماً اور حسداً بنی ہاشم سے لوگوں نے خلافت چھین لی۔ ابن عباس نے کہا ظلماً لینا تو ہر جاہل و علیم پر روشن ہے۔ اور حسد کو کہئے تو اس بارہ میں بھی کوئی تعجب کی بات نہیں۔ ابلیس نے آدم پر حسد کیا اور ہم آدم ہی کی اولاد میں ہم پر بھی حسد کیا گیا تو کون سا محل استبعاد ہے۔ حضرت عمر نے کہا افسوس ہمیشہ بنی ہاشم کے دلوں میں حسد و کدورت و کینہ ہی بھرا رہا ابن عباس نے کہا۔ بس اُس قوم کے دلوں کی مذمت نہ کیجئے جن سے خدا نے رجس کو دور کیا ہے اور جن کو کامل طور پر پاک کیا۔ اور یہ بھی سمجھئے کہ قلب محمد رسول اللہ بھی قلوب بنی ہاشم میں معدود ہے۔ حضرت عمر صاحب نے کہا جاؤ میرے پاس سے چلے جاؤ۔ ابن عباس کہنے لگے ابھی جاتا ہوں۔ ابن عباس کہتے ہیں یہ کہکر میں اُٹھنے لگا۔ مگر حضرت عمر مجھ سے کچھ نادم سے ہوئے اور فرمایا نہیں نہیں بیٹھ جاؤ۔ کتاب محاضرات الابرار مؤلفہ محی الدین ابن عربی مطبوعہ مصر جلد ۲ صفحہ ۸۲ بیان حدیث سقیفہ میں حضرت علی کی تقریر جو آپ نے عمر و ابو عبیدہ کے جواب میں فرمائی ان الفاظ سے مروی ہے وفي النفس كلام لولا سابق قول وسالف عهد لشفيت غيظي بخنصري وبنصري (الى ان قال) لكني ملجم الى ان القى ربي عز وجل وعنده احتسب ما نزل بي (ثم قال) واصبر على ما ساءني وسركم ليقضي الله امرا كان مفعولا وكان الله على كل شيء شهيدا۔ انتہے۔ یعنی میرے اندر بات ہے اگر مجھے عہد و قول قرار نبی کا خیال نہ ہوتا تو اپنی دو چھوٹی انگلیوں سے میں اپنا غصہ کا علاج کر لیتا (جنگ کرکے فتح کرتا) لیکن عہد کی لگام سے بندھا ہوں اور اس چیز پر تمکو خوشی آئی اور ہمکو بری معلوم ہوتی ہے صبر کرتا ہوں تاکہ جو کچھ ہونا ہے ہو جائے۔"

بعد نبی کے جو اختلاف کرتے ہیں اُن میں سے جھوٹے غالب آجاتے ہیں

کنز العمال جلد ۱ صفحہ ۷۴ میں باسناد طبرانی فی الاوسط حضرت عمر سے مروی ہے فرمایا ما اختلفت امة بعد نبيها الا ظهر اهل باطلها على اهل حقها۔ یعنے ہمیشہ جس امت نے اپنے نبی کے بعد اختلاف کیا اس کے اہل باطل (جھوٹے لوگ) اہل حق پر غالب آجاتے ہیں۔ اور کتب شیعہ سے ہماری اس کتاب کے آخر سے مقدمہ کے حاشیہ میں بحوالہ روضہ کافی مختصراً خلافت ابوبکر صاحب کا ناحق ہونا لکھا گیا ہے۔ اس کی تفصیل بقول امیر المومنین علی علیہ السلام نص ولیعہدی خم غدیر کے اور ... کے اس دن ... کہ ...

(باقی برصفحہ ...)

وجہ عدم قتال علیؑ با ثلاثہ

اور بیعت ابی بکر کے وقت شیطان کا خوش ہوتا اور اکثر لوگوں کا مرتد ہونا اور سب سے پہلے ابلیس کا بیعت کرنا روضہ کافی صفحہ ۱۵۹ و ۱۶۰ میں مذکور ہے۔ (وجہ عدم قتال جناب علیؑ مرتضےٰ با ثلاثہ) حضرت علی علیہ السلام نے اس وجہ سے جنگ مناسب نہ سمجھی کہ لوگ قریب العہد با سلام بعد وفات پیغمبرؐ اس قدر بڑے اختلاف کشت و خون کو دیکھ کر بالکل ہی مرتد نہ ہو جائیں۔ کلمہ گوئی اور ظاہر شعار اسلام پر رکھنا لوگوں کا مطلق کفر اور بت پرستی سے بہتر تصور فرما کر جنگ سے پہلو تہی کی۔ مگر اپنا حق ہمیشہ ظاہر فرماتے رہے۔ اور خلافت ثلاثہ کو ایک مصیبت گراں تصور فرماتے رہے۔ چنانچہ صفحہ ۲۲۳ جلد ا کتاب ہذا اور دیگر چند مقامات کتاب ہذا سے ظاہر ہے۔ اور اب عنوان بالا کی تائید میں ذیل کی عبارت ملاحظہ ہو۔ علامہ ابن عبد البر استیعاب مطبوعہ بر اصابہ جلد ا صفحہ ۵۰۲ منقولہ ترجمہ رفاعہ بن رافع بن مالک میں باسناد خود شعبی سے روایت کرتے ہیں قال لما خرج طلحۃ والزبیر کتبت ام الفضل بنت الحارث الی علی بخروجہم فقال علی العجب لطلحۃ والزبیر ان اللہ عز وجل لما قبض رسول اللہ صلعم قلنا نحن اہلہ و اولیاءہ لا ینازعنا سلطانہ احد فابی علینا قومنا فولوا غیرنا وایم اللہ لولا مخافۃ الفرقۃ وان یعود الکفر ویبور الدین لغیرنا فصبرنا علی بعض الالم الخ یعنے حضرت علیؑ نے فرمایا بعد وفات نبی صلعم کے ہم نے کہا ہم نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اہل بیت اور ولی یعنی وارث ہیں۔ اور ہمیں خیال بھی نہ تھا۔ کوئی ہم سے رسول کی خلافت میں جھگڑا کریگا۔ مگر قوم قریش نے اس سے انکار کیا۔ اور ہمارے غیر کو سردار مقرر کر لیا۔ خدا کی قسم اگر یہ خوف نہ ہوتا کہ سخت تفرقہ پیدا ہوگا اور لوگ کفر محض کی طرف پلٹ جائیں گے اور دین اسلام کے بغیر دوسرا دین (بت پرستی وغیرہ) رائج ہو جائیگا (تو میں قتال کرتا اور اپنے حق کو سنبھال لیتا) پس ہم نے ناگوار تکلیفات جھیلیں اور مصیبت پر صبر کیا۔ الخ اس کی تائید شیعہ کی کتاب کافی کتاب الروضہ صفحہ ۱۳۹ میں ہے۔ اُس میں امام باقر علیہ السلام سے روایت ہے قال ان الناس لما صنعوا اذ بایعوا ابا بکر لم یمنع امیر المؤمنین من ان یدعوا الی نفسہ الا نظرا للناس وتخوفا علیہم ان یرتدوا عن الاسلام فیعبد والاوثان ولا یشہد وا ان لا الہ الا اللہ وان محمداً رسول اللہ وکان الاحب الیہ ان یقرہم علی ما صنعوا من ان یرتدوا عن جمیع الاسلام وانما ہلک الذین رکبوا الی ان قال فلذالک کتم علیؑ امرہ و بایع مکرہا حیث لم یجد اعواناً یعنی امام صاحب فرماتے ہیں جب لوگوں نے ابوبکر صاحب کی بیعت کر لی تو امیر المؤمنین کو انتہائی کوشش اپنے حق لینے کے لئے کرنے سے یہ مانع ہوا کہ لوگ اسلام میں نو وارد تھے اور بعد وفات پیغمبر صلعم کے متصل اختلاف عظیم اور جنگ و فساد مسلمانوں میں چھڑ جاتا تو خوف تھا کہ وہ اسلام سے مطلقاً پھر جاتے اور اپنے ادیان باطلہ کی طرف پلٹ جاتے اور بت پرستی شروع کر دیتے اور اسی ظاہری شہادت توحید و رسالت سے بھی منکر ہو جاتے اسلئے جناب امیر علیہ السلام کو یہ غنیمت معلوم ہوئی اور پسند ہوا کہ ان کو اسی حال ظاہری اسلام پر ہی قائم رکھا جائے۔ اور جنہوں نے حضرت امیر کی مخالفت کی وہ ہلاک ہو گئے (تا اینکہ فرمایا) پس اسی واسطے جناب امیر نے اپنے معاملہ کو بند رکھا اور مجبور ہو کر بیعت کی انتہی ملخصاً۔ نیز اس کی تائید میں ملاحظہ ہو کتاب ھذا بیان انعقاد خلافت ابی بکر عبارت نہج البلاغہ اور عبارت اعلان الہدیٰ وکنز الاعمال ۱۲ منہ عفی عنہ

معاویہ کا خط محمد بن ابی بکر کو

(بقیہ حاشیہ اوّل صفحہ ۲۲۲) مروج الذہب مطبوعہ مصر بر حاشیہ تاریخ کامل جلد ۶ صفحہ ۷۵ لغایت صفحہ ۷۸ میں اور مروج الذہب مطبوعہ مصر جدید جلد ۲ صفحہ ۶۰ میں ایک خط مروی ہے جو معاویہ بن ابی سفیان نے محمد بن ابی بکر والی مصر کے جواب میں محمد کی طرف لکھا ہے جس کا ترجمہ بعینہ لکھا جاتا ہے یہ کہ اے محمد جو تو فضیلت علیؑ کی جتلاتا ہے یہ ہم اوّل سے جانتے ہیں جب کہ تیرا باپ بھی موجود تھا اگر جب نبی صلعم فوت ہوئے تو تیرا باپ اور عمر فاروق پہلے شخص ہیں جنہوں نے حق علی علیہ السلام کا غصب کر کے ہر دو آپس میں یکجان اور متفق ہو گئے تھے پھر علیؑ کو شیخین کی بیعت کرنے پر دعوت دیگئی۔ جب اُسنے کچھ دیر کی تو دونوں نے علی علیہ السلام کے برخلاف سخت ارادے کئے تا اینکہ علیؑ نے ان دونوں کی بیعت کر کے خلافت اُن کے سپرد کر دی اور وہ دونوں اس حالت میں رہے کہ نہ علیؑ کو اپنے کام میں شریک کرتے اور نہ اپنے راز پر مطلع کرتے تھے حتیٰ کہ دونوں فوت ہو گئے تو تیسرا امیر عثمان قائم ہوا اور وہ اسی راہ پر چلا جس پر دونوں چلتے تھے۔ پس تو اور تیرا دوست (علیؑ) اس کو ناپسند کرتے رہے۔ اور اُس کے معائب تلاش کرتے رہے تا اینکہ وہ فوت ہوا (آخر لکھا) کہ اگر ہم ثواب پر ہیں تو پہلا تیرا باپ ثواب پر ہوا اور ہم اسکے شریک ہیں۔ اور اگر ہم غلطی پر ہیں تو اگر تیرا باپ یہ غلطی نہ کرتا ہم بھی علی بن ابی طالب کی مخالفت نہ کرتے اور خلافت اُسی کے سپرد کر دیتے۔ لیکن جب ہم نے تیرے باپ کو غصب خلافت کا یہ فعل کرتے دیکھا ہم نے بھی اُس کی پیروی اس بات میں کر لی پس اگر الزام و عیب لگاتا ہے تو پہلے اپنے باپ پر لگا یا اس بات کو جانے دے۔ والسلام انتہیٰ

اور اس مضمون کی تائید تاریخ طبری جلد ۵ صفحہ ۲۳۲ و تاریخ کامل جلد ۳ صفحہ ۱۰۸ طبع مصر میں باسناد موجود ہے مگر حسب بیان ابن حجر مکی کتاب تطہیر الجنان حسب قواعد اہل سنت وجماعت کے پردہ ڈال کر دبی زبان سے اقرار کیا اور نرم تحریر سے اتنا لکھا کہ محمد بن ابی بکر جب والی مصر ہوا اس کے اور معاویہ کے درمیان ایسے مکاتبات جاری ہوئے جن کا بیان کرنا میں پسند نہیں کرتا۔ کیونکہ ان میں وہ مضامین ہیں جن کو سنکر اکثر لوگ برداشت نہیں کرینگے یعنی ان کے اعتقاد میں خلل پیدا ہو جائیگا اس واسطے ہم ان کو ظاہر نہیں کرتے۔ دوسری عبارت اسکی مؤید وہ ہے جو تاریخ اسماعیل ابی الفداء مطبوعہ مصر جلد ۱ صفحہ ۱۸۱ میں ناقلاً از تاریخ قاضی جمال الدین ابن واصل سے اور روضۃ المناظر فی اخبار الاوائل والاواخر مؤلفہ ابن الشحنہ حنفی مطبوعہ مصر بر حاشیہ کامل ابن اثیر جلد ۱۱ صفحہ ۱۳۴ میں درمیان حلم امیر معاویہ کے لکھی ہے کہ وہ ایسا حلیم تھا جس نے ایک عورت ہاشمیہ سے یہ کلام سنکر نرمی سے جواب دیا جس کا قصہ یہ ہے کہ اروی بنت الحارث بن عبد المطلب معاویہ کے پاس آئی معاویہ نے مرحبا کہا اور سبب آنے کا دریافت کیا اس بی بی نے کہا تم نے کفران نعمت کیا اور صحبت اپنے چچا زاد بھائی کی پرواہ نہ کی اور اپنا وہ نام رکھا جس کا تو مستحق نہیں (خلیفہ) بلکہ دوسرے کا حق لے لیا ہم اہل بیت دین میں عظیم الشان تھے اور دین کے لئے بہت تکالیف ہم نے برداشت کی ہیں حتی کہ نبی صلعم اس حالت میں فوت ہوئے کہ آپ کی سعی مقبول اور مراتب بلند ہوئے پھر ہم بنی ہاشم پر تیم اور عدی اور امیہ کے قبائل کود کر مسلط ہوئے اور ہمارے حقوق کو ظلم سے لے لیا ہم تو لوگوں کے اندر اس حالت میں ہو گئے جیسے کہ بنی اسرائیل آل فرعون کے اندر تھے اور حضرت علی ابن ابیطالب بعد ہمارے نبی صلعم کے بمنزلہ حضرت ہارون علیہ السلام کے جناب موسیٰ علیہ السلام کے تھے۔ انتہیٰ قدرہ۔ یہ سنکر عمر بن عاص بولا اے بے عقل بوڑھی کلام بند کر تیری عقل ٹھکانے نہیں۔ اس بی بی نے کہا اے زانیہ کے بیٹے تو ہم سے کلام کرتا ہے تیری ماں مشہور زانیہ تھی اور بہت تھوڑی اجرت پر یہ فعل کرتی تھی تیرے واسطے پانچ مدعی قوم قریش سے ظاہر ہوئے ہر ایک تجھے اپنا بیٹا تصور کرتا تھا۔ جب تیری ماں سے پوچھا گیا اس نے کہا جس سے اسکی شکل زیادہ مشابہت رکھتی ہے اسی سے الحاق کرو۔ اور فی الحقیقت یہ پانچوں اس عرصہ میں میرے ساتھ اس فعل میں برابر آتے تھے تیری شباہت عاص سے زیادہ ملتی ہوئی دیکھکر تجھے اس سے ملحق کیا گیا۔ یہ سنکر معاویہ بولا بس چپ ہو جا اور گذری باتوں کو معاف کر۔ اب آپکی کیا حاجت ہے بی بی نے کہا دو ہزار دینار کی ضرورت ہے تاکہ اس سے ایک چشمہ پانی فقرائے بنی عبد المطلب کیلئے تیار کراؤں۔ معاویہ نے دلا دیا اور رخصت کیا۔ انتہیٰ

معلوم ہوتا ہے کہ بنی ہاشم کی عالم مستورات بھی حقوق بنی ہاشم اور بالخصوص جناب علیؑ کے حقوق سے واقف اور ظلم و ستم مخالفین سے علم رکھتی تھیں بلکہ حسب موقعہ مخالفین کے روبرو بے دھڑک اظہار کر دیتی تھیں۔ ابو الفداء کے الفاظ قدرے میں واقعہ ذالک ان امو و نبیتم علینا وارد ہے جس کا معنے لکھا گیا ہے۔ اور قبیلہ تیم سے ابی بکر صاحب تھے اور عدی سے امیر عمر اور امیہ سے امیر عثمان و معاویہ تھے جن کا اشارہ اس واقعہ میں دیا گیا ہے۔ اہل بصیرت تامل و تدبر سے کام لیں۔ اور تاریخ طبری جلد ۵ صفحہ ۱۶۱ میں باسناد جناب علیؑ سے مروی ہے فرمایا جب نبی فوت ہوئے آپکے بعد اس امر خلافت کے واسطے میں اپنی ذات سے زیادہ مستحق کسی کو نہیں جانتا مگر لوگوں نے ابی بکر کی بیعت کر لی اور آخر مجھے بھی کرنی پڑی جیسے انہوں نے کی۔ پھر ابو بکر ہلاک ہوا اور مجھ سے زیادہ کوئی مستحق اس امر کا نہ تھا مگر لوگوں نے عمر کی بیعت کر لی اور مجھے بھی کرنی پڑی۔ پھر وہ ہلاک ہوا اور مجھ سے زیادہ کوئی مستحق نہ تھا مگر امیر عمر نے میرا چھٹا حصہ رکھا حتی کہ لوگوں نے امیر عثمان کی بیعت کی اور میں نے بھی کی پھر لوگوں نے عثمان کو قتل کیا اور اپنی خوشی سے بلا اکراہ میری بیعت کی اب نکث بیعت اور فتنہ پر آمادہ نظر آتے ہیں اسلئے مجھے ضروری ہے کہ ان سے جنگ کروں۔ انتہیٰ۔ ہر سہ خلافتوں میں علیؑ کا اپنے جیسا کسی کو مستحق خلافت نہ جاننا ہر سہ کے غیر مستحق اور خلافت کیلئے نااہل ہونے پر دال ہے۔ اور باوجود ایک فرد اہل اور مستحق خلافت ہونے کے جب دوسرا نا اہل قابض ہو جائے اس کو ہوشمند اور دیانت کا پابند حقیقی جانشین رسول خدا کا اور امام حق تسلیم نہیں کر سکتا۔ اور جو خطبہ حضرت امیرؑ نے بعد خلافت خود سب سے اول ارشاد فرمایا اسکے الفاظ جنکے آئندہ صفحہ پر کتاب میں لکھے ہیں جو روضۃ الاحباب جلد سوم سے بایں الفاظ الحمد للہ علی احسانہ قد رجع الحق الی مکانہ منقول ہے وہ بھی ہمارے مدعا کا مؤید ہے۔ انصار کا بیعت ابی بکر کے مخالف و منکر ہونا ایسا یقینی ہے جو محتاج دلیل نہیں ہے۔ پھر صحت بیعت ابی بکر معلوم نہیں کہ اجماع کی دلیل سے کس طرح قرار دی جاتی ہے۔ حالانکہ جناب رسول خدا سے بخاری طبع مصر جلد ۲ صفحہ ۱۹۷ میں مروی ہے۔ فرمایا انصار مجھے بہت محبوب ہیں اور اختلاف کے وقت حق کا انصار کے ساتھ ہونا بیان فرمایا۔ دیکھو صحیح ترمذی جلد ۲ صفحہ ۲۳۰ مطبوعہ دہلی نبی فرماتے ہیں لو سلک الناس وادیا و سلکت الانصار وادیا او شعبا لسلکت وادی الانصار و شعبھا اگر تمام آدمی ایک رستہ پر چلیں اور انصار دوسرے رستہ پر یا [illegible]

(باقی حاشیہ بر صفحہ [illegible])

انصار کے رستہ کو اختیار کریں گا اس حدیث کو ترمذی نے صحیح کہا۔ دوسری اسناد سے حسن کہا۔ گو ڈراد ھمکا کر آخر میں انصار سے بیعت لی گئی ہو۔ مگر طیب خاطر سے انہوں نے خلافت ابی بکر کو پسند نہیں کیا۔ بلکہ دوسرے راستہ کو پسند کیا اس لئے یہ بھی بطلان خلافت ابی بکر کی دلیل ہے۔ امامۃ والسیاست جلد اصفحہ ۱۲ و ۱۳ میں ہے ابو بکر و عمر و ابو عبیدہ رسول خدا صلعم کے چچے عباس کے پاس گئے اور خلافت کیلئے تقریر کی حضرت عباس نے کہا فان کنت برسول الله طلبت فحقنا اخذت وان کنت بالمومنین طلبت فنحن منهم متقدمون فیهم وان کان هذا الامر انما یجب الخ بالمومنین فما وجب اذ کنا کارهین الخ یعنے اگر تم نے قرابت رسول ص کے لحاظ سے خلافت کو لیا ہے تو ہمارا حق لیا۔ تم کو وہ قرابت حاصل نہیں جو ہم کو ہے اور تم نے مومنین کے ذریعہ اس کو لیا ہے۔ تو ہم سب سے پہلے مومن ہیں اور اجماع مومنین نے تم کو خلیفہ بنا لیا ہے تو ہم پسند نہیں کرتے پس باوجود ہمارے انکار کے اجماع مومنین کامل نہ ہوا کس طرح خلافت صحیح ہو سکتی ہے ۱۲ مترجم۔

وفی روضۃ الاحباب بعد ازاں انصار مبایعت نمودند الا طائفہ قلیلہ کہ بعضے گفتند کہ ما مبایعت با ہیچکس نکنیم الا علی ابن ابیطالب وگویا شیخ فرید الدین عطار از زبان آں جمع گفتہ سے ز مشرق تا بمغرب گر امام است علی و آل او اولادش تمام است۔ وبعد ازاں سعد بن عبادہ از روئے تعصب وحمیت تا زندہ بود بیعت نکرد و روایتے ضعیف ہست کہ آخر الامر از وے باکراہ بیعت گرفتند۔ نقل است کہ روزے دیگر سائر اہل مدینہ بیعت نمودند الا علی ع کہ بروایت صحیح تا فاطمہ ع زندہ بود بیعت نکرد چہ خاطرے غبارے یافتہ بود۔ واکثر بنی ہاشم با علی ع اتفاق نمودہ بیعت نکردند وجمعے از قریش مثل زبیر وطلحہ وخالد بن سعد بن العاص وگروہے از انصار کہ بعد چند یوم بیعت کردند وفیہ ابو بکر علی ع را در جمع مہاجرین وانصار خواند علی ع آمد موجب دریافت کرد عمر فاروق گفت کہ چنانچہ سائر اصحاب با ابو بکر بیعت کردہ اند تو ہم بیعت کنی علی ع گفت من ہماں سخن کہ شما بر انصار حجت ساختہ اید وایں را گرفتید بر شما حجت مے گردانم راست گوئید کہ بحضرت رسالت ع کہ اقرب بود کیست۔ عمر گفت ترا نگذاریم تا بیعت نکنی۔ علی فرمود۔ اول ایں سخن مرا جواب باصواب بگوئید بعد ازاں از من بیعت جوئید۔ ابو عبیدہ گفت اے ابو الحسن تو بواسطہ سبقت در اسلام وفضل وذراست وقرابت قریبہ با سید انام علیہ السلام سزاوار حکومتی وخلافتی ولیکن چوں صحابہ بر ابو بکر اجماع و اتفاق نمودہ اند

اور روضۃ الاحباب جلد ۲ صفحہ ۳۴ میں ہے، بعد اس کے انصار نے ابی بکر کی بیعت کر لی مگر تھوڑے طائفہ انصار نے کہا کہ ہم اس سے بیعت نہیں کرتے بلکہ ہم تو حضرت علی ابن ابیطالب سے بیعت کریں گے اور گویا شیخ فرید الدین عطار نے اسی جماعت کی زبان سے ترجمہ کر کے کہا ہے کہ مشرق سے مغرب تک اگر کوئی امام ہے تو وہ جناب علی ع اور اس کی آل واولاد سے ہیں دوسرا کوئی نہیں؛ اور بعد اس کے سعد بن عبادہ نے بروئے تعصب وحمایت اپنی زندگی تک بیعت نہ کی اور وہ روایت ضعیف ہے جس میں مذکور ہے کہ آخر الامر سعد سے بالجبر بیعت کرالی گئی تھی۔ منقول ہے کہ دوسرے دن باقی مدینہ کے لوگوں نے بیعت کر لی مگر علی ع نے نہ کی جو بروایت صحیحہ جبتک جناب فاطمہ ع زندہ رہے انہوں نے بیعت نہ کی کیونکہ اُن کے دل میں رنج پیدا ہو گیا تھا۔ اور اکثر بنی ہاشم نے حضرت علی ع سے اتفاق کر کے بیعت ابی بکر نہ کی۔ اور ایک جماعت قریش مثل زبیر وطلحہ وخالد بن سعد بن عاص اور ایک گروہ انصار نے بھی کچھ عرصہ تک بیعت نہ کی۔ اور صفحہ ۴۲ جلد ۲ کتاب مذکور و روضۃ الصفا جلد ۲ صفحہ ۲۲۳ والامامۃ والسیاستہ صفحہ ۲۵ و روضۃ الاحباب مؤلفہ جمال الدین محدث میں ہے کہ حضرت ابو بکر نے جناب علی ع کو مجمع مہاجرین والانصار میں بلایا جب علی ع تشریف لائے اور سبب بلانے کا دریافت فرمایا تب عمر فاروق بولے وجہ یہ ہے کہ جس طرح باقی صحابہ نے ابی بکر سے بیعت کر لی ہے تو بھی کر لے علی ع نے فرمایا میں وہی بات تمہیں بطور حجت پیش کرتا ہوں جو تم نے انصار پر پیش کر کے اس خلافت کو لیلیا ہے سچ کہو کہ حضرت رسول اللہ ص سے زیادہ قریب کون ہے؟ امیر عمر نے کہا (گیا تقریر شروع کر دی) ہم تجھے کبھی نہ چھوڑینگے جبتک تم سے بیعت نہ کرالیں گے۔ حضرت علی ع نے فرمایا۔ اس میری بات کا جواب باصواب دیدو اُس کے بعد مجھ سے بیعت کرانے کی خواہش کرنا۔ ابو عبیدہ بولا کہ اے ابو الحسن آپ بواسطہ سبقت اسلام اور فضیلت و دانائی اور نہایت قریبی قربت سردار دو جہان ص کے لائق حکومت اور خلافت کے بے شک ہیں لیکن جب صحابہ نے ابو بکر پر اجماع واتفاق کر لیا ہے

مشورہ لیکر فیصلہ کیجئے ۱۲ مترجم۔

مناسب آنست کہ تو نیز قدم در دائرہ وفاق داری علیؑ گفت اے ابو عبیدہ تو امین این امت بقول رسول مختارم و مقتضائے امانت راستیست در گفتار و کردار موہبتی کہ حق سبحانہ و تعالیٰ بخاندان نبوت کرامت فرمودہ دربند آن مباشید کہ بجائے دیگر نقل مے کنید مہبط قرآن و وحی و مورد امر و نہی و منبع فضل و علم و معدن عقل، حلم مائیم و بواسطہ این امور خلافت راشائستہ و امامت را سزائیم بشر بن سعد انصاری گفت اے ابوالحسن اگر این داعیہ کہ تو امروز ظاہر می کنی بیش ازین معلوم مردم شدے ہر آئینہ کہ با تو مضائقہ و منازعہ نمی کردند و با تو علیؑ بیعت امی نمودند لیکن چون در خانہ خود نشستی و در اشتغال با مردم سستی ایشان را گمان این شد کہ تو از خلافت کنارہ می کنی و دفع انفذ این امور از خود چارہ می کنی اکنون کہ جماعتے مسلمانان کسے دیگر را قبول کردہ اند و پیشوائی از پیے در می آئی و خود را در طراز دیگر مینمائی علیؑ فرمود اے بشر تو روا میداری کہ من جسد اطہر و قالب انور سید عالم را غسل ناداده تجہیز و تکفین وے نمودہ و از دفن وے فراغت حاصل ناکردہ دم در طلب خلافت و حکومت زدمی و با مردم در منازعت و خصومت شدمی ابوبکر صدیق چون دید کہ کلمات علیؑ ہمہ محکم و استوار و ہر یکے از آنہا مقابل صد کلمہ بل ہزار است از طریق رفق و مدارا آمد و گفت اے ابوالحسن مرا گمان این بود کہ ترا با من درین امر مضائقہ نباشد پس علیؑ از مجلس برخاست و متوجہ خانہ خویش گشت . انتہےٰ ملخصًا ۔ و نیز صفحہ ۴ جلد ۳ گویند اول خطبہ کہ در غایت بلاغت و فصاحت انشاء فرمودہ این بود کہ الحمد للہ علیٰ احسانہ قد رجع الحق الیٰ مکانہ۔

مناسب یہی ہے کہ آپ بھی موافقت کے دائرہ میں آجایئں جناب علیؑ نے فرمایا اے ابو عبیدہ تو امین اس امت کا بقول رسول مختار صلعم کے ہے اور امانت کا مقتضی یہ ہے کہ بات اور کام میں سچ ہونا چاہیئے پس چاہیئے کہ جو نوازش خداوند تعالیٰ نے خاندان نبوت کو بخشا ہے تم اس خیال میں نہ ہو جاؤ کہ اُس کو کسی دوسری جگہ نقل کرکے لیجاؤ قرآن اور وحی اُترنے کی جگہ اور امر و نہی کی جگہ اور چشمہ فضیلت اور علم کا اور معدن عقل و حلم کی ہم اہل بیت ہیں اور بواسطہ انہی صفات کے خلافت اور امامت کے لائق ہم ہی ہیں۔ بشر بن سعد انصاری نے کہا اے ابوالحسن اگر یہ دلائل دعویٰ جو تو آج پیش کر رہا ہے اس سے پہلے لوگوں کو معلوم ہو جاتے تو ضروری تھا کہ تیرے ساتھ بیعت کر لینے میں کوئی مضائقہ نہ سمجھتے اور نہ جھگڑا کرتے۔ بلکہ ضرور آپ سے بیعت کر لیتے۔ لیکن جب آپ اپنے گھر میں بیٹھ رہے ہے۔ اور لوگوں کی آمد و رفت کا دروازہ بند کر لیا تو اُن کو گمان ہوا کہ آپ خلافت سے کنارہ کرتے ہیں۔ اور ان امور کو اپنی ذات سے بوجہ استغنا کے دفع کرنے کا چارہ کرتے ہیں۔ جبکہ جماعت مسلمانان نے کسی دوسرے کو قبول کر لیا ہے تو آپ دروازہ کے پیچھے سے آگے آتے ہیں اور اپنے آپ کو دوسری طرز میں دکھلاتے ہیں علیؑ نے فرمایا کیا تو اس بات کو روا رکھتا ہے کہ جسد پاک اور قالب نورانی سردار دو عالم صلعم کو نہ میں غسل دیتا اور نہ اُن کی تجہیز و تکفین کرتا اور نہ اُن کے دفن سے فراغت حاصل کرتا اور اس سے پہلے خلافت و حکومت کی طلب میں دوڑتا اور لوگوں سے نزاع و خصومت و جھگڑا شروع کر دیتا۔ ابوبکر صدیق نے جب دیکھا کہ کلمات علیؑ سب محکم اور مضبوط ہیں اور ہر ایک کلمہ مقابل سو کلمہ بلکہ ہزار کے ہے تو اُس نے نرمی اور صلح کی طرز اختیار کی اور کہا کہ اے ابوالحسن مجھے تو یہ گمان تھا کہ تجھے اس میری خلافت میں کوئی مضائقہ ہوگا پس علیؑ اُٹھ کر اپنے گھر کو چلے گئے۔ انتہےٰ ملخصًا۔ اور کتاب مذکور روضۃ الاحباب جلد ۳ صفحہ ۴ میں ہے کہ اپنی خلافت کے وقت علیؑ نے پہلا خطبہ جو نہائت فصاحت و بلاغت سے فرمایا یہ تھا۔ حمد ہے اللہ تعالیٰ کی اُس کے احسان پر کہ حق اب اپنے مکان کی طرف لوٹ آیا ہے۔

۵۱ یہ ابو عبیدہ وہی ہیں۔ ابوبکر صاحب نے ان کے لئے بھی خوشامد فرمائی تھی کہ یا تو عمر صاحب خلیفہ ہو جائیں اور یا ابو عبیدہ بن جراح ہو جائیں اور عمر صاحب نے کہا نہیں جی آپکے ہوتے ہوئے دوسرا کون ہو سکتا ہے۔ تب ابو عبیدہ نے بھی امیر عمر کی تائید کر دی ۱۲ مترجم ۵۲ یہ تمام تقریر وہاں سے آخر تک مثل روضۃ الاحباب کے بعینہ تاریخ روضۃ الصفا جلد ۲ صفحہ ۲۲ میں ہے ۱۲ مترجم ۵۳ حضرت علیؑ کے سوائے غسل کی اجازت کسی کو نہ ہونا اور نہ وقوع میں آنا اسلئے تھا کہ پیغمبر یا امام کو بجز امام کے کوئی غسل نہیں دیتا۔ چنانچہ امام جعفر صادقؑ سے مروی ہے جس کو شواہد النبوۃ کے مؤلف نے صفحہ ۱۸۱ میں لکھا ہے تو یہ بھی امامت علیؑ کی دلیل ہے ۱۲ مترجم ۵۴ حضرت ابوبکر و عمر کو حضور رسولؐ کی تجہیز و تکفین و جنازہ کی پرواہ نہ تھی چنانچہ نبیؐ کی وفات کے بعد تیسرے دن حاضر ہوئے دیکھو کنز العمال جلد ۳ صفحہ ۱۴۰ عروہ سے مروی ہے کہ ابوبکر و عمر دفن نبیؐ کے وقت حاضر نہ تھے وہ دونوں انصار میں تھے اور نبیؐ اُن کی واپسی سے پہلے دفن ہو چکے تھے اس کو ابن ابی شیبہ نے روایت کیا ۱۲ مترجم ۵۵ روضۃ الاحباب کی عبارت کا ملخص لکھا گیا ہے۔ اور اس جگہ اُس کی اصل مفصل عبارت میں یہ بھی مذکور ہے کہ ابوبکر صاحب نے کہا کہ اگر مجھے یہ معلوم

وآنه علیه السلام کان یکره الاختلاف والم یجتمع الناس علیه وینقادوا لحکمه کما فی البخاری عن عبیدة عن علی قال اقضوا کما کنتم تقضون فانی اکره الاختلاف حتی یکون الناس جماعة او اموت کما مات اصحابی وفی الفتح قلت وقد وقعت فی روایة حماد بن زید اخرجها ابن المنذر عن علی بن عبد العزیز عن ابی نعیم عنه وعنه قال لی عبیدة بعث الیّ علی والی شریح فقال انی ابغض الاختلاف فاقضوا کما کنتم تقضون فذکره الی قوله واصحابی قال نقتل علی قبل ان یکون جماعة قوله فانی اکره الاختلاف ای الذی یؤدی الی النزاع

(قال ابن التین یعنی مخالفة ابی بکر وعمر وقال غیره المراد المخالفة التی تؤدی الی النزاع والفتنة ویؤیده قوله بعد ذلک حتی یکون الناس جماعة وفی روایة الکشمیهنی حتی یکون للناس جماعة وفی البخاری قال عمر فی الخطبة)

اور تحقیق علیؑ جیسا کہ ارتداد کے خوف سے سکوت فرما گئے ایسا ہی اختلاف شریعت کو مکروہ سمجھتے تھے اور اتنے تک کوئی جدید حکم برخلاف خلفائے ثلاثہ کے اپنے وقت میں شائع نہ فرمایا۔ جب تک کہ سب لوگ حضرت پر متفق نہ ہولیں اور سب فرمانبردار حکم علیؑ کے نہوں جیسا کہ بخاری مع الفتح جلد ۳ صفحہ ۳۸۷ میں عبیدہ سے مروی ہے کہ علی نے اپنے عہد میں اپنے قاضی کی طرف اُس کے سوال پر کہ اب جدید احکام آپ جاری کرینگے یا نہ۔ لکھا کہ جس طرح پہلے آپ قضا کرتے چلے آئے ہو (فی الحال) اُسی طرح کرتے رہو۔ کیونکہ میں اختلاف اور جھگڑے کو ناپسند کرتا ہوں۔ اس مدت تک (اسی طرح کرتے رہو) کہ سب لوگ ہم پر متفق ہوجائیں اور یا (بصورت دیگر) مثل اپنے باقی گذشتہ ساتھیوں کے فوت ہوجاؤں گا (تو پھر مجبورا کچھ نہ ہوسکیگا)۔ اور فتح الباری میں ذیل شرح اس روایت کے لکھا ہے کہ روایت حماد بن زید میں اس طرح وارد ہے جس کو ابن المنذر نے علی بن عبد العزیز سے اُسنے ابی نعیم سے اُسنے عبیدہ سے روایت کیا کہتا ہے مجھے عبیدہ نے کہا کہ حضرت علیؑ نے میری اور شریح کی طرف حکم بھیجا اور فرمایا تحقیق میں اختلاف کو بُرا سمجھتا ہوں پس حکم قضا اُسی طرح چلاؤ جیسا کہ قضا کرتے چلے آئے ہو۔ پھر اس روایت کو مثل روایت بخاری کے آخر الفاظ واصحابی تک ذکر کیا پھر کہا لیکن حضرت علیؑ لوگوں کے جماعت اور متفق ہونے سے پہلے قتل کردیئے گئے۔ قول علیؑ کا کہ میں اختلاف کو بُرا سمجھتا ہوں مراد اس سے وہ اختلاف ہے جو جھگڑا اور فساد کی طرف پہونچاوے۔ ابن التین کہتا ہے مراد مخالفت ابی بکر و عمر کی ہے۔ اور دوسرون نے کہا کہ وہ مخالفت مراد ہے جو جھگڑے اور فتنہ فساد کی طرف پہونچاوے۔ اور اسی معنے کا موید حضرت علیؑ کا وہ قول ہے جو اس کے بعد فرمایا حتی کہ لوگ متفق ہولیں۔ اور روایت کشمیہنی میں ہے حتی کہ لوگوں کے لئے اتفاق کی صورت پیدا ہولے (حضرت علیؑ نے اپنے نئے احکام اس واسطے جاری نہ فرمائے کہ پہلے ہر طرف سے ایذائی کی آواز آرہی تھی پھر اگر حضرات ثلاثہ کے سلسلہ مروجہ کو یکلخت تبدیل فرمادیتے تو لوگوں کے دلوں میں چونکہ محبت ثلاثہ کی مرکوز ہوچکی تھی اس کے سبب سے جو لوگ حضرت علیؑ کے مطیع ہوئے تھے اُن میں سے بھی بہت مخالفت کرکے فساد پیدا کردیتے۔ اس واسطے جناب ؑ نے انتظار رکھی کہ اگر سب مطیع ہوکر اتفاق کرلیں تب مکمل اصلاح کردیجائے گی۔ اور اگر پہلے موت آگئی تو جو کچھ شعار اسلام سے ہورہا ہے وہی غنیمت ہے)۔

——— اور بخاری جلد ۶ صفحہ ۳۶۴ و مطبوعہ مصر جلد ۴ صفحہ ۱۱۱ میں امیر عمر کا یہ خطبہ مروی ہے کہ کہا ———

ـــــــــــــــ

ـــه بخاری کتاب المحاربین باب رجم الحبلی من الزنا اذا احصنت میں یہ عبارت موجود ہے اور بعینہ اسی طرح خطبہ ثالثہ کا مثل روایت بخاری کے مسند احمد مطبوعہ مصر علیہ صفحہ ۵۵ میں مذکور ہے ۱۲ مترجم۔

سـه حوالہ بخاری جلد ۳ مع فتح الباری مطبوعہ مصر جلد ۲ صفحہ ۱۸۶ میں ہے۔ تیسیر الوصول الی جامع الاصول کے ترجمہ تخیص الصحاح جلد ۱ صفحہ ۱۱ میں بخاری کی اس حدیث کا ترجمہ یوں لکھا ہے۔ تاآنکہ سب لوگ ایک گروہ ہوجائیں الخ یعنے سب مطیع و فرمانبردار ہوجائیں اور ازالۃ الخفاء جلد ۱ صفحہ ۳۲۲ میں ہے۔ سیوم بیان آنکہ خلافت خاص در ایام حضرت مرتضیٰ رضی منتظم نہ شد ہرچند حضرت مرتضیٰ متاہدون بہ فات کمال بود و در خلافت خاص درکار است لیکن باوجود آں ادصاف در سابق ازل نصرت او مصمم نہ گشت و در خارج برونق ہمان معتقد انتظام نیافت بسبب حکمتے موزع برزمان (پھر صفحہ ۳۳۳ میں لکھا) ہرچند ایں معنے درحق وے رضی اللہ عنہ نقصے پیدا نکرد زیرآنکہ وے ساعی بود در اقامت دین اگرچہ سعیہ شدہ (پھر لکھا) و مرتضیٰ دریں خلافت مانند نے در دہان نائے نبود و نہ مانند جارحہ برائے اتمام مراد حق و قوم مامور نہ شدند کہ تحت رایت او قتال کنند چنانچہ مامور شدند بہ قتال تحت رایت مشائخ ثلاثہ (پھر لکھا) تمکین فی الارض برائے او واقع نہ شد (بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۳۰ پر ملاحظہ ہو)

سلـه بحث فدک میں اس حدیث کو مع ایک مثال کے لکھا جائیگا جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ چند مسائل میں جناب امیر علیہ السلام نے اپنا جدید حکم آزمائشی طور پر ظاہر فرمایا مگر مسلمانوں نے اظہار ناراضگی کیا تو برائے رفع فساد حضرت امیرؑ خاموش ہوگئے حضرت علیؑ کے کلام سے اتنا ضرور ثابت ہوتا ہے کہ احکام میں کچھ تغیر و تبدل فرمانے کا منشا رکھتے تھے۔ اگر یہ نہ ہوتا تو اختلاف کی ناپسندی کی معذرت یا اطاعت ہونے تک کی مہلت بیان

(بقیہ حاشیہ ۱ صفحہ ۲۲۹) و در تمام مسلمین حکم او نافذ نشد مسلمین کلہم تحت حکم او در نیامدند و ہیچ عاقلے بریں معنے انکار نمی تواند کرد انتہیٰ۔ اور منہاج السنۃ ابن تیمیہ جلد ۳ صفحہ ۹ ۳ ۲ میں ہے وعلی رضی اللہ عنہ تولی الخلافۃ ولم یکن تصرفہ وانبساطہ تصرف قبلہ وانبساطھم یعنے علی اگرچہ خلافت ظاہری کے مالک ہوئے مگر ان کو وہ تصرف حاصل نہ ہوا جو پہلے خلفا کو ہوا تھا۔

شیعہ کی کتاب نہج البلاغہ صفحہ ۲۰۷ میں جناب امیرؑ سے مروی ہے لو قد استوت قدمای من ھذہ المداحض لغیرت الاشیاء یعنی اگر میرے پاؤں جم گئے تو بہت اشیاء قابل اصلاح ہیں ان کو تغیر دوں گا۔ سب عبارات مذکورہ سے ثابت ہوا کہ اس بات میں حضرت امیرؑ لوگوں کے مطیع ہونے کے منتظر تھے ورنہ بہت احکام میں تغیر دینے کا ارادہ رکھتے تھے مگر جب تک لوگ مانتے نہ تھے کس کو احکام جدیدہ سناتے۔ اسی طرح حدیث صحیح عمر فروع کافی جلد ۲ صفحہ ۲۴۳ میں بھی ہے۔

(حضرت امیرؑ کی سلطنت و سیاست میں اکثر لوگ ان کے مخالف کیوں ہو گئے) جناب علیؓ کے عہد میں لوگ ان کے زیادہ تر اسلئے مخالف ہو گئے کہ وہ لوگ عہد ثلاثہ میں دنیاوی نفع اٹھا کر ان کے احکام کے دلدادہ ہو چکے تھے۔ گویا ہر سہ خلفاء نے لوگوں کے دل دنیا کے عوض خرید لئے تھے جس کو دیکھا یہ چوں چرا کریگا اس کا وظیفہ مقرر کر دیا یا وظیفہ میں اضافہ کر دیا۔ یعنی اپنی پارٹی کے قائم رکھنے یا بڑھانے کی خاطر دلجوئی و مدارات کر کے خوش کر لیا کرتے تھے۔ اور حضرت علیؓ کی سلطنت و سیاست دینی محض تھی بیت المال سے نہایت انصاف سے مستحقین کی جانچ و پڑتال کر کے ہر حقدار کو حق سے زیادہ ایک کوڑی بھی نہیں دیتے تھے۔ طلحہ و زبیر کی مخالفت کا سبب کتب تاریخ میں تلاش کرو فقط یہی تھا کہ ان کا وظیفہ کم کرنا مناسب سمجھا گیا اور کم کیا اور تین خلافتوں میں کافی پیسہ لینے کے عادی ہو چکے تھے۔ چنانچہ معاویہ نے اسی سیاست دنیوی پر عمل کیا تو اکثر صحابہ حریص دنیا اسی کے تابع ہو گئے۔ کیونکہ علیؓ شریعت کے متبع کامل و خالص حق پر عامل تھے ان سے ناجائز رعایت کی کوئی امید نہ تھی۔ اگر علیؓ عمرو بن عاص کو مصر دیدیتے اور معاویہ کو ملک شام دیدیتے، طلحہ و زبیر کا وظیفہ کم نہ کرتے، حضرت عائشہ کا وظیفہ بڑھا دیتے، سب کی خواہشات پوری کردیتے تو خدا تعالیٰ ناراض ہوتا مگر یہ لوگ مخالف نہ ہوتے۔ عمرو بن عاص کا حال اور حضرت حنات صحابی کی دین فروشی معاویہ اور اسکے معاونین کے حال میں پڑھیئے۔ بلکہ حضرت عقیل برادر حقیقی جناب امیرؑ کا قصہ پڑھنا کافی ہوگا دیکھو صواعق محرقہ طبع مصر صفحہ ۷۹ لکھا ہے سبب مفارقت عقیل برادر علیؓ کا یہ ہے کہ علیؓ عقیل کو یومیہ خوراک دانہ جو اس قدر دیتے تھے کہ اس کا مع عیال صرف قوت پورا ہو جائے۔ اولاد عقیل نے خواہش کی کہ ہم کو اس سے بہتر غذا ملنی چاہئے۔ چنانکہ تھوڑا تھوڑا غلہ جو قوت سے بچا کر اس سے کچھ گھی خرید کیا اور کچھ کھجور خرید کی۔ پھر اس پر انہوں نے حضرت علیؓ کو بھی دعوت دی جب وہ تشریف لائے۔ آپنے پوچھا یہ چیزیں کہاں سے آگئیں انہوں نے بیان کیا کہ دانہ بچا کر یہ مرغوب غذا ہم نے تیار کی ہے۔ آپنے پوچھا اس غلہ سے جو بچا پایا تھا باقی غلہ تم لوگوں کے قوت کے لئے کافی ہو جاتا رہا انہوں نے کہا ہاں کافی ہو جاتا تھا۔ اس کے بعد جناب امیرؑ نے دانہ جو کم کر دیا تاکہ ضرورت سے زیادہ نہ ہو اور فرمایا مجھے اس سے زیادہ دینا حلال نہیں۔ اس پر حضرت عقیل غضبناک ہو گئے۔ جناب امیرؑ نے ایک سیخ لوہے کی گرم کر لی اور عقیل کے رخسارہ کے قریب کی یا لگائی۔ عقیل چیخ اٹھے کہ یہ کیا کرتے ہو۔ آپنے فرمایا تم اس سے فریاد کرتے ہو اور مجھے آتش جہنم میں بھیجنا چاہتے ہو کیا ہمارے اوپر تم کو رحم نہیں آتا۔ عقیل نے کہا۔ اچھا میں اس کے پاس جاؤں گا جو چاندی کے ٹکڑے مجھے دیگا اور کھجور کھلائیگا۔ پھر حضرت عقیل معاویہ کے پاس چلے گئے۔ ایک دن معاویہ نے کہا اگر عقیل کا بھائی اس کے واسطے اچھا ہوتا تو عقیل ہمارے پاس کیوں آکر مقیم ہوتا۔ عقیل نے کہا میرا بھائی میرے لئے دین کے لحاظ سے ضرور اچھا ہے مگر تو میرے لئے دنیا کے لحاظ سے اچھا ہے اور مینے دنیا کی لذت کو اختیار کر لیا ہے۔ خاتمہ بالخیر کی دعا اللہ تعالیٰ کی جناب میں کرتا ہوں۔ انتہیٰ۔ اس کی تائید مروج الذہب طبع جدید مصر جلد ۲ صفحہ ۲۳۶ میں بھی مروی ہے۔ لکھا معاویہ نے کہا اے عقیل تم نے علیؓ کو کیسے چھوڑا ہے۔ عقیل نے کہا اسکو مینے ایسی حالت پر چھوڑا ہے جس کو اللہ اور اسکا رسول پسند کرتا ہے اور تم کو ایسی حالت میں پایا ہے جو اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول کو ناپسند ہے۔ دوسری روایت صواعق میں اس طرح ہے کہ عقیل نے بے موقع طلب کیا علیؓ نے صبر کرنے کا حکم دیا عقیل نے تنگ کیا حضرت علیؓ نے ایک شخص کو فرمایا اس کو لے جا کہیں کسی کا تالا توڑ کر دروازہ کھول لے اور کوئی چیز نکال لے عقیل نے کہا تو چاہتا ہے کہ میں چوری کروں اور تو سزا دے۔ علیؓ نے فرمایا کیا تو چاہتا ہے کہ میں مسلمانوں کے مال میں چوری کر کے تجھے دوں۔ عقیل نے کہا میں معاویہ کے پاس جاتا ہوں۔ فرمایا یہ تمہاری مرضی۔ جب عقیل معاویہ کے پاس گیا معاویہ نے کہا منبر پر جا کر اپنا حال لوگوں کو سنا۔ عقیل منبر پر گیا۔ کہا خدا پاک کی تعریف کے بعد میں تم لوگوں کو خبر دیتا ہوں کہ مینے حضرت علیؓ کے دین پر غلبہ کرنا چاہا مگر علیؓ نے اپنے دین کو پسند کیا اور معاویہ کے دین پر غلبہ کرنا چاہا تو اسنے مجھے دین کی نسبت زیادہ پسند کیا۔

ثم انہ بلغنی ان قائلا منکم یقول واللہ لو مات عمر بایعت فلانًا فلا یغترن امرء ان یقول انما کانت بیعۃ ابی بکر فلتۃً وتمت الا وانہا قد کانت کذالك ولکن اللہ وقی شرھا (ثم قال) وخالف عنا علیؑ والزبیر ومن معھما (ثم قال) فکثر اللغط وارتفعت الاصوات حتی فرقت (ای خفت فرقا ترسیدن) من الاختلاف فقلت ابسط یدك یا ابا بکر فبسط یدہ فبایعتہ۔ وفی الفتح قولہ کانت کذالك الفلتۃ[۵۲] اللیلۃ التی یُشك فیھا ھل ھی من رجب او شعبان وھل من المحرم او صفر۔ قولہ وقی اللہ شرھا ای وقاھم ما فی العجلۃ غالبًا من الشر قال الداؤدی معنی قولہ فلتۃ انہا وقعت من غیر مشورۃ مع جمیع من کان ینبغی ان یشاور وقال ابن حبان معنی قولہ کانت فلتۃ ان ابتداءھا کان من غیر ملأ کثیر قولہ وخالف عنا علی والزبیر فی روایۃ مالك ومعمر وان علیا والزبیر ومن کان معھما تخلفوا فی بیت فاطمۃ بنت رسول اللہ وکذا فی روایۃ سفیان لکن قال العباس بدل الزبیر

مجھے اطلاع ملی ہے کہ تحقیق تم میں سے کوئی یہ کہنے والا ہے خدا کی قسم اگر عمر مر گیا تو ہم فلاں کی بیعت کر لیں گے۔ تو کسی کو اس پر غرّہ نہ ہونا چاہیے کہ اچانک بے سوچے سمجھے ابی بکر صاحب کی بیعت کر لینے سے خلافت قائم ہو گئی تھی۔ (اسی طرح ہم بھی فلاں کو خلیفہ بنالیں گے) خبردار بے شک وہ اسی طرح ہوئی تھی لیکن خدا نے اس کو شر سے بچا لیا (پھر اسی خطبہ میں امیر نے کہا اور جناب علیؑ اور زبیر اور ان کے ہمراہی اس معاملہ میں ہمارے مخالف ہو گئے (پھر کہا) آوازیں بلند ہوئیں اور شور و غوغا پیدا ہوا اور میں اختلاف ہو جانے سے ڈر گیا اسلئے میں نے ابو بکر سے کہا آپ ہاتھ بڑھائیے چنانچہ ابو بکر نے ہاتھ بڑھایا اور میں نے اس سے بیعت کر لی۔ اور فتح الباری میں بذیل شرح اسکے لکھا ہے قولہ قد کانت کذالك۔ فلتۃ کے معنے وہ رات ہے جس میں شک ہو کہ رجب ہے یا شعبان کی اور یا محرم کی یا صفر کی۔ اور قولہ وقی اللہ شرھا یعنے اُن کو اس شر سے بچا لیا جو غالبا ایسے کاموں میں جلدی کرنے سے پیدا ہونیکا خطرہ ہوتا ہے۔ اور داؤدی نے معنے قول عمر فلتۃ کا یہ کیا ہے کہ تحقیق بیعت ابی بکر کی بغیر مشورہ جماعت قابل مشورہ کے واقع ہوئی۔ اور ابن حبان نے معنے فلتۃ کا یہ کیا ہے کہ بتحقیق ابتدا سے بیعت بغیر بڑی جماعت کے قائم کر لی گئی تھی۔ اور قول امیر عمر کا کہ جناب علیؑ و زبیر ہمارے مخالف ہو گئے اور بیعت سے ہٹ گئے۔ اور روایت مالک اور معمر میں اس طرح ہے کہ علیؑ و زبیر اور ان کے ساتھی سبب بیعت سے ہٹ کر خانہ پاک جناب فاطمہ زہراؑ میں جا کر پناہ گزین ہوئے اسی طرح سفیان کی روایت میں بھی ہے لیکن اس نے زبیر کی جگہ عباس کا نام لیا ہے۔ پھر حسب نقل ابن التین کے داؤدی نے اس طرح لکھا ہے کہ بیعت ابو بکر کے ساتھ

(ثم قال) قال الداؤدی فیما نقلہ ابن التین عنہ حیث اطلع اللہ لم یکن مع ابی بکر

[۵۱] تواریخ سے متخلفین کا جو حال لکھا گیا وہ بالکل صحیح ہے۔ بخاری کی یہ روایت بھی اس کی موید ہے گویا اصل مضمون بخاری مسلم میں موجود ہے اور تفصیل اس کی دیگر کتب میں مذکور ہوتی ہے۔ چنانچہ تاریخ کامل جلد ۲ صفحہ ۱۲۴ میں بہ تفصیل مذکور ہے۔ ۱۲ مترجم۔

[۵۲] شرح نہج البلاغت علامہ ابن ابی الحدید طبع مصر جلد ۱ صفحہ ۱۲۲ میں ہے ذکر صاحب الصحاح ان الفلتۃ الامر الذی یعمل فجأۃ من غیر تردد ولا تدبر وھکذا کانت بیعۃ ابی بکر لان الامر لم یکن شوری بین المسلمین وانما وقعت بغتۃ لم تمحص فیھا الاراء ولم یتناظر فیھا الرجال وکانت کا الشئ المستلب المنتھب الخ یعنی جوہری نے صحاح میں ذکر کیا ہے کہ فلتۃ وہ امر ہوتا ہے جو اچانک بغیر تدبر و تفکر کے کیا جائے۔ اور بیعت ابی بکر کی اسی طرح واقع ہوئی۔ کیونکہ مسلمین کے مشورہ سے منعقد نہ ہوئی تھی بلکہ اچانک ہو گئی جس میں کچھ غور نہ کی گئی تھی اور نہ گفتگو اور نہ انتخاب با ضابطہ ہوا بلکہ اس طرح منعقد ہوئی جیسے کوئی چیز غصب کی ہوئی اور چھینی ہوئی ہوتی ہے۔ بعینہ اسی طرح انوار اللغۃ ج۲ صفحہ ۸ میں کانت فلتۃ کے ترجمہ میں لکھا ہے۔ اور بخاری باب رجم الحبلی من الزنا طبع کرزن پریس صفحہ ۱۰۰۹ میں فلتۃ کے لفظ پر حاشیہ ۲ میں شرح قسطلانی سے لکھا ہے ای فجاۃ ای من غیر تدبر یعنے اچانک بے سوچے سمجھے ہو گئی۔ تاریخ الخلفاء صفحہ ۴۹ میں باسناد بخاری و مسلم خطبہ حضرت عمر و مسلم خطبہ حضرت عمر کا درج ہے جس میں فلتۃ وارد ہے اسی کے حاشیہ پر لکھا ہے۔ کار ناگاہ و بے اندیشہ یقال کان الامر فلتۃ ای بلا تدبر و تفکر ۱۲ از صراح۔ اسی طرح نہایہ ابن اثیر جلد ۳ صفحہ ۲۳۰ میں ہے۔ ایضاً صفحہ ۲۳۰ حاشیہ ۲ اس کی تائید کافی جلد ۱ صفحہ ۶۱۵ اصول سے ہوتی ہے (شیعہ کی کتاب) حضرت صادقؑ نے فرمایا قد عھد عمر الی ابی بکر فبایعہ ولم یشاور فیہ احدا ثم ردھا ابو بکر علیہ ولم یشاور فیہ احدا ثم جعلھا عمر شوری بین ستۃ واخرج عنھا جمیع المھاجرین والانصار غیر اولئك الخ (باقی حاشیہ بر صفحہ ۲۴۲)

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۳۱) یعنی عمر نے ابو بکر کو بلا مشورہ خلیفہ بنایا اور ابو بکر نے عمر کو بلا مشورہ بنایا اور عمر نے چھ افراد کے درمیان مشورہ مقرر کیا اور سب مہاجرین و انصار کو مشورہ سے خارج کیا۔ بخاری جلد ۴ صفحہ ۱۱۱ میں فلتۃ پر علامہ سندی کا حاشیہ لکھا ہے مضمت معناہ علی حال فجاءۃ (اچانک ۱۲) و انما کانت فلتۃ لانہ لم یکن اول الامر جمع خواص الصحابۃ ولا عوامہم انتہی۔ یعنے اچانک اس لئے ہوئی کہ پہلے پہلے نہ خواص صحابہ اس امر پر جمع تھے اور نہ عوام۔ فرمایئے پھر اجماع صحیح سے یہ خلافت کیسے منعقد ہوئی، خود حضرت عمر ایسی بیعت کو حق کی دلیل نہیں جانتے۔ بخاری جلد ۴ صفحہ ۱۱۱ طبع مصر میں ہے۔ من بایع رجلا من غیر مشورۃ من المسلمین فلا یبایع ہو ولا الذی بایعہ تغرۃ (مخافۃ) ان یقتلا حضرت عمر نے کہا ہے جو شخص کسی کی بیعت بغیر مشورہ مسلمانوں کے کرے تو ایسی بیعت نہ کرے نہ کرنے والا نہ وہ جس کی ہو رہی ہے۔ اس خوف سے کہ مبادا دونوں قتل ہو جائیں اسی طرح کنز العمال جلد ۳ صفحہ ۱۳۹ میں ابن عباس حضرت عمر سے روایت کرتا ہے فکانت لعمری فلتۃ کما اعطے اللہ خیرہا و قی اللہ شرہا فمن دعا الی مثلہا فہو الذی لا بیعۃ لہ ولا لمن بایعہ رواہ ابن ابی شیبۃ۔ جو اس قسم کی بیعت کی طرف بلائے جیسے ابی بکر کی ہوئی پس اس کی کوئی بیعت نہیں نہ کرنے والے کی اور نہ اس کی جس کے ساتھ ہو رہی ہو۔ انتہی۔ تو گویا یہ قانون بے سوچے سمجھے بیعت کرکے خلیفہ بنا لینے کا ایک ابو بکر صاحب کے لئے نافذ و جائز ہوا پھر قیامت تک منسوخ ہے اور نہ کبھی ایسا پہلے ہوا تھا اس طرح انہی سے مخصوص ہوا۔ اور یہ خلافت کے صحیح ہونے کی کوئی دلیل نہیں ہے۔ ۱۲ مترجم۔

اسی طرح یہ حدیث الملل والنحل مطبوعہ بمبئی صفحہ ۸ میں مروی ہے اس میں اس عبارت سے پہلے یہ الفاظ ہیں۔ ان بیعۃ ابی بکر کانت فلتۃ (الی ان قال) فمن عاد الی مثلہا فاقتلوہ فایما رجل بایع رجلا الخ یعنی جو پھر ایسی بیعت کرے اسے قتل کردو۔ اسی طرح تحفہ اثنا عشریہ طبع نول کشور صفحہ ۲۰۷ میں بھی ہے۔ اور لکھا و بخاری ایں کلام مذکور ست (عمر گفتہ) ہر کس مثل ابو بکر قیاس نتواں کرد بلکہ اگر دیگرے ایں قسم بیعت نماید او را بقتل باید رسانید۔ انوار اللغۃ پ ۱۴ صفحہ ۵۵ میں مولوی وحید الزمان لکھتے ہیں۔ حضرت ابو بکر کی خلافت صلاح اور مشورے سے منعقد ہوئی تھی اکثر لوگوں کا اس پر اتفاق ہو جائے گو دو تین شخص مخالف بھی رہیں تو یہ اختلاف ضرر نہیں کرتا جیسے حضرت ابو بکر کی خلافت میں ہوا جو شخص بلا اصلاح اور مشورہ دھینگا مشتی سے حاکم بن جائے اور اس کے حاکم بن جانے کے بعد لوگ ڈر کے مارے اس سے بیعت کر لیں تو ایسی خلافت ہرگز صحیح نہیں ہے۔ انتہی ملخصًا۔ ۱۲ مترجم۔

حینئذ من المہاجرین[۱] الا عمر و ابو عبیدۃ۔ فی الصراح فلت فلتۃ کار ناگاہ بے اندیشہ یقال کان الامر فلتۃ ای بلا تدبیر[۲] و تفکر فی الخصائص للنسائی صفحہ ۲۴ عن ابی ذر (فی حدیث طویل) قال عمر لرسول اللہ ص من تعنی قال ما ایاک اعنی و لا صاحبک قال فمن تعنی قال خاصف النعل و کان علی یخصف النعل الحدیث۔

مہاجرین سے سوا امیر عمر و ابی عبیدہ کے کوئی نہ تھا۔ صراح میں ہے۔ فلت۔ فلتۃ۔ کام اچانک بے اندیشہ۔ کہا جاتا ہے کہ فلاں امر فلتۃ ہوگیا۔ اس کا یہ مقصد ہوتا ہے کہ بے سوچے سمجھے ہوگیا۔ خصائص نسائی صفحہ ۲۴ میں ابی ذر سے حدیث طویل میں روایت ہے کہ امیر عمر نے رسول اللہ ص سے پوچھا کہ آپ کا اس سے کون آدمی مراد ہے، جناب نے فرمایا کہ تو اور تیرا صاحب (ابو بکر) میری مراد نہیں ہے۔ پھر عمر نے سوال کیا پھر آپ کا اور کون آدمی مراد ہے؟ حضرت ص نے فرمایا وہ جوتے کو پیوند لگانے والا میری مراد ہے۔ اور حضرت علیؑ بفرمان نبوی آنحضرت ص کے نعلین شریفین کو پیوند لگا رہے تھے، آخر حدیث تک۔

---

[۱] فتح الباری پ ۲۵ صفحہ ۱۲۶ کی عبارت سے صاف ثابت ہے کہ مہاجرین سے ابی بکر کی بیعت کے وقت کوئی مشورہ دینے والا یا اس میں اتفاق کرنے والا ابتدا میں نہ تھا اگرچہ بعد میں کسی مصلحت یا خوف سے شامل ہو گئے۔ اور انصار کا حال جملہ کتب سے اظہر من الشمس اور مشہور عام ہے کہ وہ سب مخالف تھے۔ ابتدا میں صرف امیر عمر و ابو عبیدہ ابی بکر صاحب کے حامی تھے۔ اسی واسطے حضرت ابی بکر نے بھی اپنی تقریر میں یہی ظاہر کیا کہ یا امیر عمر کو خلیفہ بنا دو اور یا ابو عبیدہ کو اور وہ دونوں ابو بکر صاحب کے لئے کوشاں ہوئے پس جو لوگ خلافت ابی بکر کا شوریٰ اور اجماع سے منعقد ہونا ظاہر کرتے ہیں ان کی رائے کا بطلان ثابت ہوگیا۔ ۱۲ مترجم

[۲] اس جگہ حدیث بخاری سے امیر عمر کا خلافت ابی بکر کے فلتۃ قائم ہونے کی نسبت اعتراف پڑھئے۔ اور لغت اور فتح الباری صفحہ سے

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۴۳) اور نہایہ ابن اثیر جلد اصفحہ ۲۵ بحث لفظ خلف میں ہے (وکذا فی مجمع البحار طبع نولکشور جلد ا صفحہ ۳۷۰ ومثلہ فی کنز العمال جلد ۳ صفحہ ۱۳۲) وفی حدیث ابی بکر جاءہ اعرابی فقال لہ انت خلیفۃ رسول اللہ صلعم فقال لا قال فما انت قال انا الخالفۃ بعدہ الخلیفۃ من یقوم مقام الذاھب ویسد مسدہ فاما الخالفۃ فھو الذی لا غنی عندہ ولا خیر فیہ وکذلک الخالف وقیل ھو الکثیر الخلاف یعنی ابوبکر صاحب سے کسی اعرابی نے پوچھا کہ آپ رسول اللہ کے خلیفہ ہیں؟ ابوبکر صاحب نے کہا نہیں۔ اس نے کہا پھر آپ کیا ہیں؟ ابوبکر نے کہا میں خالفہ ہوں۔ خلیفہ وہ ہوتا ہے جو سابق کے تمام مقام اس کی جگہ پر اسی طرح کا کام انجام دے اور خالفہ وہ ہوتا ہے جس پر اکتفا نہ ہو سکے اور اس میں خیر و برکت نہ ہو بلکہ اکثر اس کے مخالف ہو جس کا خلیفہ بنا ہو لہٰذا انتہٰی۔ مولوی وحید الزمان لغات اللغۃ پٹ صفحہ ۵۸ میں لکھتے ہیں خالفہ اس شخص کو کہتے ہیں جس میں کچھ بھلائی اور تو انگری نہ ہو۔ اس عبارت میں مخالف کی زبان سے عجیب انصاف ظاہر ہوا ہے جو کہ زمانہ حال کی تاویلات سے بچ جائے تو متلاشیان حق کے لئے بہت مفید ہے۔ اور یہ کسر نفسی پر محمول نہیں کیونکہ خلیفہ کا فرض منصبی تھا کہ اپنا قدر جتلاتے جیسے انبیاء و اوصیاء اپنے دعویٰ کا اظہار کرتے رہے ہیں انبیاء نے کبھی نبی نہ ہونے سے کسر نفسی ظاہر نہیں کی نہ حضرت علیؑ نے فرمایا کہ میں نبیؐ کا جانشین نہیں ہو سکتا بلکہ ظاہر فرماتے رہے ہمارا حق ہے میں اولیٰ بالامامت والی صفت ہوں اور نہ مقام تقیہ تھا کہ اس پر محمول ہوتا۔ ۱۲ مترجم

قال ابو بکر فقبضھا حتی وقف علی ابی بکر فقال اخبرنی عن ھذہ الارض التی اقطعتھا ھذین الرجلین ارض ھی لک خاصۃ ام ھی بین المسلمین عامۃ قال بل ھی بین المسلمین عامۃ قال فما حملک ان تخص ھذین بھا دون جماعۃ المسلمین قال استشرت ھؤلاء الذین حولی فاشاروا علی بذلک قال فاذا استشرت ھؤلاء الذین حولک اوکل المسلمین اوسعت مشورۃ ورضا فقال ابو بکر قد کنت قلت لک انک اقوی علی ھذا منی و لکنک غلبتنی۔ رواہ ابن ابی شیبۃ والبخاری فی تاریخہ ویعقوب بن سفیان والبیھقی وابن عساکر۔ وفی کنز العمال وغیرہ فقال ابو بکر لمن حولہ من الناس ما ترون قالوا فکتب لھما بھا کتابا واشھد فیہ شھودا و عمر لیس فیھم فانطلقا الیہ لیشھد فی الکتاب فوجداہ قائما یھنا بعیرا او قطران فی مالیہ) فقالا ان خلیفۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم

اور ابی بکر سے کہا بتاؤ یہ زمین جو تم نے ان دونوں کو دیدی ہے یہ محض تیری ہے یا جملہ مسلمانوں کی ہے۔ ابوبکر صاحب بولے نہیں صاحب میری نہیں سب مسلمانوں کی ہے۔ امیر عمر نے کہا پھر تجھے کس چیز نے اتنا دلیر کر دیا کہ تم نے بغیر اجازت دیگر مسلمانوں کے ان کو دیدی ہے۔ ابوبکر کہنے لگے میں نے ان سب حاضرین مجلس سے مشورہ لیا اور انہوں نے مشورہ دیا ہے۔ عمر صاحب بولے انہی سے مشورہ لیا ہے یا کل مسلمانوں سے مشورہ اور رضامندی لے لی ہے؟ ابوبکر صاحب نے کہا میں نے تجھے پہلے کہا تھا کہ اس خلافت پر خود قدم جماؤ کیونکہ تم مجھ سے خلافت پر قوی اور زبردست ہو لیکن تو نے زبردستی مجھے بٹھا دیا اسکو ابن ابی شیبہ اور بخاری نے اپنی تاریخ میں اور یعقوب بن سفیان اور بیہقی اور ابن عساکر نے روایت کیا (اس روایت سے خلافت ثلاثہ کا چہرہ کھٹ دھمکیوں معلوم ہوتا ہے۔ اور اس سے خفیہ سازشوں کا بخوبی پتہ چلتا ہے)۔ اور اسی طرح ازالۃ الخفاء جلد ا صفحہ ۴۵ میں ہے اور اس میں یہ الفاظ ہیں۔ ابوبکر صاحب نے اپنے حاشیہ نشینان سے کہا۔ کیوں صاحبان تمہاری اس میں کیا رائے ہے؟ انہوں نے کہا کہ دینے میں کوئی مضائقہ نہیں تب ابوبکر صاحب نے ان کو سند لکھدی اور گواہوں کی گواہی اس میں لکھدی جنہیں امیر عمر کو بھی شامل کر دیا باوجودیکہ امیر عمر وہاں حاضر نہ تھے۔ وہ دونوں حضرت عمر کی طرف اس مکتوب پر دستخط کرانے کے لئے گئے اور انہوں نے امیر عمر کو اسی حالت میں پایا کہ وہ اونٹ کو گندھک وغیرہ خارش کا تیل لگا رہے تھے۔ دونوں نے کہا تحقیق خلیفہ رسول اللہ صلعم نے

ؔ یہ وہ روایت ہے جو اجماع کی شرط رضامندی کل افراد کے بیان میں مختصراً لکھی گئی تھی۔ اس روایت کے پڑھنے سے اہل بصیرت پر روشن ہو جائیگا کہ ایک ٹکڑے زمین کے واسطے جب کل مسلمانوں کی رضامندی لینی ضروری تھی تو جملہ علاقہ تحت سلطنت رسول خدا حضرت ابی بکر کے حوالہ میں بلا رضامندی جملہ مسلمانوں بالخصوص بلا رضا بنی ہاشم کے اور خصوصاً بغیر اجازت اہل بیت نبی صلعم کے کس طرح کر دیا گیا اور وہ کس طرح جائز جانشین نبیؐ کے احکام دین و دنیا میں قرار دیئے گئے ۱۲ مترجم ؔ امیر عمر صاحب اپنے لئے اتنی کوشش کر کے خود خلیفہ بنجاتے تو یہ خطرہ تھا کہ لوگ اس کو طمع نفسانی پر محمول کر کے مخالفت پر آمادہ ہو جاتے تند مزاجی بھی معلوم تھی اسلئے ایسا نمونہ بنا کر دکھایا کہ ظاہر میں دوسرا مسلم ہو اور حقیقت میں خود خلیفہ رہے۔ تو ابوبکر صاحب کی زندگی میں بھی درحقیقت امیر عمر خلیفہ تھے اور بعد ان کے ظاہراً و باطناً وہی رہے۔ ۱۲ م

كتب لنا هذا الكتاب وجئناك لتشهد على ما فيه فتقرأ ام نقرءه عليك قال اعلى الحال التي ترين ان شئتما فاقرءاه وان شئتما فانتظرا حتى افرغ قالا بل نقرءه عليك فلما سمع ما فيه اخذه منهما ثم تفل فيه - الخ - في البخاري قال ابو بكر - الخ ولما اعترض حباب بن المنذر على ابي بكر فاجاب ابو بكر عما نقله ابن قتيبة في الامامة والسياسة قال ابو بكر اخافتنا يا حباب قال ليس منك اخاف ولكن ممن يجئ بعدك قال ابو بكر فاذا كان ذلك كذلك فالامر اليك والى اصحابك ليس لنا عليك طاعة - الخ وفي ازالة الخفاء لما ان ابا بكر حين حضرته الموت ارسل الى عمر يستخلفه فقال الناس تستخلف علينا فظا غليظا ولو قد ولينا كان افظ واغلظ فما تقول لربك اذا لقيته وقد استخلفت علينا عمر - الخ وفي كنز العمال عن ابن عباس قال قال عمر بن الخطاب انه كان من خبرنا حين توفي رسول صلى الله عليه وآله وسلم ان الانصار خالفونا واجتمعوا باسرهم في سقيفة بني ساعدة وخالف عنا علي والزبير ومن معهما وذكر تخلف سعد بن عبادة الحديث - رواه احمد في مسنده والبخاري وابو عبيد في الغرائب والبيهقي وفي ازالة الخفاء الى ان زبير خارج از بیعت شد نزد حاکم الخ وفيه زبیر و جماعہ بنی ہاشم در خانہ حضرت فاطمہ جمع شدند باب نقض خلافت مشورت با بکاری بردند فلما بلغ ذلك عمر ابن الخطاب خرج حتى دخل على فاطمة فقال (حتى قال) انه امر بهم ان يحرق عليهم البيت

ہمارے لئے یہ دستاویز لکھدی ہے۔ اب ہم تیرے پاس تحریر گواہی کے لئے آئے ہیں۔ تو خود پڑھ لے یا ہم پڑھکر سنا دیتے ہیں۔ امیر عمر نے کہا جس حال میں ہوں دیکھ رہے ہو۔ یا تم پڑھ دو اور یا انتظار کرو کہ میں فارغ ہو جاؤں۔ انہوں نے کہا اچھا ہم تیرے سامنے پڑھکر سنا دیتے ہیں جب امیر عمر نے سن لیا ان کے ہاتھوں سے لے لیا اور اسپر تھوک دیا۔ الخ (مثل روایت کنز العمال آخر قصہ تک بیان کیا ہم بخاری) جلد ۳ صفحہ ۳۶۵ میں ہے۔ ابو بکر صاحب نے کہا۔ الخ (یعنے اصل حدیث اعتراض صحابہ کی دربارہ استخلاف امیر عمر بخاری میں ہے) اور جب حباب بن منذر نے ابی بکر کی خلافت پر اعتراض کیا۔ ابو بکر صاحب نے اس طرح جواب دیا جس کو ابن قتیبہ نے الامامت والسیاست صفحہ ۱۱ میں نقل کیا ہے کہ ابو بکر صاحب نے کہا اے حباب کیا تم مجھ سے ڈرتے ہو؟ اُسنے کہا نہیں لیکن جو تیرے بعد آنیوالا ہے اس سے خوف کر رہے ہیں۔ ابو بکر صاحب نے کہا جب یہ صورت ہوگی اس وقت تجھے اور تیرے ہمراہیوں کو اختیار ہوگا ہماری تم پر کوئی اطاعت نہیں ہوگی۔ الخ اور ازالۃ الخفاء جلد ۱ صفحہ $\frac{55}{312}$ میں ہے جب ابو بکر صاحب کی موت کا وقت قریب آیا تو اُس نے امیر عمر کی طرف کسی کو بھیجکر بلایا تاکہ اُس کو اپنا خلیفہ اور ولیعہد مقرر کرے۔ لوگوں نے کہا ہم پر تم ایسے تند مزاج اور سخت خو آدمی کو خلیفہ بنا رہے ہو جو پہلے ایسا ہے۔ اور جب تو نے صرف اسی کو ہمارا سردار بنایا ضروری ہے کہ پہلے سے اور زیادہ سخت اور تند مزاج ہو جائیگا۔ اور جب تو عمر جیسے شخص کو ہمارا سردار بنا کر خدا کے سامنے جائیگا اسکو کیا جواب دیگا؟ الخ۔ اور کنز العمال جلد ۳ صفحہ ۱۳۱ میں ابن عباس سے روایت ہے کہ عمر بن خطاب بیان کرتے تھے کہ جب نبیؐ فوت ہوئے اُس وقت کی ہماری خبروں سے ایک یہ بھی ہے کہ تمام انصار ہمارے مخالف ہو کر سقیفہ بنی ساعدہ میں جمع ہوگئے اور حضرت علیؑ و زبیر اور ان کے ہمراہی بھی ہمارے مخالف ہوگئے۔ پھر سعد بن عبادہ کا بیعت ابی بکر سے انکار کرنے کا ذکر کیا۔ آخر حدیث تک اس کو احمد نے اپنے مسند میں اور بخاری نے اپنے صحیح جلد ۴ صفحہ ۱۱۱ کتاب الحدود باب رجم الحبلی من الزنا اذا احصنت میں اور ابو عبید نے غرائب میں اور بیہقی نے روایت کیا۔ اور ازالۃ الخفاء جلد ۲ صفحہ ۲۷ میں ہے کہ حضرت علیؑ و زبیر بیعت ابی بکر سے خارج ہوگئے جس کو حاکم نے روایت کیا۔ اور ازالۃ الخفاء جلد ۲ صفحہ ۲۹ میں ہے کہ زبیر اور جماعت بنی ہاشم جناب فاطمۃ الزہراؑ کے گھر میں دربارہ توڑنے خلافت ابی بکر کے مشورے کر رہے تھے۔ جب عمر بن خطاب کو یہ اطلاع ملی تو نکلا اور جناب فاطمہ زہراؑ کے پاس آیا اور کہا مجھے اس سے کوئی مانع نہیں کہ اگر یہ لوگ بیعت میں نہ داخل ہوں تو ان کے برخلاف یہ حکم دیدونگا کہ ان پر گھر کو معہ ان کے جلا دیا جائے گا۔

۱ تلخیص الصحاح مترجم جلد ۲ صفحہ ۳۲۷ میں باسناد بخاری و مسلم مروی ہے کہ زہری سے کسی نے پوچھا کیا حضرت علیؑ نے چھ مہینے تک بیعت نہیں کی تھی تو انہوں نے جواب دیا کہ خدا کی قسم نہ انہوں نے بیعت کی تھی نہ بنی ہاشم میں سے کسی نے بیعت کی تھی۔ انتہی

فاطمة اما ان فروا رأيكم ولا ترجعوا الي لئن عدتم ليحرقن عليكم البيت فانصرفوا عنها فلم يرجعوا اليها حتى بايعوا لابي بكر اخرجه
ابن ابي شيبة وكذا في ازالة الخفاء وقال باسناد صحيح - وفي الامامة والسياسة (كيف كانت بيعة ابي بكر) قال وان ابا بكر تفقد
قوما تخلفوا عن بيعته عند علي فبعث اليهم عمر فجاء فناداهم وهم في دار علي فابوا ان يخرجوا فدعا بالحطب وقال والذي
نفس عمر بيده لتخرجن او لاحرقنها على من فيها فقيل له يا ابا حفص ان فيها فاطمة (عليها السلام) فقال وان فخرجوا فبايعوا
الا عليا فانه زعم انه
قال حلفت ان لا اخرج
ولا اضع ثوبي على عاتقي
حتى اجمع القرآن فوقفت
فاطمة على بابها فقالت
لا عهد لي بقوم حضروا
اسوء محضر منكم تركتم
رسول الله جنازة بين
ايدينا وقطعتم امركم
بينكم لم تستأمرونا
ولم تردوا لنا حقا فاتى عمر
ابا بكر فقال له الا تأخذ
هذا المتخلف عنك بالبيعة
فقال ابو بكر لقنفذ وهو
مولى له اذهب فادع
لي عليا قال فذهب
الى علي فقال له ما حاجتك
فقال يدعوك خليفة رسول
الله فقال علي لسريع ما
كذبتم على رسول الله
فرجع فابلغ الرسالة فبكى
ابو بكر طويلا فقال عمر الثانية
ان لا تمهل هذا المتخلف
عنك بالبيعة فقال ابو بكر
لقنفذ عد اليه فقل له
امير المؤمنين يدعوك لتبايع
فجاءه قنفذ فادى ما امر
به فرفع علي صوته فقال
سبحان الله لقد ادعى ما ليس له فرجع قنفذ فابلغ الرسالة فبكى ابو بكر طويلا ثم قام عمر فمشى معه جماعة حتى اتوا باب فاطمة فدقوا
الباب فلما سمعت اصواتهم نادت باعلى صوتها يا ابت يا رسول الله ماذا لقينا بعدك من ابن الخطاب وابن ابي قحافة
فلما سمع القوم صوتها وبكاءها انصرفوا باكين وكادت قلوبهم تنصدع واكبادهم تنفطر

یہ سنکر فاطمہ زہرا نے اُن متخلفین کو حکم دیا کہ جاؤ اور پھر میری طرف لوٹ کر نہ آنا ورنہ تمہارے اوپر اِس
گھر کو جلا دیگا۔ وہ چلے گئے اور واپس نہ آئے حتیٰ کہ ابی بکر سے بیعت کر لی۔ اس کو ابن ابی شیبہ نے روایت
کیا۔ اور ویسی ازالۃ الخفاء میں بھی یہ روایت لکھی ہے اور اس کے بعد کہا کہ اسناد اس کی صحیح ہے۔ اور
الامامت والسیاست مطبوعہ مصر ص۱۹ بیان کیفیت بیعت ابی بکر میں ہے۔ کہا تحقیق ابی بکر نے ایک قوم کو
بیعت سے مفقود پایا جو متفرق ہو کر حضرت علیؑ کے پاس بیٹھ گئے تھے۔ ابوبکر نے اُن کی طرف امیر عمر کو
بھیجکو دیا۔ اور امیر عمر اُن کے پاس گئے جو لوگ حضرت علیؑ کے گھر میں جمع تھے۔ (اُن کو بلانے اور بھیجنے)
پکارا انہوں نے نکلنے سے انکار کیا جبپر امیر عمر نے لکڑی منگائی اور کہا قسم ہے اُس ذات کی جس کے قبضہ میں
عمر کی جان ہے ضرور تم باہر نکلو یا میں اس گھر کو مع اُن کے جو اس کے اندر ہیں جلا دوں گا۔ اُس کو کہا گیا کہ
ابا حفص (عمر) تحقیق اس میں فاطمہ زہرا بھی ہیں۔ اُس نے کہا اگرچہ وہ بھی ہوں (تب بھی جلا دونگا)
پس جو اندر تھے وہ بجز حضرت علیؑ کے باہر نکلے اور انہوں نے آکر بیعت کر لی اور حضرت علیؑ باہر نہ آئے
اور یہ خیال ظاہر کیا کہ میں نے قسم اٹھائی ہے کہ اتنے تک باہر نہ نکلوں گا اور نہ چادر کندھوں پر رکھونگا
جب تک قرآن کو جمع نہ کر لوں اور جناب فاطمہ زہرا دروازہ پر کھڑے ہو کر فرمانے لگیں ہمارا کوئی
عہد اور تعلق اُس قوم سے نہیں رہا جو تم سے بُری طرح ہمارے سامنے حاضر ہوئے۔ تم نے رسول اللہ
کا جنازہ ہمارے آگے چھوڑ کر امر خلافت و ریاست کو اپنے ہاتھ سے فیصلہ کر لیا۔ نہ ہم سے مشورہ لیا اور نہ
ہمارا حق ہمکو دیا۔ پس امیر عمر ابی بکر صاحب کے پاس آئے اور کہا کیا تو اس متخلف (علیؑ) سے بیعت نہیں لیتا؟
حضرت ابوبکر نے اپنے غلام قنفذ کو بھیجا کہ جا کر حضرت علیؑ کو میرے پاس بلا لاؤ۔ جب وہ حضرت علیؑ کے
پاس گیا۔ آپ نے اُس سے آنیکا سبب پوچھا۔ غلام نے کہا تجھے رسول اللہ کا خلیفہ بلاتا ہے۔ حضرت علیؑ
نے فرمایا تم نے کیونکر بہت جلد رسول اللہ پر افترا کیا ہے۔ غلام واپس گیا اور یہ پیغام پہنچایا۔ ابوبکر یہ
سنکر دیر تک روتے رہے۔ عمر صاحب نے مکرر کہا کہ اس متخلف (علیؑ) کو مہلت نہ دیجئے۔ پھر ابوبکر نے قنفذ کو
کہا کہ پھر علیؑ کی طرف جا کر کہدو کہ تجھے امیر المومنین بیعت کے لئے بلاتا ہے۔ جب قنفذ حضرت
علیؑ کے پاس پہنچا اور یہ پیغام مامور بہ سنایا تو حضرت علیؑ بلند آواز سے کہنے لگے سبحان اللہ اس شخص نے
وہ دعویٰ کیا ہے جس کا وہ مستحق نہیں۔ قنفذ واپس آیا اور جواب سنایا تو ابوبکر صاحب پھر رونے لگے اور بہت
روئے۔ اس کے بعد امیر عمر کھڑے ہو گئے اور ایک جماعت کو اپنے ساتھ کر لیا حتیٰ کہ روانہ جناب فاطمہ زہرا
پر آئے اور دق الباب کیا جب فاطمہ زہرا نے اُن کی آوازیں سنیں تو آپ بلند آواز سے پکارنے لگیں
اے بابا اے رسول اللہ ہمکو عمر بن خطاب اور ابن ابی قحافہ (ابی بکر) سے کیا کیا مصائب پہنچ رہے ہیں۔
جب قوم حاضرین نے بی بی صاحبہ کی آواز اور رونا سنا تو اکثر روتے ہوئے واپس ہو گئے اور اتنے روئے کہ
اُن کے دل اور جگر غم سے پھٹ جانے کے قریب تھے

وبقی عمر ومعہ قوم فاخرجوا علیاً فمضوا بہ الی ابی بکر فقالوا لہ بایع فقال ان انا لم افعل فمہ (چہ شود) قالوا اذاً واللہ الذی لا الہ الا ھو نضرب عنقک قال اذاً تقتلون عبد اللہ واخا رسول اللہ صلعم قال عمر اما عبد اللہ فنعم واما اخو رسول اللہ فلا وابوبکر ساکت لا یتکلم فقال لہ عمر الا تامر فیہ بامرک فقال لا اکرھہ علی شیء ما کانت فاطمۃ فی جنبہ فلحق علی بقبر رسول اللہ صلعم یصیح ویبکی وینادی یا ابن ام ان القوم استضعفونی وکادوا یقتلوننی۔ الخ ویؤیدہ قولہ ما کانت فاطمۃ فی جنبہ ما قال فی المسلم کان لعلی من الناس وجہۃ حیاۃ فاطمۃ فلما توفیت استنکر علی وجوہ الناس فالتمس مصالحۃ ابی بکر ومبایعتہ۔ الخ ففی ھذا الحدیث دلالۃ علی بیعتہ علی نھج الاضطراب لما خوفوہ بالقتل وکانوا اسمعوہ قبل الی حیاتھا فی الامامۃ والسیاسۃ قالت فاطمۃ حین اتاھا ابوبکر لیرضیھا فانی اشھد اللہ وملائکتہ انکما (ابابکر وعمر) اسخطتمانی وما ارضیتمانی ولئن لقیت النبی صلعم لاشکونکما الیہ (الی ان قالت) واللہ لادعون اللہ علیک (یا ابابکر) فی کل صلوۃ اصلیھا وفی کنز العمال والامامۃ والسیاسۃ قال ابوبکر (وقت وفاتہ) فلیتنی ترکت بیت علی وان کان اعلن علی الحرب

گا امیر عمر صاحب مع کچھ حصہ اپنی جماعت کے بیٹھے رہے اور انہوں نے حضرت علی کو نکالا اور ابی بکر صاحب کی طرف لے گئے اور کہا کہ ابی بکر سے بیعت کر لے۔ حضرت علی نے فرمایا اگر نہ کروں تو کیا ہوگا؟ انہوں نے کہا خدا کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں اس صورت میں ہم تیری گردن اڑا دیں گے۔ حضرت علی نے فرمایا اس طرح تم ایک بندہ خدا اور رسول خدا کے بھائی کو قتل کرو گے؟ امیر عمر نے کہا بندہ خدا تو خیر ہم مانتے ہیں کہ ہے لیکن بھائی رسول خدا کا ہم نہیں مانتے۔ ابوبکر اس کل کی حالت میں خاموش بیٹھا رہا اور کوئی کلام نہ کیا۔ عمر صاحب نے اس کو کہا تو اس کے حق میں کیوں اپنا حکم نہیں دیتا۔ ابوبکر نے کہا میں اسکو کسی چیز پر مجبور نہیں کرتا جب تک فاطمہ زہرا ان کے پاس ہے۔ پس علی قبر رسول اللہ سے لاحق ہوئے چیختے اور روتے ہوئے آواز دیتے تھے کہ اے میرے بھائی تحقیق قوم نے مجھے کمزور بنا دیا اور قریب ہے کہ مجھکو قتل کر دیتے۔ قول ابی بکر کا کہ جب تک فاطمہ زہرا علی کے پاس ہے اس کا مؤید وہ ہے جو مسلم جلد ۲ صفحہ ۹۱ میں آیا ہے کہ علی کی قدر و منزلت لوگوں کی نگاہ میں زندگی فاطمہ زہرا کے وقت تھی۔ جب بیوی صاحبہ فوت ہو گئیں تو علی نے لوگوں کے چہرے متغیر ہوتے دیکھے یعنے وہ قدر و منزلت کو کم کرنے لگے۔ تب علی ابوبکر سے صلح کے خواہشمند ہوئے اور بیعت کرنی چاہی۔ پس اس حدیث میں اشارہ ہے علی کے مضطر اور لاچار ہو کر بیعت کرنے پر (کہ وعدہ ما کانت فاطمۃ فی جنبہ کا گذر گیا ہے۔ اور لوگوں نے روگردانی کر لی ہے شاید اب نصرت ملنے کو تجھ سے ملے تو کچھ بعید نہیں ہے) کیونکہ انہوں نے تخویف قتل تو پہلے دی تھی اور ان کو مہلت صرف زندگی فاطمہ زہرا تک دی گئی تھی۔ اور الامامت والسیاست صفحہ ۱۵ میں ہے کہ جب ابوبکر صاحب جناب زہرا کے پاس راضی کرنے کے لئے آئے۔ زہرا نے فرمایا تحقیق میں اللہ تعالی اور اسکے فرشتوں کو گواہ رکھتی ہوں کہ تحقیق تم دونوں (ابوبکر وعمر) نے مجھے ناراض اور غضبناک کیا اور مجھے راضی نہ کیا اور جب بھی رسول سے جا ملوں گی تو تم دونوں کی حضرت کے پاس شکایت کرونگی۔ تا اینکہ فرمایا قسم اللہ تعالی کی میں تجھ پر اے ابابکر ہر نماز میں بددعا کرتی ہوں۔ اور کنز العمال جلد ۳ صفحہ ۱۳۵ اور الامامت والسیاست صفحہ ۱۸ میں ہے کہ ابوبکر صاحب نے اپنی وفات کے وقت کہا مجھے افسوس ہے کاش میں نے گھر کو علی کے چھوڑ دیا اگرچہ میرے ساتھ جنگ کا اعلان بھی کیوں نہ کر دیا۔

لہ اسی طرح بخاری جلد ۳ صفحہ ۳۹ طبع مصر باب غزوہ خیبر میں ہے اور اخیر روایت میں یہ بھی ہے کہ حضرت علی نے چھ ماہ تا حیات جناب زہرا بیعت ابوبکر کی نہ کی تھی اور مصالحت کے وقت فرمایا کہ تمہارے ساتھ کوئی نہ آئے کراھیۃ محضر عمر بن الخطاب یعنی عمر کے سامنے آنے کو علی نے مکروہ و ناپسند فرمایا۔ اور نہایہ ابن اثیر جلد ۴ لغت وجہ صفحہ ۲۱۰ میں ہے وفی حدیث عائشۃ وکان لعلی وجہ من الناس حیاۃ فاطمۃ ای جاہ وعزۃ (عزت) فقد ھما بعدھا۔ یعنی حضرت علی کی زندگی جناب زہرا میں لوگوں میں عزت تھی جس کو بعد وفات زہرا کے جناب امیر نے نہ پایا یعنی لوگ بے قدری کرنے لگے۔ فیض الباری ترجمہ بخاری پ ۱۷ صفحہ ۳۹ مطبوعہ محمدی لاہور میں ہے فاطمہ کی زندگی میں لوگوں کو علی مرتضی کی طرف توجہ تھی تو مراد یہ ہے کہ لوگ حضرت فاطمہ کی خاطر اور لحاظ سے علی مرتضی کی عزت کرتے تھے سو جب وہ فوت ہوئیں اور ان کے مرنے کے بعد بھی حضرت علی مرتضی صدیق اکبر کے پاس حاضر ہوئے تو لوگوں نے انکی عزت کرنے میں قصور کیا یعنی ان کی عزت کرنی چھوڑ دی واسطے اداے دخول بیعت کے۔ ۱۱ مترجم۔ لہ عبارت مندرجہ فی الامامۃ والسیاسۃ

و فی مروج الذہب للمسعودی جلد اول اما بویع ابوبکر فی یوم السقیفۃ و جددت البیعۃ لہ یوم الثلاثاء علی العامۃ خرج علی فقال افسدت علینا امورنا و لم تستشر و لم ترع لنا حقا فقال ابوبکر بلی و لکن خشیت الفتنۃ حتی ماتت فاطمۃ (ثم قال) و قد تنوزع فی بیعۃ علی ابن ابی طالب ایاہ فمنہم من قال بایعہ بعد موت فاطمۃ بعشرۃ ایام و ذالک بعد وفات رسول اللہ بنیف و سبعین یوما و قیل بثلاثۃ اشہر و قیل ستۃ اشہر و قیل غیر ذالک۔ فی اعلان الہدی فی رد اسرار الہدی فی مناقب الخوارزمی و مناقب ابن مردویہ بسندہما الی ابی الطفیل عامر بن واثلۃ قال کنت علی الباب یوم الشوریٰ فارتفعت الاصوات بینہم فسمعت علیاً یقول بایع الناس ابابکر و لنا اولیٰ بالامر و احق منہ فسمعت و اطعت مخافۃ ان یرجع الناس کفاراً یضرب بعضہم اعناق بعض بالسیف ثم بایع ابوبکر لعمر و انا واللہ اولیٰ بالامر منہ فسمعت و اطعت مخافۃ ان یرجع الناس کفاراً ثم انتم تریدون ان تبایعوا عثمان اذاً لا اسمع و لا اطیع ثم قال انشدکم اللہ۔ الخ و کذا فی کنز العمال بروایۃ العقیلی و زاد من قول علیؑ انہ قال وایم اللہ لو اشاء ان اتکلم ثم لا یستطیع عربیہم و لا عجمیہم و لا المعاہد منہم و لا المشرک رد خصلۃ منہا لفعلت ثم بین حقوقہ و فضائلہ۔ و فی التاریخ الکامل فبایعہ (ای ابابکر عمر) و بایعہ الناس فقالت الانصار او بعض الانصار لا نبایع الا علیاً قال و تخلف علی و بنو ہاشم و الزبیر و طلحۃ للبیعۃ

(مطبوعہ مصر جدید مستقل جلد ۲ ص۱۱۲)

اور مروج الذہب مسعودی جلد اول ص۲۸۳[1] میں ہے جب ابوبکر صاحب کی بیعت سقیفہ کے دن ہوئی پھر تجدید بیعت منگل کے روز عوام سے ہوئی تو حضرت علیؑ باہر تشریف لائے اور فرمایا ہمارے کاموں کو تم نے بگاڑ دیا ہے اور تم نے ہم سے مشورہ بھی نہیں لیا اور ہمارے حق کی رعائیت بھی نہ کی۔ ابوبکر صاحب نے کہا ہاں۔ لیکن میں فتنہ سے ڈر گیا ہوں (پھر کہا) بنی ہاشم سے کسی نے ابوبکر سے بیعت نہ کی حتیٰ کہ جناب فاطمہؑ فوت ہو گئیں (پھر کہا) بتحقیق بیعت علی بن ابی طالب جو ابوبکر سے ہوئی اس میں اختلاف ہے۔ بعض علماء نے کہا ہے کہ حضرت علیؑ نے ابی بکر صاحب سے بعد موت جناب فاطمہؑ کے دس دن گذر نے پر بیعت کی اور یہ وفات رسول اللہؐ کے بعد کچھ زیادہ ستر دن گذرنے پر ہوئی اور بعض کے نزدیک تین ماہ گذرنے کے بعد اور بعض کے نزدیک چھ ماہ کے بعد۔ اور بعض کے نزدیک کچھ کم مدت کے بعد ہوئی۔ اعلان الہدیٰ رد اسرار الہدیٰ ص۲۶۲ میں ہے مناقب خوارزمی و مناقب ابن مردویہ میں ان کی اسناد سے بروایت ابی الطفیل عامر بن واثلہ کے ہے کہا۔ میں شوریٰ کے دن دروازہ پر تھا۔ لوگوں کے اندر آوازیں بلند ہوئیں۔ میں نے حضرت علیؑ سے سنا کہ فرماتے تھے۔ لوگوں نے ابوبکر سے بیعت کر لی ہے۔ حالانکہ میں اس کی نسبت امر خلافت کے لئے زیادہ مستحق تھا پس میں نے سنا اور مان لیا اس ڈر سے کہ لوگ کفر کی طرف نہ لوٹ جائیں اور ایک دوسرے کو تلوار سے نہ ماریں پھر ابوبکر نے عمر کی بیعت لی اور قسم بخدا میں اس سے زیادہ مستحق تھا تو بھی میں نے اس ڈر سے سنا اور مان لیا کہ لوگ کفر کی طرف رجوع نہ کر جائیں پھر اب تم ارادہ رکھتے ہو کہ امیر عثمان سے بیعت کریں اب میں تمہاری بات نہیں سنتا اور فرمانبرداری نہیں کرتا۔ پھر فرمایا میں قسم دے کر تم سے پوچھتا ہوں۔ الخ (فضائل مخصوصہ خود بیان فرمائے) کنز العمال جلد ۳ ص۱۵۵ میں بھی اسی طرح ہے اور زیادہ ہے۔ کہ حضرت علیؑ نے فرمایا قسم بخدا اگر میں چاہوں تو ایسی تقریر کروں۔ کوئی عربی و عجمی اور ذمی ان میں سے یا مشرک ان سے ایک خصلت کے رد کرنے کی جرأت نہ کر سکے تو میں ایسا کر سکتا ہوں پھر اپنے چند فضائل بیان کئے۔ الخ اور تاریخ کامل جلد ۲ ص۱۵۷ میں ہے۔ پس جب عمر نے ابوبکر سے بیعت کی اور لوگوں نے بھی بیعت کر لی تو جملہ انصار یا بعض انصار نے کہا کہ ہم سوائے حضرت علیؑ کے کسی دوسرے سے بیعت نہیں کرتے راوی نے کہا ہے کہ حضرت علیؑ اور بنی ہاشم اور زبیر و طلحہ بیعت ابوبکر سے منحرف ہوئے ہٹ رہے

[1] مروج الذہب بر حاشیہ تاریخ کامل طبع مصر جلد ۵ ص۱۳۰ میں یہی عبارت ہے ۱۲ مترجم ۔ سلطہ حوالہ مناقب خوارزمی اسیطرح کنز العمال جلد ۳ ص۱۵۵ میں ہے اور رشید کی کتاب خصال شیخ صدوق باب اثنا عشری متخلفین (بارہ رہنے والے) بیعت ابی بکر سے باسناد بارہ شمار کئے گئے ہیں۔ مہاجرین سے خالد بن سعید بن عاص اور مقداد بن اسود اور ابی بن کعب اور عمار بن یاسر اور ابوذر غفاری و سلمان فارسی و عبداللہ بن مسعود و بریدہ اسلمی اور انصار سے خزیمہ بن ثابت ذوالشہادتین و سہل بن حنیف و ابو ایوب انصاری و ابو الہیثم بن تیہان وغیرہ ۱۲ مترجم ۔ ۵۳ حوالہ تاریخ کامل اسی طرح تذکرہ خواص الامۃ ص۳۶ میں سر العالمین امام غزالی سے منقول ہے۔ ایضاً ص۲۳ رسالہ المامون مؤلفہ علامہ شبلی نعمانی مطبوعہ قومی پریس دہلی ص۸ حصہ اول میں ہے آنحضرتؐ کے انتقال کے بعد جب خلافت کی نزاع پیدا ہوئی تو گو فوری طور پر صدیق اکبر پر اتفاق عام ہو گیا لیکن بنو ہاشم دیر تک اپنے ادعا پر رکے رہے اور ان کو

وقال الزبیر لا اغمد سیفاً حتی یبایع علیؑ فقال عمر خذوا سیفه واضربوا به الحجر ثم اتاهم عمر فاخذهم للبیعة (ثم قال) و الصحیح ان امیر المؤمنین ما بایع الا بعد ستة اشهر - وفیه قال الزهری بقی علیؑ و بنو هاشم والزبیر ستة اشهر لم یبایعوا ابا بکر حتی ماتت فاطمةؑ فبایعوه وهکذا فی تاریخ الطبری - وفی ازالة الخفاء چوں روز دیگر بیعت عام منعقد شد سادات اہل بیت تخلف نمودند و ایں اشکال دیگر بہم رسید وفیه در ہمیں ایام مشکلہ دیگر کہ فوق جمیع مشکلات تواں شمرد پیش آمد و آں ایں بود کہ زبیر و جمعی از بنی ہاشم در خانہ حضرت فاطمہ زہرا جمع شدند در باب نقض خلافت مشورہ آغاز کردند حضرات شیخین آں را بتدبیرے کہ بایستہ برہم زدند - انتہی وفی رسالة الزہراء عن ابی الفداء فی تاریخه واستمال الناس یبایعون (ابابکر) خلا جماعة من بنی ہاشم والزبیر وعتبة بن ابی لہب وخالد بن سعید ابن العاص والمقداد وسلمان الفارسی وابا ذر وعمار بن یاسر والبراء بن عازب وابی بن کعب ومالوا مع علی ابن ابی طالب وکذلک تخلف عن بیعة ابی بکر ابو سفیان من بنی امیة ثم ان ابابکر بعث عمر ابن الخطاب الی علیؑ ومن معه لیخرجہم من بیت فاطمة الزہراءؑ فقال ان ابوا علیک فقاتلہم فاقبل عمر بشیء من نار علی ان یضرم الدار فلقیته فاطمةؑ وقالت الی این یا ابن الخطاب اجئت لتحرق دارنا قال نعم - الخ **ذکر احراق عمر بیت فاطمة** صلوات الله علیها ایا ان النبی ص قد اکد بالتمسک بالثقلین وقال لن یفترقا حتی یردا علی الحوض

اور زبیر نے کہا میں اپنی تلوار کو بند نہ کرونگا جب تک کہ جناب علیؑ کی بیعت نہ کی جائے تو امیر عمر نے کہا اسکی تلوار پکڑ لو اور اُسکو پتھر پر مارو پھر امیر عمر ان کے پاس آیا اور اُن کو بیعت کے لئے پکڑا (پھر کہا) صحیح یہ ہے کہ امیر المؤمنین علیؑ نے چھ ماہ کے بعد ابی بکر سے بیعت کی اور اُسی کے صفحہ ۱۲۰ و ۱۲۱ جلد ۲ میں ہے کہ زہری نے کہا کہ حضرت علیؑ اور بنی ہاشم اور زبیر نے چھ ماہ تک بیعت ابی بکر سے نہ کی تھی حتی کہ جناب فاطمہ زہراؑ فوت ہوئیں - تب باقیماندگان نے بھی بیعت کرلی - اسیطرح تاریخ طبری جلد ۳ صفحہ ۲۰۲ میں بھی ہے اسیطرح سیرۃ حلبیہ طبع مصر جلد ۳ صفحہ ۳۹۵ میں ہے وفی کلام المسعودی لم یبایع ابابکر احد من بنی ہاشم حتی ماتت فاطمة رض وکذا روی عن الزہری اور دیکھو مروج الذہب طبع مصر جلد ۲ صفحہ ۱۹۳ بعینہ یا اور ازالۃ الخفاء صفحہ ۲ جلد ۲ میں ہے جب دوسرے دن عام بیعت منعقد ہوئی تو سادات اہل بیت اس میں شامل نہ ہوئے اور یہ دوسری مشکل پیدا ہوگئی تھی اور صفحہ ۲۹ جلد ۲ میں ہے کہ ان ایام میں دوسری مشکل پیش آئی جو سب سے بڑی مشکل سمجھنی چاہیئے اور وہ یہ تھی کہ زبیر اور جماعت بنی ہاشم حضرت فاطمہ زہرا کے گھر میں جمع ہو کر خلافت ابوبکر کے توڑنے کے بارہ میں مشورے کر رہے تھے مگر حضرات شیخین نے مناسب تدبیر سے وہ مجمع منتشر کردیا - انتہی اور رسالۃ الزہراء سید اولاد حیدر نے تاریخ ابو الفداء سے نقل کیا کہ اکثر لوگ ابوبکر کی بیعت کر رہے تھے سوا جماعت بنی ہاشم کے اور زبیر و عتبہ بن ابی لہب اور خالد بن سعید بن عاص اور مقداد و سلمان فارسی و ابی ذر و عمار بن یاسر اور براء بن عازب و ابی بن کعب کے - کیونکہ یہ سب علی بن ابی طالب کی طرف میلان رکھتے تھے اور اسی طرح بیعت ابوبکر سے ابو سفیان منجملہ بنی امیہ کے ہٹ رہا پھر تحقیق ابوبکر نے عمر خطاب کو علیؑ کی طرف بھیجا تاکہ اس کو اور اس کے ہمراہیوں کو حضرت زہراؑ کے گھر سے نکال دے اور کہا اگر وہ انکار کریں تو اُن سے جنگ کرو - پس امیر عمر کچھ آگ اس خیال سے لے کر روانہ ہوا کہ گھر کو جلادے تب جناب فاطمہؑ سامنے آئیں اور فرمایا - اے ابن خطاب کیا کرتا ہے - کیا تو اس لئے آیا ہے کہ ہمارا گھر جلادے؟ عمر صاحب نے کہا ہاں - (جناب فاطمہؑ کے گھر کو جلانے کا بیان -) ہائے افسوس کہ بتحقیق نبیؐ نے تمسک بالثقلین کے لئے تاکید مزید فرمائی تھی اور فرمایا تھا کہ یہ دونوں حوض کوثر پر میرے پاس وارد ہونے تک ایک دوسرے سے ہرگز جدا نہ ہوں گے -

ــــــــــــــــ

لہ شرح مقاصد تفتازانی صفحہ ۲۸۲ میں ہے کہ علی و زبیر و مقداد و سلمان و ابوذر بیعت ابی بکر سے باز رہے ۱۲ مترجم لہ تاریخ کامل جلد ۲ صفحہ ۱۲۳ طبع مصر میں اسی طرح ہے اور روضۃ المناظر فی اخبار الاوائل والاواخر مولفہ علامہ ابن شحنہ حنفی مطبوعہ مصر برحاشیہ کامل ابن اثیر جلد ۱۱ صفحہ ۱۱۲ میں ہے (ترجمہ) امیر عمر نے ابی بکر سے بیعت کرلی اور دوسرے لوگ بھی بیعت میں شامل ہو گئے مگر جماعت بنی ہاشم و زبیر و عتبہ بن ابی لہب و خالد بن سعید بن عاص و مقداد بن اسود و سلمان فارسی و ابوذر و عمار بن یاسر و براء بن عازب و ابی بن کعب نے بیعت نہ کی اور وہ سب جناب علیؑ کی بیعت کے خواہشمند ہوئے اور اسی طرح ابو سفیان بن حرب بھی ابوبکر سے منحرف ہو گیا - الخ ۱۲ مترجم

ولقد احرق الخلیفۃ الثانی ثانی الثقلین واحرق الخلیفۃ الثالث اول الثقلین فما اعظم ادبہما وما اجل قدرہما وما قدروا اللہ حق قدرہ والانکار انکار المتواترات لانہ قد روی ھذا بطرق کثیرۃ واسانید شہیرۃ وفی کتب لاتعد ولا تحصٰی۔ فی کنز العمال عن اسلم انہ حین بویع لابی بکر بعد رسول اللہ ص کان علیؑ والزبیر یدخلون علی فاطمۃ ع بنت رسول اللہ ص ویشاورونہا ویرتجعون فی امرہم فلما بلغ ذالک عمر ابن الخطاب خرج حتی دخل علی فاطمۃ ع فقال یا بنت رسول اللہ ص ما من الخلق احب الی من ابیک وما من احد احب الینا بعد ابیک منک وایم اللہ ما ذاک بمانعی ان اجتمع ھؤلاء النفر عندک ان امرتہم ان یحرق علیہم الباب فلما خرج عمر جاؤھا فقالت تعلمون ان عمر قد جاءنی وقد حلف باللہ لئن عدتم لیحرقن علیکم البیت وایم اللہ لیمضین لما حلف علیہ فانصرفوا راشدین فروا رایکم ولا ترجعوا الیّ فانصرفوا عنہا فلم یرجعوا الیہا حتی بایعوا لابی بکر رواہ ابن ابی شیبۃ وھکذا فی ازالۃ الخفاء وفی ازالۃ الخفاء ابوبکر عن اسلم باسناد صحیح علی شرط الشیخین انہ حین بویع۔ الحدیث کما مر۔ قولہ علی شرط الشیخین ای صحتہ علی شرط صحۃ الشیخین لا انہ مذکور فی الصحیحین فتدبر۔ قال الامام ابوجعفر محمد بن جریر الطبری المتوفی فی تاریخ الامم والملوک حدثنا ابن حمید ثنا جریر عن مغیرۃ عن زیاد بن کلیب قال اتی عمر ابن الخطاب منزل علی وفیہ طلحۃ والزبیر ورجال من المہاجرین فقال واللہ لاحرقن علیکم او لتخرجن الی البیعۃ فخرج علیہ الزبیر۔ الخ

اے تحقیق خلیفہ ثانی (حضرت عمر) نے دوسرے ثقل (اہل بیت ع) کو جلایا اور خلیفہ ثالث (امیر عثمان) نے ثقل اول (قرآن کریم) کو جلا دیا پس دونوں نے ثقلین کی کیا تعظیم سمجھی اور کیا ادب نگاہ رکھا؟ انہوں نے اللہ تعالیٰ کا قدر حق نہیں سمجھا اور انکار ان واقعات سے انکار متواترات کا لازم آتا ہے۔ کیونکہ یہ واقعہ طرق کثیرہ اور اسانید مشہورہ سے مروی ہے اور بے شمار کتب میں مرقوم ہے۔ کنز العمال جلد ۳ صفحہ ۱۳۹ میں اسلم سے روایت ہے جب بعد رسول اللہ ص کے ابوبکر صاحب کی بیعت کی گئی تب حضرت علی ع و زبیر جناب فاطمہ دختر پاک رسول اللہ ص کے پاس گئے۔ اور بی بی صاحبہ سے مشورہ کرتے تھے اور بکر رسہ کر اس کام میں غور کرتے تھے جب یہ بات عمر بن خطاب کو پہونچی وہ چل پڑا حتیٰ کہ جناب فاطمہ زہرا ع کے پاس پہونچا اور کہا کہ اے دختر نبی ص خلقت سے تیرے باپ کے برابر مجھے کوئی پیارا نہیں اور بعد نبی ص کے کوئی تجھ سے بھی زیادہ پیارا نہیں مگر خدا کی قسم یہ بات مجھے اس سے نہیں روکتیں کہ جو لوگ تیرے پاس جمع ہوئے ہیں ان کے لئے میں حکم دوں کہ دروازہ سے آگ لگا کر ان پر گھر کو جلا دیا جائے۔ جب امیر عمر کے نکلنے پر وہ لوگ بی بی صاحبہ کے پاس آئے۔ بی بی صاحبہ نے فرمایا کہ تم جانتے ہو تحقیق عمر نے میرے پاس آکر قسم اٹھائی ہے کہ اگر تم اس گھر میں رجوع کرو تمہارے سمیت وہ یہ گھر کو جلا دیگا۔ اور خدا کی قسم کہ جس پر اسنے قسم کھائی ہے وہ کرکے رہیگا۔ پس سیدھے چلے جاؤ اور اپنی رائے کے مطابق عمل کرو اور میری طرف لوٹ کر نہ آنا۔ یہ سنکر سب چلے گئے اور بی بی صاحبہ کے گھر واپس نہ آئے حتیٰ کہ انہوں نے ابوبکر سے بیعت کر لی۔ اس کو ابن ابی شیبہ نے روایت کیا۔ اور اسی طرح بعینہ ازالۃ الخفاء جلد ۲ صفحہ ۲۹ میں بھی ہے۔ اور ازالۃ الخفاء صفحہ ۱۷۹ جلد ۲ میں بھی اسی روایت کو اس لکھا ہے کہ ابوبکر بن ابی شیبہ اسلم سے باسناد صحیح بر شرط شیخین روایت کرتا ہے یعنی اس کی صحت بشرط صحت شیخین کے مطابق ہے نہ یہ کہ وہ بخاری و مسلم میں مذکور ہے۔ پس فکر کر اور سمجھ لے۔ ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی سنہ ۳۱۰ھ نے تاریخ الامم والملوک طبع مصر جلد ۳ صفحہ ۱۹۸ میں کہا ہے۔ ہمکو حدیث بیان کی ابن حمید نے اسکو جریر نے اسنے مغیرہ سے سنا اس نے زیاد بن کلیب سے اسنے کہا عمر بن خطاب علی ع کے مکان پر آئے اور اسکے اندر طلحہ و زبیر اور کچھ آدمی مہاجرین کے تھے۔ پس امیر عمر نے کہا اللہ تعالیٰ کی قسم ہے ضرور تم پر گھر جلا دونگا یا تم بیعت کے لئے نکل آؤ۔ تب زبیر نکلا۔ الخ

لے الفاروق مؤلفہ علامہ شبلی نعمانی جلد ۱ صفحہ ۔۔ ہر چند یہ بات دلیل ہے یہ بھی سچ ہے کہ انہوں نے اپنی خلافت کو نہ صرف انصار بلکہ بنو ہاشم اور حضرت علی سے بزور منوانا چاہا اگرچہ بنو ہاشم نے آسانی سے ان کی خلافت تسلیم نہیں کی الخ پھر صفحہ ۲۴ میں لکھا ہے صرف بنو ہاشم اپنے ادعا پر رکے رہے اور حضرت فاطمہ کے گھر میں وقتاً فوقتاً جمع ہوکر مشورے کرتے رہتے تھے حضرت عمر نے بزور ان سے بیعت لینی چاہی لیکن بنو ہاشم حضرت علی ع کے سوا اور کسی کے آگے سر نہیں جھکا سکتے تھے (پھر ابن ابی شیبہ و طبری سے واقعہ آگ لگا کر لکھا) اگرچہ سند کے اعتبار سے اس روایت پر ہم اپنا اعتبار ظاہر نہیں کر سکتے کیونکہ اس روایت کے رواۃ کا حال ہم کو نہیں معلوم ہو سکا تاہم درایت کے اعتبار سے اس واقعہ کے انکار کی کوئی وجہ نہیں۔ م

(وفی روایۃ لابی داؤد ان رسول اللہ کان المقدم بین یدی ابی بکر وفی روایۃ لابن خزیمۃ فی صحیحہ عن عائشۃ انھا قالت من الناس من یقول کان ابوبکر المتقدم بین یدی رسول اللہ ومنھم من یقول کان النبی المقدم (الی ان قال فی الفتح) تضافرت الروایات عن عائشۃ بالجزم بمایدل علی ان النبی کان ھوالامام فی تلک الصلوۃ ثم قال بعد ان ذکر الاختلاف فمن العلماء من سلک الترجیح فقدم الروایۃ التی فیھا انہ کان اماما ومنھم من سلک الجمع فحمل القصۃ علی التعدد (وقد مران التعدد لم یثبت - مؤلف) والظاہر من روایۃ الباب المتفق علیہا ان النبی کان اماما وابوبکر کان موتما ویؤید ذالک روایۃ مسلم - الخ وفی المیزان الکبری للشعرانی وتوید الامام مالک فی ذالک اختلاف الصحابۃ فی صلوۃ رسول اللہ خلف ابی بکر فان [illegible] من الصحابۃ [illegible] ان رسول اللہ [illegible] [illegible] ان [illegible] من بدیہیات ان مطلق الاجماع لیس بدلیل الصحۃ الخلافۃ ولا بمستلزم لنفی الضلالۃ والالزم اجمع اکثر الناس علی قتل عثمان واجمع بعضہم علی قتل علی والتزم علی قتل حسین ولیس بقائل بان عمر فی انعقاد بیعۃ ابی بکر وان عبدالرحمن بن عوف فی انعقاد بیعۃ عثمان کانا معصومین بمامئین فی الفکروان سائر الصحابۃ المدعیین والمنکرین کانواعلی الخطاء مع ان کثیرا من کبراء الصحابۃ وکبرائہم وزہادہم کعلی وعمر وسعد وغیرہم کانواساخطین کارہین علی ذالک حتی ماتوا وقد سلم ان خروج علی عن الاجماع مبطل للاجماع کما ذکر من قبل - واما استدلالہم بکتاب علی الی معاویۃ انہ بایعنی القوم الذین بایعوا ابابکر وعمر وعثمان علی ما بایعوہم علیہ - الخ کما فی نہج البلاغۃ

پس روایت ابی داؤد میں یہ ہے کہ تحقیق رسول اللہ ابی بکر کے پیش نماز تھے اور روایت ابن خزیمہ جو اسکی صحیح میں ہے بی بی عائشہ سے اس طرح مروی ہے کہ تحقیق وہ کہتی تھی بعض لوگ کہتے ہیں کہ ابوبکر صاحب پیش نماز رسول اللہ کا تھا - اور بعض کہتے ہیں کہ نبیؐ امام تھے - تا اینکہ فتح الباری میں کہا بہت تقویت یافتہ وہ روایات ہیں جو بی بی عائشہ سے بالیقین اس طرح مروی ہیں کہ نبی علیہ السلام اس نماز میں امام تھے - پھر بعد ذکر اختلاف کے لکھا ہے پس علماء ترجیح کے طریق میں اس روایت کو مقدم سمجھتے ہیں کہ نبیؐ امام تھے اور بعض احادیث کی جمع یوں کرتے ہیں کہ چند دفعہ یہ واقعہ ہوا (کبھی نبی امام کبھی ابوبکر امام) اور ظاہر روایت باب سے جو روایت متفق علیہ ہے یہ ہے کہ نبیؐ امام تھے اور بکر مقتدی - اور اس کی تائید اس سے ہوتی ہے جو مسلم نے روایت کی ہے - الخ انتہی من النیل ناقلاً عن الفتح - اور میزان شعرانی جلد ۱ صفحہ ۱۶۹ میں ہے - ابی بکر کے پیچھے رسول اللہ کے نماز پڑھنے میں جو صحابہ کا اختلاف ہے وہ امام مالک کو اس بارہ میں تائید کرتا ہے - کیونکہ تحقیق ایک جماعت صحابہ کی یہ کہتی ہے کہ رسول اللہ ہی امام تھے - اور بدیہیات سے ہے کہ مطلق اجماع دلیل صحت خلافت کی جو مستلزم نفی ضلالت ہو نہیں سکتا ورنہ لازم آتا کہ اکثر لوگ صحابیوں میں سے قتل عثمان پر اجماع کر گئے تھے اور بعض لوگ قتل علیؑ پر اتفاق کر گئے اور بہت لوگ قتل امام حسینؑ پر متفق ہوئے - حالانکہ ان کے اس اجماع کو صحیح تسلیم نہیں کیا گیا - اور کوئی بھی قائل نہیں کہ امیر عمر بیعت ابی بکر کے منعقد کرنے میں اور عبدالرحمن بن عوف بیعت امیر عثمان کی منعقد کرنے میں معصوم اور صائب فی الفکر تھے اور دیگر صحابہ درمیان خلافت یا منکرین خلافت ابی بکر خطا پر تھے - باوجودیکہ بہت بڑے صحابہ کامل وزاہد مثل علیؑ اور ان کے ہمراہی اور سعد بن عبادہ وغیرہ کے غضبناک تھے اور خلافت ابوبکر کو ناجائز سمجھتے تھے حتیٰ کہ مرتے دم تک ان کا یہی حال رہا اور یہ قول بھی پہلے مذکور ہو چکا ہے کہ علیؑ کا اجماع سے خارج رہنا اجماع کو باطل کرتا ہے - اور جو خط علیؑ سے استدلال کرتے ہیں کہ معاویہ کی طرف انہوں نے لکھا کہ تحقیق میری بیعت ان لوگوں نے اسی طریق پر کر لی ہے جنہوں نے ابوبکر و عمر و عثمان سے کر لی تھی جیسا کہ نہج البلاغت صفحہ ۱۹۹ طبع ایران میں ہے

لہ تسہیل القاری شرح بخاری ... میں صحیح مسلم وغیرہ کی روایت سے لکھا ہے کہ نبیؐ نے غزوہ تبوک میں عبدالرحمن بن عوف کے پیچھے نماز پڑھی اور ... بالاتفاق ثابت ہے یعنی امامت ابن عوف تو کیا اہل سنت ابن عوف کو بھی خلیفہ رسول اور امام واجب الاطاعۃ بہرحال تسلیم کرتے ہیں ... فلک میں ہم نے ثابت کر دیا ہے اور تسہیل القاری پارہ مذکورہ صفحہ ۲۶ میں بھی اسکو ثابت کیا ہے کہ ابوبکر مقتدی تھے اور رسولؐ امام تھے لیکن اگر ابوبکر نے امامت نماز کی کرائی ہو تو عبدالرحمن بن عوف کا مرتبہ بھی لگانہ زیادہ بلکہ کم کیونکہ ابوبکر کی امامت نماز مختلف فیہ ہے اور ابن عوف کی بقول سنیان متفق علیہ ہے ۱۲ مترجم۔ سلہ جب اس قدر حدیث امامت صغریٰ کی مضطرب اور مختلف فیہ ہے تو اس سے امامت کبریٰ ابی بکر پر دلیل پکڑنا خلاف عقل ہے ۱۲ مترجم سلہ اور بیان کیفیت انعقاد خلافت ابی بکر سے ثابت و ظاہر ہے کہ کوئی اجماع نہیں ہوا - صرف امیر عمر کی کارپردازی ہے اور جو اجماع سکوتی ہوا ہے یہ اجماع صحیح و مسلم بقوانین اصول نہیں ہے جیسا کہ قول فوج وہ نور الانوار سے لکھا جا چکا ہے کہ جب تک کل اہل علم

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۴۴) نہ اعتقاداً جیساکہ سفیر کا کام پیغام پہونچانا ہوتا ہے اور بعض الفاظ حکمت آمیز مصلحت وقت پر نصیحت کی بنا پر فرمائے۔ زیادہ قابل تشریح ایک کلام ہے جس کو میں علامہ ابن ابی الحدید سنی کی شرح سے لکھتا ہوں تاکہ شبہ معنیٰ کا جاتا رہے۔ شرح نہج البلاغہ صفحہ ۲۸۲ جلد ۲ ابن ابی الحدید طبع مصر میں علامہ مذکور لکھتا ہے۔ قولہ (ما اعرف شیئاً تجہلہ) (ش) واقسم علی ذالک انہ لا یعلم ماذا یقول لہ لانہ لا یعرف امراً یجہلہ ای من ہذہ الاحداث خاصۃ وہذا حق لان علیاً لم یکن یعلم منہا ما یجہلہ عثمان۔ یعنی میں کوئی ایسی چیز نہیں جانتا جو تجھے معلوم نہو۔ ان بدعات سے جو تو نے نکالی ہیں۔ کیونکہ تم نے باوجود ان کے علم ناجائز بدعات ہونے کے عمداً عمل میں لائی ہیں پس میں تجھے کیا بتاؤں یہ بالخصوص علم بدعات کے واسطے فرمایا نہ یہ کہ کمال علم علی سے مطلقاً امیر عثمان کا علم مساوی تھا چنانچہ خود شارح سنی نے سیاق کلام کے مطابق شرح میں تسلیم کیا ہے ۱۲ مترجم۔

وما شابہ ذالک فلیس بسدید لانہ علیہ السلام قال ہذا علی زعمہم کما ہو داب الجواب فی مقابلۃ الخصم مسلمات الخصم لا بما عندہ علیہ السلام کما ہو ظاہر کالشمس فی نصف النہار من احادیث ائمتنا کلہم فی مواضع کثیرۃ۔ وعدم محاربتہ علیہ السلام بالثلاثۃ فی زمن خلافتہم لانہ علیہ السلام کرہ الاختلاف فی الدین متی ما اظہروا الاسلام ولم یرتد واعنہ کما روی فی روضۃ الکافی[۱۵۵] من فروعہ۔ اول من بایعہ[۵۲] (ای ابابکر) ابلیس لعنہ اللہ۔ وکان احب الی امیر المومنین ان یقرہم علی ما صنعوا یعنی لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ من ان یرتدوا[۵۳] عن جمیع الاسلام فلذلک کتم علیٰ امرہ۔ وفیہ فی خطبۃ امیر المؤمنین وزعموا ان من اختاروا من آل ابی قحافۃ اولی بمقام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ممن اختارہ الرسول لمقامہ

یا مشابہ اس کے سے استدلال نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ علیؑ نے مخالفین کے زعم کے مطابق خط لکھا تھا جیساکہ طریق جواب کا مقابلہ خصم میں ہوتا ہے کہ جو مسلمات خصم ہوں ان سے جواب دیا جاتا ہے خواہ خود مجیب نہ مانتا ہو یہ نہیں کہ اپنا عندیہ علیؑ نے بیان فرمایا ہو جیساکہ ہمارے تمام ائمہ کی احادیث سے بہت مقامات میں مثل سورج کے ظاہر ہے۔ (اور بعض احادیث مفسر بعض کی ہوتی ہیں) اور علیؑ نے خلفائے ثلاثہ سے اسلئے جنگ نہیں کی کہ اختلاف کرنا اور فساد دین میں ناپسند کرتے تھے جب تک کہ لوگ اسلام کو ظاہر کریں اور مرتد محض نہ ہو جائیں۔ یہ نہیں کہ اُن کی خلافت کو حق سمجھا تھا جیساکہ خلافت ابی بکر کی حقیقت پر یہ روایت روشنی ڈالتی ہے۔ جو روضہ کافی جلد ۳ فروع کافی صفحہ ۱۵۹/۱۲۰ میں صادق علیہ السلام سے ہے کہ اول جس نے ابوبکر سے بیعت کی تھی وہ ابلیس تھا۔ خدا اس پر لعنت کرے اور امیر المومنین کو یہ پسند تھا کہ اُن کو اس اقرار پر رہنے دیں جو کہتے ہیں کوئی معبود برحق سوائے اللہ کے نہیں ہے۔ اور محمد رسول اللہ ہے۔ تو یہ اس سے بہتر ہے کہ کلی اسلام سے مرتد ہو جائیں۔ لہذا اپنے کام کو مخفی رکھا۔ اور اسی روضہ کے صفحہ ۱۷ میں امیر المومنین کے خطبہ میں ہے اور لوگوں نے گمان کیا ہے کہ جس کو انہوں نے اولاد ابی قحافہ سے پسند کیا ہے وہ جانشین رسول اللہ کا بہتر ہے اُس سے جس کو رسول اللہ نے اپنی جانشینی

[۵۵] روضہ کافی جلد ۳ صفحہ ۱۵۹ روضہ ۱۳۰ و مرآۃ العقول جلد ۴ صفحہ ۳۷۵ بھی ملاحظہ کریں ۱۲ مترجم [۵۶] فی نہج البلاغۃ صفحہ ۲۶۱ باب المختار من حکم امیر المومنین وقال علیہ السلام واعجباہ اتکون الخلافۃ بالصحابۃ ولا تکون بالصحابۃ والقرابۃ وروی لہ شعر فی ہذا المعنے ؎ فان کنت بالشوریٰ ملکت امورہم ۔ فکیف بہذا والمشیرون غیّب ۔ وان کنت بالقربیٰ حججت خصیمہم ۔ فغیرک اولیٰ بالنبی واقرب ۔ وفی صفحہ ۱۳ من کلام لہ علیہ السلام۔ فواللہ ما زلت مدفوعاً عن حقی مستاثراً علی منذ قبض اللہ نبیہ صلعم حتی یوم الناس ہذا ترجمہ نہج البلاغہ میں امیر المومنین سے ہے فرمایا تعجب ہے کہ خلافت صحابیت سے ہو سکتی ہے اور صحابیت اور قرابت سے نہیں ہو سکتی۔ اور اس بارہ میں شعر علیؑ کے مروی ہیں۔ اگر شوریٰ سے مالک امور لوگوں کا ہو گیا ہے پس کیسے ہو سکتا ہے جبکہ مشورہ دینے والے غائب ہوں۔ اور اگر تو نے قرابت کے ذریعہ خصم پر حجت پکڑی ہے۔ پس بغیر تیرے دوسرا تجھ سے زیادہ قریب اقرب بہ نبی موجود ہے۔ نیز اسی میں علیؑ کے کلام سے ہے۔ پس اللہ تعالیٰ کی قسم ہے۔ ہمیشہ مجھے حق سے دھکیلا ہے اور دوسروں کو مجھ پر پسند کیا گیا ہے اللہ تعالیٰ نے جب سے اپنے نبیؐ کو قبض کیا ہے آج کے دن تک لوگ یہی کرتے رہے۔ انتہے۔ اس عبارت سے علیؑ کا اپنے استحقاق خلافت کو ہر سہ خلفاء کے وقت ظاہر کرنا اور اُن کو غاصب تصور فرمانا ثابت ہوتا ہے۔ اور احتجاج طبرسی صفحہ ۹۵ میں ہے قال امیر المؤمنینؑ واللہ انی لاولی الناس فما زلت مظلوماً منذ قبض رسول اللہؐ وکذا فی معانی الاخبار صفحہ ۱۲۱۔ احتجاج طبرسی صفحہ ۹۵ میں ہے۔ امیر المومنینؑ کی خدمت میں عرض کیگئی۔ آپ نے ابوبکر و عمر کے ساتھ کیوں جنگ نہیں کی جیسے طلحہ و زبیر و معاویہ سے کی تھی حضرت علیؑ نے فرمایا میں ہمیشہ سے مظلوم رہا ہوں یا میرے حق پر دوسروں کو مقدم رکھا گیا ہے تب اشعث بن قیس کھڑا ہوا اور

(باقی حاشیہ زیر صفحہ ۲۴۶)

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۴۵) کہا یا حضرت آپ نے کیوں تلوار مار کر حق نہ لے لیا علیؑ نے فرمایا اے اشعث تم نے جو کہا اس کا جواب سن مجھے اس بات میں چھ انبیاء کی اقتداء ہے۔ پہلے حضرت نوحؑ جن میں انہوں نے کہا رب انی مغلوب فانتصر یا رب میں مغلوب ہوں میری مدد فرما۔ پس وصی نبی ان سے زیادہ معذور ہے دوسرے حضرت لوطؑ جنہوں نے کہا لو ان لی بکم قوۃ او آوی الخ یعنی قوت ظاہری ملتی اور مضبوط جائے پناہ ملتی تو میں کچھ کر دکھاتا اور تیسرے ان کے حضرت ابراہیمؑ جنہوں نے کہا میں تم لوگوں سے کنارہ کر لیتا ہوں اور تمہارے معبودوں سے بھی اور چوتھے ان کے حضرت موسیٰؑ انہوں نے کہا میں تم لوگوں سے بھاگ گیا۔ پانچویں حضرت ہارونؑ بھائی موسیٰؑ کے۔ کہا اے بھائی تحقیق قوم نے مجھے کمزور کر دیا اور قریب تھا کہ قتل کریں اور چھٹے ان کے میرے بھائی حضرت محمد صلعم ہیں جو دشمن تیموڑ کر غار میں جا چھپے ہیں ان کا وصی خاموشی میں زیادہ معذور ہے انتہیٰ (اور جب کچھ ظاہری قوت ملی معاویہ وغیرہ سے جنگ کی) ص

ثقیہ قلت لابی جعفر علیہ السلام ان العامۃ یزعمون ان بیعۃ ابی بکر حیث اجتمع الناس کانت رضاء للہ عز ذکرہ وما کان اللہ لیفتن امۃ محمد من بعدہ فقال ابو جعفر اوما یقرءون کتاب اللہ اولیس اللہ یقول افان مات او قتل انقلبتم علی اعقابکم الآیۃ۔ قال فقلت لہ انہم یفسرون علی وجہ آخر فقال اولیس قد اخبر اللہ عز عن الذین من قبلہم من الامم انہم قد اختلفوا من بعد ما جاءتہم البینات ولکن اختلفوا فمنہم من آمن ومنہم من کفر۔ انتہیٰ۔ فی الحجۃ البالغۃ ثم

ان استولی من لم یجمع الشروط لا ینبغی ان یبادر الی المخالفۃ لان خلعہ لا یتصور غالبا الا بحروب ومضایقات وفیہا من المفسدۃ اشد مما یرجی من المصلحۃ وسئل رسول اللہ صلعم عنہم فقیل افلا ننابذہم قال لا ما اقاموا فیکم الصلوۃ وقال الا ان تروا کفرا بواحا عندکم من اللہ فیہ برہان۔ انتہیٰ۔ والحدیث متفق علیہ کما فی المشکوۃ کتاب الامارۃ والقضاء ورواہ مسلم ایضا۔ نتائج ھذا الفصل۔ (۱) وقوع خلافۃ ابی بکر بالاجماع لا بالنص۔ (۲) اجماع رجل او رجلین لا اجماع الکل (۳) بطلان الاجماع وخروج علیؑ عن الاجماع مبطل الاجماع (۴) خرق الاجماع لیس بکفر عندہم (۵) انعقاد خلافۃ ابی بکر کان بعقد عمر وحدہ (۶) انکار الانصار عن بیعۃ ابی بکر (۷) تخلف بعض الصحابۃ من اہل بدر عن بیعۃ ابی بکر حتی الممات (۸) عدم احتجاج ابی بکر وانصارہ بنص امامتہ فی الصلوۃ (۹) احتجاج علیؑ باستحقاقہ وعجز الصحابۃ عن جوابہ (۱۰) تشدد عمر علی علیؑ للبیعۃ

اور اس کے صفحہ ۲۹ میں ہے راوی کہتا ہے کہ میں نے باقر علیہ السلام سے عرض کی عوام گمان کرتے ہیں کہ بیعت ابی بکر کی جبکہ لوگ اس پر اتفاق کر گئے تھے خدا تعالیٰ کی پسندیدہ ہو گئی تھی اور خدا پاک امت محمدی کو فتنہ میں نہیں ڈالتا امام علیہ السلام نے فرمایا کیا کتاب خدا کو نہیں پڑھتے۔ آیا اللہ تعالیٰ نہیں فرماتا۔ اگر نبی فوت ہو جائے یا قتل کیا جائے تو اپنی ایڑیوں پر پھر جاؤ گے الخ راوی نے کہا میں نے ان کی خدمت میں عرض کیا کہ تحقیق وہ لوگ اس آیت کی تفسیر اور طریقہ پر کرتے ہیں پس فرمایا۔ آیا اللہ نے خبر نہیں دی جو پہلے گذر چکے ہیں ان کی امتوں سے تحقیق انہوں نے ظاہر دلائل پہونچ جانے کے بعد اختلاف پیدا کر دیا الخ اور فرمایا لیکن انہوں نے اختلاف کیا پس بعض نے کفر کیا اور بعض ایمان لائے انتہیٰ۔ اور حجۃ اللہ البالغہ مؤلفہ شاہ ولی اللہ دہلوی صفحہ ۱۱۲ میں ہے پھر جب غلبہ حاصل کرے وہ شخص جو شروط خلافت کو کماحقہ اپنے اندر نہیں رکھتا تو یہ لائق نہیں ہے کہ اس کی مخالفت میں جلدی کی جائے کیونکہ خلع اس کی خلافت کا سوائے اس کے متصور نہیں کہ اس سے جنگ کئے جائیں یا اس کے ارکان کی مخالفت کی جائے اور اس میں اور زیادہ سخت فساد ہے اس مصلحت سے جس کی مخالفت کی حالت میں امید کی جاتی ہے اور رسول اللہ صلعم سے ایسے خلفاء کی نسبت سوال کیا گیا کہ کیا ہم ان سے خلع خلافت کر کے مخالفت نہ کریں فرمایا نبیؐ نے نہیں جب تک وہ نماز کو قائم رکھتے ہیں۔ اور فرمایا مگر یہ کہ تم ان سے ظاہر اور خالص کفر کو دیکھو۔ تو پھر تمہارے پاس خدا سے دلیل خلافت کے لئے کافی ہے انتہیٰ۔ اور یہ حدیث متفق علیہ ہے جیسا کہ مشکوۃ صفحہ ۳۱۲ کتاب الامارت والقضاء میں ہے اور مسلم نے بھی الگ روایت کیا ہے (تو سکوت حضرت علیؑ کا اسی قسم سے ہے): نتائج اس فصل کے (۱) خلافت ابی بکر کا وقوع اجماع سے ہے نص سے نہیں۔ (۲) اجماع ایک دو آدمیوں کا ہے۔ کل کا نہیں۔ (۳) بطلان اجماع کا۔ اجماع سے حضرت علیؑ کا خروج اجماع کے بطلان کی دلیل ہے (۴) اہل سنت کے نزدیک اجماع کا خرق کفر نہیں۔ (۵) ابی بکر کی خلافت کا انعقاد اکیلے امیر عمر صاحب کی رائے سے ہوا اتفاق رائے صحابہ سے نہیں ہوا (۶) بیعت ابی بکر سے انصار کا انکار (۷) بیعت ابی بکر سے بعض صحابہ کا جو اہل بدر سے تھے آخر دم تک منکر رہنا (۸) ابو بکر اور ان کے مددگاروں کا امامت فی الصلوۃ کی نص سے حجت نہ پکڑنا۔ (۹) اپنے استحقاق پر علیؑ کا حجت پکڑنا۔ اور صحابہ کا جواب سے عاجز ہونا (۱۰) علیؑ پر بیعت ابو بکر کے لئے امیر عمر کا تشدد کرنا۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۴۷) بغض قریش کا کچھ نہیں کر سکتا جب اللہ تعالیٰ نے اسلام کو غلبہ دیا ہے اور کم سنی کا تو ذکر کرتا ہے تمہیں معلوم ہے کہ سورۃ براۃ اُتری اور ابوبکر کو دی گئی اور اللہ تعالیٰ نے امر فرمایا کہ اسکو وہ آدمی پہونچائے جو نبیؐ سے ہو تب علیؑ کو روانہ کیا گیا کیا اللہ تعالیٰ کو اس وقت صغر سنی کا خیال نہ آیا اس کے بعد عمر نے کہا چپ کر اور اس بات کو چھپا رکھ۔ انتہیٰ ۔ ۱۲ مترجم

ان خلافۃ الخلیفۃ الاول ما کانت نیابۃ النبی ؐ و ما ھو بخلیفۃ بل کان ملکا اجماعیا بتدبیر عمر و ما کان منصوصا من اللہ و رسولہ و الا لم یحتج الی الاجماع و ما کان مجمعا علیہ من الامۃ کما ذکر فھو بناء الفاسد علی الفاسد - فی الصواعق المحرقۃ اخرج الدار قطنی ان الحسنؑ جاء الی ابی بکر و ھو علی منبر رسول اللہ صلعم فقال انزل عن منبر ابی فقال صدقت واللہ انہ لمجلس ابیک ثم اخذہ و اجلسہ فی حجرہ و بکی - و ھکذا رواہ ابو نعیم - کذا فی کنز العمال - و وقع من الحسینؑ مع عمر نحو ذلک فقال لہ منبر ابیک لا منبر ابی - وکذا فی تاریخ الخلفاء و زاد اسنادہ صحیح - وکذا فی ازالۃ الخفاء و زاد فقال عمر لم یکن لابی منبر - فی شرح المواقف و انھا (الامامۃ) تثبت بالنص من الرسول و من الامام السابق بالاجماع -

کہ خلیفہ اول کی خلافت نبیؐ کی نیابت نہیں ہے اور نہ وہ خلیفہ نبوی ہے بلکہ امیر عمر کی تدبیر سے اجماعی بادشاہ ہے اور منصوص من اللہ و رسولہ نہیں تھا ورنہ حاجت اجماع کی بھی نہ ہوتی اور اگر اجماع سے کہا جائے تو اجماع صحیح امت کا اس پر نہیں ہوا جیسا کہ گذرا ہے) تو دوسرے کو اس کا خلیفہ بنانا کیسے صحیح ہو۔ اگر امیر عمر کو اس کے استخلاف سے خلیفہ مانا جائے تو بناء فاسد بر فاسد ہے۔ صواعق محرقہ طبع مصر صفحہ ۱۰۵ میں ہے۔ دارقطنی نے روایت کی ہے بتحقیق امام حسنؑ ابوبکر کی طرف آئے جبکہ وہ ممبر نبوی پر بیٹھے تھا تو امام حسنؑ نے فرمایا میرے باپ کے ممبر سے اُتر جا۔ ابوبکر صاحب نے کہا آپ نے سچ فرمایا۔ خدا کی قسم یہ تیرے باپ کا مقام ہے۔ پھر ابوبکر نے امام حسنؑ کو لے کر اپنی گود میں بٹھلایا اور رویا اسیطرح روایت کیا اس کو ابو نعیم نے جیسا کہ کنز العمال جلد ۷ صفحہ ۱۰۵ میں ہے (و اسعاف الراغبین صفحہ ۱۲۲ و مطبوعہ مصر بر حاشیہ نور الابصار صفحہ ۱۲۲) اور امام حسینؑ سے بھی اسی طرح کا واقعہ عمر صاحب کے ساتھ ثابت ہے جس پر امیر عمر نے کہا واقعی تیرے باپ کا ممبر ہے میرے باپ کا نہیں ہے اور اسی طرح تاریخ الخلفاء صفحہ ۹۹ میں ہے اور زیادہ کیا کہ اس کا اسناد صحیح ہے (وکذا فی تذکرۃ خواص الامۃ صفحہ ۱۲۴ باسناد طبقات ابن سعد) اور ازالۃ الخفاء جلد ۲ صفحہ ۸۹ میں اسی طرح ہے اور زیادہ کیا کہ امیر عمر نے کہا میرے باپ کا ممبر تو کوئی نہیں ہے۔ شرح مواقف صفحہ ۷۳۲ میں ہے کہ بتحقیق امامت نص رسولؐ سے اور نص امام سابق سے ثابت ہوتی ہے۔ یہ امر باجماع ثابت ہے۔

(نوٹ) میزان الاعتدال طبع مصر حرف المیم میں حدیث ابوبکر و عمر سیدا کہول اہل الجنۃ کو بوجہ محمد کثیر راوی کے ضعیف کہا ہے ۱۲ مترجم ۔ اسکی مفصل روایت میں ہے کہ امام حسینؑ نے فرمایا کہ اپنے باپ کے ممبر پر جا یہ تو میرے باپ کا ممبر ہے تو اس سے اُتر جا امیر عمر نے کہا میرے باپ کا تو ممبر نہیں ہے اور ہر دو واقعہ ابی بکر و عمر میں علیؑ نے فرمایا کہ میں نے ان (حسنینؑ) کو یہ بات نہیں سکھلائی شیخین نے کہا ہاں ہم تمہارے ذمہ نہیں لگاتے اس سے معلوم ہوا کہ حسنین شریفین خلافت شیخین کو ناحق تصور فرماتے تھے اور جو شان نبوت و امامت کو جانتے ہیں وہ خوب جانتے ہیں کہ زمانہ طفولیت سے ہی نبی اور امام معصوم کے حرکات و سکنات اقوال و افعال خلاف رضا خدا کے لغو یا کھیل سے نہیں ہوتے اور بڑے بھائی کا بڑے شیخ کو اور چھوٹے بھائی کا چھوٹے شیخ کو (بزمانہ خلافت) حکم دینا کہ ہمارے باپ کا مقام ہے۔ تو اپنے باپ کی جگہ تلاش کر اور عمر نے کہا ہمارے باپ کا کوئی ممبر نہیں واقعی تیرے باپ کا ممبر ہے بیجا اور بے معنی گفتگو نہیں ہے۔ یہی وجہ تھی کہ مفہوم گفتگو سے خلافت کا صریح بطلان ہو رہا تھا تو حضرت علیؑ نے برائے دفع مظنہ فساد و تنازع کے ہر دو مقام پر اپنی جانب سے بریت ظاہر فرمائی کہ یہ نہ سمجھو کہ میں نے ان کو اب سکھلا کر بھیجا ہے تاکہ تم سمجھ کر دست بردار ہو جاؤ اور میرا حق واپس کرو کیونکہ میں تو پہلے حجت پوری کر چکا ہوں یہ حسنین شریفین اپنی طرف سے حجت پوری کر رہے ہیں اگر کوئی متعصب کہے کہ مراد حسنین کی ممبر نبوی سے یہ تھی کہ ہمارے باپ محمدؐ کا ممبر ہے اس سے اُتر جاؤ اور محض محبت محمدیؐ کا نتیجہ تھا تو ذرا انصاف فرمایئے کہ پھر شیخین نے حضرت علیؑ کو جواب میں کیوں کہا کہ ہم اس کی تہمت تم پر نہیں لگاتے۔ اتہام کے لفظ کو صواعق محرقہ سے بغور پڑھئے حضرت علیؑ کو کیا فکر پیدا ہوئی کہ اس کلام سے نعوذ باللہ غلط معنی تصور کر کے فرمایا میں نے ان کو تعلیم نہیں دی از خود کہتے ہیں اور شیخین نے بھی یہ نہ کہا کہ اس میں کیا حرج ہے یہ تو سچ کہتے ہیں کہ ممبر ان کے جد امجد حضرت محمدؐ کا ہے اور اس بات کو حضرت علیؑ کے

تو مجھ سے پوچھنے لگا کہ یہ بات جو آپ نے فرمائی آپ کو کس نے سکھلائی ہے میں نے کہا کسی نے نہیں سکھلائی الخ غور کیجئے اگر یہ بات قابل التفات نہیں تھی تو اس قدر اہتمام علیحدگی میں پوچھنے کا کیوں کیا کس کا خطرہ تھا؟ صاف ثابت ہے کہ اُس کو حضرت علیؑ سے فکر تھی اور حضرت علیؑ نے دفع شر کے لئے پہلے ہی سمجھا دیا کہ میں نے نہیں کہا مگر امامین ہمامین حسنین شریفین کی زبانی استحقاق ممبر نبوی حضرت مرتضیٰ کا ثابت ہوا اور شیخین کا تصرف بیجا ظاہر ہوا ۱۲ مترجم

وفی شرح العقائد ثم ان ابابکر لما یئس من حیاته دعا عثمان واملیٰ علیه کتاب عهده لعمر فلما کتب ختم الصحیفة واخرجها الی الناس فامرهم ان یبایعوا لمن فی الصحیفة[۱] فبایعوا حتی مرت بعلیؑ فقال بایعنا لمن فیها وانکان عمر. وفی الحاشیة للعصام وجه قول علیؑ وانکان عمر انه اراد وانکان البیعة صعبة[۲]. وفی تاریخ الخمیس بایعت لمن فیها وانکان عمر وکذا فی روضة الصفا. وفی الامامة والسیاسة فخرج عمر بالکتاب فقال له رجل ما فی الکتاب یا ابا حفص قال لا ادری ولکنی اول من سمع واطاع قال ولکنی والله ادری ما فیه امرته عام اول وامرک العام. وفیه قال له (لعمر) علیؑ احلب حلبا لک شطره وشد له الیوم یردده علیک غدا. وفیه استخلف عمر فقالوا (القائل طلحة وغیره) نراک استخلفت علینا عمر وقد عرفته وعلمت بوائقه فینا وانت بین اظهرنا فکیف اذ ولیت عنا وانت لاق الله فسائلک فما انت قائل. وفیه قال اهل الشام (وقت خبر مرض ابی بکر) فان کان عمر هو الوالی فلیس لنا بصاحب وانا نری خلعه. وفی ازالة الخفاء تستخلف علینا فظا غلیظا[۳] وقد مر

اور شرح عقائد ص۱۰۱ میں ہے جب ابوبکر صاحب اپنی حیات سے مایوس ہوئے تو امیر عثمان کو بلایا۔ اور اپنا عہد نامہ امیر عمر کے لئے لکھوایا جب لکھا گیا تو صحیفہ پر مہر لگائی اور اُسکو لوگوں کی طرف روانہ کیا اور اُنکو امر کیا کہ اس کی بیعت کریں جس کا نام صحیفہ میں ہے۔ پس لوگوں نے بیعت کرلی حتیٰ کہ وہ صحیفہ حضرت علیؑ کے پاس گذرا تو حضرت علیؑ نے فرمایا ہم نے اس کے ساتھ بیعت کرلی جو اس صحیفہ میں ہے اگرچہ عمر جیسا شخص بھی ہو جائے اور حاشیہ شرح عقائد میں ملا عصام نے لکھا ہے۔ قول علیؑ اگرچہ عمر بھی ہو کی یہ وجہ ہے کہ حضرت علیؑ نے ارادہ کیا اگرچہ بیعت اس کی مشکل ہے تب بھی ہم سکوت کرتے ہیں اور تاریخ الخمیس جلد۲ ص۲۴۱/۲۶۸ میں ہے حضرت علیؑ نے کہا میں نے اس کی بیعت کی جو اس صحیفہ میں ہے۔ اگرچہ عمر بھی ہو اسی طرح روضۃ الصفا جلد۲ ص۲۳۲ میں ہے۔ اور الامامۃ والسیاست جلد۱ ص۲۰ میں ہے۔ امیر عمر وہ صحیفہ لے کر نکلا تو اُس کو ایک شخص نے کہا۔ اے ابا حفص (کنیت امیر عمر) اس کتاب میں کیا ہے؟ امیر عمر نے کہا میں نہیں جانتا کہ کیا لکھا ہے لیکن میں پہلا ماننے والا اور اس حکم کی پہلے اطاعت کرنیوالا ہوں جو کچھ بھی ہے اُس شخص نے کہا ولیکن اللہ کی قسم ہے تو نہیں جانتا تو میں جانتا ہوں یہ کہ تو نے اس کو اگلے سال سردار بنایا تھا اور اس نے تمہیں آج سردار بنایا ہے۔ اور اسی کتاب کے ص۱۸ میں ہے کہ حضرت علیؑ نے امیر عمر کو فرمایا دودھ لے خلافت کو خوب دوہنا کہ تیرا بھی اس میں حصہ ہے۔ اور آج اُس کیلئے خلافت کو محکم کرتا کہ وہ کل تیری طرف پھیر دیگا۔ اور اسی کتاب کے ص۱۹ میں ہے ابوبکر نے عمر کو خلیفہ بنایا تو لوگوں نے کہا ہم نے معلوم کیا ہے کہ تو نے عمر کو ہم پر خلیفہ بنایا ہے اور تو اُس کے افعال کو جانتا ہے جب کہ تو ہمارے اندر موجود تھا کہ وہ کیسا ہے۔ پس تیرے بعد جب یہ خود مختار ہوگیا تو معلوم نہیں کیا کچھ کریگا۔ اور تو خدا کے پاس جانیوالا ہے پس وہ اس بارہ میں تجھ سے پوچھیگا اُس وقت تو کیا جواب دیگا؟ اور اسی کتاب کے ص۲۰ میں ہے۔ اہل شام نے ابی بکر کے مریض ہونے کے وقت کہا کہ اگر امیر عمر والی بنایا گیا تو نہ وہ ہمارا سردار ہے اور نہ اُس سے ہمارا عہد ہے بلکہ ہم عہد توڑ دیں گے اور ازالۃ الخفا ص۳۱۲ میں ہے (صحابہ نے ابوبکر پر اعتراض کیا) تو ہمارے اوپر سخت و تند مزاج کو (یعنی عمر کو) خلیفہ بناتا ہے؟ اور یہ گذر چکا ہے

ف۱ اصابہ جلد۲ ص۱۶۵ ذکر شدید مولیٰ ابی بکر میں مروی ہے کہ عمر صاحب ایک کھجور کی چھڑی ہاتھ میں لے کر لوگوں کو بٹھاتے پھرتے تھے اور کہتے تھے خلیفہ اول کی وصیت سنو اور شدید صحیفہ سناتا تھا کہ صحیفہ میں جس کا نام لکھا ہے اس کا حکم مانو ۱۲ مترجم
ف۲ اس حاشیہ میں بعد اس کے لکھا ہے کہ غرض یہ ہے حضرت علیؑ نے فرمایا اگرچہ بیعت عمر کی مشکل ہے بوجہ اُس کی صلابت اور سختی اور تند مزاجی کے اور صلابت سے مراد صلابت دین کی نہیں ہے یعنے دین میں سخت ہے کہ کسی کی پرواہ اور رعایت نہیں کرتا پس میں کہتا ہوں کہ یہ کیسا فضول جواب ہے کیونکہ حضرت علیؑ کو خلیفہ دین میں خام اور کار دین میں سست اور شریعت کی پرواہ نہ کرنے والا اور لوگوں کی رعایت کرنیوالا درکار تھا اور دیانتدار سے گھبرائے؟ اور فرمایا اگرچہ دین کا پختہ بھی ہو جائے تب بھی ہم منظور کرتے ہیں ورنہ مطلوب تو خلیفہ دین کا کچا ہی تھا افسوس ہے ایسی کج فہمی پر جو تعصب کی مرض کا نتیجہ ہے ۱۲ مترجم ف۳ استخلاف عمر ازالۃ الخفاء جلد۱ ص۱۴ میں ہے اما بعد قد استخلفت علیکم

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۴۹) کوشش کی اور حقیقت میں خود خلیفہ رہے بعد وفات ابوبکر اور کون ہو سکتا ہے۔ اس احسان کا بدلہ ضرور ابوبکر عمر صاحب کو دیں گے۔ لہذا حضرت عثمان نے قرائن پر عمر کا نام خود بخود لکھ دیا حالانکہ ابوبکر بے ہوش تھے جب ہوش میں آئے کہا خوب کیا میں یہی چاہتا تھا علاوہ (ازالۃ الخفاء کے باقی کتب میں بھی اسی طرح ہے (رسول کی وصیت آخری کو ہذیان کہا گیا مگر ابوبکر بے ہوش تھے تو بھی وصیت صحیح سمجھی گئی) صحیح بخاری طبع مصر جلد ۲ صفحہ ۱۰۳ میں ہے ابن عباس نے عمر کو بوقت قریب الموت ہونے کے جزع فزع کرتے دیکھا ابن عباس نے کہا کیوں جزع کرتا ہے۔ عمر نے کہا واما ما تری من جزعی فھو من اجلک واجل اصحابک الخ یعنی میری جزع فزع تیرے اور تیرے اصحاب کے سبب سے ہے۔ یعنی اقربا رسول پر ظلم کرنے کے سبب سے اب خوف کھا رہا ہوں کہ کیا ہو گا یہ اسی طرح کا افسوس ہے جو ابوبکر صاحب نے کیا کہ میں گھر حضرت فاطمہ کو نہ کھولتا مگر بیجا اور بے وقت ظاہری افسوس جو عمل سے خالی ہو کیا فائدہ رکھتا ہے جو الامامۃ والسیاسۃ صفحہ ۱۹ طبع ثانی کے صفحہ ۱۶ میں ہے اور یہ بھی ہے۔ ودخل علیہ المہاجرون والانصار حین بلغھم انہ استخلف عمر فقالوا نراک استخلفت علینا وقد عرفتہ وعلمت بوائقہ فینا اس کے بعد علی وغیرہ کا قول مندرج ہے کتاب ہے یعنی مہاجرین و انصار ابوبکر کے پاس شکایت لائے کہ تم عمر کی حالت جانتے ہو اور ہم نے سنا ہے کہ اس کو آپ ہمارے اوپر سردار اور خلیفہ بنا رہے ہیں آہ صفحہ ۱۱ اسی کتاب میں ہے کہ ایک شامی نے عمر کے پاس ظاہر کیا کہ اہل شام تیری سرداری کو پسند نہیں کرتے اور تیرے شر سے ڈر رہے ہیں۔ ایضاً ازالۃ الخفاء مندرجہ صفحہ ۲۰۹ کا مضمون تاریخ خمیس جلد ۲ صفحہ ۲۶۹ میں بھی ہے اور صحیح بخاری طبع مصر جلد ۲ صفحہ ۱۸۱ میں حضرت عمر کے حق میں رسول خدا صلعم کے سامنے حاضرین نے کہا انت افظ واغلظ یعنی تو بہت بڑا بدخلق اور تند مزاج ہے تو یہ حدیث تقریری امیر عمر صاحب کو افظ و اغلظ ثابت کرتی ہے۔ استیعاب بر حاشیہ اصابہ جلد ۲ صفحہ ۴۲۴ ترجمہ عمر میں ہے وکان فظا غلیظا یعنی وہ بدخلق و تند مزاج تھے (وکذا فی ازالۃ الخفاء جلد اول صفحہ ۱۳۳ و ۳۵۸) اس پر شہادت صحابہ و رسول خدا صلعم کے بعد یہ دیکھنا ہے کہ ایسے شخص کا نتیجہ کیا ہوتا ہے۔ دیکھو مشکوٰۃ کتاب الاداب باب الرفق والحیاء وحسن الخلق صفحہ ۴۳۳۔ قال رسول اللہ لا یدخل الجنۃ الجواظ ولا الجعظری قال والجواظ الغلیظ الفظ رواہ ابوداؤد فی سننہ والبیہقی فی شعب الایمان و صاحب الاصول فیہ عن حارثۃ الخ یعنی نبی نے فرمایا فظ غلیظ بہشت میں داخل نہیں ہوگا اور جواظ جعظری کا معنے فظ غلیظ ہے ۱۲ مترجم

وفی الامامۃ والسیاسۃ قال ابوبکر لحباب امنا تخاف یا حباب قال لا ولکن ممن یجئ بعدک۔ وفی کنز العمال عن عائشۃ قالت لما حضر ابوبکر الوفاۃ استخلف عمر فدخل علیہ علی وطلحۃ فقالا من استخلفت قال عمر قالا فماذا انت قائل لربک رواہ ابن سعد وفی روایۃ وزاد غداً وقد استخلفت ابن الخطاب۔ وفی شرح المواقف وذلک لانہ (ابوبکر) عھد فی مرضہ عثمان بن عفان وامرہ ان اکتب ھذا ما عھد ابوبکر بن ابی قحافۃ اخر عھدہ من الدنیا (حتی قال) استخلفت علیکم عمر ابن الخطاب۔ وفی ازالۃ الخفاء وقال عمر واللہ ما ادری اخلیفۃ انا ام ملک۔ وکذا فی تاریخ الخلفاء فھذا حال الوصیۃ فی حقہ والاستخلاف وانکار الصحابۃ علیہ وکونہ فظا غلیظا

اور الامامۃ والسیاسۃ صفحہ ۱۱ میں ہے کہ ابوبکر نے حباب کو کہا کیا ہم سے تو ڈرتا ہے کہ میری خلافت پر کراہت ظاہر کر رہا ہے؟ حباب نے کہا نہیں تجھ سے نہیں ڈرتا لیکن جو تیرے بعد[1] آنیوالا معلوم ہوتا ہے اس سے ڈرتا ہوں۔ کنز العمال جلد ۳ صفحہ ۱۶۶ میں بی بی عائشہ سے روایت ہے ابوبکر صاحب جب قریب الوفات ہوا تو امیر عمر کو خلیفہ بنایا پس حضرت علی و طلحہ اس کے پاس گئے اور دونوں نے کہا کس کو خلیفہ بنایا؟ کہا عمر کو۔ دونوں نے کہا پھر تو اپنے رب کو کیا جواب دے گا؟ اس کو ابن سعد نے روایت کیا اور دوسری روایت اسی مضمون کی ہے جس میں زیادہ کیا کہ کل اپنے رب کو کیا جواب دیگا جب تو نے ابن خطاب جیسے کو خلیفہ بنا دیا ہے؟ اور شرح مواقف صفحہ ۷۴۵ میں ہے اور یہ اس لئے ہے کہ ابوبکر نے اپنے مرض الموت میں حضرت عثمان بن عفان کو بلایا اور حکم دیا اس کو کہ لکھ دے۔ یہ وہ عہد نامہ ہے جو ابوبکر بن ابی قحافہ نے دنیا سے جاتے وقت آخری عہد کیا (تا اینکہ) میں نے تم پر عمر بن خطاب کو خلیفہ بنا دیا ہے۔ اور ازالۃ الخفاء جلد ۱ صفحہ ۲۲۶ میں ہے۔ امیر عمر نے کہا اللہ تعالےٰ کی قسم میں نہیں جانتا کہ میں خلیفہ ہوں یا صرف[2] بادشاہ ہوں۔ اور اسی طرح تاریخ الخلفاء صفحہ ۹۵ مطبوعہ محمدی لاہور میں ہے (وکذا فی کنز العمال جلد ۳ صفحہ ۲۳۳) پس یہ اس وصیت کا حال ہے جو امیر عمر کے حق میں ہوئی اور اور وہ خلیفہ ہوا اور صحابہ نے اس پر انکار ظاہر فرمایا اور اس کی تیزی و تند مزاجی کو بھی ظاہر کیا۔

حضرت عمرؓ کا بوقت موت افسوس

حضرت عمرؓ فظ غلیظ اور تند مزاج

استخلاف عمرؓ پر علیؓ کا اعتراض

امیر عمرؓ کو معلوم نہ تھا کہ وہ خلیفہ ہیں یا بادشاہ

[1] اس سے معلوم ہوا کہ سب لوگ ابتداء خلافت ابی بکر سے ہی معلوم کر گئے تھے کہ امیر عمر نے ابوبکر کو خلیفہ بنایا ہے اور پھر ابوبکر عمر کو خلیفہ بنائیگا ۱۲ [2] خود جس کو معلوم نہیں یا یقین نہیں کہ میں خلیفہ نبی کا ہوں اسکو دوسرے لوگ خلیفہ نبی نہ مانیں تو اس پر اہل سنت والجماعۃ ناراض کیوں ہوتے ہیں۔ دوسری روایت ۲۰

وقد قال الله عز اسمه ولو کنت فظا غلیظ القلب لا انفضوا من حولك وسائر حالاته من ایمانه و علمه وشجاعته واطاعته الله ورسوله وایذاءه اهل بیت النبی ص سیاتی انشاء الله - **والثالث الشوریٰ** هو ما انعقدت به خلافة عثمان ولهذا اصالم یوجد کالاجماع لابی بکر دون عمر الا من عبد الرحمٰن بن عوف - فی شرح العقائد ولهذا جعل عمر الامامة شوریٰ بین ستة مع القطع بان بعضهم افضل من بعض - وفی شرح المواقف فان عمر لم ینص علی احد بل جعل الامامة شوریٰ بین ستة وفی شرح العقائد صفحہ ثم استشهد عمر و ترك الخلافة شوریٰ بین ستة. وفی تاریخ الخلفاء (قال عمر) وقد جعلتها (الخلافة) شوریٰ فی عثمان وعلیؑ وطلحة والزبیر وعبد الرحمٰن بن عوف و سعد وامر صهیبا ان یصلی بالناس واجل الستة ثلاثا اخرجه الحاکم وهکذا فی الصواعق. فی تاریخ الخلفا ولما جلس عبد الرحمٰن للمبایعة حمد الله واثنیٰ علیه وقال فی کلامه انی رأیت الناس یابون الا عثمان - وفی روایة اما بعد یا علیؑ فانی قد نظرت فی الناس فلم ارهم یعدلون بعثمان فلا تجعلن علی نفسك سبیلا ثم اخذ بید عثمان فقال نبایعك علی سنة الله وسنة رسوله وسنة الخلیفتین بعده فبایعه عبد الرحمٰن وبایعه المهاجرون والانصار

اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اگر تو تند مزاج سخت دل ہوتا تو تیرے قرب و جوار سے لوگ دور ہو جاتے (تو خلیفہ نبی چونکہ متصف بصفات نبی ہونا تھا لہذا علاوہ دیگر صفات کے اس صفت سے بھی امیر عمر کے ایمان و علم و شجاعت و اطاعت اللہ تعالیٰ و رسولؐ کی کیفیت اور اس کا ایذا دینا اہلبیت نبیؐ کو آگے آئیں گے انشاء اللہ تعالیٰ۔ **اور تیسری دلیل اہل سنت کے نزدیک حقیت خلافت کی شوریٰ ہے**۔ وہ یہ ہے جس سے امیر عثمان کی خلافت منعقد ہوئی اور یہ بھی اجماع مذکور کی مثل جو واسطے ابوبکر کے عمر کے سوا نہ ہوا تھا مکمل نہ پایا گیا کیونکہ شوریٰ[1] کا دارومدار عبد الرحمٰن عوف کے سوا کسی پر نہ تھا۔ شرح عقائد صفحہ میں ہے اسی واسطے امیر عمر نے امارت کو چھ اشخاص کے درمیان رکھ دیا تھا باوجود یقین رکھنے کے کہ ان میں بعض سے بعض افضل ہیں (یعنی امام کے افضل ہونے کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ امیر عمر صاحب جانتا تھا کہ فلاں افضل ہے مگر اس کی پروا نہ کی اور چھ اشخاص میں خلافت مشورۃً رکھدی کہ ان میں سے کوئی خلیفہ بن جائے۔ اور شرح مواقف صفحہ میں ہے۔ تحقیق عمر نے ایک کسی کے بارہ میں ظاہر حکم نہ دیا بلکہ امامت کو چھ آدمیوں کے مشورہ پر رکھ دیا اور شرح عقائد صفحہ میں ہے۔ پھر امیر عمر صاحب شہید کیا گیا اور خلافت کو چھ اشخاص کے شوریٰ پر چھوڑ گیا۔ اور تاریخ الخلفاء صفحہ ۹۱ میں ہے امیر عمر نے کہا میں نے مشورہ خلافت کو عثمان و علی و طلحہ و زبیر و عبد الرحمٰن بن عوف و سعد کے درمیان رکھ دیا ہے اور صہیب کو حکم دیا کہ لوگوں کو باجماعت نماز پڑھائے اور چھ اشخاص کو تین دن تک فیصلہ کرنے کی مہلت دی اس کو حاکم نے روایت کیا اور اسی طرح صواعق محرقہ صفحہ ۶۳ میں بھی ہے اور تاریخ الخلفاء کے صفحہ ۱۰۴ پر ہے کہ جس وقت عبد الرحمٰن بن عوف بیعت لینے کے لئے بیٹھا تو اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کی اور کہا تحقیق میں نے لوگوں کو دیکھا ہے کہ سوا امیر عثمان کے کسی دوسرے سے بیعت کا انکار کرتے ہیں۔ اور ایک روایت میں ہے۔ یا علیؑ میں نے لوگوں کو دیکھ لیا ہے کہ عثمان کے برابر کسی کو نہیں سمجھتے پس تو مجھ اپنے نفس پر رستہ نہ دے (یعنی اب تو تسلیم کرلے ورنہ ہم سختی کریں گے) پھر عثمان کا ہاتھ پکڑا اور کہا ہم بعد رسول مقبول صلعم کے سنت اللہ و سنت رسولؐ و سنت خلیفہ اول و ثانی پر تیری بیعت کرتے ہیں۔ پس عبد الرحمٰن بن عوف و مہاجرین و انصار نے بیعت کرلی۔

[1] اہل تسنن کہتے ہیں کہ خدا کا حکم ہے وشاورهم فی الامر لہذا مشورہ سے خلیفہ بنا لینا چاہیئے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ ہر امر میں مشورہ کا حکم ہے یا امور خاصہ حرب وغیرہ میں۔ اگر ہر امر میں حکم ہو تو لازم آتا ہے کہ کبھی نبی بھی مشورہ سے بنا لینا چاہیئے یا نبی کی تصدیق کے لئے امت مشورہ کرے اگر پاس کریں کہ اس کو نہیں ماننا چاہیئے بے فائدہ ہم پر ایک ریاست قائم کرے گا یا پابندی احکام سے مقید کرے گا تو حسب الحکم مشورہ کے یہ عمل انکار نبوت صحیح ہو حالانکہ صحیح نہیں (اور خلیفہ اول و دوم بغیر مشورہ کیونکر حق پر ہوئے حالانکہ اس امر آیت کے خلاف مقرر ہوئے حقیقت میں اس مشورہ کا حکم امور جنگ اور دیگر دنیاوی امور کے لئے ہے نہ امامت کبری جیسے امور دینی میں جس کے لئے باطنی علوم و صفائی کی ضرورت ہے جس کو خدا کے بغیر کوئی جانتا۔ یا جیسے نبوت اسی طرح ہے دیکھو تفسیر کبیر جلد ۳ صفحہ ۱۱ بذیل آیت وشاورهم فی الامر۔ قال الظاہر وکثیر من العلماء هذا الامر مخصوص بالمشاورۃ فی الحروب یعنی ظاہر اور بہت علماء اسی کے قائل ہیں کہ یہ امر مشورہ جنگ کے کاموں

وفی مسند احمد عن ابی وائل قال قلت لعبد الرحمن بن عوف کیف بایعتم عثمان وترکتم علیاً فقال ما ذنبی قد بدأت بعلیؑ فقلت ابایعك علی کتاب اللہ وسنۃ رسولہ وسیرۃ ابی بکر وعمر فقال فیما استطعت ثم عرضت ذلك علی عثمان فقال نعم۔ انتہی۔ وھکذا فی الصواعق المحرقۃ وروضۃ الاحباب والامامۃ والسیاسۃ۔ وفتح الباری شرح البخاری۔ وفی شرح فقہ الاکبر للملا علی القاری فاخذ عبد الرحمن بید علیؑ وقال اولیك ان تحکم بکتاب اللہ وسنۃ رسولہ وسیرۃ الشیخین فقال علیؑ احکم بکتاب اللہ وسنۃ رسولہؐ واجتہد رأیی ثم قال لعثمان مثل ذلك فاجابہ وعرض علیہما ثلاث مرات وکان علیؑ یجیب بجواب الاول وعثمان یجیبہ الی ما یدعوہ ثم بایع عثمان فبایعہ الناس وفی ازالۃ الخفاء قال عبد الرحمن افتجعلونہ الیّ واللہ علیّ لا آلو عن افضلکم قالا نعم فلما اخذ المیثاق قال ارفع یدك یا عثمان فبایعہ۔ وھکذا فی الصواعق المحرقۃ۔ وفی الامامۃ والسیاسۃ ثم اخذ بید علیؑ فقال لہ ابایعك علی شرط عمر ان لا تجعل احداً من بنی ھاشم علی رقاب الناس فقال علیؑ عند ذلك ما لك ولھذا اذا جعلتہا فی عنقی فان علیّ الاجتہاد فی بنی ھاشم او غیرھم قال عبد الرحمن لا واللہ حتی تعطینی ھذا الشرط قال علیؑ واللہ لا اعطیکہ ابداً فترکہ فقاموا من عندہ۔ الخ۔ وفیہ جلد ۱ (تولیۃ عمر شوریٰ بین ستۃ) فقالوا قل فینا یا امیر المؤمنین مقالۃ نستدل فیہا برأیك ونقتدی بہ

(حاشیہ: ص من تاریخ الخلفاء)

اور مسند احمد میں ابی وائل سے ہے کہ میں نے عبد الرحمن بن عوف کو کہا تم نے کس طرح حضرت عثمان سے بیعت کرلی اور حضرت علیؑ جیسے شخص کو چھوڑ دیا تو عبد الرحمن نے کہا یہ میرا گناہ نہیں ہے۔ میں تو پہلے علیؑ سے شروع ہوا تھا اور میں نے کہا ہم تیری بیعت کتاب اللہ وسنت رسولؐ اور سیرت ابو بکر و عمر پر کرتے ہیں حضرت علیؑ نے فرمایا۔ سیرت ابی بکر و عمر پر حتی الوسع چلونگا۔ نہ من کل الوجوہ۔ جیسا کہ دیگر روایات میں مفصل ہے۔ پھر میں نے یہی سوال امیر عثمان کے سامنے پیش کیا تو اُس نے کہا ہاں بالکل اسی طرح کرونگا۔ انتہیٰ (مگر خلافت حاصل کرنے کے بعد حضرت عثمان نہ تو کتاب اللہ وسنت رسول اللہ کے اور نہ سیرت شیخین کے پابند رہے) اسی طرح صواعق محرقہ صـ۶۳ و روضۃ الاحباب جلد ۲ صـ۱۶۹ والامامۃ والسیاسۃ صـ۲۵ وفتح الباری شرح بخاری جلد ۶ صـ$\frac{621}{622}$ میں ہے (و بخاری مطبوعہ مصر جلد ۲ صـ۱۸۴) اور شرح فقہ اکبر مؤلفہ علی قاری حنفی کے صـ۸۰ میں ہے۔ عبد الرحمن بن عوف نے حضرت علیؑ کا ہاتھ پکڑا اور کہا میں تجھے والی بناتا ہوں اس شرط پر کہ تو کتاب اللہ وسنت رسولؐ وسیرت شیخین (ابی بکر و عمر) پر حکم کرے۔ حضرت علیؑ نے فرمایا کتاب اللہ وسنت رسول اللہ پر حکم کروں گا۔ پھر اپنے اجتہاد کے مطابق حکم دونگا پھر عبد الرحمن نے عثمان کو اسی طرح کہا تو عثمان نے اس شرط کو قبول کرلیا۔ تین مرتبہ اس سوال کو دونوں پر مکرر پیش کرتا رہا تو حضرت علیؑ پہلی طرح جواب دیتے رہے اور عبد الرحمن کی باتیں امیر عثمان مانتا رہا تب عبد الرحمن نے عثمان کی بیعت کرلی اور دوسرے لوگوں نے بھی امیر عثمان کی بیعت کرلی۔ اور ازالۃ الخفاء صـ۳۱۳ جلد ۱ میں ہے۔ عبد الرحمن نے کہا۔ کیا اس کام خلافت کو میرے سپرد کرتے ہو تو اللہ کی قسم ہے میں افضل کا نقصان نہ کرونگا اور جسے لائق سمجھونگا اُسی کو دونگا۔ حضرت علیؑ و عثمان نے کہا ہاں منظور ہے۔ جب اُس نے دونوں سے پختہ وعدہ لے لیا۔ تو کہا۔ اے عثمان اپنا ہاتھ اُٹھا۔ اور اُس کی بیعت کرلی اسی طرح صواعق محرقہ صـ۶۳ میں بھی ہے اور امامۃ والسیاسۃ صـ۲۵ میں ہے پھر علیؑ کا ہاتھ پکڑا اور عبد الرحمن نے علیؑ کو کہا تیرے ساتھ میں اس شرط پر بیعت کرونگا کہ تو کسی بنی ہاشم کو لوگوں کی گردنوں پر نہ چڑھائے حضرت علیؑ نے فرمایا ایسی حالت میں کہ مجھے خلیفہ بنادے تو پھر تمہیں اس سے کیا غرض ہے کیونکہ پھر میں اجتہاد سے معلوم کروں گا خواہ بنی ہاشم سے مستحق امارت ملیگا تو اُسے دونگا اور دوسروں سے ملا تو اُسکو بناؤنگا عبد الرحمن نے کہا نہیں قسم ہے اللہ کی تجھے نہ دونگا جب تک تو مجھے اس شرط کا اقرار نہ دیگا۔ حضرت علیؑ نے کہا نہیں یہ پابندی تمہاری تو میں کبھی نہ کرونگا پس عبد الرحمن نے جناب علیؑ کو چھوڑ دیا اور دوسرے لوگ بھی جو پاس بیٹھے تھے اُٹھ گئے۔ الخ اور جلد ۱ صـ۲۳ (عمر کے شوریٰ چھ کس کے بیان میں) انہوں نے کہا یا امیر المؤمنین (عمر) ایسی بات کہہ کہ اس سے تیری رائے ہم معلوم کریں اور اس کی اقتداء کریں۔

فقال واللہ ما یمنعنی ان استخلفک یاسعد الاشدتک وغلظتک مع انک رجلٌ حرب وما یمنعنی منک یا عبدالرحمٰن الا انک فرعون ھذہ الامۃ وما یمنعنی منک یازبیر الا انک مؤمن الرضیٰ کافر الغضب۔ وما یمنعنی من طلحۃ الا نخوتہ وکبرہ ولو ولیھا وضع خاتمہ فی اصبع امرأتہ وما یمنعنی منک یاعثمان الاعصبیتک وحبک قومک وما یمنعنی منک یا علیؑ الاحرصک علیھا وانک احری القوم ان ولیتھا ان تقیم علی الحق المبین والصراط المستقیم۔ وفیہ (ماکتب علیؑ الی اھل العراق فی بیعۃ عثمان) ثم قالوا الی ھلم فبایع عثمان والا جاھدناک فبایعنا مستکرھا وصبرت محتسبًا وقال قائلھم انک یا ابن ابی طالب علی الامر لحریص قلت لھم انتم احرص ما انا اذا طلبت میراث ابن ابی وحقہ وانتم دخلتم بینی وبینہ وتصرفون وجھی دونہ اللھم انی استعین بک علی قریش فانھم قطعوا رحمی وصغروا عظیم منزلتی وفضلی واجتمعوا علی منازعتی حقًا کنت اولی بہ منھم۔ الخ وفی البخاری فقال (عبدالرحمٰن) ابایعک علی سنۃ اللہ۔ الخ۔ وفی الفتح واخرج الذھلی فی الزھریات وابن عساکر فی ترجمۃ عثمان من طریقہ ثم من روایۃ عمران بن عبدالعزیز عن المسور قال کنت اعلم الناس بامر الشوریٰ لانی کنت رسول عبدالرحمٰن بن عوف فذکر قال علیؑ لا ولکن علی طاقتی فاعادھا ثلاثًا فقام عبدالرحمٰن واعتم ولبس السیف فدخل المسجد ثم رقی المنبر ثم اشار الی عثمان فبایعہ۔ وفی حیوۃ الحیوان ذکر ابن خلکان وغیرہ ان عمر لما طعن اختار من الصحابۃ ستۃ نفر وھم المتقدم ذکرھم

امیر عمر نے کہا قسم ہے اللہ کی مجھے کوئی چیز مانع نہیں اے سعد کہ میں تمہیں خلیفہ بنادیتا مگر تیری سختی اور بد مزاجی ذاتی ہے اور نیز تو جنگجو شخص ہے اور تیرے واسطے اے عبدالرحمٰن کوئی مانع بجز اس کے نہیں کہ تو اس امت کا فرعون ہے (ارشاید یہ الفاظ رسولؐ نے عبدالرحمٰن کے حق میں فرمائے ہوئے تھے۔ جیسا کہ سیاق سے ظاہر ہے) اور تیرے واسطے اے زبیر سوائے اس کے کوئی مانع نہیں کہ تو رضامندی میں مومن اور ناراضگی میں کافر ہوتا ہے۔ اور تیرے واسطے اے طلحہ کوئی مانع نہیں سوائے تیرے فخر اور تکبر کے۔ اگر خلافت کا مالک ہو جائے تو مہر اپنی زوجہ کی انگلی میں دیدیگا یعنی جو وہ کہیگی تو اسی کو عمل میں لائیگا اور اے عثمان تیرے واسطے مجھے اور کوئی مانع نہیں سوائے تیری محبت وحمایت قومی کے جو بہت کرتا ہے اور اے علیؑ تیرے واسطے کوئی مانع سوائے اس کے نہیں کہ تو اسکا بہت حرص رکھتا ہے اور تحقیق تو اگر والی ہو جائے تو واقعی تو قوم سے لائق تر ہے کہ حق پر قائم رہیگا اور صراط مستقیم پر چلے گا اور صفحہ ۱۳۰ اسی امامۃ والسیاستہ پر ہے جو خط حضرت علیؑ نے اہل عراق کی طرف بیعت عثمان کے حال میں لکھا تھا وہ یہ تھا " پھر لوگوں نے مجھے کہا اب آجا اور عثمان کی بیعت کر لے ورنہ تجھ سے جنگ کریں گے پس ہم نے مجبور ہو کر بیعت کر لی اور بغرض ثواب صبر کیا اور ان سے کہنے والے نے کہا کہ اے ابن ابی طالب امر خلافت پر تو بڑا حرص رکھتا ہے۔ تو مینے کہا کہ نہیں بلکہ تم اس کا بڑا حرص کرتے ہو کیونکہ میں نے اس وقت اپنے چچازاد بھائی کا میراث طلب کیا ہے جو وہ میرا حق ہے اور تم جو ہو تو میرے اور نبیؐ کے درمیان ناحق داخل ہو گئے ہو اور اس سے مجھے محروم کرتے ہو خدایا میں تجھ سے قریش پر مدد لیتا ہوں پس تحقیق انہوں نے مجھ سے قطع رحمی کی ہے اور میری قدر وعظمت وفضیلت کم بنا رکھی ہے اور میرے ساتھ جھگڑا کرنے کیلئے متفق ہو گئے ہیں کہ میرے حق میں دخل دیں حالانکہ میں ان سے زیادہ حقدار اس حق کا ہوں۔ الخ اور بخاری جلد ۶ صفحہ ۶۲۲ میں ہے۔ پس عبدالرحمٰن نے کہا میں تیری (عثمان) بیعت کرتا ہوں سنت اللہ وغیرہ پر (مثل عبارات سابقہ) اور فتح الباری میں ہے کہ ذہلی نے زہریات میں اور ابن عساکر نے ترجمہ عثمان میں اپنے اسناد سے پھر روایت عمران بن عبدالعزیز سے بروایت مسور کے نقل کیا اس نے کہا ہے کہ شوریٰ کا علم مجھے سب سے زیادہ ہے کیونکہ عبدالرحمٰن بن عوف کے بلانے یا گفتگو کرنے کا اس وقت وکیل تھا۔ پس اس نے ذکر کیا کہ علیؑ نے کہا اے عبدالرحمٰن ہمیں تیری یہ شرط منظور نہیں ولیکن حتی الوسع کوشش کروں گا اس نے تین مرتبہ مکرر سہ کرر ان شرائط کو کہا اور اٹھ کھڑا ہوا اور دستار باندھ کر تلوار پہن لی اور مسجد میں داخل ہو کر ممبر پر چڑھا اور امیر عثمان کی طرف اشارہ کیا اور اس کی بیعت کر لی۔ اور حیوۃ الحیوان جلد ۱ صفحہ ۳۱۳ میں ہے ابن خلکان وغیرہ نے لکھا ہے کہ جب امیر عمر کو نیزہ مارا گیا اسنے صحابہ سے چھ اشخاص کو پسند کیا اور وہ وہی ہیں جن کا ذکر گذرا ہے

حضرت علیؑ کا دعویٰ استحقاق خلافت

لے حضرت علیؑ کا اظہار دعویٰ حقوق خلافت اس سے ظاہر ہے نیز عمر نے تسلیم کیا ہے کہ علیؑ زیادہ مستحق ہے ۱۲ مترجم عفی عنہ افسوس کہ حق طلبی [illegible]

وساق القصۃ وقال ونقل ان العباس بن عبد المطلب قال لعلیؑ یا ابن اخی لاتدخل نفسك فی الشوریٰ مع القوم فانی اخاف ان یخرجوك منها فتبقی وصمۃ فیك وھکذا فی التاریخ الکامل وغیرہ ۔ وقد مر من فتح الباری شرح ھذا الحدیث وفیہ ما حاصلہ ان عبد الرحمٰن جمع صنادید العرب وامراءہ ۔ وفی الفتح قولہ امراءہ ای عمرو بن العاص ومعاویۃ[1] وابوموسیٰ الاشعری وامثالھم ۔ وفی شرح فقہ الاکبر لعلی القاری ص۸۳ فابیٰ[2] علیؑ ان یقلد ھما ای الشیخین ورضی عثمان ۔ الخ ۔ وفی حیوۃ الحیوان قولہ وساق القصۃ وھو ھذا اقام المسور بن مخرمہ وثلاثین نفسا من الانصار وقال ان اتفقوا علی واحد الی ثلاثۃ ایام والا فاضربوا رقاب الکل فلاخیر للمسلمین فیھم وان افترقوا فرقتین فالفرقۃ التی فیھا عبد الرحمٰن بن عوف واوصی ان یصلی صھیب بالناس ثلاثۃ ایام فاخرج عبد الرحمٰن بن عوف نفسہ من الشوریٰ واختار عثمان فبایعہ الناس ۔ الخ

اور قصہ کو بیان کیا اور کہا منقول ہے کہ عباس بن عبد المطلب نے حضرت علیؑ کو کہا اے بھتیجے تو اپنے تئیں قوم کے شوریٰ میں داخل نہ کر کیونکہ مجھے ڈر ہے کہ تجھے اس خلافت سے نکال دینگے اور تیرے اندر اس رنج سے شگاف باقی رہے گا ۔ نیز اسی طرح تاریخ کامل وغیرہ میں ہے اور فتح الباری جلد ۶ ص۱۲۲ میں حدیث شوریٰ کی شرح لکھی گئی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ عبد الرحمٰن نے امراء عرب کو بلا کر جمع کر کے اپنے ساتھ مشورہ میں رکھا تھا ۔ اور فتح الباری میں قول امراء کے تحت میں لکھا ہے یعنی عمرو بن عاص ومعاویہ[1] وابوموسیٰ اشعری اور امثال ان کے بلائے گئے ۔ اور شرح فقہ اکبر طبع محمدی لاہور ص۸۳ میں ہے کہ حضرت علیؑ نے اس سے انکار کیا کہ وہ شیخین کی تقلید کریں اور عثمان اس بات پر راضی ہو گیا اور حیوۃ الحیوان جلد ا ص۳۱۳ میں ہے ۔ قول ابن خلکان کہ قصہ بیان کیا یعنی امیر عمر نے مسور بن مخرمہ اور تیس آدمی انصار سے مقرر کئے اور کہا اگر ایک پر تین دن کے اندر اتفاق کر جائیں تو فبہا ورنہ سب کو قتل کر دو کہ مسلمانوں کی بہتری ان میں نہیں ہے کہ دو فرقہ ہو جائیں اور جس فرقہ کے اندر عبد الرحمٰن بن عوف ہو اُس کی حمایت کرو اور وصیت کی کہ صہیب تین دن تک لوگوں کو نماز پڑھائے پس عبد الرحمٰن بن عوف نے اپنے آپ کو شوریٰ سے نکالا اور عثمان کو پسند کیا ۔ اور لوگوں نے اس کی بیعت کر لی ۔ الخ

[1] مذکورین جیسے اشخاص عبد الرحمٰن نے ہمنوا جمع کئے تھے جو سب دشمن جناب علیؑ کے تھے ۔ تاکہ مشورہ کا نام بنائے اور جمع کی ہیبت دکھا کر اپنی مرضی کے مطابق کام کرے ۔ جن امراء عرب کو شوریٰ کے فیصلہ کے لئے بلایا اور جمع کیا گیا وہ بھی سب بنی امیہ کے سردار اور معاون تھے جو عثمان کے حق میں کثرت رائے اور قوت رائے کے حامی تھے اور یہ بھی عبد الرحمٰن کے حسن انتظام کا نتیجہ تھا دیکھو بخاری مع الفتح جلد ۲ ص۶۲ وعقد الفرید جلد ۳ ص۷۴ ۱۲ مترجم

[2] بعض علماء فرقہ سنیہ کے جواب دیتے ہیں کہ حضرت علیؑ شیخین کی سیرت پر معترض نہ تھے مگر مجتہد کو دوسرے مجتہد کی تقلید جائز نہیں اسلئے انہوں نے اتباع سیرت شیخین سے انکار کیا ۔ اگرچہ یہ جواب فی نفسہ ایسا کمزور ہے کہ کسی جواب الجواب کی ضرورت نہیں ۔ مگر مزید تشفی کے واسطے اتنا یاد رکھیں کہ شیخین کی سیرت واجب الاتباع تھی یا نہ ؟ اگر نہ تھی تو حدیث موضوع آپ کی اقتدوا بالذین من بعدی ابی بکر وعمر کا کیا معنے ہوگا ۔ اور اگر اپنے عہد میں حضرت علیؑ چونکہ خود واجب الاتباع ہو جاتے اس واسطے متابعت ضروری نہ تھی تو امیر عثمان اپنے عہد میں کیا واجب الاتباع نہ تھے ؟ اگر نہ تھے تو ان کا امام ہونا چہ معنی دارد ۔ اور اگر مجتہد دوسرے مجتہد کی تقلید نہیں کرتا اور اسی واسطے جناب علیؑ نے انکار فرمایا تھا تو امیر عثمان کے تقلید بلا تامل تسلیم کر لینے سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ درجہ اجتہاد کو نہیں پہونچے ہوئے تھے ۔ اور بایں صورت وہ امام ابو حنیفہ وامام محمد وامام مالک وغیرہ سے کم درجہ کا علم رکھتے تھے ۔ پس نیابت نبوی وخلافت مصطفوی کا پیراہن انہوں نے کس شیخی پر زیب تن فرمایا تھا ؟ کہ خود مقلد تھے اور پھر ساری امت کے پیشوا اور قائم مقام رسول خدا کے تھے ۔ ذرا تعصب کی پٹی کھول کر گہری نظر سے غور کیجئے ۱۲ مترجم ۔

۵۳ کیفیت انعقاد خلافت امیر عثمان پر ایک نظر

قولہ فالفرقۃ التی فیہا عبد الرحمٰن بن عوف خلافت اولیٰ وثانیہ کا حیلہ بہانہ تو معلوم ہو چکا ہے ۔ مگر خلافت ثالثہ میں جس کو بظاہر ایکلندڑی پر مبنی دکھایا گیا ہے اس میں جو حیلہ سازی وفریب بازی ہوئی ہے اُس کی تفصیل تاریخ طبری وکامل سے لکھی جاتی ہے تاکہ جوئندہ حق کے لئے واضح ہو جائے کہ ہر دفعہ ہر لحظہ بعد وفات رسولؐ کے یہ کوشش ہوتی رہی ہے کہ حضرت علیؑ وسائر اہل بیتؑ کو ظاہری خلافت سے محروم رکھا جائے ۔ ورنہ ہر مسلمان کہلانیوالا انہی کی طرف رجوع کرے گا دوسرے کسی کو کوئی پوچھے گا ہی نہیں دیکھئے عمر بن خطاب نے ظاہر میں تو شوریٰ نے

نام رکھا اگر ان میں سے جس کو چاہو بنالو مگر تدبیرہ کی حضرت علیؑ کو خلافت نہ ملے باوجودیکہ تسلیم کیا کہ اگر اس کو بنایا گیا تو صراط مستقیم پر چلائیگا۔ تاہم یہ حکم دیا کہ جس طرف عبد الرحمن بن عوف قریبی امیر عثمان کا ہو آخری فیصلہ اس کے مطابق کرنا۔ چنانچہ اس قصہ کو ترجمہ ہر دو کتب مذکورہ سے لکھا جاتا ہے اور تائید میں دوسری کتب کا ترجمہ بھی اضافہ کیا جاتا ہے تاکہ طالب بصیرت کو بضرورت کسی دوسری کتاب دیکھنے کی نہ رہے۔ تراجم کتب اصل عبارات کو بچشم خود دیکھ کر لکھے ہیں کسی کو غلطی اور تحریف کا اندیشہ نہ ہونا چاہیئے تاریخ کامل جلد ۳ صفحہ ۲۶/۲۷ مطبوعہ مصر مؤلفہ علامہ ابن الاثیر۔ و تاریخ الامم والملوک مؤلفہ امام حافظ ابن جریر طبری مطبوعہ مصر جلد ۵ صفحہ ۳۴ لغایت صفحہ ۳۵ میں مروی ہے کہ امیر عمر نے صہیب کو تین دن کے لئے امامت نماز کا حکم دیا اور کہا کہ تین دن تک اس شوریٰ کا فیصلہ کر لینا اور عبد اللہ بن عمر (فرزند امیر عمر) کو ثالث بنانے کا اشارہ کر کے پھر کہا اگر اس پر راضی نہ ہوں تو تم اس طرف ہو جانا جس جانب عبد الرحمن بن عوف ہو اور باقی مخالفین کو بصورت ان کے نہ تسلیم کرنے کے قتل کر دینا۔ جب جناب علیؑ نے یہ ماجرا دیکھا اور سنا۔ بنی ہاشم کے پاس تشریف لے گئے انہوں نے اس قصہ کی کیفیت دریافت کی تو حضرت علیؑ نے فرمایا کہ امارت آپ لوگوں کو نہیں ملتی ہے۔ یعنی بنی ہاشم کو نہیں ملتی۔ پھر حضرت عباس بالخصوص دریافت کیا۔ تب امیر المؤمنین علیؑ نے فرمایا میرے مقابلہ پر عثمان کو کھڑا کیا گیا ہے اور امیر عمر نے کہا ہے کہ اول (شش اصحاب شوریٰ سے) جس طرف اکثر ہوں اس پر فیصلہ کریں اور اگر دو ایک کو پسند کریں اور دو ایک کو یعنی برابر ہوں تو تم لوگ ان کے ساتھ ہو جانا جس طرف عبد الرحمن بن عوف ہو[۱]۔ پس سعد بن ابی وقاص اپنے چچا زاد بھائی امیر عثمان کی مخالفت نہیں کرے گا اور عبد الرحمن ہمشیرہ عثمان کا خاوند بھی ہر گز مخالفت اس کی نہیں کرتا اس واسطے یقیناً وہ امیر عثمان کو مقرر کرنا چاہتے ہیں اور امام بنا دینگے۔ پس بایں صورت اگر دو سرے میری موافقت کریں تب بھی وہ مجھے نفع نہیں پہونچا سکتے کیونکہ فیصلہ عبد الرحمن پر ہونا ہے جس طرف ہو اور وہ عثمان کی طرف ہوا۔ حضرت عباس نے کہا کہ آپ میرے کہنے پر تو چلتے نہیں ورنہ آپ ایسے شوریٰ میں ہر گز داخل نہ ہوں (مگر حضرت علیؑ محض حجت پوری کرنے کی غرض سے کہ جو فریب اور دھوکہ میرے ساتھ کر رہے ہیں اسکے عمل پیرا ہو کر اپنی مکمل سزا کے مستحق ہو جائیں۔ داخل شوریٰ ہوئے) اور ان کو کہہ دو کہ ہمارا حق ہے

[۱] (خلافت عثمان) حکم عمر کہ جس طرف عبد الرحمن ہو اسی طرف حق ہے اُسی طرف میلان کرو۔ اسی طرح فتح الباری شرح بخاری میں ہے۔ دیکھو حاشیہ مولوی احمد علی سہارنپوری جلد ۱ صفحہ ۵۲۴ کتاب المناقب قصہ البیعہ حاشیہ نمبر ۱۱ ان عمر قال لہم اذا اجتمع ثلاثۃ علی رأی وثلاثۃ علی رأی فحکموا عبد اللہ بن عمر فان لم یرضوا بحکمہ فقدموا من معہ سعد وعبد الرحمن بن عوف اس سے ثابت ہے کہ عمر کو یقین تھا کہ ابن عمر و سعد و عبد الرحمن کی رائے ایک ہے اور عبد الرحمن ہر گز عثمان کو نہیں چھوڑ سکتا اسی طرح وہی خلیفہ ہوگا۔ اسی طرح امامت والسیاست جلد ۱ صفحہ ۲۰ میں ہے اور کنز العمال جلد ۳ صفحہ ۱۶۰ میں مروی ہے کہ عمر بن خطاب نے کہا۔ بایعوا لمن بایع لہ عبد الرحمن بن عوف فمن ابی فاضربوا عنقہ رواہ ابن سعد کو یعنی کہا اس کی بیعت کرنی جس کی عبد الرحمن کرے جو اس سے انکار کرے اسکو قتل کرنا معلوم ہوا چھ افراد میں مشورہ رکھنا سب دکھلاوے کی بات تھی۔ اصل میں عثمان ہی کو خلیفہ بنانا منظور تھا۔ اور لوگوں سے عمر کو اندیشہ تھا کہ شاید علیؑ کو بنالیں اس لئے تدابیر سوچنی پڑیں۔ اس اندیشہ کا ثبوت دیکھو روایت بخاری درمیان انعقاد خلافت ابی بکر اس میں قائل کو مبہم چھوڑا گیا ہے مگر ابن ابی الحدید نے تصریح کی ہے۔ دیکھو سبیل یمین جلد ۱ صفحہ ۱۲ نمبر ۵ اس میں منقول ہے کہ عمار بن یاسر نے کہا تھا کہ عمر کے بعد ہم علیؑ سے بیعت کریں گے۔ یہ عمر کو ناگوار گذرا اور کہا ایسا کلمہ کوئی نہ کہے۔ اور نہج البلاغہ صفحہ ۱۱ میں خطبہ شقشقیہ کے کلمات فیا للہ وللشوریٰ ملاحظہ ہوں۔ جن سے خدا کے سامنے اس شوریٰ مصنوعی و ملمع کی فریاد ہے۔ ثبوت خلافت حصہ دوم صفحہ ۱۴۵ میں منتخب کنز العمال بر حاشیہ مسند احمد مطبوعہ مصر جلد ۲ صفحہ ۱۸۸ سطر ۱۹ سے حذیفہ کی روایت ہے قال قیل لعمر بن الخطاب بالمدینۃ یا امیر المومنین من الخلیفۃ بعدک قال عثمان بن عفان یعنی عمر سے بعد خلیفہ کا سوال ہوا اس نے کہا عثمان بن عفان ہوگا۔ بعینہ انہی الفاظ سے حذیفہ کی روایت کنز العمال جلد ۳ صفحہ ۱۶۱ میں ہے اور ابی مجلز سے ایک دوسری روایت میں ہے عمر نے حاضرین مجلس سے پوچھا میرے بعد تم کس کو خلیفہ بناؤ گے جرح و قدح کے بعد ولید عثمان کے مادری بھائی نے کہا ہم سمجھ گئے جو تمہارے بعد خلیفہ ہوگا عمر اٹھ بیٹھے اور کہا بھلا کون ہوگا اس نے کہا عثمان بن عفان اور عمر صاحب کا منشا عثمان کے حق میں ہونا اور علیؑ کے خلاف ہونا شاہ عبد العزیز دہلوی نے بھی تسلیم کیا ہے دیکھو سرور عزیزی ترجمہ اردو فتادی عزیزی مطبوعہ فخر المطابع لکھنؤ جلد ۱ صفحہ ۱۵۳ لکھا ہے اور حضرت فاروقؓ نے بوقت شہادت چھ صاحبوں کو نامزد کیا اور یہ فرمایا کہ اہل اسلام کے مشورہ سے ان صاحبوں میں سے کوئی صاحب خلیفہ مقرر کئے جائیں تا خلیفہ کے تقرری کے آپ ذمہ دار نہ ہوں ورنہ حضرت عمر سے منقول ہے کہ آپکا بار بار یہ اشارہ تھا کہ آپ کے بعد حضرت عثمان خلیفہ ہوں۔ انتہیٰ کیوں نہ کرتے وصیت ابو بکر کی تحریر کے وقت قبل از اظہار ابی بکر کے

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۵۵) اور حضرت عباس کے روکنے کے باوجود جناب امیرؑ شامل شورےٰ کیوں ہوئے اس کی وجہ یہ ہے کہ سقیفہ کی سازش میں لوگوں نے اعتراض کیا تھا کہ ہم نے سمجھا آپ خلافت لینا نہیں چاہتے اس واسطے آپ لوگوں سے کنارہ کر کے گھر میں بیٹھ گئے حالانکہ حالانکہ وہ بیٹھنا حضرت کا غسل وکفن و دفن نبیؐ کے شغل سے تھا مگر تب بھی یہ خیال بعض کو پیدا ہوا اس دفعہ حضرت امیرؑ نے لوگوں کے اس عذر کو توڑ دیا اور آخر تک اتمام حجت کیا تاکہ لوگ یہ نہ کہیں کہ آپ شامل نہ ہوئے ورنہ ہمارا ارادہ تو آپ کے لئے ہی تھا۔ ۱۲ مترجم

(بقیہ مضمون صفحہ گذشتہ) دے دو تو بہتر ورنہ تمہارے شورےٰ میں داخل ہونے کی کوئی ضرورت نہیں اور اس گروہ سے پرہیز کرنی چاہیئے جو ہم لوگوں (بنی ہاشم) سے امر خلافت کو ہمیشہ دفع کرتے رہتے ہیں اور غیروں کو کھڑا کر دیتے ہیں۔ اب بھی ایسے شخص کو مقرر کریں گے جس سے خیر کی امید نہیں (پھر کہا) عبد الرحمٰن نے کہا شوریٰ میں اگر آپ صاحبان ہمیں منصف و مختار کر دیں تو جس کو میں افضل اور اس کام کے واسطے بہترین اور لائق خیال کروں گا اسی کو مقرر کروں گا امیر عثمان نے کہا میں سب سے اول اس بات پر رضامند ہوں پھر دوسری قوم نے بھی (امیر عمر کے قانون طرفداری عبد الرحمٰن کو مدنظر رکھتے ہوئے) کہا اچھا ہم لوگ بھی اس پر راضی ہیں۔ مگر جناب امیر المومنینؑ نے سکوت فرمایا عبد الرحمٰن کہنے لگا یا ابا الحسن آپ کی اس میں کیا رائے ہے؟ آپ نے فرمایا میں اس کو اس شرط پر مان جاؤنگا کہ تم مجھے مضبوط عہد دو کہ تو حق پر فیصلہ کرے گا اور اپنے ہوا و حرص کو دخل نہ دے گا اور اپنی قرابت کی جنبہ داری نہ کرے گا یہ سن کر عبد الرحمٰن نے حلفیہ عہد حضرت علیؑ کو دیا اور سب کی طرف سے مختار و حکم مقرر ہوا۔ پھر عبد الرحمٰن ہر ایک سے سرگوشی کرنے لگا۔ جب حضرت علیؑ سے سرگوشی کی تو ایسی مداہنت کی کہ حضرت علیؑ کو بظاہر کوئی شک نہ رہا کہ خلافت آپ کو ہی ملے گی۔ پھر امیر عثمان سے مشورہ کیا اور جب فیصلہ کا وقت آیا اور اجلاس عام میں لوگوں سے مشورہ لیا اُس وقت حضرت عمار بن یاسرؓ نے کہا۔ اگر تیرا ارادہ ہے کہ مسلمین کی جماعت میں اختلاف و تفرقہ نہ ہو تو حضرت علیؑ سے بیعت کر لو۔ پھر حضرت مقداد رضی اللہ عنہ بولے کہ عمار نے سچ کہا اور اسی طرح کرنا چاہیئے یہ سنتے ہی ابن ابی سرح بول اُٹھا۔ نہیں صاحب عثمان سے بیعت ہونی چاہیئے حضرت عمارؓ کہنے لگے ارے تو مسلمانوں کی مصلحت کو کب سمجھ سکتا ہے اور کب تو نے اسلام کی بھلائی کا ارادہ کیا اور مصلحت کا کلمہ کب تیرے مُنہ سے نکلا؟ اس پر بنی ہاشم اور بنی امیہ کے درمیان کشمکش اور ترش کلامی شروع ہو گئی تو حضرت عمار صاحب نے کہا اے لوگو اللہ تعالیٰ نے ہم کو اپنے نبیؐ اور دین اسلام سے عزت دی ہے۔ پس آنحضرت صلعم پیغمبر خدا کے اہل بیت سے جن کو آپ لوگ جانتے ہیں امر خلافت کو پھیر کر کیوں کسی دوسرے کو دینا چاہتے ہو؟ اتنے میں ایک بنی مخزوم کا آدمی بولا۔ کہا اے ابن سمیہ (عمار) تجھے کیا مقدور کہ قریش کی امامت میں دخل دیتا ہے۔ پس سعد بن ابی وقاص چچازاد بھائی عثمان کا بولا اور کہا اے عبد الرحمٰن یہ لوگ کام بگاڑ دیں گے تو جلدی سے کام کو سرانجام کر کے فارغ ہو جا۔ مبادا لوگ فتنہ پیدا کر دیں۔ تب عبد الرحمٰن نے حضرت علیؑ سے کہا اگر میں آپ کو خلیفہ بنا دوں تو آپ کتاب اللہ و سنت رسول اللہ اور سیرت شیخین (ہر دو خلیفے سابقین) پر عمل کریں گے؟ (اور لفظ طبری کا یہ ہے کہ فعل ابی بکر و عمر کے مطابق عمل کرنا ہوگا) حضرت علیؑ نے فرمایا کتاب اللہ و سنت رسول اللہ پر ضرور عمل کرونگا۔ مگر فعل ابی بکر و عمر کے مطابق (اللّٰھم لا و لاکن علی جہدی و طاقتی) نہیں ہو سکتا البتہ حتی الوسع خیال رکھونگا۔ پھر عبد الرحمٰن نے حضرت عثمان کو یہی کلمات سنائے اُس نے فوراً منظور کر لیا اور عبد الرحمٰن نے مسجد کی چھت کی طرف دھیان کیا اور عبد الرحمٰن کا ہاتھ امیر عثمان کے ہاتھ میں تھا یعنی اوپر کو دیکھا اور بلا توقف اپنا ہاتھ و منہ پھیر کر کہا یا اللہ سُن اور گواہ ہو کہ جو عہد میرے ذمہ تھا وہ میں نے امیر عثمان کی گردن میں ڈال دیا ہے اور اُس سے بیعت کر لی حضرت علیؑ نے فرمایا کہ تم نے رشتہ کی پاسداری کی ہے مگر یہ کوئی پہلا دن نہیں کہ تم لوگ ایک دوسرے کی مدد کر کے سازشوں اور منصوبہ بازی سے ہم پر غلبہ کر رہے ہو (یعنی وفات رسول مقبول سے لیکر اسی طرح کرتے آئے ہو) اور فرمایا لیس ھٰذا اول یوم تظاہرتم علینا فصبر جمیل واللہ المستعان علی ما تصفون۔ یعنی میں اس تمہاری کارروائی پر اچھا صبر کرتا ہوں اور اس پر خدا سے مدد چاہتا ہوں۔ خدا کی قسم اے عبد الرحمٰن تم نے حضرت عثمان کو اس لئے سردار بنایا ہے کہ کل اس امر کو تیری طرف پھیر دے حالانکہ اللہ تعالیٰ (کل یوم ھو فی شأن) ہر دلی میں کوئی جدید حال پیدا کر دیتا ہے (یعنی تجھے یہ خلافت نہیں ملے گی) یہ سُن کر عبد الرحمٰن (غصہ سے) کہنے لگا۔ یا علیؑ تو اپنے نفس پر ان باتوں سے ہمیں حجت اور راہ نہ دے (یعنی اپنے لئے ہمیں سلوک قانونی کا موقعہ نہ دے کیونکہ اگر ایسی باتیں کرے گا تو ہم امیر عمر کے فرمان کی تعمیل کرینگے اُنہوں نے کہا تھا جو فیصلہ عبد الرحمٰن کی مخالفت کرے اُسے قتل کر دیا جائے) پس حضرت علیؑ اس حالت میں اُس مجلس سے نکلے کہ فرماتے تھے

لہ رسالہ المامون مؤلفہ علامہ شبلی نعمانی صفحہ میں لکھا ہے اور جب عبد الرحمٰن بن عوف نے جو اس نزاع کے طے کرنے کے لئے ثالث مقرر ہوئے تھے حضرت عثمان کا ہاتھ پکڑ لیا تو حضرت علیؑ نے صبر جمیل کہا اور تن بہ تقدیر راضی ہو گئے اور کتاب محاضرات الابرار (باقی حاشیہ بر صفحہ ۲۵۷)

ہاتھ عثمان کے ہاتھ میں تھا)

حضرت عائشہ کا فتویٰ امیر عثمان کے حق میں

ع قد یعلم الناس انا خیرهم نسبًا ـہ والارض تعلم انا خیر ساکنها + کما بہ یشهد البطحاء والمدر + والبیت ذو الستر والارکان سالو + نادی بذلک رکن البیت والحجر انتهٰی ملخصًا - وفی الامامة والسیاسة ان عائشة لما اتاها انه بویع لعلی وکانت خارجة عن المدینة فقیل لها قتل عثمان وبایع الناس علیًا فقالت ما کنت ابالی ان تقع السماء علی الارض قتل والله مظلومًا وانا طالبة بدمه فقال لها عبید ان اول من طعن علیه واطمع الناس فیه لانت ولقد قلت اقتلوا نعثلًا فقد فجر فقالت عائشة قد والله قلت وقال الناس واخر قولی خیر من اوله فقال عبید عذر والله ضعیف یا ام المؤمنین وهکذا فی روضة الاحباب وفیه اقتلوا نعثلًا فانه قد کفر وقتل الله نعثلًا ولعن الله نعثلًا (اقول) لاحاجة لنا الی ان نکتب حالة شوری فوق هذا لانا قد اثبتنا ان صنادید العرب یعنی معاویة بن ابی سفیان وعمرو بن العاص وابو موسی الاشعری قد اجمعوا [illegible] [illegible] نکض الشوری [illegible] الخلافة لعثمان بمشورة عبد الرحمن وحده. والرابع عند هم التسلط والتغلبة [illegible] [illegible] نعم لا بد منهما للسلطنة وهی غایة عند اهل السنة فقط لان الملک لمن غلب والملک لمن طلب وخلافة النبوة والامامة وطریق الحق وتعلیم الدین والتقرب الی الله سبحانه لا تحصل بالتسلط المحض بل لها شرائط اخری - فی حجة الله البالغة لولی الله الدهلوی وینعقد الخلافة بوجوه بیعة اهل الحل والعقد من العلماء والرؤساء وامراء الاجناد ممن یکون له رأی ونصیحة للمسلمین کما انعقدت خلافة ابی بکر وان یوصی الخلیفة الناس به کما انعقدت خلافة عمر او یجعل شوری بین قوم کما کان عند انعقاد خلافة عثمان وعلی ایضًا

تحقیق لوگ جانتے ہیں کہ میں سب سے نسب میں اچھا ہوں۔ الخ اور زمین جانتی ہے کہ اس کے کل باشندوں سے اچھا ہوں جیسا کہ وادی مکہ اور زمین کے ڈھیلے گواہی دیتے ہیں (اور خانہ کعبہ) اندر جس میں ارکان حج بجا لائے جاتے ہیں اس بات کا گواہ ہے۔ اگر پوچھیں تو بتائیگا اور خانہ کعبہ کی دیواریں اور حجر اسود پکار کر گواہی دیں گے اور الامامۃ والسیاسۃ جلد اصفحہ میں ہے کہ جب بی بی عائشہ کو حضرت علی کی بیعت کی خبر پہونچی اور وہ مدینہ سے باہر تھی اس کو کہا گیا کہ عثمان قتل کیا گیا ہے اور لوگوں نے حضرت علی سے بیعت کرلی ہے۔ اُس نے کہا مجھے پرواہ نہیں کہ آسمان زمین پر آجائے خدا کی قسم وہ مظلوم مقتول ہوا ہے۔ مَیں اُس کے خون کا بدلہ لوں گی پس اسکو عبید نے کہا تو پہلی ہے وہ جس نے عثمان پر طعن کیا تھا اور لوگوں کو طمع دلایا تھا اور کہا تھا کہ نعثل کو قتل کرو وہ ضرور فاسق ہوگیا ہے۔ عائشہ نے کہا خدا کی قسم میں نے کہا تھا اور لوگوں نے بھی کہا تھا۔ اور آخری میرا آج کا قول پہلے سے اچھا ہے عبید نے کہا خدا کی قسم اے ام المومنین یہ ضعیف عذر ہے۔ اور روضۃ الاحباب کے جلد [illegible] میں اسی طرح ہے اور اس میں ہے نعثل کو قتل کرو اور خدا تعالیٰ نعثل کو قتل کرے اور نعثل کو لعنت کرے (یہ کلام بی بی عائشہ کا ہے) (ایمان عثمان کا حال دیکھو) (قول مولف) میں کہتا ہوں کہ ہمیں اس سے زیادہ شوریٰ کی حالت بیان کرنے کی حاجت نہیں کیونکہ ہم نے ثابت کردیا ہے کہ امراء عرب کے معاویہ بن ابی سفیان وعمرو بن عاص وابوموسیٰ اشعری جمع ہوئے۔ اور مشورہ کیا اور بنی ہاشم سے کسی کو اُس خاص مشورہ میں شامل نہ کیا اور وہی مخالفین شوریٰ میں مکتفی ہوئے دیا بلفظ دیگر امیر عثمان کو اکیلے عبدالرحمن کے مشورہ سے خلافت مل گئی۔ اور چوتھی دلیل اہلسنت کے نزدیک حقیت خلافت کی تسلط اور غلبہ ہے اور وہ کوئی دلیل حقیت کی نہیں ہے ہاں یہ چیزیں امور سلطنت کے لئے ضروری ہوتے ہیں اور یہی اصل غرض اور مقصود محض اہل سنت کے نزدیک ہے کیونکہ مشہور و مسلم ہے کہ ملک اُس کا ہے جو غالب ہو جائے اور بانی وہ ہے جس کو خواہش ہو اور خلافت نبوت راہ حق پر چلانا دین کی تعلیم دینا۔ تقرب الی اللہ حاصل کرنا یہ سب صفات محض تسلط اور غلبہ سے حاصل نہیں ہوتیں بلکہ ان کیلئے اور شرائط ہیں۔ اس کا ثبوت کہ اہل سنت کے نزدیک یہی چار دلائل خلافت کے حق ہونے کی ہیں کہ شاہ ولی اللہ دہلوی نے اپنی کتاب حجۃ اللہ البالغہ کے صفحہ ٣٢٦ میں لکھا ہے اور خلافت چند وجوہ منعقد ہوتی ہے ایک تو اہل حل وعقد کی بیعت سے یعنی علماء و رؤسا اور جرنیلوں سے جن کو رائے دینے اور نصیحت مسلمانوں کا حق حاصل ہو جیسے ابی بکر کی خلافت منعقد ہوئی۔ دوسرا یہ کہ خلیفہ کسی کے لئے لوگوں کو وصیت کرجائے جیسے امیر عمر کی خلافت منعقد ہوئی۔ تیسرا شوریٰ یعنی مشورہ قومی جیسے عثمان کی خلافت منعقد ہوئی۔ بلکہ حضرت علی کی خلافت بھی اسی طرح ہوا۔

اواستیلاء رجلٍ جامع للشروط علی الناس وتسلطہ علیهم کسائر الخلفاء بعد خلافة النبوة ثم ان استولی من لم یجمع الشروط لا ینبغی ان یبادر الی المخالفة ۔ انتہیٰ ۔ وفی منهاج السنة بل الامامة عندهم (ای اهل السنة) تثبت بموافقة اهل الشوکة الذین یحصل بطاعتهم له مقصود الامامة فان المقصود من الامامة انما یحصل بالقدرة والسلطان فاذا بویع بیعة حصلت بها القدرة والسلطان ۔ وفیه ومن غلبهم بالسیف حتی صار خلیفة وسمی امیر المؤمنین ۔ الخ (ناقلاً عن الامام احمد) وفی مجمع البحار علی حاشیة الترمذی قیل شرطه (ای شرط الامیر الاسلام والحریة والقرشیة و سلامة الاعضاء قلت نعم لو انعقد باهل العقد و الحل اما من استولی بالغلبة تحرم مخالفته وتنفذ احکامه ولو عبدًا او فاسقًا مسلمًا انتہیٰ ۔ قال النووی فی شرح المسلم فان قیل کیف یکون العبد اماما وشرط الامام ان یکون حرًا قرشیًا سلیم الاطراف فالجواب من وجهین احدهما ان هذه الشروط وغیرها انما تشترط فیمن تعقد له الامامة باختیار اهل الحل والعقد واما من قهر الناس لشوکته وقوة بأسه واعوانه واستولی علیهم وانتصب اماما فان احکامه تنفذ وتجب طاعته وتحرم مخالفته فی غیر معصیة عبدًا کان او حرًا او فاسقًا بشرط ان یکون مسلمًا ۔ الخ

چوتھا لوگوں پر غلبہ کسی شخص کا جو جامع شرائط ہو اور اس کا تسلط کر لینا اُن پر جیسا کہ باقی خلفاء کا خلفاء اربعہ کے بعد ہوتا رہا ہے پھر اگر ایسا شخص بھی غلبہ حاصل کر لے جس میں کل شروط موجود نہ ہوں تو اُس کی اطاعت بھی کرنی چاہیئے اور مخالفت نہ کرنی چاہیئے انتہٰی ۔ اور منہاج السنۃ میں جلد اصفحہ ۱۷۳ میں ہے اہل سنت کے نزدیک امامت اہل رعب کی موافقت سے ثابت ہوتی ہے اور کوئی آدمی امام نہیں ہو سکتا جب تک اہل رعب لوگ اُس کے موافق نہ ہوں جن کے مطیع ہونے سے مقصود امامت پورا ہو سکے کیونکہ مقصود امامت بجز سلطنت و قدرت کے حاصل نہیں ہو سکتا پس جب بیعت کرنے سے تسلط حاصل ہو جائے وہ امام ہو جاتا ہے تو امامت بادشاہی اور سلطنت ہے اور اسی کتاب کے صفحہ ۱۴۲ میں ہے اور جو ان لوگوں پر تلوار کے ساتھ غالب ہو جائے اور خلیفہ بن جائے اور امیر المؤمنین موسوم ہو الخ تو وہ بھی خلیفہ برحق ہو جاتا ہے (امام احمد سے نقل کیا) اور مجمع البحار حاشیہ سنن ترمذی مطبوعہ مجتبائی دہلی جلد ا صفحہ ۱۷ میں لکھا ہے کہا گیا ہے کہ امیر کی شرط اسلام اور حریت اور قرشیت اور سلامت اعضاء کی ہے میں کہتا ہوں ہاں درست ہے مگر یہ اس حالت میں ہے کہ اہل حل و عقد سے امارت منعقد ہو لیکن جب کوئی تسلط اور غلبہ سے امیر اور والی ہو جائے تو کسی طرح کا ہو مخالفت اس کی حرام ہے اور احکام اس کے نافذ ہوتے ہیں اگرچہ غلام یا مسلم فاسق بھی ہو انتہا ۔ اور نووی نے شرح مسلم جلد ۲ صفحہ ۱۲۲ میں لکھا ہے اگر سوال کیا جائے کہ غلام کس طرح امام ہو سکتا ہے حالانکہ امام کے لئے یہ شرط ہے کہ حر قریشی اور سلیم الاعضا ہو پس اس کا جواب دو وجہ سے دیا جاتا ہے ایک یہ کہ جملہ شرائط صرف اس جگہ ملحوظ ہوتی ہیں جہاں اختیار اہل حل و عقد سے امام کی امامت منعقد ہو ۔ لیکن وہ امام جو اپنے رعب و شوکت و قوت بازو اور لشکر سے قہراً لوگوں پر غالب ہو کر امام قائم ہو جائے بتحقیق اس کے احکام نافذ ہوتے ہیں اور وہ واجب الاطاعت ہو جاتا ہے اور اُس کی مخالفت حرام ہے ۔ البتہ وہ کسی گناہ کا امر کرے تو اس میں پہلو تہی کرنی چاہیئے گو وہ امام غلام یا حر یا بد معاش بھی ہو صرف شرط یہ ہے کہ وہ مسلمان ہو ۔ الخ

لے امامت قہر و غلبہ سے منعقد ہوتی ہے دیکھو شرائط امامت فلک النجاۃ اور منہاج السنۃ ابن تیمیہ جلد اصفحہ ۱۴۲ قال ائمۃ السنۃ من صار له قدرة وسلطان یفعل بهما مقصود الولایة فهو من اولی الامر الذین امر الله بطاعتهم الخ پھر صفحہ ۱۴۲ میں لکھا ومن غلبهم بالسیف حتی صار خلیفة وسمی امیر المؤمنین فدفع الصدقات الیه جائز برا کان او فاجرا یعنی اہل سنت کے پیشوا کہتے ہیں جس کو قدرت و سلطنت حاصل ہو جس سے سرداری کر سکے پس وہ ان اولی الامر سے ہے اہل سنیوں کے نزدیک اولی الامر فاسق فاجر بھی ہوتے ہیں اور وہی واجب الاطاعت ہیں جن کی اطاعت کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے (غیر کہا) جو تلوار کے ساتھ غالب ہو کر خلیفہ اور امیر المؤمنین ہو جائے خواہ نیک ہو یا بد زکوٰۃ وغیرہ صدقات اس کو دینے جائز ہیں اور تفسیر ترجمان القرآن جلد ا صفحہ ۱۸ میں ہے قرطبی وغیرہ نے کہا طرق انعقاد امامت سے ۔ یا اس طرح کہ ایک آدمی لوگوں کو اپنی طاعت پر مقہور کر کے کہ اس ۴

وفي شرح المقاصد للتفتازاني - الثالث القهر والاستيلاء فاذا مات الامام وتصدى للامامة من يستجمع شرائطها من غير بيعة واستخلاف وقهر الناس بشوكته انعقدت الخلافة له وكذا ان كان فاسقا او جاهلا على الاظهر - اولم يتفكروا واذا كان الحق بالغلبة فاذا غلبت الكفرة فهل كان الحق معهم واذا كان الاحمق الجاهل المتمرد غالبا على العالم المتعبد ليكون هو القائم مقام النبي وخليفة دين وامام شريعة فهذه هي النتيجة الباطلة الفاسدة من غلط تقنينهم للامور السياسية وعدم استلزامهم لامام الحق واجب الاتباع بشرط كونه ذا العصمة عن الخطاء ومن اشهر حيرت عقولهم وفهومهم في خليفتهم يزيد بن معاوية لاجتماع الشروط الاربعة المذكورة فيه فانه قد تحقق فيه الاجماع من المسلمين كابن عمر وغيرهم من اهل المدينة والوصية من معاوية ابيه له لانه سعى له في حياته بالحيل من تاليف القلوب باحسن المطاعم واعطاء الدنانير والدراهم والترغيب والترهيب والترغيب كما مر والشورى له والتسلط والقهر والجبر والظلم منه على عترة النبي صلى الله عليه وسلم وغيرهم

اور شرح مقاصد تفتازانی میں ہے تیسری دلیل قہر اور غلبہ ہے پس جب امام مر جائے اور امامت کے لئے وہ شخص ہو جائے جو جامع شرائط ہو لیکن بیعت اہل حل و عقد یا استخلاف کے سوا اپنے رعب و دبدبہ سے تمام لوگوں پر غلبہ و تسلط حاصل کرے تو اس کی خلافت منعقد ہو جاتی ہے اور اسی طرح اگر وہ فاسق یا جاہل ہو تو بنیز قول اظہر پر اس کی خلافت منعقد ہو جاتی ہے تعجب ہے کہ اہل سنن فکر نہیں کرتے اگر حق محض غلبہ سے حاصل ہو جاتا ہے تو کفار قہر و استیلاء (غلبہ) کے باعث کیا اہل حق ہو جاتے ہیں؟ اور اگر احمق جاہل سرکش کسی عالم عابد پر غالب ہو جائے وہی قائم مقام نبیؐ - اور خلیفہ دین نبیؐ اور امام شریعت مصطفوی ہو جاتا ہے! پس یہ نتیجہ باطلہ فاسدہ اہل سنت کی غلط قانون سازی کا ہے جو امور سیاست کے لئے انہوں نے قائم کیا اور امام حق معصوم عن الخطا واجب الاتباع کی ضرورت نہ سمجھی - اور اسی واسطے عقل اور فہم ان کے یزید اور معاویہ کے بارہ میں جو ان کا مسلم خلیفہ ہے حیران رہ گئے ہیں کیونکہ دوسرے خلفاء میں ان کی ایک ایک دلیل حقیت کی پائی گئی ہے اور یزید میں چاروں دلائل حقیت خلافت کی موجود ہیں یعنی اجماع مسلمین مثل ابن عمر وغیرہ اہل مدینہ کا ہونا - اور معاویہ اس کے باپ یزید کی وصیت اپنے بیٹے یزید کے واسطے ہوئی کیونکہ اس نے بڑی کوششیں اور حیلے اپنی زندگی بھر میں کئے تھے بعلاوہ استخلاف کے بدنی و مالی امداد بھی کی تھی اپنی تحتانی رنگارنگ کے کھانے کھلا کر اور دراہم و دینار خرچ کر کے ترغیب دینی اور تالیف قلوب کرنی اور بعض موقعہ پر شان و شوکت دکھا کر مرعوب کرنا اور بہت نیک لوگوں کا ناحق قتل کرنا، جیسا کہ معاویہ کے حال میں گذر چکا ہے اور تیسری دلیل معاویہ نے اپنے معتبرین اہل رائے سے شورہ بھی کر لیا تھا اور تسلط و قہر و جبر و ظلم اس کا عام پر خصوصاً خاندان نبوت پر بھی متواتر ثابت ہے

ملہ اس شرط تسلط پر بھی بقول اہل جماعت متزلزل ہوئے ہیں اور بعض نے کلمہ حق ظاہر ہو گیا ہے چنانچہ جلد اول منہج ثانی صفحہ کتاب استقصاء الافحام میں ابو شکور سلمی حنفی سے نقل کیا گیا ہے کہ اس نے تمہید فی بیان التوحید میں کہا ہے یہ قول غلط ہے کہ جب امام کو غلبہ حاصل نہ ہو اور اس کی کوئی اطاعت نہ کرے تو امام نہیں ہو سکتا کیونکہ امام کی اطاعت فرض ہے اور اگر لوگوں کی سرکشی سے امام کو غلبہ حاصل نہ ہو تو یہ امر امام کو امامت سے معزول بھی نہیں کر سکتا اور امامت کی نافرمانی امامت کو مضر نہیں کیا تو نہیں دیکھتا کہ نبیؐ ابتدا اسلام میں باوجود نبی ہونے کے مطاع نہیں تھے یعنی لوگ ان کی متابعت نہیں کرتے تھے اور نہ کفار داعداء پر رسولؐ کو قہر و غلبہ حاصل تھا تاہم اس بات سے نبوت نبیؐ میں کچھ نقص نہیں آیا تھا اور نہ وہ نبوت سے اس باعث معزول ہوئے تو امام بھی چونکہ خلیفہ نبیؐ ہے اگر تمام مسلمان فرمانبردار اس کے نہ ہوں تو یہ امر اس کو امامت سے معزول نہیں کرتا اگرچہ سب لوگ معاذ اللہ مرتد ہو جائیں تب بھی امام معزول نہیں ہوتا بلکہ نافرمانی کا گناہ مخالفین پر ہو گا جیسا کہ علیؑ جمیع مسلمانوں کے مطاع نہیں ہوئے تھے اور امام تھے انتہے۔ ابو شکور سلمی نے تو اس تقریر میں حضرت علیؑ کی مثال اس طرح لکھی ہے کہ خلافت رابعہ کے زمانہ میں باوجود مخالفت معاویہ وغیرہ جماعت کثیرہ کے جناب علیؑ بدستور امام و خلیفہ نبیؐ رہے اگرچہ غلبہ تام ان کو حاصل نہ ہوا اور میں کہتا ہوں بلکہ جناب علیؑ علی ہذا القیاس وفات نبیؐ سے ہی امام حق بعد نبی مقرر رہے اگرچہ اکثر مخالفین سوائے افراد معدودین کے مخالف رہے مگر یہ ان کی مخالفت امامت کو مضر نہیں تھی بلکہ مخالفین کو مضر تھی ۱۲ مترجم سلہ اجماع کی کافی دلیل یہ ہے جو بیان معاویہ و یزید میں

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۶۳) قسم قسم کے ظلم کئے مگر کسی کو چون و چرا کی جرأت نہ ہو سکی۔ محرماتِ شرعیہ کو حلال کر دیا گیا تو بھی کوئی زبان نہ ہلا سکا۔ اسی واسطے تو علماء اہلِ تسنن نے یزید کو چھٹا خلیفہ شمار کر کے بارہ خلفاء کے بیان میں خلفاء اربعہ کی صف میں ان کے برابر کھڑا کر دکھایا ہے اگر خلافت راشدہ کچھ اور تھی تو دوسرے خلفاء کی صف خلافت کچھ اور ہوتی اب بارہ کی خلافت ایک جیسی از اول تا آخر دکھائی دیتی ہے بلکہ ان دلائل کی بناء پر یزید کی خلافت جناب امیر المومنین علیؑ کی خلافت سے تو بدرجہا صحیح تر معلوم ہوتی ہے کیونکہ نہ اس میں اجماع مکمل ہوا اور نہ غلبہ و تسلط تام۔ چنانچہ زیادہ تر اس زمانہ کی امت موجودہ کا بالکل ہی حضرت امیرؑ سے منحرف رہا اور بیعت ہی نہ کی اور کچھ حضرات نے منافقانہ بیعت کر کے آخر اظہار ناراضگی کر دیا اور نہ ہی استخلاف نہ نص خلیفہ سابق موجود ہے۔ نہ ہی شوریٰ کی تکمیل ہوئی لہٰذا ہر لحاظ سے یزید بن معاویہ کی خلافت سنیوں کے قوانین پر اس سے سابقہ خلافتوں کی نسبت صحیح تر ہے باقی سب ناقص و نامکمل ہیں خصوصاً جناب امیرؑ کی خلافت (معاذ اللہ) مولوی وحید الزمان انوار اللغۃ پ۱۱ صفحہ ۵۶ میں لکھتے ہیں معاویہ کی خلافت پر یہ شورہ کیا اس سے ہوا بلکہ زور اور زبردستی سے وہ حاکم بن گئے اس کے بعد لوگوں نے ڈر کر ان سے بیعت کر لی۔ ایسی خلافت ہرگز نہیں صحیح ہو سکتی ورنہ مروان اور یزید کی بھی خلافت تسلیم کرنی ہو گی۔ کیونکہ ان دونوں پر بھی لوگوں نے اتفاق کر لیا تھا۔ انتہیٰ ۱۲ مترجم۔

وقد ذکر فی شرح فقہ اکبر لعبادۃ الحسین۔ واما القدماء من المسلمین فکانوا علیٰ اصناف فمنہم من سکت عن بیان فضائل عترۃ النبی صلعم خوفاً فسلم و نجی عن شدائد الاعداء واخفیٰ محبتہم فی قلبہ کالشافعی ومنہم من صرح او اشار الیٰ فضائلہم وتحمل من المکارہ والمصائب کالامام النسائی ومن عزل کثیر و عزر و ضرب وقتل وحبس ونفی ودفن حیاو رمی رفض وتشیع و کفر ولم یرو عن بعضہم شیٔ وان روی فقیل انہ فیہ التشیع مع انہ ثقۃ ثبت ضبط وما ہذا الا تنقیص عترۃ النبی صلعم وتحقیرہم وقد اخرجوا الاحادیث من الخوارج حتیٰ فی الصحیحین فضلاً عن المسانید والسنن وغیرہا فحینئذ تحیرت العقلاء حتیٰ لم یمیزوا بین الصدق والکذب والحق والباطل وباعث علیٰ ہذا التقلید المحض الذی من شانہ العمی وہو زعمہم الراسخ بل قالوا انا وجدنا علیہ اباءنا لاجل التوارث من الاباء والاجداد کما فی منہج الوصول الی احادیث الرسول للسید الصدیق ولیکن تو مسکہ عارف بسنت نبوده این شیوه برگزیدند و قرون متطاولہ دراں گذشت

قول بعض علماء کا رجن کو خارجی کہنا چاہیے) یہ ہے کہ اب بنیؐ باقی ہیں (معاذ اللہ) اور سابقہ مسلمانوں سے کئی اقسام پر ہوئے ہیں بعض تو وہ ہیں جو عترت نبیؐ کے فضائل بیان کرنے سے سکوت کر کے شدائد اعداء سے سلامتی اور نجات پائی اور محبت اہل بیت کو اپنے دل میں مخفی رکھا جیسے امام شافعی نے بھی کچھ ایسا ہی کیا ہے اور بعض ان میں سے وہ ہیں جنہوں نے فضائل اہلبیتؑ کو کچھ صراحتہً یا اشارتہً بیان کیا اور تکالیف و مصائب کی برداشت کی جیسا کچھ امام نسائی نے کیا اور بعض کو عہدہ سے معزول کیا گیا یا تعزیر لگائی گئی یا پیٹا گیا یا قتل کیا گیا یا قید کیا گیا یا جلاوطنی کی سزا دی گئی یا زندہ دفن کیا گیا یا رافضی کا خطاب دیا گیا یا شیعہ نام رکھا گیا۔ اور کفر کا فتویٰ دیا گیا۔ اور بعض سے کوئی روایت نہ لی گئی۔ اگر لی گئی تو کہا گیا کہ یہ ثقہ ہے۔ معتبر ہے لیکن تشیع رکھتا تھا (لہٰذا روایت کمزور ہے) اس طرح کے اعتراض سے عترت نبیؐ کی تحقیر و تنقیص نہیں تو اور کیا ہے کیونکہ محدثین نے خوارج سے تو احادیث روایت کی ہیں حتیٰ کہ صحیحین بخاری و مسلم میں بھی علاوہ کتب مسانید و سنن وغیرہ کے ایسی روایات موجود ہیں (مگر محبت و متابعت اہل بیت کو سبب جرح راوی کا قرار دیا گیا) پس ایسی روایات کے خلط ملط ہو جانے سے ان کے عقلاء حیران رہ گئے ہیں تا اینکہ صدق و کذب کے درمیان اور حق و باطل کے اندر تمیز نہیں کر سکتے اور اس کا سبب محض تقلید ہے جس کی شان سے اندھا پن ہے یہ ان کا زعم راسخ ہے کہتے ہیں ہم نے اسی مذہب پر اپنے آباء و اجداد کو پایا اور اسی پر قائم رہیں گے۔ ان کا زعم موروثی ہے جو آباء و اجداد سے ان کے دلوں میں مرکوز ہو چکا ہے۔ جیسا کہ منہج الوصول مؤلفہ سید صدیق حسن خاں کے صفحہ ۱۵۳ میں ہے۔ ولیکن وہ قوم جو عارف سنت نبوی کی نہیں ہوئی اور اپنا طریقہ مروجہ منتخب کر لیا ہے اور عرصہ طویل[۳] پر گذر گیا

وعوام واسلاف خود را بران طریقہ مستمر یافتہ دانستند کہ دین ہمیں است وبس وبس ولنعم ماقیل ع ہر کفر کہ کہنہ شد مسلمانی شد وفی نیل الاوطار وفی البدر المنیر لذلک قیل لم نر الصالحین فی شئ اکذب منہم فی الحدیث وتھذیب المحدثین کالشیخین وابی داؤد وغیرھم من سبع مائۃ الف حدیث اوخمس مائۃ الف حدیث (حتی صح عن البخاری انہ لخص صحیحہ من ستۃ مائۃ الاف حدیث) ونحوھا ینادی باعلیٰ صوت علیٰ وضع الاحادیث ولیس عند احدھم علم محقق یتمیز بہ الصحیح عن غیرہ بل غایۃ امرھم ماعندھم لانا اذا وجدنا حدیثا صحیحا عند احدھم فھو ضعیف عند الآخر او موضوع عند بعض آخر کما سیاتی انشاء اللہ تعالیٰ قال ابوداؤد لیس فی اھل الاھواء اصح حدیثا من حدیث الخوارج وفی البخاری وغیرہ ما لا یحصیٰ من المبتدعین وکفاک انموذجا منہ ما رواہ البخاری الذی ھو اصح الکتب بعد کتاب اللہ من عمران ابن حطان الخارجی المادح لقاتل امیر المؤمنین وھو الذی دعی الی الخروج کذا قال السید الصدیق فی الحطہ فی بیان الاحادیث الصحاح الستہ وھدایۃ السائل ومنھج الوصول بقول القرافی وفی تقریب التھذیب العسقلانی عمران بن حطان بکسر الحاء وتشدید الطاء المہملتین السدوسی صدوق الا انہ کان علیٰ مذھب الخوارج من الثالثۃ مات سنۃ اربع وثمانین وقال ابو فن فی الحاشیۃ فی صحیح امام الائمۃ ذرد حدیث

اور اکثر عوام لوگ اپنے بزرگوں کو اسی طریق پر ہمیشہ سے عامل جانتے رہے تو انہوں نے سمجھا کہ دین حق بس یہی ہے (اس کے خلاف سب ناحق ہے) اور بہت اچھا کہا گیا ہے کہ جو کفر پرانا ہو گیا ہو وہ مسلمانی ہو جاتی ہے اور نیل الاوطار جلد ۱ صفحہ ۳۵۵ میں البدر المنیر سے منقول ہے۔ کہ اسی لئے کہا گیا ہے۔ ہم صالحین[1] لوگوں کو اتنا جھوٹا کسی بات میں نہیں دیکھتے جتنا کہ وہ حدیث میں جھوٹے ہوتے ہیں انتہیٰ۔ اور جہان بین محدثین کی شیخین وابی داؤد وغیرہ کی مانند سات لاکھ یا پانچ لاکھ احادیث سے جیسا کہ بخاری سے مروی ہے کہ اس نے اپنی صحیح کو چھ لاکھ احادیث سے ملخص کیا اور اسکی مثل بلند آواز سے احادیث کی بناوٹ پر پکار رہی ہے اور کوئی نشان اہل سنت کے نزدیک نہیں جس کے ساتھ صحیح کو غیر صحیح سے جدا کریں بلکہ غایت الامر اور بڑا مقصود ان کے خیال میں اپنا عندیہ قول کی تائید ہوتی ہے کیونکہ ہم جس وقت ایک حدیث کو ان میں سے کسی کے نزدیک صحیح دیکھیں تو دوسرے اُس کو ضعیف یا موضوع کہتے ہیں جیسا اصول حدیث میں انشاء اللہ بیان کیا جائیگا۔ ابوداؤد نے کہا ہے اہل بدعت میں خوارج کے برابر کوئی صحیح حدیث بیان نہیں کرتا اور بخاری وغیرہ میں بے شمار اہل بدعت سے روایات لی گئی ہیں اور نمونے کے طور پر تیرے لئے کافی ہے وہ جو بخاری اصح الکتب بعد کتاب اللہ الباری میں عمران بن حطان خارجی امیر المؤمنین کے قاتل کے مدح کرنے والے سے روایت لی گئی ہے اور وہ شخص داعی الی بدعۃ الخروج تھا جیسا کہ سید صدیق نے حطہ فی بیان احادیث صحاح ستہ اور ہدایۃ السائل صفحہ ۵۰۵ اور منہج الوصول صفحہ ۱۱۹/۱۲۱ میں قرافی کے قول سے لکھا ہے اور تقریب التہذیب عسقلانی کے صفحہ ۲۹۰ میں ہے عمران بن حطان بکسرہ حا و تشدید طا مہملتین سدوسی سچا شخص ہے صرف یہ ہے کہ مذہب خوارج پر تھا۔ تیسرے طبقہ سے ہے ۸۴ھ میں فوت ہوا اور ابوفن نے اس کے حاشیہ میں لکھا ہے کہ اس عمران سے ایک حدیث کتاب صحیح امام الائمہ یعنی صحیح بخاری میں بھی ہے (واہ رے بخاری تیری عجب ایمانداری ہے) (پھر بھی شان کتاب اصح الکتب بعد کتاب الباری ہے)۔

---

[1] تسہیل القاری شرح بخاری پارہ ۳ صفحہ ۳۰ میں ہے۔ اور منکر روایتیں اکثر نیک لوگوں میں پائی جاتی ہیں کیونکہ وہ راویوں کو جانچتے نہیں اور اسی لئے کہا گیا کہ صالحین کو اتنا جھوٹا کسی امر میں نہیں دیکھا گیا جتنا حدیث میں انتہیٰ۔ اسی طرح صحیح مسلم جلد ۱ صفحہ ۱۳ میں یحییٰ بن سعید القطان سے مروی ہے اور منہاج السنۃ ابن تیمیہ جلد ۴ صفحہ ۳۱ میں ہے ان الخوارج لا یکادون یکذبون بل ھم من اصدق الناس مع بدعتھم وضلالھم یعنے خوارج جھوٹ نہیں بولتے بلکہ وہ سب لوگوں سے زیادہ سچے ہیں باوجود کہ ان میں بدعت وگمراہی پائی جاتی ہے نیز دیکھو جلد ۲ اصول حدیث فلک النجاۃ۔ اور تحفہ اثنا عشریہ طبع نولکشور صفحہ ۱۶۵ میں ہے۔ آرے در بخاری روایت از مروان آمدہ است باوجودیکہ او نیز از جملہ نواصب بلکہ رئیس آں گروہ شقاوت پژوہ بود۔ شائد بخاری اسی واسطے زیادہ صحیح سمجھی جاتی ہے کہ زیادہ تر خوارج سے حدیثیں لیتا ہے مردان کے بغیر اور بھی بہت ہیں چنانچہ آئندہ مذکور ہوگا ۔ مترجم عفی عنہ اصابہ مع استیعاب طبع مصر جلد ۳ صفحہ ۱۲۹ میں ہے واعتذر ابوداؤد عن التخریج لہ بان الخوارج

وفی حیٰوۃ الحیوان وذکر ابن الجوزی فی الاذکیاء وغیرہ ان عمران بن حطان ھذا کان احد الخوارج وھو القائل یمدح عبد الرحمٰن بن ملجم لعنھم اللہ علےٰ قتل علی ابن ابیطالب ؏ یا ضربۃً من تقی ما اراد بھا + الا لیبلغ من ذی العرش رضوانا۔ فبلغت القاضی ابا الطیب الطبری ھذہ الابیات فقال مجیبًا لہ ؏ انی لابرء مما انت قائلہ + فی ابن ملجم الملعون بھتانا۔ انی لاذکرہ یومًا فالعنہ + دینًا والعن عمران بن حطانا + علیک ثم علیہ الدھر متصلاً + ملاعن اللہ اسرارًا واعلانا + فانتم من کلاب النار جاء لنا نص الشریعۃ برھانًا وتبیانا اشار ابو الطیب الی قولہ علیہ السلام الخوارج کلاب النار۔ انتھی۔ ومن البیّن ان اجتماع الضدین من المحالات فاذا کانت السلطنۃ والغلبۃ لمخالفی عترت الرسول فمن ذا الذی یروی عنھم او فیھم بل فعلوا بھم ما فعلوا قولاً وفعلاً کما مر من غیر مرۃ۔

آور حیٰوۃ الحیوان جلد اول صـ۳۲ـ میں ہے اور ابن جوزی نے اذکیا وغیرہ میں ذکر کیا کہ تحقیق عمران بن حطان ایک صاحب خوارج سے تھا۔ اور وہی عبد الرحمٰن بن ملجم لعنہما اللہ کی قتل علی بن ابی طالب پر مدح کرتا ہے۔ اس طرح کہ پرہیزگار کی کیا خوب ضرب چلی ہے جس کا کوئی ارادہ سوا اس کے نہ تھا کہ صاحب عرش یعنی اللہ تعالیٰ کی رضامندی حاصل کرے۔ جب یہ ابیات قاضی ابوالطیب طبری کو پہونچے تو اُس نے اس کے جواب میں کہا۔ تحقیق میں بیزار ہوں اُس سے جو تو ابن ملجم ملعون کی مدح میں بہتان کے طریقہ پر کہہ رہا ہے۔ تحقیق میں اُس کو جس دن یاد کروں تو عبادت سمجھ کر اس کو اور عمران بن حطان کو لعنت کرتا ہوں اور اُس پر اور تجھ پر ہمیشہ لگاتار اللہ کی لعنتیں ظاہراً و باطناً نازل ہوں کیونکہ تم دوزخ کے کتے ہو۔ اور ہمارے لئے نص شریعت کی اس بارہ میں بیّن دلیل ہے۔ اس سے اشارہ کیا ہے۔ ابوالطیب نے نبی صلعم کے قول کی طرف کہ خوارج دوزخ کے کتے ہیں۔ انتہیٰ۔ آور ظاہر ہے کہ اجتماع ضدین محالات سے ہے۔ پس جب سلطنت اور غلبہ مخالفین و دشمنان عترت رسول کے ہاتھ میں رہا پس عترت نبی سے یا اُن کے حق میں کون روایت کرتا۔ بلکہ ان بادشاہوں نے اہل بیت کے ساتھ قولاً و فعلاً ہر طرح سے کیا جو کچھ کیا۔ جیسا کہ چند مرتبہ ذکر ہوا ہے۔

فصل۔ بارہ خلفاء کے بیان میں۔

فصل فی بیان اثنا عشر خلیفۃً

اعلم انہ اسس اھل الجماعۃ وقد غلطوا فیہ بان شرطوا للخلفاء شروطًا اخترعوھا من عند انفسھم لحمایتھم لھم ولمن کانت مخالفۃً لاصول الدین القویم و الصراط المستقیم من عدم شرط العصمۃ والافضلیۃ وغیرھما۔ ومنشأ غلطھم رفع الاعتراض من خلفاء بنی امیۃ وغیرھم فانھم کانوا فاسقین شاربی الخمر ھاتکین لحرمات اللہ تعالیٰ ظالمین علیٰ خلق اللہ وعترۃ رسول اللہ وشیعتھم فخبطوا وتحیّروا فی تأویل حدیث لایزال الدین قائمًا حتیٰ تقوم الساعۃ اویکون علیھم اثنا عشر خلیفۃ رواہ مسلم واخرج الشیخان وغیرھما بمعناہ ولھذا الحدیث طرق والفاظ کما فی الصواعق المحرقۃ ۱۱ وتاریخ۔

جاننا چاہئیے کہ اہل جماعۃ نے خلفاء کے واسطے غلط بنیاد رکھی ہے اور اُن کی حمایت کے لئے اپنی طرف سے بناوٹی شرائط بنالی ہیں۔ اگرچہ وہ دین محکم کے اصول اور صراط مستقیم کے برخلاف ہیں۔ جیسا کہ عصمت و افضلیت کو شرط نہ رکھا اور منشاء اُن کی غلطی کا محض رفع اعتراض خلفاء بنی امیہ وغیرہ سے ہے کیونکہ اُن میں فاسقین۔ شراب خور۔ خدا کے محرمات کی حدود توڑنے والے خلق اللہ پر عموماً اور عترۃ النبیؐ پر خصوصاً ظلم کرنے والے اور شیعیان اہل بیت کو ستانے والے تھے پس وہ اس حدیث کی تاویل میں پریشان خیال اور حیران و سرگردان ہیں اور تاویل سے عاجز ہوگئے ہیں جس کو مسلم نے روایت کیا ہے کہ دین قیامت کے دن تک قائم رہے گا جب تک اُن پر بارہ خلیفے ہوں گے بلکہ بخاری و مسلم وغیرہ نے بھی اسی مضمون کی روایت کی ہے اور اس حدیث کے کئی اور طریقے و الفاظ بھی ہیں جیسا کہ صواعق محرقہ کے صفحہ ۱۱ اور تاریخ الخلفاء کے صـ۷ـ میں ہے

سلہ اسی طرح تذکرہ خواص الامۃ صـ۱۳۴ـ و نور الابصار صـ۹۶ـ میں اور اصابہ جلد ۳ صـ۱۷۹ـ میں بھی ہے قال القاضی حسین ھذا الذی قالہ القاضی ابو الطیب الطبری خطاء فان عمران صحابی لایجوز لعنۃ (پھر تاج الدین سبکی سے نقل کیا اس نے کہا) ھذا غلو من القاضی حسین وکیف لایلعن عمران وقد فعل مافعل الخ یعنی قاضی حسین نے ابوالطیب طبری پر اعتراض کیا کہ عمران صحابی پر اُس نے لعنت کیوں کی ہے پھر تاج الدین سبکی نے قاضی حسین کا رد کیا ہے کہ عمران پر کیسے لعنت نہ کی جائے حالانکہ اُس نے وہ کچھ کیا جو کیا ہے ۱۲ مترجم سلہ صواعق محرقہ صفحہ ۱۱ میں باسناد ابو القاسم بغوی بسند حسن عبد اللہ بن عبد اللہ بن عمر سے مروی ہے کہا سمعت رسول اللہ صلعم یقول یکون خلفی اثنا عشر خلیفۃ الخ نبیؐ نے فرمایا میرے بعد بارہ خلیفے سلہ عم

باقی حاشیہ بر صـ۲۶۷ـ

ص اصابہ میں زیادہ کیا سلہ یہ حاشیہ صـ۲۷۳ـ پر دیکھ

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۶۶) ہوں گے قال الائمۃ صدر ھذا الحدیث مجمع علی صحتہ وارد من طرق عدۃ اخرجہ الشیخان وغیرہما
یعنی ائمہ حدیث کہتے ہیں ابتدا اس حدیث کا تو اسکی صحت متفق علیہ ہے۔ اس کو بخاری و مسلم وغیرہ نے روایت کیا ابو داؤد مترجم وحیدی
صفحہ ۱۸۲ میں حدیث لایزال ھذا الدین قائما اور لایزال ھذا الدین عزیزا الخ ترجمہ۔ یہ دین عزت سے اور قائم رہے گا بارہ خلیفوں تک
حتی یکون علیکم اثنا عشر خلیفۃ (ف از مترجم) بظاہر یہ حدیث مشکل ہوگئی ہے علماء پر کیونکہ چار ہی خلیفے ایسے گذرے ہیں جن سے
دین قائم ہوا اور کل یا اکثر امت نے ان پر اتفاق کیا باقی عباسیہ اور بنی امیہ تو ظالم اور جابر تھے۔ انتہی۔ فتاوٰے عزیزی صفحہ ۶ میں بحوالہ فتح الباری
یہ حدیث بلفظ لایزال امر امتی صالحاً باسناد طبرانی مروی ہے وکنز العمال جلد ۶ صفحہ ۱۹۸۔ روایات بالا سے بارہ خلیفوں کو دین قائم
رکھنے کا سبب قرار دیا گیا ہے۔ دنیا پرست ان کو بھی دنیا کے بادشاہ مراد لیتے اور مصداق صحیح نہ سمجھنے کے سبب حیران ہیں کوئی کچھ کہتا
ہے کوئی کچھ اور تاریخ الخلفاء[1] صفحہ ۱ میں باسناد احمد و بزار بسند حسن ابن مسعود سے یہ حدیث اس طرح مروی ہے کہ اُس سے پوچھا گیا۔ کہ
اس امت کے مالک کتنے خلیفے ہوں گے اُس نے کہا یہی سوال ہم نے رسول اللہؐ سے کیا تھا آپ نے جواب میں فرمایا تھا کہ میرے خلیفے بارہ
ہوں گے۔ مثل تعداد نقباء بنی اسرائیل کے۔ فتح الباری طبع دہلی پارہ ۲۹ صفحہ ۶۲۹ میں الفاظ لایزال الاسلام عزیزا الی اثنا عشر خلیفۃ
اور صفحہ ۶۳۵ میں باسناد مسدد فی سندہ الکبیر لایھلک ھذہ الامۃ حتی یکون فیھا اثنا عشر خلیفۃ کلھم یعمل بالھدی ودین
الحق یعنے بارہ خلیفے ہدایت کے عامل اور دین حق پر چلنے والے ہوں گے۔ اسی طرح فتاوی عزیزی صفحہ ۹ میں ہے۔ اور صحیح مسلم صفحہ
۱۱۹ میں لایزال ھذا الدین عزیزاً منیعاً الی اثنا عشر خلیفۃ۔ فتاوی عزیزی مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی صفحہ ۶ میں ہے مختار بعضے از
ائمہ فن شریف مثل توربشتی و قاضی عیاض و متبعیھما کالشیخ المحقق عبد الحق الدھلوی وغیرھم من الاجلۃ قدس اللہ اسرارھم
ومیل امام نووی نیز بطرف آں معلوم مے شود کہ مراد ازاں خلفاء اثنا عشر مقسطین کہ مروج و مقیم دین متین و منفذ احکام شریعت غراء و
صاحب بسط تام در اطراف و اکناف بنوۃ باستحقاق والاتفاق لاعلی سبیل التغلب والشقاق باشند ھستند۔ ایضا نوشتہ
شیخ ابن حجر در فتح الباری از ابن جوزی نقل کردہ کہ گفتہ بندہ فی مسند الکبیر من طریق ابی عمران لاتھلک ھذہ الامۃ حتی
یکون فیھا اثنا عشر خلیفۃ کلھم یعمل بالھدی ودین الحق یعنی محققین اہل سنت کی ایک جماعت کا مذہب مختار یہی ہے کہ
بارہ خلفاء موعودہ حدیث سے مراد وہ بارہ ہیں جو عادل اور دین حق کے قائم رکھنے والے احکام شریعت کو رواج دینے والے صاحب
تسلط اور خلافت نبوۃ کے صحیح مستحق نہ فقط غلبہ سے سلطنت لینے والے ہیں اور ابن حجر نے فتح الھدی میں اس حدیث کو ان الفاظ سے روایت
کیا ہے کہ فرمایا یہ امت ہلاک نہیں ہوگی جب تک اس میں ایسے بارہ خلیفے ہوں گے جو سب کے سب دین حق اور ہدایت کے عامل ہوں گے
انتہی۔ (اور دیکھو سرور عزیزی ترجمہ فتاوٰے عزیزی جلد ۱ صفحہ ۶) حدیث میں مذکور ہے اس امت کے مالک بارہ خلیفے ہوں گے (اور ان

بارہ کے مصداق میں سنیوں کی حیرانی و سرگردانی) کبھی متصل زمانے کے بارہ خلیفے شمار کرتے ہیں۔ چنانچہ متن کتاب میں مذکور ہے۔
کبھی زمانہ قیامت تک مراد لیتے ہوئے سلسلہ منقطع کرکے کبھی کوئی خلیفہ کبھی کوئی مراد لیتے ہیں۔ کبھی پانچ خلیفے مانتے ہیں جیسا کہ ابو داؤد
مترجم صفحہ ۱۸۱ میں سفیان ثوری سے مروی ہے۔ اس میں عمر بن عبد العزیز کو پانچواں شمار کیا ہے البتہ اہل بیت سے ایسی ضد ہے کہ
ان کے افراد کو مراد نہیں لیتے چنانچہ سید صدیق حسن خان ترجمان القرآن آیت استخلاف سورہ نور صفحہ ۱۰۱ میں لکھتے ہیں (بیان
بارہ خلیفوں کی حدیث میں) اور یہ خلیفے وہ شیعہ کے بارہ امام نہیں ہیں الخ۔ اور مطلق خلیفے باعتبار ادعا اور بیعت لوگوں کے
حسب ذیل ہیں جو بارہ سے زیادہ ہیں۔ ایک سلسلہ چار خلیفوں کا۔ دوسرا سلسلہ خلفاء بنی امیہ کا۔ معویہ۔ یزید بن معویہ
معاویہ بن یزید۔ مروان بن حکم۔ عبد الملک بن مروان۔ ولید بن عبد الملک۔ سلیمان بن عبد الملک۔ عمر بن عبد العزیز بن مروان
یزید بن عبد الملک۔ مروان بن محمد بن مروان۔ یہ چودہ ہوئے اور شام کے خلفاء کے ساتھ اندلس کے خلفاء بنی امیہ جوڑ لئے
جائیں تو کل تعداد بنی امیہ کی اٹھائیس ہو جاتی ہے۔ تیسرا سلسلہ خلفاء بنی عباس کا سمجھا جاتا ہے ان کی تعداد سینتیس ۳۷ ہے۔ سفاح
منصور۔ مہدی۔ ہادی۔ ہارون۔ امین۔ مامون۔ معتصم۔ واثق۔ متوکل۔ منتصر۔ مستعین۔ معتز۔ مہتدی۔ معتمد۔
معتضد۔ مکتفی۔ مقتدر۔ قاہر۔ راضی۔ متقی۔ مستکفی۔ مطیع۔ طائع۔ قادر۔ قائم۔ مقتدی۔ مستظہر (باقی بر صفحہ ۲۶۸)

[1] اسی طرح صواعق محرقہ مطبوعہ مصر کے ۱۹ و در منثور جلد ۱ صفحہ ۲۹۶ میں لکم یملک ہذہ الامۃ من خلیفۃ باسناد احمد و حاکم مروی ہے بسند حسن اور کنز العمال جلد ۳
صفحہ ۲۰۵ باسناد ابن عدی و ابن عساکر اور اسی کی جلد ۶ صفحہ ۲۰۱ میں باسناد احمد و طبرانی و حاکم مرفوعا مروی ہے یملک ہذہ الامۃ اثنا عشر خلیفۃ کعدۃ
نقباء بنی اسرائیل اور ایک روایت میں کعدۃ نقباء موسیٰ اور بخاری مطبوعہ مصر جلد ۴ صفحہ ۱۶۵ کتاب الاحکام میں حدیث یکون اثنا عشر امیرا کلھم من

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۶۷) مسترشد- راشد- مقتفی- مستنجد- مستضئی- ناصر- ظاہر- مستنصر- مستعصم- اور علامہ تفتازانی- شرح عقائد طبع نولکشور صفحہ ۱۰۱ میں حدیث تیس سال خلافت ہوگی کی تشریح میں لکھتے ہیں- فمعاویۃ ومن بعدہ لایکونون خلفاء بل ملوکا و امراء و هذا مشکل لان اهل الحل و العقد من الامۃ قد کانوا متفقین علی خلافۃ الخلفاء العباسیۃ وبعض المروانیۃ کعمر بن عبد العزیز مثلاً ولعل المراد ان الخلافۃ الکاملۃ التی لایشوبها شئ من المخالفۃ ومیل عن المتابعۃ اسپر حاشیہ نمبرہ لکھا ہے یتجہ علیہ انہ یشکل بخلافۃ عثمان وعلیؑ لانہ خالف معهما اهل البغی حتی استشهد عثمان و لم ینقطع مخالفۃ معاویۃ مع علیؑ الخ ۱۲ عصام-

یعنی تیس ۳۰ سال خلافت ہونی تھی تو معاویہ اور اس کے بعد کے خلیفے بادشاہ ہوں گے خلیفے نہ ہوں گے لیکن یہ امر مشکل ہے کیونکہ مستبرین وارکین امت یعنی اہل سنت خلفاء عباسیہ اور بعض مروانیہ مثل عمر بن عبد العزیز وغیرہ کی خلافت پر متفق ہیں- مگر شاید مراد تیس سال خلافت سے خلافت کاملہ ہو جس میں کوئی شائبہ مخالفت اور عدم متابعت خلیفہ کا نہ ہو- یعنی ایسی خلافت تامہ تیس سال ہوگی- اس پر عصام حاشیہ میں لکھتا ہے کہ کاملہ کے لفظ سے معلوم ہوا خلافت غیر کاملہ پھر بھی رہے گی اس طرح یہ قول کہ فقط بادشاہت باقی رہے گی اور خلافت نہ ہوگی صحیح نہیں ہے- پس کاملہ غیر کاملہ کا فرق ہوا اور حاشیہ نمبرہ میں عصام لکھتا ہے اس توجیہ خلافت کاملہ مراد لینے پر یہ اعتراض وارد ہے کہ پھر اس وقت امر مشکل ہو جاتا ہے جب خلافت حضرت عثمان و حضرت علیؑ پر نظر کی جائے کیونکہ کسی کی مخالفت و عدم متابعت کا شائبہ نہ ہونا ان ہر دو خلیفوں کے وقت موجود نہیں اس طرح یہ دو خلافتیں بھی صحیح نہ رہیں اور یہ ہوا کہ تیس سال تک بھی خلافت نہ رہی حضرت عثمان کے بکثرت لوگ مخالف اور باغی ہوئے آخر ان کو شہید کیا اور حضرت علیؑ سے کل اہل شام اور دیگر بہت کچھ دشامل بیعت ہوئے نہ خلیفہ تسلیم کیا بلکہ جنگ کرتے رہے۔ تسلیم کرنے والے باغی ہوئے زمانہ فتنہ و فساد سے پر رہا تو ہر دو خلیفہ مذکورین بھی اس طرح خلیفہ نہ ہوئے بادشاہ ہوئے انتہا- نیز دیکھو الامامۃ والسیاسۃ جلد ۱ طبع ثانی مصر صفحہ ۲۹ ہے اس میں مہاجرین و انصار کا اہل مصر کی طرف خط درج ہے جس میں خلافت عثمان کی نسبت لکھا ہے کانت الخلافۃ بعد نبینا خلافۃ نبوۃ ورحمۃ وهی الیوم ملکا عضوضا- حضرت عثمان کی خلافت کو نہ سمجھا گیا- نیز شرح فقہ اکبر میں معاویہ کو بادشاہ قرار دینے کے بعد پھر خلیفہ حق مانا ہے- اسی طرح تاریخ بنی ہاشم مولفہ سید غضنفر علی صاحب میں تاریخ ابن خلدون سے نقل کیا ہے کہ پہلے تیس سال کے بعد ملوک ہوگئے لکھ کر پھر معاویہ کی مدح میں اسکو خلیفہ حق تصور کیا ہے اور خلفاء راشدین سے شمار کیا ہے شرح فقہ اکبر میں معاویہ کی نسبت لکھا ہے صار اماما حقا تو تیس سال کے بعد فقط بادشاہت نہ ہوئی بلکہ خلافت حقہ ہوئی اور اگر کہا جائے کہ خلافت بس تیس سال ہے بعدہ بادشاہت ہے تو حدیث اثناعشر خلیفۃ کے مصداق میں خلفاء اربعہ کو کس طرح شمار کرتے ہیں اثناعشر خلیفۃ لفظ ایک ہی ہے جس سے ایک طرح کے بارہ خلفاء مراد ہیں جو دین کو قائم رکھنے والے ہیں تو چار خلفاء اس صفت کے مراد لینے اور باقی ان میں سے دین کو ضائع کرنیوالے مراد لینے جو مطلق بادشاہ ہوئے مطلب حدیث کے خلاف اور دو متضاد امر ہیں اور ایک ہی مقام و سیاق میں ایک لفظ کے دو متضاد اور مختلف معنی مراد لینے برخلاف سیاق عبارت کے بغیر قرینہ بدیہہ عقل و نقل کے خلاف اور حماقت ہے اسطرح چاہیئے تھا کہ خلافت مزعومہ راشدہ کے بعد دوسرے بارہ خلفاء بمعنی بادشاہ شمار کئے جاتے اگرچہ خلاف مقصود حدیث ہے اور اگر بمع خلفاء اربعہ سب بارہ ہی بادشاہ مراد لئے جائیں تو اس کا خلاف مقصود حدیث اور خلاف واقع ہونا اظہر من الشمس ہے بلکہ تکذیب مخبر صادق کی لازم آتی ہے کیونکہ بادشاہ ہزاروں ہوئے اور ہزاروں ہوں گے تاقیامت بارہ بادشاہوں کا ہونا کیسے صحیح ہو اور حدیث کے الفاظ دین اسلام ان کے وقت اور ان کے ذریعہ قائم ہوگا کس طرح نظرانداز کئے جائیں گے اور جس کے سبب اہل تسنن کو یہ مصائب و مشکلات پیش آ رہی ہیں وہ ایک روایت کے الفاظ میں کلهم تجتمع الامۃ علیہ کا الحاق ہے اور اس کے الحاق و ایجاد کی ضرورت ان کو اس لئے ہوئی کہ ان کے مجوزہ مزعومہ خلفاء کو جو ملکی تسلط حاصل تھا اور اکثر لوگ ان کے محکوم تھے وہ تسلط خلفاء و ائمہ ہدیٰ صادقین کو حاصل نہ ہوا تھا اور زیادہ تر سنیوں کو مدنظر یہی سلطنت کا حاصل ہونا تھا اور ائمہ دین اہل بیتؑ کے افراد کو مصداق حدیث بنانے میں کلی طور پر سنیوں کو مذہب مزعوم خود ترک کرنا پڑتا تھا کیونکہ یہ سارا سلسلہ غیروں کے پیشوا بنانے سے ہوا تھا- لہٰذا یہ الفاظ ایک روایت میں الحاق کر کے ائمہ اہل بیت کو مصداق حدیث سے خارج کرنے میں کامیابی حاصل کرنے کی کوشش ہوئی- یہ الفاظ سنیوں کی ایک روایت شاذہ میں ہیں- شیعہ کی روایات میں کہیں نہیں ملتا (باقی حاشیہ بر صفحہ ۲۶۹)

بطلان حدیث کے [illegible] کی تشریح

حضرت عثمان کی خلافت

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۶۸) ان الفاظ کے الحاق کا ثمرہ یہ ہے کہ یزید بن معاویہ اور ولید مروان کے پڑوتے جیسوں کے ساتھ حضرات ثلاثہ کو (اسلام میں ان کی عظمت شان مفروضہ مزعومہ تسلیم کرتے ہوئے) انہی کی صف میں اُن کے برابر شمار کرنا پڑا اور روایات بارہ خلفاء کے متفقہ مسلمہ فریقین الفاظ بلکہ مدار المہام کلمات ہیں کہ دین اسلام ان خلفاء سے غالب و مستحکم رہے گا۔ یا یہ کہ کُل یہ خلفاء ہدایت اور حق پر عمل کرنیوالے اور شریعت نبویہ کے رواج دینے والے ہوں گے چنانچہ فتاوی عزیزی سے شاہ صاحب کا اقرار منقول ہو چکا ہے ان کو چشم پوشی بلکہ صریح مخالفت کرنی پڑی اور جناب امیرؑ کو ان بارہ میں شمار کرنے کی غرض صرف دکھاوا ہے کہ ایک امام حق کے شامل کرنے سے بظاہر ائمہ حق سے سنیوں کا عناد ثابت نہ ہو۔ اور غیر مستحقین بھی ان کے ساتھ ساتھ حق کے امام شمار ہو جائیں گے ورنہ ان کے پیدا کردہ الفاظ کل امت ان پر مجتمع ہوگی۔ حضرت امیرؑ کی خلافت پر ابتدا و انتہا میں ہرگز راست نہیں آتے جیسا کہ اُوپر حاشیہ شرح عقائد سے لکھا گیا ہے اور آیت استخلاف کی تشریح میں ازالۃ الخفاء سے منقول ہے۔ اسی دلیل سے ابن عمر جیسے صحابی نے حضرت علیؑ سے بیعت نہ کی اور یزید سے کر لی اور اسکو بے مثل صالح جانتا تھا۔ دیکھو احوال یزید بن معاویہ و استخلاف معاویہ برائے یزید۔ ہم بفرض تسلیم انکی الفاظ کے بھی ان کی یہ بڑی مشکل بعون اللہ حل کر دیتے ہیں وہ اس طرح کہ اجماع امت سے مراد ساری امت کا بیعت کر کے منقاد ہونا نہیں جیسا کہ اکثر انبیاءؑ کو ساری امت دعوت نے تسلیم نہیں کیا اور نہ ان کے منقاد ہوئے۔ مگر انبیاءؑ کی نبوت سلب نہیں ہوئی اور نہ ان کے اوپر خلیفۃ اللہ اطلاق کرنے میں کوئی مسلمان تردد کرتا ہے۔ بس وبال ہے تو ان کے نہ ماننے والوں پر ہے۔ پس حدیث میں یہ الفاظ اگر تسلیم کئے جائیں تو مراد یہ ہے کہ ان خلفاء کے متصف بصفات امامت و خلافت الٰہیہ ہونے پر امت کے اکثر یا کُل افراد اہل حل وعقد متفق ہوں گے نہ یہ کہ سب ان کی سلطنت و حکومت تسلیم کریں گے۔ اس طرح معنی مراد لینے کے بعد کوئی شک نہیں کہ احادیث کی تطبیق ہو جاتی ہے اور بلا ریب ائمہ اہل بیتؑ سب سے عالم و اتقی و اورع مظہر انوار الٰہیہ ماہر اسرار ربانیہ واقف علوم ظاہریہ و باطنیہ مستحق امامت دین و دنیا قابل نیابت نبوت و خلافت گزرے ہیں۔ اس پر سب مسلمان متفق ہیں۔ محض ظاہری سلطنت نہ ملنے اور لوگوں کے مطیع نہ ہونے کے سبب سے یہ استحقاقات ان سے سلب کئے جا رہے ہیں مگر اس طرح تطبیق روایات کرنے سے الفاظ کثیرہ متفقہ مرویہ سے چشم پوشی اور فروگذاشت نہیں کرنی پڑتی اور نہ دیگر مشکلات پیش آتی ہیں۔ وما علینا الا البلاغ۔

ایک غلط تاویل کا جواب - ایک ہمارے ہمعصر نے حدیث بارہ خلفاء کی یہ تاویل کی ہے۔ حدیث کا مطلب یہ ہے کہ بارہ خلفاء کے زمانہ میں دین اسلام غالب و قائم رہے گا نہ یہ کہ خلفاء کے ذریعے دین کو قوت پہنچے گی لہٰذا یزید پر لعنت کی گئی ہے اگرچہ دوازدہ خلفاء میں بھی شمار کیا گیا ہے۔ یہ تاویل بوجوہ ذیل باطل و مردود ہے (۱) بروایت جناب علیؑ رسول خدا صلعم فرماتے ہیں اُمرا قریش سے ہوں گے۔ ابرار کے سردار (نیک پرہیزگار) ابرار ہوں گے اور فجار اشرار (بد) کے سردار فجار ہونگے (تاریخ الخلفاء صـ) و (کنز العمال جلد ۶ صـ۲ باسانید کثیرہ) ایک ہی زمانہ میں دونوں قسم کے اُمراء کی حضرت صلعم نے خبر دی ہے کیونکہ کوئی زمانہ ابرار اور فجار سے خالی نہیں گذرا اور ہر زمانہ میں حقیقی خلافت الٰہیہ و امارت دین کی ابرار کے پاس رہی اور ظاہری امارت یا سلطنت دنیا عموماً فجار کے ہاتھ رہی ہے۔ جناب امیر المومنین علیؑ کے زمانہ خلافت میں اور امام حسنؑ کے وقت بھی فجار کی امارت معاویہ کے ہاتھ میں رہی اور امام حسینؑ کے وقت یزید کے پاس اور علیٰ ہذا القیاس دیگر ائمہ کے وقت۔ اور حضرت نبی صلعم نے فرمایا لوگ قریش کے تابع ہوں گے مسلمان مسلمانوں کے تابع اور کفار کفار کے تابع ہوں گے (یعنی خیر و شر میں) (دیکھو صحیح مسلم جلد ۲ صـ۱۱۹)۔ ثابت ہوا کہ ابرار کے امام پیشوا ابرار ہی ہوں گے اور فجار کے پیشوا فجار شرار سارے لوگ ایک ہی قسم کے نہ ہونگے۔ اور دیکھو کنز العمال جلد ۶ صـ۲ اور کنز العمال جلد ۷ صـ۱۳۹ میں یہ حدیث ان الفاظ سے ہے الائمۃ من قریش خیارہم علی خیارہم وشرارہم علی شرارہم۔ دوسری روایت میں ابرارھا ائمۃ ابرارھا و فجارھا ائمۃ فجارھا۔ تیسری روائت میں نیک لوگ صالحین کے تابع ہوں گے اور شریر لوگ شریر الناس کے تابع ہوں گے۔ یعنی نیکوکاروں کے امام نیکوکار اور بدکاروں کے امام بدکار ہوں گے۔ آپ خود انصاف فرمالیں کہ یزید وغیرہ دینداروں کے امام ہوئے یا بے دینوں کے۔ اور کیا اس حدیث میں بے دینوں کے پیشواؤں ۱۲ بارہ کی پیشنگوئی ہے تو پہلے چار کیسے ہوئے۔ (۲) صحیح مسلم جلد ۲ صـ۱۱۹ میں ہے۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا ھذا الامر لا ینقضی حتی یکون علیکم اثنا عشر خلیفۃ۔ دوسری روائت میں الی اثنا عشر خلیفۃ۔ یا حتی تقوم الساعۃ ایسے الفاظ میں تین اسانید سے یہ حدیث مسلم میں ہے یعنی یہاں تک امر ختم نہ ہوگا (باقی حاشیہ بر صـ۲۷۰)

(بقیہ حاشیہ صہ ۲۶۹) جب تک کہ تمہارے اوپر بارہ۱۲ خلفاء کی امارت ہوگی اور حتیٰ کہ قیامت قائم ہوگی۔ اس سے معلوم ہوا کہ قیامت قائم ہونے تک بارہ خلفاء کا زمانہ ہوگا اور اس وقت تک یہ امر ختم نہ ہوگا جب تک بارہ۱۲ ختم نہ ہولیں۔ اور جب بارہ۱۲ ختم ہوئے تو یہ سلسلہ ختم ہو جائیگا۔ اور قیامت قائم ہونے والی ہو جائے گی۔ لفظ لاینقضی اور دخول حرف الیٰ اور حتیٰ کلمہ تقوم الساعۃ اور اثناعشر خلیفۃً پر بغور ملاحظہ فرمائیے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے۔ دین اسلام کا غالب و قائم و محکم رہنا تب تک ہے جب تک اُن کے والی بارہ خلفاء رہیں گے۔ اس کے بعد یہ سلسلہ ختم ہے۔ الفاظ حدیث اور سیاق پہ غور کرنے سے صاف ثابت ہے۔ کہ دین کا قائم و محکم رہنا ان خلفاء کے وجود پر موقوف ہے۔ پھر اشرار الناس کو ان کی جگہ خلفاء دین تصور کرنا غلط نہیں تو کیا ہے۔ تاریخ الخلفاء صہ۸ میں حدیث مذکور کے الفاظ باسناد ابوداؤد اس قدر آخر میں زائد ہیں۔ ثم یکون الھرج۔ سیوطی اور ابن حجر نے مطلب اس کا یہ لکھا ہے کہ بارہ خلفاء کے آخر قیامت کی بڑی نشانیاں از قسم خروج دجال وغیرہ پیدا ہوں گی اور حاشیہ فلک میں کنز العمال صہ۲۰۶ جلد ۶ سے حدیث تحریر ہوگی۔ جب بارہ خلیفے نہ رہیں گے۔ زمین مع اہل زمین کو زلزلہ قیامت لاحق ہو جائیگا۔ اسکی تائید دوسری روایات کنز العمال سے بھی ہوتی ہے جیسا کہ اُس کی جلد ۶ صہ۲۰ میں باسناد طبرانی اس حدیث کے آخر ہے ثم یکون المرج مطلب وہی جو سیوطی نے لکھا ہے۔ اور تاریخ الخلفاء صہ۸ و فتح الباری و فتاویٰ عزیزی میں حدیث مرفوع کے یہ الفاظ ہیں لاتھلک ھذہ الامۃ حتی یکون فیہا اثناعشر خلیفۃً اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ بارہ خلفاء کے بعد امت ہلاک ہو جائے گی اور قیامت آجائے گی۔ آپ انصاف فرمائیے کہ سنیوں کے بارہ۱۲ خلفاء ختم ہو چکے ہیں مگر نہ اب تک قیامت آئی ہے اور نہ خروج دجال ہوا اور نہ امت محمدی ہلاک ہوئی اور نہ ان خلفاء مزعومین کے بعد دین اسلام منقضی اور ختم ہوا۔ سنیوں کا بارہواں خلیفہ ولید ۱۲۶ھ میں فوت ہو چکا۔ اس کے بعد تا قیامت کیا دین محمدی پر کوئی مومن مسلمان باقی نہیں رہا۔ حدیث صحیح مسلم کے الفاظ بغور ملاحظہ فرمائیے کہ بارہ۱۲ خلفاء تک دین قائم رہے گا اور حدیث کے الفاظ میں لفظ امر جہاں وارد ہے بلحاظ بعض احادیث بعض کی مفسر ہونے کے اس کا معنی ہے یہ دین اسلام تا قیامت قائم رہے گا کیونکہ دوسری روایات کثیرہ میں اس مقام پر دین اور اسلام کا ہی لفظ وارد ہے۔ اب دین کے قائم رہنے یا قوت اسلام کا کیا مطلب ہے اگر کہا جائے کہ اُس زمانہ بارہ۱۲ خلفاء میں سب کے سب لوگ پرہیزگار و دیندار ہوں گے۔ اگرچہ خلفاء خود بدکار ہوں یا نیکوکار تو یہ کسی زمانہ میں نہیں ہوا۔ تاریخ موجود ہے۔ حدیث خیر القرون کا بیان بھی اسی ہماری کتاب میں دیکھ لیں اور اگر کہا جائے کہ بعض لوگ اُس زمانہ کے صالح اور دیندار ہونگے۔ اگرچہ زیادہ لوگ اور خلفاء بدکار بھی ہوں۔ تو یہ بعض صالح ہر زمانہ میں تا قیامت موجود ہیں سنیوں کے بارہ۱۲ کے زمانہ کی کوئی خصوصیت نہ رہی کیونکہ وہ تو ختم ہو چکے اور صالح موجود اور اگر غلبۂ اسلام بہ لحاظ دلیل و حجت مراد ہے۔ تو یہ بھی ہر زمانہ میں حاصل ہے۔ پھر بارہ۱۲ کی خصوصیت کا کوئی فائدہ نہ رہا۔ (۳) زمانہ خلفاء مزعومین کے اندر اگر دین اسلام اس معنیٰ سے قوی رہا کہ اکثر لوگ بالفرض صالح و دین دار ہوئے تو اُس زمانہ کے حالات تاریخ میں پڑھیئے روشن ہو جائیگا کہ کیسے ہوئے پہلے زمانہ حضرات ثلاثہ کو ہی دیکھیئے کہ اُس میں دین کے اندر کیا کیا تغیرات پیدا ہوئے اُس کی فہرست بطور نمونہ تسہیل القاری شرح بخاری پ۳ میں موجود ہے اور اُس کے بعد زمانہ معاویہ اور یزید اور ولید وغیرہ کے حالات پڑھیئے۔ تو بجز قلیل افراد کے سب دنیا پرست اور دین فروش نظر آئیں گے۔ پس خیال فرمایئے۔ کہ اُس زمانہ میں دین برباد ہوا یا کہ قوی و قائم و مستحکم۔ یزید کے زمانہ کو بالخصوص دیکھیئے۔ اور اگر خلفاء کو دین قائم کرنے میں کوئی دخل نہ تھا۔ تو خلفاء کے ساتھ دین کا ذکر ہی فضول ہے۔ ہر سلطنت میں اور ہر زمانہ میں کچھ لوگ نیک اور کچھ بد ہوتے ہیں۔ بارہ۱۲ سلاطین کے زمانہ پر کوئی مدار نہیں۔ خود بخود نیک اور بد ہوتے رہے اور ہوتے رہیں گے۔ سلاطین مسلمان ہوں یا غیر مسلمان۔ (۴) خلافت سے مراد خلافت الٰہیہ ہے تو مثل انبیاءؑ اگرچہ بادشاہت دوسروں کے پاس رہی۔ مگر وہ خلافت و امامت تا قیامت ائمہ اہل بیتؑ کے پاس رہی اور دین بھی انہی کے ذریعہ تا قیامت قائم ہے اور اگر خلیفہ بمعنیٰ جانشین مطلق مراد ہے تو ہر عہدہ دار ہر بادشاہ اپنے سابق کا جانشین اور خلیفہ ہے۔ اگر بارہ۱۲ میں ان کا انحصار کر دیا جائے تو مخبر صادق کی تکذیب لازم آئے گی۔ کیونکہ ہزاروں ہوئے اور ہوں گے۔ اور بقول اہل تسنن دین سے خلفاء بے نیاز تھے مگر دین خود بخود قائم۔ پھر معلوم نہیں کہ وہ خلفاء اربعہ کو کیوں راشدین کہتے ہیں اور اُن کی خلافت کو نبوت کی جانشینی سے تعبیر کرتے ہیں (باقی حاشیہ بر صہ ۲۷۱)

(بقیہ حاشیہ صـ۲۷ـ) حالانکہ حدیث کے الفاظ میں اثنا عشر خلیفۃ ایک ہی کلمہ ہے۔ پھر ان میں سے بعض کی خلافت ایک معنی سے اور دوسرے بعض کی برخلاف اس کے اور معنیٰ سے کیونکر ہوگی۔ خلفاء ثلاثہ میں بھی مستخلف (نبی) کے اوصاف موجود نہ تھے اور باقی آٹھ خلیفے خدا جانے کس کے جانشین ہیں۔ صفات نبوت سے متصف ہونا اُن کا تو درکنار۔ خلفاء ثلاثہ کے اوصاف سے بھی عاری ہیں۔ اس طرح وہ ناخلف ہوئے اور ناخلف خلیفہ ہو سکتا ہے تو نبی صلعم کے بعد سب بادشاہ رسول صلعم کے خلیفے ہیں (لوگوں کا اجماع اور بادشاہت تسلیم کر لینا ہی دلیل ہے تو یہ ہر سلطنت میں موجود ہے۔ اس طرح بارہ۱۲ خلیفے نہ ہوئے بلکہ بے شمار۔ (۵) تاریخ الخلفاء صـ۷ـ میں بإسناد عبد اللہ بن احمد اور کنز العمال جلد ۶ صـ۲۰۱ـ میں مرفوعاً مروی ہے بارہ۱۲ خلفاء تک دین غالب رہے گا اور جو دین داروں سے دشمنی کریگا ان دشمنوں پر دین داروں کی نصرت ہوتی رہے گی اب دیکھئے کہ ہمارے تیسرے امام حسینؑ اور سنیوں کے چھٹے امام یزید بن معاویہ کی آپس میں جنگ ہوگئی جو یزید کو صحیح خلیفہ بارہ۱۲ میں سے تسلیم کرتے تھے انہوں نے حسینیوں سے دشمنی کی انصاف کیجئے کہ حسینی دین داروں کو نصرت دینی ہوئی یا یزید کو پڑھیئے مصرع حقا کہ بنائے لا اللہ است حسینؑ دین کے دشمن اور دین کے راہ نما اول سے آخر تک رہے اور رہیں گے ولید سنیوں کے بارھویں خلیفے پر یہ بات ختم نہیں ہوئی۔ اور جناب رسولؐ خدا کی فصاحت کے خلاف ہے کہ حضرتؐ کا منشاء اس حدیث سے یہ ہو کہ دین خود بخود قائم رہے گا اور خلیفے اگرچہ فاسق ہوں گے تاقیامت صرف بارہ ہونگے اور سیاق حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ دین کے معین و مددگار بارہ۱۲ ہوں گے اور ان کی وفات کے بعد دین کو زوال ہوگا اور فساق صرف بارہ۱۲ نہ ہوئے بلکہ زیادہ پس یہ خلاف مدلول حدیث کے ہے اور صرف بارہ۱۲ ہونے کا ثبوت لبند حسن صواعق و تاریخ الخلفاء سے لکھا گیا ہے کہ نبیؐ نے فرمایا میرے بعد بارہ۱۲ ہی خلیفے ہوں گے۔ لہٰذا نبوی خلافت کے وارث صرف بارہ۱۲ ہوں گے جن کی بشارت ہے گو دوسرے بے شمار ہوں۔ (۶) تاریخ الخلفاء صـ۸ـ میں حافظ سیوطی اور حافظ ابن حجر فتح الباری شرح بخاری میں اور شاہ عبد العزیز اپنے فتاویٰ میں اس قول کی تائید میں کہ حدیث سے مراد بارہ۱۲ خلفاء ہادی مہدی ہیں نہ فاسق فاجر یہ حدیث لکھی ہے کہ نبیؐ فرماتے ہیں یہ امت اتنے تک ہلاک نہ ہوگی جب تک ان میں بارہ۱۲ خلیفے ہوں گے کلھم یعمل بالھدیٰ ودین الحق یعنی یہ سب بارہ۱۲ ہدایت اور دین حق پر عمل کرنے والے ہوں گے۔ اور مولوی وحید الزمان محدث نے بھی اسی قول کو ترجیح دی ہے۔ اور ابن حجر مکی نے صواعق صـ۱۲ـ میں اس قول کی تائید میں یہی روایت لکھی ہے اور ملاحظہ ہو مظاہر حق اردو شرح مشکوٰۃ مطبوعہ نول کشور جلد ۴ صـ۵۶۶/۵۶۷ـ ترجمہ اس طرح لکھا ہے۔ اور ایک روایت میں ہے ہمیشہ رہے گا دین قائم یہاں تک کہ قائم ہو قیامت اور ہوں لوگوں پر بارہ۱۲ خلیفہ۔ سب قریش میں سے نقل کی یہ بخاری و مسلم نے (اس کے بعد لکھا) اشکال کیا ہے علماء نے اس حدیث میں کہ ظاہر اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ بارہ۱۲ خلیفہ بعد آنحضرتؐ کے ہوں گے ایک دوسرے کے بعد (پیچھے) متصل کہ مستقیم ہو ان پر امر دین کا اور عزیز ہو ان کے وجود سے اسلام الخ (اس کے بعد صاحب مظاہر تاویل بارہ۱۲ کی یزید ولید وغیرہ علماء سے نقل کر کے لکھتے ہیں یہ تاویل ظاہر حدیث کے مناسب نہیں کیونکہ) اور حدیث صریح ہے بیچ مدح ان کی کے ساتھ صلاح دین کے اور ظہور حق کے اور قوت اسلام کے بیچ زمانہ ان کے کے بسبب عدالت ان کی کے واللہ اعلم انتہیٰ۔ اسی طرح حاشیہ مشکوٰۃ مترجم مطبوعہ عالمگیر پریس لاہور باب مناقب قریش جلد ۴ صـ۹ـ میں بھی ہے (۷) (حدیث میرے خلفاء بھی مثل نقباء بنی اسرائیل کے بارہ۱۲ ہی ہوں گے) سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ ہادی مہدی ہوں گے جیسا کہ مشابہت تامہ امت محمدیہ کی امت موسویہ سے دوسرے مقام پر بیان ہو چکی ہے کیا نقباء بنی اسرائیل بھی یزید و ولید جیسے ہوئے ہیں اگر مطلق بادشاہت مراد ہوتی اور دین کی اعانت مقصود نہ ہوتی۔ تو اس طرح نہ فرماتے کہ اس امت کے مالک بارہ۱۲ خلیفے ہوں گے کیونکہ اس امت کے مالک بلحاظ سلطنت دنیا بے شمار ہوئے اور ہوں گے بارہ کی خصوصیت نہ ہوتی لہٰذا دین کی رہنمائی کے مالک و محافظ مراد لینا ہی حق ہے۔ (۸) اب یہ سمجھنا ہے کہ دین کے قائم اور غالب اور محکم رہنے کا اسی زمانہ بارہ۱۲ خلفاء میں صحیح مطلب کیا ہے جس کے بعد فتنے قیامت کے خروج دجال وغیرہ ظاہر ہوں گے جو سنیوں کے بارہ۱۲ مزعومین کے بعد وقوع میں نہیں آئے۔ احادیث بعض بعض کی مبین اور مفسر ہوتی ہیں لہٰذا بہ لحاظ تطبیق و تشریح احادیث حدیث ثقلین و حدیث مثل سفینۂ نوح (باقی حاشیہ بر صـ۲۷۲ـ)

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۷۱) وحدیث فی کل خلف من امتی عدول من اھل بیتی وحدیث اھل بیتی امان لامتی من الاختلاف والھلاك اور تفسیر آیت رسول امت پر شہید ہے اور آیت کونوا مع الصادقین کی تفسیر از کبیر رازی اور تفسیر آیت ما کان اللہ لیعذبھم وانت فیھم از صواعق محرقہ ان احادیث وتفاسیر کو بارہ خلفاء کی احادیث کے ساتھ ملا کر غور وانصاف سے ملاحظہ فرمائیے انشاء اللہ اطمینان ہو جائیگا کہ اس حدیث سے مراد وہ بارہ ائمہ ہیں جن سے دین کو قوت ہوگی اور وہ دین حق کے تابع ہوں گے اور قیامت تک یہ سلسلہ جاری رہے گا ان کے آخر خروج دجال وغیرہ علامات قریب قیامت کی ہوں گی پھر قیامت برپا ہوگی اور ان کے ذریعہ دین قائم رہنے واستوار رہنے کا مطلب یہ ہے جو نبیؐ نے حدیث فی کل خلف من امتی کے اندر بیان فرمایا یہ کہ ائمہ حق جھوٹے مدعیان امامت کی تاویلات باطلہ کو رد کرکے اور حقیقی اسلام سے پردہ دور کرکے اسلام کی اعانت کرتے رہینگے اصل دین کو قائم رکھیں گے مٹنے نہیں دیں گے۔ تقریر اور تبلیغ سے خود مٹ کر بھی اسلام کو زندہ رکھیں گے۔ ہر ممکن ذریعہ سے دین کی اصلاح ومحافظت کرتے رہیں گے۔ اختلاف کے وقت حق ان کے ساتھ ہوگا۔ ان کا مخالف گروہ ابلیس کا گروہ ہوگا۔ ان کی اطاعت میں ہدایت کا راستہ ملے گا۔ ان کے بغیر گمراہی ہوگی۔ اس امر میں خدا کی طرف سے ان کی نصرت ہوتی رہے گی۔ گو سلطنتِ دنیا مخالفین کے پاس ہو۔ حدیث ثقلین میں فرمایا کہ قرآن اور اہل بیت حوض کوثر تک جدا نہ ہوں گے۔ صاحب صواعق تحریر کرتا ہے کہ قرآن سے اہل بیت کو لازم وملزوم قرار دینے سے ثابت ہوتا ہے کہ جیسا قرآن تا قیامت ہر زمانہ میں موجود ہے اسی طرح بفرمان مخبر صادق ہر زمانہ میں اہل بیت سے کوئی ایسا فرد موجود ہونا لازم ہے جو قولاً وفعلاً قرآن کے ساتھ لازم وملزوم کی حیثیت رکھتا ہو اور مبین ومفسر قرآن ہو کر تاویلات وتحریفات باطلہ کو رد کرتا ہو۔ مذکورہ بالا امور کا لفظ بہ لفظ ثبوت مع تشریح اسی ہماری کتاب میں اپنے اپنے مقام پر مذکور ہو چکا ہے ملاحظہ ہو (۹) اور سنیوں کی کتاب شرح عقائد نسفی وشرح فقہ اکبر ملا قاری حنفی سے لکھا جا چکا ہے کہ ان کے نزدیک خلافت وامامت ایک ہی چیز ہے یعنی بارہ خلفاء سے مراد بارہ امام ہیں اور امام وہی ہوتا ہے جس کی پیروی واطاعت ہر حال میں واجب ہو۔ پس سنی حضرات پر واجب ہے کہ اپنے بارہ اماموں کی پیروی کریں جن کے حالات تاریخ میں روشن ہیں اس سے اُن کا دین روشن رہے گا (۱۰) بیان ضرورت امام میں ثابت کیا گیا ہے کہ معرفت امام زمان کی واجب ہے اور اس کے بغیر جاہلیت اور کفر کی موت ہوگی کیا آپ حضرات تسلیم کریں گے کہ یزید اور ولید کی معرفت اور ان کی بیعت کے سوا مسلمانوں کی موت جاہلیت اور کفر کی موت ہے اگر اسی طرح ہے تو امام حسینؑ نے یزید کی بیعت نہیں کی۔ آپ کے نزدیک ان کی موت کیسی ہوئی۔ الفاظ حدیث صحیح مسلم پر غور کیجئے کہ جس کی گردن میں امام وقت کی بیعت نہ ہوگی۔ وہ موت جاہلیت (کفر) کی مرا اور دوازدہ ائمہ میں یزید کی امامت فحول علماء سنیوں کے مرجح قول میں مسلّم ہے بقول ان کے دین اُس وقت محکم اور غالب تھا پھر دین میں کیوں رخنہ پڑا کہ حسینیوں نے بیعت یزید نہ کی اور بے حد مصائب اٹھا کر موت قبول کی (۱۱) سنیوں کے مذہب میں جائز ہے کہ کسی فاسق وفاجر کو اپنا امام مقرر کریں اور بیان جواز لعنت میں فاسق پر لعنت کا جواز بھی ثابت ہو چکا ہے اور فاسق کو ابتداً امام مقرر کرنے اور فسق سے معزول نہ کرنے کا ثبوت شرائط امامت میں سنیوں کی کتب سے ہماری اسی کتاب میں ملاحظہ کریں۔ لہٰذا اپنے خلیفہ پر یہ لعنت بھی کریں تو اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا۔ کہ اُس کو بارہ خلفاء سے اپنا امام تصور نہیں کرتے۔ ایسے امراء کی پیشگوئی بھی رسول اکرمؐ نے فرمائی ہے دیکھو صحیح مسلم جلد ۲ صفحہ ۱۲۷ فرمایا میرے بعد ایسے امرا بھی ہوں گے جن کے دل شیاطین کے دل اور جسم انسانوں کے سے ہوں گے وہ میرے طریقے پر نہ چلیں گے۔ اند اس کے صفحہ ۱۲۹ پر ہے فرمایا تمہارے اوپر ایسے امام بھی مسلط ہوں گے جو شرار الناس ہوں گے۔ تم دل سے ان کو بُرا سمجھو گے اور وہ تم کو اور تم ان کو لعنت کرو گے الخ لیکن ایسے اماموں کی تعداد حضورؐ نے بارہ مقرر نہیں فرمائی الصاف سے فرمایئے ایسے ہی اماموں کی بشارت اس حدیث میں حضرتؐ نے دی ہے کہ ہمیشہ دین قائم رہے گا ما ولیھم اثنا عشر رجلاً جب تک کہ بارہ امام ان پر دین کے والی رہیں گے۔ اگر خلفاء کو دین کے قائم رکھنے میں کوئی تعلق نہ تھا۔ تو لایزال کے ساتھ خلفاء کی قید اور شرط لگانے کا اور ان کے وجود کو منتہائے قیام دین قرار دینے سے کیا فائدہ تھا۔ اسی واسطے سنی علماء اس حدیث کی تاویل میں حیران ہیں بوجہ ضعف دلیل کے کسی ایک توجیہ پر قائم نہیں رہ سکتے۔ شرح عقائد سے اوپر لکھا جا چکا ہے۔ علامہ تفتازانی اور محشی عصام کو جو مشکل پیش آئی ہے وہ ملاحظہ ہو کہ تیس سال خلافت کی حدیث پھر اُس کے بعد بھی خلفاء تسلیم کیے گئے۔

باقی بر صفحہ ۲۷۳

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۷۲) پھر بارہ سے زیادہ خلفاء ہو گئے۔ اس سے پریشانی ہوئی اور صاحب صواعق وغیرہ نے ایک اور تاویل لکھی ہے کہ بعض محدثین کہتے ہیں مراد بارہ خلفاء سے وہ ہیں جو امام مہدیؑ کے بعد بارہ ہوں گے اس پر ایک روایت سند میں لکھی مگر اس کے بعد لکھا یہ روایت نہایت واہی ناقابل اعتبار ہے اور سنن ابی داؤد مترجم مطبوعہ صدیقی لاہور کتاب المہدی صفحہ ۱۰۲ میں اس حدیث بارہ خلفاء کے ترجمہ کے بعد فائدہ میں یہ لکھا ہے۔ بظاہر یہ حدیث مشکل ہو گئی ہے علماء پر کیونکہ چار ہی خلیفہ ایسے گذرے ہیں جن سے دین قائم ہوا (یہ بھی سنیوں کے زعم میں) اور کل یا اکثر امت نے ان پر اتفاق کیا باقی خلفاء عباسیہ اور بنی امیہ تو ظالم اور جابر تھے۔ انتہیٰ بالفظ۔ الفاظ خط کشیدہ پر نظر کریں اور نووی شرح مسلم جلد ۲ صفحہ ۱۱۹ میں لکھتا ہے یہ حکم ہمیشہ آخر دنیا تک ہے پھر لکھتا ہے حدیث تیس سال خلافت کی بارہ خلفاء کی حدیث کے مخالف ہے پھر بارہ سے زیادہ خلفاء کی مشکل بیان کر کے فضول جواب لکھ کر پھر خلفاء کو عادلین تسلیم کر کے حسب ذیل تاویل کرتا ہے (۱۲) جب سنی حضرات کی کوئی تاویل نہیں چل سکتی۔ تو ان کے بعد محققین خلفاء عادلین صادقین صالحین ہادیین مہدیین کی بشارت تسلیم کر کے ائمہ اہل بیتؑ سے کنارہ کرتے ہوئے اپنے خلفاء امویہ وعباسیہ سے چن چن کر جن کو اپنے زعم میں صالح و عادل تسلیم کرتے ہیں ان کو شمار میں لا کر بارہ کی تعداد پوری کرتے ہیں۔ جو کوئی کسی زمانہ کا اور کوئی زمانہ کا ہوا ہے اور درمیان میں یہ سلسلہ توڑ دیتے ہیں لیکن ان کی یہ تاویل بھی دو وجہ سے مردود ہے ایک تو ایسے نیک لوگ جیسے وہ اس عدد میں مراد لیتے ہیں بہت ہوئے ہیں بارہ پر منحصر نہیں نیز یہ سلسلہ متصل نہیں رہتا اور خلافت نبوت کے اوصاف ان میں سے بجز افراد اہل بیت کے کسی میں نہیں پائے جاتے۔ دوسرا یہ کہ وہ سلسلہ ان کا بھی ختم ہو چکا ہے تا قیامت ان کا متصل سلسلہ حفاظت دین کا نہیں پہنچتا۔ اور سلسلہ قطع ہونا مقتضا حدیث کے خلاف ہے۔ دیکھو حدیث کے الفاظ لایزال اور مؤکد بلن نافیہ لن یزال ھذا الدین قائماً سے ہمیشہ تا قیامت دائمی متصل سلسلہ دین کا اور دوازدہ ائمہ کا ثابت ہوتا ہے جس کو کبھی انقطاع نہ ہو اور ہر زمانہ میں ایک امام مصلح و محافظ دین کی ضرورت پہلے بیان ہو چکی ہے یا تو نبیؐ کے بعد کسی خلیفہ کی ضرورت نہیں نہ چار کی نہ پانچ کی اور اگر ہے تو بفرمان نبیؐ بارہ کی ہے اور بس دلیل نے تیس سال تک ضرورت ہے اسی دلیل سے بفرمان نبیؐ تا قیام دین اور تا قیامت ضرورت ہے۔ جیسے قرآن صامت کی ہر زمانہ میں ضرورت ہے ویسے ہی اس کے مبین و مفسر قرآن ناطق کی ہر زمانہ میں ضرورت ہے اسی واسطے رسول خدا صلعم نے قرآن کو اکیلا نہیں چھوڑا اہل بیت سے لازم و ملزوم قرار دیا ہے اور دونوں پر خلیفہ کا لفظ استعمال فرمایا دیکھو بحث حدیث ثقلین انی تارک فیکم خلیفتین اور انہما لن یتفرقا حتیٰ یردا علی الحوض دونوں قسم کے خلیفے صامت و ناطق ہر زمانہ میں موجود ہونے کی رسولؐ نے خبر دی ہے اور انصاف ہر حال میں شرط ہے۔

ائمہ اثنا عشرؑ سے اہل ایمان کے لئے احادیث میں بشارت وارد ہوئی ہے جو عند الفریقین مسلم ہے۔ مگر اہل سنت نے اصلی ائمہ معصومین کو چھوڑ دوسرے بارہ کی تعداد پوری کرنے میں متعصبانہ خبط حواس کے باعث سے دھوکہ کھایا ہے کوئی کچھ کہتا ہے کوئی کچھ انہم فی کل واد یہیمون وہ ہر جنگل میں حیران پھرتے ہیں۔ اور اس غلط فہمی کا سبب عدم امتیاز سلطنت و امامت کا ہے۔ کیونکہ انہوں نے اصل مقصود محض انتظام سلطنت کو سمجھا ہے اور وہ سراسر غلط ہے انبیاء کا حال دیکھیں تو سوا چند معدود دین کے باقی سب اگرچہ پیغمبر اور ائمہ و پیشوا دین اور سردار مومنین تھے۔ لیکن سلطنت دنیاوی مخالفین کے ہاتھ میں رہی جیسا کہ نمرود و فرعون بادشاہ دنیا کے تھے اور حضرت ابراہیم و موسیٰ پیغمبر تھے۔ معلوم ہوا کہ دین میں پیشوا ہونے کے لئے سلطنت ظاہری کا حاصل کرنا کوئی ضروری شرط نہیں علیٰ ہذا القیاس ہمارے ائمہ اثنا عشر کا حال ہے اور یہ مطابق اس آیت کے ہے جو فرمایا اللہ تعالیٰ نے ونرید ان نمن علی الذین استضعفوا فی الارض ونجعلہم ائمۃ ونجعلہم الوارثین یعنے ہم ارادہ رکھتے ہیں کہ ان لوگوں پر احسان کریں جن کو زمین کے اندر ضعیف اور کمزور خیال کیا جاتا ہے۔ اور ہم انہی کو پیشوا بنائیں اور انہی کو وارث ٹھہرائیں چنانچہ امامت کا وعدہ پورا ہو چکا اور وراثت سے مراد اگر وراثت علم ہر تو مل چکی اور اگر زمین کی وراثت کا وعدہ ہو تو مطابق آیت لیظہرہ علی الدین کلہ کے یعنے اس دین کو سب دینوں پر کلی غلبہ حاصل ہوگا بوقت ظہور صاحب العصر والزمان پورا ہوگا ۱۲ مترجم۔

(حاشیہ متعلق صفحہ ۲۶۶) شرح فقہ اکبر مطبوعہ گلزار محمدی لاہور صفحہ ۸۰ میں صحیحین کے اسناد سے بروایت جابر بن سمرہ مرفوعاً مروی ہے لایزال امر الناس (خلافت) ماضیاً (باقیاً) ما ولیہم (والی شود) اثنا عشر رجلاً (اماماً) وفی لفظ لایزال الامر عزیزاً الی اثنا عشر خلیفۃ اور صواعق محرقہ کے صفحہ ۱۲ میں صحیح مسلم کی روایت سے لایزال الاسلام عزیزاً منیعاً اور ابوداؤد کی روایت سے لایزال ھذا الدین

باقی بر صفحہ ۲۷۴

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۷۳) اور صحیح مسلم مع شرح نووی کے جلد ۲ صفحہ ۱۱۹ میں ھذا الامر و امر الناس و ھذا الدین ولایزال الاسلام سب الفاظ سے یہ حدیث مروی ہے۔ اور مشکوٰۃ صفحہ ۵۴۲ کتاب الفتن باب مناقب قریش (و کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۲۰۱) میں ہے۔ لایزال الاسلام عزیزا الی اثنا عشر خلیفۃ و فی روایۃ لایزال امر الناس ماضیا (حاشیہ) علی الاستقامۃ و فی روایۃ لایزال الدین قائما حتی تقوم الساعۃ او یکون علیھم اثنا عشر خلیفۃ متفق علیہ۔ کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۲۰۱ میں یہ حدیث ان الفاظ سے ہے لن یزال ھذا الدین قائما الی اثنا عشر من قریش فاذا ھلکوا ماجت الارض باھلھا۔ اور اسی کے صفحہ ۲۰۲ میں ہے ثم یکون المرج (طبرانی) اور ابو داؤد میں ہے ثم یکون الھرج یعنی بارہ خلفاء تک دین قائم رہیگا۔ جب وہ فوت ہو جائیں گے زمین مع اہل زمین کو اضطراب آئیگا اور زلزلہ آجائیگا یعنے قیامت قائم ہوگی۔ ۱۲ مترجم

وعدوا خلفاء بنی امیۃ مع کونھم غیر اھل للخلافۃ لفسقھم وظلمھم بالاتفاق من اثنی عشر المبشرین وھو مخالف مخالفۃ صریحۃ لمفھوم الحدیث لان مقتضی الحدیث ان الخلفاء ھم الذین ینصرون ویقیمونہ حتی یتقوی بھم الدین والحال انھم ضیعوا احکام الشرع ونقضوا حدودہ وخالفوا الثقلین الذین وصی بتمسکھما واکد اشد التوکید کما عد السیوطی والقاری والتفتازانی والعسقلانی وغیرھم کما قال فی تاریخ الخلفاء صفحہ ۶ وایضاح ذالک ان المراد بالاجتماع انقیادھم لبیعتہ والذی وقع ان الناس قد اجتمعوا علی ابی بکر ثم عمر ثم عثمان ثم علی المرتضیٰ

پس ان بارہ میں اہل جماعت نے خلفاء بنی امیہ کو باوجود ان کے خلافت کے غیر مستحق ہونے کے اور بالاتفاق ان کے فسق و ظلم کے بارہ مبشرین سے شمار کیا اور یہ مفہوم ان کا مفہوم حدیث کے صریح مخالف ہے۔ کیونکہ مقتضیٰ حدیث کا یہ ہے کہ۔ وہ خلفاء دین کی مدد کریں گے اور دین کو قائم رکھیں گے اور دین ان سے قوت پکڑے گا اور اہل سنت کے خلفاء کا حال یہ ہے کہ انہوں نے حدود شرعیہ کو ضائع کیا۔ اور ثقلین کی مخالفت کی وہ ثقلین جن کے تمسک کے لئے اشد تاکید سے وصیت کی گئی تھی۔ بارہ خلفاء کو سیوطی و ملا علی قاری و علامہ تفتازانی و حافظ ابن حجر عسقلانی وغیرہ نے اسی طرح شمار کیا ہے۔ جیساکہ تاریخ الخلفاء کے صفحہ ۶ میں ہے۔ جس کی تشریح یہ ہے تحقیق اس اجتماع سے خلیفہ کی بیعت کے واسطے لوگوں کی فرمانبرداری مراد ہے۔ اور اجتماع اس طرح واقع ہوا ہے کہ تحقیق لوگ حضرت ابوبکر پھر عمر پھر عثمان پھر حضرت علیؑ پر مجتمع ہوئے۔

بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۷۳) شرح فقہ اکبر مطبوعہ ہندو پریس پیاری لعل صفحہ ۱۴۸ اور شرح عقائد طبع نول کشور صفحہ ۱۱۱ میں اس طرح دونوں لکھتے ہیں۔ لا کما زعمت الشیعۃ خصوصا الامامیۃ منھم ان امام الحق بعد رسول اللہ علیؑ ثم ابنہ الحسنؑ ثم اخوہ الحسینؑ ثم ابنہ علی زین العابدینؑ ثم ابنہ محمد الباقرؑ ثم ابنہ جعفر الصادقؑ ثم ابنہ موسی الکاظمؑ ثم ابنہ علی الرضاؑ ثم ابنہ محمد التقیؑ ثم ابنہ علی النقیؑ ثم ابنہ الحسن العسکریؑ ثم ابنہ محمد القائم المنتظر المہدیؑ (صلوات اللہ وسلامہ علیھم اجمعین) فی عقائدھم (خلاصہ ترجمہ ہمارا اہل جماعت کا یہ مذہب نہیں جو شیعہ امامیہ کا زعم ہے کہ بعد رسول اکرمؐ کے امام حق کے علیؑ سے لے کر حضرت امام مہدیؑ منتظر تک ہیں۔ بس انہی شیعہ کے عقائد میں ائمہ مذکورین بہ ترتیب مذکور ہیں اور اسیطرح شرح مقاصد تفتازانی مطبوعہ مطبع حاجی محرم آفندی بعہد سلطان غازی عبدالحمید خان صفحہ ۲۹۰ میں بعینہ ان الفاظ سے ہے واما الشیعۃ فیزعمون ان الامام بعد النبیؐ علی کرم اللہ وجہہ (علیہ السلام) ثم الحسنؑ ثم الحسینؑ ثم علی زین العابدینؑ تا محمد منتظر مہدی کو شمار کیا پھر شرح میں لکھا ہے۔ یعنی ان الامامیۃ یزعمون ان امام الحق بعد رسول اللہؐ علیؑ ثم ابنہ الحسن ثم الحسینؑ الخ (جیساکہ شرح عقائد میں ہے) اور چند علماء اہل سنت نے بارہ خلیفے معصومین کی عظمت شان و نور علم کو تسلیم کیا ہے اور تعداد مطابق مذہب شیعہ کے بیان کی ہے مگر پھر بھی حدیث کی بشارت اپنے زعمی مقرر کردہ سلاطین بارہ کے حق میں بیان کرتے ہیں۔ جیساکہ ایک متعصب سنی مشہور معروف علامہ ابن حجر مکی مؤلف صواعق محرقہ نے صفحہ ۱۲۲ تک سب کو علی الترتیب شمار کر کے ان کے فضائل و معجزات و کرامات اور وراثت علم پدری ہر ایک کا ذکر کیا اور آخر میں بعد ذکر امام حسن عسکری علیہ السلام کے لکھا ہے کہ بجز اپنے بیٹے ابی القاسم محمد الحجت کے (باقی بر صفحہ ۲۷۵ ملاحظہ ہو)

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۷۴) کوئی اولاد نرینہ انہوں نے نہیں چھوڑی اور یہ محمد الحجۃ وہ ہیں جن کی عمر بوقت وفات امام عسکری کے پانچ سال تھی اور اسی عمر میں اللہ نے ان کو حکمت و علم عطا فرمایا اور آپ کا نام قائم منتظر بھی ہے۔ بیان کیا گیا ہے کہ وہ شہر سے باہر نکل کر غائب ہو گئے پھر معلوم نہ ہوا کہ کدھر گئے اور وفات امام عسکری علیہ السلام کی مقام سرمن رای میں ہوئی ۔انتہیٰ۔ اور وجود جناب صاحب العصر والزمان فی زماننا کے دلائل بیان کرنے میں چونکہ طوالت درکار ہے اور یہ کتاب اس قدر طوالت کی متحمل نہیں لہٰذا اتنا اشارہ کر دیا جاتا ہے کہ اس بارہ میں مختلف کتب تصنیف ہو چکی ہیں اُن کا ملاحظہ کیا جائے جیسا کہ منصف طالب تحقیق کے لئے الصراط السوی فی احوال المہدی مؤلفہ زبدۃ الاماثل و عمدۃ الافاضل مولوی سید محمد سبطین صاحب جناب شراد ایڈیٹر رسالہ البرہان لاہور اور دلیل العرفان فی احوال صاحب العصر والزمان مؤلفہ عمدۃ المناظرین و زبدۃ المتکلمین مولوی صاحب مرزا احمد علی صاحب امرتسری ثم الاہوری اس مسئلہ میں نہایت مفید کتابیں ہیں اور منجملہ ادلہ مثبتہ وجود صاحب الامر فی زماننا کے آیت ویوم نبعث فی کل امۃ شہیداً علیہم من انفسہم الخ ہے چنانچہ تفسیر کبیر کے جلد ۵ صفحہ ۵۰۶ مطبوعہ مصر میں مفصل مذکور ہے کہ ہر زمانہ میں بعد زمانہ رسولؐ کے ایک شہید اگواہ کی ضرورت ہے کوئی زمانہ اس سے خالی نہیں رہ سکتا اور یہ بھی ضروری ہے کہ وہ معصوم ہو ورنہ اُسی زمانہ میں اُس کے لئے ایک اور شہید کی ضرورت ہوگی۔ پھر وہ غیر معصوم ہو تو اُس کے لئے ایک اور کی الی غیر النہایۃ ضرورت ہوگی جس سے تسلسل لازم آتا ہے انتہیٰ ملخصاً۔ اور منجملہ اُن ادلہ کے آیت ما کان اللہ لیعذبہم وانت فیہم ہے۔ صواعق صفحہ ۹۱ میں بذیل اس آیت کے ابن حجر لکھتا ہے رسول اللہؐ نے اس کی طرف اشارہ فرمایا ہے کہ یہ معنی امان ہونیکا اہل زمین کے لئے رسول خدا صلعم کے اہل بیت میں موجود ہے پس جیسے رسول اللہؐ اپنے زمانہ میں امان تھے بعدہٗ ایسے ہی اہل بیتؑ اہل زمین کے لئے عذاب سے باعث امان ہیں اور روایت احمد بن حنبل سے لکھا کہ میرے اہل بیت زمین کے اندر نہ رہے تو زمین والے بھی نہ رہیں گے نیز حاکم نے شرط شیخین پر صحیح روایت مثل اس کے بیان کی پھر لکھا کہ چند طرق سے جو بعض بعض سے تقویت یافتہ ہیں مروی ہے کہ رسولؐ نے فرمایا میرے اہل بیت کی مثال کشتی نوحؑ کی ہے جو اسپر سوار ہوا اوسنے نجات پائی۔ اور روایت مسلم میں زیادہ کیا ہے کہ جو اسپر سوار نہ ہوا وہ غرق ہوا۔ پھر بیان کیا کہ اس سے شاید اہل حق کے علماء مراد ہیں کیونکہ مثل ستاروں کے ان سے راہ ہدایت حاصل کیا جاتا ہے جس سے وہ باعث امان ہوتے ہیں انتہیٰ اور اس میں شک نہیں کہ سب سے بڑے اور مسلم علماء اہل بیتؑ کے ائمہ دوازدہ ہیں اور یہی باعث امان زمین ہیں۔ اگر ان سے کوئی آج موجود نہ ہوتا تو مطابق حدیث مسند احمد کے باشندگان زمین ہلاک ہو جاتے۔ اور فائدہ حالت غیبت میں مثل فائدہ سورج کے بحالت ابر میں آجانے کے ہے جو اگرچہ نظر نہیں آتا مگر روشنی کا فائدہ حسب ضرورت پہونچا دیتا ہے۔ انوار اللغۃ پ ۲۱ صفحہ ۱۶۹ میں ہے امام محمد بن حسن عسکری کا لقب امامیہ کے نزدیک القائم ہے وہ کہتے ہیں کہ آپ غار سرمن رائے میں جا کر غائب ہو گئے۔ اور قیامت کے قریب ظاہر ہونگے اور وہی امام مہدی ہیں۔ اہل سنت کے چند حضرات صوفیہ اور اہل اللہ نے بھی اس کی تصدیق کی ہے واللہ اعلم انتہیٰ ملخصاً۔ اور ہدایت و رہنمائی کے چند طریقے ہیں کبھی تو رہنما کسی کا ہاتھ پکڑ کر مقام مقصود پر پہنچا دیتا ہے اور کبھی زبان سے پورا پتہ بتا دیتا ہے اور اس پتہ پر چلنے والا مقام مطلوب پر پہنچ جاتا ہے اور کبھی رہنما رستہ پر ایسا نشان کھڑا کر دیتا ہے جس کو دیکھ کر بغیر کسی بولنے والے کے نشان دیکھ کر چلنے والا راہ راست پر چل کر مقام مقصود پر پہنچ جاتا ہے چنانچہ آجکل سڑکوں پر جو نشان قائم کر دیتے ہیں۔ زمانہ غیبت امام میں جس قدر عرصہ خدائے عزوجل نے مقدر فرمایا ہے اس عرصہ تک حسب ہدایت امامؑ کے قوانین مقررکردہ کے مطابق عمل کرنے سے راہ حق پوشیدہ نہیں رہ سکتا۔ ۱۲ مترجم۔

الی ان وقع امر الحکمین فی صفین فتسمّی (نامزد شد ہو ا ن) معاویۃ یومئذ بالخلافۃ ثم اجتمع الناس علی معاویۃ عند صلح الحسنؑ ثم اجتمعوا علیٰ ولدہ یزید (علیہ اللعنۃ) ولم ینتظم للحسینؑ امر بل قتل قبل ذالک ثم اجتمعوا علیٰ عبد الملک بن مروان بعد قتل ابن زبیر ثم اجتمعوا علیٰ اولادہ الاربعۃ الولید ثم سلیمان ثم یزید ثم ہشام وتخلل بین سلیمان و یزید عمر بن عبد العزیز فہؤلاء سبعۃ

تا کہ امر حکمین کا صفین میں واقع ہوا۔ اور اُس دن سے معاویہ نے اپنا نام خلیفہ مشہور کرایا۔ پھر لوگ معاویہ پر بوقت مصالحت امام حسنؑ کے مجتمع ہوئے۔ پھر معاویہ کے بیٹے یزید پر متفق ہوئے اور امام حسینؑ کے لئے خلافت کا امر منتظم نہ ہوا بلکہ اس سے پہلے قتل ہو گئے۔ پھر عبد الملک بن مروان پر بعد از قتل ابن زبیر کے مجتمع ہوئے۔ پھر عبد الملک کے چار بیٹوں پیچھے بعد از دیگرے پر یعنے ولید پھر سلیمان۔ پھر یزید۔ پھر ہشام پر مجتمع ہوئے اور سلیمان و یزید کے درمیان عمر بن عبد العزیز ہوا۔ پس بعد خلفائے راشدین کے یہ سات حضرات ہیں۔

بیان الخلفاء الراشدین -

والثانی عشر ہو الولید بن یزید بن عبد الملک اجتمع الناس علیہ لما مات عمہ ہشام وہکذا فی الصواعق المحرقۃ وقال القاری فی شرح الفقہ الاکبر وکان الامر کما قال النبی فالاثنا عشر ہم الخلفاء الراشدون الاربعۃ ومعاویۃ وابنہ یزید وعبد الملک بن مروان واولادہ الاربعۃ یزید وسلیمان وہشام وولید وبینہم عمر بن عبد العزیز الخ و اتصال زمان الخلفاء واحد بعد واحد اوضح واظہر من ہذا الحدیث وہو احق بالقبول کما صرح بہ علماء اہل السنۃ کما ذکرنا آنفًا۔ وعندہم ایضًا یتم تعداد الخلفاء الی قیام الساعۃ وانہا بالانقطاع لکن ذکرہ بصیغۃ التمریض ای قیل وہذا امر لاریب فیہ ای فی ضعفہا وتنفر قائلوہ عن الظلمۃ و الفجرۃ والفساق لکنہم اولوا الحدیث بخلاف مقتضاہ الصحیح اعنی الاتصال وایضًا عدوا منہم من لیس اہلہا ومن اجل ذلک قال النبی اخاف علی امتی الائمۃ المضلین رواہ ابو داؤد والترمذی کذا فی المشکوۃ کتاب الفتن

اور بارہواں ولید بن یزید بن عبد الملک جب اس کا چچا ہشام مر گیا تو لوگ اُس پر مجتمع ہوئے اور اسی طرح صواعق محرقہ صفحہ ۱۱ میں ہے۔ اور علی قاری نے شرح فقہ اکبر کے صفحہ ۹۲ میں لکھا ہے کہ امر اسی طرح ہوا جیسا کہ نبیؐ نے فرمایا تھا۔ پس بارہ اس طرح کہ چہار خلفاء راشدین ہیں اور معاویہ اور اُس کا بیٹا یزید اور عبد الملک بن مروان اور چار اُس کی اولاد سے یزید و سلیمان و ہشام و ولید اور ان کے درمیان عمر بن عبد العزیز بھی ہو گذرا تھا الخ اور اتصال زمانہ خلفاء کا ایک دوسرے کے بعد مقتضیٰ حدیث سے بہت واضح اور ظاہر ہے اور وہی بہت لائق قبولیت کے ہے جیسا کہ اہل سنت کے علماء نے تصریح کی ہے اور ابھی ذکر ہوا ہے۔ اور نزدیک بھی خلفاء کا شمار قیامت تک تمام ہوتا ہے۔ اگرچہ درمیان سے سلسلہ منقطع بھی ہو جائے۔ لیکن اس سلسلہ کو انہوں نے صیغہ تمریض اور تضعیف سے ذکر کیا ہے۔ یعنی لفظ قیل سے اور اس میں واقعی کوئی شک نہیں کہ خلافت کے انقطاع کا قول ضعیف ہے معلوم ہوتا ہے کہ اس قول کے قائلین نے خلفاءِ ظالمین و فاسقین سے متنفر ہو کر یہ انقطاع کا حیلہ تلاش کیا ہے لیکن یہ حدیث کی تاویل انہوں نے بر خلاف مقتضیٰ و مفہوم صحیح کے کی ہے کیونکہ سیاق حدیث سے اتصال ثابت ہوتا ہے۔ اور نیز انہوں نے اس دوسرے سلسلہ میں بھی اُن اشخاص کو شمار کیا ہے۔ جو خلافت کے مستحق نہیں ہیں اور اسی سبب سے نبیؐ فرماتے ہیں کہ میں اپنی امت پر گمراہ کرنیوا　لے یعنی پیشواؤں سے ڈرتا ہوں۔ ابو داؤد و ترمذی نے اس کو روایت کیا ہے جیسا کہ مشکوۃ کتاب الفتن جلد ۲ صفحہ ۴۵۵ میں ہے

نیز مشکوۃ صفحہ ۴۶۳ کتاب الفتن میں بروایت صحیح مسلم کے ہے آنحضرتؐ نے فرمایا میرے بعد ایسے امام بھی ہوں گے جو میری ہدایت سے راہ نہ پائیں گے اور میری سنت اور میرے طریقہ پر عمل نہ کریں گے بلکہ اُن سے ایسے آدمی کھڑے ہوں گے جن کے دل شیاطین جیسے اور جسم انسانوں کے ہوں گے یعنی بظاہر انسان اور باطن میں شیطان ہوں گے۔ علامہ وحید الزمان انوار اللغۃ پ ۱۲ مطبوعہ بنگلور میں حدیث اثنا عشر امیرا کے ترجمہ و تشریح میں لکھتے ہیں ہم نے ہدیۃ المہدی میں یہ لکھا ہے۔ کہ ان بارہ امیروں سے ائمہ اثنا عشر علیہم السلام مراد ہیں۔ اور امارت سے دینی پیشوائی اور سرداری مراد ہے۔ نہ حکومت ظاہری واللہ اعلم اور جن لوگوں نے مصداق اس حدیث کا خلفاء بنی امیہ و عباسیہ کو ٹھہرایا ہے انہوں نے غلطی کی ہے۔ چونکہ بنی امیہ اکثر ظالم اور غاصب اور جابر تھے۔ اور عباسیہ کا عدد بارہ سے زیادہ تھا۔ اہل سنت کے علماء ان میں تراش خراش کرتے ہیں۔ اور خلفاء راشدین کے بعد کچھ لوگوں کو بنی امیہ میں سے لیتے ہیں کچھ عباسیہ میں جو ذرا اچھے گذرے ہیں نیز اسی پارہ میں صفحہ ۲۳ پر لکھتے ہیں۔ عیسیٰؑ اتریں گے وامامکم منکم تمہارا امام تم میں سے یعنی قریش میں سے ہوگا۔ یعنی نماز امام مہدی پڑھائیں گے (اور عیسیٰ مقتدی ہوں گے)

۱۲ مترجم

فالتاویل الصحیح ان الخلفاء والائمۃ الاثنا عشرھم من اھل البیت علیھم السلام وقد اتصل زمانھم وختمت مدۃ ثلاثین علی علی؏ وخلافۃ من بعدہٗ فی ذریتہ الطاھرۃ بوصیتہ علیہ السلام ومذھب کلھم مذھب واحد کما قال الملامعین فی دراسات اللبیب والکل قدوۃ حسنۃ فی ذالک بالائمۃ اثنی عشر من اھل البیت وتابعیھم حیث کانوا لایرون القیاس وثبت ذالک عن بعضھم بروایۃ الثقۃ العدل الشیخ قطب الدین عبد الوھاب الشعرانی فی اللواقح حیث روی عن الامام ابی جعفر الصادق انہ قال لابی حنیفۃ بلغنی انک تقیس لاتقس فان اول من قاس ابلیس علیہ وقد ذھب بعضھم مذھب الکل کما لایخفی علی من احاط ببعض خصائص احوالھم۔ انتھٰی۔ وقال فی مقام اخر ومن یحل جواز الجمع فی الحضر علی ادنی حاجۃ واتخذہ مذھبا من غیر عذر راسًا الامام الحق الصدیق الصادق علیہ السلام ومذھب واحد منھم مذھب باقیھم کما قال ابو محمد الباقر علیہ[1] ما نقلہ ابن الھمام فی فتح القدیر شرح الھدایۃ لما سئل فی مسئلۃ ھل یوافقہ فیہ علی ابن ابی طالب؏ قال لایصدر عن اھل بیتہ الاعن رایہ۔ انتھٰی۔

پس صحیح تاویل حدیث کی یہ ہے کہ خلفاء اور بارہ امام وہ اہل بیت سے ہیں اور ان کا زمانہ متصل رہا اور تیس سال رو فات نبیؐ سے متصل خلافت) کی مدت حضرت علیؑ پر ختم ہوئی اور بعد ان کے ان کی ذریت طاہرہ میں خلافت اُن کی وصیت سے (یکے بعد دیگرے) متصلاً قائم رہی اور مذہب ان ائمہ سب کا ایک ہی تھا۔ جیسا کہ ملامعین نے دراسات اللبیب صـ۲۳ میں لکھا ہے۔ سب کے لئے اس میں ائمہ اثنا عشر اہل بیت علیہم السلام کے ساتھ اور اُن کے تابعین کے ساتھ پیروی کرنی بہتر ہے کیونکہ وہ قیاس کے معتقد نہیں ہیں اور بعض علماء سے بروایت ثقہ اور عادل شیخ قطب الدین عبدالوہاب شعرانی کی کتاب لواقح میں ثابت ہے جس جگہ امام صادقؑ سے روایت کرتا ہے کہ آپ نے ابو حنیفہ کو فرمایا مجھے خبر پہونچی ہے کہ تو دین میں قیاس کرتا ہے۔ قیاس نہ کیا کر۔ جس نے پہلے قیاس کیا وہ شیطان تھا۔ اور بعض کا مذہب اہل بیت میں سے کل کا مذہب ہوتا ہے جیسا کہ جسنے ان کے بعض خصائص واحوال پر احاطہ کیا ہے اُس پر مخفی نہیں ہے۔ انتھٰی۔ اور دوسری جگہ اسی کتاب کے صـ۲۴۹ میں لکھا ہے جس نے جواز جمع بین الصلوٰتین کو گھر میں ادنی حاجت پر اور بلا عذر بھی مذہب میں مقرر کیا ہے وہ امام حق بڑے سچے جعفر صادقؑ ہیں اور ان ائمہ میں سے جو ایک کا مذہب ہوتا ہے وہی سب کا ہوتا ہے جیسا کہ صادقؑ کے باپ امام محمد باقرؑ نے فرمایا ہے جس کو ابن الہمام نے فتح القدیر میں نقل کیا ہے کہ جب کسی مسئلہ میں امام باقرؑ سے سوال کیا گیا کہ اس میں علی ابن طالب بھی آپ کے موافق ہیں ؟ تو فرمایا کہ اہلبیتؑ سے کوئی بات ظاہر نہیں ہوتی مگر وہ جو جناب علیؑ کے مذہب اور فکر کے موافق ہوتی ہے[1]

[1] اہل بیت کا مذہب ایک ہے اور ان کے مذہب سے شیعہ زیادہ واقف ہیں۔ مجالس المؤمنین کتاب شیعہ صـ۲۲۳ میں مختصر اصول عضدی سے اور علامہ تفتازانی سے جواز بیع امہات اولاد یا عدم جواز نقل کرکے لکھا۔ قول بجواز را شیعہ از و (علیؑ) نقل نمودہ اند و مذہب ایشاں است و ایشاں مذہب آنحضرت (علیؑ) را بہترے دانند۔ اور حد السارق حصہ رابعہ صـ۵۱ میں (مطبوعہ اصلاح) مولوی عبدالحلیم سنی والد مولوی عبدالحی لکھنوی کی کتاب حل المعاقد علی شرح العقائد للعلامہ جلال الدین دوانی مطبوعہ مطبع علوی علی بخش خان ۱۲۷۰ھ کے صـ۱ سے منقول ہے علامہ دوانی کا شیعہ پر اعتراض ائمہ اہل بیت سے دین روایت کرنے کا بیان کرکے لکھا ہے۔ وان اراد ان الشیعۃ یتبعون الائمۃ لانھم نقلوا الدین وھم عدول حتی اثبتوا العصمۃ لھم فالطعن اما لعدم کون الائمۃ عدولا فھو تزلزل الایمان اولعدم صحۃ الاتباع بالائمۃ وان کانوا عدولا فھو ترجیح بلا مرجح فان معاشر الاشاعرۃ انما یتبعون الاشعری والشافعی لانھما ناقلا الدین عادلین فلا فرق فتدبر۔ یعنی دوانی شیعہ پر اگر اس لئے اعتراض کرتا ہے کہ وہ اہل بیت کی متابعت اس سبب سے کرتے ہیں کہ وہ دین کے ناقل اور عادل بلکہ معصوم ہیں تو یہ طعن بسبب ائمہ کے عادل نہ ہونے کے ہے تو باعث زوال ایمان ہے اور اگر اس واسطے اعتراض ہے کہ گو عادل ہیں مگر متابعت۔

ولاشك ان قيام الدين وعزة قام باهل البيت م وهو مراد النبي م كما يدل عليه قوله عليه السلام لايزال الدين قائماً الخ ولم يقل لايزال الدنيا او السلطنة او السياسة او انتظام المملكة وماقام مقام هذا ولعل اهل الجماعة توهموا منه هذا بحيث شرطوا اجتماع الناس عليه وان كان ممن لاخلاق له فى الدين كما لايخفى من حال يزيد والوليد وغيرهما۔ وبما قلنا اندفع التعارض الناشى بين الحديث المذكور وبين الحديث المشهور على السنتهم ان صح الخلافة ثلاثون سنة الحديث۔ رواه احمد والترمذى وحسنه و رواه الحاكم وابوداؤد عن سفينة مرفوعاً كذا ذكره فى المشكوٰة بان يراد منه الخلافة النبوية المتصلة بعد النبى م كانت لعلى ع ثم لذريته الطاهرة بوصية من سلف لمن خلف متصلاً الى القائم المنتظر عجل الله فرجه ورزقنا زيارته وشفاعته و اعترف بتعارض الحديثين النووى ناقلاً عن القاضى عياض قد جاء فى الحديث الاخر الخلافة بعدى ثلاثون سنة ثم يكون ملكاً

اور اس میں شک نہیں کہ قیام دین اور ثبات عزت امر دین اہل بیت ع کے ساتھ قائم ہے اور نبی ص کی حدیث مذکورہ سے یہی مراد ہے جیسا کہ اس پر قول نبی ص کا کہ ہمیشہ دین قائم رہیگا (جب تک تم پر بارہ خلفاء رہیں گے) دلالت کرتا ہے۔ یہ نہیں فرمایا کہ دنیا اور سلطنت وسیاست یا انتظام مملکت یا مثل اسکے (بارہ خلفاء تک) قائم و دائم رہے گا (انتظام سلطنت ہمیشہ کسی نہ کسی کے حق میں قائم ہے اس میں بارہ بادشاہوں کی کیا خصوصیت ہے ؟) اور شائد اہل جماعۃ کو مفہوم اس حدیث سے بادشاہی کے ہی مراد ہونے کا وہم گذرا ہے جس سبب سے لوگوں کے کسی شخص پر اتفاق کر لینے سے یا غالب آجانے والے کو امام بنا لیتے ہیں۔ اگرچہ اُس شخص میں دین کی کوئی خصلت نہو جیسا کہ حال یزید و ولید وغیرہ سے مخفی نہیں۔ اور اسی ہمارے بیان کردہ مضمون سے وہ تعارض دفع ہوجاتا ہے جو درمیان حدیث مذکور (بارہ خلفا) اور ان کی حدیث مشہور کے بشرط صحت اس کے پیدا ہوتا ہے کہ خلافت نبوت تیس سال تک رہے گی۔ آخر حدیث تک۔ جس کو احمد و ترمذی نے روایت کیا اور حسن کہا۔ اور حاکم وابوداؤد نے بھی سفینہ سے مرفوعاً روایت کیا جو مشکوٰۃ جلد ۲ صفحہ ۵۵ میں مذکور ہے اور ان کی تطبیق اس طرح ہے کہ اس سے خلافت نبویہ بلافصل بعد النبی ص جو علی ع کو حاصل رہی مراد لی جائے۔ پھر بارہ خلفاء سے باقی گیارہ جناب حضرت علی ع کی اولاد سے بوصیت سابق برائے لاحق متصل زمانہ میں یکے بعد دیگرے تا زمانہ قائم منتظر علیہ السلام عجل اللہ فرجہ ورزقنا زیارتہ وشفاعتہ کے مراد ہوں۔ اور ہر دو حدیث مذکورہ کے تعارض کا نووی شرح مسلم میں قاضی عیاض مالکی سے ناقلاً بھی قائل ہے چنانچہ لکھا۔ جو دوسری حدیث میں آیا ہے میرے بعد [2] خلافت

تیس سال ہوگی پھر

ملک ہوگا

[1] یہ خلافت قریباً تیس سال تک زندگی علی ع میں قائم رہی جس کو خلافت بعد النبی ص کہا گیا (بوجہ اُس سے متصل ہونے زمانہ نبی صلعم کے) یعنی بلافصل بعد نبی ص کے وہ خلیفہ رہے اور دیگر ائمہ کی خلافت بافصل ہوئی (یعنی زمانہ نبوی سے) وہ حدیث اثنا عشر خلیفۃ میں بیان کی گئی بلکہ اس میں مجموعی صورت خلافت بلافصل یا بافصل کو خلفاء رسول و ائمہ ہدیٰ و محافظین اسلام و ہادیان دین متین کیلئے بشارت دیگئی ہے جو بغیر ائمہ اہل بیت ع کے یہ پیشین گوئی کسی دوسرے پر صادق نہیں آتی ۱۲ مترجم [2] قولہ میرے بعد کی خلافت۔ لفظ بعدی جو الفاظ اس حدیث میں بقول نبوی و قاضی عیاض کے وارد ہے اور بعض الفاظ بعض کے مفسر ہوتے ہیں اس پر دلالت کرتا ہے کہ آنحضرت صلعم نے اس سے اشارہ فرمایا کہ خلافت متصلہ جو میرے بعد ہی شروع ہوگی، وہ قریباً تیس سال تک ہوگی اور وہ لیسے کل خلفاء جن کے باعث دین قوی اور تاقیامت قائم رہے گا۔ سب بارہ ہونگے اس طرح جملہ وہ احادیث جنمیں تیس سال خلافت کا ذکر آیا ہے اور وہ جنمیں بارہ خلفاء کا ذکر ہے اور حدیث حذیفہ جسمیں خیر و شر کا سوال مذکور ہے متفق المعنیٰ ہو جاتی ہیں ورنہ ایک کا مضمون بھی صحیح معلوم نہیں ہوتا کیونکہ جملہ سلاطین جنکو خلفاء کہا گیا ہے وہ سینکڑوں تک پہونچتے ہیں اور جن سے دین کو بجائے تقویت پہونچنے کے نقصان پہونچا۔ وہ بھی خلفاء سے شمار کئے جاتے ہیں اور خلفاء کا زمانہ بھی تیس سال سے متجاوز ہوگیا ہے۔ کتاب شہادت القرآن ص ۴

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۷۸) ہذا خلیفۃ اللہ المہدی سے معارضہ بیان کرتے ہیں۔ پھر لکھتے ہیں۔ حدیث تیس سال والی میں علماء کو کئی طرح کا جرح ہے اور اسکی صحت میں کلام ہے انتہیٰ۔ غور کا مقام ہے کہ حق سے دور افتادگان کو کہیں ٹھکانا نہیں ملتا کوئی توجیہ انکی صحیح نہیں بنتی ایک کہتا ہے دوسرا خود انہیں میں سے اسکو رد کر دیتا ہے صحیح توجیہ یہی ہے جو متن میں مذکور ہوئی۔ ملا عصام نے تو دو خلیفوں کے وقت مخالفت اور عدم اجماع امت کا اعتراض کیا ہے مگر خلیفہ اول و ثانی کا انعقاد خلافت ملاحظہ ہو تو کوئی بھی مخالفت سے خالی نہیں اس واسطے ہر چہار خلافتیں غیر صحیح ہو جاتی ہیں اور بارہ خلیفے یعنی بارہ امام سنیوں کے جو متن میں مذکور ہیں ان میں یزید و ولید وغیرہ ایسے ہیں جنکو عوام بھی سن کر انکی امامت سے انکار کر دیتے ہیں ۱۲ مترجم

وهذا المخالف لحديث اثنى عشر خليفة فانه لم يكن في ثلاثين سنة الا الخلفاء الراشدون الاربعة والاشهر التي بويع فيها الحسن بن علي، انتهى ما في شرح المسلم. فان انحصرت الخلافة الحقة في ثلاثين سنة يلزم بطلان خلافة ماوراء الاربعة، ولم يستقم معنى قيام الدين باثني عشر الى قيام الساعة، وان اريد الخلافة المطلقة فيزيدون على اثني عشر كما لا يخفى على من له بصيرة وهذا من افادة تاج الاذكياء رئيس الفضلاء علامة الدهر فهامة العصر مؤيد الشرع القويم محي الصراط المستقيم العلامة الشيخ عبد العلي الهروي الطهراني قدس سره۔ ويؤيد ما قلنا في توفيق الحديثين حديث حذيفة الذي[1] رواه الشيخان قال كان الناس يسئلون رسول الله عن الخير وكنت اسئله عن الشر مخافة ان يدركني قال قلت يا رسول الله انا كنا في جاهلية وشر فجاءنا الله بهذا الخير فهل بعد هذا الخير من شر قال نعم قلت وهل بعد ذلك الشر من خير قال نعم وفيه دخن (في المرقاة دخن اي كدورة الى سواد والمراد ان لا يكون خيرا صفوا بحتا بل يكون مشوبا بكدورة وظلمة) قلت وما دخنه قال قوم يستنون بغير سنتي ويهدون بغير هديي تعرف منه وتنكر قلت فهل بعد ذلك الخير من شر قال نعم۔ الحديث.

اور یہ حدیث اثنا عشر خلیفہ کے مخالف ہے کیونکہ تیس سال میں تو صرف خلفاء راشدین ہوئے ہیں۔ بمعہ ان مہینوں کے جن میں امام حسنؑ بن علیؑ کی بیعت ہوئی۔ انتہیٰ ما فی شرح المسلم صفحہ ۱۱۹ جلد ۲۔ پس اگر خلافت حقہ تیس سال میں منحصر ہو تو سوائے خلفاء اربعہ کے خلافت کا بطلان ثابت ہوتا ہے اور معنے استحکام دین کا بارہ خلیفوں کے ساتھ قیامت تک درست نہیں ہو سکتا۔ اور اگر بارہ خلفاء کی حدیث سے خلافت مطلق مراد ہے تو تعداد خلفاء کی بارہ سے بڑھ جاتی ہے جیسا کہ اہل بصیرت پر مخفی نہیں اور یہ مضمون افادات سرتاج اذکیاء رئیس فضلاء مؤید شریعت مطہرہ صراط مستقیم کے زندہ کرنیوالے جناب سرکار علامہ شیخ عبد العلی صاحب ہروی طہرانی قدس سرہ واعلی اللہ مقامہ سے ہے۔ اور مؤید تطبیق مذکور کی حدیث حذیفہ کی ہے جو بخاری و مسلم میں ہے کہ حذیفہ نے کہا لوگ تو رسول علیہ السلام سے خیر کی نسبت سوال کرتے تھے اور میں شر کی نسبت سوال کرتا تھا اس خوف سے کہ مبادا مجھے زمانہ شر آئے۔ کہتا ہے میں نے عرض کی یا رسول اللہ ہم زمانہ جاہلیت و شر میں تھے پس اللہ نے ہم کو یہ خیر پہونچائی جو حضور انور تشریف لائے اور ہم فیض یاب ہوئے۔ پس کیا اس خیر کے بعد بھی کوئی شر ہو گی؟ فرمایا ہاں۔ میں نے عرض کیا کیا اس شر کے بعد بھی کوئی خیر ہو گی؟ فرمایا ہاں۔ مگر اس میں کدورت رہے گی۔ (مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں ہے دخن سے مراد کدورت مائل بسیاہی ہے۔ اور مراد یہ ہے کہ خیر صافی خالص نہ ہو گی بلکہ سیاہی و اندھیرے سے ملی ہوئی ہو گی) حذیفہ کہتا ہے میں نے عرض کی دخن یعنے کدورت کیا ہے؟ حضرتؐ نے فرمایا اس زمانہ کے اندر کچھ ایسے لوگ ہوں گے جو میری سنت کے مطابق اور میرے ہدایت کے راستہ پر نہ چلیں گے تجھے اُن کے وہ افعال جو خلاف سنت ہوں ناپسند ہونگے۔ میں نے عرض کی اس خیر کے بعد پھر کچھ شر آئے گی؟ فرمایا ہاں۔ میں نے عرض کی اس خیر کے بعد پھر کچھ شر آئے گی؟ فرمایا ہاں آخر حدیث تک پڑھ لے۔ اور مسلم جلد ۲ صفحہ ۱۲۷ میں روایت ہے کہ فرمایا میرے بعد ایسے امام بھی ہوں گے جو میرے طریقہ اور سنت پر نہ چلیں گے۔

وفي رواية لمسلم قال يكون بعدي ائمة لا يهتدون بهداي ولا يستنون بسنتي

[1] دیکھو بخاری مطبوعہ مصر ۱۲۸۶ جلد ۲ باب علامات النبوۃ و جلد ۴ صفحہ ۱۳۵ اور انوار اللغۃ پ ۲۸ صفحہ ۲۳۸ میں مولوی وحید الزمان شرح حدیث حذیفہ میں لکھتے ہیں بھلائی سے مراد حضرت علیؑ کا زمانہ ہے۔ برائی سے خوارج کا وجود انتہیٰ۔ یعنی دخن سے یہ مراد ہے کہ زمانہ علیؑ میں خوارج کی کدورت ہو گی ۱۲ مترجم

حدیث تیس سال والی خلافت کی مجروح ہے

حذیفہ کا سوال خیر کے بعد شر کا

خبر ایسے اماموں کی جو خلاف ہدایت و سنت عمل کریں گے

وسیکون منہم رجال قلوبہم قلوب الشیاطین فی جثمان انس قال حذیفۃ قلت کیف اصنع یارسول اللہ ان ادرکت ذلک قال تسمع وتطیع للامیر وان ضرب ظہرک واخذ مالک فاسمع واطع کذا فی المشکوٰۃ کتاب الفتن۔ اقول قولہ انا کنا فی جاہلیۃ وشر اراد بہ زمان قبل البعثۃ قولہ فجاءنا اللہ بہذا الخیر اراد بہ زمان النبیؐ قولہ فہل بعد ہذا الخیر من شر اراد بہ زمن الثلاثۃ وما وقع فیہ لیس بمخفی قولہ وہل بعد ذلک الشر من خیر اراد بہ زمان علیؑ والمراد من قولہ وفیہ دخن معاویۃ ومن معہ قولہ فہل بعد ہذا الخیر من شر اراد بہ زمان یزید ومن بعدہ واللہ اعلم۔

واعترف بما قلنا بعض محققی اہل الجماعۃ ایضاً کما فی شرح العقائد للتفتازانی فمعاویۃ ومن بعدہ لا یکونون خلفاء بل ملوکاً وامراء

اور کچھ آدمی اُن سے ایسے ہوں گے جن کے دل مثل شیطان کے ہونگے جو انسان کے جسم میں رکھے گئے ہیں۔ حذیفہ نے کہا میں نے عرض کی یارسول اللہ میں اس وقت کس طرح کروں؟ اگر میرا اتفاق پڑ جائے آنحضرت نے فرمایا سنکر اطاعت کر لینی اگر چہ تجھے مار پیٹ کریں یا تیرا مال ضبط کریں۔ تاہم سُن لے اور اطاعت کر لے۔ اسی طرح مشکوٰۃ جلد ۲ ص۵۲ کتاب الفتن میں ہے (ترجمہ مشکوٰۃ ص۳۰۰ میں شیخ عبدالحق دہلوی لکھتے ہیں۔ بعضے گفتہ اند خیر بعد از وے زمان امیرالمؤمنین علیؓ دخن و شر بعد از وے زمان جماعت کہ لعن مے کردند وے را رضی اللہ عنہ برمنا بر و اللہ اعلم انتہیٰ) (قول مؤلف) میں کہتا ہوں کہ حذیفہ کا یہ کہنا کہ ہم جاہلیت اور شر میں تھے اس سے زمانہ قبل بعثت کا ارادہ کیا اور اُس کا قول کہ اللہ نے ہم کو یہ خیر دی اس سے مراد زمانہ نبوی ہے۔ اور اس کا قول کہ کیا اس خیر کے بعد شر ہے اس سے مراد خلفاء ثلاثہ کا زمانہ ہے اور جو حالات اُس میں ہوئے۔ وہ پوشیدہ نہیں ہیں اور اس شر کے بعد پھر خیر سے مراد علیؑ کا زمانہ ہے۔ اور اُس میں دخن یعنی کدورت سے شرارت و طغیان معاویہ کا مع تابعین اُس کے مراد ہے پھر اسکے بعد شر کا پیدا ہونا فساد معاویہ و یزید وغیرہ کا زمانہ شروع ہونا مراد ہے واللہ اعلم۔ اور ہمارے مضمون مذکور کا بعض محققین اہل جماعت نے بھی اعتراف کیا ہے جیسا کہ شرح عقائد تفتازانی میں ہے کہ معاویہ یا اُس کے بعد بادشاہان اور امراء ہیں۔ خلفاء نہیں ہیں۔

شیطانی دل کے امام

علیؑ کے فرمان اور نبیؐ کے اعلان سے حدیث حذیفہ کی تائید

معاویہ حق کا امام ہو گیا

لہ تاریخ الخلفاء طبع لاہور ص۷ میں نبیؐ سے مرفوعاً مروی ہے الامراء من قریش ابرارہا امراء ابرارہا وفجارہا امراء فجارہا اور اسی کے ص۷ میں ابی بکر سے مروی ہے کہا قریش ولاۃ ہذا الامر فبرّ الناس تبع لبرّہم وفاجرہم تبع لفاجرہم انتہیٰ یعنی امراء قریش سے ہوتے رہیں گے نیک لوگوں کے سردار نیک ہوں گے اور وہ ان کے پیرو ہوں گے اور بدمعاش لوگوں کے سردار بدمعاش ہوں گے وہ انہی کے پیرو ہوں گے۔ قرآن میں دونوں قسم کے امام مذکور ہیں ۱۲ مترجم ۲؎ پھر اس شر کے بعد عرصہ طویل تک شر رہ کر خیر کا ہونا تھا جس سے زمانہ ظہور امام زمانؑ کا مراد ہے لہذا اسکے ذکر سے سکوت رہا اور خلافت شیخین کو زمانہ شر سے تعبیر کیا گیا ہے۔ تسلی کے واسطے دیکھو عینی شرح بخاری موسوم بہ عمدۃ القاری جلد ۱۱ ص۳۴۳۔ انوار اللغۃ مولوی وحید الزمان پارہ ۱ ص۶ لغت اثرہ طبع احمدی لاہور میں ہے حدیث ستروں اثرۃ تم دیکھو گے بلا استحقاق دوسروں کو تم پر فضیلت دی جائے گی (یہ نبیؐ نے علیؑ سے فرمایا) (علی اثرۃ علینا) گو ہم پر بلا استحقاق دوسروں کو فضیلت دی جائے (جب بھی ہم صبر کریں گے) یہ علیؑ نے جواب میں کہا انتہیٰ۔ نیز دیکھو حدیث ابی ذر بیان ایمان عثمان فلک النجاۃ جس میں امراء مال کو اپنے تصرف ذاتی میں لینے والوں کی خبر دی گئی ہے اور ابی ذر کو صبر کی تلقین فرمائی گئی۔ حضرت ابوذر خلیفہ ثالث کے وقت فوت ہوئے۔ اس سے بھی ثابت ہوا کہ زمانہ ثلاثہ زمانہ شر تھا ۱۲ مترجم ۳؎ شرح عقائد ص۱۰۹ میں یہ عبارت لکھی ہے اور یہ بھی لکھا کہ خلافت تیس سال ہوگی۔ پھر کہا وہذا مشکل یعنی یہ مشکل ہے الخ۔ مگر حسن اعتقاد حضرات حنفیہ پر قربان جائیے جو معاویہ کو امام حق تصور کرتے ہیں۔ چنانچہ شرح فقہ اکبر مطبوعہ محمدی پریس لاہور ص۸۳ میں لکھا ہے۔ پہلا بادشاہ ملوک مسلمین سے معاویہ ہے۔ لکنہ انما صار اماماً حقاً لما فوض الیہ حسنؑ بن علیؑ الخلافۃ الخ یعنی بادشاہت سے نکل کر بوقت صلح امام حسنؑ کے معاویہ صاحب یقیناً امام برحق ہو گئے تھے (اسی طرح حاشیہ ابوشکور سلمی بر شرح عقائد طبع نولکشور ص۱۱۷ میں لکھا ہے۔ ثم بعد علی کان (معاویۃ) اماماً علی الحق عادلاً فی دین اللہ وفی عمل الناس) اور اس سے پہلے حاشیہ میں شرح فقہ اکبر سے لکھا جا چکا ہے (باقی حاشیہ بر ص۲۸۱)

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۸۰) کہ حدیث اثنا عشر خلیفۃً سے مراد بارہ امام ہیں جیسا کہ اصل کتاب شرح فقہ اکبر میں بذیل لفظ خلیفۃً کے بین السطور اماماً لکھا ہے تو بارہ امام سنیوں کے نزدیک یقیناً یہی ہیں جو درج کتاب ہذا ہیں یعنی خلفاء اربعہ اور معاویہ و یزید و عبد الملک اور چار اُسکی اولاد سے اور بارھواں ولید مشہور شرابی ہے اور اگرچہ اعتراضات کے بچاؤ سے ہمارے ائمہ کو سنی صاحبان زبانی طور پر امام کہتے ہیں لیکن اعتقاد اور اُن کے عمل میں اُن کے امام یہ ہیں جن کو سنیوں کے پیشوا اور مستند علماء بالتحقیق تاویل حدیث بارہ خلفاء میں لکھ چکے ہیں۔ اور شرح مقاصد صفحہ ۳۰۵ میں بذیل بیان بغاوت معاویہ کے لکھا ہے ولیسوا کفاراً ولا فسقۃً ولا ظلمۃً لما لھم من التاویل وان کان باطلاً فغایۃ الامر انھم اخطاؤا فی الاجتہاد وذٰلک لا یوجب التفسیق فضلاً عن التکفیر یعنی معاویہ وغیرہ باغیان نہ کافر ہیں اور نہ فاسق و ظالم کیونکہ اُن کے پاس تاویل ہے جس سے انہوں نے بغاوت کی۔ اگرچہ وہ تاویل جھوٹی بھی ہے مگر غایۃ الامر انہوں نے اجتہاد میں خطا کی جس سے وہ فاسق بھی نہیں ہوتے چہ جائیکہ اُن کو کافر کہا جائے۔ انتہٰی۔ اور اُسی کتاب کے صفحہ مذکورہ میں لکھا ہے۔ کہ مذہب اہل سنت میں معاویہ باغی اور فاسق نہیں ہے۔ اب غور کا مقام یہ ہے کہ دنیا میں کوئی ایسا مجرم نہیں ملتا جس کے پاس ارتکاب جرم کے لئے کوئی تاویل نہ ہو۔ پس باعتبار مذہب اہل سنت کے اسکو مجتہد قرار دے کر ارتکاب جرم کے لئے مختار و مجاز سمجھنا چاہیئے بلکہ اُس پر مستحق ایک اجر کا ہوگا ۱۲ مترجم

فی الخصائص للسیوطی اخرج البیہقی عن ابی بکرۃ مرفوعاً خلافۃ بنوۃ ثلاثون عاماً ثم یؤتی اللہ الملک من یشاء فقال معاویۃ قد رضینا بالملک۔ فقد ظہر ان معاویۃ ملک وھو الحق ولیس بخلیفۃ کما اقرھو بنفسہ وما عداہ لا بعضہم فھو من خبط حواسہم وعقولہم فی تاویل ھٰذا الحدیث المذکور۔ وفی بغیۃ الرائد للسید الصدیق شہادۃ علی ابر سر سال سی ام از وفات رسول خدا بودہ پس معاویہ و آنکہ بعد اوست خلفاء نباشند بلکہ ملوک و امراء بودند۔ وفی شواہد النبوۃ از جعفر بن محمد کہ پدر من وصیت کرد کہ چوں من بمیرم تو مرا دفن کن و غسل دہ زیرا کہ امام را جز امام نہ شوید

اور خصائص سیوطی جلد ۲ صفحہ ۱۱۶ میں ہے۔ بیہقی نے ابوبکرہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ خلافت نبوۃ تیس سال تک ہوگی۔ پھر ملک اللہ تعالیٰ کا ہے جس کو چاہے اُسے دیدیگا۔ معاویہ نے کہا ہم اسی ملک پر خوش ہیں (خواہ خلافت نبوۃ نہ ہی ملے) اس سے ظاہر ہوا کہ معاویہ بادشاہ تھا۔ خلیفہ نہ تھا جیسا کہ وہ خود اقرار کر رہا ہے اور جو بعض اہل علم بلکہ جملہ اہل سنت حدیث اثنا عشری تاویل میں معاویہ کو خلیفہ شمار کرتے ہیں تو یہ اُن کے خبط عقل و اختلاط حواس کا سبب ہے۔ اور بغیۃ الرائد مؤلفہ سید صدیق مؤلف تفسیر فتح البیان میں ہے کہ شہادت علیؑ کی وفات رسول خدا سے تیسویں سال کے اختتام کے قریب ہوئی ہے پس معاویہ یا بعد اسکے خلفاء نہیں ہوں گے بلکہ بادشاہان اور امراء متصور ہوں گے۔ شواہد النبوۃ صفحہ ۱۸۱ میں ہے جعفر بن محمدؑ سے مروی ہے کہا مجھے میرے باپ نے وصیت فرمائی تھی کہ میں وفات پاؤں تو تم ہی مجھے دفن کریں اور غسل دیں کیونکہ امام کو بجز امام کے کوئی غسل نہیں دیسکتا اور صفحہ ۱۲۱ میں ہے۔ امیر المومنین علیؑ فرماتے ہیں کہ رسولؐ نے وصیت فرمائی تھی کہ میں اُن کو غسل دوں۔ اور سبب زیادتی فہم علیؑ کا بھی یہ تھا کہ جو پانی مقام چشم مبارک رسولؐ میں جمع ہوا تھا غسل دینے کے بعد اس کو علیؑ نے پی لیا تھا۔ اسی طرح شیخ عبد الحق دہلوی نے اپنی کتاب ماثبت بالسنۃ صفحہ ۵۱ میں ہے

سلہ روضۃ الصفا جلد ۳ صفحہ مطبوعہ نولکشور میں ہے کہ محمد حنفیہ نے جب دعویٰ امامت کیا۔ امام زین العابدینؑ نے فرمایا جس کے لئے حجر اسود گواہی دے وہ خلیفہ حق اور امام صادق ہے۔ چنانچہ محمد حنفیہ نے حجر اسود سے پوچھا مگر کوئی جواب نہ ملا پھر امام زین العابدینؑ نے فرمایا اے حجر اسود بزبان فصیح بیان کر کہ وصی و امام بعد امیر المومنین حسینؑ کے کون ہے تو حجر اسود حرکت میں آیا اور گواہی دی کہ امام و وصی حضرت زین العابدین ہے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ خلافت نبوی کی بوصیت سابق بحق لائق جو امامت خلق ہے وہ بدستور اہل بیت میں چلی آئی اگرچہ ظاہری سلطنت کسی اور کے پاس رہی ہو۔ چنانچہ ظاہر ہے کہ امام زین العابدین کے وقت میں ظاہری خلافت و سلطنت یزید بن معاویہ و معاویہ بن یزید و مروان وغیرہ کی رہی ہو۔ تو پھر جھگڑا خلافت محمد حنفیہ اور امام زین العابدین کا کیا تھا اور حجر اسود نے کیسی شہادت دی؟ بالبداہت ظاہر ہوا کہ یہ خلافت نبوی و نیابت امامت دین کی تھی اور بادشاہان ظاہری بادشاہی کو خلافت نام رکھ کر لیتے رہے ۱۲ مترجم سلہ روضۃ الصفا جلد ۳ صفحہ میں لکھا ہے کہ کتاب جفر جامع اُن کے پاس تھی اور امام جعفر صادقؑ کی صفت میں لکھا ہے کہ کتاب جفر جامع اُن کے پاس تھی اور امام نے فرمایا (باقی حاشیہ بر صفحہ ۲۸۲)

سلہ اس عبارت کا متن آیندہ صفحہ پر ہے اور یہ بھی امامت علیؑ کی دلیل ہے ۱۲ مترجم

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۸۱) سلونی قبل ان تفقدونی فانہ لا یحدثکم احد بعدی بمثل حدیثی یعنی فرمایا مجھ سے پوچھ لو میرے فوت ہونے سے پہلے ورنہ میرے بعد ایسی احادیث تم کو کوئی بیان نہ کریگا۔ اسی طرح سیرت حلبیہ جلد ۳ صفحہ ۳۹۳ طبع مصر میں ہے۔ تفسیر کبیر جلد ۷ صفحہ ۳۶۳ میں ہے کہ علماء انبیاء کے عالم ارواح میں خلیفے ہیں اور بادشاہ عالم اجساد میں ان کے خلیفے ہیں الخ یقیناً ائمہ اہل بیت کے برابر دوسرا کوئی ان کے زمانہ میں عالم نہ تھا اور دیگر وجوہ کی تائید سے بھی یہی خلفاء رسولؐ و حجج اللہ فی الارض ہیں ۱۲ مترجم

وفیہ امیر المؤمنین گوید کہ رسول وصیت کرد کہ تغسیل وے من قیام نمائم وسبب زیادتی فہم این بود کہ آب جمع شدہ بموضع چشم رسول صلعم را بعد غسل دادن علیؑ نوشید۔ کذا قال الشیخ الدھلوی فی ماثبت بالسنۃ۔ وفی الخصائص السیوطی اخرج ابن سعد والبزار والبیہقی عن علیؑ قال اوصی رسول اللہؐ ان لا یغسلہ احد غیری الحدیث۔ واخرج ابو داؤد والحاکم وصححہ وغیرھما غسل علیؑ ایاہ۔ انتھی۔ وھذا امر لا شک فیہ ان امیر المؤمنین علیہ السلام

صلوات اللہ وسلامہ علیہ وعلی ابنائہ الطاہرین غسل النبیؐ وکفنہ ودفنہ ولم یشارکہ احد فی ھذا الامر من الخلفاء الثلاثۃ۔ وفی شواھد النبوۃ۔ امیر المؤمنین علی امام اول است از ائمہ اثنا عشر۔ وفیہ امیر المؤمنین حسنؑ ولی امام دوم است از ائمہ اثنا عشر وفیہ امام حسین امام سوم است وھکذا عدّ کل واحد منہم الی ان ذکر غیبۃ الصغریٰ والکبریٰ لصاحب الامر والزمان۔[۲]

(اور شفا قاضی عیاض سے اسی کتاب ماثبت میں لکھا ہے کہ حضرت علیؑ کو ترتیب غسل نبیؐ میں ہاتف کی ندا آتی تھی کہ ایسا ایسا کرنا چاہیئے اور شواہد کی عبارت سابقہ سے ثابت ہوا کہ وفات رسول اللہ کے وقت بجز حضرت علیؑ کے اور کوئی امام نہ تھا جس کے سپرد غسل نبوی کا کام ہوتا اور حضرات ثلاثہ سے کوئی اس منزلت پر نہ پہونچا) ۔ اور خصائص سیوطی جلد ۲ صفحہ ۲۷۶ میں ہے کہ ابن سعد وبزار وبیہقی نے روایت کیا۔ حضرت علیؑ فرماتے ہیں مجھے رسول اللہؐ نے وصیت فرمائی تھی کہ ان کو میرے سوا کوئی دوسرا غسل نہ دے۔ آخر حدیث تک ۔ اور ابو داؤد وحاکم نے صحیح کہکر اور دوسروں نے بھی روایت کیا کہ جناب رسول خدا کو حضرت علیؑ نے ہی غسل دیا۔ انتہیٰ من الخصائص ۔ اور یہ بلاشک ہے کہ نبی علیہ السلام کو غسل وکفن ودفن علیؑ نے دیا اور اس کام میں خلفاء ثلاثہ سے کوئی اُن کا شریک نہیں ہوا۔ اور شواہد النبوۃ کے صفحہ ۱۵۹ میں ہے۔ امیر المؤمنین علیؑ بارہ اماموں سے پہلے امام ہیں۔ اور صفحہ ۱۷۱ میں ہے امیر المومنین حسن ولی بارہ اماموں سے دوسرے امام ہیں۔ اور صفحہ ۱۷۳ میں ہے کہ امام حسینؑ تیسرے امام بارہ اماموں میں سے ہیں۔ اور اسی طرح سب ائمہ اثنا عشر کو شمار کیا۔ تا اینکہ صفحہ ۲۱۲ میں غیبت صغریٰ وکبریٰ صاحب العصر والزمان کا ذکر کیا۔

[۱] فتاویٰ عزیزی مؤلفہ شاہ عبد العزیز دہلوی نے صفحہ ۱۰۱ میں لکھا ہے کہ مختار بعض ائمہ فن شریف حدیث کا مثل توربشتی وقاضی عیاض اور ان کے متبعین مثل شیخ عبد الحق وغیرہ بزرگان قدس اللہ اسرارہم کا اور میلان امام نووی کا شرح مسلم میں بھی اسی طرف ہے کہ خلفاء اثنا عشر سے مراد عادلین مروجین دین متین قائم رکھنے والے اور نافذ کرنیوالے احکام شریعت غرا کے والی خلافت نبوت کے بالاستحقاق والاتفاق نہ بسبیل تغلب وشقاق کے ہیں پھر کہا کہ احادیث بھی اس بات کی مؤید ہیں کہ دین ان سے قائم ہوگا اور اسلام ان سے عزیز رہیگا وغیرہ۔ پھر صفحہ ۱۰۳ میں کہا کہ اکثر شیعہ یہ سب صفات ائمہ اطہار پر منطبق کرتے ہیں۔ تو اسی نظر سے ہمارے نزدیک وہ گمراہ نہیں سمجھے جائینگے انتہیٰ۔ نیز مولوی وحید الزمان نے بعض مقامات میں نام لے کر دوازدہ معصومین کو ائمہ خود مانا ہے۔ اور سید صدیق مؤلف فتح البیان نے رسالہ تشریف البشر بذکر الائمۃ الاثنا عشر میں اور کمال الدین ابن طلحہ شافعی نے مطالب السؤل میں اور نور الدین ابن صباغ مالکی نے فصول المہمہ میں اور سبط ابن جوزی نے تذکرہ خواص الائمہ میں اسی طرح صراحتاً واشارۃً بیان کیا ہے ۱۲ مترجم لو سہیل یمنی ج ۲ صفحہ ۱۲۰ میں تفسیر کشاف جلد ۱ تفسیر آیت واعتصموا بحبل اللہ میں منقول ہے کہ نبیؐ نے فرمایا حضرت فاطمہؑ اور علیؑ میرے دل کی ٹھنڈک اور نور بصر ہیں۔ ان کے دونوں بیٹے میرے ثمرہ دل کے اور ائمہ اولاد ان کی سے دوست دار رب کے ہیں خدا کا مضبوط رسہ ہیں جو آسمان سے زمین تک لٹکا ہوا ہے پس ان کے ساتھ جو تمسک کرے اس نے نجات پائی اور جو ان سے پیچھے رہا پس وہ ہلاک ہوا انتہیٰ۔ اور تحفہ اثنا عشریہ کید ۸۵ صفحہ ۱۳ میں امام رضاؑ کی نسبت لکھا ہے وابن اثیر جزری صاحب جامع الاصول کہ حضرت امام علی بن موسی الرضا را مجدد مذہب امامیہ در قرن ثالث گفتہ است پس مرادش آن است کہ امامیہ مذہب خود را باو مے رسانند ودراں وقت ماخذ مذہب خود از او اند انتہیٰ

صادقؑ کا دعویٰ سلونی

رسولؐ کی وصیت کہ علیؑ مجھے غسل دیں

ائمہ اہلبیت کی امامت کا اقرار

شاہ عبد العزیز وغیرہ کا اقرار

امام رضاؑ اور جعفر ... (حاشیہ کنارہ ناخوانا)

[۲] استقصاء الافحام جلد اول صفحہ ۱۰۱ میں روضۃ الاحباب سے امام دوازدہم کی ولادت وغیبت مطابق مذہب اثنا عشری ... (باقی بر صفحہ ۲۸۳)

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۸۲) نیز روضۃ المناظر ابن شحنہ حنفی طبع مصر بر حاشیہ تاریخ کامل جلد ۱۱ صفحہ ۱۶۹ میں ولادت قائم آل محمد سنہ ۲۵۵ھ میں لکھی ہے اس طرح وولد لھذا الحسن ولد ہ المنتظر ثانی عشرھم ویقال لہ المھدی والقائم والحجۃ محمد ع ولد فی سنۃ خمس و خمسین ومائتین۔ الخ اور دلائل وجود امام زمان وغیبت صغرے وکبرے اور اسپر سوال وجواب وتفصیل تمام کتب مستقلہ اس باب میں مرقوم ہیں جو حضرات مزید تفصیل کے شائق ہوں وہ دلیل العرفان فی جواب تشحیذ الاذہان مؤلفہ رئیس المناظرین مرزا مولوی احمد علی صاحب امرتسری ثم اللاہوری یا صراط سوی فی احوال المہدی مؤلفہ مولوی سید محمد سبطین صاحب اور درمقصود دراحوال مہدی موعود مؤلفہ سید اولاد حیدر صاحب بالقابہ وغیرہ کتب کا مطالعہ کریں ۱۲ مترجم

وقال وحید الزمان فی ترجمۃ سنن ابن ماجۃ۔ ہم تو اُدھر جائیں گے جدھر ہمارے سردار گئے ہیں۔ یعنی حضرت رسول کریم ص اور آپ کے بعد امیر المؤمنین حضرت علی ع اور بعد امام حسن ع امام حسین ع اور ان کے بعد ائمہ اہل بیت علیہم السلام الخ ھذا ھو الحق وماذا بعد الحق الا الضلال و اکثرھم للحق کارھون وغیرھذا غایۃ الاشکال ونہایۃ المحال۔

اور علامہ وحید الزمان صاحب مترجم صحاح ستہ نے ترجمہ سنن ابن ماجہ کے جلد ۱ صفحہ ۲۹۲ میں لکھا ہے۔ ہم تو اُدھر جائیں گے جدھر ہمارے سردار گئے ہیں۔ یعنی حضرت رسول کریم ص اور آپ کے بعد امیر المؤمنین حضرت علی ع اور بعد امام حسن ع امام حسین ع اور ان کے بعد ائمہ اہل بیت ع الخ۔ یہی حق ہے اور اکثر لوگ حق سے کراہت کرتے ہیں اور بجز اس کے امر محال ومشکل ہے۔

سے ۱ انوار اللغۃ لمولوی وحید الزمان پارہ ۲ صفحہ ۲۴ لغت برج طبع بنگلور میں ہے والسماء ذات البروج قال اما السماء فانا واما البروج فالائمۃ بعدی اولھم علی ع واخرھم المھدی ع یعنے نبی ص نے فرمایا میں بمنزلہ آسمان کے ہوں اور ائمہ میرے بعد پہلے علی ع اور آخر مہدی ع بمنزلہ برجوں کے ہیں۔ اور اسی کتاب پارہ ۱ طبع بنگلور لغت ام صفحہ ۴۶ میں ہے یکون فی امتی اثنا عشر امیرا کلھم من قریش۔ میری امت میں بارہ امیر ہوں گے سب قریش ہوں گے۔ اور جن لوگوں نے مصداق اس حدیث کا خلفاء بنی امیہ اور عباسیہ کو ٹھہرایا ہے انہوں نے غلطی کی ہے کیونکہ بنی امیہ اکثر ظالم اور غاصب اور جابر تھے اور عباسیہ کا عدد بارہ سے زیادہ تھا اور ہم نے ہدیۃ المہدی میں یہ لکھا ہے کہ مراد ان بارہ امیروں سے ائمہ اثنا عشر علیہم السلام ہیں اور امارت سے دینی پیشوائی وسرداری مراد ہے نہ حکومت ظاہری۔ انتہی بعینہ۔ اور دیکھو فلک النجاۃ تحقیق ملامعین انہ دراسات اللبیب۔ بیان تطہیر اہلبیت نبی ص اور ان کی عصمت ۱۲ مترجم

سے ۲ ائمہ دوازدہ کے پیروی کنندگان کو یہ فخر ہونا چاہئے کہ دنیا وآخرت میں اُن کو شیعہ اثنا عشری کے خطاب سے پکارا جانا یقینی ہے اور ضرور ہے کہ خادمان آل محمد ص اور گیرندگان دامن ائمہ اطہار کی شفاعت بھی قیامت کے دن حضرات معصومین فرماکر دریائے رحمت الٰہی کو جوش میں لائیں گے۔ اور مقلدین دیگر حضرات کے مقام پشیمانی وسرگردانی میں غم کھائیں گے۔ کیونکہ اُن کے پیشوا خود غرق دریا عصیان وحرمان میں ہوکر موافق قول الٰہی اذ تبرء الذین اتبعوا من الذین اتبعوا کے اپنے مقلدین سے بیزار ہوں گے۔ حالانکہ مطابق آیت اتخذوا احبارھم ورھبانھم اربابا من دون اللہ کے لوگوں نے دنیا میں ان کو پیشوا بمنزلہ رب کے بنا رکھا تھا جیسا کہ

(باقی برصفحہ ۲۸۴)

سے تفسیر آیت اتخذوا احبارھم مثل درمنثور فتح البیان جلد ۲ صفحہ ۲۴۲ وتفسیر عزیزی پارہ ۱ صفحہ ۱۱۶ وکبیر جلد ۴ صفحہ ۲۳ وعقد الجید شاہ ولی اللہ صفحہ ۴۶ میں ہے۔ ایضاً تفسیر یوم ندعوا کل اناس بامامھم کے لئے ترجمان القرآن پارہ ۱۵ بنی اسرائیل صفحہ ۱۴۱ میں بہ تفسیر آیت مذکورہ لکھا ہے۔ علی بن ابی طالب نے کہا

(باقی برصفحہ ۲۸۴)

(بقیہ حاشیہ ثانی صـ۲۸۳)

مراد امام سے امام عصر ہے اہل ہر عصر ہمراہ اپنے امام کے بلائے جایئں گے جس کے امر و نہی پر چلتے تھے (پھر کہا) ابو عبیدہ نے کہا ہے مراد امام سے صاحب مذہب ہے مثلاً یوں کہا جائے گا۔ این التابعون للعالم فلان بن فلان کہاں ہیں فلاں کے تابع (پھر کہا) قرطبی نے کہا یہ پکار ساتھ مذہب کے ہوگی جس کے ساتھ دنیا میں پکارے جاتے تھے اور اس مذہب کے مقلد تھے۔ مثلاً یوں کہیں گے اے حنفی، اے شافعی، اے معتزلی، اے قدری۔ انتہیٰ اگرچہ اور اقوال تفسیریہ کو درج کر کے بعض کو ترجیح دی مگر ہر ایک کی رائے ہے۔ ہمارا مقصود یہ ہے کہ بعض علماء سنیوں کے ہمارے مدعا کے مطابق کہتے ہیں۔ اور مفردات راغب اصفہانی مطبوعہ مصر بر حاشیہ نہایہ ابن اثیر جلد ۱ صفحہ ۵۴ میں ندعوا کل اناس بامامہم کی تفسیر میں لکھا ای بالذی یقتدون بہ یعنی اس کے ساتھ بلائے جایئں گے جس کی وہ پیروی کرتے ہوں گے ۱۲ مترجم

(بقیہ حاشیہ اول صـ۲۸۳)

تفسیر درمنثور جلد ۳ صـ۲۳۰ میں باسانید صحیحہ کثیرہ بذیل آیت مذکورہ کے لکھا ہے بالاتفاق نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے کہ وہ لوگ اپنے علماء وزاہدین کے ایسے پیرو تھے کہ جو کچھ وہ حرام و حلال وغیرہ میں حکم دیتے اسی پر عمل کرتے تھے نہ یہ کہ ان کی عبادت سجدہ وغیرہ سے کرتے تھے بلکہ فقط شرک فی الاطاعت کرتے تھے تو ایسے لوگوں کو ان کے پیشواؤں کے نام سے ہی قیامت کے دن پکارا جائے گا۔ دلیل اس کی آیت یوم ندعوا کل اناس بامامہم پ۱۵ سورت بنی اسرائیل ہے۔ یعنی یاد کرا ے رسول م اس دن کو جب کہ ہم ہر گروہ کو اس کے پیشوا کے نام سے پکاریں گے مثلاً شافعی۔ مالکی۔ حنبلی۔ حنفی۔ مرزائی۔ شیعہ اثنا عشری وغیرہ "تفسیر آیت کے لئے دیکھو تفسیر درمنثور جلد ۴ صـ۱۹۴ باسناد ابن ابی شیبہ وابن المنذر وابن ابی حاتم وابن مردویہ کے ابن عباس سے مروی ہے۔ فرمایا۔ یوم ندعوا۔ الخ سے مراد یہ ہے کہ اپنے امام کے نام سے بلائیں گے خواہ امام ہدایت ہو۔ خواہ امام ضلالت ہو اور باسناد ابن مردویہ کے از سکت علیہ السیوطی، علیؑ سے مروی ہے کہا فرمایا رسول اللہ نے معنے اس کا یہ ہے کہ ہر قوم کو ان کے امام زمانہ اور کتاب خدا اور طریق نبیؐ کے ساتھ بلایا جائیگا۔ انتہیٰ۔ معلوم ہوا کہ تین صفات سے پکارا جائے گا۔ ایک تو ہر بشر کے وقت میں ایک نہ ایک امام اس زمانہ کا ہوگا۔ اس کے نام سے پکارا جائے گا۔ دوسرا اُس وقت کی کتاب خدا کے نام سے۔ اور تیسرا اس وقت کے نبی کے نام پر بلایا جائے گا تو یہ غلط ہے جو امام سے مراد صرف رسول لیتے ہیں اور بس۔ کیونکہ خدا کے بندے کہلا کر اسی کو رب سمجھ کر جب پیروی احبار و رہبان کی کر کے زیر وعید اتخذوا احبارھم کے آگئے ہیں۔ تو جو رسول کی امت کہلا کر اطاعت اُس کی چھوڑتے ہیں اور غیر کی اطاعت کرتے ہیں وہ بلاشک رسول کے مقلد نہیں ہیں اور نہ رسول اُن کے پیشوا ہوں گے وہ اپنے پیشواؤں کے نام سے پکارے جائیں گے۔ مزید ثبوت کے لئے ملاحظہ ہو تفسیر ترجمان القرآن صـ۱۴۱ بحوالہ فتح البیان حضرت علیؑ سے مروی ہے مراد امام سے امام عصر ہے اہل ہر عصر ہمراہ اپنے امام کے بلائے جایئں گے جس کے امر و نہی پر چلتے تھے۔ اسی طرح فتح البیان کے جلد ۵ صـ۲۶۰ و روح البیان جلد ۵ صـ۱۸۷ میں ہے اور زیادہ کیا کہ قرطبی نے کہا ہے سب کو ان کے مذاہب سے بلایا جائیگا۔ اس طرح کہ دنیا میں جس کی تقلید اور پیروی کرتے تھے اُنہی کے نام سے پکارا جائے گا کہا جائے گا یا حنفی۔ یا شافعی۔ الخ۔ اسی طرح بعینہ تفسیر حسینی میں زیر آیت یوم ندعوا کے ہے اور تفسیر خازن جلد ۴ صـ۱۴۳ طبع مصر میں ابن عباس سے مروی ہے کہ اس آیت کا معنے یہ ہے کہ ہر ایک کو اُس کے امام کے نام پر بلایا جائے گا۔ جس کا دنیا میں پیرو رہا ہو۔ خواہ امام ہدایت پر چلانے والا ہو خواہ گمراہی پر۔ اس لئے کہ ہر قوم اپنے افعال خیر و شر میں ایک پیشوا کے پیچھے ہوتی ہے۔ انتہیٰ۔ اور تفسیر ابن جریر جلد ۱۵ صـ۸۳ میں ہے۔ واولیٰ ھذہ الاقوال عندنا بالصواب قول من قال معنیٰ ذٰلک یوم ندعوا کل اناس بامامہم الذی کانوا یقتدون بہ۔ الخ (ترجمہ) سب سے بہتر اور صحیح اُس کا قول ہے جس نے اس آیت کا یہ معنے کیا ہے سب کو اُن کے امام کے ساتھ بلایئں گے جس کی وہ پیروی

اصح التفاسیر سے صحیح تفسیر لفظ امام

کرتے ہوں گے۔ یعنی دنیا میں اُس کی اقتداء کرتے ہوں گے۔ کیونکہ عرب لفظ امام کو اغلب طور پر اُس کے سئے استعمال کرتے ہیں جس کے ساتھ وہ اقتدا کرتے اور دنیا میں اُس کی پیروی کرتے ہوں۔ اور معانی کلام الٰہی کی توجیہ مشہور تر استعمال کے لحاظ سے اولیٰ ہوتی ہے جب تک اُس مشہور اصطلاح کے مخالف کوئی مسلّم دلیل ثابت نہو۔ انتہےٰ۔

اور تفسیر سراج المنیر جلد ۲ صلـ ۳۲۱ طبع نول کشور میں ہے۔ کل من ائتم بہ قوم کانوا علیٰ ھدی او ضلالۃ (الی ان قال ونقل الحدیث المرفوع) ثم ینادی الاتباع یا اتباع فرعون واتباع فلان وفلان من رؤساء الضلال۔ الخ یعنے امام سے مراد وہ ہے جس کی قوم پیروی کرے ہدایت پر ہوں یا گمراہی پر پھر حدیث مرفوع نقل کی کہ رسول صؐ نے فرمایا پھر پیروی کرنے والوں کو قیامت کے دن پکارا جائیگا۔ اے مقلدین فرعون۔ اے پیروان فلاں وفلاں سرداران گمراہی کے نام سے بھی بلایا جائیگا۔ الخ۔

اور تفسیر کبیر جلد ۵ صفحہ ۴۲۲ میں بعینہٖ مثل سراج المنیر کے لکھا ہے۔ پس تفاسیر آیت مذکورہ اور ظاہر معنے آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ امام سے مراد عام ہے امام ہدایت ہو یا امام ضلالت۔ جیسا کہ قرآن کریم میں ہے ائمۃ یھدون بامرنا واوحینا الیھم فعل الخیرات واقام الصلوٰۃ الآیہ پ۱۷ وجعلنا ھم ائمۃ یدعون الی النار الآیہ پ۲۰ (ترجمہ) ہم نے ان کو ایسا امام بنایا کہ ہمارے امر کی ساتھ ہدایت کرتے ہیں۔ اور فعل خیرات کی اُن کی طرف ہم نے وحی بھی کی ہے الخ اور دوسری جگہ فرمایا ہم نے ان کو امام کیا ہے جو دوزخ کی طرف بلاتے ہیں الخ۔ پس اس سے معلوم ہوا کہ قیامت کے دن جو لوگ امام ضلالت کے پیرو ہوں گے وہ اُن کے نام سے بلائے جائیں گے اور ایسے لوگ عذاب کو دیکھ کر پچھتائیں گے۔ مگر اُس وقت پچھتانا کیا فائدہ دیتا ہے پڑھیئے آیت یوم یعض الظالم علیٰ یدیہ یقول یالیتنی اتخذت مع الرسول سبیلا۔ یا ویلتا لیتنی لم اتخذ فلانا خلیلا۔ یعنی اُس دن کو یاد کر اے رسول جس دن ظالم اپنے ہاتھوں کو دانتوں سے کاٹے گا اور حسرت کرتے ہی کہے گا افسوس ہے کہ میں رسول اللہ کے راہ پر چلتا اور اُس کی پیروی کرتا۔ ہائے افسوس میں فلاں آدمی کو دوست نہ رکھتا۔ اور اُس کی پیروی نہ کرتا۔ اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ جو کوئی رسول کے برخلاف چلے اُس کی دوستی منع ہے بلکہ اُس سے بیزار رہنا چاہیئے۔ اور حکم نبوی کی اطاعت کرنی چاہیئے اور بعد رسول کے بحکم رسولؐ جانشین رسولؐ حضرت علیؑ امام حق ہیں اور بعد ازاں اُن کی نص سے جو مثل نص نبوی کے ہے باقی ائمہ اطہار واجب الاطاعت ہیں جو اُن کے حکم پر عمل کرے گا اور اپنا نیا مذہب اختراع کرے گا اور اپنے مقرر کردہ پیشواؤں کی پیروی کرنے اور کرانے کا التزام واہتمام کرے وہ آیۃ مذکورہ کے وعید میں آجائیگا۔ اسی واسطے آیت کے آخر میں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ قیامت کے دن رسول فرمائے گا یارب ان قومی اتخذوا ھذا القرآن مھجورا۔ یعنی اے میرے رب میری قوم نے قرآن کو بیکار چھوڑ دیا۔ یعنی اس طرح کہ قرآن کو اہل بیت سے جو قیامت تک جدا نہ ہونے والے تھے۔ جدا کر کے اُس کی تفسیر بالرائی کرتے رہے اور ائمہ ہدیٰ سے جو دین کے استاد تھے۔ قرآن نہ سیکھا۔ اور آیت یوم یعض الظالم میں جو لفظ ظلم وارد ہے جس کا معنی وضع الشیٔ فی غیر محلہ یعنی شے کو اپنے مقام پر نہ رکھنا۔ اس سے مراد یہ ہے کہ امامت کو بعض لوگوں نے بے محل مخالف حکم و منشاء رسول کے رکھا۔ یعنی جو بحکم ائمۃ یھدون بامرنا کے امر خدا سے ائمہ مقرر تھے اور اُس کے فرمان کے مطابق نہ اپنے قیاس سے تعلیم دیتے تھے۔ اُن کو امام نہ سمجھا۔ بلکہ امامت کو غیر مستحقوں کے حوالہ کر دیا۔ وہ یہی افسوس کریں گے کہ ہائے ہم ان جھوٹے اماموں کو دوست نہ رکھتے

ہر زمانہ میں امام کا وجود ضروری ہے

بعض معاصرین کا خیال ہے کہ بعد وفات نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلیفہ نبی وامام کی چند سال تک ضرورت تھی کہ اسلام کی تعلیم شائع ہو جائے اس کے بعد ضرورت نہیں۔ مگر یہ دعوٰی بلا دلیل ہے کیونکہ جو ضرورت پہلے تھی

(باقی مضمون بر صفحہ ۲۸۶)

(سلـ ۱ یہ حاشیہ صفحہ ۲۸۶ پر ملاحظہ ہو)

(حاشیہ ۱ صفحہ ۲۸۵) ۱ ہر زمانہ میں ایک امام کی ضرورت۔ دیکھو صواعق در بیان تطہیر اور عبارت کبیر در بیان ضرورت خلیفہ نبی اور آیت وما کان اللہ لیعذبہم وانت فیہم۔ بھی ایک فرد اہل بیت رسولؐ کے ہر زمانہ میں موجود ہونے پر دال ہے۔ تفصیل کے لئے دیکھو جواد صواعق در بیان آیت تطہیر اہل بیت اہل زمین کے لئے امان ہیں۔ اور صواعق محرقہ مطبوعہ مصر صفحہ ۹۱ میں تفسیر آیت مذکورہ ملاحظہ ہو اس میں حدیث صحیح علیٰ شرط الشیخین لکھی ہے کہ نبی صلعم نے فرمایا ستارے اہل زمین کے لئے غرق سے امان ہیں کہ سمندروں میں ان کے نشانات سے سفر کیا جاتا ہے اور میرے اہل بیت میری امت کے واسطے اختلاف سے امان ہیں پس جو قبیلہ عرب اہل بیت کے مخالف ہوگا مختلف ہو کر گروہ ابلیس ہو جائیگا۔ پھر حدیث سفینہ نوح کو بیان کیا ہے۔ پھر وجہ لکھی ہے کہ نبیؐ نے اہل بیت کے حق میں فرمایا یہ مجھ سے ہیں اور میں ان سے ہوں اور جناب فاطمہؑ جگر گوشہ رسول ہیں اور ان کی اولاد امان ہونے میں قائم مقام رسول ہیں۔ اور لکھا کہ اہل بیت سے مراد جو امان ہیں ان کے علماء ہیں جن کے ذریعہ ستاروں کی مانند رہنمائی ہوتی ہے۔ انتہیٰ من الصواعق۔

ظاہر ہے کہ معانی قرآن میں اختلاف چلا آتا ہے اور صحیح تاویل کے واسطے نائب رسول کی ضرورت ہے۔ چنانچہ خصائص نسائی صفحہ ۷۸ میں مروی ہے۔ نبیؐ نے فرمایا ان منکم من یقاتل علی تاویل القرآن کما قاتلت علی تنزیلہ فقال ابوبکر انا فقال لا فقال عمر انا فقال لا ولکن خاصف النعل الخ یعنے تم میں سے وہ بھی ہے جو تاویل قرآن پر جنگ کریگا جیسے میں نے تنزیل قرآن پر جنگ کی۔ پس حضرت ابوبکرؓ نے کہا وہ میں ہوں آپ نے فرمایا نہیں بلکہ وہ ہے جو جوتا کو پیوند لگا رہا ہے اُس وقت حضرت علیؑ نبیؐ کے جوتے کو پیوند لگا رہے تھے۔ تفسیر عزیزی مؤلفہ شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی پارہ ۳۰ عم صفحہ ۲۰۰ و ۲۰۱ میں ناقہ صالحؑ کی باحادیث صحیحہ متشابہت جناب علیؑ سے ثابت کی گئی ہے کہ جیسے ناقہ کا معجزہ باعث ہدایت و اظہار کمال تھا۔ اسی طرح حضرت علیؑ بھی ہیں۔ (آخر لکھا) اور اولاد علیؑ کا نور طبقہ بعد طبقہ ہدایت کے لئے موجود رہا جو اپنے وقت میں امام رہا ہے۔ انتہیٰ۔

(نوٹ) یہ حدیث بطلان خلافت شیخین کے واسطے کافی دلیل ہے۔ غور فرمایئے کہ نائب پیغمبر بجائے پیغمبر جنگ کرنے والے جناب امیرؑ تھے شیخین کو باوجود حرص کے جواب نفی میں ملا۔ اور اسعاف الراغبین مطبوعہ مصر برحاشیہ نور الابصار صفحہ ۹۶ میں ہے کہ حدیث حسن میں ہے کہ نبیؐ نے فرمایا میرے اہل بیت میرے رازدار اور معدن معارف ہیں۔ ۱۲ مترجم۔

(بقیہ مضمون صفحہ ۲۸۵) وہ قیامت تک باقی ہے اس طرح کہ یا تو قرآن و احادیث کے ہوتے ہوئے بعد نبیؐ کے کسی ایسے وجود کی ضرورت نہیں جو جملہ افراد سے اعلم ہو اور بوقت اختلاف تاویل و تفسیر قرآن اور اختلاف احادیث و روایات کے اُس کی طرف رجوع کیا جائے اور اُس کا فیصلہ سب پر حجت اور واجب الاطاعت ہو اور سیاسی انتظام کی استعداد بھی رکھتا ہو۔ اور یا ضرورت ہے۔ اگر ہے تو قیامت تک نئے نئے خیالات کے پیدا ہونے والے بنی نوع انسان کے لئے ہمیشہ وہ ضرورت باقی ہے۔ چنانچہ بوقت وفات سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والتحیات کے بقول اہل السنن انعقاد خلافت کو غسل و کفن آنحضرت صلعم سے اہم ترین سمجھا گیا۔ اور بعد میں بھی ہمیشہ اس ضرورت کے سنی علماء اقرار کرتے ہیں جس طرح کہ اسی کتاب کے شروع بیان ضرورت امام میں ہم لکھ چکے ہیں۔ اور اگر ہمیشہ ضرورت باقی ہے تو محض انتظام ملکی کے لئے اگر خلیفہ کی ضرورت ہے تب عیسائیوں کی سلطنت میں سب سے اعلیٰ انتظام موجود ہے لہٰذا جو بادشاہ بلفظ دیگر خلیفہ آجکل لنڈن میں موجود ہے خلیفہ ہمیشہ یہی یا اسی کی مثل ہونا چاہیے مگر نائب نبیؐ اور دین کا حامی و معاون جس سے دین قوت پکڑے اور جو حدیث اثنا عشر خلیفۃً سے ثابت ہوتا ہے اس کا مصداق ایسا خلیفہ نہیں ہو سکتا اور نہ وہ ضرورت و غایت و غرض اس سے پوری ہو سکتی ہے۔ پس لازمی طور پر تسلیم کرنا پڑیگا کہ ہمیشہ ایسے وجود کی ضرورت ہے جس سے اغراض دینیہ مذکورہ پوری ہو سکیں اور غور کرنے سے بجز ائمہ خاندان نبوۃ یعنی ذریت طیبہ جناب زہرا علیہا السلام کے دوسرا کوئی صفات کاملہ نبویہ سے متصف جو شرعی امور کی تعلیم میں کسی کا محتاج نہ ہو بلکہ بوجہ اُس کے اعلم ہونے کے سب اُس کے محتاج ہوں وہ کسی سوال کے جواب میں عاجز نہ ہو ایسا نہیں مل سکتا۔ نیز اگر چند سال تک خلافت کی ضرورت تھی تو بارہ خلفاء کی حدیث ارشاد فرمانے کی آنحضرت صلعم کو کوئی ضرورت نہ تھی۔ اور اگر بقول اہل السنن بارہ خلفاء سے وہی مراد ہوں جن میں یزید و ولید داخل ہیں تو اُن سے بجائے تقویت دین کے تضییع دین صادر ہوئی اور اُن کا زمانہ سلطنت ختم ہو چکا مگر ضرورت خلیفہ کی بدستور باقی ہے اور تمام روئے زمین کی سلطنت نہ اُن کے عہد میں اُن کو حاصل تھی اور نہ کسی کو آج حاصل ہے اور ویسے کسی حصہ زمین کی سلطنت کسی مسلمان کے ہاتھ میں ہونے کا نام اگر خلافت ہے تو وہ پہلے بھی سیکڑوں ہوئے اور اب بھی چند موجود ہیں۔ مگر باعتبار اغراض دینیہ کے یہ سراسر غلط ہے۔ اور علامہ ابن حجر کا بیان صواعق محرقہ مطبوعہ مصر صفحہ ۹۰ میں ہمارے مدعا کا مؤید ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ حدیث ثقلین میں جو حکم اہل بیتؑ کے ساتھ تمسک کا وارد ہے اس سے اس طرف اشارہ ہے کہ اہل بیت نبوی سے ہر زمانہ میں قیامت تک ایک نہ ایک قابل تمسک فرد ضرور موجود رہیگا جیسا کہ کتاب اللہ موجود ہے۔ اور اسی واسطے اُن کو آنحضرتؐ اہل زمین کے لئے باعث امان فرماتے ہیں۔ پھر لکھتے ہیں سب سے کافی دلیل دوسری حدیث ہے جس میں نبی صلعم نے فرمایا میرے بعد میری امت میں ہمیشہ عادلین میرے اہل بیتؑ سے موجود رہیں گے جو اس دین کو گمراہ لوگوں کی تحریف اور تاویل جاہلین اور جھوٹے لوگوں سے بچا کر راہ حق کی ہدایت کرتے رہیں گے۔ (باقی مضمون بر صفحہ ۲۸۷)

ہر زمانہ میں امام کی ضرورت

(بقیہ مضمون صفحہ ۲۸۶) خبردار تمہارے پیشوا تم کو خدا کے سامنے اپنے ساتھ لیجانے والے ہیں اسلئے سوچ لو کہ کیسے شخص کو پیشوا بنا رہے ہو (اس جگہ آیت یوم ندعوا کل اناس بامامھم کا مضمون بھی ملحوظ رکھئے) دیکھو صواعق محرقہ صفحہ ۹۰ حدیث فی کل خلف من امتی عدول من اہل بیتی ینفون عن ھذا الدین تحریف الضالین وانتحال المبطلین وتاویل الجاھلین الا وان ائمتکم وفد کم الی اللہ عز وجل فانظروا من توفدون انتھٰی۔ انصاف سے فرمائیے کہ عادلین اہل بیت نبوی سے ائمہ دوازدہ کے برابر کوئی اور مل سکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ لہٰذا انہی کو پیشوا بناکر انہی کے اقوال و اعمال پر عمل کرنے سے بالاتفاق نجات کی امید ہو سکتی ہے۔ بلکہ متیقن ہے۔ اور اہل بیت کی تشریح ہم ابتدائے کتاب میں لکھ چکے ہیں۔ (باقی مضمون بر صفحہ ۲۸۸)

۵۷ حدیث فی کل خلف من امتی عدول۔ کنز العمال جلد ۵ صفحہ ۲۱۰ میں بھی باسناد حاکم و ابن عدی و ابو نعیم و بیہقی پانچ صحابہ سے مرفوعاً و ابو نصر السنجری و ابن عساکر کے مروی ہے۔ نیز دیکھو اسی کتاب کنز العمال کا جلد ہم صفحہ ۲۲۲ و ۲۲۷ اور صفحہ ۲۱ میں تصحیح حدیث کی تصریح ہے (رفع اشتباہ) اہل السنن یہ کہتے ہیں کہ ہم دوازدہ ائمہ علیہم السلام کو مانتے ہیں لیکن ہمیں ان کی کوئی روایت صحیح یا کتاب صحیح نہیں ملتی اور شیعہ جھوٹی روایات ائمہ پر تھوپ دیتے ہیں۔ اسلئے مجبور ہیں ہم کہتے ہیں کہ جن روایات کو ائمہ اہل بیت سے آپ اپنی صحیح کتابوں میں دیکھتے ہو کیا ان پر عمل کرتے ہو اور دوسرے اقوال مخالف اہل بیت کو ترک کر دیا ہے تب تو یہ گمان ہو سکتا ہے کہ آپ ایمانداری سے کہتے ہیں مگر امہات الاولاد کی بیع جائز یا مسح پاؤں کا وضو میں یا تور کا نفقہ انگلیوں کی جڑ سے کاٹنا یا دست وجبی نماز میں پڑھنا حضرت علی کا مذہب آپ جانتے ہیں۔ اور امام باقر کا مذہب پاؤں کا مسح اور امام صادق کا مذہب حرمت خرگوش آپ کی ہی کتابوں میں لکھا ہے۔ پھر اس پر عمل نہ کرنے کی وجہ کیا ہے۔ اصل میں آپ نام کے لئے دوازدہ امام اہل بیت جانتے ہیں اور اقتدا کے لئے ابو حنیفہ وغیرہ کو امام جانتے ہیں اور جو کتب امامیہ میں مشہور روایات ائمہ اہل بیت سے مروی ہیں ان کو بھی آپ کا نہ ماننا محض تعصب کی وجہ ہے ورنہ جو کتب فقہ و حدیث میں سنیوں کے اپنے ائمہ مجتہدین سے روایات لکھی ہیں ان کو کس طرح صحیح مانا جاتا ہے کیا دلیل ہے کہ اپنے ائمہ سے آپ کے علما جو روایت کریں انکی صحیح نسبت آپ کے مجتہدین کی طرف سمجھی جاتی ہے اور جو ہمارے علما اپنے ائمہ اہل بیت طاہرین سے روایت کریں۔ آپ لوگ انکی طرف جھوٹی نسبت سمجھیں۔ اس صورت میں جیسا کہ آپ کہتے ہیں کہ ائمہ طاہرین سنی تھے۔ اور شیعہ ان پر جھوٹی روایات تھوپ رہے ہیں۔ تب یہ ثابت ہو چکا کہ ائمہ اہل بیت کو ہی اپنا امام ہیں یا پیشوا سمجھنا چاہیئے۔ تو اسکے بعد ہم نے روایات اہل بیت کی تلاش کی کتب سنیہ میں مکحول۔ حماد۔ ابراہیم۔ حسن بصری۔ وغیرہ کے اقوال علماء امت کے نظر آتے ہیں۔ کچھ مجتہدین ابو حنیفہ شافعی وغیرہ کے اقوال دیکھنے میں آتے ہیں۔ مگر ائمہ اہل بیت کا بلحاظ امامت ان سے احکام اخذ کرنے کی صورت میں نام تک مذکور ہونا شاذ و نادر اور کالمعدوم ہے جس جگہ ذکر آگیا وہ بھی یا تضعیف کی زد میں آجاتا ہے یا عمداً ترک کر دیا جاتا ہے غرضیکہ وقعت کی نگاہ سے نہیں دیکھا جاتا۔ اور سب اہل مذاہب اپنے اپنے مقتداؤں و پیشواؤں کی طرف اپنا مذہب منسوب کرتے چلے آتے ہیں۔ مگر ائمہ دوازدہ اہل بیت کی طرف بجز شیعہ اثنا عشریہ کسی کو منسوب نہ پایا گیا۔ یہی ایک فرقہ مسلمانوں کا ایسا معلوم ہوا جو ہر مسئلہ میں بتعمیل حدیث ثقلین و آیت اطاعت اولی الامر کے دوازدہ ائمہ کی روایت تلاش کرتے ہیں اور ہر جگہ انہی سے سند لیتے ہیں۔ اور کوئی مذہب دنیا بھر میں نظر نہیں آیا جس میں ان ائمہ کو پیشوا جان کر انہی سے سب احکام اخذ کئے گئے ہوں اور جس میں بغیر انکے کسی اور کے ہم زمان امتی کے قول کی پرواہ کی گئی ہو لہٰذا مجبوراً ہم اسی مذہب شیعہ اثنا عشریہ کو ہی مذہب ائمہ (باقی بر صفحہ ۲۹۰)

۵۸ فتاوی عزیزی اردو مسمی بہ سرور عزیزی مطبوعہ فخر المطابع لکھنؤ جلد اول صفحہ ۸۲ میں شاہ عبد العزیز کا اپنا ایک خواب درج ہے جس میں شاہ صاحب اپنی ملاقات جناب علی سے بیان کرتے ہیں اور شرف زیارت کے علاوہ مکالمہ بھی بیان کرتے ہیں جس میں امیرؑ سے چند سوالات کا جواب لیا ان سوالات میں ایک یہ تھا کہ مذاہب فقہا سے کون مذہب جناب عالی کو پسند ہے۔ ارشاد ہوا کہ (ان کا) کوئی مذہب ہمکو پسند نہیں یا یہ فرمایا کہ ہمارے طریقہ پر نہیں لوگوں نے افراط و تفریط کو راہ دی ہے پھر میں نے عرض کیا کہ اولیاء اللہ کا کون طریقہ جناب عالی کے طریقہ کے موافق ہے تو ارشاد فرمایا کہ اسکا بھی وہی حال ہے ہر طریقہ میں چیزیں نئی ناپسندیدہ مثلاً ہمارے طریقہ کے اختراع کی ہیں۔ اور ہمارے طریقہ کی چیزوں میں کمی کر دی ہے الخ۔ پھر صفحہ ۲۰۹ پر لکھا ہے کہ فقیر مخالفت جزوی درمیان مذاہب اربعہ و مذہب حضرت امیر کے (یعنی عبد العزیز کی اپنی رائے ہے۔ مترجم) پھر صفحہ ۲۱۰ پر لکھا ہے حاصل کلام تقریر مندرجہ بالا سے معلوم ہوا کہ اس خواب کی صحت پر یہ اعتراض صحیح نہیں کہ اس خواب سے لازم آتا ہے کہ مذاہب ائمہ اربعہ کے باطل ہیں الخ۔ شاہ صاحب اس خواب کو رؤیا صادقہ صالحین شمار کرتے ہیں جو حدیث میں جزء من اجزاء النبوۃ کے درجہ پر ہے۔ لہٰذا اسی سے مذاہب اربعہ اور طرق صوفیہ کا حال ایسا روشن ہے کہ تاویلات کا باب مسدود ہے۔ مگر اتنا ہے ظاہر کہ حضرت علیؑ کے مذہب کے خلاف یہ مذاہب و طرق سینوں نے اختراع کئے ہیں۔ اور شروع مکالمہ میں لکھا ہے کہ حضرت امیرؑ نے فرمایا میں نے ایک شخص کی زبانی سنا ہے تم نے کوئی کتاب لکھی ہے اور اس میں میری تحقیر کی ہے تم کو اسکی خبر ہے یا نہیں الخ۔ غالباً اسی سے صواعق نصر اللہ کابلی پشتونی اور اسکے سرقہ و ترجمہ تحفہ اثنا عشریہ رد شیعہ کی طرف اشارہ ہے۔ مثلاً اتنی حق کے واسطے مخالف کی زبانی حق اور باطل کی تمیز آسان ہے۔ ۱۲ مترجم ۵۹ علامہ وحید الزمان انوار اللغۃ پارہ جنگ حدیث ثقلین کے تحت میں لکھتے ہیں اور مقلدوں نے کیا کیا۔ زبانی محبت اہلبیتؑ کی ڈینگ مارتے ہیں لیکن عملاً ذرا بھی اہلبیتؑ کی طرف توجہ نہیں انکی کتابوں میں بہاں دیکھو ابو حنیفہ اور شافعی اور ابو یوسف اور محمد بن حسن اور زفر کے اقوال بھرے ہوئے ہیں ہیں نے آج تک کسی حنفی یا شافعی کو نہیں دیکھا۔ کہ صادق یا امام باقر یا دوسرے اہل بیت کے اقوال تلاش کرے۔ ان پر چلے۔ بلکہ ان ائمہ کا تو کیا ذکر ہے انہوں نے سردار اہلبیت یعنی آنحضرتؐ کی احادیث کو بھی چھوڑ دیا۔

(بقیہ حاشیہ سے ۲۸۷) اہل بیتؑ سمجھتے ہیں اور اسی پر عمل کرنا باعث نجات جانتے ہیں۔ کیونکہ جن کو ہم ائمہ تسلیم کر چکے ہیں ان کا مذہب ہم کو ان کتب شیعہ کے بغیر کہیں نہیں ملتا۔ اور نہ کوئی دوسرا اپنے مذہب کو خالص ان کی طرف منسوب کرتا ہے۔ ایسی حالت میں کسی کا کہنا کہ شیعہ نے ائمہ اہل بیت پر کتب میں سب جھوٹ لکھ دیا ہے نفط ضد پر مبنی ہے۔ اور یہ سراسر انصاف کا خون کرنا ہے کہ سنیوں نے ان ائمہ ہدیٰ سے اپنے مذہب میں کچھ لیا نہیں اور جنہوں نے ان سے لیا ہے ان کو جھوٹا کہکر مذہب حق اہل بیتؑ کو مٹا دیا جائے اور لوگوں کو اس کی پیروی سے متنفر کر کے روکا جائے اسی واسطے ابو حنیفہ وغیرہ کے مقلدین امام مہدیؑ کے سب سے زیادہ دشمن ہو گئے۔ دیکھو دراسات اللبیب۔ شرح مواقف طبع نولکشور صفحہ ۵۷ میں ہے کانت الامامیۃ اولاً علی مذھب ائمتھم حتی تمادی الزمان فاختلفوا یعنی امامیہ اثنا عشریہ پہلے اپنے ائمہ اہل بیتؑ کے مذہب پر تھے حتیٰ کہ زمانہ طویل گذرا تو مختلف ہو گئے۔ اس سے اتنا تو پتہ چلتا ہے کہ یہ گروہ اپنا پیشوا ائمہ اہل بیت کو جانتے اور انہی سے اخذ کرتے ہیں۔

(ایک اور شبہ کا جواب) بعض سنی صاحبان مذہب اہل بیت چھوڑنے کا یہ عذر بیان کرتے ہیں کہ امام ابو حنیفہ شاگرد امام جعفر صادقؑ کے ہیں اور ہر دو کا ایک ہی مذہب ہے، اس طرح ہمارا مذہب امام جعفر صادقؑ کا مذہب ہے۔ ہم کہتے ہیں۔ اولاً استاذ کو چھوڑ کر شاگرد کے پیچھے جانے کا کوئی فائدہ نہیں ہر حال میں صادقؑ اعلم و اتقیٰ و اظہر ہیں آپ کے قول و فعل کو تلاش کر کے اس پر عمل کرنا چاہیئے۔ شاگرد سے غلطی ممکن ہے مگر ایسے استاذ سے ممکن نہیں۔ شاگرد نے کچھ فراموش کیا ہو تو ممکن ہے لیکن ایسے استاذ سے ایسا نہیں ہو سکتا۔ شاگرد کی سمجھنے میں غلط فہمی ہوئی ہو تو ممکن ہے مگر استاذ ایسا نہیں کہ غلط کہے۔ ثانیاً ہر دو کا مذہب جدا جدا ہے۔ ایک نہیں۔ اصول و فروع سب میں مقابلہ کیجئے روشن ہو جائیگا۔ جو چاہے نظر انصاف سے مقابلہ کر کے دیکھ لے وہ یقیناً اس کو تسلیم کریگا۔ اور تصریح امام صادقؑ کی کہ ابو حنیفہ نعمان اور اس کے مقلدین مذہب اہل بیت کے مخالف ہیں۔ دیکھو صفحہ ۵۳۷ و ۵۳۸ فلک النجاۃ (طبع اول) ثالثاً ہمیشہ شاگرد اپنے استاد سے روایت بیان کرتا ہے مگر مسند امام اعظم یا مسند محمد وغیرہ کو تمام پڑھ جائیے دو تین جگہ کے سوا کہیں نام بھی امام صادقؑ کا نہ ملیگا۔ مگر وہی حماد۔ ابراہیم وغیرہ استاذ ابی حنیفہ کے اسامی ملیں گے یعنی جن سے روایات لی ہیں اور جن سے تعلیم لی جن سے مذہب سیکھا انہی کے نام ہیں۔ اگر صادقؑ سے سارا مذہب لیا ہوتا تو ہر مسئلہ پر انکی ہی زبانی روایت بیان کرتے مگر ہرگز نہیں ہے۔ ثابت ہوا کہ اور وہی سیکھا ہے۔ رابعاً باقرار معتبرین اہل سنت یہ قصہ شاگردی جھوٹ محض و افترا ہے۔ چنانچہ فلک النجاۃ جلد ۲ میں امام صادقؑ کا شبرمہ راوی سے پوچھنا کہ جس کو تم فقیہ عراق کہتے ہو نعمان ہے اور ابو حنیفہ نے کہا ہاں وہی ہوں اس ان کی روشناسی ثابت کرتی ہے کہ اس سے پہلے فقط شنید پر اس کو جانتے تھے اور وہ صاحب بلقب فقیہ پہلے سے پکارے جاتے تھے۔ علاوہ بریں امام ابن تیمیہ منہاج السنۃ مطبوعہ مصر جلد ۴ صفحہ ۱۴۳ میں لکھتے ہیں۔ فصل قال الرافضی واما ابو حنیفۃ فقراء علی الصادق۔ والجواب ان ھذا من الکذب الذی یعرفہ من لہ ادنی علم فان اباحنیفۃ من اقران جعفر الصادقؑ توفی الصادق سنۃ ثمان واربعین وتوفی ابو حنیفۃ سنۃ خمسین ومائۃ وکان ابو حنیفۃ یفتی فی حیاۃ ابی جعفرؑ والد الصادقؑ وما یعرف ان اباحنیفۃ اخذ عن جعفر الصادقؑ ولا عن ابیہ مسئلۃ واحدۃ بل اخذ عمن کان اسن منھما کعطاء بن ابی رباح وشیخہ الاصلی حماد بن ابی سلیمان وجعفر بن محمد کان بالمدینۃ واللہ تعالیٰ اعلم انتھیٰ۔ یعنی رافضی نے کہا ہے ابو حنیفہ امام صادقؑ سے پڑھتے رہے۔ جواب یہ ہے کہ یہ قول محض جھوٹ ہے جس کو ادنیٰ علم والا بھی جانتا ہے۔ کیونکہ ابو حنیفہ ہم زمان امام جعفر صادقؑ کے ہیں اور صادقؑ ۱۴۸ھ اڑتالیس میں اور ابو حنیفہ ۱۵۰ھ ایک سو پچاس میں فوت ہوئے اور ابو حنیفہ زندگی امام محمد باقرؑ والد امام صادقؑ میں فتویٰ دیتے تھے اور معلوم نہیں ہوا کہ ابو حنیفہ نے امام صادقؑ کے باپ امام محمد باقرؑ سے کبھی حتیٰ کہ ایک مسئلہ بھی سیکھا ہو بلکہ جو عمر میں ان دونوں اماموں سے بڑے تھے ان سے ابو حنیفہ نے سیکھا ہے جیسے عطاء بن ابی رباح اور ابو حنیفہ کے اصلی و کلی استاذ حماد ہیں۔ اور امام جعفر صادقؑ مدینہ میں تھے۔ ابو حنیفہ عراق میں عراقیوں سے سیکھتے رہے۔ اور اسی منہاج السنۃ جلد ۲ صفحہ ۲۴ میں لکھا ہے و جعفر بن محمد من اقران ابی حنیفۃ ولم یکن ابو حنیفۃ یاخذ عنہ مع شھرتہ بالعلم فکیف یتعلم من موسیٰ بن جعفر۔ انتھیٰ یعنے امام جعفرؑ بن محمدؑ ہم زمان ابی حنیفہ صاحب کے ہیں اور باوجود یکہ جعفر صادقؑ علم میں شہرت رکھتے تھے مگر ابو حنیفہ صاحب نے ان سے کچھ نہیں سیکھا تو پھر امام صادقؑ کے بیٹے امام موسیٰ کاظمؑ سے کیسے کچھ سیکھے۔ انتہیٰ کسی نے یہی کہا ہوگا کہ ابو حنیفہ امام کاظمؑ کا شاگرد ہے لہذا امام ابن تیمیہ اس کا بھی ذکر کرتا ہے کہ جب کاظمؑ کے باپ سے باوجود مشہور عالم ہونے کے اس نے نہیں سیکھا تو بیٹے سے کیا سیکھنا تھا اور رسالہ النجم جلد نمبر ۱۱ سنہ ۲ میں النجم لکھنؤ صفر نمبر صفحہ ۱۴ سے مولوی عبدالشکور لکھنوی کی یہ عبارت منقول ہے (جو سواد کا رسالہ ایجنٹ ہے کی طرف منسوب ہے)، روافض کے امام اعظم شیخ جلی صاحب نے انہیں امام جعفر صادقؑ کی شان بڑھانے کے لئے امام ابو حنیفہ جیسے مجتہد اعظم کو ان کے شاگردوں میں شمار کیا ہے بھلا کوئی عقلمند اس کو مان سکتا ہے۔ انتہیٰ۔

(بقیہ مضمون از صفحہ ۲۸۷) مگر اسجگہ ذریت طاہرہ جناب فاطمہ زہراؑ کو اہل بیت نبیؐ اور اولاد رسولؐ ہونے کی تائید میں اتنا لکھنا مناسب خیال کرتے ہیں جو صواعق صفحہ ۹۵ میں درج ہے۔ اس میں بروایت ابویعلیٰ و طبرانی مرقوم ہے کہ نبی صلعم نے فرمایا ہر ماں کی اولاد اپنے ماں باپ کی طرف منسوب ہوتی ہے الا ولد فاطمۃ فانا ولیھم وانا عصبتھم ولہ طرق یقوی بعضھا بعضاً۔ مگر اولاد جناب فاطمہؑ جن کا ولی اور باپ میں ہوں۔ ۳۰

الباب الرابع فی بیان موازنۃ اوصاف الخلفاء الثلاثۃ من الایمان والعلم والشجاعۃ بامیرالمؤمنین علیٰ علیہ السلام

فصل۔ فی ایمان امیرالمؤمنین علیؑ بالنبی صلعم ومعیتہ ولزومہ معہ ابداً

اعلم انہ اوّل من اٰمن بہ ؑ علی الاصح قال اللہ تعالیٰ والسابقون الاوّلون من المہاجرین والانصار۔ الآیۃ سورۃ توبہ۔ فی ارجح المطالب عن ابن عباس قال سبق یوشع بن نون الی موسیٰؑ وسبق صاحب الیاسین الی عیسیٰؑ وسبق علی بن ابیطالب الی محمد بن عبد اللہ صلعم اخرجہ الضحاک والطبرانی وابن مردویہ۔ وفیہ عن مجاھد عن ابن عباس قال نزلت ھٰذہ الآیۃ اقیموا الصلوٰۃ و اٰتوا الزکوٰۃ وارکعوا الآیۃ فی رسول اللہ صلعم وعلی خاصۃً وھما اوّل من صلّی ورکع اخرجہ الطبرانی فی الخصائص والحافظ ابونعیم وابن المغازلی فی المناقب وسبط ابن الجوزی فی تذکرۃ خواص الامۃ۔ انتہٰی۔ وفی الصواعق المحرقۃ طبع مصر الفصل الاوّل فی اسلامہ (ای علی) وہجرتہ وغیرھما اسلم وھو ابن عشر سنین وقیل تسع وقیل ثمان وقیل دون ذٰلک قدیماً بل قال ابن عباس وانس وزید بن ارقم وسلمان الفارسی

چوتھا باب

موازنہ اوصاف ایمان وعلم وشجاعت امیرالمؤمنین علیؑ اور خلفائے ثلاثہ کے بیان میں

فصل:۔ ایمان امیرالمؤمنین حضرت علیؑ اور ان کے خلوص ومعیت ودائمی لزوم باآنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بیان میں

جاننا چاہیئے کہ بموجب صحیح واصح روایت کے حضرت علیؑ نبی صلعم کے ساتھ سب سے پہلے ایمان لائے اور سب سے اوّل نبوۃ کی تصدیق فرمائی۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے مہاجرین و انصار سے جو ایمان میں پہلے سبقت لیجانے والے ہیں۔ آخر تک (سورۃ توبہ)۔ ارجح المطالب ص۸۲ میں ابن عباس سے روایت ہے کہا یوشع بن نون نے موسیٰ علیہ السلام کی طرف سبقت کی اور صاحب الیاسین نے عیسیٰ علیہ السلام کی طرف اور علی بن ابی طالب نے حضرت محمد بن عبداللہ صلعم کی طرف سبقت کی۔ اس کو ضحاک اور طبرانی وابن مردویہ نے روایت کیا۔ اور اسی ارجح ص۸۳ میں ہے۔ مجاہد ابن عباس سے روایت کرتا ہے کہا آیت اقیموا الصلوٰۃ رسول اللہؐ اور علیؑ کے حق میں پہلے بالخصوص نازل ہوئی۔ اور وہی دونوں اوّل نماز پڑھنے والے اور رکوع کرنے والے تھے۔ اس کو طبرانی نے خصائص میں اور حافظ ابونعیم وابن مغازلی نے مناقب میں اور سبط ابن الجوزی نے تذکرہ خواص الامہ میں روایت کیا۔ انتہٰے (تاریخ طبری مطبوعہ حسینیہ مصریہ جلد۲ ص۲۱۱ میں ابن عباس وزید بن ارقم وعباد بن عبداللہ وعفیف سے اسی طرح مروی ہے) اور صواعق محرقہ کے ص۷۲ میں ہے پہلی فصل اسلام علیؑ اور آپ کی ہجرت میں۔ آپ بعمر دس سال اور بقولے ۹ سال اور بقولے ۸ سال تھے جب اسلام لائے اور بعض نے اس سے بھی پہلے قدیمی ایمان آنؑ کا ثابت کیا ہے۔ بلکہ ابن عباس وانس وزید بن ارقم وسلمان فارسی سے

لہ در منثور جلد ۵ ص۲۶۲ میں باسناد طبرانی وابن مردویہ وابی داؤد وابی نعیم وابن عساکر ودیلمی ابی لیلے سے مرفوعاً مروی ہے۔ صدیق تین ہیں علیؑ ان میں سے افضل ہے۔ ۱۲ مترجم

(بقیہ مضمون ص۲۸۸) اور ارجح المطالب ایڈیشن اول ص۴۰۲ میں حضرت سلمان فارسی سے مروی ہے کہا میں نبیؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس وقت امام حسینؑ آنحضرتؐ کی ران مبارک پر بیٹھے ہوئے تھے اور آنحضرت صلعم امامؑ کے دہن مبارک پر بوسہ دیتے ہوئے فرماتے

وجماعة انه اوّل من اسلم ونقل بعضهم الاجماع علیه ونقل ابو یعلی عنه قال بعث رسول الله یوم الاثنین واسلمت یوم الثلاثاء - وفی تاریخ الخلفاء هکذا - وفی ارجح المطالب عن سلمان الفارسی قال سمعت رسول الله صلعم یقول اوّل الناس من هذه الامة ورودا علی الحوض اولها اسلاما علی ابن ابیطالب اخرجه ابن عبدالبر فی الاستیعاب وعنه وعن ابی ذر الغفاری قالا اخذ رسول الله صلعم بید علیؑ فقال ان هذا اوّل من اٰمن بی وهذا فاروق هذه الامة وهذا یعسوب المؤمنین وهذا اوّل من یصافحنی یوم القیامة وهذا الصدیق الاکبر اخرجه الطبری والدیلمی وعن ابی ذرؓ قال سمعت رسول الله صلعم یقول لعلیؑ انت اوّل من اٰمن بی وصدق اخرجه الحاکم وعن زید بن ارقم قال اوّل من اسلم علی ابن ابیطالب اخرجه احمد والترمذی وصححه -

اور ایک جماعت نے کہا ہے کہ بتحقیق جو سب سے پہلے اسلام لایا وہی حضرت علیؑ ہیں - اور بعض نے اس پر اجماع کا ہونا نقل کیا ہے - اور ابو یعلیٰ حضرت علیؑ سے روایت کرتے ہیں - آپ نے فرمایا دوشنبہ کے دن رسول خدا مبعوث ہوئے اور سہ شنبہ کے دن میں اسلام لایا (استیعاب ترجمہ حضرت علیؑ میں بھی اسی طرح ہے) انتہیٰ - اور تاریخ الخلفاء صـ۱۱۳ میں بھی اسی طرح لکھا ہے - اور ارجح المطالب صـ۴۴ میں حضرت سلمان فارسیؓ سے روایت ہے - کہا میں نے رسول اللہؐ سے سنا آپ فرماتے تھے میری امت کے لوگوں سے سب سے پہلے اسلام لایا - اور وہ علی ابن ابی طالب ہے اس کو ابن عبدالبر نے استیعاب میں روایت کیا - اور نیز سلمان فارسیؓ اور ابی ذر غفاریؓ سے مروی ہے - دونوں کہتے ہیں کہ رسول اللہ نے حضرت علیؑ کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا یہ اوّل شخص ہے جو میرے ساتھ ایمان لایا اور یہ فاروق اس امت کا ہے اور افسر مؤمنین کا ہے اور یہ سب سے اوّل قیامت کے دن میرے ساتھ مصافحہ کرے گا اور یہ صدیق اکبر ہے اسکو طبری اور دیلمی نے روایت کیا اور حضرت ابی ذرؓ سے مروی ہے کہا میں نے رسول اللہ صلعم سے سنا کہ علیؑ کو فرمارہے تھے تو اوّل ہے وہ جو میرے ساتھ ایمان لایا اور میری تصدیق کی اسکو حاکم نے روایت کیا اور زید بن ارقمؓ سے مروی ہے کہا جو اوّل اسلام لایا وہ علی بن ابیطالب ہے اسکو احمد و ترمذی نے روایت کیا اور کہا صحیح ہے -

(تقیہ مضمون ... صـ۲۸۹) اور انما ولیکم اللہ ... حضرت علیؑ ... [illegible]

علیؑ امام المتقین ہے

علیؑ صدیق اکبر ہے

ے حیوۃ الحیوان ج ا صـ۵ میں بھی اسی طرح ہے کہ علیؑ اوّل نمازی و اوّل مسلمان ہیں - ۱۲ مترجم

ے استیعاب مطبوعہ مصر بر حاشیہ اصابہ جلد ۳ صـ۲۹ میں علامہ ابن عبدالبر لکھتے ہیں و لا شك ان علیا عندنا اولهما (علی و ابوبکر میں سے) اسلاما یعنی بلاشک ہمارے نزدیک حضرت علی ابوبکر صاحب سے پہلے اسلام لائے اور اصابہ ابن حجر ترجمہ عبداللہ بن اسعد جلد ۲ صـ۲۴۳ مطبوعہ مصر میں بروایت ابن ابی شیبہ و بزار و ابن السکن و حاکم عبداللہ بن اسعد بن زرارہ سے مروی ہے رسول اللہ نے فرمایا کہ میں سدرۃ المنتہیٰ کے پاس گیا تو میری طرف یہ وحی آئی کہ علیؑ امام المتقین ہے اسی طرح ابن ابی حاتم نے بھی بیان کیا اسی طرح کنز العمال ج ۶ صـ۱۵۷ میں باسناد ابن نجار عبداللہ بن سعد سے مرفوعاً مروی ہے اسکے الفاظ یہ ہیں سید المسلمین وولی المتقین وقائد الغر المحجلین نہایہ ابن اثیر ج ۶ صـ۲۸۳ میں حضرت علیؑ کی نسبت حدیث مروی ہے یعسوب المؤمنین وسید المؤمنین ہو المال یعسوب الکفار ۱۲ مترجم

ے میزان الاعتدال مطبوعہ مصر جلد ۲ صـ۱۰ ترجمہ عباد بن عبداللہ اسدی میں علیؑ سے روایت ہے فرمایا انا عبد الله واخو رسول الله وانا الصدیق الاکبر وما قالہا قبلی ولا یقولها بعدی الا کاذب مفتر ولقد اسلمت وصلیت قبل الناس بسبع سنین یعنی علیؑ نے فرمایا میں خدا کا بندہ اور رسول اللہ صلعم کا بھائی اور صدیق اکبر ہوں اس کلمہ کو میرے سوا کسی نے مجھ سے پہلے یا پیچھے نہیں کہا مگر اس نے جو جھوٹا اور مفتری ہے میں نے سب لوگوں سے سات سال پہلے نماز پڑھی ہے انتہیٰ - اس کے بعد علامہ ذہبی لکھتا ہے کہ عباد کو ابن حبان نے ثقات میں شمار کیا ہے سیرت ابن ہشام مع روض الانف مطبوعہ مصر ج ۲ صـ۱۳ میں ہے قال ابن اسحاق ثم کان اول ذکر من الناس اٰمن برسول الله وصلی وصدق بما جاء من الله تعالیٰ علی ابن ابی طالب علیه السلام وهو ابن عشر سنین و سیرت ابن دحلان ج ۱ صـ۱۸۶ انسان العیون طبع مصر ج ۱ صـ۳۰۳ میں علامہ حلبی لکھتے ہیں حضرت فاطمہ بنت اسد

(باقی حاشیہ صـ۲۹۱ آئندہ پر ملاحظہ ہو)

وعن ابن عمر وانس وجابر قالوا بعث رسول اللہ صلعم یوم الاثنین واسلم علیؑ یوم الثلاثاء اخرجہ البغوی والترمذی والطبرانی۔ انتھی۔ وعن مجاھد فی قولہ تعالیٰ والذی جاء بالصدق رسول اللہ صلعم وصدق بہ علیؑ اخرجہ ابن عساکر والحافظ ابونعیم فی الحلیۃ والفقیہ ابن المغازلی فی المناقب واخرجہ ابن مردویہ والسیوطی فی الدر عن ابی ھریرۃ وفی الخصائص للنسائی کان علیؑ اول من اسلم من الناس بعد خدیجۃ۔ وفیہ عن زید بن ارقم بثلاثۃ اسانید مثلہ وفیہ عن سلمۃ بن کھیل قال سمعت حبۃ العرنی قال سمعت علیاً یقول انا اول من صلّی مع رسول اللہ صلعم۔ وفی التفسیر للبیضاوی تحت قولہ تعالیٰ واذ قلنا للملائکۃ اسجدوا لآدم۔ الآیۃ قال حسان ے

اور ابن عمر و انس و جابر سے مروی ہے کہا رسول اللہ صلعم دوشنبہ کے دن مبعوث ہوئے اور حضرت علیؑ سہ شنبہ کے دن اسلام لائے۔ اس کو بغوی اور ترمذی و طبرانی نے روایت کیا انتہیٰ من الاصح اور مجاہد سے قولہ تعالیٰ والذی جاء بالصدق وصدق بہ کی تفسیر میں مروی ہے کہ جو سچ لایا وہ رسول اللہ صلعم ہیں اور جس نے آپ کی تصدیق کی وہ علیؑ ہیں اسکو ابن عساکر و حافظ ابونعیم نے حلیہ میں اور فقیہ مغازلی نے مناقب میں اور ابن مردویہ نے اور سیوطی نے درمنثور میں ابی ہریرہ سے روایت کیا اور خصائص نسائی صفحہ ۱۹ میں ہے حضرت علیؑ بی بی خدیجہؑ کے بعد سب لوگوں سے پہلے اسلام لانیوالے ہیں نیز اسی کے صفحہ ۴۰ میں زید بن ارقم سے تین اسنادوں کے ساتھ مثل اسکی مروی ہے اور اسی کے صفحہ ۳ میں سلمہ بن کہیل سے روایت ہے وہ حبہ عرنی سے روایت کرتا ہے وہ کہتا ہے میںنے علیؑ سے سُنا فرماتے تھے جس نے رسول اللہ صلعم کے ساتھ سب سے اوّل نماز پڑھی وہ میں ہوں۔ اور تفسیر بیضاوی میں بذیل قولہ تعالےٰ واذ قلنا للملائکۃ اسجدوا لآدم (الآیۃ) کے لکھا ہے حسان شاعر کہتے تھے

(بقیہ حاشیہ ص) فرماتی ہیں جاہلیت میں جب میرے شکم میں علیؑ کا حمل تھا جب میں چاہتی کہ ہبل بت کے سامنے سجدہ کروں تو بچہ پیٹ میں ٹیڑھا ہو جاتا اور مجھ کو سجدہ نہیں کرنے دیتا تھا اور تاریخ الخلفاء طبع لاہور صفحہ ۱۱۳ میں ہے لم یعبد الاوثان قط قط۔ یعنی حضرت علیؑ نے بتوں کی پرستش ہرگز ہرگز نہیں کی تو معلوم ہوا کہ پیدائش سے ہی مومن تھے الیضاً حاشیہ نمبر ۱ علیؑ صدیق اکبر ہیں استیعاب برحاشیہ اصابہ جلد ۴ صفحہ ۱۷۰ باب الکنے میں واصابہ صفحہ ۱۰۱ میں باسناد مرفوعاً عن ابی لیلے الغفاری مروی ہے فرمایا ستکون فتنۃ فاذا کان ذالک فالزموا علی بن ابی طالب فانہ اول من یرانی واول من یصافحنی یوم القیامۃ وھو الصدیق الاکبر وھو فاروق ھذہ الامۃ یفرق بین الحق والباطل وھو یعسوب المؤمنین والمال یعسوب المنافقین یعنی میرے بعد فتنے کھڑے ہوں گے جب یہ دیکھو تو حضرت علی بن ابی طالب کے ساتھ ہو جاؤ وہی مجھ کو قیامت میں سب سے پہلے ملے گا اور سب سے پہلے مجھ سے ہاتھ ملائے گا وہی صدیق اکبر و فاروق اس امت کا ہے جس سے حق و باطل کی تمیز ہوتی ہے وہی مومنین کا سردار ہے اور منافقین کا سردار مال دنیا ہے انتہیٰ اسی طرح حیوٰۃ الحیوان جلد ۲ صفحہ ۳۵۹ میں ہے اس میں امیرالمؤمنین کا لفظ بھی ہے اور تفسیر کبیر جلد ۷ صفحہ ۱۳۱ میں نبیؐ سے مروی ہے فرمایا صدیق تین ہیں ایک مومن آل یٰسین حبیب نجار دوسرے مومن آل فرعون تیسرے علی بن ابی طالب وھو افضلھم یعنی وہ دوسروں سے افضل ہے اسی طرح کنزالعمال جلد ۶ صفحہ ۱۵۲ میں باسناد ابن النجار و ابی نعیم و ابن عساکر کے ہے سرور عزیزی اردو ترجمہ فتاویٰ عزیزی ج ۲ صفحہ ۱۷ میں شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی مؤلف تحفہ لکھتے ہیں اور صحیح احادیث میں آپ کا (علی کا) ملقب ہونا ان القاب کے ساتھ مروی اور ثابت ہے ذی القرنین۔ یعسوب الدین صدیق فاروق۔ سابق یعسوب الامۃ یعسوب المومنین۔ یعسوب قریش آمین ہادی۔ مہدی وغیرہ۔ علامہ وحید الزمان انوار اللغۃ مطبوعہ بنگلور پ صفحہ ۴۷ میں لکھتے ہیں امام محمد باقرؑ نے حضرت علیؑ کو امیرالمومنین کہا اور فرمایا اللہ نے ان کا یہ نام رکھا ہے اور میزان الاعتدال کا مضمون مندرجہ حاشیہ نمبر ۱ بھی کنزالعمال جلد ۶ صفحہ ۳۹۴ میں ہے اور سیرت خاتم النبیین مؤلفہ مرزا بشیر احمد صاحب قادیانی خلیفۃ المسیح ا باعتقاد خود مطبوعہ کرمی لاہور حصہ اوّل صفحہ ۱۱۵ میں ہے مگر ہمارے نزدیک یہ جھگڑا فضول ہے حضرت علیؑ اور زید بن حارثہؓ آنحضرتؐ کے گھر کے آدمی تھے اور آپ کے بچوں کی طرح تھے حضرت کا فرمانا تھا اور ان کا ایمان لانا بلکہ ان کی طرف سے کسی قولی اقرار کی بھی ضرورت نہ تھی پس ان کا نام بیچ میں لانے کی ضرورت نہیں اور جو باقی رہتے ان سب میں سے حضرت ابوبکر مسلمہ طور پر مقدم اور سابق الایمان

(بقیہ مضمون صفحہ ۹۰) قرآن ان کے ساتھ وہ قرآن کے ساتھ۔ ایک دوسرے سے جدا نہیں ہونگے تا اینکہ حوض کوثر پر میرے پاس آئیں گے۔ اور شیعہ کی کتاب اصول کافی صفحہ ۱۰۴ میں حضرت امام صادق سے بذیل تفسیر اولی الامر کے مروی ہے کہ رسولؐ نے اہل بیتؑ سے حضرت علیؑ کو مقرر فرمایا۔ پھر ہر ایک امام کے حق میں ہے

الیس اول من صلّے لقبلتکم ٭ واعرف الناس بالقرآن والسنن ؛ قال الملا عصام علی حاشیۃ البیضاوی قولہ الیس الخ قالہ فی شان امیر المؤمنین علی ابن ابیطالب ۔ وفی روضۃ الاحباب عن خزیمۃ بن ثابت انہ قرأ ۵ ماکنت احسب ھذا الامر منصرفاً ٭ عن ھاشم ثم منھا عن ابی حسن ؛ الیس اوّل من صلّے لقبلتکم ٭ واعلم الناس بالفرقان والسنن ؛

واز امیر المؤمنین علی بیتے مروی ست کہ ولا برس بدینا وارد ست کہ سبقتکم الی الاسلام طرّاً ٭ غلاماً ما بلغت اوان حلمی ؛ (ثم قال) صحیح نزد محققان اہل سیر و تواریخ آنست کہ اوّل خدیجہ کبرٰے بعد ازوے علی مرتضیٰ الخ

کیا یہ علیؑ وہ شخص نہیں جسنے تمہارے قبلہ کی طرف سب سے اوّل نماز پڑھی ؟ اور یہ تمام لوگوں سے قرآن اور سنت نبیؐ کا زیادہ عارف ہے ۔ ملا عصام حاشیہ بیضاوی پر لکھتا ہے ۔ قول اس کا کیا وہ شخص نہیں ، اس کو حسان نے امیر المؤمنین علی ابن ابی طالب کی شان میں کہا ہے ۔ اور روضۃ الاحباب جلد ۲ صفحہ ۵ میں خزیمہ بن ثابت سے مروی ہے اس نے یہ اشعار پڑھے ۔ مجھے ہرگز گمان نہ تھا کہ امر خلافت بنی ہاشم سے ۔ پھر ابو الحسن علیؑ سے پھیر لیا جائے گا ۔ کیا وہ سب سے پہلا شخص نہیں ؛ جس نے قبلہ مسلمانوں کی طرف نماز پڑھی ۔ کیا یہ سب سے زیادہ عالم و ماہر قرآن و سنت کا نہیں ۔ (جب ایسا ہے تو اس کے سوا دوسروں کا خلیفہ بنانا کیسے روا ہو سکتا ہے) اور امیر المؤمنین علیؑ سے یہ بیت مروی ہے کہ تم سب سے پہلے میں نے بحالت لڑکپن جبکہ میں نابالغ تھا اسلام کی طرف سبقت کی ۔ (پھر کہا) اور محققین اہل سیر و تواریخ کے نزدیک صحیح یہ ہے کہ اوّل خدیجہ کبرٰے ایمان لائے بعد ان کے علی مرتضیٰؑ الخ ۔

۵ اسی طرح تفسیر کبیر ج ۱ صفحہ ۴۲۷ میں حسان بن ثابت شاعر سے لکھا ہے اور اول من اسلم کے ثبوت میں تاریخ الخلفاء طبع لاہور صفحہ ۲۲ میں بسند جید سعد بن ابی وقاص سے مروی ہے کہ ابو بکر صاحب پہلے ایمان لانے والوں میں نہیں بلکہ حضرت ابو بکر سے پہلے پانچ سے زیادہ لوگ مسلمان ہو چکے تھے ابن کثیر کہتا ہے ظاہر یہ ہے کہ اہل بیت نبیؐ کے سب سے پہلے ایمان لائے ہیں الخ انتہیٰ ۔ بعینہ اسی طرح مکمل روایت مع تصریح تصحیح و بیان قول ابن کثیر کے صواعق صفحہ ۴۵ میں مرقوم ہے الریاض النضرہ فی مناقب العشرۃ للمحب الطبری میں ہے کہ محمد بن کعب سے پوچھا گیا کہ اول اسلام حضرت علیؑ لائے ہیں یا ابو بکر اُس نے کہا سبحان اللہ حضرت علیؑ ہی اول اسلام لائے ہیں لیکن لوگوں کو اس لئے اشتباہ ہوا کہ حضرت علیؑ نے اول اپنے اسلام کو ابو طالب صاحب سے چھپایا اور مشہور نہ کیا اور ابو بکر صاحب نے پہلے پہلے ہی مشہور کر دیا (از نسخہ قلمی کتب خانہ حرم کعبہ شریف) کذا بعینہ فی الاستیعاب لابن عبد البر مطبوعہ مصر برحاشیہ اصابہ ج ۳ صفحہ ۲۹ اور اس کے صفحہ ۳۱ و ۳۲ میں ہے علیؑ فرماتے ہیں میں نے پانچ برس سب سے پہلے خدا کی عبادت کی ہے اس وقت جبکہ اس امت سے کوئی بھی عبادت نہ کرتا تھا کنز العمال ج ۶ صفحہ ۳۹۴ و ۳۹۵ میں تین اسانید سے سات سال یا چھ سال کی عبادت قبل از جمیع امت مروی ہے اور خصائص نسائی طبع مصر صفحہ ۳ میں باسناد معتبر علیؑ سے مروی ہے کہ میرے بغیر اس امت محمدیؐ کا کوئی خدا کی عبادت نہ کرتا تھا میں نے سب سے پہلے نو سال خدا کی عبادت کی ہے اور اسی طرح اخبار الواعظ لکھنؤ یکم ستمبر ۱۹۳۵ء میں اسد الغابہ عربی مطبوعہ مصر ج ۴ صفحہ ۱۸ سے منقول ہے (ثابت ہوا کہ ابو بکر سابقین سے نہیں) تاریخ طبری ج ۲ صفحہ ۲۱۵ طبع مطبع حسینیہ مصریہ مصر سطر ۱ تا ۳ محمد بن سعید سے مروی ہے کہ پچاس سے زائد افراد ابو بکر سے پہلے اسلام لائے اگرچہ مبالغہ کثرت میں پچاس کی تعداد بیان ہوئی ہو مگر پھر بھی مطلب ثابت ہے نسیم الریاض ج ۳ صفحہ ۴۷ میں ہے خالد بن سعید بن عاص بن امیہ بھی حضرت ابو بکر سے پہلے ایمان لائے اور تفسیر جلالین پ ۲۶ رکوع ۲ میں زیر آیت حتی اذا بلغ اشدہ و بلغ اربعین سنۃ لکھا ہے نزل فی ابی بکر الصدیق لما بلغ اربعین سنۃ بعد سنتین من مبعث النبی آمن بہ ثم آمن ابواہ یعنی یہ آیت ابو بکر صاحب کے حق میں اتری ہے وہ جب چالیس برس کو پہنچے بعد دو سال اظہار نبوت نبیؐ کے ایمان لے آئے ان کے بعد ان کے والدین بھی ایمان لے آئے اس سے ثابت ہوا کہ دو سال نبیؐ دعوت اسلام دیتے رہے مگر ابو بکر ایمان نہ لائے تو ظاہر ہے کہ دو سال میں ضرور بہت افراد قبل ابی بکر ایمان لا چکے تھے لہٰذا ابو بکر سابقین میں نہیں ہیں ۱۲ مترجم

۶ مواہب لدنیہ قسطلانی مطبوعہ مصر ج ۱ صفحہ ۲۴۱ میں ہے کہ معاویہ نے حضرت علیؑ کی طرف اپنے فضائل لکھے اور اُس میں یہ ظاہر کیا کہ میں رسول اللہ صلعم کا صہر اسالا ہوں اور نبی صلعم کا کاتب رہا ہوں حضرت علیؑ نے اُس کے جواب میں فرمایا میں ایک دو شعر پر اکتفا کرتا ہوں

(باقی حاشیہ بر صفحہ آیندہ)

وقال فی المجلد الاوّل۔ اوّل من اٰمن خدیجۃ و در آخر ہماں روز علی بن ابی طالب چنانچہ از اں بہ ثبوت پیوستہ کہ فرمود صلیت مع النبی صلعم قبل الناس سبعًا۔ الخ قال امیر المؤمنین فی دیوانہ ؎ صدقتہ و جمیع الناس فی الظلمۃ من الضلالۃ والاشراک والنکد ؛ وقال علیہ السلام فی نہج البلاغۃ فانی ولدت علی الفطرۃ وسبقت الی الایمان والہجرۃ ۔ وفیہ فی ذم اہل العراق۔ ولقد بلغنی انکم تقولون علیؑ یکذب قاتلکم اللہ فعلی من اکذب اعلی اللہ فانا اوّل من اٰمن بہ ام علی نبیہ فانا اوّل من صدقہ کلا۔ وفی التاریخ الکامل لابن الاثیر اختلف العلماء فی اوّل من اسلم مع الاتفاق علی ان خدیجۃ اوّل خلق اللہ اسلامًا وقال قوم اوّل ذکر اٰمن علیؑ روی عن علیؑ انہ قال انا عبد اللہ واخو رسولہ

اور اسی روضۃ الاحباب جلد ا صفحہ ۸۳ میں ہے اوّل حضرت خدیجہ کبریٰ ایمان لائیں پھر پچھلے پہر اسی دن میں علی ابن ابی طالب ایمان لائے چنانچہ علیؑ سے پایۂ ثبوت کو پہنچا ہے کہ انہوں نے فرمایا میں نے نبیؐ کے ساتھ دوسرے لوگوں سے پہلے سات (سال یا ماہ یا دن) نماز پڑھی الخ اور امیر المومنین نے اپنے دیوان میں فرمایا کہ میں نے تصدیق کی نبی صلعم کی حالانکہ اُس وقت لوگ گمراہی و جہالت کے اندھیرے میں اور شرک میں مبتلا تھے ۔اور نہج البلاغۃ صفحہ ۳۴ میں ہے فرمایا پس تحقیق میں فطرۃ اسلام پر پیدا ہوا ہوں اور ایمان و ہجرت کی طرف میں نے سبقت کی ہے۔ اور صفحہ ۳۸ میں اہل عراق کی مذمت میں فرمایا۔ مجھے پہنچا ہے کہ تم کہتے ہو علیؑ جھوٹ بولتا ہے خدا تمہیں ہلاک کرے کس پر میں جھوٹ بولتا ہوں؟ کیا اللہ تعالےٰ پر جس کے ساتھ سب سے پہلے میں ہی ایمان لایا اور کیا نبیؐ پر جس کی میں نے سب سے پہلے تصدیق کی ہے؟ جو تم کہہ رہے ہو یہ ہرگز نہیں ہو سکتا۔ اور تاریخ کامل ابن اثیر جلد ۲ صفحہ ۲۵ وطبری جلد ۲ صفحہ ۲۱۲ میں ہے۔ اس میں علماء نے اختلاف کیا ہے کہ اوّل کون اسلام لایا ہے۔ باوجودیکہ اس پر متفق ہیں کہ خلقت خدا سے اوّل جناب خدیجہ اسلام لائیں پس ایک جماعت نے کہا ہے کہ مردوں سے اوّل حضرت علیؑ ایمان لائے جیسا کہ حضرت علیؑ سے مروی ہے آپ نے فرمایا۔ میں اللہ کا بندہ اور رسول اللہ کا بھائی

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) اور لکھا ؎ محمد النبی اخی وصہری ۔ وحمزۃ سید الشہداء عمی ۔ سبقتکم الی الاسلام طرًا ۔ غلامًا ما بلغت اوان حلمی۔ جب معاویہ نے اس خط کو پڑھا اپنے غلام کو حکم دیا [illegible] کو پھاڑ دے [illegible] دیکھ لیں تو حضرت علیؑ کی طرف میلان کرلیں گے۔ بیہقی کہتا ہے کہ ہر مومن پر واجب ہے کہ ان اشعار کو حفظ [illegible] علیؑ میں یاد رکھے [illegible]

۱؎ استیعاب جلد ۳ صفحہ ۳۲ میں انس بن مالک و زید بن ارقم وغیرہ سے باسانید مروی ہے کہ علیؑ نے سب سے اوّل نبیؐ کے ساتھ نماز پڑھی۔ اور اسی استیعاب برحاشیہ اصابہ جلد ۳ صفحہ ۲۷ میں حضرت ابن عباسؓ سے باسناد مروی ہے فرمایا جناب علیؑ میں ایسی چار خصلتیں ہیں جو کسی شخص میں نہیں ہیں (۱) یہ کہ ہر عربی و عجمی سے پہلے رسولؐ کے ساتھ انہوں نے نماز پڑھی ہے (۲) دوسری یہ کہ [illegible] علم رسول خدا ان کے ہاتھ میں رہا (۳) تیسری یہ کہ وہی ہیں جبکہ جنگ میں دوسرے صحابہ رسولؐ سے بھاگ گئے تو [illegible] ثابت قدم رہے (۴) چوتھی یہ کہ علیؑ ہی نے نبیؐ کو غسل دیا اور انہی نے حضور کو دفن کیا ۱۲ مترجم۔

۲؎ مواہب لدنیہ مع شرح زرقانی مطبوعہ مصر جلد ا صفحہ ۲۱۲ میں ہے وقال ابن عبد البر وممن ذہب الی ان علیًا اوّل من اسلم من الرجال سلمان الفارسی وابوذر جندب بن جنادۃ الغفاری احد السابقین روی الطبرانی عنہما قالا اخذ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بید علیؑ فقال ان ہذا اوّل من اٰمن بی وخباب الخ [illegible] وجابر بن عبد اللہ الانصاری وابو سعید الخدری وزید بن ارقم والروایات عن ہؤلاء بکونہ اوّل من اسلم عند الطبرانی باسانیدہ ورواہ اعنی الطبرانی بسند صحیح عن ابن عباس موقوفًا وہو قول ابن شہاب وقتادۃ وغیرہم ای غیر سلمان کابی ایوب ویعلی ابن مرۃ وعفیف الکندی وخزیمۃ بن ثابت وانس کما اسند عنہم الطبرانی۔ انتہی یعنی مذکورین اسی کے قائل ہیں کہ حضرت علیؑ سب سے پہلے اسلام لائے۔ اور استیعاب مطبوعہ برادا بطبع مصر جلد ۳ صفحہ ۲۷ میں علاوہ ان مذکورین کے حضرت مقداد کو بھی [illegible]

(بقیہ مضمون صفحہ ۲۹۲) جو خدا کی طرف سے فرشتہ کے ذریعہ ان کو پہنچیں گے۔ یہ نئے احکام نہیں ہوں گے۔ نئی شریعت نہیں ہوگی فقط ضروریات وقت بر طرز علیؑ اور کسی حکم کو کسی وقت کے لئے ملتوی اور کسی حکم کو نافذ کرنے کی وحی ہوگی۔ نیز رفع اختلاف کے واسطے فیصلہ وحی سے ہوگا (الحاوی للفتاوی للسیوطی جلد ۲ صفحہ ۱۵۲)

م دراسات اللبیب صہ۱۹۶ تا صہ۱۹۸ تا فتوحات مکیہ باب ۳۶۶ ملاحظہ ہو۔
فلک النجاۃ حصہ اوّل

وانا الصدیق الاکبر لا یقولها بعدی الا کاذب مفتر صلیت مع رسول الله صلعم قبل الناس بسبع سنین وقال ابن عباس اوّل من صلی علیؑ وقال جابر بن عبد الله بعث النبیؐ یوم الاثنین وصلی علیؑ یوم الثلاثاء وقال زید بن ارقم اوّل من اسلم مع النبیؐ علیؑ وقال عفیف الکندی کنت امرأً تاجرًا (الی ان قال) وایم الله ما اعلم علی ظهر الارض احدًا علی هذا الدین الا هؤلاء الثلاثة (ای محمدؐ وعلیؑ وخدیجہؓ) وقال محمد بن المنذر وربیعة ابن ابی عبد الرحمٰن وابو حاتم المدنی والکلبی اوّل من اسلم علیؑ وقال الکلبی کان عمرہ تسع سنین وقیل احدی عشرة سنة وقال ابن اسحاق اوّل من اسلم علیؑ وعمرہ احدی عشرة سنة (ثم قال) وکان النبیؐ صلعم اذا اراد الصلوٰة انطلق هو وعلیؑ الی بعض الشعاب بمکة فیصلیان ویعودان انتهی۔ اما الحدیث الذی مر عن علیؑ انه قال انا عبد الله الخ فقال الشوکانی فی الفوائد المجموعة فیه عباد بن عبد الله الاسدی ضعیف الحدیث وذکرہ ابن حبان فی الثقات وقد اخرجه الحاکم فی المستدرک وقال صحیح علی شرط الشیخین انتهی ملخصًا وفی الخصائص للنسائی باسنادہ عن خالد بن قثم قال ان علیًا کان اوّلنا به (ای برسول الله) لحوقًا واشدنا به لزوقًا قوله قثم وهو ابن عباس کذا فی الخصائص فی روایة اخری۔ وفی التقریب خالد بن قثم بن العباس اخرج له النسائی فی خصائص علیؑ کلامًا۔ الخ وفی الیواقیت والجواهر فی بیان عقائد الاکابر لعبد الوهاب الشعرانی مطبع مصر جلد امنا ۔ وکان علیؑ ابن ابی طالب یقول

اور صدیق اکبر ہوں۔ میرے سوا جو یہ بات کہے گا وہ جھوٹا مفتری ہوگا میں نے رسول اللہ صلعم کے ساتھ سات سال لوگوں سے پہلے نماز پڑھی اور ابن عباس کہتے ہیں سب سے پہلے حضرت علیؑ نے نماز پڑھی اور جابر بن عبداللہ نے کہا نبی صلعم سوموار کے دن مبعوث ہوئے اور علیؑ نے منگل کے دن نماز پڑھی اور زید بن ارقم کہتا ہے نبیؐ کے ساتھ حضرت علیؑ سب سے پہلے اسلام لائے اور عفیف کندی کہتا ہے میں سوداگر آدمی تھا (تا کہ کہا) قسم بخدا میں زمین کی پشت پر سوائے ان تینوں (محمدؐ وعلیؑ وخدیجہؓ) کے اس دین (اسلام) پر کسی کو نہیں جانتا تھا اور محمد بن منذر وربیعہ بن ابی عبدالرحمٰن وابو حاتم مدنی وکلبی کہتے ہیں سب سے اوّل اسلام لانے والے حضرت علیؑ ہیں اور کلبی کہتا ہے کہ آپ کی عمر اُس وقت ۹ سال کی تھی اور بعض کے نزدیک گیارہ سال کی تھی ابن اسحاق کہتا ہے۔ حضرت علیؑ اوّل اسلام لائے اور اُس وقت ان کی عمر ۱۱ سال تھی (پھر کہا) نبی صلعم جس وقت نماز کا ارادہ فرماتے تھے بہمراہی حضرت علیؑ بعض شعاب مکہ کی طرف جا کر دونوں مل کر نماز پڑھ کر واپس آجاتے تھے انتہیٰ من الکامل (کذا باسنادہ فی الخصائص للنسائی طبع مصر صہ۳) اور وہ حدیث جو حضرت علیؑ سے پہلے گذر چکی ہے کہ میں بندہ اللہ کا اور الخ اس کی نسبت شوکانی فوائد مجموعہ صہ۱۱۶ میں لکھتے ہیں کہ اس کے اسناد میں عباد بن عبداللہ اسدی ضعیف الحدیث ہے مگر اس کو ابن حبان نے ثقات میں شمار کیا ہے اور حاکم نے اس حدیث کو مستدرک میں ذکر کیا اور کہا شرط شیخین پر یہ صحیح ہے انتہیٰ ملخصاً۔ اور خصائص نسائی صہ۶۳ میں اُس کے اسناد سے خالد بن قثم روایت کرتا ہے کہا ہم میں سے نبی صلعم کے ساتھ سب سے اوّل لحوق ولزوم وارتباط میں حضرت علیؑ تھے قول قثم وہ عباس کا بیٹا ہے اسی طرح خصائص کی ایک دوسری روایت میں بھی وارد ہے۔ اور تقریب التہذیب میں لکھا ہے خالد بن قثم بن عباس وہ ہے جس سے نسائی نے خصائص علی میں حدیث روایت کی ہے الخ اور یواقیت والجواہر فی بیان عقائد الاکابر مؤلفہ عبدالوہاب شعرانی مطبوعہ مصر ج ا صہ۱۰۶ میں لکھا ہے کہ حضرت علی بن ابی طالب فرماتے تھے

لہ شرح فقہ اکبر علی قاری مطبوعہ مطبع محمدی لاہور صہ۱۵۶ میں لکھا ہے۔ قول علی کرم اللہ وجہہ لو کشف الغطاء ما ازددت یقینًا فمحمول علی اصل الیقین یعنی حضرت علیؑ کا قول اگر وہ پردہ اٹھا دیا جائے جو اللہ اور مخلوق کے درمیان ہے تو بھی میرا یقین بڑھے گا نہیں کیونکہ مجھے درجہ ایمان میں وہ کمال حاصل ہے جو عین الیقین اور چشم دید متصور ہے کوئی درجہ باقی نہیں کہ بعد رفع حجاب کے اُس درجے تک بڑھے۔ وکذا فی التفسیر روح البیان مطبوعہ مطبع عثمانیہ قسطنطنیہ جلد ۲ صہ۳۲۰ وزاد وذالک لان اهل المکاشفة وصلوا من علم الیقین الی عین الیقین اور شرح فقہ اکبر کی عبارت بالفاظہ نسیم الریاض شرح شفا طبع مصر جلد ۴ صہ۵ میں اور صواعق محرقہ طبع مصر صہ۷۲ میں بھی ہے اور تدریب سیوطی صہ۲۰۹ بروایت طبرانی فی الکبیر منقول ہے کہ نبیؐ نے سوموار کے دن نماز پڑھی اور علیؑ نے منگل کے دن پڑھی۔ خصائص نسائی مترجم مطبوعہ لاہور صہ۲۵ میں نبیؐ نے حضرت

مگر بد ستور امت انہی کی امت رہی شیطان غائب رہ کر گمراہ کرتا ہے اس کے وجود سے انکار نہیں غیبت اسکی گمراہ کرنے کے منافی نہیں تو امام غائب کے ہدایت کرنے کے مخالف بھی نہیں بہر حال اس مسئلہ کیواسطے کتب مستقلہ دیکھنے کی ضرورت ہے ملاحظہ فرمائیں شیعہ کی کتاب کمال الدین واتمام النعمۃ واثبات الغیبۃ شیخ (باقی برصہ۲۹۵)

انی لاذکر العھد الذی عھدہ الیّ ربی واعرف من کان عن یمینی ومن کان عن شمالی وھکذا فی فتح البیان وقال الحافظ ابن الحجر العسقلانی فی تقریب التھذیب علی ابن ابی طالب من السابقین الاولین المرجح انہ اوّل من اسلم۔ وقال فی الفتح ولد (علیؑ) قبل البعثۃ بعشر سنین علی الراجح وکان قد ربّاہ النبی صلعم من صغرہ لقصۃ مذکورۃ فی السیرۃ النبویۃ فلازمہ من صغرہ فلم یفارقہ الیٰ ان مات وھکذا فی الشرف المؤبد لآل محمد لیوسف بن اسماعیل النبھانی طبع مصر۔ وفی کنز العمال روی ابن عساکر عن عبیدۃ کتب علیؑ الیٰ معاویۃ سبقتکم الی الاسلام طرا صغیرا ما بلغت اوان حلمی وفی مقدمۃ مسند الامام ابی حنیفہ لابی الحسن محمد حسن المقدمۃ الموسومۃ بتنسیق النظام فی مسند الامام وقال القاری فی المرقاۃ وھو (علیؑ) اوّل من اسلم من الذکور فی اکثر الاقوال وکذا روی ابو حنیفۃ عن ابی حیۃ ورجحہ ابن حجر وقال السید اولاد حیدر فی سراج المبین سبقتکم الی الاسلام طرا مقرا بالنبی فی بطن امی وصلیت الصلوٰۃ وکنت طفلا صغیرا ما بلغت اوان حلمی

مجھے وہ عہد یاد ہے جو میرا اپنے رب سے ازل میں ہو چکا ہے اور مجھے اس وقت کے وہ لوگ معلوم ہیں جو میرے دائیں بائیں تھے اور اسی طرح تفسیر فتح البیان جلد ۳ صفحہ ۴۰۹ میں ہے اور حافظ ابن حجر عسقلانی تقریب التہذیب صفحہ ۱۰۱ میں لکھتے ہیں کہ علی ابن ابی طالب سابقین اولین سے ہیں۔ اور مرجح اور قوی قول یہی ہے کہ وہی سب سے پہلے اسلام لائے اور اُس نے فتح الباری جلد ۳ صفحہ ۳۸۵ مطبوعہ دہلی میں لکھا ہے کہ حضرت علیؑ بعثت نبیؐ سے دس سال پہلے بقول راجح پیدا ہوئے اور لڑکپن سے ہی اُن کی تربیت نبیؐ نے فرمائی چنانچہ سیرت نبویہ میں یہ قصہ مذکور ہے اور زمانہ طفولیت سے حضرت علیؑ ملازمت نبی صلعم میں رہے اور تا وفات ان سے کسی وقت جدا نہیں ہوئے اور اسیطرح الشرف المؤبد لآل محمدؐ مؤلفہ یوسف بن اسماعیل نبہانی صفحہ ۵۰ مطبوعہ مصر میں ہے اور کنز العمال ج ۶ صفحہ ۳۹۲ میں ہے ابن عساکر عبیدہ سے روایت کرتا ہے کہ حضرت علیؑ نے معاویہ کی طرف ایک خط میں لکھا میں نے تم سب لوگوں سے اسلام میں سبقت کی ہے جبکہ میں بزمانہ طفولیت نابالغ تھا اور مقدمہ مسند امام ابی حنیفہ مؤلفہ ابی الحسن محمد حسن صفحہ ۳۲ میں ہے جس کا نام تنسیق النظام فی مسند الامام ہے لکھا کہ علی قاری مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں کہتا ہے وہ علیؑ اکثر اقوال کے لحاظ سے مردوں میں سے سب سے اوّل اسلام لائے جیسا کہ ابو حنیفہ نے ابی حیہ سے روایت کیا اور ابن حجر نے بھی اسی کو ترجیح دی ہے اور سید اولاد حیدر صاحب (شیعہ) سراج المبین جلد ۱ صفحہ ۲۹۹ میں حضرت علیؑ کے اشعار اس طرح نقل کرتے ہیں کہ حضرت علیؑ نے فرمایا۔ میں تم سب سے سابق بالایمان ہوں اس طرح کہ اپنے بطن مادر سے ہی نبوۃ نبیؐ کا اقرار کر کے پیدا ہوا ہوں اور طفولیت کے زمانہ میں جب میں بالغ بھی نہیں تھا میں نے نماز پڑھی انتہیٰ (کذا فی تفسیر روح البیان ج ۵ صفحہ ۲۲۸) اور نہج البلاغۃ سے پہلے گذر چکا ہے کہ حضرت علیؑ نے فرمایا میں فطرۃ اسلام پر پیدا ہوا ہوں اور اس کی تائید میں شہادت حین ولادت عیسیٰؑ کی گواہی کافی ہے اللہ تعالیٰ حکایۃً فرماتا ہے کہ عیسیٰؑ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے مجھے کتاب دی اور نبی بنایا ہے اور اس کی تفاسیر میں مرقوم ہے

تحقیق عیسیٰؑ نے توریت کو بطن مادر میں یاد کیا

وتمر من قولہؑ فی نہج البلاغۃ فانی ولدت علی الفطرۃ۔ وفی تائیدہ شہادۃ ولادۃ عیسیٰ کاف قال اللہ تعالیٰ (حکایۃ) اٰتانی الکتاب وجعلنی نبیا (الآیۃ) وفی التفاسیر انہ عیسیٰؑ حفظ التورٰیۃ فی بطن امہ

؎ انوار اللغۃ مؤلفہ مولوی وحید الزمان پارہ ۱۰ صفحہ ۳۵ طبع احمدی لاہور میں ہے ولمع بنگلور ۲۶ عن الباقرؑ لما سمّی امیر المؤمنین قال اللّٰہ سماہ وھکذا انزل علینا یعنی علیؑ کا نام امیر المؤمنین خدا نے رکھا ہے اور اسی طرح ہم پر اُس نے اتارا ہے الحاوی الفتاوی للسیوطی طبع مصر ج ۲ صفحہ ۲۶ میں حدیث ابی ذر میں مروی ہے نبیؐ نے علیؑ کو فرمایا انت الصدیق الاکبر وانت الفاروق الذی تفرق بین الحق والباطل اخرجہ البزار فی مسندہ وفی روایۃ قالؐ لعلی انت سید المسلمین وامام المتقین وقائد الغر المحجلین اخرجہ البزار وابن قانع فی معجمہ والباوردی فی المعرفۃ والحاکم فی المستدرک من حدیث عبد اللہ بن اسعد بن زرارۃ عن ابیہ وفی حدیث مکتوب علی باب الجنۃ محمد رسول اللہ علی اخو رسول اللہ قبل ان تخلق السموات والارض بالفی عام اخرجہ الطبرانی فی الاوسط

ہم اور اد سفر من الامام گردانید چنانچہ عیسیٰ در وقت پہلے بمرتبہ رسالت رسانید و صاحب الزمان در زمان معتمد خلیفہ فی خمس وستین ومائتین علی اختلاف القولین [illegible]

وحفظاً لانجیل اذا خرج منه۔ وقد ثبت ان الائمۃ نائبوا النبیؐ ولیسوا کسائر الناس۔ وفی تاریخ الطبری[۵۵] قال اول من صلی علیؑ بعث النبیؐ یوم الاثنین وصلی علیؑ یوم الثلاثاء عن زید بن ارقم قال اول من اسلم علی ابن ابیطالب قال سمعت علیاً یقول انا عبد اللہ واخو رسولہ وانا الصدیق الاکبر لا یقولها بعدی الا کاذب مفتر صلیت مع رسول اللہ صلعم قبل الناس بسبع سنین وفیه[۵۵] عن عفیف قال قام رسول اللہؐ مستقبل الکعبۃ فلم یلبث حتی جاء غلام فقام عن یمینه قال فلم یلبث حتی جاءت امرأۃ فقامت خلفهما فرکع شاب ورکع الغلام والمرأۃ فرفع الغلام والمرأۃ فخر الشاب ساجداً فسجدا معه فقلت یا عباس امر عظیم فقال امر عظیم اتدری من هذا فقلت لا فقال هذا محمد بن عبد اللہ ابن عبد المطلب ابن اخی اتدری من هذا المرأۃ التی خلفهم قلت لا قال هذه خدیجۃ بنت خویلد زوجۃ ابن اخی وهذا حدثنی ان ربک رب السماء امرهم بهذا الذی تراهم وایم اللہ ما علی ظهر الارض کلها احد علی هذا الدین غیر هؤلاء الثلاثۃ۔ اقول قد ثبت مما حررنا ان ایمان امیرالمومنین علیؑ کان سابقاً وکان قدیماً وکان یصلی مع النبیؐ فی الصباء وما ذکرنا ههنا الا تیمناً وتبرکاً

موازنۃ للمخالفین

اور انجیل کو پیدا ہونے کے وقت یاد کرلیا۔ اور ثابت ہو چکا ہے کہ ائمہ نائب نبیؐ متصف بصفات نبیؐ ہوتے ہیں۔ عام لوگوں جیسے نہیں ہوتے۔ اور تاریخ طبری جلد ۲ ص ۲۱۱ میں لکھا ہے جس نے اول نماز پڑھی وہ حضرت علیؑ ہیں۔ رسولؐ سوموار کو مبعوث ہوئے اور حضرت علیؑ نے منگل کے دن نماز پڑھی۔ زید بن ارقم سے مروی ہے۔ سب سے اوّل حضرت علیؑ اسلام لائے اور کہا میں نے علیؑ سے سُنا فرماتے تھے میں اللہ کا بندہ اور اُس کے رسولؐ کا بھائی اور صدیق اکبر ہوں۔ میرے سوا جو یہ بات کہے گا وہ جھوٹا اور مفتری ہے میں نے رسول اللہؐ کے ساتھ سات سال سب سے اوّل نماز پڑھی ہے۔ اور اُسی کے ص ۲۱۳ میں عفیف سے مروی ہے کہا رسول اللہؐ کعبہ کی طرف متوجہ ہو کر کھڑے ہوئے تھوڑی دیر گذری تو ایک لڑکا آگیا اور آنحضرت صلعم کے دائیں جانب کھڑا ہو گیا پھر تھوڑی ہی دیر ہوئی کہ ایک عورت بھی آگئی اور ہر دو کے پیچھے کھڑی ہوئی۔ اُس جوان (نبیؐ) نے رکوع کیا تو لڑکے اور بی بی نے بھی رکوع کیا۔ پھر ہر دو نے سر اُٹھایا اور وہ جوان سجدہ میں گرا لڑکا اور بی بی نیز اُس کے ہمراہ سجدہ میں گئے۔ میں نے کہا اے عباس یہ بڑا نیا کام دیکھا ہے۔ عباس نے کہا ہاں بڑا کام ہے مگر تجھے معلوم ہے کہ یہ کون ہے؟ میں نے کہا نہیں اُس نے کہا یہ محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب میرا بھتیجا ہے۔ کیا یہ تو جانتا ہے کہ اس کے ساتھ کون ہے؟ میں نے کہا نہیں۔ کہا یہ علی بن ابی طالب بن عبد المطلب میرا بھتیجا ہے اور کیا تو یہ جانتا ہے کہ یہ عورت کون ہے جو ان کے پیچھے کھڑی ہے؟ میں نے کہا نہیں کہا یہ خدیجہ خویلد کی بیٹی میرے بھتیجے کی زوجہ ہے۔ اور یہ خبر مجھے میرے اسی بھتیجے نے سُنائی ہے۔ کہ تیرا رب وہ ہے جو آسمانوں کا رب ہے اور اُس نے اس کام کا انہیں حکم دیا ہے جس کو کرتے ہوئے تو دیکھ رہا ہے اور خدا کی قسم روئے زمین پر ان تینوں کے سوا اس دین پر کوئی بشر نہیں ہے۔ (قول مؤلف) میں کہتا ہوں ہماری اس تحریر سے ثابت ہوا کہ امیرالمومنین علیؑ کا ایمان سابق اور قدیم تھا اور وہ نبیؐ کے ساتھ طفولیت سے ہی نماز پڑھتے تھے (حاجت بیان کی نہیں تھی) مگر ہم نے اس جگہ تیمّن اور تبرک اور مخالفین سے موازنہ کے طور پر ذکر کر دیا ہے۔

---

[۵۳] اسی طرح تذکرہ خواص الامۃ ص ۶۳ میں مسند احمد سے مع توثیق سند مرقوم و منقول ہے اور کنز العمال جلد ۶ ص ۳۹۲ میں نبی صلعم سے مروی ہے کہ جناب فاطمہ زہراؑ کو مخاطب کر کے فرمایا لقد انکحتک اکثرهم علما وافضلهم حلما واقدمهم سلما (اسی طرح سیرۃ حلبیہ طبع مصر جلد ۱ ص ۳۰۳ میں ہے وسیرۃ ابن جلد ۱ ص ۱۶) وفی لفظ اولهم سلما رواہ ابن جریر وصححه والخطیب والحاکم والدولابی فی الذریۃ الطیبۃ واحمد والطبرانی یعنی نبیؐ فرماتے ہیں اے فاطمہؑ میں نے تمہارا نکاح ایسے شخص سے کر دیا ہے جو سب سے اعلم اور حلم میں سب سے افضل اور اسلام میں سب سے اول و اقدم ہے۔ حدیث صحیح سے رسولؐ کے فرمان سے فیصلہ ہو گیا کہ علیؑ سب سے سابق الایمان ہیں۔ ۱۲ مترجم [۵۴] وطبری مطبوعہ لندن جلد ۳ ص ۱۱۶۱ تا ص ۱۱۶۳ وخصائص نسائی ص ۲ وسنن نسائی ص ۳۹ ومطالب السئول ص ۱۱ وتاریخ کامل جلد ۲ ص ۲۹ میں بھی اسی طرح ہے۔ اور حضرت علیؑ مجسم ایمان ہیں دیکھو حیوۃ الحیوان طبع مصر جلد ۱ ص ۲۴۹ جنگ خندق میں جب حضرت علیؑ مسلح ہو کر میدان کو گئے نبی صلعم نے فرمایا الیوم برز الایمان کله الی الشرک کله آج کل ایمان کل شرک کی طرف نکلا ہے۔ اور ایمان علیؑ کی کیا پوچھنا ہے جو تم سے پہلے ذکر فرمایا ہیں۔

[۵۵] وکذا فی الاستیعاب علی الاصابہ جلد ۳ ص ۳۲، ۳۳ باسناد ابن عبد البر عن عفیف۔ ۱۲ مترجم۔

سال بعد میں پیدا ہوئے تفصیل حدیث نور عبقات جلد حدیث نور میں ملاحظہ ہو ۱۲ مترجم

مشغول تھے دیکھو الریاض النضرۃ للمحب الطبری مطبوعہ مطبع حسینیہ مصر باب رابع فصل ۶ ص ۱۶۴ نبیؐ نے فرمایا کنت انا وعلیؑ نورا بین یدی اللہ قبل ان یخلق آدم باربعۃ الاف سنۃ یعنی میں اور علیؑ نور کے

علیؑ صدیق اکبر ہے

حدیث نور

رسولؐ کی گواہی

علیؑ مجسم ایمان ہیں

لا یقال ان ایمان الاطفال لیس بمعتبر لانہم لیسوا بمحل التکالیف الشرعیہ لانا نقول ھذا لغیر الانبیاء والاوصیاء واما الانبیاء والاوصیاء فلا یقاس بہم سائر الناس کما قال جل شانہ فی شان یحیٰی واتیناہ الحکم ای النبوۃ صبیا ای فی ثلاث سنین وقال فی شان عیسیٰ علیہ السلام (حکایۃ) اتانی الکتاب وجعلنی نبیا وجعلنی مبارکا اینما کنت واوصانی بالصلوٰۃ والزکوٰۃ ما دمت حیا وفی شان یوسف واوحینا الیہ ای فی حال الصبا لتنبئنہم بامرھم ھذا وغیرھم من الانبیاء والاوصیاء کالائمۃ الطاہرین من عترۃ المصطفیٰ وعلی فی قبول الایمان کما فی حال الصبا کالانبیاء فلا یقاس حالھم بسائر الناس لان فطرتھم علی الایمان ونورھم ونور النبیؐ

اور یہ اعتراض نہ کیا جائے کہ اطفال کا ایمان بوجہ محل تکالیف شرعیہ نہ ہونے کے معتبر نہیں۔ اس لئے کہ ہم جواب دیتے ہیں کہ یہ امر انبیاء و اوصیاء کے سوا کو اسی طرح ہوگا۔ انبیاء و اوصیاء کو عوام پر قیاس نہ کرنا چاہیئے جیسا کہ قولہ تعالیٰ واتیناہ الحکم صبیا سے ظاہر ہے جو شان یحیٰی علیہ السلام میں فرمایا کہ ہم نے اُن کو حکم نبوۃ بحالت طفولیت عطا کیا جو تین سال کی عمر میں تھا۔ اور عیسیٰؑ کے شان میں بطور حکایت فرمایا کہ اُنہوں نے کہا خدا نے مجھے کتاب دی اور مجھے نبی صاحب برکت بنایا ہے جس جگہ بھی ہوں اور مجھے نماز و زکوٰۃ کا تادم حیات امر فرمایا ہے اور یوسفؑ کے حق میں فرمایا ہم نے اُس کی طرف وحی کی (بحالت طفولیت) کہ تو ان کو اس کام کی خبر دے گا اور سوا ان کے اور بھی ہیں آور اوصیاء سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے اور اہل بیت پاک بحالت طفولیت قبول ایمان میں مثل اُنہی انبیاء کے ہیں۔ پس ان کے ساتھ باقی لوگوں کو قیاس نہیں کیا جا سکتا کیونکہ ان کی فطرۃ ہی ایمان پر ہوتی ہے اور یہ فطرۃ کو تبدیل نہیں کر سکتے اور ان کا نور نبیؐ

لہ بخاری طبع مصر جلد ۲ صـ۱۱۲ میں ایک باب رکھا ہے باب کیف یعرض الاسلام علی الصبی لڑکے پر کیسے ایمان پیش کیا جاتا ہے اگر لڑکوں کا ایمان مقبول نہ ہوتا تو سید المرسلین ما ینطق عن الھویٰ ان ھو الا وحی یوحیٰ لڑکوں کو جو غیر مکلف تھے دعوت اسلام نہ دیتے تذکرہ خواص الامۃ میں سبط ابن الجوزی نے صـ۶۳ پر اس مسئلہ میں خوب بحث لکھی ہے اور مثل تذکرہ کے اسعاف الراغبین برحاشیہ نور الابصار صـ۱۱۱ میں بھی لکھا ہے اور علاوہ اس کے یہ عبارت ہے۔ لم یعبد علیؓ الاصنام قط لصغرہ ای ومن ثم یقال فیہ کرم اللہ وجہہ یعنے علیؓ نے ہرگز بتوں کی پرستش نہیں کی اسی واسطے ان کو کرم اللہ وجہہ کہا جاتا ہے اسی طرح صواعق محرقہ میں ہے۔ ۱۲ مترجم۔ سـ۹۳ شرح فقہ اکبر مطبوعہ گلزار محمدی لاہور صـ۱۲ میں ہے کہ اطفال کا ایمان جو دعوت نبیؐ سے ہو مقبول ہے لان النبیؐ دعا علیا الی الاسلام فاجابہ (ای بالاسلام) مع الاجماع علی ان عباداتہ من صلوٰۃ وصوم ونحوھما صحیحۃ واما ما نقلہ البیہقی من ان الاحکام انما علقت بالبلوغ بعد الہجرۃ عام الخندق الخ یعنی نبیؐ نے حضرت علیؓ کو اسلام کی دعوت دی اور انہوں نے اسلام کو قبول کیا (اور یہ قبول ایمان اطفال کی دلیل ہے) اور اس پر اجماع ہے کہ عبادات علیؓ نماز روزہ وغیرہ اُس زمانہ کی سب صحیح ہیں۔ اور بیہقی نے کہا ہے کہ جنگ خندق کے سال میں احکام بلوغ کے ساتھ متعلق ہوئے اس سے پہلے اطفال بھی مکلف تھے۔ بعض اہل سنت تعصب کا اظہار اس طرح کرتے ہیں کہ علیؓ طفولیت میں ایمان لائے اور ابوبکر صاحب کبر سنی میں ایمان لایا اس واسطے ابوبکر صاحب کا ایمان حضرت علیؓ کے ایمان پر فوق رکھتا ہے۔ اس لئے ہم اُنہی کی معتبر کتاب سے اُن کی تسلی کرا دیتے ہیں دیکھو اسعاف الراغبین برحاشیہ نور الابصار مطبوعہ مصر صـ۱۱۱ اس میں سیرۃ حلبیہ سے مذکور ہے کہ اسلام حضرت علیؓ کا صحیح اور مقبول ہے گو علماء کا اس پر اجماع ہے کہ بوقت اسلام آپ سن بلوغ کو نہیں پہنچے تھے۔ اُس کی وجہ یہ ہے کہ اُس وقت لڑکے مکلف تھے اور لڑکوں سے رفع قلم یعنے مکلف نہ ہونا سال جنگ خیبر میں مشروع ہوا۔ اور بیہقی سے مروی ہے کہ احکام متعلق بلوغ کے سال جنگ خندق میں ہوئے۔ اور ایک روایت میں سال حدیبیہ میں بلوغ سے متعلق ہوئے۔ اور اس سے پہلے عقلمندی اور تمیز پر مدار احکام شرعیہ کی ہوتی تھی۔ پس جب لڑکا سمجھدار اور واقف نفع و نقصان کا ہو جاتا وہ مکلف ہوتا تھا۔ الخ اصل عبارت اس کتاب کی یہ ہے۔ قال فی السیرۃ الحلبیۃ وانما صح اسلام علیؓ مع انہم اجمعوا علی انہ لم یکن بلغ الحلم لان الصبیان کانوا اذ ذاک مکلفین لان القلم رفع عن الصبی عام خیبر وعن البیہقی ان الاحکام انما تعلقت بالبلوغ فی عام الخندق وفی لفظ فی

(باقی حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

ے یعنی انسان العیون جلد ۱ صـ۳۰۴ طبع مصر ۱۲۔

واحد کما یدل علیہ حدیث النور وبسطہ فی العبقات ولہ مجلد ضخیم من شاء فلیرجع الیہ وایمانہم من عہد المیثاق کما ذکر من قول علیؑ فی الیواقیت ناقلاً عن الشعرانی علیؑ انہ صلعم قال مروا اولادکم بالصلوٰۃ وہم ابناء سبع سنین واضربوہم علیہا وہم ابناء عشر سنین۔ الحدیث۔ رواہ ابوداؤد کما فی المشکوٰۃ فاذا کانوا غیر مکلفین فالضرب لہم علی الصلوٰۃ افلا یکون ظلماً وما ربک بظلام للعبید وفی الخصائص للنسائی عن علیؑ مرفوعاً یا معشر القریش واللہ لیبعثن اللہ علیکم رجلاً منکم قد امتحن اللہ قلبہ بالایمان فیضربنکم علی الدین قال ابوبکر انا ہو یا رسول اللہ قال لا وقال عمر انا ہو یا رسول اللہ قال لا ولکن ہو الذی یخصف النعل وکان اعطی علیاً نعلہ یخصفہا ورواہ احمد والترمذی بمعناہ۔ ولنا ان نستدل علی قبول ایمانہ بانہ امن بنفسہ او بدعوۃ النبی والثانی بالوحی او بغیرہ والوحی یکلف بما لا یقبل او یقبل والنبی دعا بالایمان صبیاً غیرہ ام لا فجوابہم جوابنا۔

نور ہے یعنی ایک نور سے ہیں۔ جیسا کہ حدیث نور اس پر دلالت کرتی ہے اور بسط اس کی سمت وتنقید اسانید کا کتاب عبقات الانوار کی ایک مستقل جلد میں مرقوم ہے جو چاہے اس کو مطالعہ کرے۔ اور ان کا ایمان عہد میثاق سے مسلسل ہے جیسا کہ حضرت علیؑ کا قول یواقیت شعرانی سے نقل کیا گیا ہے۔ اور علاوہ بریں (محل تکالیف سمجھنے کے لئے) رسولؐ نے فرمایا اپنی اولاد کو بعمر سات سال نماز کا امر کرو۔ اور جب دس سال کے ہوں اُن کو زدوکوب کرکے بھی نماز پڑھاؤ۔ آخر حدیث تک۔ اس کو ابوداؤد نے روایت کیا۔ چنانچہ مشکوٰۃ صفحہ ۵۸ میں ہے۔ پس اگر وہ غیر مکلف ہوتے ہیں تو اُن کو مارنا پیٹنا نماز کے نہ پڑھنے پر چہ معنے دارد بلکہ ظلم ہوگا۔ اور حالانکہ تیرا رب ظالم نہیں ہے۔ اور خصائص نسائی صفحہ ۲۵ میں علیؑ سے مرفوعاً مروی ہے۔ اے گروہ قریش خدا کی قسم ضرور تم پر اللہ تعالےٰ تم میں سے ایک ایسے آدمی کو مسلط کرے گا جس کے دل کا اللہ تعالےٰ نے ایمان میں امتحان کرلیا ہوا ہے اور وہ تمہیں اس دین کی خاطر ہلاک کرے گا (یعنے بصورت مخالفت دین اسلام کے) ابوبکر صاحب نے کہا یا رسول اللہؐ وہ میں ہوں گا؟ فرمایا نہیں ولیکن وہ ہے جو جوتے کو پیوند لگا رہا ہے اور اُس وقت رسول خداؐ نے اپنا جوتا حضرت علیؑ کو دیا تھا اور وہ پیوند لگا رہے تھے اس کو علاوہ نسائی کے احمد وترمذی وغیرہ نے بھی روایت کیا ہے (ردکذا فی کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۴۰۶ باسناد ابن ابی شیبۃ وابن جریر والحاکم وغیرہم)۔ اور ہمارے لئے جائز ہے کہ قبول ایمان علیؑ پر اس سے دلیل پکڑیں کہ وہ خود بخود ایمان لائے یا دعوت نبیؐ سے اور دعوت نبیؐ وحی سے تھی یا بلا وحی اور وحی سے اُس کو تکلیف دیجاتی ہے جس کا عمل مقبول ہو یا نہیں۔ اور نبیؐ نے کسی اور لڑکے کو بھی دعوت دی یا محض اسی لڑکے (علیؑ) کے لئے دعوت مخصوص تھی پس جو جواب وہ دینگے اُس میں ہمارا جواب آجائیگا جس کے بیان کی ہمیں حاجت نہیں۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) عام الحدیبیۃ وکانت قبل ذلک منوطۃ بالتمیز الخ وکذا فی روح البیان (تفسیر قرآن) مؤلفہ قطب الانام شیخ اسماعیل حقی بروسی متوفی ۱۱۳۷ھ مطبوعہ مطبع عثمانیہ قسطنطنیہ بار دوم جلد پنجم صفحہ ۲۸۰۔ ۱۲ مترجم

لہ حضرت علیؑ کے ایمان کا ذکر سر کا کیا گیا ہے ورنہ امیر المومنین کی وہ ذات بابرکات ہے جو بحکم رسول خدا صلعم کے منافقین ومومنین کی معرفت کے واسطے معیار مقرر کی گئی ہے۔ چنانچہ صحیح مسلم میں حدیث علیؑ کی مروی ہے کہ اُن کے حق میں آنحضرتؐ نے فرمایا لا یحبک الا مومن ولا یبغضک الا منافق۔ اور صواعق صفحہ ۷۳ وتاریخ الخلفاء صفحہ ۱۱۶ وترمذی وغیرہ اور استیعاب مطبوعہ برحاشیہ اصابہ جلد ۳ صفحہ ۴۶ میں باسناد جابر مروی ہے کہا ماکنا نعرف المنافقین الا ببغض علی ابن ابی طالب۔ یعنی ہم صحابہ کے پاس منافق کی شناخت کا بجز اس کے کوئی ذریعہ نہ تھا کہ جس سے حضرت علیؑ کا بغض ظاہر ہوتا تھا اُسی کو ہم منافق قرار دیتے تھے یہ الفاظ حدیث کے استیعاب کے ہیں اور اس کے ہم معنے ابی سعید خدری سے دیگر کتب مذکورہ میں مروی ہے۔ نیز یہ حدیث اسعاف الراغبین صفحہ ۸۹ و کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۳۹۰ میں اسی طرح مروی ہے۔ ۱۲ مترجم۔ ٭ لہ اس سے معلوم ہوا کہ اس امتحان قلبی میں شیخین فیل ہو چکے تھے اور جناب علیؑ باقی مومنین کی شناخت کی کسوٹی ہیں۔ قال رسول اللہ صلعم لولاک یا علیؑ ماعرف المؤمنون من بعدی۔ دیکھو کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۱۵۳ فرمایا یا علیؑ اگر تم نہ ہوتے تو میرے بعد مومنین کی شناخت کا کوئی ذریعہ نہ تھا۔ اسی طرح ریاض النضرہ جلد ۲ صفحہ ۲۰۲ میں ہے۔

فصل :- فی بیان ایمان ابی بکر الخلیفۃ الاول

فی تفسیر ابن کثیر قال رسول اللہ صلعم الشرک فیکم اخفی من دبیب النمل فقال ابوبکر وھل الشرک الا من دعا مع اللہ الٰہاً اٰخر فقال رسول اللہ صلعم الشرک فیکم اخفی من دبیب النمل رواہ الحافظ ابویعلیٰ و احمد والبغوی ونطقنا فی التفسیر الدر المنثور للحافظ السیوطی وفی کنز العمال الشرک فیکم اخفی من دبیب النمل رواہ ابو یعلیٰ عن ابی بکر وفیہ یا ابابکر الشرک فیکم اخفی من دبیب النمل۔ الحدیث رواہ الحکیم عن ابن جریج۔

فصل :- ایمان حضرت ابوبکر کے بیان میں

تفسیر ابن کثیر مطبوعہ برحاشیہ فتح البیان طبع مصر جلد ۵ صفحہ ۲۲۹ میں ہے کہ رسول اللہؐ نے ابوبکر صاحب سے خطاب فرمایا شرک تمہارے اندر چیونٹی کی چال سے بھی خفی چلتا ہے ابوبکر صاحب نے کہا کیا شرک یہ نہیں کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ دوسرا معبود مانا جائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمانے لگے (میں یہی کہتا ہوں) کہ شرک تمہارے اندر چیونٹی کی رفتار سے بھی مخفی چلتا ہے اس کو حافظ ابویعلیٰ اور احمد و بغوی نے روایت کیا۔ اور اسی طرح تفسیر درمنثور مؤلفہ حافظ جلال الدین سیوطی جلد ۱۴ صـ۵۴ اور کنز العمال جلد ۲ صفحہ ۹۷ میں ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا۔ شرک تمہارے اندر چیونٹی کی رفتار سے بھی مخفی چلتا ہے اس کو ابو یعلیٰ نے حضرت ابی بکر سے مرفوعاً روایت کیا اور اسی کنز العمال کے صـ۹۸ میں ابن جریج سے روایت ہے کہا رسول خداؐ نے ابی بکر کو فرمایا۔ اے ابابکر شرک تمہارے اندر چیونٹی کی رفتار سے بھی آہستہ اور مخفی چلتا ہے۔ آخر حدیث تک۔ اس کو حکیم ترمذی نے روایت کیا

ـــــــــــــــــــ

سلہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وما یؤمن اکثرھم باللہ الا وھم مشرکون پ۱۳ یعنی اکثر ان کے اللہ کے ساتھ ایمان نہیں لاتے مگر بحالیکہ وہ شرک بھی کرتے رہتے ہیں ۱۲ مترجم سلہ (ایک جوابی تشریح) ایضاً حدیث الشرک فیکم اخفی الخ جو ابوبکر کی روائیت کے آخر میں راوی کی طرف سے دم لگائی گئی ہے یا فی الحقیقت وارد ہے کہ آنحضرت صلعم نے ابی بکر سے فرمایا کیا میں تجھے ایسی چیز نہ بتلاؤں یا بتلاتا ہوں اذا فعلتہ ذھب عنک صغار الشرک وکبارہ وفی روایۃ اذا قلتہ برئت من قلیلہ وکثیرہ یعنی اگر تم اس کو کرو یا کہتے رہو تو تھوڑا بہت یا چھوٹا بڑا شرک تجھ سے جاتا رہے۔ بعض سنیوں نے اس سے ابوبکر کی فضیلت کے لئے استدلال کیا ہے مگر ان کو یہ کلمے کچھ مفید نہیں ہیں کیونکہ باوجود دعوائے ایمان ابی بکر کے مخبر صادق کی شہادت سے صاحب مذکور کے اندر شرک خفی موجود معلوم ہوتا ہے پھر نبیؐ چونکہ ہادی خلق تھے ہر مسلمان بلکہ مشرک و کافر کو بھی راہ حق کی تعلیم دیتے تھے کہ اس طرح کرو تم نجات پاؤ گے ان کو بھی آپ نے تعلیم دی اس سے یہ یقیناً ثابت نہیں ہوتا تاکہ سب سن کر تعمیل حکم کرتے تھے اور نہ بعد اس واقعہ کے کوئی حتمی شہادت عدم شرک ابی بکر صاحب کی نبی صلعم سے وارد ہوئی بلکہ تحو ان وغیرہ الفاظ سے جو زمانہ بعد وفات نبیؐ کی خبر ہے اس کے خلاف شہادت موجود ہے اور بلکہ ان کلمات سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ شرک کی شائد بڑی قسمیں بھی ابوبکر صاحب میں تھیں تو حتمی شہادت شرک کی تو موجود ہے۔ مگر دعا کی استعمال پر شرک جانے کو مشروط کہا گیا ہے وہ بھی باقی اعمال اور اخلاص نیت کے ساتھ وابستہ ہے یہ دعا کا سکھلانا بمنزلہ طبیب کے علاج بتا دینے کے ہے اگر قدرت اس کی تائید کرے اور مقدر میں اس علاج کا استعمال ہو تو شفا کی امید ہو سکتی ہے اور عدم استعمال علاج و احتیاط پرہیز حسب فرمان طبیب کی صورت میں مرض بدستور باقی رہتا ہے واقعات اس پر دال ہیں کہ قدرت نے ابوبکر صاحب کی اس میں شائد مساعدت نہیں کی اور قابل توجہ یہ بھی ہے کہ اس وقت تک تو یقیناً ابوبکر صاحب کا کامل الایمان ہونا اس روایت سے ثابت نہیں ہوتا بعد اس کے حالات صاحب مذکور کے پڑھ کر فیصلہ ہو سکتا ہے۔ میں حضرت ابوبکر صاحب کو مسلمان اور اپنے وقت پر مسلمانوں کا بادشاہ جانتا ہوں۔ لیکن بیان موازنہ اوصاف میں جناب امیرؑ کے ایمان سے موازنہ کرتے ہوئے ان باتوں کا ملحوظ رکھنا ضروری ہے۔ اس کے بالمقابل جناب امیر المؤمنین علیؑ کو جو ایک دعا نبی صلعم نے تعلیم دی ہے ملاحظہ فرمائیے تو مزید تشفی ہو جائے گی کہ ابوبکر کو فقط تعلیم دینے کے لئے الشرک فیکم نہیں فرمایا بلکہ ان میں وجود شرک کی شہادت دی ہے ورنہ ابوبکر کی برئیت کی شہادت دیتے پھر دعا دفع شرک کی بھی تعلیم

(باقی حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

سلہ خطاب واحد مذکر ہے ابی بکر اسی طرح کنز العمال جلد ۲ صـ۱۹۹ و صـ۱۰/۹۸ وحیوۃ الحیوان جلد ۲ صـ۳۲ و ازالۃ الخفاء جلد ۱ صـ۱۹۹ میں ہے۔ ۱۲ مترجم

وفیہ عن معقل بن یسار قال قال لابی بکر الصدیق وشہد بہ علی رسول اللہ صلعم ان رسول اللہ ذکر الشرک فقال هو اخفی فیکم من دبیب النمل فقال ابو بکر یا رسول اللہ ھل الشرک الا ان یجعل مع اللہ الٰہا آخر فقال ثکلتک امک یا ابا بکر الشرک فیکم اخفی من دبیب النمل الحدیث رواہ ابن راہویہ واخرجہ البخاری فی ادب المفرد - وفی حیوۃ الحیوان روی الحکیم الترمذی فی نوادرہ عن معقل بن یسار الخ - وفی ازالۃ الخفاء عن ابن جریج ذکر مثل روایۃ معقل بن یسار - وفی الدین الخالص عن محمود بن لبید ان رسول اللہ قال ان اخوف ما اخاف علیکم الشرک الاصغر الحدیث رواہ احمد والطبرانی والبیہقی

اور اسی کے صفحہ ۱۶۹ میں معقل بن یسار سے روایت ہے - کہا رسول اللہ نے ابی بکر صدیق سے فرمایا - اور اس بات کی معقل رسول پر شہادت دیتا ہے کہ آنحضرت نے شرک کا ذکر کیا اور فرمایا کہ وہ تمہارے اندر چیونٹی کی رفتار سے بھی خفی چلتا ہے - ابوبکر صاحب نے کہا شرک وہ نہیں ہوتا جو اللہ تعالے کے ساتھ کسی دوسرے کو معبود بنایا جائے - یہ سُن کر رسولؐ فرمانے لگے اے ابابکر (تو مر جائے) تیری ماں تجھے روئے بے شک شرک تمہارے اندر چیونٹی کی رفتار سے بھی خفی چلتا ہے - آخر حدیث تک - اس کو ابن راہویہ نے روایت کیا اور بخاری نے بھی ادب المفرد میں روایت کیا - اور حیواۃ الحیوان جلد ۲ صفحہ ۳۲ مطبوعہ مصر میں ہے - حکیم ترمذی نے نوادر الاصول میں معقل بن یسار سے روایت کیا (حدیث مذکورہ بالا الشرک فیکم - الخ کو بیان کیا) - اور ازالۃ الخفاء جلد ۱ صفحہ ۱۹۹ میں ابن جریج سے مثل روایت معقل بن یسار کے مروی ہے - اور دین خالص مؤلفہ سید صدیق جلد ۱ صفحہ ۲۰۶ میں محمود بن لبید سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا تم لوگوں پر مجھے سب سے زیادہ باریک شرک کا خوف ہے - آخر حدیث تک اس حدیث کو احمد و طبرانی و بیہقی نے روایت کیا ہے

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) فرماتے چنانچہ جناب امیرؑ کے ساتھ ہوا - پڑھیئے کنز العمال جلد ۱ صفحہ ۱۲/۲۸۹ نبی صلعم نے حضرت علیؑ کو کلمات فرج تعلیم دیئے لا الٰہ الا اللہ الحلیم الکریم الخ اور فرمایا تیرے گناہ گو کتنے ہوں اس کے پڑھنے سے بخشے جائیں گے مگر اول فرمایا مع انہ مغفور لک (او) وان کنت مغفورا لک یعنی باوجودیکہ تم بخشے ہوئے ہو یا تمہارے لئے تو بخش ہو چکا ہوا ہے - مگر ان کلمات میں یہ تاثیر ہے کہ اگر گناہ ہوتے بخشے جاتے - اس کی مثال غفر اللہ ما تقدم من ذنبک وما تاخر جو نبی صلعم کے لئے خطا لئے فرمایا ہے - یہ طریقہ تعلیم مؤمن بخشے ہوئے کے واسطے ہے - اگر ابوبکر شرک سے فارغ ہوتے تو نبی صلعم یہ فرماتے تمہارے اندر تو ایمان بھرا ہوا ہے اور شرک ... تو بری ہے - مگر شرک تمہارے اندر رہوتا تو اس کے پڑھنے سے چلا جاتا - باقی نہ رہتا فافہم وتدبر - چنانچہ حضرت صلعم نے جناب عمار بن یاسرؓ کے لئے غائبانہ شہادت دی کہ اس کا گوشت و پوست ایمان سے بھرا ہوا ہے - دیکھو بیان تفسیر جلد ۲ نیز اس کے مقابل روایات ایمان حضرت علیؑ کو ملاحظہ فرمائیں - برز الایمان کلہ الی الکفر اور قد امتحن اللہ قلبہ بالایمان - اور علیؑ کا صدیق اکبر ہونا امام المتقین ہونا معیار اور باعث شناخت ایمان مومنین ہونا کہ ان کے بغض سے منافق پہچان لئے جاتے تھے اور ان کی محبت سے مؤمن معلوم ہو جاتے تھے پھر ان روایات کے معارض کوئی روایت نہیں جیسے کہ ایمان و فضائل مخترعہ ابی بکر صاحب کی روایات کے مقابل و معارض ہم نے روایات پیش کی ہیں ۱۲ مترجم - ملہ در منثور صفحہ ۵۲ جلد ۲ میں اور ازالۃ الخفاء جلد ۲ صفحہ ۱۲ میں بھی ہے باسناد ابی یعلی انہی الفاظ سے ہے - فقال النبی (حلفیہ فرمایا) والذی نفسی بیدہ الشرک الخ بروایت بخاری ادب مفرد میں معقل بن یسار سے مروی ہے جس کا مضمون مثل ابن کثیر کے ہے مگر اس میں اتنا زیادہ ہے کہ نبیؐ نے حلفیہ فرمایا مجھے اُس ذات کی قسم ہے جس کے قبضے میں میری روح ہے کہ شرک تمہارے اندر چیونٹی کی رفتار سے زیادہ مخفی چلتا ہے - انتہی - اور ترمذی جلد ۲ صفحہ ۷۴ مطبوعہ مجتبائی دہلی - ابواب صفت القیامۃ میں حنظلہ اسیدی کاتب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت ہے - انہ مر بابی بکر وھو یبکی فقال مالک یا حنظلۃ قال نافق حنظلۃ یا ابا بکر نکون عند رسول اللہ یذکرنا بالنار والجنۃ کانا رأی عین فاذا رجعنا عافسنا الازواج والضیعۃ ونسینا کثیرا قال فواللہ انا کذلک انطلق بنا الی رسول اللہ فانطلقنا - الحدیث - وقال ھذا حدیث حسن صحیح یعنی حنظلہ روتا ہوا ابی بکر صاحب کے پاس گذرا ابوبکر صاحب نے رونے کی وجہ پوچھی حنظلہ نے کہا میں منافق ہو گیا ہوں یعنی نفاق کے آثار اپنے اندر دیکھتا ہوں اسلئے روتا ہوں وہ اس طرح کہ رسول اللہ کے پاس ہمارا اور حال ہوتا ہے پیچھے جب اپنے گھر

وذکر ابن ابی حاتم ان البخاری قال له (ای لمحمود بن لبید) صحبة ورجحه ابن عبد البر والحافظ وقد رواه الطبرانی باسانید جیدة عنه فاذا کان الشرك مخوفا علی اصحاب رسول الله صلعم مع کمال علمهم وقوة ایمانهم وغایة عملهم وصحة نیتهم فکیف لا یخافه من هو دونهم فی العلم والایمان والعمل والنیة بمراتب واخرج ابو یعلی وابن المنذر عن حذیفة ابن الیمان عن ابی بکر عن النبی قال الشرك فیکم اخفی من دبیب النمل[۹] - الحدیث - وفی ازالة الخفاء

راہب در تاویل خواب ابوبکر گفت خدا تعالیٰ درمیان شما پیغمبرے خواہد برانگیخت و تو در ایام حیات وے وزیر وے خواہی بود و بعد از وفات وے خلیفہ وے والحافظ السیوطی ایدہذا الخبر فی تاریخ الخلفاء ص۲۲ قال قلت ذا بوبکر کان اوّل اسلامًا ام علی قال واللہ لقد اٰمن ابوبکر بالنبی صلعم زمن بحیرا الراہب حین مر به وھکذا فی الصواعق المحرقة لابن الحجر الهیتمی المکی۔

اور ابن ابی حاتم نے ذکر کیا کہ بخاری نے اُس سے کہا کہ محمود بن لبید کے لئے صحبت نبیؐ ثابت ہے۔ اور ابن عبد البر اور حافظ ابن حجر نے اسی کو ترجیح دی ہے اور طبرانی نے اس کو باسانید جیدہ بروایت محمود نقل کیا پس جبکہ اصحاب رسول اللہ پر باوجود اُن کے کمال علم و قوت ایمان اور غایت عمل و صحت نیت کے شرک کا خوف تھا سو خوف شرک اُن پر کیسے نہ ہو جو علم و ایمان و عمل و نیت میں بمراتب صحابہ سے کم درجہ کے ہیں۔ اور ابو یعلےٰ و ابن المنذر نے حذیفہ بن یمان سے اور اُسنے ابی بکر صاحب سے روایت کیا کہ نبی صلعم نے فرمایا شرک تمہارے اندر چیونٹی کی رفتار سے زیادہ خفی چلتا ہے۔ آخر حدیث تک۔ انتہیٰ۔ اور ازالۃ الخفا مقصد ۲ صفحہ ۸ میں ہے۔ راہب نے تعبیر خواب ابو بکر صاحب میں کہا اللہ تعالیٰ تمہارے درمیان ایک پیغمبر پیدا کرے گا اُس کی حیات میں تو اُس کا وزیر رہے گا اور اُس کی وفات کے بعد تو اُس کا خلیفہ بنے گا[۱] اور حافظ سیوطی نے بھی تاریخ الخلفاء صفحہ ۲۲ میں اس خبر کی تائید لکھی ہے۔ کہا میں کہتا ہوں کہ ابوبکر صاحب اول اسلام لائے تھے یا حضرت علیؑ ؟ کہا خدا کی قسم ضرور ابوبکر صاحب نبیؐ کے ساتھ زمانہ بحیرہ راہب میں ایمان لائے جب اس کے پاس گذرے تھے الخ روافتی یہودیوں کی خبروں پر شیخین کا بڑا اعتقاد تھا اور پیغمبرداری کی خوشخبری بھی شامل تھی)[۲] اور اسی طرح صواعق محرقہ ابن حجر ہیتمی مکی کے صفحہ ۴۵ میں ہے (یعنی وجہ ایمان ابی بکر کی اُس نے راہب کی خبر لکھی ہے) (وکذا فی السیرة الحلبیة طبع مصر ج ا صفحہ ۳۱)

[۱] اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ان اللہ لا یغفر ان یشرك به۔ الآیة خدا شرک کو نہیں بخشے گا اور حضرت ابی بکر صاحب کے لئے رسول خداؐ کی باوجود ابوبکر صاحب کی درخواست کے خاتمہ بالخیر کی شہادت نہ دینے اس کے آخر میں متغیر ہونے اور احداث فی الدین کرنے کی خبر ضعف ایمان کی دلیل ہے دیکھو کتاب ہذا عنوان احداث فی الدین فصل حالات صحابہ جس میں ہم لکھ آئے ہیں کہ نبیؐ نے حضرت ابی بکر سے فرمایا لا ادری ما تحدثون بعدی ۱۲ مترجم۔

[۲] اس طمع پر ابوبکر صاحب ایمان لائے مگر بعد وفات جناب رسول خداؐ کے اس قدر متغیر ہوئے کہ خود اقرار کرتے ہیں کہتے ہیں ہم سیاہ دل ہوگئے ہیں اور اب ہم کو خوف خدا و رسول نہیں رہا۔ دیکھو تاریخ الخلفاء مطبوعہ لاہور صفحہ ۶۹ لکھا ہے ابوبکر صاحب نے اہل یمن کو روتے ہوئے دیکھ کر کہا ھکذا کنا حتی قست القلوب[۵] یعنی ہم بھی اسی طرح ہوتے تھے مگر پھر سیاہ دل ہوگئے اور تاریخ الخلفاء صفحہ ۴۹ میں ہے ابوبکر کہتا ہے شیطان مجھے پکڑ لیتا ہے اور علیؑ شیخین کو کاذب آثم غادر خائن جانتے تھے اور یہ علامات نفاق ہیں اگرچہ ابتداء میں نبیؐ کے پاس مال نہ تھا مگر آیندہ کی فتوحات اور غنائم کی خبر بھی راہب نے دی تھی جس کے حصول کی تمنا پر ابوبکر اسلام لائے یہ کافی لالچ تھا جیسے امتحانات انگریزی اور ترقی مدارج ملازمت کی امید پر بڑی بڑی تکلیفیں اُٹھائی جاتی ہیں گو کبھی اتفاق سے نتیجہ برعکس ہو مگر یہود کی خبر پر ابوبکر و عمر بڑے معتقد تھے ۱۲ مترجم۔

[۵] اسی طرح تفسیر کبیر جلد ۸ صفحہ ۱۳۰ میں ہے ھکذا کنا حتی قست القلوب اور آیت انما المؤمنون الذین اذا ذکر اللہ وجلت قلوبھم میں مؤمن کی حصر بس اس میں ہے جس کا دل نرم ہو قسی القلب مؤمن نہیں ہوتا ۱۲ مترجم

حقیقت قصۂ غار متعلق یار غار

(از مترجم)

چونکہ حضرات اہل تسنن بغرض دہوکہ دہی عوام کے قصہ غار کو ابوبکر صاحب[1] کی فضیلت کا لباس پہنا کر عوام خلق خدا کو مغالطہ میں ڈالتے ہیں لہذا اس کا مختصراً حال منکشف کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے۔

اس قصہ سے اہل تسنن تین طرح پر استدلال کرتے ہیں ایک لفظ صاحب سے۔ پس سمجھنا چاہیئے کہ یہ استدلال ایک مضحکہ اطفال ہے۔ کیونکہ صاحب کا لفظ قرآن میں اُس ہمراہی پر اطلاق ہوا ہے جو ایک دوسرے کے ساتھ ہو۔ دونوں مومن ہوں یا اُن سے ایک مومن یا وہ دونوں کافر ہوں۔ دیکھو آیت فنادوا صاحبہم فتعاطیٰ فعقر فکیف کان عذابی ونذر۔ انا ارسلنا علیہم صیحۃً واحدۃً فکانوا کھشیم المحتظر۔ (سورۃ قمر رکوع ۲) (خلاصہ ترجمہ) یہ کہ قوم ثمود جنہوں نے پیغمبروں کو جھٹلایا اور بر خلاف حکم پیغمبر کے ناقہ (اونٹنی) صالح علیہ السلام کو ایذا پہنچانے کی خاطر اپنے رفیق قدار کو بلایا اور اُس نے اونٹنی کے پاؤں کے پٹھے کاٹ دیئے۔ اس سبب سے ان پر چیخ کا عذاب نازل ہوا۔ اور وہ تباہ کئے گئے۔ اس آیت میں قدار پر صاحب کا اطلاق ہوا ہے۔ جس کی حالت اس قصہ ناقہ صالحؑ سے ظاہر ہے۔ اور صاحب کی جمع اصحاب ہے اُس کے لئے ملاحظہ ہو آیت اولٰئک اصحاب النار ھم فیہا خالدون۔ پ ۱ ع ۹۔ تو جب صاحب یا اصحاب کا لفظ کفار پر بھی اطلاق کیا جاتا ہے۔ پس اس سے خیال فضیلت چہ معنے دارد۔ ایضاً دیکھیئے سورۃ کہف پارہ ۱۵ رکوع ۱۷۔ فقال لصاحبہ وھو یحاورہ انا اکثر منک مالا۔ اور دوسری جگہ وارد ہے قال لہ صاحبہ وھو یحاورہ اکفرت بالذی خلقک من تراب پہلی اور دوسری آیت میں ہر دو جانب کے صاحب کافر ہیں۔ اور تیسری و چوتھی آیت میں ایک مسلم دوسرا کافر ہے۔ اب ایک شبہ شائد باقی ہو۔ کہ تحریر بالا مسلّم ہے مگر جب صاحب کا لفظ پیغمبر کی طرف مضاف اور منسوب ہو تو پھر ضرور دونوں جانب سے مومن کامل ہونے ضروری ہیں۔ اس اشتباہ کا ازالہ اس طرح ہو سکتا ہے کہ اس آیت سورۃ یوسف رکوع ۵ کو پڑھیئے یا صاحبی السجن أ ارباب متفرقون خیر ام اللہ الواحد القہار ما تعبدون من دونہ الا اسماءً سمیتموھا انتم وآباءکم ما انزل اللہ بہا من سلطان۔ یعنی یوسفؑ نے فرمایا اے میرے قید خانہ کے ہمراہیو! کیا بہت رب اچھے ہیں یا ایک اللہ جو غالب ہے وہ بہتر ہے۔ تم اس کے سوا صرف مصنوعی ناموں کی پرستش کرتے ہو جس کے واسطے کوئی سند نہیں۔ تمہارا اور تمہارے باپ دادوں کا یہی حال ہے۔

اس آیت میں پیغمبر کے دو صاحب کافر بیان ہوئے۔ اس طرح وہ شبہ بالکل رفع ہو جاتا ہے۔ مگر علماء سنیوں کی چونکہ عادت ہے کہ حسب دستور اپنے پیشواؤں کے معانی آیات کے تبدیل و تحریف کر کے لوگوں کو بہکاتے ہیں۔ اس واسطے ممکن ہے کہ اس کا معنے بھی اُلٹا دیں۔ بایں وجہ ہم انہی کے معتبرین مفسرین کی تفاسیر سے اس آیت کے معنیٰ کو لکھ دیتے ہیں تاکہ پھر ان کی جائے دم زدن باقی نہ رہے۔ دیکھو تفسیر کبیر مطبوعہ مصر جلد ۵ صفحہ ۱۳۰ سطر اوّل یرید یا صاحبی فی السجن یعنے یوسفؑ نے فرمایا تھا کہ اے میرے دو یار جو قید خانہ میں موجود ہو۔ بعد اس کے علامہ فخر رازی لکھتے ہیں جب تھوڑے وقت کی رفاقت صاحب ہونے کے لئے کافی ہے تو عمر بھر۔ الخ۔

غرضکہ تھوڑے وقت کی رفاقت سے بھی انسان صاحب کہلانے کا مستحق ہو جاتا ہے۔ اور تفسیر ابو السعود مطبوعہ بر حاشیہ کبیر مطبوعہ مصر جلد ۶ صفحہ ۱۲۱ و تفسیر کشاف جلد ۱ صفحہ ۱۱۱ میں یہی مضمون بعبارت مترادفہ مرقوم ہے ای صاحبی فی السجن اور وہ اس طرح اطلاق ہوا ہے۔ جیسا کہ بولا جاتا ہے۔ یا سارق اللیلۃ یعنے اے چور جس نے رات میں چوری کی ہے۔

---

[1] سہیل یمن جلد ۵ نمبر ۳ صفحہ ۲۱ میں قسطلانی شرح بخاری جلد ۶ صفحہ ۱۵۲ سے منقول ہے قال ابوبکر الخ ترجمہ ابوبکر نے ایک دن فخریہ کہا ہم نے کبھی بت پرستی نہیں کی اس پر حضرت عمر غضبناک ہوئے کہ یہ کہتا ہے (غلط گوئی سے کیا فائدہ) تم جاہلیت میں یہ کرتے تھے وہ کرتے تھے۔ (بت پرستی کے محل و موقعہ یاد دلائے) پس ابوبکر خاموش ہوگیا اور کوئی جواب نہ دیا۔ (کیا جواب دیتے جب ایک تجربعل اُٹھا) اور کنز العمال جلد ۳ صفحہ ۱۳۲ و روضۃ الاحباب جلد ۲ صفحہ ۲۷ وغیرہ میں قصہ خالد بن ولید کا مالک بن نویرہ کو قتل کر کے اس کی زوجہ سے عدت کے اندر نکاح ۴

تو یوسفؑ نے ہر دو قیدیوں کو اس لحاظ سے صاحب کے نام سے پکارا کہ دار الاحزان اور مشکلات میں ہمراہ رہنے سے ایک خاص قسم کی رفاقت کا اثر ہوتا ہے۔ انتہیٰ ملخصاً۔

اور تفسیر سراج المنیر مطبوعہ نول کشور منقول از نسخہ مطبوعہ مصر جلد ۲ صفحہ ۱۰۷ میں بعینہٖ مثل ابی سعود و کشاف کے لکھا ہے اور اتنا اس میں زیادہ ہے کہ قید خانہ کا ذکر اس لئے کیا گیا ہے جیسا کہ یا سارق اللیلۃ میں سرقہ کو رات کی طرف نسبت دی گئی ہے۔ پس چنانچہ رات مسروق فیہا ہے۔ جس میں چوری ہوئی اور خود مسروقہ نہیں۔ اسی طرح سجن (قید خانہ) مصحوب فیہ ہے جس میں صحبت حاصل رہی۔ نہ کہ مصحوب کیونکہ مصحوب حضرت یوسفؑ ہیں جن کے قیدیوں میں سے دو صاحب تھے۔ انتہیٰ۔ اور یا آذ ھما فی الغار اذ یقول لصاحبہ میں ضمیر لصاحبہ لفظ غار کی طرف راجع ہے یعنی صاحب غار یا صاحبہ فی الغار اوا

نیز اسی طرح بیضاوی مطبوعہ مصر جلد ۲ صفحہ ۱۳۳ میں بلفظ یا صاحبی فی السجن کے مرقوم ہے اور پارہ ۲۲ ع ۱۲ میں ہے ما بصاحبکم من جنۃ ان ھو الا نذیر لکم بین یدی عذاب شدید (ترجمہ نذیر احمد) پھر سوچو تو تم کو معلوم ہو جائے گا کہ تمہارے رفیق (محمدؐ) کو کسی طرح کا جنون نہیں ہے۔ الخ۔ اس میں حضرت محمد صلعم کو کفار کا صاحب قرار دیا گیا ہے۔ پس بہمہ وجوہ حضرت ابوبکر کو غار کے سفر میں نبی صلعم کے ساتھ ہونے کے سبب سے صاحب بولا گیا ہے تو اس میں سے کونسی فضیلت ثابت ہوتی ہے۔ جبکہ ہم نے ثابت کر دیا ہے کہ ہر قسم کے ہر ساتھی پر عربی میں لفظ صاحب بولا جاتا ہے۔ مطلق صحبت نبی میں رہنا مفید ہوتا تو زوجہ حضرت نوحؑ و زوجہ حضرت لوطؑ کو بھی فائدہ پہنچتا بلکہ صحبت لازمی ان دونوں کو بعض اصحاب رسول پر فوق ہے۔ مگر بجز ایمان کامل فائدہ ندارد۔ عبد اللہ بن اریقط رہنما ہو کر سفر ہجرت میں نبیؐ و ابوبکر صاحب کی معیت میں رہا تو اس کو آخرت کا کیا فائدہ ملا (دیکھو ابطال الاستدلال صفحہ ۷۹ نیز سیرت خاتم النبیین مؤلفہ مرزا بشیر احمد صاحب خلیفہ مرزا صاحب قادیانی۔ مطبوعہ کریمی پریس لاہور صفحہ ۲۳۱ میں ہے حضرت ابوبکر نے عبد اللہ بن اریقط کو بطور رہنما کے اجرت پر ساتھ لیا یہ شخص تھا تو کافر مگر قابل اعتبار تھا۔ انتہیٰ۔ اسی طرح علامہ دمیری کی حیوۃ الحیوان جلد اصفحہ ۱۰۸ میں ہے۔

ھ معیت شہادت اعمال اور معیت حفظان مال و جان دنیا میں ابوبکر صاحب بشرکت عام لوگوں کے ہیں جیسا کہ خدا سب کے ساتھ ہے۔ عام مسلمانوں کو جو نبیؐ کے زمانہ میں تھے ارشاد ہوا فلا تھنوا و تدعوا الی السلم وانتم الاعلون واللہ معکم۔ سورہ محمد رکوع آخر پارہ ۲۶۔ تم ہی غالب رہو گے اور اللہ تمہارے ساتھ ہے (ترجمہ تھانوی) اللہ تمہاری مدد و نصرت کرے گا (ابن کثیر، وکبیر رازی جلد ۷ صفحہ ۵۵۲ وحسینی وجلالین) مگر معیت اجر آخرت تو وہ ان اللہ مع الذین اتقوا والذین ھم محسنون آخر پارہ ۱۴ میں ملاحظہ ہو کہ متقی و محسن کے لئے ہے اور یہ صفات ابوبکر صاحب میں متفق علیہ نہیں ہیں۔ ایضاً صفحہ ہذا۔ حوالہ بیضاوی اسی طرح نسیم الریاض جلد ۴ صفحہ ۴۱۲ میں ہے۔ ایضاً لفظ معیت اور دیکھو آیت مایکون من نجوی ثلثۃ الا ھو رابعھم ولا خمسۃ الا ھو سادسھم ولا ادنی من ذالک ولا اکثر الا وھو معھم اس میں کافر منافق سب شامل ہیں اور پارہ ۲۷/۱۹ میں ہے یوم یقول المنافقون والمنافقات للذین امنوا انظرونا ... ینادونھم الم نکن معکم قالوا بلی۔ منافقین مومنین سے کہیں گے کیا ہم تمہارے ساتھ نہیں تھے وہ کہیں گے ہاں مگر ان کے لئے حکم ہوگا ماویکم النار۔ تمہاری جگہ دوزخ ہی ہے۔ اور پارہ ۵ سورہ نساء ع ۱۶ میں ہے یستخفون من الناس ولا یستخفون من اللہ وھو معھم۔ الخ

ایضاً قصہ سراقہ اسی طرح بخاری طبع مصر جلد ۲ صفحہ ۲۰ و صفحہ ۱۶۵/۱۶۸ میں ہے۔ اور قصہ تعاقب سراقہ کتاب سیرت خاتم النبیین مؤلفہ مرزا بشیر احمد صاحب خلیفہ قادیانی طبع کریمی لاہور صفحہ ۲۳۳ میں یوں لکھا ہے۔ ابوبکر نے حضرتؐ سے عرض کیا یا رسول اللہ کوئی شخص ہمارے تعاقب میں آرہا ہے۔ آپ نے فرمایا گھبراؤ نہیں اللہ تو ہمارے ساتھ ہے۔ مگر جوں جوں وہ قریب آتا جاتا تھا حضرت ابوبکر کی گھبراہٹ بڑھتی جاتی تھی۔ انتہیٰ۔ معلوم ہوا کہ رسول خداؐ کی تسلیاں دینے

ھ یہ حاشیہ در حاشیہ صفحہ آئندہ کا ہے استدلال ان اللہ معنا کے بعد پڑھو۔ ۱۲

سے بھی ابوبکر صاحب کی تشفی نہیں ہوتی تھی خوف جان سے بے بس تھے۔ کشف الظلمات جلد ۲ صفحہ ۸۷ مؤلفہ مولوی سید علی اظہر صاحب میں تاریخ طبری جلد ۲ صفحہ ۳۳۳ سے منقول ہے۔ کہ نبیؐ کو مکہ معظمہ میں جب کفار نے ایذا دی اور حضرت اقدس پر اوجھڑی پھینکی یا گلا گھونٹا تو ابوبکر صاحب دور کھڑے ہوکر بجز رونے کے کچھ نہ کرسکے یہی کہا اتقتلون رجلاً یقول ربی اللہ ۔ ارے ایسے آدمی کو کیوں قتل کرتے ہو جو اپنا رب اللہ کو جانتا ہے اور اوجھڑی جناب فاطمہ نے گردن مبارک سے آکر اُتاری۔ انتہیٰ۔ اور غار میں بھی مصاحبت سے نبیؐ کے واسطے رونے کی اعانت کی۔ باہر چلے تو بھی فقط گھبرانے اور خوف دلانے کی امداد کی۔ جنگوں میں بھی فرار سے غمخواری کی۔ بخاری طبع مصر جلد ۲ صفحہ ۱۷۱ میں ہے۔ قال ابوبکر قلت للنبی وانا فی الغار لو ان احدھم نظر تحت قدمیہ لابصرنا فقال ما ظنک یا ثنین اللہ ثالثھما ابوبکر نے کہا کہ اگر کوئی اپنے قدموں کے نیچے دیکھے تو ہم کو دیکھ لیں گے۔ (یہ گھبرا کر کہا) حضرتؐ نے فرمایا تیرا کیا گمان ہے ہم دو ہیں تیسرا اللہ ہمارا حافظ ہے۔ کفار سے حفاظت جان اس واقعہ میں مراد ہے چنانچہ سیاق قصہ اسی پر دال ہے۔

دوسرا استدلال کلمہ ان اللہ معنا سے کرتے ہیں جو یہ بھی مثل دلیل اوّل کے غلط ہے۔ کیونکہ ابوبکر صاحب نے روتے چلاتے سے جب نبیؐ کو تنگ کیا تو ہر طرح رسولؐ نے اُن کو تسلی و اطمینان دلایا کہ ہمیں کوئی ایذا نہیں پہونچا سکتا۔ تمہیں کیا ہو گیا خدا پر بھروسہ نہیں رہا ہمیں اللہ کافی ہے وہی حافظ اور ہمارے ساتھ ہے۔ پس یہ معیت وہی ہے جو سب کو حاصل ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ ہر وقت سب کے ساتھ ہے مگر جس کو معرفت ہو وہ اس پر متوکل رہتا ہے۔ غیر عارف اُس کو فراموش کرکے بے چین ہو جاتا ہے۔ اسلئے نبی صلعم نے اُس کی تنبیہ کے واسطے خدا یاد دلایا۔ پڑھئے آیت پارہ ۲۷ سورہ حدید رکوع اول وھو معکم اینما کنتم (ترجمہ نذیر احمد) تم لوگ کہیں بھی ہو وہ تمہارے ساتھ ہے۔ انتہیٰ۔ یعنی خواہ غار میں ہو یا دریا میں یا جنگل میں ہر جگہ خدا پاک تم سب کے ساتھ ہوتا ہے۔ اسی معیت کو رسول خدا صلعم نے ابوبکر صاحب کو اُس کی بے چینی کے وقت یاد دلایا۔ اس کی تائید بخاری و مسلم کی روایت سے بھی پیش کی جاتی ہے کہ اس غار میں معیت یاد دلانے کے بعد بھی ہر لحظہ ابوبکر صاحب اس کو فراموش کرکے بے چین ہو جاتے تھے۔ دیکھو تیسیر الباری ترجمہ بخاری پارہ ۱۴ صفحہ ۱۰۲ سطر ۷ (بیان قصہ غار میں ہے) جناب ابوبکر فرماتے ہیں کہ ہم وہاں (غار) سے چل کھڑے ہوئے۔ اور قریش کے لوگ ہماری تلاش ہی میں رہے ہم کو کسی نے نہ پایا۔ ایک سراقہ بن مالک بن جعشم گھوڑے پر سوار آن پہنچا میں نے اُس کو دیکھ کر عرض کیا۔ یا رسول اللہؐ ہمارے ڈھونڈنے والے آن پہنچے (کیا کریں) آپ نے فرمایا کچھ فکر نہ کر اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ لاتحزن ان اللہ معنا انتہیٰ۔ [۱] اور انعلم ترجمہ صحیح مسلم جلد ۶ صفحہ ۲۸۵۹ میں یہ قصہ مروی ہے۔ نیز سراقہ کے برخلاف اُس میں آنحضرت صلعم کی بددعا منقول ہے یہ واقعہ غار سے باہر نکلنے کے بعد کا ہے۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ بار بار حضرت ابوبکر ڈرتے اور گھبراتے تھے تو نبی صلعم انہی الفاظ سے تسلی دیتے تھے۔ اس سے کوئی خصوصیت اور فضیلت خلیفہ اوّل کی ثابت نہیں ہوتی۔ کیونکہ تسلی دینے کے وقت یہی موزوں تھا کہ ہمارا حافظ خدا ہے اور ہمیں کوئی اذیت نہیں پہنچا سکتا۔ اس پر غور فرمائیے۔ جس ساتھی نے رسول صلعم کے دل میں اندیشہ پیدا کیا اور بزدلی کا سامان ظاہر کیا کہ ہم پکڑے جائیں گے ہمیں دیکھ رہے ہیں۔ پکڑ لئے ہیں۔ کیا کریں اور رو دیا چلایا جس سے نبیؐ کو ملال و صدمہ پہنچایا اور نبیؐ کو اُس کے تسلی دینے کی تکلیف کرنی پڑی وہ فضیلت رکھتا ہے۔ یا کہ وہ جو مقام خطرہ جان پر بحکم رسولؐ کے بستر نبوی پر سویا کہ نبیؐ کی جان بچ جائے گو میں بجائے ان کے قتل کیا جاؤں۔ یا اذیت پاؤں جیسا کہ سنگباری کفار سے تکلیف اُٹھائی۔ بہتر ہے۔ چنانچہ مروی ہے کہ علیؑ سفر غار کی رات کو مکہ میں بستر نبویؐ پر بحکم پیغمبرؐ کے چادر سبز نبیؐ کی اوڑھے ہوئے سوئے۔ جس کی تفصیل کی چنداں ضرورت نہیں۔ کیونکہ جملہ کتب اہل تسنن میں مرقوم و مسلم ہے۔

[۱] اور باسناد ابن سعد و ابن ابی شیبہ و احمد و بخاری و مسلم وغیرہ درمنثور جلد ۳ صفحہ ۲۴۳ میں سراقہ کا قصہ مروی ہے اس میں ابوبکر سے یہ بھی ہے کہ نبیؐ کے لاتحزن فرمانے کے بعد جب سراقہ ایک دو نیزہ کے فاصلہ پر قریب آگیا تو میں رونے لگا اور کہا یا رسول اللہ یہ تو آ گیا اور ہم کو آ لیا حضرتؐ نے فرمایا روتا کیوں ہے الخ اسی طرح سیرۃ ابن دحلان برحاشیہ سیرۃ حلبیہ جلد ۱ صفحہ ۳۴۲ میں سراقہ کو دیکھ کر ابوبکر کے رونے کا ذکر ہے ۱۲ مترجم۔

دیکھو روضۃ الاحباب جلد ا صفحہ ۱۲۷ اور تفسیر کبیر جلد ۴ صفحہ ۶۴۷ میں اس طرح لکھا ہے۔ انا لا ننکر ان اضطجاع علی بن ابی طالب فی تلک اللیلۃ المظلمۃ علی فراش رسول اللہ صلعم طاعۃ عظیمۃ ومنصب رفیع۔ الخ یعنے ہمیں کوئی انکار نہیں کہ علیؑ کا اس اندھیری رات میں بستر رسول اللہ پر لیٹنا بڑی طاعت ہے۔ اور بلند مرتبہ ہونے کی دلیل ہے۔ اور فتح الباری شرح بخاری کی عبارت جو عنقریب لکھی جائے گی اس کی مؤید ہے بایں سبب اس قصہ سے حضرت علیؑ کی فضیلت ثابت ہوتی ہے۔ نہ ابوبکر صاحب کی بلکہ ابوبکر صاحب بار خاطر ہوئے نہ یار شاطر۔

تیسرا انزل اللہ سکینتہ علیہ سے استدلال کرتے ہیں۔ اور یہ استدلال بھی صحیح نہیں۔ کیونکہ مرجع ضمیر علیہ کا جناب رسول خداؐ ہیں نہ ابوبکر صاحب۔ چنانچہ قرأت اہل بیتؑ میں اس کو علیٰ رسولہ پڑھا گیا ہے۔ جو شیعہ کی تفسیر برہان جلد ا صفحہ ۴۲۴ میں بروایات ائمہ مروی ہے۔ اور ضمیر متصل ایدہ بجنود لم تروھا کا مرجع بالاتفاق رسولؐ کا ہونا کافی مؤید ہے۔ کیونکہ اگر دونوں جگہ مرجع ایک نہ ہو تو کلام باری منزہ از نقائص میں قبح انتشار و تشتت ضمائر کا لازم آتا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ جو فرشتوں سے مدد پہونچائی گئی اور بمقتضائے سیاق آیت صحابہ ان کو دیکھ بھی نہ سکتے تھے وہ رسول اللہ کو خدا کی طرف سے پہونچائی گئی نہ ابوبکر صاحب کو بلکہ وہ اس جماعت میں مخاطب تھے جو دیکھ نہیں سکتے تھے۔ اور وجہ تجدید تسکین نبی صلعم پر یہ بھی تھی کہ نبیؐ نے خوف کفار سے جو درپے قتل تھے۔ جب وطن مالوف کو چھوڑا اور سفر ہجرت کی تکلیف پیش آئی تو امداد فرشتوں اور فتوحات حاصل ہونے سے تسکین دینے کی ضرورت تھی۔ تفسیر ترجمان القرآن جلد ۴ صفحہ ۳۸۵ آیت غار کی تفسیر میں علامہ سنی محدث لکھتے ہیں۔ اللہ نے اپنی تسکین حضرت نبی صلعم پر اتاری مراد سکینہ سے نصرت تائید ہے اشہر تولین میں اور کسی نے کہا ضمیر ابوبکر کی طرف پھرتی ہے کہ ان کو تسکین بخشی (بعدہ اس کی تائید بیان کرکے تردید کی ہے اور لکھا ہے کہ) نبیؐ پر اگرچہ تسکین ہر وقت تھی مگر تجدید سکینہ بھی منافی نہیں (اور لکھا) لیکن یہ تجدید منافی تجدد سکینہ خاصہ کو اس حال میں نہیں ہے۔ لہذا فرمایا ہے کہ ہم نے تائید کی جنود ملائکہ سے الخ اور خاص طور پر یاد رکھئے کہ ابوبکر صاحب کو اس سکینہ میں شامل بھی نہیں کیا گیا۔ کیونکہ حضرت صلعم کے لئے سکینہ کی تجدید و ضرورت وقرائن دیگر ضمائر سے ثابت ہے کہ نبیؐ پر سکینہ نازل ہوئی اب ابوبکر صاحب پر بھی نازل ہوتی تو ضمیر تثنیہ ضروری تھا یعنے بجائے علیہ علیہما ہونا چاہئے تھا دیکھئے جہاں نبیؐ کے ساتھ مومنین پر نزول سکینہ ہوا ہے اس کو خدا تعالیٰ نے الگ بیان فرمایا ہے دیکھو آیت سورہ توبہ مندرجہ متن کتاب صفحہ ۳۰۳ علی رسولہ وعلی المؤمنین یہاں بھی علیہما یا وعلی من معہ ہوتا۔ اس سے تو بلکہ ابوبکر صاحب کے ایمان پر مضر اثر پڑتا ہے اگر مومن صادق ہوتے تو چاہئے تھا کہ رسولؐ کے ساتھ ان پر بھی ایسے مشکل وقت میں سکینہ کا نزول بیان ہوتا جیسا کہ دوسری آیت میں مومنین کے لئے بیان ہوا ہے۔ نسیم الریاض جلد ا صفحہ ۱۶۲ میں مرجع ضمیر سکینہ کا نبیؐ کو قوت سے بیان کیا اور ابوبکر کو ضعف سے اور آیت ہذا کا ترجمہ مولوی نذیر احمد صاحب دہلوی نے یہ لکھا ہے۔ پھر اللہ نے اپنے پیغمبر پر اپنی (طرف سے) تسلی اتاری اور ان کو (فرشتوں کی) فوجوں سے مدد دی جن کو تم لوگ نہ دیکھ سکے الخ۔ اس ترجمہ سے قرینہ بھی ہماری تائید میں ہے نیز اگر ابوبکر پر سکینہ نازل ہوتا تو غار سے باہر جب جا رہے تھے اس وقت کیوں گھبراتے اور رسولؐ کو تسلی دینے پڑتی گھبراہٹ بڑھتی چلی جا رہی تھی۔ اس سے بھی پتہ چلتا ہے کہ ابوبکر صاحب پر سکینہ نہیں اترا۔ اور وجہ نزول امن کی حضرت صلعم پر یہ بھی تھی کہ جو ملال خاطر عاطر نبیؐ کو اپنے ہمراہی شیخ نالاں و گریاں کے اضطراب سے پیدا ہوا تھا وہ جاتا رہے۔ اور بفرض تسلیم ایمان ابوبکر عام طور پر جملہ مومنین کے لئے بھی نزول سکینہ وارد ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ ابوبکر کے لئے کوئی خصوصیت نہیں ہے۔ دیکھو آیت ھو الذی انزل السکینۃ فی قلوب المؤمنین لیزدادوا ایمانا مع ایمانھم۔ پ ۲۶ سورہ فتح رکوع ۱۔ اور دیکھو سورۃ توبہ رکوع ۴۔ ثم انزل اللہ سکینتہ علی رسولہ وعلی المومنین۔ الآیۃ۔ مگر اس سے ہرگز نہیں ثابت ہوتا کہ ابوبکر صاحب نے احداث فی الدین نہیں کیا اور بعد وفات سرور کائنات کے ان کا حال متغیر نہیں ہوا۔ اور ثبوت مرجع ضمیر رسول خداؐ ہونے کے لئے ملاحظہ ہو تفسیر جامع البیان ومعالم التنزیل ومدارک وترجمان القرآن صفحہ ۳۸۵ وفتح البیان جلد ۴ صفحہ ۱۰۹ وجلالین مطبوعہ مصر صفحہ ۱۵۰ ان کی عبارات مترادف اور قریب المعنے ہیں۔ لیکن ہم اس وقت جامع البیان وتفسیر ابی السعود مطبوعہ برحاشیہ تفسیر کبیر جلد ۵ صفحہ ۱۲۸ مطبوعہ مصر سے نقل کرتے ہیں۔ فانزل اللہ سکینتہ علیہ ای امنتہ علی رسول اللہ

؎ بقیہ عبارت ترجمان مندرجہ کتاب ہذا عربی عبارت میں ملا عینی حنفی نے شرح بخاری جلد ۸ صفحہ ۳۸۳ میں اپنی تحقیق سے لکھی ہے جو چاہے مطالعہ

(الخ قال) ویؤید الاوّل وایدہ ای رسول اللہ بلا خلاف۔ انتہیٰ۔ یعنے امن اور تسکین رسول اللہ پر نازل ہوئی۔ پھر ایک قول ابی بکر صاحب کے مرجع ہونے کا نقل کرکے اس کو مرجوح قرار دیا۔ اور کہا) کہ پہلے قول یعنے مرجع رسولؐ ہونے کی کلمہ وایدہٗ کا تائید کرتا ہے۔ کیونکہ اس میں بالاتفاق رسول اللہؐ مراد ہیں۔

اور یہ بھی قابل ذکر ہے کہ رسول اللہ صلعم ابوبکر صاحب کو منتخب کرکے ہمراہ نہیں لے گئے تھے بلکہ ابوبکر صاحب خود پیچھے سے جاملے تھے جس سے حضرتؐ کو ایذا بھی پہنچی تھی۔ مگر حسب مصلحت وقت اُن کو ساتھ لے جانا پڑا دیکھو تفسیر درمنثور جلد ۳ ص۲۴۱ مطبوعہ مصر اور درمنثور کی طرح خصائص نسائی مترجم صفحہ ۲۰ طبع لاہور میں ہے فجاء ابوبکر فقال یا نبی اللہ فقال علیؑ ان النبیؐ قد ذھب نحو بئر میمون فاتبعہ فدخل معہ الغار۔ یعنی جب حضرت علیؑ نبیؐ کے بستر پر اُن کی چادر اوڑھے ہوئے آرام فرماتے ابوبکر آئے اور نبی صلعم سمجھ کر پکارا حضرت علیؑ بولے کہ وہ تو چاہ میمون کی طرف چلے گئے ہیں تو ابوبکر پیچھے سے نبیؐ کو جاملے اور آپ کے ساتھ غار میں داخل ہوئے۔ اسی طرح ازالۃ الخفاء مقصد ۲ صفحہ ۲۶۱ میں ابن عباس سے مروی ہے۔ یقیناً معلوم ہوا کہ نبیؐ گھر سے ابوبکر کو ساتھ نہیں لے گئے ان روایات قویہ کی مخالف روایت کو کسی خوش اعتقاد کی بناوٹ سمجھا جائیگا اور تفسیر امام حسن عسکریؑ کا جو حوالہ وحی سے ساتھ لیجانے کا پیش ہوتا ہے اُس کا جواب یہ ہے کہ اول اسی تفسیر کی سند صحیح روایت امامؑ تک عام مقبول محققین کی نہیں ہے اور بشرط وفرض تسلیم تطبیق ہوسکتی ہے کہ ابوبکر صاحب جب راستہ میں نبیؐ کو جاملے ہوں خدا کا حکم پہنچ گیا ہو کہ اب اس کو ساتھ ہی لیتے جاؤ۔ اس سے روایات سب کی تطبیق ہوجاتی ہے۔ ایضاً صفحہ ۲۰۳ حضرت علیؑ کو شب ہجرت اذیت وتکلیف پہنچی دیکھو خصائص نسائی صفحہ ۲۰ طبع لاہور وطبع مصر ص۹ وازالۃ الخفاء جلد ۲ صفحہ ۲۶۱ ودرمنثور جلد ۳ ص۱۸۰ لبس علیؑ ثوب النبیؐ وھم یحسبون انہ نبی اللہ (الیٰ قال) فکان المشرکون یرمون علیاً حتی اصبح۔ یعنی کفار حضرت علیؑ کو نبی خدا تصور کرکے رات بھر پتھر مارتے رہے۔ آیت ومن الناس من یشری نفسہ ابتغاء مرضات اللہ کی تفسیر میں تفسیر حسینی پارہ ۲۔ اور تفسیر کبیر جلد ۲ صفحہ $\frac{۲۸۳}{۱۸۹}$ صفحہ باختلاف طبع ونسیم الریاض جلد ا صفحہ ۳۶۰ وجلد ۲ صفحہ ۱۹۱ وتاریخ خمیس جلد ا صفحہ ۳۹۷ وتذکرہ خواص الامۃ صفحہ ۱۵ میں اور تفسیر نیشاپوری جلد ۲ صفحہ ۲۸ وروضۃ الاحباب جلد ا صفحہ ۱۲۸ ومدارج النبوۃ جلد ۲ ص۴۹ ومدارج رکن ۴ میں لکھا ہے کہ یہ آیت حضرت علیؑ کی شان میں نازل ہوئی ہے کہ انہوں نے خدا کی رضا میں اپنی جان نبیؐ پر فدا کردی کو خدا نے محفوظ رکھا۔ اور کبیر وغیرہ میں یہ بھی ہے کہ اس وقت جبکہ علیؑ نبیؐ کے بستر پر سونے ہوئے تھے جبرائیل سر کی طرف اور میکائیل پاؤں کی طرف پاسبان کھڑے تھے خدا نے حفاظت کے لئے ان کو بھیجا تھا۔ اور جبرائیل پکار کر کہتے تھے بخ بخ من مثلک یا ابن ابی طالب یباھی اللہ بک الملائکۃ ونزلت الآیۃ۔ یعنے مبارک مبارک تیرے جیسا کون ہے اے ابی طالب کے بیٹے کہ اللہ تعالےٰ فرشتوں میں تیرے اس کام پر فخر فرماتا ہے۔ اور اسی طرح نور الابصار طبع مصر صفحہ $\frac{۸۶}{۷۷}$ ناقلاً عن الاحیاء للغزالی اور اسد الغابہ اردو جلد ۴ صفحہ ۳۳ ترجمہ شکوری میں ہے بہ تفصیل مفید اور درمنثور جلد ۳ ص$\frac{۱۷۹}{۱۸۰}$ میں بروایت حاکم مع تصحیح مذکور ہے ابن عباس

ہجرت کے وقت رسولؐ علیؑ کو ادائے امانت کیلئے چھوڑ گئے

۱؎ کنز العمال جلد ۸ ص۳۳۳ میں باسناد ابی نعیم ابن عباس سے مروی ہے کہ شب غار حضرت علیؑ فراش نبیؐ پر چادر نبوی لپیٹ کر سو رہے اور مشرکین ان کو پتھر مارتے تھے اچانک ابوبکر آگئے پکارا اے رسول اللہ حضرت علیؑ نے چادر سے سر نکالا اور فرمایا کہ میں رسول اللہ نہیں ہوں رسول اللہ کو ملنا ہے تو بیر میمون کی طرف جاکر ملو پس ابوبکر رسول اللہ کو ملے اور غار میں داخل ہوئے الخ۔ وکذا بعینہ فی الخصائص للنسائی طبع مصر ص۹ ۱۲ مترجم۔ ۲؎ رسالہ امامت وخلافت امامیہ مشن لکھنؤ ص۱۱ میں بقول امام غزالی۔ یہی شان نزول مواہب لدنیہ جلد ا ص$\frac{۸۲}{۸۱}$ سے منقول ہے۔ اکثر مؤرخین مذکورین نے ظاہر کیا ہے کہ رسولؐ اپنے بعد علیؑ کو اس لئے بھی چھوڑ گئے تھے کہ وہ لوگوں کی امانتیں جو رسولؐ کے پاس تھیں نبا تبا واپس دیں اسکے بعد رسولؐ کو جاملیں نیز دیکھو تاریخ ابو الفداء جلد ا ص۱۲۶ وتاریخ کامل جلد ۲ ص۳ وغیرہ اور تاریخ طبری جلد ۲ ص۲۴۹ میں ہے علیؑ نے ابیطالب بعد رسولؐ تین رات دن رہے تاکہ رسولؐ کے پاس جن لوگوں کی امانتیں تھیں وہ لوگوں کو پہنچادیں پھر رسول اللہؐ کے ساتھ جاملے ۱۲ مترجم ۳؎ سیرۃ حلبیہ طبع مصر جلد ۲ ص۲۹ بحوالہ امتاع اور لکھا کہ کوئی مانع اس سے نہیں کہ آیت مکرر اتری ہو حضرت علیؑ کے بارہ میں اور نیز صہیبؓ کے بارہ میں اور منشاء یہ ہے کہ علیؑ نے اپنے نفس کو زندگی رسولؐ کے ساتھ فروخت کردیا و جلد ۳ ص۱۹۰ میں اسیطرح

کہتے ہیں کہ حضرت علیؑ نے اپنا نفس فروخت کر دیا اور قتل گاہ رسول میں رسولؐ کا لباس پہنکر سو گئے اور کفار درپے قتل رسولؐ کے پہرے دے رہے تھے کہ اس کو قتل کر دیں علیؑ کو رسولؐ خیال کر رہے تھے (درمنثور جلد ۳ صفحہ ۲۴۰ میں) بروایت ابن مردویہ و ابی نعیم فی الدلائل ابن عباس سے منقول ہے کہا جب رسول اللہؐ رات کے وقت غار کی طرف تشریف لے گئے پیچھے سے حضرت ابوبکر صاحب بھی اُن کو جا ملے۔ جب رسول اللہ صلعم نے آہٹ (رفتار) آدمی کی آواز معلوم کی تو اس سے خیال کیا کہ شاید کوئی متلاشی مشرکین سے آملا ہے۔ جب ابوبکر صاحب نے اس بات کو معلوم کیا تو کچھ کھانسنے لگے تاکہ رسول اللہ صلعم پہچان لیں۔ چنانچہ حضرت صلعم نے پہچان لیا اور کھڑے ہو گئے تاکہ ابوبکر صاحب جا ملے اور دونوں غار میں گئے۔ الخ

اور تاریخ طبری طبع مصر جلد ۲ صفحہ ۲۴۴/۲۴۵ و سیرۃ حلبیہ طبع مصر جلد ۲ صفحہ ۳۸ میں اسی طرح ہے۔ مگر اتنا اس میں زیادہ ہے کہ نبیؐ کو ابی بکر صاحب کے پیچھے آجانے سے اس قدر تکلیف ہوئی کہ اُن کو نہایت تیز رفتاری کرنی پڑی جس سے جوتے کا اگلا تسمہ ٹوٹ گیا اور قدم مبارک کا انگوٹھا زخمی ہو کر اس سے خون جاری ہو گیا۔ تاکہ ابوبکر صاحب نے آواز دی اور حضرتؐ نے پہچان کر اس کو ہمراہ کر لیا۔ اور اسی صفحہ طبری میں مروی ہے کہ نبیؐ نے علیؑ کو حکم دیا کہ میں غار ثور کی طرف جاتا ہوں آپ میرے لئے طعام بھیجنا اور راستہ بتانے والا اجرت پر مہیا کرنا اور سواری ہماری کا انتظام کرنا۔ [۱]

اب بستر نبوی پر مقابل اسکے حضرت علیؑ کو جو اذیت کفار سے پہونچی وہ ملاحظہ فرمائیے۔ فتح الباری شرح بخاری جلد ۳ مطبوعہ دہلی و معالم التنزیل صفحہ ۳۸۱ میں ابن عباس سے باسناد عمرو بن میمون بروایت احمد و حاکم کے منقول ہے کہا مشرکین حضرت علیؑ کو (جبکہ وہ بستر نبوی پر سوئے ہوئے تھے) پتھر مارتے تھے اس گمان پر کہ یہ نبی صلعم سوئے ہوئے ہیں۔ ابوبکر صاحب آنحضرتؐ کے پیچھے چل پڑے اور نبیؐ کو راستہ میں مل گئے (اور ان کے ساتھ غار میں چلے گئے۔ انتہیٰ) آیت اذ اخرجہ الذین کفروا میں ضمیر واحد کا ہونا بھی اس کی دلیل ہے کہ کفار نے تو نبیؐ کو مدینہ سے بایصال اذیت کے نکالا اور دوسرا خود بخود مل گیا ورنہ بجائے اخرجہ کے اخرجہما ہوتا جس کا معنے دونوں کو نکالا ہوتا۔ اور اصل مضمون اس اذیت بر بستر علیؑ کو پہنچنے کا ترمذی و نسائی میں بھی ہے وکذا فی ازالۃ الخفاء صفحہ ۲۶۱ -

اور ابی بکر صاحب کی جزع و فزع کے ثبوت میں دیکھو تفسیر ابن کثیر بر حاشیہ فتح البیان مطبوعہ مصر جلد ۵ صفحہ ۱۷-
فجعل ابوبکر یجزع ان یطلع علیہم احدٌ (الی ان قال) فجعل النبیؐ یسکنہ و یثبتہ و یقول یا ابا بکر ما ظنک باثنین اللہ ثالثہما کما قال الامام احمد الخ (کذا فی مسند احمد مطبوعہ مصر جلد ۱ صفحہ ۴) پھر اس کو باسناد بیان کیا یعنے ابوبکر صاحب فریاد کرتا تھا کہ شائد اس پر کوئی اطلاع پائے اور تکلیف پہونچے اور رسول اللہؐ اُس کی تسکین اور دلجوئی فرماتے تھے کہ اے ابابکر تیرا کیا گمان ہے جب کہ ہم دو ہیں اور تیسرا اللہ تعالےٰ بھی ساتھ ہے۔ پھر تجھے کیا ہو گیا کہ تو چپ نہیں کرتا۔ اس عبارت سے میری سابقہ تحریر کی تصدیق ہو گئی ہے۔ اور اس آیت میں ایک اور امر بھی غور طلب ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو آنحضرتؐ کی چند مصیبتیں یاد دلا کر اپنے رسول کی امداد فرمانے کا ذکر کیا ہے الا تنصروہ کہ اگر تم لوگ رسول کی مدد نہیں کرتے تو اپنے رسول کی وہ خود مدد کر دیتا ہے تم مدد نہ کرو تو نہ سہی اس نے تو مدد کی ہے۔ چنانچہ اس آیت میں تین ایسے امر جتلائے کہ فلاں وقت کو یاد کرو اور فلاں و فلاں وقت کو۔ مثلاً پہلے فرمایا اس مصیبت کو یاد کرو جبکہ رسول صلعم کو کافروں نے مدینہ سے نکالا تھا۔ واقعی وطن سے نکلنا مصیبت تھی۔ پھر فرمایا اس وقت کو یاد کرو جبکہ غار کی تاریکی و تنہائی میں صرف ایک ہمراہی کے ساتھ آنحضرت وقت بسر کر رہے تھے۔ واقعی یہ بھی مصیبت ہی تھی۔ پھر فرمایا۔ اُس وقت کو یاد کرو جبکہ رسولؐ اپنے ہمراہی کو تسلیاں دے رہے تھے کہ کوئی غم نہ کر خدا ہمیں کافی ہے۔ وہ ہمارے ساتھ ہے پھر کون ایذا

---

[۱] اسی روایت درمنثور میں عامر بن فہیرہ کا طعام پہونچانا اور علیؑ کا انتظام طعام و سواری کا و مزدور کا کرنا مذکور و مروی ہے وکذا فی السیرۃ الحلبیۃ جلد ۲ صفحہ ۳۴ طبع مصر ۱۲ مترجم۔ [۲] بیضاوی میں ہے ان ابا بکر کان منزعجا انزعاج قلق و صیحہ گردان ازہ ارج و قاموس۔ اور کبیر جلد ۴ صفحہ ۴۲۶ میں ہے یکے ابوبکر اور درمنثور جلد ۳ صفحہ ۲۴۱ میں باسناد ابی نعیم و بیہقی فی الدلائل ابن شہاب اور عروہ سے قصہ غار میں مروی ہے کہ جب نبیؐ اور ابوبکر نے کفار کی آوازیں سنیں تو ابوبکر ڈر گیا اور اُس پر ہم اور خوف..

پہونچا سکتا ہے۔ غرضیکہ اُس وقت کے مناسب اپنے ہمراہی کے لئے تسکین بخش تقریر فرما رہے تھے۔ واقعی یہ بھی مصیبت تھی کہ ہمراہی دلیری نہ کر سکا اور یہ نہ کہا کہ خدا حافظ ہے کسی کی پروا نہیں کوئی ہمارا سر کاٹ لیگا تب آپکے پاس آئیگا۔ ورنہ ہم مخالفین سے خوب مقابلہ کرینگے۔ فی الحال تو ہم پوشیدہ ہیں غالباً کوئی دیکھنے نہ پائیگا۔ بلکہ بجائے اس کے ہمراہی کہتا ہے کیا کریں کفار اگر نیچے دیکھیں تو ہمیں دیکھ لیں گے اور مار ڈالیں گے۔ یا ایذا پہونچائیں گے۔ اگرچہ بظاہر اُس نے حضرت کو بھی مخاطب کیا ہو کہ آپ کو بھی ایذا پہونچے گی۔ اس کا مجھے غم ہے۔ مگر قرائن سے اُسکو اپنی جان کا خوف معلوم ہوتا ہے۔ اور اگر حضرت کو کہا تھا تو وہ بھی مضر تھا کہ بجائے اطمینان و تسلی دینے کے اُس نے ملال و رنج پہونچایا اور اس کے شور و غل کو فرو کرنے اور تسلی دینے کی نبیؐ کو تکلیف گوارا کرنی پڑتی۔ اسی واسطے اللہ تعالیٰ تینوں مصیبتوں کو ایک ہی لفظ مکرر سہ کرر سے بیان فرماتا ہے کہ تینوں مصیبتیں برابر تھیں۔ غور سے دیکھئے اور لفظ اذ ہر سہ مقامات پر عمیق نظر سے پڑھیئے۔ اذ اخرجہ۔ و اذ ھما فی الغار و اذ یقول لصاحبہ لا تحزن۔ فقط والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ۔ اور دوسرے موقعہ پر بھی جب نبیؐ کو کفار نے اذیت پہنچائی تو ابوبکر نے فقط رونے سے مدد پہنچائی دیکھو انسان العیون فی سیرۃ الامین المامون للحلبی طبع مصر جلد ا صفحہ ۳۳۱۔ جب کفار نے مسجد الحرام میں نبیؐ کو پکڑا اور سر کے بال اور داڑھی کے بال کھینچے چنانچہ بہت بال گر گئے اُس وقت ابوبکر صاحب الگ کھڑے رہے اور رونے لگے اور بس یہ کہا کہ اسی پر تم بندہ کو مارتے ہو کہ کہتا ہے میرا رب اللہ ہے۔ اور جب اسی سفر میں سراقہ پیچھے سے جا پہنچا تو بھی ابوبکر نے رونے سے حضرت کی اعانت کی چنانچہ قبل اس کے ہم نے تحریر کیا ہے۔ ۱۲ مترجم۔

فصل - فی ایمان عمر بن الخطاب

فی الخصائص الکبریٰ للسیوطی اخرج ابن سعد و ابو یعلیٰ والحاکم والبیھقی عن انس قال خرج عمر متقلداً بالسیف فلقیہ رجل من بنی زھرۃ فقال لہ این تعمد یا عمر قال ارید ان اقتل محمداً۔ الحدیث وھکذا فی تاریخ الخلفاء۔ وفیہ وقد اسلم فی السنۃ السادسۃ من النبوۃ وفیہ اخرج البزار والبیھقی والطبرانی و ابو نعیم فی الحلیۃ عن عمر قال کنت من اشد الناس علیٰ رسول اللہ صلعم الحدیث۔ وایضاً اخرج احمد عن عمر فقلت ھذا واللہ شاعر کما قالت قریش الحدیث۔ وفیہ اخرج ابو نعیم عن عمر قال کنت جالساً مع ابی جھل و شیبۃ بن ربیعۃ فقال ابو جھل (ھو خال عمر) یا معشر قریش (الیٰ ان قال) الا و من قتل محمداً فلہ علیَّ مائۃ ناقۃ حمراء و سوداء والف اوقیۃ[1] فضۃ قال عمر فخرجت متقلداً بالسیف۔ الخ

فصل - ایمان عمر بن خطاب کے بیان میں

خصائص کبرائے سیوطی جلد ا صفحہ ۱۳۱ میں ابن سعد و ابی یعلےٰ و حاکم و بیہقی کے اسناد سے حضرت انس روایت کرتے ہیں۔ کہا امیر عمر تلوار لئے ہوئے نکلے اُن کو ایک آدمی بنی زہرہ سے ملا اور کہا اے عمر کہاں ارادہ رکھتا ہے۔ امیر عمر بولے کہ میں حضرت محمد صلعم کے قتل کا ارادہ رکھتا ہوں۔ آخر حدیث تک۔ اور اسی طرح تاریخ الخلفاء صفحہ ۷۵ میں ہے۔ اور اسی کے صفحہ ۷۴ میں لکھا ہے کہ حضرت عمر نبوۃ کے سنہ ۶ میں اسلام لائے۔ اور اسی کے صفحہ ۱۳۲ میں مرقوم ہے کہ بزار و بیہقی و طبرانی و ابو نعیم نے حلیہ میں امیر عمر سے روایت کیا اُس نے کہا کہ میں رسول اللہ کا سب سے زیادہ دشمن تھا۔ آخر حدیث تک۔ اور اُسی صفحہ پر ہے احمد نے عمر سے روایت کیا امیر عمر کہتے تھے کہ جس طرح باقی قریش کہتے تھے میں نے بھی کہا تھا کہ خدا کی قسم یہ محمد صلعم ایک شاعر آدمی ہے۔ آخر حدیث تک۔ اور اُسی کے صفحہ ۱۳۲ میں ہے۔ ابو نعیم نے عمر سے روایت کی ہے میں ابو جہل و شیبہ بن ربیعہ کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ ابو جہل نے کہا۔ اے گروہ قریش (تا کہ کہا) خبردار جو محمد کو قتل کرے اُس کے لئے میرے اوپر ضروری ہوگا کہ میں اُس کو ایک سو اونٹنی سرخ و سیاہ رنگ کی عطا کرونگا۔ اور ہزار اوقیہ چاندی بھی دونگا۔ عمر نے کہا کہ میں تلوار لیکر

[1] ایک اوقیہ ساڑھے سات مثقال کا ہوتا ہے اور ایک مثقال ساڑھے چار ماشہ کا ہوتا ہے۔ اور ایک ماشہ آٹھ سرخ یعنے رتی کا ہوتا ہے ۱۲ مترجم۔

ایمان امیر عمر کے متعلق نوٹ از مترجم

(ایمان عمر صاحب) صحیح بخاری مطبوعہ مصر جلد ۴ صفحہ ۹۱ باب کیف کان یمین النبی ؐ ونسیم الریاض جلد ۳ صفحہ ۳۸۸ ودر منثور جلد ۳ صفحہ ۲۲۳ باسناد احمد وبخاری وازالۃ الخفاء مقصد اول صفحہ ۱۴۹ میں باسناد الحاکم والبخاری ہے فقال لہ عمر یارسول اللہ لانت احب الیّ من کل شیٔ الا من نفسی فقال النبی ؐ لا والذی نفسی بیدہٖ (لا یؤمن احدکم) حتی اکون احب الیک من نفسک فقال لہ عمر فانہ الآن واللہ لانت احب الیّ من نفسی فقال النبی ؐ الآن یا عمر۔ یعنی حضرت عمر نے نبی ؐ کی خدمت میں کہا یارسول اللہ آپ مجھے ہر شے سے زیادہ محبوب ہیں۔ بجز میری جان کے (یعنی اپنی جان مجھے آپ سے زیادہ عزیز ہے اسی واسطے تو ہمیشہ رسول پاک کو نرغہ کفار میں اکیلے چھوڑ کر عمر صاحب بھاگ جاتے رہے) پس نبی صلعم نے فرمایا تیرا ایمان صحیح نہیں۔ خدا کی قسم جب تک ہیں تجھ کو تیرے نفس سے بھی زیادہ عزیز نہ ہو جاؤں۔ تو عمر نے کہا اب خدا کی قسم آپ مجھ کو میرے نفس سے بھی پیارے ہیں۔ نبی صلعم نے فرمایا اب اے عمر۔ انتہیٰ اس حدیث سے ایمان عمر پر خوب روشنی پڑتی ہے۔ کہ حضرت عمر نبی ؐ کو خوش کرنے لگے کہ وہ اس طرح کہنے سے بڑا ایمان دار سمجھیں گے۔ جب حضرت نے ارشاد فرمایا کہ اس طرح تو تمہارا ایمان درست نہیں عمر صاحب نے خیال کیا کہ میں زیادہ خوش کرنے لگا تھا۔ اُلٹا راز کھل گیا تو فوراً کہنے لگے۔ اب خدا کی قسم اپنی جان سے بھی آپ کو زیادہ عزیز سمجھتا ہوں یہ کہنا حضرت عمر کا دو طرح سے مشکوک ہے ایک تو یہ محبت فعل قلب ہے کسی کے کہنے سے نہ فوراً دل سے نکل سکتی ہے نہ جلد فقط کہنے سے داخل ہو سکتی ہے کتنی مدت ایمان لانے پر جب حضرت عمر کے دل میں اتنی محبت حضرت صلعم کی پیدا نہ ہوئی جو اپنی جان سے زیادہ محبوب سمجھتے تو ایک دو منٹوں میں وہ بھی ایسی حالت میں کہ نبی ؐ کو اس سے سوء ظن ہو گیا تب فوراً کہہ دیا کس عقلمند کے ذہن میں آسکتا ہے کہ جان خود سے زیادہ عزیز سمجھنے لگے۔ دوسرا یہ کہ اگر قول میں حضرت عمر سچے ہوتے تو عملاً جان سے زیادہ عزیز سمجھ کر حضرت صلعم کو ہر جنگ میں چھوڑ کر بھاگ نہ جاتے۔ تیسرا یہ تو یقیناً ثابت ہوا کہ کم از کم اس حدیث کے دن تک حضرت عمر میں یہ علامت ایمان کامل کی نہ تھی۔ کیونکہ مشکوٰۃ باب ایمان میں متفق علیہ حدیث رسول خدا صلعم کو زیادہ عزیز نہ سمجھے۔ انتہیٰ۔ اور حدیث زیر بحث میں بھی مزید روشنی ہے اور حضرت عمر کے دل میں جو تھا وہ ظاہر ہو گیا پھر جو کہا مطابق اس آیت کے ہو تو ممکن ہے یرضونکم بافواھھم وتابیٰ قلوبھم واکثرھم فاسقون پ۱۰ سورہ توبہ ع۲۔ یعنی یہ لوگ تم کو زبان سے راضی کرتے ہیں۔ مگر ان کے دل نہیں مانتے۔ اکثر ان کے فاسق ہیں۔ اور پڑھو یحلفون باللہ انھم لمنکم وما ھم منکم ولٰکنھم قوم یفرقون پارہ ۱۰ سورہ توبہ ع۷۔ خدا کی قسمیں اٹھاتے ہیں کہ مسلمان ہیں تم میں سے ہیں حالانکہ درحقیقت نہیں ہیں ڈر کے مارے کہہ دیتے ہیں (کلمہ الآن میں احتمال) الآن یا عمر جو حدیث میں آیا ہے اس کو بھی ایمان عمر کے لئے نص نہیں کہا جا سکتا سیاق سے ایمان تو معلوم ہو گیا۔ رہا یہ کلمہ الآن کا تو جیسے اس سے یہ معنی مراد ہو سکتا ہے کہ اب یا عمر تیرا ایمان درست ہو گیا ہے۔ اسی طرح بلکہ واضح تر باعتبار سیاق حدیث یہ بھی ہو سکتا ہے کہ نبی ؐ نے فرمایا کہ اب یا عمر اس کہنے سے کیا فائدہ جب دل کی بات ظاہر ہو گئی یعنی اب یہ کہنا بے سود ہے۔ جس طرح قرآن کریم میں قصہ غرق فرعون میں فرعون کے وقت نزع ایمان لانے پر خدا پاک نے بھی کلمہ الآن فرمایا ہے جس کا معنے ہے کہ اب ماننے سے کیا فائدہ جب پہلے تم نے اختیار سے نہیں مانا یہی حضرت عمر کو مسلمان اور اپنے وقت پر مسلمانوں کا بادشاہ مانتا ہوں مگر موازنہ اوصاف میں ایمان حضرت علی ؑ سے موازنہ کرتے ہوئے ان امور کا ذکر کرنا لازمی ہے۔

امیر عمر صاحب کا ایمان حق شناسی سے نہیں ہوا جس کی دلیل کیفیت ایمان آوری کی روایت ہے جو ابن سعد وابو یعلیٰ وبزار وابو نعیم فی الحلیہ وبیہقی فی الدلائل حضرت انس سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر صاحب بعد عداوت راسخہ دیرینہ کے جو جناب محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ اس کو تھی اور بعد اظہار نبوۃ آنحضرت ؐ کے چھ سال تک اس نے بدستور رکھی۔ بارادۂ قتل تلوار لیکر نکلا (جیسا کہ متن کتاب میں درج ہے۔ مگر اس میں مکمل عبارت نہیں لکھی گئی لہذا ہم اس کا تتمہ

سلہ اسی مضمون کی ایک طولانی روایت خالد بن عرفطہ سے کنز العمال جلد ۱ صفحہ ۹۰ میں باسانید ابی یعلےٰ وابن المنذر وابن ابی حاتم وعقیلی ونصر المقدسی

تاریخ الخلفاء صفحہ ۵۵ وصواعق محرقہ صفحہ ۵۵ سے نقل کرتے ہیں (اور شرح نہج البلاغۃ ابن ابی الحدید مطبوعہ مصر جلد ۲ صفحہ ۵۹ میں مثل اس کی مرقوم ہے) کہ امیر عمر صاحب جب نبیؐ کے قریب تلوار لٹکائے ہوئے آیا تو آنحضرتؐ باہر تشریف لائے اور امیر عمر صاحب کے دامن وحمائل تلوار کو پکڑا اور فرمایا ما انت بمنتہ یا عمر حتیٰ ینزل اللہ بك من الخزی والنکال ما انزل بالولید بن مغیرۃ فقال عمر اشهد ان لا الٰہ الا اللہ الخ یعنے رسول صلعم نے امیر صاحب کو ایک سچی دھمکی دی کہ تم اس عداوت ومخالفت سے باز آجاؤ ورنہ تیرے لئے خدا کی جانب سے خواری اور شرمندگی اور رسوائی اور عذاب اُترے گا جیساکہ ولید بن مغیرہ کے لئے اُترا ہے اور شائد تو اُس وقت تک باز نہیں آتا جب تک تیرا وہی حال نہ ہو جو ولید کا ہوا۔ اور ولید کا حال یہ ہے کہ سورہ نون کی آیات ولا تطع کل حلاف مهین۔ هماز مشاء بنمیم مناع للخیر معتد اثیم۔ عتل بعد ذلك زنیم۔ اسی ولید کے بارہ میں اُتری تھیں جس کے سبب سے ابدی رسوائی اس کے شامل حال رہی باقی عیوب کے علاوہ زنیم کا اظہار اسکے لئے سخت عذاب تھا جس کا ترجمہ ہے بدذات حرامزادہ اس آیت کے اترنے پر ولید نے اپنی ماں سے بہ تخویف قتل دریافت کیا کہ وہ کس کا بیٹا ہے اور اس کی ماں نے بیان کر دیا کہ تیرا باپ نامرد تھا اور اپنے نوکر سے بدفعلی کرا کر میں نے تجھے جنا تھا تاکہ تیرے چچازاد بھائی تیری جائداد نہ لیجائیں۔ اب ولید کا حرامزادہ ہونا ہم معتبر تفسیر جلالین مطبوعہ مصر جلد ۲ صفحہ ۱۴۹ سے لکھتے ہیں۔ دعی فی قریش وهو الولید بن مغیرۃ ادعاہ ابوہ بعد ثمانی عشرۃ سنۃ قال ابن عباس لا نعلم ان اللہ وصف احد ابما وصفہ بہ من العیوب فالحق بہ عارًا لا یفارقہ ابدا۔ یعنی ولید بن مغیرہ جب ۱۸ سال کا ہوا مغیرہ نے دعویٰ کر دیا کہ یہ میرا بیٹا ہے۔ اور اپنا بیٹا بنا لیا۔ ابن عباس کہتا ہے ہمیں ایسا کوئی معلوم نہیں جس کی اتنی مذمت خدا نے بیان فرمائی ہو اور اُس کے عیوب بیان کرکے ہمیشہ کے لئے اُسے رسوا کر دیا ہو جیساکہ ولید کو کیا گیا۔

پس آنحضرتؐ کا امیر عمر صاحب کو ولید سے مشابہت دینا ایک خاص اشارہ تھا جس کو امیر عمر صاحب سمجھ گئے۔ اور مرعوب ومغلوب ہو گئے۔ سوچا کہ مبادا میرے لئے ہمیشہ کی رسوائی دُنیا میں مشتہر ہو۔ اس واسطے یہ اشارہ سنتے ہی کلمہ شہادت پڑھ لیا۔ اور اس بات پر اعتبار کہ واقعی حضرت محمد صلعم کی خبر سچی ہوتی ہے اور واقع کے مطابق ہوتی ہے۔ امیر عمر صاحب کو اس طرح ہو گیا جیساکہ اور منکرین آنحضرتؐ کو یہ خیال ہوتا تھا کہ کسی جن یا سحر کے ذریعہ سے ان کو کچھ خبریں پہونچ جاتی ہیں۔

سلہ اسی طرح کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۳۴۷ ورجال مشکوٰۃ للشیخ الدہلوی صفحہ ۱۸ میں ہے۔ قال فخرج رسول اللہؐ فاخذ بمجامع ثیابی ثم نترنی نترۃ (نتر مالیدن بوقت بول وکشیدن آں بدرشتی ۱۲ صراح) فما تمالکت ان وقعت علیٰ رکبتی فقال رسول اللہ ما انت منتہ یا عمر فقلت اشهد ان لا الٰہ الا اللہ یعنے رسول اللہ نے میرے کپڑوں کو پکڑا اور مجھ کو ایسا زور سے کھینچا کہ میں اپنے بدن کو قابو میں نہ کر سکا اور اپنے زانو کے بل گر پڑا اور حضرتؐ نے فرمایا کیا عمر تو باز نہیں آتا۔ عمر کہتا ہے میں نے کلمہ پڑھ لیا۔ اس سے بھی عمر کا مرعوب اور خوف زدہ ہو کر کلمہ پڑھنا ثابت ہوتا ہے۔ اور دیکھئے خصائص کبریٰ سیوطی جلد ۱ صفحہ ۱۳۲ باسناد ابن ابی شیبہ بیان اسلام عمر فقال فتبعتہ فقال صلعم یا عمر ما تترکنی لیلا ولا نهارا فخشیت ان یدعو علیّ فقلت اشهد ان لا الٰہ الا اللہ الخ اس روایت میں سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عمر دن رات رسول خدا صلعم کے پیچھے ایذا پہنچانے کے واسطے پھرتے تھے حضرت صلعم نے غصہ میں آکر فرمایا کیا تو مجھے رات دن نہیں چھوڑتا تو اس سے عمر نے سمجھا کہ بددعا کرکے کوئی بلا مجھ پر نازل کرتے ہیں عمر کہتے ہیں میں ڈر گیا اور کلمہ پڑھ لیا۔ ایضاً صفحہ ۱۳۳ حوالہ تاریخ خمیس اسی طرح نور الابصار علامہ شبلنجی مطبوعہ مصر صفحہ ۵۴ میں ہے۔ مضمون تاریخ خمیس وروضۃ الاحباب ومعارج النبوت سے جو مرعوب وخوفزدہ ہو کر ایمان لانا حضرت عمر کا لکھا ہے اور نبی صلعم کا ڈرانا دبانا یہ سب کچھ اس پر دلالت کرتا ہے کہ حضرت عمر اپنی ہمشیرہ سے قرآن سُن کر صداقت اسلام سمجھ کر ایمان نہیں لائے غور کریں تو واضح ہے کہ چھ سال رسولؐ دعوت اسلام دیتے رہے قرآن اترتا رہا عمر صاحب دیکھتے سنتے رہے مگر اسلام کی روشنی ان کے دل میں جاگزیں نہ ہوئی تو ایسے قلیل وقت میں کیسے ان کو تحقیق ہو گئی اور صداقت اسلام کا یقین ہو گیا خلاف عقل ہے کہ بارادہ قتل رسولؐ کے حضرتؐ کی خدمت میں گئے اور دل سے ایمان لائے ورنہ تلوار سے مسلح ہو کر جانے کی ضرورت نہ تھی عاجزانہ شکل میں اپنا قصور معاف کرانے اور کفر توڑنے کے لئے جاتے مگر وہ تو اسلام لانے کو نہیں گئے راستہ میں جس نے پوچھا صاف کہدیا کہ محمدؐ کو قتل کرنے کے لئے جا رہا ہوں پھر اس کے بعد اگر رستہ میں خیال تبدیل ہوتا تو بھی تلوار کو پھینکدیتے اور دور سے رسولؐ کی خدمت میں عرض کرتے م

اور صفوات المسلمین میں تاریخ خمیس دیار بکری جلد ا صفحہ ۱۳۴ مطبوعہ مصر سے منقول ہے کہ جب امیر عمر نبی صلعم کے پاس پہونچے آنحضرت صلعم نے اٹھ کر امیر عمر کا پہونچا (بند کلائی) پکڑا اور مروڑا۔ اور خوب ہلایا۔ کہ امیر عمر کانپ گیا لرزاں وہراساں مرعوب ہو کر کلمہ شہادت پڑھنے لگا۔

اور روضۃ الاحباب مطبوعہ لکھنو جلد ا صفحہ ۹۴ وسیرۃ ابن اسحاق وسیرۃ ابن ہشام[1] جلد ا صفحہ ۲۱۷ مطبوعہ مصر بر حاشیہ روض الانف ومعارج النبوۃ رکن ثالث مطبوعہ نول کشور صفحہ ۵۹ میں عبارت بعینہ بہ ترجمہ ذیل ہے۔ عمر تلوار حمائل کئے ہوئے دروازہ حضرت صلعم پر کھڑا تھا۔ نبی صلعم تشریف لائے اور دست مبارک عمر کی کمرگاہ میں ڈالا اور اُس کو ایسا سخت پکڑا اور دبایا کہ گویا نچوڑ دیا۔ عمر کا ہر عضو بلکہ بند بند کانپنے لگا۔ اور تلوار گر پڑی۔ حضرت عمر کہتے ہیں نبی صلعم نے اُس دن مجھے ایسا سخت پکڑا اور دبایا تھا کہ میرا یہ گمان ہوگیا۔ شاید میری ہڈیاں سب ٹوٹ گئی ہیں اور چمڑے سے باہر نکلتی ہیں۔ جب عمر صاحب نے یہ صلابت سلطان مہابت یعنی نبی صلعم کی مشاہدہ کی تو (اصل عبارت) آواز برکشید کہ اشہد ان لا الہ الا اللہ واشہد ان محمداً رسول اللہ۔ بعد ازاں سر خویش از خجالت در پیش افگند یعنے جب دہشت اور رعب آنحضرت صلعم کا امیر پر پڑا تو سخت ڈر گیا اور کانپنے لگا اور اُس کے منہ سے یہ کلمہ نکلا کہ میں توحید و رسالت کو مانتا ہوں (جیسا کہ خوف زدہ شخص کے منہ سے مطابق مرضی صاحب ہیبت کے بے اختیار کلمات نکلتے ہیں) پھر شرمندگی سے سر کو جھکا دیا۔ روضۃ الاحباب میں یہ بھی ہے کہ نبی صلعم نے فرمایا اے عمر مسلمان ہوجا ورنہ حق تعالے تیرے حق میں وہ چیز اتارے گا جو ولید بن مغیرہ کے لئے اتاری ہے جب عمر نے یہ سُنا اس کا بند بند کانپنے لگا الخ۔ اسی طرح تاریخ خمیس دیار بکری نسخہ قلمی موجودہ کتب خانہ مدینہ منورہ ذکر اسلام عمر میں موجود ہے اصل عبارت یہ ہے فدخل فاستقبلہ النبی صلعم فی صحن الدار فاخذ بمجامع ثوبہ وحمائل السیف (فی المنتقی اخذ بساعدہ) وانتہرہ فارتعد عمر هیبۃ لرسول اللہ صلعم وجلس فقال اما انت منتہیا یا عمر حتی ینزل اللہ بک ما انزل بالولید بن المغیرۃ یعنی الخزی والنکال (وعن ابن عباس اخذ بمجامع ثوبہ ثم نترہ نترۃ شدیدۃ) فما تمالک عمر ان وقع علی رکبتیہ فقال ما انت منتہ یا عمر فقال اشہد ان لا الہ الا اللہ۔

آیت لا تطع کل حلاف۔ الخ میں لفظ زنیم وارد ہے جس سے علاوہ باقی عیوب کے ولید بھی بہت رسوا ہوا۔ اور ولید کی مشابہت بہ فرمان سید الانس والجان سے امیر عمر بھی گھبرائے۔ اس کا صحیح عکرمہ اور ابن عباس سے یہ مروی ہے کہ زنیم حرامزادہ کو کہتے ہیں۔ دیکھو تفسیر در منثور جلد ۶ صفحہ ۲۵۲۔ اور بذیل تفسیر اس آیت کے تفسیر حسینی میں یوں لکھا ہے۔ زنیم حرامزادہ کہ پدر او معلوم نہ باشد۔ آوردہ اند کہ ولید بن مغیرہ ہجدہ سالہ بود کہ مغیرہ ظاہر کرد کہ پدر او یم واو بخود گرفت۔

---

[1] سیرۃ ابن ہشام میں یہ الفاظ ہیں۔ ثم جبذہ جبذۃ شدیدۃ وقال ما جاء بک یا ابن الخطاب فواللہ ما اری ان تنتہی حتی ینزل اللہ بک قارعۃ۔ اسی طرح انسان العیون فی سیرۃ الامین والمامون طبع مصر جلد ا صفحہ ۳۶۸ وسیرۃ ابن دحلان برحاشیہ سیرۃ حلبیہ جلد ا صفحہ ۲۶۹ میں بعینہٖ موجود ہے۔ الفاظ یہ ہیں۔ جبذبہ جبذۃ شدیدۃ ۔۔۔ ما ادری ان تنتہی حتی ینزل اللہ بک قارعۃ۔ ما انت منتہٍ یا عمر حتی ینزل اللہ بک من الخزی والنکال ما انزل اللہ بالولید بن المغیرۃ۔ فارتعد عمر هیبۃ لرسول اللہ۔ ثم نترہ نترۃ فما تمالک عمر ان وقع علی رکبتیہ۔ یہ سب الفاظ اس میں مروی ہیں جو میں نے اپنے اس مضمون میں ترجمہ کے طور پر اُسکے درج کئے ہیں ۱۲ مترجم۔

۵۳ ولید بن مغیرہ کا قصہ بہ تفسیر لا تطع کل حلاف مہین۔ مثل بیان در منثور وحسینی وتفسیر جلالین کے تفسیر کبیر مطبوعہ اسلامبول جلد ۸ صفحہ ۲۶۶ وتفسیر خازن مطبوعہ مصر جلد ۴ صفحہ ۳۱۷ وتفسیر مدارک التنزیل مطبوعہ مصر جلد ۴ صفحہ ۳۱۷ وتفسیر نووی جلد ۲ صفحہ ۳۹۳ میں ہے۔

ازالہ غلطی ۔ یہ بھی غلط ہے کہ حضرت عمر ایسا بہادر تھا کہ اس کے اسلام لانے پر خوف دور ہوگیا اور اسلام ظاہر ہوا جو پہلے مخفی تھا۔ اس لئے ہم آئندہ بحث تقیہ میں اس کو بہ تفصیل دکھلائیں گے کہ تین سال تک اسلام کی مخفی تعلیم ہوتی رہی بعد آیت فاصدع بما تؤمر اتری اور اسلام کے احکام ظاہر جاری ہوئے اور حضرت عمر چھ سال بعثت نبوت کے بعد اسلام لائے جبکہ

(باقی حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

و در تفسیر زاہدی مذکور است کہ چوں رسول ص ایں آیت را در انجمن قریش بر ولید خواند و ہر عیبے کہ رسیدہ در خود باز یافت۔ مگر حرامزادگی با خود گفت من سید قریشم و پدر من مردے معروف است و می دانم کہ محمد صلعم دروغ نہ گوید وزنیم کہ گفت چہ گونہ ایں ہم را بر سر آرم۔ شمشیر کشیدہ نزد مادر آمد۔ القصہ بہ تہدید بسیار از مادر اقرار گرفت کہ پدر تو در قصد زنان جرأت نداشت و او را برادر زادگان بودند چشم بر میراث وے نہادہ مرا شک گرفت۔ فلاں غلام را بمزد گرفتم و تو فرزند اوئی یعنی ولید کو باقی عیوب اپنی ذات میں قابل تسلیم معلوم ہوئے مگر حرامزادہ ہونے میں اُس کو شبہ ہوا۔ اس لئے اُس نے تلوار لے کر اپنی ماں کو دھمکی دی کہ اگر تو سچ نہ کہے تو میں تجھے قتل کر دوں گا۔ تب اُس کی ماں نے اقرار کر دیا اور کہا کہ واقعی تو حرامزادہ ہے۔ اس طور پر کہ تیرے باپ میں مادہ رجولیت نہ تھا اس لئے میں نے ایک غلام کو مزدوری پر رکھا اور اُس سے زنا کیا جس سے تو پیدا ہوا۔ اور یہ اس لئے کہ تیرے چچا زاد بھائی تیرے باپ کی میراث پر آس لگائے بیٹھے تھے وہ میراث

شریا ئیں۔ ۱۲ مترجم

وفی تفسیر ابن کثیر جلد ۲ صفحہ ۲۴۶ روی احمد باسنادہ عن عبد اللہ بن ثابت قال جاء عمر الی النبی فقال یا رسول اللہ انی امرت باخ لی یھودی من قریظۃ فکتب لی جوامع من التورٰت الا اعرضھا علیک قال فتغیر وجہ رسول اللہ ص قال عبد اللہ بن ثابت قلت لہ الا تری مابوجہ رسول اللہ الخ وفی المشکوٰۃ باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ

اور تفسیر ابن کثیر جلد ۲ صفحہ ۲۴۶ و در منثور جلد ۲ صفحہ ۴۸ میں ہے امام احمد باسناد خود عبد اللہ بن ثابت سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر جناب رسول خدا ص کی طرف آئے اور کہا یا رسول اللہ ص میں نے اپنے ایک بھائی کو جو یہودی قبیلہ قریظہ سے ہے۔ امر کیا تھا اور میرے لئے اُس نے مجھے تورات کے کلمے دیئے ہیں۔ کیا میں آپ کے پاس لاکر سناؤں؟ راوی کہتا ہے یہ سنکر رسول اللہ کا چہرہ متغیر ہوگیا عبد اللہ بن ثابت کہتا ہے میں نے عمر کو کہا کیا تو نہیں دیکھتا کہ چہرہ مبارک آنحضرت کی کیا حالت ہو رہی ہے الخ اور مشکوٰۃ باب الاعتصام بالکتاب والسنہ صفحہ ۲۲ میں ہے

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) اسلام ظاہر ہو چکا تھا اور احکام ضروریہ شائع ہو چکے تھے۔ دوسرا یہ کہ جب خود حضرت عمر تیرہ سال مرعوب ہو کر اسلام لائے اور اسلام لانے کے بعد لوگوں سے ڈر کر اپنے گھر میں چھپ کر جا بیٹھے۔ خوف سے باہر نہ نکلتے تھے حتیٰ کہ اور کسی نے تسلی دی امداد کا وعدہ کیا تب ان کا اضطراب رفع ہوا۔ ایسے صاحب جو اپنے اسلام لانے پر ڈر کے مارے چھپ گئے اظہار اسلام میں اور لوگوں پر رعب ڈالنے میں اس وقت کیا اثر کر سکتے تھے مخالفین عمر صاحب تعجب کریں گے کہ حضرت عمر اور پھر ڈر۔ یہ دل تسلیم نہیں کرتا۔ مگر ہم حضرت عمر کا فرار جنگ احد و حنین یاد دلاتے ہیں اور اسلام لانے کا واقعہ اصح الکتب بخاری طبع مصر جلد ۱ صفحہ ۲۰۰ اور پارہ ۱۵ باب اسلام عمر مع تیسیر الباری صفحہ ۳۸ و ۳۹ سے لکھتے ہیں عبد اللہ بن عمر اپنے باپ عمر سے روایت کرتے ہیں کہا قال بینما ھو (عمر) فی الدار خائفا اذ جاء العاص بن وائل السہمی الخ ترجمہ از تیسیر الباری عبد اللہ بن عمر سے انہوں نے کہا حضرت عمر ڈر کے مارے گھر میں بیٹھے تھے (کہ قریش سے ڈر رہے تھے کہ وہ مسلمان ہونے پر کیا کرتے ہیں) اتنے میں ابو عمرو عاص بن وائل سہمی ایک ڈوری دار چادر اور ایک ریشمی کرتہ کا جوڑا پہنے ہوئے ان کے پاس آیا وہ بنی سہم کے قبیلہ سے تھا جو جاہلیت میں ہمارے (یعنی عمر و ابن عمر کے حلیف (گہرے دوست مددگار) تھے اس نے کہا عمر تمہارا کیا حال ہے (کیوں آزردہ ہو) انہوں نے کہا قوم بنی سہم کے لوگ کہتے ہیں اگر میں مسلمان ہوا تو وہ مجھے مار ڈالیں گے۔ عاص نے کہا وہ تیرا کچھ بگاڑ نہیں سکتے۔ عاص کے ایسا کہنے پر مجھ کو (عمر کو) اطمینان ہوا۔ کیونکہ وہ بنی سہم کا سردار تھا (پھر لوگوں کا عمر کے خلاف دروازہ عمر پر جمع ہونا اور عاص کا اُن کو سمجھانا لکھا ہے) دوسری روایت میں ہے عاص نے لوگوں کو کہا یہ سمجھ رکھو عمر میری پناہ میں ہے۔ انتہیٰ ملخصاً اصل ترجمہ تیسیر الباری۔ معلوم ہوا کہ ایک کافر دوست کی پناہ لیکر عمر صاحب باہر نکلنے کے قابل ہوئے۔

اور اعزاز الاسلام بابی جہل او عمر کا جواب ابطال الاستدلال میں لکھا جا چکا ہے وہاں ملاحظہ ہو۔ ۱۲ مترجم

عن جابر عن النبی حین اتاہ عمر فقال انا نسمع احادیث من یہود تعجبنا افترٰی ان نکتب بعضہا فقال امتہوکون (متحیرون) انتم کما تہوکت الیہود والنصاریٰ لقد جئتکم بہا بیضاء نقیۃ ولو کان موسیٰ حیًا ما وسعہ الا اتباعی رواہ احمد والبیہقی فی شعب الایمان۔ وفیہ عن جابر ان عمر بن الخطاب اتی رسول اللہ بنسخۃ من التورات فقال یا رسول اللہ ھذہ نسخۃ من التورات فسکت فجعل یقرأ ووجہ رسول اللہ صلعم یتغیر فقال ابوبکر ثکلتک الثواکل ما تریٰ بوجہ رسول اللہ ص فنظر عمر الیٰ وجہ رسول اللہ ص فقال اعوذ باللہ من غضب اللہ وغضب رسولہ رضینا باللہ ربا وبالاسلام دینا وبمحمد صلعم نبیًا فقال رسول اللہ والذی نفس محمد بیدہ لو بدا لکم موسیٰ ع فاتبعتموہ

جابر نے نبیؐ سے اس وقت کی روایت کی ہے جب امیر عمر نبیؐ کے پاس آیا اور کہا ہم یہود سے احادیث سنتے ہیں تو ہم کو پسند آتی ہیں اگر آپ کا بھی خیال ہو تو ہم کچھ توریت سے لکھ کر پاس رکھیں یا عمل کریں پس رسول اللہ ص نے فرمایا کیا تم حیران و متشکک ہو (یعنی میرے دین میں تم کو یقین نہیں آیا اور حیران ہوتے ہو) جیسے یہود و نصاریٰ حیران ہوئے تحقیق میں تمہارے پاس پاکیزہ روشن اور صاف شریعت لایا ہوں اور اگر موسیٰ زندہ ہوتے تو اُن کو میری متابعت کے بغیر کوئی چارہ نہ ہوتا اسکو احمد اور بیہقی نے شعب الایمان میں روایت کیا (وکنز العمال جلد ۱ ص۵۱) ۔ اور اُسی مشکوٰۃ ص۲۲ (وازالۃ الخفاء جلد ۱ ص۱۲۶) میں جابر سے مروی ہے کہا عمر بن خطاب ایک دن رسول ص کے پاس توریت کا نسخہ لے آئے اور کہا یہ توریت کا ایک نسخہ ہے۔ رسول اللہ ص خاموش رہے اور امیر عمر نے اُس سے پڑھنا شروع کر دیا جوں جوں پڑھتے گئے رسول اللہ ص کا چہرہ متغیر ہوتا رہا۔ پس حضرت ابوبکر نے کہا اے عمر تجھے رونے والی عورتیں روئیں تو رسول اللہ ص کے چہرہ کی طرف نہیں دیکھتا۔ جب امیر عمر نے رسول اللہ ص کا چہرہ غضبناک دیکھا کہا میں اللہ اور رسول ص کے غضب سے خدا کی پناہ مانگتا ہوں اور اللہ کے رب ہونے اور اسلام کے دین اور محمد صلعم کے نبی ہونے پر راضی ہوں جناب رسول خدا نے فرمایا مجھے قسم اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں محمد کی جان ہے اگر موسیٰ تمہارے پاس ظاہر ہو جائیں تو تم اُس کی متابعت کر لو گے۔

حضرت عمر کو یہود سے اور ان کے مسائل سے محبت، حدیث امتہوکون متحیرون - نہایہ ابن اثیر جلد ۴ ص۲۰۵ میں ہے التہوک التحیر اند قال لعمر فی کلام امتہوکون تہوک کے معنے حیران ہونے کے ہیں آنحضرت صلعم نے عمر صاحب کو فرمایا کیا تم حیران ہو - یعنی اسلام اور یہودیت میں مذبذب ہو۔ ازالۃ الخفاء جلد ۱ ص۱۹۶ و۱۹۷ اور کنز العمال جلد ۱ ص۹۴ میں مثل مضمون مشکوٰۃ کے مع تصریح تصحیح مروی ہے ازالۃ الخفاء و کنز ص۹۳ جلد ۱ میں ان الفاظ سے ہے قال عمر انطلقت انا فانتسخت کتابا من اہل الکتاب ثم جئت بہ فی ادیم فقال لی رسول اللہ ما ھذا فی یدک یا عمر قلت یا رسول اللہ کتاب نسخته لنزداد بہ علما الی علمنا فغضب رسول اللہ حتی احمرت وجنتاہ ثم نودی بالصلوٰۃ جامعۃ فقالت الانصار غضب نبیکم السلاح السلاح فجاؤا حتی احدقوا بمنبر رسول اللہ فقال ایہا الناس انی اعطیت جوامع الکلم وخواتیمہ واختصر لی الکلام اختصارا ولقد اتیتکم بیضاء نقیۃ فلا تتہوکوا ولا یغرنکم المتہوکون قال عمر فقمت وقلت رضیت باللہ ربا وبالاسلام دینا وبمحمد نبیا … حضرت عمر کہتے ہیں میں نے ایک کتاب مسائل اہل کتاب (یہود) کی لکھوائی اور حضرت ص کی خدمت میں آیا نبیؐ نے فرمایا عمر تیرے ہاتھ میں کیا ہے۔ میں نے کہا یا رسول اللہ کتاب ہے جو میں نے لکھوائی ہے کہ اپنے علم کے ساتھ اس علم کو ملا کر ترقی کریں۔ اس پر رسول ص اس قدر غضبناک ہوئے کہ آپ کے رخسارہ مبارک سرخ ہو گئے۔ اور حکم دیا کہ لوگ جمع ہو جائیں۔ انصار نے کہا رسول ص سخت غضبناک ہیں ہتھیاروں سے مسلح ہو کر نکلو۔ شاید جنگ کا حکم دیتے ہیں لوگوں نے منبر نبوی کے گرد اگرد حلقہ باندھ لیا نبیؐ نے فرمایا مجھے کلمات جامعہ مختصرہ خاتمہ روشن صاف دیئے گئے ہیں وہ یہ تمہارے لئے کافی ہیں پس تم حیران و مذبذب نہ ہوتے رہو اور تم کو حیران و مذبذب لوگ (حضرت عمر جیسے) نہ بہکالیں (یعنی ایسے متحیرین کے دھوکے میں نہ آنا۔ حضرت عمر کہتے ہیں میں کھڑا ہو گیا (اس ڈر سے کہ اور زیادہ راز فاش ہوتا) اور کہا میں اللہ کے رب ہونے اور آپ کے رسول ہونے پر راضی ہوں الخ دل کی بات تو کھل گئی (باقی بر صفحہ ۳۱۴)

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) مگر جب ایک بڑے واقعہ کی شکل اختیار کر گئی آخر یہ الفاظ کہنے پڑے کہ مزید طوفان برپا نہ ہو اور الدین النص مؤلفہ سید صدیق حسن خاں محدث جلد ۲ صفحہ ۲۶ میں بھی یہ حدیث ان الفاظ سے زیادہ ہے امتہوکون ام متحیرون فی کتابکم وفی دینکم حتی تاخذوا العلم من غیر کتابکم وتستفتون واننہم کما تہوکت الیہود والنصاریٰ ووقعوا فی تیہ الحیرۃ ووادی الاشتباہ حیث نبذوا کتاب اللہ وراء ظہورہم واتبعوا اھواء احبارھم ورھبانہم الخ یعنی فرمایا تم اپنی کتاب قرآن میں حیران ہو اور اپنے دین اسلام میں تم کو شبہ ہے کہ اپنی کتاب قرآن کے سوا دوسروں سے لیتے ہو۔ جیسے یہود و نصاریٰ حیران ہوئے اور اشتباہ میں پڑے اس طرح کہ انہوں نے کتاب خدا کو اپنی پیٹھ پیچھے پھینک دیا اور اپنے علماء کی خواہشوں اور راؤں کی متابعت کرنے لگے۔ نسیم الریاض شرح شفا قاضی عیاض مطبوعہ مصر جلد ۳ صفحہ ۳۸۴ میں باسناد دارمی وابن منذر وابن جریر وابی داؤد یہ حدیث مروی ہے وجیئی بکتاب فی کتف لے فی عظم کتف والجائی بہ عمر اس میں حضرت عمر کے نسخہ توریت اور مسائل یہودیت لکھوا کر لانے کی تصریح ہے۔ اس کے بعد رسولؐ کا فرمان یہ لکھا ہے کفی بقوم حمقا او ضلالۃ والحمق الغباوۃ وعدم الفہم والضلال ضد الہدی آیۃ ان یرغبوا عما جاءھم بہ نبیہم الی غیر نبیہم او کتاب غیر کتابہم فنزلت اولم یکفہم انا انزلنا علیک الکتاب یتلی علیہم (قرآن مجید)۔ یعنی قوم کی حماقت و گمراہی کے واسطے یہ کافی ہے کہ اپنے نبی کے احکام سے روگردانی کر کے دوسرے نبیوں کی طرف یا اپنی کتاب کو چھوڑ کر دوسروں کی کتاب کی طرف رغبت کرتے ہیں۔ اس پر آیت اتری کہ کیا ان کو یہ کافی نہیں جو کتاب ہم نے تجھ پر اتاری۔ اور ان پر پڑھی جاتی ہے۔ اسی طرح لباب النقول فی اسباب النزول جلد ۲ صفحہ ۔۔ میں ہے۔ آیت یحلفون باللہ انہم لمنکم وما ھم منکم ولکنہم قوم یفرقون پارہ ۱۰ سورہ توبہ ع (رکوع ۷) (قسمیں اٹھاتے ہیں کہ تم میں سے یعنی مسلمان ہیں حالانکہ تم میں سے نہیں ہیں۔ ڈر کے مارے کچھ کہہ دیتے ہیں آور پڑھیئے) یا ایھا الذین امنوا لا تتخذوا الیہود والنصاریٰ اولیاء بعضہم اولیاء بعض ومن یتولہم منکم فانہ منہم ان اللہ لا یہدی القوم الظالمین (رکوع ۱۲) پارہ ۶ سورہ مائدہ ع۔ اے ایمان دارو یہود و نصاریٰ کو اپنا دوست مت بناؤ وہ آپس میں ایک دوسرے کے دوست ہیں (مولوی نذیر احمد یوں لکھتے ہیں) اور تم میں سے کوئی ان کو دوست بنائے گا تو بے شک وہ بھی انہی میں کا ایک ہے کیونکہ خدا ایسے ظالم لوگوں کو راہ راست نہیں دکھلایا کرتا اور پڑھو یرضونکم بافواھہم وتابی قلوبہم (پ ۱۰ سورہ توبہ ع) منہ سے تو تم کو راضی کرتے ہیں مگر ان کے دل نہیں مانتے حوالہ بخاری بحاشیہ مولوی احمد علی سہارنپوری جلد ۱ صفحہ ۳۸۰ میں حاشیہ نمبرہ کرمانی۔ زرکشی صاحب تیسیر القاری سے لکھا ہے کہ جو اس روایت بخاری کے آخر ہے (صلح حدیبیہ کے بیان میں) عمر صاحب نے کہا فعملت لذلک اعمالا یعنی میں نے اس کے لئے کئی کام کئے اسکا مطلب یہ ہے ای من الذہاب والمجیئ والسوال والجواب یعنی اس شک میں پڑ کر مجھے کئی کام کرنے پڑے کبھی نبیؐ کے پاس گیا واپس ہوا کبھی ابوبکرؓ کے پاس گیا واپس ہوا وہاں سوال کر کے جواب لیا یہاں سوال کیا جواب لیا یعنی مضطرب و پریشان رہا کہ یہ کیا بات ہے جو بخاری کی اصل روایت میں موجود ہے کہ نبیؐ نے مکہ کی فتح کی خبر دی تھی اور حضرت عمر کو زیادہ شبہ اسی سے ہوا کہ بغیر فتح کیسے واپس ہو رہے ہیں۔

لہ بعض کہتے ہیں کہ آیت جاھد الکفار والمنافقین واغلظ علیہم سے ثابت ہوتا ہے کہ وقتاً فوقتاً منافقین اور ضعیف الایمان لوگوں کو زجر و توبیخ ہوتی ہوگی تو حضرت عمرؓ میں جو شک کے قائل ہیں۔ ایسی زجر و توبیخ میرے خیال میں (حضورؐ فرماتے رہے) ان کیلئے شیعہ یہ واقعہ جواب میں پیش کر سکتے ہیں ۱۲ مترجم

سلہ یہ حدیث بعینہ ان الفاظ سے درمنثور جلد ۵ صفحہ ۔۔ میں ہے اور علاوہ ان اسانید کے باسناد اسمٰعیل فی معجمہ وابن مردویہ ابی ہریرہ سے مرفوعاً مروی ہے کہ نبیؐ نے فرمایا ان احمق الحمق واضل الضلالۃ قوم رغبوا عما جاء بہ نبیہم الی غیر نبیہم اس کے معنی میں اتنا فرق ہے سب سے بڑی احمق قوم اور سب سے بڑی گمراہ جماعت الخ باقی (الحمق) ترجمہ وہی ہے جو ترجمہ حدیث نسیم الریاض میں مذکور ہے اور اسی درمنثور میں باسناد عبد الرزاق فی المصنف وبیہقی فی شعب الایمان۔ زہری سے مروی ہے کہ بی بی حفصہؓ بنت عمرؓ زوجہ رسولؐ نے اپنے باپ کی طرح الہامی سوال کیا۔ اور نبیؐ نے غصہ میں آکر حفصہ کو مخاطب کر کے جواب میں حلفیہ وہی الفاظ فرمائے جو حضرت عمرؓ کے جواب میں فرمائے انتہیٰ معلوم ہوا کہ باپ اور بیٹی دونوں کا اعتقاد یکساں تھا سلہ عینی شرح بخاری طبع مصر جلد ۶ صفحہ ۔۔ بروایت ابی سعید مروی ہے قال عمرؓ لقد دخلنی امر عظیم وراجعت النبیؐ مراجعۃ ما راجعتہ مثلہا قط یعنی حضرت عمرؓ فرماتے ہیں اس دن میرے دل میں بڑا ہی خدشہ شک پیدا ہوا اور میں نے نبیؐ کی خدمت میں بار بار اس قدر اصرار

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) اگر نبی سچے ہوتے تو خبر بھی سچی ہوتی وعدہ غلط ہونا نبوت کو باطل کرتا ہے۔ اصل بخاری صفحہ مندرجہ متن کتاب کے ہی ملاحظہ سے ناظرین کو روشن ہو جائے گا کہ یہی وعدہ پورا نہ ہونے کا اعتراض امیر عمر نے رسول کے سامنے پیش کیا اسی پر سوال کیا کہ تو سچا نبی نہیں ہے۔ اسی طرح ازالۃ الخفاء جلد ۲ صفحہ ۱۵۶ میں ہے اور رجح عمر متخیظا مندرجہ فلک النجاۃ بخاری طبع مصر جلد ۳ صفحہ ۱۱۸ اور صحیح مسلم جلد ۲ صفحہ ۱۰۴ و کنز العمال جلد ۱ صفحہ ۹۴ و ۹۵ میں ہے۔ کتاب مؤخر الذکر میں ہے نبیؐ نے عمر سے فرمایا انی قد رضیت وتابی انت یعنی علم خداوند تعالیٰ صلح حدیبیہ پر سمجھتے ہیں تو راضی ہو گیا اور تو اس کا انکار کرتا ہے اکذا فی شرح البخاری للعینی جلد ۶ صفحہ ۲۵۸ یا یہ کہ فتح مکہ کا وعدہ یقیناً پورا ہو گا مگر آئندہ سال میں اس راضی ہو گیا ہوں اور تو انکار کرتا ہے اور اس پر آیت تلاوت فرمائیے۔ واذ یقول المنافقون والذین فی قلوبھم مرض ما وعدنا اللہ ورسولہ الا غرورا۔ پارہ ۲۱ سورۃ احزاب ع ۲ منافقین اور وہ جن کے دل میں شک کی مرض ہے کہتے ہیں خدا اور رسول نے ہم کو دل بھلائی کے وعدے دیئے ہیں حقیقت میں سچے نہیں۔ اور فرمایا فلا وربک لا یؤمنون حتی یحکموک فیما شجر بینھم ثم لا یجدوا فی انفسھم حرجا مما قضیت ویسلموا تسلیما پارہ ۵ سورۃ نساء ع ۶ یعنی تیرے رب کی قسم یہ لوگ مؤمن نہیں ہو سکتے جب تک تجھ سے فیصلہ نہ کرائیں پھر جو حکم تو دے اس سے اپنے نفسوں میں کوئی خلش نہ سمجھیں۔ راضی خوشی مان لیں اور تفسیر کبیر جلد ۵ صفحہ ۶۰۸ و ۶۰۹ میں بذیل آیت وما جعلنا الرؤیا التی اریناک الا فتنۃ للناس لکھا ہے کہ قول ثانی یہ ہے کہ مراد وہ خواب ہے جو نبیؐ کو آیا کہ مکہ فتح ہو گا اور با امن اس میں داخل ہوں گے پس جب حدیبیہ میں دخول بیت الحرام سے رکاوٹ پیش آئی یہ بعض صحابہ کے لئے باعث فتنہ ولغزش ہوا اور حضرت عمر نے ابوبکر سے کہا کہ رسول اللہ نے ہم کو خبر نہیں دی تھی کہ ہم بیت الحرام میں داخل ہوں گے اور طواف کریں گے الخ سیرۃ نبویہ مؤلفہ ابن دحلان مفتی شافعیہ مکہ معظمہ برحاشیہ سیرت حلبیہ جلد ۲ صفحہ ۲۲۰ میں بڑی تفصیل سے اسی طرح لکھا ہے کہ حضرت عمرؓ نبیؐ سے کہنے لگے کیا آپ نہیں فرماتے تھے کہ ہم خانہ کعبہ کا طواف کریں گے اور مکہ میں داخل ہوں گے پھر باسناد بزار روایت کیا گیا کہ رسول اللہ نے عمرؓ سے فرمایا میں تو اس فیصلہ پر راضی ہو گیا اور تو انکار کرتا ہے الخ اسی طرح سیرت حلبیہ طبع مصر جلد ۳ صفحہ ۲۱ پر ہے الیعنی آزمائش مومنین کے لئے یہ خواب دکھلایا گیا تھا تو حضرت عمر اس آزمائش میں خوب پاس نکلے انصاف فرمائیں۔ سیرۃ حلبیہ جلد ۲ صفحہ ۲۹ میں ہے کہ حجۃ الوداع میں عرفات کے وقوف کے وقت عمرؓ کو فرمایا یہ وہ وقت آگیا ہے جس میں نے خواب کا ذکر کیا تھا اور فتح مکہ کے دن جب کعبہ کی کنجی حاصل کی تو فرمایا عمر کو بلاؤ فرمایا یہ میرے خواب کی سچائی کی دلیل ہے۔ انتہیٰ۔ بار بار عمر کو مخاطب کرنا اسکی سرزنش ہے کہ تم کو دوسروں سے زیادہ میری پیشگوئی میں شک تھا اب دیکھ کس طرح پوری ہوئی ہے روایت بخاری مندرجہ متن میں یہ بھی ہے کہ نبیؐ صلح نامہ حدیبیہ تحریر ہونے کے بعد اپنے اصحاب کو حکم دیا سر منڈواؤ اور قربانیاں ذبح کرو۔ یعنی احرام کھول ڈالو۔ روی آتا ہے آنحضرت نے تین دفعہ فرمایا مگر صحابہ نہ اٹھے (نہیں نہ اٹھے ہوں گے جن کو صلح کے وقت شک ہوا تھا کیونکہ عدم تعمیل حکم نبیؐ کی توجیہ شک تھا اور جو نبیؐ کی رضا پر راضی تھے ان کو اس تعمیل میں کیا عذر تھا) حضرت صلعم جناب ام سلمہؓ کے پاس تشریف لے گئے صحابہ کی شکایت کی حضرت ام سلمہؓ نے عرض کیا کہ آپ کسی سے کلام نہ کریں اپنی قربانی ذبح فرمائیں اور سر مبارک منڈوا لیں الخ قسطلانی اس کی شرح میں صحابہ کی نافرمانی کا یہ جواب دیتا ہے کہ کسی نئے حکم کے منتظر ہوں گے۔ شاید نبیؐ بدل دیں ہو اور یہ حکم منسوخ ہو جائے اسی طرح ہر امر میں مخالفت نبیؐ کی سنیوں کے نزدیک اسی انتظار پر جائز ہوئی۔ صلحنامہ حدیبیہ کے بعد قربانیاں ذبح کرنے اور سر منڈوانے کا قصہ بحوالہ اسوہ حسینی صفحہ ۵۹ و فتح مبین صفحہ ۱۰۶ ہر دو رسالہ امامیہ مشن لکھنؤ کہ یہ واقعہ مثل بخاری تاریخ طبری جلد ۳ صفحہ ۸۰ میں مروی ہے اور اس کے صفحہ ۸۱ سے منقول ہے عن ابن عباس قال حلق رجال وقصر آخرون فقال رسول اللہ یرحم المحلقین قالوا والمقصرین قال یرحم اللہ المحلقین قالوا والمقصرین رھکلن امرۃ ثالثۃ فقال فی الثالثۃ والمقصرین قالوا یا رسول اللہ فلم ظاھرت الترحم للمحلقین دون المقصرین قال لانھم لم یشکوا۔ یعنی بعض لوگوں نے فعل و حکم نبیؐ کے بعد سر منڈایا اور بعض نے بال کٹوائے نبیؐ نے فرمایا اللہ منڈوانے والوں پر رحم کرے عرض کیا گیا اور کٹوانے والوں پر حضرت نے پھر بھی ویسا فرمایا تیسری دفعہ لوگوں نے پھر ویسا کہا تو آپ نے دلجوئی کے لئے مقصرین کو بھی شامل فرمایا عرض کیا گیا یہ کیا باعث ہے کہ محلقین کے لئے مخصوص دعا آپ نے فرمائی آپ نے فرمایا اس لئے کہ انہوں نے میرے حکم پر ربا قی بر صفحہ آئندہ)

حدیث۔ تشریح لیجئے درمنثور ج ۶ صفحہ ۸۰ میں باسناد ابن جریر ابن زید سے تفسیر آیت لقد صدق اللہ رسولہ الرؤیا الآیہ میں روایت کیا کہ نبیؐ نے مسجد حرام میں مسلمانوں کو امن سے داخل ہونے کا خواب سنایا تھا پھر جب حدیبیہ میں اترے اور اس سال مسجد الحرام میں نہ داخل ہوئے الخ

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) شک نہیں کیا راضی ہو کر تعمیل کی ہے اور مفسرین کو شک رہا چار ناچار کچھ کیا ہے بعینہ اسی طرح بلفظ لم یشکوا اس واقعہ کو تفسیر درمنثور جلد ۶ صـ۸۱ میں باسناد بیہقی فی الدلائل وابن ابی شیبہ روایت کیا ہے مگر دعا کے الفاظ یہ ہیں اللھم اغفر للمحلقین قالھا ثلاثاً فقالوا (الی ان قال) انھم لم یشکوا۔ وکذا بعینہ فی سیرت ابن ہشام بر حاشیہ روض الانف طبع مصر ج ۲ صـ۲۳۲ وکذا فی انسان العیون فی سیرۃ الامین والمامون للحلبی طبع مصر ج ۳ صـ۲۱ اور درمنثور ج ۶ صـ۷۷ میں باسانید کثیرہ مروی ہے کہ حدیبیہ کے حضرت عمرؓ نے کہا واللہ ما شککت منذ اسلمت الا یومئذ حلفاً عمر صاحب فرماتے ہیں جب سے میں اسلام لایا کبھی مجھے ایسا شک پیدا نہ ہوا تھا مگر آج کے دن مجھے شک پیدا ہو گیا ہے اب فیصلہ ناظرین خود کرلیں۔ (حضرت عمر کی ایک اور مشکوکی) تفسیر ترجمان القرآن ج پارہ ۱۶ سورہ طٰہٰ آیت ولا تمدن عینیک الآیہ صفحہ ۵۴۳ میں تفسیر ابن کثیر سے منقول ہے اور صحیح میں ہے کہ عمر بن خطاب جب اس بالا خانہ میں حضرتؐ کے پاس گئے جس میں آپ بی بیوں سے ایلا کرنے کے بعد جا رہے تھے۔ تو حضرت عمرؓ نے آپؐ کو دیکھا کہ تکیہ لگا کر لیٹ رہے تھے۔ ایک کھجور کے بورئیے پر اور گھر میں اور کچھ نہ تھا مگر یہی کہ قرظہ کا ڈھیر لگ رہا تھا اور ایک پرانی مشک لٹک رہی تھی حضرت عمرؓ اس حالت کو دیکھ کر رو دئیے جناب رسالتمآبؐ نے فرمایا تو کیوں روتا ہے عرض کی کسریٰ (ایران کا بادشاہ) اور قیصر (روم کا بادشاہ) یہ دونوں کس شان و شوکت میں ہیں اور آپ کو اللہ عزوجل نے اپنی مخلوق میں چن لیا ہے (اور پھر آپ اس قدر تکلیف میں ہیں امیر عمرؓ کو یہ شک ہوا کہ اگر یہ بات صحیح ہوتی کہ خدا نے اُن کو چن لیا ہوتا تو خدا اپنے محبوب کو اس قدر تکلیف دیں اور دشمنوں کو اس قدر نعمتوں میں خوشحال نہ رکھتا تو نبی کا رسول مجتبیٰ ہونا ہی غلط معلوم ہوتا ہے)۔ تو حضرتؐ نے فرمایا أو فی شك یا ابن الخطاب اولئك قوم عجلت لھم طیباتھم فی حیوتھم الدنیا یعنی تجھے کچھ شک ہے اے خطاب کے بیٹے یہ ایسے لوگ ہیں جن کو ان کے مزے ان کے دنیا کے جینے میں دے گئے انتہیٰ بعینہ۔ اسی طرح ازالۃ الخفاء جلد ۱ صـ۲۵۱ بروایت عکرمہ حضرت عمرؓ سے اور صـ۲۵ میں باسناد مسلم ابن عباس کی روایت سے یہ قصہ حضرت عمرؓ کا مروی ہے ۱۲ مترجم

حضرت عمر کی ایک اور مشکوکی

وترکتمونی لضللتم عن سواء السبیل۔ ولوکان حیاً وادرک نبوتی لاتبعنی رواہ الدارمی

اور مجھے چھوڑ دو گے اور بدیں صورت تم ضرور راہ حق سے گمراہ ہو جاؤ گے یاد رکھو اگر موسیٰؑ خود زندہ ہوتے اور میری نبوت کا زمانہ پاتے تو وہ میری پیروی کرتے اس کو دارمی نے روایت کیا ہے

؎ مخبر صادق کی شہادت حالت ایمان عمرؓ کے لئے کافی ہے رسول اللہؐ کی شہادت سے ظاہر ہوتا ہے کہ امیر عمر اُن لوگوں میں سے تھے جو یہودیت اور اسلام میں مذبذب تھے متہوکون کا لفظ اس پر نص ہے اور طرز عمل امیر عمر صاحب اس کی مبیّن و مفسر ہے کہ امیر عمر صاحب نے شوقیہ نسخہ توراۃ کا بغیر فرمائش سے لکھوا لیا اور آنحضرتؐ کے پیش کرنے کی فرمائش طلب کی مگر نہ ملی پھر اپنے بے حد شوق و اشتیاق توراۃ میں منہمک ہو کر بلا رضامندی آنحضرتؐ کے پیش کر دینے سے نہ رہ سکے اور جب پیش کیا تو بغیر اجازت آنحضرتؐ کے پڑھنا شروع کر دیا اور لوگوں کے جتلانے اور تنبیہ کرنے پر اور غضب رسولؐ کو دیکھ کر خاموش ہوئے مگر اپنے ما فی الضمیر کو بار بار ظاہر فرماتے تھے چنانچہ پھر ایک دفعہ آنحضرتؐ کی خدمت میں کہا کہ ہم یہود کی باتیں سنتے ہیں تو ہمیں پسند آتی ہیں حکم دو تو کچھ ان میں سے بھی لکھ کر ہم اعمال اسلام میں ملاتے رہیں آنحضرتؐ نے فرمایا کہ کیا تم یہود و نصاریٰ کی طرح حیران (مذبذب) ہو اور اسلام پر یقین نہیں اور پھر حلفیہ شہادت دیتے ہیں کہ اگر موسیٰؑ ظاہر ہوں تو تم ان کی متابعت کر کے مجھے چھوڑ دو گے حالانکہ تم گمراہ ہو گے اگر یہ فعل امیر عمر کا شریعت کے خلاف نہ تھا تو نبیؐ معصوم کا غضب کس بناء پر تھا اور امیر عمر ہر بار حضرتؐ کا غضب دیکھ کر اگرچہ اسلام پر رضامندی ظاہر فرماتے تھے مگر حضرتؐ اس سے قبول نہ فرما کر پھر بھی حلفیہ شہادت ان کے خلاف دیتے تھے اور اگر نئے مسلمان ہونے کا عذر تھا جیسا کہ روایت ازالۃ الخفاء سے ظاہر ہوتا ہے تو اس پر غور کرنی چاہیئے کہ کس زمانہ میں امیر عمر صاحب کا ایمان کامل ہوا۔ چھ سال نبوت کے بعد اسلام لائے۔ اور ہجرت تک مذہب یہود کی محبت ظاہر کرتے رہے اور بعد ہجرت کے حدیبیہ کا موقعہ آیا تو نبوۃ میں شک ظاہر کیا جیسا کہ متن کتاب میں درج ہے۔ ورنہ اکثر جنگوں کے موقعہ پر رسول خدا کو نرغہ کفار میں چھوڑ کر بھاگتے رہے؎ پھر رفع صوت عند النبیؐ سے حبط اعمال کرایا پھر وفات پیغمبر خداؐ ما ینطق من الھویٰ کے وقت میں آنحضرتؐ کو الزام ہذیان لگایا اور بعد وفات آپ کے حقوق اہل بیت بنی غصب کر کے بالخصوص حضرت علیؑ اور جناب زہراؑ الخ۔ جگر رسول خدا کو غضبناک کیا اور ان کے گھر جلانے کیلئے (باقی بر صفحہ آئندہ)

؎ ما فی الضمیر کا گواہ ہے پڑھئے یرضونکم بافواھھم وتابیٰ قلوبھم ۱۲ مترجم

؎ بخاری کی روایت سے ہمنے دوسری جگہ لکھ دیا ہے کہ عمر صاحب کو رسولؐ کی نسبت اپنی جان پیاری تھی ان کا عمل بھاگنا اس حدیث کے بعد ہے جس میں رسولؐ کی تنبیہ پر عمرؓ نے کہا کہ اب مجھے آپ جان سے بھی محبوب ہو تو عمل فرار سے ثابت ہے کہ یہ محض زبانی تقریر تھی دل سے نہ تھی عمل

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) اُن کے دروازہ پر آگ لیجانے کی جرأت کی حالانکہ منصفین اہل سنن بھی مودت قربائے رسولؐ کے جزئیت ایمان اور فرضیت کے قائل ہیں۔ پس فرمائیے کہ حضرت امیر عمر صاحب کے کمال ایمان کی کس وقت اور کس زمانہ کی شہادت دی جاسکتی ہے اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے انما المؤمنون الذین آمنوا باللہ ورسولہ ثم لم یرتابوا وجاھدوا باموالھم وانفسھم فی سبیل اللہ اولئک ھم الصادقون (سورۂ حجرات پ۲۶ رکوع اخیر) یعنی سوا اس کے نہیں کہ جو مومن اللہ اور رسولؐ کے ساتھ ایمان لائے اور اپنی جانوں اور مالوں کے ساتھ فی سبیل اللہ جہاد کیا وہ سچے سمجھے جاتے ہیں اور دوسری جگہ فرمایا ان الذین قالوا ربنا اللہ ثم استقاموا فلا خوف علیھم ولا ھم یحزنون (پ۲۶ رکوع اول) یعنی جنہوں نے کہا کہ ہمارا رب اللہ ہے اور پھر اس پر اطمینان رکھا یعنی اُس میں کوئی لغزش نہ آئی) پس اُن پر کوئی خوف وغم نہیں۔ اب اہل انصاف کی خدمت میں التماس ہے کہ امیر عمر صاحب کا راسخ الایمان ہونے اور کبھی اس میں شک نہ کرنے اور اس پر استقامت رکھنے میں حضرت امیر المومنین علی مرتضیٰؑ کے ساتھ موازنہ کرکے مناسب فیصلہ دیں اور اُن احادیث موضوعہ کی نسبت بھی تنقید کریں جو محبین ثلاثہ نے امیر عمر کی شان میں تالیف کی ہیں۔ اور آنحضرتؐ کی طرف منسوب کرتے ہیں کہ اگر میرے بعد کوئی پیغمبر ہوتا تو عمر ہوتا۔ غور کرنی چاہیئے کہ ایسے صحابی کی نسبت جس کا حال نبیؐ کی شہادت اور اُسکی اپنی حلفیہ شہادت اور اُس کے طرز عمل سے ظاہر ہے کبھی ممکن اور قرین قیاس ہوسکتا ہے کہ اس پر مخبر صادق پیغمبری کا لفظ اطلاق کریں ہرگز نہیں جیسا کہ ہم آئندہ حاشیہ میں لکھیں گے ۱۲ مترجم

وفی لباب النقول للسیوطی اخرج اسحاق بن راھویہ فی مسندہ وابن جریر من طریق الشعبی ان عمر کان یاتی الیھود فیسمع من التورٰیت فیتعجب۔ وفی کنز العمال عن الزھری مرفوعًا والذی نفسی بیدہ لو اتاکم یوسف وانا بینکم فاتبعتموہ وترکتمونی لضللتم رواہ عبد الرزاق فی الجامع والبیھقی فی شعب الایمان۔ فی ازالۃ الخفاء مقصد[۱۵۱] اول عن ابی ھریرۃ قال خرج رسول اللہ صلعم وھو غضبان محمار وجھہ حتی جلس علی المنبر فقام الیہ رجل فقال این ابائی قال فی النار فقام اخر فقال من ابی قال ابوک فلان فقام عمر ابن الخطاب فقال رضینا باللہ ربا وبالاسلام دینا وبمحمد نبیا وبالقرآن اماما انا یا رسول اللہ حدیث عھد بالجاھلیۃ والشرک واللہ اعلم من اباءنا فسکن غضبہ ونزلت ھذہ الآیۃ لاتسئلوا عن اشیاء۔ وفی تفسیر ابن کثیر وذکر لنا ان عمر قال لحذیفۃ انشدک اللہ امنھم انا الخ

اور لباب النقول سیوطی[۱] صفحہ ۱۵ میں ہے کہ اسحاق بن راہویہ اپنے مسند میں اور ابن جریر بھی بطریق شعبی روایت کرتے ہیں کہ امیر عمر یہود کے پاس آکر توریت کو سنتے تھے اور اس کو پسند کرتے تھے۔ اور کنز العمال جلد ا صفحہ ۵۱ میں زہری سے مرفوعاً روایت ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا مجھے قسم ہے اُس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے اگر تمہارے پاس بحالیکہ میں تمہارا نبی ہوں۔ حضرت یوسف پیغمبر آجائے اور تم مجھے چھوڑ کر اُس کی پیروی کرلو۔ تو ضرور تم گمراہ ہوجاؤ گے۔ اس کو عبد الرزاق نے جامع میں اور بیہقی نے شعب الایمان میں روایت کیا۔ ازالۃ الخفا مقصد اوّل صفحہ ۱۵۱ میں ابی ہریرہ سے روایت ہے کہا ایک دن جناب رسول اللہؐ غضبناک ہوکر سرخ چہرہ کی حالت میں نکلے اور ممبر پر تشریف فرما ہوئے۔ ایک شخص حضرتؐ کی خدمت میں کھڑا ہوا اور کہنے لگا ہمارا باپ دادا کہاں ہیں؟ آپ نے فرمایا دوزخ میں ہیں۔ پھر اور کھڑا ہوگیا اُس نے کہا میرا باپ کون ہے؟ آپنے فرمایا فلاں شخص ہے (اس کے مشہور باپ کے سوا اور شخص تھا) تو امیر عمر صاحب اٹھ کر کہنے لگے یا رسول اللہؐ اللہ کے رب ہونے اور اسلام کے دین ہونے اور محمدؐ کے نبی ہونے اور قرآن کے امام ہونے پر ہم راضی ہیں۔ ہم نئے نئے جاہلیت اور شرک سے نکلے ہیں اور اللہ تعالیٰ اچھا جانتا ہے کہ ہمارے باپ دادا کون ہیں (خدا جانے امیر عمر صاحب کو کیا سوجھی کہ اس موقعہ پر بول اٹھے شاید وہ اندیشہ ہوا ہو جو نوٹ گذشتہ میں لکھا گیا ہے) اس کے بعد نبیؐ کا غصہ کم ہوگیا اور یہ آیت اُتری۔ لاتسئلوا عن اشیاء الآیہ۔ بہت چیزوں کا سوال نہ کیا کرو (وہ جو بیان ہونے پر تم کو کچھ باتیں بُری معلوم ہوں گی)۔ اور تفسیر ابن کثیر جلد ۵ صفحہ ۱۶ میں ہے (راوی کہتا ہے) امیر عمر نے حضرت حذیفہ کو قسم دے کر پوچھا کیا میں بھی اُن منافقین کے اندر ہوں جو تم کو رسول اللہؐ نے بہ تفصیل بتلائے ہیں۔ الخ ۔ ع

[۱] اسی طرح بخاری طبع مصر جلد ۱ صفحہ ۱۹ و صفحہ ۲۰ و جلد ۴ صفحہ ۱۵۹ و تفسیر کبیر جلد ۳ صفحہ ۶۲۶ و خصائص کبریٰ سیوطی جلد ۲ صفحہ ۱۰ میں ہے ۱۲ مترجم

وقد مرّ فی بیان الصحابة حدیث ان فی اصحابی منافقین۔ قال الغزالی فی احیاء العلوم ولقد کان عمر یبالغ فی تفتیش قلبه حتیٰ کان یسئل حذیفة انه هل یعرف به من آثار النفاق شیئاً اذ کان قد خصه رسول الله صلعم بعلم المنافقین۔ فی تفسیر لطائف البیان عمر نے حذیفہ کو اللہ تعالیٰ کی قسم دیکر پوچھا تھا کہ کیا میں بھی اُن میں سے ہوں۔ الخ یعنے منافقوں سے وفی مدارج النبوة سئل عمر عن حذیفة اذکرنی رسول الله مع المنافقین۔ وایضاً نقل من الرسالة القدسیة للشیخ احمد الغزالی۔ وفی کنز العمال قال رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم یا عمر قد رضیت وتأبیٰ انت رواه البزار وابن جریر وابو نعیم والدیلمی۔ وفی البخاری جلد ثالث (مع الفتح) قال عمر بن الخطاب فاتیت النبی م فقلت الست نبی الله حقاً قال بلیٰ قلت السنا علی الحق وعدونا علی الباطل قال بلیٰ قلت فلم نعطی الدنیة فی دیننا اذن قال انی رسول الله ولست اعصیه وهو ناصری (ثم قال عمر) فاتیت ابا بکر فقلت یا ابا بکر الیس هذا نبی الله حقاً قال بلیٰ الحدیث۔ وفی الفتح زاد الواقدی من حدیث ابی سعید قال عمر لقد دخلنی امر عظیم وراجعت النبی صلی الله علیه وآله وسلم مراجعة ما راجعته مثلها قط (حتیٰ قال) فرجع عمر متغیظاً فلم یصبر حتیٰ جاء ابا بکر۔ الخ وهکذا قال الشیخ فی مدارج النبوة جلد ۲ صفحه ۲۸۷۔

اور حدیث بیان حالات صحابہ میں گذرا ہے کہ حضرت ص نے فرمایا۔ میرے اصحاب کے اندر منافقین بھی ہیں۔ غزالیؒ نے احیاء العلوم جلد ۴ ص۵۵ (وطبع نولکشور جلد ۱ ص۴۵) میں کہا کہ عمر اپنے قلب کی تفتیش کے لئے مبالغہ کرتا تھا اور حذیفہ سے سوال کرتا تھا کہ میرے اندر تم کچھ آثار نفاق کے معلوم کرتے ہو کیونکہ حذیفہ کو رسول صلعم نے علم منافقین کے ساتھ مخصوص فرمایا تھا (یہ الفاظ بھی ہیں انه هل ذکر فی المنافقین) تفسیر لطائف البیان ترجمہ فتح البیان ص۲۴۳ جلد ۳ میں ہے عمر نے حذیفہ کو اللہ تعالیٰ کی قسم دے کر پوچھا کہ کیا میں بھی اُن میں سے ہوں؟ یعنی منافقین سے۔ اور معارج النبوة ص۲۹۲ رکن رابع میں امیر عمر کا حذیفہ سے سوال کرنا لکھا ہے کہ کیا مجھے رسول اللہ صلعم نے منافقین کے ساتھ ذکر کیا تھا؟ الخ۔ اور اسی میں رسالہ قدسیہ شیخ احمد غزالی سے بھی یہی مضمون لکھا ہے۔ اور کنز العمال جلد ۱ ص۹۴ میں ہے۔ رسول اللہ نے امیر عمر سے فرمایا کہ میں اللہ تعالیٰ کے حکم پر راضی ہوں مگر تو انکار کرتا ہے (اس کو حدیبیہ کے موقعہ پر آنحضرتؐ نے فرمایا) اسکو بزار وابن جریر وابو نعیم ودیلمی نے روایت کیا اور بخاری جلد ۳ ص۱۰ باب شرائط الجهاد والمصالحة مع اهل الحرب وکتابه الشروط میں ہے۔ امیر عمر کہتا ہے میں نبیؐ کے پاس آیا اور کہا کیا تو اللہ کا سچا نبیؐ نہیں؟ حضرت نے فرمایا ہاں میں سچا ہوں پھر میں نے کہا کیا ہم مسلمان حق پر نہیں؟ اور ہمارے دشمن جھوٹ پر؟ حضرتؐ نے فرمایا ہاں اسی طرح ہے میں نے کہا پھر ہم اپنے دین کی اتنی کمزوری کیوں دکھا رہے ہیں؟ (کہ آپ لشکر کے ہوتے ہوئے کفار سے صلح کر رہے ہیں اور حسب دیگر روایات کہا کیا آپ نے نہیں فرمایا تھا کہ مکہ فتح ہو جائے گا اور اب بغیر فتح واپس جا رہے ہیں۔ یہ خبر سچی نہ تھی؟ آپ نے فرمایا وہ سچ ہے مگر میں نے یہ نہیں کہا تھا کہ اسی سال فتح ہو گا) پھر رسول اللہؐ نے فرمایا میں اللہ کا رسول ہوں اور میں اُس کی نافرمانی نہیں کرتا (یہ صلح حدیبیہ بھی حسب الحکم کر رہا ہوں) اور وہی میرا مددگار ہے (پھر امیر عمر کہتے ہیں اسپر میری تسلی نہ ہوئی) اور میں ابی بکر کے پاس آیا اور میں نے کہا یا ابابکر یہ خدا کا سچا نبیؐ نہیں؟ اس نے کہا سچا ہے۔ آخر حدیث تک (بالمثل تقریر سابقہ کے ہوئی) اور فتح الباری میں بذیل اُس حدیث کے لکھا ہے کہ واقدی نے بروایت ابی سعید یہ زیادہ روایت کیا کہ امیر عمر نے کہا ضرور بتحقیق اُس دن میرے اندر بڑا خدشہ پیدا ہوا اور مکرر سہ کرر میں نے چند دفعہ نبیؐ سے دریافت کیا اور اس قدر تکرار کیا جو اس سے پہلے میں نے اتنا کبھی نہیں کیا تھا۔ آخر قصہ میں راوی کہتا ہے کہ امیر عمر آنحضرت صلعم کی خدمت سے غصہ کی حالت میں واپس آیا اور صبر نہ کیا حتیٰ کہ ابو بکر کے پاس آیا آخر حدیث تک (اور اُس سے وہی گفتگو ہوئی) اور اسیطرح مدارج النبوة جلد ۲ ص۲۸۷ میں ہے۔

لہ امیر عمر کے کمال ایمان کا موازنہ علاوہ دیگر اعمال کے صرف ان تین امور مندرجہ سے کرنا کافی ہے ایک حدیبیہ کی صلح میں (باقی بر صفحہ آئندہ)

سے یہ حاشیہ گذشتہ ص۳۱۴ پر حوالہ بخاری کے عنوان سے دیکھو ۱۲

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) شک کرنا اور مذبذب ہونا اور اخبار مخبر صادق پر صبر نہ کرنا بلکہ انکار کرنا جیسا کہ کنز العمال کی حدیث مندرجہ متن سے ظاہر ہے[۳] اور حضرت کی خدمت سے غضبناک واپس ہونا اور ابو بکر صاحب کے پاس تسلی کے لئے جانا جیسا کہ درمنثور جلد ۶ ص۷۹ مطبوعہ مصر میں بحوالہ بخاری و ابن ابی شیبہ و احمد و مسلم و نسائی و ابن جریر و طبرانی و ابن مردویہ و بیہقی کے در بیان صلح حدیبیہ سہل بن حنیف سے مروی ہے جاء عمر متغیظاً فلم یصبر حتی جاء ابا بکر اور تفسیر ابن جریر جلد ۲۶ ص۵۸ سطر اول مطبوعہ مصر و زاد المعاد نظامی پریس کانپور جلد ا ص۳۷۶ و تاریخ خمیس جلد ۲ ص۲۲ مطبوعہ مصر و معالم التنزیل بغوی جلد ۴ ص۲۰۴ و درمنثور ج ۶ ص۷۷ میں اس طرح ہے قال عمر ما شککت منذ اسلمت الا یومئذ - یعنی حضرت عمر کہتے ہیں میں نے شروع اسلام سے ایسا شک کبھی نہیں کیا تھا جو آج کے دن (صلح حدیبیہ میں) کیا - اور دوسرا نفاق کی نسبت امیر عمر ہمیشہ شک رکھتے تھے اور حذیفہ سے سوال کرتے تھے کہ کیا نبی نے مجھے بھی منافقین میں شمار کیا ہے یا نہ بلکہ حلفیہ بیان کرتے ہیں کہ میں منافق ہوں جیسا کہ میزان الاعتدال فی تنقید الرجال جلد ا ص۳۶۵ مطبوعہ مصر مؤلفہ علامہ (ذہبی - جس کو روضۃ الاحباب میں کسوٹی رجال کی تسلیم کیا گیا ہے) بذیل ترجمہ زید بن وہب منجملہ اکابر تابعین کے لکھا ہے کہ منجملہ اُس کی احادیث کے یہ بھی ہے ثم انہ ساق من روایتہ قول عمر یا حذیفۃ باللہ انا من المنافقین یعنی زید کی اسناد سے بیان کیا کہ امیر عمر نے حذیفہ کو کہا مجھے خدا کی قسم میں منافقوں سے ہوں - پھر زید مذکور کی علامہ ذہبی توثیق بیان کرتے ہوئے یعقوب فسوی پر اعتراض کرتا ہے کہ اُس نے اس روایت پر یہ فضول اعتراض کیا ہے کہ یہ قول شان عمر سے بعید ہے اور علامہ ذہبی نے اسکو اُس قول سے رد کیا ہے کہ اس طرح وہم فاسد سے راوی کو ضعیف نہیں کہا جا سکتا اور نہ حدیث سے انکار ہو سکتا ہے (جبکہ راوی پر اور کوئی سبب جرح نہیں ہے اور نہ اسناد میں کوئی خلل) تیسرا یہود سے محبت اور قصص توریت پڑھنے کا وغیرہ وغیرہ - اب محبان ثلاثہ غور فرمائیں کہ محض امیر عمر اپنے نفاق کے واسطے استفہام نہیں فرماتے تھے بلکہ اپنے حلفیہ بیان سے اپنی صداقت کا ثبوت دیتے ہیں اور کسی کو اعملوا ما شئتم کی موضوع روایت کا شبہ ہو کہ امیر عمر صاحب مجاز تھے جو چاہیں کریں اُن سے کوئی باز پرس نہ ہو گی کیونکہ اس روایت کا حال پہلے لکھ چکے ہیں اور کسی کو ہجرت کا لفظ بھی مغالطہ میں نہ ڈالے کہ وہ یہ سمجھے جس نے وطن چھوڑ دیا وہ جس قدر جرائم کرے اُسے کوئی سزا نہ ملے گی یہ ہرگز نہیں سمجھنا چاہیئے کیونکہ تکالیف شرعیہ جب معصومین سے ساقط نہیں ہوئیں تو دوسرا کون ہے جو اوامر و نواہی سے مستثنیٰ ہے اور اعمال کی مدار خاتمہ پر ہوتی ہے چنانچہ حدیث مشکوٰۃ مرویہ بخاری و مسلم انما الاعمال بالخواتیم سے ظاہر ہے - دیکھو مشکوٰۃ باب الایمان باللہ اور بخاری باب الانتہاء عن المعاصی میں نبیؐ سے مروی ہے فرمایا المہاجر من ہاجر ما نہی اللہ عنہ یعنی مہاجر وہ ہوتا ہے جو منہیات خدا سے دور رہے نہ کہ وہ جو فسق و فجور کرے (لہذا مطلق مہاجر کے نام پر فریفتہ نہ ہونا چاہیئے) ۱۲ مترجم -

---

وفی کنز العمال عن علیؑ الایمان والعمل اخوان شریکان فی قرن لا یقبل اللہ احدہما الا بصاحبہ - وفی روایۃ محمد بن علیؑ الایمان والعمل قربیان - الخ رواہما ابن شاہین - وفی الخصائص للسیوطی قال عمر (للنبیؐ) لا تبد علینا سواتنا - قال السیوطی فی تاریخ الخلفاء اخرج ابن عساکر عن ابن عباس ان العباس قال سالت اللہ حولا بعد ما مات عمر ان یرینیہ فی المنام فرأیتہ بعد حول وھو یسلت العرق عن جبینہ - الخ

اور کنز العمال جلد ا ص۳۳ میں حضرت علیؑ سے روایت ہے - ایمان اور عمل مطابق ایمان کے ہم زمان شریک بھائی ہیں ایک کو ان سے دوسرے کے بغیر اللہ تعالیٰ قبول نہیں کرتا - اور محمد بن علیؑ سے روایت ہے فرمایا ایمان اور عمل دونوں ایک دوسرے کے ساتھی ہیں - الخ ہر دو روایت کو ابن شاہین نے روایت کیا ہے اور خصائص سیوطی جلد ۲ ص۱۱۵ میں مروی ہے کہ امیر عمر نے (ایک دن) نبیؐ کو کہا کہ آپ ہماری برائیاں نہ ظاہر کریں اور سیوطی نے تاریخ الخلفاء ص۱ میں لکھا ہے کہ ابن عساکر ابن عباس سے روایت کرتا ہے وہ کہتا ہے کہ عباس نے بیان کیا کہ بعد موت امیر عمرؓ کے ایک سال گذرنے پر میں نے اللہ تعالیٰ سے سوال کیا کہ بحالت خواب مجھے امیر عمر کا حال دکھایا جائے پس میں نے امیر عمر کو سال کے بعد دیکھا تو وہ اپنی پیشانی سے پسینہ صاف کر رہے تھے - تا آخر حدیث (یعنی بوجہ سختی حساب کے)

ﻟ۵ یہ حاشیہ صفحہ ۳۱۸ پر دیکھو ۱۲

وآخرج ایضًا عن زید بن اسلم ان عبد اللہ بن عمرو بن العاص رای عمر فی المنام فقال کیف صنعت قال متیٰ فارقتکم قال منذ اثنتا عشرۃ سنۃ قال انما انفلت الآن من الحساب - واخرج ابن سعد عن سالم بن عبد اللہ قال سمعت رجلاً من الانصار یقول دعوت اللہ ان یرینی عمر فی المنام فرأیتہ بعد عشر سنین وھو یمسح العرق عن جبینہ فقلت یا امیر المؤمنین ما فعلت قال الآن فرغت الخ

فی نبذۃ حالات اعمال عمر ابن الخطاب

منھا احراقہ بیت فاطمۃ صلوات اللہ و سلامہ علیھا وعلیٰ ابیھا وبعلھا وبنیھا - وقد مر ذکرہ - ومنھا قضیۃ قرطاس - انا للہ وانا الیہ راجعون - ما وقع فی الدین مثل وقعۃ القرطاس قضیۃ لان مدار رفع الضلالۃ ووقوعھا کان علیہ کما اخبر بہ المخبر الصادق علیہ وآلہ السلام ومن البین انہ حصل من انکارہ اتلاف حق الامۃ وقد ظلم علینا من ظلم والی اللہ المشتکیٰ - فی مشکوٰۃ المصابیح عن ابن عباس قال لما حضر رسول اللہ صلعم وفی البیت رجال فیھم عمر بن الخطاب قال النبی صلعم

نیز زید بن اسلم سے روایت کیا کہ عبد اللہ بن عمرو بن عاص نے حضرت عمر کو خواب میں دیکھا اور پوچھا تیرا کیا حال ہوا حضرت عمر نے کہا جب میں تم سے جدا ہوا یعنی ابتداء بارہ سال سے اب اس وقت تک حساب میں رہا ہوں (اگر ہو یہ تو عشرہ مبشرہ اور کہوں اہل جنت سے تھے۔ اہل حساب نے انہیں اتنا کیوں تنگ کیا) ؎ اور ابن سعد سالم بن عبد اللہ سے روایت کرتا ہے کہا میں نے ایک انصاری آدمی سے سنا کہتا تھا میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ وہ مجھے امیر عمر کا حال خواب میں دکھلائے چنانچہ میں نے اس کو دس سال کے بعد دیکھا کہ وہ اپنی پیشانی سے پسینہ صاف کر رہا ہے میں نے کہا اے امیر المؤمنین تم نے کیا بنایا؟ کہا اب حساب سے فارغ ہوا ہوں الخ

بقایا حالات عمر بن خطاب کا بیان

ان میں سے احراق بیت فاطمہ صلوات اللہ علیہا - یعنی جناب زہراؑ کا گھر جلانا جو بیان ہو چکا ہے۔ **اور ان میں سے قضیہ قرطاس ہے** - ہم اللہ کے ہیں اور اسی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں - کسی چیز نے مثل واقعہ قرطاس کے دین میں قضیہ نہیں ڈالا کیونکہ مدار رفع گمراہی کی اور اس کے وقوع کی اسی پر تھی جیسا کہ مخبر صادق علیہ وآلہ السلام نے خبر دی ہے اور ظاہر ہے کہ قرطاس لانے کے انکار سے امت نبویؐ کی حق تلفی ہوئی ہے اور ہم پر ظلم کیا جس نے ظلم کیا اور اسکی شکایت اللہ تعالیٰ کی درگاہ میں ہے۔

مشکوٰۃ المصابیح جلد ۲ صفحہ ۔۔ میں ابن عباس سے مروی ہے کہا جب رسول اللہؐ کو وقت وفات قریب آیا اور اس گھر میں آدمی تھے جن میں عمر بن خطاب بھی تھا - نبیؐ نے فرمایا

؎ حوالہ خصائص کبریٰ - اسی طرح شرح الصدور سیوطی طبع محمدی لاہور ص ۱۸۱ میں باسناد احمد و ابن سعد مروی ہے اور فلک النجاۃ متعلق ص ۳۱۹ میں مذکور ہو چکا ہے کہ حضرت عمر افظ اغلظ تھے اور اس کا نتیجہ یہ ہے کہ ایسا شخص داخل جنت نہیں ہو سکتا اور اسی صفحہ ۱۸۸ میں باسناد و ترمذی و تحسین حدیث و ابن ابی الدنیا و ابن ابی عاصم و بیہقی ابوہریرہ سے مرفوعاً مروی ہے کہ رسول اللہؐ کے مومن کے سوال منکر و نکیر اور اس کے جواب میں شرح الصدور فرمایا کہ مومن کو حکم ہوتا ہے نم کنوم العروس الذی لا یوقظہ الا احب اھلہ حتی یبعثہ اللہ من مضجعہ الخ یعنی تم سو رہو مثل دلہن کے سونے کے کہ اس کو بغیر اس کے پیارے گھر والے کے کوئی نہیں جگاتا حتیٰ کہ خدا تعالیٰ اسکو اسکے فرش سے اٹھائے گا اور روایت ص ۹۶ میں بیان کیا قیامت تک آنکھوں کی ٹھنڈک سے سویا رہو - اور اسی کے صفحہ ۱۰۰ میں باسناد حاکم و ابن ماجہ و بیہقی ہانی غلام حضرت عثمان سے مروی ہے کہا قبر اول منازل آخرت سے ہے فان نجی منہ فما بعدہ ایسر منہ وان لم ینج منہ فما بعدہ اشد منہ تو اگر اس قبر کے عذاب سے کسی نے نجات پائی - تو اس کے بعد کا وقت اس سے آسان ہے اور اگر اس سے نجات نہ پائی تو اس کے بعد اس سے سخت مشکل ہے (نتیجہ) ان احادیث سے ثابت ہوا کہ حضرت عمرؓ کا قبر میں مدت طویل تک مشکلات میں پھنسے رہنے سے ان کے ایمان و اعمال کا پتہ چلتا ہے - کیونکہ اسی شرح الصدور ص ۹۵ و صفحہ ۲۰ میں مروی ہے جو سورہ قل ھو اللہ احد مرض الموت میں پڑھے یا سورہ ملک رات کو پڑھتا ہو وہ فتنہ قبر سے محفوظ رہے گا اور صفحہ ۹۹ میں حکیم ترمذی و قرطبی سے منقول ہے کہ شہید و صدیق فتنہ قبر سے محفوظ رہتے ہیں گویا ان سے سوال ہی نہیں ہوتا - معلوم ہوا یہ دونوں صفتیں بھی حضرت عمر میں نہ تھیں بلکہ ہر دو سورہ مذکورہ پڑھنے کا بھی عمل عمر صاحب سے نہ ہو سکا ورنہ آرام کی نیند سوئے ہوتے - ۱۲ مترجم۔

هلموا اکتب لکم کتابا لن تضلوا بعدہٗ فقال عمر قد غلب علیہ الوجع و عندکم القرآن حسبکم کتاب اللہ ۔ فاختلف اھل البیت واختصموا فمنھم من یقول قربوا یکتب لکم رسول اللہ ص و منھم من یقول ما قال عمر فلما اکثروا اللغط والاختلاف قال رسول اللہ ص قوموا عنی قال عبید اللہ کان ابن عباس یقول ان الرزیۃ کل الرزیۃ ما حال بین رسول اللہ ص و بین ان یکتب لھم ذٰلک الکتاب لاختلافھم و لغطھم

سامان تحریر لے آؤ میں تمہارے لئے ایسی سند لکھ دوں جس کے باعث تم کبھی میرے بعد گمراہ نہ ہو گے ۔ پس عمر نے کہا کہ اس پر (یعنی حضرتؐ پر) درد غالب ہو گیا ہے (یعنی درد سر سے مغلوب الحواس ہیں) اور تمہارے پاس قرآن پہلے موجود ہے وہ تم کو کافی ہے ۔ پس انہوں نے جو اس گھر میں تھے ۔ اختلاف اور جھگڑا کیا ۔ بعض ان میں سے کہتے تھے کہ سامان تحریر کا لے آؤ ۔ تاکہ رسول اللہؐ تمہارے لئے مفید سند جو لکھنا چاہتے ہیں لکھیں ۔ اور بعض ان میں سے امیر عمر کی پارٹی کے ہو گئے اور امیر عمر کی حمایت میں مثل عمر کے کہتے تھے ۔ پس جب انہوں نے بہت شور و اختلاف و غوغا کیا تو آنحضرتؐ نے فرمایا ۔ میرے پاس سے اٹھ جاؤ ۔ عبید اللہ نے کہا ۔ ابن عباس کہتا تھا بتحقیق مصیبت کمال مصیبت وہ ہوئی جو رسول اللہؐ اور ان کے سند لکھنے کے درمیان مانع آ گیا کیونکہ لوگوں نے اختلاف اور شور بپا کر دیا تھا۔

ٹ حضرت عمر کا حسبنا کتاب اللہ بمقابلہ فرمان نبی کے کہنا بھی حکم نبی کے خلاف تھا ۔ یہ کہنا رسول اللہؐ کی نافرمانی ہے دیکھو مشکوٰۃ ص۳۱ باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ ۔ ابو رافع سے روایت ہے رسول اللہؐ نے فرمایا میں ایسے آدمی کو نہیں دیکھنا چاہتا جس کو میرا امر یا نہی پہنچے اور وہ کہے ہم اسکے واقف نہیں ہم کو جو کچھ کتاب خدا میں ملے ہم تو اسی کی پیروی کریں گے اسکو ابو داؤد و ترمذی و ابن ماجہ و بیہقی نے دلائل النبوۃ میں روایت کیا اور دوسری روایت مقدام بن معدی کرب کی رسول اللہؐ سے ہے نبیؐ نے فرمایا خبردار ہو کہ مجھے قرآن دیا گیا ہے اور اس کے ساتھ اسکی مثل بھی

لہ روضۃ الاحباب جلد اول ص۲۸۶ میں ہے ۔ گفتند شان او چیست و در چہ حال است آیا این سخن از وے مثل قول ہذیان است کہ مردم در حین اشتداد تپ میگویند عمر خطاب گفت وجع بر پیغمبر غلبہ کردہ و قرآن در میان ما ہست حسبنا کتاب اللہ ۔ انتہیٰ ملخصاً ۔ یعنی لوگوں نے کہا کہ کیا رسول خداؐ سے ایسے کلمات ظاہر ہو رہے ہیں جو تپ کی شدت سے ہوتے ہیں اس پر امیر عمر بولے کہ ہاں رسول اللہؐ کو درد کا غلبہ ہو گیا ہے اور ہمارے پاس کتاب خدا ہے ہمیں وہی کافی ہے اور کچھ ضرورت نہیں (قضیہ قرطاس کے مخالفین کہتے ہیں ۔ عدم تعمیل حکم قرطاس میں نبیؐ راضی تھے فقط امتحان لینا تھا کہ صحابہ قرآن کے عامل و معتقد ہیں ۔ یہ کہنا چند وجوہ سے باطل و جھوٹ ہے ایک وجہ یہ کہ نبیؐ چند دفعہ پہلے فرما چکے تھے کہ میں دو خلیفہ یا دو گراں قدر چیزیں اپنے بعد تم لوگوں کے لئے چھوڑے جاتا ہوں اگر ہر دو سے تمسک پکڑو گے تو گمراہ نہ ہو گے دیکھو بحث حدیث ثقلین ۔ قضیہ قرطاس میں آخر وقت یہی فرمایا ایسی چیز لکھ دیتا ہوں کہ تم اس سے گمراہ نہ ہو گے ۔ یقین ہے کہ ہر دو لازم و ملزوم قرآن و اہلبیت کی نسبت فرمانا چاہتے ہوں گے کیونکہ فرمایا ہوا تھا کہ قرآن اور اہل بیت قیامت تک جدا نہ ہوں گے تو خود حضرت صلعم ایک کو چھوڑ دینے کا کب حکم دیتے تھے جو کلام عمر صاحب سے ثابت ہوتا ہے ۔ نیز آخری کلام و وصیت جناب رسول خدا صلعم کی اہلبیت کی نسبت اسی کی مثبت و مؤید ہے کہ قرآن کے ساتھ اہل بیت سے تمسک کی ضرورت ہے ۔ پس ثابت ہوا کہ نبیؐ کے منشاء کے مخالف امیر عمر نے اہل بیت کو چھوڑ کر فقط قرآن کافی ہے کا کلمہ پڑھا نبیؐ اس پر راضی نہ تھے ۔ دوسرا یہ کہ ازواج نبیؐ نے جو دوات و کاغذ لانے کی تائید کی اور حضرت عمر نے جھڑکا اور مانع آئے اس پر حضرت رسول خداؐ نے عمرؓ کے قول کو رد فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ یہ عورتیں تم سے اچھی ہیں جو میرے ارشاد کی تعمیل کے واسطے تائید کر رہی ہیں ۔ تیسرا یہ کہ تنازع مطیعین و مانعین کو اس طرح فرو کیا گیا کہ نبیؐ نے ناراض ہو کر فرمایا قوموا عنی اٹھ جاؤ میرے پاس سے فقط مانعین و مخالفین نہ نکلتے تھے اور نہ جھگڑا بند کرتے تھے ۔ اس واسطے مجبوراً سب کو نکالنا پڑا یا ممکن ہے کہ فقط مانعین کو ہی نکالا گیا ہو ۔ اور اگر مانعین کی بابت بھی مثل مطیعین کے قابل اخراج نہ ہوتے تو نبیؐ نہ نکالتے کیونکہ قرآن میں نبیؐ کو مومنین کے دور کرنے سے نہی وارد ہے فرمایا ولا تطرد الذین یدعون ربھم بالغداوۃ والعشی یریدون وجھہ (حتی قال) فتطردھم فتکون من الظالمین پارہ ۷ سورہ انعام رکوع ۶ ۔ غور کا مقام ہے کہ ایک دانا مریض کسی وصیت ضروری کے لئے قریب بوفات اپنے یاروں دوستوں سے کہے ۔ میں ایک مفید اور نہایت کارآمد چیز لکھنا چاہتا ہوں جو میرے لئے نہیں بلکہ آپ لوگوں کیلئے دائمی نفع بخش ہے۔ (باقی برصفحہ آئندہ)

سامان لکھنے کا میرے پاس لاؤ۔ کیا کوئی ذی شعور خیر خواہ مریض یہ آخری صدمہ مریض کو پہنچانا روا رکھتا ہے کہ اس کے جواب میں کہے۔ یہ غلبہ درد سے کچھ بک رہا ہے۔ ہمیں سب کچھ معلوم ہے۔ کسی تحریر کی ضرورت نہیں۔ جب عام انسانوں کے لئے یہ گوارا نہیں ہو سکتا تو جناب سید الثقلین ہادی خلق ما ینطق عن الھوٰی۔ نور مجسم حضرت محمد رسول اللہ کے لئے کیسے یہ جواب مناسب تھا جو حضرت عمرؓ اور اس کے حامیوں نے دیا۔ کہ حضور پیغمبر خداؐ جس فرض و غرض کے لئے دنیا میں تشریف لائے اسی کو ادا کرنا چاہتے تھے اور گمراہی سے بچانا چاہتے ہیں۔ اس وقت حضرت عمرؓ فرماتے ہیں۔ یہ فرمان ان کا غلبہ درد سے ہے اور معاذ اللہ عام بیماریوں کی طرح اختلاط عقل سے صادر ہوا ہے۔ حضرت عمرؓ اور ان کے ہمراہیوں کا ایک ہی مقولہ تھا دیکھو منھم من یقول قربوا یکتب لکم رسول اللہ و منھم من یقول ما قال عمر یعنی ارشاد دوات و کاغذ کے جواب میں بعض نے کہا سامان لاؤ کہ رسولؐ لکھدیں اور بعض وہ کہتے رہے جو عمرؓ کہتے تھے یہی کہ نبیؐ غلبہ درد سے ہذیان (بکواس) کہہ رہے ہیں۔ معلوم ہوا کہ جس گمراہی سے رسولؐ بچانا چاہتے تھے اور اختلاف کو مٹانا چاہتے تھے اس گمراہی اور اختلافات کی بنیاد حضرت عمرؓ صاحب نے رکھی۔ دیکھو نسیم الریاض شرح شفا جلد ۴ صفحہ ۲۷۸ و قال الشہرستانی ان اول اختلاف وقع فی الاسلام یعنی پہلا اختلاف جو اسلام میں شروع ہوا اسی مسئلہ قرطاس میں ہوا۔ وجہ اختلاف پیدا کرنے کی صاف ہے کہ ہمیشہ کے تاکیدی و تصریحی احکام نبی سے حضرت مرتضیٰؑ کی نسبت حضرت عمرؓ سن چکے تھے۔ سمجھا کہ اب نبیؐ اس کام کو ایسا مضبوط کرنا چاہتے ہیں کہ پھر ہمارا کوئی داؤ نہ چلے گا۔ اس لئے شور و غوغا و تکرار شروع کر دیا جس کے باعث تحریر بطریق مطلوب واقع ہونے پر فتنہ و فساد کا اندیشہ پیدا ہو گیا۔ آنحضرتؐ نے سب کو نکال کر فتنہ کو سرد فرمایا اور خواص کو بلا کر حکم زبانی و تحریری وصیت سے آگاہ فرمایا چنانچہ شیعہ کی کتاب احتجاج طبرسی صفحہ ۷۶ و جلاء العیون فارسی طبع ایران صفحہ ۲۶ میں ہے۔ مگر حضرت عمرؓ کی برکت سے بعد ظہور دلیل بین اختلاف قیامت تک قائم رہا اور حکم رسولؐ خواص میں محدود رہا۔ بوجہ اشاعت اس کی تول غیر معتبر بیمار کی بڑ مشہور کر کے نہ ہونے دی۔ اور مطابق قول عمرؓ مندرجہ فلک النجاۃ صفحہ [illegible] اختلاف کے وقت (کنز العمال جلد ۱) اہل باطل اہل حق پر غالب آ گئے لیکن یہ جائے تعجب نہیں کیونکہ خدائے عز و جل نے لوگوں کو عبادت کے لئے پیدا کیا وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون پھر نفس و شیطان راہزن مقرر کر دیئے کہ امتحان کیا جا سکے جس کے بعد نافرمان انسان فرمانبرداروں سے زیادہ ہو گئے تو خدائے قہار کی قدرت و اختیار سے باہر نہیں نہ وہ اس نافرمانی پر راضی ہے۔ مگر طریقہ امتحان یہی ہے کہ انسان کو مختار بنا کر راہ حق و باطل دکھا کر حق کی پیروی کا حکم دیا۔ جب انسان اس حکم کی نافرمانی کرتا ہے مستحق عقاب ہو جاتا ہے قضیہ قرطاس میں بھی رسولؐ کی نافرمانی پر خدا و رسول راضی نہیں مگر جبر و قہر سے رسول نہیں منواتے تھے۔ ان علیک الا البلاغ کے عامل و مبلغ تھے۔ حق تعالیٰ فرماتا ہے واٰتینٰھم بینٰت من الامر فما اختلفوا الا من بعد ما جاءھم العلم بغیا بینھم پارہ ۲۵ رکوع ۱۸ ہم نے حاشیہ نمبر ۱ صفحہ [illegible] فلک النجاۃ میں بیان کیا ہے کہ غلبہ الوجع اور اہجر۔ ہجر کا مطلب ایک ہی ہے۔ تاویلات رکیکہ کچھ کارگر نہیں ہیں۔ اب اور تائید مضمون ہمارے حضرت عمر کے اس جواب کی لکھی جاتی ہے کہ اصل قائل ان کلمات کے عمر صاحب ہیں اور اس کے معنے بکواس کرنے کے ہیں اور جو لکھا جاتا تھا وہ امر خلافت تھا۔ ایضاً حدیث ابن عباس بالفاظہ صحیح بخاری میں طبع مصر جلد ۲ صفحہ ۱۱۱ بلفظ ہجر و صفحہ ۱۳۶ بلفظ اہجر و جلد ۱ صفحہ ۵/۱۴۲ غلب علیہ الوجع و جلد ۳ صفحہ ۵ بلفظ قد غلبہ الوجع ہے۔ اور شرح مواقف طبع نولکشور صفحہ ۷۴۷ میں الفاظ حدیث کے یہی ہیں ائتونی اکتب لکم کتابا لا تضلوا بعدی حتی قال عمر ان النبی قد غلبہ الوجع حسبنا کتاب اللہ وکثر اللغط فی ذالک حتی قال النبی قوموا عنی لا ینبغی عندی التنازع۔ مقدمہ ابن خلدون مطبوعہ مصر صفحہ ۱۷۷ میں ہے صحیحین میں وارد ہے کہ نبیؐ نے وصیت لکھنے کیلئے دوات و کاغذ طلب فرمایا تو حضرت عمر مانع ہوئے ولن عمر منع من ذالک۔ علامہ شبلی نعمانی (باقی بصفحہ ۳۲۳)

عہ جناب علیؑ نے کیوں قرطاس تحریر نہ کرا لیا۔ اسلئے کہ منع کتابت کا سارا انتظام حضرت امیرؑ کے برخلاف تھا مانعین کتابت نے سمجھا کہ نبیؐ اگر ان کا نام تصریحاً تحریر کر دیں تو ان کے بعد ہماری کوئی تدبیر کارگر نہ ہو گی۔ اور انکار خلافت علیؑ پر ہم کو فساد عظیم کا سامنا ہو گا اسی واسطے حضرت عمر نے دور اندیشی سے رکاوٹ تحریر کے وقت نبیؐ کی نسبت اب کلمہ استعمال کیا کہ اس وقت اگر وہ وصیت لکھ بھی دیتے تو حضرت عمر اور ان کی پارٹی کو کہنے کی گنجائش تھی کہ ہم پہلے کہہ چکے ہیں کہ نبیؐ کی حالت مرض کے سبب دگرگوں ہے اور ہذیان کی باتیں ان سے صادر ہو رہی ہیں ایسی صورت میں علیؑ نے خود غرضی سے جو چاہا اپنے لئے تحریر کروا لیا یا تحریر کر لیا یا لکھوا لیا ہے تو ایسی تحریر کب قابل قبول ہو سکتی ہے اور اگر گڑبڑ کرنے سے کوئی تحریر نہ ہو سکی تو یہ اصل مطلوب ہے کہ ہر قسم کی گفتگو کا موقع ملیگا۔ اب ناظرین انصاف کریں کہ ایسی حالت میں حضرت علیؑ قرطاس لاکر بالیقین کے سامنے وصیت نامہ تحریر کرا لیتے تو وہ تحریر ان لوگوں پر حجت ہو سکتی تھی اور اہل دانش کے نزدیک موزوں ہوتی جیسی نبیؐ پر تہمت ہذیان کی لگائی گئی تھی حضرت علیؑ پر خود غرضی کی بناء پر تحریر کی تہمت لگائی جاتی اور تحریر قطعاً بے اثر ہوتی اسی واسطے بحکم خدا نبیؐ نے اتمام حجت کرکے اس وقت لوگوں کے اٹھا [illegible]

قائلین ہذیان مانعین کتابت عمر صاحب کے غلام تھے

بنیاد اختلاف عمر صاحب ہیں

اپنی کتاب الفاروق صفحہ ۱۶ قضیہ قرطاس کے بیان میں لکھتے ہیں۔ باوجود اس کے حضرت عمرؓ بے پروائی ظاہر کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ کچھ ضرورت نہیں ہم کو قرآن کافی ہے۔ طرفہ یہ کہ بعض روایتوں میں ہے **کہ حضرت عمرؓ ہی نے آنحضرت کے اس ارشاد کو ہذیان** سے تعبیر کیا تھا۔ انتہیٰ۔ نیز صفحہ ۱۶ الفاروق مطبوعہ کانپور میں ابتدا عبارت اس طرح ہے۔ ایک معترض کہہ سکتا ہے کہ اس سے زیادہ کیا گستاخی اور سرکشی ہوگی کہ جناب رسول اللہ بستر مرگ پر ہیں اور امت کے درد و غمخواری کے لحاظ سے فرماتے ہیں کہ لاؤ میں ایک ہدایت نامہ لکھ دوں جو تم کو گمراہی سے محفوظ رکھے باوجود اس کے۔ نیز الفاروق حصہ دوم صفحہ ۲۰۹ و صفحہ ۲۳۸ میں لکھا ہے کہ حضرت عمرؓ کے نزدیک نبی صلعم کے سب احکام واجب التعمیل نہیں ہوتے۔ شرح صحیح مسلم جلد ۲ صفحہ ۴۲ و ۴۳ اور نسیم الریاض شرح شفا جلد ۴ صفحہ ۳۱۲ و ۳۱۳ میں ہے کہ حضرت عمرؓ تحریر کی رکاوٹ ضرور کی۔ مگر وجہ صحیح یہ تھی کہ حضرت عمرؓ اس سے ڈر گئے کہ نبی صلعم ایسا حکم دیں گے جس کی تعمیل سے امت عاجز ہے اور عدم تعمیل سے خوف نزول عذاب ہے۔ کیونکہ حکم صاف منصوص ہوگا۔ اس میں کسی کے اجتہاد کی مجال نہ رہے گی۔ یا یہ حکم ایسا ہے جو مریض غلبہ مرض میں بے مطلب (بکواس) صادر ہوتا ہے اور منافقین کو اس طرح دین میں کلام کا موقعہ مل جائے گا۔ اور نووی نے لکھا ہے صدر منہ صلے اللہ علیہ وسلم من غیر قصد جازم وھو المراد بقول ھم ھجر وبقول عمر غلب علیہ الوجع جلد ۲ صفحہ ۴۳ نووی شرح مسلم۔ یعنی نبیؐ سے یہ کلام بے ارادہ محکم نکلا بے مطلب (بکواس) اور یہی مراد صحابہ کے قول ہجر سے اور یہی مراد قول عمر کے غلبہ الوجع سے ہے۔ اور مجمع البحار صفحہ ۵۰۴ میں ہے ھجر اذا ھذی وھو ما یقع من المحموم عند الحمی (ومنہ قول عمر بن الخطاب عند مرض رسول اللہ ان الرجل لیھجر علی عادۃ العرب) یعنی ہجر کا معنے ہذیان بکواس ہے جو تپ کی شدت سے تپ کا مریض کہہ دیتا ہے۔ اسی قسم سے قول عمر کا ہے جو مرض رسول اللہ میں آپ نے کہا کہ یہ شخص بکواس کرتا ہے۔ چنانچہ عرب کی عادت ہے۔ اور علامہ ابن اثیر نے نہایہ جلد ۴ صفحہ ۲۵۵ میں تصریح کی ہے کہ ہجر کا قائل عمر تھا والقائل کان عمر اور معنے فحش و ہذیان کا ہے۔ اسی طرح نسیم الریاض شرح شفا قاضی عیاض جلد اول صفحہ ۲۲۲ میں حضرت عمر کی زبانی یہ روایت انہی الفاظ سے ہے فقال عمرؓ ان الرجل لیھجر حسبنا کتاب اللہ مثل الفاظ سر العالمین منقولہ فلک النجاۃ کے ہے اور خفاجی نے صحیح ہونے اس روایت کی بھی تصریح کی ہے جو دیکھنے اور یاد رکھنے کے قابل ہے۔ جس میں کسی تاویل کی گنجائش نہیں۔ نیز اسی طرح منہاج السنۃ ابن تیمیہ جلد ۳ صفحہ ۳۰۰ میں ملل و نحل سے اور تذکرہ خواص الامۃ صفحہ ۳۶ میں سر العالمین سے منقول ہے۔ منتہی الارب فی لغات العرب لغت ہجر صفحہ ۶۹ م ہے ھجر فی نومہ او مرضہ ھجرا بالضم ہذیان درآئیدو دراں و پریشان گفت حاشیہ بخاری سہارنپوری جلد اول صفحہ ۴۲۹ حاشیہ نمبر ۶ کتاب الجہاد میں کرمانی سے منقول ہے کہ شدت درد کو ہذیان لازم ہے حدیث میں غلبہ الوجع کو اطلاق ملزوم اور ارادہ لازم کی صورت میں مجازاً استعمال کیا گیا ہے اور ہجر کے اطلاق میں اس کے برعکس مجاز ہے (اطلاق لازم و ارادہ ملزوم) اور عینی نے لکھا ہے کہ اکثر علما کا قول ہے کہ نبیؐ سے ان امور میں جن میں وحی نہ ہو خطا ہو سکتی ہے الخ (کذا فی شرح البخاری للعینی جلد ۱ صفحہ ۹۱) ایضاً حدیث میں ہے اکتب لکم کتاباً میں لکھ دیتا ہوں مدارج النبوۃ جلد ۲ صفحہ ۲۲۱ صلح حدیبیہ میں نبیؐ کا اپنے دست مبارک سے لکھنا منقول ہے۔ اور نسیم الریاض جلد ۳ صفحہ ۲۶۹ میں علامہ خفاجی باجی سے نقل کرتے ہیں کہ نبی صلعم نے حدیبیہ کی صلح میں محمد رسول اللہ کا لفظ مٹا کر خود محمد بن عبد اللہ لکھا علامہ خفاجی کہتے ہیں کہ نبیؐ پہلے امی ہوں پھر لکھ سکتے ہوں تو ہو سکتا ہے کیونکہ بخاری میں ہے اخذ الکتاب فکتب ھذا ما قاضی علیہ الخ نسیم الریاض جلد ۱ صفحہ ۱۱ میں نبیؐ کا پڑھ سکنا اور لکھ سکنا بدلائل قویہ ثابت کیا ہے۔ ۱۲ مترجم

[1] مفردات راغب اصفہانی بر حاشیہ نہایہ مطبوعہ مصری صفحہ ۲۵۱ میں ہے ھجر المریض اذا اتی ذلک من غیر قصد ای اتی بھجر من الکلام من غیر تصد انتہی وکذا فی شرح الشفا للخفاجی جلد ۴ صفحہ ۳۰۹ اور درمنثور جلد ۵ صفحہ ۵ میں باسانید کثیرہ ابراہیم نخعی تفسیر مہجوراً میں مروی ہے ھجیر غیر الحق الم تر الی المریض اذا ھذی قیل ھجر لانہ قال غیر الحق۔ یعنی ہجر ناحق اور باطل اور فضول بکواس کو بولا جاتا ہے۔ اور انوار اللغتیب ۲۷ صفحہ ۵ میں وحید الزمان اھجر استفہموہ کا یوں ترجمہ لکھتے ہیں۔ آنحضرت کا کیا حال ہے کہیں بخار کی شدت میں آپ بڑبڑاتے تو نہیں (جیسے بیمار کا حال ہوتا ہے) انتہیٰ (استفہامیہ معنی بھی مولوی صاحب نے اپنے حسن ظن پر کیا۔ ورنہ ہجر کا معنی وہی ہذیان کیا ہے۔ استفہام کو کوئی دخل نہیں ۱۲ مترجم

علامہ شبلی کا اقرار

بعض احکام رسول کے ناقابل عمل

اصل قائل عمر صاحب اور ہجر اور غلبہ الوجع کا ایک معنی

وفی روایۃ سلیمان بن ابی مسلم الاحول قال ابن عباس یوم الخمیس وما یوم الخمیس ثم بکی حتی بل دمعہ الحصی قلت یا ابن عباس وما یوم الخمیس قال اشتد برسول اللہ ص وجعہ فقال ایتونی بکتف اکتب کتابا لا تضلوا بعدہ ابداً فتنازعوا ولا ینبغی عند نبی تنازع فقالوا ما شانہ اھجر استفھموہ فذھبوا یردون علیہ فقال دعونی ذرونی فالذی انا فیہ خیر مما تدعونی الیہ فامرھم بثلاث فقال اخرجوا المشرکین من جزیرۃ العرب واجیزوا الوفد بنحو ما کنت اجیزھم وسکت عن الثالثۃ او قالھا فنسیتھا قال سفیان ھذا من قول سلیمان متفق علیہ۔ فی معارج النبوۃ رکن رابع وصیت سوم راوی را فراموش شدہ بود یا در اظہار آں مصلحت ندید۔ قال النووی فی شرح المسلم قولہ وما یوم الخمیس معناہ تفخیم امرہ فی الشدۃ والمکروہ فیما یعتقد ابن عباس وھو امتناع الکتاب ولھذا قال ابن عباس ان الرزیۃ۔ الخ۔ وذکر البخاری ھذا الحدیث فی کتابہ فی عدۃ مواضع فی کتاب الجہاد وفی کتاب الخمس باب اخراج الیہود من جزیرۃ العرب وفی باب مرض النبی ص ووفاتہ وفیہ ھہنا مرۃ اخری وفی کتاب الاعتصام و فی کتاب المرضی شرح الحدیث قولہ حضر بصیغۃ المجہول ای حضرہ الموت وفیہ تجوز فانہ عاش بعد ذالک الیوم وھو یوم الخمیس الی یوم الاثنین کذا قال فی المرقاۃ - قولہ فاختلف اھل البیت فی اللمعات ای من کان فی البیت اذ لم یرد اھل بیت النبی ص انتھی فظھر ان علیا والعباس ما کان عند التنازع فی البیت عند النبی ص کما قال القسطلانی فی شرحہ فاختلف اھل البیت ای من کان فی البیت حینئذ من الصحابۃ ولم یرد اھل بیت النبی ص

اور روایت سلیمان بن ابی مسلم احول میں ہے۔ ابن عباس نے کہا خمیس کا دن کیا خمیس دن تھا، پھر اتنا رویا کہ پتھر کے کنکرے اس کے آنسوؤں سے تر ہو گئے۔ راوی کہتا ہے۔ میں نے کہا۔ اے ابن عباس خمیس کا دن کیسا تھا؟ ابن عباس نے کہا رسول اللہؐ کو سخت درد تھا۔ اور قریب الوفات تھے۔ اور فرمایا کوئی کاغذ لے آؤ میں تم کو ایسی سند لکھ دوں کہ اس کے بعد تم کبھی گمراہ نہ ہو گے۔ پس لوگوں نے جھگڑا پیدا کر دیا اور نبیؐ کے پاس جھگڑا مناسب نہیں تھا اور لوگ کہنے لگے کیا بیہودہ کلام کر رہا ہے یا بکواس کرتا ہے اس سے پوچھو۔ حضرت پر کھڑے ہو کر اس بات کو رد کرتے تھے۔ تو حضرتؐ نے فرمایا اب مجھے چھوڑ دو جس حالت میں کہ میں ہوں وہ تمہاری گفتگو سے جو مجھ سے کر رہے ہو۔ میرے لئے اچھی ہے تاہم ان کو زبانی تین باتوں کا امر کیا۔ اوّل یہ کہ جزیرہ عرب سے مشرکین کو نکال دو۔ دوسرا یہ کہ وفد کو اسی طرح انعام و اکرام دو جیسا کہ میں دیتا تھا اور تیسری بات سے راوی خاموش ہو گیا۔ یا اس نے کہی تھی اور مجھے فراموش ہو گئی ہے۔ سفیان نے کہا۔ کہ یہ قول فراموش کرنے کا سلیمان راوی کا ہے۔ اس حدیث کو بخاری و مسلم نے روایت کیا ہے۔ معارج النبوۃ کے رکن ۴ صفحہ ۳۳۱ میں ہے کہ تیسری وصیت کو راوی نے فراموش کر دیا یا اس کے بیان اور ظاہر کرنے میں مصلحت نہ سمجھی۔ نووی نے شرح مسلم کے جلد ۲ صفحہ ۴۲ میں کہا ہے قولہ خمیس کا دن کیا تھا۔ معنے اس کا باعتقاد ابن عباس کے سختی اور ناپسند ہونے میں بڑا ہونا اس امر کا ہے اور وہ بہ سبب رکاوٹ پیش آنے کے سند کا نہ لکھا جانا ہے اسی واسطے ابن عباس نے کہا ہے کہ تحقیق ساری مصیبت اسی سبب سے آگئی ہے۔ الخ اور بخاری نے اس حدیث کو اپنی کتاب میں چند مقامات پر بیان کیا ہے (۱) کتاب الجہاد جلد ۳ صفحہ ۱۲۶ (۲) کتاب الخمس باب اخراج الیہود من جزیرۃ العرب (۳) باب مرض النبیؐ و وفاتہ صفحہ ۱ ج ۴ میں دو اسناد سے (۴) کتاب الاعتصام جلد ۶ صفحہ ۱۶۳ (۵) کتاب المرضی جلد ۵ صفحہ ۳ طبع دہلی مع فتح الباری شرح حدیث قولہ حضر بصیغہ مجہول یعنی حضرتؐ کو موت حاضر ہوئی۔ اور اس میں مجاز ہے کیونکہ نبیؐ اس دن خمیس کے بعد بھی سوموار تک زندہ رہے جیسا کہ مرقاۃ میں مذکور ہے قولہ پس اس گھر والوں نے اختلاف کیا لمعات میں ہے یعنی جو اس گھر میں تھے وہ مراد ہیں۔ نہ کہ اہل بیت نبیؐ اس لئے کہ اہل بیت نبیؐ کا لفظ کسی روایت میں نہیں ہے۔ انتہی۔ پس ظاہر ہوا کہ حضرت علیؑ و عباسؓ تنازع کے وقت نبیؐ کے پاس اس گھر میں موجود نہ تھے۔ جیسا کہ قسطلانی نے اسکی شرح میں لکھا ہے پس اہل بیت نے اختلاف کیا یعنی جو اس گھر میں اسوقت صحابہ سے موجود تھے انہوں نے اختلاف کیا۔ اور اہل بیت نبیؐ کا لفظ کسی روایت میں نہیں آیا۔ (اسواسطے اختلاف اہل بیت نبی کا مراد نہیں اور نہ اس وقت ان کا وہاں موجود ہونا ثابت ہوتا ہے)

قوله اللغط فی اللمعات ای اصوات مبهمة لایفهم ۔ قوله ان الرزیة ای المصیبة ۔ قوله ثم بکی قال الشیخ الدهلوی فی شرح المشکوٰة قیل کان النبی ارادان یکتب تعیین واحد من الصحابة للخلافة لئلا یقع بعده نزاع منهم وکان بکاء ابن عباس لفوات معتقده من هذا الخیر ۔ قال الخفاجی شارح شفا قاضی عیاض فصل فان قلت فقد تقررت عصمته فی اقواله فما معنی الحدیث فی وصیته من الباب الثانی من القسم الثالث قال سفیان اراد ان یبین امر الخلافة بعده حتی لایختلفوا فیها ۔ وکرمانی در شرح صحیح بخاری از خطابی نقل کرده که او گفته هذا یتادل علی وجهین احدهما انه اراد ان یکتب اسم الخلیفة بعده لئلا یختلف الناس ولایتنازعوا فیه فیؤدیهم ذلک الی الضلال و در فتح الباری در شرح قوله اکتب لکم کتابا گفته هو تعیین الخلیفة بعده ۔ وفی شرح المسلم للنووی جلد ۲ ص ۴۲ قد اختلف العلماء فی الکتاب الذی هم النبی فقیل اراد ان ینص علی الخلافة فی انسان معین لئلا یقع نزاع وفتن الخ قوله قلت یا ابن عباس قائله سعید بن جبیر الراوی عن ابن عباس قوله اهجر فی اللمعات اهجر بالالف الاستفهام ای اختلط کلامه بسبب المرض ۔ فی الصحاح هجر بالفتح پریشان گفتن بیمار و بالضم سخن بیهوده ۔ وفی منتهی الارب هجر بالضم سخن زشت و بیهوده ۔ وفی تشیید المطاعن قال العینی فی شرح البخاری فی کتاب الجهاد لفظ هجر بدون الهمزة وقال عیاض معنی هجر افحش ویقال هجر الرجل اذا هذی واهجر

قوله اللغط لمعات میں ہے مراد اس سے وہ مبہم آوازیں ہیں جو سمجھ میں نہ آئیں (شور و غل) قوله الرزیۃ یعنی مصیبت ۔ قوله ثم بکی شرح مشکوٰۃ میں شیخ دہلوی نے لکھا ہے بیان کیا گیا ہے کہ نبی صحابہ سے کسی ایک کو خلافت کے لئے مقرر کرنے کی سند لکھنا چاہتے تھے تاکہ نبی کے بعد صحابہ میں جھگڑا نہ پیدا ہو اور ابن عباس کا رونا بھی اسی عمدہ چیز کے فوت ہونے اور حاصل نہ ہونے کے سبب سے تھا (وکذا فی المرقاۃ شرح المشکوٰۃ دیکھو حاشیہ مشکوٰۃ ص ۵۴۲ طبع بمبئی) اور خفاجی شارح شفا قاضی عیاض نے فصل فان قلت فقد تقررت عصمتہ فی اقوالہ فما معنی الحدیث فی وصیتہ من الباب الثانی من قسم الثالث میں کہا ہے کہ سفیان نے کہا حضرت کا یہ ارادہ تھا کہ امر خلافت کا اپنے بعد میں بیان فرمائیں تاکہ اس میں اختلاف نہ کریں اور کرمانی نے شرح بخاری میں خطابی سے نقل کیا ہے کہ اُس نے کہا اس کی تاویل دو وجہ سے ہوسکتی ہے ایک یہ کہ اپنے بعد کے خلیفے کا نام نبی کہنا چاہتے تھے تاکہ لوگ اختلاف و جھگڑا نہ کریں اور اُن کو جھگڑا گمراہی کی طرف نہ پہونچائے ۔ اور فتح الباری میں شرح قول اکتب لکم میں لکھا ہے کہ اس سے مراد بعد نبی کے خلیفہ مقرر کرنے کی ہے اور نووی شرح مسلم جلد ۲ ص ۴۲ میں ہے بتحقیق علماء نے اس کتاب میں اختلاف کیا ہے جس کی تحریر کا نبی نے ارادہ فرمایا تھا پس کہا گیا ہے کہ نبی علیہ السلام نے ارادہ فرمایا تھا کہ ایک آدمی کو خلافت کے واسطے بنص مقرر فرمائیں تاکہ جھگڑا و فتنہ پیدا نہ ہو ۔ الخ قوله قلت یا ابن عباس ۔ اس کا قائل سعید بن جبیر ہے جو ابن عباس سے روایت کرتا ہے قوله اهجر لمعات میں ہے کہ الف استفہام کے ساتھ ہے اس سے یہ مراد ہے کہ کیا اسکی کلام بسبب مرض کے مختلط ہو گئی ہے (یعنی کلام با معنے بے معنے سے مخلوط ہے جیسا کہ مریض ہذیان اور یاوہ گوئی اور بکواس و بے فائدہ کلام کرتا ہے ۔ صراح میں ہے ہجر فتح کے ساتھ بیمار کا پریشان کہنا اور ضم سے بیہودہ بات کہنا ۔ اور منتہی الارب میں ہجر ضم سے کلام قبیح و بیہودہ ۔ اور تشیید المطاعن ص ۱۲۵ میں ہے کہ عینی نے شرح بخاری کتاب الجہاد میں لکھا ہے ۔ لفظ ہجر بغیر ہمزہ کے ہے اور قاضی عیاض نے ہجر کا معنی بیہودہ سے کیا ہے اور کہا جاتا ہے ۔ جس وقت انسان ہذیان کہے آدمی کہتے

ہیں ہجر الرجل اور اہجر

ص شرح شفا نسیم الریاض جلد ۴ ص ۳۰۷ طبع مصر میں یہ عبارت ہے قال سفیان الخ اور ص ۳۱۵ میں ہے ای تعیین من یکون الخلیفۃ بعدہ ۔ پھر لکھا واعلم ان ہذا ہو الصواب کما قالہ ابن تیمیہ یعنے یہی صحیح ہے کہ کتابت قرطاس میں تعیین خلیفہ بعد رسول کی مقصود تھی ۔ اور ص ۳۱۶ میں اسطرح لکھکر لکھا وہو الاصح کما مر یعنی یہی قول سب سے زیادہ صحیح ہے ۱۲ مترجم ۔ ص اہل البیت کا لفظ حدیث قرطاس میں ہے اس سے مراد اہل بیت نبی نہیں بلکہ جو اس گھر میں تھے مراد ہیں ۔ اسی طرح فتح الباری جلد ۸ ص ۱۰۱ میں اور اسی طرح حاشیہ بخاری طبع مصر جلد ۳ ص ۵۷ میں علامہ سندی نے قسطلانی سے نقل کیا ہے اور اسی طرح سہیل یمن جلد ۴ نمبر ۵ و ۶ ص ۱۷ میں ملا یعقوب لاہوری کی خیر جاری شرح بخاری سے منقول ہے اور لکھا کہ اہل بیت نبی قلم دوات لانے والوں کی حمایت میں بلاشک ہو گئے تھے ۱۲ مترجم ۔

قلت نسبتہ مثل ھذا الی النبیؐ لا یجوز لان وقوع مثل ھذا الفعل عنہ علیہ الصلوٰۃ والسلام مستحیل لانہ معصوم فی کل حالۃ فی صحتہ ومرضہ لقولہ تعالیٰ وما ینطق عن الھویٰ ولقولہؐ لا اقول فی الغضب والرضا الا حقا وقد تکلموا فی ھذا الموضع کثیرًا واکثرہ لا یجدی نفعا والذی ینبغی ان یقال ان الذین قالوا ما شانہ اھجر او ھجر بالھمزۃ و بدونہا ھم الذین کانوا قریبی العھد بالاسلام ولم یکونوا عالمین بان ھذا القول لا یلیق فی حقہؑ لانہ لیس مثل سائر الناس من حیث الطبیعۃ البشریۃ اذا اشتد الوجع ھکذا قرر العینی والقرطبی و نقلہ فی الفتح۔ قولہ اجیزوا الوفد فی المرقاۃ ای اعطوا الجائزۃ و العطیۃ واکرموھم قولہ کتف استخوان عریض کہ بسبب کمی کاغذ بر آں می نوشتند۔ و فی کنز العمال رواہ ابن سعد عن عمر روی الطبرانی فی الاوسط عن عمر قال لما مرض النبیؐ قال ادعوا لی الصحیفۃ ودواۃ اکتب کتابا لا تضلوا بعدہ ابدًا فقال النسوۃ من وراء الستر الا تسمعون ما یقول رسول اللہؐ فقلت انکن صواحبات یوسف اذا مرض رسول اللہؐ عصرتن اعینکن واذا صح رکبتن عنقہ فقال رسول اللہؐ دعوھن فانھن خیر منکم وفی تجرید احادیث البخاری مع عون الباری (حدیث طلب القرطاس) قال عمر ان النبیؐ غلبہ الوجع وعندنا کتاب اللہ حسبنا

میں کہتا ہوں (قول عینی) اس لفظ کی نسبت نبیؐ کی طرف جائز نہیں کیونکہ وقوع مثل اس فعل کا نبیؐ سے محال ہے اس لئے کہ آنحضرت بہر حال یعنی صحت و مرض میں معصوم ہیں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے نبیؐ اپنی ہوا و حرص سے کلام نہیں کرتے اور نبیؐ نے فرمایا ہے کہ میں غضب و رضا کی حالت میں بجز حق کے کلام نہیں کرتا اور علماء اہل سنت نے اس مقام میں بہت طرح کی تقریر کی ہے اور اکثر اس سے کچھ نفع دینے والی نہیں اور جو کلام اس مقام کے لائق ہے وہ یہ ہے کہ کہا جائے جو لوگ یہ کہنے والے تھے کہ ان کا کیا حال ہے۔ کیا بیہودہ اور یاوہ گوئی سے کہہ رہے ہیں باہمزہ یا بلا ہمزہ وہ لوگ کہتے تھے جو تھوڑے زمانہ کے اسلام لائے ہوئے تھے اور یہ نہ جانتے تھے کہ اس طرح کہنا نبیؐ کے حق میں مناسب نہیں کیونکہ رسول خداؐ عامۃ الناس کی طرح نہیں۔ اگرچہ بحیثیت بشریہ اُن کو شدت درد بھی لاحق ہو جیسا کہ عینی اور قرطبی نے اس تقریر کو لکھا ہے اور اس کو ابن حجر نے فتح الباری جلد ۸ ص۱۰۱ میں نقل کیا ہے۔ قولہ اجیزوا الوفد۔ مرقاۃ میں ہے۔ قاصدوں کی عزت کرو۔ اور انہیں انعام و اکرام دیا کرو۔ قولہ کتف لا دو یعنی چوڑی ہڈی لا دو۔ جس پر بوجہ کمی کاغذ کے لکھا کرتے تھے۔ اور کنز العمال جلد ۳ ص۱۳۸ و جلد ۴ ص۵۲ میں ہے کہ اس حدیث کو ابن سعد اور طبرانی اوسط میں امیر عمر سے اس طرح روایت کرتے ہیں۔ کہا جب نبیؐ مریض ہوئے فرمایا۔ میرے پاس ایک کاغذ اور دوات لاؤ میں ایک ایسی تحریر لکھنا چاہتا ہوں کہ اس کے بعد کبھی ہمیشہ تم گمراہ نہ ہو گے۔ عورتوں نے پردہ کے پیچھے سے کہا اے لوگو، کیا جو کچھ رسول اللہؐ فرما رہے ہیں (کاغذ و دوات لاؤ) تم نہیں سنتے؟ (امیر عمر کہتا ہے) میں نے کہا تحقیق تم عورتیں صواحبات یوسف ہو۔ جب رسول اللہؐ مریض ہوئے تو تم آنکھیں نچوڑتی ہیں اور جب اچھے ہو گئے تو تم اُس کی گردن پر سوار ہو گی۔ جناب رسول اللہؐ نے فرمایا ان کو چھوڑ دو کیونکہ بتحقیق یہ تم سے اچھی ہیں (امیر عمر صاحب کا ازواج نبیؐ کو ان الفاظ سے دھمکانا حسن انتظام سے تھا کہ مبادا بہ ترغیب ازواج النبیؐ کوئی تعمیل ارشاد رسول اللہؐ کی کرے) اور تجرید احادیث البخاری مع عون الباری مؤلفہ سید صدیق جلد ۱ ص۳۳ بیان حدیث قرطاس میں ہے امیر عمر نے کہا کہ نبیؐ پر درد غالب ہو گیا ہے اور ہمارے پاس کتاب اللہ موجود ہے وہی کافی ہے۔

۱؎ اسی طرح فتح الباری جلد ۸ ص۱۰۱ مطبوعہ دہلی میں قاضی عیاض سے منقول ہے اور ظفر المبین کتاب محدثین کے ص۳۲۹ میں ابی داؤد مطبوعہ دہلی جلد ۲ ص۱۵۷ سے بروایت ابن عمر حدیث منقول ہے کہ رسولؐ نے فرمایا میرے منہ سے اور انگلی سے دہن مبارک کی طرف اشارہ فرمایا قسم بخدا سوائے حق کے کچھ نہیں نکلتا اور ترمذی مطبوعہ نول کشور ص۴۲۸/۴۲۹ کی حدیث بھی اس کی مؤید ہے ۱۲ مترجم۔ ۲؎ بخاری مطبوعہ کرزن پریس دہلی باب مرض النبی ص۶۳۸ حاشیہ نمبر ۳ میں عینی کی یہ عبارت بعینہ لکھی ہے اور دعونی ما انا فیہ خیر مما تدعونی الیہ کی تشریح میں اس کے حاشیہ ۱۱ میں قول ابن جوزی سے بعد بیان چند احتمالات کے بحوالہ فتح الباری لکھا ہے ویحتمل ان یکون المعنیٰ ان الذی اشرت علیکم بہ من الکتابۃ خیر مما تدعوننی الیہ من عدمہا بل ھذا ھو الظاھر یعنی آنحضرتؐ نے فرمایا مجھے چھوڑو جس بات کا حکم دے رہا ہوں یعنی لکھنے کا وہ اس سے بہتر ہے جس کی طرف تم مجھے متوجہ کرتے ہو یعنی نہ لکھنے کی طرف نیز نقل اس کی بعینہ فتح الباری مطبوعہ دہلی جلد ۱ ص۱۰۱ میں ہے ۱۲ مترجم ۳؎ ابن سعد کے الفاظ عمر صاحب فرماتے ہیں

فاختلفوا وکثر اللغط قال قوموا عنی ولا ینبغی عندی التنازع۔ قال الحافظ فی الفتح ولما وقع منهم الاختلاف ارتفعت البرکۃ کما جرت العادۃ بذالک عند وقوع التنازع والتشاجر وقد مضی فی الصیام انہ صلعم خرج یخبرھم بلیلۃ القدر فرای رجلین یختصمان فرفعت (انتہ قال) وعزمہ صلعم ان کان بالوحی فترکہ کذالک بالوحی وان کان بالاجتہاد فترکہ ایضاً بالاجتہاد۔ قال المحرر الاثیم عفا عنہ الرب الکریم قول الحافظ من رفع البرکۃ عند الاختلاف لیس بغریب لانہ سبحانہ وتعالیٰ قال فلیحذر الذین یخالفون عن امرہ ان تصیبہم فتنۃ او یصیبہم عذاب الیم۔ وھذا ھو النسخ قبل الوقوع وھو واقع جائز کما فی الصلوات الزائدۃ علی الخمسۃ لیلۃ المعراج کما بینہ النووی فی شرح المسلم۔ وفی الفتح وظہر لطائفۃ اخری ان الاولی ان یکتب لما فیہ من امتثال امرہ وما تضمنہ اشعار بان الاولی کان المبادرۃ الی امتثال الامر۔ وفی المسلم عن ابن عباس انہ قال یوم الخمیس وما یوم الخمیس ثم جعل تسیل دموعہ حتی رأیت علی خدیہ کانہا نظام اللؤلؤ قال قال رسول اللہ صلعم ائتونی بالکتف والدواۃ او اللوح والدواۃ اکتب لکم کتابا لن تضلوا بعدہ ابدا فقالوا ان رسول اللہ یھجر (نعوذ باللہ من ذلک) سبحانک ھذا بہتان عظیم۔ وفی روضۃ الاحباب

اس پر لوگوں نے اختلاف کیا اور بہت شور و غل پیدا ہوا حتیٰ کہ نبیؐ کو فرمانا پڑا چلے جاؤ میرے پاس جھگڑا مناسب نہیں۔ حافظ ابن حجر فتح الباری جلد ۸ صفحہ ۱۰۱ میں لکھتے ہیں جب اُن سے (قضیہ قرطاس میں) اختلاف واقع ہوا تو برکت رفع ہو گئی جیسا کہ جھگڑا اور فساد پیدا ہونے کے وقت عادت جاری ہے (کہ برکت رفع ہو جاتی ہے) اور باب صیام میں گذر چکا ہے۔ کہ نبیؐ ایک دن تشریف لائے کہ لوگوں کو لیلۃ القدر کی خبر دیں۔ مگر جب دو شخصوں کو دیکھا۔ کہ اس میں جھگڑا کر رہے ہیں تو وہ خبر اٹھا دی گئی (یعنی اس کو بحکم خدا ظاہر نہ فرمایا اور وہ سعادت ظہور لیلۃ القدر بوجہ تنازع لوگوں کے اٹھا لی گئی) (پھر کہا) اور نبیؐ کا قصد اگر وحی سے تھا۔ تو ترک اس کی بھی وحی سے ہوئی اور اگر اجتہاد سے تھا تو ترک بھی اجتہاد سے ہوئی۔ انتہے ملخصاً۔ محرر گنہگار رب کریم اُسے معاف فرمائے کہتا ہے (یعنی مؤلف کتاب ہذا) جو کچھ حافظ نے کہا ہے کہ بوقت اختلاف برکت اُٹھ جاتی ہے کوئی تعجب کی بات نہیں۔ کیونکہ اللہ فرماتا ہے جو لوگ امر خدا اور رسول کی مخالفت کرتے ہیں اُن کو اس سے ڈرنا چاہیئے کہ اُنہیں ایسی حالت میں کوئی آزمائش یا عذاب دردناک پہونچے۔ یہ ایک طرح کا نسخ قبل الوقوع ہے (یعنی عدم کتابت) اور وہ واقع اور جائز ہے جیسا کہ پانچ سے زیادہ نمازوں کا نسخ معراج کی رات میں ہوا جس کو نووی نے شرح مسلم جلد ۱ صفحہ ۹۱ میں بیان کیا ہے۔ اور فتح الباری جلد ۱ صفحہ ۱۰۶ میں ہے کہ ایک گروہ کے نزدیک اولیٰ یہی تھا کہ حکم قرطاس کی تعمیل ہوتی اور مطابق ارادہ نبیؐ کے لکھا جاتا تو بہتر سے بہتر تھا کیونکہ اس میں فرمانبرداری حکم نبوی کی تھی اور حکم متضمن زیادتی ایضاح کا تھا۔ اور اس طرح اس مضمون سے ثابت ہوتا ہے کہ اولیٰ اور سب سے بہتر حکم کی فرمانبرداری کی طرف سبقت کرنا ہے اور مسلم جلد ۲ صفحہ ۴۳ میں ابن عباس سے مروی ہے کہ اُس نے کہا خمیس کا دن کیا دن تھا۔ پھر شروع ہوا کہ آنسو اُس کے جاری ہو گئے تا کہ اس کے رخساروں پر رشتہ جواہر کی طرح چلتے تھے۔ کہا رسول اللہؐ نے فرمایا جوڑی ہڈی اور دوات لے آؤ یا فرمایا تختی اور دوات کہ تمہارے لئے ایسی کتاب لکھوں جو تم ہمیشہ کے لئے کبھی گمراہ نہ ہو گے۔ پس لوگوں نے کہا۔ تحقیق رسول اللہؐ بیہودہ بول رہے ہیں (نعوذ باللہ) اور روضۃ الاحباب کے صفحہ ۳۳ بیان قرطاس میں ہے۔ سلیمان احول اس حدیث کا راوی سعید بن جبیر سے بیان کرتا ہے کہ اسنے کہا میں نہیں جانتا کہ تیسری وصیت کو سعید بن جبیر نے بیان کرنے میں

در قصہ قرطاس سلیمان احول کہ راوی ایں حدیث است از سعید بن جبیر گوید نمی دانم کہ وصیت سوم را سعید بن جبیر مصلحت گفتہ نہ

بخاری طبع مصر جلد ۱ صفحہ ۱۳ میں یہ حدیث لیلۃ القدر کے بارہ میں ہے اسی طرح شرح مسلم للنووی جلد ۲ صفحہ ۲۱ میں ہے۔ اور مرقاۃ شرح مشکوۃ جلد ۵ صفحہ ۲۳ میں پچاس نمازوں کا فرض ہونا پھر منسوخ ہو کر پانچ کا حکم ہونا صحیح قرار دیا گیا ہے اور لکھا فیہ دلیل علی انہ یجوز النسخ قبل الوقوع کما قال بہ الاکثرون وھو الصحیح یعنے اس میں دلیل نسخ قبل الوقوع کی ہے اور اکثر اسی کے قائل ہیں اور یہی صحیح ہے اور اسی مرقاۃ صفحہ ۴۹ میں لکھا نووی کہتا ہے کہ طلب قرطاس بھی وحی سے تھا اور پھر اس کا ترک بھی وحی سے ہوا نووی شرح مسلم جلد ۲ صفحہ ۴۳ میں بعینہ اسی طرح ہے اور نسخ قبل الوقوع کا جواز مرصاد الافہام الی مبادی الاحکام مؤلفہ قاضی بیضاوی قلمی صفحہ ۸ میں

واز اں خاموش شد۔ یا گفت و مرا فراموش شد۔ وفی سر العالمین للغزالی ولما مات رسول اللہ ؐ قال قبل وفاتہ ایتونی بدوات وبیاض لازیل عنکم اشکال الامر واذکر لکم من المستحق لہا بعدی قال عمر دعوا الرجل فانہ لیھجر وقیل یھذو۔ وفی الصواعق المحرقۃ انہ علیہ السلام فی مرض موتہ انما حث علی مودتھم (ای مودۃ اھل البیت) ومحبتہم واتباعہم۔ وفی بعضہا (الاحادیث) اخر ما تکلم بہ النبی ؐ اخلفونی فی اھل بیتی فتلک وصیۃ بھم۔ وفیہ فی روایۃ انہ صلعم قال فی مرض موتہ ایھا الناس یوشک ان اقبض قبضا سریعا فینطلق بی وقد قدمت الیکم القول معذرۃ الیکم الا انی مخلف فیکم کتاب ربی عز و جل و عترتی اھل بیتی

اور اس کے لئے خاموش ہو گیا۔ یا اُس نے بیان کی ہے اور مجھے فراموش ہو گئی ہے۔ اور سر العالمین مؤلفہ غزالیؒ صفحہ میں ہے جب رسول اللہؐ فوت ہوئے تو قبل از وفات فرمایا۔ دوات اور سفید کاغذ لے آؤ تاکہ میں اشکال امر کا تم سے زائل کر دوں اور بیان کر دوں کہ میرے بعد اس خلافت کا کون مستحق ہے تو عمر نے کہا اس شخص کو چھوڑ دو یہ بکواس کر رہا ہے اور کہا گیا ہے کہ اُس نے کہا کہ یہ ہذیان بکتا ہے۔ صواعق محرقہ طبع مصر کے صفحہ میں ہے۔ تحقیق نبیؐ نے مرض الموت میں بھی اپنے اہل بیت کی مودت اور محبت اور اُن کے اتباع کے واسطے ترغیب دی تھی اور بعض احادیث میں ہے۔ آخری کلام نبیؐ کا یہی تھا۔ میرے پیچھے میرے اہل بیت کے حق کا خیال رکھنا۔ یہ خاص اُنکے بارہ میں وصیت ہے اور اسی کے صفحہ۷۵ میں لکھا ہے کہ ایک روایت میں ہے تحقیق نبیؐ نے اپنی مرض الموت میں فرمایا تھا اے لوگو! اب میں جلد فوت ہو جانے والا ہوں اور خدا کا فرستادہ مجھے لیجائیگا۔ دفع عذر کے لئے میں نے پہلے تم کو سنا دیا ہوا ہے (اب آخری وقت مکرر کرتا کہے کرتا ہوں) خبردار میں تمہارے اندر کتاب الٰہی اور عترت یعنی اپنی اہلبیت چھوڑے جاتا ہوں۔

لہ رسول خدا کی آخری وصیت آل کے حق میں۔ بخاری مطبوعہ مصر جلد ا صفحہ ۲۲ کتاب العلم حدیث قرطاس کے حاشیہ پر علامہ سندی محشی لکھتے ہیں جیسے کہا ہے امر کتابت ضروری نہیں تھا اسی واسطے عمرؓ نے منع کیا اس کو کلمہ لا تضلوا بعدہ رد کرتا ہے کیونکہ ہدایت و عدم ضلالت بو کتابت قرار دیگئی ہے پھر جملہ الاعتذارات منجانب عمر بیان کر کے لکھتے ہیں ان میں اعتراض ہے کیونکہ لا تضلوا سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ امر وجوب کے لئے ہے اور ضلالت سے بچنے کے لئے لوگوں پر سعی واجب ہے اور اختلاف پیدا ہونے پر ترک کتابت وجوب کے خلاف نہیں کیونکہ ممکن ہے کہ لوگوں کی نافرمانی اور اختلاف کے بعد وجوب ساقط ہو گیا ہو جیسے تعیین لیلۃ القدر کا حکم ساقط ہوا اور منافقین کے اعتراضات پیدا ہونے کے خدشہ سے منع کتابت کا عذر بھی نتیجہ لا تضلوا سے مردود ہے اور تکمیل دین کے بعد ضرورت کتابت برائے ہدایت تھی ورنہ گمراہی اور تفرق امت کا وبال بعد الکملت لکم دینکم نہ آتا اور احکام اگرچہ آچکے تھے مگر کوئی فروعی تشریح کا حکم ہوگا جس کے سبب ضلالت سے امن ہوتا اور قرآن اگرچہ جامع ہے مگر سنت اور بیان کی پھر بھی ضرورت باقی ہے۔ انتہی۔ صحیح مسلم مع شرح نووی کتاب التفسیر جلد ۲ صفحہ ۴۱۶ وصحیح بخاری طبع مصر جلد ۳ صفحہ ۱۳۹ کتاب فضائل قرآن باب کیف نزول الوحی میں ہے اکثر ما کان الوحی یوم توفی رسول اللہ یعنی رسول کی وفات کے دن وحی ہونے کی بڑی کثرت تھی۔ اس سے اس کا رد مطلوب ہے جو کہتے ہیں کہ آیت الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی کے وقت تکمیل دین ہو چکی تھی پھر قرطاس وغیرہ کسی حکم دینے کی نبیؐ کو ضرورت نہ تھی اس حدیث سے معلوم ہوا کہ وحی کی وفات کے قریب کثرت ہوئی اور لغو باتیں بھی وحی میں نہ تھیں تو بھی شرعیہ احکام کا ردوبدل و افہام تفہیم کا ہی سلسلہ رہا (ایک سوال کا جواب) مولوی شبلی نعمانی نے الفاروق صفحہ ۳۰ طبع خواجہ پریس دہلی میں کہا ہے بجز ابن عباس واقعہ قرطاس میں باوجود کثرت حاضرین کسی صحابی سے ایک حرف مروی نہیں جواباً عرض ہے کہ مسند احمد مطبوعہ مصر جلد ا صفحہ ۳۵۵ میں حرف استفہام سے نہیں بلکہ صاف طور پر مروی ہے کہ صحابہ نے کہا رسول اللہ (معاذ اللہ) ہذیان بک رہے ہیں اور اسی کے ج ۳ صفحہ ۳۴۶ مسند جابر بن عبداللہ انصاری میں جابر سے مروی ہے عن النبیؐ دعا عند موتہ بصحیفۃ لیکتب فیہا کتابا لا یضلون بعدہ قال فخالف علیہا عمر بن خطاب حتی رفضہا۔ یعنی نبیؐ نے صحیفہ برائے تحریر ہدایت نامہ طلب کیا کہ بعد نبیؐ کے لوگ گمراہ نہ ہوں مگر عمر بن خطاب نے مخالفت کی حتی کہ تحریر نہ ہو سکی۔ دوسرے اعتراض کا جواب۔ جو شبلی اور اس کے پیرو کرتے ہیں یہ ہے (باقی بر صفحہ آئندہ)

(باقی بر صفحہ آئندہ)

لہ جواب اسکا اوپر حاشیہ بخاری سے بھی لکھا جا چکا ہے ۱۲ اور تیسرا راوی عبدالرحمٰن بن ابی بکر ہے چنانچہ ازالۃ الخفاء صفحہ ۱ جلد ا میں باسناد حاکم بن ابی ملیکہ عبدالرحمٰن سے روایت کرتا ہے قال قال رسول اللہ ائتنی بدوات وکتف اکتب لکم کتابا لا تضلوا بعدہ اور چوتھا راوی خود عمر صاحب

حدیث قرطاس کے راوی تین سے زیادہ ہیں

بقول امام غزالی عمر نے رسول کو ہذیان کی تہمت لگائی

رسول کا آخری کلام وصیت اہلبیت و ثقلین کے حق میں

تحریر کی ضرورت کا اقرار

کثرت وحی باوقت وفات نبی

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) کہ اگر ابوبکر کی خلافت کو نبی صلعم چاہتے تھے تو حضرت عمر اور ان کے دیگر حامیان کاغذ و دوات جلد تر لا دیتے اور وصیت تحریر کرا لیتے۔ مانع نہ ہوتے۔ جب مانع ہوئے تو معلوم ہوا کہ نبیؐ ابوبکر صاحب کی خلافت نہیں چاہتے تھے بلکہ ان کی مخالف پارٹی بنی ہاشم کے سردار حضرت علیؑ کی خلافت کی تاکید تحریری فرمانا چاہتے تھے (وصیت کی ضرورت) تعجب ہے کہ مشکوٰۃ صفحہ ۲۵۷ باب الوصایا میں باسناد بخاری و مسلم نبیؐ سے مروی ہے ماحق امریٔ مسلم لہ شئی یوصی فیہ یبیت لیلتین الا و وصیتہ مکتوبۃ عندہ (بخاری بحاشیہ احمد علی جلد ا صفحہ ۳۸۲) یعنی مسلمان کو جائز نہیں کہ کسی شئے میں وصیت کر سکتا ہو پھر دو راتیں اس کو گذر جائیں اور وصیت اس کے پاس لکھی ہوئی موجود نہ ہو۔ اور قرآن کریم میں بتاکید وصیت کے احکام وارد ہیں۔ عام مسلمانوں کے واسطے یہ حکم مؤکد ہے تو نبیؐ کے لئے کس طرح کہا جاتا ہے کہ کوئی وصیت تحریر نہیں فرمائی اور حکم وصیت مکتوبی کا ہے۔ پھر کہتے ہیں حضرتؐ کو ضرورت ہی نہ تھی۔ حالانکہ بڑا امر دین کا انتظام تا قیامت نبیؐ کے سپرد تھا معمولی دنیاوی چیزوں کے لئے وصیت ضروری ہو اور ایسے اہم ترین امر نیابت نبوت کو جس پر شرع کا مدار ہو اسکو نبیؐ مہمل چھوڑ جائیں اور اولی المؤمنین رسول خداؐ اس حکم وصیت پر عمل نہ فرمائیں باوجودیکہ کنز العمال جلد ۸ صفحہ ۳۱۹ میں باسناد طبرانی فی الاوسط مرفوعاً مروی ہے فرمایا ترک الوصیۃ عار فی الدنیا و نار و شنار فی الآخرۃ یعنی وصیت کا نہ لکھنا دنیا میں عار ہے اور آخرت میں خواری اور آگ ہے۔ اور دیکھو حوالہ ابن خلدون کہ وصیت لکھنے سے حضرت عمر مانع ہو گئے۔ حسب روایات اہل تسنن تین وصیتیں نبیؐ نے فرمائی تھیں تیسری راوی نے عمداً و مصلحتاً بیان نہیں کی جو شیعہ کے قول کے مطابق تھی جس کی تصریح بعض دیگر روایات میں ہے دیکھو فلک صفحہ ہذا (حاشیہ صواعق آخری کلام) رسول جس وصیت سے اتمام حجت فرمایا اور امت کے عذر کو تصریحاً توڑ دیا کہ یہ مت کہیں ہم کو سنایا نہیں گیا تھا مکرر اس حدیث کو مع ترجمہ پڑھ لو اور شیعہ کے نزدیک وصیت تحریری بھی ہوئی چنانچہ آئندہ حاشیہ نتائج میں ابھی بیان ہو گا۔ اور نبیؐ نے وحی کے بغیر کچھ نہیں فرماتے اور تفسیر کبیر جلد ۳ صفحہ ۳۱۱ میں بذیل آیت انا انزلنا الیک الکتاب بالحق لتحکم بین الناس بما اراک اللہ سورہ نساء لکھا ہے قال المحققون ھذہ الآیۃ تدل علی انہ ما کان یحکم الا بالوحی والنص۔ محققین کا قول یہ ہے کہ کوئی حکم نبیؐ کا بغیر حکم خداوندی و وحی کے نہیں ہوتا تھا۔ حوالہ بخاری طبع مصر جلد ۳ صفحہ ۱۱۶ میں ہے اور (اعتراض کا جواب) اہل تسنن عدم تعمیل قرطاس کے حضرت عمر کی طرف سے اور دو جواب دیتے ہیں۔ ایک یہ صلح حدیبیہ میں جناب علیؑ نے بھی تعمیل ارشاد نبوی کلمہ محمد رسول اللہ مٹانے کی نہیں کی تھی مانا کہ ادب و اثبات (حدیث بخاری میں تعمیل حکم نبیؐ) نبوت کی رعایت سے نہ مٹایا مگر تعمیل نہ کی تو حضرت عمرؓ بیماری نبیؐ کے خیال سے کہ تکلیف نہ ہو اگر تعمیل نہ کی مضائقہ کیا ہے ہم کہتے ہیں ہر دو واقعہ میں بڑا ہی فرق ہے جو اہل بصیرت سے پوشیدہ نہیں۔ حضرت علی کے دست حق پرست سے رسالت و نبوت کے اثبات میں کارنمایاں ظہور پذیر ہو چکے تھے۔ رسالت کا لفظ مٹانا گوارا نہ کیا۔ جس پر ظاہر ہے کہ نبیؐ کو قلبی خوشی تھی اور بظاہر بھی کوئی ناراضگی کا اثر نمودار نہ ہوا بلکہ پیار سے فرمایا علیؑ تمہیں بھی ایسا واقعہ پیش آنے والا ہے معلوم ہوا یہ حکم نبیؐ کا علیؑ کو استحبابی تھا۔ برخلاف اس کے واقعہ قرطاس میں ایک آخری وصیت کا نامہ ہدایت مانع ضلالت لکھنے کے لئے نبیؐ نے حکم دیا اور حضرت عمر نے مع اپنی پارٹی کے اس کو (معاذ اللہ) بکواس کہہ دیا جس سے آپ کی سخت بے ادبی اور اہانت کی اور تا قیامت گمراہی اختلاف کا یہی سبب ہوا۔ نبیؐ نے ناراض ہو کر قوموا عنی میری مجلس سے اٹھ جاؤ کی سزا دی اور جو تنازع پیدا ہوا اس سے نبیؐ کو علاوہ عدم تعمیل حکم کے دوسری ایذا پہنچی۔ فرمایا میرے پاس جھگڑا مناسب نہیں اٹھ جاؤ پھر ازواج نبیؐ کو جو تحریر کی تائید کر رہی تھیں آپ نے حضرت عمر اور اس کی پارٹی سے اچھا فرمایا اور الذی انا فیہ سے اپنے ارادہ تحریر وصیت کو ارادۂ صاحب عدم تحریر سے بہتر فرمایا ان حالات میں حضرت علیؑ کے واقعہ اور واقعہ قرطاس میں کیا مطابقت ہو سکتی ہے۔ ادب سے ترک تعمیل کی مثال البتہ ہو سکتی ہے جو صحیح مسلم مترجم وحیدی الموسوم بہ المعلم جلد ۲ صفحہ ۵۶۱ و ۵۶۲ و مسلم مع شرح نووی جلد ۱ صفحہ ۱۷۹ میں بیان امامت نماز ابوبکر بوقت مرض النبیؐ کے اندر ہے نبیؐ جب مسجد میں تشریف لے گئے اور ابوبکر صاحب ہٹنے لگے حضرت نے فرمایا امکث یعنی جمے رہو۔ مگر ابوبکر پیچھے ہٹ آئے نووی اور وحید الزمان لکھتے ہیں یہ مخالفت نہیں بلکہ تواضع اور ادب ہے۔ دوسرا جواب یہ دیتے ہیں جو نصیحۃ الشیعہ جلد ۱ صفحہ ۱۷۶ اور آفتاب ہدایت وغیرہ میں درج ہے کہ جناب امیرؑ کو رسول خداؐ نے قتل قبطی کا حکم دیا جو واقعہ عفت ماریہ قبطیہ میں تھا اور حضرت امیرؑ نے قتل نہ کیا ایسے حضرت عمر کی عدم تعمیل قابل ملامت نہیں۔ جواب اس کا یہ ہے کہ کتاب غرر و درر و صافی قصص الملک از کتب شیعہ اور حیوٰۃ الحیوان علامہ دمیری مطبوعہ مصر جلد ۲ صفحہ ۲۸۵ میں یہ قصہ بہ تفصیل مرقوم ہے اہل تسنن اس کو قطع و برید کر کے لکھتے ہیں کہ حضرتؐ نے حکم دیا اور علیؑ نے قتل نہ کیا حالانکہ مکمل عبارت پڑھنے سے جواب صاف اسی عبارت میں موجود ہے کہ نبیؐ نے حتمی حکم نہیں دیا تھا۔ بلکہ حضرت علیؑ کو سوچ لینے اور تامل و تحقیق سے کام لینے کے بعد قتل کرنا فرمایا تھا۔ تامل کے بعد علیؑ نے قتل مناسب نہ سمجھا نبیؐ کی خدمت میں آ کر عرض کیا آپ خوش ہوئے الحمد للہ پڑھا (باقی حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

(باقی حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

الوصایا وصیت لکھ کر رکھنا ضروری

مسلمانان کو وصیت کی ضرورت

بغیر وحی کوئی حکم نہیں دیتے

اعتراض کا جواب

دوسرا جواب

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) شیعہ کی کتابوں میں جو کچھ یہ قصہ ہے بعینہ سنیوں کی کتاب کے برابر ہے ۔ ناظرین کی تسلی کے لئے میں سنیوں کی عبارات سے اس کو لکھتا ہوں ۔ اول خود نصیحۃ الشیعہ صـ۱۶۶ جلد ۲ کو ملاحظہ فرمایئے اس میں لکھا ہے کہ علیؑ نے رسولؐ سے پوچھا کہ میں آپ کے حکم کی تعمیل کروں یا ... تامل کے ساتھ تحقیق کر دوں تو رسولؐ نے فرمایا کہ تامل کے ساتھ کام کرو الخ اور حیوٰۃ الحیوان میں اس طرح ہے کہ حضرت ماریہ قبطیہ کا چچازاد بھائی حضرت ماریہ کے پاس زیادہ آمد و رفت رکھتا تھا بعض نے تہمت لگائی نبیؐ کو اطلاع ہوئی آپ نے حضرت علیؑ کو اُس شخص کے قتل کیلئے بھیجا حضرت علیؑ نے عرض کی اقتله ام ازی رائی فقال بل تری رأیك فيه فلما رأى الخصی علیا ورأى السيف فی يدہ تكشف فاذا هو مجبوب ممسوح فرجع علیؑ الی النبیؐ واخبرہ بذالك فقال ان الشاهد یری ما لا یری الغائب یعنی میں اس کو قتل کر دوں یا کچھ تحقیق کی غرض سے دیکھ بھال لوں فرمایا قتل ہی نہیں کرنا بلکہ تم سوچ سمجھ لینا جب اس شخص خصی نے علیؑ کو مع تلوار برہنہ دیکھا سمجھ گیا اور اپنا حال دکھا دیا کہ رجولیت کی کوئی چیز اس کے بدن کے ساتھ نہیں تھی حضرت علیؑ نے نبیؐ کو خبر دی حضرتؐ نے فرمایا حاضر کو غائب سے زیادہ حال معلوم ہو جاتا ہے ۔ انتہٰے اسی طرح غرر و درر کتاب شیعہ صـ۱۳۵ میں ہے اور یہ زیادہ کیا کہ نبیؐ نے الحمد للہ پڑھا اور نہ قتل کرنے پر خوش ہو گئے ۔ فرمایئے اس قصہ کو قضیہ قرطاس سے کیا مناسبت ہے ۔

(قضیہ قرطاس سے سنیوں کی گلو خلاصی ناممکن ہے)

قضیہ قرطاس سے اہل تسنن کو جب گلو خلاصی نہیں ہو سکتی تو چند طرح پر روباہ بازی و حیلہ سازی کرتے ہیں کہتے ہیں اولاً یہ کہ اھجر ھجر یھجر و غلبہ الوجع یا قد غلب علیہ الوجع[1] کا معنی ہذیان (بکواس) نہیں ۔ تو اس کو یہاں ثابت کر دیا گیا ہے کہ ان الفاظ کا معنی اس جگہ یہی ہے اور مترادف استعمال ہوئے ہیں دیکھو شرح مسلم للنووی جلد ۲ صـ۴۳ و مرقاۃ جلد ۵ صـ۴۹۹ و شرح شفا خفاجی جلد ۴ صـ۳۰۹/۳۱۱ اور حاشیہ بخاری سہارنپوری کتاب الجہاد صـ۴۲۹ قول کرمانی انہوں نے اہجر کو غلب الوجع کے مقام پر مجازاً غلبہ وجع کے معنی میں استعمال کرنا بیان کیا ہے اور جس دلیل سے اس کو صحیح سمجھا گیا ہے اسی دلیل سے اس کے عکس کو یعنی مقام اہجر پر غلب الوجع کو معنے ہجر میں استعمال کرنا ہم نے ترجمہ میں لکھا ہے جس پر معتمدین اہل تسنن کے اقوال ذیل شاہد ہیں چنانچہ باوجود اس کے کہ صحیحین میں روایت قول عمر غلبہ الوجع یا غلب علیہ الوجع کی ہے مگر علی قاری شرح حدیث مذکورہ مرقاۃ میں وثوق سے اس کو اھجر سے تعبیر کرتے ہیں پھر اس کے بعد اھجر کو غلبہ الوجع کے معنی میں استعمال کرنا مجازاً روا رکھا ہے جس سے معلوم ہوا کہ یہ الفاظ ایک دوسرے کی جگہ مجازاً مستعمل ہیں باقی علماء نے بھی اسی طرح لکھا ہے اور بعض الفاظ بعض کے مبین ہیں ۔ ثانیاً یہ کہتے ہیں کہ قائل ہذیان نبیؐ کے حضرت عمر نہیں ہیں ۔ دوسرے نو مسلم لوگ تھے تو یہ بھی ثابت ہو چکا ہے کہ اس کے قائل اوّل حضرت عمر ہی ہیں ۔ بعدہ دوسرے (منہم من یقول ما قال عمر) تھے دیکھو مجمع البحار جلد ۳ صـ۴۰۵ و نہایہ ابن اثیر لغت ہجر جلد ۴ صـ۲۵۵ لفظ اھجر والقائل کان عمر اور یہی عبارت بعینہ دیکھو مرقاۃ شرح مشکوٰۃ جلد ۵ صـ۴۹۸/۴۹۹ و شرح شفا لعلی القاری جلد ۲ صـ۳۵۲ طبع اسلامبول اور شرح شفا خفاجی جلد ۴ صـ۳۰۹ مطبوعہ مصر میں ہے وفی بعض طرقہ قال عمر ان النبی لیھجر ای یاتی بھجر من القول ایضاً الفاروق صـ۶۱ مؤلفہ شمس العلماء شبلی نعمانی اور شرح شفا خفاجی جلد ۴ صـ۳۲۷ میں ہے مر من قول عمر فی مرض موتہ صلعم لیھجر ۔ اور جار[2] صـ۳۲۷ شرح شفا مذکور میں ہے ورد فی الاحادیث الصحیحۃ من ان النبیؐ قال فی مرضہ ایتونی بدوات اکتب لکم کتابا لا تضلون بہ من بعدی فقال عمر ان الرجل لیھجر حسبنا کتاب اللہ اور دیکھو (باقی بر صفحہ آئندہ)

---

[1] علامہ شبلی نعمانی باوجود مشہور متعصب سنی ہونے الفاروق مطبوعہ خواجہ پریس دہلی جلد ۱ صـ۶۲ میں یوں رقمطراز ہیں ۔ بیماری کا ایک مشہور واقعہ قرطاس کا واقعہ ہے جس کی تفصیل یہ ہے کہ آپ نے وفات سے تین دن پہلے قلم اور دوات طلب کیا اور فرمایا کہ میں تمہارے لئے ایسی چیز لکھوں گا کہ تم آئندہ گمراہ نہ ہو گے اس پر حضرت عمر نے لوگوں کیطرف مخاطب ہو کر کہا کہ آنحضرتؐ کو درد کی شدت ہے اور ہمارے لئے قرآن کافی ہے " حاضرین میں سے بعضوں نے کہا کہ رسول اللہ بہکی باتیں کر رہے ہیں (نعوذ باللہ) روایت میں ہجر کا لفظ ہے جس کے معنی ہذیان کے ہیں ، یہ واقعہ بظاہر تعجب انگیز ہے ایک معترض کہہ سکتا ہے کہ اس سے زیادہ اور کیا گستاخی اور سرکشی ہو گی کہ جناب رسول اللہ بستر مرگ پر امت کی غمخواری اور درد کے لحاظ سے فرماتے ہیں کہ " لاؤ میں ایک ہدایت نامہ لکھدوں جو تم کو گمراہی سے محفوظ رکھے " یہ ظاہر ہے کہ گمراہی سے بچانے کیلئے جو ہدایت ہو گی وہ منصب نبوت کے لحاظ سے ہو گی اور اسلئے اسمیں سہو و خطا کا احتمال نہیں ہو سکتا باوجود اسکے حضرت عمر بے پروائی ظاہر کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ضرورت نہیں ہمکو قرآن کافی ہے " طرہ یہ کہ بعض روایتوں میں ہے کہ حضرت عمرؓ نے آنحضرتؐ کے اس ارشاد کو ہذیان سے تعبیر کیا تھا (نعوذ باللہ) الخ

[2] و در مدارج النبوۃ جلد ۲ صـ۵۵۱ نوشتہ عمر در جانب بود کہ در دو الم بر حضرت مستولی است و قرآن مجید درمیاں است و مارا بسنداست و در بعضے روایات ایں نیز آمدہ است کہ مرد در شدت مرض چیزہا می گوید کہ از دائرہ اختیار بیروں است شاید کہ ایں سخناں نیز مثل آں سخناں باشد یعنی مبادا بعضے مردم از منافقان وغیرہ را سخن پیدا شود و دیگر بند و خیال کنند کہ ہذیان میگوید چنانکہ بیماراں در سختی میگویند و جمعے دیگر نیز موافق عمر بودند و جمعے مخالف عمر تا اختلاف افتاد و آوازہا بلند شد پس آنحضرت فرمود برخیزید از پیش من کہ منازعت در رفع اصوات بحضور رسول خدا مناسب نیست اور علامہ نووی شرح مسلم جلد ۲ صـ۴۳ میں خطابی سے لکھتے ہیں یہ جائز نہیں کہ

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) سر العالمین صـ۹ مؤلفہ امام غزالیؒ الفاظ مذکورہ قال عمر ان الرجل لیھجر۔ اور دیکھو تذکرہ خواص الامۃ سبط ابن الجوزی صـ۳۶ بلفظ دعوا الرجل فانہ لیھجر۔ اتنی بڑی جماعت اراکین و اساطین علماء اہل تسنن جب تیقن سے نہ کسی لفظ مشکک سے کہتے ہیں کہ قائل الفاظ مذکورہ کے حضرت عمر ہیں تو دو صورتوں سے ایک سنیوں کو تسلیم کرنی پڑے گی یا یہ کہ علماء مذکورین معتمدین نے اگرچہ حمایت و نصرت و حفاظت جلالت حضرت عمر میں ایڑی چوٹی کا زور لگا کر بے حد پیچ و تاب کھائے اور بڑے تکلفات کئے ہیں۔ مگر انہوں نے حضرت عمر پر یہ بالکل بہتان بے اصل تھوپ دیا ہے۔ کسی روایت میں اس کا ثبوت نہیں ملتا تو اگرچہ کسی مؤمن پر بہتان باندھنا گناہ عظیم ہے لیکن افضل الناس امام المسلمین و امیر المؤمنین پر بہتان لگانے کا جرم معتبرین علماء پر ہو گا اس طرح سنی علماء سب مشکوک و غیر معتبر ہو نگے یا یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ اگرچہ بعض روایات میں مجازاً روایت بالمعنی ذکر سبب اور مراد مسبب سے بجائے الفاظ مذکورہ کے غلب علیہ الوجع استعمال کیا گیا ہے مگر مراد وہی ہذیان ہے جو شدت وجع کو لازم ہوتا ہے اور اصل کلمہ جو حضرت عمر نے کہا وہ اہجر و ہجر و یہجر ہے اور غلبہ الوجع اور یہ کلمات مجازاً ایک دوسرے کی جگہ استعمال ہو سکتے ہیں چنانچہ دوسری روایات میں اُس کی تصریح ہے اور علماء اہل تسنن کو ان روایات پر ایسا اعتماد ہے جن میں قال عمر ان الرجل لیھجر یا ان النبی علیہ السلام لیھجر یا اہجر وارد ہے) کہ بالیقین و با وثوق بہ حذف سند لکھتے ہیں والقائل کان عمر اور قال عمر ان الرجل لیھجر وغیرہ ۔ اور یہ بھی ظاہر ہے کہ اگر حضرت عمر قائل ہذیان پیغمبر کے نہیں تھے تو منہم من یقول ما قال عمر کا کیا معنیٰ ہو سکتا ہے کیونکہ جو اس وقت پیغمبر کے سامنے موجود تھے۔ دو ہی گروہ ہو گئے تھے تیسرا گروہ نہ تھا ایک حامیان کتابت اور دوسرے مانعین کتابت۔ اور مانعین ہی ہذیان نبیؐ کے قائل ہوئے جن کے سرگروہ حضرت عمر تھے اور مانعین وہی کہتے تھے جو حضرت عمر کہتے تھے تو اس سے ثابت ہوا کہ اصل قائل ہذیان نبیؐ کے حضرت عمر ہی تھے اور اگر حسب قول خفاجی گروہ مانعین قول عمر کی طرح صرف حسبنا کتاب اللہ کہتے تھے تو غلبہ الوجع یا ہجر کہنے والے صرف حضرت عمر رہ جاتے ہیں اور یا کوئی بھی ان الفاظ کا کہنے والا نہ تھا تو معلوم نہیں کہ یہ الفاظ حدیث میں کہاں سے پیدا ہو گئے اور قالوا میں کون قائلین مراد ہیں اور خود خفاجی تصریح تصحیح روایت صحیحہ سے قول عمر ان الرجل لیھجر بیان کر کے یہ تاویل کیسے کر سکتا ہے مگر جبکہ جواب صحیح سے عاجز ہیں حیرانی و سرگردانی میں کسی طرح دفع الوقتی کر کے گذر جاتے ہیں اور اگر بالفرض عمر صاحب ان الفاظ کے قائل نہیں تھے تو کیا وجہ ہے کہ قائلین موت نبیؐ پر تو تلوار لے کر آ گئے اور ان کے قتل پر آمادہ ہو گئے حالانکہ آدمؑ سے اس زمانہ تک ہر بشر کے لئے موت ایک ایسی یقینی چیز تھی جو سننے اور دیکھنے میں آ چکی تھی۔ قرآن میں خاص ہمارے نبیؐ کی موت کو صاف الفاظ میں بیان کیا جا چکا تھا۔ قائلین موت نے نبیؐ کی بے ادبی اور گستاخی نہیں کی تھی کہ واجب القتل ہوتے۔ مگر برخلاف اس کے واقعہ قرطاس میں جبکہ نبیؐ پر چند لوگ ہذیان کا بہتان لگا کر نبیؐ کے حکم کی نافرمانی کر رہے ہیں اور نبیؐ کو ایذا پہنچ رہی ہے۔ یہاں حضرت عمر نے نہ قائلین موت پر تلوار چلائی اور نہ دھمکایا بلکہ ان الفاظ پر انکار و اظہار ناراضگی سے زبان تک کو نہیں ہلایا حالانکہ شفا قاضی عیاض مع شرح خفاجی جلد ۴ صـ۳۲ میں سب نبیؐ کے بیان میں نبیؐ کو گالی دینے والے کے لئے فتوے کفر اور واجب القتل ہونے کا متفق علیہ لکھا ہے اور ہجر بمعنی ہذیان کو اسی سب میں شمار کیا ہے۔ ہاں حضرت عمر کی طرف سے یہ جواب دیا ہے کہ انہوں نے ہجر کا لفظ نبیؐ کے حق میں بولا ہے۔ مگر استفہام انکاری[۲] کے طور پر کہا ہے۔ لہٰذا اس فتویٰ کے مستحق نہیں ہو سکتے۔ ہم کہتے ہیں کہ جب آپ تسلیم کرتے ہیں کہ اہجر ماضی افعال اور ہجر دونوں کے معنی ہذیان کے ہیں۔ دیکھو صراح طبع کانپور صـ۲۲۷ و نہایہ ابن اثیر طبع مصر جلد ۴ صـ۲۵۹ و مفردات راغب اصفہانی بر حاشیہ نہایہ جلد ۴ صـ۲۵۱ و شرح شفا خفاجی جلد ۴ صـ۳۰۹ و مجمع البحار جلد ۳ صـ۴۰۵ و منتہی الارب جلد ۴ صـ۱۳۱۳ طبع لاہور لغت ہجر مگر صرف چونکہ راوی حدیث نے حرکات اعراب تحریر کر کے اس کو روایت نہیں کیا آپ صاحبان کو اتنی گنجائش مل گئی کہ کہہ دیا ہمزہ کو صیغہ ماضی سے الگ پڑھ کر استفہامیہ قرار دو اور وجہ اس کی جیسا کہ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ جلد ۵ صـ۴۹۸/۴۹۹ لعلی القاری اور نہایہ جلد ۴ صـ۲۵۵ میں یہ لکھی ہے کہ چونکہ اس کلمہ اہجر کے قائل حضرت عمر ہیں اور اُن کی شان سے (جیسی کہ ہمارے دماغوں میں جا گزیں ہے) بعید ہے کہ رسولؐ سے ایسی گستاخی کریں اور یقینی ہذیان کی نسبت رسول کی طرف کریں لہٰذا استفہام کے طور پر کہا ہو گا کہ کیا یہ بکواس کر رہا ہے یا استفہام انکاری قرار دیا جائے (مگر تعمیل حکم آخر تک نہ ہونے دینا اُس کی تردید کرتا ہے) اور اہجر کو باب افعال سے پڑھنے کی مؤید و مبین۔ باقی روایات ہجر و یہجر کی ہیں۔ صحیح مسلم کی روایت میں ہجر فلک جلد ا میں دیکھو اور لفظ ہجر سے روایت بخاری جلد ۲ صـ۱۱۱ مطبوعہ مصر میں ملاحظہ ہو اور سر العالمین و تذکرہ کی روایت میں دعوا الرجل فانہ لیہجر ملاحظہ ہو یعنی چھوڑو اس شخص کو ضرور بالیقین یہ بکواس کر رہا ہے بس جبکہ سیاق حدیث اسی مطلب پر صاف دال ہے اور الفاظ ایک دوسرے کی (باقی بر صفحہ آئندہ)

[۱] خفاجی کو اپنا لکھا صـ۳۲۷ جلد ا کا فراموش ہو گیا ورنہ یہ تاویل نہ کرتے وہاں ان تحقیق اور لام تاکید موجود ہے جہاں قول استفہام کی گنجائش نہیں رہتی ۱۲ منہ

[۲] شرح شفا جلد ا صـ۳۲۷ میں بھی ایسا ہی ہے چنانچہ اوپر منقول ہوا ۱۲ مترجم

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) تشریح کر رہے ہیں تو آپ کو کون مجبور کرتا ہے کہ ہمزہ استفہام انکاری کا قرار دیں۔ یا جہاں مذکور نہیں وہاں مقدر فرض کریں اور کوئی وجہ نہیں یہی جو آپ کے علماء سے اوپر مذکور ہوئی کہ حضرت عمر اور ان کی پارٹی جو صحابہ کلہم عدول کی جماعت ہے ان پر اعتراض نہ آئے یہ مجبوری آپ کو خود ساختہ قانون اور خود پیدا کردہ اعتقاد سے پیش آئی ورنہ خداوند عزوجل نے رسول کے پاس رہنے والوں کی دو قسمیں بیان فرمائی ہیں۔ ایک دنیا کے طالب دوسرے آخرت کے طالب کچھ مؤمنین اور کچھ منافقین آپ سب کو ایک نظر سے کیوں دیکھتے ہیں۔ اور مجبور ہوتے ہیں۔ اور اگر کسی نے استفہامی لفظ سے بھی کہا تھا اور کلمہ استفہموہ بھی الحاق ہوا ہے کہ کیا یہ بکواس کر رہے ہیں پوچھو تو اس سے خالی نہیں کہ یا اس معنی سے کہا کہ معاذ اللہ نبیؐ تو ہذیان بولتے نہیں پوچھو اور تعمیل حکم کر دیں نبیؐ کا منشا تو صاف تھا معلوم کر کے تعمیل حکم کی گئی ہوتی کیونکہ اس طرح حامی کتابت ہوتے اور سب کا اس پر اتفاق ہوتا۔ لہذا تعمیل کا ہو جانا لازمی تھا اور کوئی جھگڑا نہ ہوتا تو اس طرح دو گروہ جماعت حاضرین کے نہ ہوتے جس پر سیاق قصہ اور بے شمار الفاظ روایات کے متواتر شاہد ہیں نیز الفاظ اس حدیث میں تنازع و اختلاف کا لفظ موجود ہے جب اختلاف ہوا تو اس پر ہوا کہ ایک گروہ تعمیل حکم کا حامی کتابت چاہتا تھا اور دوسرا گروہ اس سے مانع تھا اور یہ بحث نکالتا تھا کہ یقینی طور پر نبیؐ ہذیان بک رہا ہے جس کو حرف انّ تحقیق اور لام تاکید کا ثابت کرتا ہے یا استفہام اس معنی سے فرض کیا جائیگا کہ بلحاظ بعض روایات شاید نبیؐ ہذیان بول رہا ہے پوچھو تو ممکن ہے کہ شدت مرض و درد سے کہ بکواس کر رہا ہو تو اس معنی سے بھی ہذیان کی نسبت شان سید الانبیاء کے سخت خلاف ہے جو نبیؐ کو ہر حال میں معصوم اور ما ینطق عن الھویٰ سمجھتے ہیں ان کو نبی کے کسی حکم دینے پر یہ گمان ہرگز نہیں ہو سکتا کہ کسی کسی وقت یہ بکواس بھی کر دیتا ہے۔ پوچھو ممکن ہے کہ یہ حکم اسی قسم سے ہو اور نبیؐ عالم کے زرین الفاظ ایسی چیز لکھتا ہوں کہ اس کے ذریعہ میرے بعد ابداً تم گمراہ نہ ہو گے ایسے ہیں جو ان سب توجیہات فاسدہ کی تردید کر دیتے ہیں کہ جس مطلب کے لئے بھی مبعوث ہوئے یعنی وہ ہدایت پر چلانے اور ضلالت کو مٹانے کے لئے۔ آخری رخصت کے وقت اسی کا ایک مستقل انتظام فرمانا چاہتے تھے بھلا اس میں کون سے الفاظ بیجا اور بکواس کے بے معنی تھے جن پر شبہ ہذیان کا ہوا اور استفہام کی ضرورت پیش آئی۔ بیشک رُوات حدیث چونکہ سنی علماء کے پیشوا اور حضرت عمر کے ہوا خواہ ہیں اس سے انہوں نے واقعہ کا رنگ تبدیل کرنے کی غرض سے کچھ الفاظ ایسے پیدا کئے ہیں جن سے ذرا بات نرم ہو جائے اور حضرت عمر کی عظمت مزعومہ اعتراض کی زد سے بچ جائے۔ واقعہ عظیم مشہورہ کو بالکل مخفی رکھ نہیں سکتے تھے۔ لہذا حتی المقدور بچانے کی کوشش کرتے رہے مگر کسی کی زبان سے کچھ اور کسی کی زبان سے کچھ ظاہر ہوتا رہا۔ آخر اصلی معاملہ بھی عیاں ہو کر رہا یہی وجہ ہے کہ خود علماء سنیوں کو تسلیم کرنا پڑا کہ ہجر کے قائل حضرت عمر اور اُن کی جماعت تھی صحاح کے رواۃ نے جہاں عمر کا نام لیا ہے۔ ان کی جلالت معتقدہ کو مد نظر رکھتے ہوئے عام طور پر روایت بالمعنے کے طور پر ہجر کا مترادف مجازی لفظ غلبہ الوجع استعمال کیا ہے جس کا ہم معنے ہونا کتب سنیہ سے تحریر ہو چکا ہے۔ یعنی درد و مرض سے مغلوب ہو گیا ہے اس وجہ سے لغو کلمات بک رہا ہے اور جہاں قالوا صیغہ جمع کا پردہ ڈال دیا ہے وہاں اصل لفظ ہجر کو ظاہر بیان کر دیا ہے۔ ورنہ ہجر بولنے والے وہی حضرت عمر ہیں کیونکہ اس مجمع میں بجز حضرت عمر کے کسی بولنے والے کا نام کسی روایت میں ہرگز نہیں آتا ہاں بعد میں اصل بولنے والے کی حمایت میں ایک جماعت پیدا ہو گئی جو اس کی ہم نوا تھی اور جہاں صیغہ قالوا وارد ہے ایسی روایات میں حضرت عمر کا کوئی لفظ دوسری اُن کی پارٹی سے علیحدہ مذکور نہیں جس کا مطلب ہجر سے کوئی دوسرا ہو اس سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عمر معہ پارٹی خود اس میں یک زبان تھے اور سب مانعین کتابت کلمات میں ایک دوسرے کے ترجمان تھے۔ جماعت کلہم عدول کی کمال جرأت ہے کہ فرمان ما ینطق عن الھویٰ کو رسول پر رد کرتے چلے جاتے تھے دیکھو الفاظ ذھبوا یردون علیہ۔ مانعین کا یہ ارادہ تھا کہ حکم نبیؐ کو مختلف آوازوں میں خلط ملط کر کے ہذیان کی تہمت لگا کر مشتبہ کر دیں کہ جس طرح بھی ہو منشاء رسولؐ کا پورا نہ ہو اور ایسا قول فیصل باعث ہدایت جس کے بعد ضلالت ہرگز نہ ہو لکھا نہ جائے۔ اسی کو حضرت عمر نے انجام دیا دیکھو الفاظ حدیث فلما اکثروا اللغط والاختلاف یا کثر اللغط قال رسول اللہ قوموا عنی بار بار تکرار کر کے تعمیل حکم نہ ہونے دی اور تمغہ قوموا عنی کا حاصل کر کے چلے گئے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ نبیؐ ان دو گروہ میں سے کس کی طرف تھے ظاہر ہے کہ جو تعمیل حکم کے حامی تھے اُن کو زجر یا اُن کو نکالنا عقلاً و اخلاقاً صاحب خلق عظیم کے خلاف شان ہے تو قوموا عنی کے اصل مخاطبین مانعین کتابت تھے فرمایا چلے جاؤ میں جس میں ہوں اسی امر تمہاری باتوں (یعنی ہذیان سے ہم کو متہم کرنے) سے بہتر ہوں دیکھو الفاظ فالذی انا فیہ خیر مما تدعونی الیہ اور اُس کی تشریح و تصریح دوسری روایت مندرجہ فلک سے ہوتی ہے جس کے راوی خود حضرت عمر ہیں اس میں مذکور ہے کہ ازواج النبیؐ سے جو کتابت کی حمایت کر رہی تھیں (باقی بر صفحہ آئندہ)

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) اُن کی نسبت رسول خدا عمر صاحب کو مخاطب کرکے فرماتے ہیں کہ بلاشک یہ عورتیں تم مانعین سے بہتر ہیں (اگرچہ عورتیں ناقصات العقل والدین مشہور ہیں اور بقول سنیوں کے عمر صاحب افضل الناس بعد رسول اللہ ہیں) تو معلوم ہوا کہ استفہموہ کہنے والوں کو اسی وقت رسولؐ کا منشاء معلوم ہو چکا تھا کوئی شبہ ہذیان کا باقی نہ رہا تھا مگر منع کتابت کی ضد پر بدستور اڑے رہے۔ اور منشاء رسول کو پورا نہ ہونے دیا۔ ثالثاً کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عباس راوی حدیث کم سن تھے ان کی بات قابل قبول نہیں ہے (الفاروق ص۳۰/۱ ج۱) اس ہرزہ سرائی کی تردید میں سنیوں کو کتب حدیث میں رسول خداؐ کے فرمان سے حبر الامۃ ترجمان القرآن ابن عباس صاحب کے فضائل اور اُن سے علوم حاصل کرنے کا حکم پڑھنے کی ہم التماس کرتے ہیں اصابہ فی تمیز الصحابہ اور اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ اور استیعاب فی معرفۃ الاصحاب میں حال ابن عباسؓ دیکھنے کی طرف اشارہ کرتے ہیں اس کے بعد موصوف کی عمر کا سوال باقی رہے گا اور نہ ان کے معتمد و معتبر ہونے میں شبہ ہوگا (الفاروق مطبوعہ خواجہ پریس دہلی ج ۲ ص۹ میں شبلی صاحب علم اسرار الدین کے ماہرین سے عبداللہ بن عباس کو لکھتے ہیں اور لکھا کہ عبداللہ بن عباس کی عمر آنحضرت کی وفات کے وقت ۱۳ برس کی تھی۔ اور ص۱۱ میں لکھتے ہیں حضرت عبداللہ بن عباس جو صحابہ میں دریائے علم کہلاتے تھے الخ) نیز احادیث مرویہ ابن عباس سے بالاجماع اہل سنن کے استدلالات موصوف کے معتمد ہونے کے لئے کافی ثبوت ہیں لیکن جبکہ وہ متفق علیہ معتمد و مسلم ہیں تو اس کی تفصیل اس مختصر میں تحریر کرنے کو ہم طول فضول سے تعبیر کرتے ہوئے وقت ضائع کرنا نہیں چاہتے۔ رابعاً یہ کہ علامہ شبلی نعمانی صاحب کہتے ہیں صرف ابن عباس ہی اس واقعہ کے راوی ہیں لیکن اتنے بڑے واقعہ کو جماعت صحابہ سے کسی نے اس کی نسبت ایک حرف بھی روایت نہیں کیا تو کس طرح اس واقعہ کو صحیح تسلیم کیا جائے اس وہم کی تردید بھی ہم نے اس کتاب میں اس طرح کر دی ہے کہ واقعہ قرطاس کو روایت ابن عباسؓ کے علاوہ خود حضرت عمر کی زبانی اور جابر بن عبداللہ الانصاری کی روایت سے بھی ثابت کر دیا ہے اور ان تین گواہوں کے علاوہ حضرت ابوبکر کے بیٹے عبدالرحمٰن اور بیٹی حضرت عائشہ نے بھی اصل واقعہ کو ثابت کیا ہے اگرچہ مؤخر الذکر ہر دو نے اپنے باپ کے لئے تحریر خلافت کا پیوند لگا دیا ہے جس کا بطلان اس سے ثابت ہے کہ اگر یہی مطلب ہوتا تو پھر حضرت عمر یا اولاد ابوبکر صاحب اور کیا چاہتے تھے فوراً تعمیل حکم ہو جاتی مگر روکاٹ کی جو تدبیریں حضرت عمر عمل میں لائے اور علماء کو اس کا اعتراف ہے بتواتر ثابت ہیں لہٰذا ثابت ہوا کہ حضرت ابوبکر صاحب کے لئے تحریر خلافت کا جوڑ من گھڑت لگایا گیا ہے بہر حال اتنا تو مؤخر الذکر بھی تسلیم کرتے ہیں کہ نبیؐ نے لکھنے کا سامان طلب کیا اور فرمایا ایسی چیز لکھنا چاہتا ہوں جس کے بعد تم ہرگز گمراہ نہ ہو گے تو باقی تائیدی شہادت علماء سنیوں کے علاوہ چشم دیدہ شہادت کے بھی پانچ گواہ ہم نے پیش کر دئے ہیں۔ خامساً حضرت عمر کو بچانے کا یہ بہانہ تلاش ہوتا ہے جو علامہ نووی شرح مسلم جلد ۲ ص۴۳ میں خطابی سے اور عینی شرح بخاری ج ص۹۱ میں نقل کرتے ہیں کہ اکثر علماء کے نزدیک نبی صلعم عوارض بشریہ (ہذیان) نبیؐ سے مرض میں صادر ہوں (باقی بر صفحہ آئندہ)

لہ رسالہ فخر الحسن مؤلفہ محمد فخر الدین نظامی دہلوی میں کتاب جامع الاصول ابن اثیر اور اتمام الدرایہ سیوطی اور فتح الباری شرح بخاری ابن حجر باب متی یصح سماع الصغیر سے ثابت کیا گیا ہے کہ لڑکا جب باتمیز اور بافہم ہو اُس کی روایت اور سماع صحیح ہے، اسی طرح اصابہ ابن حجر مقدمہ کتاب جلد ا ص۔ میں بھی ہے اور استیعاب بر حاشیہ اصابہ جلد ۲ ص۳۵۱ میں باسناد ابن عباس سے مروی ہے کہ وفات رسولؐ کے وقت میری عمر پندرہ سال کی تھی اگرچہ بعض روایات میں تیرہ سال بھی بیان ہوئی ہے اور خود معترض علامہ شبلی صاحب اپنی کتاب سیرۃ النبیؐ مطبوعہ انظم گڈھ بار سوئم ج ص۵۲ میں اس طرح لکھتے ہیں روایت کرنے کے لئے کسی عمر کی قید ہے یا نہیں اکثر محدثین کا مذہب ہے کہ پانچ برس کا لڑکا حدیث کی روایت کرسکتا ہے یا مثلاً اگر کسی صحابی نے پانچ برس کی عمر میں آنحضرتؐ کے کسی قول یا فعل کی روایت کی تو قابل اعتبار ہوگی۔ محدثین کا اس پر استدلال ہے کہ محمود بن ربیع ایک صحابی تھے آنحضرتؐ کے وفات پانے کے وقت وہ پانچ برس کے بچے تھے آنحضرتؐ سے واقعہ بیان کیا اور سب نے روایت قبول کی۔ اس سے ثابت ہوا کہ پانچ برس کی عمر کی روایت قبول ہوسکتی ہے (یہ پوری بحث فتح المغیث ص۱۶۶ تا ص۱۶۸ میں ہے اور سیرت النبیؐ ص۵۶ میں فتح المغیث ص۱۲۱ سے منقول ہے بلکہ محدثین بچہ کے حق میں کہتے ہیں بچہ ان کے نزدیک جب سننے اور مجلس میں شریک ہونے کے قابل ہو گیا تو اس کی روایت کو جائز سمجھتے ہیں۔ کشف الظنون فی اسامی الکتب والفنون مطبوعہ مصر ج ا ص۲۹۸ میں ہے بالطائف فہو ترجمان القرآن ورئیس المفسرین دعالہ النبیؐ اللہم فقہہ فی الدین وعلمہ التاویل وقد روی عنہ حالا یحصی کثرۃ (واما ابن عباس المتوفی سنہ ۶۸) انتہیٰ ۱۲ مترجم۔ لہ ابن عباس خود واقعہ قرطاس کے وقت حجرہ میں موجود تھے یہ نہیں کہا کہ میں نے کسی سے سُنا ہے کہ م

ہم سے منزہ نہیں تھے جیسا کہ نماز میں بھول گئے تو اس سے انکار نہیں ہوسکتا کہ بعض عوارض

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) اسی واسطے حضرت عمر نے نبیؐ سے اس واقعہ میں تکرار کیا انتہیٰ - اور نووی صـ۲۱ میں لکھتے ہیں کہ نبیؐ عوارض بشریہ و مرض سے معصوم نہیں تھے جیسا کہ ان پر سحر کا اثر بھی ہو گیا تھا۔ غور فرمایئے حضرت عمر کو بچانے کے لئے نبیؐ پر الزامات روا رکھے جاتے ہیں) اور جب ہجر کا معنی معتبرین سنیوں نے ہذیان تسلیم کر لیا ہے اور جواب میں تکلفات مذکورہ پیش کر دیئے ہیں تو معلوم ہوا کہ جو بعض کم علم ہجر کا معنی اس جگہ جدائی لیتے ہیں اس طرح کہ کیا یہ جدا ہو گیا یا فوت ہو گیا اس سے پوچھو تو سہی غلط محض ثابت ہوا اور اس کا معنی لغو ہونا اس سے بھی ظاہر ہے کہ ایسے کلام پُر مغز کو جو نبیؐ نے فرمایا سُن کر میت کا صاحب دار دفادار کون ایسا ہوتا ہے جو اس کی وصیت کو لغو ثابت کرنے کے لئے جواب میں کہہ دے کہ کیا یہ جدا ہو رہا ہے یا مر رہا ہے اس سے پوچھو تو سہی - مرنے والے سے کبھی کسی نے پوچھا کہ تو مر چکا ہے یا نہیں یا تم بتاؤ کہ بکواس کر رہے ہو یا نہیں یا جدا ہو گیا ہے اور مر گیا ہے اس کی بات کی کیا پرواہ ہے انصاف سے پڑھیئے - ایک اور عذر منع کتابت کا پیش کیا جاتا ہے - چنانچہ نووی شرح مسلم جلد ۲ صـ۲۱ میں لکھتے ہیں علماء متکلمین کا اس پر اتفاق ہے کہ یہ دلائل فقہ عمر اور اُس کے فضائل سے ہیں اور اُن کی باریک بینی ہے کیونکہ وہ اس سے ڈر گئے کہ نبیؐ ایسا حکم دیں گے جس کی تعمیل مشکل ہوگی الخ یہ توجیہ ایسی ہے جس کے ساتھ سب احکام شرعیت سے دست برداری ہو جاتی ہے کیونکہ حضرت عمر نے باقی احکام میں امت پر کیوں ایسا رحم و کرم نہ فرمایا کہ جہاد میں سر کٹوانے سے ہر بشر جی چراتا ہے اور اس حکم کی تعمیل حکم قرطاس سے کہیں مشکل ترین تھی روک دیتے شب خیزی کی بڑی تکلیف ہوتی ہے تہجد کے حکم سے روکتے مال عزیز چیز ہے خدا کے لئے خرچ کرنا دشوار ہے - زکوٰۃ صدقات کا حکم نہ ہوتا شریعت کی تابعداری سب مشکل ہے مطلقاً بند ہوتی - گنجائش قیاس کی رہتی اور کوئی حکم صاف نہ ہوتا گویا صاف اور مفصل حکم شریعت کی اشاعت جس سے قطعاً گمراہی نہ ہوتی حضرت عمر کو پسند نہ تھی بلکہ برعکس اس کے گمراہی کی اشاعت جو اس کے مفہوم مخالف کا لازمی نتیجہ ہے اُن کو پسند تھی - ناظرین عمر صاحب کو بچانے کے لئے ذرا سنیوں کی کروٹیں بدلنے کا اندازہ لگائیں سچ ہے کسی کی محبت اس کے معائب دیکھنے اور سننے سے اندھا اور بہرہ کر دیتی ہے - ان سب توجیہات کے بعد اُن کے فاسد اور غیر مفید ہونے کا خود اہل تسنن کے علماء کو اعتراف ہے چنانچہ عینی وغیرہ لکھتے ہیں کہ ہمارے علماء نے اس مقام پر بہت تقریریں کی ہیں جو اکثر کچھ نفع دینے والی نہیں ہیں البتہ یہی کہنا مناسب ہے کہ ان کلمات کو نبیؐ کے حق میں کہنے والے تھوڑے زمانے سے مسلمان ہوئے تھے جن کو شان نبوت معلوم نہیں تھی اور وہ نہ سمجھے کہ نبیؐ کے حق میں ایسے کلمات استعمال کرنا جائز نہیں ہیں دیکھو فلک جلد ا صـ۳۲۶ یہ تو عجز کا اعتراف کرتے ہوئے آخری حجت مزعومہ پیش کر دی مگر یہ نہ سوچا کہ ان لوگوں نے تو وہی کہا جو حضرت عمر کہتے تھے - دیکھو الفاظ حدیث دربارہ گروہ مانعین کتابت منقول از مشکوٰۃ و منہم من یقول ما قال عمر پس حضرت عمر کے حق میں کیا کہیں گے ناظرین انصاف سے کام لیں - قضیہ قرطاس کے جواب میں جس قدر توجیہات اجوبہ سنی علماء نے پیش کی ہیں سب کو خود انہی کے ہم مشرب رد کرتے چلے آئے ہیں چنانچہ عینی کی عبارت سے ظاہر ہے اور نمونہ کے طور پر علامہ سندی حنفی محشی بخاری کی عبارت کا ترجمہ ہدیہ ناظرین کیا جاتا ہے یہ علامہ ایسا معتمد ہے کہ اس کی کتاب مناسک حج کی شرح ملا علی قاری حنفی نے لکھی ہے اور احکام حج میں حنفیوں کا اسی پر دار و مدار ہے - علامہ موصوف حاشیہ بخاری مطبوعہ مصر جلد ا صـ $\frac{۲۲}{۲۳}$ حدیث قرطاس پر لکھتے ہیں - کہا گیا ہے کہ نبیؐ نے اپنے اصحاب کا امتحان لینے کو یہ حکم دیا اور حضرت عمر کو خدا نے مقصود نبیؐ پر ہدایت کر دی تو انہوں نے قرطاس لانے سے منع کر دیا یہ بات ابن عباس سے مخفی رہی اس کو موافقات عمر میں شمار کرنا چاہیئے لیکن ہم کہتے ہیں کہ قول نبیؐ لا تضلوا بعدہ اس جواب کو رد کرتا ہے کیونکہ وہ امر کا جواب ثانی ہے معنے یہ ہوا کہ بعد اس کے کہ تم کاغذ دوات لاؤ اور میں لکھ دوں تو تم ہرگز گمراہ نہ ہو گے اور مخفی نہیں کہ ایسے مقام پر جہاں قرطاس کا نہ لانا اولیٰ و انسب تھا اور نبیؐ ایسے الفاظ سے خبر دیں جو حدیث میں ہیں بظاہر جھوٹ کی قسم سے ہے جس سے نبیؐ کا کلام منزہ ہے پس چاہیئے کہ کوئی اور عذر پیش کیا جائے اور عذر جو علماء نے پیش کیا ہے اُس کا محصل یہ ہے کہ یہ امر عزیمۃ اور وجوب کا نہ تھا جس کے لئے مراجعت کرنا گناہ ہو بلکہ امر مشورہ کے طور پر تھا ایسے امور میں اور صحابہ خصوصاً حضرت عمر مراجعت کرتے تھے - اور رائے عمر صائب ہوتی تھی اور عمر صاحب نے غلب علیہ الوجع سے نبیؐ پر غلطی کا گمان نہیں کیا بلکہ نبیؐ کو جو املا کتابت کی مرض کے سبب سے تکلیف و مشقت ہوتی (باقی بر صفحہ آئندہ)

اور توجیہ کا جواب

تحقیق محشی بخاری حدیث قرطاس پر

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) اس سے نبیؐ کو بچانے کے لئے شفقتہً کہا ہے اور اس سے بھی حضرت عمر ڈر گئے کہ نبیؐ ایسے امور کا حکم دیں جن کو لوگ بجانہ لاسکیں پھر اس پر مستحق عذاب[1] کے ہو جائیں کیونکہ تحریری نص صریح کی مخالفت ہوگی اور اجتہاد[2] کی اس میں گنجائش نہ رہے گی اس سے بھی عمر صاحب ڈر گئے۔ کہ چونکہ حالت مرض کا لکھا ہوا ہوگا منافقین کو اعتراض کرنے کا موقعہ مل جائیگا کہ ایسی حالت میں یہ سب صحیح کس طرح ہو سکتا ہے اور فتنہ پیدا ہو گا اس واسطے حسبنا کتاب اللہ کہا کیونکہ قرآن میں ما فرطنا فی الکتاب من شئی اور الیوم اکملت لکم دینکم وارد ہے پس معلوم ہوا کہ اللہ نے دین کو مکمل کر دیا اور گمراہی سے امن حاصل ہو گیا ان توجیہات پر یہ اعتراض ہے کہ قول نبیؐ لاتضلوا اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ امر وجوبی ہے کیونکہ جو چیز ضلالت سے امن کا موجب ہو لوگوں پر واجب ہے اور جس نے کہا ہے کہ اگر واجب ہوتا تو نبیؐ اختلاف کے سبب سے ترک نہ کرتے جیسا کہ کسی کی مخالفت کے سبب سے تبلیغ کو ترک نہیں کیا تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرتؐ پر اس کی کتابت واجب نہ تھی یہ قول اس وجہ سے مردود ہے کہ اگر نبیؐ پر بالفرض واجب نہ بھی تھا تو یہ اس کے منافی نہیں تھا کہ لوگوں پر بھی تعمیل حکم واجب نہ ہو جبکہ نبیؐ نے اُن کو امر فرمایا۔ اور دائمی ہدایت اور گمراہی سے بچنے کا فائدہ بھی ظاہر فرما دیا ہو اور یہ بھی ظاہر ہے کہ اصل امر میں وجوب مامور پر ثابت ہے نہ کہ امر کرنیوالے پر خصوصاً جبکہ فائدہ بھی مامورین کے لئے ہو جیسا کہ مذکور ہوا اور محل بحث وجوب تعمیل حکم مامورین کا ہے نہ وجوب آمر کا اس کے علاوہ بحقیق ممکن ہے کہ نبیؐ پر کتابت واجب ہو مگر جب لوگوں نے نافرمانی کی تو اس وقت یہ وجوب ساقط ہو گیا ہو جیسا کہ تعین لیلۃ القدر کا علم نبی کے قلب سے بسبب تنازع صحابہ کے اٹھا لیا گیا پس ممکن ہے کہ اس کا وجوب بھی اسی طرح مرفوع ہوا ہو پھر یہ یاد رکھنے کے قابل ہے کہ اصل مطلوب اس امر کی تحقیق کرنا ہے کہ باوجود قول نبیؐ لاتضلوا کے یہ امر وجوب کے لئے کیسے نہ ہو پس یہ معارضہ مذکورہ اس تحقیق کے لئے کوئی نفع اور فائدہ نہیں دیتا اور یہ گمان کہ حضرت عمر اس سے ڈر گئے کہ نبیؐ پاک ایسے حکم نہ لکھیں جو لوگوں کے لئے موجب عذاب ہوں گے یا منافقین کو اعتراض کا موقعہ ملیگا جس پر فتنہ کا خوف ہے قول نبیؐ لاتضلوا کی موجودگی پر تصور میں نہیں آسکتا کیونکہ اس کتاب کو جبکہ گمراہی امن اور دائمی ہدایت کا سبب بیان کیا گیا ہے تو کیسے وہم میں آسکتا ہے کہ وہی کتاب عذاب وفتنہ کا سبب ہو سکے ایسا ظن نبیؐ کی خبر کو جھٹلاتا ہے اور جو تفسیر حسبنا کتاب اللہ میں بیان کیا گیا ہے یہ دائمی ہدایت اور گمراہی سے امن کو مفید نہیں جس پر اعتماد کرکے نبیؐ کو تحریر مطلوبہ کی ضرورت نہ رہتی کیسے اس طرح اس کو مفید سمجھا جائے حالانکہ اگر اس طرح ہوتا تو اس کے بعد گمراہی واقع نہ ہوتی مگر اس کے امت میں گمراہی اور تفرقہ ایسا واقع ہوا ہے جس کے رفع ہونے کی کبھی امید نہیں ہو سکتی اور ممکن ہے کہ مراد نبیؐ کی احکام منصوصہ قرآن کے علاوہ ایسی چیز تحریر کرنے کی ہو جس کی برکت سے لوگ گمراہی سے بچ جاتے اور بالفرض اگر بعض احکام کی کتابت بھی منظور رہتی تو ہو سکتا ہے کہ نص ان کی تشریح وتوضیح پر گمراہی سے امن کا باعث ہوتی پس قرآن پر اکتفا کرکے نص تشریحی کی سعی کو ترک کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہو سکتی بلکہ اگر اس نص کا فقط یہی فائدہ ہوتا تاکہ گمراہی سے امن ہو جاتا تو یہ بہت بڑا مطلوب تھا نیز کتاب اللہ کو ہر شئے کا جامع ہونے کی وجہ سے اس پر اعتماد کرکے کتابت قرطاس کو ترک کرنا اس وجہ سے بھی صحیح نہیں کہ باوجود کتاب کے جامع ہونے کے سنت کی طرف لوگوں کو سخت سے سخت[3] احتیاج ہے کیونکہ کتاب اگرچہ جامع ہے لیکن اس سے مسائل نکالنے پر ہر ایک قادر نہیں ہو سکتا۔ اس واسطے خداوند کریم نے (باقی برصفحہ آئندہ)

---

[1] قولہ عذاب کے الخ چونکہ بفرمان پیغمبر اہل بیت رسولؐ کے مثل رسولؐ اہل زمین کیلئے باعث امان ہیں شاید فوری عذاب سے بچ جاتے جیسا کہ اور امور میں نبیؐ کی مخالفت حضرتؐ کے سامنے کرتے رہے اور عذاب سے بچ گئے اور ویسے بھی حضرت عمر کو عذاب کا خوف شاید نہ ہو مگر یہ خوف ضرور تھا کہ جو سلطنت انہیں ملی اس کا اتنی آسانی سے ملنا نص تحریری کے بعد ناممکن ہو جاتا ۱۲ منہ [2] قولہ اجتہاد کہ الخ اس طرح جیسا کہ حدیث غدیر میں معنی مولا میں اختلاف وتنازع پیدا کرنے کا موقعہ ملا یا حدیث ثقلین کے مقابلہ میں بجائے عترتی لفظ سنتی کی روایت بنا لینے کا وقت مل گیا یا الحق مع علیؑ کے مقابلہ میں الحق ینطق علی لسان عمر یا ان اللہ جعل الحق علی لسان عمر تیار کرنے کی گنجائش مل گئی اور حق کو مشتبہ کرکے فائدہ اٹھایا گیا تحریری نام کے مقابلہ میں فی الواقع ایسے اجتہادات کی گنجائش مشکل سے ملتی ۱۲ منہ [3] دیکھو صلوٰۃ وزکوٰۃ وحج قرآن میں مذکور ہیں دین بھی مکمل ہو چکا ہے مگر بغیر تشریح وبیان مبین ومفسر کے کام نہیں چلتا نہ کیفیت نماز کی خبر ہے نہ نصاب زکوٰۃ کا علم نہ ارکان حج کے تقدم وتاخر وصورت ادائیگی کی معرفت علیٰ ہذا القیاس جملہ احکام شرعیہ نبیؐ کے ذریعہ ہمارے لئے مکمل آچکے مگر تفصیل وتشریح ہر بشر کے علم میں بغیر بیان نبیؐ کے محال ہے اسی واسطے رسولؐ نے تمسک ثقلین کی وصیت فرمائی۔ صرف قرآن ہدایت احکام کے لئے کافی ہوتا تو اہل بیت کے لازم وملزوم قرار دینے کی ضرورت نہ

(بقیہ صفحہ گذشتہ) باوجود کتاب جامع ہونے کے اس کا بیان نبیؐ کے سپرد فرمایا لتبین للناس ما نزل الیہم اور اس میں شک نہیں کہ نبیؐ جو کچھ کتاب اللہ سے استخراج کر کے سمجھائیں وہ نہایت صحیح اور طریق صواب پر ہوگا۔ پس ارشاد رسول سے انفس کی احتیاج ہونے کے لئے کافی ہے خصوصاً جبکہ نبیؐ اس پر امت کو گمراہی سے بے خوف ہونے کا وعدہ فرمائیں تو اُس کے مقابلہ میں ہم میں سے کوئی اس وجہ پر جو اوپر مذکور ہوئی حسبنا کتاب اللہ کہہ دے کیا معنی رکھتا ہے۔ انتہیٰ۔ حاشیہ علامہ سندی کا لفظ بلفظ ترجمہ لکھا گیا ہے۔ ناظرین غور سے پڑھیں ان توجیہات کے بعد محشی مذکور اپنی طرف سے ایک جواب پیش کرتا ہے کہ میرے نزدیک اس طرح خلاصی مل سکتی ہے کہ حضرت عمر نے قول نبیؐ لاتضلوا بعدہٗ کا معنے یہ سمجھا کہ تم سب لوگ گمراہی پر جمع نہ ہو گے نہ یہ کہ کوئی بھی تم سے گمراہ نہ ہوگا کیونکہ بعض کا گمراہ ہونا نبیؐ کی حدیث انہ ستفترق الامۃ وستحدث الفتن سے بھی ظاہر تھا اور حدیث لاتجتمع امتی علی الضلالۃ سے معلوم ہو چکا تھا کہ ساری امت گمراہ نہ ہو گی تو یہ فائدہ کہ بعض ہدایت پر رہیں بغیر کتابت قرطاس کے بھی موجود تھا اس لئے حضرت عمر نے اس احتیاطی کتابت کی ضرورت نہ سمجھی الخ ہم کہتے ہیں کہ محشی صاحب نے محبت حضرت عمر کا حق تو ادا کر دیا مگر یہ نہ سمجھا کہ صاحب وحی مبین شریعت اس کتابت کی ضرورت اور نتیجہ اور فائدہ سے بہ نسبت حضرت عمر کے زیادہ واقف تھے۔ اور ممکن ہے کہ نبیؐ نے تفرقہ امت کی اس بناپر پہلے فرمادی ہو کہ اُن کو خدائے علام الغیوب نے جتلا دیا ہوگا کہ تو ضلالت سے امن کا انتظام کرے گا لیکن یہ لوگ نافرمانی کریں گے اور گمراہ ہو کر بہتر فرقہ تک اختلاف کو پہنچائیں گے۔ آخر وقت نبیؐ نے اتمام حجت کے طور پر یہ حکم دیا جس پر سابقہ پیشین گوئی صحیح نکلی جیسا کہ اللہ کو معلوم تھا کہ فرعون ایمان نہ لائیگا مگر حضرت موسیٰ و ہارون سے فرمایا اذھبا الی فرعون تاکہ فرمایا لعلہ یتذکر و یخشیٰ) تو اس طرح کتابت کے حکم کو غیر واجب نہیں کہا جاسکتا اور حضرت عمر ہانی اختلاف کے ایسا سمجھنے سے ما ینطق عن الھویٰ کے حکم کو بے علت اور لغو نہیں سمجھا جاسکتا جس کی تعمیل واجب نہ ہو یا اس کی نافرمانی سے گناہ لازم نہ آئے مگر فی الحقیقت عمر صاحب کو کوئی غلط فہمی نہیں ہوئی بلکہ جو کیا عمداً اپنی غرض کو پورا کرنے کے لئے کیا اور جو کہا جاتا ہے کہ مانعین کے خلاف جناب علیؑ نے کیوں قرطاس پیش کر کے اُس وقت تحریر نہ کرالیا اس کا جواب فلک میں لکھا جا چکا ہے وہاں ملاحظہ ہو ۱۲ مترجم۔

ثم اخذ بید علیؑ فرفعہا فقال ھذا علیؑ مع القرآن و القرآن مع علیؑ لایفترقان حتےٰ یردا علے الحوض فاسئلوھما ما خلفت فیہما۔ اخرجہ ابن ابی شیبۃ وفیہ وفی روایۃ عند الطبرانی عن ابن عمر آخر ما تکلم بہ النبی صلعم اخلفونی فی اھل بیتی واخرج ابن سعد والملا فی سیرتہ انہ صلعم قال استوصوا باھل بیتی خیرا فانی اخاصمکم غدا۔ ومن اکن خصمہ اخصمہ ومن اخصمہ دخل النار وانہ قالؐ من حفظنی فی اھل بیتی فقد اتخذ عند اللہ عھدا۔ وفی مصباح الظلم عن احمد بن ابی طاھر فی تاریخ بغداد عن ابن عباس عن عمر ان النبیؐ فی حال مرض موتہ یرید التصریح اسم علیؑ لکنی منعتہ

پھر حضرت علیؑ کا ہاتھ پکڑ کر اٹھایا اور فرمایا۔ یہ علیؑ قرآن کے ساتھ اور قرآن علیؑ کے ساتھ رہے گا۔ ہر دو آپس میں جدا نہ ہوں گے تا اینکہ دونوں میرے پاس حوض پر وارد ہوں گے۔ پس انہی ہر دو سے سوال کرتے رہو جو کچھ کہ ان کے اندر میں چھوڑ چلا ہوں اس کو ابن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے اور اسی کے صفحہ ۹ میں کہا ہے ابن عمر سے طبرانی میں روایت ہے کہ آخری کلام نبیؐ کا یہی تھا کہ میرے پیچھے میرے اہل بیت کا خیال کیجیو۔ اور ابن سعد اور ملا نے سیرت میں روایت کیا کہ نبیؐ نے فرمایا ہے۔ میرے اہل بیت کے حق میں ایک دوسرے کو اچھی وصیت کرتے رہنا پس میں کل قیامت کو اپنے اہل بیت کی طرف سے تمہارے ساتھ جھگڑا کروں گا اور جس سے میرا جھگڑا ہوگا اور جو میرا خصم ہوگا وہ دوزخ میں جلے گا اور جس نے میری وصیت کو میرے اہل بیت کے حق میں محفوظ رکھا اُس نے اپنی نجات کا خدا سے عہد کر لیا ہے۔ اور کتاب مصباح الظلم ص۶ میں۔ احمد بن ابی طاہر سے ہے اُس نے تاریخ بغداد میں ابن عباس سے حضرت عمر کا قول نقل کیا ہے کہ اُسنے کہا تحقیق نبیؐ اپنی مرض الموت میں حضرت علیؑ کا نام بصراحت وضاحت تحریر کرنا چاہتے تھے مگر میں نے اُس کی روک ٹوک کر لی۔

حضرت علیؑ کی امامت پر اشارۃ النص اور آخری کلام نبیؐ

نتائج حدیث القرطاس۔ اقول ان حدیث القرطاس یتضمن اموراً منھا قول عمر ھجر وھو عند الاکثر ثابت کما نقلہ الشیخ الدھلوی عند نقل مکتوبات المجدد الالف الثانی للشیخ احمد الفاروقی ان رجلاً سئل الشیخ مالفظہ۔ سؤال حضرت عمر در آں وقت گفت اھجر الرجل مراد ازاں چہ باشد۔ جواب فاروق شاید دراں وقت فہمیدہ باشد کہ ایں کلام ازیشاں بواسطہ وجع بے اختیار و بے قصد واقع شدہ است۔ انتہیٰ۔ ویؤید قول عمر قد غلبہ الوجع ومعناہ ھھنا ومعنے الھجر الھذیان کما ترجم شمس العلماء نذیر احمد الدھلوی قولہ تعالیٰ ھذا القرآن مھجوراً بکواس وفی بحر الجواھر ھجر پریشان گفتن بیمار وکذا فی الصراح وغیرہ ومما یؤیدہ ایضاً قول عمر حسبنا کتاب اللّٰہ وما جاء فی بعض الروایات قالوا ھجر بصیغۃ الجمع[۵۲] فالمراد منہ عمر واتباعہ من الصحابۃ والمغالطۃ او المخالطۃ من الراوی۔ ومنھا ھذا القول ای حسبنا کتاب اللّٰہ لیس بمحلہ لانہ سبحانہ وتعالیٰ قال و اطیعوا الرسول واطلق اطاعۃ الرسول ولم یقیدہ بحال من الصحۃ ونحوھا۔ وقال من یطع الرسول فقد اطاع اللّٰہ فان کان اطاعۃ الرسول واتباعہ مطلقاً للبعض آیات فی بعض الاوقات لم یکن الطاعۃ اللّٰہ ولم یکن وحی یوحیٰ ولم یکن حسنۃ اسوۃ ولانہ یرد علیہ ان النبی لم یکن عالماً بان الکتاب الالٰھی حسب ھم مع انہ نزل علیہ والآیۃ من بعد وفاتہ السنۃ السادسۃ من النبوۃ وکان شاغلاً بصنعۃ الاسواق حد ان عالماً دیکار فالشان الکتاب العزیز موالاۃ واذ ما اضہ

نتائج حدیث قرطاس۔ (اقول مؤلف) میں کہتا ہوں حدیث قرطاس کی چند امور کو متضمن ہے منجملہ اُن کے امیر عمر کا قول ھجر ہے۔ یعنی بیہودہ بولا ہے۔ یعنے بیہودہ بولا ہے جو اُس نے نبیؐ کے حق میں استعمال کیا اور وہ اکثر کے نزدیک اسی طرح ثابت ہے۔ جیسا کہ اس کو شیخ عبدالحق دہلوی نے مکتوبات مجدد الف ثانی شیخ احمدؒ فاروقی میں نقل کیا ہے کہ ایک آدمی نے شیخ سے سوال کیا عبارت اُس کی یہ ہے۔ سوال۔ حضرت عمر اُس وقت میں اھجر الرجل کہا ہے تو اس سے مراد کیا ہے جواب۔ عمر فاروق نے شاید اُس وقت سمجھا ہوگا کہ یہ کلام رسولؐ سے درد کی شدت سے بے اختیار اور بے ارادہ واقع ہو گئی ہے۔ انتہیٰ۔ اور حضرت عمر کا قول اس کی تائید کرتا ہے جو کہتا ہے نبی علیہ السلام پر درد غالب ہو گیا ہے اور معنے اُس کا اور الھجر کا ہذیان ہے۔ جیسا کہ شمس العلماء مولوی نذیر احمد دہلوی نے ترجمہ بامحاورہ اُردو قول الٰہی میں کہ اس قرآن کو امت نے مہجور بنایا۔ اس طرح لکھا ہے کہ انہوں نے قرآن کو بکواس سمجھا اور بحر الجواہر میں ھجر پریشان اور بیہودہ کہنا بیمار کا۔ اور اسی طرح صراح وغیرہ میں ہے جو گذرا ہے اور نیز اس کا مؤید قول حسبنا کتاب اللہ ہے۔ یعنی یہ فضول کہتا ہے۔ جب ہمارے پاس کتاب خدا ہے پھر اور کسی تحریر کی کیا ضرورت ہے؟ اور جو بعض روایات میں آیا ہے کہ انہوں نے بصیغہ جمع سے کہا۔ بیہودہ کلام کہہ رہا ہے پس اس سے مراد یہ ہے کہ صحابہ سے امیر عمر اور اُس کے پیرو یعنے عمر کی پارٹی نے کہا۔ (چنانچہ بخاری کی عبارت سے گذرا ہے کہ ایک جماعت حکم کی تعمیل کرنا چاہتی تھی اور دوسری جماعت وہ بات کہتی تھی جو امیر عمر کہتا تھا معلوم ہوا یہ پارٹی یکزبان تھی) اور روایت میں حضرت عمر کے فعل پہ پردہ ڈالنے کے لئے کسی جگہ ھجر کی بجائے غلبہ الوجع اور کسی جگہ قالوا جمع کا صیغہ بیان کرنا راویوں کی کارستانی ہے۔ انہوں نے مغالطہ دینے کے لئے خلط ملط کرکے کلام کو نقل کیا ہے۔ اور منجملہ ان امور کے حضرت عمرؓ کا حسبنا کتاب اللہ کہنا بے محل تھا کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ رسولؐ کی اطاعت کرو۔ پس رسولؐ کی اطاعت کا مطلق حکم ہے کوئی قید حالت صحت یا مرض وغیرہ کی نہیں لگائی گئی۔ اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جو فرمانبرداری رسولؐ کی کریگا اُسنے خدا کی فرمانبرداری کرلی۔ پس اگر رسولؐ کی اطاعت اور متابعت میں بعض اوقات شائبہ ہذیانات کا ہوتا تو اُس کی اطاعت خدائی اطاعت کے لازم ملزوم کس طرح ہو سکتی تھی۔ اور آپ کا قول وحی یوحی بھی نہ ہوتا۔ اور نہ اُسوہ حسنہ ہوتا۔ اور نیز اُس پر وارد ہوتا ہے کہ نبیؐ اتنا بھی نہ جانتے تھے کہ کتاب خدا لوگوں کو کافی ہے۔ باوجود اس کے کہ کتاب الٰہی آسی نبی پر اُتری تھی اور جس نے چھ سال نبوت کے بعد ایمان لایا اور سوداگری و دلالی ؟

[۵۲] اہل جماعت یہ بھی اعتراض کرتے ہیں کہ حضرت علیؑ نے کیوں کاغذ نہ لکھوالیا؟ سو اس کا جواب یہ ہے کہ انہوں نے سب کچھ حسب ضرورت لکھوالیا اور سمجھا پھر لوگوں کو سمجھایا مگر منکرین نے نہ مانا۔ استقصاء الافحام جلد اول ص۵۵ میں از کتاب سلیم بن قیس ہلالی ہے کہ قضیہ قرطاس میں رسول خدا نے اپنے بارہ اوصیاء کو ظاہر فرمایا پھر قرطاس طلب کیا اور خلیفہ ثانی نے روکا امیر عمر کے نکلنے کے بعد پھر طلب کیا حضرت علیؑ فرماتے ہیں کہ رسول خدا نے املا فرمایا اور لکھوایا اور تین گواہوں کو گواہ رکھا۔ سلمان۔ ابوذر۔ مقداد کو اور سب ائمہ کو قیامت تک بیان فرمایا میری طرف اشارہ کیا اور پھر حسنین کی طرف پھر فرمایا نو امام حسینؑ کی اولاد سے ہونگے۔ اور بیگر تحریر شدہ وصایا کا کتب شیعہ میں بکثرت ذکر پایا جاتا ہے۔ اور اسکا شمہ بخاری وغیرہ کتب صحاح ستہ میں بھی ملتا ہے۔ جہاں حضرت علیؑ کے صحیفے کا ذکر ہے جس میں چند مسائل شرعیہ درج تھے اور حضرت علیؑ نے فرمایا ہمارے پاس قرآن اور یہ صحیفہ ہے۔ جیسا بیان علم حضرت علیؑ میں آئیگا دیگر کسی صحابی خلفاء ثلاثہ وغیرہ کے پاس ایسے کسی صحیفہ کا ہونا روایات سے نہیں پایا جاتا ذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء۔ مترجم [۵۳] اسکی مفسر و مبین دوسری روایت ہے جس کو امام غزالی نے اپنی کتاب سر العالمین و کشف ما فی الدارین طبع بمبئی ملا میں

وقد ثبت انہ قال فی خلافتہ لولا علی لہلک عمر وکم من مسئلۃ قد سأل علیا وقد اقر بعدم علمہ مسئلۃ الکلالۃ والربو والتیمم ومیراث الجدۃ وبعض الآیات مثل انک میت حتی مات رسول اللہ صلعم وغیرہا فالعجب منہ انہ کیف قال حسبنا کتاب اللہ۔ ومنہا زجر عمر نساء النبی امہات المؤمنین حیث تکلمن من وراء الستر الا تسمعون ما یقول رسول اللہ صلعم فزجرہن عمر بقولہ انکن صواحبات یوسف اذا مرض عصرتن اعینکن واذا صح رکبتن عنقہ فرد قولہ رسول اللہ صلعم فقال دعوہن فانہن خیر منکم کما مر من الطبرانی ومنہا قول عمر حسبنا کتاب اللہ وترکہ بحضرۃ النبی عترۃ النبی الموصی بہ بقولہ انی تارک فیکم الثقلین کتاب اللہ وعترتی اہل بیتی فعلم ان عمر قد ترک ابتداء عترتہ علیہم السلام ورسخ فی قلبہ ما فعل بہم وانتزع مودتہم من قلبہ لان اللسان ترجمان القلب وکل اناء یترشح بما فیہ وان قیل ان المخالفین القرطاس ترحموا علی حالہ الشریف حال مرضہ وضعفہ قلنا انہ مردود لانہم قد ترکوہ کثیرا فی ایدی الکفار وفروا عنہ مرارا وذہبوا بانفسہم والنبی صلعم کان شفیقا علیہم رفیقا بہم کل زمان کما قال اللہ سبحانہ عزیز علیہ ما عنتم وما ترحموا علی عترتہ المعصومین وہو عین ترحمہ علیہ الصلوٰۃ والسلام بل فعلوا بہم ما فعلوا وآذوہم

اور ثابت ہو چکا ہے کہ امیر عمر نے اپنی خلافت کے زمانہ میں کہا اگر حضرت علیؑ نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہو جاتا اور بہت مسائل جناب علیؑ سے پوچھے اور امیر عمر کا مسئلہ کلالہ اور ربوا وتیمم ومیراث جدہ اور بعض آیات مثل انک میت کے رسولؐ کی وفات تک جہالت کا اقرار کرنا اس کی کم علمی کا کافی ثبوت ہے پس اس سے تعجب ہے کہ باوجود کم علمی یا عدم العلم کے کیسے کہہ دیا ہمیں کتاب اللہ کافی ہے اور منجملہ ان امور کے ازواج النبیؐ کو جو امہات المؤمنین ہیں امیر عمر کا جھڑکنا اور دبانا جبکہ انہوں نے پردہ کے پیچھے سے کہا تھا کیا تم شور وغوغا کرتے ہو اور فرمان رسولؐ کو نہیں سنتے۔ امیر عمر صاحب عدم تعمیل کا کوئی حقیقی جواب تو نہ دے سکے بلکہ ان کو اپنے اس قول سے دھمکایا۔ کہ تم صواحبات یوسف ہو جب نبیؐ مریض ہوتے ہیں تو تم آنکھیں نچوڑتی ہو اور جب صحتیاب ہوں تو ان کی گردن پر چڑھتی ہو پس اس قول عمر کو رسولؐ نے اس طرح رد کیا کہ فرمایا۔ ان عورتوں کو مت جھڑکو کیونکہ یہ عورتیں تم سے اچھی ہیں (یعنے اچھا کہہ رہی ہیں) جیسا کہ طبرانی کی حدیث سے مذکور ہو چکا ہے اور منجملہ ان امور کے حضرت عمر کا حسبنا کتاب اللہ کہنا اور بموجودگی نبیؐ کے اس کا عترت نبیؐ کو چھوڑ دینا ہے جس کے لئے نبیؐ نے بتاکید وصیت فرمائی تھی یہ کہ (بارہا) فرمایا انی تارک فیکم الثقلین یعنی میں تمہارے اندر دو عظیم الشان چیزیں چھوڑے جاتا ہوں کتاب اللہ وعترتی اہل بیتی۔ کتاب خدا اور عترت یعنی میرے اہل بیت۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ رسولؐ تو قابل اتباع دو چیزیں چھوڑے جاتے تھے قرآن اور اہل بیت۔ مگر امیر عمر نے ابتدا سے ہی حین حیات نبیؐ میں عترت کو چھوڑ دیا (اور حسبنا کتاب اللہ کہا حالانکہ آنحضرتؐ نے حوض کوثر تک جدا نہ ہونے کی خبر دی تھی) اور اپنے دل میں وہ مرکوز کر لیا جو سلوک عترت کے ساتھ عمل میں لایا اور ان کی محبت کو دل سے نکال دیا کیونکہ زبان دل کی ترجمان ہے اور برتن سے وہی ٹپکتا ہے جو کچھ اس میں ہو۔ اور اگر کہا جائے کہ مانعین قرطاس نے آنحضرتؐ کے حال پر بوقت مرض اور ضعف کے شفقت کی تھی تو ہم جواب دیتے ہیں کہ یہ قول اس طرح مردود ہے کہ یہ مانعین جب نبیؐ کو کفار کے ہاتھوں میں ایک بار نہیں چند مرتبہ چھوڑ کر مفرور ہو گئے اور اپنے نفسوں کو بچا کر چلے گئے تھے۔ اس وقت نبیؐ کے حال پر ان کو رحم نہ آیا تو اس نافرمانی سے شفقت کس طرح معلوم ہو سکتی ہے؟ اور نبیؐ ہر زمانہ میں ان پر شفقت فرماتے تھے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جو چیز تمہیں تکلیف دیتی ہو وہ نبیؐ پر بوجھ معلوم ہوتی ہے اور انہیں ناپسند آتی ہے اور ان لوگوں نے عترت یعنی اہل بیت معصومین پر رحم نہ کیا جس میں عین رحم نبیؐ پر تھا۔ بلکہ انہوں نے عترت سے وہ سلوک کیا جو کیا۔ اور ان کو ایذا پہونچائی

نا ذوہ وہو اعلم بحالہ من الصحۃ والمرض ما بہ و اعلم بحال امتہ و اشفق علیہم حیث قال لا تضلوا او لن تضلوا ومنہا ان الکتابۃ کانت واجبۃ لتعلیقہ بقولہ لن تضلوا لا مستحبۃ کما زعموہ والا ما غضب وما قال قوموا عنی واما سکوتہ علیہ السلام بعد التنازع ما کان من عندہ بل کان بوحی کما بین فی مقامہ فصار امر الکتابۃ منسوخا بالوحی لرفع الفساد حتی لا یتادی الی القتال او الردۃ لان الناس کانوا حدیث عہد بالاسلام فکان انسداد الفساد انفع ثم وقد اوصی فی اخر ما تکلم اخلفونی فی اہل بیتی وانی مخلف فیکم کتاب ربی و عترتی اہل بیتی وغیر ذالک کما مر انفا۔ ومنہا افتاء عمر یوم الخمیس فی مرضہ علیہ السلام بہذیانہ و اختلاط عقلہ و یوم الاثنین ای یوم وفاتہ انکر موتہ و لم یذکر قولہ تعالی وما محمد الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل وکل شئی ہالک الا وجہہ وکل من علیہا فان۔ وانک میت۔ و قولہ علیہ السلام یوم خم غدیر انی ادعی فاجیب وانی تارک فیکم وانی رجل یوشک ان ادعی فاجیب وایہا الناس یوشک ان اقبض سریعا وما شابہ ذالک ومن حذاقۃ الاطباء الماہرین انہم قد یفتون موت المرضیٰ قبل السابوع فصاعدا مع انہ قد ثبت ان عمر علم اجل النبی صلعم حین نزل اذا جاء نصر اللہ کما فی الترمذی لا یقال

جس سے انہوں نے نبیؐ کو ایذا پہونچائی اور رسولؐ بحالت صحت و مرض اپنے حال کے زیادہ واقف تھے اور حال امت اور اُن پر شفقت کرنے کا خوب جانتے تھے جبکہ فرمایا میں تم کو ایسی چیز لکھ دوں کہ تم ہرگز گمراہ نہ ہوگے۔ اور منجملہ ان امور کے یہ ہے کہ لکھنا اس سند کا واجب تھا کیونکہ اسکا نتیجہ نبیؐ نے یہ فرمایا کہ اس کے بعد تم ہرگز گمراہ نہوگے پس یہ معمولی مستحب نہ تھا جیسا کہ بدوفعہ سنیوں نے زعم کیا ہے ورنہ نبیؐ اس رکاوٹ آجانے اور جھگڑا پیدا ہونے سے غضبناک نہ ہوتے اور نہ فرماتے کہ میرے پاس سے اٹھ جاؤ اور پھر آنحضرتؐ کا سکوت فرمانا تنازع کے بعد بھی اپنی جانب سے نہ تھا بلکہ یہ بھی وحی سے تھا۔ چنانچہ اپنے مقام پر بیان ہو چکا ہے۔ پس امر کتابت بوجہ رفع فساد تا کہ جنگ اور ارتداد تک نوبت نہ پہونچے۔ بوحی الٰہی منسوخ ہوا۔ مگر وہاں رکاوٹ کا بدستور رہنا یقین پیدا ہوا جو نئے نئے اسلام لائے ہوئے تھے۔ اُن کے مطلق مرتد ہو جانے کے خوف سے عدم کتابت اور رفع فساد مناسب سمجھا گیا مگر زبانی وصیت پھر بھی نبیؐ نے آخری کلام میں فرمادی کہ میرے اہل بیت کا خیال رکھیئو اور تمہارے اندر دو خلیفے چھوڑے جاتا ہوں کتاب خدا اور عترت یعنے میرے اہل بیتؑ وغیرہ الفاظ سے فرمایا۔ چنانچہ ابھی مذکور ہوا ہے۔ اور منجملہ ان امور کے امیر عمر کا خمیس کے دن مرض نبیؐ کے بارہ میں یہ فتوی تھا کہ آنحضرتؐ ہذیان کہہ رہے ہیں اور ان کو اختلاط عقل ہو گیا ہے۔ (یعنی آنحضرتؐ کی شدت مرض و قرب وفات کا اس قدر قائل تھا) اور دوشنبہ کو جب رسولؐ خدا فوت ہوئے تو اُن کی موت سے انکار کر دیا اور قول اللہ کو یاد نہ رکھا کہ حضرت محمد صلعم ویسے رسول ہیں جیسے ان سے پہلے گذرے ہیں اور ہر شئے بجز ذات خدائے عز و جل کے فانی ہے اور جو اس زمین پر ہے وہ فانی ہے اور بتحقیق تو اے نبیؐ فوت ہونے والا ہے اور نبیؐ کا خم غدیر کے دن فرمانا کہ میں بلایا جاؤنگا اور اس دعوت کو قبول کرونگا پس تمہارے اندر نائب چھوڑ چلا ہوں۔ اور میں آدمی ہوں قریب ہے مجھے بلایا جائیگا اور میں قبول کرونگا۔ اور اے لوگو! عنقریب اور جلد فوت ہو جانے والا ہوں اور مثل اس کے دیگر کلمات سے ارشاد فرمایا (ان سب آیات اور فرمان نبیؐ کو امیر عمر صاحب فراموش کر بیٹھے یا اسلئے تا ان کے برخلاف رائے ظاہر فرمائی) اور اطباء حاذقین ماہرین کبھی ہفتہ یا زیادہ ایام موت سے پہلے فتوی موت کا مریضوں کے لئے دیدیتے ہیں اور اس کے علاوہ امیر عمر صاحب کو نبیؐ کی موت کا بوقت نزول سورۃ اذا جاء نصر اللہ کے علم ہو جانا ثابت ہے جیسا کہ ترمذی ج ۲ ص ۱۴۲ میں مروی ہے (پس یہ انکار موت انکی کسی مخفی غرض پر مبنی معلوم ہوتا ہے) اور یہ اعتراض نہ کیا جائے

ان کان الامر بالکتابۃ للوجوب فوجب علی علیؑ والعباس ان یعطیاہ القرطاس غداً او بعد غدٍ مع ان قولہؐ هلموا کان عاما للحاضرینؓ من الصحابۃ والهلبیته فیرد علیهما ما یرد علی عمر واتباعه لانا نقول ان منع عمر وبعض الصحابۃ وتنازعهم ثابت ولم یثبت وجود علی ولا عباس ولا احد من اهلبیته حین سئل النبیؐ القرطاس کما قال القسطلانی وغیرہ وقد مر علی ان الکتابۃ کانت کائنۃ فی حق علیؑ وتعیین خلافته کما علم غیر مرۃ فان استقدم علیؑ علیها لم یمکن ان یقبل من قال هجر بل اعترض علیه بالهذیان ولم یفد الکتابۃ لعلیؑ بالنکار من کانت علیہم الحجۃ نعوذ باللہ من الطغیان والعدوان ولا عدوان الا علی الظالمین - ولا یقال قد روی المسلم عن عائشۃ انہ صلعم قال لی فی مرضه ادعی لی ابابکر اباکِ واخاکِ حتی اکتب کتاباً فانی اخاف ان یتمنی متمن ویقول قائل انا ویابی اللہ والمؤمنون الا ابابکر کذا فی المشکوۃ باب مناقب ابی بکر فهذا الحدیث یدل علی خلاف ما زعمته الشیعۃ من تنصیص خلافۃ علیؑ وکتابته علیه السلام فی حقه لانا نقول ان هذا الحدیث موضوع لوجوه - منها انه ما روت غیر عائشۃ مع انها کانت بنت ابی بکر

کہ اگر امر کتابت وجوب کے لئے تھا تو جناب علیؑ وعباس پر واجب تھا کہ حضرت صلعم کے حضور میں اگرچہ دوسرے یا تیسرے دن ہو سکتا۔ قرطاس لا دیتے کیونکہ نبیؐ کا لے آؤ حاضرین کے لئے عام تھا صحابہ تھے یا اہل بیت نبیؐ پس جو حضرت عمر یا اُس کے متبعین پر وارد ہو گا وہ حضرت علیؑ وعباس پر بھی وارد ہو گا۔ اس لئے کہ ہم یہ جواب دیتے ہیں کہ امیر عمر اور دیگر صحابہ کا منع کرنا اور جھگڑا کرنا ثابت ہو چکا ہے مگر حضرت علیؑ وعباس یا کسی کا اہل بیت نبیؐ سے بوقت سوال قرطاس کے اُس جگہ موجود ہونا ثابت نہیں ہوا جیسا کہ قسطلانی وغیرہ نے کہا ہے۔ اور گذشتہ تقریر سے ثابت ہے کہ کتابت حضرت علیؑ کے حق میں اور آپ کی تعیین خلافت کے لئے تھی چنانچہ چند مرتبہ معلوم ہو چکا ہے۔ پس اگر جناب علیؑ لکھوا بھی لیتے۔ تو ممکن نہیں کہ ایسے اشخاص قبول کرتے جو حضرتؐ کے حق میں اختلاط عقل اور یاوہ گوئی کا الزام لگائے بیٹھے تھے بلکہ ضرور وہ معترض ہو کر کہہ دیتے کہ اس کو ہم نہیں مانتے کیونکہ نبیؐ کی عقل ٹھکانے نہیں تھی لہذا ایسی حالت کی تحریر قابل سماعت نہیں اور یہ کتابت حضرت علیؑ کے لئے کوئی فائدہ نہ دیتی کیونکہ ان پر نہ حجت ہوتی تھی وہ پہلے نبیؐ کو مخبوط الحواس کہہ رہے تھے۔ (بہر حال غرض اتمام حجت تھی پس جیسے سند تحریر شدہ سے انکار کا وبال ہوتا تھا وہی انکار سامان کتابت اور نسبت ہذیان بحق پیغمبر خدا دینے سے مانعین پر واقع ہو گیا اور پھر حضورؐ نے اہل بیت اور خصوصاً حضرت علیؑ کی نسبت وصیت فرما کر تقریری آخری اتمام حجت فرما دی) ہم نافرمانی اور حد سے تجاوز کرنے سے خدا کی پناہ چاہتے ہیں اور سختی سوائے ظالمین کے کسی پر نہ ہو گی۔ اور یہ نہ کہا جائے کہ مسلم نے بیوی عائشہ سے روایت کی ہے کہ نبیؐ نے میرے لئے فرمایا تو اپنے باپ ابوبکر اور اپنے بھائی کو بھی بلا لے تاکہ میں سند لکھ دوں۔ کیونکہ میں ڈرتا ہوں کہ کوئی خواہشمند خواہش کرے یا کوئی کہنے والا دعوےٰ کرے کہ حقدار ہوں حالانکہ کوئی نہیں اللہ اور مومنین سوائے ابی بکر کے دوسروں سے انکار کرتے ہیں جیسا کہ مشکوٰۃ باب مناقب ابی بکر جلد ۲ صفحہ ۵۴۷ میں ہے۔ پس یہ حدیث زعم شیعہ کے خلاف پر دلالت کرتی ہے جو وہ کہتے ہیں کہ خلافت حضرت علیؑ کے لئے منصوص تھی۔ اور نبیؐ انہی کے حق میں لکھنا چاہتے تھے۔ اس واسطے کہ ہم جواب دیتے ہیں یہ حدیث چند وجوہ موضوع ہے منجملہ انکے یہ کہ بغیر حضرت عائشہ کے اس حدیث کو کسی نے روایت نہیں کیا اور یہ ابی بکر صاحب کی بیٹی تھیں۔

ف۱ صحابہ حاضرین کے دو گروہ ہو گئے تھے ایک مانعین کتابت اور دوسرے مطیعین فرمان نبویؐ اس میں شک نہیں کہ امیر عمر پہلے بول اُٹھے تھے اور انہوں نے ہی رکاوٹ کتابت کی بنیاد رکھی لہذا وہ مانعین کے سرگروہ تھے جیسا کہ بخاری وغیرہ کی روایات سے ظاہر ہے اور اس میں بھی شک نہیں کہ جناب رسول پاکؐ کو ہذیان کی نسبت دینے والے مانعین کتابت تھے پس کبھی راویوں نے اس مضمون کو ہجر سے اور کسی جگہ اُہجر سے اور کہیں قد غلبہ الوجع سے تعبیر کیا ہے۔ بہر حال یہ الفاظ مترادف ہیں اور پہلے ان کے بانی اور قائل اور کتابت سے مانع امیر عمر صاحب تھے۔ لہذا جو فتوےٰ پارٹی قائلین الفاظ مذکورہ و مانعین کتابت پر ہو گا اُس کا مستحق اُن کا پیشوا اور سرگروہ بطریق اولیٰ ہو گا ۱۲ مترجم ف۲ جلد دوم کتاب ہذا میں در بیان وضع احادیث فرقی خوشنودی سلاطین ۱۲

ف حاشیہ پر اس حدیث کا ذکر یا حفظ ہو ... ۱۲ مترجم ... روایات ... مرویات ... ۱۲ مترجم

وقد تقرر عندھم ان شہادۃ الابن والبنت لا تقبل للابوین کما رد ابو بکر شہادۃ الحسنین لفاطمۃ الزھراء مع ان ھذا الحدیث یعارضہ الاحادیث المتواترۃ والمشہورۃ من حدیث الثقلین وما فی معناہ۔ منہا انکار فاطمۃ وسعد بن عبادۃ الی ان مات عن مبایعۃ ابی بکر وکانا من المومنین الکاملین۔ منہا انکار الانصار وبنی ہاشم وعلی عن مبایعۃ ابی بکر ولو الی مدۃ۔ منہا عدم استدلال ابی بکر بھذا الحدیث یوم السقیفۃ۔ منہا اتفاق اہل الجماعۃ علی ان الخلافۃ اجماعی لا نصی فان کان ھذا الحدیث صحیحا عندھم احتجوا بہ ولم یقولوا بالاجماع۔ یا للعجب انھم زعموا فی مرض النبی ؐ انہ کیف یوحی وھو فی حال یخاف ان یغمی علیہ فیھذو ویملی ما لا ینبغی ونزھوا شان ابی بکر عن مثل ھذا حیث اراد فی مرض موتہ ان یستخلف عمر وھو مغمی علیہ بالیقین فاطاعوہ فیما ارادہ وکتبوا فی حال اغمائہ وما قالوہ حسبنا کتاب اللہ ولا نسبوہ الی انہ ھجر او یھذو ولم ینازعوا عندہ کما روی فی کنز العمال عن عثمان بن عبید اللہ بن عبد اللہ بن عمر بن الخطاب قال لما حضرت ابا بکر الصدیق الوفاۃ دعا عثمان بن عفان فاملی علیہ عھدہ ثم اغمی علی ابی بکر قبل ان یملی احدا فکتب عثمان عمر ابن الخطاب فافاق ابو بکر فقال لعثمان کتبت احدا فقال ظننتک لما بک وخشیت الفرقۃ فکتبت عمر ابن الخطاب فقال یرحمک اللہ

اور اہل تسنن کے قانون مسلّم کل میں بیٹے یا بیٹی کی شہادت والدین کے حق میں مقبول نہیں ہوتی چنانچہ حضرت ابو بکر نے شہادت جناب حسنین کو جو انہوں نے جناب زہراء کے لئے دی تھی رد کردیا تھا نیز احادیث متواترہ و مشہورہ اس حدیث کے مخالف و معارض ہیں جن کے مقابلہ میں یہ مرجوح ناقابل معارضہ و ساقط عن الاحتجاج ہے جیسے حدیث ثقلین و دیگر احادیث نصوص خلافت حضرت علیؑ کی ہیں۔ اور منجملہ ان وجوہ کے جناب فاطمہ اور سعد بن عبادہ کا انکار بیعت ابی بکر اور حقیت خلافت اس کی سے انکار کرنا ہے حالانکہ ہر دو مومنین کاملین سے تھے۔ اور منجملہ اُن کے انصار و بنی ہاشم بالخصوص حضرت علیؑ کا بیعت ابی بکر صاحب سے انکار کرنا ہے اگرچہ کچھ عرصہ تک رہا اور منجملہ اُن کے سقیفہ کے دن حضرت ابی بکر کا اس حدیث کے ساتھ استدلال نہ کرنا ہے اور منجملہ اُن کے اہل جماعۃ کا اس پر اتفاق ہونا کہ خلافت اجماعی ہے نصی نہیں اگر حدیث صحیح ہوتی تو اسی سے حجت پکڑتے صرف اجماعی نہ کہتے بڑا تعجب ہے کہ اہل تسنن کو مرض نبیؐ میں یہ زعم ہوا کہ وہ ایسے حال میں کہ ان پر غشی کا خوف ہے کس طرح وصیت کر سکتے ہیں اور یہ خطرہ ظاہر کیا کہ شائد وہ ہذیان سے فرما رہے ہیں لہذا کوئی امر غیر مناسب نہ لکھوا دیں مگر حضرت ابی بکر کو ایسے فعل سے انہوں نے پاک سمجھا جب اُس نے اپنی بیماری میں ارادہ کیا کہ حضرت عمر کو خلیفہ بنائے حالانکہ اس وقت اُس پر یقیناً غشی طاری ہو رہی تھی پس انہوں نے اُس کی خواہش پوری کرنے میں اُس کی فرمانبرداری کرلی اور اُس کی عین بیہوشی کی حالت میں وصیت نامہ لکھا اُس وقت نہ کسی نے حسبنا کتاب اللہ کہا اور نہ اُس کو ہذیان وغیرہ کی نسبت دی گئی اور نہ اُس کے پاس جھگڑا کیا گیا۔ (جس طرح کہ حضورؐ کی خدمت میں بپا کیا گیا) چنانچہ کنز العمال جلد ۳ صفحہ ۱۴۶ میں عثمان بن عبید اللہ بن عبد اللہ بن عمر بن خطاب سے مروی ہے کہا جب ابو بکر صدیق کا وقت موت قریب آیا اُس نے حضرت عثمان بن عفان کو بلایا اور اپنا عہد نامہ لکھوایا (یعنی صرف سرنامہ لکھا) پھر ابی بکر صاحب پر قبل از تصریح اسم ولی عہد کے بیہوشی طاری ہوگئی اور امیر عثمان نے عمر بن خطاب کا نام خود بخود لکھ لیا (کذا فی التاریخ الکامل جلد ۲ صفحہ ۱۶۳) جب ابو بکر صاحب ہوش میں آئے امیر عثمان سے پوچھا کس کا نام لکھا ہے؟ اسنے کہا میں نے آپ کی حالت سمجھ لی تھی اور تفرقہ سے ڈر کر میں نے عمر بن خطاب کا نام لکھ دیا ہے حضرت ابو بکر کہنے لگے اللہ تجھے رحمت کرے تم نے بہت اچھا کیا ہے۔

امالو کتبت نفسك لكنت لها اهلا. الحديث. وكذا في روضة الاحباب. اقول يا حسرة على الناس من قضية القرطاس وما ادراك ما هذا القرطاس هو الذي افسد فيما بين الناس واوقعهم في الالتباس والقى في صدورهم الوسواس بحيث لا يخلص منه العوام ولا الخواص ولا يندفع هو حتى يلاقوا رب الناس نعوذ برب الناس اله الناس من شر الوسواس الخناس الذي يوسوس في صدور الناس من الجنة والناس ولم يدر ابن الخطاب حكمة الخطاب فما اعجل بالجواب و اكتفى بالكتاب بل جعل الكتاب جنة الجواب فو الذي نفسي بيده ان العقل الاول والنور الاكمل لا ينطق عن الهوى ان هو الا وحي يوحى[1] ومنها عدم استجابة النبي صلعم الواجب امتثاله ولو في الصلوة وفي عدم استجابته ايذاءه وهو محرم ابدا. قال النووي في شرح المسلم قال العلماء في هذا الحديث (اي فعل يريبني ما رابها ويوذيني ما اذاها) تحريم ايذاء النبي صلعم بكل حال وعلى كل وجه وان تولد ذلك الايذاء مما كان اصله مباحا الخ في البخاري عن ابي سعيد بن المعلى قال كنت اصلي في المسجد فدعاني رسول الله صلعم فلم اجبه فقلت يا رسول الله اني كنت اصلي فقال الم يقل الله استجيبوا لله وللرسول اذا دعاكم

ع این کار از تو آید و مرداں چنیں کنند (تم ایسے لائق ہو) اگر تو اپنے لئے لکھ دیتا تو خود بھی اس کے لائق تھا آخر حدیث تک اور اسی طرح روضۃ الاحباب جلد ۲ صفحہ ۳۳۷ میں ہے (و کذا فی ازالۃ الخفاء جلد ۲ صفحہ ۱۱۸) (قول مؤلف) میں کہتا ہوں لوگوں پر قضیہ قرطاس سے بڑا افسوس ہے تو کیا جانے قضیہ قرطاس کیا تھا یہ وہی ہے جس کے باعث لوگوں میں فساد پیدا ہوا اور اسی سے لوگ شک و شبہ میں پڑ گئے اور اسی سے ان کے سینوں میں وسواس پیدا ہوا۔ اس طرح کہ عوام اور خواص اس سے خلاص نہ ہو سکے اور جب تک پروردگار کے پیش حاضر نہوں تو اتنے تک دفع نہیں ہو سکتا ہم پروردگار عالم معبود کل کی پناہ مانگتے ہیں شر وسواس خناس سے جو جن اور آدمیوں سے لوگوں کے سینوں میں وسواس ڈالتا ہے افسوس کہ ابن خطاب نے حکمت خطاب کو نہ سمجھا اور جلد تر کتاب محض پر اکتفا کر کے جواب مخالف دیدیا۔ بلکہ کتاب کو صرف جواب کی ڈھال بنالیا۔ مجھے قسم ہے اُس ذات کی جس کے قبضہ میں میری روح ہے ضرور اُس نے خطائی ہے۔ صواب نہیں کیا اور اُس نے یہ نہ سمجھا کہ عقل اوّل اور نور اکمل ہوا اور حرص سے نہیں بولتا اور وہ بجز وحی کے جو اُس کی طرف ہو کچھ نہیں کہتا۔ اور منجملہ اُن امور کے عدم قبول حکم نبیؐ کا ہے جس کی فرمانبرداری ہر حالت میں گو نماز وغیرہ میں ہو واجب ہے اور عدم قبول سے نبیؐ کو ایذا پہنچتی ہے اور نبیؐ کو ایذا دینی ہمیشہ حرام ہے جیسا کہ علامہ نووی شرح مسلم جلد ۲ صفحہ ۲۹۱ میں لکھتا ہے کہ علماء نے کہا ہے (حدیث) جناب زہرا کو جو ایذا دے وہ مجھے ایذا دیتی ہے جو ان کو ناگوار ہو وہ مجھے ناگوار ہوتی ہے سے پایا جاتا ہے کہ نبیؐ کی ایذا ہر حال میں حرام ہے اور ہر وجہ ناجائز ہے اگرچہ یہ ایذا ایسے سبب سے پیدا ہو کہ اصل میں وہ مباح ہو۔ الخ (اس جگہ غضب جناب زہرا اور حدیث بخاری وغیرہ من اغضبها اغضبني وما ارابها يريبني وما اذاها يوذيني کو ذہن میں لاکر شیخین کے حق میں مناسب فتویٰ دیں) بخاری جلد ۳ صفحہ ۱۱۲ مطبوعہ دہلی میں ابی سعید بن معلیٰ سے مروی ہے کہا میں مسجد میں نماز پڑھ رہا تھا کہ مجھے رسول اللہ نے بلایا اور میں نے کوئی جواب نہ دیا نماز کے بعد میں نے عرض کی یا رسول اللہ میں اسوقت نماز پڑھ رہا تھا آپ نے فرمایا کیا اللہ نہیں فرماتا اللہ اور رسول جب تمہیں بلائے جواب با صواب دو (حکم کی تعمیل کرو) اور خصائص کبریٰ سیوطی جلد ۲ صفحہ ۲۵۲ میں ہے کہ بخاری ابی سعید سے روایت کرتا ہے کہا وہ نماز پڑھ رہا تھا کہ اسکو نبیؐ نے بلایا جب نماز پڑھ کر وہ آیا حضرتؐ نے فرمایا تجھے کیا مانع تھا کہ میرے حکم کی تعمیل نہ کی جب میں نے تم کو بلایا اُس نے عرض کی میں نماز پڑھ رہا تھا۔

وفي الخصائص الكبرى للسيوطي اخرج البخاري عن ابي سعيد ان النبي صلعم دعاه وهو يصلي فصلى ثم اتاه فقال ما منعك ان تجيبني اذ دعوتك قال اني كنت اصلي

[1] اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ومن يشاقق الرسول من بعد ما تبين له الهدى ويتبع غير سبيل المؤمنين نوله ما تولى ونصله جهنم وساءت مصيرا۔ سورہ نساء رکوع ۱۳ یعنے جو حکم رسول صلعم کی اسکے بعد مخالفت کرے کہ ہدایت اُسکے لئے ظاہر ہو چکی ہو اور مؤمنین مطیعین کے برخلاف راہ اختیار کرے تو جس طرف اُس نے توجہ کی ہے ہم اسی طرف اُس کو چلا دیتے ہیں اور ہم اُس کو جہنم میں داخل کرینگے جو بُری جگہ ہے ۱۲ مترجم

نماز میں بھی رسول کے حکم کی تعمیل کا حکم

سے بخاری باب فضل فاتحۃ الکتاب مطبوعہ کرزن پریس دہلی صفحہ ۷۴۹ (و مطبوعہ مصر جلد ۳ صفحہ ۱۲۱/۱۴۲ کتاب التفسیر) میں اسی طرح ہے ۱۲ مترجم

فقال الم یقل اللہ یا ایھا الذین امنوا استجیبوا للہ و للرسول اذا دعاکم۔ الخ وقد بوب السیوطی انہ یجب علیہ اجابتہ اذا دعاہ ولا تبطل صلوتہ۔ وھکذا قال الشیخ الدھلوی فی مدارج النبوۃ۔ وفی فتح البیان قولہ سبحانہ اذا دعاکم الی ما فیہ حیاتکم من علوم الشریعۃ لان العلم حیاۃ کما ان الجھل موت ثم قال وقد ثبت فی البخاری۔ الخ وعن ابی ھریرۃ ان رسول اللہ خرج علی ابی بن کعب وذکر مثل حدیث ابی سعید اخرجہ الترمذی وحسنہ وصححہ ثم قال السید فیجب علی کل مسلم اذا بلغہ قول اللہ وقول رسولہ فی حکم من الاحکام الشرعیۃ ان یبادر الی العمل بہ کائنا ما کان ویدع ما خالفہ من الاراء واقوال الرجال۔ انتھی۔ لا یخفی ان دعاء الرسول دعاء اللہ لانہ تعالی لا یدعو الا بواسطۃ الرسول فدعاءہ دعاءہ کما ان الطاعتہ اطاعتہ وبیعتہ بیعتہ فثبت ان انکارہ انکارہ وایذاءہ ایذاءہ وقد ثبت ان النبی دعا معاویۃ مرۃ ثم دعی ونیا وھو یاکل فلم یجب فدعا علیہ النبی علیہ السلام لا اشبع اللہ بطنہ کما فی المسلم وغیرہ ومنھا رفع الصوت وھو ممنوع عندہ علیہ السلام کما فی لباب النقول للسیوطی اخرج البخاری وغیرہ من طریق ابن جریج عن ابن ابی ملیکۃ فتماریا ابوبکر وعمر حتی ارتفعت اصواتھما فنزل فی ذلک قولہ تعالی یا ایھا الذین امنوا لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی ولا تجھروا لہ بالقول کجھر بعضکم لبعض ان تحبط اعمالکم وانتم لا تشعرون وھکذا فی الدر للسیوطی وھکذا فی مدارج النبوۃ وازالۃ الخفا

رسول اللہ فرمانے لگے کیا اللہ نہیں فرماتا۔ اے ایماندارو جب اللہ اور رسول تمہیں بلائیں اُن کا حکم مانو۔ الخ (ربع ج ۱) وکذا بعینہ فی تلخیص الصحاح باسناد البخاری وابی داؤد والنسائی ۱۲ اور سیوطی نے اپنی کتاب خصائص نبی میں اس کا ایک باب رکھا ہے جس میں اُس نے ثابت کیا ہے کہ جب رسول خدا بلائیں اُن کو جواب دینا اور مطابق حکم عمل کرنا بہرحال واجب ہے اور نماز بھی اُس سے فاسد نہیں ہوتی اور اسی طرح شیخ دہلوی نے مدارج النبوۃ جلد ۱ صفحہ ۱۶۵ میں لکھا ہے اور تفسیر فتح البیان جلد ۳ صفحہ ۱۳۱ میں ہے قولہ تعالی اذا دعاکم یعنے جب تم کو نبی اُس چیز کی طرف بلائے جس میں تمہاری حقیقی زندگی ہے یعنی علوم شریعت کی طرف کیونکہ علم اصل حیات ہے جیسا کہ جہل موت ہے پھر کہا اور بخاری میں ثابت ہو چکا ہے۔ الخ۔ (وہی حدیث ابی سعید کی لکھی جو اوپر مذکور ہو چکی ہے) اور ابی ہریرہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ابی ابن کعب کے پاس تشریف لائے اور مثل حدیث ابی سعید کے (نماز میں بلانا حضرت کا) بیان کیا۔ اسکو ترمذی نے روایت کیا اور حسن و صحیح کہا۔ پھر سید صدیق نے فتح البیان میں لکھا کہ ہر مسلم پر واجب ہے جب اُس کو اللہ و رسول کا قول احکام شرعیہ سے کسی حکم میں پہنچے تو خواہ کچھ کا کچھ ہی ہو جائے ہر طرح اس پر عمل کرنے کی سبقت کرے اور اس کے خلاف جملہ اقوال اور افکار جو دوسرے لوگوں سے صادر ہوئے ہوں۔ چھوڑ دے۔ انتہی۔ اور مخفی نہ رہے کہ دعوت رسول کی دعوت الٰہی ہے کیونکہ اللہ بلا واسطہ رسول کے کسی حکم کی طرف نہیں بلاتا پس نبی کا بلانا اللہ کا بلانا سمجھنا چاہیئے جیسا کہ نبی کی اطاعت اور اُن کی بعیت عین اللہ کی اطاعت اور بیعت ہوتی ہے۔ پس ثابت ہوا کہ تعمیل حکم نبی سے انکار حکم خدا کا انکار ہے۔ اور نبی کی ایذا خدا کی ایذا ہے اور نیز ثابت ہو چکا ہے۔ کہ نبی نے ایک دفعہ معاویہ کو بلایا پھر دوسری دفعہ بلایا وہ نہ آیا کیونکہ کھانا کھا رہا تھا چونکہ اس نے حکم کی فوری تعمیل نہ کی آنحضرت نے اس پر بد دعا فرمائی کہ خدا اس کے پیٹ کو نہ بھرے جیسا کہ مسلم وغیرہ میں ہے (دیکھو ترجمہ تاریخ الخلفاء لابن حجر مطبوعہ مصر ص ۱۱۰) اور منجملہ اُن امور کے رفع صوت ہے یعنی آواز بلند کرنا اور وہ نبی کے پاس ممنوع ہے جیسا کہ لباب النقول فی اسباب النزول جلد ۲ صفحہ ۱۹ میں ہے۔ بخاری وغیرہ نے باسناد ابن جریج کے ابن ابی ملیکہ سے روایت کیا کہ حضرت ابوبکر و عمر نبی کے پاس جھگڑے اور دونوں کی آوازیں بلند ہوئیں۔ پس یہ آیت اتری۔ اے ایماندارو۔ اپنی آوازوں کو نبی کی آواز پر بلند نہ کرو ورنہ تمہارے نیک اعمال حبط اور ساقط ہو جائیں گے حالانکہ تم کو اس کا پتہ بھی نہ لگے گا اور اسی طرح تفسیر درمنثور جلد ۶ صفحہ ۸۳ میں اور مدارج النبوۃ

لہ مدلول آیت و احادیث مندرجہ مفسرہ و اقوال علماء مذکورہ سے ثابت ہوا کہ رسول کوئی حکم دیں تو اسکی فوری تعمیل بغیر کسی حیل حجت کے واجب ہے اگرچہ خدا کے سامنے خدا ہی کی عبادت میں مشغول ہو تو واجب ہے کہ اس کو ترک کر دے اور حکم نبوی کی تعمیل کرے۔ چہ جائیکہ رسول مہربانیت کا ارادہ

وفیه عن ابن ابی ملیکة قال کاد الخیران یهلکان ابوبکر و عمر رفعا اصواتهما عند النبی ص فانزل الله تعالیٰ یا ایها الذین امنوا الآیة - ورواہ ابن المنذر و ابن مردویه عن عبد الله ابن الزبیر کذا فی الدر - وقد ثبت ان ثابت بن قیس خاف وحزن من رفع صوته الفطریة فقال له رسول الله صلعم انت من اهل الجنة کما فی البخاری - وفی اعلام الموقعین لابن القیم الحنبلی قوله تعالیٰ لا ترفعوا اصواتکم فاذا کان رفع اصواتهم فوق صوته سببًا لحبط اعمالهم فکیف تقدیم ارائهم و عقولهم واذواقهم وسیاساتهم و معارفهم علیٰ ما جاء به ورفعها علیه الیس هذا اولیٰ ان یکون محبطا لاعمالهم انتهیٰ ومنها محدثاته واولیاته مثل صلوٰة التراویح بالجماعة وتحریم المتعتین متعة النکاح والحج وجمع الناس علیٰ اربع تکبیرات فی صلوٰة الجنازة وغیرها المذکورة فی تاریخ الخلفاء ومن اعجب العجائب و اغرب الغرائب ان الجلال السیوطی ذکر اولیات ابی بکر و عمر و عثمان و معاویة وبوب لها وما ذکرها لعلی ع لعدم محدثاته علیه السلام

اور اسی ازالۃ الخفا کے صفحہ ۱۰۸ مقصد دوم میں ابن ابی ملیکہ سے مروی ہے کہا قریب تھا کہ دو اچھے آدمی - ابوبکرؓ و عمرؓ ہلاک ہو جائیں ہر دو نے نبیؐ کے پاس اپنی آوازیں[۱] بلند لیں اور اللہ نے یہ آیت اُتاری - اے ایمان والو! اپنی آواز نبیؐ کی آواز پر بلند نہ کرو - الخ اور اسکو ابن المنذر و ابن مردویہ نے عبد اللہ بن زبیر سے بھی روایت کیا جیسا کہ در منثور جلد ۶ صفحہ ۸۳ میں ہے - اور بتحقیق ثابت ہو چکا ہے کہ ثابت بن قیسؓ اپنی پیدائشی بلند آواز سے خوف زدہ اور غمناک ہوا تو اسکو رسول اللہؐ نے فرمایا کہ تو بہشتی ہے جیسا کہ بخاری جلد ۳ صفحہ ۳۲۴ میں ہے (و طبع مصر جلد ۳ صفحہ ۱۱۹ و جلد ۲ صفحہ ۱۴۳) اور اعلام الموقعین مطبوعہ دہلی اشرف المطابع مؤلفہ ابن القیم حنبلی صفحہ ۱۸۱ میں ہے قول اللہ کا اپنی آوازوں کو بلند نہ کرو پس جبکہ آواز بلند کرنی ان کے حبط اعمال کا سبب ہوتا ہے تو اپنے افکار اور عقول اور ذوق اور سیاسیات اور معارف کو ماجاء بہ النبیؐ پر مقدم کرنا اور اس پر بلند کرنا کس طرح جائز ہو سکتا ہے ؟ اور یہ بطریق اولیٰ ان کے اعمال حبط کرنے کا باعث کیوں نہیں ہوتا ؟ بے شک ہوتا ہے انتہیٰ - اور منجملہ امور کے محدثات اور اولیات امیر عمر کے ہیں مثل جماعت نماز تراویح اور تحریم متعتین متعہ نکاح اور متعہ حج کے اور مثل لوگوں کو نماز جنازہ میں چار تکبیروں پر جمع کرنے کے - وغیرہ وغیرہ - چنانچہ تاریخ الخلفاء صفحہ ۹۳ میں ہے (نیز اس میں ہے اول من نہی عن بیع امہات الاولاد) اور بڑے عجائب و غرائب سے یہ ہے کہ جلال الدین سیوطی نے اولیات حضرات ابی بکر و عمر و عثمان و معاویہ کے ذکر کئے اور اُن کے خاص باب رکھے ہیں مگر اولیات جناب علی علیہ السلام کا کوئی ذکر نہیں کیا جس کا سبب جناب موصوف سے محدثات کا وقوع میں نہ آنا ہے

[۱] جب آیت منع رفع صوت شیخین کی زجر کیلئے اُتری کہ اتنا فعل بھی ادب رسول اللہؐ کے خلاف اور موجب حبط اعمال ہوتا ہے اور پھر حضرات شیخین آخر وقت وفات رسول اللہؐ تک ایسے عمل سے باز نہ آئے کہ قضیہ قرطاس میں نبیؐ کے پاس شور و غل کیا تو ان کے حبط اعمال میں کس کو شبہ ہو سکتا ہے کہ علاوہ بے ادبی رفع صوت کے ہذیان کا بہتان بھی آنحضرتؐ پر لگایا - پس ایسے لوگوں پر یہ آیت بالکل صادق و مطابق ہے الذین ضل سعیهم فی الحیوٰة الدنیا وهم یحسبون انهم یحسنون صنعا (پ ۱۶ سورہ کہف ع ۱۱) یعنے ایسے لوگوں کی سعی و کوشش حیات دنیا میں خواہ جس قدر ہو ضائع جاتی ہے اور وہ اس گمان میں رہتے ہیں کہ وہ اچھے کام کر رہے ہیں - آخر آیت میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فحبطت اعمالهم یعنے پس ان کے نیک اعمال سب ساقط ہو جاتے ہیں اور اُن کو کوئی فائدہ نہیں پہونچتا ۱۲ منترجم [۲] جن کو رسول اللہؐ کا ادب ملحوظ تھا وہ اپنے پیدائشی آواز پر بھی غمناک ہو کہ مبادا ہماری آواز رسول اللہؐ کی آواز سے بلند ہو جائے اور اعمال حبط اور ساقط ہو جائیں - مگر اُن بزرگان پر افسوس ہے جن کے بارہ میں آیت ہی بالخصوص اتری تھی وہ آخری دم حیات نبیؐ تک رفع صوت سے باز نہ آئے ۱۲ منترجم [۳] قرآن کریم کے پارہ اٹھارہ کی پہلی سطر میں اللہ تعالیٰ مومنین کی صفات سے نماز میں خشوع و خضوع کرنے کو بیان فرماتا ہے - فرمایا قد افلح المؤمنون الذین هم فی صلوٰتهم خاشعون - یعنی تحقیق وہ مومنین نجات یافتہ ہیں جو نماز میں خشوع و خضوع کرتے ہیں - لہٰذا ہم امیر عمر صاحب کے بیان ایمان میں اس صفت کا ذکر کرنا مناسب سمجھتے ہیں - امیر عمر صاحب کے خشوع فی الصلوٰۃ کو حضرت علیؑ کی نماز سے موازنہ کرنا چاہئے جن کا قصہ کتب اہل جماعت میں مشہور ہے کہ آپ کو نماز میں ان کے بدن سے تیر یا نیزہ کھینچنے کا بھی علم نہ ہوا - اور امیر عمر صاحب کی یہ حالت ہے کہ ایک دن نماز مغرب کی امامت کرا کر نماز پڑھ رہے تھے کہ قراءت مطلق چھوڑ گئے - فارغ ہونے پر مقتدیوں نے کہا آپنے قراءت نہیں پڑھی عمر صاحب کہنے لگے کیا رکوع و سجود میں نقص کیا ہے ؟ انہوں نے کہا ہاں -

(باقی حاشیہ بر صفحہ ۳۴۵)

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۴۴) امیر صاحب نے کہا پھر کوئی مضائقہ نہیں ہو گیا جو ہوا۔ دوسری روایت میں ہے۔ امیر عمر نماز مغرب پڑھا رہے تھے فارغ ہوئے تو کہا گیا آپ نے قراءت بالکل نہیں پڑھی۔ امیر عمر بولے ہاں میں شام کے لشکر کی تیاری اور اُس کے مقامات سفر کے خیال میں رہا ہوں حتی کہ میں شام میں پھرتا رہا ہوں۔ یہ سن کر سب نے نماز کا اعادہ کیا۔ دیکھو کنز العمال جلد ۴ صفحہ ۲۱۳۔ اس میں ہر دو روایات باسناد مالک ونسائی وبیہقی وعبدالرزاق کے لکھی ہیں۔ اور تیسیر للباری ترجمہ بخاری پارہ ۵ صفحہ ۳۸ میں ہے باب مایفکر الرجل الشیٔ فی الصلوٰۃ وقال عمر لاجھز جیشی و انا فی الصلوٰۃ یعنے بخاری روایت کرتا ہے کہ امیر عمرؓ نے کہا میں لشکر کی تیاری نماز میں کرتا رہتا ہوں۔ اس کے حاشیہ ۳۲ میں مترجم بخاری نے لکھا ہے کہ اس روایت کو ابن ابی شیبہ نے موصول بیان کیا۔ پھر مترجم نے امیر عمرؓ کی نسبت یہ عبارت لکھی ہے وہ نماز میں اسی فکر میں رہتے تھے اور حاشیہ ۴۲ میں مولوی وحید الزمان مترجم مذکور اس طرح لکھتے ہیں۔ ابن ابی شیبہ نے حضرت عمر سے نکالا انہوں نے کہا میں بحرین کی آمدنی کا نماز میں حساب کر لیتا ہوں اور صالح بن احمد بن حنبل نے نکالا کہ حضرت عمرؓ نے مغرب کی نماز پڑھی اس میں قراءت ہی نہیں کی۔ جب نماز سے فارغ ہوئے تو لوگوں نے بیان کیا انہوں نے کہا مجھے ایک قافلہ کا خیال رہا جو میں نے مدینہ سے شام کو روانہ کیا تھا۔ پھر نماز دوبارہ پڑھی۔ انتہے۔ ۱۲ مترجم۔ اسی طرح بخاری طبع مصر جلد ا صفحہ ۱۴۰ اور عینی شرح بخاری جلد ۳ صفحہ ۱۰۱ و صفحہ ۴۳۲ و میزان شعرانی طبع مصر جلد ا صفحہ ۷۰ میں ہے۔

شان مہاجرین وانصار کی تشریح

(از مترجم)

اگرچہ یہ مضمون احقر کی استطاعت علمی سے بالاتر ہے۔ مگر اشتیاق رہا ہے کہ اسکو سلک تحریر میں لایا جائے لہذا بوقت شروع طباعت کتاب ہذا سے جس قدر ہو سکا لکھ دیا ہے۔ کیونکہ اس کتاب کا باوجود جامع مضامین ہونے کے اس سے خالی رہنا ایک معتد بہ کمی تھی جس کو حتی الوسع پورا کر دیا گیا ہے ناظرین کو اگر کسی جگہ کوئی فروگذاشت معلوم ہو تو اصلاح فرما دیں خذ ما صفا و دع ماکدر پر عمل کریں۔ آیات والسابقون الاولون من المھاجرین والانصار۔ ورضی اللہ عنھم ورضوا عنہ۔ واعد لھم جنات تجری من تحتھا الانھار۔ والذین امنوا وھاجروا۔ (الآیات) کے ذریعہ سے چونکہ علماء فرقہ سنیہ عوام مسلمانان کو منا میں لاکر اُن کے دلوں میں ایسے اصحاب کا اقتدار واعتقاد فضائل پیدا کرتے ہیں جو اگرچہ احکام رسول اللہؐ سے منحرف ہو گئے تھے۔ مگر بظاہر مسلمانوں کے لیڈر شمار کئے جاتے رہے لہذا ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ ان آیات کی حقیقت منکشف کر کے فریب آمیز تقاریر سنیوں کی قلعی کھول دیں۔ جاننا چاہیئے کہ قرآن کریم میں جا بجا ہر ایک عمل صالح کی ترغیب اور عمل بد سے ترہیب اور مطابق اُس کے وعد یا وعید موجود ہے۔ کہیں بہشت کی تیاری۔ کہیں رضوان الٰہی و مغفرت کی بشارت جملہ مومنین صالحین کیلئے[1]

[1] رضوان الٰہی و مغفرت کی بشارت جملہ مومنین صالحین کے لئے وارد ہوئی ہے وعد اللہ المؤمنین والمؤمنات جنات تجری من تحتھا الانھار خالدین فیھا ومساکن طیبۃ فی جنات عدن ورضوان من اللہ اکبر ذالک ھو الفوز العظیم پ ۱۰ ع ۱۵ اور وعدے خدا کے سب سچے ہیں اور فلک النجاۃ آیت نمبر ۱۴ کا آخری فقرہ رضی اللہ عنھم ورضوا عنہ و آیت نمبر ۱۵ میں یہی فقرہ بہ صیغہ ماضی خاص قابل توجہ ناظرین ہے کیونکہ بعینہ وہی فقرہ ہے جو آیت والسابقون اور آیت بیعت شجرہ میں ہے۔ اگر ان آیات میں دوسری کوئی شرط ملحوظ ہوگی تو آیات زیر بحث میں بھی ہوگی اور اگر وہاں نہیں تو یہاں بھی نہیں۔ حدیث کلمہ گو جنتی ہے اگرچہ گنہگار ہو بحوالہ بخاری ومشکوٰۃ اسی طرح تفسیر درمنثور جلد ۲ صفحہ ۱۸۱ میں یہ حدیث باسناد بخاری ومسلم واحمد وترمذی ونسائی وابن ماجہ انہی حضرت ابی ذر صاحب صحابی سے مرفوعاً نبیؐ سے مروی ہے اور باسناد احمد ابی الدرداء وسلمہ بن نعیم سے مرفوعاً اسی طرح مروی ہے ایضاً صفحہ ۳۴۲ کتاب ہذا تفسیر آیت الم تر الی الذین قیل لھم کفوا ایدیکم الآیۃ مثل تفسیر حسینی کے تفسیر کبیر جلد ۳ صفحہ ۲۱۹ میں مذکور ہے اور اس میں قدامہ بن مظعون کا بھی شمار ویسے ہی لوگوں میں کیا ہے جو مکہ میں جنگ کے خواہشمند تھے اور جب فرضیت ہوئی تو جان بچانے کی فکر میں ہو گئے اور جنگ سے لگے کراہت کرنے۔ اور لباب النقول فی اسباب النزول مطبوعہ مصر برحاشیہ جلالین جلد ا صفحہ ۷۵ میں باسناد نسائی وحاکم ابن عباس سے مروی ہے کہ عبدالرحمٰن بن عوف اور اُس کے ساتھی نبیؐ کے پاس آئے اور عرض کی کہ ہم مشرک تھے تو عزت میں تھے مسلمان ہوئے ہیں تو ذلیل ہو گئے ہیں حضرتؐ نے فرمایا مجھے درگزر کرنے کا حکم ہے اس لئے تم اس قوم سے ابھی جنگ نہیں کر سکتے پھر جب خدا نے نبیؐ کو مدینہ طیبہ میں پہنچایا اور جنگ کا حکم ملا تو عبدالرحمٰن وغیرہ جنگ سے ہٹ بیٹھے جس پر یہ آیت اتری اصل الفاظ یہ

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) یعنی ہجرت کے بعد جب ان کو جنگ کا حکم ملا تو قوم نے اسے ناپسند کیا اور اس بارہ میں وہ کیا جو تم سن رہے ہو۔ اور
ترجمان القرآن جلد ۲ صفحہ میں اس طرح لکھا ہے۔ مؤمنین ابتداء اسلام میں جبکہ مکہ میں تھے اور مامور تھے ساتھ نماز و زکوٰۃ کے اگرچہ نصاب
نہ ہو لیکن مواسات فقرا کا حکم تھا مشرکوں سے عفو و صفح کرنے کا امر تھا کہ ایک وقت تک صبر کرو دل میں جلتے تھے چاہتے تھے کہ اگر حکم قتال
کا ہو تو لڑ پڑیں مگر اُس وقت لڑنا چند اسباب سے مناسب حال نہ تھا۔ ایک اس سبب سے کہ مؤمنین تھوڑے تھے اور دشمن بہت۔
دوسرے یہ کہ بلد حرام میں تھے جو اشرف بقاع ارض ہے وہاں ابتدا قتال کرنے کا حکم نہیں ہے اس لئے حکم جہاد کا مدینے میں آیا نہ وہاں مع۔
جب حکم قتال کا آیا جس کو چاہتے تھے تو بعضے مسلمان مواجہہ اعداء سے ڈر گئے کہنے لگے اگر رخصت جہاد کی تھوڑی مدت تک اور نہ
ہوتی تو اچھا ہوتا جہاد میں خونریزی سے یتیم ہونا اولاد کا بیوہ ہونا عورتوں کا ہے وغیرہ الا آیۃ کقولہ تعالیٰ ویقول الذین امنوا
لولا نزلت سورۃ فاذا انزلت سورۃ محکمۃ ذکر فیھا القتال الآیات۔ ابن عباس نے کہا عبد الرحمٰن بن عوف اور ان کے اصحاب
پاس حضرت ؐ کے مکے میں آئے کہا اے نبی اللہ ہم عزت میں تھے جبکہ مشرک تھے جب سے ایمان لائے ہیں ذلیل ہو گئے ہیں فرمایا مجھ کو حکم
ہے عفو کا سو تم قوم سے مقابلہ نہ کرو پھر جب اللہ تعالیٰ حضرت ؐ کو مدینے میں لایا حکم قتال کا دیا لوگ باز رہے اُس پر یہ آیت اُتری
رواہ ابن ابی حاتم والنسائی والحاکم وابن مردویہ سدی نے کہا ان پر کچھ فرض نہ تھا مگر یہی نماز و زکوٰۃ اللہ سے فرض ہونا قتال کا مانگتے تھے
جب فرض ہوا تو ایک گروہ لوگوں سے ڈرنے لگا اللہ کے ڈر سے بھی زیادہ۔ انتہیٰ بالفاظہ۔ پس ترجمان القرآن وغیرہ میں مفسرین کا یہ قول
بھی درج ہے کہ یہ آیت منافقین کے حق میں اُتری ہے کیونکہ صفات منافقین کے الفاظ ان آیات سے ظاہر ہوتے ہیں۔ ہم کہتے ہیں اسطرح
ثابت ہوا کہ مکہ میں بھی منافقین تھے اور مہاجرین میں بھی منافقین تھے کیونکہ اس پر سب مفسرین کا اتفاق ہے کہ اس آیت میں ان لوگو
کا ذکر ہے جو قبل ہجرت مکہ میں اپنا کفار سے جنگ کی خواہش کرتے تھے پھر بعد ہجرت مدینہ میں حکم قتال ملنے پر وہی لوگ نفرت کرنے لگے۔
اور حدیث ملاحظہ ہو بخاری طبع مصر جلد ۴ صفحہ و جلد ۴ صفحہ ۱۹ و مشکوٰۃ کتاب الایمان فصل اول صفحہ میں ابی ذر سے روایت ہے نبی ؐ نے فرمایا
مامن عبد قال لا الٰہ الا اللہ ثم مات علی ذٰلک الا دخل الجنۃ قلتُ وان زنیٰ وان سرق قال وان زنیٰ وان سرق کوئی آدمی
ایسا نہیں جو لا الٰہ الا اللہ کہے اور اسی پہ مرے مگر ضرور داخل بہشت ہوگا راوی کہتا ہے میں نے عرض کی کہ اگرچہ وہ زنا کرے اور چوری کرے
حضرت ؐ نے فرمایا اگرچہ وہ زنا کرے یا چوری کرے اسی طرح تین بار فرمایا۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کل مؤمنین بہشتی ہیں مہاجرین و
انصار ہوں یا عام مؤمنین۔ مگر اعمال کی شرط بدستور قائم ہے۔ دیکھو بخاری مترجم وحیدی پ ۵ صفحہ ۲۵ کتاب الجنائز کہ لا الٰہ الا اللہ کلید
جنت ہے ہر کلید کے دندانے ہوتے ہیں دندانہ اس کے اعمال صالحہ ہیں بغیر دندانوں کے کلید کام نہیں دیتی۔ مہاجرین و انصار کو اعمال
صالحہ کی ضرورت سورہ نساء پ ۵ ع ۸۔ آیت الم تر الی الذین قیل لھم کفوا ایدیکم واقیموا الصلوٰۃ الآیۃ۔ تفسیر حسینی
میں بذیل آیت مذکورہ لکھا ہے آیا نظر نہ کردی بسوئے آنانکہ در مکہ مبالغت می کردند چوں عبد الرحمٰن بن عوف و سعد بن ابی وقاص و مقداد
بن اسود و امثال ایشاں کہ مارا دستور دہ کہ با اہل شرک حرب کنیم کہ آزار و ایذائے ایشاں از حد گذشت الخ فرمایا کیا تو ان لوگوں کو
نہیں دیکھتا جو مکہ میں عبد الرحمٰن وغیرہ جیسے مبالغہ و اصرار کرتے تھے کہ مشرکین کی ایذائیں حد سے گذر گئی ہیں آپ حکم دیں تو ہم ان کے ساتھ
جنگ کریں ان کو جواب دیا گیا کہ فی الحال نمازیں پڑھو دیگر ضروریات شرعیہ بجا لاؤ اور جنگ سے ہاتھ بند رکھو (پھر جب جنگ کا
حکم آگیا ہے) یعنی واجب گشت بر ایشاں کارزار کردن با کافراں آنوقت گروہے از ایشاں مے ترسند الخ جنگ کے حکم آنے پر ایک
جماعت صحابہ کافروں سے ایسے ڈرتے ہیں جیسے خدا سے ڈرتے ہیں الخ۔ (پھر لکھا) اگر یہ سوال منافقین سے صادر ہوا ہو تو عجب نہیں
واگر از مؤمناں دقوع یافتہ باشد از روئے خوف و بد دلی سخنے گفتہ باشند و باز توبہ کردہ۔ وقولے آنست کہ قومے از مؤمناں بعد از
نزول آیت قتال منافق شدند و از جہاد تخلف ورزیدند ایں سخن ایشاں بود الخ یعنی اگر مؤمنین سے یہ امر واقع ہوا تو بد دلی اور خوف
سے کر بیٹھے پھر توبہ کی اور ایک قول اس میں یہ بھی ہے کہ ایک جماعت مؤمنین کی آیت جنگ اُترنے کے بعد منافق ہو گئے اور جنگ سے متنفر ہو کر گھر بیٹھ
رہے ان کی یہ باتیں ہیں الخ اس سے دو باتیں سمجھ میں آتی ہیں ایک یہ کہ مکہ میں بھی منافق تھے کیونکہ مکہ کے صحابہ سے ہی خطاب لکھا ہے دوسرا یہ کہ ہجرت
کے بعد اور نزول آیات جنگ کے بعد کچھ لوگ منافق ہو گئے کیونکہ واقعہ گذشتہ کو بعد ہجرت یاد دلایا جا رہا ہے اگر فقط ہجرت کرنے سے خدا پاک راضی ہو
اور ناراض ہونے کی کوئی صورت نہ تھی تو یہ بازپرس اور زجر کیوں ہے بلکہ بعد ہجرت منافقت بڑھی تو کیا خدا اس پر بھی بدستور راضی رہا العاقل
جلیلہ (نیز اس آیت کا ترجمہ ترجمان القرآن جلد ۲ صفحہ دیکھو اور قرآن مترجم تھانوی میں دیکھو (اور دیکھو لباب النقول ج صفحہ ع ۵
اللہ علیہم

وارد ہوتی ہے اور اگر رحمت الٰہی شامل حال اور خاتمہ بالایمان والخیر ہو تو ضرور وعدہ الٰہی مستحقین کے لئے پورا ہوگا۔ مگر یہ کسی آیت سے معلوم نہیں ہوتا کہ فلاں کام ایک دفعہ کوئی کرلے تو پھر اس سے تکالیف شرعیہ سب ساقط ہو جاتی ہیں اور بعد ازاں کسی فعل کے واسطے جو عمر بھر کرتا رہے اُس سے باز پرس نہ ہوگی۔ انبیاء و ائمہ معصومین کے سوا صحابہ و عوام مومنین سے کوئی ایسا نہیں جس کو معصوم عن الخطاء قرار دیا جا۔ لہٰذا یہ قول عقلاً و نقلاً باطل ہے کہ جو ایمان لایا یا نماز پڑھ لی یا حج ادا کیا یا جہاد فی سبیل اللہ کرلیا یا پیغمبرؐ کی خدمت میں کچھ عرصہ حاضر رہا یا ہجرت و نصرت کی تو وہ بلا حساب جنت میں چلا جائے گا۔ اور اُس سے رضوان الٰہی و رحمت ایزدی اور بہشت کا میدان کسی طرح کبھی منفصل و منفک نہیں ہوسکتا گو وہ زنا کرے یا شراب پیئے یا بندگان خدا پر ظلم کرے۔ یا کسی مومن کا ناحق خون بہائے یا اُس کا مال غصب کرے۔ یا کسی اور فرمان الٰہی اور حکم رسول کی عمداً مخالفت کرے۔ یا رسول خدا صلعم یا آپ کی آل پاک کی تحقیر و توہین کر کے اُن کو غضب ناک کرے۔ اُس سے کوئی پرسش نہ ہوگی ایسے اعتقاد کے لئے کوئی آیت شہادت نہیں دیتی اس میں بحث نہیں کہ صحابہ میں سے کوئی ان افعال ذمیمہ کا مرتکب ہوا یا نہ۔ اس کے واسطے اور مقامات میں بحث ہو چکی ہے یہاں صرف ناظرین کی توجہ اس طرف مبذول کرائی جاتی ہے کہ اگر بالفرض ایسے افعال قبیحہ اور معاصی کبیرہ کسی مومن یا مسلم مہاجر یا انصاری یا مجاہد فی سبیل اللہ صحابی یا کسی دوسرے سے سرزد ہوں تو کوئی عقلمند یا سدا رشرع مبین یہ کہہ سکتا ہے کہ بے شک وہ قطعی بہشتی ہے اور افعال مذکورہ سب اُس کے لئے روا کر دیئے گئے ہیں اس پر غور کرنے کے لئے چند منٹ تک اپنے دماغ کو اُن احادیث موضوعہ موہومہ سے فارغ فرما دیجئے جو برخلاف قرآن کریم اور بخلاف عقل سلیم و برعکس اصول صراط مستقیم کے خوشامدی لوگوں نے مثل حدیث اعملوا ما شئتم اور حدیث عشرہ مبشرہ وغیرہ کے اختراع کر رکھی ہیں اور یہ انہوں نے اس غرض سے بنائی تھیں کہ ان کے بعد کی آنے والی نسلوں کے لوگ ایک سخت لگام سے قابو کر دیئے جائیں اس طرح کہ بعض صحابہ کو قطعی بہشتی بنا کر بستان جنت میں موہومی طور پر سیر کرتے ہوئے دکھا کر اپنے اکابر مشہورین کے افعال ذمیمہ پر ایک محیط حجاب ڈال دیں تاکہ جو کچھ ان کی سوانح عمری سے ملے وہ اگرچہ کتنا ہی شان مومن کامل کے خلاف یا قطعی بہشتی اور محبوب خدا اور رسول ہونے کے مضاد ہو مگر اُس لگام کے دندانوں سے طالب حقیقت کو ایسی ضرب لگے کہ پھر پڑتال بھال ان ائمہ مغرضین کی اُس کو مجال نہ رہے اور دراصل ایسی احادیث گھڑ لینے کی اُن کو ضرورت تھی کیونکہ جب ائمہ ہدیٰ معصومین منصوصین ہادین مہدین مبشرین بالجنہ کے مقابلہ پر اُنہوں نے اپنے بناوٹی ائمہ کھڑے کئے تو اُن کے حق میں ایسے فضائل بنائے سنائے بغیر ایک گھنٹہ کے لئے بھی کون مسلمان کہلاتے ہوئے اُن کو خلیفہ خدا کا پیشوا تصور کرتا تھا لیس اگر بانصاف متلاشی حق غور کرے تو بے شمار ادلہ قرآنیہ و احادیث نبویہ و براہین عقلیہ اس کیلئے موجود ہیں کہ مہاجرین و انصار وغیرہ صالحین بحالت اعمال صالحہ خدا کے محبوب اور مستحق جنت ہوتے ہیں خدا ان سے راضی اور وہ خدا سے راضی ہونے کی منزلت پر پہنچتے ہیں مگر بشرطیکہ انہی اعمال صالحہ پر استقامت و اختتام ہو ورنہ بصورت نافرمانی وارتکاب سیئات کے فقد باء بغضب من اللہ کے مورد اور بجائے رحمت کے زیر غضب الٰہی آجاتے ہیں اور اس سے مستحق جہنم ہو سکتے ہیں اس پر ایک موٹی مثال ابلیس کی کافی شاہد ہے کہ اگرچہ اُس نے مطابق رضائے الٰہی ہزارہا سال اس حد تک عبادت کی کہ ملائکہ کی قطار میں شمار ہونے لگا اور بلاشک وہ بحالت عبادت و اطاعت کے مستحق رحمت ایزدی اور رضوان خدائے عزوجل کے رہا مگر بباعث عدم تعمیل ایک حکم کے مرجوم و ملعون ابدی ہوگیا اس امر کا ثبوت آیات سے پیش کیا جاتا ہے جن کا مفاد یہ ہے کہ صرف مؤمن ہونے کا دعویٰ کر دینا نجات اخرویہ کے لئے کافی نہیں۔ بلکہ خلوص اور استقامت اور اعمال صالحہ سے مشروط ہے شرائط موجود ہوں تو جزا مواعید جنت و رضوان الٰہی بھی ملیگی۔ واذا فات الشرط فات المشروط اگر شرط فوت ہوئی تو مشروط بھی فوت ہو جائیگا بنا بر اس کے جتنے مواعید رحمت و رضوان و جنت کے قرآن میں مومنین کے لئے وارد ہیں وہ مخلصین کے لئے ہیں جن کا ایمان اول سے آخر تک مشروط بہمہ شرائط کامل رہا ہو ہجرت و نصرت کا ثمرہ بعد کمال ایمان کے مثل دیگر اعمال صالحہ کے نیز مشروط بخاتمہ بالخیر ہے۔ جیسا کہ حدیث بخاری و مسلم انما الاعمال بالخواتیم سے ظاہر ہے ایمان اور اسلام کے مصداق اور ان کی شرائط کے لئے آیات ذیل ملاحظہ ہوں: مضمون بذا حدیث منہ

تشریح

(۱) قالت الاعراب اٰمنا قل لم تؤمنوا ولکن قولوا اسلمنا | ثابت ہوا کہ صرف دعوےٰ ایمان کا کر دینا جزائے ایمان کیلئے

ولما یدخل الایمان فی قلوبکم × انما المؤمنون الذین آمنوا باللہ ورسولہ ثم لم یرتابوا وجاھدوا باموالھم وانفسھم فی سبیل اللہ اولئک ھم الصادقون (سورہ حجرات رکوع ۲) (ترجمہ نذیر احمد) عرب کے دیہاتی کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے اے پیغمبر ان سے کہہ دے کہ تم ایمان نہیں لائے ہاں یوں کہو کہ ہم مسلمان ہو گئے اور ایمان کا تو ہنوز تمہارے دلوں میں گذر تک بھی نہیں ہوا پس سچے مسلمان تو وہ ہیں جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے پھر کسی طرح کا شک و شبہ نہیں کیا اور اللہ کے رستہ میں اپنی جان و مال سے کوشش کی، حقیقت میں یہی سچے مسلمان ہیں۔

کافی نہیں جب تک خلوص قلبی نہ ہو اور حقیقی مؤمنین وہ ہیں جو اللہ ورسول پر ایمان لاکر پھر کبھی شک نہ کریں اور اپنی جان و مال مجاہدہ فی سبیل اللہ میں خرچ کریں (حضرت عمر کے شک حدیبیہ و اخبار یہود سے محبت اور جہاد سے فرار پر غور کریں) تو جو ایمان لائے مگر شک کیا یا جہاد فی سبیل اللہ میں غفلت کی وہ مؤمن صادق نہ ہوئے اور نہ ان مواعید کے مستحق جو مؤمنین کامل کے لئے وارد ہوئے ہیں؛ تفسیر کبیر مطبوعہ مصر جلد ۷ صفحہ ۶۲۸ میں ہے۔ فعلی ھذا الاسلام والایمان تارۃ یعتبران فی الظاھر وتارۃ فی الحقیقۃ۔ والمنافق حصل لہ الاسلام الظاھر ولم یحصل لہ الاسلام الباطن لان باطنہ غیر منقاد لدین اللہ فکان تقدیر الآیۃ لم تسلموا فی القلب والباطن ولکن قولوا اسلمنا فی الظاھر واللہ اعلم۔ یعنی اسلام اور ایمان دونوں کبھی ظاہر پر اطلاق کئے جاتے ہیں اور گاہے حقیقی ایمان واسلام پر۔ اور منافق کو اسلام ظاہری تو حاصل ہوتا ہے مگر باطن اس کا چونکہ فرمانبردار دین خدا کا نہیں ہوتا لہذا باطنی اسلام سے وہ محروم ہوتا ہے تو معنے آیت کا یہ ہوا کہ تم لوگوں نے باطن میں خلوص قلبی سے اسلام کو قبول نہیں کیا ولیکن یہ کہو کہ ہم ظاہری اسلام لائے ہیں واللہ اعلم۔ انتہےٰ۔ اور تیسیر[1] الباری ترجمہ صحیح بخاری پارہ ۱ صفحہ ۱۷ مطبوعہ احمدی لاہور میں ہے (عبارت بخاری) باب اذا لم یکن الاسلام علی الحقیقۃ وکان علی الاستسلام او الخوف من القتل لقولہ تعالیٰ قالت الاعراب آمنا قل لم تؤمنوا ولکن قولوا اسلمنا فاذا کان علی الحقیقۃ فھو علی قولہ جل ذکرہ ان الدین عند اللہ الاسلام (الآیہ) ملخص ترجمہ) باب اس کا جب اسلام حقیقی معنی پر مستعمل نہ ہو بلکہ ظاہری تابعداری یا خوف قتل سے مطیع ہو جانے پر اطلاق کیا جاتا ہے جیسا کہ اللہ کے فرمان قالت الاعراب الخ میں اطلاق ہوا اور جب حقیقی معنے پر اطلاق ہو تو اس طرح ہے جو فرمان الٰہی آیت ان الدین عند اللہ الاسلام میں ہے یعنی خدا کے نزدیک دین حقیقی

لے احیاء العلوم امام غزالی چھاپہ نولکشور جلد ۱ صفحہ ۱۱ میں ہے جس کا خلاصہ ترجمہ یہ ہے کہ جو کلمہ شہادتین زبان سے پڑھے مگر دل سے تصدیق نہ کرے آخرت میں حکم کفار میں مخلد فی النار ہوگا اور دنیا میں بے شک مسلمانوں میں سے ہے کیونکہ ہم میں سے کوئی دل پر مطلع نہیں ہو سکتا وہ سپرد بخدا ہے انتہیٰ اور فیض الباری میں جو انصاری کا قصہ ہے اس انصاری نے نبی پر تہمت لگائی اور ایذاء دی تھی جس کی سزا قرآن میں دیکھو اور قصہ ایذاء صفحہ ۱۲۰ فلک النجات مع تعلیق میں ملاحظہ ہو جس نے رسول خدا کو کہا کہ کنبہ پروری کرتے ہیں خدا کی رضامندی کے طالب نہیں فرمایئے مؤمن کا یہی کام ہوتا ہے اور یہ انصاری بدری ہے دیکھو بخاری مطبوعہ مصر جلد ۲ صفحہ ۔ ایک نہیں دو واقعہ میں دو انصاری ہیں ایک جنگ حنین کی تقسیم غنیمت میں دوسرا پانی کے معاملہ میں۔ غور سے ان روایات کو پڑھیے نبی نے اس کا نام ایذاء رکھا اور رسول کی ایذا خدا کی ایذا ہے اور نتیجہ قرآن میں موجود ہے اور آیت کے شان نزول سے انصاری کا ضعف ایمان بلکہ نفاق ثابت ہوتا ہے بلکہ عمدۃ القاری شرح بخاری للعینی ج ۶ صفحہ ۱۵ ۲۲۶ میں لکھا ہے کہ وہ رجل منافق تھا یہ قاضی عیاض نے کہا۔ علامہ عینی نے اس پر بخاری کی روایت سے اعتراض کیا ہے۔ کہ بخاری کتاب الصلح میں ہے کہ وہ شخص بدر میں شامل تھا لہذا منافق نہیں کہہ سکتے اور ترمذی کی روایت سے بھی اسی طرح ثابت ہے۔ پھر کہا یہ امر اس سے لغزش شیطان کے سبب واقع ہوا۔ ایضاً صفحہ ۲۲۶ و التیسیر الباری بخاری مطبوعہ مصر جلد ۱ صفحہ ۹ مع حاشیہ سندی میں اسی طرح ہے لیجزی اللہ الصادقین بصدقھم ویعذب المنافقین ان شاء او یتوب علیھم الخ ایمان واسلام میں فرق۔ تفسیر کبیر جلد ۱ صفحہ ۔ میں ہے والحق ان المسلم اعم من المؤمن واطلاق العام علی الخاص لا مانع منہ فاذا سمی المؤمن مسلما لا یدل علی اتحاد مفھومیھما یعنی حق یہ ہے کہ مسلم کا لفظ مؤمن سے عام ہے اور عام کو خاص پر اطلاق کرنے سے کوئی مانع نہیں۔ پس جب مؤمن کو مسلم کہا جائے تو یہ دونوں کے ہم معنے ہونے پر دلالت نہیں کرتا۔ اسی طرح شیعہ کی کتاب عنایات رضویہ صفحہ ۔ میں ہے کہ اسلام و ایمان متغائر ہیں ان میں عموم و خصوص مطلق کی نسبت ہے اور پ ۵ ع ۱۷ میں ہے یا ایھا الذین آمنوا آمنوا باللہ

سچے مسلمان وہ ہیں جنکو کبھی شک نہ ہو

حقیقی اسلام اور ظاہری میں فرق

ایمان و اسلام میں فرق

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) آمنوا بالقلب و بیانکن ھذا بقولہ تعالیٰ من الذین قالوا آمنا بافواھھم ولم تؤمن قلوبھم ۔ یعنی منافقوں کو کہا گیا اے زبان سے ایمان لانے والو دل سے ایمان لاؤ یہ اس آیت سے مؤکد ہوتا ہے کہ منہ سے کہتے ہیں ہم ایمان لائے لیکن ان کے دل ایمان نہیں لائے ۔ شیعہ کی تفسیر قمی صفحہ میں ایمان کے چار معانی لکھے ہیں ۔ اقرار زبانی اور تصدیق قلبی ۔ اور ادا جیسے نماز پر اطلاق ہوا ہے اور تائید جیسے کتب فی قلوبھم الایمان ۔ اور صفحہ ۲۸ میں ایمان کا خبیث وطیب دونوں پر اطلاق ہونا لکھا ہے ما کان اللہ لیذر المؤمنین علی ما انتم علیہ حتی یمیز الخبیث من الطیب اور احتجاج طبرسی صفحہ ۱۸۹ ومعانی الاخبار صفحہ ۶۱ ہر دو کتب شیعہ میں امام صادق سے مروی ہے ۔ فرمایا ان الاسلام قبل الایمان وعلیہ یتوارثون یعنی اسلام ایمان سے پہلے ہوتا ہے اور اسی پر ایک دوسرے کے وارث ہوتے ہیں ۔ یعنی ظاہری انقیاد اور زبانی اقرار پہلے ہوتا ہے پھر تصدیق قلبی ہو کر ایمان آتا ہے ۔ اور وسائل الشیعہ جلد ۳ صفحہ میں امام صادق اور امام محمد باقر سے مروی ہے کہ ایمان دل میں ہوتا ہے اور اسلام ظاہر میں جس پر تناکح (ایک دوسرے سے نکاح) ومیراث وغیرہ ہوتا ہے ۔ (اسلام وایمان میں فرق اور حقیقی وغیر حقیقی) تفسیر کبیر ج ۲ صفحہ ۴۲۵ تحت قولہ ان الدین عند اللہ الاسلام لکھا ہے الاسلام عبارۃ عن الانقیاد فی اصل اللغۃ علی ما بیناہ والمنافقون انقادوا فی الظاہر من خوف السیف فلا جرم کان الاسلام حاصلاً فی حکم الظاہر والایمان کان ایضاً فی حکم الظاہر لانہ تعالیٰ قال ولا تنکحوا المشرکات حتی یؤمن والایمان الذی یمکن ادارۃ الحکم علیہ ھو الاقرار الظاہر فعلی ھذا الاسلام والایمان تارۃ یعتبران فی الظاہر وتارۃ فی الحقیقۃ والمنافق حصل لہ الاسلام الظاہر ولم یحصل لہ الاسلام الباطن لان باطنہ غیر منقاد لدین اللہ ۔ الخ یعنی اصل اسلام لغت میں تابع حکم اور فرمانبردار ہو جانا ہے اور منافقین ظاہراً تلوار کے خوف سے منقاد و تابعدار ہو گئے تھے لہٰذا ضرور اسلام بلکہ ایمان بھی ظاہری احکام میں ان کو حاصل تھا کیونکہ اللہ فرماتا ہے مشرکہ عورتوں کے ساتھ نکاح مت کرو اور جس ایمان پر حکم ایمان جاری ہوتا ہے وہ ظاہری اقرار ایمان کا ہے پس اس بناء پر اسلام اور ایمان کبھی تو ظاہری اعتبار سے اطلاق ہوتے ہیں اور کبھی حقیقی اعتبار سے اور منافق باعتبار ظاہر کے مسلمان کہا جائیگا اسلام باطنی اس کو حاصل نہیں کیونکہ باطن اس کا دین خدا کیلئے تابعدار نہیں الخ اور کتاب التعریفات مؤلفہ سید شریف جرجانی مطبوعہ مصر صفحہ میں ہے اسلام جھک جانا اور احکام نبی کا فرمانبردار ہو جانا ہے اور کشاف میں ہے جو اقرار زبان سے ہو اور دل اس کے مطابق نہ ہو وہ اسلام ہے اور جس اقرار کے ساتھ دل بھی موافق ہو وہ ایمان ہے یہی مذہب شافعی کا ہے ۔ انتہی ۔ اور کتاب الایمان مؤلفہ شیخ ابن تیمیہ مطبوعہ مصر صفحہ میں ہے ۔ منقول قد فرق النبی فی حدیث جبریل بین مسمی الاسلام ومسمی الایمان ومسمی الاحسان الخ (ثم قال) فکل محسن مؤمن وکل مؤمن مسلم ولیس کل مؤمن محسنا ولا کل مسلم مؤمنا کما سیاتی بیانہ انشاء اللہ فی سائر الاحادیث الخ یعنی نبی نے حدیث جبریل میں معنی اسلام وایمان واحسان میں فرق بیان کیا ہے پس ہر محسن مؤمن اور ہر مؤمن مسلم ہے مگر ہر مؤمن محسن نہیں اور ہر مسلم مؤمن نہیں چنانچہ آئندہ احادیث میں بیان ہوگا انشاء اللہ تعالیٰ ۔ اور صفحہ ۱ میں ہے مسند انس سے نبی سے مروی ہے فرمایا ۔ الاسلام علانیۃ والایمان فی القلب ۔ اور صفحہ ۵/۱۰۵ اسی روایت کو امام احمد کی اسناد سے لکھا ۔ یعنی اسلام ظاہری ہے اور ایمان وہ جو دل میں ہے صفحہ میں ہے مؤمنین مسلمانوں سے اخص ہیں اور صفحہ ۲۹ میں ہے ایمان جب قول وعمل بلا نیت قلبی ہو پس وہ نفاق ہے اور صفحہ ۹۲ میں ہے فصل وقد اثبت فی القرآن اسلاما بلا ایمان فی قولہ تعالیٰ قالت الاعراب آمنا الخ وقد ثبت فی الصحیحین عن سعد بن وقاص قد قسم النبی قسما وترک فیھم من لم یعطہ وھو اعجبھم الیّ فقلت انی لا اراہ مؤمنا قال او مسلما اقولھا ثلاثا یعنی قرآن میں اسلام بلا ایمان ثابت ہے اور صحیحین میں سعد سے مروی ہے ۔ کہ نبی نے کچھ مال تقسیم کیا ایک کو میں مؤمن جانتا تھا حضرت نے اس کو نہ دیا میں نے کہا مؤمن ہے حضرت نے فرمایا کہ مسلم ہے میں نے تین دفعہ تکرار کیا حضرت وہی فرماتے رہے ۔ اور صفحہ ۱۴۱ میں ہے وقد اتفق العلماء علی ان اسم المسلمین فی الظاہر یجری علی المنافقین (الیٰ ان قال) کما کان النبی یجری علیھم احکام الاسلام الظاہر (حتیٰ) فی احیاء العلوم طبع نولکشور ج اصفحہ یعنی علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ مسلمانوں کا نام بظاہر منافقین پر جاری ہوتا ہے (حتیٰ کہ کہا) جیسا کہ نبی منافقین پر ظاہری احکام مسلمانوں کے جاری فرماتے تھے اسی طرح احیاء العلوم غزالی میں ہے اور احیاء میں اس کے بن لکھا ہے احکام دنیا کی مدار ظاہراً دباطنا ظاہری قول پر ہے ۔ اسی طرح عینی حنفی نے شرح بخاری جلد ۱ صفحہ ۲۴۳/۲۱۵ میں لکھا ہے وغیر ان من اظھر الاسلام واسر الکفر

باقی برصفحہ آئندہ

لے عینی شرح بخاری جلد ۱۰ صفحہ ۱۳۶ باب اللہ اراۃ مع الناس میں ہے فاسق معلن کی غیبت کا جواز ثابت ہوتا ہے ابن بطال کہتا ہے کہ نبیؐ کو حکم تھا کہ فقط لوگوں کے ظاہری اسلام پر احکام جاری کریں ۱۲ منہ ۔

اسلام وایمان میں حقیقی وغیر حقیقی

نکاح ومیراث کا مدار ظاہری اسلام پر ہے

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) یقبل اسلامہ فی الظاھر وھذا قول اکثر العلماء - ایضاً اسی کے ج مسئلہ ۵۶۳ میں اسی طرح ہے اور عینی ج ۲ ص ۲۱۵ میں صاف لکھا ہے کہ منافقین کے ساتھ مناکحت و میراث و دیگر احکام اسلام میں نبیؐ باقی مسلمانوں جیسا برتاؤ فرماتے تھے کیونکہ کفران کا پوشیدہ تھا اور نماز جنازہ بھی فقط مخصوص منافقین پر منع ہوئی تھی جو ۱۸ آدمی تھے باقی منافقین پر منع نہیں الخ- انتہیٰ۔ ۱۲ مترجم

تابعداری و انقیاد و فرمانبرداری ہے۔ پھر بخاری نے سعد سے روایت کیا ان رسول اللہ صلعم اعطیٰ رھطا وسعد جالس فترک رسول اللہ رجلا ھو اعجبھم الیّ فقلت یارسول اللہ مالک عن فلان فواللہ انی لاراہ مومنا فقال او مسلما فسکت قلیلاً ثم غلبنی ما اعلم منہ فعدت لمقالتی (الحدیث) یعنے رسول خدا نے بعض صحابہ کو کچھ عطا فرمایا اور سعد بھی حاضر تھا۔ کہتا ہے ایک شخص کو آنحضرتؐ نے چھوڑ دیا اور اُسے کچھ نہ دیا حالانکہ میرے نزدیک وہ بہت ہی اچھا آدمی تھا کہتا ہے میں نے عرض کیا یارسول اللہ خدا کی قسم میں تو اس کو ضرور مومن یقین کرتا ہوں آپ نے اسے کیوں نظر انداز فرمایا۔ آپ فرمانے لگے مومن یا مسلم پھر کچھ خاموشی کے بعد مجھے اپنے اعتقاد کے جذبہ نے جرءت دلائی جو اس کے متعلق سے مجھے اس کی بہتری معلوم تھی اور میں نے عرض کیا خدا کی قسم میں تو اس کو ضرور مومن سمجھتا ہوں آپ نے فرمایا یا مسلم اسی طرح تیسری دفعہ بھی میں نے عرض کی اور وہی جواب حضرتؐ نے دیا۔ الخ۔ اس کے حاشیہ ۲ پر مترجم بخاری لکھتے ہیں کیونکہ حدیث سے یہ نکلا کہ جس شخص کے دل کا حال یعنی اس کا مؤمن ہونا معلوم نہ ہو اس کو مسلمان کہہ سکتے ہیں تو اسلام کے ایک معنی وہ بھی ہوئے جو لذت میں ہیں یعنی ظاہری انقیاد اور تابعداری۔ انتہیٰ۔ اور حالات معاویہ میں ہم لکھ چکے ہیں وان طائفتان من المؤمنین کے نزول سے بھی ظاہر ہے کہ مؤمنین کا لفظ کبھی ظاہری دعوئے ایمان کے سبب سے منافقین پر بھی اطلاق ہوتا ہے اور اعمال وغیرہ قرائن سے مؤمن صادق کی شناخت کی جاتی ہے اور ایمان قول و فعل دونوں سے ہوتا ہے لہذا اعمال سے شناخت ایمان حقیقی اور کمال ایمان کی شہادت ہوتی ہے۔ جیساکہ اخبار اہلحدیث امرتسر جلد ۲۲ ص ۱۸ بابت ۱۰ شعبان ۱۳۴۳ھ و ۶ مارچ ۱۹۲۵ء میں لکھا ہے بخاری کتاب الایمان کے شروع میں امام بخاری لکھتے ہیں۔ باب قول النبیؐ بنی الاسلام علی خمس وھو قول وفعل ویزید وینقص یعنے حضرتؐ نے فرمایا ایمان پانچ چیزوں پر مبنی ہے اور وہ ایمان قول اور فعل دونوں ہیں جو بڑھتا اور گھٹتا ہے اس کے ذیل میں فتح الباری میں ہے فالسلف قالوا ھو اعتقاد بالقلب ونطق باللسان وعمل بالارکان۔ الخ یعنے متقدمین کا یہ مذہب کہ ایمان دل سے یقین رکھنا اور وہی زبان سے ظاہر کرنا اسی کے مطابق اعمال کا کرنا ہے (مجموعی صورت سے) پھر کہا قال البخاری لقیت اکثر من الف رجل من العلماء بالامصار فما رأیت احدا منھم یختلف فی ان الایمان قول وعمل ویزید وینقص۔ امام بخاری کہتا ہے میں نے ہزار سے زیادہ علماء مختلف شہروں سے ملاقات کی ہے ان میں سے کسی کو نہیں پایا جو اس مسئلہ میں اختلاف رکھتا ہو۔ کہ ایمان قول اور عمل دونوں سے ہوتا ہے اور ایمان بڑھتا گھٹتا ہے (فتح الباری مطبوعہ دہلی جزء اول ص ۲۶) اور مقدمہ فتح الباری مطبوعہ دہلی ص ۵۶۴ میں ہے محمد بن حاتم سے مروی ہے کہا میں نے ایک ہزار اور اسی نفوس سے احادیث کو نقل کیا ہے جو سب اصحاب حدیث تھے۔ کہا۔ اور میں نے سوائے ان کے کسی سے حدیث کو نہیں لکھا جن کا مذہب یہی ہے کہ ایمان قول وعمل دونوں ہیں۔ غنیۃ الطالبینؒ مع ترجمہ مطبوعہ نولکشور لاہور ص ۱۰۹ میں اسی طرح ہے ونعتقد ان الایمان قول باللسان ومعرفۃ بالجنان وعمل بالارکان یزید بالطاعۃ وینقص بالمعصیۃ۔ اور عینی شرح بخاری جلد اول ص ۱۲۱ میں ہے ان الایمان اقرار باللسان ومعرفۃ بالقلب وھو قول ابی حنیفۃ وبعض المتکلمین۔ یعنے ایمان دل سے معرفت اور اقرار زبان سے ہوتا ہے یہ مذہب ابی حنیفہ اور بعض متکلمین کا ہے (اس کے بعد اور مذہب لکھا) قالوا ان الایمان فعل القلب واللسان مع سائر الجوارح وھم اصحاب الحدیث ومالک والشافعی واحمد والاوزاعی یعنی اصحاب حدیث و مالک و شافعی و احمد اور اوزاعی کا مذہب یہ ہے کہ ایمان دل اور زبان اور اعضا سب کا مجموعی کام ہے اور شرح مسلم بر حاشیہ ارشاد الساری مطبوعہ مصر جلد ۱ ص ۱۹۸ میں ہے کہ ابن بطال کہتا ہے ایمان قول بغیر عمل کہنا مرجیۂ کا قول ہے۔ انتہیٰ۔ اور بیان ایمان حضرت عمر میں

منافقین سب احکام میں مسلمانوں جیسے ہیں

ایمان تصدیق قلب و لسان و عمل بالارکان کا نام ہے

عقیدہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ

ہم نے دو حدیثیں کنز العمال سے اس بارہ میں لکھی ہیں کہ ایمان اور عمل دونوں شریک بھائی ہیں اور آیات قرآنیہ میں بھی سب جگہ والذین اٰمنوا کے ساتھ وعملوا الصالحات وارد ہے جس سے ثابت ہے کہ عمل جزو ایمان ہے اور بغیر اس کے ایمان ناقص ہے جیساکہ آیت ۹ وغیرہ مندرجہ مضمون ہذا سے ظاہر ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ کبھی مومن اور مسلم کا لفظ باعتبار ظاہری دعوے کے اطلاق کیا جاتا ہے اگرچہ جزو ایمان و اسلام کی اس پر سوائے دنیاوی برتاؤ مسلمانان کے کوئی مرتب نہیں ہوتی چنانچہ آیت ۲ اس کی مؤید ہے۔ کہ مؤمنین کا لفظ گا ہے منافقین پر بھی اطلاق کیا گیا ہے مگر ایسے مومن پر ایمان پر یا جہاد کا ثمر مرتب ہونا وہم میں بھی نہیں آتا۔[لہ]

(۲) کما اخرجک ربک من بیتک بالحق وان فریقا من المؤمنین لکارھون الآیۃ سورۃ انفال ع ۱ ترجمہ نذیر کہ تمہارے پروردگار نے لڑائی کے دو پہلوؤں میں سے صحیح پہلو اختیار کرکے تم کو گھر سے نکلنے پر آمادہ کیا اور مسلمانوں کا ایک گروہ تمہارے نکل کھڑے ہونے سے اس وقت بھی ناخوش تھا۔ یجادلونک فی الحق بعد ما تبین کانما یساقون الی الموت وھم ینظرون ۝ کہ وہ لوگ حق بات کے ظاہر ہوئے پیچھے تمہارے ساتھ حق بات میں لگے جھگڑا کرنے اور مارے ڈر کے پیچھے ہٹنے گویا ان کو زبردستی موت کی طرف دھکیلا جاتا ہے اور وہ موت کو آنکھوں دیکھ رہے ہیں۔ (سورہ و رکوع و ترجمہ مذکورہ بالا)

آیت ۳ اس ثبوت میں لکھی جاتی ہے کہ ایسے لوگ جو بلا عذر شرعی کے جنگ پر جانے سے آنکھ چراتے اور حیلہ بناتے پیچھے رہ جانے کی کوشش کرتے تھے وہ منافقین ہی تھے نہ مؤمنین مخلصین جو ہر وقت تابع حکم اور ہر امر رسول پر بلا تردد کمر بستہ تھے ایضاً ملاحظہ ہو آیت ۳ سورہ توبہ انما یستاذنک الذین لا یؤمنون باللہ والیوم الاخر وارتابت قلوبھم فھم فی ریبھم یترددون اس میں حقیقی ایمان مراد ہے جو وہ نہیں رکھتے تھے۔ آیت ۳ کو مختصر لکھ کر کسی قدر ترجمہ بقیہ آیت کا بھی لکھا گیا ہے اس کا تتمہ شروع پارہ گیارہ سورہ میں ہے

لہ آیت ۲ کی تائید سورہ محمد پ ۲۶ ع ۳ میں ہے ویقول الذین اٰمنوا لولا نزلت سورۃ فاذا انزلت سورۃ محکمۃ وذکر فیھا القتال رایت الذین فی قلوبھم مرض ینظرون الیک نظر المغشی علیہ من الموت ط ترجمہ قرآن مترجم میں دیکھ لیں اسی طرح پ ۵ ع میں ہے الم تر الی الذین قیل لھم کفوا ایدیکم واقیموا الصلوٰۃ واٰتوا الزکوٰۃ الآیۃ ھو تمنی للمؤمنین لقاء العدو اسباب النزول ج ۱ ص ۲۶۵ و ص ۸۷ ۱۲ مترجم۔ حاشیہ متعلق ص ۳۴۸ (ایمان و اسلام کی تعریف اور ان میں فرق اور الصحابۃ کلھم عدول پر نظر) مروج الذہب طبع جدید مصر ج ۴ ص ۱۱۴ للمسعودی و مطبوعہ بر حاشیہ تاریخ کامل جلد ۹ ص ۲۰۵ و ۲۰۶ بیان خلافت خلیفہ معتز باللہ میں بروایت ابو دعامہ امام علی نقیؑ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا اے ابو دعامہ تو میری بیمار پرسی کے لئے آیا ہے تیرا ہمارے اوپر حق واجب ہو گیا ہم تجھے ایک حدیث بیان کرتے ہیں اس کو بطور راز کے محفوظ رکھو پھر حدیث بیان فرمائی حدثنی ابی محمد بن علیؑ قال حدثنی ابی موسےٰ ابن جعفرؑ قال حدثنی ابی جعفرؑ ابن محمد قال حدثنی ابی محمد بن علیؑ قال حدثنی ابی علیؑ بن الحسینؑ قال حدثنی ابی الحسینؑ قال حدثنی ابی علیؑ بن ابی طالب قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اکتب قلت وما اکتب قال لی اکتب بسم اللہ الرحمٰن الرحیم الایمان ما وقرتہ القلوب وصدقتہ الاعمال والاسلام ما جری بہ اللسان وحلت بہ المناکحۃ قال ابو دعامۃ فقلت یا ابن رسول اللہ ما ادری واللہ ایھما احسن الحدیث ام الاسناد فقال انھا لصحیفۃ بخط علیؑ بن ابی طالب باملاء رسول اللہ صلی اللہ علیہ نتوارثھا صاغر عن کابر (ترجمہ) رسولؐ سے باسناد ائمہ طاہرین مروی ہے فرمایا ایمان وہ ہے جو دل میں مرکوز ہوا اور اعمال اس کی تصدیق کریں اور اسلام وہ جو زبان پر جاری ہو اور اسی کے سبب سے مناکحت حلال ہو جائے ابو دعامہ کہتا ہے اے امام علی نقیؑ آپ نے ایسی حدیث فرمائی کہ میں حیران ہوں اس کی اسناد کی خوبی کی تعریف زیادہ کروں یا اصل الفاظ حدیث کی امامؑ نے فرمایا یہ صحیفہ علیؑ کے اپنے خط سے اور بہ املاء رسولؐ کے لکھا ہوا ہمارے پاس چلا آتا ہے جو ہم چھوٹے بڑے ایک دوسرے سے ورثہ لیتے آئے ہیں۔ اور روض المربے من ترجمۃ المجتبیٰ (ترجمہ سنن نسائی) جلد ۲ ص ۲۷۲ تاویل قول اللہ عزوجل قالت الاعراب اٰمنا الآیہ اور اس کی تفسیر میں لکھا ہے ف۔ اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ ایمان و اسلام میں فرق ہے (پھر لکھا) مگر ٹھیک یہ ہے کہ اسلام عام ہے

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) (اس سے پہلی حدیث سلسلۃ الذہب اہل بیت علیہم السلام سے بصراحت ثابت ہے کہ مناکحت یعنی ایک دوسرے سے نکاح کا رشتہ ظاہری اسلام کے ذریعہ جائز ہو جاتا ہے) اس کے بعد سنن نسائی میں سعد بن ابی وقاص سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ مال تقسیم کیا تو بعضوں کو دیا اور بعضوں کو نہ دیا میں نے کہا یا رسول اللہ آپ نے فلاں فلاں لوگوں کو دیا اور فلانے کو نہ دیا وہ بھی تو مؤمن ہے۔ آپ نے فرمایا مؤمن نہ کہو مسلمان کہو ابن شہاب نے اس آیت کو پڑھا۔ قالت الاعراب امنا انتہیٰ بعینہ اس میں ایک اور روایت بھی اس سے طویل اور مفصل اُسی صفحہ پر درج ہے جس کی ذیل میں مترجم نسائی لکھتے ہیں۔ بعضے لوگ ڈر سے یا دباؤ یا مال کے طمع سے مسلمان ہو گئے تھے ابھی ان کے دلوں میں ایمان رچا نہ تھا۔ (پھر کہا) اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ مؤمن اور مسلم میں فرق ہے انتہیٰ۔ اور فیض الباری ترجمہ بخاری پ ۲۶ صـ۳۱۳ وصفحہ ۱۸ باب اذا کانوا اکثر من ثلاثۃ میں ہے کہ ایک دن جناب رسول اکرمؐ نے کچھ بانٹا تو انصار میں سے ایک شخص نے کہا کہ یہ ایسی تقسیم ہے کہ اس میں رضاء الٰہی کا ارادہ نہیں کیا گیا اس پر جناب رسول اکرمؐ بہت غضب ناک ہوئے آپ کا چہرہ مبارک سرخ ہو گیا پھر فرمانے لگے اللہ تعالیٰ حضرت موسیٰ پر رحم کرے وہ تو اس سے بھی زیادہ ستائے گئے اور صبر کیا۔ انتہیٰ۔ الملل والنحل مطبوعہ بمبئی ج ۱ ص۱۹ میں اسلام و ایمان میں فرق ثابت کیا اور احسان کا معنے اسلام و ایمان میں کمال حاصل کرنا لکھا ہے آخر کہا کہ گاہے اسلام احسان کا مرادف بھی استعمال ہوتا ہے چنانکہ آیات بلٰی من اسلم وجہہ للّٰہ۔ ورضیت لکم الاسلام دینا۔ وان الدین عند اللہ الاسلام اس پر دلالت کرتی ہیں اور منافقین پر مسلمانوں کا لفظ اطلاق ہوتے میں ملاحظہ ہو تفسیر درمنثور ج ۱ صـ۳۱ باسناد عبد بن حمید وابن جریر قتادہ سے مروی ہے قال ھٰذا مثل ضربہ اللہ للمنافق ان المنافق تکلم بلا الٰہ الا اللہ فناکح بہا المسلمین ووارث بہا المسلمین وغازی بہا المسلمین وحقن بہا دمہ ومالہ فلما کان عند الموت لم یکن بہا اصل فی قلبہ ولا حقیقۃ فی عملہ الخ۔ یعنی یہ خداوند کریم نے منافق کی مثال دی ہے کہ وہ کلمہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ پڑھتا ہے تو اس کلمہ کے سبب سے مسلمانوں کے درمیان اس کا نکاح درست ہوتا ہے اور اسی کے ساتھ وہ مسلمانوں کا وارث بھی ہوتا ہے اور مسلمانوں کے ہمراہ ہو کر جنگ بھی کرتا ہے اور اسی سے اس کا مال و خون بھی محفوظ ہو جاتا ہے مگر موت کے بعد نہ اُس کے دل میں کلمہ کا کوئی اصل باقی ہوتا ہے اور نہ اس کے اعمال کی کوئی حقیقت باقی رہتی ہے یعنی آخرت میں وہ عمل رائگان جاتا ہے ۱۲

(۳) انما السبیل علی الذین یستاذنونک وھم اغنیاء رضوا بان یکونوا مع الخوالف وطبع اللہ علٰی قلوبہم فہم لا یعلمون۔ سورہ توبہ رکوع ۱۲ (ترجمہ نذیر احمد) الزام تو حقیقت میں انہی لوگوں پر ہے جو مالدار ہوتے ساتے تم سے پیچھے رہ جانے کی اجازت چاہتے ہیں ان کو عورتوں کے ساتھ جو عموماً پیچھے گھروں میں بیٹھی رہا کرتی ہیں پیچھے بیٹھ رہنا پسند ہوا اور اللہ نے ان کے دلوں پر مہر لگا دی ہے۔ تو یہ لوگ جہاد کی مصلحتوں کو نہیں سمجھتے۔ مسلمانو جب تم جہاد سے لوٹ کر منافقوں کے پاس واپس آجاؤ گے تو یہ لوگ تمہارے سامنے طرح طرح کے عذر پیش کریں گے۔ الخ۔

ایمان ظلم سے مُبرّا ہونا چاہیئے۔

(۴) الذین امنوا ولم یلبسوا ایمانہم بظلم اولٰئک لہم الامن وھم مہتدون۔ سورہ انعام رکوع ۹ (ترجمہ نذیر احمد) جو لوگ خدا پر ایمان لائے اور انہوں نے اپنے ایمان میں بے انصافی کی آمیزش نہیں کی یہی لوگ ہیں جو امن و اطمینان

کہ تو اے پیغمبر ان سے کہہ دینا کہ باتیں نہ بناؤ ہم تمہارا اعتبار کرنے والے نہیں اللہ تمہارے سب حالات ہم کو بتا چکا ہے الخ۔ اور صلح معاویہ کے بیان میں اسی کتاب کے اندر وان طائفتان من المؤمنین اقتتلوا کی تشریح میں بخاری کے حوالہ سے اس کے سبب نزول میں لکھا گیا ہے کہ ظاہر دعوے ایمان پر بعض اوقات منافقین کو بھی خطاب میں شامل کیا گیا ہے پس صرف مسلم یا مؤمن کے لفظ پر مغرور ہو کر مواعید مؤمنین مخلصین کو سب دعویدار ایمان والوں پر منطبق نہ کرنا چاہیئے جب تک ان کے اعمال اور خاتمہ بالخیر سے اطمینان و امتحان نہ ہو جائے۔ یہی غلطی ہے جس سے ہجرت و بیعت رضوان وغیرہ اعمال سے عوام کو دھوکہ لگتا ہے۔ آیت نمبر ۴ میں ایمان میں ظلم نہ ملانے کی شرط ہے اگرچہ ظلم کے معنے اس جگہ بعض مفسرین نے شرک کے لکھے ہیں مگر آیت میں ظلم نکرہ غیر معین عام واقع ہوا ہے جو ہر قسم کے ظلم کو شامل ہے۔ پس ظلم عظیم اگرچہ شرک کو سمجھا جائے تو بھی مفاد عموم آیت سے یہ ثابت

انصاری نے رسول پر بے انصافی کی تہمت لگائی

سلسلہ ۷۵ یہ حاشیہ صـ۲۵۳ پر دیکھو
مناکحت وحفظ جان ومال ومیراث میں منافق ومؤمن برابر ہیں

خاطر کے مستحق ہیں - اور یہی لوگ راہ راست پر بھی ہیں - ہوتا ہے کہ ظلم صغیر و عظیم سب سے پرہیز کرنے سے ایمان کامل ہوتا ہے اور تب "لعنۃ اللہ علی الظالمین" سے بچاؤ ہو سکتا

حاشیہ متعلق صفحہ ۳۵۲) **مہاجرین کے چند اعمال**) عبد اللہ بن ابی سرح کا مہاجر مرتد ہونا فلک ج ۱ بعض صحابہ کے حالات مرتدین میں ملاحظہ ہو اور قدامہ بن مظعون مہاجر شرابی بدری کا حال فلک جلد ا شرب خمر (حالات صحابہ) میں ملاحظہ ہو اور مہاجرین اولین سے مرتد عبید اللہ بن جحش کا حال اوپر مذکور ہوا اور بدری انصاری معترض بر نبیؐ کا حال فلک جلد ا اور اُس کی تذنیب میں ملاحظہ ہو اور مسطح مہاجر اور حسان بن ثابت انصاری قاذفین عائشہ ومحدودین کے حق میں قرآن کی آیات سورہ نور کی پڑھیں - جن میں فاسقون اور لعنوا اور الا الذین تابوا موجود ہے یہ اعتقاد سنیوں کے سراسر خلاف ہے ہر دو کا محدود القذف ہونا ترجمان القرآن جلد ۹ صفحہ ۹۲۳ میں بروایت احمد و اہل السنن الاربعہ مروی ہے اور ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن ہے اور ابو داؤد کی روایت بھی لکھی ہے پھر کہا حافظ ابن کثیر کہتے ہیں فہذہ طرق متعددۃ عن ام المؤمنین عائشۃ فی المسانید والصحاح والسنن وغیرہا - اور تولی عن الزحف یعنی جنگ سے بھاگنا کبیرہ گناہ ہے اور جن کو تاریخ غزوات کا مطالعہ ہے کون ہوگا جس کو علم نہ ہو کہ مفرورین غزوات رسولؐ کے مہاجرین و انصار ہی تھے کیا جہاں تین چار یا کم و بیش آدمی رسولؐ کے ساتھ باقی رہے ان کے سوا بھاگنے والے سب جدید مسلمان تھے جو نہ مہاجرین سے تھے اور نہ انصار میں سے اگر ان دونوں قسم کے لوگوں میں مہاجرین و انصار نہ تھے یعنی نہ ثابت قدموں میں اور نہ مفرورین میں تو وہ رسولؐ کے غزوات کے اوقات میں کہاں تجارت یا سیر کے سفر میں ہوتے تھے - کچھ بھی نہیں کہہ سکتے کیونکہ اکثر مفرورین کے نام بھی روایات میں مشہور ہیں - اور حالات بعض صحابہ جلد اول فلک میں ملاحظہ ہوں ان میں انہی مہاجرین و انصار کے افراد ہی کا ریکارڈ ہے کوئی اور صنف صحابہ کی نہ تھی - ایضاً جیش اسامہ سے تخلف اور شرح مواقف مطبوعہ نولکشور صفحہ ۷۴۶ میں ہے لعن اللہ من تخلف عن جیش اسامۃ - الملل والنحل مطبوعہ بمبئی جلد ا صفحہ ۵ میں ہے الخلاف الثانی فی مرضہ قال جہزوا جیش اسامۃ لعن اللہ من تخلف عنہا الخ یعنی دوسرا اختلاف رسولؐ کی مرض میں یہ پیدا ہوا کہ نبیؐ نے فرمایا لشکر اسامہ کی تیاری کر کے جاؤ جو اس سے باز رہا اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے (پہلا اختلاف قرطاس کا حضرت عمر کی طفیل سے ہوا اور یہ دوسرا اختلاف بھی انہی کی برکت سے ہوا) تحفہ اثنا عشریہ مطبوعہ نولکشور صفحہ ۲۶۳ میں ابوبکر صاحب و عمر صاحب کا محکوم جیش اسامہ ہونا بالصراحت مسلم مذکور ہے - اور مدارج النبوۃ جلد ۲ صفحہ ۵۳۰ میں لکھا ہے - حکم عالی چناں صادر شد کہ اعیان مہاجر و انصار مثل ابوبکر صدیق و عمر فاروق و عثمان ذوالنورین و سعد بن ابی وقاص و ابو عبیدۃ بن الجراح وغیرہم رضی اللہ عنہم اجمعین الا علی مرتضیٰؑ را کہ ہمراہ نکرد ہمراہ لشکر اسامہ باشند انتہیٰ - یعنی حضرت علیؑ کو اور بھی مخصوص افراد کو نبیؐ نے مستثنیٰ فرمایا مگر باقی بڑے بڑے مذکورین سب اس میں محکوم تھے - اسی طرح روضۃ الاحباب جلد ا صفحہ ۵۳۰ و سیرۃ ابن دحلان برحاشیہ سیرۃ حلبیہ ج ۲ مطبوعہ مصر صفحہ ۳۳۶ و سیرت حلبیہ ج ۳ صفحہ ۲۲۷ میں ثلاثہ کا محکوم ہونا مرقوم ہے اور فتح الباری شرح بخاری ج صفحہ ۶۹ مناقب زید بن حارثہ مطبوعہ مصر ۱۳۰۱ھ و ۱۳۶۹ھ جلد ۸ صفحہ ۱۱۵ باب بعث النبی اسامۃ فی مرضہ میں ہے وکان ممن انتدب مع اسامۃ کبار المہاجرین والانصار منہم ابوبکر و عمر و ابو عبیدۃ (الی ان قال) وذکرہ ابن اسحاق فی السیرۃ المشہورۃ ولفظہ فیہم ابوبکر و عمر الخ - جب سب ان کے محکوم ہونے پر متفق ہیں تو ان کا مدینہ میں رہنا بجز اس کے نہیں کہ اپنے لئے انتظام خلافت کرنے کو تعمیل حکم نبوی سے مقدم رکھا حالانکہ اتمام حجت کے واسطے نبیؐ نے انہی افراد کو مدینہ سے باہر چلے جانے کا حکم دیا تھا مگر وہ پس و پیش کرتے رہے حتیٰ کہ نبیؐ فوت ہو گئے اور شیخین نے اپنی غرض اصلی کو پورا کرنے کی سر توڑ کوشش شروع کر دی اور بیعت لے لی - اگر کوئی کہے کہ شیخین نے محبت رسولؐ کے واسطے اور آخری خدمات متعلق وفات انجام دینے کے واسطے شدت مرض نبیؐ کی دیکھ کر تخلف کیا تو ہم کہتے ہیں کہ رسول خدا اپنی شدت مرض سے بخوبی واقف تھے جیسے اس خدمت کے لئے حضرت علیؑ اور اہل بیت مخصوصین کو اپنے پاس رکھنے کے لئے اس حکم سے مستثنیٰ فرمایا تھا حضرات ثلاثہ کو بھی مستثنیٰ فرماتے لیکن برخلاف اس کے ان کے لئے مدینہ سے نکل جانے اور لشکر کے ساتھ روانہ ہونے کا حکم صادر فرمایا اور یہ ہرگز نہ فرمایا کہ میری مرض کا خیال رکھنا شدت معلوم کرو تو میرے پاس رہنا اور نہ جانا اور آخر دم حیات تک اس حکم کو منسوخ نہ فرمایا بلکہ تاکیدی و تہدیدی الفاظ میں اس حکم کو برقرار رکھا - کمال جرأت ہے کہ پھر بھی ان حضرات نے سلطنت دنیوی حاصل کرنے کے خیال سے مدینہ کو نہ ہی چھوڑا اور خدمات آخری اس قدر انجام دیں کہ نہ وفات کے وقت حاضر اور نہ جنازہ میں اور نہ دفن میں شامل ہوئے بس خلافت کے اہتمام میں مشغول رہے جس سے ان کے

باقی بر صفحہ آئندہ

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) قلبی راز کا انکشاف ہوگیا اور صرف ابوبکر خود نہیں باز رہے بلکہ اپنی پارٹی سب کو نہیں جانے دیا حضرت عمر اور ابوعبیدہ بن جراح ہی پہلے پہلے بیعت کرنے والے اور اعلیٰ حامی تھے حضرت عثمان بھی شامل تھے وغیرہ وغیرہ دیکھو کیفیت انعقاد خلافت ابوبکر۔ ان سب کو اپنے پاس رکھا۔ اسامہ بغیر لشکر کے مجبور ٹھہرانہ گیا۔ آخر خلافت کی مہم جب ابوبکر صاحب کے حق میں طے ہوگئی۔ اُس وقت رفع فساد کے لئے اپنی پارٹی کو اپنے پاس رکھ کر دوسروں کو اسامہ کے ساتھ روانہ کیا۔ نبیؐ کو وقت وفات معلوم تھا پھر بھی شیخین کو مدینہ سے چلے جانے کا حکم دیا اس سے صاف ثابت ہے کہ ابوبکر صاحب کو خلیفہ بنانا نہیں چاہتے تھے بلکہ جناب امیر کے لئے فتنہ پردازوں سے میدان صاف کرنا چاہتے تھے مگر شیخین کو تعمیل حکم نبوی کی ضرورت ہی کیا تھی وہ تو دنیا کے طالب تھے! سلطنت لینے کی تدبیر سے ذرا غافل نہ ہوئے اور بادشاہ بن گئے۔ ۱۲ مترجم

مومن کو حبط اعمال سے ڈرنا چاہئے اور ایسے افعال سے بری رہنا چاہئے جن سے حبط اعمال ہو[1]

(۵) یاایھا الذین امنوا لاترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی ولاتجھروا لہ بالقول کجھر بعضکم لبعض ان تحبط اعمالکم وانتم لاتشعرون۔ سورہ حجرات رکوع ۱ (ترجمہ نذیر احمد) مسلمانوں اپنی آوازوں کو پیغمبر کی آواز سے اونچا نہ ہونے دو اور نہ اُن کے ساتھ بہت زور سے بات کرو جیسے تم ایک سے ایک آپس میں زور زور سے بولا کرتے ہو۔ کہیں ایسا نہو کہ تمہارا کیا کرایا سب اکارت ہوجائے اور تم کو خبر بھی نہ ہو۔ ان الذین یغضون اصواتھم عند رسول اللہ اولئک الذین امتحن اللہ قلوبھم للتقوی لھم مغفرۃ واجر عظیم۔ جو لوگ رسول خدا صلعم کے رُوبرو اپنی آوازیں پست کرلیا کرتے ہیں یہی ہیں جن کے دلوں کو خدا نے پرہیزگاری کے لئے اچھی طرح جانچ لیا ہے ان کے لئے گناہوں کی معافی اور بڑا اجر ہے (سورہ و رکوع و ترجمہ مذکورہ بالا)۔ (۶) وقدمنا الی ما عملوا من عمل فجعلناہ ھباءً منثورا (سورہ فرقان رکوع ۳) (ترجمہ نذیر احمد) اور دنیا میں جو یہ لوگ کوئی نیک عمل کرگئے ہیں۔ اب ہم اُن اعمال کی طرف متوجہ ہوں گے اور اُن کو اس طرح رائگاں کردیں گے جیسی بکھری ہوئی دھول اڑ جاتی ہے (۷) قل ھل ننبئکم بالاخسرین اعمالا الذین ضل سعیھم فی الحیوۃ الدنیا وھم یحسبون انھم یحسنون صنعا (سورہ کہف رکوع ۱۲) (ترجمہ نذیر احمد) اے پیغمبر کہہ دو کہ کہو تو ہم تم ہیں وہ لوگ بتائیں جو اعمال کے اعتبار سے بڑے گھاٹے میں ہیں ہاں تو یہ وہ لوگ ہیں جن کی دنیاوی زندگی کی کوشش سب گئی گذری ہوئی اور وہ اپنی غلط فہمی سے اسی خیال میں ہیں کہ وہ اچھے کام کر رہے ہیں

سبحان اللہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان بہت ارفع و اعلیٰ ہے۔ ان کی ذرا سی بے ادبی اور گستاخی و نافرمانی باعث وبال آخرت ہوجاتی ہے بلکہ سب اعمال صالح ہجرت ہو یا نصرت یا جہاد فی سبیل اللہ صرف اتنے معمولی امر سے کہ نبیؐ کی آواز سے کوئی اپنی آواز کو بلند کرلے۔ تو رائگاں ہوا پر اڑ جاتے ہیں اُس عامل کو ان کا کوئی ثمرہ نہیں ملتا۔ نبی صلعم کی خدمت اقدس میں حاضری اور اداب مجلس کے امتحان میں کامیاب ہونا چند مخلصین کا کام ہے نہ ہر بشر کا۔ حضرت ابی بکر صاحب و حضرت عمر صاحب جیسے حضرات باوجود مہاجر و بدری وغیرہ القاب سے ملقب ہونے کے بھی اس امتحان میں پاس نہ نکلے اور اس سزا سے نہ بچ سکے جو آیت نمبر ۵ میں وارد ہے چہ جائیکہ اس رفع صوت سے بڑھ کر کوئی بڑی گستاخی یا نافرمانی آنحضرتؐ کے حق میں کی جائے اور حبط اعمال میں مطلق اعمال مراد ہیں۔ ہجرت و نصرت وغیرہ کے لئے کوئی حرف استثناء کا وارد نہیں۔ سب دھول کی طرح اُڑائے جاسکتے ہیں جس کی تشریح آیت نمبر ۶ و ۷ میں موجود ہے پس ان آیات سے ثابت ہوتا ہے کہ مہاجر و انصاری و بدری وغیرہ صالحین کا اگر خاتمہ بالایمان ہوا اور آخر تک اُن کو استقامت حاصل رہی ہو اور اُن سے کوئی ایسا عمل سرزد نہ ہوا ہو جس سے اُن کے اعمال حبط ہوگئے ہوں تب وہ انعامات کے مستحق ہوسکتے ہیں جو خدا کی طرف سے مومنین، مہاجرین، و انصار و مجاہدین فی سبیل اللہ کے لئے قرآن میں وارد ہیں

[1] مومن کے حبط اعمال کا ڈر۔ نیز دیکھو پ ۲۶ سورہ محمد یاایھا الذین امنوا اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول ولاتبطلوا اعمالکم۔ ترجمہ نذیری۔ مسلمانو! اللہ کے حکم پر چلو اور رسول کے حکم پر چلو اور رسول کی مخالفت کر کے) اپنے عملوں کو ضائع نہ کرو اس سے پہلے آیت ان الذین کفروا وصدوا عن سبیل اللہ الآیہ بھی ملاحظہ ہو۔ اور بخاری ج ا صفحہ ۱۲ باب خوف المومن من ان یحبط عملہ وھو کا یشعر بھی قابل ملاحظہ ہے اور ہجرت و نصرت بھی عمل ہے جو حبط ہوسکتا ہے ۱۲ مترجم۔

[2] اسی طرح پارہ ۱۰ سورۂ توبہ رکوع ۱۱ میں ہے لکن الرسول والذین امنوا معہ جاھدوا باموالھم وانفسھم واولئک لھم الخیرات واولئک ھم المفلحون۔ اس صفت معیت و جہاد سے حضرات ثلاثہ بیزار تھے ممکن ہے ان کے اعمال حبط ہوگئے ہوں۔ شیخین کے اعمال

باقی بر صفحہ آئندہ

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) حبط ہونے کے لئے علاوہ رفع صوت وغیرہ کے فرمان رسولِ خدا ص کا دنیوی واضح ہے جو باسناد امام نسائی نے اپنی کتاب خصائص مطبوعہ محمدی لاہور صفحہ ۳۵ میں روایت کی ہے کہ آنحضرت ص نے فرمایا تھی (فاطمۃ) بضعۃ منی یوذینی ما اذاہا ومن اذی رسول اللہ فقد حبط عملہ۔ یعنی فرمایا فاطمہ زہرا میرا لخت جگر ہے جو چیز اس کو تکلیف اور ایذا دے وہ مجھے ایذا دیتی ہے اور جس نے رسول اللہ کو ایذا دی پس اس کے عمل حبط ہو گئے۔ شیخین پر حضرت زہرا کی ناراضگی تادم حیات پر بخاری و مسلم کی احادیث شاہد ہیں جو محدثین کے نزدیک سب سے اعلیٰ قسم کی صحیح بلکہ اصح ہیں۔ استقامت کی شرط عبیداللہ نامی مہاجرین اولین سے تھا اور نصرانی ہو گیا۔ دیکھو تفسیر بیان القرآن جلد ۲ صفحہ ۸۰۶ مولفہ مولوی محمد علی صاحب احمدی سنی لاہوری اس میں یہ بھی لکھا ہے کہ حقیقتاً سابقون اولون بلحاظ زمانہ نہیں بلحاظ اعمال ہیں اسی لئے جب ان کے اتباع کا ذکر کیا تو باحسان کا لفظ بڑھایا انتہیٰ۔ یعنی اعمال صالحہ میں جو سبقت حاصل کریں ان کے لئے مدارج و رضوان ہے مہاجرین سے ہو یا دوسروں سے۔ (مہاجرین اولین وہ ہیں جو حبشہ کی طرف گئے اصابہ مع استیعاب ج ۱ صفحہ ۸ مقدمہ کتاب میں لکھا ہے کہ عبیداللہ بن جحش زوج ام حبیبہ مع زوجہ خود رسول ص پر ایمان لایا اور ہجرت اولے میں حبشہ کی طرف گیا پھر نصرانی ہو گیا اور اسی حالت پر فوت ہوا۔ وکذا فی السیرۃ الحلبیہ طبع مصر ج ا صفحہ ۲۷۶ مع سیرت ابن دحلان) اور عبداللہ بن سعد ابی سرح کا حال بعض حالات صحابہ میں حاشیہ ردّت پر لکھا جا چکا ہے کہ مہاجر و کاتب وحی تھا پھر مشرک ہو گیا کاتب وحی اور اگر مہاجرین کی صرف ہجرت ہی ان کے ایمان کا ثبوت تسلیم ہو اور اس پر اولٰئک ھم المؤمنون حقا قرآنی شہادت کا یہی مطلب ہو کہ جو ہجرت کر آئے ہیں وہ سچے مؤمن ہیں یا شہادت قرآنی کا (نعوذ باللہ) خلاف واقع ہونا لازم آتا ہے یا مہاجرین مشرک و مرتد نصرانی ہو جائیں تو بھی ان کے ایمان میں کوئی خلل واقع نہیں ہوتا اور محال (اجتماع ضدین) ممکن ہو جاتا ہے یعنی ایک وقت میں ایک ہی جگہ کفر و ایمان موجود ہونا جائز ہو گا۔ (ایک اور آیت سے استدلال کا جواب) آیت والذین معہ اشداء علی الکفار رحماء بینہم الآیہ سے بھی ہوا خواہان ثلاثہ استدلال کرتے ہیں۔ جواباً عرض ہے کہ اول فوائد مجموعہ فی الاحادیث الموضوعہ للعلامۃ الشوکانی مطبوعہ لاہور صفحہ ۱۴۳ میں ہے والذین معہ ابوبکر اشداء علی الکفار عمر رحماء بینہم عثمان تراھم رکعا سجدا علی وامثال ھذہ من الاکاذیب الخ یعنی خلفاء اربعہ کے اسماء سے اس کی تفسیر کرنا جھوٹی باتوں میں سے ہے۔ اس میں بحث کی کیا ضرورت۔ ثانیاً اس آیت پ ۲۶ سورہ فتح میں بھی اعمال صالحہ کی شرط ہے پڑھو وعد اللہ الذین امنوا وعملوا الصالحات منہم مغفرۃ واجرا عظیما۔ یعنی جو ان میں سے مؤمن صالح ہیں ان کے لئے وعدہ مغفرت و اجر عظیم ہے من تبعیضیہ ہے۔ جنس کے لئے کہنا اخبار متواترہ کے ذریعہ سے قرآن کی تکذیب کا باعث ہے جو کل نبی ص کے ساتھ تھے ان میں منافقین بھی تھے وغیرہ وغیرہ۔ ثالثاً ثلاثہ کی معیت رسول ص کے ساتھ مقام امتحان جنگوں میں جس انداز پر رہی وہ پوشیدہ نہیں اور مطلق معیت منافقین کو بھی اکثر اوقات حاصل تھی جو لا حاصل سمجھی جاتی ہے اور کفار پر سختی ان کی فرار غزوات سے ظاہر ہے یہی سبب ان کو خلافت ملنے کا بیان کرتے ہیں کہ خلافت حضرت علی ع کو ملتی تو عرب کے کینہ ور لوگ جن کے بزرگ حضرت علی ع کے ہاتھ سے مارے گئے تھے تسلیم نہ کرتے فساد برپا ہوتا اور ابوبکر صاحب و دیگر سرداران صحابہ سے یہ کینہ ان کا نہ تھا (اسی وجہ سے کہ انہوں نے کوئی ان کا مارا نہ تھا) آپس میں صحابہ کی محبت تھی وہ اس سے ظاہر ہے جو مکر و حیل غصب خلافت و سلطنت کے لئے انہوں نے جناب امیر ع کے خلاف کئے اور جو شفقت دختر پاک جناب رسول خدا پر کی وہ بھی مخفی نہیں اور جو ایذائیں حضرت عثمان نے حضرت ابوذر و عمار وغیرہ کو پہنچائیں اس پر تاریخ شاہد ہے۔ حضرت عثمان کے ساتھ جو مہاجرین و انصار کو محبت و رحم تھا یا جو محبت معاویہ و عمرو عاص کو خواص صحابہ خصوصاً حضرت علی ع سے یا امام حسن ع اور حجر بن عدی وغیرہم سے تھی اس پر اخبار متواترہ گواہ ہیں۔ تو معلوم ہوا کہ اس آیت کے مصداق عوام صحابہ نہیں خواص موصوفین بہ صفات مراد ہیں اور کل صحابہ میں یہ صفات موجود نہیں۔ ان کی سوانح و اعمال مندرجہ فلک النجاۃ و تشیید المطاعن کو صفات آیت مذکورہ سے مقابلہ دینے سے ناظرین اطمینان فرمالیں کہ ثلاثہ میں بھی یقیناً صفات مذکورہ موجود نہیں ہیں۔ ۱۲ مترجم۔

ایمان کو شرک خفی و جلی سے مُبرّا رکھنا چاہیے

(۸) وما یؤمن اکثرھم باللہ وھم مشرکون - افامنوا ان تاتیھم غاشیۃ من عذاب اللہ - الآیہ سورہ یوسف رکوع ۱۲ (ترجمہ نذیر احمد) اور اکثر لوگوں کا حال یہ ہے کہ خدا کو مانتے ہیں (مومن کہلاتے ہیں) اور شرک بھی کرتے جاتے ہیں تو کیا اس سے مطمئن ہو گئے ہیں کہ ان پر عذاب خدا کی کوئی آفت پڑے کہ سب پر چھا جائے - الخ -

شرک کے اقسام سے بچنا بھی بہت مشکل ہے کوئی اس امتحان میں پاس ہوتا ہے ہر دعویدار ایمان کا کام نہیں دوسروں کا کیا ذکر ہے جب رسول خدا مخبر صادق کی شہادت ایک ایسے حضرت کی نسبت موجود ہے جو بعض مدعیان اسلام و ایمان کے نزدیک سابق بالایمان والہجرت اور بعد نبی ص کے پیشوائے خلافت شمار کئے گئے ہیں - یعنے حضرت ابوبکر جن کے حق میں نبی ص نے فرمایا شرک تمہارے اندر چیونٹی کی رفتار سے بھی خفی چلتا ہے - ہر چند ابی بکر صاحب انکار کرتے رہے کہ شرک تو وہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ جیسا کوئی دوسرا مانا جائے مگر پھر بھی رسول خدا فرماتے رہے تیری ماں تجھے روئے ضرور تمہارے اندر شرک خفی موجود ہے -

ایمان کے ساتھ استقامت شرط ہے

(۹) ان الذین قالوا ربنا اللہ ثم استقاموا فلا خوف علیھم ولا ھم یحزنون اولئک اصحاب الجنۃ خالدین فیھا جزاء بما کانوا یعملون (پارہ ۲۶ سورہ احقاف رکوع ۲) (ترجمہ نذیر احمد) بے شک جن لوگوں نے کہا - کہ ہمارا پروردگار اللہ ہے پھر (آخر تک اسی عقیدہ پر) جمے رہے تو (آخرت میں) نہ تو ان پر (کسی قسم کا) خوف (طاری) ہوگا اور نہ وہ (کسی طرح) آزردہ خاطر رہیں گے - یہی تو ہیں اہل جنت کہ اس میں ہمیشہ (ہمیشہ) رہیں گے (یہ) انکے عملوں کا بدلہ (ہے) جو (دنیا میں) کرتے رہے -

آیت نمبر ۹ سے ثابت ہوتا ہے کہ جس نے توحید اور رسالت کو تسلیم کیا اور وہ آخر تک احکام خدا و رسول کی پابندی میں رہا اور کچھ تغیر و احداث دین میں نہ کیا ہو تو وہ بلاخوف و خطر داخل جنت ہوگا اور جس نے بعد تسلیم توحید و رسالت کے بدعات پیدا کیں اور دین میں احکام خدا و رسول کی مخالفت کر کے تغیر پیدا کیا وہ اس انعام کا مستحق نہیں بلکہ حدیث متواتر یعنے حدیث حوض کی تحت میں آکر سحقاً سحقاً کا مستحق ہوگا -

ایمان کے ساتھ اعمال صالحہ کی بھی ضرورت ہے

(۱۰) ان اللہ یدخل الذین آمنوا وعملوا الصالحات جنات تجری من تحتھا الانھار - سورہ حج رکوع ۳ (ترجمہ نذیر احمد) جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل بھی کئے ان کو اللہ بہشت کے ایسے باغوں میں لیجا داخل کریگا جن کے تلے نہریں پڑی بہ رہی ہوں گی - (۱۱) والذین اجتنبوا الطاغوت ان یعبدوھا وانابوا الی اللہ لھم البشریٰ فبشر عبادی الذین یستمعون القول فیتبعون احسنہ (سورہ زمر رکوع ۲ (ترجمہ نذیر احمد) اور جو لوگ بت پرستی سے بچتے رہے اور خدا کی طرف رجوع ہوئے ان کے لئے جنت کی خوشخبری ہے تو اے پیغمبر ہمارے ان بندوں کو خوشخبری سنا دے جو ہمارے کلام کو کان لگا کر سنتے اور اسکی اچھی اچھی باتوں پر چلتے ہیں -

آیات مندرجہ کے علاوہ اور بہت سی آیات ہیں جو ہمارے مضمون کی تائید کرتی ہیں مگر بخوف طوالت انہی پر اکتفا کی جاتی ہے اعمال صالحہ کرنے سے یہ غرض نہیں کہ ایک ماہ یا ایک سال کر کے پھر خواہ اعمال سیئہ کرتا رہے تو وہ ان وعدوں کا مستحق ہے مثلاً ایک دفعہ ہجرت کر کے یا ایک جنگ میں شامل ہو کر پھر ہمیشہ کے لئے فارغ ہو جائے یا رسول اللہ سے عدم فرار اور جہاد پر بیعت کر کے خدا اور رسول کو راضی کر لے اور پھر فرار بھی کرتا رہے بے شک پرہیزگاروں اور صالحین کے لئے باغ بہشت تیار ہیں اور ہمیشہ ان میں رہنگے خدا ان سے خوش وہ خدا سے خوش - مگر اس شرط پر جو آخر آیت نمبر ۱۲ میں ہے کہ یہ مواعید اُس کے لئے ہیں

اولئک الذین ھدیٰ ھم اللہ واولئک ھم اولوا الالباب یہی تو وہ لوگ ہیں جن کو خدا نے نیک ہدایت دی ہے اور یہی تو عقل سلیم بھی رکھتے ہیں۔ (۱۲) والذین آمنوا وعملوا الصالحات فی روضات الجنات لھم ما یشاؤن عند ربھم ذلک ھو الفضل الکبیر۔ ذلک الذی یبشر اللہ عبادہ الذین آمنوا وعملوا الصالحات۔ سورہ شوریٰ رکوع ۳ (ترجمہ نذیر احمد) اور جو لوگ ایمان لائے اور ایمان کے علاوہ انہوں نے نیک عمل بھی کئے وہ باغہائے بہشت کے سبزہ زاروں میں ہوں گے جو کچھ ان کو درکار ہوگا ان کے پروردگار کے ہاں ان کے لئے موجود ہوگا یہی تو خدا کا بڑا فضل ہے اور یہی تو وہ نعمت ہے جس کی خوشخبری خدا اپنے بندوں کو دیتا ہے جو ایمان لائے اور ایمان کے علاوہ انہوں نے نیک عمل بھی کئے۔ (۱۳) ان المتقین فی جنات وعیون۔ سورہ والذاریات رکوع ۱ (ترجمہ نذیر احمد) بے شک پرہیزگار بہشت کے باغوں میں ہوں گے۔

جو خدا سے ڈرتا ہے اور خدا کی کوئی نافرمانی اس سے صادر نہ ہو یہ مقصود نہیں کہ ایک دفعہ خدا کو راضی کر دیا بعد اس کے گو اس کو ہمیشہ ناراض کرتا رہے مگر اسکی پرواہ نہو اور نہ کسی آیت سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ایک کام پر اگر خدا تعالیٰ راضی ہو جائے تو پھر انسان کتنا ہی نافرمان ہو جائے اور کتنی بداعمالی کرے خدا تعالیٰ اس پر کبھی غیرت نہیں کرتا۔ اور آیات نمبر ۱۵ لغایت ۱۹ مثل آیت نمبر ۱۴ کے اس بات کی دلیل ہیں کہ مومنین متقین کے لئے فلاح و رضوان و مغفرت و اجر عظیم موعود ہے بشرطیکہ اُن کو اسی حالت پر ثبات رہے۔ تکالیف شرعیہ کا صلوٰۃ و زکوٰۃ و حج وغیرہ عبادات کا وجوب اور عدم تعمیل پر عقاب اور منہیات کے فعل پر عذاب سب اس کے گواہ ہیں کہ ایمان میں اعمال صالحہ شرط ہیں۔ اور مذکورہ بالا سب امور کیلئے آیات وارد ہیں۔

(۱۴) ان الذین آمنوا وعملوا الصالحات اولئک ھم خیر البریہ جزاءھم عند ربھم جنات عدن تجری من تحتھا الانھار خالدین فیھا ابدا۔ سورہ لم یکن پ ۳۰ (ترجمہ نذیر احمد) بے شک جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل بھی کئے یہی لوگ بہترین خلائق ہیں کہ ان کا بدلہ ان کے پروردگار کے ہاں رہنے کے باغ بہشت ہیں جن کے تلے نہریں پڑی بہ رہی ہوں گی اور وہ ان میں سدا کو ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے رضی اللہ عنھم ورضوا عنہ ذلک لمن خشی ربہ۔ اللہ ان سے خوش اور یہ اس سے خوش۔ یہ اجر اس کے لئے ہے جو اپنے پروردگار سے ڈرتا ہے۔ (۱۵) لا تجد قوما یؤمنون باللہ والیوم الآخر یوادون من حاد اللہ ورسولہ اولئک کتب فی قلوبھم الایمان وایدھم بروح منہ ویدخلھم جنات تجری من تحتھا الانھار۔ خالدین فیھا رضی اللہ عنھم ورضوا عنہ اولئک حزب اللہ والا ان حزب اللہ ھم المفلحون (سورہ مجادلہ رکوع آخر) (۱۶) للذین اتقوا عند ربھم جنات تجری من تحتھا الانھار خالدین فیھا وازواج مطھرۃ ورضوان من اللہ (سورہ آل عمران رکوع ۲) پرہیزگاروں کے واسطے خدا کے پاس بہشت ہے جس کے نیچے نہریں جاری ہیں ہمیشہ اس میں رہیں گے اور ان کے لئے رضوان الٰہی اور ازواج مطہرہ ہیں۔ (۱۷) ان المسلمین والمسلمات (تا آخر) اعد لھم مغفرۃ واجرا عظیما (سورہ احزاب رکوع ۵) یعنے مسلمین و مسلمات وغیرہ صالحین کے لئے اللہ تعالیٰ نے گناہوں کی معافی تیار کر رکھی ہے اور معافی کے علاوہ بڑے بڑے اجر بھی۔

مومنین صالحین کے واسطے شرط عدم ارتداد و عدم حبط اعمال

(۱۸) ان الذین ارتدوا علیٰ ادبارھم من بعد ما تبین لھم الھدیٰ الشیطٰن سول لھم واملیٰ لھم ذلک بانھم قالوا للذین کرھوا ما نزل اللہ سنطیعکم فی بعض الامر واللہ یعلم اسرارھم فکیف اذا توفتھم الملائکۃ یضربون وجوھھم وادبارھم ذلک بانھم اتبعوا ما اسخط اللہ وکرھوا رضوانہ فاحبط اعمالھم (سورہ محمد رکوع ۳) (ترجمہ نذیر احمد) بے شک جن لوگوں کو دین کا سیدھا راستہ صاف معلوم ہوا اور پھر بھی وہ الٹے پاؤں پھر گئے۔ شیطان نے اُن کو بتّے دیئے اور ان کی آرزوؤں کی رسیاں دراز کر دی ہیں اور یہ ان لوگوں کا پھر بیٹھنا اس سبب سے ہے کہ جو لوگ قرآن کو جو خدا نے اتارا ہے ناپسند کرتے ہیں (مثلاً یہود) یہ منافق ان سے کہا کرتے ہیں کہ بعض باتوں میں ہم تمہارا ہی صلاح پر چلیں گے اور اللہ انکی سرگوشیوں کو خوب جانتا ہے

پھر اس وقت ان کی کیسی گت بنے گی جب فرشتے ان کی روحیں قبض کرتے اور ان کے موہنوں پر اور ان کے چوتڑوں پر مارتے جاتے ہوں گے اور ان کی یہ نوبت اس لئے ہو گی کہ جو چیز خدا کو بری لگتی ہے یہ اُسی کے رستہ پر چلے اور اس کی خوشی نہ چاہی تو خدا نے بھی ان کے عمل ملیا میٹ کر دیئے (حضرت عمر کی درخواست یہود کے مسائل ملا کر مسلمان رہنے کی ایمان امیر عمر میں لکھی گئی ہے اور جب نبی ص کے پاس اسکو بیان کرنے میں دریغ نہیں تھا تو یہود کے پاس بلاشک یہ کہا ہو گا لہذا اس آیت کی تحت میں وہ آجاتے ہیں (۱۹) ومن یطع اللہ ورسولہ فقد فاز فوزاً عظیما۔ (سورہ احزاب رکوع ۶) یعنی جو اطاعت اللہ و رسول کی کرتا رہتا ہے اُس نے بڑی کامیابی حاصل کی ۔

آیات جن سے مخالفین استدلال کرتے ہیں

(۲۰) والسابقون الاولون من المهاجرین والانصار والذین اتبعوهم باحسان رضی اللہ عنهم ورضوا عنه واعد لهم جنات تجری تحتها الانهار خالدین فیها ابداً ذلک الفوز العظیم (سورہ توبہ رکوع ۱۳) (ترجمہ نذیر احمد) اور مہاجرین[1] و انصار میں سے جن لوگوں نے اسلام کے قبول کرنے میں سبقت کی اور سب سے پہلے ایمان لائے اور نیز وہ لوگ جو ان کے بعد خلوص دل سے داخل ایمان ہوئے خدا ان سے خوش اور وہ خدا سے خوش اور خدا نے ان کے لئے بہشت کے ایسے باغ تیار کر رکھے ہیں جن کے تلے نہریں پڑی بہ رہی ہوں گی ۔ اور یہ ان میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے اور یہی بڑی کامیابی ہے

آب ان آیات کو لکھا جاتا ہے جن سے سنیوں کو دھوکہ لگا ہے اور ان کے معانی غلط بنا کر عوام کو مغالطہ دیتے ہیں اور ہم ان آیات کے مقابلہ میں عوام مؤمنین کے واسطے بشرطیکہ مخلصین صالحین سے ہوں وہی الفاظ پیش کر کے اس مغالطہ کو دور کرنا چاہتے ہیں اس طرح کہ آیات مہاجرین والصار یا بیعت رضوان میں جو وعدہ ہے وہ ان مؤمنین کے لئے ہے جو آخر وقت تک تحقیقاً قائم رہے اور خدا کے ناراض کرنے کی کوئی وجہ ان سے سرزد نہ ہوئی ہو ورنہ ان کے اعمال حبط کئے جاوینگے کیونکہ انہوں نے بعد ہدایت یافتہ ہونے کے خدا کے رضوان کی کچھ پروا نہ کی اور ان اعمال کو بعد ایمان لانے کے اختیار کیا جن سے خدا کو ناراض کر دیا اسواسطے وہ آخرت

ہجرت حبشہ کے مہاجرین ہجرت میں سابقین ہیں

[1] السابقون الاولون - ہجرت حبشہ سب سے پہلے ہوئی تو سبقت زمانی ہجرت میں مہاجرین حبشہ کو فضیلت ہے جس سے شیخین فارغ ہیں قریباً اسی آدمی حبشہ کی ہجرت میں گئے جن میں شیخین نہیں ہیں دیکھو قرآن مترجم نذیر احمد ص۱۹۳ وحمائل مترجم شاہ عبد القادر مع موضح القرآن ص۱۹۲ پ ۱۱ ع۱ (معجز نما قرآن مترجم مولوی اشرف علی تھانوی کے مقدمہ ص۳۶ میں مہاجرین حبشہ کی تعداد تین سو۳۰۰ تک لکھی ہے ۔ اور طبقات ابن سعد ج ا مطبوعہ لیڈن جرمن ص۱۳۸ میں ایک سو سے زیادہ تعداد انکی ہے عینی شرح بخاری ج ۸ ص۱۸ میں ۸۲ مرد مرقوم ہیں ۔ (اور تاریخ طبری مطبوعہ مطبع حسینیہ مصریہ ج ۲ ص۲۲۱ میں ہے قال ابوجعفر فی عدد من خرج الی ارض الحبشۃ وهاجر الیها هذه الهجرة وهی الهجرة الاولے یعنی طبری کہتا ہے مہاجرین حبشہ کی تعداد میں اختلاف ہے اور یہی پہلی ہجرت ہے پھر گیارہ مرد اور چار عورتوں سے بیاسی تک تعداد بیان کی جن میں ابوبکر و عمر شامل نہیں ہیں) اور روضۃ الاحباب ج ا ص۹۰ میں مرد و زن نوے سے زیادہ مرقوم ہیں اور روضۃ الصفا جلد ۲ ص۴۶ و مدارج النبوۃ جلد ۲ ص۵۷ میں لفظ جماعت کثیرہ لکھا ہے چنانچہ حضرت اسماء بنت عمیس مہاجرہ حبشہ و مدینہ کی ہجرت نیز اہل سفینہ کی ہجرت کو نبی ص نے ہجرت حضرت عمر پر مع اس کے ہمراہیوں کے بالتصریح فوقیت دیا ہے دیکھو زرقانی شرح مواہب جلد ۲ ص۲۸۳ وصحیح بخاری طبع مصر جلد ۳ ص۳۴ باب غزوہ خیبر و مدارج النبوۃ ج ۲ ص۳۲۹ و ۳۳۰ وسیرۃ ابن دحلان بر حاشیہ سیرۃ حلبیہ طبع مصر ج ۲ ص۲۵۲ جو ہمراہی ساتھی عمر کا اس روایت میں مذکور ہے ساتھی سے مراد ابوبکر ہیں جیسے فلک طبع اول ص۴۶۲ حدیث خاصف النعل میں مصرح ہے ۔ مدارج کے بیان تقسیم غنائم خیبر میں یہ قصہ بڑی تفصیل سے لکھا ہے اس میں ہے کہ نبی ص نے فرمایا عمر اور اس کے ساتھی میرے نزدیک تم لوگوں سے (اسماء بنت عمیس و دیگر مہاجرین حبشہ سے) بہتر نہیں ہیں اُس کی مع ہمراہی کے ایک ہجرت ہے اور تمہاری دو ہجرتیں ہیں ۔ اصابہ مع استیعاب جلد ۴ ص۲۳۱ میں بحوالہ صحیح بخاری و ابن سعد بھی اسی طرح مروی ہے ۔ ثابت ہوا کہ سنیوں کا اعتقاد بعد نبی ص ابوبکر سب سے افضل پھر عمر کا افضل ہونا غلط ہے اور ثابت ہوا کہ شیخین نہ باعتبار سبقت ہجرت سابقین اولین سے ہو سکتے ہیں اور نہ باعتبار سبقت ایمان ہجرت کی کیفیت یہاں دیکھ لیجئے اور ایمان کے لئے فلک النجاۃ بیان ایمان جناب امیر و ایمان ابوبکر صاحب ملاحظہ ہو اور فلک النجاۃ

(باقی بر صفحہ آئندہ)

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) ایمان حضرت عمر کیلئے دیکھو کہ کب ایمان لائے ایضاً صفحہ گذشتہ حاشیہ کا اخیر۔ دیکھو اسی سورہ انفال کے رکوع اول آیت ۲ میں یہی الفاظ عام مؤمنین کے لئے وارد ہیں علاوہ بریں آیت ۱۵ فتح میں شہادت ایمان و رضوان الٰہی بہ صیغہ ماضی ملاحظہ ہو پس جیسے سب کے لئے اعمال صالحہ پر خاتمہ ہونا اور امتحانات میں کامیابی شرط ہے مہاجرین و انصار کے لئے بھی بدستور شرط ہے سورہ انفال کی تفسیر میں امام فخر رازی کبیر جلد ۴ صفحہ ۵۱۶ میں بذیل آیت انما المؤمنون الذین اذا ذکر اللہ وجلت قلوبھم تا الذین یقیمون الصلوٰۃ ومما رزقناھم ینفقون۔ اولئک ھم المؤمنون حقا لھم درجات الآیہ لکھتے ہیں اگر کوئی اعتراض کرے کہ ان صفات مذکورہ کا موصوف بہ ظاہر اس آیت کے ناجی اور مستحق ثواب ہو جاتا ہے اور اس طرح ان صفات کے سوا اس پر اور کوئی تکلیف باقی نہیں معلوم ہوتی حالانکہ کسی ایک دو عمل کرنے پر تکلیف بندہ سے ساقط ہو جانا باجماع مسلمانوں کے باطل ہے کیونکہ ان صفات کے علاوہ روزہ حج اور تمام واجبات کا ادا کرنا واجب ہے تو ہم جواب دیتے ہیں کہ اذا تلیت علیھم ایاتہ زادتھم ایمانا اور وجلت قلوبھم میں سب تکالیف داخل ہیں الخ غرضیکہ کسی عمل نیک پر ثواب یا دخول جنت یا حصول رضوان خدا کا وعدہ تکالیف شرعیہ کو ساقط نہیں کرتا نہ وہ عمل سب کے خاتمہ بالایمان و اعمال صالحہ کی ضرورت کی خبر دیتا ہے ہر حال میں بالاتفاق آخری دم تک تکالیف شرعیہ کا ہر انسان ذمہ دار ہے اور اس سے باز پرس ہوگی جیسا کہ حدیث نمبر ۲ فلک النجاۃ سے ظاہر ہے۔ ہجرت مدینہ طیبہ میں حضرت عمر سے پہلے مصعب و ابن ام مکتوم و عمار و بلال و سعد آئے۔ دیکھو طبقات ابن سعد ؛ لہذا وہ دوسرے سابقین اولین سے ہو گئے نہ یہ۔ (قابل غور امر) انقلاب ہندوستان و پاکستان میں جو مسلمان وطن چھوڑ کر جانی و مالی نقصان اٹھا کر ہندوستان سے پاکستان میں آکر متوطن ہوئے۔ وہ ناظرین کے سامنے موجود ہیں ان میں نیک مؤمن باعمل بھی ہیں اور نام کے مسلمان احکام اسلام سے ناآشنا چور بد کار بد دیانت حریص کاذب بھی ہیں کیا یہ ثواب ہجرت میں برابر و نجات یافتہ سب بہشتی ہیں یا کچھ فرق ہے اسی طرح انصار کی حالت ہے ؟ (بقیہ حاشیہ صفحہ) مطلق ہجرت و نصرت کسی وقت کمال و دوام ایمان کی دلیل نہیں ہو سکتی۔ ہجرت و نصرت صحابہ کے بعد جو خطابات مختلف اوقات میں خدا اور رسول سے صحابہ کی طرف ان کے اعتقادات قلبی و اعمال و خلوص کی نسبت ہوئے ہیں ان سے اس امر پر کافی روشنی پڑتی ہے کہ سب برابر نہیں تھے اور سب کو خلوص دائمی حاصل نہ تھا رہا یہ کہ نام بنام ہر ایک کو کیوں نہیں جتلایا گیا کہ فلاں منافق اور فلاں مؤمن مخلص ہے یا فلاں برائے تقرب و رضائے خدا تعالیٰ عمل کر رہا ہے اور فلاں طالب دنیا ہے یا ریاکار ہے۔ تو یہ مصلحت باری اور ابتلا و امتحان کے خلاف تھا چنانچہ اسی بنا پر حق تعالیٰ فرماتا ہے ما کان اللہ لیذر المؤمنین علی ما انتم علیہ حتی یمیز الخبیث من الطیب وما کان اللہ لیطلعکم علی الغیب الآیہ پ ۴ آل عمران ع ۱۸ (منافقو اللہ ایسا نہیں ہے کہ جس حال میں تم ہو اچھے برے کی تمیز کئے بغیر اسی حال پر مومنوں کو (تمہارے ساتھ ملا جلا) رہنے دے بلکہ پلید کو پاک سے جدا کر کے دکھلا دے گا اور اللہ ایسا بھی نہیں کہ تم کو غیب کی باتیں بتا دے ہاں اللہ اپنے رسولوں میں سے جس کو چاہتا ہے انتخاب فرما لیتا ہے (اور ان کو بقدر مناسب بتا بھی دیتا ہے) تو اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لاؤ) رسول کو جتلایا گیا مگر سب کو مغیبات کا علم دینا خلاف مصلحت سمجھا گیا تاکہ اولاد منافقین کو جو مؤمن ہوئے اپنے باپ کی عار نہ ہو اور جمعیت و شوکت اسلام میں منافقین کو شرمندہ کر کے دور کر دینے سے فرق نہ آئے اور وہی منافقین مخالف ظاہر ہو کر مخالفین کی شوکت بڑھا کر باعث مفاسد عظیمہ نہ ہوں چنانچہ نووی شرح مسلم جلد ۲ صفحہ ۳۲۱ و تفسیر کبیر جلد ۴ صفحہ ۶۸۲ میں یہی مضمون مفصل مرقوم ہے اور شرح مسلم ج ۱ صفحہ ۳۲۲ میں بہ شرح حدیث معاذ اللہ ان یتحدث الناس انی اقتل اصحابی نووی لکھتے ہیں تالیفا لغیرھم غیروں کی تالیف کے لئے منافقین صحابہ کو قتل نہیں فرمایا اور کبیر ج ۴ ص ۶۰۰ و ص ۶۲۹ میں بذیل آیت ام حسبتم ان تترکوا (مسلمانو کیا تم نے ایسا سمجھ رکھا ہے کہ (سستے) چھوٹ جاؤ گے اور ابھی اللہ نے ان لوگوں کو اچھی طرح ٹھوک بجا کر دیکھا تک نہیں جو تم میں سے جہاد کرتے الخ) ولما یعلم اللہ الذین جاھدوا۔ سورہ توبہ لکھا ہے والمقصود من ذکر ھذا الشرط ان المجاھد قد یجاھد ولا یکون مخلصا بل یکون منافقا باطنہ خلاف الظاھر۔ الخ۔ یعنی مقصود ذکر اس شرط سے یہ ہے کہ کبھی مجاہد غیر مخلص منافق بھی جہاد کرتا ہے جس کا باطن ظاہر کے خلاف ہوتا ہے۔

ہجرت و نصرت کے ساتھ خطابات قرآنیہ و نبویہ جن سے مہاجرین سے بعد ہجرت اعمال صالحہ جہاد وغیرہ کا مطالبہ ہے فقط ہجرت کافی نہیں

(ترجمہ شمس العلماء مولوی نذیر احمد صاحب دہلوی)

۱- ولنبلونکم حتیٰ نعلم المجاھدین منکم والصابرین ونبلوا اخبارکم (پ ۲۶ سورہ محمد ع ۴) (ترجمہ) اور (مسلمانو تم سب) کو ہم ضرور آزماکر رہیں گے تاکہ تم میں سے جو جہاد کرنے والے اور (لڑائی کی تکلیفوں کو) برداشت کرنے والے ہیں ان کو ہم (اچھی طرح ٹھوک بجاکر) معلوم کرلیں اور تاکہ تمہاری اصلی حالت کو جانچ لیں۔

۲- فمن نکث فانما ینکث علیٰ نفسہ (سورہ فتح ع ۲ پ ۲۶) تو جو ایسا قول و قرار کئے پیچھے اس کو توڑ دیگا تو توڑنے کا وبال خود اسی پر پڑے گا۔

۳- والذین ینقضون عھد اللہ من بعد میثاقہ (سورہ رعد ع ۳ پ ۱۳) (ترجمہ) جو لوگ خدا کے ساتھ پکا قول و قرار کئے پیچھے عہد شکنی کرتے ہیں۔　　ومأواہ جہنم فقد باء بغضب من اللہ تک؛

۴- فلاتولوھم الادبار ومن یولھم یومئذ دبرہ الامتحرفا لقتال۔ الآیہ (انفال ع ۲ پ ۹) (ترجمہ) کفار کا مقابلہ ہو تو انکو پیٹھ نہ دینا اور جو شخص ایسے موقعہ پر کافروں کو اپنی پیٹھ دیگا تو (سمجھنا کہ) وہ خدا کے غضب میں آگیا اور (آخرکار) اس کا ٹھکانا دوزخ ہے اور وہ بہت ہی بری جگہ ہے۔

۵- الم یان للذین اٰمنوا ان تخشع قلوبھم (پ ۲۷ سورہ حدید ع ۲) (ترجمہ) کیا مسلمانوں کے لئے ابھی تک اس کا وقت نہیں آیا کہ ان کے دل خدا کے لئے ڈر جائیں۔

اس کی تفسیر کبیر جلد ۸ صفحہ ۱۳۲ و جلالین صفحہ ۴۴۸ میں ملاحظہ ہو۔ اور شان نزول لباب النقول فی اسباب النزول للسیوطی جلد ۲ صفحہ ۱۵۱ میں مہاجرین کی نسبت دیکھو؛

۶- ام حسبتم ان تدخلوا الجنۃ ولما یعلم اللہ الذین جاھدوا منکم ویعلم الصابرین (سورہ آل عمران ع ۱۴ پ ۴) (کیا تم اس خیال میں ہو کہ جنت میں جا داخل ہوگے حالانکہ ابھی تک اللہ نے نہ تو ان لوگوں کو جانچا جو تم میں سے جہاد کرنے والے ہیں اور نہ ان لوگوں کو جانچا جو (لڑائی میں) ثابت قدم رہتے ہیں۔

۷- منکم من یرید الدنیا ومنکم من یرید الاخرۃ (پ ۴ آل عمران ع ۷) اس میں کل صحابہ مہاجرین و انصار وغیرہ کے دو حصے کر دیئے گئے ہیں۔ طالب دنیا و طالب آخرت دیکھو معالم جلد ۱ صفحہ ۱۹۲ روایت ابن مسعود اور دیکھو تعلیق عبارت شرح مقاصد آخر بحث حدیث ولایت در نصوص خلافت۔

۸- احسب الناس ان یترکوا ان یقولوا اٰمنا وھم لایفتنون ولقد فتنا الذین من قبلھم فلیعلمن اللہ الذین صدقوا ولیعلمن الکاذبین (سورہ عنکبوت ع ۱ پ ۲۰) (ترجمہ) کیا لوگوں نے سمجھ رکھا ہے کہ (زبان سے) اتنا کہنے پر چھوٹ جائینگے کہ ہم ایمان لے آئے ہیں اور ان کو آزمایا نہ جائیگا اور ہم نے تو ان لوگوں کو (بھی) آزمایا تھا جو ان سے پہلے ہو گزرے ہیں تو خدا ان لوگوں کو ضرور معلوم کرکے رہے گا جو (اپنا ایمان میں) سچے ہیں اور جھوٹوں کو بھی معلوم کرکے رہیگا۔

۹- ولقد کانوا عاھدوا اللہ من قبل لایولون الادبار وکان عھد اللہ مسئولا (پ ۲۱ احزاب ع ۲) (ترجمہ) حالانکہ (یہی لوگ اس سے) پہلے خدا سے عہد کرچکے تھے کہ (ہم دشمن کے مقابلے میں) پیٹھ نہ پھیرینگے اور ان لوگوں نے جو خدا کے ساتھ عہد کیا تھا اس کی تو ان سے بازپرس ہوکر رہے گی؛　　(بیعت عدم فرار کے بعد فرار ملاحظہ ہو)۔

۱۰- ثم ان ربک للذین ھاجروا من بعد ما فتنوا ثم جاھدوا وصبروا ان ربک من بعدھا لغفور رحیم (نحل پ ۱۴ ع ۲۰) (ترجمہ) پھر جن لوگوں نے مبتلائے مصیبت رہے پیچھے گھر بار چھوڑے پھر (خدا کی راہ میں) جہاد کئے اور تکلیفوں پر جو ان کو ترک وطن اور جہاد میں پہونچیں) صبر کیا (اے پیغمبر) بے شک تمہارا پروردگار ان (سب امتحانوں) کے بعد (قیامت کے دن) البتہ بخشنے والا مہربان ہے؛

۱۱- یا ایھا الذین اٰمنوا اذا جاءکم المؤمنات مھاجرات فامتحنوھن اللہ اعلم بایمانھن فان علمتموھن مؤمنات فلا ترجعوھن الی الکفار (پ ۲۸ سورہ ممتحنہ) (ترجمہ) مسلمان عورتیں ہجرت کرکے آیا کریں تو ان (کے ایمان

صرف ہجرت کمال ایمان کی دلیل نہیں

کی جانچ کر لیا کرو (یوں تو) ان کے ایمان کو اللہ (ہی) خوب جانتا ہے (تاہم جانچ لینا ضروری ہے) تو اگر (جانچنے سے) تم ان کو سمجھو کہ مسلمان ہیں تو ان کو کافروں کی طرف واپس نہ کرو۔

۱۲۔ فلا وربک لا یؤمنون حتی یحکموک فیما شجر بینھم ۔ الآیہ پ۵ نساء ع ۶۔ اس کا شان نزول فلک النجاۃ انصاری صحابی کے قصہ میں دیکھو)۔ اے پیغمبر تمہارے ہی پروردگار کی قسم کہ جب تک یہ لوگ اپنے باہمی جھگڑے تم ہی سے فیصلہ نہ کرائیں اور (صرف فیصلہ ہی نہیں بلکہ) جو کچھ تم فیصلہ کر دو اس سے کسی طرح دلگیر بھی نہ ہوں بلکہ (دل و جان سے اس کو) قبول کریں (غرض جب تک یہ سب کچھ نہ کریں اسوقت تک) ان کو ایمان سے بہرہ نہیں۔

۱۳۔ لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النبیؐ (تا) ان تحبط اعمالکم وانتم لا تشعرون (سورہ حجرات ع ۱ پ۲۶) (ترجمہ) مسلمانوں اپنی آوازوں کو پیغمبر کی آواز سے اونچا نہ ہونے دو اور نہ ان کے ساتھ بہت زور سے بات کرو جیسے تم ایک سے ایک (آپس میں) زور زور سے بولا کرتے ہو (کہیں ایسا نہ ہو) کہ تمہارا کیا کرایا سب اکارت ہو جائے اور تم کو خبر بھی نہ ہو (ابی بکر و عمر صاحب کے حق میں اُتری ہے)

۱۴۔ انما المؤمنون الذین امنوا باللہ ورسولہ واذا کانوا معہ علی امر جامع لم یذھبوا حتی یستاذنوہ پ۱۸ سورہ نور ع ۹) (ترجمہ) سچے مسلمان تو بس وہ ہیں جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاتے ہیں اور جب کسی ایسی بات کے لئے جس میں لوگوں کے جمع ہونے کی ضرورت ہے پیغمبر کے پاس ہوتے ہیں تو جب تک پیغمبر سے اجازت نہ لیں نہیں جاتے۔ (خطبہ جمعہ سے مہاجرین و انصار کا فرار اور جنگوں سے فرار فلک النجاۃ بحث غزوات و فرار ثلاث میں دیکھو اور کمہ حضرت سے ایمان ثلاث و دیگر ہجو قسم کے اصحاب پر اس آیت کا بڑا اثر پڑتا ہے)۔

۱۵۔ وان فریقا من المؤمنین لکارھون (الجہاد) یجادلونک فی الحق بعد ما تبین کانما یساقون الی الموت وھم ینظرون (انفال ع ۱ پ۹) اور مسلمانوں کا ایک گروہ تمہارے نکل کھڑے ہونے سے اسوقت حق ظاہر ہوئے پیچھے تمہارے ساتھ لگے جھگڑا کرنے (اور مارے ڈر کے پیچھے ہٹنے) گویا ان کو (زبردستی) موت کی طرف دھکیلا جاتا ہے اور وہ (موت کو آنکھوں) دیکھ رہے ہیں۔

۱۶۔ ویقول الذین امنوا لولا نزلت سورۃ فاذا انزلت سورۃ محکمۃ وذکر فیھا القتال رایت الذین فی قلوبھم مرض ینظرون الیک نظر المغشی علیہ من الموت ۔ (سورہ محمد پ۲۶ ع ۳) (ترجمہ) اور مسلمان یہ تمنا ظاہر کرتے ہیں اے کاش جہاد کے بارے میں کوئی سورۃ نازل ہوتی تا کہ سب اس کی تعمیل کرتے پھر جب کوئی سورہ نازل ہوتی ہے اور اس میں صاف طور پر جہاد کا حکم ہو اور لڑائی کا تذکرہ ہو تو (اے پیغمبر) جن لوگوں کے دلوں میں نفاق کا روگ ہے تم ان کو دیکھو گے کہ وہ تمہاری طرف ایسے خوف زدہ دیکھ رہے ہیں جیسے کسی پر موت کی بے ہوشی طاری ہو اور اس کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ جائیں۔

۱۷۔ الم تر الی الذین قیل لھم کفوا ایدیکم واقیموا الصلوۃ واتوا الزکوۃ فلما کتب علیھم القتال اذا فریق منھم یخشون الناس کخشیۃ اللہ او اشد خشیۃ وقالوا ربنا لم کتبت علینا القتال لولا اخرتنا الی اجل قریب (پ۵ ا ع ۱۱) (ترجمہ) اے پیغمبر کیا تم نے ان لوگوں (کے حال) پر نظر نہیں کی جن کو حکم دیا گیا کہ (چند دن) اپنے ہاتھوں کو روکے رہو اور (اسوقت اسلام کے لئے اتنا ہی بس کرتا ہے) کہ نماز پڑھتے رہو اور زکوٰۃ دیا کرو پھر جب ان (لوگوں) پر جہاد فرض ہوا تو ایک فریق ان میں سے (ایسا بودا نکلا) کہ لگے لوگوں سے ڈرنے جیسے کوئی خدا سے ڈرتا ہے بلکہ (خدا کے ڈر سے بھی) بڑھ کر (اور گھبرا کر خدا سے) لگے شکایت کرنے کہ ہمارے پروردگار تو نے ہم پر جہاد کیوں فرض کیا ہم کو تھوڑے دنوں کی مہلت اور کیوں نہ دی۔ (مہاجرین عبد الرحمٰن بن عوف از عشرہ مبشرہ وغیرہ کے حق میں ہے دیکھو لباب النقول جلد ۱ ص ۸۰ و کبیر جلد ۳ ص ۳۸۹ و جلالین وغیرہ و تفسیر مولوی محمد علی لاہوری

۱۸۔ ولقد کنتم تمنون الموت من قبل ان تلقوہ فقد رأیتموہ وانتم تنظرون پ۴ آل عمران ع ۱۵ (دیکھو لباب النقول جلد ۱ ص ۶۵) (ترجمہ) اور تم تو موت کے آنے سے پہلے (خدا کی راہ میں) مرنے کی آرزوئیں کیا کرتے تھے سو اب تو تم نے

اسکو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا۔

۱۹۔ اذ تصعدون ولا تلوون علیٰ احد والرسول یدعوکم فی اخراکم پ۴ ع۱۶ آل عمران) (ترجمہ) (اسوقت کو یاد کرو) جب تم (بدحواس) بھاگے چلے جاتے تھے اور باوجودیکہ رسولؐ تمہارے پیچھے (کھڑے) تم کو بلا رہے تھے (لیکن) تم مڑ کر کسی طرف کو نہیں دیکھتے تھے

۲۰۔ وضاقت علیکم الارض بما رحبت ثم ولیتم مدبرین پ۱۰ سورہ توبہ ع۴ (حنین میں) اور اتنی بڑی زمین باوجود وسعت لگی تم پر تنگی کرنے پھر تم بیٹھ پھیر کر بھاگ نکلے۔

۲۱۔ وان تتولوا کما تولیتم من قبل یعذبکم عذابا الیما پ۲۶ ع۱۰۔ اور اگر تم نے سرتابی کی جیسے تم پہلے کر چکے ہو تو وہ تم کو عذاب دردناک کی سزا دیے گا

۲۲۔ وما یؤمن باللہ اکثرھم الا وھم مشرکون پ۱۳ ع۱۲ (ترجمہ) اور اکثر لوگوں کا حال یہ ہے کہ خدا کو مانتے ہیں اور شرک بھی کرتے جاتے ہیں۔

۲۳۔ منھم المؤمنون واکثرھم الفاسقون۔ پ۴ ع۳ (ترجمہ) ان میں سے تھوڑے ایماندار ہیں اور ان میں اکثر نافرمان

۲۴۔ تبتغون عرض الدنیا فعند اللہ مغانم کثیرۃ کذٰلک کنتم من قبل۔ پ۵ ع۱۰۔ تم اس زندگی دنیا کا سازو سامان چاہتے ہو سو خدا کے ہاں بہت غنمتیں تیار موجود ہیں پہلے تم بھی ایسے ہی تھے۔

۲۵۔ تریدون عرض الدنیا واللہ یرید الاٰخرۃ۔ پ۱۰ ع۵۔ تم تو مال و متاع دنیا کے خواہاں ہو اور اللہ (تم کو) آخرت (کی نعمتیں دینی) چاہتا ہے۔

۲۶۔ لا تتخذوا عدوی وعدوکم اولیاء (الیٰ) تسرون الیھم بالمودۃ وانا اعلم بما اخفیتم وما اعلنتم ومن یفعلہ منکم فقد ضل سواء السبیل۔ پ۲۸ ممتحنہ ع۱۔ تم چپکے چپکے ان کی طرف دوستی (کے پیغام) بھیجتے ہو اور جو کچھ تم چھپا کر کرتے ہو (وہ) اور جو ظاہر ظہور کرتے ہو (وہ) ہم (سب کو) خوب جانتے ہیں اور جو تم میں ایسا کرے گا (سمجھ رکھو کہ) وہ سیدھے رستے سے بھٹک گیا۔

۲۷۔ ولا تکونوا کالذین خرجوا من دیارھم بطرا ورئاء الناس۔ الآیۃ۔ پ۱۰ ع۲۔ اور ان جیسے نہ بنو جو لوگوں کے دکھانے کے لئے گھروں سے نکل کھڑے ہوئے مارے شیخی کے اور حال یہ ہے کہ لوگوں کو خدا کی راہ سے روکتے

۲۸۔ اور آیت آخری سورہ جمعہ پ۲۸ واذا راوا تجارۃ اولھوا انفضوا الیھا وترکوک قائما۔ یہ آیت بھی مدینہ میں بعد قوت اسلام واستقرار ایمان مہاجرین وانصار کی شکایت کر رہی ہے۔ (ترجمہ) (اے پیغمبر) یہ لوگ سودا بکتے یا تماشا ہوتا دیکھیں

۲۹۔ آیت پ۱۴ ع۲ ولقد علمنا المستقدمین منکم ولقد علمنا المستاخرین اس کی تفصیل حالات بعض صحابہ میں نماز میں خشوع نہ کرنا ملاحظہ ہو۔

۳۰۔ ومنھم من یلمزک فی الصدقات پ۱۰ ع۱۳ (اے پیغمبر) ان میں سے کچھ ایسے بھی لوگ ہیں کہ لوگوں کے مال خیرات کی تقسیم میں تم پر بے انصافی کا الزام لگاتے ہیں (دیکھو حالات بعض صحابہ تہمت علی النبیؐ مع حاشیہ)

بعض آیات میں بلاشبہ مہاجرین وانصار مخاطب ہیں اور بعض میں مورد خاص و حکم عام کے ذریعہ داخل ہیں بعض میں تنبیہ وتفہیم ہے اور بعض میں وعید سخت ہیں اگر مہاجرین کو ہجرت کے بعد کوئی سزا کسی جرم پر نہیں ہونی تھی تو اس قدر سخت وعید ان کے لئے کیوں وارد ہوئے ہر جگہ مؤمنین سے ان کو اس امر میں مستثنےٰ کیا جاتا الا المہاجرین والانصار ہوتا مگر نبیؐ کے لئے بھی غور کریں تو لئن اشرکت لیحبطن عملک وارد ہوا ہے وغیرہ وغیرہ اگرچہ اس میں امت کی تعلیم مراد ہے۔ مگر ظاہر احکام میں مستثنےٰ تو وہ نہیں ہیں اب نبیؐ کے حالات پڑھنے سے تو ان کی عصمت میں کوئی خلل لازم نہیں آتا اور صحابہ کے اعمال دیکھنے سے اکثر ان منہیات کے عامل اور زیر عتاب نظر آتے ہیں۔ (احادیث) اس بارہ میں احادیث ذیل ملاحظہ ہوں :—

۱۔ ان فی اصحابی منافقین۔ ان منکم منافقین۔ دیکھو فلک النجاۃ بعض حالات صحابہ (نفاق) ۲۔ لتتبعن سنن من

قبلکم حذ والنعل بالنعل - دیکھو بیان مشابہت امت محمدیہ بنی اسرائیل سے بعض حالات صحابہ - ۳ - انکرنا قلوبنا بعد ان وادینا رسول اللہ ؐ دیکھو فلک النجاۃ احداث فی الدین بعض حالات صحابہ - ۴ - ما اخاف علیکم ان تشرکوا ولکن اخاف علیکم ان تتنافسوا - دیکھو فلک النجاۃ احداث فی الدین - ۵ - لا ادری ما تحدثون بعدی ولا تدری ما احدثنا بعدک - دیکھو فلک النجاۃ احداث فی الدین - ۶ - انی فرطکم علی الحوض فاقول اصحابی اصحابی دیکھو فلک النجاۃ احداث فی الدین - ۷ - قال الانصاری ما اراد بہا وجہ اللہ او کان ابن عمتک - دیکھو فلک النجاۃ مع تعلیق بعض حالات صحابہ تہمت

(آیت ۲۱) الذین امنوا وھاجروا وجاھدوا فی سبیل اللہ باموالھم وانفسھم اعظم درجۃ عند اللہ واولئک ھم الفائزون - یبشرھم ربھم برحمۃ منہ ورضوان و جنات لھم فیھا نعیم مقیم خالدین فیھا ابدًا (سورہ توبہ رکوع ۳) (ترجمہ نذیر احمد) جو لوگ ایمان لائے اور دین کے لئے انہوں نے ہجرت کی اور اپنے جان و مال سے اللہ کے رستے میں جہاد کئے یہ لوگ اللہ کے ہاں درجے میں کہیں بڑھ کر ہیں اور یہی ہیں جو منزل مقصود کو پہنچنے والے ہیں ان کا پروردگار ان کو اپنی مہربانی اور رضامندی اور ایسے باغوں میں رہنے کی خوشخبری دیتا ہے جن میں ان کو دائمی آسائش ملے گی۔ اور یہ لوگ ان باغوں میں سدا کو اور ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے

(۲۲) والذین ھاجروا فی سبیل اللہ ثم قتلوا او ماتوا لیرزقنھم اللہ رزقا حسنا وان اللہ لھو خیر الرازقین لیدخلنھم مدخلا یرضونہ (سورہ حج رکوع ۸) ترجمہ نذیر احمد) اور جن لوگوں نے خدا کی راہ میں وطن چھوڑے پھر شہید ہو گئے یا اپنی موت سے مر گئے اللہ ان کو آخرت میں ضرور عمدہ روزی دے گا اور کچھ شبہ نہیں کہ خدا ہی دوسرے دینے والوں سے بہتر روزی دینے والا ہے وہ اُن کو ایسی جگہ بہشت میں لیجا داخل کریگا جس سے خوش ہو جائیں گے

(۲۳) فالذین ھاجروا واخرجوا من دیارھم واوذوا فی سبیلی وقاتلوا وقتلوا لاکفرن عنھم سیئاتھم ولادخلنھم جنات تجری من تحتھا الانھار ثوابا من عند اللہ (سورہ آل عمران ع ۲۰) (ترجمہ نذیر احمد) تو جن لوگوں نے ہمارے لئے

یہود کے ساتھ اُنس رکھنے والے اور اعمال سئیہ سے خدا و رسول کو غضب ناک کرنے والے حضرات کتاب ہذا میں درج ہیں[1] - اور کمال ایمان کے لئے شرط محبت علیؑ کی اور بغض علیؑ کا علامت نفاق ہونا حدیث صحیح مسلم و ترمذی سے ظاہر ہے۔ آیت نمبر ۲۰ میں اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو وعدہ خوشنودی و تیاری بہشت اور کامیابی کا دیتا ہے جو سب سے پہلے ایمان لائے یا جو پھر ان کے پیچھے خلوص دل سے مؤمنین ہوئے مگر بعض آیت بعض کی مفسر ہوتی ہے۔ دوسری آیات کے مضامین کی مطابقت سے وہ شرائط بھی ملحوظ رکھنی ضروری ہیں جو مطلق ایمان لانے کے واسطے ملحوظ ہیں۔ کیونکہ جیسا اصل ایمان لانا ایک کار ثواب اور قابل مدح ہے اسی طرح اس سے بہت زیادہ قابل مدح ہے وہ جس نے ایمان میں سبقت کی مگر جو ان سے پیچھے ایمان لائے یا لائینگے تا قیامت وہ بھی اسی شرط سے کہ خلوص و وفا میں سابقین کے ساتھ کافی موافقت رکھتے ہوں تو ان کے لئے بھی جزا وہی ہے جو سابقین کے لئے ہے جیسا کہ آیت مذکورہ کے الفاظ والذین اتبعوھم سے واضح ہے مگر بصورت بیوفائی و نافرمانی کے پہلے ایمان لانیوالے یا پچھلے سب یکساں ہو جاتے ہیں اس آیت میں جو وعدہ دیا گیا ہے وہ بصورت خاتمہ بالخیر کے حتماً پورا ہو گا مگر اس طرح نہیں کہ پہلے دن ایمان لانے کے وقت یا ہجرت کرنے کے وقت سے ہی انہوں نے جنت میں قدم رکھ لیا تھا کہ پھر کسی نافرمانی کے سبب سے

[1] اور آیت نمبر ۲۱ میں اعظم درجہ کے وہ لوگ بیان ہوئے ہیں جنہوں نے علاوہ ایمان لانے و ہجرت کرنے کے جہاد بھی کیا ہوا اور دیگر آیات کے مطابق بھی مجاہدین کا درجہ قاعدین پر بلند ظاہر کیا گیا ہے جو واقعی بجا ہے لیکن بلاریب کمال ایمان پہلی شرط ہے اور ثابت قدمی سے جہاد کرنا دوسری شرط ہے دیکھو آیت نمبر ۴ و ۳۱ اور ایمان و جہاد حضرت ثلاثہ کی حالت بیان حالات ثلاثہ میں دیکھو اور آیت نمبر ۲۱ کا مورد بالخصوص امیرالمؤمنین علیؑ ہیں اُن کے حق میں یہ آیت اُتری ہے دیکھو حاشیہ ترجمہ نذیر احمد و دیگر تفاسیر اہل تسنن - اگرچہ حکم عام ہو مگر مورد خاص اس میں اول نمبر پر متصور ہیں اور آخری آیات سورہ انفال میں بھی ایمان و ہجرت و نصرت کے ساتھ تین جگہ جہاد کی شرط قائم ہے ہونے پر اولئک ھم المؤمنون حقا کا خطاب اور مغفرت و رزق کا وعدہ وارد ہوا ہے مگر امتحان جہاد کے بغیر یہ صورت نہیں اور دیکھو آیت سورہ توبہ ع ۲ ام حسبتم ان تترکوا ولما یعلم اللہ الذین جاھدوا منکم (ترجمہ نذیر احمد) (مسلمانو) کیا تم نے ایسا سمجھ رکھا ہے کہ (سمجھتے)

اپنے دیس چھوڑے اور ہماری ہی وجہ سے اپنے گھروں سے نکالے گئے اور ستائے گئے اور لڑے اور مارے گئے ہم انکی خطاؤں کو اُن کے نامہ اعمال میں سے ضرور محو کردیں گے اور اُن کو ایسے باغوں میں لیجا داخل کریں گے جن کے نیچے نہریں پڑی بہ رہی ہوں گی اللہ کے ہاں سے یہ اُن کے کئے کا بدلہ ہے۔

باہر نہیں نکل سکتے۔ جب حضرت آدمؑ جیسے پیغمبر بباعث ایک لغزش کے جو نسیاناً اُن سے واقع ہوئی۔ علی اختلاف القولین بہشت سے باہر نکالے گئے دوسروں کی کیا طاقت ہے کہ نہ طاہر نہ معصوم بلکہ کچھ کام اچھے کئے اور پھر عمر بھر بہت کچھ خلاف مرضی خدا اور رسول عمل کرکے رسولؐ و آل رسول کو غضب ناک کیا اور پھر بہشت کے وعدہ سے باوجود ان کے استحقاق زائل ہو جانے کے جبراً بہشت میں بیٹھ جائیں اور باہر قدم نہ رکھیں ظاہر ہے کہ مواعید معلق بعدم ارتداد و ثبوت استقامت و ایفاء عہد ہیں۔ جب یہ نہوں تو کس منہ سے وہ بہشت کی انتظار کرسکتے ہیں اور انتظار کریں بھی تو حدیث حوض اُن کی امیدیں توڑ دے گی جس سے واضح ہوتا ہے کہ جنہوں نے بعد وفات نبیؐ کے بدعات نکالیں اور باعث سخط و غضب خدا و رسول کر لئے وہ ثواب موعود سے محروم رہ جائیں گے چنانچہ اُس حدیث سے یہ بھی ثابت ہے کہ نبیؐ ایسے لوگوں کو صحابہ میں تصور فرماکر بلائینگے اور صحابہ بھی اپنے اسماء جتلائینگے لیکن حکم ہوگا کہ یارسول اللہ انہوں نے اپنے اعمال آپ کے بعد بدلا لئے تھے۔ لہذا یہ حوض کوثر وغیرہ موعودہ ثواب مومنین کے مستحق نہیں رہے۔ ان کو نکال دو۔ اور دور کرو تو حضرتؐ بھی فرمائیں گے سحقاً سحقاً لمن بدل بعدی او غیر بعدی ان کو دفع کرو اور دور رکھو جنہوں نے میرے بعد عمل بدل دیا اس حدیث میں کوئی استثناء مہاجرین یا بدریین یا انصارین کا نہیں ہے بلکہ بڑے لیڈر قوم حضرت ابی بکر صاحب کو بتصریح نبیؐ نے فرمادیا کہ ہم تیری نسبت کافی شہادت کمال ایمان و وفاداری کی نہیں دے سکتے کیونکہ معلوم نہیں تم میرے بعد کیا کچھ کر گذرو گے تفصیل اس کی کتاب ہذا کے بیان احداث صحابہ میں موجود ہے۔ وہاں مطالعہ کیجئے۔ یہ تو بعد وفات سرور کائناتؐ کی نسبت ہے اب ہم ایسی ضروری شرط پیش کرتے ہیں جو حیات آل فخر موجوداتؐ میں بھی بڑے حضرات سے پوری نہ ہوئی بلکہ اس میں فیل ہوگئے اور اوپر ہم ثابت کرچکے ہیں کہ عمل جزو ایمان ہے اور ایمان باعتبار تصدیق و اعمال کے کم و بیش ہوتا ہے پس جب اعمال مطابق زبانی تصدیق کے نہوں تو بباعث فقدان اجزاء کے وہ ایمان مفید نہیں ہوسکتا کیونکہ ناقص ہوتا ہے اور یہ مسلم ہے کہ ہجرت و نصرت وغیرہ سب اعمال کا ثمرہ ایمان کامل پر مرتب ہوتا ہے۔ جب وہ کامل نہوا اس پر جزا کس طرح مرتب ہوسکتی ہے ملاحظہ ہو آیت نمبر ۴۴ جس میں عدم شک و جہاد کو شرط رکھا گیا ہے۔ خلیفہ ثالث کی نسبت چونکہ مہاجرین و انصار کے

۴۴ - انما المؤمنون الذین امنوا باللہ و رسولہ ثم لم یرتابوا وجاھدوا باموالھم وانفسھم فی سبیل اللہ اولئک ھم الصادقون (سورہ حجرات رکوع ۲) (ترجمہ نذیر احمد بس رسچے) مسلمان تو وہ ہیں جو اللہ اور اُس کے رسول پر ایمان لائے پھر (کسی طرح کا) شک (و شبہ) نہیں کیا اور اللہ کے رستے میں جان و مال سے کوشش کی (حقیقت میں) یہی سچے (مسلمان) ہیں۔

علاوہ ام المؤمنین حضرت عائشہ کا فتویٰ موجود ہے۔ جو اُن کے بیان ایمان میں مذکور ہے لہذا اُن کی نسبت ہمیں اس جگہ کچھ لکھنے کی ضرورت نہیں اس جگہ صرف شیخین کے حال کو ملحوظ رکھتے ہوئے التماس ہے کہ آیت نمبر ۸ و ۹ و ۴۳ و ۴۴ کو بالخصوص اور دیگر آیات مندرجہ کو بالعموم مدنظر رکھ کر متلاشیان حق اُن کے بیان ایمان اور شجاعت و علم مندرجہ کتاب ہذا کو مطالعہ کریں اور پھر مناسب فیصلہ دیں کہ ایمانی امتحان میں وہ کہاں تک کامیاب ہوئے اور کیا وہ ثواب موعود مؤمنین مخلصین مہاجرین کے مستحق ہیں؟ آیات نمبر ۴ - ۵ - ۸ - ۹ وغیرہ کی شرائط ایمان کو حضرت خلیفہ اول سے موازنہ کرنا چاہیئے اور اُن سب آیات کے علاوہ خلیفہ ثانی کے ایمان میں آیت نمبر ۴۴ کو بھی مدنظر رکھا جائے کیونکہ ان کا حدیبیہ میں شک فی النبوۃ اور نفاق میں حلفیہ بیان فرق رکھتا ہے۔ نیز ثانی صاحب کو ماجاء بہ النبیؐ (قرآن) میں بھی شک تھا جو احادیث مشکوٰۃ و اظہار مودۃ توریت سے ظاہر اور مسائل یہود کے ملانے کی درخواست سے واضح ہے۔ پس بہرحال ایسے حضرات بوجہ عدم وجود شرائط کمال ایمان و اجزائے ایمان (اعمال صالحہ) کے مستحق ثواب ہجرت وغیرہ نہیں ہیں (نظر انصاف کی ضرورت ہے)۔

ایمان صادق کی لازمی شرط اور وجہ

(۲۵) لقد رضی اللہ عن المؤمنین اذ یبایعونک تحت الشجرۃ فعلم ما فی قلوبھم فانزل السکینۃ علیھم واثابھم فتحا قریبا و مغانم کثیرۃ یاخذونھا (سورۂ فتح رکوع ۳) (ترجمہ نذیر احمد) اے پیغمبر جب مسلمان ایک (کیکر کے) درخت کے تلے تمہارے ہاتھ پر لڑنے مرنے کی بیعت کر رہے تھے خدا یہ حال دیکھ کر ضرور ان مسلمانوں سے خوش ہوا اور اُس نے ان کی دلی عقیدت کو جان لیا اور اُن کو اطمینان قلب عنایت کیا اور اُس کے بدلے میں اُن کو سر دست خیبر کی فتح دی اور فتح کے علاوہ بہت سی غنیمتیں جن پر ان لوگوں نے قبضہ کیا۔

اب ہم آیات مستدلہ مخالفین پر غور کرنے کے لئے ناظرین کی توجہ منعطف کرتے ہیں۔ آیت نمبر ۲۰ میں سبقت سے مراد ایمان اور اسلام میں سبقت کرنا ہے۔ چنانچہ مشہور و معروف و مسلم ترجمہ مولوی نذیر احمد صاحب سُنی سے لکھ دیا گیا ہے۔ اور آئندہ چند تفاسیر سے بھی اس کا تائیدی ثبوت پیش کیا جائے گا اور دیسے موزون بھی یہی معنے ہے کیونکہ لفظ سابقون مہاجرین و انصار دونوں کے لئے آیا ہے اور انصار پر یہ منطبق نہیں ہوتا کہ بعض سابق اور بعض لاحق ہوں کیونکہ نبیؐ کو مدینہ طیبہ میں آتے ہی جنہوں نے جگہ اور مدد دی وہ انصار کہلائے اُن میں سابق لاحق کیسے متصور ہوں وہ تو سب سابق ہی سابق ہیں اور اگر سبقت فی الہجرت ہی مراد لی جائے تو بھی شرائط مذکورہ ملحوظ رکھنے سے ثواب مرتب ہو گا کیونکہ اس کا کوئی قائل نہیں کہ جو ایمان پہلے لائے یا ہجرت پہلے کرے وہ بغیر کسی دوسری دلیل کے معصوم ہو جاتا ہے اور اُس سے خطا ممکن نہیں اور جب خطا ممکن ہے تو اُس کا کبائر و صغائر یا ارتداد کے مرتکب ہونے نہونے کی بہرحال پڑتال ضروری ہے۔ اس کے بغیر اقوال موضوعہ سے کسی کے حق میں قطعی بہشتی کا فتوی نہیں دیا جا سکتا۔ اگر ہجرت کے بعد کسی عمل صالح کرنے کی ضرورت نہوتی تو بعد ھاجروا کے جاھدوا فی سبیل اللہ یا قاتلوا وقتلوا یا ثم جاھدوا و صبروا وغیرہ کی ضرورت نہ تھی۔ اور والذین اتبعوھم میں تا قیامت سب شامل ہیں اور سب اسی وعدہ کے مستحق ہیں جو اس آیت میں مذکور ہے۔ پس وعدہ مندرجہ آیت کسی کے واسطے مخصوص نہ رہا بلکہ جو مومن صادق سابق یا لائق ہو سب کے لئے حکم یکساں ہے۔ البتہ ترغیبی طور پر مہاجرین و انصار سے اُن بعض کو جو سابق بالایمان تھے اول نمبر میں رکھا گیا اور جو اُن کے پیچھے ایمان لاکر تابعدار کامل ہوتے رہے یا ہوتے رہیں گے ان سب کے لئے جزا ایک ہی فرمائی کوئی مسلمان یہ اعتقاد نہیں رکھ سکتا کہ زمانہ اول کے بعد آج تک کے لوگوں سے جو مومن صالح۔ تابعدار شریعت نبویہ ہوا ہو اُس کے واسطے خدا کی رضامندی نہیں ہو گی یا اُس کے لئے بہشت تیار نہیں یا بہشت میں داخل ہو کر اُسکو خلود فی الجنت حاصل نہو گا اور اگر سب کچھ ہو تو پھر اُس کو کامیابی عظیم نہ کہا جائیگا۔ حاشا و کلا۔ بلکہ یہی کامیابی ہے اور ضرور ہو گی۔ دیکھو آیت نمبر ۱۴ و ۱۵ و ۱۶ و ۱۷ و ۱۹ ۔ اور ملاحظہ ہو تفسیر درمنثور جلد ا صفحہ ۲۶

واخرج البزار و ابویعلی والمرھبی فی فضل العلم والحاکم وصححہ عن عمر بن الخطاب قال کنت جالسا مع النبیؐ فقال انبئونی بافضل اھل الایمان ایمانا قالوا یا رسول اللہ الملائکۃ قال اتوام فی اصلاب الرجال یاتون من بعدی یؤمنون بی ولم یرونی ویجدون الورق المعلق فیعملون بما فیہ فھؤلاء افضل اھل الایمان واخرج مثلہ البیھقی فی الدلائل والاصبھانی فی الترغیب والطبرانی وابن ابی شیبۃ وابن عساکر واحمد والدارمی والبخاری فی تاریخہ وابن حبان باسانیدھم۔

(ترجمہ محدثین نمبر الخامس ۱۳ بتصریح تصحیح حضرت عمر بن خطاب سے روایت کرتے ہیں کہا میں نبیؐ کی خدمت میں بیٹھا تھا حضور نے فرمایا مجھے خبر دو کہ اہل ایمان میں سے کون افضل ہیں؟ صحابہ نے عرض کی فرشتے افضل ہیں آپ نے فرمایا (نہیں) بلکہ وہ لوگ افضل ہیں جو ابھی باپ دادوں کی پشتوں میں ہیں میرے بعد پیدا ہوں گے! اور بغیر میرے دیکھے میرے ساتھ ایمان لائیں گے اور بے دیکھے میری تصدیق کریں گے میرے احکام اُن کو اُڑتے ہوئے کاغذوں میں ملیں گے اور جو کچھ لکھا اُنکو ملیگا اُس پر عمل کرینگے۔ پس اہل ایمان میں سے یہ افضل ہیں۔

افضل اہل ایمان کون ہیں

حدیث افضل اہل الایمان نسیم الریاض جلد ا صفحہ ۵۳۵ میں مروی ہے فرمایا امتی مثل المطر لا یدری اولہ خیر ام آخرہ وھو حدیث صحیح۔ انتہی۔ یعنی نبیؐ نے فرمایا میری امت بارش کی مانند ہے نہیں معلوم اس کا اول اچھا ہے یا آخر ۱۲ منہ

اور نیز اس مضمون کی تائید میں مزید اطمینان کے لئے دیکھو کتاب ہذا حدیث خیر القرون قرنی اُس کے دیکھنے سے انشاء اللہ کافی تسلی ہو جائیگی - اور مہاجرین والانصار کے لئے جو مواعید آیت نمبر ۲ میں وارد ہیں اُن کے سوا مطلق مؤمنین صحابہ وغیرہ کے لئے بھی وہی وارد ہو چکے ہیں لہذا مہاجرین والانصار کے لئے کوئی خصوصیت باقی نہیں رہتی مثلاً دیکھو - آیات

(۲۶) لکن الرسول والذین امنوا معہ جاھدوا باموالہم وانفسہم واولئک لہم الخیرات واولئک ہم المفلحون ۝ اعد اللہ لہم جنات تجری من تحتہا الانہار خالدین فیہا ذلک الفوز العظیم - (سورہ توبہ رکوع ۱۱) (ترجمہ نذیر احمد) لیکن رسول اور جو اُن کے ساتھ اللہ پر ایمان لائے - ان سب نے اپنی جان ومال سے خدا کی راہ میں جہاد کئے یہی لوگ ہیں جن کے لئے دنیا اور آخرت کی سب خوبیاں ہیں اور آخر کار یہی فلاح پانیوالے ہیں ان کے لئے اللہ نے بہشت کے باغ تیار کر رکھے ہیں جن کے تلے نہریں بڑی بہ رہی ہوں گی اور یہ ان میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے - اور یہی بڑی کامیابی ہے ۔

نمبر ۱۰ الغایت ۱۷ و ۱۹ و ۲۶ - مگر آیات ثم ولیتم مدبرین ومن یولہم یومئذ دبرہ اور من نکث بھی ملحوظ رہیں اور عام مؤمنین کے لئے آیات مندرجہ سابقہ کے علاوہ قرآن میں بے شمار آیات موجود ہیں پس جو جزا عام مؤمنین کے لئے بھی ہے وہ اہل سنن اپنے بزرگوں پر مخصوص کرکے کس طرح چسپاں کر سکتے ہیں - البتہ خاتمہ بالخیری اور خلوص وغیرہ شرائط کا موجود ہونا ہر حال میں ضروری ہے - مہاجرین والانصار ہوں یا دیگر صحابہ یا عام مؤمنین

جو وعدہ مہاجرین والانصار کے لئے ہے وہی سب مؤمنین کے لئے ہے

ثبوت مدعا از احادیث رسول ص

(خلوص نیت کی شرط) (۱) عن عمر بن الخطاب قال قال رسول اللہ ص انما الاعمال بالنیات وانما لامرئ ما نوی فمن کانت ہجرتہ الی اللہ ورسولہ فہجرتہ الی اللہ ورسولہ ومن کانت ہجرتہ الی دنیا یصیبہا او امرأۃ یتزوجہا فہجرتہ الی ما ہاجر الیہ (مشکوۃ حدیث اول بروایت بخاری ومسلم) (خاتمہ بالخیر کی شرط) (۲) وعن سہل بن سعد قال قال رسول اللہ ص ان العبد لیعمل عمل اہل النار وانہ من اہل الجنۃ ویعمل عمل اہل الجنۃ وانہ من اہل النار وانما الاعمال بالخواتیم (مشکوۃ باب الایمان بالقدر فصل اول بروایت بخاری ومسلم)

ترجمہ - (۱) امیر عمر سے مروی ہے کہا رسول اللہ ص نے فرمایا بس اعمال کی مدار نیتوں پر ہے جو کچھ آدمی کی نیت ہوتی ہے اُسی کا ثمرہ اس کو ملتا ہے تو جس کی ہجرت اللہ و رسول کے لئے ہوئی ہو مقبول خدا و رسول ہے اور جس کی ہجرت دنیا حاصل کرنے کی غرض سے یا عورت سے شادی کرنے کی غرض سے ہوئی تو اس کی ہجرت کا ثمرہ وہی چیز ملے گی جو اُسکی نیت میں ہے - (۲) سہل بن سعد کہتا ہے - رسول اللہ صلعم نے فرمایا بتحقیق آدمی دوزخیوں کے عمل کرتا رہتا ہے اور آخر جنت میں چلا جاتا ہے اور کبھی بہشتیوں کے عمل کرتا رہتا ہے آخر دوزخ میں چلا جاتا ہے بس اعمال کی مدار خاتمہ پر ہے

اس سے پہلے ایک حدیث مشکوۃ میں ہے کہ آدمی کو عمل کرتے کرتے بہشت سے ایک ذراع (ہاتھ) کا فاصلہ رہ جاتا ہے مگر آخر داخل جہنم ہو جاتا ہے اور کبھی دوزخ کے قریب ایک ذراع کے فاصلہ پر رہ جاتا ہے اور آخر داخل جنت ہو جاتا ہے -

حضرت علیؑ سے بغض نفاق کی علامت ہے

(۳) قال علی والذی فلق الحبۃ وبرأ النسمۃ انہ لعہد النبی الامی صلعم الی ان لا یحبنی الا مؤمن ولا یبغضنی الا منافق رواہ مسلم (مشکوۃ باب مناقب علیؑ)

(ترجمہ) حضرت علیؑ فرماتے ہیں مجھے اُس ذات کی قسم ہے جس نے دانہ کو اُگایا اور روح کو پیدا کیا کہ بتحقیق جناب نبی اُمیؐ نے میرے ساتھ عہد فرمایا تھا کہ مجھے مومن سے

له بخاری مطبوعہ مصر ج ۱ ص ۲۵ و ج ۲ ص ۱۲۱ و بخاری ج ۴ میں یہ حدیث موجود ہے - ص سوا کوئی دوست نہیں رکھتا اور منافق کے بغیر کوئی مجھ سے بغض نہیں رکھتا۔

سلہ حضرت علیؑ معیار مؤمنین ہیں یعنی ذریعہ شناخت مؤمن کا ہے چنانچہ کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۲۰۲ میں نبی ص سے مروی ہے (باقی بر صفحہ آئندہ)

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) لولاک یا علیؑ ما عرف المؤمنون بعدی - اور حدیث بغض علیؑ علامت نفاق ہے کنز العمال جلد ۶ صـ۲۹۲ میں باسناد حمیدی و ابن ابی شیبہ و احمد وغیرہ اور صـ۱۵۸ میں باسناد مسلم و طبرانی وغیرہ مروی ہے اور ازالۃ الخفاء جلد ۱ صـ۲۹۴ میں نبیؐ سے مروی ہے فرمایا حُب علیؑ آیۃ الایمان و بغض علیؑ آیت النفاق اخرجہ البخاری اور حدیث کنا نعرف المنافقین ببغض علیؑ کنز العمال جلد ۶ صـ۳۹۰ میں باسناد خطیب مروی ہے اور حدیث المہاجر من ھاجر ما نھی اللہ بخاری طبع مصر جلد ۴ صـ۸۵ و سنن ابی داؤد مترجم صـ۵۹۰ میں دیکھو - ازالۃ الخفاء جلد ۱ صـ۲۴۳ میں ہے - عن ابن عباس قال ان اللہ استبطاء قلوب المہاجرین فعاتبہم علی رأس ثلثۃ عشر سنۃ من نزول القرآن فقال الم یان للذین آمنوا و عن الاعمش قال لما قدم اصحاب النبیؐ المدینۃ فاصابوا من لین العیش ما اصابوا بعد ما کان من الجھد فکانھم فتروا عن بعض ما کانوا علیہ فعوتبوا فنزلت الم یان للذین آمنوا ان تخشع قلوبھم الایۃ - یعنے خدائے عزوجل نے مہاجرین کے دلوں کو نیک کاموں اور فرمانبرداری خدا و رسول میں ڈھیلا اور سست پایا تو ان کو تیرہ برس نزول قرآن کے بعد عتاب فرمایا کہ ابھی تک وہ وقت نہیں آیا کہ مومنین کے دل خدا سے ڈر کر نرم ہو جائیں اور اطاعت خدا اور رسول میں کوتاہی نہ کریں دوسری روایت میں ہے اصحاب نبیؐ کے مدینہ میں جب آئے تو آرام طلبی اور عیش پسندی کے عادی ہو گئے - حالانکہ پہلے تکلیف اور تنگی میں رہتے تھے اس واسطے جو تابعداری نبیؐ کی یا عبادت خدا کرتے تھے اس سے سستی کرنے لگے تو خدائے پاک نے ان کو عتاب کیا - انتہیٰ - یہ تو ابتدا کی باتیں ہیں نبیؐ کی وفات کے بعد عیش پسندی اور دنیا طلبی ایسی غالب آئی جس کے سبب سے احکام خدا اور رسول کا اکثر حصہ پس پشت ڈال دیا گیا اور اخلاف ان دشنافسوا کی پیشین گوئی صحیح نکلی اگر ہجرت کے بعد یقیناً تاقیامت مہاجرین سے کوئی قابل مواخذہ فعل صادر نہ ہو سکتا تھا تو کیوں جا بجا عتاب ہوا اور ان کے ایسے افعال صفحہ تاریخ پر موجود ہیں جن پر قرآن سے سزا دوزخ اور غضب خدا معلوم ہوتی ہے ۱۲ مترجم -

(۴) واخرج الترمذی عن ابی سعید الخدریؓ قال نعرف المنافقین ببغضھم علیاؑ (صواعق محرقہ مطبوعہ مصر صـ۷۳ و در منثور ج ۶ صـ۶۶ ابی سعید و ابن مسعودؓ)

(۴) حضرت ابی سعید خدریؓ کہتے ہیں ہم صحابہ منافقوں کی شناخت محض بغض علیؑ سے کر لیتے تھے -

اسلام میں ایذا مسلمین سے اور ہجرت میں منہیات سے بچنے کی شرط

(۵) عن عبد اللہ ابن عمرؓ قال قال رسول اللہ صلعم المسلم من سلم المسلمون من لسانہ و یدہ - والمہاجر من ھاجر ما نھی اللہ عنہ رواہ البخاری (مشکوۃ کتاب الایمان فصل اول صـ۲ و بخاری باب الانتہاء عن المعاصی) ایضاً فیہ صـ۶ قال صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم والمہاجر من ھاجر الخطایا والذنوب (مشکوۃ بروایت بیہقی) و فی کنز العمال جلد ۱ صـ۲۰ قال و ما الہجرۃ قال صلعم ان تھجر السوء (بیہقی)

ترجمہ) (۵) عبد اللہ بن عمرؓ کہتا ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا مسلم کامل وہ ہوتا ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے مسلمان بچے رہیں (کسی کو ایذا نہ پہنچے) اور مہاجر وہ ہوتا ہے جو منہیات خدا سے بچتا رہے نیز فرمایا کہ مہاجر وہ ہے جو گناہوں سے بچے - نیز فرمایا کہ ہجرت حقیقی وہ ہے کہ اے مہاجر تو برائیوں کو چھوڑ دے (ورنہ صرف وطن چھوڑنے سے کوئی فائدہ نہیں) -

بداعمالیوں سے بہشت میں ایک کا تیار شدہ گھر دوسرے کو مل جاتا ہے

(۶) اخرج سعید بن منصور و ابن ماجہ و ابن جریر و ابن المنذر و ابن ابی حاتم و ابن مردویہ والبیہقی فی البعث عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہؐ ما منکم من احد الا ولہ منزلان منزل فی الجنۃ و منزل فی النار فاذا مات و دخل النار ورث اھل الجنۃ منزلہ فذٰلک قولہ تعالیٰ اولئک ھم الوارثون (تفسیر در منثور جلد ۵ صـ۵ تحت آیت الذین یرثون الفردوس و کتاب الدین الخالص

ترجمہ) (۶) ابی ہریرہ روایت کرتا ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا کوئی ایسا آدمی نہیں جس کے واسطے ایک گھر بہشت میں اور ایک دوزخ میں تیار نہ ہو جب وہ مرکر بپاداش کردار خود داخل جہنم ہو جاتا ہے تو اس کے بہشتی گھر کے وارث بہشتی لوگ ہو جاتے ہیں اور آیت اولئک ھم الوارثون کا یہی معنے ہے - اور کتاب الدین الخالص ج ۲ صـ۳۲ مولف سید صدیق حسن بحوالہ ع

للسید الصدیق بحوالہ ابن ماجہ وسعید بن منصور وابن جریر وابن المنذر وبیہقی وغیرھم) (۷) اخرج ابن ابی حاتم وابن مردویہ عن ابی ھریرۃ ان رسول اللہ صلعم قال مامن احد الا ولہ منزل فی الجنۃ ومنزل فی النار - والمؤمن یرث الکافر منزلہ فی الجنۃ وذلک قولہ وتلک الجنۃ التی اورثتموھا بما کنتم تعملون - تفسیر درمنثور ج ۶ صـ ۲۳ وتفسیر کبیر جلد ۲ صـ ۳۰۸ و ج ۶ صـ ۲۶۲

(۷) ابوہریرہ روایت کرتا ہے کہ رسول خدا ؐ نے فرمایا - ہر آدمی کے واسطے ایک گھر بہشت میں اور ایک دوزخ میں تیار ہے پس کافر مومن کی جگہ دوزخ کا وارث ہو جاتا ہے اور مومن بہشتی جگہ کافر کا وارث ہو جاتا ہے اور آیت وتلک الجنۃ الآیہ کا یہی معنی ہے - یعنی بہشتیوں کو کہا جائیگا یہ وہ بہشت ہے جس کے تم بوجہ نیک اعمال کے وارث ہو گئے ہو - اس سے واضح ہوتا ہے کہ ہر بشر کے واسطے بہشت میں گھر تیار ہے مگر زیادہ تر تیاری کے واسطے اُس کو جتلایا جاتا ہے جو اس سے فائدہ اٹھانے کے قابل ہو اور فائدہ اُٹھانے کی بذریعہ اعمال کے استعداد پیدا کرے مگر بصورت اُس کے غیر مستحق ہو جانے اور بوجہ بد اعمالی ورفع ہونے اُس استعداد کے اُس کا گھر تیار شدہ دوسرے کو مل جاتا ہے - لہذا اعد اللہ لہم جنات تجری کا وعدہ اُسی کے لئے پورا ہوگا جو وقت وفات تک بوجہ نیک اعمالی کے دخول جنت کی استعداد اور حصول ثواب کا استحقاق رکھتا ہو - اور لفظ رضی اللہ عنہم مندرجہ آیت نمبر ۲۵ سے شائد کسی کو یہ مغالطہ ہو کہ اس میں صیغہ ماضی کا وارد ہے اور اس سے خاص تعداد کے اصحاب مراد ہیں جن سے خدا راضی ہو چکا اور پھر ممکن نہیں کہ ناراض ہو تو اس کا ازالہ اس طرح کرنا چاہیئے کہ گاہے جس امر کا وقوع یقینی ہو اگرچہ مشروط بشرائط ہو اُس پر صیغہ ماضی مستعمل ہوتا ہے اور معنی مضارع کے مقصود ہوتے ہیں چنانچہ قولہ تعالیٰ وقال الرسول یارب ان قومی اتخذوا ھذا القرآن مھجورا ہے اس میں رسول اللہ ؐ کا وہ کلام ہے جو قیامت میں ظہور پذیر ہوگا اور صیغہ ماضی کا مستعمل ہوا ہے اور اس کے علاوہ صیغہ ماضی کا جمیع مومنین کے لئے ہے جیسا کہ آیت نمبر ۲۵ میں ہے وارد ہوا ہے پھر تو یا جملہ مؤمنین ایمان لانے کے دن سے ہی قطعی بہشتی ہو چکے ہیں خدا ان سے راضی اور وہ خدا سے راضی اور کوئی گناہ اُن کو ضرر نہیں دیتا اور یا سب کے لئے پڑتال خاتمہ کے اعمال کی لازمی ہے اور رضوان الٰہی نیک اعمالی تک رہتا ہے اور بد اعمالی پر مبدل بغضب ہو جاتا ہے آیت نمبر ۱۴ و ۱۵ ملاحظہ ہوں ہر دو جگہ صیغہ ماضی کا بعینہ مثل آیت نمبر ۲۵ کے وارد ہے اور اس کے علاوہ سورہ مائدہ رکوع ۱۶ میں نیز وارد ہے چنانچہ حق تعالیٰ فرماتا ہے اور آیت نمبر ۱۷ میں بہشت عام مؤمنین کے لئے تیار کر رکھا ہوا ملاحظہ ہو پس یہ تیاری بھی کسی کے لئے مخصوص نہ ٹھہری -

(۲۷) ھذا یوم ینفع الصادقین صدقہم لہم جنات تجری من تحتہا الانہار خالدین فیہا ابدا رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ ذلک الفوز العظیم - (ترجمہ نذیر احمد) یہی (آج کا) دن ہے کہ سچے بندوں کو اُن کا سچ کام آئیگا اُن کے لئے بہشت کے باغ ہونگے (تا کہ لکھا) اللہ اُنسے خوش اور وہ اللہ سے خوش یہ ہے بڑی کامیابی -

آیت نمبر ۲۷ میں جملہ مؤمنین صادقین کے لئے بہشت کا وعدہ ہے جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے اور رضوان الٰہی کا اظہار صیغہ ماضی سے کیا گیا ہے اور مؤمنین کی رضا بھی صیغہ ماضی سے ہے پس آیت نمبر ۲۵ اور آیت نمبر ۲۷ میں کوئی فرق نہیں ہے اور سچے مؤمنین کی شناخت آیت نمبر ۲۴ وغیرہ آیات مندرجہ سے کی جاسکتی ہے اور آیت نمبر ۲۷ میں مہاجرین وانصار یا داخلین بیعت شجرہ کا کوئی ذکر نہیں ہے اور بشارت تیاری جنت ودخول مع خلود ابدی جمیع مؤمنین کے لئے آیات نمبر ۱۴ - ۱۷ - ۲۷ میں ملاحظہ ہو - تو ثابت ہوا کہ اصل غرض یہ ہے کہ سب اعمال کی جڑ ایمان ہے جو مشروط بہ شرائط مندرجہ آیات نمبر ۴ و ۲۴ وغیرہ ہے اور ایمان کامل کے ساتھ قرآن کریم میں کسی جگہ اللہ تعالیٰ نے کسی عمل کا ذکر فرما کر بہشت کا وعدہ دیا ہے اور کسی جگہ کسی عمل کا ذکر فرما کر رحمت وجنت ورضوان کا وعدہ فرمایا - منجملہ اعمال حسنہ کے ہجرت ونصرت ونماز باخشوع وغیرہ کو بیان فرمایا - مگر اس سے یہ کہیں نہیں ثابت ہوتا کہ اگر فلاں عمل ایک دفعہ کر لیا جائے تو اس کے بعد سب منہیات حلال ہو جاتے ہیں اور قطعی بہشتی ہونے میں کوئی خلل واقع نہیں ہوتا - بلکہ مرتے دم تک خلوص نیت اور ادائے فرائض

علہ دیکھو پارہ ۱۸ سطر اول

اور بجاؤ منہیات کی ضرورت ہے ۔ ورنہ وہ استحقاق انعامات کا جاتا رہتا ہے ۔ اصحاب نبیؐ کے ایمان کے امتحان اور ہجرت کی نیت کے اظہار اور بیعت پر وفاداری کے اظہار اور جہاد فی سبیل اللہ میں ثبات قدم کے شعار کی ضرورت ہے۔ چنانچہ آیات و احادیث مذکورہ بالا سے واضح ہے اور جہاد اسی کا نام نہیں کہ کوئی شخص مسلمین کے ساتھ چلا جائے وہ جنگ کریں اور یہ ہمراہی صرف غنیمت کی تقسیم کا شریک ہو جائے اور میدان جنگ کے آس پاس پھرتا رہے ۔ ذرا کفار کی بھیڑ دیکھی ۔ تو راہ فرار اختیار کرے بلکہ قاتلوا و قتلوا جو آیت نمبر ۲۵ میں موجود ہے ملحوظ ہونا چاہیئے ۔ تب انسان مستحق جزا آیات نمبر ۲۰ لغایت ۲۴ کا بمع وجود شرائط دیگر ہو سکتا ہے ورنہ بجائے ان مواعید کے آیت ذیل کے وعید میں آ جاتا ہے

(۲۸) یا ایھا الذین امنوا اذا لقیتم الذین کفروا زحفا فلا تولوھم الادبار ومن یولھم یومئذ دبرہ الا متحرفا لقتال او متحیزا الی فئۃ فقد باء بغضب من اللہ ومأوٰہ جہنم وبئس المصیر (سورہ انفال رکوع ۲) (ترجمہ نذیر احمد) مسلمانو جب کافروں سے تمہارے لشکر کی مٹھ بھیڑ ہو جائے تو ان کو پیٹھ نہ دینا اور جو شخص ایسے موقع پر کافروں کو اپنی پیٹھ دے گا تو سمجھنا کہ وہ خدا کے غضب میں آ گیا ۔ اور آخرکار اس کا ٹھکانا دوزخ ہے اور وہ بہت بری جگہ ہے مگر ہاں لڑائی کے لئے کنی کاٹتا ہو یا اپنے لوگوں میں جا شامل ہونے کے لئے کافروں کے سامنے سے ٹل جائے تو مضائقہ نہیں ۔

اب دیکھیئے کہ بعض صحابہ کا فرار اس حالت سے ہے کہ [illegible] علی و عباس کے بغیر کوئی نہ رہا اور رسول چاہتے ہیں [illegible] بیعت شجرہ یاد دلاتے رہے مگر شہادت قرآنی کے مطابق ثم ولیتم مدبرین کے عمل پیرا ہوئے ۔ معلوم نہیں جنہوں نے اہل سنت ان حالات آیات مذکورہ کی تشریح کے بعد کس دلیل سے اکثر صحابہ کو قطعی بہشتی قرار دیتے ہیں جو ان کے حالات کتب سنیوں سے پڑھ کر سنائے اُس پر کفر کا فتویٰ جڑ دیتے ہیں ۔ آیت نمبر ۲۵ کے متعلق یہ بھی عرض ہے کہ بخوبی اس کے ترجمہ پڑھنے سے واضح ہوتا ہے کہ بنی [illegible] وغیرہ غزوات میں صحابہ کا فرار دیکھ چکے تھے اس لئے [illegible] مکرر بیعت لینے کی ضرورت محسوس فرمائی اور اس وقت آپ نے [illegible]

آیت ۲۸ کا حکم سب بستیوں میں عام ہے جو کسی خاص جنگ کے لئے کہتا ہے اس کا قول ضعیف ہے دیکھو تفسیر [illegible] اور کتابت کرنے سے فرار کبیرہ گناہ ہے [illegible] الکبائر ۔ عموم حکم اس آیت کا اور فرار کبیرہ گناہ ہے اسی طرح ترجمان القرآن بلطائف البیان صفحہ انفال جلد ۴ صفحہ ۲۹۴ میں تفسیر ابن کثیر و فتح البیان سے منقول ہے ۔ بیعت رضوان میں چودہ سو آدمی شامل تھے دیکھو [illegible] الریاض جلد اول اور ازالۃ الخفا جلد ۱ صفحہ ۲۳۰/۹۹ الدر و [illegible] میں یہ بھی لکھا ہے کہ بیعت اس پر ہوئی تھی کہ نبیؐ کو تنہا میدان میں چھوڑ کر نہیں بھاگیں گے ۔ دو صورت پر بیعت تھی مطلب ایک ہی ہے کہ مر جائیں گے مگر میدان جنگ نہیں چھوڑیں گے نیز دیکھو سیرۃ حلبیہ ج ۳ صفحہ ۱۹ اسی طرح تفسیر کبیر جلد ۷ صفحہ ۵۶۹ و ابو السعود بر حاشیہ کبیر صفحہ ایضاً و صحیح مسلم جلد ۲ صفحہ ۱۲۹/۱۳۰ و صحیح بخاری طبع مصر جلد ۲ صفحہ ۱۹ و جلد ۳ صفحہ ۲۵ [illegible] اور ازالۃ الخفا جلد ۱ صفحہ [illegible] میں ان الفاظ سے ہے وھو تحت الشجرۃ فبایعناہ علی ان لا نفر و ابی الخ ۔ اس کے ساتھ آیات ذیل ملاحظہ ہوں سورہ احزاب ع ۲ پ ۲۱ ع ۱۹ میں ہے ولقد کانوا عاھدوا اللہ من قبل لا یولون الادبار وکان عھد اللہ مسئولا تحقیق ان لوگوں نے پہلے خدا سے عہد کیا تھا کہ پیٹھ نہ پھیریں گے اور خدا سے جو عہد ہو چکے اس کی باز پرس ضرور ہونی ہے ۔ اور سورہ توبہ کی آیت ملاحظہ ہو ان اللہ اشتری من المؤمنین انفسھم واموالھم بان لھم الجنۃ یقاتلون فی سبیل اللہ فیقتلون ویقتلون وعدا علیہ حقا فی التوراۃ والانجیل والقرآن ومن اوفی بعھدہ من اللہ فاستبشروا ببیعکم الذی بایعتم بہ وذلک ھو الفوز العظیم ۔ اس سے مؤمنین کے جان و مال بدلہ جنت کے فروخت ہو چکے تھے یا قتل کرتے ہیں یا قتل ہو جاتے ہیں بھاگتے نہیں یہ پختہ وعدہ خدا سے ہر سہ کتب سماویہ میں ہوا جس نے اس وعدہ کو وفا کیا جو خدا سے ہوا تھا وہ اپنے سودا پر خوش ہو جائے اور کامیاب ہوا اور اس کے برعکس جس کا عمل ہوا بلاشبہ نتیجہ برعکس نکلے گا اور دیکھو آیت وان تتولوا کما تولیتم من قبل یعذبکم عذابا الیما پ ۲۶ ع ۱۰ ایضاً آیت ۳۰ اس آیت کے اول مؤمنین کی صفت یہ بیان ہوئی ہے الذین یوفون بعھد اللہ ولا ینقضون المیثاق جو خدا کے وعدوں پر وفا کرتے ہیں اور عہد توڑتے نہیں ہیں ۔ مورد خاص و حکم عام کے لحاظ سے سب مواعید اس میں شامل ہیں اور عہد توڑنے والے کو وفا کرنے والے کا ثواب ہرگز نہیں مل سکتا ۔ اور سورہ نحل [illegible] واوفوا بعھد اللہ اذا عاھدتم ولا تنقضوا الایمان بعد توکیدھا وقد جعلتم اللہ علیکم کفیلا ان اللہ یعلم [illegible]

اس میں مصلحت یہی کہ صحابہ سے ایک خاص بیعت کے ذریعہ عہد لیا جائے کہ کبھی وہ جنگ سے فرار نہ کریں گے اور لڑتے لڑتے مر جائیں مگر پیچھے نہ ہٹیں گے تو جب لوگوں نے بیعت کی اس حالت پر اللہ تعالیٰ مومنین سے راضی خوش ہوا کہ اچھا کام کیا ہے اور اس کے عوض میں کہ جنگ کے لئے انہوں نے آمادگی ظاہر کی اور دلی توجہ سے بیعت کر لی تو فتح خیبر کی انعام میں دیدی اور باقی مخانم پر بھی قبضہ کرا دیا۔ اس آیت کے ترجمہ سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ اس بیعت کے بعد ابدالآباد تک خدا عزوجل ان لوگوں سے راضی رہا اور رہے گا خواہ وہ اپنے اعمال کی صورت تبدیل کر لیں یا وہ اپنے اسی عہد بیعت پر بھی وفا نہ کریں تاہم راضی ہی راضی رہے گا بلکہ اس حالت کو دیکھ کر راضی ہوا اور ثمرہ و بدلہ اس کا عنقریب لینے ہی دے دیا چنانکہ الفاظ واثابھم فتحا قریبا سے ہویدا ہے اس کے بعد دیگر غنیمتوں کے ملنے اور کفار کی ایذاؤں سے بچانے سے بھی بدلہ پورا کر دینے کو ظاہر فرمایا اس میں آخرت کے واسطے کچھ نہیں فرمایا۔ نیز لفظ اذ یبایعونک بھی اسی کا مؤید ہے کہ اُن کے اُس حال پر اللہ خوش ہوا جب کہ وہ بیعت کر رہے تھے اور اُس سے انکار نہیں کیا تھا۔ اگر یہ بھی تسلیم کر لیا جائے کہ آخرت کا ثواب اور رضوان الٰہی بھی موعود ہے تو پھر کل شرائط کمال ایمان و ایفاء عہد و خاتمہ بالخیر کی بدستور ضرورت ہے اور جب جنت متقین کے لئے تیار ہے چنانچہ سورت آل عمران رکوع ۱۴ سے ظاہر ہوتا ہے اور متقین وہ نہیں ہوتے جو ایک سال مثلاً پرہیزگاری کر کے پھر اعمال سلب کر سکتے ہیں تو پھر مخالفین کا استدلال غلط ہے کیونکہ بعض صحابہ نے بعد رسول اللہ کے اپنے اعمال کو ضرور تبدیل کر لیا تھا اور بدعات پیدا کیں اور جناب علیؑ و دیگر اہل بیت نبیؐ سے عداوت و بغض کا اظہار کیا (جو علامت نفاق ہے) چنانچہ اسی کتاب کے مطالعہ سے ثابت ہو سکتا ہے اور آیت نمبر ۲۵ کے ماقبل آیت سے ظاہر ہے کہ بیعت شجرہ کے متعلق ایفاء عہد و خاتمہ بالخیر کی شرط ضروری ہے دیکھو آیت نمبر ۲۹۔

(۲۹) ان الذین یبایعونک انما یبایعون اللہ ید اللہ فوق ایدیھم فمن نکث فانما ینکث علی نفسہ ومن اوفی بما عاھد علیہ اللہ فسیؤتیہ اجرا عظیما (سورہ فتح رکوع ۱)

(ترجمہ نذیر احمد) اے پیغمبر جو لوگ حدیبیہ کے وقت تمہارے ہاتھ پر لڑنے مرنے کی بیعت کر رہے ہیں وہ تم سے نہیں بلکہ خدا ہی سے بیعت کر رہے ہیں کہ تمہارا نہیں بلکہ خدا کا ہاتھ اُن کے ہاتھوں پر ہے تو جو ایسا پکا قول و قرار کئے پیچھے اس کو توڑ دے گا تو توڑنے کا وبال خود اسی پر پڑے گا اور جو اس عہد کو پورا کر اتارے گا جو اس نے خدا کے ساتھ کر لیا ہے تو عنقریب خدا اس کو بڑا اجر دیگا

پس اب غور کا مقام ہے کہ جو لوگ باوجود اس قدر پختہ عہد کے اس بیعت کے بعد راہ فرار اختیار کرتے رہے جیسا کہ بیان غزوات کتاب ہذا میں مذکور ہے ان کو اجر عظیم کب مل سکتا ہے بلکہ آیت نمبر ۲۵ کے بدلے آیت نمبر ۲۸ ومن یولھم یومئذ دبرہ کی تحت میں اُن کا آجانا متیقن ہے اور اگر ایک جگہ میں مغفرت تام کا کوئی لفظ وارد ہوا ہے تو اُس کو ہمیشہ کیلئے کل گناہوں سے چھپایا نہیں کیا جا سکتا۔ اور ایفاء عہد کی شرط جیسا کہ بیعت شجرہ میں ضروری قرار دی گئی ہے اسی طرح جملہ مومنین کے لئے جمیع اجاء بہ النبی میں ضروری ہے کہ بوقت ایمان آوری جب آدمی دل میں خدا اور رسول سے عہد کر لیتا ہے اور ظاہر بھی یہی کرتا ہے کہ جمیع احکام شریعت کی اطاعت کرے گا پھر اگر اس عہد کو توڑ دے اور نافرمانی کرے تو اُس ثواب کا مستحق نہ رہے گا جو مومنین کاملین کے لئے موعود ہے بلکہ ایسے افعال بھی بعض اوقات کر گذرتا ہے جن سے اعمال حبط کر الکر ہمیشہ کے لئے دوزخ میں چلا جاتا ہے بمطلق ایفاء عہد کی شرط کے ثبوت میں دیکھو آیت نمبر ۳۰۔

(۳۰) والذین ینقضون عھد اللہ من بعد میثاقہ ویقطعون ما امر اللہ بہ ان یوصل ویفسدون فی الارض اولئک لھم اللعنۃ ولھم سوء الدار - سورہ رعد رکوع ۳ - (ترجمہ نذیر احمد صاحب) اور جو لوگ خدا کے ساتھ پکا قول و قرار کئے پیچھے عہد شکنی کرتے اور جن باہمی تعلقات کے جوڑے رکھنے کا خدا نے حکم دیا ہے اس کو توڑتے اور ملک میں فساد برپا کرتے ہیں یہی لوگ ہیں جن کیلئے پھٹکار ہے اور ان کیلئے پھٹکار کے علاوہ برا انجام بھی ہے۔

تشریح

اس آیت کے ترجمہ کو لفظ بلفظ پڑھ کر صحابہ رسولؐ کے حالات سے موازنہ کریں کہ کون کون اُن میں سے عہد پر قائم رہے اور کس کس نے عہد شکنی کی اپنی علاوہ دیگر امور کے اہل بیت نبوی خصوصاً حضرت علیؑ کیلئے جناب رسول خداؐ سے جو عہد کیا تھا اور اصبحت مولای ومولی کل مومن و مومنۃ بھی کہا گیا اُس کو کہاں تک پورا کیا اور جو تعلقات

محبت و متابعت اہل بیت رسول اللہ سے رکھنے کا خدا اور رسول نے حکم دیا تھا اُن کو کہاں تک جوڑے رکھا اور کس کس نے بعد وفات رسول اللہ کے ایسی بنیاد رکھی جس سے ہمیشہ اہل بیت علیہم السلام کی تحقیر ہوتی رہی بلکہ اس حد تک ملک میں فساد برپا ہوا کہ اہل بیت کے سرکردہ حضرات اور اُن کے محبین کو چن چن کر قتل کیا گیا۔ اب ہم آیت نمبر ۲۵ کے کلمہ علم ما فی قلوبہم کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ اس سے بفرض تسلیم تعمیم یا تو مراد یہ ہے کہ جو کچھ اُن کے دل میں وفا یا عدم وفا کا خیال تھا سب اللہ کو معلوم ہے کیونکہ لفظ رضامندی ظاہر کرنے کا علم ما فی قلوبہم سے پہلے ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ بیعت کرنے پر خدا راضی ہوا اور اُس کے بعد فرمایا اُن کے دل کا حال بھی خدا نے جو کچھ تھا سمجھ لیا پھر فرمایا کہ اُن کو اطمینان قلب کر کے خیبر کی فتح کا انعام عطا فرمایا۔ چونکہ رضی اللہ کا کلمہ علم ما فی قلوبہم سے پہلے ہے اس لئے یہی معنے موزون معلوم ہوتا ہے اور اگر یہ معنی مراد لیا جائے کہ اُس وقت کسی کے دل میں بے وفائی کا ارادہ کبھی نہ تھا اور اسی حالت پر خدا تعالیٰ راضی ہوا تو پھر جس نے بیوفائی کی اظہر من الشمس ہے کہ اس پر خدا تعالیٰ ناراض ہو گیا۔ اور یاید معنے ہیں جو سب سے زیادہ موزون ہے اور آیت نمبر ۲۹ سے بھی مطابقت رکھتا ہے۔ اسی طرح کہ مراد المؤمنین وارد آیت نمبر ۲۵ سے مومنین مخصوصین معہودین ہیں جنہوں نے باخلاص بیعت کی اور تادم حیات وفاداری سے منہ نہ موڑا اور ویسے بتسلیم تعمیم علم ما فی قلوبہم کے مطابق عام مومنین کے لئے بھی اس قسم کا کلمہ وارد ہے جیسے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے واللہ یعلم بایمانکم سورہ نساء پارہ ۵ رکوع ۱ یعنی اللہ تعالیٰ تمہارے ایمان کو خوب جانتا ہے اور ظاہر ہے کہ بوقت علم ایمان کے اللہ تعالیٰ مومنین پر راضی ہوتا ہے مگر اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ پھر نہ کوئی مرتد ہو سکتا ہے اور نہ کوئی ایسا فعل کر سکتا ہے جس سے خدا تعالیٰ ناراض ہو جائے۔ غرض یہ ہے کہ انسان کے مختلف حالات ہوتے ہیں کسی وقت خلوص دل سے نیک عمل کرتا ہے اور اُس وقت بالضرور مطابق انی لا اضیع عمل عامل منکم۔ (میں کسی کا کوئی عمل ضائع نہیں کرتا) کے اللہ تعالیٰ راضی ہوتا ہے مگر کبھی پھر کبیرہ گناہ کر لیتا ہے بلکہ گاہے مرتد بھی ہو جاتا ہے تو ایسے وقت میں کسی وہم و قیاس میں نہیں آسکتا کہ پھر بھی خدا تعالیٰ اُسی طرح راضی رہے گا۔ علیٰ ہذا القیاس بیعت شجرہ مندرجہ آیت نمبر ۲۵ کے بعد جن لوگوں نے اُس عہد کے خلاف عمل کیا اور اس نے بیعت توڑ دی اور امتحان میں پاس نہ نکلا وہ تحت آیت فمن نکث فانما ینکث علیٰ نفسہ کے آجاتا ہے اور بلا امتحان بہشت میں نہ جائے گا۔ ملاحظہ ہو آیت نمبر ۳۱۔

(۳۱) ام حسبتم ان تدخلوا الجنۃ ولما یعلم اللہ الذین جاھدوا منکم ویعلم الصابرین (سورہ آل عمران رکوع ۱۴ - پارہ ۴) (ترجمہ نذیر احمد) کیا تم اس خیال میں ہو کہ جنت جا داخل ہو گے حالانکہ ابھی تک اللہ نے نہ تو اُن لوگوں کو جانچا جو تم میں سے جہاد کرنے والے ہیں اور نہ اُن لوگوں کو جانچا۔ جو (لڑائی میں) ثابت قدم رہنے والے ہیں۔

تشریح۔ آیت نمبر ۳۱ سے معلوم ہوتا ہے کہ جو لوگ صرف زبانی پلاؤ پکاتے ہیں اور بوقت ضرورت فرار اختیار کرتے ہیں چونکہ امتحان میں فیل ہیں لہٰذا ایسے لوگ بہشت میں داخل ہونے کے قابل نہیں۔ نیز ملاحظہ ہو آیت ۱۴ نیز ملاحظہ ہو عنوان فرار ثلاثہ کتاب ہذا۔

آیت نمبر ۲۰ کی مزید تشریح

اس آیت کی تفسیر میں چونکہ علماء اہل تسنن نے بہت کچھ اختلاف کیا ہے لہٰذا ان کے نزدیک کسی کی فضیلت کے لئے باوجود اس قدر کثرت احتمالات کے نص نہیں ہو سکتی مگر اُن کے اختلافات کو ذکر کرتے ہوئے صحیح معنے سبقت فی الایمان کی تائید الٰہی باقی ہے اہل تسنن کے مشہور مترجم مولوی نذیر احمد سے آیت کی ذیل میں پہلے لکھا جا چکا ہے۔ اب قرینہ قرآنیہ لکھا جاتا ہے کہ ما قبل آیت نمبر ۲۰ کے ہجرت کا کوئی ذکر نہیں بلکہ ایمان کا حال مذکور ہے جو اس پر دلالت کرتا ہے کہ پہلے اعمالی اعراب کا ذکر کر کے ترغیبی طور پر اُن کے ایمان کا اللہ ذکر فرماتا ہے جو ایمان میں سب سے اول سبقت کرنے والے ہیں ما قبل آیت نمبر ۲۰ کا یہ ہے:- (۳۲) ومن الاعراب من یؤمن باللہ والیوم الاخر ویتخذ ما ینفق قربات عند اللہ و صلوات الرسول الا انہا قربۃ لھم سیدخلھم اللہ

آیت نمبر ۳۲ سے ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کی مدح فرما رہا ہے جو اللہ اور قیامت پر ایمان لاتے ہیں اور اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں پھر اُن لوگوں کا ذکر فرماتا ہے جو

فی رحمته ان الله غفور رحیم ۔ والسابقون الاولون (الآیۃ)
(ترجمہ نذیر احمد) اور دیہاتیوں میں سے کچھ ایسے بھی ہیں جو الله
اور روز حشر کا یقین رکھتے اور جو کچھ راہ خدا میں خرچ کرتے
ہیں اس کو خدا کی جناب کے تقرب اور رسول کی دعاؤں کا ذریعہ
سمجھتے ہیں سو سُن رکھو حقیقت میں وہ خرچ کرنا اُن کے لئے
موجب قربت بھی ہے کہ ضرور مرے پیچھے الله اُن کو اپنی رحمت
میں لے لیگا بے شک الله بخشنے والا مہربان ہے اور مہاجرین

اسی ایمان لانے میں سب سے پہلے سبقت کرنیوالے ہیں
اور دوسری آیت سورۃ واقعہ کی اس کی اس طرح مفسر
ہے کہ فرمایا والسابقون السابقون اولٰئك المقربون
فی جنات النعیم ۔ یعنی جو سابق سے سابق اور سابقین
سے پہلے ہیں وہ مقرب ہیں اور بہشت میں ہیں اور اسمیں
شک نہیں کہ یہ صفت حضرت امیر المؤمنین علیؑ کے سوا
کسی میں نہیں پائی گئی ۔ باقی سابقین یا لاحقین بشرائط

وانصار میں سے جن لوگوں نے اسلام قبول کرنے میں سبقت کی مندرجہ مضمون ہذا بھی شرائط موجود ہو لئے یہ ثواب
میں شامل ہو سکتے ہیں مگر جن حضرات کی نسبت بحث ہے اُن میں سے بعض کو خود اہل سنن سابقین میں شمار نہیں
کرتے اور جن بعض کو بعض کی نسبت سابق شمار کرتے ہیں اُن میں شرائط مندرجہ مضمون ہذا نہیں پائی گئیں ۔ لہذا
ان کو اس آیت کی فضیلت سے کوئی تعلق نہیں ہے ۔ اور جس قدر اختلاف احتمالات معنی اس آیت میں ان کے علماء
نے کیا ہے جس احتمال کو لیا جائے وہ مفید ظنی ہوگا نہ مفید یقینی وان الظن لا یغنی من الحق شیئاً ملاحظہ ہو تفسیر کبیر
جلد ۴ صفحہ ۴۹۰ مطبوعہ مصر ۔ اختلفوا فی السابقین الاولین من المهاجرین والانصار وذکروا وجوهاً ۔ الخ یعنی سابقین
اولین جو بعض مہاجرین وانصار سے تھے ان کے مشخص کرنے میں علماء نے اختلاف کیا اور بہت وجوہ لکھی ہیں اس کے
بعد چند وجوہ کا ذکر کر کے لکھا منجملہ انہی وجوہ کے ایک یہ ہے کہ سابقین اولین سے مراد وہ لوگ ہیں جنہوں نے ہر دو
قبلہ کی طرف نماز پڑھی یعنی بیت المقدس و خانہ کعبہ کی طرف ۔ دوسرا قول یہ کہ جو جنگ بدر میں شامل تھے وہ مراد ہیں ۔ تیسرا
قول یہ کہ جو ہجرت میں پیش نکلے وہ مراد ہیں ۔ پھر سبقت الی الاسلام مراد لینا تسلیم کر کے فخر رازی جواب دیتا ہے کہ ہم کہتے
ہیں پھر بھی ابی بکر کی فضیلت سے خالی نہیں ۔ پھر رازی صاحب یوں رقمطراز ہیں کہ دوسری طرح علماء نے اختلاف کیا
ہے بعض کہتے ہیں اس آیت سے سب صحابہ کی مدح مطلوب ہے کیونکہ وہ سائر مسلمین سے سابقین اولین ہیں کیونکہ دوسرے
بعد میں داخل اسلام ہوئے یا ہوں گے اور بعض کہتے ہیں کہ مراد اس سے متقدمین صحابہ ہیں تیسرا اختلاف اس میں نقل
کیا کہ سابق بالاسلام کون ہے ۔ اور تفسیر سراج المنیر ج ۱ صفحہ ۶۴۲ مؤلفہ محمد شربینی الخطیب مطبوعہ نولکشور منقول از مطبوعہ
مصر میں اختلاف اقوال کا اس طرح نقل کیا ہے ۔ بعض نے کہا وہ مراد ہیں جنہوں نے قبلتین کی طرف نماز پڑھی بعض اہل بدر
کو کہتے ہیں بعض کہتے ہیں وہ مقصود ہیں جنہوں نے بیعت تحت الشجرہ کی تھی ۔ بعض کہتے ہیں بلکہ اس آیت سے وہ مقصود
ہیں جو قبل از ہجرت اسلام لائے مگر اس میں پھر علماء نے اختلاف کیا ہے کہ اول اسلام کون لایا ہے اور کس نے اول سب سے
نبی صلعم کے ساتھ نماز پڑھی فقال بعض العلماء اول من اسلم بعد خدیجۃ علی بن ابیطالب وهذا قول جابر ۔ یعنی بعض کے
نزدیک بعد خدیجہ کے سب سے اول علیؑ نے اسلام کو ظاہر کیا ۔ یہی قول جابر کا ہے (چند اقوال نقل کر کے سب کے بعد کہا ۔
وقیل المراد بالسابقین الاولین من سبق الی الهجرۃ والنصرۃ یعنی بعض نے یہ بھی کہا ہے کہ مراد اس سے وہ ہیں جنہوں نے
ہجرت ونصرۃ میں سبقت کی اور انصار کے سابقین سے وہ مراد ہیں جنہوں نے لیلۃ العقبۃ الاولیٰ میں بیعت کی اور وہ
چھ نفر تھے ۔ اور تفسیر بیضاوی مطبوعہ نولکشور لکھنؤ صفحہ ۳۲۲ سورۃ براۃ میں بعینہٖ یہی اقوال سراج المنیر کے مندرج ہیں
صرف بعد نقل قول قبل از ہجرت اسلام لانے کے اتنا اس نے زیادہ لکھا ہے کہ انصار سے وہ بھی سابقین ہیں جو بیعت ثانیہ
میں شامل تھے اور وہ ستر آدمی تھے ۔ نیز وہ بھی سابقین سے ہیں جو بوقت آنے ابی زرارہ مصعب بن عمیر کے ایمان لائے تھے
(پھر کہا) والذین اتبعوهم سے وہ مراد ہیں جو سابقین بالقبلتین کے بعد اُن کے لاحقین ہیں یا من اتبعوهم بالایمان و
الطاعۃ الی یوم القیامۃ یعنی اتبعوهم سے وہ مراد ہیں جو سابقین کے پیچھے ایمان لائے اور طاعت خدا میں شامل ہوئے
اور وہ بھی جو تا قیامت ایسے ہوتے رہیں گے اور معالم التنزیل مطبوعہ بمبئی صفحہ ۲۱۸/۱۹ سورہ توبہ میں ہے کہ اس آیت کے
معنی میں علماء نے اختلاف کیا ہے ۔ سعید بن مسیب وقتادہ وابن سیرین اور ایک جماعت کا قول ہے کہ بیعت رضوان والے

مراد ہیں (پھر کہا) واختلفوا فی اول من آمن برسول اللہ ص بعد امرءتہ خدیجۃ مع اتفاقھم علی انھا اول من آمن برسول اللہ فقال بعضھم اول من آمن وصلے علی بن ابی طالب رض وھو قول جابر وبہ قال مجاھد وابن اسحاق اسلم وھو ابن عشر سنین وقال بعضھم ابوبکر الصدیق وقال بعضھم زید بن حارثۃ یعنے اس میں علماء نے اختلاف کیا ہے کہ سب سے اوّل کون ایمان لایا اور سب سے اوّل کس نے نماز پڑھی بعد اس کے کہ خدیجہ کبرٰے کو بالاتفاق اولین سے شمار کرتے ہیں۔ پس بعض جناب علی بن ابی طالب کو سب سے اول جانتے ہیں۔ یہی مذہب مجاہد و ابن اسحاق و جابر کا ہے کہا۔ کہ علیؑ بعمر دس سال سب سے اول ایمان لائے اور سب سے اوّل نماز پڑھی اور بعض نے کہا ہے وہ حضرت ابوبکر ہے اور بعض نے کہا وہ زید بن حارثہ ہے (پھر کہا) انصار سے سابقین وہ ہیں جنہوں نے لیلۃ العقبۃ الاولیٰ میں رسول اللہ سے بیعت کی اور وہ سات نفر تھے اور وہ جنہوں نے عقبہ ثانیہ کی رات بیعت کی اور وہ ستر آدمی تھے۔ نیز وہ جو مصعب بن عمیر کے قدوم پر ایمان لائے جب کہ وہ اُن کو قرآن کی تعلیم دیتا تھا اور عورتوں مردوں سے اُس کی طفیل اور بھی کثیر خلقت ایمان لائی اور والذین اتبعوھم سے وہ لوگ مراد ہیں جو سابقین کے طریق پر تاقیامت ایمان و ہجرت و نصرت وغیرہ اعمال میں متابعت کریں۔ نیز اسی طرح تفسیر ابو السعود جلد ۵ صـــ ۱۹۵ـ برحاشیہ تفسیر کبیر میں ہے کہ مراد اس سے قبلتین کے نمازی یا اہل بدر یا قبل ہجرت اسلام لانے والے ہیں اور والذین اتبعوھم سے ایمان و طاعت میں تاقیامت اُن کے تابع مراد ہیں۔ بعض آیات بعض کی مفسر ہوتی ہیں۔ لہٰذا دوسری آیت اسی آیت کی مرادف بہ تکرار لفظ والسابقون السابقون اولئک المقربون جو سورہ واقعہ میں وارد ہے اُس کو آیت نمبر ۲ کا مفسر سمجھنا چاہیئے اور مفسرین کے اقوال کی تطبیق دی جائے تو ہمارے مدعا کی تائید ہوتی ہے چنانچہ اس آیت سورہ واقعہ کی تفسیر میں تفسیر بیضاوی و سراج المنیر کی عبارت ایک ہی قسم کی ہے اور اس کے ہم معنے تفسیر کبیر میں بھی یہی لکھا ہے کہ محمد بن کعب قرظی کے قول میں اس آیت سے مراد انبیاء ہیں اور حسن و قتادہ کا یہ قول ہے کہ سابقین سے مراد ہر امت کے سابق بالایمان ہیں اور محمد بن سیرینؒ کے قول میں قبلتین کے نمازی مقصود ہیں۔ اور مجاہد و ضحاک کے نزدیک جہاد اور نماز میں سابق مراد ہیں اور علی بن ابی طالب نے فرمایا ہے۔ سابقین سے مراد وہی ہیں جو سب سے پہلے نمازی ہیں (اور وہ خود حضرت علیؑ و رسول خدا و خدیجہ کبرٰے ہیں) اور سعید بن جبیر کے قول میں توبہ و اعمال کی سبقت مراد ہے کیونکہ اللہ فرماتا ہے

لہ سابقین سے مراد سابق الی الایمان والطاعۃ و سابق الی الکمالات والفضائل والصلوات یا نماز قبلتین ہیں تفسیر ابو السعود برحاشیہ کبیر جلد ۸ صـ۵۹ـ اور تفسیر بیضاوی و سراج المنیر کی طرح انموذج جلیل من غرائب آی التنزیل مؤلفہ علامہ زین الاسلام محمد بن ابی بکر رازی صاحب مختار الصحاح برحاشیہ املاء مامن بہ الرحمٰن مطبوعہ مصر جلد ۲ صـ۱۲۲ـ میں ہے اور عقد الفرید جلد ۳ صـ۲۴۰ـ میں بیان احتجاج مامون رشید در فضیلت علیؑ بمناظرہ علماء لکھا ہے اتقرأنی کتاب اللہ تعالیٰ یقول والسابقون السابقون اولئک المقربون انما عنی من سبق الی الاسلام فھل علمت احدا سبق علیا الی الاسلام۔ انتہی۔ یعنی علماء پر احتجاج کیا کہا خدا کی کتاب میں پڑھ فرماتا ہے والسابقون الآیہ بجز اس کے نہیں کہ مراد اس سے وہی ہے جس نے اسلام کی طرف سبقت کی پس کیا تم جانتے ہو کہ اُس نے حضرت علیؑ سے اسلام میں سبقت لی ہو۔ معالم التنزیل کا مضمون اختلاف معنے سابق الی الایمان یا الی الطاعات وغیرہ ترجمان القرآن صـ۲۲ـ میں بھی ہے (نتیجہ) ان اختلافات معنی سبقت الی الاسلام نمبر ۱ یا الی الہجرۃ نمبر ۲ یا الی الصلوٰۃ والکمالات یا سابق بالہجرت سے مراد ہجرت حبشہ وغیرہ سے کثرت احتمالات کی ثابت ہوتی ہے کسی ایک معنے کو نص نہیں کہا جا سکتا اور نہ کسی لفظ سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ہجرت کے بعد تکالیف شرعیہ ساقط ہو جاتی ہیں یا امکان عصیان نہیں ہے لہٰذا اس آیت سے سنیوں کا استدلال موسوم برائے فضیلت ثلاثہ قائم نہیں ہو سکتا ۱۲ مترجم

وسارعوا الی مغفرۃ من ربکم یعنی خدا کی بخشش کی طرف جلد دوڑو اور اسی پر خدا تعالیٰ نے ثنا فرمائی کہ جو لوگ اعمال صالحہ کی طرف جلدی کرتے ہیں وہی سابقین ہیں۔ فرمایا۔ اولئک یسارعون فی الخیرات وھم لھا سابقون انتہی۔ اور دوسری جگہ اس قول کی تائید اس طرح وارد ہے سابقوا الی مغفرۃ و رضوان۔ (نتیجہ) اکثر علماء جمہور اہل سنن کے نزدیک اور مجلد روایات اہل بیت علیہم السلام میں سابقین سے مراد وہ لوگ ہیں جنہوں نے ایمان اور طاعت خدا میں سبقت کی

اسی میں نماز، جہاد، ہجرت، نصرت وغیرہ ہر قسم کی اطاعت خدا و رسول شامل ہے۔ قرائن قرآنیہ اس کی توضیح کرتے ہیں۔ اور مفسرین کا اصل منشاء بھی یہی معلوم ہوتا ہے۔ قرآنی آیات سے آیت نمبر ۱۱ مذکور ہو چکی ہے اور دوسری لہذا سابقون بھی لکھی گئی ہے اور علاوہ بریں ہمیں تعلیم دی گئی ہے کہ سابقین کے لئے ہم طلب مغفرت کریں اور سبقت کی تشریح بھی کر دی گئی ہے فرمایا مومنین کہتے ہیں ربنا اغفر لنا ولاخواننا الذین سبقونا بالایمان اس آیت کے بعد کسی اور شاہد کی ضرورت معلوم نہیں ہوتی مگر چونکہ مفسرین کے اقوال مختلف نقل ہو چکے ہیں لہذا ان اقوال کا مآل و مقصود لکھنا بھی مناسب ہے۔ تو جاننا چاہیئے کہ جو مفسرین سابقین سے مراد قبلتین کے نمازی یا اہل بدر یا اہل بیعت شجرہ یا ہجرت سے پہلے اسلام لانیوالے بیان کرتے ہیں سب کا مآل و مقصود یہی ہے کہ فلاں فلاں وقت تک جو ایمان اور طاعت میں سابق ہوئے وہی سابقین ہیں۔ اور جلد مفسرین کا بعد بیان اختلاف اقوال کے اس اختلاف کو بیان کرنا کہ سابق بالاسلام کون ہے اسی کی دلیل ہے کہ سب اقوال کا مآل سبقت بالایمان ہے[1] اور انہوں نے آیت سورۃ واقعہ میں اس کو زیادہ وضاحت سے بیان کیا ہے اور حسب نقل اہل تسنن کے جناب علی قرآن ناطق کے کلام سے بھی یہی مترشح ہوتا ہے کہ نماز کی سبقت مراد ہے یعنی جس نے سب سے اول نماز پڑھی وہی سابق ہے اور نماز بغیر ایمان کے نہیں ہوتی۔ لہذا اصل مقصود وہی ثابت ہوا۔ اور حسن و قتادہ نے بالصراحت کہہ دیا ہے کہ مراد اس سے ہر امت کے سابق بالایمان ہیں خواہ مہاجرین سے ہوں یا انصار سے یا دیگر امت سے۔ نیز سبقت انصار کی تشریح اور والذین اتبعوھم کی تفسیر چونکہ باتفاق مفسرین اوپر لکھی گئی ہے اس سے بھی سبقت بالایمان والطاعۃ مراد لینا بالاتفاق ثابت ہوتا ہے اور لفظ سابقون آیت میں مہاجرین و انصار ایک ہی وارد ہوا ہے لہذا معنی و مراد اس سے ایک ہی قسم کی سبقت ہے اور سابق بالایمان والطاعۃ حضرت علیؑ و خدیجۃ الکبریٰ اور ان کے بعد زید بن حارثہ ہیں چنانچہ اپنے مقام پر اس کو ثابت کیا گیا ہے پس مخالفین کے لئے ان آیات میں کوئی مفید حجت نہیں ہے بلکہ بیان بالا سے ثابت ہو چکا ہے کہ انکا قول محض غلط ہے جنہوں نے آیت نمبر ۲ سے یہ مراد لی ہے کہ اس سے وہ لوگ مقصود ہیں جنہوں نے صرف ہجرت میں سبقت کی اور ان کے تابعین سے وہ مراد ہیں جنہوں نے ان کے پیچھے ہجرت کی اور وہ سب مہاجر اس آیت کے ذریعہ قطعی بہشتی ہو چکے ہیں ان کی ہجرت کے بعد ان کے افعال سے خواہ کسی قسم کے ہوں کوئی باز پرس نہیں اور یا انکے کسی برے فعل ہونے کا امکان ہی نہیں اور اسی طرح وہ بھی غلط ہے جنہوں نے آیت نمبر ۵ سے یہ سمجھا ہے کہ بیعت شجرہ میں جو لوگ شامل تھے ان سے خدا راضی ہو گیا پھر ممکن نہیں کہ ان کے کسی فعل پر کبھی ناراض ہو سکے۔

فصل ۔ فیما یتعلق بایمان الخلیفۃ الثالث اعنی عثمان ابن عفان۔

فی الامامۃ والسیاسۃ اجتمع ناس من اصحاب رسول اللہ صلعم کتبوا کتابا ذکروا فیہ ما خالف فیہ عثمان من سنۃ رسول اللہ و سنۃ صاحبیہ وما کان من ہبتہ خمس افریقیۃ لمروان وفیہ حق اللہ ورسولہ ومنہم ذوی القربیٰ والیتٰمیٰ والمساکین وما کان من تطاولہ فی البنیان

فصل ۔ حالات ایمان حضرت عثمان بن عفان کے بیان میں۔

الامامت والسیاست صفحہ ۳۵ میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب نے جمع ہو کر ایک کتاب لکھی جس میں انہوں نے ان امور کو شمار کیا جن میں امیر عثمان نے سنت رسول اللہ اور سنت اپنے دو دوستوں (ابوبکر و عمر) کے خلاف عمل کیا اور جو اس نے خمس افریقیہ کا مروان کو بخشدیا حالانکہ اس میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اور ذوی القربیٰ اور یتیموں و مسکینوں کا حق تھا۔ اور جو اس نے فخریہ عمارتیں بنائی تھیں۔

عـہ خصائص کبریٰ سیوطی جلد ۱ صفحہ ۱۳۰ میں باسناد ابن عساکر مروی ہے کہ حضرت عثمان عورتوں کے زیادہ شائق تھے حضرت رقیہ بنت نبی ہم جمال با کمال رکھتی تھیں ان کے لئے ان کے لئے عثمان صاحب کا میلان ہوا اگرچہ پہلے نکاح عتبہ سے ہو چکا تھا۔

(باقی بر صفحہ ...)

سلہ اسکی تائید کہ مراد سابقون سے سابق بالایمان ہیں ایسی تفسیر سے لکھی جاتی ہے جس کو فحول علماء اہل تسنن نے اصح التفاسیر کا لقب عطا کیا ہوا ہے وہ تفسیر جامع البیان مؤلفہ امام ابن جریر طبری کی ہے دیکھو تفسیر مذکور کی جلد ۱۱ صفحہ ۵ مطبوعہ مصر اس میں ابن جریر بذیل قولہ تعالیٰ والسابقون بلا اختلاف نقل کرتے ہیں کہ مراد سابقون سے وہ ہیں جنہوں نے ایمان میں سبقت کی اور والذین اتبعوھم سے وہ مراد ہیں جنہوں نے ایمان لانے میں ان کی متابعت کی ۱۲ مترجم — سلہ کتاب ہذا بیان احداث صحابہ میں حدیث بخاری ملاحظہ ہو جس میں بعض صحابی کا اقرار ہے کہ ہم نے بعد میں احداث کئے یعنی بدعات نکالیں ۱۲ مترجم

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۷۴) حضرت عثمان کو حسرت ہوئی کہ مجھ سے ان کی شادی ہوتی (طلاق ہوگئی) اس پر اسلام لائے اور بعد طلاق شادی بھی ہوگئی گویا ان کے اسلام کا سبب بظاہر یہ ہوا۔ اور حقیقت حال کو علیم و خبیر خوب جانتا ہے۔ اور یا شادی ہوگئی بعد بہ تعلق زوجیت حضرت عثمان مؤلفۃ القلوب کی صورت میں اسلام لائے چنانچہ بیان ہوگا۔ ۱۲ مترجم۔

وما كان من افشاءه العمل والولايات فى اهله وبنى عمه من بنى امية احداثا غلمة لاصحبة لهم من الرسول ولا تجربة لهم بالامور وما كان من الوليد بن عقبة بالكوفة اذا صلى بهم الصبح وهو امير عليها سكران اربعة ركعات ثم قال لهم ان شئتم ان ازيد تكم زدتكم وتعطيله اقامة الحد عليه وتاخيره ذالك عنه۔ انتهى۔ وفى تاريخ الخلفاء اول من حمى الحمى عثمان وهو اول من قطع الاقطاعات اى الكثر من ذلك۔ وفيه قال الزهرى ولى عثمان الخلافة اثنى عشر سنة يعمل ست سنين لا ينقم الناس عليه شيئا وانه لاحب الى قريش من عمر لان عمر كان شديدا عليهم فلما وليهم عثمان لان لهم ووصلهم ثم توانى فى امرهم واستعمل اقرباءه واهل بيته فى الست الاواخر وكتب لمروان بخمس افريقية و اعطى اقرباءه واهل بيته المال فانكر الناس عليه ذلك اخرجه ابن سعد و اخرج ابن عساكر عن الزهرى وذكر قال سعيد ان عثمان لما ولى كره ولايته نفر من الصحابة لان عثمان كان يحب قومه وكان كثيرا ما يولى بنى امية ممن لم يكن له مع رسول الله صحبة وفيه ذكر شكوى كثير من الصحابة لعاطيه وارادوا عزلهم فلم يعزل۔ وهكذا فى الصواعق المحرقة۔ وفى تاريخ الخلفاء عن مغيرة قال جمع عمر ابن عبد العزيز حين استخلف بنى مروان فقال ان رسول الله ص كانت له فدك

حضرت عثمان کے اسلام کا اصلی منشا

اور جو اُس نے اہل کاری اور سرداری کو اپنے قبیلے اور چچازاد بھائیوں کے لڑکوں اور نوجوانوں بنی امیہ میں تقسیم کر دیا جن کو نہ تو رسول اللہ صلعم کی ہمنشینی کا کوئی اثر تھا اور نہ اُن کو تجربہ کاری حاصل تھی اور جو اُس نے ولید بن عقبہ کو کوفہ کا سردار مقرر کیا تھا اور ولید نے لوگوں کو بحالت مخموری (شراب سے مست) صبح کی نماز چار رکعتیں پڑھائی اور پھر اُن کو کہا کہو تو تمہارے لئے چند رکعات اور بڑھا دوں اور امیر عثمان نے ولید کو مہلت دے رکھی اور اُس پر حد جاری کرنے میں تاخیر کی۔ انتہی۔ اور تاریخ الخلفاء صفحہ ۱۰۴ میں ہے۔ اول جس نے کنبہ کی حمایت کی امیر عثمان تھا اور جس نے کثرت سے جاگیریں سب سے اول اپنے کنبہ میں تقسیم کر دیں وہ بھی امیر عثمان تھا اور اسی کے صفحہ ۱۰۶ میں ہے زہری کہتا ہے امیر عثمان بارہ سال تک خلیفہ رہا۔ چھ سال تک اُس پر لوگ کوئی اعتراض نہ کرتے تھے اور وہ قریش کو امیر عمر سے پسندتر بن تھا۔ کیونکہ امیر عمر لوگوں پر سختی کرتا تھا اور جب امیر عثمان والی ہوا تو اُس نے لوگوں کے لئے نرمی اختیار کی اور اُن کے ساتھ تعلقات بڑھائے۔ مگر پھر خلافت کے امور میں سستی اختیار کی اور پچھلے چھ سالوں میں اپنے اقربا اور کنبہ کے آدمیوں کو عامل اور سردار مقرر کرنا شروع کر دیا اور مروان کو خمس افریقہ کا دیدیا۔ اور اس کے سوا بہت مال اپنے اقربا اور اپنے اہل بیت میں تقسیم کیا۔ تب لوگوں نے اُس پر اعتراض شروع کیا۔ اس روایت کو ابن سعد نے باسناد خود بیان کیا۔ اور ابن عساکر زہری سے روایت کرتا ہے کہا سعید کہتا ہے تحقیق عثمان جب خلافت کا والی ہوا تو ایک جماعت صحابہ نے اس کو مکروہ جانا۔ کیونکہ امیر عثمان اپنی قوم کی بڑی محبت اور حمایت کرتا تھا اور اُس نے بہت کچھ مال اور عہدہائے سرداری کے بنی امیہ کے ایسے لوگوں کو دیدیئے جن کو صحبت رسول اللہ کی حاصل نہ تھی اور صفحہ ۱۰۷ اسی کتاب میں لکھا ہے کہ عاملین عثمان کی شکایات صحابہ نے حضرت عثمان کو سنائیں اور ارادہ ظاہر کیا کہ آپ ان کو معزول کر دیں مگر امیر عثمان نے ان کو معزول نہ کیا (کیونکہ وہ حمایت قرابت کو شریعت سے مقدم تصور کرتے تھے) اور اسی طرح صواعق محرقہ صفحہ ۶۹ میں ہے۔ اور تاریخ الخلفاء صفحہ ۱۵۵ میں مغیرہ سے مروی ہے کہا عمر بن عبد العزیز نے اپنے عہد خلافت میں اولاد مروان کو جمع کیا اور کہا کہ فدک رسول اللہ صلعم کا تھا

۱؎ تاریخ کامل جلد ۳ صفحہ ۶۵ میں ہے کہ حضرت علی ؑ نے جب امیر عثمان کو یہ نصیحت فرمائی کہ تم نے معاویہ اور مغیرہ جیسے شخص کو کیوں امیر بنایا؟ امیر عثمان نے یہ جواب دیا کہ میرا اس میں قصور نہیں اور ایک خطبہ بھی پڑھا جس میں ظاہر کیا کہ میں نے وہی کام کیا ہے جو امیر عمر نے بھی کیا تھا۔ مگر چونکہ اُس نے تم لوگوں کو پاؤں سے لتاڑا اور ہاتھوں سے مارا تھا اور زبان کی وہ شدت دکھائی کہ تم چپ رہے۔ مگر کہ اُسکو ناپسند کیا اور میں نے نرمی کی ہے تو تم اس قدر دلیر ہوگئے کہ معترض ہونے لگے ہو۔ انتہی ملخصاً ۱۲ مترجم۔

ینفق منها ویعول منها علی صغیر بنی هاشم ویزوج منها ایمهم (الی ان قال) فکانت کذالک حیوٰۃ ابی بکر ثم عمر ثم اقطعها مروان ثم صارت لعمر بن عبد العزیز۔ وفی روضۃ المناظر فی اخبار الاوائل والاواخر للعلامۃ ابی الولید بن الشحنۃ الحنفی علی هامش مروج الذهب اقطع عثمان بن عفان مروان بن الحکم فدک صدقۃ رسول صلعم۔ وفی الامامۃ والسیاسۃ ان عائشۃ لما اتاها انه بویع لعلی وکانت خارجۃ عن المسجد فقیل لها قتل عثمان وبایع الناس علیا فقالت ماکنت ابالی ان تقع السماء علی الارض قتل والله مظلوما وانا طالبۃ بدمه فقال لها عبید ان اول من طعن علیه واطمع الناس فیه لانت ولقد کنت قلت اقتلوا نعثلا فقد فجر فقالت عائشۃ قد والله قلت وقال الناس وآخر قولی خیر من اوله فقال عبید عذر والله ضعیف یا ام المومنین۔ وفی الخصائص للنسائی عن العلاء بن عزار قال سالت ابن عمر وهو فی مسجد رسول الله صلعم عن علی وعثمان فقال اما علی فلا تسئلنی عنه وانظر الی قرب منزله من النبی صلعم مافی المسجد بیت غیر بیته واما عثمان فانه اذنب ذنبا عظیما تولی یوم التقی الجمعان فعفا الله عنه وغفر واذنب فیکم ذنبا دون ذلک فقتلتموه وفی روضۃ الاحباب بالجمله بعضے ازیں امور مذکوره حامل وباعث شد مر عائشہ را کہ در شان عثمان گفت لعن الله نعثلا وچوں عبید بن سلمہ معترض شد بر عائشہ کہ اول معترض عثمان بودی واکنوں قصاص خون می طلبی وگفتی کہ اقتلوا نعثلا فانه قد کفر

آپ اُس سے بنی ہاشم کے بچوں کو سال کا خرچ عطا فرماتے اور اُن کے قابل شادی کو اس سے خرچ کرکے تزویج کرادیتے تھے (تا اینکہ کہا) اسی طرح ابی بکر و عمر کے زمانہ میں رہا۔ پھر مروان نے اپنے لئے مخصوص کرلیا اور اب عمر بن عبد العزیز کے قبضہ میں آیا۔ اور روضۃ المناظر فی اخبار الاوائل والاواخر مؤلفہ علامہ ابی الولید بن شحنہ حنفی مطبوعہ برحاشیہ مروج الذہب مطبع مصر ۳۰۹ میں ہے کہ حضرت عثمان بن عفان نے رسول اللہ کا صدقہ فدک مروان بن حکم کو بطور جاگیر بخش دیا تھا۔ اور الامامۃ والسیاسۃ جلد ۱ ص۴۸ میں ہے تحقیق حضرت عائشہ کو جب یہ خبر پہونچی کہ لوگوں نے حضرت علی کی بیعت کرلی ہے اور بیوی صاحبہ اُس وقت باہر گئی ہوئی تھیں ان کو کہا گیا کہ امیر عثمان قتل کیا گیا ہے اور لوگوں نے حضرت علیؑ کی بیعت کرلی ہے۔ بی بی صاحبہ نے فرمایا اب مجھے پرواہ نہیں کہ آسمان زمین پر آپڑے تو بھی قسم بخدا چونکہ امیر عثمان مظلوم قتل ہوا ہے میں اُس کے خون کا بدلہ لونگی۔ عبید نے بی بی صاحبہ سے کہا تحقیق اول جس نے امیر عثمان پر طعن کیا اور جس نے لوگوں کو طمع قتل دلایا وہ تو ہی تھی اور تو نے کہا تھا کہ اس نعثل کو قتل کرو کیونکہ یہ فاسق ہوگیا ہے۔ بی عائشہ نے کہا خدا کی قسم میں نے کہا تھا اور دوسرے لوگوں نے بھی کہا۔ لیکن یہ میرا آخری قول پہلے سے بہتر ہے۔ عبید نے کہا اے ام المومنین اللہ کی قسم یہ عذر ضعیف ہے۔ اور خصائص نسائی ص۱۷ میں علاء بن عزار سے مروی ہے کہا میں نے ابن عمر سے سوال کیا بحالیکہ وہ مسجد رسول اللہ میں تھا کہ حضرت علیؑ و عثمان کی آپس میں عظمت شان کے لحاظ سے کیا نسبت ہے؟ ابن عمر نے کہا کہ حضرت علیؑ کا تو مجھ سے کچھ نہ پوچھو اور ان کے قرب منزلت کو جو آنحضرت صلعم کے ساتھ ان کو حاصل تھا صرف اسی سے خیال کرلو کہ مسجد میں ان کے سوا کسی کا گھر نہیں۔ اور امیر عثمان نے بڑا گناہ کیا جو جنگ احد کے دن منہ پھیر کر مفرور ہوا اور اُسنے تمہارے اندر اُس سے چھوٹا گناہ کیا تو تم نے (اس لائق سمجھا کہ) تم نے اُسے قتل کیا۔ اور روضۃ الاحباب جلد ۳ ص۱۲ میں ہے۔ خلاصہ یہ کہ بعضے ان امور مذکورہ سے اس امر کا سبب ہوئے کہ حضرت عائشہ نے حضرت عثمان کے حق میں کہا۔ اللہ تعالیٰ نعثل کو لعنت کرے اور خدا نعثل کو قتل کرے۔ اور جب عبید بن سلمہ بی بی عائشہ پر معترض ہوا کہ امیر عثمان پر پہلے تو ہی معترض تھی اور اب تو اس کے خون کا بدلہ چاہتی ہے۔ اور تم نے کہا تھا کہ نعثل کو قتل کرو کیونکہ وہ کافر ہوگیا ہے

ﮯﮯ فدک مروان کو ملجانے کا مزید ثبوت کتاب ہذا کے بیان فدک میں ملاحظہ ہو ۱۲ مترجم ﮯﮯ نہایہ ابن اثیر باب النون مع العین میں ہے کان اعداء عثمان یسمونه نعثلا تشبیها برجل من مصر کان طویل اللحیۃ اسمه نعثل وقیل النعثل الشیخ الاحمق وذکر الضباع ومنه حدیث عائشۃ اقتلوا نعثلا قتل الله نعثلا تعنی عثمان وهذا کان منها لما غاضبته وذهبت الی مکۃ۔ یعنی نعثل لمبی داڑھی والے شخص کا نام تھا اُس سے مشابہت کے سبب امیر عثمان کے مخالف اُس کو نعثل کہتے تھے اور کہا گیا ہے کہ نعثل احمق بوڑھے کو کہتے ہیں۔ اس مناسبت سے امیر صاحب کو کہتے تھے اور یا ان کی مشابہت سے اور انہی وجوہ پر بی بی عائشہ بحق امیر عثمان فرمایا کرتیں نعثل کو قتل کرو خدا اُسے قتل کرے ۱۲ مترجم۔ ﮯﮯ اسی طرح بعینہ تاریخ کامل جلد ۳ ص۸۰ و تاریخ ابن جریر طبری جلد ۵ ص۱۷۲ مطبوعہ مصر میں ہے۔ اور طبری نے اس کا اسناد بھی ذکر کیا ہے۔ اور مولوی غضنفر علی صاحب

ولید کا حال اور اس کا دوزخی ہونا اور عثمان کا مادری بھائی تھا

بجواب گفت کہ عثمان پشیمان شدہ توبہ کردہ از اں امور کہ گفتم القصہ عائشہ چوں در مدینہ بود در شان عثمان می گفت قتل اللہ نعثلا ولعن اللہ نعثلا بعد از معاودت از مکہ بمدینہ در راہ جلوس علی بر مسند خلافت شنید و طلحہ و زبیر معاون و مشیر شدند کہ قصاص خون عثمان بگیریم۔ الخ فی الخصائص الکبریٰ للسیوطی اخرج الحاکم والبیہقی عن الولید بن عقبۃ قال لما فتح رسول اللہ مکۃ جعل اھل مکۃ یاتون بصبیانھم فیمسح علیٰ رؤسھم ویدعو لھم فخرجت بی امی الیہ وانی مطیب بالخلوق فلم یمسح علیٰ راسی ولم یمسنی قال البیہقی ھذا لسابق علم اللہ فی الولید فمنع برکۃ رسول اللہ واخبار الولید حین استعملہ عثمان معروفۃ من شربہ الخمر وتاخیرہ الصلوٰۃ وھو من جملۃ الاسباب التی نقموا علی عثمان حتی قتلوہ۔ وفی مروج الذھب للمسعودی وانشاء بالکوفۃ فعلہ (ای فعل ولید بن عقبۃ) وظھر فسقہ ومداومتہ شرب الخمر فھجم علیہ جماعۃ من المسجد منھم ابو زینب بن عوف الازدی وابو جندب بن زھیر الازدی وغیرھم فوجدوہ سکران مضطجعا علی سریرہ لا یعقل فایقظوہ من رقدتہ فلم یستیقظ ثم تقیئا علیھم ما شرب من الخمر۔ ودد

جواب میں حضرت عائشہ نے کہا کہ عثمان نے پشیمان ہو کر ان امور سے توبہ کر لی تھی جو میں نے بیان کئے تھے۔ القصہ حضرت عائشہ جب مدینہ میں تھیں تو امیر عثمان کی شان میں کہتی تھیں اللہ تعالیٰ نعثل کو قتل کرے اور نعثل کو خدا لعنت کرے۔ مگر جب مکہ سے مدینہ کی طرف واپس ہوئیں اور راستہ میں حضرت علیؑ کا مسند خلافت پر بیٹھنا سنا اور طلحہ و زبیر اُسکے معاون و مشیر ہو گئے کہ خون امیر عثمان کا بدلہ لینا چاہئے۔ الخ (تو آپ اسپر تیار ہو گئیں) اور خصائص کبریٰ سیوطی جلد ۲ صفحہ ۲۵ میں ہے۔ حاکم و بیہقی ولید بن عقبہ سے روایت کرتے ہیں۔ کہ جب رسول اللہ صلعم نے مکہ کو فتح کر لیا باشندگان مکہ نے اپنے بچوں کو آنحضرت صلعم کی خدمت میں لے آنا شروع کیا اور حضرتؐ ان بچوں کے سر پر شفقت سے ہاتھ مبارک پھیر کر اُن کے لئے دعا فرماتے تھے چنانچہ میری ماں بھی مجھے اسی طرح لے گئی۔ بحالیکہ مجھے خوشبو لگائی ہوئی تھی آنحضرتؐ نے میرے سر پر ہاتھ نہ پھیرا بلکہ مجھے ہاتھ مبارک سے چھوا بھی نہ تھا بیہقی کہتا ہے یہ خدا تعالیٰ کے علم میں ولید کا حال پہلے سے معلوم تھا اسی واسطے رسول اللہؐ کی برکت سے محروم رکھا گیا اور اخبار ولید کے جب اس کو امیر عثمان نے عامل بنایا تھا مشہور ہیں کہ اُسنے شراب پی اور نماز کو اپنے وقتوں سے مؤخر کر کے ضائع کیا اور یہی ولید اور اُسی کے افعال منجملہ اُن اسباب کے تھے جن سے امیر عثمان پر صحابہ نے اعتراض کیا حتیٰ کہ اُس کو قتل کر دیا گیا۔ اور مروج الذہب مسعودی طبع جدید مصر جلد ۲ صفحہ ۲۲ میں ہے کوفہ میں ولید کے افعال کو لوگوں نے مشہور کر دیا اور اس کے گناہ دائمی شراب خوری وغیرہ ظاہر ہو گئے۔ پس نمازیوں کی ایک جماعت مسجد سے مجتمع ہو کر ولید کے پاس گئی جن میں ابو زینب بن عوف ازدی اور ابو جندب بن زہیر ازدی وغیرہ تھے۔ انہوں نے ولید کو چارپائی پر لیٹا ہوا بالکل مست اور بیہوش پایا۔ انہوں نے جگانے کی کوشش کی مگر نہ جاگ سکا اور ان کے سامنے شراب پی ہوئی کی قے کر دی امروج الذہب جلد ۲ صفحہ ۲۲۴ طبع جدید مصر کی عبارت کے آخر یہ الفاظ ہیں ھو من اخبر النبیؐ انہ من اھل النار یعنی بہ زبان نبی وہ دوزخیوں سے ہے) اور امیر عثمان نے ابوذرؓ صحابی کو برائے رضا خاطر معاویہ کے تعزیر دی اس سبب سے کہ ابوذر نے معاویہ کو امر بالمعروف کیا

عزر عثمان اباذر لرضاء معاویۃ لکونہ امرا بالمعروف

ف۵ تاریخ کامل جلد ۳ صفحہ ۵۱ الصواعق المحرقہ الاجابہ جلد ۲ صفحہ ۱۱۲ و مدارج النبوۃ جلد ۲ صفحہ ۴۳۳ و مطالب السئول صفحہ ۱۲ والامامۃ والسیاسۃ جلد ۱ صفحہ ۳۳ میں ولید کی شراب خوری اور نماز صبح کی چار رکعات پڑھنی اور شراب کی قے کرنی لکھی ہے۔ اور شرح فقہ اکبر مطبوعہ گلزار محمد ی لاہور صفحہ ۹۶ میں ولید کا یہ حال شراب خوری و نماز صبح چار رکعات پڑھنا لکھ کر یہ بھی لکھا ہے کہ ولید نے اُس نماز کے بعد مقتدیوں سے مخاطب ہو کر کہا تمہارا منشا ہو تو اور بڑھا دوں ابن مسعود نے جو ولید کی اقتدا میں تھا کہا کہ اگر بڑھانے چاہو تو ہم بھی بڑھاتے جائینگے یہاں تک کہ آپ چاہیں بڑھائیں اسی طرح بعینہ استیعاب ابن عبد البر جلد ۳ صفحہ ۶۳۲ میں باسانید مروی ہے۔ نیز اس میں اصمعی و ابو عبیدہ و ابن الکلبی وغیرہم کا یہ قول منقول ہے کان الولید بن عقبۃ فاسقا شریب خمر یعنی ولید فاسق اور بڑا شراب خور تھا۔ اور اصابہ فی تمیز الصحابہ لابن حجر جلد ۳ صفحہ ۶۳۸ میں لکھا ہے کہ ولید بن عقبہ امیر عثمان کا ملک کی طرف سے بھائی تھا اُس کے شراب پینے اور نماز صبح چار رکعات پڑھنے کا قصہ بروایات مشہور ثابت ہے بلکہ ... میں بھی ہے۔ اور لکھا کہ قتل امیر عثمان کے بعد ولید حضرت علیؑ کے برخلاف قتال کے لئے لوگوں کو اشتعال دیتا اور بغض کا ...

ف۶ ولید علینا الحیرا یعنی خدا تیرا بھلا کرے تیرا اس کیطرف دھیان ہے اللہ کی قسم مجھے فقط تعجب اس سے ہے جس نے تجھے ہمارا سردار بنا کر بھیجا ہے اور یہ کہنا کہ ... الاعتاب ...

وناهیا عن المنکر وقد جاء فی فضائله احادیث من النبی صلی الله علیه وآله واخبار ذ ابن ذلک۔ والولید کان اخا لعثمان من امه وکان والیا علی الکوفة من عثمان بعد سعد بن ابی وقاص وقوله تعالی ان جاءکم فاسق بنبأ الآیة نزلت فی الولید بن عقبة کما فی الجلالین ولباب النقول والکشاف وغیرها۔ وفی کنز العمال عن بریدة مرفوعًا امرت بحب اربعة من اصحابی واخبرنی الله انه یحبهم علی وابوذر الغفاری وسلمان الفارسی ومقداد بن اسود رواه الترمذی۔ وفی الخصائص اخرج ابن سعد عن ابی ذر قال قال النبی یا اباذر کیف انت اذا کانت علیك امراء یستأثرون بالفیئ قلت اذن اضرب بسیفی قال افلا ادلك علی ما هو خیر من ذلك اصبر حتی تلقانی۔ اخرج ابونعیم وابن عساکر عن ابی ذر قال اخبرنی رسول الله انهم لن یسلطوا علی قتلی ولن یفتنونی عن دینی واخبرنی انی اسلمت فردا واموت فردا وابعث یوم القیمة فردا۔ اخرج ابونعیم من اسماء بنت یزید ان النبی وجد اباذر نائما فی المسجد فقال له الا اراك نائما فیه قال فاین انام ولی بیت غیره قال فکیف انت اذا اخرجوك منه قال الحق بالشام قال فکیف انت اذا اخرجوك من الشام قال ارجع الیه قال فکیف انت اذا اخرجوك منه الثانیة قال اذن اخذ سیفی

اور نہی عن المنکر کی تھی اور بتحقیق ابی ذر کے فضائل میں نبی سے احادیث اور اخبار اس کی اس تکلیف کی نسبت وارد ہوئی ہیں۔ اور ولید عثمان کا ماں کی جانب سے بھائی تھا اور عثمان کی طرف سے سعد بن ابی وقاص کے بعد والی کوفہ ہوا۔ اور آیت اگر تم کو کوئی فاسق خبر لا دے تو اس کی جانچ پڑتال کر لی کرو اسی ولید بن عقبہ کے حق میں اتری ہے۔ جیسا کہ جلالین اور لباب النقول اور کشاف وغیرہ تفاسیر میں ہے۔ اور کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۱۶۲ میں بریدہ سے مرفوعاً مروی ہے کہ نبی ص نے فرمایا مجھے چار اشخاص کے لئے اپنے اصحاب سے محبت رکھنے کا اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم ملا ہوا ہے اور مجھے اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ وہ خود بھی ان کو دوست رکھتا ہے ایک ان چار میں سے علی ع ہے دوسرا ابوذر غفاری ہے۔ تیسرا سلمان فارسی ہے چوتھا مقداد بن اسود ہے اس کو ترمذی نے روایت کیا ہے۔ اور خصائص کبریٰ جلد ۲ صفحہ ۱۲۰ میں ہے ابن سعد ابی ذر سے روایت کرتا ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابی ذر سے فرمایا اے اباذر اس وقت تیرا کیا حال ہوگا جب تجھ پر ایسے سردار وامرا ہونگے جو مال فے پر اپنا ذاتی تصرف کر کے اپنے لئے مخصوص کر لیں گے جیسے (ابی ذر) عرض کی اس وقت تلوار چلاؤں گا۔ رسول صلعم نے فرمایا کیا میں تجھ کو اس سے بہتر عمل نہ بتلاؤں یہ کہ تم صبر کرنا حتیٰ کہ تو موت کے بعد مجھے ملیگا۔ (کذا فی المشکوٰۃ کتاب الامارۃ صفحہ ۳۱۲ بروایت ابی داؤد)۔ اور ابو نعیم و ابن عساکر ابی ذر سے روایت کرتے ہیں۔ کہا مجھے رسول اللہ صلعم نے خبر دی ہے۔ کہ میرے مخالفین بتحقیق میرے قتل پر قادر نہ ہونگے اور نہ مجھے دین سے لغزش دے سکیں گے مگر آپ نے یہ بھی خبر دی کہ جیسے میں اکیلا اسلام لایا ہوں مجھے موت بھی اکیلے ہی آئے گی (ابوذر صاحب حضرت عثمان کے عہد خلافت میں بسبب امر بالمعروف جلاوطن کئے گئے اور ربذہ میں فوت ہوئے) اور قیامت میں بھی اکیلا اٹھایا جاؤنگا اور ابو نعیم اسماء بنت یزید سے روایت کرتا ہے تحقیق نبی ص نے ابوذر صحابی کو مسجد میں سویا ہوا دیکھا اور فرمایا میں تجھے مسجد میں سویا ہوا دیکھتا ہوں۔ ابی ذر نے عرض کی جب میرا سوا اسکے کوئی گھر نہیں پس سونا میرا کہاں ہو؟ آپ نے فرمایا اس وقت تیرا کیا حال ہوگا جب تجھے اس مسجد سے باہر نکالیں گے۔ ابوذر نے عرض کی ملک شام میں چلا جاؤنگا۔ آپ نے فرمایا جب تجھے شام سے بھی نکالیں گے پھر تیرا کیا حال ہوگا؟ ابوذر نے عرض کی پھر اسی مسجد کی طرف رجوع کرونگا۔ فرمایا جب تجھے اس سے دوبارہ نکالیں گے پھر کیا ہوگا؟ عرض کی پھر تلوار پکڑ کر جنگ کرونگا حتیٰ کہ مر جاؤں گا

ـــــــــــــــــــ

لہ کیا یہ پوری ہیں حضرت عثمان نے خدا و رسول یا بہشت دوزخ کی پرواہ کی بلکہ ابوسفیان سرگروہ بنی امیہ کے حکم کی تعمیل کی چنانچہ استیعاب برحاشیہ اصابہ جلد ۴ صفحہ ۸۶ میں ایک گروہ رواۃ سے روایت ہے کہ ابوسفیان اسلام کے بعد بھی منافقین کی جائے پناہ تھا اور صفحہ ۸۷ میں ہے کہ ابوسفیان بعہد خلافت امیر عثمان کے ان کے پاس آیا اور کہا کہ تیم اور عدی کے بعد تیرے پاس خلافت آئی ہے پس تم کو چاہیئے اس کو گرہ (گیند) کی مانند پھیر اور اس کی میخیں بنی امیہ کو بنائے اسلئے کہ یہ ملک ہے اور نہیں بہشت دوزخ کی خبر نہیں کہ کچھ ہے یا نہیں۔ اسی طرح تاریخ ابوالفداء جلد ۲ صفحہ ۶۳ مترجمہ صفحہ میں بھی ہے اور اسکی حاشیہ بخاری کتاب الجہاد باب دعاء النبی الی الاسلام کا حاشیہ محشی سہارنپوری جلد ۱ صفحہ ۴۱۳ میں ہے۔ انوار اللغۃ لغات الحدیث میں مولوی وحید الزمان لکھتے ہیں اور ابوسفیان نے مسلمانوں کی دشمنی سے بھی گو ادا کر لیا۔ یہاں سے یہ سمجھا جاتا ہے کہ ابوسفیان کا اسلام کا

فقال الا ادلك على خير من ذلك تنقاد لهم حيث قادوك وتنساق لهم حيث ساقوك حتى تلقانى وانت على ذلك۔ اخرج الحارث بن ابی المثنی الملیکی ان رسول الله صلعم کان اذا خرج الی اصحابه قال عویمر حکیم امتی وجندب (اسم ابی ذر) طرید امتی یعیش وحدہ ویموت وحدہ والله یکفیه وحدہ۔ اخرج ابن سعد عن محمد بن سیرین فی حدیث طویل مرفوعا۔ فلما کان ذلك خرج الی الشام فکتب معاویة الی عثمان ان اباذر قد افسد الناس بالشام فکتب فبعث الیه عثمان فقدم ثم خرج الی الربذة وقد اقیمت الصلوٰة و علیها عبد لعثمان حبشی فتاخر فقال ابوذر تقدم فصل فقد امرت ان اسمع واطیع ولو لعبد حبشی فانت عبد حبشی۔ انتہی ما فی الخصائص۔ فی البخاری عن زید بن وهب قال مررت بالربذة فاذا انا بابی ذر فقلت له ما انزلک منزلک هذا قال کنت بالشام فاختلفت انا ومعاویة فی الذین یکنزون الذهب والفضة ولا ینفقونها فی سبیل الله قال معاویة نزلت فی اهل الکتاب فقلت نزلت فینا وفیهم فکان بینی و بینه فی ذلك فکتب الی عثمان یشکونی فکتب الی عثمان ان اقدم المدینة فقدمتها فکثر علیّ الناس کانهم لم یرونی قبل ذلك فذکرت ذلك لعثمان فقال لی ان شئت تنحیت فکنت قریبا فذاك الذی انزلنی هذا المنزل ولو امّروا علیّ حبشیا لسمعت واطعت۔ فی الفتح قوله فکثر علیّ الناس الخ فی روایة الطبری انهم کثروا علیه یسئلونه عن سبب خروجه من الشام قال فخشی عثمان علی اهل المدینة ما خشیه معاویة علی اهل الشام

حضور صلعم نے فرمایا تجھے اس سے بہتر امر کیوں نہ سمجھا دوں؟ تو ان کے زیر حکم چلتے رہنا جہاں تجھے چلائیں چلے جانا (صبر کرنا) حتیٰ کہ بعد وفات تو مجھے اسی حالت پر ملے۔ اور حارث بن اسامہ ابی المثنے ملیکی روایت کرتا ہے کہ رسول اللہ جب صحابہ کی طرف تشریف لاتے فرماتے تھے عویمر میری امت کا حکیم ہے اور جندب (ابوذر کا نام ہے) میری امت کا ہانکا ہوا (یعنی جلا وطنی کا مزا یافتہ) اکیلے زندگی بسر کریگا اور اکیلے فوت ہوگا اور اللہ تعالیٰ اُسے اکیلا ہی کافی ہے (اسی طرح اصابہ ابن حجر میں بذیل ترجمہ ابی ذر ناقلاً سیرۃ نبویہ ابن اسحاق سے لکھا ہے۔ اور زیادہ کیا ویحشر وحدہٗ اکیلا اُٹھایا جائے گا) اور ابن سعد نے محمد بن سیرین سے ایک حدیث طویل میں روایت کیا کہ جب ابوذر شام میں گیا معاویہ نے امیر عثمان کو لکھا کہ ابوذر نے شام کے لوگوں میں فساد پیدا کر دیا ہے۔ لہٰذا امیر عثمان نے ابوذر کی طرف حکم بھیجا اور ابوذر شام سے واپس آگیا اور ربذہ کی طرف چلا گیا وہاں پہنچا تو ایک غلام حبشی جو امیر عثمان کی طرف سے امیر مقرر تھا نماز کے لئے تیار کھڑا تھا اور اقامت ہو چکی تھی۔ جب اُس نے ابوذر کو دیکھا وہ پیچھے ہٹ گیا۔ ابوذر نے کہا مجھے حکم ہے کہ میں سنکر اطاعت کروں اگرچہ غلام حبشی کی تحت میں رہوں پس تو بھی غلام حبشی ہے۔ تو ہی نماز پڑھاوے۔ انتہٰی من الخصائص اور بخاری مع فتح الباری مطبوعہ دہلی جلد ۲ صفحہ ۱۴ میں زید بن وہب سے روایت ہے کہا میں ربذہ میں تھا وہاں اچانک میں نے ابوذر کو دیکھا میں نے کہا تم یہاں کس طرح آگئے۔ ابوذر نے کہا میں شام میں تھا میں اور معاویہ کا آیت الذین یکنزون الذہب والفضۃ الخ میں اختلاف ہو گیا وہ کہتا تھا کہ یہ آیت اہل کتاب کے حق میں اُتری ہے اور میں نے کہا نہیں بلکہ اہل کتاب اور اُن لوگوں کے حق میں اُتری ہے جو خدا کی راہ میں خرچ نہیں کرتے اور خزانے جمع کر رکھتے ہیں تو معاویہ نے حضرت عثمان کو میری شکایت لکھی اور اُنہوں نے مجھے مدینہ میں واپس بلا لیا جب میں مدینہ میں آیا تو اتنے لوگ میرے پاس جمع ہو گئے کہ گویا انہوں نے اس سے پہلے مجھے کبھی نہ دیکھا تھا۔ پس میں نے قصہ گذشتہ امیر عثمان کو سنایا تو حضرت عثمان نے مجھے کہا کہ تو اگر یہ جگہ چھوڑ کر دور چلا جائے (تو تیرے لئے بہتر ہوگا اور) تو مقرب سمجھا جائیگا۔ پس یہی سبب ہے جس نے مجھے اس مقام پر پہنچایا۔ اور اگرچہ میرے اوپر کسی غلام حبشی کو سردار بنا دیں تب بھی میں اس کی اطاعت کرتا رہوں گا۔ اور فتح الباری جلد ۶ صفحہ ۱۶۱ میں بذیل شرح اس حدیث کے لکھا ہے۔ قولہ فکثر علے الناس۔ الخ روایت طبری میں ہے۔ ابوذر کے پاس لوگ کثرت سے جمع ہو گئے اور اُس سے سبب واپسی شام کا پوچھتے تھے ابوذر کہتا ہے کہ امیر عثمان کو اہل مدینہ سے اُسی طرح کا خوف پیدا ہوا جیسا کہ معاویہ کو اہل شام سے ہوا تھا

۱؎ یہ حدیث بخاری نسخہ مصر جلد ۱ صفحہ ۴ میں اور حیوٰۃ الحیوان جلد ۲ صفحہ ۲۰۲ میں ہے ۱۲ مترجم ۲؎ روضۃ الاحباب جلد ۳ صفحہ ۱۰۳ میں لکھا ہے کہ امیر عثمان نے معاویہ کی خاطر ابی ذر کو شام سے نکالا اور پھر مدینہ میں بھی نہ رہنے دیا ۱۲ مترجم ۳؎ خواجہ حسن نظامی دہلوی مرحوم نامہ میں ابوذر کا قصہ مفصل لکھتے ہیں جس کا خلاصہ یہاں نقل کیا جاتا ہے کہ معاویہ کو اہل شام سے اور امیر عثمان کو اہل مدینہ سے اس بات کا خوف ہوا کہ لوگ اس آیت قرآنی پر جو امیر عثمان نے معاویہ کے لئے کی تھی معترض ہو گئے کہ معاویہ جیسے شخص کی حمایت میں ابوذر جیسا ۔۔۔

ولاحمد وابی یعلی من طریق ابی حرب باسنادہ عن ابی ذر ان النبی صلعم قال لہ کیف تصنع اذا اخرجت منہ ای من المسجد النبوی الخ وعند احمد عن اسماء نحوہ والصحیح ان انکار ابی ذر کان علی السلاطین الذین یاخذون المال لانفسہم ولا ینفقونہ فی وجہہ الخ وفی الحجۃ البالغۃ وکان ابوذر یصلی قبل ان یقدم علی النبی صلعم بثلاث سنین۔ وفی تاریخ الخمیس الاول مانقموا علیہ (عثمان) من عزلہ من اصحابہ اباموسی عزلہ من البصرۃ وولاھا عبد اللہ بن عامر ومنہم عمرو بن العاص عزلہ عن مصر وولی عبد اللہ بن ابی سرح[1] وکان قد ارتد فی زمن النبی صلعم ولحق بالمشرکین فاھدر النبی صلعم دمہ بعد الفتح الی ان اخذ لہ عثمان الامان ثم اسلم ومنہم عمار بن یاسر عزلہ عن الکوفۃ ومنہم المغیرۃ بن شعبۃ عزلہ عن الکوفۃ ایضا وفی ص۲۷۱ منہا انہ وھب لمروان افریقیۃ ومنہا انہ حبس عن عبد اللہ بن مسعود وابی ذر عطاءھما واخرج اباذر الی الربذۃ وکان بھا الی ان مات واوصی الی الزبیر واوصاہ ان یصلی علیہ ولا یستاذن عثمان لئلا یصلی علیہ وقد نفی کثیرا من اعلام الصحابۃ ومنہا انہ ضرب عمار بن یاسر وذلک ان اصحاب رسول اللہ اجتمع منہم خمسون رجلا من المہاجرین والانصار فکتبوا الحداث عثمان وما نقموا علیہ فی کتاب ودفعوہ لعمار اوصل ھذا الکتاب الی عثمان لیقرأہ فلعلہ ان یرجع عن ھذا الذی ننکرہ وخوفوہ فیہ ان لم یرجع خلعوہ واستبدلوا غیرہ قالوا فلما قرأ عثمان الکتاب طرحہ فقال عمار لا ترم بالکتاب وانظر فیہ فانہ کتاب اصحاب رسول اللہ وانا واللہ ناصح لک وخائف علیک

اور احمد و ابو یعلی نے باسناد ابی حرب ابی ذر سے روایت کیا ہے کہ اسکو نبی صلعم نے فرمایا جب تجھے اس مسجد نبوی سے نکالا جائیگا تو کیا کریگا؟ آخر حدیث تک۔ اور روایت احمد میں اسماء سے مثل اسکی مروی ہے اور صحیح یہی ہے کہ ابی ذر کا اعتراض اُن بادشاہوں پر تھا جو مسلمین کا مال اپنے ذاتی اخراجات میں خرچ کرتے تھے اور خدا کی راہ میں بدستور شرع خرچ نہیں کرتے تھے۔ الخ انتہےٰ من الفتح۔ اور حجۃ اللہ البالغہ صفحہ ۱۳۱ میں ہے کہ حضرت ابوذر نبی ؐ کی خدمت میں حاضر ہونے سے پہلے تین سال نماز پڑھتا رہا تھا (جب حالات آنحضرت صلعم کے سُنکر ایمان لایا اور ابھی زیارت سے مشرف نہیں ہوا تھا) اور تاریخ خمیس صفحہ ۲۶۶ میں ہے۔ اول اعتراض جو امیر عثمان پر صحابہ نے کیا یہ تھا کہ اُس نے ابوموسیٰ صحابی کو بصرہ سے معزول کرکے اُس کی جگہ عبد اللہ بن عامر کو والی بنایا۔ اور عمرو بن عاص کو مصر سے معزول کرکے اُس کی جگہ عبد اللہ بن ابی سرح کو والی بنایا۔ حالانکہ وہ نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں مرتد ہوکر مشرکین کے ساتھ مل گیا تھا۔ اور نبی صلعم نے بعد فتح مکہ کچھ زمانہ تک اُس کا خون معاف کردیا تھا۔ مگر امیر عثمان نے اُس کے لئے امان طلب کی اور وہ پھر اسلام لایا اور امیر عثمان نے حضرت عمار بن یاسر کو کوفہ سے معزول کرکے پھر مغیرہ بن شعبہ کو بھی اُس سے معزول کیا۔ اور اسی تاریخ خمیس کے صفحہ ۲۷۱ میں ہے کہ منجملہ ان اعتراضات کے جو امیر عثمان پر ہوئے یہ بھی تھا کہ اُس نے مروان کو افریقیہ بخش دیا تھا۔ اور عبد اللہ بن مسعود اور ابوذر سے جو ان کے لئے عطیہ مقرر تھا ضبط کرلیا۔ اور ابوذر کو ربذہ کی طرف جلاوطن کردیا (اسی طرح روضۃ المناظر بر کامل جلد ۱۱ صفحہ ۱۲۳ میں ہے) اور وہ اُسی جگہ رہا حتیٰ کہ وہاں فوت ہوا اور زبیر کو وصیت کی کہ وہ اسپر نماز جنازہ پڑھے اور امیر عثمان کو اطلاع نہ دے کہ مبادا اس پر نماز پڑھیں۔ اور دیگر چند مشہور صحابہ کو بھی امیر عثمان نے جلاوطن کیا۔ اور عمار بن یاسر کو زدوکوب کیا (پیٹا) اور یہ اس طرح ہوا کہ پچاس افراد مہاجرین و انصار کے صحابہ سے جمع ہوئے اور انہوں نے بدعات امیر عثمان لکھکر سب اعتراضات ایک کتاب میں جمع کئے۔ اور عمار کو کہا کہ یہ کتاب امیر عثمان کے پاس پہونچا دے تاکہ وہ اس کتاب کو پڑھکر شاید ان بدعات و منکرات سے باز آجائے۔ اور اس کتاب میں انہوں نے امیر عثمان کو یہ دھمکی دی کہ اگر وہ ان افعال سے باز نہ آئے تو یہ لوگ خلع بیعت کرلیں گے یعنے اس کی بیعت توڑدیں گے۔ اور اس کی جگہ کوئی اور خلیفہ بنالیں گے۔ کہتے ہیں۔ امیر عثمان نے جب اس کتاب کو پڑھا تو اسے پھینکدیا۔ عمار نے کہا اس کو پھینک نہ دو بلکہ غور سے پڑھئے کیونکہ یہ اصحاب رسول اللہ کی کتاب ہے۔ اور خدا کی قسم میں نصیحت کررہا ہوں مجھے تیری حالت پر سخت خطرہ ہے

[1] معاویہ کے حال میں عبد اللہ کا حال مذکور ہوچکا ہے دیکھو گذشتہ اور سیرۃ حلبیہ طبع مصر جلد ۲ صفحہ ۸۶ و صواعق محرقہ طبع مصر صفحہ ۶۸ میں ان اعتراضات کے بیان میں جو صحابہ نے عثمان پر کئے یہ لکھے ہیں کہ اس نے مروان کو ڈیڑھ لاکھ اوقیہ خزانہ بخشا اور اکثر بیت المال اپنی عمارتوں پر لگایا۔ اور عبد اللہ بن مسعود کو قید کیا اور ابوذر کو ربذہ کی طرف جلاوطن کیا۔ اور عمار بن یاسر و کعب بن عبیدہ کو بیس بیس کوڑے مار کر بعض ...

فقال کذبت یا ابن سمیۃ وامر غلمانہ فضربوہ حتی وقع لجنبیہ واغمی علیہ وزعموا انہ قام بنفسہ فوطی بطنہ ومذاکیرہ حتی اصابہ الفتق واغمی علیہ اربع صلوات فقضاہا بعد الافاقۃ فغضب لذلک بنو مخزوم وقالوا واللہ لئن مات عمار من ھذا لنقتلن من بنی امیۃ شیخا عظیما یعنون عثمان ثم ان عمار الزم بیتہ الی ان کان امر الفتنۃ ما کان۔ الخ وقد وقع بین عثمان وعمار حین بنی مسجد النبی بحضرۃ النبی لما قرأ عمار انشعار علی فی تعرض عثمان ثیابہ واطرافہ وضربہ بجریدۃ کما فی عقد الفرید للعلامۃ ابن عبد ربہ۔ وفی شرح الفقہ الاکبر وانما لم یقتل علی قتلۃ عثمان لانہم کانوا بغاۃ اذ الباغی لہ منعۃ (قوۃ) وتاویل وکانوا فی قتلہ متاولین وکانت لہم منعۃ فانہم کانوا یستحلون ذلک (ای قتل عثمان) بما نقموا منہ وفی تاریخ الخمیس ذکر المحب انہ (عثمان) اقیم (بعد موتہ) فی حش کوکب ثلاثا وکان فی الکامل ج ۳ منہ مطروحا لا یصلی علیہ وروی محمد بن عبد اللہ بن الحکیم وعبد الملک بن الماجشون عن مالک قال لما قتل عثمان القی علی المزبلۃ ثلاثۃ ایام کذا فی الریاض۔ وفی الامامۃ والسیاسۃ (دفن عثمان) حتی وضعوہ فی ادانی البقیع فاتاہم جبلۃ بن عمر والساعدی من الانصار فقال لا واللہ لا تدفنوہ فی بقیع رسول اللہ ولا نترککم

امیر عثمان نے کہا اے سمیہ کے بیٹے تو جھوٹ بول رہا ہے۔ یہ کہکر امیر عثمان نے اپنے نوجوان خدام کو حکم دیا کہ عمار کو انہوں نے لٹاکر خوب پیٹا یہاں تک کہ بیہوش ہو گیا اور مرنے کا شبہ ہوا اور اسکے پیٹ اور اعضائے تناسل کو اس قدر پامال کیا اور کچلا کہ عمار کو پردہ پیٹنے سے مرض فتق (آنت) ہو گئی اور اس کی چار نمازوں کا وقت بیہوشی میں گذر گیا جو اس نے بعد افاقہ قضا پڑھیں (امیر عثمان نے حدیث المسلم من سلم المسلمون من لسانہ ویدہ پر خوب عمل کیا) پس اس سبب سے بنو مخزوم بگڑے اور غصہ سے کہنے لگے خدا کی قسم اگر عمار اس سبب سے مر گیا تو ہم بھی بنی امیہ کے بڑے شیخ کو یعنی عثمان کو قتل کر دیں گے۔ پھر عمار اپنے گھر میں مستقل بیٹھ گیا حتی کہ امیر عثمان پر وہ فتنہ پیدا ہوا جو ہوا۔ الخ اور امیر عثمان اور عمار کے درمیان کچھ تنازع بھی رہے سامنے حضور کے اس دن بھی واقعہ ہوا تھا جس دن نبی کی مسجد بنا ہو رہی تھی۔ اور عمار نے حضرت علی کے وہ اشعار پڑھے جن میں مذکور تھا کہ عثمان اپنے کپڑوں اور اطراف کو مسجد کی اینٹوں کے غبار سے جھاڑتا ہے۔ اور اس کو امیر عثمان نے چھڑی (لاٹھی) لگائی تھی۔ جیسا کہ عقد الفرید علامہ ابن عبد ربہ جلد ۳ ص ۲۷ میں ہے۔ اور شرح فقہ اکبر ص ۸۱ میں ہے کہ حضرت علی نے قاتلین امیر عثمان کو اس لئے قتل نہ کیا کہ وہ باغی تھے اور باغی کے لئے قوت اور تاویل ہوتی ہے۔ اور وہ قاتلین بھی قتل امیر عثمان میں تاویل کرتے تھے اور ان کو یہ قوت حاصل تھی کہ حضرت عثمان کو بسبب اس کی بدعات کے قتل کر دینا حلال جانتے تھے۔ اور تاریخ خمیس ص ۲۶۵ و تاریخ کامل جلد ۳ ص ۷۶ میں ہے کہ محب ذکر کرتا ہے امیر عثمان کی نعش موت کے بعد تین دن حش کوکب میں پڑی رہی اور اس پر کسی نے نماز جنازہ نہ پڑھی۔ اور محمد بن عبد اللہ بن حکیم و عبد الملک بن ماجشون نے مالک سے روایت کیا کہ جب امیر عثمان قتل ہوا اس کو ایک پاخانہ کے مقام پر پھینکا گیا اور تین دن وہاں پڑا رہا اسی طرح ریاض میں ہے۔ (اور اسی طرح بعینہ استیعاب مطبوعہ مصر برحاشیہ اصابہ جلد ۳ ص ۸۰ میں ہے) اور الامامۃ والسیاست ص ۴۲ میں (دربیان دفن امیر عثمان کے لکھا ہے) حتی کہ اس کی نعش کو (امیر عثمان کی) گرد نواح بقیع میں رکھا گیا اور ان کے پاس جبلہ بن عمرو ساعدی انصاری آیا اور کہا خدا کی قسم اس کو بقیع رسول اللہ میں (مسلمانوں کے قبرستان میں) دفن نہ کرو اور ہم تمہیں اس پر نماز جنازہ نہیں پڑھنے دیں گے (اور تاریخ طبری جلد ۵ ص ۱۴۳ میں اسی طرح ہے کہ انصار نے جنازہ سے روکا اور کہا کہ اس پر نماز جنازہ نہ پڑھو اور نہ مقابر مسلمین میں دفن کرو) پس ابو جہم نے کہا اگر تم اس پر نماز جنازہ نہ پڑھو تو اللہ تعالی اس پر پڑھ دیگا پس وہ نعش کو لے نکلے اور ان کے ساتھ عائشہ بنت عثمان بھی تھی جس کے پاس ایک چراغ تھا

تصلون علیہ فقال ابو الجہم ان لم تصل علیہ فقد صلی اللہ علیہ فخرجوا ومعہم عائشۃ بنت عثمان معہا مصباح

سلہ اسی طرح امامۃ والسیاست جلد ۱ ص ۴۰ میں مذکور ہے اور تحفہ اثنا عشریہ طبع نولکشور ص ۳۲۱ تا ۳۲۲ میں عثمان صاحب کا ابوذر کو جلا وطن کرنا اور ابن مسعود پر سختی کرنا اور عمار کو زد و کوب کرنا مفصل مذکور ہے۔ اسی طرح مروج الذہب طبع جدید مصر جلد ۲ ص ۲۲۷/۲۲۸ میں ہے ۱۲ مترجم سلہ مروج الذہب مسعودی برحاشیہ کامل جلد ۵ ص ۱۵۹ میں ہے منجملہ ان مطاعن کے جو مہاجرین و انصار نے امیر عثمان پر کئے ایک یہ تھا ما نال عمار بن یاسر من الفتق والضرب الخ یعنی یہ جو عمار بن یاسر پر فتنہ بپا کیا اور اپنے سپاہیوں سے اسے زدو کوب کرایا ۱۲ مترجم سلہ حیوۃ الحیوان جلد ۱ ص ۵۹ میں بعد وفات

فی حش حتی اذا اتوبہ حش کوکب حفروا لہ حفرۃ ثم قاموا یصلون علیہ وامّہم جابر بن مطعم ثم دلوہ فی حفرۃ فلما رأتہ (۱) قد نعوہ ولم یلحد ولا بلبن وحثوا علیہ التراب انتہیٰ ملخصاً۔ وقال الخواجہ حسن نظامی الدہلوی فی محرم نامہ ما عبارتہ

(وفیما قلنا کفایۃ لمن لہٗ درایۃ)

وہ حش کوکب[۱] پر لے گئے اور ایک گڑھا کھودا اور نماز جنازہ پڑھنے لگے۔ جبیر بن مطعم نے اُن کی امامت کرائی پھر اُس گڑھے میں اُنہوں نے لٹکا کر دفن کر دیا اور اُس کی قبر نہ بنائی گئی۔ صرف مٹی ڈال کر گڑھے کو بند کیا گیا۔ انتہیٰ ملخصاً۔

اور خواجہ حسن نظامی دہلوی نے محرم نامہ ملکہ ہیں یہ عبارت لکھی ہے: دل لرزنے کی بات ہے امیر المومنین (عثمان) جانشین رسول ص کا جنازہ تین دن بے گور و کفن پڑا رہا (پھر کہا) عبرت کا مقام ہے جو خلیفہ دنیا کے بڑے حصہ کا مالک ہو اُس کی میت کے ساتھ چار آدمی سے زیادہ نہ تھے اور اُنہیں بھی بلوائیوں کا یہ حال تھا کہ جنازہ پر پتھر مار رہے تھے اور بیچارے جنازہ اٹھانے والے بھاگا بھاگ جا رہے تھے (یہودیوں کے قبرستان میں) جب حضرت عثمان کو آخر مجبور ہو کر یہودیوں کے قبرستان میں جو بقیع کے برابر تھا اُس حامی اسلام اور مسلمان خلیفہ کو دفن کیا گیا۔ انتہیٰ ملخصاً۔ اور جو کچھ ہمنے بیان کیا۔ عقلمند کے لئے کافی ہے۔

[۱] حش کوکب بستان وخراستان وحاجت جالانہم کانوا یقضون حوائجہم فی البساتین۔ انتہیٰ (منتہی الارب فی لغات العرب) یعنی حش کوکب وہ مقام ہے جہاں باغ اور کھجوریں تھیں اور وہاں قضاء حاجت کی جگہ تھی کیونکہ عرب کے لوگ باغوں میں ہی قضائے حاجت کرتے تھے۔ اور مروج الذہب بر کامل جلد ۵ صفحہ ۱۴۱ اور تاریخ کامل جلد ۳ صفحہ ۸۰ و تاریخ طبری جلد ۵ صفحہ ۱۴۳ و اصابہ ابن حجر جلد ۱ صفحہ ۲۲۴ بذیل ترجمہ جبلہ بن عمرو و انوار اللغۃ پ ۱۹ صفحہ ۹۹ میں ہے کہ حش کوکب بقیع سے باہر ایک مقام ہے جس میں یہود اپنے میتوں کو دفن کرتے تھے اور معاویہ نے اپنے زمانہ میں اُس مقام کو بقیع میں داخل کر لیا۔ اور لوگوں کو حکم دیا کہ اس قبر (عثمان) کی نواح میں مسلمانوں کی قبریں بنائیں چنانچہ اسی طرح کیا گیا اور وہ مقام مقابر مسلمین سے متصل ہو گیا۔ انتہیٰ۔ مطلق قتل خلیفہ یا مقابر مسلمین میں اُس کا دفن نہ ہونا یا نعش کا کھاد کوڑے اور پاخانہ میں پڑا رہنا اس صورت میں جائے اعتراض نہ تھا کہ معترضین اور قاتلین کی جماعت اغراض نفسانیہ اور بے جا اعتراضات سے یہ فعل کرتے یا وہ لیک گنوار اور شریعت سے ناآشنا ہوتے۔ مگر جب کہ معترضین کی جماعت اہل علم وعقد معتبرین مہاجرین و انصار تھے اور عرصہ طویل تک خلیفہ صاحب محصور رہے اور بموجودگی بہادران بدر و حنین کے روز روشن میں خلیفہ ثالث قتل کئے گئے اور کہیں جنگل میں نہیں بلکہ مدینہ طیبہ کے اندر یہ واقعہ ظہور پذیر ہوا اور کسی صاحب نے وہ ہمدردی اور اعانت جو اُس وقت مناسب تھی نہ کی تو اس سے پایا جاتا ہے کہ کثرت رائے مومنین کی بلکہ جملہ مسلمانوں کی اسی پر تھی کہ خلیفہ صاحب قتل کئے جائیں اور اس طرح یہ قتل بدلیل اجماع جائز سمجھا جاتا ہے۔ اور یہ کثرت رائے مسلمین کی امیر عثمان کے اُن افعال کی بناء پر ہو گی جو ایمان کے اس قدر مضر تھے جس سے وہ واجب القتل قرار دیئے گئے۔ اور اس قتل میں امیر المومنین علیؑ کا سکوت بھی قابل غور ہے۔ چنانچہ اس کو تاریخ کبیر طبری مطبوعہ مصر جلد ۶ صفحہ ۴ میں اس طرح لکھا ہے۔ کہ آپ نے امیر معاویہ کے جواب میں اس طرح فرمایا الا اقول انہ قتل مظلوماً ولا انہ قتل ظالماً۔ الخ یعنے نہ میں اُس کو (امیر عثمان کو) مقتول مظلوم کہتا ہوں (اور نہ مقتول ظالم۔ الخ یہ کلام حضرت علیؑ کا معاویہ خیل کے مقابلہ میں بصورت توریہ تھا جس میں ہر دو پہلو سے سکوت ظاہر فرمایا تاکہ مقتول کو ظالم کہنے سے مخالفین کا اشتعال نہ بڑھ جائے کیونکہ اُنہوں نے مکر سے یہی ذریعہ مخالفت قرار دیا ہوا تھا اور مظلوم نہ کہنا حقیقت حال کو منکشف کر دیتا ہے اور حیوٰۃ الحیوان جلد ۱ صفحہ ۴۹ بیان خلافت عثمان میں یہ مذکور ہے:-

وولی مصر عبد اللہ بن ابی سرح واعطے اقاربہ الاموال فکان ذالک مما نقم علیہ الناس فلما کانت سنۃ خمس و ثلاثین قدم المدینۃ مالک الاشتر فی مائتی رجل من اہل الکوفۃ ومائۃ وخمسین من اہل البصرۃ وستمائۃ من اہل مصر کلہم مجمعون علی خلع عثمان من الخلافۃ۔ الخ

یعنی حضرت عثمان نے عبد اللہ بن ابی سرح کو مصر کا والی مقرر کیا اور اپنے قرابتداروں کو بہت مال و زر دیا یہی لوگوں کے اعتراضات کا سبب بن گیا اور ۳۵ ہجری میں مالک اشتر دو سو آدمی کوفہ کے اور ایک سو پچاس بصرہ کے اور چھ سو مصر کے لیکر مدینہ میں آیا ان سب کا اسپر اتفاق تھا کہ عثمان کو خلافت سے معزول کرنا چاہیئے۔ الخ

بلکہ کل اہل مدینہ کا بھی اسپر اتفاق تھا چنانچہ کسی نے عثمان کی کوئی امداد نہ کی ورنہ قتل ناممکن تھا کیونکہ بہت دن شور و غل رہا۔

سلہ تفسیر در منثور ج ۱ صفحہ ۱۴۱ میں ابن عباس سے مروی ہے کہ نبی صلعم نے عثمان کو دیکھ کر فرمایا کہ تم سورۃ بقرہ پڑھتے ہوگے جبکہ تم کو قتل کیا جائیگا اور تمہارے خون کے قطرے آیت فسیکفیکہم اللہ پر گریں گے اس روایت پر حافظ سیوطی علامہ ذہبی سے نقل کرتے ہیں کہ یہ روایت خالص جھوٹ ہے اس میں احمد بن محمد بن عبد الحمید جعفی کذاب ہے انتہیٰ۔ اس کے لکھنے سے ہماری غرض جھوٹی فضیلت مشتہرہ کی تعدیہ کرنے کی ہے ۱۲ مترجم۔

(باقی بر صفحہ ۳۸۳)

(بقیہ حاشیہ ص۳۸۲) یہ نہیں کہ خفیہ دو آدمی آ گئے اور قتل کر دیا۔ اہل مدینہ کو جب حال معلوم ہو گیا تھا ایسا مضبوط انتظام کر سکتے تھے جس سے کوئی باغی مدینہ میں داخل نہیں ہو سکتا تھا مگر عمداً نہ کیا۔ بلکہ نماز جنازہ و دفن بھی درست نہ سمجھا گیا۔

نہایہ کا مضمون مجمع البحار جلد ۳ ص۳۴۲ مطبوعہ نولکشور میں بھی ہے۔ اور عقد الفرید جلد ۳ ص۸۲ میں ہے وخرجت عائشۃ باکیۃ تقول قتل عثمان مظلوما فقال لہا عمار انت بالامس تحرضین علیہ والیوم تبکین علیہ۔ الخ یعنے حضرت عائشہ روتی ہوئی باہر آئیں کہتی تھیں عثمان مظلوم قتل ہوئے ہیں۔ پس حضرت عمار حضرت عائشہ کو کہنے لگے کل تو ہی لوگوں کو عثمان کے قتل پر آمادہ کرتی تھی اور آج اس پر روتی ہے۔ الخ یعنے تعجب ہے کہ خود قتل کی باعث ہوئی اور خود ہی اب اسکو مظلوم کہکر روتی ہے تو درحقیقت اس رونے کی وجہ کچھ اور ہے۔ اور امامۃ والسیاسۃ جلد ا ص۲۹ طبع ثانی میں مہاجرین کا خط اہل مصر کے نام منقول ہے اس میں انہوں نے عثمان کے حالات میں لکھا ہے فان کتاب اللہ قد بدل و سنۃ رسول اللہ قد غیرت۔ ایضاً اس کے ص۳۱/۳۲ ۳۸ میں ہے یعنی عہد عثمان میں خدا کی کتاب کو بدل دیا گیا اور سنت رسول میں تغیر کیا گیا ہے۔

مروان وغیرہ اعوان حضرت عثمان کی اس اجماع سے مخالفت قتل عثمان پر قادح اجماع نہیں ہے جیسا کہ مخالفت بنی ہاشم و انصار کو خصوصاً مخالفت جناب امیرؑ و سعد بن عبادہ انصاری کو اہل جماعت نے اجماع مخالفت ابی بکر صاحب میں قادح نہیں سمجھا اور حضرت علیؑ کے امداد عثمان نہ کرنے اور مظلوم نہ جاننے کے لئے امامۃ والسیاسۃ جلد ا ص۳۸/۳۹ طبع ثانی ملاحظہ ہو قال علیؑ ما امرت ولا نہیت ولا سرنی ولا ساءنی وقال سعد بن ابی وقاص ان علیا شریک فی تحریک القتل وقال ابو ثور کنت اخذ سلاحی واضعہ وعلی ینظر الی لا یأمرنی ولا ینہانی۔ انتہے۔ یعنی حضرت علیؑ فرماتے ہیں میں نے نہ قتل عثمان کا کسی کو حکم دیا ہے اور نہ ہی منع کیا ہے اور نہ میں اس پر خوش ہوا ہوں اور نہ ناراض ہوا ہوں۔ اور سعد بن ابی وقاص کہتا ہے تحقیق علیؑ تحریک قتل میں ضرور شریک ہیں۔ اور ابو ثور کہتا ہے قتل عثمان کے واقعہ کے وقت میں اپنا ہتھیار اٹھاتا تھا یا رکھتا تھا تو حضرت علیؑ مجھے دیکھتے رہتے تھے نہ مجھے حکم دیتے تھے اور نہ اس سے مجھے روکتے تھے۔ ۱۲ مترجم۔

امیر عثمان کی دامادی رسولؐ پر ایک نظر

اہل تسنن امیر عثمان کو داماد پیغمبر قرار دیتے ہوئے اُن کی فضیلت ثابت کرنے میں پھولے نہیں سماتے اس واسطے اس پر بھی ایک نظر ضروری معلوم ہوتی ہے۔ شاید اس کی وجہ یہ ہے کہ اہل تسنن کو دامادی حضرت امیر المومنین علی علیہ السلام پر قیاس کر لینے سے یہ مغالطہ پیدا ہوا ہے۔ مگر انہوں نے یہ نہیں سوچا کہ اولاد پیغمبر کی سب ایک سی شان کی ہونی ضروری نہیں بلکہ بعض کو بعض پر فضیلت ہوتی ہے۔ اور اولاً جناب فاطمہ زہراؑ کے بغیر باقی لڑکیوں کا آنحضرتؐ سے صلبی ہونا متنازع اور مختلف فیہ امر ہے۔ جس کے لئے ملاحظہ ہو کتاب الزہراؑ مؤلفہ سید اولاد حیدر صاحب بلگرامی۔ اور یہ بھی ملحوظ رہے کہ حضرت رقیہ کا نکاح حضرت عثمان سے قبل اظہار نبوت بحالت کفر عثمان کے ہوا دیکھو تاریخ الخلفاء طبع لاہور ص۱۰۱ و براہین قاطعہ ترجمہ صواعق محرقہ ص۱۹۱ و مدارج النبوۃ جلد ۲ ص۵۹ و تذکرہ خواص الامہ صفحہ ۲۱۷ و اسعاف الراغبین بر حاشیہ نور الابصار صفحہ ۷۶۔ اگرچہ بعض روایات میں اس کے خلاف ہو مگر یہ بھی معتمدین اہل تسنن میں اس طرح تو فضیلت عثمان کا شبہ ہی باقی نہیں رہتا۔ اور شیخین کی خواستگاری نکاح زہراؑ اور نبیؐ کا اس سے اعراض و انکار مثل روضۃ الاحباب وغیرہ کنز العمال جلد ۷ ص۱۱۳ و تذکرہ خواص الامۃ ص۱۷۳ و اسعاف الراغبین ص۶۵ و نسائی مترجم جلد ۲ ص۱۰ باب تزوج المرأۃ مثلہا میں بھی ہے۔ اور نکاح زہراؑ بالوحی علیؑ سے ہونا ریاض النضرۃ مطبوعہ مصر جلد ۱ ص۱۸۰ میں بحوالہ اصلاح جلد ۲۴ ص۶ اور جامع صغیر سیوطی جلد ا ص۱۷ میں بحوالہ سبیل جلد ۳ ص۱ مرقوم ہے۔

اور اس بحث کو ہمارے رسالہ ابطال الاستدلال میں دیکھو۔ بہرحال امیر عثمان اور حضرت علیؑ کی دامادی میں آسمان و زمین کا فرق ہے۔ حضرت امیر المومنین علیہ السلام کی شادی باتفاق فریقین بوحی الٰہی ہوئی۔ اور شیخین نے جناب زہراؑ کے لئے نبی صلعم کی خدمت میں خواستگاری ظاہر کی تو آنحضرتؐ نے انکار فرمایا کہ یہ نکاح بغیر وحی کے نہیں ہو سکتا چنانچہ یہ قصہ کتب اہل جماعت میں بالاتفاق مروی ہے۔ دیکھو روضۃ الاحباب جلد ا ص۱۵۵ مطبوعہ نولکشور و شرح فقہ اکبر علی قاری حنفی مطبوعہ مطبع مجیدی لاہور ص۱۳۳۔ روضۃ الاحباب میں نظم درر السمطین زرندی سے باسناد انس بن مالک

منقول ہے۔ کہا میں آنحضرتؐ کی خدمت میں تھا۔ کہ چہرہ مبارک پر وحی کے آثار معلوم ہونے لگے۔ جب فراغت ہوئی فرمایا اے انس تو جانتا ہے اس وقت جبرئیل عرش سے کیا پیغام لایا ہے۔ میں نے عرض کی میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں۔ وہ کیا ہے؟ فرمایا یہ حکم لایا ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے حکم دیتا ہے میں فاطمہ زہراؑ کی تزویج حضرت علیؑ سے کردوں۔ الخ۔ شیخین کی خواستگاری اور نبی صلعم کا اعراض و انکار روضۃ الاحباب صفحہ ۱۴۴/۱۴۵ اور صواعق محرقہ طبع مصر صفحہ ۹۶ و خصائص نسائی طبع مصر صفحہ ۳۱ وغیرہ میں ہے اور آنحضرتؐ کا بحالت غیبت علیؑ میں حضرتؐ کا کر دینا اور پھر علیؑ کو اطلاع دینا اور علیؑ کا خوش ہونا اور سجدہ شکر کرنا صواعق و شرح فقہ اکبر و روضۃ الاحباب ہر سہ میں مذکور ہے اور دیگر بہت کتب میں اس کے مرادف نکلتا ہے بلکہ بعض روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ اگر علیؑ نہ ہوتے تو جناب زہراؑ کے لئے کوئی کفو نہ ملتی۔ اور جناب فاطمہؑ کے شان میں شرح فقہ اکبر کے صفحہ ۱۶ پر ہے کہ رسول خداؐ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے جناب فاطمہؑ اور ان کی اولاد کو قیامت میں آگ سے خلاص کر دیا ہے اور دوسری روایت میں فرمایا فاطمہؑ اور ان کے محبین کو اللہ تعالیٰ نے آگ سے خلاص کر دیا ہے۔ انتہی۔ نیز سیدۃ نساء العالمین سے ملقب ہونا جناب سیدہ کا مشہور و مسلم ہے۔ جب ان کے برابر کسی کی شان نہیں تو ان کے ناقد کی شان اگرچہ ارفع و اعلیٰ نظیر اس نکاح کے بھی ہے مگر ایسے نکاح سے بلاشک شان دوبالا ہونا موزون و مقرون ہے۔ اور امیر عثمان کی شان کو دامادی مجوزہ کچھ بڑھا نہیں سکتی جب تک کہ ان کے اپنے اعمال موجب رضائے ایزد متعال کے ثابت نہ ہوں۔ اس کے لئے چند وجوہ غور طلب ہیں۔ ایک یہ کہ دختران نبی صلعم کا صلبی بجز زہراؑ کے اختلافی ہیں متفق علیہ نہیں اور بفرض تسلیم ان ہر دو بی بیوں یعنی حضرت رقیہ رض و ام کلثوم رض کا نکاح پہلے عتبہ و عتیبہ پسران ابی لہب سے کیا گیا تھا۔ انہوں نے بعد نزول سورۃ تبت یدا ابی لہب کے بحکم اپنے باپ کے نبیؐ کے پاس آکر ہتک آمیز کلمات سے ہر دو بیبیوں کو طلاق دے دی اور آنحضرتؐ کی طرف تھوک کر بے ادبی بھی کی۔ جب ایسے اشخاص سے ان کا نکاح جائز سمجھا گیا تو امیر عثمان سے جو بظاہر مسلمانوں میں شامل اور احکام شریعت کے تابع تھے کس طرح ناجائز تھا۔ احکام مناکحت و محافظت جان و مال کے ظاہر اسلام پر مبنی ہیں[۵] اسی لئے ہر زمانہ میں مصلحت وقت پر اسی طرح نکاح وغیرہ تعلقات مسلمانوں میں چلے آئے ہیں۔ اور ممکن ہے کہ جو افعال امیر عثمان سے بعد نبیؐ کے ظاہر ہوئے قبل وفات آنحضرت کے ویسے نہ ہوں کیونکہ آنحضرت کی عین حیات میں جب رعب و تسلط قائم ہو چکا تھا سب ضعیف الاسلام اپنے خفیہ عقائد کو چھپا کر دبے رہتے تھے اور عام طور پر حرص عروج دنیا کے سبب سے بعد وفات رسول صلعم کے صحابہ میں تبدیلی خیالات پیدا ہو گئی تھی اور جیسا کہ عتبہ اور عتیبہ نے دختران رسول خدا صلعم کی شان نہ سمجھی اور مفارقت ہر دو قرۃ باصرہ سرور دو جہان کا ان کو درد نہ ہوا حضرت عثمان کے ایک واقعہ سے بھی ویسے آثار نظر آتے ہیں کہ اس میں گو اسنے بھی دختر رسول صلعم منکوحہ خود کی قدر نہ کی بلکہ ایذا پہنچائی۔ اہل تسنن چونکہ خطبات میں صاحب موصوف کو کامل الحیاء کا لقب دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ فرشتے بھی ان سے شرماتے تھے۔ ممکن ہے کہ اس واقعہ سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت مذکور کو ہر حال میں باوجود کثرت مادہ زوجیت نگاہ عصمت عفت منظور تھی اور ہر وقت ان کو الفت اور اداے حقوق زوجیت کا خیال رہتا تھا۔ مگر حقیقت شناس حضرات اور الحیاء شعبۃ من شعب الایمان کے عاملین اس سے بخوبی تنبیہ کر سکتے ہیں۔ یہ واقعہ بلفظہ اصح الکتب صحیح بخاری کی اور اس کی شرح فتح الباری سے نقل کیا جاتا ہے۔ تاکہ حضرت عثمان کو جو درد و الم مفارقت و وفات دختر سرور کائنات سے پہنچا اور جو حقوق زوجیت ادا فرمانے کی نصرت ان کے دل میں تھی اس کا صحیح اندازہ لگایا جاسکے۔ دیکھو بخاری مع فتح الباری مطبوعہ دہلی جلد اول صفحہ ۱۶۵ عن انس بن مالک قال شہدنا بنت رسول اللہ صلعم (ہی ام کلثوم زوج عثمان ۱۲ فتح الباری) قال و رسول اللہ صلعم جالس علی القبر فرأیت عینیہ تدمعان فقال ہل منکم رجل لم یقارف اللیلۃ فقال ابو طلحۃ انا قال فانزل قال فنزل فی قبرہا۔ انتہی۔ اسی حدیث کی شرح میں ابن حجر عسقلانی صاحب مؤلف فتح الباری یوں

ص حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں کہا ہے۔ دیکھو نموت تلک اللیلۃ۔ واقع بعد موتہا۔ ۱۲ مترجم

---

[۵] ظاہری اسلام پر نکاح کا مدار ظاہر اسلام پر ہے اس کا ثبوت بیان فرق اسلام اور ایمان میں ملاحظہ ہو ایضاً حوالہ بخاری طبع مصر جلد اول صفحہ ۱۴۷ اور دیکھو تیسیر الباری ترجمہ بخاری پ ۳ صفحہ ۔ اور مولوی احمد علی سہارنپوری حاشیہ میں معنی لم یقارف کے لم یجامع کرکے اسی روایت سے تائید کرتے ہیں اور طحاوی سے اس میں عثمان پر تعریض کرنا لکھا ہے۔ اور نہایہ ابن اثیر جلد ۳ صفحہ ۲۰ میں ہے قارف ای جامع ومنہ الحدیث فی دفن ام کلثوم من کان منکم لم یقارف اہلہ اللیلۃ فلیدخل قبرہا بلفظ انفعلہ سے معلوم ہوتا ہے کہ خلیفہ صاحب اپنی بی بی سے ... اور وہ ظاہر ہے کہ بعد موت ... بخاری کی ...

رقمطراز ہیں۔ وقیل معناہ لم یجامع تلک اللیلۃ وبہ جزم ابن حزم وقال معاذ اللہ ان یتبجح ابو طلحۃ عند رسول اللہ بانہ لم یذنب تلک اللیلۃ انتہی۔ ویقویہ ان فی روایۃ ثابت المذکورۃ بلفظ لا یدخل القبر احد قارف اہلہ البارحۃ فتنحی عثمان وحکی عن الطحاوی انہ قال لم یقارف تصحیف والصواب لم یقاول ای لم ینازع غیرہ الکلام (الی ان قال) وتعقب بانہ تغلیط الثقۃ بغیر مستند وکانہ استبعد ان یقع لعثمان ذالک لحرصہ علی مراعات الخاطر الشریف۔ ویجاب عنہ باحتمال ان یکون مرض المرأۃ طال واحتاج عثمان الی الوقاع ولم یظن عثمان انہا تموت تلک اللیلۃ ولیس فی الخبر ما یقتضی انہ واقع بعد موتہا بل ولا حین احتضارہا والعلم عند اللہ (ثم قال) وحکی ان عثمان کان قد جامع بعض جواریہ فی تلک اللیلۃ فتلطف النبی فی منعہ من النزول فی قبر زوجتہ بغیر تصریح۔ انتہی۔ (ترجمہ) حضرت انس روایت کرتے ہیں ایک دختر رسولخدا صلعم یعنی حضرت ام کلثوم زوجہ امیر عثمان کی وفات کے وقت میں بھی حاضر تھا۔ میں نے دیکھا کہ رسول اللہ قبر دختر خود کے پاس بیٹھ کر رو رہے تھے۔ آپ نے فرمایا۔ کوئی تم میں سے ہے جو آج رات اپنی حرم بستر نہیں ہوا؟ ابو طلحہ نے کہا میں ہوں۔ فرمایا قبر میں اتر جا (خدمت دفن بجالا) پس وہ اترا۔ فتح الباری میں بذیل اس حدیث کے لکھا ہے۔ بیان کیا گیا ہے کہ اس کا معنے یہ ہے جس نے آج رات مجامعت نہیں کی (وہ آئے) اور ابن حزم نے اس معنے پر تیقن کیا ہے اور کہا ہے اس کا یہ معنی ہرگز نہیں کہ ابو طلحہ نے یہ دعویٰ کیا ہو کہ میں نے آج رات کوئی بھی گناہ نہیں کیا۔ انتہے۔ (پھر لکھا) اور اسی معنے کی دوسری روایت سے تقویت ثابت ہوتی ہے جو ثابت سے بدیں الفاظ مذکور ہوئی ہے کہ اس قبر میں وہ آدمی داخل ہو جس نے آج رات اپنی اہلیہ سے مباشرت کی ہے۔ پس امیر عثمان دور ہو کر کھڑے۔ اور طحاوی سے منقول ہے اس نے کہا لم یقارف تصحیف معلوم ہوتی ہے۔ اصل میں لم یقاول ہے بایں معنی کہ عشا کے بعد جس نے جھگڑے کا کلام نہ کیا ہو (پھر ابن حجر لکھتا ہے) طحاوی کے اس قول پر اس طرح اعتراض کیا گیا ہے بانہ تغلیط للثقۃ بلا مستند کہ اس قول کے مطابق ایک ثقہ معتبر پر بلا سند غلط بیانی و بہتان کا الزام لگانا لازم آتا ہے اور شاید طحاوی نے اس لفظ کو اسلئے بعید خیال کیا ہے کہ امیر عثمان سے باوجود اس کے حریص ہونے کے رعایت داری خاطر شریف آنحضرت کے ایسا امر بعید معلوم ہوتا ہے۔ مگر طحاوی کو یہ جواب دیا جا سکتا ہے کہ یہ کوئی بعید نہیں کیونکہ جب مرض بیوی صاحبہ کی طوالت پکڑ گئی اور حضرت عثمان کو حاجت مباشرت پیش آئی (وہ صبر نہ کر سکے) تو یہ فعل وقوع میں آیا۔ مگر غالباً اُن کو یہ گمان نہ ہوگا کہ صاحبہ موصوفہ کا آج رات ہی انتقال ہو جائیگا اور اس حدیث کا مقتضےٰ یہ نہیں معلوم ہوتا کہ بعد موت یہ واقعہ پیش آیا۔ بلکہ اس سے یہ بھی نہیں نکلتا کہ اُس وقت آخری دم تھا اور بعض نے کہا ہے کہ امیر عثمان صاحب نے اُس رات ایک کنیز سے جماع ہمبستری کی تھی اور رسول اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کنایہ اور نرمی سے اپنی زوجہ کی قبر میں جانے سے ان کو روکا۔ انتہے۔ اس روایت سے اتنا ضرور ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عثمان سے کوئی ایسا فعل وقوع میں آیا جو شایان شان ایک مہذب اور مقرب بارگاہ رسول کے نہ تھا بلکہ خلاف تہذیب اور بے محل تھا۔ جیسا کہ علامہ طحاوی نے امیر عثمان کا بچاؤ اس طرح کرنا چاہا ہے کہ حضرت انس جیسے صحابی یا بخاری کے ثقہ رواۃ پر تصحیف اور غلط بیانی کا الزام لگانے سے دریغ نہ کیا۔ اور علامہ ابن حجر فرماتے ہیں کہ طحاوی کو یہ فعل امیر عثمان کے شان سے بعید معلوم ہوا اس لئے اس نے یہ تاویل کی ہے۔ مگر اس[سلہ] سے ایک ثقہ کو جھوٹا نہیں کہا جا سکتا (ورنہ امن روایت کل روایات سے اٹھ جاتا ہے) اور درحقیقت مرض اہلیہ امیر عثمان کو طوالت ہوئی ہوگی اور امیر صاحب کو ضرورت پیش آئی اسلئے یہ فعل وقوع میں آیا (پھر علامہ موصوف کو تعصب مذہب سے کوئی بات سوجھی ہے جس کا جواب بناتے ہوئے لکھتے ہیں) اس روایت کا مقتضےٰ یہ نہیں معلوم ہوتا کہ بعد وفات صاحبہ مستورہ کے امیر صاحب سے یہ وقوع ہوا۔ بلکہ یہ بھی نہیں کہ عین وفات کے وقت ہوا۔ البتہ رات وہی تھی مگر ممکن ہے کہ امیر صاحب یہ نہ سمجھے تھے کہ ابھی اسی رات صاحبہ موصوفہ فوت ہو جائیں گی۔ اور بعض نے (اس سے متنفر ہو کر) کہا کہ انکو شاید کسی اور کنیز سے اتفاق ہوا ہوگا۔ غور کا مقام ہے کہ یہ ثابت نہیں ہوتا کہ رسولخدا نے اس مقام کے بغیر کسی اور میت اپنے یا بیگانے کے دفن پر یہ تذکرہ فرمایا ہو اور نہ عام دفن میتوں کے متعلق مسائل شرعیہ سے قرار دیا۔ لہذا معلوم ہوتا ہے کہ اس میں کوئی خفیہ راز ہے اور ایسے معاملہ کی توضیح باعث تفضیح تھی۔ اس واسطے حلم و حیا میں بے نظیر نبی بشیر و نذیر صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بکمال فصاحت

[سلہ] میزان الاعتدال جلد ۲ صفحہ ۱۶۵ ترجمہ وہب صفحہ ۹۸۹ میں بذیل روایت عمر باللہ انا من المنافقین بھی اسی طرح لکھا ہے کہ قسوی نے اس روایت کو بعید از شان حضرت عمر کے خیال کر کے انکار کیا ہے مگر ذہبی کہتا ہے اس طرح بہت سنن کا ایسے وساوس سے انکار کرنا پڑتا ہے جو بنیاد مذہب کو اکھیڑ دیتا ہے (تو اس واقعہ کا حضرت عثمان کی شان سے بعید سمجھ کر انکار نہیں ہو سکتا) ۱۲ مترجم۔

وبلاغت ایک لطیف اشارہ سے اس فعل کے مرتکب کی تجلیل کر دی۔ چنانچہ آنحضرت ؐ نے بظاہر امیر عثمان کو مخاطب نہ فرمایا مگر وہ صاحب بھانپ گئے اور شرم کے مارے فقط خاموشی پر اکتفا نہ کر کے کھسکنے لگے اور قبر سے دور ہو کھڑے۔ بہرحال امیر عثمان صاحب کی خاندان نبوت سے ہمدردی وغم گساری کا اہل بصیرت اس سے اندازہ لگا سکتے ہیں تو ان حالات میں اس نکاح سے جو فائدہ عتبہ وعتیبہ نے اُٹھایا امیر عثمان کو وہی حاصل ہے۔ پسران ابی لہب کے واقعہ نکاح وطلاق کو محدثین ومورخین سب نے بیان کیا ہے ہونے کے لئے دیکھو اصابہ فی تمییز الصحابہ مؤلفہ ابن حجر عسقلانی جلد ۴ صفحہ ۴۸۹ واستیعاب برحاشیہ اصابہ صفحہ ۲۹۹ ومدارج النبوۃ مطبوعہ نول کشور جلد دوم صفحہ ۵۸۵/۵۸۶ وروضۃ الاحباب جلد اول صفحہ ۴۳/۱۳۴ ومواہب لدنیہ وشرح فقہ اکبر صفحہ ۱۳۳/۱۳۴ نیز زوجہ مومنہ سے ہرحال میں زوج کو شرف حاصل ہوتا تو فرعون کو بھی شرف حاصل ہونا چاہئے تھا۔ دیکھو آخر سورہ تحریم پارہ ۲۸-۴۔ پس ثابت ہوا کہ درحقیقت شرف وفضائل کمال کی مدار اوّلاً ایمان کامل واعمال صالحہ پر ہے اور ثانیاً قرابت پیغمبر پر اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ربك یخلق مایشاء ویختار پارہ ۲۰ رکوع ۱-۱۶ اپنی مخلوقات سے اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے منتخب کر لیتا ہے۔ مطلق رشتہ اگر مفید ہوتا تو ابولہب چچا رسول اللہ ؐ اور حیی بن اخطب یہودی سسر نبی ؐ کو جس کی دختر حضرت صفیہ زوجہ نبی ؐ کی تھی یا عتبہ وعتیبہ پسران ابی لہب کو جو داماد نبی ؐ کے تھے بھی فائدہ پہونچتا۔ یا پسر نوح ؑ کو نیز مدد ملتی۔ جب مسلم ہے کہ ان کو فائدہ نہیں پہونچا تو امیر عثمان صاحب اپنے حالات شیخین سے زیادہ یا برابر خطرناک رکھتے ہوئے کب فائدہ لے سکتے ہیں؟ فی الحقیقت ہر پیغمبر کا منہاج نبوت الگ ہوتا ہے ہمارے نبی ؐ نے مختلف قبیلوں سے ناطے لئے اور ان سے بعض کو دیئے محض اس غرض سے کہ جو بظاہر دشمن ہیں اس رابطہ پیدا ہونے سے نرم ہو جائیں اور حق کو سن کر قبول کریں یا اشاعت اسلام میں ظاہر مخالفت کر کے رکاوٹ پیدا نہ کریں۔ گویا ابتدائے اسلام میں ہر امر میں اشاعت اسلام کو اہم ترین تصور کیا گیا۔ اور خاص تدابیر عمل میں لائی گئیں۔ اور جب اسلام تقویت پکڑ گیا تو باوجود درخواست کے شیخین کو بھی رشتہ دینا منظور نہ رکھا گیا۔ اس کی تائید وتصدیق اس روایت حضرت علی ؑ سے ہوتی ہے جو نہایہ ابن اثیر جلد اول لغت ابر میں ہے۔ حضرت علی ؑ نے اس شخص کے جواب میں جس نے ان کو کہا کہ آپ بنت رسول ؐ سے تزویج کی خواہش کیوں نہیں ظاہر کرتے۔ فرمایا لست بمأبور فی دینی فیوری بھا رسول اللہ ؐ عنی انی لاول من یسلم یعنی لست غیر صحیح الدین ولا المتہم فی الاسلام فیستألفنی علیہ بتزویجھا ایای۔ انتہی۔ یعنے فرمایا میں ایسا نہیں کہ میرا دین صحیح نہ ہو یا میرے اسلام میں کوئی شبہ یا تہمت ہو اور نبی ؐ کو اس بات کی ضرورت پڑے کہ اپنی لڑکی کی میرے ساتھ شادی کر کے تالیف قلب کریں۔ میری دل بہلائی کریں کہ رفتہ رفتہ یہ صادق الیقین ہو جائے۔ غرض یہ کہ فرمایا خود بخود شادی اتفاق سے ہو جائے تو ہو جائے مگر میں کوشش کروں یا نبی ؐ کو میرے اصلاح اعتقاد کے لئے ضرورت ہو یہ بات ہرگز نہیں اس سے ثابت ہوتا ہے کہ بعض ناطہ دینے لینے حضرت صلعم سے جو وقوع میں آئے ایسی تالیف قلوب کی بنا پر تھے جس کی ضرورت حضرت علی ؑ کے لئے نہ تھی مگر بعض کے لئے ضرور ہوگی جنکی طرف علی ؑ نے اشارہ فرمایا کہ میں ویسا نہیں۔ اور اسی نہایہ لغت حدث میں حدیث مرفوع نبی ؐ سے مروی ہے فرمایا انی اعطی رجالا حدیثی عہدھم اتألفھم یعنے ایسے آدمیوں کو جو نئے اسلام میں داخل ہوئے ہیں میں دیتا ہوں تاکہ ان کو رغبت دوں اور مسلمانوں سے ان کی الفت ومحبت پیدا ہو۔ دیتا ہوں میں مال یا ناطہ کا کوئی ذکر نہیں دونوں کو شامل ہے۔ بے جانہ حضرت ؐ مال دیتے تھے اور نہ ناطہ البتہ ترغیب تصدیق اسلام کے لئے ہر ممکن کوشش فرماتے تھے۔ باتفاق محدثین ومورخین حضرت زینب بنت نبی ؐ کا عقد ابو العاص کے ساتھ ہوا۔ مدارج النبوۃ وغیرہ کو دیکھو کہ ابو العاص کو اور کافروں کے ساتھ قید کر کے لایا گیا اور حضرت زینب بدستور نکاح ابی العاص میں رہیں۔ بحوالہ کشف الظلامات جلد ۲ صفحہ ۸۴ تاریخ خمیس جلد ۲ صفحہ ۳۰۹ میں ہے کان الاسلام فرق بین زینب وابی العاص الا ان رسول اللہ لا یقدر ان یفرق بینھما وکان مغلوبا بمکۃ۔ تیرہ برس بعد نبوت نہیں ہو سکا میں سمجھتے ہیں اس تعلق ناجائز کو دیکھتے رہے کہ ایک مرد کافر یعنے ابو العاص سے آپکی دختر بیاہی ہوئی ہے مگر بوجہ مغلوبیت جدا نہ کر سکے تو معلوم ہوا انہیں جدید ناطہ دینے میں حکمت پوشیدہ تھی کہیں نکاح باقی رکھنے اور جدا نہ کرنے میں راز مخفی تھا اگرچہ سبب بظاہر نہ بھی ہو۔ اور ایسی ناطہ داری و دامادی کوئی فضیلت ثابت نہیں کرتی۔ اس بات کو نکاح ام کلثوم بنت علی ؑ میں بھی یاد رکھنا چاہئے (بفرض تسلیم اس کے) تفسیر درمنثور جلد ۳ صفحہ ۲۰۴ میں باسناد حاکم مع تصحیح وباسناد بیہقی حضرت عائشہ سے مروی ہے کہ اہل مکہ نے ہر ایک قیدی کا فدیہ بھیجا تو حضرت زینب بنت رسول اللہ ؐ نے اپنے گلے کا ہار اپنے خاوند ابی العاص کے فدیہ میں بھیجا جو قیدیوں میں آیا تھا۔ ہار کو دیکھ کر رسول خدا ؐ کو رقت طاری ہوئی اور فرمایا مسلمانو! اگر ابو العاص

ؐ و سیرۃ حلبیہ طبع مصر جلد ۲ صفحہ ۲۰۵

میری دختر کے لحاظ سے چھوڑ دیا جائے اور یہ فدیہ اس سے نہ لیا جائے تو بہتر ہے۔ سب نے منظور کر لیا اور رد کیا گیا۔

(ایک سوال کا جواب) بعض اہل سنن کہتے ہیں آیت الخبیثات للخبیثین سے پاک عورتیں پاک مردوں کے لئے ہیں اس طرح حضرت عثمان کے نکاح میں دو لڑکیاں نبی م کا ہونا ضرور فضیلت عثمان پر دال ہے۔ جواب میں عرض ہے کہ لفظ طیبہ طیبات قرآن کریم کی اصطلاح میں ماکولات اور کلمات پر اطلاق ہوا ہے کہیں عورتوں کے لئے نہیں آیا[۵۱]۔ لہٰذا عورتیں مراد نہیں۔ چنانچہ چند ضعیف اقوال[۵۲] کے سوا جملہ مفسرین قرآن نے بالاتفاق اسی طرح اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے دیکھ کر اطمینان کر لیں۔ ہم نمونہ کے لئے ترجمان القرآن سید صدیق حسن جلد ۹ صفحہ ۹۶۵ سے نقل کرتے ہیں۔ ابن کثیر نے کہا ہے کہ خبیثات سے ہر دو مقام میں اقوال خبیثہ مراد ہیں اور خبیثین سے دونوں جگہ میں رجال خبیثین مراد ہیں۔ اور طیبات سے دونوں جگہ اقوال طیبہ مراد ہیں اور طیبین سے دونوں جگہ میں رجال طیبین مراد ہیں۔ قالہ ابن عباس اور اتری یہ آیت عائشہ اور اہل افک کے حق میں اور ایسا ہی مروی ہے مجاہد اور عطاء اور سعید بن جبیر اور شعبی اور حسن بن ابی الحسن بصری اور حبیب بن ابی ثابت اور ضحاک سے اور اسی کو ابن جریر نے پسند کیا اور کہا کہ بری بات برے لوگوں کے ساتھ اولیٰ ہے اور ستھری بات ستھرے لوگوں کے ساتھ انتہیٰ (عائشہ کے قصہ افک میں اتری) پھر صفحہ ۹۷۰ میں فتح البیان سے نقل کیا کہ اسی طرح قول مجاہد سعید بن جبیر و عطا اور اکثر مفسرین کا اور قتادہ کا نقل کیا اور ایک جماعت تابعین سے بھی اسی طرح نقل کیا۔ نحاس نے کہا یہ قول (کہ کلمات طیبہ و خبیثہ مراد ہیں) احسن الاقوال ہے زجاج بھی یہی کہتا ہے انتہی مختصراً۔ اور تفسیر معالم التنزیل جلد ۳ صفحہ ۶۲ سورہ نور آیت الخبیثات للخبیثین میں ہے قال اکثر المفسرین الخبیثات من القول والکلام للخبیثین من الناس الخ ہر دو مقام پر اکثر مفسرین کے قول میں کلام پلید یا پاک آدمیوں کا مراد ہے۔ اور قرآن کریم بھی عورتیں مراد لینے کی تردید کرتا ہے کیونکہ سورہ تحریم میں حضرت نوح م اور حضرت لوط کی بی بیوں کو دوزخی بیان فرمایا اور فرعون کی بی بی کو بہشتی فرمایا۔ پلید عورت بہشتی نہیں ہوتی اور پاک دوزخی نہیں ہوتی۔ اور مثل معالم کے تفسیر حسینی و کمالین حاشیہ جلالین وغیرہ میں ہے اور تفسیر بیان القرآن جلد ۳ صفحہ ۱۲۴ میں سرگروہ مرزائی جماعت نے بھی اسی طرح لکھا ہے۔ تفسیر آیت الخبیثات والطیبات۔ تو الترجمان القرآن اسی طرح تفسیر ابن کثیر مطبوعہ مصر برحاشیہ معالم جلد ۷ صفحہ ۸۸ اور معالم جلد ۶ صفحہ ۸۷/۸۸ میں بھی اسی طرح مرقوم ہے (از کتب خانہ نصیفی جدہ حجاز) اور درمنثور جلد ۵ صفحہ ۳۱/۳۲ میں باسانید کثیرہ ابن عباس و مجاہد و قتادہ و حسن و سعید بن جبیر و ضحاک و ابراہیم و عطاء سے یہی تفسیر کلمات طیبہ و خبیثہ مراد ہونے کی مروی ہے۔ اور تفسیر روح البیان جلد ۶ صفحہ ۱۳۵ تفسیر آیت الخبیثات للخبیثین میں لکھا ہے۔ یقول الفقیر الظاھر من سوق الآیات ولا سیما من قولہ (یقولون) ان المعنی ان الخبیثات من القول یعنے سخنان ناشائستہ و ناپاک للخبیثین من الرجال والنساء ای مختصۃ ولائقۃ بھم۔ والطیبات من الکلم للطیبین من الفریقین (اطال فی ذالک ثم قال) او المراد الاعمال الردیۃ والطیبۃ او الاخلاق الذمیمۃ والکریمۃ انتھیٰ بقدر الحاجۃ۔ یعنے مراد کلمات خبیثہ اور طیبہ یا اخلاق طیبہ و ذمیمہ یا اعمال ردیہ و طیبہ مراد ہیں اور اسی تفسیر کو باعتبار سیاق آیات[۵۳] کے ترجیح ہے۔

اور مثل بیان تفاسیر بالا کے باسانید کثیرہ ابن عباس سے اور قتادہ وغیرہ جماعت تابعین سے کلام خبیث و طیب مراد ہونا تفسیر فتح القدیر مؤلفہ علامہ شوکانی مطبوعہ مصر جلد ۴ صفحہ ۱۶ میں بھی مروی ہے (از کتب خانہ نصیفی جدہ) ۱۲۔ مترجم۔

---

[۵۱] میں دعوے سے کہتا ہوں کہ ہرگز نہیں آیا بخوف طوالت کل آیات تحریر نہیں ہوئیں ۱۲ الاثیم عفا عنہ۔

[۵۲] مفردات راغب اصفہانی مطبوعہ مصر برحاشیہ نہایہ جلد ۳ صفحہ ۲۳ میں اس آیت کی تفسیر یوں لکھی ہے کہ کلمات بلکہ کل اعمال طیبہ پاک لوگوں سے ہوتے ہیں اور قرآن شاہد اس کا لکھا کلمۃ طیبۃ کشجرۃ طیبۃ وکلمۃ خبیثۃ کشجرۃ خبیثۃ و لا تتبدلوا الخبیث بالطیب والیہ یصعد الکلم الطیب۔ نیز دیکھو مفردات جلد ۱ صفحہ ۳۰۹ ۱۲۔ منہ

[۵۳] یعنی سیاق آیات میں یرمون المحصنات الخ و ان الذین جاؤا بالافک الخ و اولٰئک مبرؤن مما یقولون الخ سے اسی تفسیر کلمات کی مناسبت ہے ۱۲ مترجم

تذنیب فی بیان فدک

قد اثبتنا ان العمل شریک الایمان کما مر من کنز العمال الایمان والعمل اخوان شریکان فی قرن لا یقبل الله احدهما الا بصاحبه فبنقصان العمل نقصان الایمان وقد ثبت ان مودۃ اقرباء النبی صلعم واجب وباغضابهم اغضاب النبی صلعم وباغضاب النبی صلعم اغضاب الله تعالیٰ وهو مستلزم لحبط الاعمال والایمان ولیس بمستتر ان الخلفاء الثلاثۃ اغضبوا عترۃ النبی صلعم فی فدک فمن اجل ذلک اوردنا ذکرها عقیب ذکر ایمانهم فالآن نبینها بعونه سبحانه۔ اعلم ان اغضاب ابی بکر فاطمۃ الزهراء صلوات الله علیها من غصب فدک وهجرانها ایاہ حتی ماتت ولم تؤذن له بجنازتها ودفن علی علیه السلام لها لیلا کما فی الفتح والتحفۃ للدهلوی وازالۃ الخفاء ومن عدۃ طرق انها دفنت لیلا وکان ذلک بوصیۃ منها من المشاهیر التی لا حاجۃ الی اثباتها

تتمہ باغ فدک کے بیان میں

تحقیق ہم سابقاً ثابت کر چکے ہیں کہ عمل ایمان کا شریک اور اس کی جز ہے۔ جیسا کہ کنز العمال جلد اول صفحہ ۲۲ سے منقول ہو چکا ہے کہ ایمان اور عمل ایک ہی قبیل سے دونوں شریک بھائی ہیں۔ ایک کو ان میں سے دوسرے کے بغیر اللہ تعالیٰ قبول نہیں کرتا۔ پس نقصان عمل سے نقصان ایمان ہوتا ہے۔ اور نیز ثابت ہو چکا ہے کہ دوستی اقربائے نبی صلعم کی واجب ہے اور اُن کے غضبناک کرنے سے رسول خدا صلعم غضبناک ہوتے ہیں۔ اور نبی کے غضبناک کرنے سے اللہ تعالیٰ غضبناک ہوتا ہے۔ اور یہ عمل مستلزم حبط اعمال بلکہ زوال ایمان کا باعث ہے اور یہ مخفی نہیں کہ خلفائے ثلاثہ نے عترت نبی صلعم کو در بارہ فدک غضبناک کیا۔ پس اسی واسطے ہم بیان ایمان خلفاء کے بعد فدک کا حال بیان کرنا مناسب سمجھتے ہیں اور بعونہ تعالیٰ اس کو شروع کرتے ہیں۔ جاننا چاہیئے کہ تحقیق ابی بکر صاحب کا جناب زہراء کو بوجہ غصب فدک کے غضبناک کرنا اور زہراء کا ابی بکر صاحب سے وقت وفات تک قطع تعلقی کرنی اور ابی بکر صاحب کو اپنے جنازہ کے لئے اذن نہ دینا اور حضرت علی کا حضرت زہراء کو رات میں دفن کرنا ثابت اور مشہور ہے۔ چنانچہ فتح الباری جلد ۷ صفحہ ۱۰ اور تحفہ عبد العزیز دہلوی اور ازالۃ الخفاء جلد ۲ صفحہ ۳۰ میں ہے کہ بہت اسانید سے ثابت ہے کہ جناب زہراء کو رات میں دفن کیا گیا اور یہ بوجہ وصیت صاحبہ موصوفہ کے تھا یہ ایسی مشہور بات ہے جس کے ثابت کرنے کی ہمیں حاجت نہیں۔

لہ مسئلہ فدک میں روایات کے الفاظ تھوڑے فرق سے مروی ہیں ہر ایک روایت دوسری کی مفسر ہے نہ متعارض جس کی تطبیق نہ ہو سکے بخاری مطبوعہ مصر جلد ۳ صفحہ ۳۵ میں ہے ان فاطمۃ بنت النبی صلعم ارسلت الی ابی بکر تسأله میراثها من رسول الله صلعم مما افاء الله علیه بالمدینۃ وفدک وما بقی من خمس خیبر الخ اور صفحہ ۹ کی روایت میں اتیا بصیغہ تثنیہ مروی ہے۔ اور بخاری طبع مصر جلد ۴ صفحہ ۱۱ و جلد ۳ صفحہ ۳۵ و صحیح مسلم جلد ۲ صفحہ ۹۲ میں ہے۔ ان فاطمۃ والعباس علیهما السلام اتیا ابا بکر یلتمسان میراثهما من رسول الله صلعم وهما حینئذ یطلبان ارضیهما من فدک وسهمهما من خیبر (آخر حدیث میں ہے) قال فهجرته فاطمۃ فلم تکلمه حتی ماتت اور بخاری جلد ۲ صفحہ ۱۱۶ میں ہے سألت ابا بکر الصدیق ان یقسم لها میراثها ما ترک رسول الله صلی الله علیه ثم قال وکانت فاطمۃ تسأل ابا بکر نصیبها مما ترک رسول الله صلعم من خیبر وفدک وصدقته بالمدینۃ فابی ابو بکر ذلک۔ ان روایات کے علاوہ جناب زہراء کا ابی بکر کے پاس خود تشریف لیجانا اور سوال فدک کرنا متن فلک و حاشیہ میں ملاحظہ ہو کہ بذات خود ابی بکر سے مناظرہ فرمایا۔ نیز حضرت علی نے بھی مناظرہ فرمایا۔ اور روایت صواعق مندرجہ فلک میں بھی دیکھو اور تلخیص الصحاح جلد ۲ صفحہ ۳۲۷ / ۳۲۸ میں باسناد بخاری و مسلم دیکھو اور ترجمہ بھی اسی سے پڑھ لو۔

غرضیکہ حضرت زہراء نے حضرت علی کے ہمراہ ابو بکر صاحب سے فدک کا سوال کیا اور حضرت علی کو اکیلا بھی بھیجا اور ممکن ہے کہ ہمراہی حضرت عباس کے بھی سوال کیا ہو جیسا کہ فلک کی روایت میں مذکور ہے۔ نہیں تو چونکہ دونوں نے اپنے اپنے لئے سوال میراث کیا تھا راوی نے دونوں کے واقعہ کو اکٹھا بیان کیا اور تثنیہ کا صیغہ استعمال کیا۔ یہی صحیح معلوم ہوتا ہے کہ دونوں نے میراث طلب کیا نہ یہ کہ اکٹھے گئے۔ ممکن ہے کہ اتفاقاً ابو بکر کے پاس اکٹھے ہو گئے ہوں اگرچہ علیحدہ علیحدہ گئے۔ ایضاً حوالہ بخاری فغضبت فاطمۃ بخاری کا مطبوعہ مصر جلد ۲ صفحہ ۱۱۵ / ۱۱۶ باب فرض الخمس میں ہے۔ اور جلد ۳ صفحہ ۳۵۔ بخاری باب غزوۂ خیبر۔ و صحیح مسلم جلد ۲ صفحہ ۹۱ اور ازالۃ الخفاء جلد ۲ صفحہ ۳ میں وجدت کا لفظ ہے۔ مطلب ایک ہی ہے۔ اور جو تاویل کرتے ہیں کہ حضرت زہراء کو غصہ اپنے وجود پر آیا کہ کیوں سوال کیا چند وجوہ سے باطل ہے ایک سیاق حدیث مکمل حدیث کا ترجمہ پڑھو۔ دوسری مہاجرت و قطع تعلقی۔ تیسری مسلم اور بخاری کی

روایت میں فوجدت فاطمۃ علی ابی بکر صاف ہے کہ ابوبکر پر ناراض ہوئیں۔ چوتھی وصیت زہراؑ کی کہ میرے جنازہ پر شیخین کو نہ آنے دینا۔ اور اسی طرح ازالۃ الخفاء جلد ۲ صفحہ میں ہے اس میں وجدت فاطمۃ کا معنے غضبت حاشیہ میں مرقوم ہے (کذا فی شرح البخاری للعینی جلد ۸ ص ۳۲۳) نیز اسی کے جلد ا ص ۲۴۹ قصہ ماریہ قبطیہ میں فوجدت حفصۃ مروی ہے اس جگہ بھی حاشیہ میں معنی غضبت لکھا ہے۔ اور ازالہ جلد ا ص ۱۷۵ میں وجدنا علیہ کا معنے حاشیہ میں غضبنا لکھا ہے تو معنے غضبت اور وجدت کا ایک ہی ہے۔ اور بخاری مترجم وحیدی پ ۱۲ ص ۲۱ میں یہ ترجمہ لکھا ہے حضرت فاطمہؑ ابوبکرؓ پر غصہ آیا۔ الخ ابوداؤد مترجم وحیدی مطبوعہ مطبع صدیقی لاہور پ ۱۹ باب فی صفایا رسول اللہ ص ۴۹ بیان حدیث فدک میں مترجم صاحب لکھتے ہیں۔ (فائدہ) بخاری کی روایت میں ہے کہ حضرت فاطمہؑ یہ سن کر ناراض ہوئیں، اور انہوں نے چھوڑ دیا۔ ابوبکر کو پھر اُن سے نہ بولیں دم وفات تک۔ انتہی اور فیض الباری ترجمہ بخاری از مولوی محمد ابوالحسن سیالکوٹی پ ۱۷ مطبوعہ محمدی لاہور ص ۳۷ باب غزوہ خیبر، فوجدت فاطمۃ علی ابی بکر فی ذالک الحدیث۔ ترجمہ یہ ہے "تو فاطمہؑ اس میں صدیق پر ناراض ہوئیں۔ سو اُن کی ملاقات ترک کی۔ سو نہ کلام کیا ان سے یہاں تک کہ فوت ہوئیں، سو جب فوت ہوئیں، تو اُن کے خاوند علیؑ مرتضیٰ نے ان کو رات کے وقت دفنایا۔ اور صدیق کو ان کے مرنے کا حال نہ بتلایا" انتہی بعینہ۔ اور پ ۱۲ باب فرض الخمس فیض الباری ص ۹۵ میں ہے۔ تو فاطمہ بنت رسول اللہ صدیق پر ناراض ہوئیں اور اس کے بعد صدیق سے کلام کرنا چھوڑ دیا۔ سو اسنے کبھی کلام نہ کیا یہاں تک کہ مرگئیں ۱۲۔ انتہی۔ اور انوار اللغۃ پ ۷ ص ۴۵ و پ ۲ ص ۲۶ میں مولوی وحید الزمان حدیث فوجدت فاطمۃ کا ترجمہ اس طرح لکھتے ہیں۔ حضرت فاطمہؑ کو حضرت ابوبکر کے جواب سے غصہ آیا۔ اور اُن کی ملاقات چھوڑ دی۔ مرنے تک اُن سے بات نہ کی (حضرت فاطمہؑ نصوص اور آیات قرآنی سے استدلال کرتی تھیں ان کے خیال میں یہ آیا ابوبکر حکم قرآن کے خلاف کرتے ہیں) الخ انتہی بعینہ۔ اور خصائص نسائی مطبوعہ مطبع محمدی لاہور ص ۲۷ و طبع مصر ص ۳۵ میں با اسناد نبی صلعم سے یہ الفاظ مروی ہیں ہی (فاطمۃ) بضعۃ منی یریبنی ما اراب ھا ویؤذینی ما اذاھا و من اذی رسول اللہ فقد حبط عملہ اس حدیث کی بنا پر جو تعلیق گذشتہ فلک النجاۃ میں بھی لکھی گئی ہے شیخین کے کچھ اعمال صالحہ تھے تو بھی بعد وفات سرور کائنات غصب فدک و خلافت و ایذاء جناب فاطمہؑ سیدۃ النساء و سائر اہل بیتؑ کے سبب وہ موذی رسولؐ ہو کر مستحق حبط اعمال ہو گئے نیز ان الذین یؤذون اللہ ورسولہ الآیہ کی سزا میں آگئے معلوم ہوتے ہیں ۱۲ مترجم۔

وکفالک بہ سندا الشیخان واحمد روی البخاری فی صحیحہ فی باب الخمس فغضبت فاطمۃ بنت رسول اللہ وھجرت ابابکر فلم تزل مھاجرتہ حتی توفیت۔ وفی المسلم فوجدت فاطمۃ علی ابی بکر فی ذالک قال فھجرتہ فلم تکلمہ حتی توفیت و عاشت بعد رسول اللہ ستۃ اشھر فلما توفیت دفنھا زوجھا علی ابن ابی طالب لیلا ولم یؤذن بھا ابابکر و صلی علیھا علیؑ

اور تیرے لئے سند کے لئے بخاری و مسلم و احمد کافی ہیں۔ بخاری نے اپنے صحیح کے باب الخمس جلد ۲ صفحہ ۱۴۹ میں عائشہ سے روایت کیا ہے کہ (غصب فدک کے سبب) حضرت فاطمہ زہراؑ دختر رسول اللہؐ غضبناک ہوئیں اور صاحبہ موصوفہ نے ابی بکر صاحب سے قطع تعلق کر لیا حتیٰ کہ اسی حالت پر فوت ہوئیں۔ اور صحیح مسلم جلد ۲ ص ۹۱ میں ہے جناب فاطمہ زہراؑ فدک کے بارہ میں ابی بکر پر رنجیدہ خاطر ہو گئیں۔ راوی کہتا ہے اور زہراؑ نے ابی بکر سے قطع تعلق کر لیا اور مرتے دم تک ابوبکر سے کلام نہ کیا حالانکہ بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چھ ماہ تک زندہ رہیں۔ پس جب حضرت موصوفہ فوت ہوئیں تو اُن کو اُن کے خاوند جناب علی ابن ابیطالب نے رات کے وقت دفن کیا اور اُس جنازہ کی اطلاع حضرت علیؑ نے ابوبکر کو نہ دی بلکہ بی بی صاحبہ پر خود نماز جنازہ پڑھی۔

اس مضمون کے آخر میں بخاری کی حدیث لکھی جائے گی جس میں آنحضرتؐ نے فرمایا جس نے حضرت فاطمہؑ کو غضبناک کیا اُسنے مجھے غضبناک کیا اور جو اُسے ایذا دیتا ہے وہ مجھے ایذا دیتا ہے۔ اس کی شرح میں ابن حجر فتح الباری جلد ۵ ص ۱۲۳ میں لکھتے ہیں کہ ایک روایت میں جس کو حاکم نے روایت کیا ہے کہ فرمایا جو چیز حضرت فاطمہؑ کی طبع کو منغض کرے وہ مجھے بھی رنج دیتی ہے اور جو اُسے خوش کرے وہ مجھے بھی خوش کرتی ہے۔ اور اس سے ماخوذ ہے کہ جس کی اذیت سے نبیؐ کو اذیت پہونچے اُس کی اذیت بھی حرام ہے۔ کیونکہ نبیؐ کو رنج پہونچانا بالاتفاق حرام ہے۔ تھوڑا ہو یا زیادہ۔ اور آنحضرتؐ نے قطعی طور پر بطور لازم ملزوم بیان فرمایا ہے کہ جو کچھ حضرت فاطمہؑ کو ایذا دے وہ مجھے ایذا دیتا ہے۔ پس جو بھی امر ایسا واقع ہو کہ فاطمہؑ کو ایذا دے وہ بشہادت اس حدیث صحیح کے نبیؐ کو ایذا دیتا ہے۔ انتہے من الفتح۔ اور مسلم جلد ۲ ص ۹۱ و بخاری مع الفتح مطبوعہ دہلی جلد ۴ ص ۱۷ میں جناب زہراؑ کا سوال میراث اور

حضرت ابوبکر کا جواب انکار بایں الفاظ لکھا ہے۔ ان فاطمۃ بنت رسول اللہ صلعم ارسلت الی ابی بکر الصدیق تسئلہ میراثہا من رسول اللہ مما افاء اللہ علیہ بالمدینۃ وفدک وما بقی من خمس خیبر فقال ابوبکر ان رسول اللہ قال لا نورث۔ الخ (الی ان قال) فابی ابوبکر ان یدفع الی فاطمۃ شیئاً فوجدت فاطمۃ علی ابی بکر او نغضبت فاطمہ لکما فی البخاری) یعنی ابوبکر صاحب نے کوئی چیز جناب فاطمہ زہراؑ کو نہ دی۔ اس سے ناظرین غور فرمائیں کہ بعض سُنّی جو اعتراض کرتے ہیں کہ دیگر وارثان کو محروم کر کے حضرت سیدہ کس طرح فدک لینا چاہتی تھیں یہ کس قدر غلط ہے۔ کیونکہ دعوٰی وراثت حضرت عباسؓ نے بھی کیا جیساکہ مسلم صلا۹ جلد ۲ میں ہے۔ اور ازواج نبی نے بھی کیا جیساکہ بخاری جلد ۴ صفحہ ۲۹ میں ہے۔ اور جناب فاطمہؑ نے بھی کیا چنانچہ اوپر مذکور ہوا ہے۔ تو کوئی چیز جو حصہ میں آتی تھی وہی ابوبکر صاحب دیدیتے۔ کسی کو کچھ نہ دینا اور خود قابض ہونا کس قانون تقسیم وراثت میں تھا۔ اور روایات میں بھی مال فے سے سوال وراثت ثابت ہوتا ہے۔ یہ نہیں کہ ہر ایک نے سارے کا سارا مال طلب کیا تھا۔ چنانچہ امیر عمر کے کلام مندرجہ مسلم و بخاری سے بھی ظاہر ہے کہ اُسنے جناب علیؑ و عباس کو کہا کہ تو اے عباس ابی بکر سے اپنا حصہ چاہتا تھا جو تجھے برادر زادہ سے ملنا چاہیئے تھا۔ اور یہ علیؑ ابوبکر سے اپنی عورت کا حصہ چاہتا تھا جو بیٹی کو اپنے باپ سے ملنا چاہیئے اور ابوبکر نے حدیث لانورث سنائی اسپر تم دونوں نے ابوبکر کو کاذب۔ آثم۔ غادر۔ خائن خیال کیا۔ جب میں والی ہوا ہوں اب میرے پاس یہی امر لائے ہو۔ میں نے وہی کہا اور تم مجھے بھی ویسا ہی خیال کرتے ہو جیسا ابوبکر کو سمجھا۔ اور بخاری میں ازواج کے سوال وراثت میں صریح لفظ سوال آٹھویں حصے کا مروی ہے۔ پس کیا کسی کو اصل حصہ وراثت ملا تھا کہ ابوبکر صاحب کا عذر دعوٰی کے عدم صحت حصہ وراثت کا تسلیم کیا جاتا۔ اور اس کے علاوہ ذوی القربٰی نبیؐ کو جو آنحضرت صلعم کے وقت حصہ خمس[1] ملتا تھا وہ بھی ابوبکر صاحب نے بند کر لیا۔ جیساکہ آئندہ مذکور ہوگا تو ظاہر ہوا کہ اصل سبب اہل بیت کو کچھ نہ دینے کا یہی تھا کہ اُن کے حق میں حضرات ثلاثہ کی نیک نیتی نہ تھی۔ اور اہل السنن جنازہ جناب سیدہ زہراؑ پر عدم حاضری شیخین کا یہ سبب بیان کرتے ہیں کہ اُن کو اطلاع نہ ہوئی تھی ورنہ حاضر جنازہ ہوتے۔ میں کہتا ہوں کہ اتفاقاً نہیں بلکہ حسب وصیت جناب سیدہؑ کے اُن کو عمداً نہ بلایا گیا تھا۔ اور صرف شیخین سے نہیں بلکہ جناب سیدہ خاندان معاندین سے اس قدر غضبناک فوت ہوئیں کہ ام المومنین حضرت عائشہ کو باوجود اُن کے عالم نساء اور زمرہ امہات المومنین سے ہونے کے بھی اپنے جنازہ کے قریب آنے کی اجازت نہ دی۔ اور حضرت عائشہ دروازہ جناب سیدہؑ پر آئیں مگر اسماء نے منع کر دیا کہ حسب وصیت جناب فاطمہؑ کے آپ اس جنازہ کے پاس اور اس گھر میں داخل نہیں ہو سکتیں چنانچہ وہ واپس چلی گئیں اور ابی بکر صاحب کے پاس شکایت کی وہ دروازہ پر آئے اُن کو بھی وہی جواب ملا اور وہ بھی واپس چلے گئے۔ دیکھو استیعاب برحاشیہ اصابہ جلد ۴ صفحہ ۳۷۵ ترجمہ جناب فاطمہؑ۔ اس سے معلوم ہوا کہ وفات اور جنازہ زہراؑ کی ابوبکر صاحب کو اطلاع ہو گئی تھی مگر دشمنی مابین اہل بیت نبی صلعم اور اُن کے سلسلہ آمد و رفت اس موقعہ سے مانع ہوئی۔ اسی طرح ذخائر العقبٰی مولفہ محب طبری مطبوعہ مصر صفحہ ۵۳ میں بھی ہے۔ اور نیز اسی طرح تاریخ خمیس دیار بکری قلمی موجودہ کتب خانہ حوادث ۲۵ھ مدینہ منورہ باب ثالث ذکر فاطمہؑ میں ہے (از کتب خانہ لفیفی جدہ حجاز)۔ ۱۲ مترجم۔

رسول خدا کے قرابتداروں کا حصہ خمس ابوبکر نے بند کر لیا۔

[1] الفاروق مطبوعہ خواجہ پریس دہلی جلد ۲ صفحہ ۳۱ میں شبلی صاحب لکھتے ہیں۔ اس آیت واعلموا انما غنمتم الآیہ سے ثابت ہوتا ہے کہ خمس میں رسول اللہ کے رشتہ داروں کا بھی حصہ ہے چنانچہ عبداللہ بن عباس جو صحابہ میں دریائے علم کہلاتے تھے نہایت زور کے ساتھ اس آیت سے خمس پر استدلال کرتے تھے۔ حضرت علیؓ نے اگرچہ مصلحتہً بنو ہاشم کو خمس میں سے حصہ نہیں دیا لیکن رائے ان کی بھی یہی تھی کہ بنو ہاشم واقعی حقدار ہیں (کتاب الخراج صفحہ ۱۱) روایت محمد بن اسحٰق یہ صرف حضرت علیؓ و عبداللہ بن عباس کی رائے نہ تھی بلکہ تمام اہل بیت کا اس مسئلہ پر اتفاق تھا ائمہ مجتہدین میں سے امام شافعی اسی مسئلہ کے قائل تھے اور اپنی کتابوں میں بڑے زور شور کے ساتھ اس پر استدلال کیا ہے حضرت عمر کی نسبت لوگوں کا بیان ہے کہ وہ قرابت داران پیغمبر کو مطلقاً خمس کا حقدار نہیں سمجھتے تھے چنانچہ انہوں نے اہل بیت کو کبھی خمس میں سے حصہ نہیں دیا۔ ائمہ مجتہدین سے امام ابو حنیفہ بھی ذوالقربٰی کے خمس کے قائل نہ تھے ان کی رائے تھی کہ جس طرح آنحضرتؐ کے بعد آنحضرتؐ کا حصہ جاتا رہا اسی طرح آنحضرتؐ کے قرابتداروں کا حصہ بھی جاتا رہا۔ انتہیٰ۔ ۱۲ مترجم۔

دفی روضۃ الاحباب[1] فی ذکر وفاۃ فاطمۃ ع و نماز بروے علی ع و بقولے عباس گذارد و روز دیگر ابوبکر صدیق و عمر فاروق و سائر اشراف صحابہ با علی ع معاتبہ کردند کہ چوں ما را خبر نہ کردی تا شرف نماز بروے دریافتیمی۔ علی ع عذر گفت من بروصیت او چنیں کردم۔ انتہیٰ ملخصًا۔ قال ابن قتیبۃ فی الامامۃ والسیاسۃ قالت فاطمۃ لابی بکر و عمر اسخطتما وما ارضیتمانی ولئن لقیت النبی ص لاشکونکما الیہ۔ الخ وقد ذکر دفی نہج البلاغۃ ومن کلام لہ علیہ السلام عند دفن سیدۃ النساء فاطمۃ علیہا السلام السلام علیک یارسول اللہ (الی ان قال) وستنبئک ابنتک بتظافر امتک علیٰ ھضمہا۔ الخ۔ وفی استدلال ابی بکر لمنع فاطمۃ ع عن فدک اشکالات الاول ان حدیث نحن معاشر الانبیاء لانورث ما ترکناہ صدقۃ خبر واحد معارض للآیات[2] القرآنیۃ ای یوصیکم اللہ و لکل جعلنا موالی وآت ذا القربیٰ حقہ

اور روضۃ الاحباب جلد ۱ صفحہ ۴۳۴ میں دربیان وفات جناب فاطمہؑ کے لکھا ہے کہ نماز جنازہ بی بی صاحبہ پر جناب علیؑ نے پڑھی۔ اور ایک قول میں عباس نے بھی پڑھی اور دوسرے دن ابوبکر صدیق اور عمر فاروق و دیگر بزرگان صحابہ نے حضرت علیؑ کو عتاب کیا اور گلہ دیا کہ کیوں نہیں آپ نے خبر نہیں دی کہ ہم شرف نماز بی بی صاحبہ کا حاصل کرتے۔ حضرت علیؑ نے عذر فرمایا کہ میں نے بنا بروصیت بی بی صاحبہ کے ایسا کیا ہے۔ انتہیٰ ملخصاً۔ اور ابن قتیبہ نے الامامۃ والسیاست مطبوعہ مصر صفحہ ۱۴ میں لکھا ہے کہ جناب فاطمہ زہراؑ نے حضرت ابی بکر و عمر سے فرمایا تم دونوں نے مجھے غضبناک کیا اور راضی نہیں کیا اور جس وقت میں نبیؐ سے ملاقات کروں گی تو اُن کے پاس تم دونوں کی شکایت کروں گی۔ الخ اور یہ روایت کیفیت تنازعت ابوبکر میں مفصل مذکور ہو چکی ہے۔ اور نہج البلاغت صفحہ ۱۶۵ میں ہے اور جناب علیؑ کے کلام جو دفن سیدۃ النساء فاطمہؑ کے وقت فرمائی یہ ہے۔ یارسول اللہ آپ پر سلام ہو (حتیٰ کہ فرمایا) عنقریب آپکو آپ کی بیٹی جناب فاطمہؑ اس امر کی خبر دیگی کہ آپ کی امت نے آپ کی بیٹی کے کمزور کرنے اور قوت مٹانے میں کافی حصہ لیا اور اُسے ذلیل کیا اور ابوبکر کے فدک بند کرنے کے استدلال میں بہت اشکالات واعتراضات ہیں پہلا یہ کہ حدیث نحن معاشر الانبیاء لانورث الخ یعنے ہم پیغمبروں کا گروہ نہ کسی کے وارث ہوتے ہیں اور نہ کوئی ہمارا وارث ہوتا ہے جو چھوڑ جائیں وہ صدقہ ہو جاتا ہے۔ آیات قرآنیہ یوصیکم اللہ اور لکل جعلنا موالی اور آت ذی القربیٰ حقہ کے معارض ہے (اور حدیث مخالف قرآن بالاتفاق مرجوح ساقط عن الاحتجاج ہے)

[1] اسی طرح مدارج النبوۃ اور جذب القلوب میں شیخ عبدالحق دہلوی نے لکھا ہے اور جذب القلوب میں لکھا ہے یہ غلط ہے کہ ابوبکر صاحب کو علم وفات حضرت فاطمہ زہراء کا نہ ہوا کیونکہ اسماء بنت عمیس زوجہ ابوبکر متکفل غسل و کفن زہراء کی تھیں ممکن نہیں کہ زوجہ اس کام میں مشغول ہوں اور زوج کو مطلق علم نہ ہو۔ وفاء الوفاء مؤلف سید نور الدین سمہودی مطبوعہ مصر جلد ۲ صفحہ ۹۲ میں بھی ثابت کیا ہے کہ ابوبکر کو وفات کا علم تھا۔ پھر جواب دیا ان ابابکر علم بذلک والحب ان لا یرد غرض علی فی کتمانہ منہ یعنی ابوبکر صاحب کو علم ہو گیا مگر پسند کیا کہ حضرت علیؑ کی جو غرض ابوبکر سے چھپانے کی تھی وہ پوری ہو۔ پھر ابن خیثمہ سے علم وفات زہرا کا روایت کیا پھر حضرت عائشہ کا دروازہ زہراء پر آنا اور اجازت نہ ملنے اور ابوبکر صاحب کے پاس شکایت کرنے پر ابی بکر کے خود دروازہ پر آنے اور اجازت نہ ملنے کا ذکر کیا ہے۔ بحوالہ اصلاح نمبر ۱ جلد ۴۳ صفحہ ۱۳۔ [2] اللہ تعالیٰ فرماتا ہے الذین امنوا ولم یلبسوا ایمانہم بظلم اولئک لہم الامن وہم مہتدون یعنی جو ایمان لا کر اپنے ایمان میں ظلم نہیں ملاتے اُن کے لئے امن ہے اور وہی ہدایت یافتہ ہیں۔ اب شیخین کے ایمان کو موازنہ میں رکھیں ۱۲ مترجم [3] حدیث لانورث مخالف آیات قرآنیہ کے ہے۔ آیات میراث پر شیخین کے زمانہ سے عمل متروک ہونے کی طرح اور آیات پر بھی لوگوں نے عمل چھوڑ دیا ہے مثلاً بحوالہ کشف الظلمات جلد ۳ صفحہ ۲۹۶۔ ۲۹۶۔ جواب آیات بینات (یہ کتاب آیات بینات حصہ مسئلہ فدک کے جواب میں لاجواب لکھی گئی ہے مزید تفصیل اس میں ملاحظہ ہو) تفسیر طبری جلد ۲ صفحہ ۱۶۴ و معالم التنزیل صفحہ ۲۱۰ میں ہے کہ یہ تین آیات محکمات مدنیات ہیں جن پر لوگوں نے عمل چھوڑ دیا ہے۔ اذا حضر القسمۃ اولو القربیٰ۔ یا ایہا الذین امنوا لیستاذنکم الذین ملکت ایمانکم۔ یا ایہا الناس انا خلقناکم من ذکر وانثیٰ۔ عن ابراہیم ھی ثابتۃ ولکن الناس وتہاونوا بہا۔ بحوالہ کشف الظلمات جلد ۳ صفحہ ۲۹۶۔ نیز فلک النجاۃ میں حدیث ابوذر ملاحظہ ہو جس میں حکام کا مال فئے کو اپنے لئے روک لینے کی پیشگوئی مروی ہے۔ تفسیر کبیر کی عبارت مندرجہ کے ساتھ کبیر میں یہ بھی لکھا ہے فنقول ان الحجۃ فاطمۃ ع بعموم قولہ تعالیٰ للذکر مثل حظ الانثیین وکانہا

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) مؤلفہ قاضی بیضاوی قلمی ص۹۲ میں ہے عموم حکم سے استدلال ہو سکتا ہے والدلیل علیہ وجوہ الاول تمسک الصحابۃ بذلک فاطمۃ ع تمسکت بعموم قولہ تعالیٰ یوصیکم اللہ فی اولادکم۔ الخ یعنی یہ چند وجوہ سے ثابت ہے پہلی یہ کہ صحابہ نے عموم حکم سے تمسک کیا ہے چنانچہ حضرت فاطمہ زہراء نے عموم آیت یوصیکم اللہ فی اولادکم کے ساتھ تمسک کر کے استدلال پیش کیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ کسی روایت میں للذکر مثل حظ الانثیین اور کسی میں ورث سلیمان کا استدلال مذکور ہے تو قریباً سب آیات میراث کی حضرت زہراء نے اور بہ روایات دیگر حضرت علیؑ نے بھی استدلال میں پیش کی تھیں اور مطالب و معانی قرآن مطابق حدیث ثقلین وہ دونوں حضرات خوب جانتے تھے۔ اور صفحہ ۷۶ مرصاد میں لکھا ہے مثل یا ایھا الناس و یا عبادی یتناول الرسول عند الاکثرین وقیل لا یعنی خطاب عام ناس اور عبادِ اکثر محققین کے نزدیک رسول ص کو شامل ہے۔ بعض کے نزدیک شامل نہیں (لفظ قیل سے) اس قول کو ضعیف ثابت کیا ہے) اسی طرح یا ایھا الذین امنوا میں اہل المؤمنین و سید المؤمنین ضرور شامل و داخل ہیں۔ البتہ جہاں کوئی حکم قرآنی نبیؐ کو مستثنیٰ کر دے تو مستثنیٰ ہو جاتے ہیں۔ (مال فیئے کا حق دار کون ہے) اس بحث کو ہم نے اپنے رسالہ ابطال الاستدلال میں بہ تفصیل لکھا ہے دیکھو رسالہ مذکور کا ص۱۱ اور یہ رسالہ امامیہ کتب خانہ سید احمد حسین ممتحن فتح شیر روڈ روڈ بان والا چھپڑ رنگ محل لاہور سے اور سیمچر کتب خانہ اثنا عشری مغل حویلی اندرون موچی گیٹ لاہور سے بقیمت ۱۲ مل سکتا ہے اس میں ثابت کیا گیا ہے کہ یہ خالص مال رسول ص کا تھا جس کو چاہیں دیں جس کو چاہیں نہ دیں کتب سنیہ کے حوالہ جات صحیحہ بکثرت و صراحت اس میں درج ہیں چنانچہ بخاری و مسلم و ترمذی و نووی شرح مسلم و ابوداؤد و تفاسیر جلالین مع کمالین و مدارک التنزیل و تفسیر کبیر و مصفیٰ شرح مؤطا وغیرہ سے ثابت کیا ہے نمونہ کے طور پر یہاں ایک ہی عبارت پر اکتفا کرتے ہوئے نبیؐ کی ملکیت تین قسم کی بیان ہوئی ہے وکان ذلک خالصا لہ اور آخر میں لکھا فکانت ھٰذہ کلھا ملکا لرسول اللہ صلعم خاصۃ لاحق فیھا لاحد غیرہ۔ دیکھو نووی شرح مسلم جلد ۲ ص۹۲ اور خصائص کبریٰ سیوطی جلد ۲ ص۲۲ میں باسناد بخاری و مسلم و احمد حضرت عمر کا اقرار مروی ہے فکانت ھٰذہ خالصۃ لرسول اللہ ص یعنی یہ اموال خالص رسول اللہ کی ملکیت تھے اس میں کسی دوسرے کا حق نہیں نبیؐ کو کلی اختیار تھا جہاں چاہیں خرچ کریں اپنے ذاتی مصارف پر یا مہاجرین پر فقراء پر مسافروں پر جہاں مناسب سمجھیں انکو کلی اختیار تھا بخاری جلد ۳ ص۱۲۱۔ و مسلم جلد ۲ ص۸۹ کے الفاظ حضرت عمر کے ملاحظہ ہوں ۱۲ مترجم۔

الثانی ان صاحب البیت ادری بما فیہا فکیف یتصور ان ھذا الحدیث لم یعلم النبی علیاً ولا عباساً ولا فاطمۃ وعلم ابابکر وحدہ او ابنتہ وحدھا۔ وفی الصواعق وتاریخ الخلفاء واختلفوا فی میراثہ فما وجدوا عند احد من ذلک علماً فقال ابوبکر سمعت رسول اللہ یقول انا معاشر الانبیاء الحدیث۔ وقال الفخر الرازی فی تفسیرہ الکبیر المحتاج الی ھذہ المسئلۃ ما کان الا علیاً وفاطمۃ والعباس وھؤلاء کانوا من اکابر الزھاد والعلماء فی الدین واما ابوبکر فانہ ما کان محتاجاً الی معرفۃ ھذہ المسئلۃ لانہ ما کان یخطر ببالہ انہ یرث الرسول فکیف یلیق بالرسول ان یبلغ ھذہ المسئلۃ الی من لا حاجۃ بہ الیھا ولا یبلغھا الی من لہ الی معرفتہا اشد الحاجۃ۔ انتہٰی۔ وکذا فی التفسیر النیشاپوری

دوسرا یہ کہ گھر کا مالک اپنے گھر کے حالات کا دوسروں سے زیادہ واقف ہوتا ہے پس کیسے تسلیم کیا جا سکتا ہے کہ یہ حدیث نبیؐ نے جناب علیؑ و حضرت عباس و حضرت فاطمہ زہراء کو نہ جتلائی اور اکیلے ابوبکر یا انکی بیٹی بی بی عائشہ کو سکھلائی۔ اور صواعق محرقہ ص۱۹ و تاریخ الخلفاء ص۵۸ میں ہے اور صحابہ نے میراث نبی ص میں اختلاف کیا اور انہوں نے اس کا علم کسی کے پاس نہ پایا مگر ابوبکر صاحب نے کہہ دیا میں نے رسول اللہ ص سے سُنا ہے فرمایا۔ ہم گروہ انبیاء کا نہ وارث ہوتے ہیں۔ آخر تک۔ (صواعق میں بی بی عائشہ سے مروی ہے کہا ہم نے کسی کے پاس وراثت نبی ص کا علم نہ پایا مگر ابوبکر صاحب نے کہا۔ الخ اس سے معلوم ہوا کہ سوائے ابی بکر کے کوئی فرد اس حدیث کو نہ جانتا تھا حتیٰ کہ خود بی بی عائشہ نے بھی انہیں سے سُن کر بیان کیا)۔ اور فخر الدین رازی تفسیر کبیر جلد ۳ ص۲۳۰ میں لکھتے ہیں کہ اس مسئلہ کی طرف سوائے حضرت علیؑ اور فاطمہ زہراء اور عباس کے کوئی زیادہ محتاج نہ تھا اور یہ ہر سہ بڑے پرہیزگار اور علماء دین میں سے تھے۔ اور ابوبکر صاحب بالکل محتاج عرفان اس مسئلہ کے نہ تھے۔ کیونکہ کبھی ان کے دل میں خیال تک نہیں آ سکتا تھا کہ رسول ص خدا کی شان کے لائق کس طرح سمجھا جائے کہ اس مسئلہ کو اُس شخص کے پاس پہونچا دیں جس کو اس کی قطعاً حاجت نہیں اور اُس کو تعلیم نہ دیں جس کو اُس کے سمجھنے کی اشد ضرورت و حاجت ہے۔ انتہٰی۔ اسی طرح تفسیر نیشاپوری برحاشیہ تفسیر ابن جریر جلد ۴ صفحہ ۱۹۷ میں ہے

الثالث ان علیاً والعباس ان کانا سمعاہ من النبی صلعم فکیف یطلبانہ من ابی بکر وان کانا سمعاہ من ابی بکر او فی زمانہ بحیث ثبت عندھما العلم بذلک فکیف یطلبانہ بعد ذلک من عمر واجاب عمر بأیمانی کاذبا آثما غادراً خائناً

تیسرا یہ کہ جناب عباس و جناب علی نے اگر نبی سے اس حدیث کو سنا ہوا تھا (جیسا کہ بعض سنیوں کا خیال ہے) تو پھر ہر دو ابوبکر صاحب سے کیسے ناحق طلب کرتے تھے۔ اور ہر دو نے ابی بکر سے سنایا اس زمانہ میں سنا اس طرح کہ انہوں نے اس حدیث کو مان لیا تو پھر وہ ہر دو امیر عمر سے کیوں طلب کرتے جس کے جواب میں امیر عمر نے کہ اتم دونوں نے فدک کے بارہ میں مجھے جھوٹا گنہگار دغاباز اور خیانتی سمجھا۔

ــــــــــــــــــــــــــــــــ

۵ نیل الاوطار مؤلفہ علامہ شوکانی جلد ۵ صفحہ ۳۹ میں امیر عمر کے قول پر جو اس نے عثمان و عبدالرحمٰن و زبیر و سعد و علی و عباس کے لئے کہا۔ تم نے بھی رسول اللہ سے سنا ہے کہ فرمایا لا نورث ما ترکنا صدقۃ پر اشکال لکھا ہے۔ اس طرح کہ اس روایت میں ہے سب نے امیر عمر کے جواب میں کہا ہاں۔ علامہ شوکانی لکھتے ہیں۔ اگر یہ سچ ہے کہ انہوں نے نبی سے سنا تھا تو ابی بکر سے حق وراثت کیوں طلب کیا اور اگر ابی بکر سے اس حدیث کو سنا تھا اور تسلیم بھی کیا تو امیر عمر سے کیوں طلب کیا اور امیر عمر نے جو حضرت علی و عباس کے اعتقاد سے ظلم ابی بکر و عمر ظاہر کیا ہے وہ کس طرح صحیح ہو احضرت علی و عباس نے (نعوذ باللہ) غلطی سے یہ اعتقاد رکھا یا شیخین نے واقعی یہ ظلم کیا اسی طرح بعینہٖ اسکو اشکال شدید تسلیم کر کے ابن حجر نے فتح الباری جلد ۳ صفحہ ۳۳ میں انہی الفاظ سے لکھا ہے اور اتنا لکھ کر پھر ہر دو (شوکانی و ابن حجر) نے یہ جواب دیا ہے کہ اور تو کوئی چارہ اس سے نہیں ہو سکتا مگر یہ ہے کہ جواب میں کہا جائے۔ حضرت علی و عباس نے اگرچہ حدیث سنی ہوئی تھی مگر معنے غلط سمجھا کہ بعض مال کا ورثہ لینا جائز سمجھا اور بعض کا نا جائز۔ انتہیٰ۔ اور حضرت ابوبکر و عمر نے جملہ ما ترک رسول اللہ کیلئے حکم عام سمجھا کہ سب ترکہ رسول کا خلیفہ کے تصرف میں آ جاتا ہے جو بطور صدقات کے یا جیسا مناسب سمجھے استعمال کرے چنانچہ اقربائے رسول اللہ کا حصہ دینا مناسب نہ سمجھا تو شیخین نے بند کر لیا اور باوجود وصیت نبی کے جناب زہراء کا حق غصب کر کے انہیں غضبناک کیا اور امیر عثمان نے وہ فدک جو زہراء کے لئے دینا خلاف شرع محمدی صلعم سمجھا تھا مروان جیسے ملعون کو کل عطا کر دیا۔ ۱۲ مترجم ۶ سنن ابی داؤد مترجم وحیدی صفحہ ۴۵ میں حدیث ہم معنے حدیث صحیح مسلم و بخاری کے مروی ہے جس سے صریح دعویٰ وراثت فدک وغیرہ اموال فے کا حضرت علی و عباس کی جانب سے زمانہ امیر عمر میں پیش ہونا ثابت ہے جیسا کہ الفاظ امیر عمر سے واضح ہے کہا قلت انا ولی رسول اللہ وولی ابی بکر فولیتہا ما شاء اللہ ان الیہا فجئت انت وھذا وانتما جمیع وامرکما واحد فسالتمانیہا۔ الخ یعنے پھر تم دونوں نے اب اموال فے کا اسی طرح سوال کر دیا ہے جیسا کہ زمانہ ابی بکر میں کیا تھا اور بخاری کتاب الفرائض باب حدیث لا نورث مطبوعہ لندن پریس دہلی صفحہ ۹۹۶ میں حدیث امیر عمر ان الفاظ سے ہے فقلت انا ولی رسول اللہ فقبضتہا سنتین اعمل فیہا بما عمل رسول اللہ و ابوبکر ثم جئتمانی وکلمتکما واحدۃ وامرکما جمیع فسالتنی نصیبک من ابن اخیک واتانی ھذا یسالنی نصیب امراتہ من ابیہا۔ الخ اس کل روایت کا خلاصہ یہی ہے کہ عمر صاحب نے فرمایا اے علی و عباس تم دونوں کی ایک ہی بات ہے ابوبکر صاحب کے پاس یہی دعوے لائے جواب میرے پاس لائے انہوں نے جب حدیث لا نورث سنائی اور تم نے اس کو کاذب آثم غادر تصور کیا حالانکہ وہ سچے تھے پھر میری حکومت ہوئی تو اب تم دونوں میرے پاس وہی دعوے لئے ہو میں نے بھی وہی جواب دیا تو تم دونوں مجھے بھی ویسا ہی سمجھا الخ۔ اور حضرت علی نے دعوے حصہ وراثت جناب زہراء کا بحیثیت وارث بازگشت ہونے کے امیر عمر کے پاس کیا اس روایت بخاری کے صفحہ مذکور پر حاشیہ نمبر ۶ میں اس کی شرح قسطلانی سے لکھا ہے فلن قلت اذا کان علی و عباس اخذا ھا علی الشرط المذکور فکیف یطلبان بعد ذلک من عمر اجیب بانہما اعتقد ان عموم لا نورث مخصوص ببعض ما یخلفہ۔ الخ قال الکرمانی یعنے کرمانی کہتا ہے اگر تو یہ اعتراض کرے کہ لگر حضرت علی و عباس امیر عمر کی طرف سے فقط اہلکار و کار دار تھے تو ان کا آپس میں اسی کام کی تقسیم کا جھگڑا ہو گا۔ اور نہ ان کے بعد امیر عمر کے پاس وراثت کا جھگڑا کیوں پیش کیا۔ تو اس اعتراض کا جواب یہ دیا جائیگا کہ ہر دو حضرات نے یہ اعتقاد رکھا ہو گا کہ حدیث لا نورث عام نہیں بلکہ بعض ترکہ سے مخصوص ہے۔ الخ (افسوس ہے کہ حضرت علی و عباس کو حضرات سنیاں اس قدر کم علم تصور کرتے ہیں کہ ہر دو کو...

ــــــــــــــــــــــــــــــــ

۵ بخاری طبع مصر جلد ۳ صفحہ ۱۱۷ و صفحہ ۴۱ میں حدیث مندرجہ حاشیہ صفحہ ہذا ہے اور جلد ۳ صفحہ ۱۱ بخاری میں حاشیہ علامہ سندھی نے اس طرح لکھا ہے لکن اظہارہ (الغضب) بعد المنع یشبہ انھم غضبوا المنع الارث ولا یتحقق ذلک الا اذا کان المنع لا یکون حقا واللہ تعالیٰ اعلم۔ انتہیٰ یعنی اہل بیت رسول کا حق وراثت بند کر لینے کے بعد غضبناک ہونا اس پر دلالت کرتا ہے کہ اسی وراثت بند کر لینے کے سبب غضبناک ہوئے اور یہ تب ہی متحقق ہے جبکہ میراث بند کرنا نا جائز طریقہ پر ہوا ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ ۱۲ مترجم

خود یہ حدیث معلوم نہ تھی یا اس کا معنے نہ سمجھا اور پھر چار سال ابوبکر صاحب سمجھاتے رہے تو بھی نہ سمجھے۔ پھر دو سال تک امیر عمر سمجھاتے رہے تو بھی نہ سمجھا اور پھر دعویٰ حق وراثت کر دیا۔ اور بخاری باب فرض الخمس طبع کرزن پریس ص۴۳۶ میں مثل حدیث باب حدیث لانورث کے ہے۔ الفاظ اس کے یہ ہیں جئتنی یا عباس تسئلنی نصیبک من ابن اخیک وجاء نی ھذا یرید علیا یرید نصیب امرأتہ من ابیھا فقلت لکما ان رسول اللہ صلعم قال لانورث ماترکناہ صدقۃ۔ اس کے حاشیہ نمبر ۱ میں شرح قسطلانی سے لکھا ہے۔ وفی روایۃ النسائی ثم جئتمانی الآن تختصمان یقول ھذا اریدنصیبی من ابن اخی ویقول ھذا ارید نصیبی من امرأتی۔ الحدیث اور بخاری باب حبس الرجل قوت سنۃ علیٰ اھلہ ص۸۰۶ میں بھی حدیث امیر عمر کی مروی ہے۔ اس میں یہ الفاظ بھی ہیں فاقبل علی علی و عباس ثم عثمان ان ابابکر قال اوکذا اس کے بعد وہی عبارت لکھی ہے کہ تم دونوں مجھ سے وراثت طلب کرتے ہو مگر میں کبھی نہ دونگا۔ اگر میری شرائط پر اس کو قبضہ میں رکھو تو رہا اور نہ وراثت کے طریق پر میں نہیں دیتا۔ انتہی ملخصاً۔ اور بخاری طبع مصر جلد ۳ ص۱۰ باب حدیث بنی نضیر میں ہے وقال (عمر) تذکران ان ابابکر فیہ کما تقولان واللہ یعلم انہ فیہ لصادق بار راشد الخ یعنے عمر نے علی و عباس کو کہا ابوبکر نے حدیث لانورث سنائی تو تم اس کو ایسا ویسا خیال کرتے تھے۔ دوسری روایت میں ہے کہ تم دونوں کہتے ہو کہ ابوبکر اس بیان میں ایسا ہے جیسا تم کہتے ہو یعنے کاذب آثم غادر خائن جانتے اور کہتے ہو چنانچہ صحیح مسلم جلد ۲ ص۹۱ میں صریح الفاظ موجود ہیں۔ غرض ان عبارات لکھنے سے یہ ہے کہ حضرت علیؑ و عباس نے جیسا کہ حضرت ابوبکر کے وقت دعویٰ وراثت پیش کیا بعینہ ویسا ہی امیر عمر کے وقت پیش کیا اور ہر دو شیخین نے ایک ہی طرز کا جواب عدم توریث انبیاء کا دیا۔ مگر ان روایات کے پڑھنے سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت علیؑ و عباسؓ کے اعتقاد میں یہ حدیث موضوع تھی اور امیر عثمان نے چونکہ فدک مروان کے قبضہ میں دے دیا تھا پھر طلب وراثت کا موقع ہی نہ رہا۔ کیونکہ مدعیان ہر دو خلافتوں میں مایوس ہو چکے تھے اور تیسرے خلیفہ صاحب نے قبل از طلب سلطنت کے قبضہ سے نکال کر ایک اور شخص کے قبضہ میں مستقل طور پر دے دیا تھا۔ بہرحال اہل بیتؑ حدیث لانورث کو جھوٹا فرماتے رہے۔ اور شیخین کو کاذب۔ آثم۔ غادر۔ خائن سمجھا۔ اور جو راوی حدیث نے حمایت شیخین میں حضرت عباس پر یہ بہتان باندھا ہے کہ انہوں نے جناب علیؑ کے حق میں بھی الفاظ کہے یہ محض شیخین کے الزام کو مشتبہ کرنے کی غرض سے کہا تاکہ بظاہر معلوم ہو کہ ایسے الفاظ سب ایک دوسرے کو کہتے تھے کوئی معنے اعتقادی نہیں۔ مگر یہ غلط محض ہے حضرت عباس نے امیر المومنینؑ کے حق میں یہ الفاظ ہرگز نہیں کہے چنانچہ نووی شرح مسلم جلد ۲ ص۹۰ میں قاضی عیاض و مازری سے لکھا ہے کہ یہ الفاظ ابن عباس کی شان سے بعید ہیں کہ وہ معاذ اللہ جناب علیؑ کے حق میں کہتے۔ ان سے ایک وصف بھی حضرت علیؑ میں نہ تھی یہ جائیکہ سب ہوں۔ اور جب طرق تاویل مسدود ہو جائے تو ہم اس جھوٹ کی نسبت راوی کی طرف کرینگے۔ اسی واسطے بعض محتاط علماء نے یہ الفاظ اپنے نسخہ سے مٹا دیئے ہیں۔ انتہیٰ۔ اور بخاری میں ابوبکر صاحب کے بجائے کے بجائے ہر چہار کلمات وارد صحیح مسلم کے کذا وکذا لکھا ہے۔ مگر علیؑ کے لئے کوئی لفظ کذا وغیرہ کا نہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ابوبکر صاحب کے لئے باتفاق بخاری و مسلم کچھ نہ کچھ الفاظ مذمت کے وارد ہیں۔ مگر حضرت علیؑ کے لئے صرف ایک جگہ کسی راوی نے الزام کو خفیف کرنے اور شیخین کا جواب دینے کی غرض سے ذکر کر دیئے ہیں۔ ورنہ جن پر ان الفاظ کے استعمال سے محفوظ تھے ان کے لئے یہ الفاظ موزوں ہیں۔ حضرت علیؑ نے کسی کو کیا سمجھ لیا تھا کہ ان پر خیانت یا دغابازی یا گناہ یا جھوٹ کا الزام لگایا جاتا۔ ۱۲ مترجم۔

ملحقہ فتح الباری شرح بخاری مطبوعہ مصر طبع اول سنہ ۱۳۰۱ھ جلد ۶ ص۱۴۴ میں وارقطنی کی ایک روایت اس مضمون کی لکھی ہے۔ کہ زمانہ عمر میں مخاصمہ عباس و علی ہوئی اور فدک کا تقاضا نہیں کیا۔ لیکن روایت نسائی و عمر بن شبہ اس کی تردید کرتی ہے کیونکہ اس میں ظاہر ہے کہ یہ مخاصمہ صرف وراثت کے بارہ میں تھا۔ پھر ابن جوزی و شیخ محی الدین کے انکار مخاصمہ وراثت پر رد کیا۔ پھر کہا ہے۔ کہ خود روایت بخاری میں اس کی تصریح ہے۔ کہ یہ مخاصمہ وراثت ہی کی تھی یعنے بقول عمر کے عباس تو اپنے بھتیجے کا حق چاہتے تھے جو ان کو ملتا ہے اور یہ وہ حق چاہتا ہے جو اس کی زوجہ کو اپنے باپ سے ملنا چاہئے تھا۔ عمر نے یہ اس لئے لبیان قسمۃ المیراث یعنی حضرت عمر نے ان الفاظ سے تقسیم میراث کے بیان کو تعبیر کیا ہے۔ انتہی ملخصاً۔ علاوہ اس کے حضرت عثمان کے عہد خلافت میں بھی جناب علیؑ و عباس نے ترکہ رسول صلعم کا جھگڑا پیش کیا جیسا کہ زمانہ عمر میں ہوا معلوم ہوا کہ ہر سہ خلفاء کے وقت اتمام حجت ہوا ہے دیکھو کنز العمال جلد ۳ ص۱۲۵ باسناد احمد و بزار اور کہا حسن الاسناد ہے ۱۲ مترجم

سلسلہ علامہ شبلی نعمانی باوجود اپنے مشہور تعصب کے بھی اس کی تصدیق کرتے ہیں چنانچہ سیرت النبی مطبوعہ اعظم گڑھ طبع ثالث جلد اول ص۱۷۸ میں لکھتے ہیں چونکہ حضرت علی رضہ کی شان میں یہ الفاظ (اقض بینی وبین ھذا الکاذب الآثم الغادر الخائن) کسی مسلمان کی زبان سے نہیں نکل سکتے اسلئے بعض محدثین نے اپنے نسخہ سے یہ الفاظ نکال دیئے علامہ مازری اس حدیث کی نسبت لکھتے ہیں۔ الخ۔ ۱۲ مترجم۔

(بقیہ حاشیہ ص ۳۹۵) جبتک اس کو نہ چھوڑے۔ بات کہے تو جھوٹ بولے۔ وعدہ کرے تو اس کا خلاف کرے۔ معاہدہ کرے تو غدر کرے۔ اور مخاصمہ کرے تو فحش بولے اور کنز العمال جلد ۱ ص ۱۱۲ میں اتنا اس حدیث میں زیادہ ہے کہ جس میں یہ صفات ہوں وہ منافق ہے خواہ نماز پڑھے اور روزہ رکھے اور حج کرے اور عمرہ کرے اور دعوے کرے کہ میں مسلمان ہوں ۱۲ اسی طرح بخاری طبع مصر جلد ۲ ص ۱۱۱ باب فرض الخمس میں ہے۔ اور کنز العمال جلد ۳ ص ۱۲۵ میں باسناد اسمہ مروی ہے عبداللہ بن زبیر کہتے ہیں۔ ہم حضرت عمر کے پاس بیٹھے تھے اذ دخل علی والعباس فارتفعت اصواتہما فقال عمر مہ یا عباس قد علمت ماتقول ابن اخی ولی اشطر المال وقد علمت ماتقول تقول ابنتہ تحتی ولہا اشطر المال۔ الخ یعنے جب حضرت علی وعباس حضرت عمر کے پاس داخل ہوئے تو ان کی آوازیں بلند ہوئیں پس عمر نے کہا اے عباس باتیں چھوڑ دو جو تو کہنا چاہتا ہے میں جانتا ہوں تو کہتا ہے رسول ص میرے بھتیجے ہیں ان کے مال سے نصف مجھے وراثت میں ملنا چاہئے۔ اور تم یا علیؑ جو کچھ کہنا چاہتے ہو جانتا ہوں تو کہتا ہے فاطمہ بنت رسول ص میرے نکاح میں تھیں ان کا حق نصف مال ہے وراثت میں ہمیں ملنا چاہئے۔ الغرض اس روایت سے صاف ثابت ہے کہ حضرت علیؑ وعباس نے حدیث لانورث کو تسلیم نہیں کیا اور دوسری خلافت میں بدستور اپنے دعویٰ پر قائم ہیں۔ بخاری ومسلم سے بھی یہی ثابت ہے۔ تو جس روایت میں ان کا تسلیم کرنا خبر لانورث کو وارد ہے وہ یقیناً ان پر جھوٹ اور غلط ہے۔ ۱۲ مترجم۔

السادس ان الانبیاء السابقین قد ورثوا اٰباءھم کما قال الثعلبی فی عرائس المجالس ورث سلیمان داؤد یعنے نبوتہ وحکمتہ وعلمہ وملکہ۔ وفی البیضاوی والکشاف وبحر المعانی والمدارک والمعالم وربیع الابرار الزمخشری تحت قولہ تعالیٰ اذ عرض علیہ الاٰیۃ۔ ورث سلیمان من ابیہ داؤد الف فرس قال النووی عن الحسن البصری یرثنی ویرث من اٰل یعقوب المراد وراثۃ المال ولو اراد وراثۃ النبوۃ لم یقل وانی خفت الموالی من ورائی۔ الاٰیۃ اذ لا یخاف الموالی علی النبوۃ انتہیٰ۔

چھٹا یہ کہ تحقیق انبیاء سابقین اپنے آباء کے وارث ہوتے چلے آئے ہیں جیسا کہ ثعلبی نے عرائس المجالس صفحہ ۲۰۰ میں اسطرح لکھا ہے کہ سلیمان علیہ السلام داؤد علیہ السلام کے وارث ہوئے یعنی نبوت اور حکمت اور علم اور ملک اُن کے کے۔ اور بیضاوی وکشاف وبحر المعانی ومدارک ومعالم وربیع الابرار زمخشری میں تحت قولہ تعالیٰ اذ عرض علیہ الصافنات الجیاد۔ الآیہ کے لکھا ہے سلیمان علیہ السلام نے اپنے باپ داؤد علیہ السلام سے ورثہ میں ہزار گھوڑا لیا۔[۱] اور نووی نے (شرح مسلم جلد ۲ ص ۹۱) میں کہا حسن بصری سے روایت ہے۔ آیت یرثنی ویرث من اٰل یعقوب میرا وارث اور آل یعقوب سے وارث ہونے کی مراد وراثت مال ہے۔ اور اگر وراثت نبوۃ مراد ہوتی تو یہ نہ فرماتا کہ مجھے غیر وارثوں کا ڈر ہے۔ کیونکہ ورثہ کے نبوۃ پر کیا ڈر ہونا تھا۔ الخ

---

[۱] عبارت مدارک کی یہ ہے ورثہا من ابیہا واصابہا ابوہ من العمالقۃ ۱۲ مترجم [۲] اسی طرح کتاب عجائب المخلوقات والحیوانات وغرائب الموجودات مؤلفہ زکریا بن محمد محمود قزوینی مطبوعہ برحاشیہ حیوۃ الحیوان طبع مصر جلد ۲ ص ۱۹۰ میں ہے کہ حضرت سلیمان کو اپنے باپ سے ہزار گھوڑا ورثہ میں ملا۔ ایضاً بقیہ حاشیہ بخاری مترجم پ ۱۶ ص ۳۸/۳۹ کتاب مغازی مطبوعہ احمدی لاہور وطبع مصر جلد ۳ ص ۱۱ باب حدیث بنی النضیر میں یہ حدیث ان الفاظ سے ہے۔ فاقبل علیٰ علیؑ وعباس وقال تذکران ان ابابکر فیہ کما تقولان یعنے عمر صاحب جناب علیؑ وعباس سے کہنے لگے کہ تمہارا بیان ہے کہ ابوبکر اس حدیث بیان کرنے اور ورثہ نہ دینے اور فیصلہ فدک میں ویسے ہی تھے جیسے تم کہتے ہو۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علیؑ وعباس نے کلمات مرویہ صحیح مسلم زبان سے بھی نکالے تھے نہ صرف یہ کہ قلبی اعتقاد کا امیر عمر ترجمہ کر رہے تھے۔ اور بخاری کے تصرفات روایات میں کہ کہیں الفاظ مسلم کو کذا او کذا سے اور کہیں کما تقولان سے تعبیر کیا جلد ثانی میں لکھا جائیگا ثابت ہوا کہ الفاظ حدیث مسلم بخاری کی روایت اور مسلم کی متفق علیہ ہے جو اعلیٰ درجہ صحت احادیث کا ہے۔ کیونکہ معنے کذا او کذا کا یہ ہے تم دونوں اس میں ابوبکر کو ایسا ویسا گمان کرتے ہو یا تم اس کو ان الفاظ سے یاد کرتے ہو جیسا کہ تم کہتے ہو صاف ظاہر ہے کہ وہی الفاظ مرویہ صحیح مسلم کے مراد ہیں بخاری نے اجمالاً بالمعنے روایت کر دیئے کہ ذرا بات پردہ میں رہے۔ بخاری کے الفاظ کا مقصود یہی ہونے پر خود بخاری کے بقیہ الفاظ اسی حدیث کے زبردست دلیل ہیں ملاحظہ ہو عمر صاحب کا جواب جو اعتقاد حضرت علیؑ وعباس کے بالمقابل بطور رد بیان فرمایا کاذب کے مقابلہ میں صادق اور آثم کے مقابلہ میں بار۔ غادر کے مقابلہ راشد۔ خائن کے مقابلہ میں تابع حق بعینہ مثل روایت صحیح مسلم کے مروی ہے اس سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت علیؑ وعباس کے الفاظ صحیح مسلم ہی فی الحقیقت بخاری کی روایت

تفصیل حصہ وراثت علی وعباس بہ قول عمر
ص شش روایت بخاری کتاب الفرائض قول عمر تو حصہ ... ت بھتیجے کا اور یہ حصہ زوجہ کا جو اس کو باپ سے جانا تھا ... ملنا تھا

بخاری کا روایت میں تصرف کذا او کذا اور کما تقولان

ہیں مردی ہیں ہر ایک لفظ کے مقابلہ میں حضرت عمر نے اپنی اور ابوبکر صاحب کی مدح سرائی کر کے اپنی طرف سے الفاظ حضرت علی و عباس کو رد کرنے کی کوشش کی۔ اور اگر حضرت علیؑ و عباس کا اعتقاد گمان حضرت عمر کے خلاف ہوتا تو ایسے سخت الفاظ ایسے بزرگوں کے حق میں ان کے اعتقاد کی ترجمانی میں سن کر ہرگز خاموش نہیں رہ سکتے تھے بلکہ فوراً فرماتے کہ یہ آپ نے کیا فرمایا معاذ اللہ ہم آپ ہر دو حضرات کو ایسا ہرگز نہیں سمجھتے ابوبکر صاحب کو صدیق اکبر خلیفہ رسول افضل الناس جانتے ہیں اور ان کے بعد آپ کو خلیفہ رسولؐ جانتے ہیں آپ عادل ہیں ہمیشہ آپ کی زبان پر حق جاری ہوتا ہے آپ کی رائے کے مطابق وحی ہوتی رہی اور آپ بھی افضل الناس ہیں۔ جب یہ نہیں فرمایا بلکہ خاموش رہے تو یہ اس اعتقاد کی تصدیق ہے جس کی ترجمانی منجانب حضرت علیؑ و عباس کے عمر صاحب نے کی ہے کہ تم دونوں ہم دونوں کو کاذب آثم غادر خائن سمجھتے ہیں حالانکہ ہم تو سچے اور نیک اور ہدایت یافتہ حق کے تابع حق داروں کی حق رسی کرنے والے ہیں۔ ۱۲۰ ترجمہ

قال ابن عباس ومجاھد وقتادۃ وابو صالح وابن جریر خافت زکریا ان یرثوا مالہ وقال ابن جریر فی قولہ تعالیٰ ھب لی من لدنك ولیا یرثنی یقول زکریا فارزقنی من عندك ولدا وارثا ومعینا یرثنی من بعد وفاتی مالی ویرث من آل یعقوب النبوۃ

ابن عباس اور مجاہد اور قتادہ وابو صالح وابن جریر نے کہا ہے کہ زکریا علیہ السلام نے اس سے خوف کیا تھا کہ ان کے مال کے وارث غیر لوگ نہ ہو جائیں۔ اور ابن جریر قولہ تعالیٰ ھب لی من لدنك ولیا یرثنی[ف] کی تفسیر میں لکھتا ہے کہ حضرت زکریا دعا کرتے ہیں کہ خدایا اپنی عنایت سے مجھے بیٹا عطا فرما جو میرا وارث اور مددگار ہو اور میری وفات کے بعد میرے مال کا وارث ہو اور آل یعقوب سے نبوت کا وارث ہو

ف یرثنی ویرث من آل یعقوب۔ تفسیر کبیر جلد ۵ صفحہ ۷۶۲ میں ہے المراد بالمیراث فی الموضعین ھو وراثۃ المال وھذا قول ابن عباس والحسن والضحاك والقول الثالث یرثنی المال ویرث من آل یعقوب النبوۃ وھو قول السدی و مجاھد والشعبی وروی ایضا عن ابن عباس والحسن والضحاك یعنی ایک روایت میں ابن عباس حسن ضحاک دونوں جگہ یرث سے ملی وراثت مراد لیتے ہیں اور دوسری روایت میں سدی۔ مجاہد۔ شعبی۔ ابن عباس حسن ضحاک سب پہلے یرث سے مالی وراثت دوسرے سے نبوت کی وراثت مراد لیتے ہیں تو اگر ایک جگہ سب بالاتفاق وراثت مالی مراد لیں تو یقیناً حدیث نحن معاشر الانبیاء مخالف قرآن ناقابل قبول ثابت ہوئی۔ سیرت حلبیہ جلد ۳ صفحہ ۶۲ میں عبارت مندرجہ فلک النجاۃ کے بعد لکھا ہے ای فھو صلی اللہ علیہ وسلم یرث ولا یورث قال م نحن معاشر الانبیاء لا نورث ما ترکناہ صدقۃ ودعوی بعضھم انہ م لم یرث بناتہ اللتی متن فی حیاتہ فعلی تقدیر صحتہ جاز ان یکون م ترك اخذ میراثہ تعففا وسیاتی۔ یعنی نبی م خود تو وارث ہوئے اور ان کا کوئی وارث نہ ہوا حدیث نحن معاشر الانبیاء کا بھی مقصد یہی ہے۔ اور جو بعض نے لکھا ہے کہ حضرت م نے اپنی دختروں کی وراثت کیلئے نہ لی جو آپ کی زندگی میں فوت ہوئیں پس اگر یہ صحیح ثابت ہو کہ حق وراثت آپ نے نہیں لیا تو ہو سکتا ہے کہ اپنا میراث بیٹیوں کے دیگر ورثاء کو دیدیا اور خود نہ لیا جیسا کہ آئندہ مذکور ہوگا۔ تو اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ حق وراثت نہیں رکھتے تھے۔ اور مثل بیان سیرۃ حلبیہ مندرجہ متن کے اسعاف الراغبین صفحہ ۷۰ اور روضۃ الاحباب جلد ۱ صفحہ ۵۰۱ و مدارج النبوۃ جلد ۲ صفحہ ۵۵ میں ہے یعنی یہ کہ تلوار ماثور نبی م کو باپ کے ورثہ میں ملی۔ روضۃ الاحباب میں ماثور کے سوا ایک دوسری تلوار کا وراثت پدری میں ملنا بھی لکھا ہے اور فتح الباری مندرجہ متن کا مضمون قسطلانی شرح بخاری میں بھی ہے چنانچہ مولوی احمد علی سہارنپوری نے حاشیہ بخاری جلد ۱ صفحہ ۲۱۶ میں لکھا ہے بعدہ کما انہا کانت ملکہ وبذا اضافہا الی نفسہ الخ یعنے وہ حویلی نبی م کی مملوکہ تھی اسی واسطے اس کو اپنی طرف منسوب فرمایا۔ اور تیسیر الباری ترجمہ بخاری پ ۷ ص حاشیہ ۳ میں ہے اصل میں یہ مکانات ہاشم کے تھے ان سے عبد المطلب کو ملے انہوں نے سب بیٹوں میں تقسیم کر دئے اس وجہ سے آنحضرت م کا بھی ان میں حصہ تھا کیونکہ آپ کے والد عبد اللہ بھی عبد المطلب کے صاحبزادے تھے۔ ایضاً بقیہ حاشیہ میں الفاظ نازیبا مندرجہ مسلم حضرت علیؑ کی نسبت راوی نے غلطی سے بیان کئے ہیں اسکو شبلی نعمانی نے سیرۃ النبی جلد ۱ صفحہ ۳ میں اسی طرح حضرت علیؑ کی نسبت غلطی قسلیم کیا ہے۔ اور حاشیہ میں آیت سورہ مریم پ ۱۶ فھب لی من لدنك میں خفت الموالی ہے یعنے میں موالی سے ڈرتا ہوں۔ وراثت نبوت میں خوف کا کوئی محل نہیں تھا کہ نبی ہو کر نبوت کو کوئی ضائع کرے گا بلکہ مالی کی نسبت ڈر ہو سکتا ہے اور اس کے بعد واجعلہ رب رضیا بھی وراثت مالی ثابت کرتی ہے

ف عینی شرح بخاری جلد ۔ صفحہ ۵۵ میں ہے نبی م کو اپنے باپ سے عبید بن زید حبشی غلام و ام ایمن کو ذا ایضاً طبقات ابن سعد جلد ۱ صفحہ ۱۷) ورثہ میں ملنا لکھا ہے اور نیز حضور صلعم نے اپنی والدہ ماجدہ سے ورثہ میں شقران غلام کو لیا تھا
لانرث کا جد

کہ خدایا اُس کو پسندیدہ نیکوکار بنا کیونکہ نبی ہو جانے پر تو خود پسندیدہ اور مرتضیٰ ہو جاتا تھا پھر اس دعا کی ضرورت نہ تھی۔ وارث مال کے لئے البتہ یہ دعا موزون ہے۔ اور ورث سلیمان داؤد میں وراثت مال مراد ہے۔ کیونکہ سلیمانؑ اپنے باپ کے وقت پیغمبر تھے باپ کی وفات کے بعد نبوت نہیں ملی پڑھئے وداؤد وسلیمان اذ یحکمان فی الحرث ففھمناھا سلیمان وکلا اتیناہ حکما وعلما۔ تفسیر طبری جلد ۱۹ صفحہ ۷۹ میں لکھا ہے سلیمانؑ داؤدؑ کے علم میں تو زندگی باپ میں وارث ہوئے اور ملک کے وارث بعدہ ہوئے۔ تفسیر کبیر جلد ۶ صفحہ ۵۵۶ میں ورث سلیمان داؤد کی تفسیر میں لکھا ہے فقال الحسن المال وقال غیرہ النبوۃ وقال آخرون بل الملک والسیاسۃ حسن کہتے ہیں سلیمان مال کے وارث ہوئے اور دوسرے کہتے ہیں نبوت کے وارث ہوئے۔ اور علماء کہتے ہیں ملک و بادشاہی کے وارث ہوئے (پھر کہا) فاما اذا قیل ورث المال والملک معا فھذا لا یبطل بالوجوہ التی ذکرناھا۔ الخ یعنی جب یہ کہا جائے کہ سلیمانؑ مال اور ملک کے اکٹھے وارث ہوئے تو یہ بوجوہ مذکورہ باطل نہیں ہو سکتا یعنی یہ تطبیق اقوال ہے۔ اور نبوت کے بھی بمعہ مال و ملک کے وارث ہوئے ہوں تو اس سے وراثت مال کی نفی ثابت نہیں ہوتی۔ اور علامہ شبلی نعمانی سیرۃ النبی جلد ا صفحہ ۱۲۲ میں طبقات ابن سعد سے نقل کرتے ہیں۔ عبداللہ نے اونٹ۔ بکریاں اور ایک لونڈی چھوڑی تھی جس کا نام ام ایمن تھا یہ سب چیزیں رسول اللہؐ کو ترکہ (ورثہ) میں ملیں۔ انتہی۔ اور علامہ عینی نے شرح بخاری جلد ۶ صفحہ ۳۱۳ طبع مصر میں لکھا ہے تلوار ماثور نبیؐ کو باپ کے ورثہ میں ملی انتہی ترجمہ

وفی سیرۃ الحلبیۃ ترک عبداللہ (ابو محمدؐ) خمسۃ اجمال وقطعۃ من غنم فورث ذلک رسول اللہؐ من ابیہ اھ وفیہ سیف یقال لہ ماثور ورثہ علیہ السلام من ابیہ وفی زاد المعاد لابن قیم ماثور وھو اول سیف ملکہ صلعم ورثہ من ابیہ۔ وفی الفتح ان الدار التی اشار الیھا صلعم بقولہ ھل ترک عقیل من رباع او دور کانت دار ھاشم بن عبد مناف ثم صارت لعبد المطلب ابنہ نقسمھا بین ولدہ حین عمر فمن ثم صار للنبیؐ حق ابیہ وفیھا ولد النبیؐ

اور سیرۃ حلبیہ جلد ا صفحہ ۶۲ میں ہے۔ حضرت عبداللہ والد حضرت محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم پانچ اونٹ اور چند بکریاں چھوڑ کر فوت ہوئے اور رسول خدا صلعم اپنے باپ سے ان اشیاء کے وارث ہوئے۔ اور اسی کتاب کے جلد ۳ صفحہ ۳۶۶ میں ہے کہ تلوار جس کا نام ماثور تھا آنحضرتؐ کو اپنے باپ سے وراثت میں ملی تھی اور زاد المعاد ابن قیم میں ہے۔ ماثور اول تلوار مملوکہ رسول اللہ صلعم کی ہے جو ان کو اپنے باپ سے وراثت میں ملی تھی (لا نورث کے خلاف عمل فرمایا) اور فتح الباری جلد ۳ صفحہ ۱۰ میں ہے تحقیق وہ گھر جس کی طرف نبیؐ نے اپنے اس قول سے اشارہ فرمایا کہ عقیل نے کیا کوئی محلہ یا سرا چھوڑی ہے؟ ہاشم بن عبدمناف کی سرا تھی پھر عبدالمطلب اُس کے بیٹے نے لی اور اسے اپنی اولاد میں بحالت کبرسنی تقسیم کر دی پھر نبی صلعم کو بحق وراثت اپنے باپ کے ملی اور اسی میں آنحضرت صلعم کی پیدائش ہوئی

سلہ روضۃ الاحباب جلد ا صفحہ ۵ میں ہے وبعضے از آیات قرآنی کہ دلالت بر آں میکنند کہ انبیاء را میراث بودہ مانند آیت کریمہ فھب لی من لدنک ولیا یرثنی ویرث من آل یعقوب۔ وآیت کریمہ وورث سلیمان داؤد تاویل ست بآنکہ مراد وراثت مال نیست بلکہ مراد وراثت نبوۃ وعلم وحکمت است۔ واللہ اعلم انتہیٰ۔ اس میں غور طلب یہ امر ہے کہ ہر دو آیات مذکورہ وغیرہ آیات سے وراثت انبیاء ثابت ہوتی ہے۔ چنانچہ جمال محدث مؤلف روضہ دلالت بر وراثت انبیاء کو تسلیم کرتے ہیں۔ باقی رہی تاویل تو وہ صرف عن الحقیقۃ وغیرہ سوائے تکلفات کی حاجت اہل سنت کو صرف اسلئے واقع ہوئی کہ اصحاب ثلاثہ اعتراض سے بچ جائیں اور ان کا قول عدم توریث انبیاء سچا ثابت ہو مگر ایمان کا مقتضاء تو یہ تھا کہ جمیع اقوال واحادیث کی ایسی تاویل کرتے جو ظاہر آیات کے مخالف نہ ہوتی بلکہ ظاہر معانی آیات کے مطابق کی جاتی مگر خدا جانے علماء اہل جماعت محبت ثلاثہ میں ایسے صم بکم ہوئے ہیں کہ اُن کو معصوم عن الخطاء نعم کر کے اُن کے اقوال وافعال کو صحت معانی آیات کا معیار قرار دیتے ہیں۔ یعنی اُن کے سب افعال کو صحیح سمجھتے ہیں اور اگر اُن کو آیات کے مخالف دیکھیں تو اُن کے افعال پر معترض نہیں ہوتے بلکہ اُن آیات کی جن کی مخالفت منظور ہو کوئی نہ کوئی اگرچہ بعید و رکیک ہو تاویل کر دیتے ہیں۔ اور ثلاثہ کے عیوب پر پردہ پوشی فرض عین تصور کرتے ہیں۔ اللھم اھدھم۔ وراثت انبیاء کی آیات سے ظاہراً ثابت ہوتی ہے اور حقیقی معنے وراثت کا وراثت مال ہی ہوتا ہے۔ اور بلا ضرورت صرف عن الحقیقت یعنی حقیقی معنے کو چھوڑ کر مجازی مراد لینا جائز نہیں۔ چنانچہ واقعات بھی حقیقی معنیٰ کی تائید کرتے ہیں۔ جیسا کہ موعظہ حسنہ صفحہ ۷ میں تاریخ ابو الفدا جلد ا صفحہ ۲۵ سے منقول ہے۔ واوصی داؤد قبل موتہ بالملک الی سلیمان ولدہ واوصاہ بعمارۃ بیت المقدس وعین لذلک عدۃ بیوت اموال یحتوی علی جمل کثیرۃ من الذھب الخ

انبیاء کی وراثت مال

ترجمہ فضلہ مات داؤد مطلب۔ خلاصہ ترجمہ کہ داؤد علیہ السلام نے ملک اور ترکہ کی وصیت اپنے بیٹے حضرت سلیمان علیہ السلام کے حق میں زبانی اور وہ مبلغ مع معات داؤدؑ نے اس کے پاس جمع کیا

السابع انہ علیہ السلام قد ورث اباہ کما مر آنفا۔ الثامن انہ قد اقتطعوا ای فدک عثمان لصہرہ مروان و حالہ معلوم مما ذکر و ما اعطوا لفاطمۃ مع استحقاقہا و اعطاء عثمان لمروان قد ذکرہ ابن حجر فی الفتح و ابن الشحنۃ فی روضۃ المناظر۔ اقول انظروا ایہا المنصف ان الشیخین منعا فاطمۃ و ما اعطاہا فدک و قد ردہا عثمان الی مروان اللعین فلم یعطوا قدر فاطمۃ کقدر مروان نعوذ باللہ من ذالک۔ التاسع قد ردہا عمر بن عبد العزیز فی زمانہ الی بنی ہاشم فلعلہ لم یرض بتعامل من سبق۔ العاشر ان عائشۃ قالت ارسل ازواج النبی صلعم عثمان الی ابی بکر یسألنہ ثمنہن مما افاء اللہ علی رسولہ فکنت انا اردہن فقلت لہن الا تتقین اللہ الم تعلمن ان النبی صلعم یقول لا نورث۔ الحدیث۔ رواہ البخاری۔ کتاب المغازی و الصواعق فعلم من ہذا الحدیث ان الورثۃ کلہم ما کانوا عالمین بحدیث لا نورث۔ لا ازواجہ و لا اہل بیتہ و لا عثمان و الاحق بالعلم بہذہ المسئلۃ ہم کانوا فکیف یقال ان النبی صلعم لم یعلم من لہ تعلق خاص بہذہ المسئلۃ و علم خفیا لابی بکر و بنتہ

ساتواں یہ کہ نبی صلعم اپنے باپ کے وارث ہوئے جیسا کہ ابھی مذکور ہوا۔ آٹھواں یہ کہ امیر عثمان نے مروان داماد خود کو فدک مخصوص کر کے دیدیا جس کا حال بیان حالات ملوک اسلام میں ذکر ہو چکا ہے۔ اور خلفاء ثلاثہ نے وہ فدک جناب فاطمہ کو نہ دیا باوجود یکہ صاحبہ موصوفہ بوجوہ کثیرہ مستحق تھیں اور امیر عثمان کا مروان کو فدک دیدینا ابن حجر نے فتح الباری جلد ۳ صفحہ ۱۴۱۔ اور ابن شحنہ حنفی نے روضۃ المناظر فی اخبار الاوائل والاواخر مطبوعہ برحاشیہ مروج الذہب مسعودی صفحہ ۲۰۹ میں ذکر کیا ہے۔ (اور سنن ابی داؤد مترجمہ وحید الزمان ص۔۔۔ میں بھی یہ ہے اور عقد الفرید ابن عبد ربہ مطبوعہ مصر جلد ۳ ص۔۔۔ میں بھی ہے)۔ (قول مؤلف) ناظرین بانصاف غور کریں کہ شیخین نے جناب فاطمہ کو فدک نہ دیا اور امیر عثمان نے مروان لعین کو دیدیا پس سیاق جناب فاطمہ کی قدر مروان کے برابر بھی نہ سمجھی نعوذ باللہ من ذالک۔ نواں یہ کہ عمر بن عبد العزیز نے اپنے زمانہ میں بنی ہاشم کو فدک واپس کر دیا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ملوک سابقین کے عمل پر راضی نہوا تھا۔ دسواں یہ کہ ازواج نبی صلعم نے امیر عثمان کو ابی بکر کی طرف بھیجا اور انہوں نے اپنا آٹھواں حصہ وراثت کا طلب کیا حضرت عائشہ کہتی ہیں میں نے اُن کو کہا خدا سے ڈرو تم نہیں معلوم نہیں کہ نبی صلعم نے فرمایا ہمارا کوئی وارث نہیں ہوتا۔ اور نہ کسی کے ہم وارث ہوتے ہیں اس کو بخاری نے کتاب المغازی جلد ۲ ص۔۔۔ میں روایت کیا بخاری طبع مصر جلد ۳ ص۔۔۔ باب حدیث بنی النضیر و جلد ۴ ص۔۔۔ میں ہے اور صواعق ص۔۔۔ میں بھی ہے۔ پس اس حدیث سے سمجھا گیا کہ نبی کے وارث سب کے سب حدیث لا نورث سے ناواقف تھے کسی کو اس کا علم نہ تھا نہ ازواج نبی صلعم کو اور نہ اہل بیت نبی صلعم کو۔ اور نہ امیر عثمان کو (جو وکیل ہوا) حالانکہ علم اس مسئلہ کے لئے وہی وارث زیادہ مستحق تھے۔ پس کیسے کہا جائے کہ نبی صلعم نے اس مسئلہ کی تعلیم اُن کو نہ دی جن کو اس سے خاص تعلق تھا۔ اور مخفی طور پر حضرت ابوبکر اور اُن کی دختر کو سمجھا دیا۔

سلہ اور عبارت فتح الباری میں یہ بھی ہے کہ جب حضرت عثمان خلیفہ ہوئے تو انہوں نے اپنی رائے کے موافق فدک میں تصرف کیا اور سنن ابی داؤد سے نقل کیا کہ امیر عثمان نے اپنے عہد خلافت میں فدک مروان کو بطور جاگیر دیدیا اور پھر خطابی سے نقل کیا کہ آپ نے کہا ہے کہ امیر عثمان نے شاید فدک اس تاویل پر دیا ہوگا کہ جو کچھ نبی صلعم کے لئے مخصوص تھا وہ بعد نبی صلعم کے خلیفہ کے لئے مخصوص ہو جاتا ہے۔ اور جب امیر عثمان خود اپنے اموال کے ذریعہ مستغنی ہو گئے تو انہوں نے صلہ قرابت مناسب سمجھا۔ اسی واسطے اپنے رشتہ کے لحاظ سے مروان کو فدک دیدیا۔ انتہی ملخصاً۔ بہت خوب صلہ قرابت رسول کا مناسب نہ سمجھا گیا اور مروان جیسے ملعون کا صلہ ضروری سمجھا گیا۔ اور حضرت عائشہ نے حدیث لا نورث کے وضع کرنے میں تائید کی ہے تو انہوں نے بھی اُس پر یہ انعام پایا کہ دیگر ازواج نبی صلعم دس ہزار درہم تنخواہ پاتی تھیں تو حضرت عائشہ کی تنخواہ بارہ ہزار درہم مقرر ہوئی دیکھو روضۃ الاحباب جلد ۱ ص۔۔۔ جیسا کہ ابوبکر صاحب بانی حدیث کی بھی تنخواہ معقول رکھی گئی کہ علاوہ نقدی کے روزانہ نصف بکری مذبوح کا گوشت اُن کی خوراک میں مقرر ہوا دیکھو روضۃ الاحباب جلد ۱ ص۲۵۔ اس پر بھی بس نہیں بلکہ ابوبکر صاحب اضافہ کی خواہش کرتے رہے دیکھو عینی شرح بخاری جلد ۵ ص۔۔۔ طبع مصر قال ابوبکر زیدونی فی النفقۃ۔ سلہ عمر بن عبد العزیز کا فدک واپس کر دینے کا ثبوت ابھی آگے آتا ہے کیا عمر بن عبد العزیز نے جس کو شاہ ولی اللہ نے ازالۃ الخفاء میں مجدد دین لکھا ہے برخلاف حکم رسول صدقہ (مطابق حدیث معاشر الانبیاء کے) اولاد رسول صلعم میں تقسیم کیا پھر سادات نے برخلاف حکم نبی صلعم کیسے صدقہ قبول کیا اس سے معلوم ہوا کہ حدیث ما ترکناہ صدقۃ کو سادات اور عمر بن عبد العزیز نے بھی غلط سمجھا۔ ۱۲ مترجم۔

ولا یقال ان الصحابۃ صدقوا حدیث ابی بکر وصدق علیؑ والعباس ایضًا۔ لانا نقول ان التصدیق لیس بثابت واما السکوت فانما کان لرعب السلطنۃ کما یظہر عن وقعۃ علیؑ والعباس زمن عمر والباقون کذٰلک علی انا لا نسلم تصدیق کلہم بل وضع الحدیث لتضییع اہل الحق والمؤولون اولوہ تاویلا بعیدا وتحیروا تحیرا شدیدا ولم یاتوا قولا سدیدا کما اقر بہ الشیخ الدہلوی فی شرح المشکوٰۃ ناقلا عن الخطابی و"مشکل ترین[1] ازیں (تنازع علی وعباس زمن عمر) قضیہ فاطمہ زہراؑ است زیرانکہ اگر بگوئیم کہ وےؑ جاہل بود بایں نسبت بعید است واگر التزام کنیم کہ شاید آنحضرتؐ نیفتاد او را سماع ایں حدیث از ابی بکر وشہادت صحابہ بداں چگونہ قبول نکرد ودر غضب آمد واگر غضب پیش از سماع حدیث بود چرا برنگشت از غضب تا آنکہ بامتداد کشید وتا زندہ بود مہاجر کرد ابوبکر را چنانکہ روایت میکنند کرمانی در شرح بخاری۔ انتہٰی (قول خطابی) وتحقیق آمدہ است در اخبار کہ ابوبکر حاضر نشد جنازہ فاطمہؑ را ونہ رسید بداں پس میگویند کہ فاطمہ علیہا السلام وصیت کردہ بود کہ نماز نگذارد ابوبکر بر جنازہ وے۔ الخ۔ الحادی عشر ان صلۃ رسول اللہ صلعم کان احق واکد بل اوجب وافرض علی کل احد فما رعوہا حق رعایتہا بل ضیعوہا حق الضیاع ووصلوا اقاربہم کما فی الفتح قال الخطابی انما اقطع عثمان فدک لمروان لانہ تاول ان الذی یختص بالنبیؐ یکون للخلیفۃ بعدہ فاستغنی عثمان عنہا فوصل بہا بعض قرابتہ وفی روضۃ المناظر علٰی ہامش مروج الذہب اقطع عثمان بن عفان مروان بن الحکم فدک صدقۃ رسول اللہ ولم تزل فی ید مروان وبنیہ الی ان ردہا عمر بن عبد العزیز صدقۃ ـــــــ

اور یہ اعتراض نکیا جائے کہ صحابہ نے حدیث ابی بکر کی تصدیق کی تھی بلکہ حضرت علیؑ وعباس نے بھی تصدیق کی کیونکہ ہم جواب دیتے ہیں کہ یہ تصدیق ثابت نہیں اور اگر حاضرین کا سکوت ہوا ہو تو وہ بسبب رُعبِ سلطنت کے تھا۔ چنانچہ واقعہ جناب علیؑ وعباس سے جو عہد امیر عمر میں ہوا ظاہر ہوتا ہے کہ حسب بیان امیر عمر کے ہر دو موصوفین شیخین کو اس بارہ میں سچا نہیں جانتے تھے۔ اور باقی صحابہ کا حال بھی اسی طرح ہے۔ علاوہ اس کے ہم سب کی تصدیق تسلیم نہیں کرتے بلکہ یہ حدیث حق اہل حق کے ضائع کرنے کے لئے بنائی گئی اور تاویل کرنے والوں نے بعید تاویلیں کیں۔ اور اس کے صحیح ثابت کرنے میں سخت حیران وپریشان ہوئے اور کوئی محکم دلیل پیش نہیں کر سکتے۔ جیسا کہ شیخ عبد الحق دہلوی نے شرح مشکوٰۃ میں اسکو تسلیم کیا ہے۔ اور خطابی سے نقل کرتا ہے کہ اُس نے کہا اس تنازع حضرت علیؑ وعباس وعہد عمر سے بھی سخت مشکل قضیہ فاطمہ زہراؑ کا ہے کیونکہ اگر ہم کہیں کہ وہ صاحبہ رضؓ (معصومہؑ) اس مسئلہ سے جاہل تھیں تو یہ بھی آپ کی شان سے بعید اور اُن کی طرف نامناسب نسبت ہے۔ اور اگر ہم قرار دیں کہ شائد حضرت زہراؑ کو نبی صلعم سے اس حدیث کے سننے کا اتفاق نہوا ہو تو پھر یہ مشکل پیش آتی ہے کہ بعد سننے اس حدیث کے ابوبکر صاحب سے اور بعد دیگر صحابہ کی شہادت کے جناب زہراؑ نے کس طرح اس حدیث کو قبول نہ فرمایا اور وہ غضبناک ہو گئیں۔ اور اگر حدیث سننے سے پہلے غضبناک ہوئیں تو بعد سننے حدیث کے اُس غضب سے کیوں رجوع نہ فرمایا بلکہ اُن کے غضب نے اس قدر طوالت کھینچی کہ جب تک زندہ رہیں انہوں نے ابوبکر صاحب سے قطع تعلق کئے رکھا چنانچہ کرمانی شرح بخاری میں روایت کرتا ہے۔ خطابی کا قول ختم ہوا۔ اور محقق اخبار میں ثبوت کو پہونچا ہے کہ ابوبکر صاحب جناب فاطمہ زہراؑ کے جنازہ پر حاضر نہوئے۔ بیان کرتے ہیں کہ جناب فاطمہؑ نے وصیت فرمائی تھی کہ ابوبکر صاحب ان پر نماز جنازہ نہ پڑھیں۔ الخ (شرح مشکوٰۃ شیخ عبد الحق جلد ۳ صفحہ ۲۴۶) گیارھواں یہ کہ جناب رسول اللہؐ کا صلہ اقارب زیادہ ضروری اور مناسب بلکہ ہر کس پر واجب اور فرض تھا مگر انہوں نے صلہ کا حق رعایت ادا نہ کیا بلکہ اُس حق کو ضائع کیا اور اپنے خویش واقارب کے صلہ رکھنے کی کوشش کرتے رہے۔ چنانچہ فتح الباری جلد ۳ صفحہ ۱۴۱ میں ہے کہ خطابی کہتا ہے ضرور امیر عثمان نے مروان کو فدک عطا کر دیا تھا اسلئے کہ اُسنے یہ تاویل کی تھی کہ جو کچھ نبیؐ کے لئے مخصوص ہوتا ہے (چنانچہ فدک تھا) وہ بعد نبیؐ کے خلیفہ کا ہو جاتا ہے۔ جب امیر عثمان کو اس فدک کی پرواہ نہ رہی تو اُس کے ساتھ اُسنے اپنے بعض اقارب کا صلہ کرنا چاہا۔ اور روضۃ المناظر صفحہ ۲۰۹ مطبوعہ برحاشیہ مروج میں ہے۔ کہ عثمان بن عفان نے سب سے الگ کر کے محض مروان بن حکم کو فدک دیدیا حالانکہ وہ صدقہ مخصوصہ رسول اللہ صلعم کا تھا۔ پھر ہمیشہ مروان اور اُس کی اولاد کے قبضہ میں رہا۔ حتیٰ کہ عمر بن عبد العزیز نے اپنے عہد میں پھر اس کو صدقہ کی صورت میں تبدیل کر دیا۔ ـــــــ

مروان کو فدک جاگیر میں دیا گیا۔

[1] اسی طرح ازالۃ الخفاء جلد ۲ صفحہ ۲۹ میں ہے بدیں الفاظ صعب ترین اشکالات آں بود کہ حضرت فاطمہ زہراؑ وحضرت عباس بظاہر عموم آیت یوصیکم اللہ متمسک شدہ میراث آنحضرت صلعم طلب کردند۔ الخ ۱۲ مترجم۔

الثانی عشران ابابکر وعمر کا نالم یعلما علم المیراث ویسئلان علیاً وغیرہ کما سیاتی فی ذکر علم نعما والتعجب علی انہما کانا عالمین بمیراث بنت رسول اللہ ص وحرما نھا وفی کنز العمال عن ام ھانی ان فاطمۃ قالت یا ابابکر من یرثک اذا مت قال ولدی واھلی قالت فما شانک ورثت رسول اللہ ص دوننا۔ الخ رواہ ابن سعد۔ وفیہ بمعناہ رواہ احمد وابوداؤد وابن جریر والبیھقی وفیہ عن ابی جعفر قال جاءت فاطمۃ الی ابی بکر تطلب میراثھا وجاء العباس ابن عبد المطلب یطلب میراثہ وجاء معھما علیؑ فقال ابوبکر قال رسول اللہ ص لانورث ماترکناہ صدقۃ کان النبی ص یعول فقال علیؑ وورث سلیمان داؤد وقال زکریا یرثنی ویرث من ال یعقوب قال ابوبکر ھو ھکذا وانت واللہ تعلم مثل ما اعلم فقال علیؑ ھذا کتاب اللہ ینطق فسکتوا وانصرفوا رواہ ابن سعد اقول قد ثبت من ھذا وضع الحدیث لانہ ان لم یکن موضوعاً لم یعطھا ابوبکر وثبت من ھذا رد عمر حکم ابی بکر وھتکہ وقھرہ علی فاطمۃ کما فی ازالۃ الخفاء من قصۃ عتبۃ والاقرع فی ارض السبخۃ

بارھواں یہ کہ حضرت ابوبکرؓ وعمر کو علم میراث وغیرہ میں ویسے تو دسترس نہ تھی چنانچہ جناب علیؑ و دوسروں سے دریافت کر کے بیان کرتے ہے جیسا کہ دونوں کے ذکر علم میں آئیگا۔ پھر تعجب ہے کہ میراث دختر رسول صلعم اور ان کی محرومی کا علم ہر دو کو کیسے حاصل ہوگیا۔ اور کنز العمال جلد ۳ صفحہ ۱۲۵ میں ام ہانی سے روایت ہے کہ تحقیق جناب فاطمہؑ نے فرمایا۔ اے ابابکر تیرے مرنے کے بعد تیرا کون وارث ہوگا۔ اس نے کہا میرے گھر کے آدمی اور اولاد وارث ہوگی۔ سیدہؑ نے فرمایا تیرا کیا حال ہے کہ ہم نہ ہوئے اور تو جناب رسول اللہ ص کا وارث ہوگیا۔ الخ۔ اس کو ابن سعد نے روایت کیا۔ اور اسی کے صفحہ ۱۲۶ میں ہم معنے اس کے بروایت احمد وابی داؤد وابن جریر وبیہقی کے مذکور ہے۔ اور صفحہ ۱۲۴ میں حضرت ابی جعفرؑ (محمد باقرؑ) سے مروی ہے فرمایا جناب فاطمہؑ ابی بکر کے پاس تشریف لائیں اور اپنا میراث طلب کیا۔ نیز عباس بن عبد المطلب آیا وہ اپنا حق وراثت طلب کرتا تھا اور ہر دو کے ہمراہ جناب علیؑ بھی تھے۔ پس ابوبکر صاحب نے کہا رسول اللہ فرماتے ہیں ہمارا کوئی وارث نہیں ہوتا جو ہم چھوڑ جائیں صدقہ ہو جاتا ہے۔ جناب علیؑ نے فرمایا حضرت سلیمان داؤد علیہ السلام کے وارث ہوئے اور حضرت زکریاؑ نے دعا کی۔ یا اللہ میرا اور آل یعقوب کا ایک وارث بنانا۔ ابوبکر صاحب نے کہا وہ اسی طرح ہے۔ اگر خدا کی قسم جو بات ہے وہ تو بھی میری طرح جانتا ہے پس علیؑ نے فرمایا یہ کتاب خدا بول رہی ہے (اور تم باتیں بناتے ہو) پس خاموش ہوگئے اور سب واپس لوٹے۔ اس کو ابن سعد نے روایت کیا۔ (قول مؤلف) میں کہتا ہوں تحقیق وضعیت حدیث لانورث کی اس طرح بھی ثابت ہوتی ہے کہ اگر موضوع نہ ہوتی تو ابوبکر صاحب جناب سیدہ کو فدک کا وثیقہ نہ دیتے (نیز حضرت علیؑ نے ثابت کر دیا کہ یہ حدیث مخالف ظاہر قرآن کے موضوع ہے) اور نیز امیر عمر کا ابوبکر کے حکم کو رد کرنا اور بی بی صاحبہ کی ہتک شان کرنی اور ان پر قہر کرنا ثابت ہوا جیسا کہ قصہ عتبہ واقرع کاشت اراضی بارانی ازالۃ الخفاء جلد ۲ صفحہ ۱۹۵ سے مذکور ہو چکا ہے (کہ ابی بکر کے حکم کو امیر عمر نے منسوخ کر دیا)

۵۱ کنز العمال جلد ۳ صفحہ ۱۳۰/۱۲۹ میں بروایت احمد وابی داؤد وابن جریر وبیہقی ابی الطفیل سے منقول ہے۔ کہا جناب فاطمۃ الزہراؑ ابی بکر کے پاس تشریف لائیں اور فرمایا رسول اللہ ص کے وارث اُن کے اہل ہیں یا تو؟ ابوبکر صاحب کہنے لگے ہم نہیں بلکہ رسول ص کے اہل وارث ہیں جناب سیدہ نے فرمایا پس ہمارا خمس کہاں ہے؟ ابوبکر نے کہا نبی ص کے بعد اُس کا حقدار وہ ہے جو خلیفہ ہو اور میں نے مناسب سمجھا ہے کہ خمس کو دوسرے مسلمانوں کے اندر تقسیم کروں زہراؑ نے فرمایا کیا تو مجھ سے زیادہ جاننے والا ہے؟ تم نے آنحضرت سے سن لیا اور ہم نے نہ سُنا یہ کہکر واپس ہوگئیں۔ اور یہی حدیث بعینہ مسند احمد جلد ۱ صفحہ ۴ مطبوعہ مصر میں ہے۔ صرف اس میں لفظ جانت کی جگہ وراثت ہے۔ اور مطلق ورثہ کا ذکر ہے مگر یہ لفظ موجود ہے کہ ہم نے نہ سُنا اور تم نے سُن لیا اور کیا تو مجھ سے زیادہ عالم ہے۔ چار رواۃ سوال وراثت جناب زہراؑ کے یہاں مذکور ہوئے پانچواں راوی حضرت عائشہ ہیں ان کی روایت بخاری ومسلم میں متعدد مقامات پر مروی ہے اور مالک بن اوس وغیرہ رواۃ روایت کا ذبا آثما غادرا خائنا جس میں علیؑ کے اعتقاد کو عمر صاحب غصب وراثت وتکذیب لانورث کی نسبت تسلیم کرتے ہیں اسی طرح اس روایت کو متواتر یا مشہور کہا جائیگا۔ اور ابوبکر صاحب نے تو جاگیر اپنے داماد کو بذریعہ ایک خفیہ وثیقہ کے دی تھی اُس کا حال کتاب ہذا کا بیان انعقاد خلافت ابی بکر کے حاشیہ پر ملاحظہ ہو اور اُس جائداد سے حضرت ابوبکر کا داماد اس قدر مالدار ہوگیا تھا جو روایت بخاری سے ظاہر ہے۔ دیکھو بخاری مترجم مسمی بتیسیر القاری پارہ ۱۲ صفحہ ۱۰۱ کتاب الجہاد باب برکۃ الغازی لکھا ہے کہ جب زبیر داماد ابی بکر فوت ہوا بعد ادائے

ص اسکے باقی رواۃ ابو ہریرہ وام سلمہ وتائید آئندہ صفحہ ۴۰۴ کے حاشیہ میں دیکھو اور عبد اللہ بن زبیر چھٹا راوی ہے اسکے الفاظ صفحہ ۳۹۹ کے حاشیہ میں دیکھو

جابر بن عبداللہ کے دعوے کی تصدیق ابوبکر نے بغیر گواہ کے کر لی

الرابع عشر عن جابر بن عبد الله يقول قال لی رسول الله ص لو قد جاء مال البحرين لقد اعطيك هكذا وهكذا ثلاثا فلم يقدم مال البحرين حتی قبض رسول الله فلما جاء مال البحرين قدم علی ابی بكر امر ابوبكر مناديا فنادی من كان له عند النبی ص دين او عدة فليأتنی قال جابر فجئت ابابكر فاخبرته ان النبی ص قال لو جاء مال البحرين اعطيتك هكذا وهكذا ثلاثا قال ذا عطانی فحثی لی حثية فعددتها فاذا خمس مائة قال خذ مثليها الحديث رواه البخاری وهكذا فی صحيح المسلم وهكذا وقع لابی شيبة المازنی كما ذكره فی كنز العمال۔ اقول قد ثبت من هذا الحديث ان ابابكر اعطی جابرًا مالاً كثيرًا بمجرد دعواه بغير شهادة وصدقه ولم يصدق دعوی بنت النبی ص ولا شهادة علی وابنيه ای الحسنين ولم ايمن اهل الجنة. الله اكبر قال السيد فی كتاب الزهراء ناقلاً عن الكرمانی وهو عن الطحاوی واما تحمل ابی بكر عدة النبی ص لان الوعد منه يلزم فيه الايجاز لانه من مكارم الاخلاق وانه لعلی خلق عظيم۔ واما تصديق ابی بكر جابرًا فی دعواه لقوله عليه السلام من كذب علی متعمدًا الحديث فهو وعيد ولا يظن بان مثله يقدم عليه قال الحافظ فی الفتح وفيه قبول خبر الواحد العدل من الصحابة ولو جر ذالك نفعًا لنفسه لان ابابكر لم يلتمس من جابر شاهدًا علی صحة دعواه وقال العلامة العينی انما لم يلتمس شاهدًا منه لانه عدل بالكتاب والسنة اما الكتاب فقوله تعالی كنتم خير امة وكذالك جعلناكم امة وسطا فمثل جابر ان لم يكن من خير امة فمن يكون۔ واما السنة فقوله عليه السلام من كذب علی متعمدًا الحديث۔ ولا يظن كذالك لمسلم فضلاً عن صحابی فلو وقعت هذه المسئلة اليوم فلا يقبل الا ببينة۔ قال الذهبی فی ميزان الاعتدال ان ابن حجر والعينی ادیا فرض البخاری علی الامة ای بشرحهما كتابه

چودھواں یہ کہ جابر بن عبداللہ سے مروی ہے مجھے رسول اللہ ص نے فرمایا تھا کہ جب بحرین کا مال آیا میں تجھے اتنا اتنا دوں گا پس وفات رسول اللہ ص تک مال نہ آیا اور بعد وفات مال آیا تو ابوبکر صاحب نے منادی کرائی کہ جس نے نبی ص سے قرضہ یا وعدہ کی چیز لینی ہو وہ حاضر ہو جائے جابر کہتا ہے میں ابوبکر کے پاس گیا اور اُس کو خبر دی کہ نبی ص نے اس طرح فرمایا تھا کہ جب مال بحرین کا آیا تو میں تجھے اتنا اتنا دوں گا تین دفعہ۔ کہتا ہے کہ مجھے ابوبکر صاحب نے اتنا ہی دیدیا کہ ایک مٹھی بھر کر دی میں نے اُسے شمار کیا تو پانچ سو تھا اور ابوبکر صاحب نے کہا کہ اس سے دو چند اور لے لے اس کو بخاری نے روایت کیا دیکھو بخاری پارہ ۱۷ صـ۹۱ مع الفتح۔ اور صحیح مسلم میں بھی اسی طرح ہے اور ابوشیبہ مازنی کا واقعہ بھی اسی طرح ہے جیسا کہ کنز العمال میں مذکور ہے (قول مؤلف) میں کہتا ہوں اس حدیث سے ثابت ہوا کہ جابر کو بمجرد اُس کے دعوے کے بہت سا مال یعنی زر کثیر دیدیا اور کوئی شہادت طلب نہ کی بلکہ دعویٰ جابر کی تصدیق کر لی یعنی سچ مان لیا اور بنت نبی ص کے دعویٰ کو سچا نہ سمجھا اور نہ گواہی علیؑ کی و حسنینؑ و ام ایمن اہل بہشت کو سچا سمجھا۔ اللہ اکبر۔ اور سید اولاد حیدر صاحب اپنی کتاب زہرا صـ۱۰۳ میں کرمانی سے نقل کرتے ہیں اور اُس نے طحاوی سے روایت کیا کہ ابوبکر صاحب ایفاء وعدہ نبی ص کا اس لئے متحمل ہوا کہ نبی ص کا وعدہ وفا ہونا ضروری تھا کیونکہ وفاء عدہ عمدہ صفات سے ہے اور نبی ص صاحب خلق عظیم تھے۔ اور ابوبکر کا جابر کے دعویٰ کو سچا مان لینا اس لئے تھا کہ رسول ص نے فرمایا جس نے میرے اوپر جھوٹ کہا اُس نے اپنی جگہ دوزخ میں بنالی۔ پس یہ وعید ہے اور جابر جیسے شخص پر یہ گمان نہیں ہو سکتا کہ ایسا فعل کرے جو اس وعید کی تحت میں ہے اور حافظ ابن حجر فتح میں لکھتا ہے۔ اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ خبر واحد عادل کی جو صحابہ سے ہو قبول کر لینی چاہیئے اگرچہ وہ اپنے نفع ذاتی کے لئے بیان کرتا ہو کیونکہ ابوبکر صاحب نے جابر سے کوئی گواہ اس دعوی کی صداقت پر طلب نہ کیا تھا اور علامہ عینی نے کہا ہے کہ ابوبکر نے اس واسطے گواہ طلب نہ کیا تھا کہ جابر کتاب وسنت سے عادل تھا۔ کتاب سے اس طرح کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے تم اچھا گروہ ہو اور ہم نے تم کو عادل گروہ بنایا ہے۔ پس جابر جیسا اچھے گروہ سے نہیں تو پھر کون ہوگا؟ اور سنت سے اس طرح کہ آنحضرت ص نے فرمایا جس نے مجھ پر جھوٹ باندھا۔ آخر حدیث تک۔ تو کسی مسلمان پر بھی ظن بکذب نہیں ہو سکتا چہ جائیکہ صحابی پر ایسا گمان کیا جا سکے۔ البتہ یہ مسئلہ اگر آج کے زمانہ میں پیش آتا تو بغیر گواہوں کے مقبول نہ ہوتا۔ (اور ابن حجر و عینی وہ شخص ہیں جن کے لئے) ذہبی نے میزان میں لکھا ہے بخاری کا امت پر حق واجب تھا جو ابن حجر اور عینی نے صحیح بخاری کی شرح کر کے

اقول یا للعجب ان دعوی جابر وحدہ صدقہ ابو بکر لعدالتہ وکونہ صحابیا وحسن الظن علیہ بانہ لم یکذب علی النبی ولم یحتمل ہذہ الاحتمالات علی علیؑ وفاطمۃ والحسنین وام ایمن مع ان کلہم من اہل الجنۃ ولہم من الفضائل

(قول مؤلف) میں کہتا ہوں بڑا تعجب ہے کہ اکیلے جابر کا دعویٰ ابو بکر نے سچ مان لیا کیونکہ وہ عادل تھا اور صحابی تھا اور جھوٹ بولنے کا نبی صؐ پر اس سے گمان نہیں ہو سکتا تھا اور یہ باتیں جناب علیؑ وفاطمہؑ وحسنین وام ایمن پر موزوں نہ سمجھیں حالانکہ یہ سب بہشتی تھے اور ان میں وہ فضائل ہیں۔ جو جابر وغیرہ کے نصیب میں نہیں تو ظاہر ہوا کہ ابو بکر نے ان کی جابر وغیرہ کے برابر بھی قدر نہ کی پندرھواں یہ کہ جناب بی بی فاطمہؑ نے ایک دفعہ ہبہ کا دعویٰ فرمایا اور دوسری دفعہ میراث کا دعویٰ کیا

ما الیس لجابر فظہران ابابکر لم یجعلہم کجابر وغیرہ۔ الخامس عشر ان ادعت فاطمۃؑ مرۃ بالمیراث ومرۃ بالہبۃ

دعویٰ ہبہ فدک۔ رسالہ تحقیق فدک اصلاح عنہ جلد ۵ ص ۳ میں فتوح البلدان بلاذری سے منقول ہے عن مالک بن جعونۃ عن ابیہ قال قالت فاطمۃ لابی بکر ان رسول اللہ صؐ جعل لی فدک فاعطانی ایاہا وشہد لہا علی بن ابیطالب فسألہا شاہدا آخر فشہدت لہا ام ایمن فقال قد علمت یا بنت رسول اللہ صؐ انہ لا تجوز الا شہادۃ رجلین او رجل وامرأتین انتہی۔ اسی طرح بعینہ وفاء الوفاء سمہودی طبع مصر جلد ۲ ص ۱۶۰/۱۶۱ ۱۳۲۶ھ میں مذکور ہے مطلب اس کا وہی ہے جو ص ۳۸۶ فلک النجاۃ میں مذکور ہے اور وفاء الوفاء صفحہ مذکورہ میں عمر بن عبد العزیز کا اپنی خلافت میں عامل مدینہ کی طرف یہ حکم لکھنا کہ فدک اولاد فاطمہؑ کی طرف واپس دیدو منقول ہے اور یہ کہ ایام خلافت عمر بن عبد العزیز میں انہی کے ہاتھ میں رہا اور وفاء الوفاء ص ۱۶۱ میں بعد نقل روایت ہبہ فدک کے علامہ سمہودی لکھتے ہیں ص دعویٰ ہبہ فدک۔ کتاب فتوح البلدان للامام احمد بن یحییٰ بن جابر البغدادی الشہیر بالبلاذری مطبوعہ مصر طبع اول ۱۳۱۹ھ ص ۳۸ میں ہبہ فدک بحق حضرت زہراؑ کو دو اسنادوں سے روایت کیا ہے ایک میں شہادت ام ایمن وحضرت علیؑ کی ہے اور دوسری میں ام ایمن اور مباح مولی النبیؐ کی ہے تیسری روایت سوال وراثت کی ہے اور ص ۳۹ میں مامون رشید کا فدک کو اولاد جناب فاطمہؑ کے ہاتھ میں دینا لکھا ہے اور مامون نے جو حکم اپنے دفتروں میں اور محرروں کے پاس تحریر کرایا اور عاملین کو لکھا اس میں یہ الفاظ تھے: وقد کان رسول اللہ صؐ اعطی فاطمۃ بنت رسول اللہ فدک وتصدق بہا علیہا وکان ذلک امرا ظاہرا معروفا لا اختلاف فیہ بین آل رسول اللہ ولم تزل تدعی منہ ما ہو اولی بہ من صدق علیہ فرأی امیر المؤمنین ان یردہا الی ورثتہا ویسلمہا الیہم تقربا الی اللہ باقامتہ حقہ وعدلہ والی رسول اللہ بتنفیذ امرہ وصدقتہ الخ۔ (از کتب خانہ نصیفی جدہ حجاز)

یعنی خلیفہ مامون کا قول اور حکم یہ تھا کہ رسول اللہؐ نے حضرت فاطمہ بنت رسول اللہؐ کو فدک دے دیا ہوا تھا اور ان پر تصدق کر دیا ہوا تھا یہ امر ظاہر اور معروف ومشہور تھا کہ آل رسولؐ کا اس مسئلہ میں کوئی اختلاف ظاہر نہیں ہوا اور ہمیشہ ان میں سے جو مستحق چلا آیا ہے وہ اظہار اپنے دعوے کا کرتا چلا آیا ہے۔ اس لئے اب امیر المومنین (مامون رشید) نے یہ مناسب سمجھا ہے کہ فدک کو جناب زہراؑ کے ورثا کے ادیہ پھیر دے اور ان کے سپرد کر دے اور یہ کام محض رضامندی خدا کے لئے اور اس کی حدود اور عدل کو قائم رکھنے کے لئے کیا جا رہا ہے اور اس لئے کیا جاتا ہے کہ رسول اللہؐ نے جو حکم دیا تھا اور جو تصدق کیا تھا اس کی تعمیل ہو جائے اور وہ حکم جاری وساری ہو جائے۔ اور معجم البلدان حموی جلد ۶ ص ۳۴۳ میں اس روایت ہبہ فدک کو بلاذری سے نقل کر کے لکھا ہے کہ یہ روایت اصح یعنی بہت صحیح ہے اور اسی معجم البلدان مؤلفہ یاقوت حموی بغدادی متوفی ۶۲۶ھ طبع اول مطبوعہ مصر (جس کی ضخامت دس جلدوں کی ہے) جلد ۶ ص ۳۴۲ باب الفاء والدال وما یلیہما میں لفظ فدک کے بیان میں لکھا ہے۔ وکانت خالصۃ لرسول اللہ وفیہا عین فوارۃ ونخیل کثیرۃ وہی اللتی قالت فاطمۃ رض ان رسول اللہ صؐ نحلنیہا فقال ابو بکر ارید لذلک شہودا ولہا قصۃ ثم ادی فی خبرہ عمر فتنازعا علی وعباس فکان علی یقول ان النبی صؐ جعلہا فی حیاتہ لفاطمۃ الخ (ثم قال) فلما ولی عمر بن عبد العزیز الخلافۃ کتب الی عاملہ بالمدینۃ یأمرہ برد فدک الی ولد فاطمۃ فکانت فی ایدیہم فی ایام عمر بن عبد العزیز انتہی۔ (از کتب خانہ نصیفی جدہ حجاز) یعنی فدک خالص رسول اللہؐ کا تھا اس میں ایک فوارہ دار چشمہ تھا اور ایک نخلستان تھا یہ فدک وہی ہے جس کے لئے جناب فاطمہ زہراؑ نے حضرت ابو بکر کے عہد میں یہ دعوے کیا تھا کہ رسول اللہؐ نے یہ مجھے ہبہ کر دیا ہوا ہے اور ابو بکر نے کہا تھا کہ میں اس پر شہادتیں لینا چاہتا ہوں اس کا بڑا قصہ ہے (پھر عہد عمر میں حضرت علیؑ وعباس کا تنازع ذکر کر کے لکھا کہ حضرت علیؑ

ص ہو موافق لما نقلہ ہو عن یاقوت (الحموی)

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ ہر دو روایات مذکورہ بالا سے یہ ثابت ہوا کہ مامون رشید اور عمر بن عبدالعزیز ہر دو اہل سنت کے خلیفے یہ اعتقاد رکھتے تھے کہ فدک رسول اللہؐ نے حضرت فاطمہ زہراء کو ہبہ کر دیا ہوا ہے اور خلاف اس کے ظلم ہے اور روایت حموی سے یہ بھی ثابت ہوا کہ امیر المومنین و امام المتقین حضرت علیؑ بھی اسی کے قائل تھے۔ در الملل والنحل مطبوعہ بمبئی جلد ا صفحہ میں ہے الخلاف السادس فی امر فدك والتوارث عن النبیؐ و دعوی فاطمةؑ وراثة تارة وتمليكا اخرى حتى دفعت عن ذلك الخ یعنی چھٹا اختلاف فدک کے معاملہ میں تھا کہ یہ کس کا حق ہے اور وراثت نبیؐ کے مسئلہ میں تھا کہ نبیؐ کے ورثاء کو دیا جائے یا نہ اور دعوے حضرت فاطمہ زہراء کے بارہ میں تھا جو سیدہ موصوفہ نے ایک دفعہ تملیک فدک کا دعوے کیا کہ نبیؐ نے میرے حق میں اس کو تملیک کر دیا ہوا ہے اور ایک دفعہ وراثت کا دعوی کیا کہ تملیک کو نہ مانو تو باپ سے جو مجھے ورثہ ملنا چاہیئے اس کے سبب سے میرا حق ہے حتیٰ کہ سب دعوے اُن کے رد کر دیئے گئے اس اختلاف کا سہرا بھی حضرت عمر کے سر پر ہے جو ابوبکر کو مشورہ دیتے رہے کہ فدک اہل بیت رسول کو ہرگز نہ دینا چاہیئے اور ایک دفعہ ابوبکر صاحب نے نرم ہو کر حضرت زہراء کے حق میں سند بھی لکھ دی تو اُس کو عمر نے چاک کر دیا اور ابوبکر صاحب کو ڈانٹا۔ جو انسان العیون فی سیرۃ الامین والمامون لعلی بن برہان الدین الحلبی الشافعی مطبوعہ مصر جلد ۳ صفحہ ۳۹۹ میں ہے ولعل طلب ارثها من فدك كان منها بعد ان ادعت ان النبیؐ اعطاها فدكا وقال لها هل لك بينة فشهد لها علی کرم الله وجهه وام ايمن فقال لها ابرجل وامرءة تستحقيها ارتهم قال في مقتل في كلام سبط ابن الجوزی رح انه رض (ابابكر) كتب لها بفدك ودخل عليه عمر فقال ما هذا فقال كتاب كتبته لفاطمة بميراثها من ابيها فقال مما ذا تنفق على المسلمين وقد حاربتك العرب كما ترى ثم اخذ عمر الكتاب فشقه۔ یعنی حضرت زہراء نے دعوئے میراث بعد دعوئے ہبہ فدک کے کیا پہلے یہ دعوے تھا کہ نبیؐ نے زہراء کو فدک عطا فرمایا ہوا ہے ابوبکر نے شہادت طلب کی حضرت علیؑ اور ام ایمن نے گواہی دی مگر ابوبکر نے کہا کیا ایک مرد اور ایک عورت سے یہ حق لے سکتی ہے (پھر کہا) سبط ابن جوزی کے کلام میں ہے ابوبکر نے وثیقہ فدک کا لکھ دیا مگر عمر آ گئے پوچھا کیا ہے: ابوبکر بولے میں نے فدک فاطمہؑ کو لکھ دیا ہے عمر بولے تم مسلمانوں پر کیا خرچ کرو گے حالانکہ عرب تیرے ساتھ جنگ پر تلے ہوئے ہیں پھر عمر نے وہ وثیقہ لے لیا اور چاک کر دیا۔ اس حال کو دیکھ کر ابوبکر صاحب بھی خاموش رہے اور دینا نہ چاہا ورنہ جو دینا تھا وہ اپنے داماد زبیر کو خفیہ دیدیا تھا اور امیر عمر کو معلوم نہ ہونے دیا چنانچہ بیان انعقاد خلافت ابی بکر میں لکھا جا چکا ہے اور کنز العمال جلد ۳ صفحہ ۱۲۵ میں ایک حدیث بروایت ابی سلمہ کے مروی ہے جس کو احمد و بیہقی نے روایت کیا اور ترمذی نے روایت کر کے حسن کہا مضمون اس روایت کا یہ ہے کہ جناب فاطمہؑ نے فرمایا اے ابوبکر تیرا وارث کون ہو گا؟ کہا میرے اہل و عیال جناب سیدہ نے فرمایا کہ کیا ہو گیا جس سے میں رسول اللہؐ کی وارث نہیں ہو سکتی۔ انتہی ایضاً صفحہ ۱۲۵ کنز العمال میں ان الفاظ سے ہے عن ابی هريرة ان فاطمة جاءت ابابكر وعمر الخ رواه احمد والبیہقی اور کنز العمال جلد ۳ صفحہ ۱۲۵ میں ہے عن عمر بن الخطاب قال جاءت فاطمة الى ابی بكر وهو الی م فقالت ميراثی من رسول الله الخ رواه ابن سعد فی الطبقات اور اشعۃ اللمعات ترجمہ فارسی مشکوٰۃ مؤلفہ شیخ دہلوی جلد ا صفحہ ۱۵۱ باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ میں بروایت دارقطنی حدیث مرفوع مروی ہے کہ رسول اکرمؐ نے فرمایا کلامی لا ینسخ کلام اللہ وکلام اللہ ینسخ کلامی یعنی فرمایا میری کلام خدا کے کلام کو منسوخ نہیں کر سکتی اور خدا کا کلام میرے کلام کو منسوخ کر سکتا ہے اس حدیث سے ثابت ہوا کہ حدیث لا نورث بشرط صحت قرآن کی ناسخ نہیں ہو سکتی اور اصول میں مذکور ہے کہ تخصیص بعض افراد میں نسخ کا حکم رکھتی ہے لہذا بغیر دلیل قطعی کے مخصص بھی نہیں ہو سکتی آدھ آیات بینات روشنی مؤلف محسن الملک۔ جلد ۲ صفحہ ۱۲۵ بحث فدک میں ابن سمان کی کتاب الموافقۃ اور فصل الخطاب سے دعوی ہبہ فدک کو اسی طرح نقل کیا ہے۔ باقی ثبوت فلک النجاۃ تذکرہ خواص الامۃ کے حوالہ سے حضرت زہراء کا دعوی میراث ملاحظہ ہو اصل عبارت مکمل لکھ کر ناظرین کی تسلی کرائی جاتی ہے جس سے فوائد کثیرہ حاصل ہوں گے صفحہ ۱۲۹ تذکرہ میں لکھا ہے۔ قال الشعبی لما منعت (فاطمة) ميراثها لاثت خمارها على رأسها اى عصبت (اوادخت) خمارها وسمت الله واثنت عليه ووصفت رسول الله بالاوصاف فكان مما قالت الى ان قال فانی تأفكون كتاب الله بين اظهركم يابن ابی قحافة اترث اباك ولا ارث ابی ودونكما مرحولة من مومة فنعم الحاكم الحق والموعد القيامة وفی صفحہ ۱۸۰ من التذكرة قال علی مشيرا الى قبر رسول الله وستخبرك ابنتك بما لقينا بعدك فاحفها بالسوال واستعلم منها الامور والاحوال

باقی بر صفحہ آئندہ

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) هذا اولم یطل العهد ولم یمتد الزمان فعلیکما منی السلام سلام مودع - انتھی یعنی جب حضرت فاطمہ کو میراث نہ ملا انہوں نے خدا اور رسول کی تعریف کے بعد ابوبکر صاحب کو عتاب کیا کہ اے ابن ابی قحافہ تم تو اپنے باپ کے وارث ہو سکتے ہو میں کیوں اپنے باپ کی وارث نہیں ہوتی اچھا اللہ بہتر حاکم ہے اور جزا و سزا کا وعدہ قیامت کے دن ہے اور وفات زہراء کے بعد علی رسول خدا کی قبر اطہر کی طرف اشارہ کر کے فرمانے لگے آپ اپنی بیٹی سے آپ کے بعد کے حالات دریافت فرمالیں کہ ابھی زمانہ زیادہ اور مدت طویل نہیں گذری اور آپ کی امت سے ہم کو کیا کچھ تکلیفات و صدمات پہنچے ہیں اور خطبہ جناب زہراء کا جو عتاب ہے

اما المیراث فکما مر واما الهبة فکما فی لباب النقول اخرج الطبرانی وغیرہ عن ابی سعید الخدری قال لما نزلت وآت ذا القربی حقہ دعا رسول اللہ فاطمة فاعطاها فدك[۱] وهکذا فی الدر للسیوطی وزاد ورواہ ابو یعلی والبزار وسکت علی اسنادہ وکذا فی ترجمان القرآن

میراث کا جیسا کہ گذرا ہے اور ہبہ کا جیسا کہ لباب النقول میں (مطبوعہ برحاشیہ جلالین طبع مصر ج ۲ ص ۱۹) کہ طبرانی وغیرہ نے ابی سعید خدری سے روایت کیا کہ جب آیت وآت ذا القربی حقہ اتری یعنی اے نبی تو اپنے قریبی حقدار کا حق دیدے تو رسول اللہ نے جناب فاطمہ کو بلایا اور فدک انہیں دیدیا اور اسی طرح درمنثور جلد ۴ ص ۱۷۷ میں ہے اور زیادہ لکھا کہ اس حدیث کو ابویعلی اور بزار نے بھی روایت کیا ہے اور سیوطی نے اس کے اسناد پر سکوت کیا اور اسی طرح ترجمان القرآن میں بذیل

[۱] لباب النقول میں اس کے بعد اسناد پر کوئی جرح نہیں کی اور سکوت سیوطی علامت قبول اسناد ہے البتہ اس کے بعد لکھا ہے قال ابن کثیر هذا مشکل فانه یشعر بان الآیة مکیة والمشهور خلافه یعنی ابن کثیر کہتا ہے یہ اس لئے مشکل ہے کہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے یہ آیت مدنیہ ہے اور مشہور اس کا خلاف یعنی مکیہ ہونا ہے اور ترجمان القرآن جلد ۵ صفحہ ۹۵ میں ہے ابوسعید کہتے ہیں جب یہ آیت وآت ذا القربی حقہ حضرت فاطمہ کو بلایا اور ان کو باغ فدک عطا کیا رواہ البزار اگر اس کی اسناد صحیح ہے تو مشکل ہے اس لئے کہ آیت مکی ہے اور فدک ہمراہ فتح خیبر مفتوح ہوا اور ابتداء سورہ بنی اسرائیل ص ۱ میں لکھا بعض نے کہا آٹھ آیات اس میں مدنی ہیں - انتہی تو دو وجہ سے مکی و مدنی کا اعتراض وقعت نہیں رکھتا ایک یہ کہ اگرچہ سورہ مکیہ ہو مگر یہ آیت مدنی ہے جیسا کہ بہت دوسری سورتوں میں اور اسی سورۃ میں ابن کثیر کا تسلیم شدہ امر ہے دوسری یہ کہ ممکن ہے حکم مکہ میں آیا اور تعمیل کا وقت مدینہ میں آیا ہو نیز مسلم امر ہے کہ بعض احکام کا نزول مکہ میں ہوا اور تعمیل مدینہ میں ہوئی دیکھو انسان العیون فی سیرۃ الامین والمامون المعروف بالسیرۃ الحلبیہ مطبوعہ مصر ج ۲ ص ۶۳ اس میں تفسیر اتقان سیوطی سے منقول ہے کہ ان احکام میں سے جن کا حکم نزول آیت سے پہلے تھا اور نزول آیت پیچھے ہوا آیت جمعہ کی ہے کیونکہ حکم فرضیت جمعہ مکہ میں ہوا اور عمل درآمد مدینہ میں ہوا اور آیت بھی مدینہ میں اتری اور ص ۳۱ میں اس کو بسط سے بیان کیا ہے اور جو آیت مکہ میں اتری اور عمل درآمد اس کا مدینہ میں ہوا اس کی مثال کتاب مذکور میں ہے بحوالہ تفسیر درمنثور بذیل تفسیر فرضیت جمعہ آیت ومن احسن قولا ممن دعا الی اللہ وعمل صالحا لکھی ہے کہ یہ آیت مکہ میں اذان کہنے والوں کی شان میں اتری ہے اور اذان مدینہ میں مشروع ہوئی نیز سیرۃ حلبیہ میں ہے عن نزولہ اس کے بعد علامہ حلبی نے اس کی تائید حافظ ابن حجر سے بیان کی ہے - اور ایک اعتراض کا جواب ہبہ فدک کے جواب میں مؤلف آیات بینات ونصیحۃ الشیعہ نے بڑا اعتراض روایت پر یہ کیا ہے کہ ابوسعید کلبی مجروح راوی ہے اور غلطی سے خدری سمجھا گیا جواب یہ ہے کہ مؤلف آیات بینات سے ثقہ حافظ وسیع العلم خاتم المحدثین علامہ جلال الدین سیوطی بدرجہا زیادہ معتمد ہیں اور انہوں نے لباب النقول و درمنثور میں ابوسعید خدری تسلیم کر کے بالتصریح بلا جرح اس حدیث کو روایت کیا ہے - لہذا یقیناً ابوسعید خدری راوی اس حدیث کے ہیں نہ کلبی - اس کے علاوہ آیات بینات میں واقعہ ہبہ فدک کو بروایت شیعہ لکھ کر روایات کا تناقض و تعارض دکھایا ہے جس سے روایت کو ناقابل اعتماد ٹھہرایا ہے - ہم کہتے ہیں میراث کا دعوی بعد دعوی ہبہ کے ہوا ہے مگر بعض روایات میں پہلے میراث کا دعوی آیا ہو تو اصل واقعہ کے ثبوت کو باطل نہیں کر سکتا - راوی کی غلط فہمی ہوگی ہر دو قسم کے دعوے ہوئے خواہ پہلے کوئی ہوا - اور ہر دو میں جواب انکار کا ملا - تقریر جناب زہراء کی پہلے ہوئی یا علی کی اس سے اصل واقعہ کو مضر نہیں ہر ایک نے دو دفعہ تقریر کی ہو پہلے بھی اور پیچھے بھی تو جملہ روایات کی بشرط صحت تطبیق ہو سکتی ہے - ایسے واقعات بے شمار کتب احادیث میں موجود ہیں جن کی جزوی کیفیت میں تعارض موجود ہے مگر اصل واقعہ کے ثبوت کے لئے کسی نے مضر نہیں خیال کیا۔ مترجم

[۲] لباب مطبوعہ برحاشیہ جلالین جلد ۲ ص ۱ میں یہ روایت ہبہ فدک کی ہے اسکے بعد اسی لباب النقول میں اور درمنثور کے صفحہ مذکورہ میں باسناد ابن مردویہ ابن عباس سے

ولما فی شرح المواقف انه صلعم نحلها ای اعطاها فدك نحلۃً ای عطیۃً وبمعناه فی الصواعق وکنز العمال و مستدرك الحاکم۔ قال السید فی کتابه الزهراء وفی الاکتفاء لابراهیم ابن عبد الله الیمنی الشافعی قالت فاطمۃ ان رسول الله صلعم اعطانی فدك قال ابوبکر هل لك علی هذا بینۃ فجاءت بعلیؑ فشهد لها ثم بام ایمن فقالت الیس تشهد انی من اهل الجنۃ قال بلٰی قالت فاشهد ان النبیؐ اعطاها فدك فقال ابوبکر فبرجل او امرأۃ تستحقیها او تستحقین بها القضیۃ قال الفخر الرازی فی تفسیره الکبیر فلما مات رسول الله صلعم ادعت فاطمۃ علیها السلام انه کان نحلها فدك فقال انت اعز الناس علی فقرًا واحبهم الی غنی لکنی لا اعرف صحۃ قولك ولا یجوز ان احکم بذلك فشهد لها ام ایمن و مولی رسول الله صلعم الخ وفی معارج النبوۃ۔ پیغمبر فاطمہ را بخواند و برائے او حجت نوشت و آں حجت بود کہ بعد از جناب رسولؐ پیش ابوبکر صدیق آورد و گفت ایں کتاب رسول خدا است برائے من و حسنین نوشتہ است وکذا فی حبیب السیر و روضۃ الصفا۔ قال العلامۃ بن ابی الحدید فی شرح نہج البلاغۃ سألت علی ابن علی الفارقی الشافعی مدرس المدرسۃ الغربیۃ ببغداد فقلت اکانت فاطمۃ صادقۃ قال نعم قلت فلم لم یدفع الیها ابوبکر فدك وهی عنده صادقۃ قال نعم فتبسم ثم قال کلامًا لطیفًا لو اعطاها الیوم فدك بمجرد دعواها لجاءت الیه غدًا وادعت لزوجها الخلافۃ وزحزحته عن مقامه ولم یمکنه الاعتذار والموافقۃ بشیء لانه یکون قد اسجل علی نفسه انها صادقۃ

اور شرح مواقف صفحہ ۲۳۵ میں بھی ہے کہ نبیؐ نے جناب فاطمہؑ کو فدک بخشدیا تھا اور اسی کے ہم معنی صواعق صفحہ ۲۱ اور کنز العمال جلد ۲ صفحہ ۱۵۸ و مستدرک حاکم صفحہ ۱۸۷ میں ہے اور رسالہ زہرا مؤلفہ سید اولاد حیدر صاحب صفحہ ۹ میں اکتفا مؤلفہ ابراہیم بن عبد اللہ یمنی شافعی سے منقول ہے کہ جناب فاطمہؑ نے فرمایا کہ رسول اللہؐ نے فدک مجھے عطا فرمایا ہوا ہے ابوبکر نے کہا اس پر تیرا کوئی گواہ ہے۔ بی بی صاحبہ حضرت علیؑ کو گواہ لائیں اور حضرت علیؑ نے گواہی دی۔ پھر ام ایمن کو گواہ لائیں۔ ام ایمن نے ابی بکر سے کہا کیا تو نہیں گواہی دیتا کہ میں اہل بہشت سے ہوں ابوبکر نے کہا ہاں دیتا ہوں۔ ام ایمن نے کہا میں گواہی دیتی ہوں کہ نبیؐ نے جناب فاطمہؑ کو فدک دیدیا تھا ابوبکر نے کہا کہ ایک مرد اور ایک عورت کی گواہی سے تو اس کے فیصلہ کی کس طرح مستحق ہو سکتی ہے؟ اور فخر الدین رازی نے اپنی تفسیر کبیر ج ۸ صفحہ ۳۸۶ میں بذیل آیت فیئ اپنی تفسیر کبیر میں لکھا ہے کہ جب رسول اللہؐ فوت ہوئے جناب فاطمہؑ نے دعویٰ کیا کہ رسول اللہؐ نے ان کو فدک بخش دیا ہے۔ ابوبکر نے کہا کہ مجھے تو فقراء اور اغنیاء سب سے عزیز تر ہے لیکن تیری بات کی سچائی میں نہیں سمجھ سکتا اور نہ میرے لئے جائز ہے کہ میں اس طرح حکم دوں۔ پس اُس کے لئے ام ایمن اور رسول اللہؐ کے ایک غلام نے گواہی دی الخ اور معارج النبوۃ رکن ۴ صفحہ ۳۱۱ طبع نولکشور میں ہے پیغمبرؐ نے حضرت فاطمہؑ کو بلایا اور اُن کے لئے وثیقہ لکھا اور وہی وثیقہ بعد رسول اللہؐ کے بی بی صاحبہ نے ابی بکر کے پیش کیا اور فرمایا کہ یہ رسول اللہ کا نوشتہ ہے جو میرے اور حسنین کے لئے لکھا گیا ہے اور اسی طرح حبیب السیر و روضۃ الصفا ج صفحہ ۱۶۰ مطبوعہ نولکشور میں ہے اور علامہ ابن ابی الحدید نے شرح نہج البلاغہ میں لکھا ہے میں نے علی بن علی فارقی سے پوچھا جو شافعی مذہب کے مدرسہ بغداد کا مدرس تھا میں نے اس کو کہا کیا حضرت زہراؑ اس دعوے میں سچی تھیں؟ کہا ہاں۔ میں نے کہا پھر ابوبکر نے ان کو فدک کیوں نہ دیا؟ حالانکہ وہ اس کے نزدیک سچی بھی تھی۔ علی مذکور ہنسنے لگا اور نہایت لطیف کلام سے کہا کہ اگر آج بی بی صاحبہ کو ابوبکر مجرد اُن کے دعوٰی کے فدک دیدیتا تو کل صاحبہ موصوفہ اپنے خاوند کے لئے خلافت کا دعوٰی پیش کر دیتی جس سے ابوبکر صاحب کو اُس کے مسند خلافت سے ہٹا دیتی اور وہ کوئی عذر مدافعت پیش نہ کر سکتا کیونکہ پہلے دعوٰی میں وہ مان لیتا کہ یہ صاحبہ اپنے دعوٰی میں سچی ہوتی ہیں۔ انتہٰی۔

سلہ مشکوٰۃ باب الامارۃ مطبوعہ بمبئی صفحہ ۳۲۴ میں ہے عن ابی ذر قال قال رسول الله صلعم کیف انتم وائمۃ من بعدی یستأثرون بهذا الفیئ قلت اما والذی بعثك بالحق اضع سیفی علی عاتقی ثم اضرب به حتی القاك قال اولا ادلك علی خیر من ذلك تصبر حتی تلقانی رواه ابو داؤد۔ یعنی ابوذر سے روایت ہے کہا رسول اللہؐ نے فرمایا اُس وقت تمہارا کیا حال ہو گا جب میرے بعد ایسے امام ہوں گے جو اس فیئ کو اپنے لئے

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ)، یہ کہ تم صبر کرنا حتیٰ کہ مجھے ملو۔ انتہیٰ۔ قابل غور یہ ہے کہ اس پر نظر کرنی چاہیئے حضرت ابوذر صحابی کب تک زندہ رہے اور مطابق پیشگوئی پیغمبر خدا کے یہ امام کون کون ان کے زمانہ میں ان پر حکمران رہے جو مال فئے میں مصرف شرعی کے خلاف بیجا تصرف کے مرتکب ہوئے۔ جن کے مقابلہ میں ابوذر صاحب نے بمعہ اپنے آقا کے صبر کیا اور تکالیف برداشت کیں۔ وفات حضرت ابی ذر کی آخر زمانہ خلافت امیر عثمان میں ہوئی باقی رائے زنی ناظرین کے انصاف پر موقوف ہے اور یہ متفق علیہ بین الفریقین ہے جیسا کہ تفاسیر اہل جماعت کے ناظرین پر مخفی نہیں کہ مال فئے رسول اللہ کا خالصہ تھا جو آپ کے زمانہ میں حاصل ہوا اور مصرف جائز اہل بیت نبی تھے۔ جو بعد نبی کے محروم رکھے گئے۔ ثبوت خالصہ کے لئے نمونہ کے طور پر روایت ابوداؤد مترجم وحید الزمان صفحہ ملاحظہ ہو اُس میں لکھا ہے۔ حضرت عمر سے مروی ہے کہ اموال بنی النضیر مال فئے سے تھے کانت لرسول اللہ صم خالصاً ینفق علی اھل بیتہ یعنی خالص رسول اللہ کا مال تھا جو اپنے اہل بیت پر خرچ کرتے تھے۔ مولوی وحید الزمان مترجم ترجمہ اور فائدہ میں لکھتے ہیں یہی حکم فئے کا یعنی جو مال کفار سے ہاتھ لگے بغیر جنگ کے وہ مال مسلمانوں کے لئے ہے مگر اختیار اُس کا حضرت کو تھا جس کو چاہیں دیں جس کو چاہیں نہ دیں؛ اسیطرح خصائص کبریٰ سیوطی ج ۲ صـ۲۴۱ـ میں باسناد احمد و بخاری و مسلم مروی ہے فکانت ھذہ خالصۃ لرسول اللہ صم اور مفصل بحث اسکی ہمارے رسالہ ابطال الاستدلال میں ہے جو امامیہ کتب خانہ سودی پارک غزنگٹ لاہور فتح شیر روڈ سے ملتا ہے ۱۲ مترجم

قال السید فی کتابہ الزھراء ناقلاً عن شرح نہج البلاغۃ للعلامۃ ابن ابی الحدید من کتاب السقیفۃ للامام الجوھری صاحب الصحاح فی خطبۃ الزھراء المسماۃ بخطبۃ لمۃ ان الفاطمۃ خطبت فی مجمع من المھاجرین والانصار عند ابی بکر فی خطبۃ طویلۃ

سید اولاد حیدر صاحب نے رسالہ زہرا صفحہ ۱۴۸ میں شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید سے نقل کیا ہے کہ وہ کتاب سقیفہ امام جوہری صاحب صحاح[1] سے نقل کرتے ہیں کہ ایک خطبہ زہراؑ کا جو موسوم بخطبہ لمۃ ہے اسطرح مروی ہے کہ جناب فاطمہؑ نے جماعت مہاجرین و انصار میں حضرت ابی بکر کے پاس طویل خطبہ پڑھا

[1] علامہ ابن ابی الحدید وہ شخص ہیں جن سے امام نووی شرح مسلم میں اور دیگر علماء اہل جماعۃ اپنی کتب میں سند لیتے ہیں اور امام جوہری وہ ہیں جن کی صحاح کتاب مشہور ہے اور سب علماء اُس کے خوشہ چین ہیں۔ شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید مطبوعہ مصر جلد ۴ صـ۱۳۲ـ میں لکھا ہے کتاب السقیفہ احمد بن عبد العزیز جوہری میں اس طرح لکھا ہے (یعنی اُس سے سند لی ہے) اور صـ۱۲۵ـ میں لکھا ہے ولکنا ذکرنا ما قالہ الجوھری فی ھذا الباب وھو من رجال الحدیث المامونین یعنے جوہری رجال حدیث اور امین علماء میں سے ہے اور اُسی کے شرح جلد ۴ صـ۱۰۱ـ میں باسناد ابراہیم بن سعید ثقفی حضرت علیؑ سے مروی ہے فرمایا کہ جناب زہراؑ نے دعویٰ ہبہ فدک کا کیا اور علی و ام ایمن نے شہادت دی ابو بکر نے سند بھی لکھی مگر امیر عمر نے لے کر اُس کو چاک کر دیا اور اُس پر تھوک دیا اور کہا کہ حضرت علیؑ طمع نفسانی کر رہے ہیں اور ام ایمن ایک عورت ہے اس مضمون کو ابن ابی الحدید نے بعینہ اسانید اس کتاب میں ذکر کیا ہے ۱۲ مترجم۔ [2] بعینہا یہ خطبہ باسانید کتاب بلاغات النساء وطرائف کلامہن وملح نوادرہن مؤلفہ للامام ابی الفضل احمد بن ابی طاہر المولود ببغداد سنہ ۲۰۴ھ ومتوفی سنہ ۲۸۰ھ مطبوعہ قاہرہ مصر از دار الکتب الخدیویۃ المصریۃ منقول از نسخہ موجودہ در مدینہ منورہ نزد مرحوم محمود پاشا سامی باوردی مع التصحیح والتحشیۃ از احمد الفی بیں تین اسنادوں سے مروی ہے۔ اور جنہے اس سے انکار کیا ہے اس کی تردید بھی خوب لکھی ہے دیکھو اس کتاب کا صـ۱۶ـ لغایت صـ۲۳ـ الفاظ خطبہ کے مندرجہ متن فلک کے علاوہ یہ بھی ہیں جناب زہراؑ فرماتی ہیں بعد وفات نبی صم کے ظہرت خلۃ النفاق واطلع الشیطان رأسہ من مغرزہ صارخا بکم فوجدکم لدعائہ مستجیبین زعمتم خوف الفتنۃ الا فی الفتنۃ سقطوا وان جہنم لمحیطۃ بالکافرین وھذا کتاب اللہ بین اظہرکم وزواجرہ بینۃ وشواھدہ لائحۃ وارامرہ واضحۃ ارغبۃ عنہ تدبرون ام بغیرہ تحکمون بئس للظالمین بدلا لقد جئت شیئا فریا (یا ابن ابی قحافۃ) فنعم الحکم اللہ والزعیم محمد والموعد القیامۃ وعند الساعۃ یخسر المبطلون ولکل نبأ مستقر وسوف تعلمون۔ انتہیٰ ملخصاً۔ آخر میں کہا ہے وقد رواہ قوم صححوہ کتبناہ علی ما فیہ یعنے قوم نے اس کی تصحیح کرکے روایت کیا ہے جیساکہ روایت میں ہمنے پایا ہے اسی طرح اس کو لکھا ہے (از کتب خانہ نفیسہ جدہ حجاز) خلاصہ ترجمہ الفاظ خطبہ۔ وفات رسول صم کے بعد نفاق کی خصلت ظاہر ہوگئی اور شیطان نے اپنے مسکن سے جھانکا اور پکارا تو تم لوگوں کو اپنی آواز کے قبول کرنے والا پایا۔ تمہارا گمان ہے کہ ہم نے خوف فتنہ سے فتنہ کا انسداد کیا ہے (باقی برصفحہ)

(بقیہ حاشیہ ص۴۰۷) مگر غلط ہے بلکہ فتنہ میں گر رہے ہیں اور دوزخ کافروں کو احاطہ کرنے والی ہے اور یہ خدا کی کتاب تمہارے درمیان موجود ہے اور اس کے مواعید ظاہر ہیں اس کی شہادتیں اور امر واضح ہیں کیا تم عمداً ان کو پس پشت ڈالتے ہو یا کتاب خدا کو چھوڑ کر کسی اور چیز پر فیصلہ کرتے ہو تو ظالموں کے لئے بُرا بدلہ ہے اے ابن ابی قحافہ تم نے افترا کیا ہے پس اچھا فیصلہ کرنے والا اللہ تعالیٰ ہے اور رسولؐ شاہد ہوگا اور قیامت کے دن کا وعدہ ہے اور قیامت کے دن جھوٹے خسارہ اُٹھائیں گے ہر بات کا مقام ہے قریب ہی تم کو معلوم ہو جائیگا

(واقعہ فدک پر ایک سنی عالم کی رائے) رؤیائے صادقہ صفحہ ۱۸۳/۱۸۴ طبع چہارم ۱۹۱۰ء طبع مجتبائی شمس العلماء مولوی نذیر احمد صاحب دہلوی سنی مترجم قرآن لکھتے ہیں جو شخص سب سے زیادہ پیغمبر صاحب کی وفات سے متاذی ہوا وہ جناب فاطمہؑ تھیں والدہ پہلے انتقال فرما چکی تھیں اب ماں اور باپ دونوں کی جگہ پیغمبر صاحب صلعم تھے اور باپ بھی کیسے باپ دین دنیا کے بادشاہ ایسے باپ کا سر سے اُٹھ جانا اُس پر حضرت علیؑ کا خلافت سے محروم ہونا نمک بر جراحت۔ ترکہ پدری باغ فدک کا دعویٰ کرنا اور مقدمہ کا ہار جانا کسی دوسرے کو ایسے پے بہم صدمات پہونچتے تو وہ زہر کھا کر مر جاتا مگر اُن کے صبر و ضبط اُن ہی کے ساتھ تھے پھر بھی انہی رنجوں میں گھل گھل کر چھ ہی مہینہ کے اندر اندر انتقال فرما گئیں اور جتنے دن زندہ رہیں ان لوگوں سے جنہوں نے رنج دیئے تھے نہ بولیں اور نوبت یہاں تک کہ ان لوگوں کو اپنے جنازہ پر آنے کی مناہی کر دی اور شب کے وقت مدفون ہوئیں انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مانا کہ اُن کا غصہ کسی قدر بے جا بھی تھا (معاذ اللہ) تاہم اُن کے باپ کے حقوق کیا چاہتے تھے جناب فاطمہ کے دل غم زدہ کو خوش کرنے کیلئے جناب علیؑ کو اگر وہ اہل بھی نہ تھے برائے نام خلافت دیدی ہوتی اور آپ انتظام کیا ہوتا خیر خلافت تو کون دیتا مگر باغ فدک کے دینے میں آخر کون سی قباحت تھی، غایۃ ما فی الباب حدیث شریف نحن معاشر الانبیاء لا نرث ولا نورث ما ترکنا ہ صدقۃ کے خلاف ہوتا اگر گناہ ہوتا تو جناب فاطمہؑ کو ہوتا کہ وہ سیدانی ہو کر صدقہ کھاتیں سخت افسوس کی بات ہے کہ اہل بیت نبوی کو پیغمبر صاحب ؐ کی وفات کے بعد ہی سے ایسے ناملائم اتفاقات پیش آئے کہ اُن کا وہ ادب اور لحاظ جو ہونا چاہیئے تھا اس میں ضعف آ گیا اور وہ شدہ شدہ منجر ہوا اس ناقابل برداشت واقعہ کربلا کی طرف جس کی نظیر تاریخ میں ملنی مشکل ہے وہ ایسی نالائق حرکت مسلمانوں سے ہوئی ہے کہ اگر سچ پوچھو تو دنیا میں مُنہ دکھانے کے قابل نہیں ہیں۔ انتہیٰ۔ نیز مؤلف دراسات اللبیب کی تحقیق فدک طہارت وعصمت اہلبیت کے بیان میں مذکور ہو چکی ہے وہاں ملاحظہ ہو ۱۲ مترجم۔

خطبہ میں استدلال بآیات

قالت ثم انتم تزعمون ان لا ارث لی افعلی عمد ترکتم کتاب اللہ ونبذتموہ وراء ظہورکم یقول اللہ عز وجل شانہ وورث سلیمان داؤد مع ما اقتص من خبر یحیی ابن زکریا اذ قال رب ہب لی من لدنک ولیا وقال تبارک وتعالیٰ یوصیکم اللہ فزعمتم ان لاحظ لی ولا ارث لی من ابی افحکم اللہ بانہ اخرج ابی منہا ام تقولون اھل ملتین لا یتوارثان ام انتم اعلم بخصوص القرآن وعمومہ من ابی افحکم الجاھلیۃ تبغون ومن احسن من اللہ حکما لقوم یوقنون وقالت فی اخرھا وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون وانا ابنۃ نذیر لکم بین یدی عذاب شدید فاعملوا انا عاملون وانتظروا انا منتظرون۔ انتہیٰ۔

جس میں ارشاد فرمایا تم لوگ گمان کرتے ہو کہ مجھے ورثہ نہیں ملتا کیا تم عمداً کتاب خدا کو چھوڑ بیٹھے ہو۔ اور قرآن کو تم نے اپنی پیٹھ کے پیچھے پھینک دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے سلیمانؑ حضرت داؤدؑ کے وارث ہوئے اور قصہ یحییٰ بن زکریاؑ میں مذکور ہے۔ انہوں نے کہا یارب اپنے فضل سے مجھے وارث عطا فرما اور حق تعالیٰ فرماتا ہے اللہ تعالیٰ تم کو وصیت کرتا ہے۔ آخر آیت میراث تک۔ پس کس طرح تم لوگ گمان کرتے ہو کہ میرے لئے کوئی حصہ وراثت میرے باپ سے نہیں ہے کیا اللہ تعالیٰ حکم دیتا ہے کہ میرے باپ کو اس حکم عام سے خارج سمجھا جائے یا تم اس موقعہ پر ہماری نسبت کہہ سکتے ہو کہ دو ملت والے ایک دوسرے کے وارث نہیں ہو سکتے یا تم عموم وخصوص قرآن کو میرے باپ سے زیادہ جانتے ہو؟ (نہیں) بلکہ تم حکم جاہلیت تلاش کرتے ہو۔ اور ایماندار قوم کے لئے اللہ تعالیٰ سے زیادہ کون بہتر حکم کرنے والا ہے اور آخر خطبہ میں بی بی صاحبہ نے فرمایا قریب ہے کہ ظالم سمجھ لیں گے کہ کیسے مقام بازگشت میں جا ٹھیریں گے۔ اور میں تمہارے ڈرانے والے پیغمبر کی بیٹی ہوں جو قبل از عذاب شدید ڈرا چکے ہیں۔ پس عمل کرو تم بھی اور ہم بھی عمل کرتے ہیں اور پاداش اعمال کے منتظر رہو ہم بھی منتظر ہیں۔ انتہیٰ۔

قال الفخر الرازی فی تفسیر قوله تعالیٰ یوصیکم الله روی ان فاطمة لما طلبت المیراث احتجوا بقوله نحن معاشر الانبیاء واحتجت بقوله تعالیٰ حکایة عن زکریا یرثنی ویرث من ال یعقوب وبقوله وورث سلیمٰن داؤد والاصل فی التوریث المال ووراثة العلم والدین مجاز وبعموم قوله تعالیٰ یوصیکم الله ۔الخ وفی الفتاوی لعبد العزیز الدهلوی ودر معارج النبوۃ این روایت وقف محمد ابن عبد الله بن عبد المطلب بن هاشم هذه القریة المملوکة (فدک) بحدودها علی فاطمة وقفا محرما علی غیرها مؤبدا علیها من بعدها علی ذریتها فمن بدله بعد ما سمعه فانما اثمه علی الذین یبدلونه ان الله سمیع علیم و فی الصواعق المحرقة ودعواها انه نحلها فدکا لم تأت علیها الا بعلی وام ایمن فلم یکمل نصاب البینة ۔ وقال ابن حزم فی المحلی روی ان علی بن ابی طالب شهد لفاطمة عند ابی بکر الصدیق ومعه ام ایمن فقال له ابو بکر لو شهد معك رجل وامرأة اخری لقضیت لها بذلك ۔ اخرج الحافظ عمر بن شبة قالت فاطمة لابی بکر فاطمة فقالت ان رسول الله اعطانی فدك فقال هل لك شاهد فشهد لها علیؑ وام ایمن ۔الخ السادس عشر یلزم ان فاطمة صلوات الله علیها ادعت علی النبیؐ کذبا فدخل تحت قوله علیه السلام من کذب علی متعمدا فلیتبوأ مقعده من النار حاشاها الله تعالیٰ ۔ السابع عشر یلزم من شهادة علی والحسنینؑ اما الزور واما الجهل

آور فخر الدین رازی تفسیر قوله تعالیٰ یوصیکم الله ج ۳ صفحہ ۲۳ میں لکھتے ہیں مروی ہے کہ بتحقیق جناب فاطمہ زہراء نے جب میراث طلب کیا تو صحابہ نے حدیث نبیؐ سے حجت پکڑی کہ ہم پیغمبروں کے گروہ کسی کے وارث الخ اور جناب سیدہ نے کلام اللہ سے حجت پکڑی جو حکایۃ حضرت زکریاؑ سے ہے کہ میرا وارث اور آلِ یعقوب کا وارث ہو اور قول اللہ سے کہ حضرت سلیمانؑ داؤدؑ کے وارث ہوئے اور اصل وراثت میں مال ہے۔ وراثت علم اور دین کی مجازہ ہے اور نیز عموم قول اللہ تعالیٰ یوصیکم الله الخ سے حجت پکڑی۔ اور فتاویٰ عبد العزیز دہلوی مطبوعہ مجتبائی دہلی صفحہ ۱۲۳ وسرور عزیزی ترجمہ فتاویٰ عزیزی ج ا صفحہ ۳۳۹ میں معارج النبوۃ سے یہ روایت منقول ہے کہ جناب محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب بن ہاشم نے اس لبتی (فدک) اپنی مملوکہ کو بجمیع حدود جناب فاطمہ پر ایسا وقف فرمایا کہ اُن کے بغیر دوسروں پر ہمیشہ حرام ہے۔ اسی طرح بعد فاطمۃ الزہراء کے ان کی اولاد پر وقف ہے اور جس نے بعد سننے کے تبدیل کیا پس گناہ فقط انہی پر ہے جو تبدیل کرتے ہیں۔ اللہ سننے اور جاننے والا ہے آور صواعق محرقہ صفحہ ۲۱ میں ہے کہ دعویٰ جناب سیدہ کا کہ اُن کو حضرتؐ نے فدک بخش دیا ہے۔ ہوا۔ مگر اس دعویٰ پر کوئی گواہ سوائے حضرت علیؑ اور ام ایمن کے نہ لاسکیں اور حد گواہی کی پوری نہ ہوئی۔ آور ابن حزم نے محلی میں لکھا ہے۔ مروی ہے کہ علی ابن ابی طالب نے حضرت فاطمہ کے لئے ابی بکر صاحب کے پاس گواہی دی۔ اور اُن کے ہمراہ ام ایمن بھی تھی مگر ابوبکر صاحب نے کہا اگر تیرے ساتھ ایک اور مرد یا دوسری عورت گواہی دیتی تب میں بی بی صاحبہ کے لئے فدک کا حکم دیدیتا۔ آور حافظ عمر ابن شبہ نے روایت کیا کہ جناب فاطمہ ابوبکر کے پاس آئیں اور فرمایا کہ رسول اللہ نے مجھے فدک عطا فرمایا ہوا ہے۔ ابوبکر صاحب نے کہا کیا آپ کا کوئی گواہ ہے؟ پس ان کے لئے حضرت علیؑ اور ام ایمن نے گواہی دی۔ الخ۔ (صواعق صفحہ ۳۱)

سولہواں یہ کہ اگر جناب فاطمہ زہراء نے (نعوذ باللہ) نبیؐ پر جھوٹ باندھا ہو تو وہ (معاذ اللہ) وعید من کذب علیّ متعمدا کی تحت میں آجائیں اور یہ اُس صورت میں لازم آتا ہے جو اہل جماعت کے خیال پر دعویٰ جھوٹا تصور کیا جائے مگر حاشا وکلا وہ معصومہ ایسی بات سے بری ہیں۔

ستر ہواں یہ لازم آتا ہے کہ گواہی حضرت علی علیہ السلام اور حسنینؑ کی جھوٹ سے یا جہل سے ہو۔

لہ صواعق محرقہ صفحہ ۲۱ میں یہ روایت جو ابن شیبہ سے اس کے بعد لکھی ہے درج ہے جس میں یہ مضمون بھی ہے کہ ابوبکر صاحب نے کہا کیا تو ایک مرد اور ایک عورت کی گواہی پر اپنا حق لینا چاہتی ہے؟ نہیں ملتا جب تک نصاب شہادت پورا نہ ہو اور اگر دینا چاہتے تو ان کے ایک اور قانون کے مطابق بھی دینا لازم تھا یہ کہ حضرت علیؑ کی گواہی اور جناب سیدہ مدعیہ کی قسم سے فیصلہ دیتے چنانچہ یہ قانون ان کا مسلم ہے جیسا کہ خود انکا پیغمبر اور حضرت علیؑ اور جناب رسول خدا سے اسی طرح باسانید مروی ہے۔ دیکھو کنز العمال جلد ۳ صفحہ ۱۷۸ اور ہبہ فدک کا مزید ثبوت احقاق الحق جلد ا صفحہ ۳۶۲ میں ملاحظہ ہو۔ اُس میں کتب ذیل کا حوالہ بھی درج ہے وفاء الوفا سمہودی ۔ فصل الخطاب محمد پارسا۔ ریاض النضرۃ محب طبری۔

باقی حاشیہ پر صفحہ ۴۱۰

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) نہایۃ العقول فخر رازی وغیرہ ۔ ۱۲ مترجم ۔ ۲ه یہ روایت صواعق صہ۳۱ محرقہ میں درج ہے اس میں یہ الفاظ بھی ہیں ان ابا بکر انتزع من فاطمۃ فدک الخ یعنی ابابکر صاحب نے فاطمہؑ سے فدک چھین لیا جس سے ثابت ہوتا ہے کہ رسول خداؐ نے فدک جناب زہراء کے قبضہ میں ہبہ یا قبضہ کی صورت پر دے دیا تھا اور ابوبکر صاحب نے اُن کے قبضہ سے واپس کر لیا جیسا کہ کتب شیعہ سے جلا تشریح حدیث کافی شرح درج ہے ورنہ انتزعن فاطمۃ کا کوئی معنی نہیں ہوسکتا اور انہی الفاظ سے یہ روایت وفاء الوفاء سمہودی ج۲ صہ۱۶۱ میں بھی ہے ۱۲ مترجم ۔ ۳ه شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید مطبوعہ مصر جلد ۳ صہ۸۶ میں ہے ۔ لوگوں کا گمان ہے کہ زہراؑ نے ابوبکر صاحب کے پاس دو طرح کا دعوےٰ کیا اور میں نے روایات میں تیسری قسم کا دعویٰ کرنا اور ابوبکر کا نہ دینا موجود پایا ہے اور وہ حصہ ذوی القربیٰ کا ہے جس کو ابوبکر جوہری نے باسناد خود حضرت انس بن مالک سے روایت کیا کہ جناب فاطمہؑ نے حضرت ابی بکر کے پاس آکر ظاہر کیا کہ تو نے اہل بیت پر ظلم کیا ہے وہ تو جانتا ہے اب حصہ ذوالقربیٰ غنائم سے کیوں نہیں دیا؟ اور قرآن میں مال فئے وغیرہ غنائم سے حصہ ذوالقربیٰ کا مقرر ہے ۔ پھر واعلموا انما غنمتم من شیئ کو آخر آیات تک پڑھا ۔ ابوبکر صاحب نے کہا میں یہ نہیں جانتا کہ سارا خمس آپ کا ہے زہراءؑ نے فرمایا ۔ کیا ہمارا نہیں تو تیرا یا تیرے اقرباء کا ہے کہا نہیں ۔ تو آپ نے فرمایا ۔ جب یہ آیت اُتری تھی ۔ تو نبیؐ نے ہم آل محمدؐ کو بشارت دی تھی کہ اب تمہارے لئے آسودگی آگئی ہے یہ سُن کر ابوبکر صاحب کہنے لگے ۔ ہمیں یہ معلوم نہیں ہوتا آپ عمر بن خطاب اور ابو عبیدہ بن جراح سے جا کر پوچھیے اگر وہ کہیں تو دے دوں گا (پھر کہا) کہ زہراءؑ نے اس سے تعجب کیا اور سمجھا کہ اس میں دونوں نے سمجھوتہ کیا ہوا ہے ۔ انتہیٰ ۔ کیوں نہ وہ دونوں یا امیر عمر اصل بادشاہ تھے اُنہوں نے ہی ابوبکر صاحب کو بٹھلایا تھا ۔ لہٰذا یہ بجا ہے کہ ابوبکر صاحب بغیر اجازت اُن کے کچھ نہیں کرسکتے تھے ۔ ۱۲ مترجم ۔

وکلاھما بعید من شانھم . وفی تاریخ الخلفاء (فی قصۃ درع علیؑ عند یھودی وارتفاع الحکم عند الشریح وشہادۃ قنبر والحسن) فقال شریح الک بینۃ یا امیر المؤمنین قال نعم قنبر والحسنؑ فقال شریح شہادۃ الابن لا تجوز للاب فقال علیؑ رجل من اہل الجنۃ لا تجوز شہادتہ سمعت رسول اللہؐ یقول الحسنؑ والحسینؑ سیدا شباب اہل الجنۃ ۔ اقول قد ظہر ظہورًا بینا بحیث لا غبار علیہ ان علیًا استدل بقبول شہادۃ اہل الجنۃ ولو کانوا اقرباء مع انہ سبحانہ وتعالیٰ لم ینہ عن الشہادۃ للاقارب کما قال ابن القیم الحنبلی فی اعلام الموقعین عن رب العالمین وقد ذکر اللہ سبحانہ نصاب الشہادۃ فی القرآن فی خمسۃ مواضع فذکر نصاب شہادۃ الزنا اربعۃ فی سورۃ النساء وسورۃ النور واما فی غیر الزنا فذکر شہادۃ الرجلین والرجل والمرأتین فی الاموال فقال فی اٰیۃ الدین واستشہدوا شہیدین الاٰیۃ وامر فی الشہادۃ علی الوصیۃ بسفر باستشہاد عدلین من المسلمین او اٰخران من غیرھم وغیر المؤمنین ھم الکفار والاٰیۃ صریحۃ فی قبول شہادۃ الکافرین علی وصیتہ فی السفر عند عدم الشاھدین المسلمین الخ

اور دونوں ان کی شان سے بعید ہیں ۔ اور تاریخ الخلفاء صہ۱۲۵ (بیان قصہ حضرت علیؑ کی زرہ ایک یہودی کے پاس ہونے کا اور فیصلہ کے لئے شریح قاضی کے پاس یہ مقدمہ بھیج کر قنبر غلام خود اور امام حسنؑ کی گواہی دلانے) میں ہے پس شریح نے کہا یا امیر المومنین آپ کے پاس گواہ ہیں؟ فرمایا ہاں قنبر اور حسنؑ ہیں ۔ شریح نے کہا ۔ گواہی بیٹے کی باپ کے لئے جائز نہیں ہوتی ۔ حضرت علیؑ نے فرمایا ۔ کیا یہ جو اہل بہشت سے ہے اس کی گواہی مقبول نہیں؟ میں نے رسول اللہؐ سے سُنا فرماتے تھے ۔ حضرت حسنؑ و حسینؑ ہر دو جوانان بہشت کے سردار ہیں (قول مؤلفہ) میں کہتا ہوں بلا شک و شبہ ظاہر ہوگیا کہ حضرت علیؑ نے اہل جنت کی شہادت اگرچہ اقارب کے لئے ہو مقبول ہونے سے استدلال فرمایا اور اللہ تعالیٰ بھی شہادت اقارب کے لئے منع نہیں فرماتا ۔ جیسا کہ ابن قیم حنبلی نے اعلام الموقعین عن رب العالمین صہ۳۲ میں کہا ہے کہ تحقیق اللہ سبحان نے مقدار گواہی کا قرآن میں پانچ مقامات پر ذکر کیا ۔ زنا کے لئے گواہی چار کس کی سورہ نساء اور سورہ نور میں بیان فرمائی اور بغیر زنا کے باقی میں گواہی دو مرد اور ایک مرد اور دو عورت کی اموال کے بارہ میں بیان فرمائی چنانچہ آیت قرضہ میں فرمایا ۔ دو گواہوں کی گواہی رکھو آخر آیت تک ۔ اور وصیت سفر کے بارہ میں فرمایا ۔ دو عادل مسلمانوں کی گواہی رکھنی چاہیئے یا دو غیر مسلمین کی؛ اور غیر مومنین کافر ہوتے ہیں اور آیت وصیت سفر میں بصورت نہ ملنے مسلمان گواہوں کے قبول شہادت کافرین کے لئے ظاہر ہے الخ

وفیہ وقد ثبت فی الصحیح عن النبی ص الحدیث فی ثبوت الرضاع بشهادة امرأة واحدة وان کانت امة. وفیه بل الحق ان الشاهد الواحد اذا ظهر صدقه حکم بشهادته وحده وقد اجاز النبی ص شهادة الشاهد الواحد لابی قتادة بقتل المشرك ودفع الیه سلبه بشهادته وحده ولم یحلف اباقتادة فجعله بینة تامة الخ وفیه ولم یستثن الله سبحانه ولا رسوله من ذلك ابا ولا ولدا ولا اخا ولا قرابة ولا اجمع المسلمون علی استثناء احد من هؤلاء فتلزم الحجة باجماعهم وقد ذکر عبد الرزاق عن ابی بکر بن ابی سبرة عن ابی الزناد عن عبد الله بن عامر بن ربیعة قال قال عمر بن الخطاب تجوز شهادة الوالد لولده والولد لوالده والاخ لاخیه وبالاسناد عن الزهری قال لم یکن یتهم سلف المسلمین الصالح فی شهادة الوالد لولده ولا الولد لوالده ولا الاخ لاخیه ولا الزوج لامرأته - وفیه وقد دل علیه القرآن کونوا قوامین بالقسط شهداء لله ولو علی انفسکم او الوالدین والاقربین الخ وقبول شهادة الطفل الصغیر علی عصمة یوسف لعصمته وشهادة عیسی ابن مریم علی عصمة مریم فی المهد ثابتان بالقرآن الکریم فای معصوم افضل من عترة النبی ص وای سبب بلا توهین العترة الطاهرة رادّ للشهادة والله اعلم.

اما هجران فاطمة ابابکر فکان مشروعا کما قال الحافظ فی الفتح تحت قوله علیه السلام لا یحل لمسلم ان یهجر اخاه فوق ثلاث لیال قال ابن عبد البر اجمعوا علی انه لا یجوز الهجران فوق ثلاث الا لمن خاف من مکالمته ما یفسد علیه دینه او یدخل منه علی نفسه او دنیاه مضرة فان کان کذلك جاز ورب هجر جمیل من مخالطة موذیة وقد استشکل علی هذا ما صدر من عائشة فی حق ابن الزبیر وفیه قوله باب ما یجوز من الهجران لمن عصی

اور اسی لوامع الموقنین صفحہ ۳۳ میں ہے کہ صحیح میں نبی صلعم سے حدیث مروی ہے جو ایک عورت کی گواہی سے رضاع ثابت ہو جانے پر دال ہے۔ گو وہ کنیز بھی ہو اور صفحہ ۳۶ میں لکھا ہے بلکہ حق یہ ہے کہ ایک گواہ ہو تو بھی اس کی صداقت ظاہر ہونے پر ایک گواہی سے حکم دیدینا چاہیئے۔ اور تحقیق نبی صلعم نے ابی قتادہ کے لئے قتل مشرک کے بارہ میں ایک گواہ کی شہادت جائز رکھی اور اسی پر مقتول کا سامان اُس کے حوالہ کردیا اور ابو قتادہ سے کوئی حلف بھی نہ لی۔ بلکہ ایک گواہی کو کامل تصور فرمایا۔ الخ۔ اور صفحہ ۴۱ میں ہے۔ اللہ تعالیٰ یا رسول خدا صلعم نے شہادت سے باپ یا بیٹے یا بھائی یا کسی قرابتدار کو مستثنیٰ نہیں فرمایا اور نہ ان میں سے کسی کے استثناء پر مسلمانوں کا اجماع ہوا کہ اس سے حجت پکڑی جاتی۔ اور تحقیق عبد الرزاق نے ابی بکر بن ابی سبرہ سے روایت کیا اس نے ابی الزناد سے اُس نے عبد اللہ بن عامر بن ربیعہ سے روایت کیا۔ وہ کہتے ہیں عمر بن خطاب نے کہا۔ باپ کی بیٹے کے لئے اور بیٹے کی باپ کے لئے۔ بھائی کی بھائی کے لئے گواہی جائز ہے۔ اور اس نے باسناد خود زہری سے روایت کیا اُس نے کہا۔ سلف متقدمین مسلمین سے جو صالح ہوتا تھا اس کی گواہی میں جو باپ کی بیٹے کے لئے یا بیٹے کی باپ کے لئے یا بھائی کی بھائی کے لئے یا زوج کی اپنی زوجہ کے لئے ہوتی اُس پر کوئی اعتراض نہیں کیا جاتا تھا البتہ مقام تہمت متصور ہوتا تھا۔ اور صفحہ ۴۲ میں ہے۔ تحقیق اس پر قرآن دلالت کرتا ہے کہ اللہ کے لئے عدل کے ساتھ گواہ قائم ہو جاؤ اگرچہ یہ گواہی تم اپنے آپ پر دو یا اپنے والدین یا اپنے اقرباء پر دو۔ الخ اور حسنین کی شہادت میں قبول شہادت طفل صغیر کی عصمت یوسف علیہ السلام پر اُس کی اپنی عصمت کے سبب سے تھا۔ اور شہادت حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کی عصمت مریم پر مہد میں مقبول ہوئی سو دونوں قرآن سے ثابت ہیں۔ تو کونسا معصوم عترت نبی ص سے افضل ہے۔ اور کونسا سبب ان کی گواہی رد کرنے میں بجز توہین عترت پاک کے ہو سکتا ہے۔ واللہ اعلم۔ لیکن جناب فاطمہؑ کا ابوبکر صاحب سے قطع تعلق۔ پس نہ جائز اور مشروع تھا جیسا کہ حافظ ابن حجر نے فتح الباری جلد ۵ صفحہ ۴۸۱ میں بذیل حدیث لا یحل لمسلم الخ کے لکھا ہے کسی مسلمان کے لئے اپنے بھائی مسلمان سے تین رات دن سے زیادہ مہاجرت جائز نہیں۔ کہا۔ ابن عبد البر کہتا ہے اس پر علماء کا اجماع ہے کہ تین دن سے زیادہ کسی کے لئے قطع تعلق رکھنی جائز نہیں مگر اُس کے لئے جس کے کلام کرنے سے اس امر کا خوف ہو کہ وہ دین میں خلل اندازی کرے گا یا اُس سے نفس یا مال پر نقصان کا اندیشہ ہو تو ایسی صورت میں بیزاری و جدائی رکھنی جائز ہے بلکہ اکثر اوقات ترک موالات بنسبت ملاپ ایذا پہونچانے والے کے بہتر ہوتی ہے۔ اور ہجرت بی بی عائشہ کا ابن زبیر سے رکھنا مشکل سمجھا گیا ہے۔ اور اسی کے صفحہ ۴۸۳ میں ہے۔ قول بخاری

ارادبھذہ الترجمۃ بیان الھجران الجائز لان عموم النھی مخصوص بمن لم یکن لھجرہ سبب مشروع فتبین ھھنا السبب المسوغ للھجر وھو لمن صدرت منہ معصیۃ فیسوغ لمن اطلع علیھا منہ ھجرہ علیھا لیکف عنھا وقد مر من البخاری فلم تزل مھاجرتہ وفی روایۃ معمر فھجرتہ فاطمۃ فلم تکلمہ حتی ماتت - فی الفتح وتعقبہ الشاشی بان قرینۃ قولہ غضبت یدل علی انھا امتنعت من الکلام جملۃ وھذا اصریح الھجران واما ما اخرجہ ابوداؤد من طریق ابی الطفیل قال ارسلت فاطمۃ الی ابی بکر انت ورثت رسول اللہ صلعم ام اھلہ قال لا بل اھلہ قالت فاین سہم رسول اللہ قال سمعت رسول اللہ یقول ان اللہ اذا اطعم نبیا طعمۃ ثم قبضہ جعلھا للذی یقوم من بعدہ فرایت ان اردہ علی المسلمین قالت فانت وما سمعتہ فلا یعارض ما فی الصحیح من صریح الھجران ولا یدل علی الرضا بذلک ثم نقل عن البیھقی قصۃ ارضاء ابی بکر فاطمۃ وقال ھو مرسل واما ارضاء ابی بکر فاطمۃ فلیس بصحیح لوجوہ احدھما الاغضاب متفق علیہ والارضاء مختلف فیہ وغیر مسلم فالمتفق علیہ لا یسقط عن الاحتجاج الخ

بخاری نے اس عنوان سے بیان ہجران جائز کا ارادہ کیا ہے کیونکہ عموم نہی کا اس ہجران کے ساتھ مخصوص ہے جس کا کوئی سبب شرعی نہو - پس اس جگہ جواز ہجران کا سبب ظاہر ہوا جس سے گناہ صادر ہو جو اُس کے گناہ پر مطلع ہو وہ اس سبب سے اس سے جدائی رکھے کہ وہ اس معصیت سے بچے اور بخاری کی عبارت سے گذر چکا ہے کہ ابی بکر سے جناب سیدہ کی ہمیشہ مہاجرت رہی اور روایت معمر میں ہے - جناب فاطمہؑ نے ابی بکر صاحب سے قطع تعلق کیا اور فوت ہونے تک اُس سے کلام نہ کیا نیز فتح الباری جلد ۳ باب فرض الخمس صفحہ ۱۴۰ میں ہے شاشی نے اس کا تعقب کیا ہے کہ قرینہ قول راوی صحیح بخاری کا کہ جناب فاطمہؑ غضبناک ہوئیں - دلالت کرتا ہے کہ زہراءؑ نے کلام قطعاً بند کر دیا تھا اور یہ ظاہر ہجران ہے اور جو ابوداؤد نے باسناد ابوطفیل روایت کیا ہے کہ جناب فاطمہؑ نے ابی بکر کی طرف قاصد بھیجا کہ رسول اللہؐ کا وارث تو ہے یا اُن کے اہل بیت اُسنے کہا میں نہیں بلکہ اُن کے اہل بیت ہیں - بی بی صاحبہ نے فرمایا رسول اللہؐ کا حصہ کہاں ہے ؟ حضرت ابوبکر نے کہا میں نے رسول اللہؐ سے سنا ہے کہ آپ نے فرمایا جو چیز خدا تعالیٰ نبی کو عطا کرے وہ اُس شخص کی ہو جاتی ہے جو نبیؐ کے بعد اُن کا قائم مقام ہو - پس میں نے مناسب سمجھا ہے کہ اس کو مسلمانوں پر واپس کر دوں بی بی صاحبہ نے فرمایا تم نے حضرتؐ سے سُن لیا اور ہم نے نہ سُنا یہ روایت اُس روایت صحیح بخاری کے معارض نہیں ہو سکتی جس میں صریح ہجران ثابت ہے اور نہ وہ جناب سیدہ کے راضی ہونے پر دلالت کرتی ہے (پھر فتح الباری میں بیہقی سے ابوبکر صاحب کے جناب فاطمہؑ کو راضی کرنے کا قصہ منقول ہے جس کو ابن حجر کہتا ہے کہ یہ مرسل ہے) اور رضامند کرنا ابوبکر صاحب کا زہراءؑ کو چند وجوہ ضعیف ہے - ایک یہ کہ غضبناک کرنا متفق علیہ ہے اور رضامند کرنا مختلف فیہ اور غیر مسلم ہے پس متفق علیہ احتجاج سے ساقط نہیں ہو سکتا جبتک ویسا ہی

ابن حجر کا اقرار کہ ابی بکر سے زہراء کی بیزاری

دعویٰ خمس سہم رسولؐ بحق زہراء سے قبل ابن حجر کا اقرار

رضامندی جناب زہراء کا عذر

سالہ شرح ... تکملہ میں ہے جس نے کہا کہ زہراء نے ورثہ کے بارہ میں کلام نہ کیا اسی پر شاشی نے تعقب کیا ہے کہ یہ تاویل صحیح نہیں ہو سکتی "
صفحہ حدیث مرسل ضعیف اور قابل حجت نہیں ہے اس کا حال آیندہ بیان اصول حدیث میں ملاحظہ ہو پس یہ روایت روایات متواترہ کثیرہ صحیحہ متفقہ کے مقابلہ میں کون عقلمند پیش کر سکتا ہے - شیعہ کی کتاب سے بھی رضامندی زہراءؑ کا حال بطور نمونہ ملاحظہ کریں کتاب احقاق الحق صفحہ ۳۰۰ میں لکھا ہے وحسبک فی ذلک ما روی عن مولانا الرضاء (فی جواب رجل) فقال علیہ السلام کانت لنا ام صالحۃ ماتت وھی علیھما ساخطۃ ولم یاتنا بعد موتھا انھا رضیت عنھما (ای عن ابی بکر وعمر) یعنی رضامندی کی خبر میں تجھے یہ کافی ہے جو جناب امام رضاؑ سے مروی ہے کہ کسی نے شیخین کی نسبت اُن سے پوچھا تھا تو امامؑ نے فرمایا ہماری صالحہ اور پرہیزگار ماں تھی جو ان دونوں پر غضبناک فوت ہوئی اور موصوفہ کی وفات کے بعد اب تک ہمیں کوئی صحیح خبر نہیں پہنچی کہ وہ ان دونوں سے راضی ہو گئی ہو اور روضہ کافی صفحہ ۱۱۵ میں ہے امامؑ فرماتے ہیں ما ماتت منا میت قط الا ساخطا علیھما وعلی ذلک الکبیر منا الصغیر انھما ظلما فلحقنا وصنعنا فیئنا یعنی ہم اہل بیت سے کوئی ایسا ہرگز فوت نہیں ہوا جو ان دونوں ابی بکر و عمر پر غضبناک نہ گیا ہو ہمارا ہر بڑا چھوٹے کو وصیت کر جاتا ہے کہ ان دونوں نے ہم پر ظلم کیا اور ہمارا حق فئے کا نہیں دیا اور صفحہ ۵۰ میں امامؑ سے مروی ہے فرمایا ان دونوں نے فاطمہ کی میراث نہ دیا اور کتاب خدا کو پس پشت پھینک دیا اور آج تک ان کے ظلم کا اثر چلا آتا ہے - ۱۲ مترجم -

ثانیہا ثبوت ھجرانہا وعدم تکلمہا بہ حتیٰ ماتت ثالثہا وصیتہا لعلیؑ بعدم الاذن لابی بکر علیٰ جنازتہا کما مر ولم یصل ابوبکر علیہا کما قال الشیخ فی اشعۃ اللمعات وکذا فی الفتح وازالۃ الخفاء وغیرہا۔ ورابعہا قولہا علیہا السلام اشکوا الی النبیؐ الخ کما مر من الامامۃ والسیاسۃ۔ وخامسہا ان روایۃ السخط مذکورۃ فی الصحیحین و روایۃ الرضاء فی البیہقی ومن المسلمات ان روایۃ الصحیحین اوثق من غیرہما عندہم کما فی جامع الاصول۔ النوع الاوّل من المتفق علیہ اختیار الامامین ابی عبد اللہ البخاری وابی الحسن مسلم وھی الدرجۃ العلیا من الصحیح فثبت ان روایۃ الرضاء ساقطۃ عن الاعتبار لان السخط متیقن وھو لا یزول بالشک کما ھو مبرھن فی مقامہ وما جاء فی بعض الروایات من دعوی الارث وفی بعضہا من دعوی الھبۃ فلا منافات بینہما لانہا علیہا السلام ادعت مرۃ بالارث ومرۃ بالھبۃ لاتمام الحجۃ ولا یخفیٰ ان غضب فاطمۃ مقرون بغضب النبیؐ وغضبہ علیہ السلام مقرون بغضب اللہ تعالےٰ

دوسری یہ کہ روایت ہجران مفصل ومبین ہے اور راوی نے بالتیقن موت تک ہجران اور عدم تکلم بیان کیا ہے تو پھر اس کے درمیان رضا کا کوئی موقع نہیں۔ تیسری یہ کہ جناب زہراءؑ نے حضرتؑ کو وصیت فرمائی کہ ابوبکر صاحب کو اُن کے جنازہ کی اطلاع نہ دیں اور نہ حاضر ہونے کا اذن دیں جیسا کہ گذرا ہے اور نہ ہی ابوبکر صاحب نے نماز جنازہ زہراءؑ پر پڑھی جیسا کہ شیخ نے اشعۃ اللمعات میں لکھا۔ اور فتح الباری سے گذرا اور نیز ازالۃ الخفاء وغیرہ میں ہے اور چوتھی یہ کہ زہراءؑ نے فرمایا میں تم دونوں (ابی بکر وعمر) کی نبیؐ کے پاس جاکر شکایت کروں گی الخ جیسا کہ الامامۃ والسیاسۃ ص۱۵ سے گذرا ہے اور پانچویں یہ کہ روایت غضب صحیحین میں مذکور ہے اور روایت رضا کتاب بیہقی میں ہے (نیز مرسل ہے) اور مسلمات سے ہے کہ تحقیق روایت صحیحین کی اہل تسنن کے نزدیک دوسری کتب کی روایات سے مقدم اور زیادہ معتبر ہوتی ہے جیسا کہ جامع الاصول میں ہے۔ پہلی قسم متفق علیہ سے اختیار ہر دو امام ابی عبد اللہ بخاری اور ابو الحسن مسلم کا ہے یعنی جس حدیث کو ہر دو پسند کریں وہ حدیث احادیث صحیحہ سے اعلیٰ درجہ پر شمار ہوتی ہے۔ پس ثابت ہوا کہ روایت رضامندی کی ساقط عن الاعتبار ہے کیونکہ غضب یقینی ہے اور یقین شک سے زائل نہیں ہو سکتا جیسا کہ یہ اپنے مقام پر مدلل مذکور ہے (غرضیکہ روایت مرسل مختلف فیہ بمقابلہ روایت اعلیٰ درجہ کی صحیح متفق علیہ کے قابل التفات نہیں)، اور جو بعض روایات میں دعوے وراثت اور بعض میں دعوٰی ہبہ وارد ہوا ہے۔ دونوں میں کوئی اختلاف نہیں۔ کیونکہ زہراءؑ نے اتمام حجت کے لئے ہر دو قسم کے دعاوی وراثت اور ہبہ (اور حصہ ذو القربیٰ اور حصہ رسولؐ) کے واقعی کئے تھے۔ اور مخفی نہیں کہ تحقیق جناب فاطمہؑ کا غضب۔ غضب نبیؐ کے ساتھ مقرون ہے اور غضب نبیؐ کا غضب خدا تعالیٰ سے۔

(تبصرہ) اہل تسنن شیخین سے غلطی ہونے کا قائل ہونا تو خارج از ایمان ہونا تصور کرتے ہیں مگر شیخین کو بچانے کے لئے البتہ انبیاء معصومین وائمہ طاہرین کے ذمہ خطا کاری یا غلطی کی نسبت دینے میں ان کو باک نہیں ہوتا واقعہ فدک میں اول کہتے ہیں حضرت زہراءؑ معصومہ طاہرہ مستورہ کا دعویٰ کے لئے ابوبکر صاحب کے پاس جانا یا کہلا بھیجنا ہی مناسب نہ تھا لہٰذا قصہ جھوٹا ہے جب دفتروں کے دفتر احادیث صحیحہ واخبار متواترہ کے اس واقعہ کے ثبوت میں پیش ہوتے ہیں اور جواب مندرجہ فلک النجاۃ مع تعلیق دیا جاتا ہے تو کہتے ہیں جو فیصلہ ابوبکر صاحب نے کیا صحیح تھا اہل بیتؑ اس پر راضی ہو گئے جب اس کی تردید میں اپنی ہی کتب سے اخبار متواترہ کا مطالعہ کرتے ہیں کہ اہل بیت نبیؐ ہرگز راضی نہیں ہوئے۔ ناراض فوت ہوئے۔ تو اول وجدت کے معنے غضبت کے سوا کچھ اور کرنا چاہتے ہیں۔ جب غضبت کی تصریح اور وجدت کا معنے غضبت اپنی صحیح کتب میں دیکھتے ہیں کہتے ہیں غصہ زہراءؑ کا اپنے نفس پر تھا ابوبکر پر نہیں۔ جب وجدت فاطمۃ علی ابی بکر فی ذالک فہجرتہ فلم تکلمہ حتی توفیت وغیرہ (بخاری مصری جلد ۲ ص۳۵ وصحیح مسلم جلد ۲ ص۹۱، دیکھو عینی شرح بخاری جلد ۹ ص۳۲۲ واقعہ فدک وجدت فاطمۃ ای غضبت بخاری طبع مصر جلد ۳ ص۱۶۱ ومسلم جلد ۲ ص۲۵۲) میں من مثلہ موجدۃ علیہن موجود ہے جس سے وَجد اور وجدۃ۔ موجدۃ۔ وجدان کا معنی غصہ وغضب ثابت ہوتا ہے خصوصاً صلہ اس کا علی مؤید ہے اس صلہ کے ہوتے ہوئے کوئی دوسرا معنے ہو ہی نہیں سکتا۔ (باقی حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

فاذا ثبت ان من اذی فاطمۃ فھو ملعون وظالم وناقص الایمان فثبت ان یتبرأ منہ لما قال سبحانہ الذین آمنوا ولم یلبسوا ایمانہم بظلم فاولٰئک لھم الامن وھم مھتدون۔ فالظالم لیس بمھتد ولم یستحق بالاقتداء للاھتداء۔ ولا یقال ان ھذا الحدیث الذی تمسک بہ ابوبکر ثابت فی الکافی للکلینی عن ابی البختری عن ابی عبد اللہؑ قال ان العلماء ورثۃ الانبیاء وذالک ان الانبیاء لم یورثوا درھما ولا دینارا وانما ورثوا احادیث من احادیثہم الحدیث۔ لانا نقول ان ھذا الحدیث رواہ ابو البختری وھو من اکذب البریۃ عند الامامیۃ کما فی رجال الکشی۔ ابو البختری اسمہ وھب بن وھب بن کثیر بن زمعۃ ابن الاسود صاحب رسول اللہؐ وھو ربیبہ وقال علی ایضا قال ابو محمد الفضل بن شاذان کان ابو البختری من اکذب البریۃ قال ابو العباس وذکر رجل لابی الحسن (الرضاؑ) ابا البختری وحدیثہ عن جعفرؑ وکان الرجل یکذبہ فقال لہ ابو الحسن علیہ السلام لقد کذب علی اللہ وملٰئکتہ ورسلہ۔ انتھی ملخصا۔ وفی رجال النجاشی وھب بن وھب بن عبد اللہ بن زمعۃ بن الاسود بن المطلب بن اسد بن عبد العزی ابو البختری روی عن ابی عبد اللہ علیہ السلام وکان کذابا ولہ احادیث مع الرشید فی الکذب۔ انتھی۔ واما عند اھل الجماعۃ وان کان مقبولا کما قال ابن حجر فی التقریب لکن یثبت عن کتبھم انہ کذاب ووضاع کما قال السید فی منھج الوصول الی اصطلاح احادیث الرسولؐ گویم در تاریخ ابن عساکر است قال ذکر یا الساجی بلغنی ان ابا البختری دخل علی الرشید وھو یطیر الحمام فقال ھل تحفظ فی ھذا شیئا قال حدثنی ھشام بن عروۃ عن ابیہ عن عائشۃ ان النبیؐ کان یطیر الحمام۔ الخ

پس جب ثابت ہوا کہ جو جناب فاطمہؑ کو ایذا دے وہ ظالم اور ملعون اور ناقص الایمان ہے تو یہ بھی ثابت ہوا کہ اُس سے بیزاری کرنی چاہیئے کیونکہ اللہ فرماتا ہے جو لوگ ایمان لائے اور پھر اپنے ایمان کو ظلم کے ساتھ نہ ملایا اُن کے لئے امن ہے اور وہی ہدایت یافتہ ہیں۔ پس ظالم نہ ہدایت یافتہ ہے اور نہ اقتدا اور راہنمائی کے لائق ہے۔ یہ اعتراض نہ کیا جائے کہ یہ حدیث جس سے ابوبکر صاحب نے تمسک کیا ہے وہ کافی کلینی صفحہ باب صفۃ العلم میں موجود ہے۔ جو بروایت ابی البختری امام صادقؑ سے مروی ہے تحقیق علماء انبیاء کے وارث ہیں اور وہ اس طرح نہیں کہ انبیاء کے درہم و دینار کے وارث ہوئے بلکہ انبیاء کی احادیث کے وارث ہوئے ہیں آخر حدیث تک (جواب) اسواسطے کہ ہم کہتے ہیں کہ اس حدیث کو ابو البختری نے روایت کیا اور وہ امامیہ کے نزدیک بڑے جھوٹے آدمیوں میں سے تھا جیسا کہ رجال کشی مطبوعہ بمبئی صفحہ ۱۹۹ میں ہے کہ ابو البختری کا نام وہب بن وہب بن کثیر بن زمعہ بن اسود صحابی رسول اللہ صلعم ہے۔ اور نبیؐ نے ہی اُسکو پالا تھا زمعہ کو۔ اور علی راوی بھی کہتا ہے کہ ابو محمد فضل بن شاذان نے کہا ابو البختری جھوٹے آدمیوں میں سے تھا۔ اور ابو العباس کہتا ہے۔ حضرت ابی الحسن رضاؑ کے پاس ابو البختری کا ایک شخص نے ذکر کردیا کہ فلاں حدیث اُس نے امام صادقؑ سے روایت کی ہے۔ مگر جھوٹی معلوم ہوتی ہے۔ حضرت رضاؑ سُنکر فرمانے لگے اس نے (ابو البختری نے) تو اللہ تعالیٰ اور اُس کے فرشتوں اور نبیوں سب پر جھوٹ بولا ہے۔ انتہےٰ ملخصاً اور رجال نجاشی مطبوعہ بمبئی صفحہ ۳۰۳ میں ہے وہب بن وہب بن عبد اللہ بن زمعہ بن اسود بن مطلب بن اسد بن عبد العزی ابو البختری اس نے امام جعفر صادقؑ سے روایت کی مگر یہ بڑا جھوٹا تھا۔ اور اس کی چند احادیث ہارون رشید کے پاس وضع ہونی مشہور ہیں۔ انتہےٰ۔ اور اہل جماعت کے نزدیک اگرچہ بقول ابن حجر کے تقریب میں مقبول ہے مگر اُن کی دیگر کتب سے ثابت ہے۔ کہ وہ بڑا جھوٹا اور احادیث وضع کرنے والا تھا۔ جیسا کہ سید صدیق نے منہج الوصول الی اصطلاح احادیث الرسولؐ صفحہ ۹۶ میں لکھا ہے۔ تاریخ ابن عساکر میں ہے زکریا ساجی کہتا ہے مجھے خبر پہنچی ہے کہ ابو البختری ہارون رشید کے پاس آیا اور وہ کبوتر اڑا رہا تھا رشید نے ابو البختری سے کہا تمہیں اس بارہ میں کوئی حدیث یاد ہے ابو البختری نے فوراً کہہ دیا مجھے ہشام بن عروہ نے بیان کیا اُس نے اپنے باپ سے سُنا۔ اُس نے حضرت عائشہ سے سُنا کہ نبیؐ کبوتر اڑاتے تھے

۵۱ وکذا فی اللآلی المصنوع للسیوطی جلد ۲ صفحہ ۱۳۵/۱۲۶ کان وھب بن (وھب من) کبار الوضاعین۔ ۱۲۔ مترجم

وَفی حیوۃ الحیوان وذکران ھارون الرشید کان یعجبه الحمام واللعب به فاھدی حمام وعندہ ابو البختری وھب القاضی فروٰی له بسندہ عن ابی ھریرۃ ان النبی م قال لاسبق الا فی خف او حافر او جناح فزاد وجناح وھی لفظۃ وضعھا للرشید فاعطاہ جائزۃ سنیة فلما خرج قال الرشید واللہ لقد علمت انه کذب علی رسول اللہ صلعم۔ الخ (ثم قال) وکان ابو البختری المذکور قاضی مدینة النبی م ثم ولی قضاء بغداد بعد ابی یوسف صاحب ابی حنیفة انتھی ملخصًا۔ واَن سلم فالجواب ان معنی الحدیث لیس کمازعم بل معناہ ان العلماء لیسوا یورثة الانبیاء فی الدراھم والدنانیر وغیرھما بل ھم ورثتھم فی الاحادیث وانما ورثة مالھم ھم الوارثون من الاقربین کما لسائر الناس وانما قال علیه السلام لرفع شبھتھم الواقعة من لفظة ورثة الانبیاء۔ واَما ما جاء فی بعض روایا تھم ان ابا بکر قال لفاطمة اعمل کما عمل فیھا رسول اللہ صلعم فمردود بعمله لما روی فی سنن ابی داؤد المترجم لوحید الزمان وفی غیر المترجم والمسند لاحمد مطبوعہ مصر عن جبیر بن مطعم کان ابو بکر یقسم الخمس نحو قسم رسول اللہ م غیر انه لم یکن یؤتی قربی رسول اللہ م ما کان النبی م یعطیھم الحدیث۔ وَفی نیل الاوطار باسناد البخاری مثله۔ واَما ما قالوا ان علیًا اسخط فاطمة بخطبة بنت ابی جھل فمدفوع بانه کذب کما فی کنز العمال عن ابن عباس قلت یا امیر المؤمنین (عمر) ان صاحبنا (علی) ؏

اور حیوۃ الحیوان جلد ا صفحہ ۲۳۶ میں ہے۔ ہاروں رشید کو کبوتر بازی بہت پسند تھی اُس کے پاس ایک کبوتر تحفہ کے طور پر لایا گیا اور اُس وقت اُس کے پاس ابو البختری وہب قاضی بھی موجود تھا اُس نے اُس کے بارہ میں روایت کیا اور باسناد خود ابی ہریرہ سے بیان کیا کہ نبی ص نے فرمایا ہے کوئی سبقت جائز نہیں (لہو و لعب میں) مگر بغیر سُم حیوان کے یا سمدار میں یا پردار میں۔ اس میں پردار کا لفظ زیادہ کر لیا جس کو اُس نے رشید کے لئے وضع کیا۔ پس رشید نے ابو البختری کو ایک سال کا خرچ انعام دیا جب وہ باہر گیا رشید نے کہا خدا کی قسم میں جانتا ہوں کہ اُس نے رسول اللہ ص پر جھوٹ بنایا ہے الخ (پھر کہا) ابو البختری مدینہ نبی میں قاضی تھا پھر بعد ابی یوسف شاگرد امام ابی حنیفہ کے وہی ابو البختری قضا بغداد کا والی ہوا۔ انتہی ملخصاً۔ اور اگر تسلیم کر لیا جائے کہ یہ حدیث موضوع نہیں تو معنے حدیث کا وہ نہیں۔ جو مخالف نے زعم کیا ہے بلکہ معنے اُس کا یہ ہے کہ علماء انبیاء کے دراہم و دنانیر وغیرہ میں وارث نہیں بلکہ اُن کی احادیث کے وارث ہیں کیونکہ انبیاء کے مال کے وارث اُن کے اقرباء ہیں جیسا کہ باقی لوگوں کے ہیں اور یہ امامؑ نے واسطے دفع شبہ کے فرمایا جو شبہ لفظ ورثۃ الانبیاء سے پیدا ہوتا تھا۔ (اس طرح کہ علماء انبیاء کے وارث کس طرح ہو گئے تو امامؑ نے فرمایا اُن کو ہمارے مال کی وراثت نہیں ملتی بلکہ ہماری غرض اس سے یہ ہے کہ وہ ہماری احادیث کے وارث ہوتے ہیں[1]) اور جو بعض روایات اہل جماعت میں آیا ہے کہ ابو بکر صاحب نے جناب فاطمہؑ کو کہا میں فدک وغیرہ اموال میں مثل رسول اللہ ص کے عمل کروں گا تو یہ اُس کے اپنے عمل سے ہی مردود ہے چنانچہ سنن ابی داؤد مترجم وحید الزمان مطبوعہ لاہور صفحہ ۵۵۳ و غیر مترجم صفحہ ۴۱۶ و مسند احمد جلد ۴ صفحہ ۸۳ میں جبیر بن مطعم سے مروی ہے کہ ابو بکر صاحب خمس کو مثل رسول اللہ ص کے تقسیم کرتے تھے۔ سوائے اس کے کہ اقارب رسول اللہ ص کو جو آنحضرت ص سے ملتا تھا وہ ابو بکر صاحب نہیں دیتے تھے۔ آخر حدیث تک۔ اور نیل الاوطار جلد ۷ صفحہ ۲۸۱ میں باسناد بخاری مثل اس کے مروی ہے۔ اور جو انہوں نے اعتراض کیا ہے کہ حضرت علیؑ نے بھی جناب فاطمہؑ کو خطبہ دختر ابی جہل کے سبب سے ناراض کیا تھا یہ اس وجہ سے مدفوع ہے کہ یہ جھوٹ ہے چنانچہ کنز العمال ج ۷ صفحہ ۱۳۵ میں ابن عباس سے مروی ہے کہ میں نے امیر عمر کو کہا اے امیر المؤمنین تحقیق ہمارا دوست حضرت

---

[1] نیز یہ معنے ہو سکتا ہے کہ درہم و دینار انبیاءؑ جمع نہیں کرتے اسلئے علماء دراہم و دنانیر میں وارث نہیں ہوتے صرف اُن کی احادیث میں وارث ہوتے ہیں۔ اس سے یہ نہیں ثابت ہوتا کہ سامان ضروری اور اثاث البیت یا کوئی اراضی یا گھوڑا وغیرہ مویشی کسی قسم کی چیز کے اقارب جو قرآن میں اللہ تعالیٰ نے وارث مقرر فرمائے ہیں انبیاء کے وارث نہیں ہو سکتے ۱۲ مترجم

[2] کنز العمال جلد ۳ صفحہ ۱۳۵ میں باسناد ابن راہویہ ام ہانی بنت ابی طالب سے مروی ہے کہ حضرت زہراؑ نے حصہ ذوی القربیٰ ابی بکر صاحب سے طلب کیا تو ابو بکر صاحب نے کہا میں نے رسول اللہ ص سے سنا ہے فرمایا کہ میری زندگی میں ذوی القربیٰ کا حصہ ان کے لئے ہے لیکن میری م

نیز دعوی سہم رسول ذوی القربیٰ کے لئے دیکھو صفحہ ۴۱۲

من قد علمت والله ماتقول انه ما غیّر ولا بدّل ولا اسخط رسول الله ع ایام صحبته فقال (عمر) ولا بنت ابی جہل وهو یرید ان یخطبها علیٰ فاطمة قلت قال الله تعالیٰ فی معصیة آدم ولم نجد له عزما - وصاحبنا لم یعزم علیٰ اسخاط رسول الله ولکن الخواطر التی لا یقدر احد دفعها عن نفسه الحدیث - رواه زبیر بن بکار فی الموفقیات - اقول هٰذا عندهم واما عند الامامیة فلم یثبت خطبته بل اشاع المنافقون خبر ارادة الخطبة عند فاطمة ع فجری القصة فلما علمت فاطمة انه کذب فزال سخطها کما قال الحافظ فی الفتح وانما خطب النبی ع لیشیع الحکم المذکور بین الناس ویأخذوا به (الیٰ ان قال) وزعم الشریف المرتضیٰ (من الامامیة) ان هٰذا الحدیث موضوع لانه من روایة المسور وکان فیه انحراف عن علی ع الخ۔

جس کو خدا کی قسم تو جانتا ہے کہ نہ اُس نے دین میں کوئی تغیر و تبدل پیدا کیا اور نہ اُس نے رسول اللہ کو کبھی ایام صحبت میں ناراض کیا۔ پس امیر عمر نے کہا کیا اُس وقت بھی ناراض نہیں کیا تھا جب اُس نے حضرت فاطمہ پر دختر ابی جہل کی منگنی کا ارادہ کیا تھا۔ ابن عباس کہتا ہے میں نے کہا اللہ تعالےٰ معصیت آدم کے بارہ میں فرماتا ہے کہ ہم نے آدم کے اس فعل کے لئے عزم مصمم (پختہ نیت) نہیں پایا تھا پس ہمارے یار (علیؑ) نے بھی رسول اللہ کے ناراض کرنے کا قصد نہیں کیا تھا ولیکن جو دل میں خیال پیدا ہو جاتا ہے جس کو کوئی آدمی اپنے دل سے دور نہیں کرسکتا ایسا ہوا ہو تو مضائقہ نہیں رکھتا۔ آخر حدیث تک۔ اس کو زبیر بن بکار نے موفقیات میں روایت کیا ہے۔ (قول مؤلف) میں کہتا ہوں یہ اہل سنت کے مذہب کے اعتبار سے لکھا گیا ہے لیکن امامیہ کے نزدیک یہ منگنی بالکل ثابت نہیں۔ بلکہ منافقین نے جناب زہراؑ کے پاس بغرض ایذا رسانی یہ غلط خبر پھیلا دی تھی۔ جس سے یہ قصہ جاری ہوا جب بی بی صاحبہ کو معلوم ہوا کہ یہ خبر جھوٹی ہے تو وہ غصہ جو شنیدن پر اُن کو پیدا ہوا تھا فرو ہو گیا بلکہ بالکل زائل ہو گیا چنانچہ حافظ نے فتح الباری جزو ۹ صفحہ ۲۸۶ میں کہا ہے کہ نبیؐ نے خطبہ محض اس لئے پڑھا تھا تاکہ حکم منع ایذا حضرت فاطمہؑ کا لوگوں میں مشہور ہو جائے (تا اینکہ کہا) شریف مرتضیٰ (عالم مذہب امامیہ) نے زعم کیا ہے کہ یہ حدیث موضوع ہے کیونکہ یہ روایت مسور سے ہے اور اُس میں حضرت علیؑ سے انحراف موجود ہے۔ الخ۔ یعنے مسور حضرت علیؑ کا دشمن تھا۔ الخ۔

سلہ اور تفسیر ابن جریر جلد ۱۰ صفحہ مطبوعہ مصر میں ہے۔ وقال ابن عباس فلما قبض الله رسوله رد ابوبکر نصاب القرابة فی المسلمین وکذا فی تفسیر النیشاپوری علیٰ هامش تفسیر ابن جریر جلد ۱۰ صفحہ روی ان ابابکر منع بنی هاشم الخمس الخ خلاصہ ترجمہ یہ ہے کہ بعد وفات نبی صلعم کے حضرت ابوبکر نے حصہ خمس اقربا رسول اللہ کا بند کر دیا۔ اور اسی طرح فتح البیان اور درمنثور میں بروایت ابن ابی شیبہ و ابن ابی حاتم و ابن المنذر کے لکھا ہے۔ پس ثابت ہوا کہ روایت دعویٰ جناب زہراؑ کی در بارہ حصہ ذوی القربیٰ اور ابوبکر صاحب کے انکار دینے حصہ کی جو ابن ابی الحدید نے بیان کی ہے صحیح ہے۔ اب محبان ابوبکر صاحب انصاف فرمائیں کہ فدک وغیرہ بطور ورثہ خلیفہ صاحب نے نہ دیا تھا تو حصہ ذوی القربیٰ جو قرآن سے ثابت اور نبی صلعم کا معمول تھا ابوبکر صاحب نے کس بنا پر بند کر لیا؟ ہمیں تو اس کے بغیر کوئی وجہ نہیں معلوم ہوتی کہ ابوبکر صاحب نے سیاسی پہلو کو مدنظر رکھتے ہوئے خاندان نبوت کو ناداری اور بے کسی کی حالت میں رکھنا مناسب سمجھا تاکہ ان سے کسی کو چون و چرا اور احکام سلطنت کے برخلاف جرأت نہ ہو سکے۔ دیکھو ترجمہ مولوی نذیر احمد آیت ما افاء الله اس کی ذیل میں ترجمہ لکھا ہے اور رسول کا اور رسول کے قرابتداروں کا۔ ۱۲ مترجم۔ سلہ اس غلط خبر مشہور ہونے اور حضرت علیؑ کے قصد خطبہ ہونے کو علاوہ امامیہ کے علماء اہل سنت نے بھی لکھا ہے۔ دیکھو مدارج النبوت مطبوعہ نول کشور صفحہ ۵۸۵ جلد ۲۔ امیر المؤمنین علیؑ ایں را شنیدہ آمدند گفت یا رسول اللہ من تخواستہ ام اورا و نہ گفتہ ام دریں باب حرفے مردم بہیں می دانستند۔ الخ۔ اور امامیہ کی کتاب علل الشرائع میں باب ۱۴۹ علت دفن زہراؑ بوقت شب میں صادقؑ سے روایت ہے کہ منجملہ اشقیاء کے ایک شقی جناب فاطمہ زہراؑ کے پاس گیا اور غلط خبر دی کہ حضرت علیؑ نے دختر ابی جہل سے منگنی کر لی ہے۔ شائد آپ کو خبر ہو۔ جناب سیدہ نے فرمایا۔ کیا تو سچ کہہ رہا ہے؟ اُس نے کہا ہاں سچ کہتا ہوں۔ اس پر جناب سیدہ کو غیرت آئی اور آپ غمناک ہوئیں (و حضرت علیؑ پر غضبت کا لفظ نہیں آیا) اور متفکر ہوئیں حتیٰ کہ جناب نبیؐ کو خبر ہوئی اور وہ حضرت علیؑ کے پاس تشریف لے گئے۔ الخ۔

(باقی حاشیہ نمبر ۴۹ بعد دیکھو)

حضرت علیؑ زمین پر سوئے ہوئے تھے۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا قم یا اباتراب۔ الخ پھر فرمایا۔ اے علیؑ ابوبکر اور عمر و طلحہ کو بلالاؤ حضرت مرتضیٰ نے اُن کو بلایا سب حضرتؐ کی خدمت میں جمع ہو گئے تو رسول اللہؐ نے فرمایا۔ خبردار رہو حضرت فاطمہؑ میری لخت جگر ہے جس نے اس کو ایذا دی اُس نے مجھے ایذا دی حضرت علیؑ نے عرض کی بالکل بجا ہے حضور صلعم نے فرمایا یہ قصہ جو سُنا ہے کس طرح ہے؟ جناب امیرؑ نے عرض کی خدا کی قسم یہ خبر محض غلط ہے۔ میرا کوئی ارادہ نہیں اور نہ میں نے کچھ کہا ہے۔ یہ سُنکر جناب فاطمہؑ خوش ہوئیں اور تبسم فرمایا۔ انتہیٰ۔ معلوم ہوتا ہے۔ نبیؐ نے فی الحقیقت یہ خطبہ پڑھ کر حدیث من اغضبہا یا من اذاہا ارشاد فرما کر درحقیقت شیخین کو تنبیہ فرمائی تھی ورنہ بالخصوص اُن کے بلانے کی وہاں کوئی دوسری غرض نہ تھی۔ پس لبصورت تعریض حضرت علیؑ کا قصہ بظاہر پیش نظر رکھ کر شیخین کو کنایہ سے تنبیہ فرمائی مگر افسوس کہ انہوں نے اس پر عمل نہ کیا۔ ۱۲ مترجم

حدیث اصول کافی ان العلماء ورثۃ الانبیاء کی تشریح

اس حدیث مندرجہ عنوان کے متعلق اہل تسنن کا اعتراض اور اُس کا جواب متن کتاب ہذا میں مختصراً درج ہو چکا ہے مگر اُن کے اعتراض کا جواب بدیگر چند وجوہ بھی ہو سکتا ہے جو مزید تشریح کے لئے ذیل میں لکھی جاتی ہیں۔ مگر اُس سے پہلے یہ جاننا چاہیئے کہ جناب زہراءؑ نے اپنے دعاوی سے چند وجوہ حجت تمام فرمائی ہے کبھی تو جناب امیر المومنین علیؑ کو بھیجکر دعاوی خود کا اظہار فرمایا۔ اور کبھی خود بنفس نفیس ابوبکر صاحب کے پاس تشریف لے گئیں۔ اُن کے تشریف لے جانے پر بعض مخالفین طعن کرتے ہیں کہ معصومہ کا وہاں تشریف لے جانا بے جا معلوم ہوتا ہے۔ مگر اُن معترضین کو مباہلہ کا وقت یاد نہ ہو گا جبکہ جناب سیدہؑ بمعیت جناب رسول خدا صلعم و علی مرتضیٰ و حسنین شریفین ضرورت شرعیہ کے لئے نصاریٰ کے مقابلہ میں تشریف لے گئی تھیں۔ تو اس موقعہ پر دعاوی خود پیش کرنے میں اُسی طرح کی ضرورت شرعیہ موجود تھی۔ اور روایات مندرجہ کتاب ہذا سے ثابت ہے کہ بمعیت جناب امیر علیہ السلام تشریف لے گئیں۔ تو اس میں شرعاً کیا مضائقہ ہے۔ ہرگز نہیں۔ بلکہ جس طرح مباہلہ کے وقت تشریف لے جا کر سیدنا محمد رسول اللہؐ کی نبوت ثابت کر کے مخالفین کا ناحق پر ہونا ظاہر فرما دیا تھا۔ اسی طرح مطالبۂ فدک و میراث و حصہ ذوی القربیٰ خلیفہ اول سے کر کے خلافت کا فیصلہ فرما دیا کہ اگر خلافت حقہ ہوتی تو برو سے شرع فیصلہ ناحق نہ ہوتا۔ اور اہلبیت رسول صلعم خصوصاً جناب زہراءؑ کو غضبناک کر کے خلیفہ اوّل و دوم زیر غضب خدا و رسول نہ آجاتے۔ مگر جبکہ خلیفہ اوّل نے بترغیب خلیفہ ثانی برخلاف حکم ثقلین کے فیصلہ فدک وغیرہ کر دیا۔ اور لخت جگر رسول صلعم کے غضبناک ہونے کی پرواہ نہ کی تو ثابت ہُوا کہ ان کو نہ خدا و رسول سے دلی تعلق تھا اور نہ شریعت نبویہ سے واسطہ۔ پھر ان کو قائم مقام و خلیفہ رسول خدا کہنا کیسے روا ہو سکتا ہے؟

وجوہ جواب حدیث بالا یہ ہیں

(۱) راوی حدیث مذکور ابوالبختری کا حال کتاب ہذا میں لکھا گیا ہے۔ کہ وہ ضعیف ناقابل احتجاج ہے۔ اور اگر کہا جائے کہ یہی مضمون حدیث کا بجز ابوالبختری کے نیز مروی ہے۔ لہٰذا اس کا ضعف اسناد چنداں مضر نہ ہوگا۔ تو ہم بغرض تسلیم توثیق اسناد کے کہتے ہیں۔ کہ یہ حدیث بجہتہ عدم توریث انبیاء مطلقاً مخالف عموم آیات قرآنیہ کے ہے۔ ملاحظہ ہو آیت یوصیکم اللہ۔ سورہ نساء پارہ ۴۔ اور ولکل جعلنا موالی مما ترک الوالدان والاقربون سورۂ نساء پارہ ۵۔ اور للنساء نصیب مما ترک الوالدان والاقربون مما قل منہ او کثر نصیبا مفروضا۔ سورہ نساء پارہ ۴ ع ۱۲۔ اور ورث سلیمان داؤد۔ سورہ نمل پارہ ۱۹۔ اور یرثنی ویرث من آل یعقوب سورہ مریم پارہ ۱۶۔ ان آیات میں کوئی اشارہ بھی کسی فرد بشر کی تخصیص اور استثناء کے لئے وارد نہیں ہے۔ البتہ اگر کوئی ترکہ نہ ہو تو اُس حالت میں بہ تصریح مما ترک کے وراثت کی چیز نہ ہونے کی وجہ سے کوئی وارث نہیں ہو سکتا۔ مگر رسول خداؐ کے لئے یہ صورت کوئی پیش

۱؎ حضرت زہراءؑ کا سوال فدک پردہ کے خلاف ہونے کا جواب یہ بھی ہے کہ جنگ احد میں بھی حضرت فاطمہؑ نبی صلعم کے ہمراہ تشریف لیگئی تھیں ۵۶ اور حضرت عائشہ ام المومنین بنت ابی بکر کا جنگ جمل میں سپہ سالار ہو کر جناب علیؑ کے مقابلہ میں لڑنا یاد کریں جنہوں نے حکم وقرن فی بیوتکن کی خلاف ورزی کی یہاں پردہ بحال ہے۔ تو حضرت معصومہ زہراءؑ کا اپنے مقام پر حق طلب کرنا کیوں پردہ کے خلاف سمجھا جاتا ہے۔ قصہ افک میں بھی حضرت عائشہ گھر سے باہر تھیں۔ اسی طرح باقی بیبیوں کا ضرورت شرعیہ کے لئے باہر جانا معیوب نہیں سمجھا گیا اور جناب زہراءؑ کے گھر کا دروازہ مسجد نبوی میں ہے اور مسجد میں ہی ابوبکر صاحب نے فیصلہ کیا یہ باہر جانا کیا ہے کچھ نہیں۔ ۱۲ مترجم

نہیں کرسکتا کہ آپ کے پاس نہ کوئی گھوڑا تھا نہ اونٹ نہ بکری نہ اثاث البیت وغیرہ تھا۔ پس حدیث متنازعہ چونکہ مخالف حکم قرآن کے ہے
اور حسب تصریح ائمہؑ کے حدیث مخالف قرآن متروک العمل ہوتی ہے لہذا یہ حدیث قابل حجت نہیں۔ دیکھو اصول کافی صفحہ ۳۹ کل حدیث
لا یوافق کتاب اللہ فھو زخرف یعنی جو حدیث موافق کتاب اللہ کے نہ ہو وہ فضول ہے۔ غالباً اس قانون میں محققین اہل جماعۃ
بھی ہمارے شریک ہوں گے۔ اور علاوہ بریں ہمارے قوانین شرعیہ اہل بیت علیہم السلام سے منصوص ہیں جن میں سے یہ بھی ہے اور
اصول اہل جماعت خود ساختہ اور قیاسی ہیں۔ اگر اس میں ہمارے شریک نہ ہوں تو اُن کی پروا نہیں۔ ثانیاً حدیث عدم توریث انبیاء مشہور
مذہب اہل بیت علیہم السلام کے مخالف اور مذہب عامہ یعنی اہل تسنن کے موافق ہے۔ اور ایسی حالت میں بقانون فرمودہ امام علیہ السلام
اُن روایات پر عمل ہوگا جو مذہب عامہ کے مخالف ہیں۔ اور اسی میں رُشد و ہدایت ہے۔ دیکھو اصول کافی صفحہ ۳۹ و احتجاج طبرسی صفحہ [illegible]
اور روایت موافق اہل تسنن کو کسی راوی سُنّی یا تقیہ پر حمل کیا جائے گا۔ دیکھو یہ حدیث بعینہ انہی الفاظ کافی سے بروایت ابن ماجہ
سُنیوں کی معتبر کتاب خصائص کبریٰ سیوطی جلد ۲ صفحہ [illegible] میں موجود ہے۔

(۲) حدیث قرآن کو منسوخ نہیں کرسکتی۔ اور حدیث بھی ایسی مشکوک جس کو محض مدعا علیہ (ابوبکر) مخالف اہل بیت بیان کرتا ہے
اس لئے یہ خبر واحد شاذ یعنی بے شمار احادیث کے مخالف عموم حکم قرآنی کو منسوخ نہیں کرسکتی۔ اور ظاہر ہے کہ حدیث مذکور نہ اس پایہ تواتر
و مقبولیت کو نہیں پہنچی جس سے ظاہر قرآن و احادیث کثیرہ صحیحہ کو چھوڑ کر اسی خبر واحد پر عمل کیا جائے یا وہ مخصص ہونے کے قابل ہو

(۳) احادیث ائمہ علیہم السلام سے جو مخالف اس خبر واحد کے اور مثبت توریث انبیاء کی ہیں وہ غیر معدود ہیں بطور نمونہ ہم کتب ذیل
کا پتہ دیتے ہیں۔ ملاحظہ ہو تفسیر البرہان جلد ۱ صفحہ [illegible] و فروع کافی جلد ۳ صفحہ [illegible] و روضہ کافی صفحہ ۱۱۵ و من لا یحضرہ الفقیہ جلد ۱ صفحہ [illegible] و
تہذیب جلد ۲ صفحہ ۳۵۷ عن ابی عبد اللہ علیہ السلام (قال حمزۃ بن حمران قلت) لابی عبد اللہؑ من ورث رسول اللہؐ قال
فاطمۃؑ و فی روایۃ ابی جعفرؑ ورث علیؑ علم رسول اللہ و ورثت فاطمۃ ترکتہ۔ دیگر بہت قسم کی احادیث بکثرت ہیں۔ اور اصول
اہل سنت میں بھی مذکور ہے کہ مثبت نافی پر مقدم و مرجح ہوتا ہے۔ جیسا کہ تکبیرات جنازہ کے بیان جلد دوم کتاب ہذا میں لکھا جائے گا۔
اس لئے عمل احادیث مثبتہ توریث پر ہوگا جو باعتبار اصول کے روایت عدم توریث پر مرجح ہیں (۴) قرآن شریف میں ورث سلیمان داؤد
اور یرثنی ویرث من آل یعقوب کی تفسیر بعض اہل جماعت نے وراثت مال اور علم دونوں سے کی ہے اور بعض نے وراثت مالی
سے۔ مگر صرف علم مراد لینا بلا ضرورت صرف عن الحقیقت ہے کیونکہ لفظ وراثت حقیقتاً وراثت مال میں مستعمل ہوتا ہے
اور مجازاً کبھی اس سے وراثت علم وغیرہ مراد ہوتی ہے تو بغیر دلیل یقینی کے مجاز کی طرف رجوع نہیں کیا جاسکتا اور مخفی نہیں
کہ کوئی دلیل قوی صارف عن الحقیقت موجود نہیں ہے۔ نیز باب مدینۃ العلم نے ہر دو آیات مذکورہ ثبوت وراثت
انبیاء کے استدلال میں حضرت ابی بکر کے سامنے پیش کی ہیں اور جناب مرتضیٰؑ کا ان سے استدلال کرنا ہمارے مدعا کی تائید
میں کافی دلیل اور تمسک کے لئے عروۃ الوثقیٰ ہیں اور استدلال علیؑ کا آیات مذکورہ سے بروایت ابن سعد کنز العمال جلد ۳
صفحہ [illegible] میں مذکور ہے نیز سلیمانؑ کو نبوت و علم داؤدؑ کی زندگی میں حاصل تھا نہ یہ کہ بعد از وفات داؤدؑ کے ملا دیکھو ولقد
آتینا داؤد و سلیمان علما۔ سورۃ نمل پارہ انیسواں رکوع دوسرا۔ تو ثابت ہوا کہ وراثت و ورث سلیمان داؤد میں سے
مراد وراثت علم محض نہیں ہے بلکہ وراثت ترکہ مقصود ہے یا دونوں۔ اور اگرچہ کتب تفاسیر اہل تسنن میں سلیمانؑ کے بیٹے
بعض نے اٹھارہ لکھے ہیں لیکن حسب بیان ظاہر قرآن کے ایک سلیمانؑ ہی تھے پڑھئے ووھبنا لداؤد سلیمان نعم العبد
انہ اواب۔ سورہ ص پارہ تیئیسواں رکوع تیسرا۔ اس واسطے وارث صرف سلیمانؑ ہی تھے (۵) غضب جناب معصومہ
زہراؑ بلکہ جملہ اہل بیت علیہم السلام کا اور غضب میراث پر اظہار رنج جو بیشمار روایات میں وارد ہے۔ ثبوت توریث
اور عدم حجیت حدیث عدم توریث یعنی لم یورثوا کے لئے دلیل واضح ہے اور غضب کا ثبوت بدرجہ شہرت و تواتر
مسلم فریقین ہے۔ (۶) تعجب ہے کہ مسئلہ عدم توریث انبیاء وارثان نبیؐ کے متعلق تھا لیکن سوائے ابی بکر صاحب کے جس کا
وراثت نبیؐ سے کچھ تعلق نہ تھا۔ کسی پر رسول اللہؐ نے ظاہر نہ فرمایا حتیٰ کہ ازواج نبیؐ و امیر عثمان وغیرہ سب سے پوشیدہ
رہا اور جناب زہراؑ کو باوجود قرب و فضائل معلومہ مشہورہ حضرت صلعم نے یہ نہ فرمایا کہ مبادا آپ کو میری وراثت
کا خیال پیدا ہو اور رنج کی نوبت پہنچے یہ یاد رکھئے کہ ہم پیغمبروں کی وراثت کسی کو حاصل نہیں ہوسکتی بلکہ بجائے اسی

تقریر کے بطور التزام کے فرمایا کہ جس نے فاطمہؑ کو غضبناک کیا اُس نے مجھے غضبناک کیا اسی سے عصمت زہراء ثابت ہوتی ہے کہ جیسے رسول پاک کا غضب بے محل اور نفسانیت پر مبنی نہیں ہو سکتا بلکہ حکم شرعی کے مطابق ہوتا ہے۔ اسی طرح جناب زہراء کا غضب موافق شرع ہوتا ہے۔ بے محل نہیں ہوتا ورنہ غضب فاطمہؑ کے ساتھ بطور لازم ملزوم نبی صلعم اپنا غضبناک ہونا نہ فرماتے اور نیز اس تقریر یعنی عدم توریث کے بجائے بہ تعمیل آیت وآت ذا القربیٰ حقہ فدک جناب فاطمہؑ کے حوالہ فرما دیا (۷) بصورت فرض و تسلیم حدیث کے حسب قانون مسلم بین الفریقین احادیث مخالفہ سے اس کی تطبیق کی جائیگی تاکہ کوئی بھی ان سے ملغیٰ عن العمل اور متروک نہ ہو۔ اور وہ معنے مراد لیا جائے گا جو دوسری احادیث کے مخالف نہ ہو۔ اس طرح کہ بیان فضیلت علم میں امامؑ نے ارشاد فرمایا کہ علماء انبیاء کے وارث ہیں تو اس پر یہ شبہ ہوتا تھا کہ علماء اموال انبیاء کے کس طرح وارث ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ لفظ وراثت سے حقیقۃً وراثت مال مراد لی جاتی ہے۔ لہٰذا ذہن اسی طرف سبقت لے جاتا ہے۔ اور وہی معنے متبادر ہوتا ہے۔ ایسی حالت میں رفع شبہ کے لئے امامؑ نے فرمایا کہ وراثت سے یہ مراد نہیں جو علماء انبیاء سے درہم و دینار کے وارث ہوں بلکہ ان کو انبیاء سے محض وراثت احادیث کی ملتی ہے۔ اور ترکہ کے وارث مطابق کتاب اللہ کے انبیاء کے اقرباء ہی ہوتے ہیں نہ کہ علماء۔ (۸) اب ہم توریث کے تنازع سے قطع نظر کر لیتے ہیں۔ کہ ملا یا نہ ملے مگر پھر بھی اہل جماعت جو حضرات ثلاثہ کو الزام غصب فدک و غضب اہلبیتؑ سے بچانا چاہتے ہیں۔ وہ نہیں بچ سکتے۔ کیونکہ نبیؐ نے اپنی حیات میں فدک بحق زہراؑ ہبہ فرما دیا۔ جس کا ثبوت تین کتابیں میں درج ہے جو اہل انصاف کے لئے کافی ہے۔ مگر اس جگہ چونکہ کتب امامیہ سے رفع تعارض اور تطبیق احادیث ائمہ علیہم السلام مقصود ہے لہٰذا ہم کتب امامیہ سے ہبہ فدک کا نشان دیتے ہیں۔ ملاحظہ ہو تفسیر البرہان جلد دوم صفحہ ۸۱۵ و جلد اول ۲۰۴ و تفسیر صافی صفحہ ۲۶۰ و تفسیر مجمع البیان جلد ۲ صفحہ ۵۵ و اصول کافی صفحہ ۲۵۲ و امالی شیخ طوسی صفحہ ۹۵ و صفحہ ۱۰ و صحیفہ رضویہ صفحہ ۲۳ باسناد ابن .... بابویہ فی عیون اخبار الرضا و تفسیر علی ابن ابراہیم قمی صفحہ ۳۸۵ و احتجاج طبرسی صفحہ ۵۲ و علل الشرائع صفحہ ۶۵ و اصول کافی صفحہ ۳۵۹ باب الفیئ کتاب الحجۃ سب نے بالاتفاق ائمہ علیہم السلام سے روایت کیا کہ آیت وآت ذا القربیٰ حقہ کے نزول پر جناب رسول خداؐ نے حضرت فاطمہ زہراؑ کو فدک ہبہ کر دیا اور زہراؑ نے قبضہ بھی کر لیا۔ پھر بعد وفات پیغمبر صلعم کے ابوبکر صاحب نے حضرت زہراؑ کے وکیل یعنی اہل کار کو فدک سے نکال دیا اور دعویٰ جناب فاطمہؑ پر شہادت طلب کی۔ شہادت ادا ہوتے پر واپسی کا حکم لکھ دیا جس کو امیر عمر صاحب نے چاک کر دیا۔ پھر وراثت کے دعویٰ سے حجت پوری کی گئی تو ابوبکر صاحب نے حدیث لا نورث سُنا دی جس کا جواب دیا گیا .... کہ تم نے تو یہ حدیث سُن لی اور ہم نے نہ سُنی۔ اور ہم کلام خدا پیش کرتے ہیں۔ اور تم اپنا کلام سناتے ہو تو ابوبکر صاحب نے کہا کہ اگر ہبہ کی اور شہادت آپ کے پاس ہے تو لاؤ ورنہ آپ کا کوئی حق نہیں۔ اس پر جناب فاطمہؑ اور دیگر اہل بیت علیہم السلام غضب ناک ہوئے۔ اور ائمہ علیہم السلام کے ہر فرد میں سے اظہار غضب ہوتا رہا۔ مضمون بالا کتب مذکورہ بالا سب میں مروی ہے کسی میں مفصل کسی میں مختصر مگر مطلب سب کا ایک ہے۔ اور حسب روایات متواترہ ائمہ اہلبیتؑ کے اُن کا غضب اور الزام غصب فدک حضرات ثلاثہ پر موجود چلا آیا ہے۔ جس کے لئے ایک سُنی عالم کی شہادت بھی پیش کی جاتی ہے۔ شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید مطبوعہ مصر جلد دوم صفحہ ۱۹/۲ میں باسناد مکمل امام جوہری سے مروی ہے۔ وہ روایت کرتا ہے۔ قال داؤد ابن المبارک اتینا عبد اللہ بن موسیٰ بن حسن بن علی بن ابی طالب و نحن راجعون من الحج فسالناہ عن مسائل وکنت احد من سالہ فسالتہ عن ابی بکر و عمر فقال اجیبک بما اجاب جدی عبد اللہ بن الحسن فانہ سئل عنہما فقال کانت امنا صدیقۃ ابنۃ مرسل و ماتت وھی غضبیٰ علی قوم فنحن غضاب لغضبہا (قال ابن ابی الحدید) والصحیح عندی انہا ماتت وھی واجدۃ علی ابی بکر و عمر و انہا اوصت ان لا یصلیا علیہا (کذا فی روضۃ الاحباب جلد ۱ صفحہ ۲۳۲) و ذالک عند اصحابنا من المغفورۃ لہما وکان الاولیٰ بہما اکرام ہا و احترام منزلہا لکنہما خافا الفرقۃ و اشفقا من الفتنۃ ففعلا ما ھو الاصلح بحسب ظنہما۔ الخ خلاصہ ترجمہ یہ ہے کہ عبد اللہ بن موسیٰ امام حسنؑ کے پوتے نے سوال داؤد بن مبارک کے جواب میں یہ ارشاد فرمایا کہ ابوبکر و عمر صاحبان کے بارہ میں وہ جواب دیتا ہوں جو میرے دادا نے دیا تھا۔ یہ کہ انہوں نے فرمایا۔ ہماری والدہ محترمہ صدیقہ اور دختر پیغمبر تھیں۔ وہ جس قوم پر غضبناک ہو کر فوت ہوئیں ہم بھی اُن کے غضب کے سبب سے اُس تمام قوم پر غضب ناک ہیں (اس کے بعد علامہ ابن ابی الحدید کہتے ہیں میرے نزدیک صحیح یہ ہے کہ جناب زہراؑ ابی بکر و عمر پر غضبناک فوت ہوئیں۔ اور انہوں نے یہ وصیت فرمائی کہ ابوبکر و عمر صاحبان اُن پر نماز جنازہ نہ پڑھیں۔ (جیسا کہ روضۃ الاحباب جلد ۱ صفحہ ۲۳۲ میں بھی مذکور ہے) پھر علامہ ابن ابی الحدید کہتے ہیں۔ کہ ہمارے اصحاب اہل جماعت کے نزدیک

شیخین کا یہ گناہ بخشا جائے گا۔ اگرچہ اُن دونوں کے لئے یہ مناسب تھا کہ قدر و منزلت جناب فاطمہؑ کی پاسداری کرتے لیکن معلوم ہوتا ہے کہ وہ اختلاف و فتنہ سے ڈر گئے اور جو اُن کو زیادہ مناسب معلوم ہوا اُسپر عمل کیا۔ الخ۔ (یہ شیخین پر محض خوش اعتقادی ابن ابی الحدید کی ہے) **ایک اور اعتراض کا جواب۔** بعض معترضین کہتے ہیں کہ حضرت علیؑ نے اپنے عہد خلافت میں فدک پر قبضہ کیوں نہ کرلیا۔ تو اس کے جواب میں ہم دو وجہ سے عرض کرتے ہیں (۱) یہ کہ زمانہ خلافت امیرالمومنین علیہ السلام جس خوف و خطر و عناد و فساد اور جنگ و جدال سے طے ہوا وہ ناظرین تاریخ سے مخفی نہیں ہے۔ کہ طلحہ و زبیر جیسے بزرگ بقول اہل جماعت بہشت کے بشارت یافتہ بہت تھوڑے عرصے کے اندر جناب امیر کی بیعت توڑ بیٹھے اور ہر طرف سے اعلان جنگ کی خبریں آنا شروع ہوگئیں۔ اور امہات المومنین سے ایک مشہور بی بی باغیوں کی سردار سپہ سالار ہوکر برسر پیکار ہوگئیں اور جمل و صفین و نہروان کے مشہور جنگ و فسادات پیش آئے۔ پس جب امام علیہ السلام کو تسلط تام حاصل نہ ہوا۔ اور لوگ مطلق اُن کے خلیفہ بنی ہونے کو بھی حقارت و نفرت کی نگاہ سے دیکھتے تھے تو ایسی حالت میں اگر حضرت علیؑ فدک کو برخلاف سلیقہ خلفاء ثلاثہ کے تقسیم فرماتے یا صرف تصرف ذاتی میں لے لیتے تو تمام لوگ برخلاف ہوکر کہتے کہ جو کچھ اب تک ہوتا رہا ہے اب اس کے برخلاف حضرت علیؑ محض اپنی غرض نفسانی اور دنیاوی لالچ سے اپنے لئے ضبط کر رہے ہیں۔ چنانچہ جناب امیر کی جو شہادت ابوبکر کے پاس فدک کے بارہ میں گذری تھی اس پر بھی الزام لگایا گیا تھا اور شہادت مقبول نہ ہوئی۔ لہٰذا اس طرح کرنے میں خطرہ تھا کہ کل لوگ فساد اور لڑائی پر آمادہ ہو جائیں گے۔ اس کی تائید میں ملاحظہ ہو بخاری مطبوعہ دہلی مع فتح الباری جلد ۳ صفحہ ۳۸۶۔ عن ابی عبیدہ عن علیؑ قال اقضوا کما انتم تقضون فانی اکرہ الاختلاف حتی یکون الناس جماعۃ او اموت کما مات اصحابی یعنی حضرت علیؑ نے فرمایا اسی طرح حکم چلاتے رہو جیسا کہ پہلے کرتے آئے ہو جب تک کہ لوگ ایک جماعت متفقہ کی صورت میں نہ ہو جائیں۔ اور (یا) اس سے پہلے میں بھی اپنے دیگر اصحاب کی طرح فوت ہو جاؤں گا۔ اور یہ اس واسطے کہ میں اختلاف کو ناپسند رکھتا ہوں۔ فتح الباری میں بشرح اس روایت کے لکھا ہے کہ حضرت علیؑ نے ابوعبیدہ اور شریح کی طرف حکم مذکور بھیجا تھا۔ لیکن حضرت علیؑ اس کے قبل کہ لوگ اُن کی خلافت پر متفق ہوں شہید کئے گئے۔ اور اختلاف کو مکروہ سمجھنے سے یہ غرض ہے کہ مخالفت حضرت ابی بکر و عمر میں زیادہ نزاع پیدا ہونے کا خطرہ تھا۔ جس کو بند رکھنا مناسب سمجھا گیا تاکہ لوگ اتفاق کرلیں۔ انتہے اس سے ثابت ہوا کہ حضرت علیؑ احکام صحیحہ کو جاری کرنے کی اس واسطے جرأت نہ کرسکے کہ نفع سے نقصان کے بڑھ جانے کا اندیشہ تھا اور اس انتظار میں رہے کہ اگر موت سے پہلے لوگوں کو متفق اور تابع فرمان پایا تو احکام صحیحہ کو جاری کر دیں گے۔ مگر افسوس کہ اس سے قبل شہید ہوگئے۔ اصل عبارت بخاری اور فتح الباری کی کتاب ہذا کے بیان انعقاد خلافت حضرت ابی بکر میں بہ تفصیل مرقوم ہے:

(۲) یہ کہ فدک امیر عثمان کے عہد سے مروان کے قبضہ میں آچکا تھا۔ حضرت علیؑ کو خارج خلافت میں نہیں ملا تھا۔ جس سبب سے وہ اُسپر تصرف نہ فرما سکے۔ بلکہ اگر تصرف کرنے کا ارادہ ظاہر کرتے تو اس کے واسطے ایک علیحدہ جنگ و جدال پیش آنے کا اندیشہ تھا۔ کیونکہ بنی امیہ کو بنی ہاشم سے قدیمی عداوت تھی اور اُن کو پہلے ایک بہانہ مخالفت کے لئے قصاص امیر عثمان کا ہاتھ آگیا تھا جس سے لوگوں کو اشتعال دے رہے تھے۔ چنانچہ آخر جنگ چھیڑ دی۔ جو بمشکل مصلحت وقت کے لحاظ سے بند کی گئی۔ پس اگر فدک پر برخلاف سلیقہ ثلاثہ کے عمل کیا جاتا تو بنی امیہ کو ایک دوسرا بہانہ ہاتھ آجاتا۔ جس سے حضرت علیؑ پر اتباع اغراض نفسانیہ کی تہمت لگا دیتے ایسے حالات میں یہ ہرگز ممکن نہیں تھا کہ فدک کو مروان کے قبضہ سے نکال کر جناب امیرالمومنینؑ اپنے تصرف میں لاتے۔ یہ جب ہی ہوسکتا تھا کہ سب مسلمان بالاتفاق تابع فرمان امیرالمومنین علیہ السلام ہوجاتے اور جمیع احکام کو بسر و چشم منظور کرلیتے۔ یعنی اسی طرح کہ اگرچہ جناب امیر ثلاثہ کے برخلاف کیا بلکہ ساری دنیا کے برخلاف جو حکم دیتے لوگ بسر نگونی تسلیم کرلیتے۔ مگر یہ موقع قطعاً ہاتھ نہ آیا۔ اور نہ ہی ...

حضرت علیؑ اصلاح رسوم ناجائز کی جس سبب سے نہیں فرما سکے کتب شیعہ روضہ کافی صفحہ ۲۹۔ ۳۰ و احتجاج طبرسی صفحہ ۱۴۴ میں مفصل موجود ہے جس کو ہم نے ابطال الاستدلال میں لکھ دیا ہے۔ وہاں ملاحظہ ہو۔ اور سنیوں کی کتاب ازالۃ الخفا شاہ ولی اللہ جلد اول صفحہ ۳۲۴ میں ہے جو تعلیق فلک میں مذکور ہوچکا ہے۔ اور تشریح آیت استخلاف میں بھی آئے گا۔ اور نہج البلاغہ سے بھی اس میں ہے باقی متن فلک النجاۃ میں مذکور ہے۔ جناب امیرؑ کا اپنے عہد میں فدک واپس نہ کرنے کا سبب ایک یہ بھی ہے جو نہج البلاغہ صفحہ ۲۶۱ میں حضرت علیؑ نے فرمایا لا یعاب المرء بتاخیر حقہ انما یعاب من اخذ ما لیس لہ یعنی آدمی اپنے حق واپس لینے میں تاخیر کرے تو معیوب نہیں ہوتا جو ناحق کچھ لے لے وہ معیوب ہے غرضیکہ کسی مصلحت سے نہ لینا دیر کرنا معیوب نہیں۔ ... انوار اللغہ ... مطبوعہ ... میں لکھا ہے۔ حضرت علیؑ نے ایک امر کا ارادہ کیا مگر دوسرے امور ان پر آگرے ... [illegible]

احکام شرعیہ کی جیسی کہ ہونا چاہئے تھی نہ ہو سکی۔ چنانچہ ایک دو واقعہ بطور مثال کے لکھے جاتے ہیں جس سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت امیر لوگوں کے طبائع کا اندازہ کر چکے تھے کہ اگر ان کو کوئی مسئلہ برخلاف ثلاثہ کے بیان کیا جائے تو اس کو تسلیم نہیں کرتے بلکہ مخالفت و فساد میں ترقی کرتے ہیں۔ خیال فرمایا کہ مبادا اس سے ایسی کشت و خون تک نوبت پہونچے کہ اسلام کا نام ہی مٹ جائے۔ اس لئے جس قدر ہو سکے اسی قدر اسلام کی اصلاح و امداد کر دیجائے اور باقی معذوری سے ملتوی رکھی جائے۔ وہ واقعہ یہ ہے۔ قمر الاقمار حاشیہ نور الانوار کتاب اصول فقہ حنفیہ ص۲۲۳ میں بروایت بیہقی مرقوم ہے کہ حضرت علیؑ نے شہر کوفہ کے ممبر پر خطبہ میں فرمایا۔ میری رائے امیر عمر کے موافق چلی آئی ہے کہ امہات الاولاد یعنی صاحب اولاد کنیزیں فروخت نہ کی جائیں مگر اب میں اپنی رائے ظاہر کرتا ہوں کہ بےشک فروخت کی جائیں۔ حاضرین مجلس سے ابو عبیدہ بولا اور کہا کہ آپ کی جو رائے جماعت کے مطابق ہو وہ ہمیں اس سے زیادہ پسند اور منظور ہے جو آپ اکیلے ہی فرمائیں۔ اس کے بعد حضرت علیؑ خاموش ہو گئے۔ پھر فرمایا اچھا جو طریقہ چلا آتا ہے اسی طرح کرتے رہو۔ میں اپنے اصحاب کی مخالفت نہیں کرتا۔ انتہیٰ۔ پھر جب فدک بغیر طلب و خواہش اور بغیر تکلف و تعسر کے بعہد عمر بن عبدالعزیز آل فاطمۃ الزہراءؑ کو واپس ملا تو اس وقت انہوں نے وصول پا لیا۔ کیونکہ اُن کا اپنا مال تھا۔ بلا جہد اس کے واپس لینے میں کوئی شرعی مانع نہ تھا۔ مگر حصول فدک کے لئے بعد غصب مکمل کے آل زہراءؑ نے از خود استرجاع بجہد و جہاد کی کوشش نہیں کی۔ جیسا کہ مجالس المومنین و علل الشرائع سے واضح ہوتا ہے ۱۲ مترجم عفی عنہ۔

فصل - فی بیان علم امیر المؤمنین علی علیہ السلام - رب زدنی علما) اعلم انہ تعالیٰ امرنا بطلب الہدایۃ الی الصراط المستقیم لکونہ تعالیٰ علیہ بقولہ ان ربی علیٰ صراط مستقیم ولکون نبیہ علیہ بقولہ انک لمن المرسلین علی صراط مستقیم ولھدیہ الیہ بقولہ انک لتھدی الی صراط مستقیم و ان اللہ لھادی الذین امنوا الی صراط مستقیم وذا لا یحصل بدون العلم ومن اجل ذالک امر اللہ نبیہ قل رب زدنی علما واعز اللہ العلم واھلہ۔

فصل - علم امیر المؤمنین علی علیہ السلام کے بیان میں - (رب زدنی علما)

جاننا چاہیئے کہ اللہ تعالےٰ نے ہم کو طلب ہدایت صراط مستقیم کے لئے حکم دیا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالےٰ صراط مستقیم پر ہے جیسا کہ حکایتہً عن الرسول فرمایا بالتحقیق میرا رب صراط مستقیم پر ہے اور نبیؐ بھی اسی صراط مستقیم پر ہیں جیسا کہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے تحقیق تو ضرور پیغمبروں میں سے ہے۔ اور تو صراط مستقیم پر ہے اور رسول کی ہدایت صراط مستقیم کی طرف ہے چنانچہ فرمایا تو اے نبی صراط مستقیم کی طرف راہ دکھانے والا ہے اور اللہ تعالیٰ ضرور مومنین کو صراط مستقیم کی طرف ہدایت کرتا ہے۔ اور یہ صراط مستقیم بدون علم کے حاصل نہیں ہو سکتا۔ اور اسی لئے اللہ تعالےٰ نے اپنے نبیؐ کو حکم دیتا ہے کہ تو دُعا کر کہ یا رب میرے علم میں ترقی دے اور اللہ تعالےٰ نے علم اور اہل علم کو عزت بخشی ہے۔ اور

لہ قمر الاقمار کی طرح حاشیہ بخاری میں مولوی احمد علی سہارنپوری نے جلد ۱ صفحہ ۳۴۴ میں ناقلاً از لمعات شیخ عبدالحق اور صفحہ ۵۲۶ میں ناقلاً فتح الباری سے لکھا ہے۔ نیز اسی طرح تحفہ اثنا عشریہ صفحہ ۲۲۷ و منہاج السنۃ جلد ۳ صفحہ ۲۱۵ میں بتصریح تعیم موجود ہے۔ اور تاریخ الخلفاء ص۹۳ و ازالۃ الخفاء جلد ۲ ص۱۱ میں ہے کان عمر اول من نہی بیع امہات الاولاد۔ یعنی اول اول جس نے امہات الاولاد کا بیچنا بند کیا حضرت عمر ہیں۔ (یہی وجہ کہ علیؑ کی مخالفت ہو) اور شیعہ کی کتاب تہذیب الاحکام جلد ۱ ص۲۲۳ مکرر باب فضل شہر رمضان والصلوٰۃ فیہ میں امام صادقؑ سے مروی ہے کہ امیر المؤمنین علیؑ جب کوفہ میں گئے تراویح کی جماعت ہوتی دیکھی امام حسنؑ کو بھیجا کہ فرادی فرادی یہ نوافل پڑھو جماعت سے نہ پڑھو تو لوگوں نے چیخنا شروع کیا کہتے تھے واعمراہ واعمراہ آہ عمر کہاں گیا تیری سنت کو اب ترک کرا رہے ہیں یہ شور و غل سُن کر خوف فتنہ سے علیؑ نے فرمایا جانے دو جیسے پڑھتے ہیں پڑھنے دو۔ ۱۲ مترجم سلہ استیعاب بر اصابہ جلد ۳ ص۴۰ میں باسناد ابن عبداللہ بن عباس سے مروی ہے کہا نو حصہ علم کے حضرت علیؑ کو عطا ہوئے اور دسواں کل آدمیوں کو پھر اس دسویں حصے میں بھی جناب علی شریک ہیں۔ تاریخ الخلفاء ص۱۱۵ میں بروایت ابن سعد حضرت عائشہ سے مروی ہے کہا بعد نبیؐ کے سب سے زیادہ عالم سنت نبیؐ کے حضرت علیؑ تھے۔ ۱۲ مترجم۔

قال یرفع اللہ الذین امنوا منکم والذین اوتوا العلم درجات وقل ھل یستوی الذین یعلمون والذین لا یعلمون وانما یخشی اللہ من عبادہ العلماء وقد اشھد اللہ تعالیٰ علیٰ وحدانیتہ اھل العلم واشرکھم فی ھذہ المرتبۃ العظیمۃ والدرجۃ الکریمۃ بشھادتہ وشھادۃ ملائکتہ فھذا من اعظم درجات العلماء واکبر کمالاتھم کما قال عز اسمہ شھد اللہ انہ لا الٰہ الا ھو والملٰئکۃ واولو العلم قائما بالقسط الاٰیۃ ۔ بالجملۃ فی فضائل العلم دفاتر لا تکاد تحصیٰ فالحاصل ان الھدایۃ موقوفۃ علی العلم فالاعلم اھدی فھو احق بالاتباع کما قال عز اسمہ افمن یھدی الی الحق احق ان یتبع امن لا یھدی ومن اجل منتہ تعالیٰ انہ جعل لکل قوم ھاد فعلینا ان نتفحص لاعلم من ھو بعد النبیؐ حتی نتبعہ ونھتدی بھدایتہ بحسن توفیق اللہ تعالیٰ واللہ یھدی من یشاء الی صراط مستقیم فلما راینا وجدنا وعلمنا علم الیقین انہ ھو علی ابن ابی طالب وقد استنبط بعض الاذکیاء من مقطعات القرآنیۃ بعد حذف التکرار صراط علیٍ حق نمسکہ فانہ اجادو افاد وقد قال النبیؐ ان تومروا علیا ولا اراکم فاعلین تجدوہ ھادیا مھدیا یاخذ بکم الصراط المستقیم رواہ احمد فی مسندہ وروی ابوداؤد والحاکم والطبرانی والخطیب عن حذیفۃ فی جواب السائل الا تستخلف علیا قال ان استخلفتموہ ولن تفعلوا ذلک یسلک بکم الطریق وتجدوہ ھادیا مھدیا وسیاتی انشاء اللہ مستوفیً وبعدہ ای بعد علی ذریتہ علیھم السلام بنص من سبق لمن لحق فلنذکر حال علمہ قال السیوطی فی الدر اخرج ابن مردویہ وابن جریر و ابو نعیم فی المعرفۃ والدیلمی وابن عساکر وابن النجار قال لما نزلت انما انت منذر

اور فرمایا اللہ تعالےٰ ایمان والوں کے مدارج اور اُن لوگوں کے جن کو علم عطا کیا گیا ہے بلند کرتا ہے ۔ اور فرمایا اے نبیؐ تو کہدے کہ جاننے والے کیا نہ جاننے والے کے برابر ہو سکتے ہیں (یعنے عالم جاہل کے برابر ہرگز نہیں) اور فرمایا اللہ تعالےٰ سے صرف علماء ہی ڈرتے ہیں ۔ اور بتحقیق اللہ تعالےٰ نے اپنی توحید پر اہل علم کو گواہ رکھا ہے ۔ اور اس درجہ بزرگ اور مرتبہ عظیمہ میں اُنہیں کو شریک فرمایا ۔ کہ اپنی اور فرشتوں کی اور علماء کی گواہی رکھی ہے جو کہ بڑے درجات اور عظیم کمالات علماء سے ہے جیسا کہ فرمایا ۔ گواہی دیتا ہے اللہ تعالےٰ اس کی کہ کوئی لائق عبادت سوائے اللہ تعالےٰ کے نہیں ۔ اور فرشتے اور جو علم رکھتے ہیں وہ بھی اس کے گواہ ہیں ۔ اللہ تعالےٰ عدل سے انتظام رکھنے والا ہے خلاصہ یہ کہ فضائل علم کے بہت دفاتر ہیں جو احاطۂ شمار سے باہر ہیں ۔ پس حاصل یہ ہے کہ ہدایت علم پر موقوف ہے ۔ پس جو سب سے زیادہ عالم و عارف شریعت ہوگا وہی بڑا ہدایت یافتہ ہوگا اور وہی زیادہ مستحق پیروی کے ہے جیسا کہ اللہ تعالےٰ نے فرماتا ہے ۔ کیا جو حق کی راہنمائی کرتا ہے وہ مستحق متابعت کرنے کے ہے یا وہ جو خود بھی ہدایت یافتہ نہ ہو ۔ اور اللہ تعالےٰ کے بڑے احسانات سے ہے کہ اُس نے ہر قوم کے لئے ایک ہدایت کرنے والا مقرر فرمایا ہے ۔ پس ہم پر لازم ہے کہ بعد النبی سب سے زیادہ عالم کی جستجو کریں جس کی متابعت سے ۔ طریق خدا و رسول وحسن توفیق خدا حاصل ہو ۔ اور اللہ تعالےٰ جسے چاہے صراط مستقیم دکھا دیتا ہے جب ہم نے بغور دیکھا علم الیقین سے معلوم کیا کہ بعد نبیؐ کے سب سے زیادہ علم والے جناب علی بن ابیطالب ہیں اور بہ تحقیق بعض ذکی الطبع علماء نے مقطعات قرآنیہ سے بعد حذف تکرار کے جدا استنباط کرکے عبارت صراط علیؑ کا حق ہے ہم اس کو محکم پکڑتے ہیں ۔ کو نکالا ہے انہوں نے بہت اچھا سمجھا ہے اور فائدہ پہنچایا ہے ۔ اور نبیؐ نے فرمایا اگر تم حضرت علیؑ کو امیر بناؤ مگر میں نہیں جانتا کہ تم اُسے بناؤ گے ۔ اگر بناؤ گے تو اس کو ہدایت کرنے والا اور ہدایت یافتہ پاؤ گے ۔ تم کو صراط مستقیم پر چلائے گا ۔ اس کو احمد نے اپنے مسند میں روایت کیا اور ابوداؤد اور حاکم اور طبرانی و خطیب نے حذیفہ سے سائل کے جواب میں آنحضرت صلعم سے روایت کیا ۔ جب سائل نے عرض کی یا نبی اللہؐ کیا آپ حضرت علی کو خلیفہ نہیں بناتے ؟ آپ نے فرمایا اگر اس کو خلیفہ بناؤ تو یہ تم کو راہ حق پر چلائے گا اور اس کو ہدایت کرنے والا اور ہدایت یافتہ پاؤ گے ۔ لیکن میں تم کو بنانے والا نہیں دیکھتا اور عنقریب اس حدیث کا مکمل بیان آئیگا انشاء اللہ تعالےٰ ۔ اور سب سے زیادہ علم والے بعد حضرت علیؑ کے اُنہی کی اولاد سے بنص سابق برائے لاحق ہیں لہٰذا اب ہم حضرت علیؑ کے علم کا حال بیان کرتے ہیں ۔ علامہ سیوطی نے درمنثور جلد ۴ صفحہ ۴۵ میں لکھا ہے ۔ ابن مردویہ و ابن جریر و ابونعیم معرفۃ میں اور دیلمی و ابن عساکر و ابن نجار نے روایت کیا کہ جب آیت انما انت منذر الخ

ولکل قوم ھاد وضع رسول اللہؐ یدہ علےٰ صدرہ قال انا المنذر واومابیدہ الی منکب علیؑ فقال انت الھادی یا علیؑ بک یھتدی المھتدون من بعدی وھکذا ذکرالفخرالرازی فی الکبیر وھکذا فی جامع البیان وفتح البیان وابن کثیر وروح المعانی والنیشاپوری ورواہ عن عبداللہ بن احمد فی زوائد المسند وابن ابی حاتم والطبرانی فی الاوسط والحاکم وصححہ قال اللہ عزاسمہ قل کفیٰ باللہ شھیدا بینی وبینکم ومن عندہ علم الکتاب قال اکثرالمفسرین انہ علیؑ کمافی الدر۔ ایضاً قال تعالیٰ[له] وتعیھا اذن واعیۃ فی لباب النقول اخرج ابن جریر وابن ابی حاتم والواحدی عن بریدۃ مرفوعًا لعلی انی امرت ان ادنیک واقصیک وان اعلمک وان تعی وحق لک ان تعی قال فنزلت تعیھا اذن واعیۃ وکذا رواہ سعید بن منصور وابن جریر وابن منذر

آتری یعنی تو صرف ڈرانے والا ہے اور ہر کام کے واسطے ایک راہنما ہوتا ہے۔ تو رسول اللہؐ نے اپنا ہاتھ مبارک اپنے سینہ پاک پر رکھا اور فرمایا میں ڈرانے والا ہوں۔ اور اپنے ہاتھ مبارک سے حضرت علیؑ کے مونڈھے کی طرف اشارہ فرماکر ارشاد فرمایا کہ یا علیؑ میرے بعد تیرے ساتھ ہدایت پائیں گے۔ اور اسی طرح فخر رازی نے تفسیر کبیر جلد ۵ صفحہ ۲۸۲ میں بیان کیا۔ نیز اسی طرح تفسیر جامع البیان وفتح البیان وتفسیر ابن کثیر وروح المعانی ونیشاپوری میں ہے۔ اور نیز اس کو عبداللہ بن احمد نے زوائد مسند میں اور ابن ابی حاتم اور طبرانی نے اوسط میں اور حاکم نے روایت کیا اور کہا کہ صحیح ہے اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اے نبیؐ تو کہہ دے کہ ہمارے تمہارے درمیان اللہ تعالیٰ کافی گواہ ہے اور نیز وہ گواہ کافی ہے جس کے پاس کتاب کا علم ہے۔ اکثر مفسرین اس آیت کی تفسیر میں یہ کہتے ہیں۔ کہ مراد اس سے جس کے پاس کتاب کا علم ہے۔ حضرت علیؑ ہیں۔ جیساکہ درمنثور میں ہے اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ آیات اور مسائل شرعیہ کو محفوظ رکھنے والے کان محفوظ رکھتے ہیں۔ سبب نزول اس آیت کا لباب النقول صفحہ ۲۱۱ جلد ۲ برحاشیہ جلالین مطبوعہ مصر و درمنثور جلد ۶ صفحہ ۲۶۰ میں اس طرح لکھا ہے۔ ابن جریر اور ابن ابی حاتم اور واحدی نے بریدہ سے مرفوعاً روایت کیا کہ رسولؐ نے حضرت علیؑ کو فرمایا تحقیق مجھے خدا کی طرف سے اس کا حکم ملا ہے کہ تمہیں اپنا مقرب بناؤں اور تجھ سے بیان کروں اور تجھے تعلیم دوں اور تو محفوظ رکھے اور تیرا حق ہے کہ تو محفوظ رکھے۔ بریدہ کہتا ہے اس پر یہ آیت اتری کہ اس کو محفوظ رکھنے والے کان محفوظ رکھتے ہیں۔ اور اسی طرح اس کو سعید بن منصور اور ابن جریر و ابن منذر

[له] تفسیر آیت تعیھا اذن واعیۃ۔ تفسیر کبیر جلد ۸ صفحہ ۲۸۳ وتفسیر طبری جلد ۲۹ صفحہ ۳۱ میں نبی صلعم سے مروی ہے فرمایا اس آیت کے نزول کے وقت میں نے خدا تعالیٰ سے دعا کی ہے کہ علیؑ کے کان ایسے بنادے پس علیؑ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد میں نے جو کچھ سنا کبھی فراموش نہیں ہوا۔ اسی طرح کنزالعمال جلد ۶ صفحہ ۴۰۸ میں ہے اس کے الفاظ یہ ہیں۔ یا علی فانت اذن واعیۃ لعلمی رواہ ابونعیم فی الحلیۃ والمعرفۃ والمقدسی فی المختارۃ و ابن مردویہ اور اسی طرح درمنثور جلد ۶ صفحہ ۲۶۰ میں ہے۔ مفردات راغب اصفہانی برحاشیہ نہایہ جلد ۱ صفحہ ۱۱۲ میں ہے قال انا مدینۃ العلم وعلی بابھا ای بہ یتوصل الیہ۔ یعنی حضرتؐ نے فرمایا میں شہر علم کا ہوں اور علیؑ اس کا دروازہ ہیں اس کا معنے یہ ہے کہ علیؑ کے ذریعہ علم نبیؐ تک رسائی ہو سکتی ہے اور حیٰوۃ الحیوان جلد ۱ صفحہ ۵۱ ۔ بیان خلافت علیؑ میں لکھا ہے۔ ومناقبہ کثیرۃ جدا و یکفی قولہ صلعم انا مدینۃ العلم وعلی بابھا۔ وفیہ جلد ۲ صفحہ ۱۲۱ قولہ انا ابوالحسن وکان رضی اللہ عنہ یقول ھذہ الکلمۃ عند الاخذ فی بیان قضیۃ تشکل علی غیرہ وھو یعرفھا ولذا لک جری کلامہ ھذا مجری المثل حتی قالوا قضیۃ ولا اباحسن لھا ای ھذہ قضیۃ مشکلۃ ولیس ھناک من یبینھا کما کان یفعل ابوالحسن رضی اللہ ھو علی بن ابی طالب انتہےٰ۔ یعنی مسائل مشکلہ کے حل کرنے کے وقت حضرت علیؑ فرماتے تھے میں ابوالحسن ہوں اسی واسطے ضرب المثل ہوگئی ہے جب کوئی مقدمہ مشکل پیش آتا ہے لوگ کہتے ہیں قضیہ مشکلہ پیش آیا ہے اور ابوالحسن بھی موجود نہیں جو حل کرتے اور ابوالحسن علیؑ ہیں۔ کنزالعمال جلد ۶ صفحہ ۱۵۳ و منتخب جلد ۵ صفحہ ۳۲ میں حدیث نبی صلعم میں علیؑ اکثرھم علماً وارد ہے جس کو ابن جریر نے صحیح کہا ہے اور اسی کے صفحہ ۳۹۸ میں خیر امتی اعلمھم علماً وارد ہوا ہے تو بہ فرمان پیغمبر حضرت علیؑ کل صحابہ سے اعلم و افضل ثابت ہوئے استیعاب برا صابہ جلد ۳ صفحہ ۴۰ میں ہے عطاء سے پوچھا گیا کیا کوئی صحابہ میں حضرت علیؑ سے اعلم تھا اس نے کہا بالکل نہیں خدا کی قسم۔ اور حضرت عائشہ سے باسناد خود روایت کیا فرماتی ہیں کہ جناب علیؑ سب لوگوں کی نسبت سنت رسولؐ کے اعلم یعنی زیادہ عالم ہیں۔ اور تاریخ الخلفاء طبع لاہور صفحہ ۱۱۶ وصواعق صفحہ ۷۶ طبع مصر میں بھی یہ روایت اسی طرح مروی ہے اور استیعاب صفحہ مذکورہ میں عبداللہ سے باسناد خود روایت کیا کہا اہل مدینہ میں سب سے اعلم فرائض کے علیؑ ہیں حسب ہماری نقل کردہ روایات

مع سے ثابت ہوا کہ قرآن کے اعلم اور سنت رسولؐ کے اعلم واقدم واقضا واشجع حضرت علی ہیں تو خلیفہ نبی و امام خلق بھی وہی ہو سکتے ہیں دوسرا کوئی صحابی اس قابل نہ تھا کیونکہ دشمن و دوست دین میں سب امیرؑ کے محتاج تھے۔ اور مطالب السئول صفحہ ۱۳ و نورالابصار طبع مصر صفحہ ۷۸ میں حضرت علیؑ کو بطین کہنے کی وجہ بیان ہوئی کہ علم و حکمت سے ان کا پیٹ بھرا ہوا تھا۔ اور انوار اللغۃ وحید الزمان پ ۲ طبع احمدی لاہور صفحہ ۵۸ طبع بنگلور صفحہ ۷۷ میں ہے انا دارالعلم وعلی بابھا (ترجمہ کے بعد لکھا) گھر میں آدمی دروازہ ہی سے آسکتا ہے جو ادھر سے آجائے وہ چور اچکا ہے۔ اسی طرح یکا عالم وہ ہے جو آنحضرت صلعم کے اہل بیت یعنی حضرت علیؑ اور آپ کی اولاد کے ذریعہ سے علم حاصل کرے اہلبیت کی رائے اور اجتہاد کو دوسروں کی رائے اور اجتہاد پر مقدم رکھے۔ انتہیٰ (یہی ہمارا مدعا و مذہب ہے) ۱۲ مترجم

وابن ابی حاتم وابن مردویہ وابن عساکر وابن النجار وابونعیم فی الحلیہ کما فی الدر۔ وفی حجۃ اللہ البالغۃ کان علی لایشاور غالبًا۔ وفی کنز العمال مرفوعًا قال صلعم انا مدینۃ العلم وعلیؑ بابہا فمن اراد العلم فلیات الباب رواہ العقیلی وابن عدی والطبرانی والحاکم وابن جریر عن ابن عباس وابن عدی والحاکم عن جابر وروی ابونعیم فی المعرفۃ عن علیؑ الی بابہا۔ وفیہ قال ابن جریر ھذا خبر عندنا صحیح سندہ وصححہ الحاکم والخطیب وقال الحافظ ابن حجر فی لسانہ ھذا الحدیث لہ طرق کثیرۃ (الی ان قال) وقال فی فتوی ھذا الحدیث اخرجہ الحاکم فی المستدرک وقال انہ صحیح وخالفہ ابن الجوزی فذکرہ فی الموضوعات وقال انہ کذب والصواب خلاف قولیہما ان الحدیث من قسم الحسن وھذا ھو المعتمد فی ذلک وقال السیوطی وقد کنت اجیب بھذا الجواب دھرًا الی ان وقفت علی تصحیح ابن جریر لحدیث علیؑ فی تہذیب الاثار مع تصحیح الحاکم لحدیث ابن عباس فاستخرت اللہ وجزمت بارتقاء الحدیث من مرتبۃ الحسن الی مرتبۃ الصحۃ واللہ اعلم۔ انتہی ملخصًا۔ وفی العبقات عن توضیح الدلائل للقسطلانی واعلم ان الباب سبب لزوال الحائل والمانع من الدخول الی البیت فمن اراد الدخول واتی البیوت من غیر ابوابہا شق وعسر علیہ دخول البیت فہکذا من طلب العلم ولم یطلب ذلک من علیؑ وبیانہ فانہ لایدرک المقصود فانہ رضی اللہ کان صاحب علم وعقل وبیان وربما کان عالمًا ولایقدر علی البیان والافصاح وکان علیؑ مشہورًا من بین الصحابۃ بذلک ثم قال وکان باجماع الصحابۃ مرجوعًا الیہ فی علمہ موثوقًا بفتواہ وحکمہ والصحابۃ کلہم یراجعونہ مہما اشکل علیہم ولا یسبقونہ ومن ھذا المعنی قال عمر لولا علیؑ لہلک عمر۔ انتہی۔ وفی شرح المواقف لولا علیؑ لہلک عمر۔ وفی الصواعق المحرقۃ اخرج البزار والطبرانی فی الاوسط عن جابر بن عبد اللہ والطبرانی

وابن ابی حاتم اور ابن مردویہ وابن عساکر وابن نجار وابونعیم نے حلیہ میں روایت کیا۔ جیسا کہ درمنثور جلد ۶ صفحہ ۲۶۰ میں ہے۔ اور حجۃ اللہ البالغہ صفحہ ۱۳۲ میں ہے۔ کہ جناب علیؑ اکثر کسی سے مشورہ نہیں لیتے تھے (یعنے عالم ہونے کی وجہ سے ان کو یہ ضرورت نہ تھی) اور کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۱۵۲ میں ہے۔ رسول اللہ صلعم نے فرمایا میں علم کا شہر ہوں اور حضرت علیؑ اُس کا دروازہ ہے۔ پس جو علم سیکھنا چاہے چاہیئے کہ وہ دروازہ سے آئے۔ اس کو عقیلی و ابن عدی وطبرانی وحاکم وابن جریر نے ابن عباس سے اور ابن عدی وحاکم نے جابر سے روایت کیا۔ اور ابونعیم نے معرفت میں حضرت علیؑ سے لفظ بابہا تک روایت کیا اور کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۴۰۱ میں ہے (بعد روایت حدیث انا مدینۃ العلم کے) ابن جریر نے کہا۔ اس حدیث کی سند ہمارے نزدیک صحیح ہے اور حافظ ابن حجر لسان المیزان میں لکھتے ہیں۔ (تا اینکہ کہا) فتوے اس حدیث کے بارہ میں لکھا حاکم نے اس کو مستدرک میں روایت کیا اور کہا کہ صحیح ہے۔ مگر ابن جوزی نے اس کی مخالفت کی اور اس حدیث کو موضوعات میں ذکر کیا۔ اور کہا یہ جھوٹ ہے۔ اور (فی الحقیقت) صواب ہر دو قول کے خلاف ہے۔ اس طرح کہ یہ حدیث قسم حسن سے ہے اور (میرے نزدیک) اس باب میں یہی قول معتبر ہے اور سیوطی کہتا ہے میں بھی کچھ زمانہ تک یہی جواب (حدیث کے حسن ہونے کا) دیتا رہا حتیٰ کہ میں ابن جریر کی تصحیح اس حدیث پر مطلع ہوا جو اس نے حدیث حضرت علیؑ مروی تہذیب الآثار پر لکھی بمعہ تصحیح حاکم کے جو اُس نے حدیث ابن عباس پر لکھی پس میں نے اللہ تعالےٰ سے استخارہ کیا اور میں نے یقین کر لیا کہ حدیث مرتبہ حسن سے فائق مرتبۂ صحت پر پہنچ چکی ہوئی ہے (یعنے صحیح ہے) واللہ اعلم۔ انتہے ملخصاً۔ من کنز العمال۔ اور عبقات میں توضیح الدلائل قسطلانی سے منقول ہے۔ جاننا چاہیئے کہ دروازہ زوال مانع دخول کے واسطے ہوتا ہے۔ پس جو دخول کا ارادہ کرے اور دروازہ کے بغیر گھروں میں آنا چاہے اُس پر گھر کا داخلہ مشکل ہوگا۔ پس اسی طرح جس نے علم کو بدون حضرت علیؑ کے طلب کیا اور ان سے نہ لیا وہ مقصود کو نہیں پہنچ سکتا کیونکہ جناب علیؑ صاحب علم وعقل وبیان تھے اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ کوئی عالم ہوتا ہے مگر بیان اور فصاحت پر قادر نہیں ہوتا لیکن حضرت علیؑ صحابہ میں علم وعقل وفصاحت بیان میں مشہور تھے۔ (پھر کہا) حضرت علیؑ علم میں باجماع صحابہ خواص وعوام کے مرجع تھے اور اُن کا فتوےٰ معتمد ہوتا تھا اور کل صحابہ حضرت مرتضیٰؑ کی خدمت میں بار بار حاضر ہو کر ہر مشکل مسئلہ کی نسبت پوچھتے تھے۔ اور حضرت علیؑ کے حکم سے سبقت لیجانے کی جرأت نہ کر سکتے تھے۔ اور اسی معنیٰ سے حضرت عمر نے کہا اگر جناب علیؑ نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہو جاتا۔ انتہیٰ۔ اور شرح مواقف صفحہ ۶۲۳ میں بھی لولا علیؑ لہلک عمر مروی ہے۔ اور صواعق محرقہ صفحہ ۷۳ میں ہے۔ بزار وطبرانی نے اوسط میں جابر بن عبد اللہ سے اور طبرانی

۵؎ الحاوی للفتاوی للسیوطی طبع مصر جلد ۲ صفحہ ۱۲۰ حدیث انا مدینۃ العلم وعلیؑ بابہا اخرجہ الترمذی من حدیث علیؑ والطبرانی والحاکم

والحاکم والعقیلی فی الضعفاء وابن عدیؒ عن ابن عمر والترمذی والحاکم عن علیؑ مرفوعًا انا مدینۃ العلم وعلیؑ بابہا وفی روایۃ من اراد العلم فلیات الباب وفی اخری عند الترمذی عن علیؑ انا دار الحکمۃ وعلیؑ بابہا وفی اخری عند ابن عدیؒ علیؑ باب علمی وقال فی اخرہ وصوب بعض محققی المتاخرین المطلعین علی الحدیث انہ حدیث حسن۔ وفی تاریخ الخلفاء اخرج الترمذیؒ والحاکم عن علیؑ مرفوعًا انا مدینۃ العلم وعلیؑ بابہا۔ ھٰذا حدیث حسن علی الصواب۔ اقول لعل السیوطی رتب جمع الجوامع بعد تاریخ الخلفاء لانہ بعد مزید تحقیقہ نص الحدیث انتہی بصحۃ ھٰذا فی الجمع وحسنہ فی التاریخ کما مر اقول قد روی ابن الحجر فی الصواعق والسیوطی فی تاریخ الخلفاء حدیث انا مدینۃ العلم وعلیؑ بابہا وقال رواہ الترمذی ونسخۃ الترمذی التی فی ایدینا لم یوجد فیہا بھذا اللفظ بل وجد فیہا انا دار الحکمۃ وعلیؑ بابہا وناھیک بہما انہما حافظان ثقتان فی الحدیث وکفی بہما قدوۃ واماما فعلم ان ھٰذا من خیانۃ المعاندین وھو یوھم اسقاط احادیث مناقب اھل البیت علیہم السلام۔ فی العبقات قال المناوی فی فیض القدیر شرح الجامع الصغیر

وحاکم وعقیلی وابن عدی نے ابن عمر سے اور ترمذی و حاکم نے حضرت علیؑ سے مرفوعاً روایت کیا کہ آنحضرت نے فرمایا میں علم کا شہر ہوں اور حضرت علیؑ اس کا دروازہ ہے اور دوسری روایت میں ہے جو علم کا ارادہ کرے اس کو چاہیئے کہ دروازہ سے آئے۔ اور ترمذی میں دوسری روایت حضرت علیؑ سے مروی ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا میں دار حکمت ہوں اور علیؑ اُس کا دروازہ ہے۔ اور حضرت علیؑ کی دوسری روایت میں جو ابن عدی نے بیان کی ہے یہ ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا علیؑ میرے علم کا دروازہ ہے۔ اور آخر میں ابن حجر مکی لکھتا ہے کہ بعض محققین متاخرین سے جو اس حدیث کے حال پر مطلع ہوئے ہیں اسی کو حق سمجھتے ہیں کہ یہ حدیث حسن ہے۔ اور تاریخ الخلفاء صفحہ ۱۱۶ میں ہے۔ ترمذی اور حاکم نے حضرت علیؑ سے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ نبیؐ نے فرمایا۔ میں علم کا شہر ہوں اور حضرت علیؑ اُس کا دروازہ ہے[1] یہ حدیث قول صواب پر حسن ہے (قول مؤلف) میں کہتا ہوں غالباً سیوطی نے جمع الجوامع کو تاریخ الخلفاء کے بعد تالیف فرمایا ہے۔ کیونکہ اس میں مزید تحقیق کے بعد علامہ سیوطی نے حدیث کے صحیح ہونے کا فتویٰ دیا ہے۔ اور تاریخ الخلفاء میں اس کے حسن ہونے کا فتویٰ دیا تھا جیسا کہ گذرا ہے۔ (قول مؤلف) میں کہتا ہوں۔ ابن حجر نے صواعق میں اور سیوطی نے تاریخ الخلفاء میں حدیث انا مدینۃ العلم وعلیؑ بابہا کو روایت کرکے لکھا کہ اس کو ترمذی نے روایت کیا ہے اور ترمذی کا جو نسخہ ہمارے ہاتھوں میں ہے اُس میں یہ حدیث ان الفاظ سے نہیں پائی جاتی۔ بلکہ اُس میں ان الفاظ سے ہے انا دار الحکمۃ وعلیؑ بابہا۔ اور یہ دونوں محدث حافظ اور حدیث میں ثقہ (وسیع النظر) تیرے لئے کافی گواہ ہیں۔ اور اُن کے ساتھ اقتدا اہل جماعت کے لئے کافی ہے۔ کیونکہ اُن کے نزدیک وہ حدیث کے امام ہیں پس اس سے مخالفین کی خیانت معلوم ہوتی ہے کہ سنن ترمذی سے ان الفاظ حدیث کو انہوں نے نکال دیا ہے[2] اور اس سے یہ گمان ہوتا ہے کہ مناقب اہل بیتؑ کی احادیث اس کے سوا کچھ اور بھی خارج کردی گئی ہوں تو کوئی تعجب نہیں۔ عبقات میں ہے مناوی نے فیض القدیر شرح جامع صغیر

[1] استیعاب مطبوعہ برحاشیہ اصابہ جلد ۳ صفحہ ۳۸ میں یہ حدیث ان الفاظ سے مروی ہے قال انا مدینۃ العلم وعلیؑ بابہا فمن اراد العلم فلیاتہ من بابہ ۱۲ مترجم۔ [2] حدیث انا مدینۃ العلم ترمذی سے خارج کی گئی ہے اور ایسی خیانت علماء اہل تسنن بہت کتب میں کرتے رہتے ہیں اس کا ثبوت یہ ہے کہ شرح فقہ اکبر علی قاری تین مطابع کی ہم نے دیکھی ہے۔ جس میں بحث امامت وخلافت موجود ہے مگر مصری طبع کی جدید طبع شدہ میں یہ بحث ایسی طرح سے نکالی گئی ہے کہ صاف نکلی ہوئی عبارت کا کھوج مل جاتا ہے۔ اور دیوان حافظ سے اشعار ولایت وخلافت حضرت علیؑ کے اور ان کے وصی ہونے کے نکالے گئے ہیں۔ نسخے جدید وقدیم شرح فقہ اکبر اور دیوان حافظ دونوں کے میرے پاس موجود ہیں۔ اس سے بھی بڑی شہادت روایت علامہ شبلی نعمانی کی پیش کی جاتی ہے۔ کتاب سفرنامہ روم ومصر وشام مرتبہ مولانا شبلی نعمانی پروفیسر عربی لٹریچر مدرسۃ العلوم علیگڈھ مطبوعہ قومی پریس دہلی ۱۳۰۹ھ صفحہ ۵۰ بیان حالات قسطنطنیہ میں لکھا ہے۔ "البتہ کتابوں کے چھپنے کے متعلق یہاں جو روک ٹوک ہے وہ کسی قدر اعتراض کے قابل ہے۔ یہاں عام قاعدہ ہے کہ جب کوئی شخص کوئی کتاب قدیم یا جدید چھاپنا چاہتا ہے تو پہلے وہ کتاب معارف کے سررشتہ میں پیش کی جاتی ہے وہاں معائنہ اور تفتیش کا ایک جداگانہ صیغہ ہے اس صیغہ کے عہدہ دار کتاب کو اوّل سے آخر تک پڑھ جاتے ہیں اور ان کی رپورٹ کے متعلق بعض اوقات کتاب کا چھاپنا روک دیا جاتا ہے یا اسمیں حک واصلاح کی جاتی ہے اس قاعدے کی ضرورت اس وجہ سے پیش آئی کہ بعض لوگ کتابوں کے چھاپنے میں نہایت بددیانتی کرتے تھے مثلاً بیروت میں عیسائیوں [illegible] اس میں جہاں جہاں قرآن پاک کی آیتیں تھیں اور اسلامی طریقے کے (باقی حاشیہ صفحہ ۴۲۷ پر دیکھو) -

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) موافق عنوان کے طور پر قال اللہ یا کما فی القرآن المجید تھا سب جگہ بدل کر کما قیل یا کما قال القرآن بنا دیا حالانکہ کسی مسلمان کے قلم سے قرآن مجید کی نسبت ایسے الفاظ نہیں نکل سکتے اس سے زیادہ یہ کہ انہیں عیسائیوں نے قرآن مجید کا ایک انتخاب چھاپا ہے اور جہاں جہاں کسی آیت میں عیسائی روایتوں کے خلاف کسی واقعہ کا ذکر ہے قوسین میں لکھ دیا ہے کہ غلط ہے اور صحیح یوں ہے۔ بے شبہ ایک اسلامی سلطنت اس قسم کے تصرفات کا تحمل نہیں کر سکتی اور یہی سبب ہے کہ سلطنت کی طرف سے کتابوں کے شائع ہونے کے وقت نہایت احتیاط اور تفتیش سے کام لیا جاتا ہے لیکن افسوس ہے کہ آج کل اس کا طریق عمل اعتدال سے تجاوز کر گیا ہے یہ صیغہ تحریف و تبدیل کی روک کی غرض سے قائم ہوا تھا۔ مگر بعض اوقات اُسی نے خود تحریف و تغییر پر عمل کیا ہے میرے سامنے ایک مطبع میں شرح عقائد نسفی چھپ رہی تھی محارف نے اس کتاب کی تمام وہ عبارت قلم زد کر دی تھی جس میں خلافت کی بحث ہے اور "الائمۃ من قریش" کی حدیث مذکور ہے مطبع والے نے مجبوراً اُسی قلمزد نسخہ کو چھاپا میں نے اصل نسخہ جس پر محارف نے یہ تصرف کیا تھا دیکھا اور مجھ کو یاد ہے کہ اُس وقت میں رنج اور ندامت کی وجہ سے بے اختیار ہو گیا تھا ان لوگوں نے یہ تصرف بخیال خود سلطان کی ہوا خواہی کے جوش میں کیا ہوگا لیکن حضور ممدوح کو اس سے اطلاع ہوتی تو وہ ہرگز اس کو پسند نہ کرتے۔ انتہی من عینہ ۱۲ مترجم

فی شرح هذا الحدیث فان المصطفیٰ المدینة الجامعة لمعانی الدیانات کلها ولابد لها من باب فاخبر ان بابها علیؑ فمن اخذ طریقه دخل المدینة ومن اخطأه اخطأ طریق الهدیٰ وکذا قال فی التیسیر وفیه قال ابن الاثیر الجزری فی اسد الغابة بعد ذکر علم علیؑ ولہ فی هذا اخبار کثیرة نقتصر علی هذا منها ولو ذکرنا ما سأله الصحابة مثل عمر وغیره لاطلنا۔ وذکر النووی فی تهذیب الاسماء وسؤال کبار الصحابة ورجوعهم الی فتاواه واقواله فی المواطن الکثیرة والمسائل المعضلات مشهور وکذا قال شهاب الدین احمد فی توضیح الدلائل وعبد الحق الدهلوی فی اسماء الرجال انتهی۔ وقال القاری فی شرح الفقه الاکبر والمعضلات التی سأله عنها کبار الصحابة ورجعوا الی فتواه فیها فضائل کثیرة شهیرة تحقق قوله علیه السلام انا مدینة العلم وعلی بابها وقیل علیه السلام اقضاکم علی۔ وفی ارجح المطالب

اس حدیث کی شرح میں کہا ہے کہ مصطفیٰ شہر معانی دیانیات سب کا جامع ہے اور اُس (شہر) کے لئے ضروری ہے کہ کوئی دروازہ ہو پس نبیؐ نے خبر دی ہے کہ اس کا علی دروازہ ہے۔ پس جس نے علیؑ کا طریقہ اختیار کیا وہ شہر میں داخل ہو گیا۔ اور جو اُس سے بھول گیا اُس نے ہدایت کا رستہ گم کیا۔ اور اسی طرح تیسیر میں ہے۔ اور عبقات جلد ۲ صفحہ ۲۵ میں ہے۔ ابن اثیر جزری نے اسد الغابہ میں بعد ذکر علم علی کے لکھا اس کے لئے بہت احادیث ہیں مگر ہم اسی پر اکتفا کرتے ہیں۔ اور اگر ہم وہ سب مسائل لکھیں جو صحابہ نے مثل امیر عمر وغیرہ کے حضرت علیؑ سے پوچھے تو ہم کو بہت طول دینا پڑے گا۔ اور نووی نے تہذیب الاسماء میں ذکر کیا ہے کہ بڑے بڑے صحابہ کا سوال کرنا اور علیؑ کے فتاوی کی طرف رجوع کرنا اور بہت مواقع اور مسائل مشکلہ میں علیؑ کا بیان فرمانا مشہور ہے۔ اسی طرح شہاب الدین احمد نے توضیح الدلائل میں۔ اور عبدالحق دہلوی نے اسماء الرجال میں ذکر کیا ہے انتہیٰ۔ اور علی قاری نے شرح فقہ اکبر صفحہ ۷۶ مطبوعہ ہندو پریس میں کہا ہے۔ اور جو مسائل مشکلہ بڑے بڑے صحابہ نے حضرت علیؑ سے پوچھے۔ اور اُنہوں نے اُس کے فتاوے کی طرف رجوع کیا ان اوصاف میں بڑے مشہور اور بہت فضائل ہیں جو فرمان رسول اللہ کی تصدیق کرتے ہیں۔ میں شہر علم کا ہوں اور اُس کا دروازہ علیؑ ہے اور فرمان نبوی کہ تمہارا اچھا فیصلہ کرنے والا علی ہے۔ اور ارجح المطالب صفحہ ۱۲۲ میں ہے۔ بزار نے جابر بن عبداللہ سے اور عقیلی اور ابن عدی نے ابن عمر سے اور طبرانی نے دونوں سے اور حاکم نے علی اور ابن عمر سے اور بغوی اور ابونعیم نے علیؑ سے روایت کیا انہوں نے کہا کہ رسول اللہ نے فرمایا میں علم کا شہر ہوں اور علیؑ اُس کا دروازہ ہے۔ اور بغوی نے زیادہ کیا روایت علی میں اور طبرانی نے روایت ابن عباس میں یہ کہ رسول اللہؐ نے فرمایا پس جو علم کا ارادہ کرے چاہئے

اخرج البزار عن جابر بن عبد اللہ والعقیلی وابن عدی عن ابن عمر والطبرانی عن کلیهما والحاکم عن علیؑ قالوا قال رسول اللہؐ انا مدینة العلم وعلی بابها وزاد البغوی فی روایة علیؑ والطبرانی فی روایة ابن عباس مرفوعاً فمن اراد العلم فلیأت

(۱) عبداللہ بن عباس نے کہا مجھ کو جو قرآن کا علم ہے وہ علیؑ کے مقابلہ (علم کے) ایسا نکلا جیسے ایک چھوٹا پانی کا گڑھا سمندر کے بازو ہو کہاں سمندر اور کہاں ایک گڑھا) اب جو لوگ علم میں شیخین کو علیؑ پر فضیلت دیتے ہیں۔ ان کو عبداللہ بن عباس کے جو قرآن اور حدیث کے بڑے عالم تھے اس قول میں غور کرنا چاہئے (از انوار اللغۃ پ ۴ صفحہ ۳۶ طبع بنگلور) ۱۲ مترجم عفی عنہ

من بابها وصححه الحاكم ورواه الجماعة وحسنه الحافظان العلائی وابن الحجر العسقلانی۔ انتهى۔ ووافق الطبرانی ابن مردویه كذا فی اللآلی المصنوعة[1] وكذا اروی الخطیب باسانید۔ قوله وحسنه الحافظان كذا فی تعقبات السیوطی فی موضوعات الشوكانی ورواه ابن حبان عن ابن عباس ایضا مرفوعا فیه فمن اراد الدار فلیأتها من قبل بابها۔ وفی اسناده الخطیب جعفر بن محمد البغدادی وهو متهم الخ ثم قال واجیب عن ذلك بان محمد بن جعفر البغدادی العبدی قد وثقه یحیی بن معین واما الصلت الهروی (الذی قیل انه هو وضعه) قد وثقه ابن معین والحاكم وقد سئل یحیی عن هذا الحدیث فقال صحیح واخرجه الحاكم فی المستدرك وحسین بن فهم ثقة وقال صحیح الاسناد وقال ابن حجر هذا من قسم الحسن قال الشوكانی هذا هو الصواب وله طرق اخری ذكرها صاحب اللآلی وغیره قال القاسم بن عبد الرحمن الانباری سألت یحیی عن هذا الحدیث فقال هو صحیح۔ وفی اللآلی رواه ابن مردویه من طریق الحسن بن محمد عن جریر عن محمد بن قیس عن الشعبی عن علیؑ وایضا رواه بلفظ انا مدینة الفقه۔ وفی ارجح المطالب من الباب الثالث عن علیؑ قال علمنی رسول الله صلعم الف باب من العلم فتح لی من كل باب الف الف باب[2] (اربعین الرازی) عن ابی الحازم قال جاء رجل الی معاویة فسأله عن مسئلة فقال اسئل عنها علیا

کہ وہ دروازہ سے آئے۔ اس کو حاکم نے صحیح کہا اور جماعت محدثین نے روایت کیا اور اس کو دو حافظوں علائی اور ابن حجر عسقلانی نے حسن کہا۔ انتہیٰ۔ اور طبرانی کے موافق ابن مردویہ نے بھی بیان کیا جیسا کہ اللآلی المصنوعہ سیوطی جلد ۱ صفحہ ۱۷۱ میں لکھا ہے۔ اور اسی طرح خطیب نے چند اسانید سے روایت کیا اس کا قول دو حافظوں علائی اور ابن حجر نے اس کو حسن کہا اسی طرح تعقبات سیوطی ص۶۹ میں بھی لکھا ہے۔ جو اُس نے موضوعات ابن جوزی پر لکھی ہے۔ اور موضوعات شوکانی ص۱۱۸ میں ہے۔ کہ اس حدیث کو ابن حبان نے ابن عباس سے بھی مرفوعاً روایت کیا۔ اور اس میں ہے۔ جو علم کے گھر میں آنے کا ارادہ کرے چاہیئے کہ وہ دروازہ کی جانب سے آئے (اللہ تعالیٰ فرماتا ہے واتوا البیوت من ابوابها یعنی گھروں میں اُن کے دروازہ کے راستہ سے آؤ) اور اس روایت کی اسناد میں خطیب جعفر بن محمد بغدادی ہے اور وہ متہم ہے۔ الخ۔ پھر کہا مگر اس کا جواب اس طرح دیا گیا ہے کہ محمد بن جعفر بغدادی عبدی کو یحییٰ بن معین نے ثقہ کہا ہے اور صلت، ہروی جس کی نسبت کہا گیا ہے کہ اُس نے اس حدیث کو وضع کیا ہے۔ بالتحقیق ثقہ ہے۔ جیسا کہ ابن معین اور حاکم نے اُس کی توثیق کی ہے اور یحییٰ سے اس حدیث کی نسبت سوال کیا گیا اُس نے کہا یہ حدیث صحیح ہے اور حاکم نے اس کو مستدرک میں روایت کیا اور حسین بن فہم کو ثقہ کہا اور اس حدیث کو صحیح الاسناد لکھا ہے۔ اور ابن حجر نے کہا ہے کہ یہ حدیث قسم حسن سے ہے۔ شوکانی نے کہا کہ یہی صحیح ہے کہ حدیث کو حسن کہا جائے۔ اور اس کے چند طرق اور بھی ہیں۔ جن کو صاحب للآلی مصنوعہ نے جلد ۲ ص۱۷۱ میں اور دوسروں نے بھی بیان کیا ہے۔ اور للآلی میں ہے قاسم بن عبد الرحمن انباری نے کہا میں نے یحییٰ سے اس حدیث کی نسبت پوچھا اُس نے کہا کہ صحیح ہے۔ نیز للآلی میں ہے۔ اس کو ابن مردویہ نے طریق حسن بن محمد سے اُس نے جریر سے اُس نے محمد بن قیس سے اُس نے شعبی سے اُس نے علیؑ سے روایت کی ہے۔ اور نیز اس کو اس عبارت سے روایت کیا کہ میں فقہ کا شہر ہوں اور علیؑ اُس کا دروازہ ہے۔ انتہیٰ اور ارجح المطالب ص۱۲۴ باب تیسرے میں حضرت علیؑ سے مروی ہے کہا مجھے رسول اللہ نے علم کے ہزار باب کی تعلیم دی اور ہر باب سے ہزار باب کھل گیا۔ (اربعین رازی) اور ابی حازم سے روایت ہے کہا ایک آدمی معاویہ کی طرف آیا اور اُس سے ایک مسئلہ پوچھا معاویہ نے کہا حضرت علیؑ سے پوچھو

---

[1] لآلی مصنوعہ صفحہ مندرجہ میں بہت اسانید سے یہ حدیث مروی ہے اور تحسین و تصحیح حدیث و توثیق ابو الصلت وغیرہ رواۃ کی بیان کی ہے۔ اور فمن اراد العلم فلیأت الباب اور فلیأته من بابه اور من قبل بابها سب الفاظ کی روایات لکھی ہیں اور شواہد بیان کئے ۱۲ مترجم۔

[2] اسی طرح لآلی مصنوعہ سیوطی جلد ۱ ص۱۹۲ میں باسناد مروی ہے نیز کامل ابن عدی نیز تفسیر کبیر جلد ۲ ص۶۵۳ بذیل آیت ان الله اصطفٰی آدم پ۳ ایضاً جلد ۸ ص۶۰ میں اسی طرح ہے۔ اور اشعار حسان بن ثابت مندرجہ فلک ایضاً معاویہ و عمر کا مشکل قضیہ میں حضرت علیؑ سے دریافت کرنا دیکھو۔ اور نہایہ ابن اثیر جلد ۳ ص۱۱۹ میں ہے قال عمر اعوذ بالله من معضلة لیس لها ابو حسن وقال معاویة معضلة ولا ابا حسن۔ اسی طرح انوار اللغۃ پ۱۸ ص۱۳۵ میں ہے۔ اور مفردات راغب اصفہانی برحاشیہ نہایہ جلد ۴ ص۲۱۷ میں ہے قال صلعم لعلیؑ

ذلک صفحہ گذشتہ میں دیکھو اور تاریخ الخلفاء ص۱۲۳ پر معاویہ کا مشکل مسئلہ پوچھنا اور علیؑ کا الحمد للہ پڑھنا کہ دشمن بھی مسائل میں ہمارے محتاج ہیں

فھو اعلم فقال یا امیر المؤمنین جوابک فیھا احب الیّ من جواب علیؑ قال بئس ما قلت لقد کرھت رجلا (الی ان قال) وکان عمر اذا اشکل علیہ شئ اخذ منہ رواہ احمد وفیہ عن جابر مرفوعًا علیؑ عیبۃ (خزانہ) علمی اخرجہ ابن عدی والمتقی فی کنز العمال۔ وفی تاریخ الخلفاء اخرج الحاکم وصححہ قال علیؑ بعثنی رسول اللہ صلعم الی الیمن فقلت یا رسول اللہ بعثتنی وانا شاب اقضی فیھم ولا ادری ما القضاء فضرب صدری بیدہٖ ثم قال اللّٰھم اھد قلبہ وثبت لسانہ فوالذی فلق الحبۃ ما شککت فی قضاء بین الاثنین وکذا فی المشکوٰۃ رواہ الترمذی وابوداؤد وابن ماجۃ وفی ارجح المطالب وزاد والبزار وابو یعلٰے وابن حبان والحاکم باختلاف یسیر۔ وعن ابی ھریرۃ قال قال عمر ابن الخطاب علیؑ اقضانا واخرج ابن سعد وفی نسخۃ وابن عساکر عن ابن مسعود قال کنا نحدث ان اقضٰے اھل المدینۃ علیؑ وکذا فی الصواعق وحدیث بعثہ الی الیمن ذکر فی معارج النبوۃ ایضًا وزاد لاجرم در علم بمرتبہ رسید کہ حضرت صلعم فرمود کہ اقضاکم علیؑ وعن ابن عباس قال عمر اقرءنا ابی واقضانا علیؑ رواہ البخاری والنسائی وابن الانباری فی المصاحف والحاکم والبیھقی فی الدلائل کذا فی الدر وزاد فی الکنز العمال والدارقطنی فی الافراد وابو نعیم فی المعرفۃ والبیھقی فی الدلائل۔ وفی الفتح اما قولہ اقضانا علیؑ فورد فی حدیث مرفوع ایضًا عن انس رفعہ اقضا امتی علیؑ ابن ابیطالب

اخرجہ البغوی

وہ زیادہ عالم ہے اُس شخص نے کہا۔ یا امیر المومنین مجھے اس میں تیرا جواب علیؑ کے جواب سے زیادہ پسند ہے۔ معاویہ نے کہا تو نے بُرا کہا (تا اینکہ کہا) اور امیر عمر کو جب مشکل مسئلہ پیش آتا تھا تو علیؑ سے پوچھ لیتا تھا۔ اس کو احمد نے روایت کیا۔ اور اسی کے ص ۱۲۴/۱۲۷ میں جابر سے مرفوعاً مروی ہے کہ علیؑ میرے علم کا خزانہ ہے۔ اس کو ابن عدی نے اور متقی نے کنز العمال میں روایت کیا ہے۔ اور اس کو صحیح کہا کہ حضرت علیؑ نے فرمایا مجھے رسول اللہ نے یمن کی طرف بھیجا تھا اور میں نے کہا یا رسول اللہ مجھے آپ بھیج رہے ہیں اور میں جوان آدمی ہوں لوگوں کے اندر فیصلہ کروں گا۔ اور چنداں واقف نہیں ہوں پس رسولؐ نے اپنا دست مبارک میرے سینہ پر پھیرا اور دعا فرمایا اللہ اس کے دل کو سیدھی راہ دکھا اور اس کی زبان کو ثابت رکھ۔ پس قسم ہے اس ذات کی جس نے دانہ کو اُگایا کہ پھر مجھے کبھی دو آدمیوں میں فیصلہ کرنے کے وقت شک نہیں ہوا۔ مشکوٰۃ ص ۲۱۷ میں بروایت ترمذی وابی داؤد وابن ماجہ کے اسی طرح روایت کیا ہے۔ نیز ارجح المطالب ص ۱۴۰ میں اسی طرح ہے۔ اور زیادہ کیا کہ بزار وابو یعلٰے وابن حبان وحاکم نے معمولی اختلاف الفاظ کے ساتھ اس کو روایت کیا۔ اور ابوہریرہ سے مروی ہے۔ عمر بن خطاب نے کہا حضرت علیؑ ہم سب سے اچھے فیصلہ کرنے والے ہیں۔ (کذا فی استیعاب جلد ۳ ص ۳۹/۳۹ باسانید) اور ابن سعد نے اور بہ نسخہ دیگر اور ابن عساکر نے ابن مسعود سے روایت کیا۔ ہم آپس میں باتیں کرتے تھے کہ اہل مدینہ سے سب سے اچھا فیصلہ دینے والا حضرت علیؑ ہے۔ اور اسی طرح صواعق ص ۷۶ و استیعاب جلد ۲ ص ۳۹ میں ہے۔ اور حدیث یمن کے بھیجنے کی معارج النبوۃ رکن ۴ ص ۳۹ میں بھی مذکور ہے۔ اور زیادہ کیا کہ ضرور علم میں حضرت علیؑ اس مرتبہ پر پہنچے کہ سرور عالم صلعم نے فرمایا کہ تم میں سب سے زیادہ صحیح فیصلہ کرنے والا علیؑ ہے۔ اور ابن عباس سے مروی ہے حضرت عمر نے کہا ہم سب سے بڑا قاری قرآن کا ابی بن کعب ہے اور سب سے زیادہ قضا کا صحیح فیصلہ دینے والا حضرت علیؑ ہے۔ اس کو بخاری نے جزو ۴ ص ۱۱۲ میں اور نسائی وابن انباری نے مصاحف میں اور حاکم اور بیہقی نے دلائل میں روایت کیا۔ جیسا کہ در منثور جلد ۱ ص ۱۰۴ میں ہے۔ اور کنز العمال میں زیادہ لکھا ہے کہ دارقطنی نے افراد میں وابو نعیم نے معرفۃ میں اور بیہقی نے دلائل میں بھی اس کو روایت کیا۔ اور فتح الباری شرح صحیح بخاری جزو ۴ ص ۱۱۷ میں ہے۔ لیکن اس کا قول کہ قضا میں ہم سب سے حضرت علیؑ زیادہ ہے پس حدیث مرفوع میں انس سے وارد ہوا ہے۔ اُس نے نبی علیہ السلام سے روایت کی کہ میری اُمت کے سب لوگوں سے زیادہ صحیح فیصلہ کرنے والا علیؑ بن ابی طالب ہے۔ اس کو بغوی

وعن عبد الرزاق عن معمر عن قتادۃ عن النبیؐ - وفی ارجح المطالب عن انس بن مالک عن النبیؐ انہ قال اقضی امتی علیؑ ابن ابیطالب (المصابیح) ولنعم قال من قال واجاد المقال ۵ امام المسلمین بلا ارتیاب + امیر المؤمنین ابوتراب + نبی اللہؐ خازن کل علم + علیؑ للخزانۃ مثل باب + وفی اعلام الموقعین عن رب العلمین لابن القیم الحنبلی عن عبد الکریم وابی بکر قالا جمیعًا ان عمر کان یشک فیما رای فی قضیۃ القاتلین لمقتول واحد حتی قال لہ علیؑ الخ

ای علمہ بالدلائل - و فی تاریخ الخلفاء وارجح المطالب وفیہ باب رابع وزاد اخرجہ ابن مردویہ والدیلمی و اخرج الطبرانی فی الاوسط والصغیر عن ام سلمۃ مرفوعًا علیؑ مع القرآن والقرآن مع علیؑ ولا یفترقان حتی یردا علی الحوض. فی ازالۃ الخفاء حضرت مرتضیٰ فرمود کہ ایں قرآن قرآن صامت است ومن قرآن ناطقم - فی الصواعق المحرقۃ و تاریخ الخلفاء وکنز العمال والاتقان والشرف المؤبد وشرح المواقف وغیرھا اخرج ابن سعد عن علیؑ قال واللہ ما نزلت اٰیۃ الا وقد علمت فیم نزلت واین نزلت وعلی من نزلت ان ربی وھب لی قلبا عقولا ولسانا ناطقا واخرج ھو وغیرہ عن ابی الطفیل قال قال علی سلونی عن کتاب اللہ فانہ لیس من اٰیۃ الا وقد عرفت بلیل نزلت ام بنہار ام فی سھل ام جبل الخ وکذا فی کنز العمال وکذا فی الشرف المؤبد وکذا فی ارجح المطالب. فی کنز العمال عن علی انہ خطب الناس فحمد اللہ واثنیٰ علیہ وصلی علی نبیہ ثم قال معاشر الناس سلونی[۲] قبل ان تفقدونی یقولہا ثلاث مرات الحدیث. فی الصواعق اخرج عن سعید بن المسیب قال لم یکن احد من الصحابۃ

نے روایت کیا- اور عبدالرزاق معمر سے روایت کرتا ہے وہ قتادہ سے- اُس نے نبیؐ سے اسی طرح روایت کی ہے- اور ارجح المطالب صفحہ ۱۳۹ میں انس بن مالک سے مرفوعاً روایت ہے نبیؐ نے فرمایا میری امت میں سب سے اچھا قاضی علیؑ بن ابی طالب ہے (مصابیح) اور اچھا کہا جس نے کہا اور خوب بات کہی کہ مسلمین کا امام بلاشک وشبہ امیر المومنین ابوتراب ہے کیونکہ نبیؐ ہر علم کا خزانہ ہے اور حضرت علیؑ اُس خزانہ کا دروازہ ہے- اعلام الموقعین عن رب العالمین مؤلفہ ابن قیم حنبلی کے صفحہ ۔۔ میں عبدالکریم وابی بکر سے مروی ہے دونوں نے کہا امیر عمر کو شک تھا کہ ایک مقتول کے دو قاتل ہوں تو کس طرح فیصلہ کرے حضرت علیؑ نے اُس کو سمجھایا اور دلائل سے تعلیم دی کہ اس طرح کیا جائے[۱] اور تاریخ الخلفاء صفحہ ۱۱۱ اور ارجح المطالب و صفحہ ۱۲۹/۲۳۶ باب ۴ میں بزیادت روایت ابن مردویہ و دیلمی کے ہے اور طبرانی نے اوسط و صغیر میں ام سلمہ سے مرفوعاً روایت کیا کہ نبیؐ نے فرمایا کہ علیؑ قرآن کے ساتھ ہے اور قرآن علیؑ کے ساتھ ہے- اور دونوں ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں گے- حتیٰ کہ میرے پاس حوض کوثر پر پہنچیں گے- ازالۃ الخفا جلد ۱ صفحہ ۱۵۲ میں ہے- حضرت مرتضیٰ نے فرمایا یہ قرآن خاموش ہے اور میں قرآن بولنے والا ہوں- اور صواعق محرقہ صفحہ ۷۶ طبع مصر و تاریخ الخلفاء صفحہ ۱۲۶ و کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۳۹۶ و تفسیر اتقان طبع مصر جلد ۲ صفحہ ۱۸۷ والشرف المؤبد صفحہ ۱۱۳ و شرح مواقف صفحہ ۷۴۳ وغیرہ میں ہے کہ ابن سعد نے علیؑ سے روایت کیا- کہا اللہ کی قسم ہے کوئی آیت ایسی نہیں اُتری جس کا مجھے علم نہ ہو کہ کس کے حق میں اُتری ہے- اور کہاں اُتری اور کس پر اُتری ہے بالتحقیق میرے رب نے مجھے دل سمجھنے والا اور زبان بولنے والی بخشی ہے- اور اُسی ابن سعد وغیرہ نے ابی الطفیل سے روایت کیا ہے- کہ حضرت علیؑ فرماتے تھے مجھ سے کتاب اللہ کی آیات کا سوال کرو ایسی کوئی آیت نہیں جو مجھے معلوم نہ ہو- کہ رات میں اُتری یا دن میں- نرم زمین میں یا پہاڑوں میں اور اسی طرح کنز العمال جلد ۱ صفحہ ۲۲۸ والشرف المؤبد صفحہ ۵۹ و ارجح المطالب صفحہ ۱۳۲ میں ہے- اور کنز العمال جلد ۷ صفحہ ۲۶۶ میں حضرت علیؑ سے مروی ہے کہ انہوں نے خطبہ پڑھا اور خدا کی حمد و ثنا اور درود محمد مصطفےٰ صلعم پر پڑھ کر فرمایا اے گروہ لوگوں کے مجھ سے میرے فوت ہو جانے سے پہلے سوال کرو- اس کو تین بار فرمایا- آخر حدیث تک- اور صواعق صفحہ ۷۶ میں سعید بن مسیب سے مروی ہے کہا سوائے جناب علیؑ کے صحابہ سے ایسا کوئی نہ تھا جو یہ

[۱] لوگوں کے جواب میں عاجز ہو کر امیر المؤمنین کے محتاج ہوتے تھے مگر پھر بھی اپنے تئیں امیر المؤمنین و امام المسلمین کہلانے سے نہیں شرماتے تھے ۱۲ مترجم۔ [۲] مطالب السئول صفحہ ۔۔ میں حضرت علیؑ سے منقول ہے فرمایا سلونی عن طرق السمٰوٰت فانی اعلم بہا من طرق الارض وکان قد افاض اللہ علیہ لباس التطہیر۔ یعنی مجھ سے آسمان کے حالات پوچھو زمین کے حالات کی نسبت میں آسمانی حالات کا زیادہ جاننے والا ہوں اور خدا نے حضرت مرتضیٰ پر لباس تطہیر کا فیضان بھی فرمایا۔ ایضاً حاشیہ ۲م

۲م اسی طرح تفسیر کبیر جلد ۷ صفحہ ۴۰۲ میں ہے۔ ۱۲ مترجم۔

علیؑ مع القرآن اور قرآن ناطق ہیں

علیؑ آسمانی حالات سے زیادہ واقف تھے سلونی فرمایا

يقول سلوني الاعلیؑ وفي شرح العوارف قال عليؑ سلوني عما دون العرش كما في شواهد النبوة وهكذا في تاريخ الخلفاء وهكذا في ارجح المطالب. اخرجه احمد والبغوي. وفي كنز العمال وهو (عليؑ) يقول سلوني قبل ان تفقدوني فاني لا اسئل عن شئ دون العرش الا اخبرت عنه رواه ابن النجار. وكذا في الشرف المؤبد. وفي نهج البلاغة فاسئلوني قبل ان تفقدوني فو الذي نفسي بيده لا تسئلوني عن شئ فيما بينكم وبين الساعة (الى ان قال) الا انبأتكم الخ. وفي الاتقان فمنهم من رتبها على النزول وهو مصحف عليؑ وفيه قال عليؑ لما مات رسول الله صلعم اليت ان لا اخذ على ردائي الا لصلوٰة جمعة حتى اجمع القرآن وفيه قال ابن حجر وقد ورد عن عليؑ انه جمع القرآن على ترتيب النزول عقب موت النبي اخرجه ابن ابي داؤد وكذا في الفتح وكذا في تاريخ الخلفاء وزاد قال محمد بن سيرين لو اصبت ذلك الكتاب كان فيه العلم. وفيه قال عليؑ رأيت كتاب الله تزاد فيه فحدثت نفسي ان لا البس ردائي الا لصلوٰة حتى اجمعه. وفيه قال ابن ابي جمرة عن عليؑ انه قال لو شئت ان اوقر سبعين بعيرا من تفسير ام القرآن لفعلت. في الميزان الكبرى للشعراني قال الامام عليؑ

کہ جو چاہو مجھ سے پوچھو[1] اور شرح عوارف میں ہے۔ حضرت علیؑ نے فرمایا۔ اخبار عرش کے بغیر جو چاہو مجھ سے پوچھو بیان کر سکتا ہوں۔ جیسا کہ شواہد النبوۃ صفحہ ۱۵۹ میں ہے۔ اور اسی طرح تاریخ الخلفاء صفحہ ۱۱۶ اور ارجح المطالب صفحہ ۱۲۵ میں بروایت احمد و بغوی کے ہے۔ اور کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۴۰۵ میں ہے کہ جناب علیؑ فرماتے تھے اُس وقت سے پہلے کہ مجھے نہ پاؤ گے بغیر عرش کے جو چاہو ہم سے پوچھو میں خبر دونگا۔ اس کو ابن نجار نے روایت کیا۔ اور اسی طرح الشرف المؤبد صفحہ ۱۱۲ میں ہے۔ اور نہج البلاغۃ صفحہ ۵۹ طبع ایران میں ہے مجھ سے قبل اس کے سوال کرو کہ مجھے نہ پاؤ گے۔ اُس ذات کی قسم ہے جس کے قبضہ میں میری روح ہے۔ کہ تمہارے اور قیامت کے درمیان جو چیز ہے تم مجھ سے سوال کرو سب کی خبریں تم کو دے سکتا ہوں۔ اور اتقان سیوطی صفحہ ۶۲ جلد ا میں ہے۔ پس ان میں سے بعض صحابہ نے قرآن کو تنزیل کے طریق پر ترتیب دی تھی اور وہ علیؑ کا مصحف تھا۔ اور اسی کے صفحہ ۵۹ جلد ا میں ہے کہ علیؑ نے فرمایا جب رسولؐ فوت ہوئے میں نے حلفیہ طور پر ضروری قرار دیا کہ جمعہ کی نماز کے سوا اپنے کاندھے پر چادر نہ لوں گا جب تک قرآن کو جمع نہ کر لوں چنانچہ میں نے جمع کر لیا۔ اور اُسی کے صفحہ ۵۹ میں ہے حافظ ابن حجر نے کہا حضرت علیؑ سے وارد ہوا ہے کہ انہوں نے قرآن کو نبیؐ کی وفات کے بعد ترتیب نزول پر جمع فرمالیا تھا اس کو ابن ابی داؤد نے روایت کیا ہے۔ اور اسی طرح فتح الباری جزء ۹ صفحہ ۲۱۱ اور تاریخ الخلفاء صفحہ ۱۲۹ میں ہے۔ اور زیادہ کیا کہ محمد بن سیرین نے کہا ہے۔ اگر یہ کتاب الٰہی علیؑ کی جمع کی ہوئی ترتیب نزول کے مطابق ملتی تو اُس سے بڑا علم ہوتا۔ اور اسی اتقان کے صفحہ ۵۹ میں ہے علیؑ نے فرمایا میں نے دیکھا ہے کہ قرآن میں زیادتی کی جا رہی ہے۔ اس لئے میں نے اپنے دل میں ٹھان لی ہے کہ سوا نماز کے میں چادر نہ پہنوں گا جب تک قرآن کو جمع نہ کر لوں۔ اور اسی اتقان جلد ۲ صفحہ ۸۶ میں ہے ابن ابی جمرہ نے علیؑ سے روایت کی کہ علیؑ نے فرمایا اگر میں چاہوں تو ستر اونٹ کا بوجھ صرف تفسیر سورت فاتحہ سے بیان کر سکتا ہوں۔ میزان کبریٰ علامہ شعرانی جلد ا صفحہ ۹۲ طبع مصر میں ہے۔ امام حق علیؑ

---

[1] کذا في الاستيعاب على الاصابه جلد ۳ صفحہ ۴۰ باسناده وكذا في شرح نهج البلاغة ابن ابي الحديد جلد ۱ صفحہ ۳۶۷ وقال دوری صاحب كتاب الاستيعاب وهو ابو عمر محمد بن عبد البر عن جماعة من الرواة والمحدثين قالوا لم يقل احد من الصحابة سلوني الا عليؑ ۔ کنز العمال جلد ۸ صفحہ ۲۳۰ میں خطبہ علیؑ ان الفاظ سے مروی ہے فو الله لا تسألوني عن شئ يكون الى يوم القيامة الا حدثتكم سلوني عن كتاب الله الخ روایت بالا کا ترجمہ یہ ہے خدا کی قسم کسی چیز سے قیامت تک جو ہونیوالا ہے ہم سے پوچھو تو بتا سکتا ہوں اور کتاب اللہ پوچھو تو بھی الخ ۱۲ مترجم صفحہ ۲ مجموعہ ثلاث رسائل عبد الحی لکھنوی کے رسالہ اقامۃ الحجۃ صفحہ ۴ میں ہے کہ علی بن ابیطالب تمام قرآن مجید کو ایک دن میں آٹھ دفعہ ختم فرماتے تھے جیسا کہ بعض قاریین ثناری نے بیان کیا ہے ۱۲ مترجم۔ صفحہ ۵۳ اتقان کے جلد ا صفحہ ۵۹ میں ہے کہ ابن اشتہ نے مصاحف میں بسند صحیح محمد بن سیرین سے روایت کیا کہ ابوبکر فوت ہوا اور قرآن کو جمع نہ کیا اور امیر عمر مقتول ہوا مگر قرآن کو جمع نہ کیا۔ ابن اشتہ کہتا ہے بعض علماء نے کہا ہے کہ مراد اس کی یہ ہے کہ شیخین کو سارا قرآن یاد نہیں تھا اور بعض کہتے ہیں کہ مراد جمع مصحف کی ہے۔ انتہیٰ۔ اس روایت سے ثابت ہوا کہ بالاتفاق شیخین کو سارا قرآن یاد نہیں تھا۔ اسی سے موازنہ اوصاف معلوم ہو جاتا ہے زیادہ طول کی ضرورت نہیں ۱۲ مترجم۔ صفحہ ۵۴ فتح الباری جلد ۹ صفحہ ۲۱۱ وتقدم عن علیؑ انه جمع القرآن على ترتيب النزول عقب موت النبي ...

لو شئت لاوقرت لکم ثمانین بعیرا من علوم النقطۃ التی تحت الباء۔ فی الشرف المؤبد عن ابن عباس قال قال لی علیؑ یا ابن عباس اذا صلیت العشاء الاخرۃ فالحق الی الجبانۃ قال فصلیت ولحقتہ وکانت لیلۃ مقمرۃ قال فقال لی ما تفسیر الالف من الحمد قلت لا اعلم فتکلم فی تفسیرھا ساعۃ تامۃ ثم قال ما تفسیر اللام من الحمد قلت لا اعلم فتکلم فیہا ساعۃ تامۃ ثم قال ما تفسیر الحاء من الحمد قال قلت لا اعلم فتکلم فیہا ساعۃ تامۃ ثم قال ما تفسیر المیم من الحمد قال قلت لا ادری فتکلم فیہا الی ان برغ عمود الفجر قال وقال لی قم یا ابن عباس الی منزلک فتاھب لفرضک فقمت وقد وعیت ما قال ثم تفکرت فاذا علمی بالقرآن فی علم علیؑ کالقرارۃ فی المثعنجر البحر وقال ابن عباس علم رسول اللہ من علم اللہ وعلم علیؑ من علم رسول اللہ وعلمی من علم علیؑ وما علمی وعلم اصحاب محمد فی علم علیؑ الا کقطرۃ فی سبعۃ ابحر فانظر کیف تفاوت الخلق فی العلوم والفھوم و یقال ان عبد اللہ بن عباس اکثر البکاء علی علیؑ حتی ذھب بصرہ و بمعناہ فی ارجح المطالب اخرجہ فقیہ ابن المغازلی ۔ وفی الکبریت الاحمر للشعرانی قال الشیخ فی باب ۳۰ البخاری فی الذین یقرؤن القرآن لا یجاوز حناجرھم اعلم ان من لم یکن وارثا لرسول اللہ علیہ السلام فی مقام تلاوتہ للقرآن انما یتلوا حروفا ممثلۃ فی خیالہ لانہ ما تلا المعانی وانما تلا حروفا فلا یصل الی قلبہ شئ۔ انتھی ملخصاً۔ اقول قد ثبت مما قال الشیخ ان کل من قرأ القرآن

نے کہا۔ اگر میں چاہوں تو تمہارے لئے اسّی[1] اونٹ کا بوجھ علوم نقطہ سے جو بسم اللہ کی با کے نیچے ہے بیان کر سکتا ہوں[1]۔ الشرف المؤبد طبع مصر ص۵۸ (و نہایہ ابن اثیر جلد ۳ ص۱۷۰) میں ابن عباس سے مروی ہے۔ کہا مجھے علیؑ نے فرمایا۔ اے ابن عباس۔ جب تو نماز عشا آخری پڑھ لے تو مقام جبانہ کی طرف آجانا (مقام جبانہ مدینہ کے قریب ہے۔ منتہی الارب) ابن عباس کہتا ہے میں نماز پڑھ کر اُن سے جا ملا اور رات چاند کی روشنی سے منور تھی۔ حضرت علیؑ نے مجھے فرمایا۔ کہ الف الحمد کی کیا تفسیر ہے؟ میں نے عرض کیا میں نہیں جانتا۔ تو آنحضرت نے اُس کی تفسیر میں ایک کامل گھنٹہ تقریر فرمائی۔ پھر فرمایا لام الحمد کی کیا تفسیر ہے؟ میں نے عرض کیا میں نہیں جانتا۔ پس اُس کی تقریر میں بھی ایک پورا گھنٹہ تقریر فرمائی۔ پھر فرمایا حا الحمد کی کیا تفسیر ہے؟ میں نے کہا معلوم نہیں پس اُس کے لئے بھی پورا گھنٹہ تقریر فرمائی۔ پھر فرمایا میم الحمد کی کیا تفسیر ہے؟ میں نے کہا معلوم نہیں۔ اور اسی طرح دال الحمد میں فرمایا۔ اور میں نے لاعلمی بیان کی۔ پس اس میں بھی بدستور تقریر فرماتے رہے حتیٰ کہ صبح کی روشنی کے آثار ظاہر ہوئے۔ پھر مجھے حضرت علیؑ نے فرمایا۔ اے ابن عباس اپنے مقام کی طرف جا کر اپنے فرض کی تیاری کرو جو کچھ آپ نے فرمایا تھا میں نے وہ سب یاد رکھا پھر میں نے فکر کی تو میرا علم بالقرآن حضرت علیؑ کے علم کی نسبت مثل چھوٹے گڑھے کے ہے جو دریا کے اندر ہو۔ ابن عباس نے کہا۔ قرارہ چھوٹے[1] گڑھے کو کہتے ہیں۔ اور مثعنجر دریا کو کہتے ہیں۔ نیز ابن عباس نے کہا علم رسول اللہؐ کا علم الٰہی سے ہے۔ اور علم علیؑ کا علم رسول اللہ سے ہے۔ اور میرا علم حضرت علیؑ کے علم سے ہے۔ میرا علم اور اصحاب محمدؐ کا علم حضرت علیؑ کے علم میں فقط مثل ایک قطرہ کے ہے جو سات دریاؤں کے اندر ہو۔ پس دیکھئے کہ خلقت کے علوم اور فہوم میں کتنا فرق ہے۔ اور کہا گیا ہے کہ بالتحقیق عبد اللہ بن عباس حضرت علیؑ کی وفات پر بہت روئے حتیٰ کہ ان کی بصارت جاتی رہی۔ اور اسی کے ہم معنے ارجح المطالب ص۱۳۲ میں ہے جس کو فقیہ ابن المغازلی نے روایت کیا۔ اور کبریت احمر مؤلفہ شعرانی ص۲۰ میں ہے شیخ نے کہا حدیث بخاری کی ان لوگوں کے حق میں ہے جو قرآن پڑھتے ہیں اور اُن کے حلق سے نیچے نہیں اُترتا۔ جاننا چاہیئے کہ جو علوم قرآن شریف میں رسول اللہ صلعم کا وارث نہیں ہے وہ محض حروف اپنے متصورہ خیال کو پڑھتا ہے۔ معانی کو نہیں پڑھتا اور صرف حروف پڑھنے سے اُس کے دل میں کوئی چیز نہیں پہنچتی۔ انتہے ملخصاً۔ میں کہتا ہوں (قول مؤلف) شیخ کے قول سے ثابت ہو گیا کہ ہر قرآن

دلکہ فی الدال

علم ابن عباس و دیگر صحابہ کا علم علیؑ سے گویا آن زمانہ طفولیت سے الحمد کو علم لدنی ہونا ہے

عن قال الفرزدق القدیر الصغیر

[1] اسی طرح تفسیر روح البیان جلد ۱ ص۷ میں ہے۔ قال علیؑ انا النقطہ تحت الباء قالوا واودع فی الباء جمیع العلوم۔ یعنے علیؑ نے فرمایا نقطہ با کا میں ہوں اور علماء نے کہا کہ تمام علوم حرف با میں ودیعت کئے گئے ہیں۔ اور انوار اللغۃ پ۵ ص۹۳ میں مولوی وحید الزمان لکھتے ہیں امام جواد محمد بن علی بن موسیٰ رضا جو بارہ اماموں میں سے ہیں۔ جب آپکی عمر دس سال کی تھی اس وقت تیس ہزار مسئلے آپ سے پوچھے گئے آپ نے سب کا برابر جواب دیا ۱۲ مترجم

لا یستلزم ان فہمہ حق فہمہ وعلیٰ ہذا شاہد اختلاف التفاسیر صاعدا ماصعد وکما فی آیۃ ومنہم من یستمع الیک حتی اذا خرجوا من عندک قالوا للذین اوتوا العلم ماذا قال آنفا۔ قال الشیخ الدہلوی فی ما ثبت بالسنۃ فی امام السنۃ روی جعفر بن محمد قال کان الماء یجتمع فی جفون النبیؐ وکان علیؑ یشربہ وکذا فی روضۃ الصفاء وفی شواہد النبوۃ سئل علیؑ عن سبب فہمہ وحفظہ قال لما غسلت النبیؐ اجتمع ماء فی جفونہ فرفعتہ بلسانی وازدردتہ فارئے قوۃ حفظی منہ۔ انتہیٰ

روی المسلم فی صحیحہ باسنادٖ عن ابراہیم عن ابیہ قال خطبنا علیؑ فقال من زعم ان عندنا شیئا نقرؤہ الا کتاب اللہ وہذہ الصحیفۃ قال وصحیفۃ معلقۃ فی قراب سیفہ فقد کذب۔ الحدیث۔ وروی البخاری قال علیؑ ما عندنا کتاب نقرؤہ الا کتاب اللہ غیر ہذہ الصحیفۃ۔ قال فاخرجہا فاذا فیہا اشیاء من الجراحات واسنان الابل وقال فیہا المدینۃ حرم ما بین عیر الی ثور وذمۃ المسلمین واحدۃ یسعی بہا ادناہم فمن اخفر مسلما فعلیہ لعنۃ اللہ والملائکۃ والناس اجمعین لا یقبل منہ صرف ولا عدل

پڑھنے والے کے لئے ضروری نہیں کہ اُس نے اس کو کما حقہ سمجھ لیا ہو۔ جیسا کہ اختلاف تفاسیر اس کا شاہد ہے۔ اور اس سے بڑھ کر جملہ اختلافات مذاہب اسی سبب سے ہیں۔ چنانچہ آیت میں ہے اور بعض اُن کے ایسے ہیں جو تیری طرف متوجہ ہو کر سنتے ہیں حتی کہ جب تیری مجلس سے باہر جاتے ہیں تو وہ اُن کے لئے کہتے ہیں جن کو اللہ تعالےٰ کی طرف سے علم دیا گیا ہے[1] کہ نبی نے ابھی ابھی کیا کہا ہے۔ ہم نے تو نہیں سمجھا۔ شیخ عبدالحق دہلوی نے اپنی کتاب ما ثبت بالسنۃ صفحہ ۳۱۵ میں لکھا ہے کہ حضرت جعفر بن محمدؑ نے روایت کی ہے کہ نبیؐ کے غسل دینے کے بعد جو آنکھوں کے مقام پر پانی جمع ہوتا تھا اُس کو حضرت علی پی لیتے تھے۔ اسی طرح روضۃ الصفا جلد ۲ صفحہ ۲۱ میں ہے۔ اور شواہد النبوۃ صفحہ ۱۰۲ میں ہے۔ حضرت علیؑ سے سوال کیا گیا۔ آپ کے حفظ و فہم کی زیادتی کا کیا سبب ہے؟ فرمایا جب نبیؐ کو میں نے غسل دیا اُن کی آنکھوں کے مقام پر جو پانی جمع ہوا تھا میں نے اس کو اپنی زبان سے چوس کر پی لیا۔ میں جانتا ہوں کہ اسی وجہ سے میری قوت حافظہ قوی ہے۔ انتہیٰ۔ (کذا فی السیرۃ الحلبیۃ طبع مصر جلد ۳ صفحہ ۳۹۲) اور مسلم نے اپنی صحیح جلد ۱ صفحہ ۴۴۲ میں اپنے اسناد سے روایت کیا کہ ابراہیم اپنے باپ سے روایت کرتا ہے کہ حضرت علیؑ نے ہمارے لئے خطبہ پڑھا اور فرمایا جس نے گمان کیا کہ ہمارے پاس بجز کتاب الٰہی اور اس صحیفہ کے جس کو ہم پڑھتے ہیں کوئی شئے ہے تو اس نے جھوٹ کہا۔ راوی کہتا ہے اور صحیفہ اُن کے دستہ تلوار میں لٹکا ہوا تھا۔ آخر حدیث تک پڑھ لو۔ اور بخاری نے جلد ۲ صفحہ ۳۱ میں روایت کیا ہے۔ علیؑ نے فرمایا ہمارے پاس کوئی کتاب جس کو ہم پڑھتے ہیں کتاب اللہ کے سوا نہیں ہے۔ اور سوا اس ایک صحیفہ کے[3] راوی نے کہا پس علیؑ نے اس صحیفہ کو نکالا تو اُس میں مسائل زخموں کی دیت کے تھے۔ اور اونٹوں کی عمریں جو زکوٰۃ میں درکار ہوتی ہیں یعنی مسائل زکوٰۃ اونٹوں کے تھے۔ اور کہا کہ اس میں یہ بھی تھا کہ مدینہ حرم ہے۔ درمیان پہاڑ عیر کے فلاں مقام تک اور ذمہ مسلمین کا ایک ہی ہے۔ جس کا اُن سے خواہ ادنیٰ بھی ہو حق کر سکتا ہے۔ پس جس نے مسلمان کا عہد توڑا اور اس کی اہانت کی تو اُس پر اللہ اور فرشتوں اور سب آدمیوں کی لعنت ہے۔ اُس سے کوئی فرض و نفل یا فدیہ قبول نہ کیا جائے گا۔ یا اس سے توبہ اور کوئی حیلہ منظور نہ ہوگا۔

[1] اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ رسول کریمؐ کی خدمت میں جو حاضر رہتے تھے اور حضرت صلعم کی زبان اقدس سے سنتے تھے باوجود اہل زبان عرب ہونے اور متوجہ ہونے کے بھی برابر نہیں سمجھتے تھے بلکہ بعض تو بالکل بے بہرہ رہتے تھے۔ اور جن کو علم منجانب اللہ عطا ہوا ہوا تھا جیسے اہل بیتؑ بیان شدہ عوام لوگ پوچھتے تھے کہ رسول اللہ نے جو کچھ اب سنایا ہے اُس کا کیا مقصود ہے؟ جب صحابہ کا یہ حال تھا جو رسولؐ کے پاس حاضر رہتے اور اہل زبان ہونے کے باوجود قرآن فہمی کا دعویٰ نہ رکھتے تھے تو فی زماننا مفسرین کب اصل مقصود کو سمجھ سکتے تھے بجز اس کے کہ وہ حضرات الذین اوتوا العلم سے سمجھیں۔ یہی وجہ ہے کہ ہر ایک مفسر سنی نے بلفظ ینبغی و یحتمل و یمکن و قیل و عندی و الصواب و مثل ذالک کے الفاظ سے تفسیر قرآن کریم میں رائے زنی کی ہے اور کسی نے حضرات معصومین سے اخذ نہیں کیا۔ [2] انسان العیون مطبوعہ مصر جلد ۱ صفحہ ۳۰۱ و سیرۃ ابن دحلان جلد ۱ صفحہ ۱۰۲ میں علامہ حلبی خصائف العشرۃ زمخشری سے نقل کرتے ہیں ولادت کے بعد علیؑ نے بہت دن غذا صرف لعاب دہن رسول خداؐ کی رکھی اور حضرت صلعم اپنی زبان مبارک علیؑ کے دہن میں دیتے تھے اور وہ مثل پستان کے اس کو چوستے تھے۔ [3] بخاری طبع مصر جلد ۱ صفحہ ۲۲/۲۱ و جلد ۴ صفحہ ۱۰۴ میں ہے اور جلد ۲ صفحہ ۱۲۷ باب فکاک الاسیر کتاب الجہاد میں ہے قال قلت لعلیؑ ہل عندکم شئ من الوحی الا ما فی کتاب اللہ اور جلد ۴ صفحہ ۱۱۵ میں

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۳۳) جو کچھ جس نے سُنا اور معلوم کیا اُس نے وہی روایت کیا مگر اُس صحیفہ کو اول سے آخر تک کسی کا پڑھنا یا اُس کے مندرجہ مسائل کو محدود یا معدود کرنا کسی سے مروی نہیں۔ اس سے ثابت ہے کہ رسول خدا نے اپنے جانشین کو تقریری اور تحریری معلومات خاصہ کے ذریعہ ممتاز فرمایا ہوا تھا۔ اور باقی عام صحابہ کو یہ درجہ حاصل نہ تھا و ذٰلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم ۱۲ مترجم

وفی الفتح وفیھا فرائض الصدقات وفیه جواز لعن اھل الفسق عموماً ولو کانوا مسلمین۔ وفیه الا ما فی القرآن وما فی الصحیفة قلت وما فی الصحیفة قال العقل وفکاک الاسیر الخ اقول لقد صدق الله تعالی یریدون لیطفئوا نور الله بافواھھم والله متم نورہ الآیة قد انکر المخالفون من الصحیفة العلویة علی صاحبها الصلوۃ والتحیة فورب السماء والارض انه ظھر من معتبراتھم وجودھا ووجود ما فیھا وھو ایضاً من خصائص سید الاوصیاء امام الاولیاء علی المرتضی۔ ولیس لاحد لغیرہ من الصحابة کما قال علیه السلام فی دیوانه ؎ وھذا العلم لم یعلمه الا نبی او وصی الانبیاء + وفیه ؎ رضینا قسمة الجبار فینا + لنا علم وللجهال مال +

فان المال یفنی عن قریب
وان العلم باق لا یزال
فی الشرف المؤبد ص۵۹ وکذا
فی الاستیعاب فی ترجمة
علی قال ابن عباس لقد
اعطی علی تسعة اعشار
العلم وایم الله لقد شارکھم
فی العشر العاشر الخ ولا
یخفی ان کل علم مصدرہ
علی کما فی ارجح المطالب
عن علی قال لو ثنیت لی
الوسادۃ وجلست
علیھا لحکمت بین اھل
التوراۃ بتوراتھم وبین اھل
الانجیل بانجیلھم وبین
اھل الزبور بزبورھم وبین
اھل القرآن بقرآنھم
(اربعین رازی) وفیه عن
ابن مسعود انه قال ان
القرآن انزل علی سبعة
احرف ما منھا حرف الا وله
ظھر وبطن وان علیا
عندہ من الظاھر والباطن۔ ومن کشف الظنون عن ابی عبد الرحمٰن السلمی قال ما رأینا احدا

اور فتح الباری میں ہے۔ اور اسی میں فرائض صدقات کے تھے لیکن نیز بہت مسائل شرعیہ اُس صحیفہ میں تھے) اور اُسی میں ثبوت جواز لعنت کا عام اہل فسق پر ہے۔ اگرچہ مسلمان ہی ہوں۔ اور فتح الباری کے صفحہ ۱۲۵ جلد ۱ میں ہے۔ علیؑ نے فرمایا۔ کوئی چیز ہمارے پاس اس کے سوا نہیں جو قرآن اور صحیفہ میں ہے۔ راوی کہتا ہے میں نے کہا صحیفہ میں کیا ہے؟ فرمایا تاوان اور قیدی کو چھوڑنے کے مسائل ہیں الخ۔ میں کہتا ہوں (قول مؤلف) اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا ہے۔ منکرین ارادہ کرتے ہیں کہ نور الٰہی کو اپنے مُنہ سے بجھا دیں مگر اللہ تعالیٰ اپنے نور کو پورا کرنے والا ہے بتحقیق مخالفین نے صحیفہ علویہ سے انکار کیا ہے کہ کوئی کتاب یا علم حضرت علیؑ سے مخصوص نہیں۔ قسم ہے رب آسمانوں اور زمین کی کہ اہل سنت کی کتب معتبرہ سے وجود صحیفے کا ظاہر ہوگیا اور جو کچھ اس میں ہے وہ بھی ظاہر ہوا۔ اور یہ بھی خصائص سید الاوصیاء علی مرتضیٰ سے ہے جو اس کے بغیر کسی کو صحابہ سے حاصل نہیں۔ جیسا کہ خود حضرت علی نے اپنے دیوان میں فرمایا اور یہ علم سوا نبیؐ اور وصی انبیاء کے کوئی نہیں جانتا۔ اور اسی دیوان میں ہے۔ فرمایا۔ ہم خدا کی تقسیم پر راضی ہیں جو اُس نے ہمارے اندر فرمادی ہے۔ کہ ہمارے لئے علم ہے اور جہال کے لئے مال ہے۔ پس بتحقیق مال جلد فنا ہونے والا ہے اور علم ہمیشہ ضرور باقی رہنے والا ہے۔ الشرف المؤبد ص۵۹ میں ہے۔ اور استیعاب کے ترجمہ علیؑ میں بھی ہے۔ ابن عباس نے کہا بتحقیق حضرت علیؑ کو نو حصے علم کے دیئے گئے ہیں۔ اور خدا کی قسم کہ دوسرے لوگوں کے ساتھ حضرت علیؑ دسویں حصے میں بھی شریک ہیں۔ الخ اور مخفی نہیں کہ ہر علم کی مصدر حضرت علیؑ ہے۔ جیسا کہ ارجح المطالب ص۱۲۰ میں ہے۔ حضرت علیؑ نے فرمایا۔ اگر میرے لئے مسند رکھی جائے اور میں اس پر بیٹھ جاؤں تو اہل تورات کے لئے تورات سے اور اہل انجیل کے لئے انجیل سے اور اہل زبور کے لئے زبور سے مقدمات کے فیصلے کر سکتا ہوں۔ اور اہل قرآن میں قرآن سے حکم سُنا سکتا ہوں۔ (اربعین رازی)۔ اور اُسی کے ص۱۳۳ میں ابن مسعود سے مروی ہے اُس نے کہا بالتحقیق قرآن سات حروف پر اُترا ہے (یعنے سات قرأت پر) اور کوئی حرف (قرأت) ایسی نہیں جس کا ظاہر اور باطن نہ ہو۔ حضرت علیؑ کو دونوں طرح کا علم ہے یعنی ظاہر اور باطن کے ماہر ہیں۔ اور کشف الظنون سے نقل کیا کہ ابی عبد الرحمٰن سلمی سے مروی ہے۔ کہا ہم نے کسی کو

۱؎ فتح الباری جلد ۱ ص۱۵۶ میں تحت حدیث محمد بن حنفیہ کے۔ کہ رسول اللہ نے کوئی چیز سوا اس کے جو دفتین میں موجود ہے نہیں چھوڑی لکھا ہے کہ مراد اس سے یہ ہے کہ قرآن متلو یعنی جو پڑھا جاتا ہے وہ اس مصحف مابین دفتین میں موجود ہے۔ اور اس پر یہ اعتراض وارد نہ ہوگا جو کتاب العلم بخاری میں لکھا ہے کہ علیؑ نے فرمایا کوئی چیز ہمارے پاس سوا کتاب اللہ اور اس صحیفہ کے نہیں۔ کیونکہ حضرت علیؑ کی غرض یہ ہے کہ جو احکام ان کے سننے میں آئے تھے لکھ کر حاصل کئے ہیں وہ یہ ہیں نہ یہ کہ جملہ احکام یہی ہیں۔ اور جو نہیں لکھے تھے اُن کی نفی کی ہو بلکہ لکھے ہوئے احکام کے واسطے فرمایا کہ یہی ہیں جو کتاب اللہ اور صحیفہ میں ہیں اور جو جواب ابن محمد بن حنفیہ نے دیا ہے اُن کی غرض یہ ہے کہ قرآن متلو جو پڑھا جاتا ہے وہ یہی ہے۔ یہ غرض نہیں کہ اس کے سوا قرآن کا کوئی حکم نہیں بلکہ صحابہ سے ثابت ہے جو قرآن میں نازل ہوا اور تلاوت اُس کی منسوخ ہوئی مگر حکم باقی رہا مثل حدیث عمر کے الشیخ والشیخة اذا زنیا فارجموھما۔ الخ۔ ۲؎ اسی طرح مطالب السئول ص۲۱ میں باسناد ابونعیم فی الحلیة اور ترجمہ اسد الغابہ جلد ۷ ص۲۹ میں ہے۔ ۱۲ مترجم

فاسق مسلمان پر جواز لعنت

علیؑ کو علم کے نو حصے ملے باقی سب کو ایک حصہ اسمیں بھی علیؑ شریک ہیں

ابن حجر نے مسائل صحیفہ کی تصدیق کی ہے

اقرأ من علی وفیه عن حمید بن عبد الله بن یزید المزنی قال ذکر عند النبیؐ عن قضاء قضیٰ به علیؑ فاعجب النبیؐ علیه السلام فقال الحمد لله الذی جعل فینا الحکمة اهل البیت اخرجه احمد۔ وفیه سئل شریح بن هانی عن عائشة ام المؤمنین عن مسح الخفین فقالت ائت علیا فاسئله اخرجه مسلم وابن عبد البر فی الاستیعاب عن عبد الرحمٰن قال اتیت عمر ابن الخطاب فقلت من این اعتمر فقال ائت علیا فاساله (استیعاب) وفیه عن سعید بن المسیب قال کان عمر یتعوذ بالله من معضلة لیس لها ابو الحسن اخرجه احمد وکذا رواه الحمیدی فی کتاب النوادر و الطبقات ولابن سعد من سعید بن المسیب رو ایة کذا فی الفتح۔ وفیه عن عمر قال لا یفتین احد فی المسجد وعلیؑ حاضر (استیعاب) وفیه قال سعید بن منصور فی سننه باسناده سمعت علیا یقول الحمد لله الذی جعل عدونا یسئلنا لما نزل به من امر دینه ان معاویة کتب الیّ یسئلنی عن خنثیٰ المشکل فکتبت الیه ان یورثه من قبل بواله (تاریخ الخلفاء ص۱۲۰) وفیه عن عبد الله بن مسعود قال اعلم اهل المدینة بالفرائض علی ابن ابی طالب اخرجه احمد و ابن عبد البر فی الاستیعاب وفیه عن ابی الاسود الدئلی وضع علم النحو علیؑ وفیه علم الجفر و الحساب کان لعلیؑ انتہیٰ من الارجح۔ وبالجملہ ما من علم الا ولعلیؑ له بناء وهو مصدر العلوم کلها ظاهرها و باطنها ولا یخفاک ان علم علیؑ وهبیٌ لدنیٌ ولیس بکسبی ولیس له حد وذلک فضل الله یوتیه من یشاء۔ **فصل۔ فی بیان علم ابی بکر**۔ فی ازالة الخفاء عن میمون بن مهران ان اعرابیا الیٰ ابا بکر قال قتلت صید او انا محرم فما تریٰ علیّ من الجزاء فقال ابو بکر لابیّ بن کعب وهو جالس عنده ما تریٰ فیها فقال الاعرابی اتیتک

حضرت علیؑ سے زیادہ قاری نہیں دیکھا۔ اور اسی کے ص۱۳۹ میں حمید بن عبداللہ بن یزید مزنی سے مروی ہے جناب رسول خداؐ کی خدمت میں حضرت علیؑ کے ایک فیصلہ کا ذکر کیا گیا۔ آنحضرت صلعم کو پسند آیا اور فرمایا اللہ تعالےٰ کے لئے حمد اور شکر ہے جس نے ہمارے اہل بیت میں حکمت عطا فرمائی ہے۔ اس کو احمد نے روایت کیا۔ اور اُسی کے ص۱۴۱ میں ہے۔ شریح بن ہانی نے ام المومنین عائشہ سے موزوں کے مسح کی نسبت پوچھا بی بی صاحبہ نے کہا حضرت علیؑ کے پاس جا اور اُن سے پوچھ۔ اس کو مسلم نے اور ابن عبد البر نے استیعاب میں روایت کیا۔ اور عبد الرحمٰن سے مروی ہے کہا میں عمر خطاب کے پاس آیا اور پوچھا عمرہ کا احرام کہاں سے باندھنا چاہیئے۔ امیر عمر نے کہا جناب علیؑ کے پاس جا اور اُن سے پوچھ لے۔ (استیعاب) اور اُسی کے ص۱۴۳ میں سعید بن مسیب سے مروی ہے کہ امیر عمر کسی مشکل مسئلہ پیش آنے سے جس کے لئے ابوالحسن (علیؑ) موجود نہ ہوں خدا کی پناہ چاہتا تھا۔ اس کو احمد اور حمیدی نے کتاب النوادر میں اور ابن سعد نے طبقات میں سعید بن مسیب سے روایت کیا۔ اسی طرح فتح الباری جلد ۷ صفحہ ۶۹۹ میں ہے۔ اور ارجح المطالب ص۱۴۳ میں امیر عمر سے مروی ہے کہا کوئی شخص حضرت علیؑ کی موجودگی میں مسجد کے اندر فتویٰ نہ دیا کرے (استیعاب) اور اُسی کے ص۱۵۰ میں ہے سعید بن منصور نے اپنے سنن میں باسناد خود روایت کیا کہ حضرت علیؑ فرماتے تھے خدا کی حمد ہے جس نے ہمارے دشمن کو ایسا بنایا کہ جو کچھ اُس کے دین میں اُترا ہے اُس کی نسبت ہم سے پوچھتا ہے بالتحقیق معاویہ نے میری طرف لکھ کر مجھ سے خنثیٰ مشکل کا مسئلہ دریافت کیا ہے میں نے اُس کو لکھا ہے کہ اُس کو پیشاب گاہ کے اعتبار سے وارث بنانا چاہیئے (تاریخ الخلفا ص۱۲۰) اور ارجح المطالب ص۱۵۲ میں عبداللہ بن مسعود سے مروی ہے کہا تمام اہل مدینہ سے حضرت علیؑ ابن ابی طالب فرائض کے علم میں بہت ماہر تھے۔ اس کو احمد نے اور ابن عبد البر نے استیعاب میں روایت کیا۔ اور اُسی کے صفحہ ۱۵۸ میں ابی الاسود دئلی سے مروی ہے کہا علم نحو کو جناب علی علیہ السلام نے تجویز فرمایا۔ اور ص۱۶۲ میں ہے کہ جفر و حساب کا علم حضرت علیؑ کو حاصل تھا۔ (نیز سلسلہ تصفیہ باطن کے جملہ سلسلہ بقول اہل جماعت بھی جناب علی مرتضیٰؑ سے ملتے ہیں) خلاصہ یہ کہ کوئی علم ایسا نہیں جس کی بنا حضرت علیؑ سے نہ ہو وہی جملہ علوم کے مصدر ہیں۔ اور یہ بھی تجھے معلوم رہے کہ حضرت علیؑ کا علم وہبی اور لدنی ہے نہ کسبی اور نہ اُس کی کوئی حد ہے اور یہ خدا کا فضل ہے۔ جسے چاہے عطا فرماتا ہے۔

فصل۔ علم ابو بکر صاحب کے بیان میں

ازالۃ الخفاء جلد اول ص۱۷۷ میں میمون بن مہران سے مروی ہے بالتحقیق ایک اعرابی ابی بکر کے پاس آیا اور کہا میں نے احرام کی حالت میں شکار قتل کیا ہے۔ اُس کا بدلہ میرے اوپر کیا ہے۔ ابو بکر نے

وانت خلیفۃ رسول اللہ اسئلک فاذا انت تسئل غیرک ـ الخ وفی ازالۃ الخفاء والحجۃ اللہ البالغہ والصواعق المحرقہ اخرج اصحاب السنن الاربعۃ ومالک عن قبیصۃ قال جاءت الجدۃ الی ابی بکر الصدیق تسئلہ میراثہا فقال مالک فی کتاب اللہ وما علمت لک فی سنۃ نبی اللہ شیئا فارجعی حتی اسئل الناس فسئل الناس فقال المغیرۃ بن شعبۃ حضرت رسول اللہ اعطاہا السدس فقال ابوبکر ھل معک غیرک فقام محمد بن مسلمۃ فقال مثل ما قال المغیرۃ فانفذہ لہا ابوبکر

وفی الصواعق المحرقہ اخرج الدارقطنی عن القاسم بن محمد ان جدتین اتتا ابابکر تطلبان میراثہما ام ام وام اب فاعطی المیراث ام الام فقال لہ عبدالرحمن بن سہل الانصاری البدری اعطیت التی لو انہا ماتت لم یرثہا فقسمہ بینہما ـ فی الاتقان اخرج ابو عبید فی الفضائل عن ابراہیم التیمی ان ابابکر الصدیق سئل عن قولہ و فاکہۃ وابا فقال ای سماء تظلنی وای ارض تقلنی ان انا قلت فی کتاب اللہ مالا اعلم ومثل ھذا وقع لعمر روی الشیخان عن ابی ھریرۃ قال انکم تقولون اکثر (ای الروایۃ) ابو ھریرۃ عن النبی ص واللہ الموعد وان اخوتی من المہاجرین کان یشغلہم الصفق بالاسواق وان

اور تو خلیفہ رسول اللہ کا بنا ہوا ہے ـ میں تجھ سے پوچھتا ہوں ـ اور تیری یہ حالت ہے کہ تو خود دوسرے سے پوچھتا ہے ـ اور ازالۃ الخفا جلد ۲ ص۳۱۲ و حجۃ اللہ البالغہ ص۱۳۶ و صواعق محرقہ صفحہ ۲۰ میں ہے ـ اصحاب سنن اربعہ و مالک نے قبیصہ سے روایت کی ہے ـ کہا ایک شخص کی دادی ابی بکر صدیق کے پاس آئی ـ اس سے اپنے میراث کے حصے کا سوال کرتی تھی ـ ابوبکر نے کہا کہ تیرے لئے کتاب خدا میں کچھ نہیں اور سنت نبی ص میں بھی میں تیرے لئے کچھ نہیں جانتا ـ تو واپس جا میں لوگوں سے پوچھ لوں ـ جب لوگوں سے سوال کیا تو مغیرہ بن شعبہ نے کہا میں رسول اللہ ص کی خدمت میں حاضر تھا اور حضرت نے اس کو چھٹا حصہ دیا تھا ـ ابوبکر نے کہا کیا تیرے ساتھ اور گواہ بھی ہے ؟ محمد بن مسلمہ کھڑا ہوا اور کہا جیساکہ مغیرہ نے کہا تھا ـ تب ابوبکر نے اس حکم کو اس عورت کے لئے جاری کر دیا ـ اور صواعق محرقہ ص۲۱ میں ہے ـ دارقطنی نے قاسم بن محمد سے روایت کیا تحقیق دو دادیاں میت کی ابی بکر کے پاس آئیں ہر دو اپنا میراث طلب کرتی تھیں ماں کی ماں (نانی) اور باپ کی ماں پس ابوبکر صاحب نے ورثہ نانی کو دیا تو اس کو عبدالرحمن بن سہل انصاری بدری نے کہا ـ تم نے اس کو حصہ دیا ہے کہ اگر وہ مر جاتے تو یہ اس کی وارث نہیں ہوگی ـ تب ابوبکر نے اس ورثہ کو ان دونوں میں تقسیم کیا ـ تفسیر اتقان جلد ۱ ص۱۱۵ میں ہے کہ ابو عبید نے فضائل میں ابراہیم تیمی سے روایت کی ہے کہ بالتحقیق ابوبکر سے خدا کا قول وفاکہۃ وابا پوچھا گیا کہ اس سے کیا مراد ہے ؟ اس نے کہا کونسا آسمان مجھے سایہ کرے اور کونسی زمین مجھے برداشت کرے ـ اگر میں کتاب اللہ میں کچھ کہوں جو نہ جانتا ہوں ـ اور امیر عمر کے لئے بھی ویسا واقعہ پیش آیا ہے ـ اور بخاری و مسلم نے ابو ہریرہ سے روایت کی ہے ـ تم کہتے ہو کہ ابو ہریرہ بہت روایت نبی علیہ السلام سے بیان کرتا ہے اللہ تعالے اور قیامت مجھے معلوم ہے ـ میرے بھائی مہاجرین بازاروں کی گشت میں مصروف رہتے تھے ـ اور میرے بھائی انصار

علم عمر کا نمونہ

مہاجرین و انصار کی علمی حالت

ابوبکر صاحب پر تسلط شیطان اور کم علمی کا اعتراف

ـــــــــــــــــــ

۱ علم ابی بکر ـ ازالۃ الخفاء جلد ا ص۲۵۱ میں ابراہیم تیمی سے اسی طرح مروی ہے جو اتقان ص۱۱۵ سے درج ہوا ہے ـ اور عقد الفرید جلد ۲ صفحہ ۱۴۳ میں خطبہ ابی بکر مروی ہے جس میں ہے اے لوگو ! میں تم سے اچھا نہیں مجھے حق پر دیکھو تو مدد کرو اور مجھے باطل پر دیکھو تو اصلاح کر دیا کرو ـ تاریخ الخلفاء ص۴۹ وغیرہ میں اسی طرح ہے اتنا زائد ہے کہ مجھے شیطان پکڑ لیتا ہے میں ٹیڑھا ہو جاؤں تو درست کر دیا کرو ـ غور کا مقام ہے جو مقلدین سے کم علم اور ان کا محتاج ہو وہ دین میں پیشوائے امت کیسے ہو سکتا ہے افمن یہدی الی الحق احق ان یتبع امن لا یہدی الا ان یہدی فما لکم کیف تحکمون ـ قرآنی فیصلہ ملاحظہ ہو نیز ابوبکر صاحب کا اعتراف ان کے قطعی بہشتی ہونے اور بشر بالجنۃ ہونے کے خلاف ہے خدا کے مخلصین بندے شیطان کے پھندے میں نہیں آ سکتے ـ باریتعالے فرماتا ہے ان عبادی لیس لک علیہم سلطان اور شیطان خود معترف ہوا ہے کہ سب کو گمراہ کروں گا مگر الا عبادک منہم المخلصین خلیفہ صاحب اظہار حقیقت کر رہے ہیں نہ کسی دعا میں خدا سے مدد یا استعاذہ کر رہے ہیں بلکہ لوگوں کو فرماتے ہیں تم مجھے سیدھا کرتے رہنا ـ اس کے مقابل حضرت علی ع کے دعاوی علم ملاحظہ ہوں جو فرماتے ہیں میں قرآن ناطق ہوں اور جو چاہو ہم سے پوچھو ـ ۲ صحیح مسلم مع شرح نووی جلد ۲ ص۳۰۱ میں یہ حدیث دو اسناد سے موجود ہے جس کا مضمون دا عاسہے ـ ابو ہریرہ کہتا ہے کہ مہاجرین کو بازاروں کی گشت اور انصار کو کاشتکاری و مویشی کا انتظام مشغول رکھتا تھا اس لئے وہ غائب رہتے تھے اور میں حاضر رہتا تھا کیونکہ میں مسکین آدمی تھا اور میں یاد رکھتا تھا وہ فراموش کر دیتے تھے اس واسطے وہ شرعی علوم کا رسول خدا ص سے بہت کم عصہ لے سکے ـ ۳ بخاری طبع مصر جلد ا ص۲۴ و جلد ۲ ص۲۳۱ میں ہے ـ کنز العمال جلد ۵ ص۲۳۹ میں ہے نکان الاکابر من اصحاب رسول اللہ ص اقل حدیثا

کان یشتغلھم عمل اموالھم وکنت امرأ مسکینا الزم رسول اللہ صلعم علی ملئ بطنی الحدیث وقال بعضھم ما کان لہ ذریعۃ معیشۃ الا ان یکون فی حضرتہ صلعم۔ اقول ھذا حال علم ابی بکر من النبی صلعم فی الحدیث والقرآن فافھم وزن و اقسط ان اللہ یحب المقسطین۔

فصل - فی بیان علم عمر بن الخطاب

فی ازالۃ الخفاء عن بکر بن عبد اللہ المزنی قال کان رجلان محرمین فحاش (ساق) احدھما ظبیا فقتلہ الاخر فاتیا عمر وعندہ عبد الرحمٰن بن عوف فقال لہ عمر وما تری قال شاۃ قال انا اری ذالک اذھبا فاھدیا شاتا فلما مضیا قال احدھما لصاحبہ ما ادری امیر المؤمنین ما یقول حتی یسئل صاحبہ فسمعھا عمر فردھما واقبل علے القائل ضربا بالدرۃ الخ وفیہ قال عمر لا یتیمم الجنب وان لم یجد الماء شہرا قلت ترک الفقہاء الاربعۃ قول عمر لانھم وجدوہ مخالفا لما صح عن النبی صلعم من مسند عمران بن حصین وابی ذر وعمرو بن العاص وغیرھم امر الجنب بالتیمم اذا لم یجد الماء۔ وفی الحجۃ البالغۃ کان من مذھب عمر ان التیمم لا یجزی للجنب۔ وفی ازالۃ الخفاء قال عمر اعوذ باللہ ان اعیش فی قوم لست فیھم یا ابا الحسن رواہ الجندی فی فضائل مکۃ وابو الحسن القطان فی الطوالات والحاکم وکذا فی الدر المنثور وزاد البیھقی فی شعب الایمان۔ وفی الصواعق المحرقۃ اخرج الدار قطنی ان عمر

اپنے اموال کے عمل میں مشغول ہوتے تھے اور میں مسکین (نادار) آدمی تھا رسول اللہ صلعم کے ساتھ بغرض شکم سیری شامل رہتا تھا۔ آخر حدیث تک پڑھ لو۔ یعنی ہر وقت حاضر رہنے کی وجہ سے مجھے بہت احادیث یاد ہیں۔ اور بعض کہتے ہیں کہ اُس کا کوئی ذریعہ معاش بجز اس کے نہ تھا کہ حضرت صلعم کے پاس رہ کر کھانا کھاتا تھا۔ میں کہتا ہوں (قول مؤلف) ابوبکر کا علم حدیث و قرآن میں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اتنا ہی ہے۔ یعنی قرآن فہمی و دیگر مسائل کا حال یہ ہے جو گذرا ہے۔ پس اس سے اندازہ کر لو۔

فصل - امیر عمر صاحب کے علم کے بیان میں

ازالۃ الخفاء جلد اول صفحہ ۱۷۶ میں بکر بن عبد اللہ مزنی سے مروی ہے کہ دو آدمی محرم یعنی حج کا احرام باندھے ہوئے جا رہے تھے۔ ایک نے ہرن کو اُٹھایا دوسرے نے قتل کیا اور دونوں امیر عمر کے پاس آئے اُس کے پاس عبد الرحمٰن بن عوف بھی بیٹھا تھا۔ امیر عمر نے اس مسئلہ کے لئے عبد الرحمٰن سے دریافت کیا کہ تو اس میں کیا جانتا ہے؟ اُس نے کہا ایک بکری۔ حضرت عمر نے کہا میں بھی یہی جانتا ہوں جاؤ اور دونوں ایک بکری دیدو جب چل پڑے تو ایک نے دوسرے سے کہا میں جہاں تک جانتا ہوں یہ امیر المومنین اپنے آپ سے کچھ بیان نہیں کر سکتا جب تک کسی دوسرے سے نہ پوچھ لے امیر عمر نے اس کو سن لیا اور ان کو واپس بلایا اور کہنے والے کو دُرّے لگائے۔ الخ۔ اور اسی ازالۃ الخفاء جلد ۲ صفحہ ۱۹۹ میں ہے۔ امیر عمر نے کہا جنبی آدمی تیمم نہ کرے اگرچہ پورا مہینہ اس کو پانی نہ ملے (شاہ ولی اللہ کہتا ہے) میں کہتا ہوں امیر عمر کے اس قول کو فقہاء اربعہ نے چھوڑ دیا ہے۔ کیونکہ اُنہوں نے احادیث صحیحہ کے مخالف پایا ہے۔ جو نبی علیہ السلام سے باسناد عمران بن حصین وابی ذر و عمرو بن عاص وغیرہ کے آئی ہیں۔ کہ جنبی کے لئے جب اس کو پانی نہ ملے تیمم کا حکم دیا گیا ہے۔ اور حجۃ البالغہ صفحہ ۱۴۷ میں ہے۔ امیر عمر کا مذہب یہ تھا کہ جنبی کے لئے تیمم کافی نہیں ہو سکتا۔ اور حجۃ البالغہ صفحہ ۱۴۷ میں ہے۔ امیر عمر کا مذہب یہ تھا کہ جنبی کے لئے تیمم کافی نہیں ہو سکتا۔ (نیز اسی طرح رسالہ انصاف فی سبب الاختلاف صفحہ ۹ میں ہے مؤلفہ شاہ ولی اللہ)

اور ازالۃ الخفاء جلد ۲ صفحہ ۳۵ میں ہے۔ امیر عمر نے کہا میں اللہ تعالٰی کی مدد کے ساتھ پناہ مانگتا ہوں اس سے کہ میں ایسی قوم میں رہوں جس میں تو اے ابو الحسن (کنیت حضرت علیؑ) موجود نہ ہو۔ اس کو ہندی نے فضائل مکہ میں اور ابو الحسن قطان نے طوالات میں اور حاکم نے روایت کیا ہے۔ اور اسی طرح در منثور جلد ۳ صفحہ ۲۴۴ میں ہے۔ اور اتنا زیادہ کیا کہ بیہقی نے شعب الایمان میں بھی اس کو روایت کیا۔ اور صواعق محرقہ صفحہ ۱۰۶ میں ہے دار قطنی نے روایت کیا کہ امیر عمر نے حضرت

[1] صواعق کے صفحہ ۱۰۷ میں معاویہ سے روایت ہے کان عمر اذا اشکل علیہ شیء اخذ منہ ای من علی یعنے جب کوئی مشکل امیر عمر پر پیش آتا تو حضرت علیؑ سے حل کرا لیتا تھا۔ کتاب جاء الحق وزہق الباطل مؤلفہ علامہ احمد یار خان صاحب بدایونی مطبوعہ گجرات پنجاب صفحہ ۲۳۱ میں بحوالہ مقدمہ ہدایہ از مولوی عبد الحی لکھنوی ذکر حجر اسود کے تحت لکھا ہے کہ حاکم کی روایت میں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو جواب دیا اس موقع پر کہ عمر صاحب حجر اسود کو مخاطب کر کے کہا کہ تم کو میں بوسہ دیتا ہوں اس لئے کہ نبی نے دیا تھا ورنہ تو نہ نفع دے سکتا ہے اور نہ ضرر۔ کو اسکے

سئل علیا عن شئی فاجابہ فقال لہ عمر اعوذ باللہ الخ۔ وفیہ عن سعید بن المسیب کان عمر ابن الخطاب یتعوذ باللہ من معضلۃ لیس لہا ابو الحسن یعنی علیا کذا فی تاریخ الخلفا وکذا فی کنز العمال وکذا فی الاستیعاب (علی الاصابہ) عن سعید بن المسیب قال کان عمر یتعوذ باللہ من معضلۃ لیس لہا ابو حسن وقال فی المجنونۃ التی امر برجمہا ان اللہ رفع القلم عن المجنون الحدیث فکان عمر یقول لولا علی لہلک عمر وقد روی مثل ہذہ القصۃ لعثمان من ابن عباس و عن علی اخذہا ابن عباس وفی کنز العمال عن ابی اسامۃ ومحمد بن ابراہیم التیمی قالا مر عمر ابن الخطاب برجل وھو یقرء والسابقون الاولون۔ الآیۃ فوقف عمر فقال انصرف فانصرف الرجل فقال من اقرءک ہذا قال اقرء نیہا ابی ابن کعب قال فانطلق الیہ فانطلقا الیہ فقال یا ابا المنذر اخبرنی ہذا انک اقرءتہ ہذہ الآیۃ قال صدق تلقیتہا من فی رسول اللہ ؐ قال عمر انت تلقیتہا من فی محمد رسول اللہ ؐ قال نعم فی الثالثۃ وھو غضبان نعم واللہ لقد انزلہا اللہ علی جبرئیل وانزلہا جبرئیل علی قلب محمد ولم یستأمر فیہا الخطاب ولا

علیؓ سے کوئی مسئلہ دریافت کیا اس کو حضرت علیؓ نے جواب دیا عمر صاحب نے کہا میں پناہ مانگتا ہوں۔ الخ۔ اور نیز صفحہ ۷۶ میں سعید بن مسیب سے روایت ہے عمر بن خطاب خدا کے ساتھ ایسی مشکل سے پناہ مانگتا تھا جس کے لئے ابوالحسن یعنی علیؓ موجود نہ ہو۔ اور اسی طرح تاریخ الخلفاء ص۱۱۶ اور کنز العمال جلد ۵ ص۲۴۱۔ اور استیعاب بر اصابہ جلد ۳ ص۳۹ میں سعید بن مسیب سے مروی ہے۔ کہ امیر عمر صاحب اللہ تعالیٰ کے ساتھ پناہ مانگتا تھا مشکل مسئلہ سے جس کے لئے ابوالحسن علیؓ موجود نہ ہوں۔ ایک مجنونہ کے حق میں جب اس کے لئے امیر عمر صاحب نے رجم کا حکم دیا حضرت علیؓ نے فرمایا۔ تحقیق اللہ تعالیٰ نے مجنون سے (دیوانہ۔ پاگل) سے قلم اٹھا لیا ہے۔ یعنے مکلف نہیں۔ آخر حدیث تک دیکھ لیں۔ پس امیر عمر کہتا تھا اگر حضرت علیؓ نہ ہوتا تو عمر ہلاک ہو جاتا۔ اور مثل اس قصہ کے امیر عثمان سے بھی ابن عباس کے ساتھ واقع ہوا۔ اور ابن عباس حضرت علیؓ کا شاگرد تھا۔ (اسی طرح ازالۃ الخفاء جلد ۲ ص۲۶۸ اور نور الابصار ص۷۰ ونسیم الریاض جلد ۲ ص۵۰۶ میں بھی ہے) اور کنز العمال جلد ۱ صفحہ ۲۸۷ میں ابی اسامہ و محمد بن ابراہیم تیمی سے مروی ہے دونوں نے کہا عمر بن خطاب ایک آدمی کے پاس گذرا اور وہ آیت والسابقون الاولون پڑھ رہا تھا۔ امیر عمر ٹھہر گیا اور کہا پھر پڑھ اُس نے آیت مذکور پھر پڑھی امیر عمر نے کہا اس طرح تجھے کس نے پڑھایا ہے؟ اُس نے کہا مجھے ابیؓ بن کعب نے پڑھایا ہے۔ امیر عمر نے کہا مجھے اُس کی طرف لے چل جب ہم اُس کی طرف گئے تو امیر عمر نے کہا اے ابو المنذر (کنیت ابیؓ) اس نے مجھے خبر دی ہے کہ تو نے یہ آیت اس کو اس طرح پڑھائی ہے۔ اُس نے کہا یہ سچ کہتا ہے میں نے رسول اللہ صلعم کے دہن مبارک سے اس آیت کو سیکھا ہے۔ امیر عمر نے کہا تو نے رسول پاک کے دہن مبارک سے سیکھا ہے؟ اس نے کہا ہاں۔ تیسری دفعہ جب امیر عمر نے کہا تو ابیؓ غضب ناک ہو کر کہنے لگا ہاں اللہ کی قسم ہے اس آیت کو اللہ تعالیٰ نے جبرئیل پر نازل فرمایا اور جبرئیل نے محمد صلعم کے قلب پر نازل کیا۔ اور اُس میں اُس نے خطاب (امیر عمر کے باپ) سے مشورہ نہ لیا اور نہ اُسکے

۱؎ حضرت علیؓ ایک رکاب میں پاؤں مبارک رکھتے تو دوسری رکاب تک قرآن ختم کر دیتے تھے چنانچہ شواہد النبوۃ ص۱۶۱ میں ہے اسی طرح رسالہ الکلمۃ العلیا فی اعلاء علم المصطفیٰ ص۱۳ میں مظاہر الحق ترجمہ مشکوٰۃ جلد ۴ ص۴۸۹ سے منقول ہے اور امیر عمر صاحب نے بارہ سال تک سورہ بقرہ یاد کرنے کی کوشش کی اور یاد ہو گئی تو شکرانہ ہونی بات سمجھ کر ایک اونٹ قربان کیا۔ دیکھو درمنثور جلد ۱ ص۲۱ اخرج الخطیب فی رواۃ مالك والبیہقی فی شعب الایمان عن ابن عمر قال تعلم عمر البقرۃ فی اثنتا عشرۃ سنۃ فلما ختمہا نحر جزوراً۔ حضرت عمر صاحب علم میں جملہ صحابہ سے کم درجہ رکھتے تھے۔ چنانچہ علاوہ جناب علی علیہ السلام کے مسائل میں دیگر صحابہ کے محتاج بھی ہوتے تھے ایک مسئلہ میں معاذ نے جب امیر عمر کو ایک غلطی پر متنبہ کیا تو حضرت عمر وہی کلمہ کہنے لگے جو جناب علیؓ کے لئے کہتے تھے یعنی لولا معاذ لہلك عمر دیکھو اصابہ ابن حجر جلد ۳ ص۴۲۷ بذیل ترجمہ معاذ ونسیم الریاض جلد ۴ ص۱۲۵ ازالۃ الخفاء باب التصوف والسلوک سبحان اللہ امام بھی ایسا ہونا چاہیئے جس کو مقتدی ہدایت نہ کریں تو وہ ہلاک ہوتا ہے۔ ۲؎ تفسیر کبیر مطبوعہ مصر جلد ۴ ص۲۹۱ میں اس روایت کو اس طرح لکھا ہے کہ امیر عمر صاحب والسابقون الاولون من المہاجرین والانصار۔ الآیۃ کو بعطف الانصار بر قولہ تعالیٰ والسابقون کے پڑھتے تھے اور واو۔ والذین اتبعوھم کو حذف کر کے الذین کو صفت قرار دیتے تھے اور ابی بن کعب مطابق قرأت مشہورہ کے پڑھتے تھے۔ ابیؓ نے کہا مجھے رسول خدا نے اسی طرح پڑھائی ہے اور تو اے عمر اپنے کام بقیع میں قرظ فروخت کرنے میں مشغول رہتا تھا (باقی حاشیہ ص۴۳۹ پر دیکھو)

ابنہ فخرج عمر رافعاً یدیہ وھو یقول اللہ اکبر اللہ اکبر رواہ ابوالشیخ فی تفسیرہ والحاکم وصححہ وابن جریر وابن المنذر وابن مردویہ وھکذا فی الدر المنثور۔ وفیہ قرأ ابی بن کعب ولا تقربوا الزنا انہ کان فاحشۃ ومقتاً وساء سبیلاً الا من تاب فان اللہ کان غفوراً رحیما فذکر لعمر فاتاہ فسئلہ عنہا قال اخذتہا من فی رسول اللہ صلعم ولیس لك عمل الا الصفق بالبیع رواہ ابو یعلی وابن مردویہ۔ وفیہ روی عبد الرزاق عن بجالۃ قال مر عمر بن الخطاب بغلام وھو یقرأ فی المصحف النبی اولی بالمؤمنین من انفسہم وازواجہ امہاتہم وھو اب لہم فقال یا غلام حکہا قال ھذا مصحف ابی فذھب الیہ فسئلہ فقال انہ کان یلھینی القرآن ویلھیك الصفق بالاسواق۔ وفیہ عن الحسن ان عمر بن الخطاب رد علی ابی بن کعب قراءۃ آیۃ فقال ابی لقد سمعتہا من رسول اللہ صلعم وانت یلھیك یا عمر الصفق بالبقیع فقال عمر صدقت الحدیث رواہ ابن راھویہ روی البخاری فقام ابو سعید الخدری فقال قد کنا نؤمر بہذا

بیٹے سے (یعنی عمر سے) مشورہ لیا۔ پس عمر ہاتھ اُٹھائے ہوئے باہر آیا۔ اور کہتا تھا اللہ اکبر اللہ اکبر اس کو ابوالشیخ نے اپنی تفسیر میں اور حاکم نے روایت کیا اور صحیح بھی کہا وابن جریر وابن منذر وابن مردویہ نے روایت کیا۔ اور اسی طرح تفسیر در منثور جلد ۳ صفحہ ۲۶۹ میں ہے اور کنز العمال جلد ا صفحہ ۲۷۸ میں ہے۔ ایک دفعہ ابی بن کعب نے آیت ولا تقربوا الزنا انہ کان فاحشۃ۔ الآیۃ کو پڑھا۔ امیر عمر کے پاس اس کا ذکر کیا گیا تو حضرت عمر ابیؓ کے پاس آئے اور اس آیت کی نسبت پوچھا ابیؓ نے کہا میں نے اُس کو رسول اللہؐ کے دہن مبارک سے سیکھا ہے۔ اور تجھے کوئی کام سوا گشت بازار اور بیع و فروخت کے نہ ہوتا تھا اس کو ابو یعلیٰ نے اپنے مسند میں اور ابن مردویہ نے روایت کیا۔ اور کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۴۲۹ میں ہے کہ عبد الرزاق بجالہ سے روایت کرتا ہے (جس کو تقریب میں ثقہ لکھا ہے) کہ عمر بن خطاب ایک لڑکے کے پاس سے گذرے اور لڑکا قرآن کی یہ آیت پڑھ رہا تھا النبی اولی بالمومنین من انفسہم وازواجہ امہاتہم وھو اب لہم۔ امیر عمر نے کہا اے لڑکے اس کو قرآن سے مٹا دے۔ لڑکے نے کہا یہ قرآن حضرت ابیؓ کا ہے۔ امیر عمر اُبیؓ کی طرف گئے اور اُس سے پوچھا اُس نے جواب میں کہا بتحقیق مجھے قرآن مشغول رکھتا تھا اور تجھے بازار کی گشت مشغول رکھتی تھی۔ اور کنز العمال جلد ۷ صفحہ ۲ میں حسن سے مروی ہے۔ بتحقیق عمر بن خطاب[۲] نے ابی بن کعب پر قرأت ایک آیت کا اعتراض کیا ابیؓ نے کہا میں نے ضرور اس کو رسول اللہؐ سے سُنا ہے۔ اور تو کوچہ گردی بقیع کے شغل میں مشغول رہتا تھا۔ امیر عمر نے کہا یہ تم نے سچ کہا ہے۔ آخر حدیث تک اس کو ابن راہویہ نے روایت کیا۔ بخاری جلد ۶ صفحہ ۹۰ میں ہے۔ پس ابو سعید خدری کھڑا ہوا اور کہا ہم اس مسئلہ میں نبی علیہ السلام سے اسی طرح مامور

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۳۸) عمر نے کہا یہ تو سچ کہتا ہے۔ تم آنحضرتؐ کے پاس حاضر رہتے تھے اور ہم غائب رہتے تھے۔ تم فارغ رہتے اور ہم اپنے کاروبار میں مشغول رہتے تھے۔ اور مروی ہے کہ یہ مناظرہ مابین عمر و زید بن ثابت واقع ہوا اور زید نے ابی بن کعب سے شہادت دلائی۔ اس وقت یہ کلام دونوں نے ایک دوسرے سے کیا۔ ۲ (مترجم) ثلاث فی التقریب ثقۃ من الثانیۃ صفحہ ۵۲ نیز کنز العمال جلد ۷ صفحہ ۲ میں ابی ادریس سے بروایت ابن ابی داؤد فی المصاحف اور ابن عساکر کے ہے۔ کہ ابی بن کعب نے امیر عمر کو کہا بتحقیق تو جانتا ہے کہ میں نبیؐ کی خدمت میں حاضر رہتا تھا اور تم غائب رہتے تھے۔ میں قریب رہتا تھا اور تم سے پردہ کیا جاتا تھا اور میرے ساتھ اس اور اس طرح کیا جاتا تھا۔ اور بخدا اگر تو پسند کرتا ہے کہ میں گھر میں بیٹھا رہوں اور کسی کو حدیث نہ سناؤں اور نہ مرتے وقت تک قرآن پڑھاؤں تو اسی طرح کروں۔ عمر نے کہا یا اللہ تو بخش ہم نہیں جانتے تھے کہ اے ابیؓ اللہ تعالیٰ نے اس قدر تجھے علم عطا فرمایا ہے۔ اچھا تم لوگوں کو سکھلاؤ جو تم جانتے ہو۔ ۳ (مترجم) بخاری طبع مصر جلد ۴ صفحہ ۱۶۵ وجلد ۲ صفحہ ۷ میں ہے۔ اور منہاج السنۃ ابن تیمیہ طبع مصر جلد ا صفحہ ۱۳۶ میں ہے ان ھذا الاثر خفی علی عمر کما خفی علیہ کثیر من امر رسول اللہ کالاستیذان وغیرہ۔ انتہی۔ یعنی یہ اثر حضرت عمر پر مخفی رہا۔ جیسے بہت احکام رسول اللہؐ کے اس پر مخفی رہے مثل اذن لینے وغیرہ کے۔ اور تسہیل القاری شرح اردو بخاری پ ۳ صفحہ ۶۶ میں ہے اور حضرت عمر کے کئی فتوے ترک کئے گئے حدیث صحیح کی مخالفت کے سبب سے جیسے تمتع کا جائز نہ ہونا حج میں۔ جنب کو تیمم کا جائز نہ ہونا پھر یہ فتوے (یعنی منع جمع بین الصلوتین) بھی انہی میں سے گنا جائے گا۔ انتہی۔ اسی طرح الفاروق حصہ دوم صفحہ ۱۹۷ میں ہے۔ اور ازالۃ الخفاء جلد ۲ صفحہ ۱۸۳ میں ہے۔ عمرو بن عاص کہتے ہیں میں نے عمر اور اس کے باپ خطاب کو دیکھا ہوا ہے ان کی یہ حالت تھی (باقی حاشیہ صفحہ ۴۴۰ پر دیکھو)

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۳۹) کہ ہر ایک پر چادر قطرانیہ تھی تہ بند بھی وہی تھی جو زانو تک نہیں پہنچتی تھی اور ہر ایک کی گردن پر لکڑیوں کی ایک گٹھڑی جو فروخت کرتے تھے۔ اور ازالۃ الخفاء جلد ۱ صفحہ ۲۴۰ وکذا فی الدر المنثور جلد ۶ صفحہ ۹۳ بعینہ اور جلد ۲ صفحہ ۷۷ میں بحوالہ احیاء العلوم مروی ہے کہ حضرت عمر کوتوالی کا کام کرتے ہوئے رات کو لوگوں کے حالات دریافت کرتے تھے کہ ایک مرد اور ایک عورت کے ہاں شراب دیکھی اور وہ سرود کر رہا تھا۔ کود کر دیوار سے پار ہوئے اور زجر و توبیخ کی مغنی نے کہا (ہم کو کیا نصیحت کرتے ہو) تم نے تین احکام قرآنیہ کی مخالفت کی ہے۔ لا تجسسوا۔ عیب چینی نہ کرو وأتوا البیوت من ابوابہا گھروں میں دروازوں سے آؤ۔ ولا تدخلوا بیوتا غیر بیوتکم حتی تستانسوا۔ کسی گھر میں بلا اذن نہ جاؤ۔ اس قدر احکام شرعیہ سے ناواقف کا جانشین رسول ہونا اہل تسنن کی عقل میں آتا ہے اوروں کی سمجھ میں نہیں آتا۔ ۱۲ مترجم

فقال عمر خفی علیّ من امر النبی صلعم الہانی الصفق بالاسواق۔ وفی روایۃ ابی ھریرۃ کان المہاجرون۔ الحدیث۔ وفی حیوۃ الحیوان کان عمر دلالا یسعی بین البائع والمشتری ذکرہ فی بیان اکساب الاصحاب عن کتاب بصائر القدماء و سرائر الحکماء۔ وفی ازالۃ الخفاء عن عمرو بن عامر الانصاری ان عمر بن الخطاب قرء والسابقون الاولون من المہاجرین و الانصار الذین اتبعوھم باحسان فرفع الانصار ولم یلحق الواو فی الذین فقال لہ زید بن ثابت والذین فقال عمر الذین فقال زید امیر المؤمنین اعلم فقال ائتونی بابی بن کعب فاتاہ فسئلہ عن ذالک فقال ابی والذین فقال عمر اذا فتابع ابیّا۔ انتہٰی۔ فی المشکوٰۃ عن انس مرفوعًا لابی بن کعب ان اللہ امرنی ان اقرأ علیک القرآن قال آللہ سمانی لک قال نعم قال وقد ذکرت عند رب العالمین قال نعم فذرفت عیناہ وفی روایۃ ان اللہ امرنی ان اقرء علیک لم یکن الذین کفروا

عمر نے کہا بے شک ہم بازاروں کی گشت میں مشغول رہتے تھے اور ابی ہریرہ کی روایت میں۔ اکثر مہاجرین کا عمل یہی مروی ہے۔ الخ۔ اور حیوۃ الحیوان جلد ۱ صفحہ ۱۷۷ میں ہے۔ امیر عمر صاحب دلال تھا جو بایع اور مشتری کے درمیان سعی کرتا تھا۔ اس کو مؤلف حیوۃ الحیوان نے اپنی کتاب کے بیان اکساب الاصحاب میں کتاب بصائر القدماء و سرائر الحکماء سے ذکر کیا ہے۔ اور ازالۃ الخفا جلد ۱ صفحہ ۱۹۴ میں عمرو بن عامر انصاری سے مروی ہے کہ عمر بن خطاب نے پڑھا والسابقون الاولون من المہاجرین والانصار۔ الذین اتبعوھم باحسان۔ یعنی لفظ انصار کو ضمہ سے پڑھا اور واو کو الذین کے ساتھ نہ پڑھا۔ پس زید بن ثابت نے اس کو کہا والذین ہے۔ امیر عمر نے کہا الذین ہے۔ زید نے کہا امیر المومنین زیادہ جانتا ہے۔ پس کہا تو ابی بن کعب کو لے آ۔ جب اس کے پاس آیا اور اس آیت کا سوال کیا ابی نے کہا والذین ہے۔ عمر صاحب نے کہا ہاں اب ٹھیک ہے۔ اور ابی کی متابعت کی۔ انتہٰی۔ مشکوٰۃ طبع بمبئی صفحہ ۵۱۱ میں انس سے مرفوعًا مروی ہے نبیؐ نے ابیّ بن کعب کو فرمایا۔ بالتحقیق اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں تجھ پر قرآن کو پڑھوں۔ ابی نے کہا اللہ تعالیٰ نے میرا نام آپ کے پاس لیا ہے؟ حضرتؐ نے فرمایا ہاں۔ ابیؓ نے کہا رب العالمین کے پاس ذکر کیا گیا ہوں؟ حضرت نے فرمایا ہاں۔ تو ابی کی آنکھوں سے آنکھوں سے آنسو جاری ہوئے۔ اور ایک روایت میں ہے تحقیق اللہ تعالیٰ نے مجھے امر فرمایا ہے میں تجھ پر لم یکن الذین کفروا۔ پڑھوں۔

لہ ابوہریرہ کی حدیث عمر صاحب کی کوچہ گردی کے بارہ میں علم ابی بکر کے بیان میں لکھی گئی ہے۔ اور حدیث ابو سعید و عمر کی بخاری پ ۳۰ مع ترجمہ فیض الباری مطبع محمدی صفحہ ۲۰ باب الحجۃ علی من قال ان احکام النبیؐ کانت ظاہرۃ میں ہے۔ اور حدیث مذکورہ ابوہریرہ فیض الباری کے ۲۵ پ پارہ ۱۲

کہ استقصا۔ الانعام منبع ثانی جلد اول صفحہ ۵۲۲ میں ہے کہ عمر صاحب نے سورۃ بقرہ کو بارہ سال میں پڑھا۔ اور ابن عمر نے بھی ایسا کیا دیکھو مؤطا امام مالک مترجم مطبع صدیقی لاہور صفحہ ۱۲۰ سطر ۱۲ باب ما جاء فی القرآن اور درمنثور اور بیہقی نے شعب الایمان میں ابن عمر سے روایت کیا ہے۔ بعد از ختم ہر دو حضرات نے بطور شکرانہ ایک اونٹ کی قربانی دی۔ حضرات معتقدین ان کے حافظہ پر غور فرمائیں اور داد دیں کہ ایسے حضرات ماہر قرآن مجید حسبنا کتاب اللہ کہنے کے کب مستحق ہو سکتے ہیں؟ اصل سے ثابت ہو گیا کہ سورہ بقرہ جو کہ اڑھائی پارہ کی ہے جس پر بارہ سال حضرت عمر صاحب کے خرچ ہوئے اور چھ سال بعد از ہجرت ایمان لائے اب اس وقت اٹھارہ سال ختم ہوئے اور ۵ سال عمر نبویؐ باقی رہ گئی اور قرآن مجید ساڑھے ستائیس پارے باقی رہ گیا اہل انصاف خود انصاف کرلیں۔ مؤلف۔

قال وسمانی قال نعم فبکی متفق علیه واحمد والترمذی والنسائی وابو یعلےٰ وابن عساکر وابن النجار والطبرانی وفیه عن عبد الله بن عمرو ان رسول الله صلعم قال استقرء والقران من اربعة (وذکر) وابی بن کعب متفق علیه ورد الترمذی عنه بلفظ خذ وا القران۔ الخ وحسنه وصححه عن ابن عباس قال عمر اقرانی ابیّ رواه البخاری والنسائی وابن الانباری والحاکم والبیهقی فی الدلائل۔ کذا فی الدر والدار قطنی وابو نعیم۔ اقول قد ثبت باتفاق اهل الجماعة ان عمر جمع الناس فی رمضان علےٰ ابیّ ابن کعب کما فی المشکوٰة وازالة الخفاء وسنن ابی داؤد وغیرہ فانه ان لم یکن عالمًا وماهرًا بالقران وقدمه عمر فقد ظلم واساء فعلم ان ابیًا کان صحابیًا جلیل القدر ماهرًا بالقران الحق وارجح علےٰ عمر فی مقابلة وفی لباب النقول للسیوطی عمر یاتی الیهود ویعجب بالتورات۔ اقول وقد ذکر فی ایمان عمر امره یهودیًا بکتابة التورات واسماعه النبیّ علیه السلام فتغیر وجه النبیؐ ولوم ابی بکر عمر علےٰ ذلک فلا نعید۔ وفی ازالة الخفاء عن ابراهیم التیمی قال قال رجل عند عمر اللّٰهم اجعلنی من القلیل فقال عمر ما هذا الدعاء الذی تدعوه قال انی سمعت الله یقول وقلیل من عبادی الشکور فانا ادعوا الله ان یجعلنی من ذالك القلیل فقال عمر کل الناس اعلم من عمر[2] وفی روایة کل احد افقه من عمر۔ وفیه روی ابن ماجة ان عمر قال ان النبی ؐ توفی ولم یبین الربٰو۔ وفیه البخاری وغیرہ عن ابن عمر خطب عمر ابن الخطاب علےٰ ممبر رسول الله فقال بعد وددت

ابی نے کہا میرا نام لیا ہے؟ حضرتؐ نے فرمایا ہاں۔ پس ابی رویا۔ بخاری ومسلم واحمد[1] وترمذی ونسائی وابو یعلےٰ وابن عساکر وابن نجار وطبرانی نے روایت کیا ہے۔ اور صحیح ۵۶۶ میں عبداللہ بن عمرو سے ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا چار اشخاص سے قرآن پڑھو۔ اُن میں ابی کعب کو ذکر فرمایا۔ اس کو بخاری ومسلم نے روایت کیا ہے۔ اور ترمذی جلد ۲ صفحہ ۲۲۲ میں اُسی عبداللہ سے روایت کی ہے۔ قرآن کو چار آدمیوں سے سیکھو اُن میں سے ایک ابی بھی ہے۔ اس کو ترمذی نے حسن صحیح کہا ہے۔ ابن عباس سے مروی ہے۔ امیر عمر نے کہا مجھے ابی نے پڑھایا ہے۔ اس کو بخاری نے صفحہ ۱۱۲ میں اور نسائی وابن انباری وحاکم وبیہقی نے دلائل میں روایت کیا ہے جیساکہ درمنثور کے صفحہ ۱۰۴ میں ہے اور دارقطنی وابو نعیم نے بھی اسی طرح روایت کیا ہے۔ (قول مؤلف عفی عنہ) میں کہتا ہوں۔ کہ باتفاق اہل جماعت ثابت ہے کہ حضرت عمر نے لوگوں کو رمضان شریف میں ابی بن کعب پر جمع کیا چنانچہ مشکوٰۃ وازالۃ الخفاء وسنن ابی داؤد وغیرہ میں ہے پس اگر ابیؓ عالم بالقرآن نہیں تھا اور اُس کو امیر عمر نے امام بنایا تو بہت ہی ظلم کیا پس معلوم ہوا کہ واقعی ابی صحابی جلیل القدر ماہر بالقرآن تھا۔ اور عمر صاحب کے مقابلہ میں وہی حق پر تھا جیساکہ گذرا ہے۔ اور لباب النقول جلد ۱ صفحہ ۱۵ میں سیوطی نے ذکر کیا ہے کہ حضرت عمر یہود کے پاس آتے تھے اور تورات کو بہت پسند کرتے تھے۔ (قول مؤلف) میں کہتا ہوں کہ عمر صاحب کے ایمان میں گذر چکا ہے جو اُس نے ایک یہودی کو تورات لکھنے کا امر کیا تھا۔ اور اُس کا نبیؐ کو تورات سُنانا اور نبی کا چہرہ متغیر ہونا اور اس پر ابوبکر صاحب کا حضرت عمر کو ملامت کرنا یہ سب لکھا گیا ہے۔ مکرر تحریر کی ضرورت نہیں۔ اور ازالۃ الخفاء جلد ۱ صفحہ ۲۲۵ میں ہے۔ ابراہیم تیمی کہتا ہے ایک شخص نے عمر صاحب کے پاس کہا یا اللہ مجھے تھوڑے اشخاص میں سے کر امیر عمر صاحب نے کہا یہ کیا دُعا مانگ رہا ہے۔ اُس نے کہا میں نے اللہ سے سُنا ہے فرماتا ہے۔ میرے بندوں سے تھوڑے شکر کرنے والے ہیں۔ اس لئے میں اللہ تعالےٰ سے دُعا کرتا ہوں کہ مجھے اُن سے بنائے۔ پس امیر عمر نے کہا عمر سے کل آدمی زیادہ عالم ہیں۔ اور ایک روایت میں ہے۔ ہر ایک شخص عمر سے زیادہ فقیہ ہے اور جلد ۲ صفحہ ۱۰۹ میں ہے۔ ابن ماجہ نے روایت کی امیر عمر نے کہا نبی علیہ السلام فوت ہوگئے۔ اور ربٰو یعنے سود کا مسئلہ بیان نہ فرماگئے۔ اور جلد ۲ صفحہ ۱۳۹ میں ہے۔ بخاری وغیرہ نے ابن عمر سے روایت کی عمر بن خطاب نے ممبر رسول اللہؐ پر خطبہ پڑھا اور بعد میں کہا میں دوست

[1] احمد وطبرانی وابن مردویہ سے کنز العمال جلد ۱ صفحہ ۱۶۵ میں منقول ہے باقی کتب کا حوالہ کنز العمال جلد ۷ صفحہ ۳ میں مرقوم ہے۔ [2] کنز العمال جلد ۴ صفحہ ۲۲۲ میں بروایت قاسم بن ابی امامہ سے ہے کہ امیر عمر نے جنابت کی حالت میں نماز میں امامت کی پھر اپنی نماز کا اعادہ کیا لیکن لوگوں کو نہ اطلاع دی اور نہ اعادہ کا حکم دیا حضرت علیؑ نے فرمایا۔ اے عمر جنہوں نے تیرے ساتھ نماز پڑھی ہے چاہیے کہ وہ نماز کا اعادہ کریں پس لوگوں نے علیؑ کے قول کے موافق نماز کا اعادہ

ان رسول اللهؐ لم يفارقنا حتى يعهد الينا عهدا الجد والكلالة وابواب من ابواب الربوا۔ وفی کنز العمال الكلالة عن سعيد بن المسيب ان عمر سئل رسول الله كيف يورث الكلالة قال اوليس قد بين الله ذالك ثم قرأ وان كان رجل يورث كلالة او امرءة۔ الى اخر الاية فكان عمر لم يفهم فانزل الله ويستفتونك فی الكلالة۔ الاية فكان عمر لم يفهم فقال لحفصة اذا رأيت من رسول الله طيب نفس فاسئليه عنها فقال ابوك ذكر لك هذا ما ارى اباك يعلمها ابدا فكان يقول ما اراني اعلمها ابدا وقد قال رسول اللهؐ ما قال رواه ابن راهويه وابن مردويه وهو صحيح اقول ويؤيده قوله تعالىٰ ومنهم من يستمع اليك حتى اذا خرجوا من عندك قالوا للذين اوتوا العلم ماذا قال انفا۔ الاية۔ فلما كان هذا حال عمر الذی كان امير المؤمنين وخليفة سيد المرسلين فكيف كان حال ما وراءه عن عمر قال لان اكون اعلم الكلالة احب الی من ان يكون لی مثل قصور الشام رواه ابن جرير۔ وروى مسلم عن عمر قال ما سألت النبیؐ عن شیء اكثر مما سألته عن الكلالة حتى طعن باصبعه فی صدری وقال يكفيك اية الصيف التی فی اخر سورة النساء كذا فی الاتقان۔ اقول يا للعجب لما كان هذا حال علم عمر من القرآن وفهمه فيطلب اية قوة العلمية قال عند طلب النبیؐ القرطاس حسبنا كتاب الله وجلس مجلس رسول اللهؐ والله اعلم۔ فی فتح البيان والدر المنثور اخرج سعيد بن منصور وابويعلى قال السيوطی بسند جيد

رکھتا ہوں کہ نبی صلعم جب تک ہم کو جدّ اور کلالہ اور اقسام سود کے نہ سمجھا لیتے ہم سے جدا نہ ہوتے آورہ کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۲۰ و درمنثور جلد ۲ صفحہ ۲۴۹ تا صفحہ ۲۵۱ باسانید کثیرہ مختلفہ میں سعید بن مسیب سے مروی ہے کہ امیر عمر نے رسول خدا صلعم سے پوچھا۔ کلالہ کا ورثہ کس طرح تقسیم کیا جائے فرمایا کیا اللہ تعالیٰ نے اُس کو نہیں بیان کر دیا؟ پھر پڑھا وان کان رجل یورث کلالۃ او امرءۃ آخر آیت تک۔ امیر عمر نے نہ سمجھا۔ تو اللہ تعالیٰ نے آیت ویستفتونک فی الکلالۃ۔ آخر آیت تک اُتاری امیر عمر نے پھر بھی نہ سمجھا۔ اور بی بی حفصہ کو کہا جس وقت تو رسول اللہ کو خوشی کی حالت میں دیکھے۔ تب اُن سے یہ مسئلہ پوچھنا۔ پس رسول اللہؐ نے فرمایا تیرے باپ نے تجھے کہا ہوگا۔ میں نہیں جانتا کہ وہ اس کو ہمیشہ کے لئے کبھی سمجھ سکے۔ پس امیر عمر کہتا تھا میں اپنے تئیں نہیں جانتا کہ کبھی میں اس کو سمجھوں حالانکہ رسول اللہؐ نے فرمایا ہے جو کچھ فرمایا۔ اس کو ابن راہویہ و ابن مردویہ نے روایت کیا ہے اور وہ صحیح ہے۔ میں کہتا ہوں (اقول مؤلف عفی عنہ) اس کی تائید قول الٰہی کرتا ہے کہ بعض اُن سے وہ ہیں جو تیری طرف کان لگا کر سنتے ہیں۔ مگر جب تیری مجلس سے باہر جاتے ہیں تو جن کو اللہ تعالیٰ نے علم عطا کیا ہے ان کو کہتے ہیں کہ اب رسول نے کیا فرمایا ہے؟ پس جب امیر عمر کا یہ حال ہو جو کہ امیر المؤمنین و جانشین رسولؐ سے ملقب تھا باقی کا کیا حال ہوگا۔ امیر عمر کہتا ہے۔ اگر میں کلالہ کو جانتا تو مجھے اس سے بہت پسند تھا کہ مجھے شام کے محل مل جاتے۔ اس کو ابن جریر نے روایت کیا۔ مسلم نے امیر عمر سے روایت کیا ہے اُس نے کہا کہ میں نے نبی علیہ السلام سے کسی شے کے لئے اتنا سوال نہیں کیا۔ جتنا کلالہ کے لئے کیا حتیٰ کہ نبی علیہ السلام نے اپنی انگشت مبارک سے میرے سینے پر ضرب لگا کر فرمایا اگر سمجھے تو تجھے آیت الصیف (جو آخر سورۃ نساء میں ہے) وہی کافی ہے۔ اسی طرح اتقان جلد ۱ صفحہ ۹۲ طبع مصر میں ہے۔ (اقول مؤلف) میں کہتا ہوں تعجب ہے جب امیر عمر کی قرآن دانی کا یہ حال تھا تو کس قوت علمی پر نازاں ہو کر نبی علیہ السلام کے طلب قرطاس کے موقع پر حسبنا کتاب اللہ کہا اور خلیفہ رسول بن بیٹھا۔ واللہ اعلم۔ فتح البیان جلد ۲ صفحہ ۲۰۰ اور درمنثور جلد ۲ صفحہ ۱۳۳ میں سعید بن منصور و ابویعلیٰ نے روایت کیا۔ سیوطی نے بسند جید روایت کیا ہے۔

حاشیہ نیز درمنثور جلد ۲ صفحہ ۱۳۳ میں عبد الرزاق اور ابن منذر کے اسناد سے مروی ہے ابو عبد الرحمٰن سلمی کہتا ہے۔ ایک عورت نے امیر عمر سے شرعی مسئلہ میں (زیادتی مہر و اصابت عورت) جھگڑا کیا اور وہ جیت گئی۔ اور باسناد زبیر بن بکار کے عبد اللہ بن مصعب سے مروی ہے۔ امیر عمر نے کہا کہ عورت صواب کو پہنچی ہے اور مرد نے (مراد از ذات خود) خطا کی ہے۔ انتہیٰ۔ نیز درمنثور جلد ۵ صفحہ ۲۲۹ میں باسناد ابن ابی شیبہ و عبد بن حمید و ابن المنذر کے ابراہیم سے مروی ہے کہ امیر عمر نے کہا کل الناس اعلم من عمر یعنی عمر سے ہر بشر اعلم ہے اسی طرح باسانید کثیرہ کنز العمال جلد ۸ صفحہ ۲۹۸ اور ازالۃ الخفا جلد ۱ صفحہ ۱۸۱ میں ہے۔ اور ازالۃ الخفاء جلد ۱ صفحہ ۲۲۶ میں دوسری روایت درمنثور کی بھی ہے اور اسی طرح ازالۃ الخفا جلد ۱ (باقی حاشیہ صفحہ ۴۴۳ پر دیکھو)

میں ہے فاقبل عمر وھو یبکی و یقول وا عمراہ و اخصوماہ کل احد افقہ منک یا عمر اور اسی کے صفحہ ۹۵ میں یہ الفاظ ہیں کل الناس اعلم من عمر حتی الحجائز اور تفسیر مدارک جلد ۱ صفحہ ۱۶۹ و کبیر جلد ۳ صفحہ ۲۵۳ و تحفہ اثنا عشریہ $\frac{۲۲۶}{۲۲۳}$ و صفحہ ۵۹ اور نور الابصار صفحہ ۹۵ اور حیٰوۃ الحیوان جلد ۱ صفحہ ۳۱ میں ہے وا عمراہ کل احد افقہ منک حتی العجائز یا عمر۔ مطلب ایک ہی ہے۔ عمر روتے تھے واویلا کرتے تھے کہ اے عمر تجھ سے کل آدمی زیادہ عالم اور فقیہ ہیں حتی کہ بوڑھی عورتیں بھی۔ بھلا اس رونے چلانے سے نہ علم آتا ہے یہ خداداد نعمت ہے جس کو چاہتا دیتا ہے۔ آیت افمن یھدی الی الحق احق ان یتبع۔ الآیہ۔ پڑھیے اور انصاف فرمائیے۔ اور جامع البیان ابن جریر جلد ۲۹ صفحہ ۳۱ میں آیت وتعیھا اذن واعیۃ کے تحت میں لکھا ہے رسولؐ نے جب اس آیت کو پڑھا حضرت علیؑ کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا میں نے اللہ تعالیٰ سے سوال کیا ہے کہ علوم آیات قرآنیہ کو محفوظ رکھنے والے تمہارے کان بنائے۔ حضرت علیؑ فرماتے ہیں میں نے کوئی چیز اس کے بعد رسولؐ خدا سے نہیں سنی جو بھول گئی ہو۔ اور بریدہ سے مروی ہے میں نے رسول اللہؐ سے سنا ہے حضرت علیؑ کو فرماتے تھے کہ مجھے خدا نے حکم دیا ہے کہ میں تجھے مقرب بناؤں اور تجھے تعلیم دوں اور تو محفوظ رکھے تو یہ آیت اُتری وتعیھا اذن واعیۃ۔ ایک دوسرے اسناد سے بھی اسی کی مثل مروی ہے۔ اور نیشاپوری برحاشیہ ابن جریر جلد ۲۹ صفحہ ۳۱ میں ہے نبیؐ سے مروی ہے کہ آپ نے حضرت علیؑ سے اس آیت کے نزول کے وقت فرمایا میں خدا سے دعا کی ہے کہ تیرے کان ایسے بنائے۔ حضرت علیؑ فرماتے ہیں پھر مجھے کوئی بات فراموش نہ ہوئی اور اس فیضان الٰہی کے ہوتے ہوئے نسیان کس طرح ہو سکتا تھا؟ الفاروق شبلی نعمانی مطبوعہ خواجہ پریس دہلی جلد ۲ صفحہ ۵۵ میں ہے علاوہ ازیں حافظ ابن حجر وسیوطی کے ...

ان عمر نھی الناس ان یزیدوا النساء فی صدقاتھن (ای مھورھن) علی اربع مائۃ درھم فاعترضت لہ امرأۃ من قریش فقالت اما سمعت ما انزل اللہ یقول واتیتم احدٰھن قنطارا فقال اللھم غفرا کل الناس افقہ من عمر فرکب المنبر فقال یایھا الناس انی کنت نھیتکم ان تزیدوا النساء فی صدقاتھن علی اربع مائۃ درھم فمن شاء ان یعطی من مالہ ما احب قال ابو یعلیٰ واظنہ قال فمن طابت نفسہ فلیفعل قال ابن کثیر اسنادہ جید قوی وفی ترجمان القرآن وروی ابو یعلیٰ عن مسروق قال اسنادہ جید وفی روایۃ عبدالرحمٰن السلمی فی آخرہ غلبتہ امرأۃ فی المناظرۃ فی الطبقات من توضیح الدلائل قول عمر لولا علی لھلک عمر حین افتی برجم الحاملۃ ومنعہ علیؑ وفی کنز العمال عن ابن عباس (فی قصۃ طویلۃ) وردت علی

امیر عمر نے لوگوں کو اس سے منع کیا تھا کہ عورتوں کے مہر میں چار سو درہم سے زیادہ کریں۔ اس پر ایک قریشی عورت نے اعتراض کیا اور کہا تو نے نہیں سنا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اگر تم نے کسی عورت کو مال کثیر دیا ہو تو اس سے کچھ واپس نہ لو امیر عمر نے کہا خدایا کل آدمی عمر سے زیادہ فقیہ ہیں اور ممبر پر چڑھ کر کہا۔ اے لوگو! میں نے تم کو منع کیا تھا کہ چار سو درہم سے عورتوں کے مہر مت بڑھاؤ۔ پس اب جو چاہے اور جتنا پسند کرے اپنے مال سے دیدے۔ ابو یعلیٰ کی روایت میں ہے جتنا جی چاہے اتنا دے ابن کثیر نے کہا اس کی اسناد جید اور قوی ہے۔ (کذا فی روضۃ الاحباب جلد ۲ صفحہ ۵) اور ترجمان القرآن جلد ۱ صفحہ ۶۰ میں ہے۔ ابو یعلیٰ نے مسروق سے اسی طرح روایت کیا اور کہا کہ اس کا اسناد جید ہے۔ اور عبدالرحمٰن بن سلمی کی روایت میں اس لفظ سے ہے جس کے آخر میں یہ ہے کہ مناظرہ میں ایک عورت امیر عمر پر غالب آئی۔ طبقات $\frac{۲۹۸}{۲۸۵}$ میں کتاب توضیح الدلائل سے منقول ہے کہ امیر عمر صاحب نے کہا اگر علیؑ نہ ہوتا تو عمر ہلاک ہو جاتا جب عورت حاملہ کے سنگسار کرنے کا فتویٰ دیا اور حضرت علیؑ نے منع کیا۔ تب ہی حضرت عمر نے یو کہا اور کنز العمال جلد ۳ صفحہ ۱۶۹ میں ابن عباس سے ایک قصہ طویل میں مروی ہے۔ کہ امیر عمر پر ایک مشکل وارد ہوئی تو کل صحابہ اس کے حل کرنے سے عاجز آ گئے۔ جب حضرت علیؑ سے پوچھا انہوں نے خوب تر جواب دیا۔ اسی طرح ایک اور حادثہ میں بھی ہوا تو عمر صاحب نے کہا

عمر واردۃ فعجز کل الصحابۃ عن حلھا فسئلوا علیا فقد احسن الجواب وھکذا فی حادثۃ اخری فقال عمر

۱؎ اسی طرح شرح نہج البلاغۃ ابن ابی الحدید طبع مصر جلد ۱ صفحہ ۶۱ و جلد ۳ صفحہ ۹۶ میں ان الفاظ سے ہے فقال کل الناس افقہ من عمر حتی ربات الحجال الا تعجبون من امام اخطأ وامرأۃ اصابت فاضلت امامکم ففضلتہ یعنی امیر عمر نے کہا عمر سے سب لوگ زیادہ فقیہ ہیں یہاں تک کہ پردہ نشین زنان بھی زیادہ عالم ہیں۔ کیا تم ایسے امام سے تعجب نہیں کرتے جس نے خطا کی ہے اور عورت صواب کو پہنچی ہے

عمر شیخ الشیوخ تذکرۃ الحفاظ میں لکھتے ہیں قرظہ بن کعب سے روایت ہے کہا جب عمر نے ہم کو عراق پر روانہ کیا تو خود مشایعت کی ... کہ حدیث رسولؐ کی بہت کم روایت کرو وہ لوگ قرآن پڑھنے کے شائق ہیں حدیث میں ان کو نہ پھنسانا ... کہا ہم کو ...

ابا حسن لا ابقانی اللہ لشدۃ لست لھا ولا فی بلد لست فیہ وفی قضیۃ اخری قال عمر یا ابن ابیطالب فما زلت
کاسفا کل شبہۃ وموضح کل حکم ورجالہ ثقات۔ فی الدین الخالص خفی علی عمر اکثر المسائل الخ وانکر عمر من وفات النبی
حتی تقلد السیف بقتل القائل بموتہ علیہ السلام وصعد ابو بکر المنبر وفہمہ وتلا انک میت وانہم میتون وما محمد الا
رسول۔ الآیۃ فقال عمر
کانما انزلت الیوم کذا فی
مدارج النبوۃ وازالۃ الخفاء
وغیرھما۔ اقول وانما
اطلنا الکلام فی علم الخلیفۃ
الثانی ما لم نطل فی علم الاول
والثالث لان اہل الجماعۃ
یتمذھبون بالمذاھب
الاربعۃ وھم کالشروح لمتن
مذھب عمر کما فی ازالۃ
الخفاء وعبارتہ نسبت
مجتہدین با فاروق اعظم مانند
نسبت مجتہد منتسب مطلق است
با مجتہد مستقل و مذہب فاروق
اعظم بمنزلہ متن است و مذاہب
اربعہ بمنزلہ شروح الی غیر ذلک
مما بسطنا فی صدر المقالۃ
وفیہ شرح این اجمال آنکہ علم
فاروق اعظم در بلاد اسلام
منتشر شد و جمیع مسلمین بوے
اخذ کردند و قواعد اصول از وے اخذ نمودند و قیہ و ہمچنیں مجتہدین در رؤس مسائل فقہ تابع مذہب فاروق اعظم اند۔ وفی قرۃ
العینین فی تفضیل الشیخین لولی اللہ الدہلوی۔ امہات مذاہب اربعہ اہل سنت بر آثار مرتضیٰ نیست بلکہ بر اجماعیات

اے ابو الحسن (علیؑ) مجھے اللہ باقی نہ رکھے ایسی تکالیف میں جس کے لئے تو موجود نہ ہو (کذا فی روضۃ الاحباب جلد ۲ صفحہ ۵۹) اور ایک دوسرے قضیہ میں حضرت عمر نے کہا۔ اے ابن ابی طالب ہمیشہ تو ہر شبہ کو حل کرنے والا ہے اور ہر حکم کے ظاہر کرنے والا ہے۔ اس کی اسناد کے رجال ثقہ ہیں۔ (دل سے کہا تو پھر امام و امیر کیوں نہ مانا) اور دین خالص صفحہ ۴۵۷ میں ہے۔ اکثر مسائل امیر عمر پر مخفی رہے۔ الخ۔ اور امیر عمر نے وفات نبیؐ سے انکار کیا حتی کہ موت کے قائل کے لئے قتل کرنے کے قصد سے تلوار پہن لی۔ نیز ابوبکر صاحب منبر پر چڑھے اور اس کو سمجھایا اور انک میت وانہم میتون۔ وما محمد الا رسول۔ آخر آیت تک پڑھا۔ اور امیر عمر نے کہا گویا یہ آیت آج اُتری ہے۔ اسی طرح مدارج النبوۃ و ازالۃ الخفاء وغیرہ میں ہے۔ (قول مؤلف) میں کہتا ہوں ہم نے کلام کو علم خلیفہ ثانی میں ایسی طوالت دی ہے جو خلیفہ اول و ثالث کے علم میں نہیں دی اس لئے کہ اہل جماعت اکثر مذہب مذاہب اربعہ سے اختیار کرتے ہیں اور وہ ہر چہار مثل شروح متن مذہب امیر عمر کے ہیں۔ جیسا کہ ازالۃ الخفاء جلد ۲ صفحہ ۸۵ میں ہے۔ جس کی عبارت یہ ہے۔ مجتہدین کی نسبت فاروق اعظم (امیر عمر) کے ساتھ نسبت مجتہد مطلق کی ساتھ مجتہد مستقل کے ہے۔ اور مذہب فاروق اعظم بمنزلہ متن کے ہے۔ اور مذاہب اربعہ بمنزلہ شرح کے ہیں وغیرہ۔ جو ہم نے بڑے بسط سے ابتدا مقالہ میں بیان کیا ہے۔ اور صفحہ ۸۳ میں ہے اس اجمال کی شرح یہ ہے کہ علم فاروق اعظم اسلامی شہروں میں پھیل گیا اور تمام مسلمانوں نے اس کو مضبوط پکڑا۔ اور قواعد اصول اُسی سے اخذ کئے اور صفحہ ۸۵ میں ہے اسی طرح مجتہدین اصول مسائل فقہ میں فاروق اعظم کے مذہب کے پیرو ہیں۔ اور قرۃ العینین شاہ ولی اللہ میں ہے۔ اصول مذاہب اربعہ اہل سنت کے احادیث و آثار مرتضیٰ پر نہیں ہیں بلکہ اجماعی مسائل

۱؎ بخاری طبع مصر جلد ۲ صفحہ ۱۸۰ و نسیم الریاض جلد ۱ صفحہ ۳۱۳ میں حضرت عمر کا انکار موت نبیؐ بتاکید حلف مروی ہے فقام عمر یقول واللہ ما مات رسول اللہ۔ انصاف سے اس قسم امیر عمر کی دیکھئے کہ مرض الموت میں چند دنوں سے نبیؐ بیمار تھے فوت ہوئے سارا کنبہ رسول مع صحابہ گریہ زاری میں مشغول اور غسل و کفن کا سامان کر رہے تھے اور حضرت عمر حلف کھا رہے ہیں کہ فوت نہیں ہوئے۔ اسی طرح آیت انک میت وانہم میتون کے لئے قسم کھا رہے ہیں کہ فواللہ ما علمت ان ھذہ الآیۃ انزلت قبل الیوم یعنی خدا کی قسم مجھے آج سے پہلے نہیں معلوم تھا کہ یہ آیت قرآن میں اتری ہے دیکھو کنز العمال جلد ۴ صفحہ ۵۳ باسناد بیہقی و دیا حضرت عمر کی قرآن دانی ملاحظہ فرمائیے۔ اسی طرح نسیم الریاض جلد ۱ صفحہ ۳۱۲ میں ہے اور اسی علم و فہم پر اہل تسنن کی مدار سب کی سب حضرت عمر کے مذہب پر ہے۔ دیکھو ازالۃ الخفاء جلد ۲ صفحہ ۸۴ و ہمچنیں مجتہدین در رؤس مسائل فقہ تابع مذہب فاروق اعظم اند و ایں قریب ہزار مسئلہ باشد تخمیناً (پھر لکھا) مسئلہ وضو میں پاؤں دھونے اور متعہ میں مجتہدین نے عمر صاحب کی متابعت کی ہے۔ اور ازالۃ الخفاء جلد ۲ صفحہ ۸۲ میں ہے وعلم مرتضیٰ جز در کوفہ مشہور نہ شد و چوں حاضران مجلس او رضی اللہ عنہ غالباً لشکریاں بودند علم او منقح نہ گشت۔ اور منہاج السنۃ ابن تیمیہ جلد ۴ صفحہ ۱۴۲ میں ہے فلیس فی الائمۃ الاربعۃ ولا غیرھم من ائمۃ الفقہاء من یرجع الیہ (علیؑ) فی فقہہ۔ انتہی۔ یعنی ائمہ اربعہ یا دوسرے فقہاء کسی نے بھی مسائل فقہیہ میں حضرت علیؑ کی طرف رجوع نہیں کیا حالانکہ علیؑ کو افقہ و اعلم تسلیم کرتے ہیں۔

عمر بن خطاب وفتاوی ابن مسعود است۔ انتہے۔ واولیاتہ محدثات فی الدین وھو اکثر من ان یعد والتعجب کل التعجب ان علومہ فی الدین ما بیناھا وافتاءہ کما ھو مشہور لیس الا لطلب الریاسۃ فی الدنیا۔ واللہ اعلم۔ **فصل۔ فی بیان علم الخلیفۃ الثالث یعنے عثمان بن عفان**۔ اعلم ان من انموذجات علمہ جمعہ القرآن برأیہ علی ترتیب غیر ما انزل وحرقہ المصاحف الباقیۃ واثباتہ الآیات بشہادۃ رجلین او تحلیف من عندہ کما فی اللمعات وغیرہ فی الاتقان قال قبض النبی صلعم ولم یکن القرآن جمع فی شئ قال الحاکم فی المستدرک علی شرط الشیخین عن زید بن ثابت قال کنا عند رسول اللہ صلعم نؤلف القرآن من الرقاع۔ الحدیث وھو من جلد او ورق او قرطاس روی البخاری فی صحیحہ عن زید بن ثابت فی حدیث طویل فتتبعت القرآن اجمعہ من العسب (جرید النخل) واللخاف (الحجارۃ الرقاق) وصدور الرجال ووجدت آخر سورۃ التوبۃ مع ابی خزیمۃ الانصاری لم اجدھا مع غیرہ لقد جاءکم رسول الآیۃ واخرج ابن ابی داؤد من طریق یحیی بن عبد الرحمن بن حاطب قال قدم عمر فقال من کان تلقی من رسول اللہ صلعم شیئاً من القرآن فلیأت بہ وکانوا یکتبون ذلک فی الصحف والالواح والعسب وکان لا یقبل من احد شیئاً حتی یشہد شہیدان۔ الی آخرہ واخرج ابن ابی داؤد

عمر بن خطاب اور ابن مسعود کے فتاوی پر ہیں۔ انتہے۔ اور اولیات عمر صاحب ومحدثات اُس کے دین میں شمار سے باہر ہیں۔ اور بڑا تعجب یہ ہے کہ اُس کے علوم دینی کا یہ حال ہے جو ہم نے بیان کیا اُس کا فتوے کس قدر مشہور ہوا جو محض طلب ریاست دنیاوی کی وجہ سے ہوا۔ یعنے دین میں اُن کا زور سے دخل دینا محض حب ریاست پر مبنی تھا۔ واللہ اعلم۔ **فصل۔ خلیفۂ ثالث عثمان بن عفان کے علم کے بیان میں**۔ جاننا چاہیئے کہ اس کے علم کا نمونہ قرآن شریف کا جمع کرنا ہے کہ اُس نے اپنے خیال سے ترتیب بدل دی۔ جس طرح اترا تھا اُس ترتیب پر نہ رکھا اور باقی قرآن کے نسخہ جات جس قدر ملے اُن کو جلا دیا اور آیات کو دو آدمیوں کی گواہی سے یا کسی سے قسم لیکر درج کیا جیسا کہ لمعات وغیرہ میں ہے۔ یعنی خود نہیں جانتا تھا۔ جو کچھ کسی دوسرے سے ملتا اُسی کو کلام الٰہی سمجھتا۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ خود نہیں جانتا تھا۔ اگر جانتا تو ایسا نہ کرتا۔ تفسیر اتقان جلد ۱ صفحہ ۵۹ میں ہے۔ راوی نے کہا نبی علیہ السلام فوت ہوئے اور قرآن جمع نہ ہوا تھا۔ حاکم نے مستدرک میں شیخین کی شرط پر کہا۔ زید بن ثابت سے مروی ہے ہم رسول اللہؐ کے پاس ہوتے تھے اور قرآن کو رقاع سے جمع کرتے تھے۔ آخر حدیث تک پڑھ لو۔ یعنی چمڑے اور پتے اور کاغذ وغیرہ پر لکھی ہوئی آیات کو جمع کرتے تھے اور بخاری نے اپنی صحیح میں زید بن ثابت سے ایک لمبی حدیث میں روایت کیا کہ میں نے قرآن کو کھجور کی شاخوں اور چھوٹے پتھروں اور لوگوں کے سینوں سے تلاش کیا۔ اور میں نے آخر سورہ توبہ کو ابی خزیمہ انصاری کے پاس پایا جو اُس کے سوا کسی کے پاس نہیں تھی۔ لقد جاءکم رسول۔ الآیہ۔ اور ابن ابی داؤد نے یحیے بن عبد الرحمن بن حاطب کے طریق سے روایت کیا کہ امیر عمر آیا اور کہا جس نے رسول علیہ السلام سے کچھ بھی قرآن سیکھا ہوا ہے وہ ہمارے پاس لے آئے۔ اور صحیفوں اور تختیوں اور کھجور کی شاخوں پر قرآن شریف کو لکھتے تھے اور کسی سے کوئی شئے قرآن کی قبول نہیں کرتا تھا جب تک کہ دو گواہ گواہی نہ دیتے تھے۔ الخ۔ (پھر اتقان میں لکھا) اور ابن ابی داؤد نے

لہ اور ازالۃ الخفاء جلد ۲ صفحہ ۲۳۱ میں ہے ایک عورت چھ ماہ کا بچہ جنی اس کو حضرت عثمان نے رجم کا حکم دیا حضرت علیؑ نے آیت وحملہ وفصالہ ثلاثون شہراً پڑھ کر تردید فرمائی۔ عثمان نے حکم منسوخ کیا لیکن پوچھا تو عورت پہلے حکم سے سنگسار ہو چکی تھی (ناحق قتل کا جرم بے علمی کے سبب ہے) استیعاب بر حاشیہ اصابہ ترجمہ علیؑ جلد ۳ صفحہ ۳۹ میں ہے۔ حضرت عثمان کہتے تھے لولا ابن عباس لہلک عثمان۔ ابن عباس نہ ہوتے تو عثمان ہلاک ہو جاتا۔ ابن عباس شاگرد حضرت علیؑ کے تھے اس طرح وہ بھی محتاج علیؑ کے ہوئے۔ ظفر المبین صفحہ ۵۵ میں ہے عمر و عثمان مسئلہ متعہ سے ناواقف تھے۔ صفحہ ۵۶ میں ہے عدت وفات زوج کی زوجہ کو اپنے زوج کے گھر گذارنے کا مسئلہ حضرت عثمان کو معلوم نہ تھا۔ صفحہ ۶۲ یہ حال تینوں خلفاء کا ہے نہ خاص عثمان کا جیسے روایات سے ظاہر ہے۔ اور امیر عثمان کی قرآن دانی اس سے ظاہر ہے جو امام مالک اپنے مؤطا میں روایت کرتے ہیں کہ حضرت عثمان کے پاس ایک عورت آئی جس کا بچہ چھ ماہ میں پیدا ہوا تھا امیر عثمان نے اُس پر رجم کا حکم دیا۔ حضرت علیؑ نے فرمایا اُس پر رجم نہیں ہو سکتا۔ اللہ جل جلالہ اپنی کتاب میں فرماتا ہے وحملہ وفصالہ ثلاثون شہراً وقال۔ والوالدات یرضعن اولادھن حولین کاملین۔ یعنی آدمی کا حمل اور دودھ چھڑانا تیس مہینے میں ہوتا ہے۔ اور دوسری جگہ فرماتا ہے۔ اپنے بچوں کو مائیں پورے دو برس دودھ پلائیں تو حمل کی مدت چھ ماہ ہوئی اس وجہ سے رجم نہیں کرنا چاہیئے۔ حضرت عثمان نے یہ سنکر ذکر کیا کہ اس عورت کے پیچھے بھیجو تاکہ اس کو رجم نہ کریں دیکھا

ایضاً من طریق ھشام بن عروۃ عن ابیہ ان ابا بکر قال لعمر ولزید اقعدا علی باب المسجد فمن جاءکما بشاھدین علی شئ من کتاب اللہ فاکتباہ ورجالہ ثقات وکان الناس یأتون زید بن ثابت فکان لا یکتب ایۃً الا بشاھدی عدل۔ وان اخر سورۃ براءت لم توجد الا مع ابی خزیمۃ بن ثابت قال اکتبوھا فان رسول اللہ علیہ السلام جعل شہادتہ بشہادۃ رجلین فکتب وان عمر اتی بایت الرجم فلم یکتبھا لانہ کان وحدہ قال ابن حجر ظاھرھذا انھم کانوا یولفون ایات السور باجتھادھم الخ وقد مر قبل ان علیاً جمع القرآن وحدہ ولم یحتج الی شہادۃ رجلین ولا بتحلیف احد لعلمہ علم الیقین فثبت انہ کان اعلم بالقرآن لاخذہ العلم من النبی صلعم وکونہ باب العلوم کما فی تاریخ الخلفاء اخرج ابن ابی داؤد عن محمد بن سیرین قال لما توفی رسول اللہ صلعم ابطأ علی ع عن بیعۃ ابی بکر (الی ان قال) الیت (من الایلاء ای حلفت من الصراح) ان لا ارتدی برداءٍ الا الی الصلوۃ حتی اجمع القرآن فزعموا انہ کتبہ علی تنزیلہ فقال محمد لو اصیب ذالک الکتاب کان فیہ العلم واما الذین جمعوا القرآن غیر علی ع فانھم جمیع الناس واشھدوا علیھم وعلی فقھم واذا سمعوا ان فلاناً یعلم ایۃً فلانۃ ارسلوا الیہ ولو کان علی ثلاثۃ امیال فصاعداً کما فی الاتقان امر عثمان اجتمعوا فاکتبوا للناس اما فاجتمعوا فکتبوا فکانوا اذا اختلفوا وتدارؤا فی ای ایۃ قالوا ھذہ اقرءھا رسول اللہ صلعم فلاناً فیرسل الیہ وھو علی راس ثلاث من المدینۃ فیقال لہ کیف اقرأک رسول اللہ صلعم ایۃ کذا وکذا فیقول کذا وکذا فیکتبونھا وقد ترکوا لذالک مکاناً۔ الخ وقد مر ذکر احراق عثمان المصاحف من البخاری والنووی وغیرھما فلا نعیدہا وقد جوز فقہاء اہل الجماعۃ حرق القرآن الی الآن کما مر

بھی ہشام بن عروہ کے طریق سے اُس نے اپنے باپ سے روایت کیا کہ ابوبکر صاحب نے حضرت عمر اور زید کو کہا کہ مسجد کے دروازہ پر بیٹھ جاؤ جو تمہارے پاس دو گواہ لیکر کوئی حصہ قرآن سے لائے تو تم قرآن میں درج کر دینا۔ اس حدیث کے رجال بالاسناد ثقہ ہیں۔ اور لوگ زید بن ثابت کے پاس آتے تھے۔ پس وہ کسی آیت کو نہ لکھتا تھا جب تک کہ دو گواہ گواہی نہ دیں۔ اور آخر سورۃ براءت کا ابی خزیمہ بن ثابت کے سوا کسی کے پاس نہ پایا گیا۔ اُس نے کہا اس آیت کو لکھ لو۔ کیونکہ رسول اللہ نے اس کی گواہی دو آدمیوں کے برابر رکھی ہے۔ تو اُس نے لکھا اور حضرت عمر آیت رجم کو لایا اُس کو اُس نے نہ لکھا کیونکہ وہ اکیلا ہی تھا۔ حافظ ابن حجر نے کہا اس کا ظاہری حال یہ ہے کہ صحابہ آیات سورتوں کو اپنے اجتہاد سے ترتیب دیتے تھے۔ الخ۔ اور پہلے گذر چکا ہے کہ حضرت علیؑ نے قرآن کو اکیلے ہی جمع کیا۔ اور آدمیوں کی گواہی یا کسی کی قسم کے محتاج نہ ہوئے۔ کیونکہ حضرت مرتضےؑ کو قرآن کا علم علم الیقین کے درجہ پر یا تھا جس سے ثابت ہوا کہ آنحضرت قرآن کو سب سے زیادہ جاننے والے تھے۔ اس لئے کہ حضرت علیؑ نے علم قرآن کو نبیؐ سے لیا تھا اور علوم کے دروازہ تھے اور سب کچھ یاد رکھنے والے تھے۔ جیسا کہ تاریخ الخلفاء صفحہ ۱۲۶ میں ہے۔ ابن ابی داؤد نے محمد بن سیرین سے روایت کی جب رسول اللہ نے انتقال فرمایا حضرت علیؑ نے ابی بکر کی بیعت سے دیر کی یعنی بیعت نہ کی (تا اینکہ کہا علیؑ نے فرمایا) میں نے قسم اُٹھا لی ہے کہ بجز نماز کے اپنے مونڈھوں پر چادر نہ رکھوں گا۔ جب تک قرآن کو جمع نہ کر لوں صحابہ و تابعین نے جان لیا کہ علیؑ نے قرآن کو تنزیل کے مطابق لکھا ہے۔ محمد بن سیرین نے کہا۔ اگر یہ قرآن حضرت علیؑ کا لکھا ہوا مل جاتا تو اُس میں ہر طرح کا ذخیرہ علمی حاصل ہوتا۔ اور جنہوں نے قرآن کو حضرت علیؑ کے سوا جمع کیا انہوں نے لوگوں کو جمع کیا اور لوگوں کی گواہی اور حلف سے لکھا اور جب سنتے تھے کہ فلاں شخص کے پاس فلاں آیت ہے اُس کی طرف آدمی بھیجتے اگرچہ تین میل یا زیادہ فاصلہ پر رہتا ہوتا جیسا کہ اتقان جلد ا صفحہ ۶۱ میں ہے امیر عثمان نے کہا جمع ہو جاؤ اور لوگوں کے لئے کتاب پیشوا لکھو۔ تو لوگ جمع ہوئے اور انہوں نے لکھا۔ اور جب کسی آیت میں اختلاف کرتے تھے تو کہتے تھے یہ آیت فلاں شخص کو رسول اللہؐ نے پڑھائی ہے۔ اُس کی طرف آدمی بھیجتا تھا۔ اگرچہ وہ مدینہ سے باہر تین میل پر ہوتا۔ اور اُس کو کہا جاتا تھا کہ رسول اللہؐ نے تجھ کو فلاں آیت کس طرح پڑھائی تھی؟ وہ کہتا تھا کہ اس طرح تب اس کو لکھ لیتے تھے۔ اور جب تک کسی سے نہ معلوم ہوتی تھی تو آیات کے مابین مقام خالی چھوڑ دیتے تھے جب پتہ لگتا تو لکھ دیتے۔ امیر عثمان کا مصاحف کے جلانے کا ذکر بخاری اور شرح مسلم نووی وغیرہ سے گذر چکا ہے ہم اس کو مکرر نہیں لکھتے۔ اور فقہاء اہل جماعت نے قرآن کے جلانے کو اسی واسطے اب تک

بیع اجتہاد سے آیات جمع کرتے تھے

کیفیت جمع قرآن

وفی ترجمان القرآن عن حسن بن سعید عن ابیہ ان الصفیۃ زنت وادعیٰ رجل من قریش ان الولد لہ فجاؤا
عثمان لیحکم بینہم فامرھم الیٰ ردھم بعلیؑ لیحکم علیؑ فقال انا احکم کما حکم بہ النبیؐ الولد للفراش وللعاھر
الحجر۔ الحدیث۔ الحمد للہ علی التمام بیان ایمان الخلفاء وعلومہم من کتب اھل الجماعۃ وھو ان کان مما لا ینضبط
ولا ینحصر بالکلیۃ لکن ما ذکرناہ فھو القلیل انموذج الکثیر والغرفۃ تنبئ عن البحر الکثیر فاقسطوا ان اللہ یحب المقسطین
والآن نشرع فی شجاعتہم
بعون اللہ تعالیٰ وحسن
توفیقہ لان الجہاد لما
کان من اعظم الامتحانات
الایمانیۃ واکدھا فریضۃ
واشدھا ضرورۃ لما
قال اللہ عز اسمہ ام
حسبتم ان تدخلوا الجنۃ
ولما یاتکم مثل الذین
خلوا من قبلکم۔ وام
حسبتم ان تدخلوا الجنۃ
ولما یعلم اللہ الذین
جاھدوا منکم۔ ولنبلونکم
حتی نعلم المجاھدین منکم
والصابرین ونبلوا اخبارکم
وانما المؤمنون الذین
امنوا باللہ ورسولہ
واذا کانوا معہ علیٰ
امر جامع لم یذھبوا
حتی یستاذنوہ۔ الآیۃ
قد ثبت من ھذہ
الآیۃ ان من ذھب و
فر من المعرکۃ بغیر اذن
النبیؐ لم یکمل ایمانہ
بل زال ایمانہ لزم علینا
ان نبین بیان الجہاد
ای جہاد الخلفاء الثلاثۃ

جائز لکھا ہے۔ اور ترجمان القرآن جلد ا صفحہ ۱۳۶ میں حسن بن سعید اپنے باپ سے روایت کرتا ہے کہ صفیہ نے زنا کیا اور ایک شخص نے قریش سے دعویٰ کیا کہ اُس کا لڑکا اس عورت نے جناہے وہ امیر عثمان کے پاس آئے۔ تاکہ اُن کے مابین فیصلہ کرے۔ امیر عثمان نے حکم دیا کہ حضرت علیؑ کے پاس جاؤ وہ فیصلہ کرے گا۔ (اس سے ثابت ہوا کہ جملہ صحابہ علیؑ کے علم کے محتاج رہے اور علیؑ سب سے زیادہ عالم تھے) حضرت علیؑ نے فرمایا میں تمہارے لئے وہ حکم دیتا ہوں جو نبیؐ نے دیا کہ لڑکا صاحب فراش یعنی اصل خاوند کا ہے اور زانی کے لئے سنگساری کا حکم ہے۔ آخر حدیث تک دیکھو۔ اتمام بیان ایمان و علوم خلفا پر اللہ کی حمد ہے۔ جو کتب اہل جماعت سے لکھا گیا ہے۔ اگرچہ وہ حالات تمام ضبط و حصر میں نہیں آسکتے۔ لیکن جو ہم نے ذکر کیا ہے وہ مشتے نمونہ از خروارے ہے اور ایک چلو دریا کثیر سے خبر دیتا ہے۔ حضرات! انصاف کرو اللہ تعالےٰ اہل انصاف کو پسند کرتا ہے۔ اور اب ہم اللہ کی مدد اور حسن توفیق سے حضرات خلفاء کی شجاعت کا بیان کرتے ہیں کیونکہ جہاد بڑے امتحانات ایمانیہ اور تاکیدی و سخت ضروری فرائض سے تھا۔ اس لئے کہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ کیا تم گمان کرتے ہو کہ بہشت میں یوں ہی داخل ہو جاؤ گے۔ حالانکہ خدا کی جانب سے مؤمنین سابقین کی طرح کوئی تکلیف نہیں پہنچی۔ جن تکالیف کی برداشت سے اُن کو بہشت عطا ہوا۔ اور کیا تم گمان کرتے ہو کہ بہشت میں ایسے ہی داخل ہو جاؤ گے حالانکہ اللہ تعالےٰ نے اُنہیں نہ آزما لیے جو تم میں سے جہاد کرنے والے ہیں۔ نیز فرمایا ہم تم کو آزماتے ہیں تاکہ اُن کو سمجھ لیں جو تم میں سے جہاد کرنے والے اور تکالیف پر صبر کرنے والے ہیں۔ اور تمہاری اصلی حالت نیت کو پہچان لیں۔ اور مومن خالص وہ ہیں جو اللہ اور رسول کے ساتھ ایمان لائے اور جب کسی کام میں نبیؐ کے ساتھ جمع ہوتے ہیں جس میں جمع ہونے کی ضرورت ہو تو نبیؐ کو چھوڑ کر نہیں جاتے جب تک کہ اُن سے اذن نہ لیں۔ آخر آیات تک۔ اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ جو بلا اذن نبیؐ میدان سے بھاگ گئے اُن کے کمال ایمان میں زوال آگیا۔ اس لئے ہم پر لازم ہوا کہ ہم جہاد خلفاء ثلاثہ کا اور جہاد امیر المومنین سید الاشجعین اپنے امام علی بن ابی طالب کا حال بیان کریں۔

فصل۔ شجاعت امیر المؤمنین اسد اللہ الغالب علی ابن ابیطالب علیہ السلام کے بیان میں۔

تحقیق علی علیہ السلام کی شان عظیم میں مروی ہے لا فتیٰ الا علیؑ ولا سیف الا ذوالفقار۔ یعنی علی جیسا کوئی جوان اور پہلوان نہیں اور ذوالفقار جیسی کوئی تلوار نہیں اور وہ کرار غیر فرار تھے۔ یعنی دشمنوں پر پھیر پھیر کر حملے کرتے تھے اور کبھی گریز نہیں کرتے تھے۔ چنانچہ خود جناب نے اپنے دیوان مترجم صفحہ ۹۵ پر فرمایا ہے۔ اور وہ بالمثل

وجہاد امیر المؤمنین سید الاشجعین امامنا علی ابن ابیطالب علیہ السلام۔ **فصل۔** فی بیان شجاعۃ
امیر المؤمنین اسد اللہ الغالب علی ابن ابیطالب علیہ السلام۔ قد روی فی شانہ العظیم
لا فتیٰ الا علیؑ ولا سیف الا ذوالفقار وانہ کرار غیر فرار وقد قال علیہ السلام فی دیوانہ
وھو

لیس بکذاب ولا بمختال فخور بل هو الصدیق الاکبر؀ صید الملوك الارانب والثعالب + واذا رکبت فصیدی الابطال
فی حیوۃ الحیوان ۞ وفی الصراح انا الذی سمتنی امی حیدرۃ (فی الصراح حیدرۃ شیرو نام مادر زاد علیؑ) فی تاریخ الخلفاء و
شهد (علیؑ) مع رسول الله بدرًا واحدًا وسائر المشاهد الا تبوك فان النبیؐ استخلفه علی المدینة وله فی جمیع
المشاهد آثار مشهورة واعطاه النبیؐ اللواء فی مواطن کثیرة واحواله فی الشجاعة وآثاره فی الحروب مشهورة
وبمعناه فی الصواعق
وفی نهج البلاغة ومن
کتاب له علیه السلام الی
معاویة ومتی کنتم یا
معاویة ساسة الرعیة
وولاة امر الامة بغیر
قدم سابق ولا شرف
باسق ونعوذ بالله من
لزوم سوابق الشقاء
واحذرك ان تکون
متمادیا فی غرة الامنیة
مختلف العلانیة والسریرة
وقد دعوت الی الحرب فدع
الناس جانبا واخرج
الیّ واعف الفریقین من
القتال لیعلم اینا المرین
علی قلبه والمغطی علی
بصره فانا ابو حسن قاتل
جدك وخالك واخیك
شدخا یوم بدر وذلك
السیف معی وبذلك القلب
القی عدوی وما استبدلت
دینا ولا استحدثت نبیا وانی لعلی المنهاج الذی ترکتموه طائعین ودخلتم فیه مکرهین. الخ فی غزوة
بدر - فی مدارج النبوۃ - از علی مرتضیٰ آمده که گفت قتال می کردم روز بدر

بالکل کبھی جھوٹ فرمانے والے نہیں اور نہ فضول فخر کرنے والے ہیں۔ بلکہ وہ صدیق اکبر ہیں۔ فرمایا۔ بادشاہوں کا شکار خرگوش اور لومڑیاں ہوتے ہیں۔ اور جب سوار ہو جاؤں تو میرے شکار پہلوان آدمی ہیں۔ حیوۃ الحیوان جلد اول ص ۲۴۸ اور صراح ص ۱۷۰ میں ہے کہ حضرت علی نے فرمایا میں وہ ہوں کہ میری ماں نے میرا نام حیدر رکھا ہے۔ اور تاریخ الخلفاء ص ۱۱۳ میں ہے کہ حضرت علیؑ رسول صلعم کے ساتھ جنگ بدر و احد و باقی تمام غزوات میں سوا تبوک کے حاضر ہوئے اور تبوک میں نبیؐ نے حضرت علیؑ کو مدینہ پر خلیفہ بنایا تھا۔ اور سب جنگوں میں علیؑ کے مشہور کام ہیں۔ اور بہت سے مقامات میں اُن کو جھنڈا بھی دیا ہے۔ اور اُن کی بہادری کے حالات جنگوں میں مشہور ہیں۔ اور اسی کے ہم معنے صواعق ص ۷۲ میں ہے۔ اور نہج البلاغۃ ص ۱۹۱ طبع طہران میں ہے۔ منجملہ اُن خطوط کے جو حضرت علیؑ نے معاویہ کو لکھے تھے یہ ہے۔ کہ اے معاویہ تم کب رعیت کے سردار اور امت کے اکبر والی تھے تم کو کسی جگہ سبقت کا قدم اور عظمت کا شرف حاصل نہیں ہے۔ ہم اللہ کے ساتھ پناہ مانگتے ہیں بدبختی کی طرف سبقت کرنے سے۔ اور میں تجھ کو اس سے ڈراتا ہوں کہ تم غرور خواہشوں میں سرکش ہو اور یہ کہ تو ظاہر و باطن میں اختلاف رکھے۔ اور تو نے جنگ کی طرف بلایا ہے۔ پس لوگوں کو ایک طرف چھوڑ دے اور تو خود میری طرف نکل آ اور فریقین کو جنگ سے معاف رکھ یعنے فریقین سے لوگوں کا مفت کشت و خون بند کر اور خود مقابلہ کر تاکہ معلوم ہو جائے کہ ہم میں سے کس کے دل پر زنگ اور آنکھوں پر پردہ چڑھا ہوا ہے۔ پس میں حسن کا باپ ہوں تیرے دادے کا قاتل اور تیرے ماموں اور بھائی کا بدر کے دن سر کچلنے والا وہی تلوار میرے ساتھ ہے اور اسی دل سے میں دشمن کی ملاقات کرتا ہوں۔ میں نے دین کو تبدیل نہیں کیا اور نہ کوئی نیا نبی بنایا ہے۔ اور میں اسی طریق پر ہوں جس کو تم نے بے خوشی سے چھوڑ دیا اور جس میں تم جبر سے داخل کئے گئے تھے۔

غزوہ بدر کے بیان میں

اور مدارج النبوۃ جلد ۲ ص ۱۲۴ میں ہے حضرت علی مرتضیٰ سے مروی ہے فرمایا میں بدر کے دن

۱ ص ۵۹ سطر ۲ نہایہ ابن اثیر جلد ۱ صفحہ ۲۴۳ میں اسی طرح ہے۔ احیاء العلوم طبع نولکشور جلد ۲ صفحہ ۲۱۴ میں ہے جو خرق عادت نبی پر شک کر سکے یہ وقائع اخبار احاد سے ہیں متواتر نہیں اور متواتر فقط قرآن ہے تو وہ ویسا ہے جو شجاعت حضرت علیؑ اور سخاوت حاتم طائی میں شک کرے پس یہ وقائع اگرچہ احاد سے وارد ہیں لیکن مجموعاً علم ضروری و قطعی پیدا کرتے ہیں۔ انتہیٰ۔ اسی طرح نسیم الریاض جلد ۴ ص ۲۹۰ میں ہے کہ شجاعت علیؑ و سخاوت حاتم طائی تواتر معنوی سے منقول ہے جن سب کا اجتماع جھوٹ پر غیر ممکن ہے۔ (شجاعت علی بہ تواتر سنیوں میں مسلّم ہوئی) ص ۲ تاریخ الخلفاء اور صواعق محرقہ میں اسی عبارت کے متصل آخر میں لکھا ہے۔ قال سعید بن المسیب اصابت علیا یوم احد ست عشرۃ ضربۃ یعنے سعید بن مسیب نے کہا حضرت علیؑ کو احد کے دن سولہ زخم ہوئے تھے اور خلفاء ثلاثہ کبھی جنگ کی شدت میں نہ ٹھہرے اور نہ زخمی ہوئے کسی جنگ میں

ا ہر باری آمدم بر آنحضرتؐ در عریش و می دیدم اورا کہ می فرمود در سجدہ یا حیّ یا قیوم برحمتک استغیث۔ وفی الخصائص للسیوطی اخرج ابن سعد والبیہقی عن علیؑ قال لما کان یوم بدر قاتلت شیئاً من القتال ثم جئت مسرعاً الی النبیؐ لانظر مافعل فاذا ھو ساجد یقول یا حیّ یا قیوم یا حیّ یا قیوم۔ لا یزید علیہا ثم رجعت الی القتال ثم جئت وھو ساجد یقول ذالک ثم رجعت للقتال ثم جئت وھو ساجد یقول ذالک ففتح اللہ علیہ۔ فی ازالۃ الخفاء عن علیؑ لما ھزمہم اللہ اعدائہ حملنی رسول اللہ علی فرس لہ۔ فی کنز العمال (مسند علیؑ) عن سعد قال رأیت علیاً بارز الیوم بدر فجعل یحمحم کما یحمحم الفرس ویقول الشعر قال فما رجع حتی خضب سیفہ دماً رواہ ابو نعیم فی المعرفۃ۔ فی غزوۃ قرقرۃ الکدر۔ قال الشیخ فی مدارج النبوۃ جھنڈے ترتیب داد کہ آں را بعلی مرتضیٰ سپرد۔ فی غزوۃ احد۔ فی مدارج النبوۃ منقول است کہ چوں مسلمانان روئے بہ ہزیمت آوردند و حضرت رسولؐ را تنہا گذاشتند حضرتؐ در غضب و عرق از پیشانی ہمایونش متقاطر گشت وش مروارید و دید در آں حالت نظر کرد علیؑ را کہ بہ پہلوی مبارکش ایستادہ ۔۔۔ فرمود چوں است کہ تو با برادران خود ملحق نگشتی علی گفت لا اکفر بعد الایمان ان لی بک اسوۃ یعنی مرا با شما کار است با یاراں و برادران کہ در پے غنیمت رفتند و ہزیمت نمودند چہ کار دارم۔ و فی معارج النبوۃ رکن رابع ص۱۱۰ گروہ اندک بگریختند۔ و فی التاریخ الکامل و کنز العمال بروایت ابن عساکر ۔۔۔

جنگ کرتا تھا اور ہر دفعہ رسول علیہ السلام کے حضور میں اُن کے چھپر میں آتا تھا۔ اور میں اُن کو دیکھتا تھا کہ سجدہ میں سر رکھے پڑھ رہے ہیں یا حیّ یا قیوم برحمتک استغیث اور خصائص سیوطی[۱] جلد ۱ ص۲۰۲ میں ہے۔ ابن سعد اور بیہقی نے حضرت علیؑ سے روایت کی ہے۔ جب بدر کا دن تھا تو میں کچھ وقت جنگ کرتا اور پھر جلدی سے نبیؐ کی خبر گیری کے لئے آتا تھا کہ کس حالت میں ہیں۔ سو میں دیکھتا تھا کہ سجدہ کی حالت میں فرماتے تھے یا حیّ یا قیوم یا حیّ یا قیوم۔ اس سے زیادہ نہیں کہتے تھے۔ پھر میں جنگ کی طرف چلا جاتا تھا۔ جب پھر آیا تو وہ سجدہ میں وہی پڑھ رہے تھے۔ حتیٰ کہ اللہ تعالےٰ نے اُن کو فتح دیدی۔ اور ازالۃ الخفاء جلد ۲ ص۱۲ میں حضرت علیؑ سے مروی ہے جب خدا نے اپنے دشمنوں کو شکست دی رسول اللہ نے مجھے اپنے گھوڑے پر سوار کر لیا۔ الخ۔ کنز العمال جلد ۵ ص۲۷ مسند علی میں سعد سے مروی ہے۔ کہا بدر کے دن میں نے حضرت علیؑ کو جنگ کرتے ہوئے دیکھا تھا کہ نر گھوڑے کی مثل آواز کرتے تھے اور شعر فرماتے تھے۔ پھر کہا آپ نے واپس رجوع نہ فرمایا تا اینکہ اُن کی تلوار خون سے رنگین ہو گئی۔ اس کو ابو نعیم نے معرفت میں روایت کیا ہے۔

بیان غزوہ قرقرۃ الکدر میں - محدث دہلوی نے مدارج النبوۃ جلد ۲ ص۱۴۲ میں لکھا ہے۔ اور جھنڈا ترتیب دیا جس کو حضرت علیؑ کے سپرد فرمایا۔ **غزوہ اُحد کے بیان میں** مدارج النبوۃ جلد ۲ ص۱۶۷ میں منقول ہے کہ جب مسلمان ہزیمت کھا گئے اور رسول اللہؐ کو اکیلا چھوڑ کر چلے گئے تو رسول خداؐ اس قدر غصہ میں آئے کہ اُن کی پیشانی مبارک سے پسینہ جاری ہو گیا۔ اور موتیوں کی مثل قطرات گرنے لگے اس حالت میں آنحضرتؐ نے علیؑ کی طرف نظر فرمائی جو آپ کے ہمراہ ایک جانب کھڑے تھے اور فرمایا کیا حال ہے۔ تو اپنے فراری بھائیوں کے ساتھ ملحق نہ ہوا؟ حضرت علیؑ نے عرض کی ایمان کامل کے بعد کفر کسی طرح ہرگز ہو نہیں سکتا "مجھے تو آپ کی اقتدا مطلوب ہے"۔ یا رسول اللہ مجھے آپ سے کام ہے۔ یار اور بھائی جو غنیمت کے پیچھے دوڑ گئے اور ہزیمت کھا گئے میرا اُن کے ساتھ کیا کام ہے۔ اور اسی طرح معارج النبوۃ ص۱۱۰ رکن رابع میں ہے کہ بعض صحابہ نے گریز کیا۔ تاریخ کامل جلد ۲ ص۵۸ و کنز العمال ۔۔۔ جلد ۳ و روضۃ الاحباب جلد ۱ ص۱۷۷ و معارج النبوۃ رکن رابع ص۱۱۰ و مدارج النبوۃ جلد ۲ ص۱۶۸ میں بحوالہ کشف الغمہ و روضۃ الاحباب ہے۔

[۱] اسی طرح کبیر جلد ۲ صفحہ ۴۶۲ میں بذیل الحی القیوم مروی ہے اور ازالۃ الخفاء جلد ۱ صفحہ ۲۹۱ میں ہے۔ و الامر کذالک زیرا کہ خدائے تعالیٰ مرتضیٰ را در مشاہد آنحضرت صلعم توفیق عظیم کرامت فرمود تا امور عجیبہ ازوے بہ ظہور آمد مثل مبارزت در روز بدر و جنگ احد و قتل عمرو بن عبدود در غزوہ خندق و فتح حصن و قتل مرحب در خیبر۔ الی غیر ذالک و ایں نصر مسلمین بود۔ الخ۔ [۲] شواہد النبوۃ طبع نولکشور ص۱۶۲ میں ہے کہ علیؑ نے احد کے دن فرمایا میں مقابلہ کروں گا اور مقتول ہونگا مگر فرار نہ کروں گا۔ [۳] روضۃ الاحباب جلد ۱ صفحہ ۱۷۶ و مدارج النبوۃ جلد ۲ ص۱۶۳ و کنز العمال جلد ۵ ص۲۷۶ میں ہے۔ و اکثر لشکر اسلام فرار نمودند و لکن رسول اللہ بر محل خویش ثابت قدم بود (غزوہ احد) صاحب تلخیص المغازی آوردہ کہ چہار دہ کس از اصحاب وے با پیغمبر باقی ماندند ہفت از مہاجرین و ہفت از انصار (اصل کتاب دیکھ لو ان میں حضرت عمر و عثمان شامل نہیں ایضاً حوالہ مدارج (باقی حاشیہ ص۴۵۰ پر ملاحظہ ہو)

۱۰ اسی طرح روضۃ الاحباب جلد ا صفحہ ۲۷۷ میں ہے۔ آیہ لا کفر بعد الایمان سے آیت و اذا کانوا معہ علی امر جامع۔ الآیہ کی طرف اشارہ ہے کہ فرار سے ایمان سلامت نہیں رہتا کفر آجاتا ہے۔ بخاری طبع مصر جلد ا صفحہ ۳۸ و جلد ۲ صفحہ ۱۰۹ میں ہے حضرت علیؑ ڈھال میں پانی بھر لاتے تھے اور حضرت فاطمہ زہراؑ رسول خدا صلعم کے مونہہ مبارک سے خون دھوتی تھیں (معلوم نہیں حضرات ثلاثہ زخم دھونے کی خدمت بھی کیوں نہ کر سکے) تفسیر ترجمان القرآن مؤلفہ سید صدیق حسن خان مؤلف فتح البیان جلد ا صفحہ ۵۱۳ و در منثور جلد ۲ صفحہ ۸۱ میں بذیل آیت افان مات او قتل انقلبتم علی اعقابکم لکھا ہے۔ ابن عباس کہتے ہیں علیؑ حیات رسول خداؐ میں اس آیت کو پڑھ کر کہا کرتے تھے واللہ ہم کبھی اُلٹے پاؤں نہ پھریں گے اس کے بعد کہ اللہ نے ہم کو ہدایت فرمائی ہے۔ واللہ اگر حضرتؐ مرگئے یا مارے گئے تو ہم اسی بات پر لڑیں گے جس پر وہ لڑتے ہیں یہاں تک کہ ہم مرجائیں واللہ میں اُن کا بھائی اور ولی اور ابن عم اور وارث ہوں۔ مجھ سے زیادہ اور کون حقدار ہے رواہ الطبرانی۔ انتہیٰ

۱۲ سب نہیں بھاگے بلکہ بجز حضرت علیؑ کے سب کو لغزش ہوئی مگر جب ابوبکر وغیرہ جلد واپس آئے تو جو راوی چودہ کا عدد بیان کرتا ہے وہ خود چودہ پورے ہو جانے کے بعد آیا اور سمجھا کہ یہ سب ثابت قدم رہے ہیں۔ بخاری کی روایت میں ہے کہ بارہ آدمی رسولؐ کے پاس رہ گئے اس اختلاف روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ واپس آنے والے صحابہ کی تعداد جس نے بارہ دیکھی اس نے سمجھا بارہ ثابت قدم رہے۔ جو پیچھے آیا جب چودہ آگئے تھے اس نے کہا چودہ ثابت قدم رہے۔ اور حقیقت حال وہی ہے جو اول عرض کر دی گئی ہے کہ بجز حضرت علیؑ کے نبیؐ کے پاس ایک وقت بجز علیؑ کے کوئی بھی نہ رہا ورنہ جہاں حضرت نبیؐ نے علیؑ کو اپنے ساتھ دیکھ کر فرمایا کہ یا علیؑ تو اپنے بھائیوں کے ساتھ نہ بھاگا اور علیؑ نے لا اکفر بعد الایمان کا جواب دیا اگر کچھ اور صحابہ بھی پاس کھڑے ہوتے تو ضرور حضرتؐ ان کو بھی اس خطاب میں شامل فرماتے اور کوئی جواب وہ دوسرے بھی دیتے۔ کنز العمال جلد ۵ صفحہ ۲۷۷ میں ابن عباس سے مروی ہے احد کے دن نبیؐ کے ساتھ چار آدمیوں کے بغیر کوئی نہ رہا ایک انہیں سے ابن مسعود تھا۔ ۱۲ مترجم۔

قال رسول اللہؐ فی حق علیؑ انہ منی وانا منہ فقال جبرئیل وانا منکما قال فسمعوا صوتا لاسیف الا ذوالفقار ولا فتی الا علیؑ وکسرت رباعیۃ رسول اللہؐ السفلی وشقت شفتہ۔ کہ این حدیث را باین طریق بعضی از اکابر محدثان و اہل سیر در کتب آوردہ اند (ثم قال) گفت بندہ مسکین کہ ظاہراً قصہ نادِ علیاً الخ ہمدرین معاملہ و معارکہ واقع شدہ است بالجملہ وے رضی اللہ عنہ حق مبارزت و محاربت و جلادت و شجاعت بجا آورد کہ فوق آن تصور نتوان کرد علی فرمود در احد شانزدہ ضربہ بمن رسید کہ در چہار ضربہ از آن بزمین افتادم و ہر بار کہ می افتادم مردے خوب روئے بازوی مرا می گرفت و مرا بر پائے من کرد و می گفت متوجہ کافران شو کہ تو در طاعت خدا و رسول اوئی و ایشان ہر دو از تو راضی اند انتہی ملخصاً۔ فی تاریخ الخلفاء اصابت علیاً یوم احد ستۃ عشرۃ ضربۃ۔ وذکر المفسرون والمحدثون کسرت

رسول اللہؐ نے حضرت علیؑ کے حق میں فرمایا علیؑ مجھ سے ہے اور میں اُس سے ہوں۔ جبرئیل نے کہا میں تم دونوں سے ہوں راوی کہتا ہے انھوں نے ہاتف کی آواز کو سُنا کہ ذوالفقار جیسی کوئی تلوار نہیں اور علیؑ جیسا کوئی جوان نہیں اور اُسی دن آنحضرت صلعم کا سامنے کے دانتوں سے نچلا دانت ٹوٹ گیا اور آپ کا ہونٹ مبارک پھٹ گیا کہ اس حدیث کو اس طریقہ سے بعض اکابر محدثین اور اہل سیر نے کتب میں درج کیا ہے (پھر صاحب مدارج نے کہا) بندہ مسکین کہتا ہے کہ ظاہراً قصہ ناد علیاً الخ۔ کا اس معاملہ و معارکہ میں واقع ہوا ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ علیؑ جنگ و حرب اور تیزی و بہادری کا حق پورا بجا لائے کہ اس سے زیادہ ممکن نہیں ہے کہ ہو سکے۔ اور حضرت علیؑ نے فرمایا کہ احد میں مجھ سولہ[۱۹] زخم پہنچے تھے چار ضربہ کے وقت میں زمین پر گر پڑا اور جس دفعہ میں گرتا تھا ایک آدمی خوبصورت مجھے پکڑ کر پاؤں کے بل کھڑا کر دیتا تھا اور کہتا کہ کافروں کی طرف متوجہ ہو جا تو خدا اور رسول خدا کی اطاعت میں ہے۔ اور یہ دونوں تجھ پر راضی ہیں۔ انتہیٰ ملخصاً۔ (وہ آدمی خوبصورت جبرئیل تھا جیسا کہ کتب میں درج ہے) تاریخ الخلفاء صفحہ ۱۱۱ میں ہے کہ حضرت علیؑ کو احد کے دن سولہ[۱۶] زخم ہوئے تھے۔ اور سب مفسرین و محدثین نے حضرت رسول اللہ صلعم کے دانت مبارک رباعیہ ٹوٹنے

۱۵ اسی طرح باسناد خود طبری نے تاریخ الامم والملوک طبع مصر صفحہ ۱۷ جلد ۳ میں روایت کیا ہے۔ اس کے اول لکھا ہے جبرئیل نے کہا یا رسول اللہ علیؑ نے دوستی کا حق پورا ادا کیا دوستی یہی ہوتی ہے۔ (فی اللآلی المصنوعۃ للسیوطی عمار بن اخت سفیان عن طریف الحنظلی عن ابی جعفر محمد بن علی قال نادی مناد من السماء یوم بدر یقال لہ رضوان لا سیف الا ذوالفقار ولا فتی الا علی عمار متروک قلت کلا بل ثقہ ثبت الخ ... مسلم واحد الاولیاء الابدال۔ الخ۔ یعنی سیوطی نے لآلی میں ہاتف کے دو نقل پر جرح نقل کی

رباعیۃ النبیؐ یوم احد۔ فی تاریخ الطبری فانحاز ابوبکر الی اجمۃ فاستتر بہا ثم نصرھم اللّٰہ المشرکین فولہ فانحاز فی الصحاح للجوھری انحاز واعن العدو ای انھزموا وولوا مدبرین واجمۃ نیستان۔ غزوۃ حمرۃ الاسد۔ فی معارج النبوۃ وعلم بعلی ابن ابی طالب دادہ از مدینہ بیروں آمد۔ غزوۃ بنی النضیر۔ فی مدارج النبوۃ لوائی عقد بمودہ بعلی ابن ابی طالب داد وفیہ یکے از تیر اندازان یہود تیر بخیمہ حضرت صلعم زد علی در کمین او بود ناگاہ دید کہ شمشیر برہنہ در دست بادوکس دیگر بیروں آمد علی بر وی حملہ کردہ سر شوم اورا از تن پلیدش جدا کردہ پیش آنحضرتؐ آورد ھکذا فی معارج النبوۃ غزوۃ بنی المصطلق فی مدارج النبوۃ و معارج النبوۃ علم مہاجران را بعلیؑ داد۔ غزوۃ الخندق ویقال لہ الاحزاب فی کنز العمال کتاب الغزوات عن زید بن اسلم قال قال رجل لحذیفۃ ابن الیمان اشکوا الی اللّٰہ صحبتکم رسول اللّٰہؐ انکم ادرکتموہ ولم ندرکہ ورأیتموہ ولم نرہ قال حذیفۃ ونحن نشکو الی اللّٰہ ایمانکم بہ ولم تروہ واللّٰہ ما ندری لو ادرکتہ کیف تکون لقد رأیتنا مع رسول اللّٰہؐ لیلۃ الخندق لیلۃ باردۃ مطیرۃ اذ قال رسول اللّٰہؐ ھل من رجل یذھب فیعلم لنا علم القوم جعلہ اللّٰہ رفیق ابراھیمؑ یوم القیامۃ (وکذا فی دو منثور الحلبیۃ) فما قام منا احد ثم قال ھل من رجل یذھب فیعلم لنا علم القوم ادخلہ اللّٰہ فی الجنۃ یوم القیامۃ فواللّٰہ ما قام منا احد ثم قال ھل من رجل یذھب فیعلم لنا علم القوم جعلہ اللّٰہ رفیقی فی الجنۃ فما قام منا احد فقال ابوبکر یا رسول اللّٰہؐ

جانے اور شہید ہونے کا احد کے دن ذکر کیا ہے۔ اور تاریخ طبری صفحہ ۱۸ میں ہے کہ حضرت ابوبکرؓ ایک جنگل میں ہزیمت کھا کر جا چھپے تھے پھر اللہ تعالیٰ نے مشرکین کو ہزیمت دی۔ قول اس کا فانحاز صحاح جوہری میں ہے انحاز واعن العدو یعنے ہزیمت کھا گئے اور پیٹھ دیکر واپس ہو گئے اور اجمہ جنگل کو کہتے ہیں۔ **غزوہ حمرۃ الاسد**۔ معارج النبوۃ رکن ۴ صفحہ ۱۲۵ میں ہے۔ اور علم علی ابن ابیطالب کو دیکر نبی علیہ السلام مدینہ سے باہر نکلے۔ **غزوہ بنی النضیر** مدارج النبوۃ جلد ۲ صفحہ ۲۰۲ میں ہے کہ علم تیار کرکے علی ابن ابیطالب کو دیا۔ اور صفحہ ۲۰۳ میں ہے۔ ایک یہود تیر انداز نے خیمہ نبوی میں تیر ملا۔ اور حضرت علیؑ اس کے پیچھے کسی نشیب میں بیٹھے ہوئے تھے اچانک دیکھا کہ تلوار برہنہ ہاتھ میں لئے ہوئے ہمراہی دو کس باہر آگیا تو حضرت علیؑ نے اس پر حملہ کیا اور اس بدبخت کا سر پلید بدن سے جدا کرکے آنحضرت صلعم کے آگے لا رکھا۔ اسی طرح معارج النبوۃ رکن ۴ صفحہ ۱۳۹ میں ہے۔ **غزوہ بنی المصطلق**۔ مدارج النبوۃ جلد ۲ صفحہ ۲۱۲ و معارج النبوۃ رکن ۴ صفحہ ۱۴۱ میں ہے کہ مہاجرین کا علم حضرت علیؑ کو دیا۔ **غزوہ خندق ۵ھ** کنز العمال کتاب الغزوات جلد ۵ صفحہ ۲۵۹ میں زید بن اسلم سے مروی ہے ایک آدمی نے حذیفہ کو کہا میں اللہ کی طرف شکایت[2] کرتا ہوں کہ تمہیں رسول اللہؐ کی صحبت حاصل ہوئی اور تم نے حضرتؐ کو دیکھا اور ہم نے نہ دیکھا نیز تم نے زیارت کی اور ہم نے نہ کی۔ حذیفہ نے کہا۔ ہم اللہ کی طرف اپنے ایمان کی تمہارے ایمان لانے کی نسبت شکایت کرتے ہیں۔ حالانکہ تم نے اس کو نہیں دیکھا۔ اللہ کی قسم میں نہیں جانتا۔ اگر تو حضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوتا تو کس طرح ہوتا۔ ہم لوگوں کو رسول اللہ صلعم کے ساتھ خندق کی جنگ کی رات دیکھتا کہ رات اندھیری تھی اور نہایت سردی تھی۔ جب رسول اللہؐ نے فرمایا۔ کیا کوئی آدمی ہے کہ جاکر ہمارے لئے مخالف قوم کی خبر لادے۔ قیامت کے دن اس کو اللہ تعالیٰ حضرت ابراہیمؑ کا رفیق بنائے گا مگر ہم میں سے کوئی کھڑا نہ ہوا۔ پھر فرمایا۔ کیا کوئی آدمی ہے جو ہم کو قوم دشمن کی خبر لادے کہ اللہ تعالیٰ اس کو قیامت کے دن بہشت میں داخل کرے گا۔ اللہ کی قسم ہم میں سے کوئی نہ اٹھا۔ پھر فرمایا کیا کوئی آدمی ہے جو جائے اور ہمارے لئے قوم کی خبر لادے۔ اللہ تعالیٰ اس کو بہشت میں میرا رفیق بنائے گا۔ پس ہم میں سے کوئی کھڑا نہ ہوا۔ حضرت ابوبکرؓ نے عرض کیا یا رسول اللہؐ حذیفہ کو بھیج دیجئے۔ الخ۔ اس کو ابن ابوداؤد و ابن عساکر نے روایت کیا ہے۔ ایسا ہی مواہب لدنیہ جلد ۲ صفحہ ۱۱۹ میں ہے (اسی طرح تحفہ اثنا عشریہ صفحہ ۳۴۰ میں بھی ہے و مسند احمد جلد ۵ صفحہ ۳۹۲ و تاریخ کامل

---

[1] یعنے میدان علیؑ سے خالی دیکھ کر دلیری کی کہ تیر مار دیا مگر یہ معلوم نہ تھا کہ ساتھ ہی کہیں کمین گاہ میں چھپے بیٹھے ہیں چنانچہ تیر انداز نے دیکھ لیا

[2] شکایت اس طرح کہ تم اس سے زیادہ فیوض حاصل کرکے مدارج علیا پر پہنچے مگر تم نے کچھ بھی نہیں کر دکھایا یا تم کو بڑی فضیلت حاصل ہوئی جو ہم کو نہ ہوئی۔ تو حذیفہ نے کہا ہم تمہارے ایمان کو دیکھ کر رشک کرتے ہیں کہ تم نے نہ دیکھا اور ایمان لائے یہ بڑا کام ہے اگر حضرتؐ کو دیکھ پاتے تو معلوم نہیں کہ تمہارا ایمان کس طرح نکلتا دیکھو ہم صحابہ حاضرین کا قصہ سنتا تمہیں کہ کس طرح حاضری میں تعمیل حکم سے کوتاہی کرتے تھے اور جان بچاتے تھے چنانچہ قصہ متن میں درج ہے۔ ۱۲ مترجم

[3] ابعث حذیفۃ۔ الخ رواہ ابن داؤد و ابن عساکر ھکذا فی المواہب اللدنیۃ مع شرحہ للزرقانی

وفی الدر المنثور عن ابراهیم التیمی عن ابیه قال قال رسول الله ص لیلة الخندق الا رجل یذهب الی هؤلاء القوم فیأتینا بخبرهم یجعله الله معی یوم القیامة قال فما قام منا انسان قال ثم عاد فسکتوا ثم قال یا ابا بکر فقال استغفر الله رسوله ثم قال ان شئت ذهبت یا عمر فقال استغفر الله رسوله ثم قال یا حذیفة فقلت لبیک فقمت حتی اتیت وان جنبی لیضربان من البرد فمسح رأسی ووجهی ثم قال ائت هؤلاء القوم حتی تأتینا بخبر الخ۔ فی مدارج النبوة وروضة الاحباب قصہ محاربہ و مقاتلہ میان دو لشکر واقع شد خصوصاً از علی مرتضیٰ در این غزا مبارزہ و مقاتلہ واقع شد از حد قیاس و عقل بیرون چنانچہ در اخبار وارد شدہ است ضربة علی یوم الخندق افضل من اعمال امتی الی یوم القیامة و آنحضرت دعا کرد در حق علیؑ و شمشیر خود را کہ ذوالفقار نام داشت بوی عطا نمود۔ وفی شرح المقاصد للتفتازانی ومبارزة علیؑ عمرو بن عبد ود افضل من عمل الامة الی یوم القیامة وقال لضربة علیؑ خیر من عبادة الثقلین۔ وفی الخصائص للسیوطی اخرج ابن سعد من طریق الواقدی عن شیوخہ ان عمرو بن عبد ود جعل ینادی یوم الخندق قال من یبارز

اور درمنثور جلد ۵ صفحہ ۱۸۵ میں ابراہیم تیمی سے اُس نے اپنے باپ سے روایت کی ہے کہ رسول خداؐ نے خندق کی رات میں فرمایا۔ کیا کوئی ایسا آدمی ہے جو اس قوم کی طرف جائے اور ہم کو اُن کی خبر لا دے اللہ تعالیٰ اس کو میرے ساتھ قیامت میں رکھے گا۔ راوی کہتا ہے۔ ہم میں سے کوئی آدمی نہ کھڑا ہوا جناب نے دوبارہ فرمایا تو سب حاضرین خاموش ہو گئے پھر فرمایا اے ابوبکر تو جا کر خبر لا ابوبکر نے کہا استغفر اللہ رسولہ یعنی اللہ اور رسول سے معافی چاہتا ہوں۔ پھر فرمایا اے عمر اگر چاہتا ہے تو تو جا۔ عمر صاحب نے کہا استغفر اللہ رسولہ۔ پھر فرمایا اے حذیفہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہؐ حاضر ہوں اور میں اٹھا اور حضرتؐ کے قریب آ گیا اور میرے اعضا سردی سے کانپ رہے تھے۔ پس رسول اللہ نے میرے سر اور منہ پر ہاتھ مبارک پھیرا اور فرمایا تو اس قوم کی طرف جا تا کہ تو ہم کو ان کی خبر لا دے۔ باسناد الفریابی و ابن عساکر (اور یہ قصہ مفصل روضۃ الصفا جلد ۲ صفحہ ۱۳۲/۱۳۳ میں بھی ہے) مدارج النبوۃ جلد ۲ صفحہ ۲۴۳ و روضۃ الاحباب جلد ا صفحہ ۲۱۹ میں ہے۔ القصہ جنگ و قتال میں دونوں لشکروں کے واقع ہوا۔ خصوصاً علی مرتضیٰ سے اس جنگ میں جو مقابلہ اور مقاتلہ واقع ہوا ہے وہ حد قیاس و عقل سے باہر ہے چنانچہ احادیث میں وارد ہوا ہے کہ حضرت علیؑ کا جنگ جو خندق کے دن ہوا ہے میری امت کے جملہ اعمال سے جو قیامت تک ہوں گے افضل ہے۔ اور آنحضرتؐ نے حضرت علیؑ کے حق میں دعا فرمائی تھی۔ اور اپنی تلوار جس کا نام ذوالفقار تھا حضرت علیؑ کو عطا فرمائی تھی۔ اور شرح مقاصد تفتازانی صفحہ ۲۳۰/۳۰۱ میں ہے حضرت علیؑ کا جنگ عمرو بن عبدود سے میری امت کے تمام اعمال سے جو قیامت تک کریں گے افضل ہے۔ اور فرمایا علیؑ کی ضربت جن و انسان کی عبادت سے افضل ہے۔ اور خصائص سیوطی جلد ا صفحہ ۲۳۱ میں ابن سعد واقدی کے طریق سے اور وہ اپنے شیوخ سے روایت کرتا ہے کہ عمرو بن عبدود خندق کے دن پکارتا تھا کہ کوئی جنگ کرنے والا ہے؟ علی بن ابی طالب نے فرمایا۔ میں اس سے جنگ کروں گا۔ تب رسول اللہؐ نے علیؑ کو اپنی تلوار دی اور عمامہ بندھوایا اور فرمایا خدایا اُس کو دشمن پر غالب فرما۔ پھر حضرت علیؑ دشمن کے قریب ہوئے اور دونوں کے درمیان غبار اُڑا اور حضرت علیؑ نے اس کو ضرب لگا کر قتل کر دیا۔ اور عمرو کے باقی مددگار مفرور ہو کر پیچھے ہٹ گئے (قول مؤلف) میں کہتا ہوں اور اللہ کے ساتھ مدد اور اعانت لیتا ہوں۔ حق ظاہر ہو گیا کہ بالتحقیق شیخین اس جنگ میں صرف قوم کی خبر لینے کے واسطے بھی نہ گئے چہ جائیکہ اس سے کہ نبیؐ نے حاضرین کو رفاقت ابراہیمؑ و دخول جنت و مصاحبت ذات بابرکات خود کا بھی وعدہ فرمایا بلکہ ہر دو حضرات نے جواب میں استغفر اللہ کہا جو اس جگہ استعفاء کے معنے دیتا ہے یعنی تعمیل حکم سے معافی لینے کا عذر کیا۔ اور حضرت علیؑ [illegible] جنگ کی۔

یوم الخندق هل من مبارز فقال علی انا ابارزه فاعطاه رسول الله سیفه وعممه قال اللهم اعنه علیه فبرز له ودنا احدهما من صاحبه ثارت بینهما غبرة وضربه علیؑ فقتله وولی اصحابه هاربین۔ اقول وبه استعین واستمد حصحص الحق ان الشیخین لم یذهبا فی هذا المبارزة

لہ فضیلت شیخین اور دیگر اکثر صحابہ آزمائش میں پورے نہ اُترے۔ دیکھو آیت اتبعوا ما اسخط الله وکرهوا رضوانه فاحبط اعمالهم اور فرمایا ولنبلونکم حتی نعلم المجاهدین منکم۔ الآیۃ۔ اور فرمایا اطیعوا الله واطیعوا الرسول ولا تبطلوا اعمالکم یعنی کفار کے اعمال سے جو ایسے کام کرتے ہیں جن سے خدا کو ناراض کرتے ہیں۔ اور رضا الٰہی کی پرواہ نہیں کرتے۔ کیونکہ اس کو مکروہ جانتے ہیں۔ اس لئے اُن کے زعمی اعمال کو [illegible]

[illegible] الله ورسوله وفی هذا المقام نفید معنی الاستعفاء عن التعمیل وان علیاؑ قد بارز حق المبارزة

واعطاہ النبیؐ سیفه وعمده وعماله وجعل ضربته افضل من اعمال امته الی یوم القیامة فیا ایها المنصفون اعدلوا هو اقرب للتقوی۔ **فی غزوۃ بنی قریظة** ۔ فی مدارج النبوۃ ومعارج النبوۃ آں روز تا شب علیؑ و زبیر بقتل بنی قریظہ مشغول بودند۔ وفی معارج النبوۃ رکن رابع فتح فدک بغیر غزوہ بہ ید علیؑ بود۔ **فی غزوۃ خیبر** ۔ فی مدارج النبوۃ چوں ارادہ بر آں رفتہ بود کہ ایں فضل خاص فتح خیبر مزید اختصاص بجناب ولایت علی مرتضیٰؑ داشتہ باشد۔ فی الصواعق المحرقه وتاریخ الخلفاء و اعطاہ النبیؐ اللواء فی مواطن کثیرة سیما یوم خیبر واخبر صلی اللہ علیه وآله ان الفتح یکون علی یدیه کما فی الصحیحین وحمل یومئذ باب الحصن علی ظهره حتی صعد المسلمون علیه ففتحوها وانهم جروه بعد ذلک فلم یحمله الا اربعون رجلا وفی روایة انه تترس باب الحصن عن نفسه فلم یزل یقاتل هو فی یده حتی فتح الله علیه ثم القاه فاراد ثمانیة ان یقلبوه فما استطاعوا وفی روضة الاحباب علی مرحی باب الحصن ... خیبر ثمانین شبرا وانیا لم یتسلم؛ از پس سر خود ہشتاد وجب دور انداخت۔ الخ فی الخصائص للسیوطی اخرج الشیخان عن سلمة بن الاکوع قال کان علیؑ

اور نبی علیہ السلام نے اپنی تلوار بھی اُن کو دی اور دستار بھی پہنائی اور دعا بھی فرمائی اور اُن کی ضربہ کو اعمال امت سے جو قیامت تک ہوں، افضل فرمایا پس اے اہل انصاف عدل کرو کیونکہ عدل پرہیزگاری کے لئے بہت قریب ذریعہ ہے۔ **غزوہ بنی قریظہ** ۔ مدارج النبوۃ جلد ۲ صفحہ ۲۴۵ و معارج النبوۃ رکن رابع صفحہ ۱۷۲ میں ہے اُس دن کو رات تک حضرت علیؑ اور زبیر قتل بنی قریظہ میں مشغول رہے۔ اور معارج النبوۃ رکن ۴ صفحہ ۱۶۹/۲۲۱ میں فدک کا بغیر جنگ کے حضرت علیؑ کے ہاتھ پر فتح ہونا لکھا ہے۔ **غزوہ خیبر** ۔ مدارج النبوۃ جلد ۲ صفحہ ۳۲۲ میں ہے۔ ارادہ الٰہی جب ایسا ہی تھا کہ خیبر کی فتح کی فضیلت بالخصوص علی علیہ السلام کو دی گئی۔ صواعق محرقہ صفحہ ۷۳ میں ہے نبیؐ نے بہت جگہ علیؑ کو جنگ کا جھنڈا دیا۔ اور خصوصاً خیبر کے دن بھی علیؑ کو جھنڈا دیا۔ اور خبر دی کہ حضرت علیؑ کے ہاتھ پر فتح ہوگی۔ جیسا کہ بخاری و مسلم میں ہے۔ اور حضرت علیؑ نے قلعہ کا دروازہ اپنی پشت پر اُٹھایا اور جملہ مسلمین اُس پر چڑھ کر گذر گئے اور تب اُنہوں نے فتح پائی۔ اُس کے بعد جب اُنہوں نے دروازہ کو کھینچا تو چالیس اشخاص کے بغیر نہ اُٹھا سکے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ حضرت علیؑ نے دروازہ خیبر کو ڈھال کی طرح اپنے واسطے ہاتھ میں رکھا اور جب تک جنگ کرتے رہے دروازہ ہاتھ میں رہا۔ تا اینکہ اللہ تعالیٰ نے اُس کے ہاتھ پر ہی فتح کردی۔ جب حضرت علیؑ نے دروازہ پھینک دیا تو آٹھ آدمیوں نے ارادہ کیا کہ ہلا کر اُلٹائیں مگر قادر نہ ہو سکے۔ اسی طرح تاریخ الخلفاء صفحہ ۱۱۴ میں ہے۔ اور روضۃ الاحباب جلد اول صفحہ ۲۶۳ میں ہے۔ حضرت علیؑ نے خیبر کا دروازہ اپنے سر کے پیچھے اسی ۸۰ بالشت دور پھینک دیا۔ الخ خصائص سیوطی جلد ۱ صفحہ ۲۵۱ میں ہے کہ بخاری و مسلم نے سلمہ بن اکوع سے روایت کی ہے۔ حضرت علیؑ

لہ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ جلد ۵ صفحہ ۵۶۷ طبع مصر میں حضرت جابر انصاری سے روایت ہے۔ ان علی بن ابی طالب حمل الباب یوم خیبر حتی صعد المسلمون علیه و بعد ذلک لم یحمله اربعون رجلا۔ و کذا فی کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۳۹۸ و منتخب کنز العمال برحاشیہ مسند احمد وغیرہ متعدد کتب فلک النجاۃ ہے مگر اس جگہ اتنا فرق ہے کہ چالیس آدمی بھی اس دروازہ کو نہ اُٹھا سکے۔ اور سیرۃ ابن ہشام برحاشیہ روض الانف طبع مصر جلد ۲ صفحہ ۲۳۹ بسند با اسناد ابن اسحٰق مروی ہے کہ در خیبر کو علیؑ نے بمنزلہ ڈھال کے ہاتھ میں رکھا اور جنگ کرتے رہے تاکہ فتح ہو گئی اور اس دروازہ کو آٹھ آدمی اِدھر اُدھر نہ پھیر سکے تھے اور سیرت ابن دحلان برحاشیہ سیرۃ حلبیہ طبع مصر جلد ۲ صفحہ ۲۴ میں اس دروازہ خیبر کی نسبت لکھا اس کو ستر آدمی مشکل سے حرکت دے سکتے تھے بیہقی کی روایت سے ستر آدمی چالیس آدمی اس کو نہ اٹھا سکتے تھے لکھا ہے وکذا فی السیرۃ الحلبیہ جلد ۳ صفحہ ۴۴ ... اسی طرح یحبه اللہ ورسوله یفتح اللہ علی یدیه بخاری طبع مصر جلد ۲ صفحہ ۱۰۳، ۱۰۰ و جلد ۳ صفحہ ۳۲ میں ہے اور اسی طرح عینی شرح بخاری جلد ۸ صفحہ ۲۳۲ و صفحہ ۵ میں با اسناد ابن اسحاق مغیرہ زیادہ تیس بغل ردکنو از غیر فرار مروی ہے اور مسند احمد ابی رافع اور ابی سعید خدری سے مروی ہے۔ اور اسوۃ الرسول مؤلفہ سید اولاد حیدر صاحب بلگرامی۔ جلد ۳ صفحہ ۷۶ میں زرقانی شرح مواہب لدنیہ طبع مصر جلد ۲ صفحہ ۲۵۷ سے منقول ہے حدیث لاعطین الرایۃ غدا الخ میں آیت قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ کی طرف اشارہ ہے پس گویا حضرت صلعم نے اشارہ فرمایا کہ حضرت علیؑ تمام اتباع کامل تبع نبیؐ کے ہیں تاکہ خدا و رسول کے محبوب ہو گئے ہیں اسی واسطے علیؑ کی محبت ایمان کی علامت ہے اور اُن کا بغض نفاق کی علامت ہے۔ اس کے بعد حدیث صحیح مسلم کی بیان کی جو فلک النجاۃ میں

تخلف عن النبی صلعم فی خیبر وکان رمدًا فقال انا اتخلف عن رسول اللہ صلعم فخرج فلحق بہ فلما کان مساء اللیلۃ التی فتح اللہ فی صباحہا قال رسول اللہ لاعطین الرایۃ غدًا رجلاً یحبہ اللہ ورسولہ یفتح اللہ علیہ فاذا نحن بعلی علیہ السلام وما نرجوہ فقالوا ھذا علیؑ فاعطاہ الرایۃ ففتح اللہ علیہ وفی مسلم فبصق فی عینیہ فبرأ۔ وفی معارج النبوۃ لاعطین الرایۃ غدًا رجلاً کرارًا غیر فرار یحب اللہ ورسولہ ویحبہ اللہ ورسولہ یفتح اللہ علی یدیہ وکذا فی الاستیعاب علی الاصابۃ بلفظ رجلاً یحب اللہ ورسولہ ویحبہ اللہ ورسولہ لیس بفرار یفتح اللہ علی یدیہ وکذا فی روضۃ الاحباب بزیادۃ کرار غیر فرار وکذا فی مسند احمد وفی روضۃ الاحباب ابوبکر و عمر یک یک روز و دو روز بہ خیبر رفتند و بے فتح واپس آمدند۔ وفی روضۃ الاحباب وبعدہ پیغمبرؐ زرہ خود را در وے (علیؑ) پوشانید و ذوالفقار بر میانش بست و علم بدست او داد و روانہ گردانید فی الصحیح البخاری لاعطین الرایۃ رجلاً یفتح علی یدیہ فقاموا یرجون لذٰلک ایہم یعطی

خیبر کے موقعہ پر بسبب آنکھ دکھنے کے نبیؐ سے پیچھے رہے تھے فرمایا میں رسول اللہؐ سے مجبور آ رہا ہوں پھر پیچھے خروج کیا۔ اور نبیؐ کے ساتھ شامل ہو گئے۔ جب اُس رات کی شام ہوئی جس کی صبح میں اللہ تعالیٰ نے فتح دی تو رسول اللہؐ نے فرمایا۔ میں ضرور کل کے دن ایسے آدمی کو جھنڈا دوں گا جس کو اللہ اور رسول اُس کا دوست رکھتا ہے۔ اُس کے ہاتھ پر اللہ فتح کرے گا۔ پس ہم نے اچانک حضرت علیؑ کو دیکھا حالانکہ مجھے اس کی کوئی امید نہ تھی۔ لوگ کہنے لگے علیؑ آ گیا۔ پس نبیؐ نے جھنڈا اُسی کو عطا فرمایا۔ اور اللہ نے اُس کو فتح دیدی۔ اور صحیح مسلم جلد ۲ صفحہ ۱۱۵ و بخاری طبع مصری جلد ۳ صفحہ ۳۲ میں ہے۔ کہ نبی علیہ السلام نے اپنا لعاب دہن حضرت علیؑ کی آنکھوں میں ڈالا اور فوراً آشفا ہوئی (وکذا فی السیرۃ الحلبیۃ جلد ۳ صفحہ ۴۱ و معارج النبوۃ صفحہ ۲۱۳ میں ہے۔ میں ضرور کل روز ایسے شخص کو جھنڈا دوں گا جو پھر پھر کر لڑنے والا ہے۔ بھاگنے والا نہیں۔ اللہ اور رسولؐ کو دوست رکھتا ہے اور وہ اُس کو دوست رکھتے ہیں۔ اللہ اُس کے ہاتھ پر فتح کرے گا۔ اسی طرح استیعاب بر اصابہ جلد ۳ صفحہ ۳۶ میں ہے جس کے الفاظ وہی ہیں۔ اور اسی طرح روضۃ الاحباب جلد ۱ صفحہ ۲۶۲ و مسند احمد جلد ۱ صفحہ ۹۹ طبع مصر میں بھی ہے۔ اور روضۃ الاحباب جلد ۱ صفحہ ۲۶۲ میں ہے کہ ابوبکر و عمر ایک ایک یا دو دو روز خیبر میں جا کر ہزیمت کھا کر واپس ہوئے۔ اور روضۃ الاحباب جلد ۱ صفحہ ۲۶۲ میں ہے۔ اس کے بعد پیغمبرؐ نے اپنی زرہ حضرت علیؑ کو پہنائی اور ذوالفقار اُن کی کمر پر باندھی اور جھنڈا اُس کے ہاتھ میں دیا اور روانہ کیا۔ اور صحیح بخاری جلد ۲ صفحہ ۹۶ میں ہے۔ کل روز میں ایسے شخص کو جھنڈا دوں گا جس کے ہاتھوں پر فتح ہو گی تب لوگ کھڑے ہوئے اور امید رکھتے تھے کہ جھنڈا کس کو ملتا ہے۔

لہ کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۳۹۴ و تاریخ طبری جلد ۲ صفحہ ۳۰۰ میں بعینہ یہی مضمون بروایت ابن ابی شیبہ و احمد و ابن ماجہ و طبرانی و حاکم و بیہقی فی الدلائل و ضیاء مقدسی و بزار و ابن جریر کے ہے۔ اور اُس نے تصحیح بھی کی ہے بالفاظ لیس بفرار وکذا فی صفحہ ۴۵ اور صفحہ ۳۹۵ میں بروایت دارقطنی و خطیب بروایۃ مالک وابن عساکر عمر بن خطاب سے مرفوعاً مروی ہے۔ فرمایا رسول اللہؐ نے جھنڈا اُس کو دوں گا جو کرار (تا اینکہ کہا) غیر فرار ہو گا جبرئیل اُس کے دائیں اور میکائیل اُس کے بائیں جانب ہو گا اسی طرح سیرہ حلبیہ جلد ۳ صفحہ ۴۱ میں بھی ہے۔ اور کنز العمال جلد ۵ صفحہ ۲۸۳ میں بسند حضرت علیؑ سے مروی ہے۔ سار رسول اللہ صلعم الی خیبر فلما اتاھا رسول اللہ صلعم بعث عمر ومعہ الناس الی مدینتہم والی قصرہم فقاتلوہم فلم یلبثوا ان ھزموا عمر واصحابہ فجاء یجبنہم ویجبنونہ فساء ذٰلک رسول اللہ صلعم فقال لابعثن علیہم رجلاً یحب اللہ ورسولہ ویحبہ اللہ ورسولہ یقاتلہم حتی یفتح اللہ لہ لیس بفرار (الی ان قال) ابن خلیع فقالوا ھو ارمد قال ادعوہ۔ الحدیث۔ یعنے حضرت علیؑ فرماتے ہیں کہ رسول خداؐ خیبر کی طرف تشریف لے گئے تو امیر عمر کو ایک لشکر دیکر قلعہ خیبر کی طرف جنگ کے لئے بھیجا انہوں نے جنگ کی مگر بہت تھوڑی ہی دیر میں ہزیمت خوردہ واپس آئے۔ ایسی حالت میں کہ امیر عمر صاحب لشکر کو بزدل کہتا تھا اور وہ اُس کو بزدل کہتے تھے۔ یہ بات رسول خداؐ کو بُری معلوم ہوئی اور فرمایا کہ میں خیبر کے لوگوں پر ایسا آدمی بھیجوں گا جو خدا اور رسول خدا کو دوست رکھتا ہے اور وہ اُس کو دوست رکھتے ہیں۔ وہ اُن سے جنگ کرے گا یہاں تک کہ خدا اس کو فتح دے گا وہ ایسا نہیں جو بھاگ جائے (باقی حاشیہ صفحہ ۴۵۵ پر دیکھو)

علیؑ کی صفت بیان فرمائی جب جنگ خیبر میں لڑائی کے لئے ان کو سردار بنا کر بھیجا ہے پ ۲۲ صفحہ ۲۶ میں اس حدیث کو لکھا ہے یہی تحریر کیا کہ پہلے ایک دن ابوبکر صدیق کو لشکر دیکر بھیجا لیکن وہ خالی لوٹ کر آئے۔ قلعہ فتح نہیں ہوا۔ پھر دوسرے دن حضرت عمر کو بھیجا ان کا بھی یہی حال ہوا۔ آخر شب کو یہ حدیث فرمائی اور صبح حضرت علیؑ کو بلا کر جھنڈا ان کے ہاتھ میں دیا انہوں نے فتح کر دیا۔ (تحریر مختصر)

جنگ خیبر میں علیؑ پیچھے رہے اور بعد میں جاملے

کرار غیر فرار کی روایت

سلہ اسنی المطالب مؤلفہ محمد جزری صاحب حصن حصین مطبوعہ مکہ مکرمہ صفحہ ۵۰ میں روایت لیس بفرار نقل کر کے لکھا رواہ ابن ماجہ فی سننہ۔ اور سیرۃ ابن ہشام مطبوعہ مصر بر حاشیہ روض الانف جلد ۲ صفحہ ۲۳۹ میں باسناد ابن اسحاق انہی الفاظ سے مروی ہے اور سیرۃ حلبیہ طبع مصر جلد ۳ صفحہ ۴۱ میں یحب اللہ ورسولہ لا یولی الدبر کے الفاظ سے مروی ہے اور ان الفاظ سے لیس بفرار و کرار غیر فرار بھی اس میں مروی ہے۔ وکذا فی الخصائص للنسائی طبع مصر صفحہ ۲۳ وفی صفحہ ۵ ... شد فیہ رجع ابوبکر و عمر ولم یفتح لہ و اصاب الناس شدۃ وجہد ...

لوگ منتظر ہوئے ۔ حضرتؐ نے فرمایا علیؑ کہاں ہے؟ کہا گیا وہ درد چشم سے بیمار ہے فرمایا اُس کو بلاؤ۔ حضرت علیؑ فرماتے ہیں۔ میں آیا۔ الخ اس کو ابن ابی شیبہ اور بزار نے روایت کیا ہے اور اسناد اس کا حسن ہے۔ انتہیٰ ناظرین غور فرمائیں کہ اوصاف بیان فرمودۂ نبیؐ اگر امیر عمر میں ہوتے تو اس تفصیل سے فصل ممیز کے طور پر آنحضرت علیہ السلام بالخصوص حضرت علیؑ کے حق میں ایسے مقابلہ و موازنہ کے موقع پر ظاہر نہ فرماتے۔ مگر جب امیر عمر کے فعل پر ناراض ہو کر بیان فرمایا کہ اگر اس نے ایسا کیا ہے تو کل روز اُس کو علم دوں گا جو بر خلاف اس کے اور اس کے پہلے کے صفات میں ہوگا۔ جو بیان فرمائیں اور علیؑ کو بھیجا۔ موازنہ میں صرف یہی حدیث کافی ہے جس پر کوئی جرح نہیں۔ اور مشاہد طبع نول کشور ص $\frac{85}{89}$ میں ہے کہ آنحضرتؐ نے ناکامیابی ابی بکر و عمر کے بعد فرمایا۔ میں کل روز اُس کو علم دوں گا جو کرار غیر فرار ہے۔ تا اینکہ کہا۔ تا اینکہ کہا۔ امیر عمر کہتے ہیں مجھے بڑا شوق تھا کہ مجھے ملے مگر علیؑ کو ملا اور مجھے نہ ملا نبی صلعم نے صحابہ کی صف دیکھی اور مقصود یہی تھا کہ یہ سمجھیں کہ ص ۲

ــــه قولہ کرّار۔ بالفتح و تشدید را اول باز گردندہ و باز گرداننده و بہ تکرار حملہ برندہ و ازیں جاست لقب حضرت علیؑ زیرا کہ آں حضرت در جنگ بر صف اعدا بار بار حملے بردند و ہیچ اندیشہ نکردند۔ از منتخب و لطائف وغیرہما۔ غیاث اللغات۔ ۱۲ مؤلف عفی اللہ عنہ۔

ــــه حاشیہ متعلقہ ص ۴۵۲۔ روضۃ الاحباب جلد ا ص ۲۱۹ میں ہے کہ حضرت علیؑ نے ضرار نامی کافر ہمراہی عمرو بن عبدود کو حملہ کر کے بھگایا اس کے بعد حضرت عمر نے تعاقب کیا تو ضرار نے مڑ کر برچھی کا مؤثر وار کیا۔ پھر ہاتھ روک لیا اور کہا میرے اس احسان کو جو کیا ہے یاد رکھنا۔ حضرت عمر احسان فراموش نہیں تھے کبھی میدان جنگ میں نہ کسی کافر کو ملا اور نہ ان سے کبھی زخم کھایا۔ کسی نے تنگ کیا تو راہ فرار اختیار کیا۔ بہادر کا کام بھی اتنا ہی ہے۔ اسی غزوہ خندق کے بیان میں صاحب معارج النبوۃ مطبوعہ لکھنؤ رکن چہارم ص ۱۶۱ و مطبوعہ نول کشور ص ۱۵۵ میں اور صاحب روضۃ الصفا جلد ۲ ص $\frac{129}{130}$ میں لکھتے ہیں ۔ اس موقع پر حضرت عمر نے اس کے متعلق بیان کیا کہ ایک دن ہم طائفہ قریش کے ساتھ جس میں عمرو بن عبدود بھی تھا جا رہے تھے۔ ناگاہ ہزار ڈاکوؤں نے ہمارا راستہ روک لیا تو پھر اسی عمرو بن عبدود نے اونٹ کا بچہ بجائے سپر ڈھال کے ہاتھ میں لے کر ان ڈاکوؤں پر حملہ کیا اور وہ سب ڈاکو بھاگ گئے۔ عمرو بن عبدود کافر کی اتنی بڑی بہادری کا رعب جو حضرت عمر کے دل کو دہلا رہا تھا دوسروں کو سنا کر مسلمانوں کو مرعوب کر رہے تھے کہ جب خود مقابلہ پر نہ جا سکے چاہا کہ اور بھی اس کے سامنے کوئی نہ جائے اور حیوۃ الحیوان جلد ا ص ۲۴۹ ترجمہ حیدرہ میں ہے۔ وجاء فی بعض الروایات لما علیہا ولما بارز عمرو و قال رسول اللہ ص الیوم برز الایمان کلہ الی الشرک کلہ۔ یعنی جب علیؑ عمرو بن عبدود کے مقابلہ میں نکلے رسول خداؐ نے فرمایا آج ایمان کل شرک کل کی طرف نکلا ہے۔ اور روضۃ الاحباب وغیرہ میں ہے اصحاب نبی عمرو کی بہادری سن کر ایسے سُن ہو گئے گویا اُن کے سروں پر پرندے ہیں کہ حرکت سے اُڑ جائیں گے۔ مبارزۃ علی یوم الخندق افضل۔ الخ۔ بحوالہ مدارج النبوۃ جلد ۲ صفحہ ۲۱۳۔ اسی طرح تفسیر کبیر جلد ۸ ص ۲۳ میں ہے اور کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۱۵۳ میں بذیل آیت تلک الرسل فضلنا۔ لکھا ہے نبیؐ نے حضرت علیؑ کو محاربہ عمرو بن عبدود کے بعد فرمایا تم نے اپنے نفس کو اُس وقت کیسا پایا حضرت علیؑ نے عرض کی میں نے ایسا پایا کہ اگر سارے شہر کے آدمی ایک طرف ہوں اور میں ایک طرف تو بھی ان پر قدرت جنگ رکھتا ہوں۔ الخ ۱۲ مترجم۔

ــــه عمرو بن عبدود کا عرب میں اکیلے ہزار مرد کے برابر شمار ہونا قریباً سب کتب تاریخ میں مذکور ہے۔ لیکن شتر بچہ کا ہاتھ میں لینا صرف روضۃ الصفا مطبوعہ نول کشور جلد ۲ ص $\frac{129}{130}$ میں مروی ہے۔ مدارج میں اتنا ہے کہ عمرو نے ہزار ڈاکوؤں سے مقابلہ کیا اور اپنے قافلہ کو بچا لیا۔ اور روضۃ الاحباب جلد ا میں وہ مضمون ہے جو اصحاب نبی کے حواس باختہ ہو گئے کانہم علی رؤسہم الطیور جس کا ترجمہ لکھا گیا ہے اور اس میں یہ بھی ہے کہ تین بار عمرو بن عبدود نے پکارا ھل من مبارز کہا یعنی کوئی ہے جو میرے ساتھ جنگ کرنے والا ہو۔ مگر کسی نے جواب نہ دیا فقط حضرت علیؑ ہی نے ہر بار رسولؐ سے جنگ کی اجازت چاہی مگر نبیؐ نے برائے امتحان صحابہ اجازت نہ دی۔ انتہیٰ۔ اسی طرح سیرۃ حلبیہ طبع مصر جلد ۲ ص ۳۱۸ میں ہے نیز اس میں ہے کہ نبیؐ نے علیؑ کو ذوالفقار دی زرہ پہنائی اپنا عمامہ پہنایا اور دعا فرمائی خدایا اس کی اعانت فرما بدر میں تو نے مجھ سے عبیدہ کو لیا احد کے دن حمزہ کو لیا اب یہ ایک علی میرا بھائی چچا کا بیٹا ہے پس مجھے تو اکیلا نہ بنا اور تو ہی سب وارثوں سے اچھا وارث ہے۔ انتہیٰ ۱۲ مترجم

فغدوا وکلہم یرجوان یعطی۔ وفیہ فی روایۃ کلہم یرجوان یعطاہا۔ فی الخصائص للنسائی بعث ابابکر و عمر لہ الرایۃ فرجع و بعث عمر و عقد لہ لواء فرجع بالناس فقال لاعطین الرایۃ۔ الحدیث۔

پس انہوں نے ایسی حالت میں صبح کی کہ سب جھنڈا ملنے کے امیدوار تھے اور بخاری کے ص ۳۸۶ میں ہے۔ کہ ایک روایت میں ہے سب امیدوار تھے کہ جھنڈا انہیں دیا جائے گا۔ اور خصائص نسائی ص ۱۱ (طبع مصر) میں ہے۔ نبی علیہ السلام نے ابوبکر صاحب کو خیبر میں بھیجا اور جھنڈا دیا وہ بھی بمعہ لشکر خالی واپس آیا پس فرمایا میں کل روز اُس کو جھنڈا دوں گا۔ آخر حدیث تک (خصائص طبع مصر ص ۶ میں ہے۔

فانکشف عمر واصحابہ فرجعوا الی رسول اللہ ص فقال لاعطین الرایۃ رجلا الخ۔ فیما کان من الغد تصادر

پھر عمر کو لشکر دیکر بھیجا وہ بھی مع لشکر خالی واپس آیا۔　　صحابہ کر کر کیسے حواس باختہ ہوئے

وفیہ فما منا انسان لہ منزلۃ عند رسول اللہؐ الا وھو یرجو ان یکون صاحب اللواء فدعا علیاً۔ الحدیث۔ وفی الخصائص فی ھذا الباب احادیث بالفاظ مختلفۃ۔ وفی ازالۃ الخفاء وکنز العمال عن سلمۃ بن الاکوع قال بعث رسول اللہ ابابکر الی بعض حصون خیبر فقاتل وجھد ولم یکن فتح اخرجہ الحاکم ورواہ ابن جریر۔ **فی غزوۃ حنین**۔ فی مدارج النبوۃ ومعارج النبوۃ وتاریخ الخمیس وحبیب السیر از دلاوران کہ دراں روز ثبات قدم ورزیدند علی بود وعباس۔ وفی معارج النبوۃ اصحاب کرام در محاربہ آں کافر (ابوجزول شجاع) متکبر توقف می نمودند کہ ناگاہ شیر بیشہ ہیجا (جنگ) امیر المؤمنین علیؑ متوجہ او شد وبزخم تیغ آبدار دمار از نہاد آں کافر برآورد۔ وفی کنز العمال بروایت انس لما کان یوم حنین کان اشد الناس قتالاً بین یدیؐ علی ابن ابی طالب رواہ العسکری فی الامثال۔ وفی الصحیح المسلم عن سلمۃ بن الاکوع قال غزونا مع رسول اللہؐ حنیناً فولی صحابۃ رسول اللہ۔ الحدیث۔ وفیہ عن ابن عباس قال شھدت مع رسول اللہ یوم حنین۔

اور خصائص نسائی کے صـ۱۲ میں ہے راوی کہتا ہے۔ پس ہم میں سے کوئی انسان نہیں تھا جس کی رسول اللہؐ کے پاس کچھ قدر تھی مگر وہ امید کرتا تھا کہ صاحب علم ہوگا۔ حتیٰ کہ رسول اللہؐ نے حضرت علیؑ کو بلایا۔ اور خصائص کے اس باب میں بالفاظ مختلفہ بہت احادیث ہیں۔ اور ازالۃ الخفا جلد ۲ صـ۱۴۱ میں سلمہ بن اکوع سے مروی ہے کہ رسول اللہ نے ابوبکر کو بعض قلعہ خیبر کی طرف بھیجا اور اُس نے قتال وکوشش کی مگر فتح نہ ہوئی۔ اس کو حاکم وابن جریر نے روایت کیا۔ اسی طرح کنز العمال جلد ۵ صـ۲۸۳ میں ہے۔ **غزوہ حنین**۔ مدارج النبوۃ جلد ۲ صـ۴۰۸ ومعارج النبوۃ رکن ۴ صـ۲۶۱/۲۴۲ وتاریخ الخمیس جلد ۲ صـ۱۰۲ وحبیب السیر جلد ۱ صـ۳۰/۶۵ میں ہے۔ کہ بہادروں سے جو اُس دن ثابت قدم رہے حضرت علیؑ وعباسؓ تھے۔ اور معارج النبوۃ رکن ۴ صـ۲۶۴ میں ہے۔ اصحاب کرام نے ابوجزول شجاع متکبر کافر کے جنگ میں توقف کیا کہ اچانک شیر جنگ امیر المؤمنین حضرت علیؑ اُس کی طرف متوجہ ہوئے اور تلوار آبدار کے زخم سے اُس کمینے کا دماغ نکال دیا۔ کنز العمال جلد ۵ صـ۳۰۶ میں بروایت انس مروی ہے۔ کہ جب حنین کا دن تھا تو حضرت علیؑ حضرت نبیؐ کے آگے جنگ کرنے میں سب لوگوں سے سخت تھے۔ اس کو عسکری نے امثال میں روایت کیا ہے۔ اور صحیح مسلم جلد ۲ صـ۱۰۱ میں سلمہ بن اکوع سے مروی ہے۔ ہم نے ہمراہی رسول خداؐ حنین میں جنگ کی پس صحابہ رسول اللہ صلعم کے پیٹھ پھیر کر بھاگ گئے آخر حدیث تک۔ اور اُسی میں ابن عباس سے مروی ہےؓ میں رسول اللہؐ کے ساتھ حنین کے دن حاضر تھا

ـــــــــــــ

؎ رسالۃ المرتضی مؤلفہ مولوی عبد الرحمن امرتسری سنی میں معارف ابن قتیبہ سے منقول ہے کہ حنین کی جنگ میں ہزیمت کے بعد جو رسولؐ کے ساتھ ثابت قدم رہے وہ حضرت علیؑ اور عباس بن عبد المطلب وابو سفیان بن حارث بن عبد المطلب اور اس کا بیٹا اور فضل بن عباس وابن ام ایمن وربیعہ بن حارث بن عبد المطلب واسامہ بن زید ہیں گویا اپنا کنبہ وقبیلہ رسول خدا صلعم کا ثابت قدم رہا باقی غیر سب چلتے بنے اسی طرح کنز العمال جلد ۵ صفحہ ۳۰۴ میں اور منتخب کنز العمال برحاشیہ مسند احمد جلد ۴ صـ۱۷۱ میں بھی ہے۔ العقد الفرید جلد ۳ صفحہ ۲۸۴ میں بہ تفسیر آیت ثم انزل اللہ سکینتہ علیٰ رسولہ وعلی المؤمنین لکھا ہے الناس جمیعاً انھزموا یوم حنین فلم یبق مع رسول اللہؐ الا سبعۃ نفر من بنی ھاشم علیؑ یضرب بسیفہ بین یدی رسول اللہؐ والعباس اخذ بلجام بغلۃ رسول اللہ والخمسۃ محدقون خوفا من ان ینالہ من جراح القوم شیٔ حتی اعطی اللہ لرسولہ الظفر فالمؤمن فی ھذا الموضع علیؑ خاصۃ ثم من حفہ من بنی ھاشم۔ الخ یعنی کل لوگ حنین کے دن بھاگ گئے رسولؐ کے ساتھ فقط بنی ہاشم کے سات آدمی باقی رہ گئے حضرت علی رسولؐ کے آگے تلوار چلاتے رہے اور عباس لگام خچر رسول کی تھامے رہے اور پانچ باقی حضرتؐ کے گرد حلقہ باندھے رہے کہ کوئی زخم حضرت کو نہ پہنچے حتیٰ کہ خدا نے رسولؐ کو فتح دی پس اس آیت میں مؤمن مورد سکینہ خاص حضرت علیؑ ہیں پھر باقی ہمراہی مذکورین معاونین۔ صحیح مسلم جلد ۲ صـ۱۰۱ و بخاری طبع مصر جلد ۲ صـ۹۲۔ ۹۸۔ ۱۱۰ و جلد ۳ صفحہ ۴۱۔ اور نسیم الریاض جلد ۲ صفحہ ۵۳ میں براء بن عازب سے روایت ہے کسی نے اس سے پوچھا فررتم عن رسول اللہؐ یوم حنین۔ فقال البراء ولکن رسول اللہؐ لم یفر۔ اور نسیم الریاض میں تصریح ہے قال نعم لکن رسول اللہ لم یفر۔ یعنی براء اقرار کرتے ہیں کہ ہاں ہم لوگ حنین کے دن مفرور ہوگئے مگر رسولؐ ثابت قدم رہے نہ بھاگے وکذا فی تفسیر ابن جریر جلد ۱۰ صـ۶۳ والنیسابوری جلد ۱۰ صفحہ ۶۲ والدر المنثور جلد ۳ صفحہ ۲۲۵ باسانید کثیرۃ۔ نیز دیکھو صفحہ آئندہ فلک النجاۃ۔

عبد اللہ بن مسعود اور نبی علیہ السلام نے عباس کو حکم دیا میرے اصحاب کو اس آواز سے پکار یامعشر الانصار یا اصحاب السمرۃ یا اصحاب سورۃ البقرۃ انما سیجا ہے براصابہ جلد ۳ صـ۹۶ طبع مصر میں سات آدمیوں کا باقی رہنا شمار کیا ہے مگر تاہم اصحاب ثلاثہ ان میں نہیں لکھے۔ ایک روایت میں حضرت عمر کا نام لکھا مگر آخر میں اُس کو رد کر دیا۔ اور مثل عبارت معارج النبوۃ کے زاد المعاد ابن قیم جلد ۱ صـ۴۶۵ میں ہے۔ ۱۲ مترجم۔

فلما التقی المسلمون والکفار ولی المسلمون مدبرین فطفق رسول اللہؐ یرکض بغلتہ قبل الکفار و انا اٰخذ بلجام بغلۃ رسول اللہؐ اکفہما ارادۃ ان لا تسرع وابو سفیان بن الحارث اٰخذ برکاب رسول اللہؐ فقال رسول اللہ لعباس ناد اصحاب السمرۃ (ھی الشجرۃ التی بایعوا النبیؐ تحتہا یوم الحدیبیۃ) فقال عباس وکان رجلاً صیّتاً فقلت باعلیٰ صوت این اصحاب السمرۃ۔ الحدیث۔ ھکذا فی روضۃ الصفاء وتاریخ الطبری۔

اقول قد اوّل صاحب المرقاۃ نعوضنا تاویلاً لا یجاب بہ فانہ قال مدبرین لکن مقبلین الی رسول اللہؐ یا للعجب انہم ان کانوا مقبلین الیہ علیہ السلام فلم ناداھم عباس بامرہ علیہ السلام فلو یریاھم ھذا۔

فی غزوۃ الطائف

خلاصہ ما فی معارج النبوۃ۔ آنگاہ امیر المؤمنین علیؑ با آں مخالف در میدان در آمد و امیر آنرا کرد ند و ہم بتخانہ را شکست و فتح یافت واعتراض کرد عمر بر مناجات حضرت علیہ السلام با علیؑ۔ وقال النبیؐ ما انا جیتہ ولکن اللہ انجاہ۔ خصائص السیوطی۔ اخرج ابن سعد عن الحسن قال حاصر رسول اللہؐ اھل الطائف فقال عمر یا نبی اللہ ادع علیٰ ثقیف قال ان اللہ لم یاذن لی فی ثقیف قال فکیف نقاتل فی قوم لم یاذن اللہ فیہم فارتحلوا۔ الحدیث فثبت من ھذا الحدیث انہ علیہ السلام لم یقاتل فی الطائف وارتحل بدون القتال وحصل الفتح بلا محاربۃ[۱]۔

جب مسلمانوں اور کافروں کا مقابلہ ہوا تو مسلمین پیٹھ پھیر کر واپس ہو گئے اور رسول علیہ السلام اپنے خچر کو زور سے کفار کی طرف چلاتے تھے اور میں رسول اللہ کے خچر کی لگام پکڑے ہوئے تھا اور اسے تھام رہا تھا تاکہ وہ تیزی نہ کرے اور ابو سفیان بن حارث رسول اللہؐ کی رکاب کو پکڑے ہوئے تھا پس رسول اللہؐ نے فرمایا اے عباس اصحاب سمرہ کو بلاؤ (یعنی اُن اصحاب کو جنہوں نے بیری کے درخت کے نیچے بیعت کی تھی کہ لڑ مریں گے اور فرار نہ کریں گے۔ انہیں یاد دلاؤ کہ اب وہ وعدہ کہاں گیا۔ یہ بیعت حدیبیہ کے موقع پر ہوئی تھی) عباس نے کہا اور وہ مرد بلند آواز تھا۔ کہ میں نے بلند آواز سے پکارا۔ اے اصحاب سمرہ تم کہاں گئے ہو۔ اسی طرح روضۃ الصفا جلد ۲ صفحہ ۱۴۹ تاریخ طبری جلد ۳ صفحہ ۱۲۸ اور سیرۃ ابن دحلان برحاشیہ سیرۃ حلبیہ طبع مصر جلد ۲ صفحہ ۳۴۸ میں اسی طرح ہے اور اسمیں یا اصحاب سورۃ البقر بھی ہے اور یہ الفاظ بھی ہیں کہ سب کچھ یاد دلانے پر فلم ار الناس یلوون علیٰ شیٔ یعنی کسی بات پر بھی صحابہ پھر کر نہ دیکھتے تھے اور اسی طرح سیرۃ حلبیہ جلد ۳ صفحہ $\frac{124}{125}$ میں بھی نقل ہے) میں ہے میں کہتا ہوں (قول مؤلف) بالتحقیق صاحب مرقاۃ نے اس جگہ ایسی تاویل کی ہے جو قابل اعتبار نہیں اُس نے کہا ہے مراد مدبرین سے یہ ہے کہ رسول اللہؐ کی طرف متوجہ ہو کر آ رہے تھے۔ بڑا تعجب ہے کہ اگر صحابہ آنحضرت کی طرف متوجہ تھے تو عباس نے بامر نبیؐ اُن کو کیوں بلایا تھا۔ کیا حضرت صلعم و عباس دونوں نے اُن کو نہیں دیکھا تھا۔ پھر درخت کی بیعت یاد دلانے کا اور بلند آواز سے پکار کا کیا مطلب تھا۔ توجہ سے اس پر غور کرو

غزوہ طائف

۔ معارج النبوۃ رکن ۴ صفحہ ۱۱۸ کا خلاصہ یہ ہے۔ اُس وقت امیر المؤمنین علی علیہ السلام اُس مخالف کے مقابلہ پر میدان میں آئے اور علیؑ کو سپاہ سالار و امیر لشکر بنایا گیا بتخانہ کو بھی اُس نے توڑا اور فتح پائی۔ امیر عمر نے حضرت نبی صلعم پر اعتراض کیا کہ علیؑ سے اس قدر سرگوشی کیوں کرتے ہو۔ نبی صلعم نے فرمایا میں نے علیؑ کے ساتھ اپنی طرف سے سرگوشی اور خفیہ گفت و گو نہیں کی بلکہ اللہ تعالیٰ نے علیؑ سے سرگوشی فرمائی ہے۔ یعنی میں نے بحکم الٰہی اس طرح کیا ہے۔ خصائص سیوطی جلد ۱ صفحہ ۲۶۲ میں ہے۔ ابن سعد نے حسن سے روایت کی رسول علیہ السلام نے اہل طائف کو محصور کر لیا تو امیر عمر نے کہا اے رسول اللہؐ ثقیف پر دعا کرو فرمایا تحقیق اللہ تعالیٰ نے ثقیف کے حق مجھے رخصت نہیں دی۔ نیز فرمایا ہم کس طرح اُس قوم میں جنگ کریں جن کے لئے اللہ تعالیٰ نے اذن نہیں دیا پس کوچ کر گئے۔ الحدیث۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ طائف میں نبی علیہ السلام نے جنگ نہیں کی اور قتال کے بغیر کوچ کیا اور جنگ کے بغیر فتح حاصل کر کے واپس ہوئے

[۱] غرضیکہ تمام غزوات میں سے حنین کی جنگ آخر میں ہوئی اس میں بھی صحابہ کا فرار قرآن و اخبار میں ثابت ہے گویا سارے غزوات میں بھاگتے رہے اور حنین کے بعد جنگ کی ضرورت نہیں پڑی۔ ۱۲ مترجم۔

فصل - فی بیان فرار الخلفاء الثلاثۃ فی المغازی - ایھا الاخوان الاخبار تنادی باعلیٰ صوت علی ان علیاً لم یفر فی غزوۃ قط بل ثبت و استقر و حارب الکفار و قتلھم و خذلھم و فتح اللہ علی یدیہ ما لم یفتح علی ید احد و اما سائر الخلفاء فقد فر بعضھم فی غزوۃ و بعضھم فی غزوۃ اخریٰ کما ستریٰ انشاء اللہ - فی ازالۃ الخفا و اخرج البخاری من حدیث ابن عمر اما فرارہ (ای فرار عثمان) من احد فانا اشھد ان اللہ قد عفی عنہ وفیہ اخرج البخاری فی قصۃ حمراء الاسد تلاوت عائشۃ فانتدب منھم (ای بادروا الی الاجابۃ) سبعون رجلاً فیھم ابوبکر و زبیر و کذا فی تفسیر ابن کثیر و فی تاریخ الخلفاء و تفسیر ابن کثیر و ازالۃ الخفاء عن عائشۃ قال ابوبکر الصدیق لما جال (تفرق) الناس عن رسول اللہ یوم احد کنت اول من فاء (رجع) فبصرت بہ من بعد الحدیث - اخرجہ الحاکم و فی کنز العمال مسند الصدیق عن عائشۃ قالت کان ابوبکر اذا ذکر یوم احد بکیٰ ثم قال ذاک کلہ کان یوم طلحۃ ثم انشاء یحدث قال کنت اول من فاء یوم احد - الخ رواہ الطبرانی فی الاوسط و ابن سعد و ابن سنی والشاشی والبزار و ابن حبان والدارقطنی فی الافراد و ابونعیم فی المعرفۃ و ابن عساکر و الضیاء - وفی کنز العمال و ازالۃ

فصل - خلفاء ثلاثہ کا مغازی میں فرار - اے برادران اہل ایمان اخبار تواریخی بلند آواز سے پکار رہی ہیں کہ حضرت علیؑ کسی جنگ میں ہرگز مفرور نہیں ہوئے بلکہ ثابت قدم اور جمے رہے اور کفار سے لڑتے رہے اور کفار کو قتل اور خوار کیا اور اللہ تعالےٰ نے حضرت علیؑ کے ہاتھوں پر فتح کی جو کسی کے ہاتھ پر فتح نہ ہوئی تھی - اور باقی خلفاء کوئی کسی جنگ میں کوئی کسی جنگ میں بھاگ گئے - جیسا کہ انشاء اللہ تجھے معلوم ہوگا - ازالۃ الخفا جلد اول صـ۱۶۸ میں ہے - بخاری نے ابن عمر سے روایت کی ہے کہ اُحد میں امیر عثمان کا فرار ہوا میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالےٰ نے اُسے معاف کر دیا - اور صـ۱۶۸ میں ہے کہ بخاری نے قصہ حمراء اسد میں بی بی عائشہ سے روایت کیا ہے کہ جنگ احد میں جنہوں نے واپس لوٹنے میں سبقت کی وہ ستر آدمی تھے اُن میں حضرت ابوبکر و زبیر بھی تھے اسی طرح تفسیر ابن کثیر جلد ۵ صفحہ ۳۱۹ میں ہے - اور تاریخ الخلفاء صـ۲۵ و تفسیر ابن کثیر جلد ۵ صـ۳۱۰ و ازالۃ الخفا جلد ۲ صـ۱۲ میں بی بی عائشہ سے مروی ہے کہ ابوبکر صدیق نے کہا جب لوگ رسول اللہؐ سے احد کے دن متفرق ہوئے اُن میں سے میں پہلے واپس ہوا تھا - اور میں نے نبیؐ کو دیکھ لیا - الحدیث - اس کو حاکم نے روایت کیا - اور کنز العمال جلد ۵ صـ۲۷۴ مسند صدیق میں بی بی عائشہ سے مروی ہے کہ حضرت ابوبکر جب احد کا دن یاد کرتا تھا تو روتا تھا - پھر کہا یہ سب طلحہ کا دن تھا پھر ابوبکر صاحب بیان کرتا تھا کہ اُحد کے دن میں پہلے واپس ہوا تھا - الخ - کنز العمال میں ہے - اس کو طبرانی فی الاوسط و ابن سعد و ابن سنی و الشاشی و بزار و ابن حبان و دارقطنی فی الافراد و ابونعیم فی المعرفت و ابن عساکر و ضیاء نے روایت کیا ہے - اور ازالۃ الخفا جلد ۲ صـ۴۹ و کنز العمال جلد ۵ صـ۲۸۳ میں ہے (بتغییر یسیر) پس نہ ٹھیرے حتیٰ کہ امیر عمر اور اُس کے ساتھی ہزیمت کھا گئے اور امیر عمر کے ساتھی امیر عمر کو اور امیر عمر صاحب اُن کو بزدل کہتے اور ایک دوسرے کی طرف نامردی و بزدلی کی نسبت دیتے تھے

۱؎ ہر وجہ ابوبکر صاحب کا فرار ثابت ہے - اگرچہ واپسی میں پہلے تھے ۲؎ ابن براء سے روایت ہے احد کے دن نبیؐ کے ساتھ کل بارہ آدمی باقی رہ گئے تھے - (دیکھو بخاری طبع مصر جلد ۳ صفحہ ۱۷ - تفسیر کبیر جلد ۳ صفحہ ۵۹ میں تحت آیت و اذ غدوت من اھلک لکھا کہ حضرت نبیؐ کے ساتھ ابوبکر و علیؑ و عباس و طلحہ و سعد باقی رہ گئے تھے اور لشکر میں یہ آواز مشہور تھی ان محمداً قد قتل - جب دوسری روایت صحیحہ میں ابوبکر کا اقرار فرار اور جلد واپس ہونا ثابت ہے تو کبیر کے مطابق یہ تطبیق ہو سکتی ہے کہ جس راوی نے واپسی ابوبکر کے بعد اس کو نبیؐ کے ساتھ دیکھا اُس نے سمجھا یہ بھاگا ہی نہیں کیونکہ وہ خود بھی تو بھگوڑوں سے ہے - تاریخ خمیس جلد ۱ صفحہ ۴۳۱ میں ابوبکر صاحب کا اقرار فرار مذکور ہے اس کے بعد کہا کنت اول من جاء - تفسیر کبیر جلد ۳ صفحہ ۱۲۲ میں ہے و من المنھزمین عمر الا انہ لم یکن فی اوائل المنھزمین ولم یبعد الخ - و منھم عثمان انھزم مع رجلین من الانصار یقال لھما سعد و عقبہ انھزموا حتی بلغوا موضعاً بعیداً ثم رجعوا بعد ثلاثۃ ایام - وان ثمانیۃ من ھؤلاء کانوا بایعوہ یومئذ علی الموت ثلاثۃ من المھاجرین علیؑ و طلحۃ الخ یعنی حضرت عمر بھاگنے والوں میں سے تھے مگر پہلے پہلے بھاگنے والوں میں نہ تھے اور بہت دور بھی نہ گئے البتہ عثمان اور دو انصاری بہت دور بھاگ گئے اور تین دن بعد واپس ہوئے - اور حضرت علیؑ ان میں تھے جنہوں نے مرنے پر حضرتؐ سے اُس دن بیعت کر لی تھی - اور روضۃ الصفاء مطبوعہ بمبئی جلد ۲ صـ۹۱ میں احد کے دن ابوبکر و عمر کے فرار کی تصریح کی ہے - ۳؎ فلم یلبثوا ان ھزموا - مقصد دوم لمع بیلی بیان غزوہ خیبر میں ہے یجبنہم یجبنون بزدل گفتن کسے را - عبارت کا مطلب یہ ہے کہ دوسرے اصحاب (باقی حاشیہ صفحہ ۴۵۹ پر دیکھو)

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۵۸) ہمراہی عمر حضرت عمر کی بزدلی بیان کرتے تھے (وجہ فرار ہزیمت میں) اور حضرت عمر دوسروں کی بزدلی ظاہر کرتے تھے۔ بہرصورت اکثر کی شہادت معتبر سمجھی جائے گی کہ حضرت عمر کی اپنی کمزوری سے ہزیمت ہوئی۔ اسی طرح تاریخ طبری جلد ۳ صفحہ ۹۳ میں ہے اب دیکھنا یہ ہے کہ لشکر کی بزدلی اور نامردی سے ہار ہوئی اور سب کو بھاگنا پڑا یا حضرت عمر کی نامردی سے فرار اور ہار کی نوبت آئی یہ امر معلوم ہو سکتا ہے کہ دیکھیں اس کے بعد اگر نبیؐ نے لشکر کو تبدیل کر کے سپہ سالار عمر ہی کو رکھا ہوتا تو معلوم ہوتا کہ فوج کی نامردی تھی مگر جب بجائے ابی بکر و عمر کے علیؑ کو سردار بنا کر علم ان کے ہاتھ میں دیا ثابت ہوگیا کہ سردار فوج کی بزدلی و نامردی سے فوج کو بھاگنا پڑا۔ ایضاً خطاب یا اصحاب السمرۃ الخ۔ اسی طرح تفسیر کبیر جلد ۴ صفحہ ۱۱۲ میں ہے (جنگ حنین)۔ اور تفسیر در منثور جلد ۲ صفحہ ۸۱ میں (جنگ احد) باسناد ابن جریر و عبد حمید و ابن منذر مروی ہے کہ انس بن نضر چچا انس بن مالک کا حضرت عمر و طلحہ بن عبید اللہ کی طرف آیا اور وہ مہاجرین و انصار کے اندر بیٹھے تھے وقد القوا بایدیھم

فقال ما یجلسکم قالوا قتل محمد رسول اللہ قال فما تصنعون بالحیوۃ بعدہ قوموا فموتوا علی ما مات علیہ رسول اللہ واستقبل القوم فقاتل حتی قتل۔ یعنی انس نے عمر وغیرہ کو ہاتھ پر ہاتھ دھرے ہوئے دیکھ کر کہا کیا چیز تم کو روک رہی ہے انہوں نے کہا محمد رسول اللہؐ قتل ہو چکے ہیں۔ انس نے کہا پس تم زندہ رہ کر کیا کرو گے اٹھو جس پر رسولؐ مرے ہیں تم بھی اسی پر مر جاؤ۔ یہ کہکر خود انس کفار کے مقابلہ میں چلا گیا جنگ کی اور شہید ہوگیا۔ افسوس کہ حضرت عمر دوسرے کی نصیحت اور عملی سبق پر بھی کچھ نہ کر سکے۔ چنانچہ شبلی نعمانی الفاروق حصہ اول صفحہ ۴۲ مطبوعہ خواجہ پریس دہلی میں عمر صاحب کو اس گروہ میں شامل لکھتے ہیں جنہوں نے سپر ڈال دی کہ اب لڑنے سے کیا فائدہ۔ اور آیات محکمات جلد ۲ صفحہ ۳۱۲ میں حبیب السیر جلد ۱ صفحہ ۲۷ سے منقول ہے کہ در دہلہ اول کہ سپاہ اسلام رو بانہزام نہادند بجز علی مرتضیٰ احدے نزد مصطفیٰ نماند پرسیدم کہ ابوبکر و عمر کجا بودند گفت آں نیز در گوشہ رفتہ بودند۔ اور معارج رکن ۴ صفحہ ۱۱۰ میں ہے اصحاب بر چہار قسم شدند بعضے شہید شدند و بعضے مختفی گشتند و بعضے گریختند و بعضے بہ شہر (مدینہ) قرار گرفتند۔ امیر المومنین عثمانؓ از انجملہ بود۔ انتہی۔ یعنی مدینہ میں قرار کرنے والوں سے عثمان صاحب ہیں۔ ۱۲ مترجم۔

اخرجہ الحاکم ورواہ البزار وابن ابی شیبۃ وسندہ حسن ھذا یوم خیبر کما مر۔ وفی ازالۃ الخفاء واخرج البخاری (فی حدیث طویل) قال (رجل من اھل مصر) یا ابن عمر انی سائلک عن شئی فحدثنی ھل تعلم ان عثمان فر یوم احد قال نعم قال تعلم انہ تغیب عن بدر ولم یشھدھا قال نعم قال تعلم انہ تغیب عن بیعۃ الرضوان فلم یشھدھا قال نعم۔ الحدیث۔ وفی مدارج النبوۃ (غزوہ حنین) القصہ چوں مردم پریشان شدند و آنحضرت با چند مردم کہ باستے خود ثابت ماندند آنحضرتؐ با عباس فرمود بانگ زن بر یاران وندا کن و بگو یا معشر الانصار یا اصحاب السمرۃ یا اصحاب سورۃ البقرۃ۔ و فیہ جنگ احد اما ثبت

اس کو حاکم اور بزار اور ابن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے۔ اور سند اس کی حسن ہے۔ یہ خیبر کا ذکر ہے جیسا کہ گذرا۔ اور ازالۃ الخفاء جلد ۱ صفحہ ۔۔ میں بروایت بخاری ایک لمبی حدیث میں ہے کہ ایک مصری آدمی نے کہا اے ابن عمر میں تم سے ایک سوال کرتا ہوں تو بتا دے کہ احد کے دن امیر عثمان مفرور ہوا تھا؟ کہا ہاں پھر کہا تو جانتا ہے کہ وہ بدر سے غائب رہا اور حاضر نہ ہوا؟ کہا ہاں۔ پھر کہا تو جانتا ہے کہ بیعت رضوان میں حاضر نہ ہوا؟ کہا ہاں۔ الحدیث۔ مدارج النبوۃ جلد ۲ صفحہ ۱۰۱ غزوہ حنین کے بیان میں ہے۔ القصہ جب آدمی پریشان ہو گئے اور آنحضرت بمع چند آدمیوں کے ثابت قدم رہے تو عباس کو فرمایا اپنے یاروں کو بلا اور پکار کر کہو اے گروہ انصار۔ اے اصحاب بیعت رضوان اے اصحاب سورۃ بقرہ تم کہاں چلے گئے ہو۔ الخ اور اسی کے جلد ۲ صفحہ ۱۶۴ جنگ احد کے بیان میں ہے لیکن انہوں نے اس سے زیادہ ذکر نہیں کیا کہ امیر عمر تیر اندازوں میں تھا یا جنہوں نے ہزیمت کھائی اُن کے ساتھ تھا یا اُن کے ساتھ تھا جو لغزش کھا کر پس و پیش ہو گئے۔ لیکن امیر عثمان کا فرار احد کے دن تو میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے اُس کا گناہ معاف فرما دیا ہے۔ انتہی۔

ازاں ہیچ ذکر نہ کردہ اند کہ (عمر) درمیان تیر اندازاں بود یا با آنہا کہ ہزیمت خوردند یا میان آنہا کہ متزلزل و مختلط گشتند۔ ص

لہ حضرت علیہ السلام نے اہل فرار کو بیعت شجرہ کا وعدہ یاد دلا کر اشارہ فرمایا کہ تم نے بیعت کا وعدہ توڑ دیا پس بقول الٰہی من نکث فانما ینکث علی نفسہ اپنے نفس پر سزا ڈالتے ہو۔ اور جو علم ما فی قلوبھم یا رضا الٰہی کا مضمون ہے وہ سب ثابت قدم مومنین کے لئے ثابت ہے نہ تمام بیعت کنندگان کے لئے۔ اس لئے کہ اکثر حضرات امتحان میں ناقص نکلے اور ثابت قدمی کا وعدہ توڑ کر تولی عن الزحف والے کبیرہ گناہ کے ہر جنگ میں مرتکب ہوئے اور من نکث کی سزا کے مستحق ہوئے اور ومن اوفی الآیۃ کے مطابق مومنین صادقین اجر کے مستحق ہوئے جو ہمیشہ باد ۱۲ مترجم

فی الخصائص للنسائی فانہ (ای عثمان) اذنب ذنباً عظیماً یوم احد۔ الحدیث۔ فی کنز العمال والدر المنثور وتفسیر ابن جریر اخرج جریر عن کلیب قال خطب عمر[1] یوم الجمعۃ فقرأ آل عمران وکان یعجبہ اذا خطب ان یقرأھا فلما انتھی الی قولہ ان الذین تولوا منکم۔ الآیۃ۔ قال لما کان یوم احد ھزمنا ففررت حتی صعدت الجبل فلقد رأیتنی انزو کانی اروی۔ وفی البخاری عن ابی قتادۃ قال خرجنا مع النبی صلعم عام حنین فلما التقینا کانت للمسلمین جولۃ (لغزش) فلحقت عمر فقلت ما بال الناس قال امر اللہ ثم رجعوا۔

(صحابہ کا اقرار فرار)

خصائص نسائی صفحہ ۶۲ میں ہے۔ امیر عثمان نے احد کے دن بڑا گناہ کیا۔ الحدیث۔ کنز العمال جلد ۱ صفحہ ۲۳۸ وتفسیر در منثور جلد ۲ صفحہ ۸۸ وتفسیر ابن جریر جلد ۴ صفحہ ۹۰ میں ہے کہ ابن جریر نے کلیب سے روایت کی۔ امیر عمر نے جمعہ کے دن سورہ آل عمران کو خطبہ میں پڑھا۔ اور اُس کو یہ سورۃ خطبہ میں بہت پسند تھی جب قول الٰہی ان الذین تولوا منکم الآیۃ۔ پر پہنچا تو کہنے لگا جب احد کا دن تھا ہم ہزیمت کھا گئے پس میں بھاگ گیا تا اینکہ ایک پہاڑ پر جا چڑھا اور میں اپنے تئیں اس طرح دیکھتا تھا کہ پہاڑی بکری کی طرح کودتا ہوں۔ اور بخاری جلد ۳ صفحہ ۴۲ طبع مصر میں ابی قتادہ سے مروی ہے ہم نبی صلعم کے ساتھ حنین کے سال میں نکلے۔ جب ہم دشمن کے لشکر کو مل گئے تو مسلمین کو لغزش آ گئی میں امیر عمر کو پیچھے بھاگتا ہوا جا ملا۔ اور میں نے کہا لوگوں کا کیا حال ہو گیا ہے؟ امیر عمر نے کہا خدا کا امر یعنے خدا کی مرضی اور تقدیر میں یہ ندامت لکھی ہوئی تھی۔ پھر لوگ واپس آ گئے۔

---

[1] روضۃ الاحباب جلد ۱ صفحہ ۱۰۶ جنگ اُحد کے بیان میں جو صحابہ نبی صلعم کے پاس رہے یا جلد واپس آ گئے اُن کے اسماء گرامی لکھے ہیں۔ مگر عمر و عثمان کا نام نہیں لکھا۔ اور صفحہ ۱۸۶ میں ہے۔ یاران پیغمبر گریختند جس سے ثابت ہے کہ دونوں فرار کر گئے اور صفحہ ۱۸۷ میں ہے نبی صلعم نے حضرت علی ع کو فرمایا تو بہ برادران خود ملحق نہ گشتی علی ع نے عرض کیا یا رسول اللہ صلعم ان لی بک اسوۃ یعنے مجھے تیری پیروی ضروری ہے۔ کبھی روگردانی نہ کروں گا ۱۲ منہ

[2] روایت اقرار فرار حضرت عمر کی اور پہاڑ پر چڑھنے کی اصل عبارت کتب سنیہ محولہ صفحہ ہذا میں ھزمنا ھم لکھا ہے جنے لفظ ھُم نہیں نکالا نہ بغرض تحریف بلکہ ھُم کو الحاقی اور غلط سمجھ کر نہیں لکھا جس کا ثبوت جملہ کتب تواریخ و تفاسیر کی۔ روایات متواترہ فرار عمر صاحب میں موجود ہے۔ تطبیق روایات سے ھزمنا بصیغہ مجہول ہے یا اھزمنا اور متصل اس کے بعد فررت اس کا شاہد ہے اور کبیر جلد ۳ سے تصریح عمر صاحب کے ہزیمت خوردہ میں ہونے کو ہم ابھی اوپر لکھ چکے ہیں۔ اور کبیر جلد ۳ صفحہ ۱۰۸ میں احد کی جنگ کے وقت اصحاب نبی کی تین قسم کے لکھے ہیں ایک حصہ زخمی دوسرا حصہ فراری پہاڑ پر تیسرا حصہ ثابت قدم مع الرسول جب ہم نے حضرت عمر کو ثابت قدم لوگوں کے شمار میں تو کتب سنیہ میں نہیں دیکھا اور پہاڑ پر جانے والے حسب بیان امام رازی وغیرہ کے فراری دیکھتے ہیں اور اسی روایت میں خود یہاں میں فرار کر کے پہاڑ پر جانے کا اقرار دیکھتے ہیں اور قرآن میں اذ تصعدون ولا تلوون تو کس طرح ھزمناھم کو صحیح سمجھیں یقیناً مطلب کو مشتبہ یا فوت کرنے کے لئے رُواۃ یا مصنفین نے تحریف کی اور ھُم کو الحاق کر دیا ہے اہل انصاف غور کریں۔ اور حوالہ بخاری۔ مطبوعہ مصر جلد ۲ صفحہ ۱۲۲ و جلد ۳ صفحہ ۴۲ میں ہے۔ و جلد ۳ صفحہ ۴۲ میں دوسرا حوالہ ہے۔ اور ازالۃ الخفا جلد ۱ صفحہ ۱۶۸ میں قصہ بدر صغریٰ اور قصہ حمراء الاسد میں لکھا ہے فانتدب منہم سبعون رجلا فیہم ابو بکر والزبیر۔ یعنی سب رسول خدا کی طرف (فرار کے بعد) جلد آنے والے ستر آدمی تھے جن میں ابوبکر والزبیر بھی ہیں۔ اور سریہ وادی الرمل میں ابوبکر و عمر کا ہزیمت کھانا پھر عمرو بن عاص کا ہزیمت کھانا پھر حضرت علی ع کی تحت میں ان ہرسہ کو بھیجنا روضۃ الصفا سے آیات محکمات جلد ۲ صفحہ ۲۸۹ میں ہے۔ اس کا ثبوت کہ حضرت عمر حسب اقرار خود فراریوں میں تھے اور پہاڑ پر چڑھنے والوں میں تھے اور اذ تصعدون کے مخاطب تھے ان روایات در منثور سے بھی ثابت ہوتا ہے دیکھو اس کی جلد ۲ صفحہ ۸۸ و ازالۃ الخفا جلد ۱ صفحہ ۱۶۸ اسمیں باسناد ابن المنذر یہی حدیث ان الفاظ سے مروی ہے کہ حضرت عمر نے ممبر پر کہا تفرقنا عن رسول اللہ صلعم یوم احد فصعدت الجبل الخ یعنی ہم احد کے دن رسول اللہ صلعم سے جدا ہو گئے اور میں پہاڑ پر جا چڑھا۔ اور در منثور جلد ۲ صفحہ ۸۸ سطر اول میں باسناد ابن جریر و ابن المنذر ابن عباس سے مروی ہے۔ اذ تصعدون قال صعدوا فی احد فرارا والرسول یدعوھم فی اخراھم الی عباد اللہ الخ یعنے آیت اذ تصعدون سے یہ مراد ہے کہ صحابہ فرار کر کے کوہ احد پر جا چڑھے تھے اور رسول کریم صلعم اُن کو پیچھے سے بلا رہے تھے کہ خدا کے بندے ادھر (میری طرف) آؤ اور اسی در منثور جلد ۲ صفحہ ۸۷ میں باسناد ابن المنذر مروی ہے۔ لما کان یوم احد انہزم الناس صعدوا فی الجبل والرسول یدعوھم فی اخراھم الخ یعنی احد کے دن مسلمان (باقی حاشیہ صفحہ ۴۶۱ پر دیکھو)

(بقیہ حاشیہ ص ۴۶۰) شکست کھا کر پہاڑ جا چڑھے اور رسولؐ اُن کو پیچھے سے بلاتے تھے کہ میری طرف آؤ۔ لیکن قرآن کی آیت ظاہر کرتی ہے کہ مسلمان پھر کر دیکھتے بھی نہ تھے۔ اور قرآن و حدیث و تفسیر سے ثابت ہوا کہ کوہِ اُحد پر اُس دن چڑھنے والے فراری لوگ ہی تھے جو منہزمین اور شکست خوردہ تھے۔ اور لشکر کے تین ہی قسم کے آدمی ہو گئے تھے۔ جیسا کہ تعلیقات میں بیان ہو چکا ہے جن میں سے حضرت عمر فراری طبقہ میں پہاڑ پر چڑھنے والوں میں تھے لہذا روایت مندرجہ فلک میں ھُزِمنا بصیغہ مجہول پڑھنا موزون ہے۔ اور ھُمْ اس کے بعد ناموزون ہے اور بفرض تسلیم اگر فی الواقع روایت میں ضمیر ھُمْ وارد ہوا ہے۔ تو اس کا معنے بلحاظ تطبیق روایات یہ صحیح ہے کہ ہمارے لشکر والوں نے اُن کفار کو ہزیمت دی اور شکست دی بعدہٗ فوراً یہ موقعہ آگیا کہ ہم کو شکست ہوگئی اور میں نے فرار کیا بھاگا اور پہاڑ پر بہت جلدی سے جا چڑھا آخر روایت تک یعنی فا تعقیب کی ہے پہلی صورت کے بعد دوسری یہ صورت پیدا ہوئی اور فی الحقیقت اس جنگ کے حالات اسی طرح وقوع میں آئے۔ اور روایت مبحوث فیہا جس میں ففررت حتیٰ صعدت الجبل ہے) میں حضرت عمر کے آخری الفاظ یہ ہیں۔ حتی اجتمعنا علی الجبل فنزلت ان الذین تولوا منکم الآیۃ یعنی جب ہم بھگوڑے پہاڑ پر جا کر جمع ہوئے تو اسی واقعہ پر یہ آیت اتری ان الذین تولوا پس اس میں کون شک کر سکتا ہے کہ پہاڑ پر جانے والوں نے ہی تولّی عن الزحف یعنے جنگ سے بھاگنے کا جرم کیا جس پر آیات اذ تصعدون اور ان الذین تولوا منکم الآیۃ۔ اتری ہیں جیسا کہ خود حضرت عمر شان نزول اس آیت کا اپنے اسی واقعہ کو بیان کرتے ہیں۔ تو اس کی صاف دلیل ہے کہ یہی صورت فرار کی تھی اور اسی کی مذمت خدا نے قرآن میں بیان فرمائی ہے۔ جس کے مرتکب حضرت عمر اور دیگران کے ساتھی صحابہ ہوئے۔ اور یہ کسی لغت عرب سے ثابت نہیں ہو سکتا کہ فرار کا لفظ تعاقب کے معنے میں استعمال ہوتا ہو اس لئے موجودگی فررت میں اس روایت کا معنے یہ ہرگز نہیں ہو سکتا کہ عمر صاحب نے فرار کرتے ہوئے کفار کا تعاقب کر کے ان کو ہزیمت دی اور پھر اس لئے بھی یہ معنے غلط محض ہوگا کہ اسی صورت واقعہ پر قرآن کریم کی آیت ان الذین تولوا الخ اس فعل کی مذمت میں اُتری۔ اگر حضرت عمر نے کفار کو شکست دی ہوتی اور تعاقب کر کے کوہ پر جا چڑھے ہوتے تو ان کی مدح میں آیت اترتی نہ مذمت میں یہی ایک دلیل کافی ہے۔ اور یا یہ معنے ہے کہ ہم ان سے ہزیمت خوردہ ہو کر بھاگے اور کوہ پر اس جلدی سے دوڑتے ہوئے جا چڑھے فی الحقیقت ان تکلفات کی ضرورت نہیں ہوگی اگر یہی تسلیم کیا جائے کہ نسخہ تفسیر ابن جریر میں ضمیر ھُمْ غلطی سے لکھا گیا جس سے سیوطی نے بلا اصلاح روایت کو نقل کر دیا ہے۔ ۱۲ مترجم۔

وفیہ وانھزم المسلمون وانھزمت معھم فاذا بعمر ابن الخطاب فی الناس فقلت ما شان الناس قال امر اللہ وفیہ فادبروا عنہ حتی بقی وحدہ فنادی۔ الحدیث۔ وفی کنز العمال من مسند حسین بن علیؑ قال کان ممن ثبت مع رسول اللہ یوم حنین العباس وعلیؑ وابو سفیان بن الحارث وعقیل بن ابی طالب

اور اسی بخاری ص ۵۵ میں ہے ابی قتادہ کہتا ہے مسلمین ہزیمت کھا گئے اور میں بھی ہزیمت خوردہ اچانک عمر بن خطاب[1] کے پاس جا پہنچا جو چند اشخاص میں بیٹھا تھا میں نے کہا لوگوں کا کیا حال ہے اُس نے کہا خدا کی مرضی۔ اور ص ۶۵ میں ہے پس صحابہ پیٹھ دکھا کر آنحضرتؐ سے چلے گئے تا اینکہ وہ اکیلے رہ گئے اور آواز دی۔ الحدیث (بخاری مطبوعہ مصر جلد ۳ ص ۴۲ و سیرۃ حلبیہ جلد ۳ ص ۱۲۵ بحوالہ بخاری) کنز العمال[2] جلد ۵ ص ۳۰۲ میں مسند حسین ابن علیؑ سے ہے کہا جو رسول اللہؐ کے ساتھ حنین کے دن ثابت قدم رہے وہ حضرت عباس و علیؑ وابو سفیان بن حارث و عقیل بن ابیطالب

[1] قصہ احد میں تاریخ کامل جلد ۲ صفحہ ۵۹ و تاریخ طبری جلد ۳ ص ۱۹ میں ہے۔ کہ انس بن نضر جو انس بن مالک کا چچا حضرت عمر و طلحہ کی طرف آیا۔ جو مہاجرین میں بیٹھ کر اور ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر آرام کر رہے تھے انس نے کہا تم کو کس چیز نے روک رکھا ہے۔ انہوں نے کہا نبیؐ قتل کئے گئے ہیں پھر ہم کیا کریں اُس نے کہا نبیؐ کے بعد تم زندہ رہ کر کیا کرو گے؟ تم بھی اُسی پر مرجاؤ یعنے دین اسلام پر جنگ کرو جس پر نبی صلعم جنگ کر کے فوت ہوئے۔ بعد ازاں خود انس نے جنگ میں حصہ لیا اور شہید ہوا۔ [2] استیعاب بر اصابہ جلد ۳ ص ۹۶ ترجمہ عباس میں ہے کہ عباس و علیؑ و ابی سفیان بن حارث اور چار دیگر اقربا نبیؐ سے حنین میں نبیؐ کے ہمراہ رہے باقی سب بھاگ گئے۔ اور امیر عمر کا ثابت رہنا مختلف فیہ ہے۔ جس نے ثابت کہا ہے وہ ابی سفیان کی بجائے کہتا ہے حالانکہ صحیح یہ ہے کہ بالاتفاق ابی سفیان باقی رہا۔ پس امیر عمر کا ثابت رہنا ثابت نہیں ہوا۔ انتہیٰ۔ استیعاب میں ایک امیر عمر کے ثابت رہنے کی ایک روایت لکھ کر اُس کو آخر رد کر دیا اور ایک روایت میں

وعبد اللہ بن الزبیر بن عبد المطلب والزبیر بن العوام واسامۃ بن زید رواہ ابن عساکر باسنادین۔ وفیہ عن عبادۃ بن الصامت قال اخذ العباس بعنان دابۃ رسول اللہ یوم حنین حین انھزم المسلمون فلم یزل اخذا بعنان دابتہ حتی نصر اللہ رسولہ وھزم المشرکون رواہ زبیر بن بکار وابن عساکر وفی روایۃ عن العباس بن عبد المطلب قال لقد شھدت مع رسول اللہ یوم حنین وانا اخذ بلجامھا فقال لی ناد اصحاب السمرۃ۔ الحدیث۔ رواہ العسکری فی الامثال۔ وفیہ رفی روایۃ عروۃ فی قصۃ بیعۃ الرضوان) فصار المسلمون الی رسول اللہ وھو تحت الشجرۃ فبایعوہ علی ان لا یفروا ابدا رواہ ابن عساکر وابن ابی شیبۃ۔ وفی معارج النبوۃ۔ ناکامیابی عمر دو بار وابوبکر یکبار در جنگ خیبر باز کرار غیر فرار را لواداده فرستاد۔ وفیہ در جنگ حنین بیش از معدود چند بیش آنحضرت نماندند واز جملہ دلاورانے کہ دراں روز ثبات قدم ورزیدند امیر المومنین علی بود (اصحاب ثلاثہ نام ندارند) وبہ روایتے ہست کہ آں روز از چہار کس غیر حضرت بیش نماندند از بنی ہاشم امیر المومنین علی ؑ وعباس وسفیان بن الحارث وابن مسعود وفیہ۔ اصح ہذہ الروایات وعباس را فرمود ندا کن یاراں را یا اصحاب السمرۃ یا معشر الانصار یا اصحاب سورۃ البقرۃ (ای الذین امنوا بسورۃ البقرۃ لفضیلتھا) اخرج البخاری

وعبد اللہ بن زبیر بن عبد المطلب وزبیر بن عوام واسامہ بن زید تھے۔ اس کو ابن عساکر نے دو اسنادوں سے روایت کیا۔ اور اُسی کے جلد ۵ صفحہ ۳۰۵ میں عبادہ بن صامت سے مروی ہے۔ عباس نے رسول اللہ کی سواری کی لگام حنین کے دن پکڑی جبکہ مسلمان ہزیمت کھا گئے تھے۔ اور اتنی دیر تک پکڑے رہا کہ اللہ تعالےٰ نے اپنے رسول ؐ کو فتح دی اور مشرکین کو ہزیمت ہوئی۔ اس کو زبیر بن بکار اور ابن عساکر نے روایت کیا۔ اور ایک روایت میں عباس بن عبد المطلب سے ہے۔ میں رسول اللہ کی خدمت میں حنین کے دن حاضر تھا۔ اور سواری کی لگام پکڑے ہوئے تھا رسول اللہ ؐ نے مجھے فرمایا اصحاب بیعت شجرہ والوں کو بلاؤ۔ الحدیث۔ اس کو عسکری نے امثال میں روایت کیا۔ اور اُسی کے جلد ۵ صفحہ ۲۸۹ میں بروایت عروہ بیعت رضوان کے قصہ میں ہے۔ مسلمان رسول اللہ ؐ کے پاس حاضر ہوئے اور وہ درخت کے نیچے تھے۔ لوگوں نے حضرت ؐ سے اس امر پر بیعت کی کہ کبھی نہ بھاگیں گے۔ اس کو ابن عساکر وابن ابی شیبہ نے روایت کیا (و بخاری طبع مصر جلد ۲ صفحہ ۱۲) وکذا فی تاریخ ابی الفداء ج ۱ صفحہ ۱۴۶) اور معارج النبوۃ رکن ۲ صفحہ ۲۱۳ میں امیر عمرؓ کی ناکامیابی دو بار اور ابو بکرؓ صاحب کی ایک بار جنگ خیبر میں لکھی ہے۔ پھر لکھا کہ حضرت علیہ السلام نے کرار غیر فرار کو جھنڈا دے کر بھیجا۔ اور صفحہ ۲۶۱ میں جنگ حنین کے ذکر میں ہے کہ چند ہی اشخاص سے زیادہ حضرت نبی ؐ کے پاس نہ رہے۔ اور منجملہ بہادران کے جو اُس دن ثابت قدم رہے امیر المومنین حضرت علی ؑ تھے (اور اصحاب ثلاثہ کا نام نہیں ہے) لیکن روایت میں ہے کہ چار کس سے زیادہ نبی ؐ کے پاس کوئی نہ رہا۔ بنی ہاشم سے حضرت علی ؑ اور عباس اور دوسروں سے سفیان بن حارث وابن مسعود (الغرض ثابت قدم رہنے والوں میں اصحاب ثلاثہ نہیں ہیں اگرچہ حضرت علی ؑ کے ساتھ اور آٹھ کا نام بھی لیا گیا ہے)۔ اور صفحہ ۲۶۳ میں اصح روایات سے ہے کہ عباس کو نبی ؐ نے فرمایا پکار اے اصحاب شجرہ۔ اے گروہ انصار۔ اے اصحاب سورۃ بقرہ۔ یعنی جو سورۃ بقرہ پر ایمان لائے اس لئے کہ وہ بہت فضیلت رکھتی ہے۔ بخاری نے عثمان بن موہب سے روایت کی کہ بتحقیق عثمان بن عفان نے احد کے دن فرار کیا۔ الحدیث۔ در منثور جلد ۲ صفحہ ۸۷ وتاریخ طبری جلد ۳ صفحہ ۲۱ میں ابن جریر وابن المنذر نے ابن عباس سے تفسیر آیت اذ تصعدون ولا تلوون۔ الآیہ کے ذیل میں لکھا ہے۔ یعنی جب تم منفرد ہو کر پہاڑیوں پر چڑھتے تھے اور رسول تمہیں پیچھے سے بلاتے تھے کہ میری طرف واپس آؤ۔ اے بندگان خدا ہماری طرف رجوع کرو۔

ف مسند احمد طبع مصر جلد ۵ صفحہ ۲۵ میں معقل بن یسار سے اس طرح مروی ہے کہ صحابہ نے حضرت ؐ سے اس امر کی تحت الشجرہ بیعت کی تھی کہ ہم لوگ کبھی نہ بھاگیں گے اور یہ وعدہ اللہ کے ساتھ تھا۔ ید اللہ فوق ایدیھم اور اسی طرح استیعاب بر اصابہ جلد ۱ صفحہ ۳۔ نیز صحیح بخاری باب البیعت فی الحرب علی ان لا یفروا وقال بعضھم علی الموت وکذا فی تفسیر الجلالین والکمالین بروایۃ الصحیحین صفحہ ۴۲۲۔ نوٹ۔ کوئی شخص دین کی نصرت دینے والا اپنے آپ کو خدا کا ناصر نہیں کہلا سکتا۔ مگر وہ شخص جو جنگ میں ثابت قدم رہے جیسا کہ حضرت علی ؑ تھے دیکھو آیت ان تنصروا اللہ ینصرکم ویثبت اقدامکم۔ یعنے اگر اللہ کی مدد کرو تو اللہ تمہاری مدد کرے گا اور تمہیں ثابت قدم رکھے گا تو ثابت قدم رہنا ناصر الٰہی کی علامت ہے ۔ قال اللہ تعالیٰ جل شانہ اذ تصعدون ولا تلوون علی احد والرسول یدعوکم فی اخرٰکم۔ پارہ ۴۔ سورۃ آل عمران

ص عن عثمان بن مرھب ان عثمان بن عفان فر یوم احد الحدیث۔ فی الدر وتاریخ الطبری اخرج ابن جریر وابن المنذر عن ابن عباس اذ تصعدون قال صعدوا فی احد فرارا والرسول یدعوھم فی اخرٰھم الی عباد اللہ ارجعوا الی عباد اللہ ارجعوا۔

بیعت شجرہ عدم فرار کی تھی

حنین میں نبی ؐ کے ساتھ چار باقی رہے

عن السدی تفرق اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم عنہ یوم اُحد ودخل بعضہم المدینۃ وانطلق بعضہم فوق الجبل الی الصخرۃ۔ عن ابن اسحٰق قال فر عثمان بن عفان وعقبۃ بن عثمان وسعد بن عثمان رجلان من الانصار حتی بلغوا الجلعب جبل بناحیۃ المدینۃ مما یلی الاعوص فاقاموا بہ ثلاثاً فنزلت والذین استزلہم الشیطان۔ الآیۃ۔ وفی النیشاپوری ومنہم ایضاً عثمان ورجع بعد ثلاثۃ ایام وخرج بعیداً۔ ومن الثابتین مع النبی ابوبکر وعلیؑ وعبد الرحمن بن عوف وسعد بن ابی وقاص وغیرہم کلہم اربعۃ عشر رجلا وفی المعالم والمدارک کان اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تولوا عنہ یوم احد الا ثلاثۃ عشر رجلا منہم ابوبکر وعلیؑ الخ اقول بحسن توفیقہ تعالیٰ انہ قد ظہر الحق وبطل الباطل عما قالوا فی تفسیر قولہ تعالیٰ والذین معہ اشداء علی الکفار بل صدق علی من صدق وھو الذی من مناقبہ انہ کرار غیر فرار فان قیل قلتم ان علیا کان اسد اللہ وکان کرارا غیر فرار وکانت الخلافۃ حقہ فلم لم یجاھد بمخالفیہ قلنا کما قلتم ان رسول اللہ کان اشجع الناس وقد قالوا انہ علیہ السلام کان کاربعین نبی فی الشجاعۃ فلم غاب فی الغار ثلاثۃ ایام ولم لم یظہر احکام الشریعۃ فی مکۃ۔

اور سدی سے مروی ہے کہا احد کے دن اصحاب محمد صلعم کے آپؐ سے متفرق ہو گئے۔ بعض اُن میں سے مدینے میں جا نکلے اور بعض پہاڑ کی چوٹی پر جا چڑھے۔ اور ابن اسحاق سے مروی ہے کہا عثمان بن عفان اور دو انصاری عقبہ بن عثمان و سعد بن عثمان مفرور ہوئے جو پہاڑ جلعب پر جا پہنچے جو مدینہ کے پاس اعوص کے متصل ہے۔ اور وہ مفرورین وہاں تین دن رہے (اسی طرح شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید جلد ۳ صفحہ ۳۸۸ میں ہے) اور یہ آیت اُتری۔ وہ لوگ جن کو شیطان نے لغزش دی تھی الخ۔ اور تفسیر نیشاپوری جلد ۴ صفحہ ۱۱ (و تاریخ طبری جلد ۳ صفحہ ۲۱) میں ہے کہ انہی ہزیمت خوردہ لوگوں سے حضرت عثمان بھی تھے جنہوں نے تین دن کے بعد رجوع کیا۔ کیونکہ وہ دُور نکل گئے تھے۔ اور ثابت رہنے والوں میں ابوبکر صاحب و حضرت علیؑ (ابوبکر صاحب خود اپنا فرار بخاری وغیرہ کی روایت میں تسلیم کرتے ہیں مگر کہا کہ میں دوسروں سے پہلے واپس آیا اُن کے پہلے واپس آنے کے سبب سے بعض رواۃ کو یہ معلوم ہوا کہ وہ ثابت قدم رہے ہیں) و عبد الرحمن بن عوف و سعد بن ابی وقاص وغیرہ کل ۱۴ آدمی تھے۔ اور معالم و مدارک میں لکھا ہے کہ اصحاب محمد صلعم سوائے تیرہ آدمیوں کے جن میں حضرت ابوبکر و علیؑ وغیرہ تھے آنحضرت صلعم کو چھوڑ کر پیٹھ پھیر کر چلے گئے۔ (بقول مؤلف معالم و مدارک ان چار مذکورین کے علاوہ باقی آدمی انصار کے تھے) (قول مؤلف) میں کہتا ہوں بحسن توفیق خدا حق ظاہر ہو چکا اور بطلان جھوٹ کا ثابت ہوا اس طرح کہ جو اہل سنن قولہ تعالیٰ والذین معہ اشداء الآیۃ کی تفسیر میں کہتے ہیں۔ کہ اس سے مراد حضرت ابوبکر وغیرہ ہیں یہ غلط ہے بلکہ یہ آیت اُن پر صادق آتی ہے جن کے مناقب میں کرار غیر فرار وارد ہے۔ اگر کہا جائے کہ تم نے تو یہ کہا ہے کہ حضرت علیؑ اسد اللہ اور کرار غیر فرار تھے اور خلافت بھی انہی کا حق تھا پس کیوں مخالفین کے ساتھ جہاد نہ کیا تو ہم جواب دیتے ہیں کہ یہ اس طرح ہے جیسا تم کہتے ہو کہ رسول اللہؐ سب لوگوں سے بہادر تھے اور چالیس نبیوں کی طاقت رکھتے تھے پس کیوں غار میں تین دن جا چھپے اور کیوں سب احکام شرعیہ کا اظہار مکہ میں نہ فرمایا

لہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لیبلوکم ایکم احسن عملا خدا آدمیوں کو آزماتا ہے کہ کون نیک عمل کرتا ہے۔ اور آنحضرت صلعم کے زمانہ میں مسلمانوں کی سب سے بڑی آزمائش جنگوں میں ہوتی تھی اور وہاں تھوڑے آدمی کامیاب ہوتے تھے جیسا کہ مشہورین صحابہ کے حالات سے ظاہر ہے۔ پس کسی کا فقط آیت یاایہا الذین آمنوا کے خطاب میں یا الذین آمنوا کے زمرہ میں یا آمنا کے اقرار میں یا مہاجرین انصار کی جماعت میں داخل اور شمار ہونا بہشتی بننے کے لئے کافی نہیں۔ جیسا کہ مضمون شان مہاجرین و انصار کی تشریح میں لکھا جا چکا ہے بلکہ دیگر اعمال شرعیہ کی پابندی اور اعمال صالحہ پر استقامت اور سزائے حبط اعمال اور من یولہم یومئذ دبرہ اور ارتکاب افعال موجب غضب خدا و رسول سے بچاؤ ضروری ہے۔ جس کے لئے یہ آیت مؤید ہے دیکھو سورہ عنکبوت آیت اوّل پارہ ۲۰۔ احسب الناس ان یترکوا ان یقولوا آمنا وھم لا یفتنون۔ ولقد فتنا الذین من قبلہم فلیعلمن اللہ الذین صدقوا ولیعلمن الکاذبین (ترجمہ نذیر احمد) کیا لوگوں نے یہ سمجھ رکھا ہے (کہ زبان سے) اتنا کہنے پر چھوٹ جائیں گے۔ کہ ہم ایمان لے آئے ہیں اور اُن کو آزمایا نہ جائے گا۔ الخ اس کے بعد اللہ تعالیٰ اور آیت میں سچے اور جھوٹے کی پہچان کے لئے فرماتا ہے۔ کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو منہ سے تو کہہ دیتے ہیں کہ ہم اللہ پر ایمان لائے پھر جب اُن کو راہ خدا میں کسی طرح کی تکلیف پہنچ جاتی ہے تو لوگوں کی ایذا دہی کو عذاب خدا کی طرح ایک ناقابل برداشت مصیبت بنا لیتے ہیں۔ لہ بعینہٖ اسی طرح تفسیر ابن جریر

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۶۳) جلد ۴ صفحہ ۹ و در منثور جلد ۲ صفحہ ۸۸/۸۹ میں ہے اور نیشاپوری میں اتنا زیادہ ہے کہ امیر عمر بھی ہزیمت خوردہ لوگوں میں تھے لیکن وہ پہلے جانے والوں میں نہ تھے اور بہت دُور (مدینہ تک) نہ گئے بلکہ کسی پہاڑ میں جا چھپے تھے۔ جیسا کہ تفسیر کبیر سے دوسرے مقام پر ہم نے لکھا ہے۔ اور مدارج النبوۃ طبع نولکشور جلد ۲ صفحہ ۱۶۳/۱۶۴ میں نبی صلعم کے ساتھ احد میں ثابت رہنے والوں میں یا جلد واپس آنے والوں میں کچھ کی تعداد ذکر کر کے بعد میں لکھا کہ عجب ہے کہ ان میں عمر بن خطاب کو کسی نے ذکر نہیں کیا اور جب صحابہ رسولؐ کے پاس جمع ہو گئے اُس وقت معلوم ہوتا ہے کہ عمر بھی آگیا اور موجود تھا کیونکہ ابو سفیان کی آواز کہ کیا قوم میں محمدؐ موجود ہے کیا ابوبکر موجود ہے کیا ابن خطاب موجود ہے۔ اس پر عمر نے جواب دیا۔ لیکن اس جواب کے وقت سے پہلے کسی نے ذکر نہیں کیا کہ عمر صاحب کہاں اور کس جماعت میں تھا لہذا مشتبہ رہا۔ (پھر کہا) اگر نبی کے پاس رہنے والوں میں عمر بھی ہوتا تو علماء اس کو کیوں ان میں ذکر نہ کرتے واللہ اعلم انتہیٰ۔

عمر صاحب کا فرار نیشاپوری سے

ولِمَ هاجر الی المدینۃ ولم صالح یوم الحدیبیۃ مع وجود العسکر ولِمَ لم یجاهد بالمنافقین ولم قال موسیٰؑ واجعل لی وزیرًا من اهلی هارون اخی اشدد به ازری ولِمَ قال اللہ تعالیٰ فی جوابہ سنشد عضدک باخیک ولِمَ قال لوطؑ لو ان بکم قوۃ هذا۔ ولِمَ اختفیٰ یونسؑ مدۃ طویلۃ۔

فصل۔ فی فضائل امیر المؤمنین علیؑ علیہ السلام

اور کیوں اپنا وطن مکہ چھوڑ کر مدینہ کی طرف چلے گئے اور حدیبیہ کے دن باوجود لشکر کے کیوں صلح کر لی اور منافقین کے ساتھ کیوں کبھی جہاد نہ کیا اور موسےٰ علیہ السلام نے کیوں فرمایا یا اللہ میرے اہل سے میرے بھائی ہارون کو میرا وزیر بنا اور اُس کو میرا پشت پناہ بنا اور اللہ تعالیٰ نے کیوں اس کے جواب میں فرمایا کہ ہم تیرے بھائی کے ساتھ مضبوط کرتے ہیں۔ (یعنی ظاہری قوت اور ظاہری سامان قانون قدرت کے مطابق درکار ہوتے ہیں۔ گو اس کے سوا قوت نبوت یا ولایت سے کام چل سکتا ہو اور اسی میں مصلحت ہوتی ہے) اور لوط علیہ السلام نے کیوں فرمایا اگر میرے پاس تمہارے مقابلہ کی قوت ہوتی (تو تم دیکھتے کہ تمہارے ساتھ کیا کرتا) اور یونس علیہ السلام کیوں طویل عرصہ تک چھپے (جب پیغمبروں کو باوجود طاقت نبوت کے ظاہری سامان اور قوت لشکر کی ضرورت تھی تو حضرت علیؑ کا بغیر ظاہری سامان و قوت لشکر کے جنگ نہ کرنا کیوں بیجا سمجھا جاتا ہے) اس مضمون کو اچھی طرح یاد رکھئے بہت جگہ کام آئے گا۔

فصل۔ فضائل امیر المؤمنین علی علیہ السلام کے بیان میں۔

تاریخ الخلفاء صفحہ ۱۱۶ و صواعق محرقہ صفحہ ۷۶ میں ہے کہ حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہا کسی نہ کسی امر میں اللہ تعالےٰ نے دیگر صحابہ کو عتاب فرمایا مگر حضرت علیؑ کو سوا ذکر خیر کے یاد نہیں فرمایا۔ اس کو احمد و طبرانی و ابن ابی حاتم و ابن عبد البر و ابن عبد اللہ نے روایت کیا۔ اور کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۳۹۱ میں بھی اسی طرح ہے کہ اللہ تعالےٰ نے جملہ اصحاب محمدؐ کو سوائے حضرت علیؑ کے کسی نہ کسی امر میں عتاب فرمایا۔ اور تاریخ الخلفاء صفحہ ۱۱۷ میں باسناد ابن عساکر ابن عباس سے مروی ہے کہا کسی کے حق میں اس قدر آیات کتاب اللہ کی نہیں اُتری ہیں جس قدر فضائل حضرت علیؑ کے حق میں اُتری ہیں۔ اور اُسی کے صفحہ ۱۱۹ میں لکھا ہے کہ حضرت علیؑ کے حق میں تین سو آیات اُتری ہیں۔ و سیرۃ حلبیہ طبع مصر جلد ۲ صفحہ ۲۱۹ اور صفحہ ۱۱۴ میں لکھا ہے۔ امام احمد بن حنبل کہتے ہیں کہ اصحاب رسول اللہؐ سے کسی کے لئے اس قدر فضائل وارد نہیں ہوئے جو حضرت علیؑ کے حق میں وارد ہیں۔ اس کو حاکم نے روایت کیا۔ اور صواعق محرقہ صفحہ ۷۲ میں ابن عبد البر سے منقول ہے۔

فی تاریخ الخلفاء و الصواعق عاتب اللہ اصحابہ محمدؐ الا علیًا وما ذکرہ الا بالخیر رواہ احمد والطبرانی وابن عبد البر وابن عبد اللہ عن ابن عباس۔ وفی کنز العمال عاتب اللہ اصحاب محمدؐ الا علیًا۔ وفی تاریخ الخلفاء اخرج ابن عساکر عن ابن عباس قال ما نزل فی احد من کتاب اللہ ما نزل فی علیؑ۔ ایضًا فیہ نزلت فی علی ثلاث مائۃ آیۃ۔ وکذا فی السیرۃ الحلبیہ طبع مصر جلد ۲ صفحہ ۲۱۹ وفیہ قال الامام احمد بن حنبل ما ورد لاحد من اصحاب رسول اللہ من الفضائل ما ورد لعلیؑ اخرجہ الحاکم وفی الصواعق المحرقۃ ناقلًا عن ابن عبد البر

؎ حضرت موسیٰؑ کا قصہ بھی ملاحظہ ہو فخرج منها خائفا یترقب۔ سورہ قصص پ ۲۰ اور فلک جلد ۱ آخر بیان انتقا بھی ملاحظہ ہو خلافت ابی بکر
مترجم

روی عن سلمان وابی ذر والمقداد وخباب وجابر وابی سعید الخدری وزید ابن ارقم تفضیل علیؑ علیٰ ابی بکر وغیرہ۔ وفی الفتح وھو مذھب مشہور لجماعۃ من اھل السنۃ من اھل الکوفۃ۔ وفی الصواعق لم نکفر القائلین بافضلیۃ علیؑ علیٰ ابی بکر۔ وفی حیوۃ الحیوان کان سفیان الثوری یفضل علیًا۔ وفی الصواعق وفی طبقات ابن السبکی الکبریٰ عن بعض المتاخرین تفضیل الحسنین علی الشیخین۔ وفی الخصائص للنسائی علیؑ سید العرب عن النبیؐ وفی الصواعق عن النبیؐ من سب علیًا فقد سبنی ومن ابغض علیًا فقد ابغضنی علیؑ مع القرآن والقرآن مع علیؑ لا یفترقان۔ وفیہ اخرج الدارقطنی فی علیؑ فقال ویلک اتعرف علیًا ھذا ابن عمہ واشار الی قبرہ صلعم واللہ ما اذیت الا ھذا فی قبرہ وفی روایۃ فانک ان ابغضتہ اذیت ھذا فی قبرہ۔ وفیہ اخرج عمرو الاسلمی وکان من اصحاب الحدیبیۃ مع علیؑ الی الیمن فرأی منہ جفوۃ فلما قدم المدینۃ اذاع شکایتہ فقال لہ النبیؐ واللہ لقد اذیتنی فقال اعوذ باللہ ان اوذیک یا رسول اللہ فقال بل من اذی علیًا فقد اذانی وکذلک وقع لبریدۃ وفیہ اخرج الدارقطنی انہ (عمر) جاءہ اعرابیان یختصمان فاذن لعلیؑ فی القضاء بینھما فقضی فقال احدھما ھذا یقضی بیننا فوثب الیہ عمر واخذ بلبیبہ

وہ روایت کرتا ہے کہ حضرت سلمان وابی ذر ومقداد وخباب وجابر وابی سعید خدری وزید بن ارقم حضرت علی علیہ السلام کو ابی بکر وغیرہ صحابہ سے افضل جانتے تھے۔ اور فتح الباری جلد ۷ صفحہ ۱۳۶ میں ہے کہ یہی (تفضیل علیؑ بر دیگر صحابہ) اہل کوفہ سے ایک جماعت اہلسنت کا مشہور مذہب ہے۔ اور صواعق صفحہ ۳۹ میں ہے کہ ہم اُن لوگوں کو جو حضرت علیؑ کو ابی بکر وغیرہ پر فضیلت دیتے ہیں کافر نہیں کہتے (یہ بھی بڑی مہربانی ہے) اور حیوۃ الحیوان جلد ۱ صفحہ ۲۵۱ میں ہے کہ سفیان ثوری حضرت علیؑ کو دوسروں سے افضل جانتا تھا۔ اور صواعق صفحہ ۳۵ میں ہے کہ طبقات ابن سبکی کبریٰ میں بعض متاخرین سے منقول ہے کہ وہ حضرت امام حسنؑ وامام حسینؑ کو شیخین (ابی بکر وعمر) پر فضیلت دیتے ہیں۔ اور خصائص نسائی میں ہے۔ نبی صلعم نے فرمایا حضرت علیؑ عرب کا سردار ہے۔ اور صواعق صفحہ ۷۴ میں ہے نبی صلعم نے فرمایا جس نے حضرت علیؑ کو گالی دی اُس نے مجھے گالی دی اور جس نے حضرت علیؑ کو دشمن سمجھا اُس نے مجھے دشمن سمجھا۔ اور حضرت علیؑ قرآن کے ساتھ ہے اور قرآن علیؑ کے ساتھ ہے ہر دو جدا نہ ہوں گے۔ اور اُسی صواعق کے صفحہ ۱۰۶ میں باسناد دارقطنی امیر عمر سے مروی ہے کہ اُس نے ایک آدمی کو دیکھا جو حضرت علیؑ کے حق میں ہتک آمیز کلمات بول رہا تھا امیر عمر نے کہا تجھ پر افسوس ہے تو جانتا ہے کہ یہ اس کا چچیرا بھائی ہے اور عمر نے قبر نبیؐ کی طرف اشارہ کیا خدا کی قسم تم نے فقط اسی کو ایذا دی ہے جو اس قبر میں ہے۔ اور ایک روایت میں اس طرح ہے کہ اگر تم نے حضرت علیؑ کو دشمن سمجھا تو تم نے اُس کو ایذا دی جو اس قبر میں ہے۔ اور اسی صواعق طبع مصر صفحہ ۱۰۴ میں ہے۔ عمرو اسلمی روایت کرتا ہے۔ اور وہ اصحاب حدیبیہ سے حضرت علیؑ کے ساتھ یمن کی طرف گیا ہوا تھا اُس نے حضرت علیؑ سے اپنے زعم میں کچھ ظلم خیال کیا۔ جب مدینہ میں آیا اُس نے شکایت مشہور کر دی نبی صلعم نے فرمایا خدا کی قسم ضرور تم نے مجھے ایذا دی ہے۔ اُس نے کہا خدا کی پناہ یا رسول اللہ میں آپ کو ایذا نہیں پہنچاتا آنحضرت صلعم نے فرمایا جو حضرت علیؑ کو ایذا دے وہ مجھے ایذا دیتا ہے اور اسی طرح بریدہ کے لئے بھی ایسا قصہ واقع ہوا ہے اور اُسی صواعق کے صفحہ ۱۰۷ میں ہے دارقطنی روایت کرتا ہے کہ بالتحقیق امیر عمر کے پاس دو اعرابی جھگڑتے ہوئے آئے امیر عمر نے جناب علیؑ کو فیصلہ کے لئے حکم دیا اور حضرت علیؑ نے اُن کے درمیان فیصلہ دیدیا تو اُن میں سے ایک نے کہا یہی شخص ہمارے

ملہ فضائل علیؑ دیکھو فلک النجاۃ لمبارزۃ علی یوم الخندق افضل من اعمال امتی یوم القیامۃ۔ حیوۃ الحیوان جلد ۱ صفحہ ۲۹ میں بحوالہ نسائی مسلم میں حدیث طیر طائر ہو جس میں نبیؐ نے سب سے زیادہ پیارا خدا کا علیؑ کو ظاہر فرمایا ہے اور تفسیر کبیر جلد ۸ صفحہ ۲۲۳ میں بہ آیہ تنزل الملائکۃ والروح فیھا۔ لکھا ہے حضرت علیؑ فرماتے ہیں وہ فرشتے ہمارے اوپر سلام بھیجنا یا ہمارا سلام کرنے کے لئے اور ہماری شفاعت کے لئے اترتے ہیں۔ اور فوائد مجموعہ فی الاحادیث الموضوعہ للشوکانی مطبوعہ لاہور صفحہ ۱۲۲ میں اس حدیث کی تقویت لکھی ہے۔ کہ حضرت صلعم نے فرمایا من اراد ان ینظر الی آدم فی علمہ ونوح فی فہمہ (الی ان قال) فلینظر الی علی بن ابیطالب یعنی آدمؑ کے علم ونوحؑ کے فہم وغیرہ وغیرہ کو دیکھنا چاہے تو علی بن ابی طالب کو دیکھے۔ وہ ویسے ہی ہیں۔ اور تفسیر کبیر جلد ۲ صفحہ ۷۴ آیت مباہلہ میں لکھا ہے۔ الحدیث المقبول عند الموافق والمخالف قولہؐ من اراد ان یری آدم فی علمہ ونوحا فی طاعتہ وابراھیم فی خلتہ وموسیٰ فی ھیبتہ وعیسیٰ فی صفوتہ فلینظر الی علی ابن ابیطالب اور ریاض النضرۃ مطبوعہ مصر جلد ۲ صفحہ ۲۱۸ میں ہے من اراد ان ینظر الی آدم فی علمہ والی نوح فی فہمہ والی ابراھیم فی حلمہ والی یحییٰ بن زکریا فی زھدہ والی موسیٰ بن عمران فی بطشہ فلینظر الی علی بن ابیطالب۔ اور حدیث انا وعلی من نور واحد بھی ریاض النضرۃ جلد ۲ صفحہ ۱۶۴ میں

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۶۶) ان احادیث پر عبقات الانوار کی مستقل جلدیں لکھی ہوئی ہیں تسلی کے لئے ان کو ملاحظہ فرمائیے۔ ترجمہ اسد الغابہ جلد ۷ ص ۲۱ ترجمہ علی ص ۳۹ میں بااسناد حدیث طیر مروی ہے کہ ابوبکر صاحب آئے واپس کیا گیا اور عثمان آئے ان کو بھی واپس کیا گیا حضرت علیؑ کو اجازت ملی۔ رسولؐ کے پاس پرندہ پکا ہوا تھا اور دعا فرمائی خدایا جو شخص تیرے نزدیک سب سے زیادہ محبوب ہے اس کو بھیج کہ وہ پرندہ کے گوشت کھانے میں میرا شریک ہو یہ حدیث بہت اسانید کے ساتھ حضرت انس سے مروی ہے اور انس کے علاوہ اور صحابہ سے بھی مروی ہے۔ ابو حنیفہ صاحب کے اسناد سے بھی مروی ہے۔ مزید براں عبقات الانوار مجلد حدیث طیر ملاحظہ ہو اور آیات بینات رد شیعہ مطبوعہ مصطفائی لکھنؤ جلد ۲ ص ۵۸ میں تذکرۃ الحفاظ ذہبی سے خطیب کا قول منقول ہے کہ حاکم نے شرط بخاری و مسلم پر احادیث صحیحہ کو جمع کیا ہے جن میں حدیث طیر بھی ہے اگرچہ دوسرے محدثین اس درجہ صحیح کہنے پر معترض ہوئے ہیں۔ تذکرہ سبط ابن جوزی ص ۲۳ میں حدیث طیر کو باسناد احمد فی الفضائل والترمذی فی السنن روایت کیا پھر ترمذی سے سدی کی توثیق بیان کی اور تضعیف کی تردید کی ہے حاکم سے بھی اس کی تصحیح نقل کی اور دارقطنی و محمد بن طاہر کے اعتراض کا جواب لکھا ہے۔ اور انسان العیون معروف بہ سیرت حلبیہ جلد ۱ ص ۲۹۳/۲۵۸ طبع ثانی میں خصائص عشرہ زمخشری سے منقول ہے کہ نبیؐ نے علیؑ کا نام رکھا اور چند روز اپنے لعاب دہن سے غذا دیتے رہے اور اپنی زبان مبارک چوساتے رہے۔ اور تاریخ الخلفاء ص ۶۴ واسعاف الراغبین ص ۱۵۹ وغیرہ میں ہے کہ علیؑ کا ذکر کرنا عبادت ہے۔ اسی طرح لغت نظر نہایہ ابن اثیر جلد ۴ ص ۱۶۴ میں مرفوعاً مروی ہے۔

ماتدری من ھذا ھذا مولاک ومولیٰ کل مؤمن ومن لم یکن مولاہ فلیس بمومن۔ وفی الدر و تفسیر ابن جریر والخازن والمعالم وفتح البیان ولطائف البیان تحت قولہ تعالیٰ افمن کان علیٰ بینۃ من ربہ المراد منہ محمدؐ ویتلوہ شاھد منہ ارید بہ علیؑ لکن اراہ علیؑ۔ وفی الاتقان افمن کان مومنا کمن کان فاسقا نزلت فی علی ابن ابی طالب والولید بن عقبۃ فی لباب النقول فی اسباب النزول للسیوطی اخرج الواحدی وابن عساکر من طریق سعید ابن جبیر عن ابن عباس قال قال

الولید بن عقبۃ بن ابی معیط لعلی بن ابی طالب انا احد منک سنانا و ابسط منک لسانا واملأ للکتیبۃ منک فقال لہ علیؑ اسکت فانما انت فاسق فنزلت افمن کان مومنا کمن کان فاسقا لا یستوون واخرج ابن عدی والخطیب فی تاریخہ من طریق الکلبی عن ابی صالح عن ابن عباس مثلہ واخرج الخطیب وابن عساکر من طریق ابن لہیعۃ عن عمرو بن دینار عن ابن عباس انھا نزلت فی علی ابن ابیطالب ولکن اتی الذی وزاد اخرجہ ابن عدی وابن مردویہ من طرق واخرجہ ابن اسحاق وابن ابی حاتم وعبد ابن حمید و

تو نہیں جانتا یہ کون ہے؟ یہ تیرا بھی سردار اور ہر مومن کا سردار ہے (لیکن ہمارا ماتحت ہے) اور جس کا یہ سردار نہیں وہ مومن ہی نہیں۔ اور تفسیر درمنثور اور تفسیر ابن جریر و خازن و معالم و فتح البیان و لطائف البیان میں علیؑ سے ہے کہ آیت افمن کان علیٰ بینۃ۔ الآیۃ۔ میں من کان سے مراد جناب محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور شاہد سے مراد حضرت علیؑ ہیں۔ اور تفسیر اتقان جلد ۲ ص ۱۳۸ میں ہے آیت افمن کان مومنا الخ۔ جس کا ترجمہ یہ ہے۔ کیا جو مومن ہو وہ فاسق کے برابر ہے؟ ہرگز نہیں ہو سکتا۔ یہ آیت حضرت علیؑ بن ابی طالب اور ولید بن عقبہ کے حق میں اتری ہے۔ یعنی مومن سے مراد حضرت علیؑ اور فاسق سے مراد ولید ہے۔ اور لباب النقول فی اسباب النزول مؤلفہ سیوطی میں بذیل آیت مذکورہ واحدی و ابن عساکر کے اسناد سے سعید بن جبیر کی روایت ہے۔ اس نے ابن عباس سے روایت کیا کہ ولید بن عقبہ بن ابی معیط نے علی ابن ابی طالب کو کہا۔ میں تجھ سے تیز نیزے والا ہوں۔ تو حضرت علیؑ نے فرمایا چپ تو ایک فاسق آدمی ہے (تجھے میرے ساتھ کیا مقابلہ) تب یہ آیت اتری کیا جو مومن ہو وہ فاسق کے برابر ہو سکتا ہے؟ ہرگز برابر نہیں ہو سکتے۔ اور ابن عدی و خطیب نے اپنی تاریخ میں کلبی اور ابی صالح کے طریق سے بروایت ابن عباس مثل اس کی نقل کیا۔ اور خطیب و ابن عساکر بطریق ابن لہیعہ عمرو بن دینار سے اور وہ ابن عباس سے روایت کرتے ہیں کہ یہ آیت مذکورہ علی بن ابی طالبؑ کے حق میں اتری ہے اور اسی طرح تفسیر درمنثور جلد ۵ ص ۱۷۸ میں ہے۔ اور اتنا زیادہ لکھا کہ اس کو ابن عدی و ابن مردویہ نے بہت اسنادوں سے روایت کیا۔ اور نیز ابن اسحاق و ابن ابی حاتم و عبد بن حمید و ابن المنذر نے مثل اس کی روایت کی۔ اور معالم ص ۷۰۲ اور کشاف میں بھی اسی طرح ہے۔ اور تاریخ الخلفاء ص ۱۱۶ میں باسناد طبرانی و ابن ابی حاتم ابن عباس سے مروی ہے کہا جس جگہ خدا نے یا ایہا الذین امنوا نازل فرمایا ہے اس ایسی آیت میں امیر اور شریف جناب علیؑ مراد ہیں (یعنے مومنین مخاطبین کے سردار ہیں) اور اسی طرح درمنثور جلد ۱ ص ۱۰۴ اور تفسیر عبد العزیز دہلوی جلد ۱ ص ۳۸۸ میں ہے۔

ابن المنذر مثلہ وایضا ھکذا فی المعالم وھکذا فی الکشاف۔ فی تاریخ الخلفاء اخرج الطبرانی وابن ابی حاتم عن ابن عباس

ملے حدیث طیر مشہور ہے کہ نبیؐ نے فرمایا خدایا اس آدمی کو میرے پاس لا جو تیرے نزدیک سب سے زیادہ محبوب ہے حضرت علیؑ آئے اور پرندہ کھایا مل کر کھایا دیکھو کنز العمال جلد ۶ ص ۴۰۶ اسی طرح خصائص نسائی طبع مصر ص ۵ میں بہ سند وہ ہے ان الفاظ سے کہ نبیؐ کے پاس پرندہ تھا اور وہی دعا کی۔

وفی المسلم والخصائص للنسائی عن زر قال قال علیؑ والذی فلق الحبۃ وبرء النسمۃ انہ لعھد النبیؐ الامی الیّ ان لا یحبنی الا مومن ولا یبغضنی الا منافق - وفی سنن الترمذی عن ام سلمۃ مرفوعاً لا یحب علیا منافق ولا یبغضہ مومن وکذا فی کنز العمال - وفیہ عن ابی سعید الخدریؓ قال ان کنا لنعرف المنافقین نحن معاشر الانصار ببغضھم علی ابن ابیطالب وفی الخصائص للنسائی باسنادہ عن علیؑ قال جاء النبیؐ اناس من قریش فقالوا یا محمدؐ (الی ان قال) ثم قال یا معشر قریش واللہ لیبعثن اللہ رجلا منکم قد امتحن اللہ قلبہ بالایمان فلیضربن منکم علی الدین او یضرب بعضکم

اور صحیح مسلم جلد ا صنۃ اور خصائص نسائی صنۃ طبع لاہور و صنۃ ۲۷ طبع مصر میں زر سے روایت ہے کہا فرمایا حضرت علیؑ نے قسم ہے اُس کی جس نے دانہ اُگایا اور روح کو پیدا کیا کہ نبی اُمیؐ نے میرے ساتھ عہد کیا ہے کہ مومن کے بغیر مجھے کوئی دوست نہیں رکھے گا اور منافق کے بغیر کوئی مجھے دشمن نہ سمجھیگا اور سنن ترمذی جلد ۲ صنۃ ۲۱۳ وکنز العمال جلد ۶ صنۃ ۱۵۲ میں حضرت ام سلمہ سے مرفوعاً مروی ہے کہ نبیؐ نے فرمایا کوئی منافق حضرت علیؑ کو دوست نہیں رکھتا اور کوئی مومن اُسے دشمن نہیں سمجھتا اور اُسی میں ابی سعید خدری سے مروی ہے کہا ہم گروہ انصار منافقین کی پہچان ان کے حضرت علیؑ ابن ابی طالب سے بغض رکھنے کے ساتھ کر لیتے تھے۔ اور خصائص نسائی صنۃ ۲۵ میں باسناد خود حضرت علیؑ سے مروی ہے۔ کہا نبی صلعم کے پاس قریش کے چند آدمی آئے۔ اور کہا یا محمدؐ (حدیث طویل میں ہے کہ انہوں نے اپنے غلاموں کی واپسی کے لئے عرض کیا اور نبیؐ نے شیخین سے مشورہ لیا انہوں نے قریش کی طرفداری کی جس سے نبی صلعم کا چہرہ متغیر ہوگیا حتی کہ آپ نے فرمایا) اے گروہ قریش خدا کی قسم اللہ تعالی تم میں سے ضرور ایک ایسے آدمی کو (تم پر) مسلط کرے گا جس کے دل کا خدا نے ایمان کے ساتھ امتحان کر لیا ہوا ہے وہ تم کو دین پر قتل کریگا۔ یا فرمایا تم میں سے بعض کو قتل کریگا۔

لے بخاری مطبوعہ کرزن پریس دہلی صنۃ ۳۴۱/۳۴۲ باب کیف یکتب ھذا ما صالح فلان بن فلان و باب مناقب علیؑ صنۃ ۵۲۵ میں لکھا ہے قال رسول اللہ صلعم لعلیؑ انت منی وانا منک۔ حاشیہ میں قسطلانی سے لکھا ہے۔ ای فی النسب والسابقۃ والمحبۃ وغیرھا یعنے فرمایا یا علیؑ تو مجھ سے ہے اور میں تجھ سے یعنے نسب اور سبقت ایمان و محبت ایمانی وغیرہ میں یک جان ہیں۔ اور اُسی کے صنۃ ۵۲۵ کے حاشیہ ۳ میں عینی و قسطلانی سے لکھا ہے ای انت متصل بی قرباً وعلماً ونسباً یعنے تو قرب اور علم اور نسب میں بالکل میرے ساتھ متصل ہے۔ اور اسی صفحہ پر یہ حدیث بھی لکھی ہے کہ آنحضرت نے جنگ خیبر میں فرمایا۔ میں کل علم اُس کو دوں گا جس کو اللہ اور رسول دوست رکھتا ہے اور وہ اللہ تعالی اور رسول کو دوست رکھتا ہے اس کے حاشیہ نمبر ۹ میں فتح الباری سے یہ عبارت لکھی ہے۔ اراد بذلک وجود حقیقۃ المحبۃ والا فکل مسلم یشترک مع علیؑ فی مطلق ھذہ الصفۃ و فی الحدیث تلمیح بقولہ تعالی قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ فکانہ اشار ان علیا تام الاتباع لرسول اللہؐ حتی اتصف بصفۃ محبتہ علامۃ الایمان وبغضہ علامۃ النفاق۔ انتہی۔ یعنی محبت اللہ و رسول اور حضرت علیؑ کی آپس میں ایسی حقیقی محبت تھی جس سے وہ دیگر مسلمین سے ممتاز ہوئے اور گویا اس حدیث میں قولہ تعالی فاتبعونی یحببکم اللہ کی طرف اشارہ ہے کہ حضرت رسولؐ کے ایسے کامل تابعدار تھے جو اُس صفت سے موصوف ہوئے کہ اُن کی محبت ایمان کی علامت اور اُن کا بغض نفاق کی علامت قرار پائی۔ لے اس روایت امتحن اللہ قلبہ اور حدیث یوم خیبر یحب اللہ ورسولہ اور حدیث آیندہ لابعثن الیھم رجلا کنفسی پر غور کر کے حضرت علیؑ اور حضرات ثلاثہ کے ایمان واعمال و فضائل کا بخوبی موازنہ ہو سکتا ہے۔ اہل بصیرت بعد موازنہ مناسب فیصلہ دیں۔ اور علاوہ بریں فضائل حضرت علیؑ و مآثر اہل بیتؑ میں حسب ذیل روایات ملاحظہ ہوں۔ مروج الذہب طبع جدید مصر جلد ا صنۃ ۴۳۶ وازالۃ الخفا مقصد ۲ صنۃ ۲۵۱ وتحفہ اثنا عشریہ کید ۲۷ صنۃ ۶۹ و شواہد النبوۃ صنۃ ۱۶۰ میں لکھا ہے کہ ولادت حضرت علیؑ کی بیت اللہ یعنی کعبہ شریف میں ہوئی۔ اور شواہد النبوۃ صنۃ ۹۸ اور روضۃ الاحباب جلد ا صنۃ ۲۹۴ اور جملہ تفاسیر اہل جماعت بذیل قولہ تعالی جاء الحق وزھق الباطل میں لکھا ہے کہ رسول اللہؐ نے حضرت علیؑ کو اپنے دوش مبارک پر سوار کر کے کعبہ شریف کو بتوں سے صاف کرایا۔ اور انہی کی معرفت شرک کی بنیاد مٹائی اور بحالیکہ حضرت علیؑ دوش نبوی پر سوار تھے فرماتے ہیں کہ مجھے اُس وقت وہ درجہ حاصل تھا کہ میری نظر عرش معلی تک پہنچی تھی۔ دیکھو مواہب لدنیہ مع شرح زرقانی و روایت ابن ابی شیبہ و حاکم۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۶۷) جلد ۳-۴ - ص ۲۰۹ وکشاف جلد ۲ ص ۱۹۲ وسراج المنیر جلد ۲ ص ۳۲۹ اور اہل بیت کی فضیلت خاصہ امیر عمر کی زبان اور عمل سے بھی ثابت ہے جس کا اصل قصہ بخاری و بخاری طبع مصر جلد ۱ ص ۱۱۹ مطبوعہ دہلی مع فتح الباری جلد ۱ پ ۴ ص ۴۲۲ اور صواعق ص ۱۰۶ میں بروایت بخاری درج ہے جس کی مزید تفصیل صواعق میں تاریخ دمشق سے منقول ہے۔ کہ بعہد امیر عمر سخت قحط سالی ہو گئی اور نماز استسقا مکرر سہ کرر پڑھی گئی مگر بارش نہ ہوئی۔ ایک دن امیر عمر کہنے لگے کل میں ایسے شخص کی معرفت دعاء استسقا کروں گا کہ اُس کی طفیل ضرور خدا تعالیٰ بارش کرے گا۔ دوسرے دن امیر عمر حضرت عباس کے پاس علی الصباح پہنچے حضرت عباس نے وجہ پوچھی تو امیر عمر نے ظاہر کیا کہ آپ کے وسیلہ سے دعائے بارش کرنا چاہتے ہیں۔ حضرت عباس نے منظور فرمایا اور بنی ہاشم کی طرف پیغام بھیجا کہ خوب پاک صاف ہو کر جمع ہو جائیں پھر حضرت عباس اور امیر المومنین علیؑ روانہ ہوئے حضرت علی آگے آگے اور حضرت عباس پیچھے پیچھے اور حضرت عباس کے دائیں جانب امام حسن اور بائیں جانب امام حسین اور ان کے پیچھے دیگر بنی ہاشم روانہ ہوئے۔ اور حضرت عباس نے فرمایا اے عمر ہمارے ساتھ بنی ہاشم کے سوا اور کوئی مخلوط نہ ہو بلکہ ہم بنی ہاشم سے [illegible] الگ رہیں۔ اور اسی حالت میں نماز گاہ تک پہونچے اور انہوں نے دعا کی۔ جابر کہتا ہے اسی وقت ابر آگیا اور بارش شروع ہو گئی۔ حتی کہ بمشکل ہم اپنے گھروں میں آئے۔ تو اہل بیت نبی کا بنی ہاشم کے سوا دوسرے صحابہ کو شامل نہ کرنا حتی کہ امیر عمر کو بھی شامل نہ ہونے دینا اس بات پر دال ہے کہ اُن کی شمولیت بجائے فائدہ کے مضر تھی اور بدیں حالت عدم قبولیت دعا کا خطرہ تھا اور حضرت عمر کو پہلے معلوم تھا کہ مباہلہ میں رسول خداؐ بھی استجابت دعا کے لئے جناب علیؑ و حسنین کو ہمراہ لے گئے تھے نہ حضرت عباس کو مگر اس غرض سے کہ لوگوں پر علیؑ کی اس قدر زیادہ فضیلت ظاہر نہ ہو کہ سمجھیں علیؑ ہی مستحق خلافت ہیں ان کے بغیر دوسرا کوئی اس قابل نہیں۔ عباس کو بظاہر وسیلہ بنایا لیکن عباس تو حقیقت سے واقف تھے کہ علیؑ اور حسنین ہی اس قابل ہیں لہذا علیؑ کو پیشوا بنایا اور حسنین کو دائیں بائیں وسیلہ لیکر مقام مقصود تک پہونچے اور غیروں کو دور رکھا ۱۲ مترجم۔

قال ابو بکر انا هو یا رسول اللهؐ قال لا قال عمر انا هو یا رسول اللهؐ قال لا ولکن هو الذی یخصف النعل وکان اعطی علیا نعله یخصفها وکذا فی کنز العمال ما رواه احمد وابن جریر وصححه وسعید بن منصور وفی کنز العمال مثله وزاد ولکنه خاصف النعل رواه ضیاء المقدسی فی المختارة وابن ابی شیبة والحاکم وروی النسائی فی الخصائص عن ابی ذر قال قال رسول اللهؐ صلعم لینتهین بنو وکیعة (قبیلة من کفار العرب) او لابعثن الیهم رجلا کنفسی ینفذ فیهم امری فیقتل المقاتلة ویسبی الذریة فما راعنی الا وکف عمر فی حجزتی من خلفی فال من تعنی قلت ما ایاك اعنی ولا صاحبك قال فمن تعنی قال خاصف النعل قال و علیؑ یخصف النعل

حضرت ابی بکر نے کہا یا رسول اللہؐ وہ آدمی میں ہوں؟ آپ نے فرمایا نہیں۔ پھر امیر عمر نے کہا یا رسول اللہؐ وہ میں ہوں؟ حضور نے فرمایا نہیں ولیکن وہ یہ آدمی ہے جو میرے جوتہ کو پیوند لگاتا ہے۔ اور اُس وقت حضرت علیؑ بحکم رسول خدا اُن کے جوتہ کو پیوند لگا رہے تھے اور اسی طرح کنز العمال جلد ۶ ص ۳۹۶ میں ہے جس کو احمد وابن جریر نے روایت کیا۔ اور کہا کہ صحیح ہے اور سعید بن منصور نے بھی روایت کیا۔ اور کنز العمال جلد ۶ ص ۴۰۸ میں یہی حدیث بلفظ لکن خاصف النعل باسناد ضیاء مقدسی مختارہ میں اور ابن ابی شیبہ و حاکم سے مروی ہے (اسی طرح درمنثور جلد ۳ ص ۲۱۳ میں ہے رواہ الحاکم وصححہ) اور نسائی نے[1] خصائص ص ۲۴ طبع لاہور میں ابی ذر سے باسناد خود اس طرح روایت کیا کہا رسول اللہؐ نے فرمایا بنو وکیعہ قبیلہ کفار عرب شرارت سے باز آجائیں ورنہ میں اُن کی طرف اپنے وجود جیسا آدمی بھیجونگا جو میرا حکم اُن کو پہونچا دیگا اور جنگ کرے گا اور ان کی اولاد کو اُن کو قید کر دیگا سو مجھکو اس سے کوئی مانع سوا اس کے نہ آیا مگر یہ کہ عمر نے میری کمر کے پیچھے سے دبایا اور کہا اس سے آپ کس کو مراد رکھتے ہیں؟ فرمایا میں نے کہا نہ تجھکو مراد رکھتا ہوں اور نہ تیرا یار مراد ہے امیر عمر نے کہا پھر اس سے کون مقصود ہے؟ فرمایا میرا مقصود اس سے خاصف النعل ہے۔ کہا اور حضرت علیؑ رسول خداؐ کے جوتے کو پیوند لگا رہے تھے (خصائص نسائی طبع مصر)

[1] اسی طرح بعینہ استیعاب برحاشیہ اصابہ جلد ۳ ص ۴۶ وکنز العمال جلد ۶ ص ۴۰۵ و ۳۹۳ و ص ۳۹۷ میں مع تصحیح با سانید کثیرہ بالفاظ عجیبہ مروی ہے منجملہ ان کے یہ ہے کہ عمر صاحب فرماتے ہیں مجھے ایسی آرزو امارت کی کبھی نہ ہوئی تھی جو اُس دن ہوئی میں نبیؐ کے سامنے ہمیشہ تان کر کھڑا ہو گیا اس امید سے کہ فرماویں وہ شخص یہ ہے مگر رسول خداؐ نے حضرت علیؑ کی طرف التفات فرمایا اور اس کا ہاتھ [illegible]

وفی انموذج جلیل فی بیان اسئلۃ واجوبۃ من غرائب ای التنزیل للعلامۃ محمد ابن ابی بکر عبد القادر الرازی مطبوع مصر علی ہامش املاء مامن بہ الرحمٰن وقد روی عن علیؑ انہ قال لو کشف الغطاء ما ازددت یقیناً۔ اقول ان علیاً اراد بذالک قوۃ یقینہ قبل العیان فکان الزیادۃ الحاصلۃ لہ مالا یعتد بہ۔ وفی ارجح المطالب عن ابن عباس ان علیاً کان یقول فی حیوۃ النبیؐ ان اللہ یقول افأن مات او قتل انقلبتم علی اعقابکم واللہ لا ننقلب علی اعقابنا بعد اذ ھدانا اللہ و لئن مات او قتل لاقاتلن علی ما قاتل علیہ حتی اموت انی لاخوہ ولیہ وابن عمہ ووارثہ ومن احق بہ منی۔ اخرجہ احمد والنسائی وھکذا فی الخصائص للنسائی وزاد حتی اموت او اقتل واللہ انی الخ وقد مر فی غزوۃ احد ان علیاً قال للنبیؐ لا اکفر بعد الایمان ان لی بک اسوۃ حسنۃ فی لباب النقول للسیوطی اخرج الطبرانی فی الاوسط عن عمار بن یاسر قال وقف علی علی ابن ابی طالب سائل وھو راکع فی تطوع فنزع خاتمہ فاعطاہ السائل فنزلت انما ولیکم اللہ ورسولہ والذین امنوا الذین یقیمون الصلوٰۃ وھم راکعون ولہ شاھد قال عبد الرزاق حدثنا عبد الوھاب بن مجاھد الخ وسیاتی مستوفی فی نصوص خلافتہ علیہ السلام۔ ولہ علیہ السلام فضائل وکرامات لا تحصی مذکورۃ فی المطولات ولنکتف منہا ھھنا علی رد الشمس لہ وھی مما لیس لاحد من امۃ خیر البریۃ علیہ الصلوٰۃ و السلام الا لعلی علیہ السلام کما فی الخصائص الکبری للسیوطی اخرج ابن منذہ

اور انموذج جلیل بیان سوالات واجوبہ غرائب آیات قرآنی مؤلفہ محمد بن ابی بکر عبد القادر رازی مطبوعہ بر حاشیہ املاء مامن بہ الرحمٰن جلد اول صفحہ ۱۹ میں ہے اور بالتحقیق علیؑ سے مروی ہے اگر پردہ اُٹھایا جائے تو میرا یقین کچھ بڑھ نہیں سکتا کیونکہ آخری حد یقین پر پہونچا ہوا ہے جس کا باقی کوئی درجہ نہیں جو رفع پردہ پر بڑھے (وکذا فی مطالب السئول صفحہ ۲۲ و اسعاف الراغبین برحاشیہ نور الابصار صفحہ ۱۶۲) (قول مؤلف) میں کہتا ہوں حضرت علیؑ نے اپنی قوت یقینیہ کو دیکھنے سے پہلے بھی ایسا مضبوط ظاہر فرمایا جس پر بعد دیکھنے کے مقدار بہ ترقی متصور نہیں۔ اور ارجح المطالب صفحہ ۴۷۸ میں ابن عباس سے مروی ہے کہ بتحقیق حضرت علیؑ حیات نبی صلعم میں فرماتے تھے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اگر نبی صلعم فوت ہو جائیں یا قتل کئے جائیں تو کیا تم اُلٹے پاؤں پھر جاؤ گے۔ خدا کی قسم ہم اُلٹے پاؤں ہرگز نہ پھریں گے بعد اس کے کہ ہم کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت فرما دی ہے۔ اور اگر نبی فوت یا مقتول ہوں تو میں اُسی دین پر جنگ کروں گا جس پر نبی صلعم نے جنگ کی حتی کہ فوت ہو جاؤں۔ کیونکہ بالتحقیق میں اُن کا بھائی اور دوست اور چچا زاد اور اُن کا وارث ہوں مجھ سے زیادہ اور کون اس کا حق دار ہے؟۔ اور خصائص نسائی صفحہ ۱۸ میں اسی طرح ہے۔ اور اتنا زیادہ لکھا ہے حتی کہ فوت ہو جاؤں یا قتل کیا جاؤں۔ خدا کی قسم میں اُن کا حق ادا کروں گا الخ۔ اور بیان جنگ احد میں گذر چکا ہے کہ علیؑ نے نبی سے عرض کی ایمان کامل کے بعد کفر نہیں آسکتا مجھے آپ کے ساتھ خوب اقتدا ہے۔ اور لباب النقول سیوطی صفحہ ۱۱۲ میں عمار بن یاسر سے مروی ہے کہ جناب علیؑ کے پاس بحالیکہ وہ نفلی نماز کے رکوع میں تھے۔ ایک سائل آیا۔ اور امیر المؤمنین نے اپنی انگوٹھی اُتار کر سائل کو دیدی تو آیت انما ولیکم اللہ ورسولہ و الذین امنوا۔ الآیۃ نازل ہوئی۔ اور اس روایت کے لئے اور شاہد ہے جو اس اسناد کو تقویت دیتا ہے۔ چنانچہ عبد الرزاق نے کہا ہمیں عبد الوہاب بن مجاہد نے بیان کیا الخ اور عنقریب نصوص خلافت حضرت علیؑ میں اس کا مکمل بیان آئیگا۔ اور حضرت علیؑ کے لئے فضائل اور کرامات بڑی کتب میں بے شمار مذکور ہیں۔ مگر ہم اس جگہ صرف ایک کرامت رد الشمس کے ذکر پر اکتفا کرتے ہیں۔ جو امت محمد صلعم سے کسی فرد کے لئے بجز حضرت علیؑ کے میسر نہیں ہوئی۔ چنانچہ خصائص کبری سیوطی جلد ۲ صفحہ ۸۱ و صفحہ ۱۹۳ میں ہے۔ ابن مندہ

لہ خصائص کبری سیوطی صفحہ ۸۱ جلد ۲ و صفحہ ۱۹۳ میں ہے ان الشمس ردت لنبینا فی وقت وردت ایضاً فی وقت آخر لعلیؑ۔ یعنی سورج ہمارے نبی صلعم کے لئے ایک وقت واپس ہوا اور دوسرے وقت میں حضرت علیؑ کے لئے بھی واپس ہوا۔ ایضاً اسی کے جلد اول صفحہ ۲۳ میں باسناد طحاوی و توثیق روات روایت ہے کہ نبی صلعم کے لئے خندق کے دن سورج واپس ہوا تھا جس سے نماز عصر ادا فرمائی۔ رسالہ موضوعات کبیر علی قاری مطبوعہ محمدی لاہور صفحہ ۴۷ میں رد الشمس کو بہ قول طحاوی و قاضی عیاض صحیح کہا اور ابن مندہ و ابن شاہین وغیرہ نے طبرانی فی الاوسط کی اسناد سے روایت کیا اور حسن کہا۔ اور وفاء الوفا سمہودی جلد ۲ صفحہ ۳۲ میں لکھا ہے طبرانی نے چند اسانید سے اس کو روایت

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۶۹) افراد کی نماز عصر فوت ہونے کے بعد دعا فرمائی اور سورج واپس ہوا اور نماز ادا ہو جانے کے بعد پھر غروب ہوا
ایضاً لکھا کہ نبیؐ کے وقت ردالشمس کے قصے میں حضرت علیؑ نے نماز عصر اشارہ سے ادا کی مگر تکمیل صفت نماز کے لئے سورج کو واپس آگیا
اور وہ ردالشمس دعاء علیؑ سے جو بحکم نبیؐ کی تھی واقع ہوا۔ اور سیرۃ ابن وحلان مفتی مکہ مکرمہ مطبوعہ برحاشیہ سیرۃ حلبیہ جلد ۳ صفحہ ۱۳۳ میں دلائل
تو یہ کثیرہ معجزہ ردالشمس کو بیان کیا ہے۔ اور مولوی وحید الزمان نے انوار اللغۃ پ صفحہ ۵۹ میں معجزہ ردالشمس علیؑ کی نہایت تصحیح و توثیق رواۃ
بیان کی ہے اور ابن جوزی کے موضوع کہنے کا رد لکھا ہے۔ اور عینی حنفی نے شرح بخاری جلد ۷ صفحہ ۱۴۶ میں باسناد حاکم وطحاوی واحمد بن صالح
کے حدیث اسماء واقعہ ردالشمس کو روایت کیا ہے اور اس کی توثیق بیان کی اور تضعیف ابن جوزی کو ناقابل التفات لکھا ہے۔ اور
نسیم الریاض شرح شفاء جلد ۳ صفحہ ۱۱ میں ہے رواہ الطبرانی باسانید مختلفۃ رجال اکثرھا ثقات اور صفحہ ۱۲ میں ہے وھذا الحدیث
صححہ المصنف واشار الی ان تعدد طرقہ شاھد صدق علی صحتہ وقد صححہ قبلہ کثیر من الائمۃ کالطحاوی۔ پھر اعتراضات
معترضین کے جوابات لکھے ہیں۔ بعینہ اسی طرح ذکر اسانید اس کا اور توثیق رواۃ کی اور تصحیح حدیث ہذا لآلی مصنوعہ للسیوطی جلد ۱ صفحہ ۱۷۴
تا صفحہ ۱۷۷ میں مذکور ہے۔ ثم الحدیث صحح جماعۃ من الائمۃ والحفاظ بانہ صحیح الخ ترجمہ اسد الغابہ جلد ۲ صفحہ ۳۵۳ عربی مطبوعہ مصر جلد ۵ صفحہ ۱۹
میں باسناد روایت کیا کہ نبیؐ نے فرمایا امیرؑ اور علیؑ کے لئے فرشتے سات برس دعا مانگتے تھے وجہ یہ تھی کہ اس زمانہ میں سوا علیؑ و نبی کے ساتھ کسی نے نماز نہیں
پڑھی حضرت ابوذر اور مقداد اور خباب اور جابر اور ابو سعید خدری وغیرہم سبقت اسلام علیؑ کے قائل ہیں۔ اور یہ لوگ حضرت علیؑ کو سب سے افضل
کہتے تھے یہ ابو عمرو کا قول ہے۔ انتہیٰ۔ اسی طرح فتاوی عزیزی صفحہ ۱۹۳۔ اور براہین قاطعہ ترجمہ صواعق محرقہ صفحہ ۱۱۵ میں سفیان ثوری اور ابن عبد البر
اور خطابی سے ہے اور فتاوی عزیزی میں تفضیل علیؑ کی بحث لکھ کر لکھا ہے ونیز از علمائے اہل سنت وصوفیہ ایں امر روشن بودہ اند مثل عبد الرزاق و
سلمان فارسی وحسان بن ثابت وبعضے صحابہ دیگر (پھر کہا) ایں قسم تفضیلیہ داخل سنیاں اند امامت ایں قسم تفضیلیہ جائز است۔ اور اسی ترجمہ
اسد الغابہ کے جلد ۴ صفحہ ۳ میں ہے سعید بن جبیر نے حضرت ابن عباس سے روایت کی ہے کہ وہ کہتے تھے جب کوئی بات ہمارے نزدیک حضرت علیؑ سے ثابت ہو جاتی
ہے تو پھر ہم اس سے عدول نہیں کرتے۔ یزید بن ہارون نے فطر سے انہوں نے ابو الطفیل سے روایت کی وہ کہتے ہیں بعض اصحاب نبیؐ کا قول ہے تھا کہ اگر
حضرت علیؑ کی ایک فضیلت تمام مخلوقات پر تقسیم کر دیجائے تو سب فائدہ میں رہیں۔ انتہیٰ۔ انوار اللغۃ پ ۲۳ صفحہ ۹۲ میں ہے ایک جماعت صحابہ و تابعین
ابن عبد البر نے نقل کیا ہے کہ وہ حضرت علیؑ کو تمام صحابہ سے افضل جانتے تھے اس لئے اگر کوئی جناب امیر کو شیخین سے افضل سمجھے تو اسپر کچھ طعن نہیں ہو سکتا۔
نہ اسکو بدعتی کہہ سکتے ہیں جیسے بعضے متعصبین سنیوں نے قرار دیا ہے کہ وہ تفضیلیہ کو بدعتی کہتے ہیں۔ الخ ۱۲ مترجم۔

وابن شاہین والطبرانی باسانید بعضہا علی شرط الصحیح عن اسماء بنت عمیس قالت کان رسول اللہ ص یوحی الیہ
ورأسہ فی حجر علیؑ فلم یصل العصر حتی غربت الشمس فقال رسول اللہ ص اللھم انہ کان فی طاعتک وطاعۃ رسولک
فاردد علیہ الشمس قالت اسماء فرأیتہا غربت ثم رأیتہا طلعت بعد ما غربت وفی لفظ للطبرانی فطلعت علیہ الشمس
حتی وقفت علی الجبال وعلی الارض وقام علیؑ فتوضأ وصلی العصر ثم غابت وذلک بالصہباء فی الحاشیۃ الصہباء منزل بین المدینۃ وخیبر واخرج ابن مردویہ عن ابی ھریرۃ قال نام رسول اللہ ص ورأسہ فی حجر علیؑ ولم یکن صلی العصر حتی غربت الشمس فلما قام النبی ص دعا لہ فردت علیہ الشمس۔

وابن شاہین وطبرانی بہت اسانید سے جن سے بعض شرط صحیح بخاری پر ہیں اسماء بنت عمیس
سے روایت کرتے ہیں۔ کہا رسول اللہ ص کی طرف وحی ہو رہی تھی اور آپ کا سر مبارک حضرت
علیؑ کی گود میں تھا اور حضرت علیؑ نے اس حالت میں عصر کی نماز نہ پڑھی حتی کہ سورج
غروب ہو گیا۔ بعد فراغت وحی کے رسول اللہ صلعم نے فرمایا یا اللہ یہ علیؑ تیری طاعت
اور تیرے رسول کی اطاعت میں تھا تو اس کے لئے سورج کو واپس فرما۔ حضرت اسماء کہتی
ہیں میں نے دیکھا تھا کہ غروب ہو گیا پھر میں نے دیکھا کہ سورج بعد غروب کے طلوع کر آیا۔ اور طبرانی
کے لفظ میں یہ ہے کہ اسپر سورج طلوع کر آیا حتی کہ پہاڑ اور زمین پر کھڑا ہو گیا اور حضرت علیؑ
نے اٹھکر وضو کیا اور نماز عصر پڑھی پھر سورج غائب ہو گیا۔ اور یہ واقعہ صہباء کا ہے۔ اس کے
حاشیہ میں ہے صہباء خیبر اور مدینہ کے درمیان ایک مقام ہے اور ابن مردویہ نے ابی ہریرہ سے
روایت کیا کہ رسول اللہ ص اپنا سر مبارک حضرت علیؑ کی گود میں رکھ کر سو گئے اور حضرت علیؑ
نے عصر کی نماز نہیں پڑھی تھی۔ جب نبی صلعم بیدار ہوئے اس کے لئے دعا فرمائی کہ اسپر سورج واپس
لایا گیا

...ساتھ زوجیت کی قرابت ہے افضل ہیں اور ان وجوہ میں حضرت علیؑ کی تفضیل حضرت ابوبکر صدیق پر قطعی طور پر ثابت ہے اور ایسا ہی حضرت علیؑ کی فضیلت حضرت عمر فاروق
قطعی طور پر ان امور میں ثابت ہے کہ حضرت عمر سے حضرت علیؑ پہلے ایمان لائے اور ایسا ہی پہلے نماز پڑھی الخ ۱۲ مترجم۔

سورج واپس ہونے کا معجزہ

ع۵ حاشیہ طحاوی حنفی بر مراقی الفلاح شرح نور الایضاح مطبوعہ مطبع مصطفی محمد مصر قاہرہ صفحہ ۹۵ میں لکھا ہے کیا غروب کے بعد پھر آفتاب طلوع کر آئے تو وقت عصر عود کر آتا ہے نجم کما فی الدر لما روی انہ نام فی حجر علیؑ حتی غربت الشمس الحدیث اخرجہ الطبرانی بسند حسن وصححہ الطحاوی والقاضی عیاض واخطاء من جعلہ موضوعا کابن الجوزی کما فی النھر انتہی

سبقت اسلام علیؑ

ع۶ سرور عزیزی ترجمہ فتاوی عزیزی جلد ۱ صفحہ ... میں ہے اس واسطے کہ حضرت علیؑ کو جناب سیفی وسنانی میں اور فن قضا اور کثرت روایت حدیث میں اور ہاشمیت وصفیت میں اور علی الخصوص اس وجہ سے کہ حضرت ...

تفضیلی سنی ہی سنی ہیں۔

حتی صلی ثم غابت ثانیۃ واخرج الطبرانی بسند حسن عن جابر ان النبیؐ امر الشمس فتاخرت ساعۃ من نہار انتہٰی وھٰکذا فی معارج النبوۃ وھٰکذا فی مدارج النبوۃ وقد طول الشیخ وصححہ وقواہ وھٰکذا فی روضۃ الاحباب۔ وقال الشوکانی فی الفوائد المجموعۃ بعد ذکر حدیث رد الشمس لعلیؑ وقد رواہ الطحاوی فی مشکل الحدیث من طریقین وقال ھما ثابتتان رواتہما ثقات۔ وقد رواہ الطبرانی وقد ذکر لہ صاحب اللاٰلی طرقا والف فی ذلک جزءا۔ انتہٰی۔ وفی الشفاء للقاضی عیاض المالکی خرج الطحاوی فی مشکل الحدیث عن اسماء بنت عمیس من طریقین ان النبیؐ کان یوحی الیہ ورأسہ فی حجر علیؑ فلم یصلی العصر حتی غربت الشمس فقال رسول اللہؐ اصلیت یا علیؑ قال لا فقال اللہم انہ کان فی طاعتک وطاعۃ رسولک فاردد علیہ الشمس الحدیث (ثم قال) وھذان الحدیثان ثابتان ورواتہما ثقات ثم بین القاضی ثبوت ھذا الحدیث وتقویتہ قال علی القاری فی شرح الشفاء قد یتقوی ویتعاضد الاسانید الی مرتبۃ حسنۃ فیصح الاحتجاج بہا انتہٰی ثم رد علی ابن الجوزی ومن تبعہ قولہ بوضعہ ونقل عن القسطلانی ان حدیث اسماء اخرجہ الطبرانی وحسنہ العراقی فی شرح التقریب ثم اطال فی ذلک۔ فی حاشیۃ القول المستحسن فی فخر الحسن

قلت حدیث یعلی ورد من حدیث اسماء اخرجہ احمد بن صالح المصری وابو امیۃ الطرسوسی والطحاوی والطبرانی و ابن مندۃ وابن شاھین وصححہ ابن صالح والطحاوی وتبعہما الحفاظ الازدی وعیاض وابن سید الناس ومغلطائی و حسنہ الحافظ ابوذرعۃ ابن العراقی وروی عن ابی ھریرۃ اخرجہ ابن مردویہ وکذا من حدیث علیؑ وابنہ الحسین وجابر وابی سعید ممن اثبتہ من الحفاظ المحب الطبری والسمہودی وابن حجر والسیوطی ولہ جزء فی اثباتہ سماہ کشف اللبس

حتی کہ حضرت علیؑ نے نماز پڑھی اور پھر دوسری دفعہ غروب ہوا اور طبرانی نے بسند حسن جابر سے روایت کیا۔ اس نے کہا نبیؐ نے سورج کو حکم دیا اور اس دن ایک گھنٹہ کی مہلت بڑھ گئی تھی۔ انتہے۔ اور اسی طرح معارج النبوۃ صفحہ ۲۲۳ رکن رابع میں ہے۔ (نیز روضۃ الاحباب مطبوعہ لکھنو جلد ا صفحہ ۲۶۸ میں) اور اسی طرح مدارج النبوۃ جلد ۲ صفحہ ۲۳۷ میں ہے۔ اور شیخ نے اس میں طول دیا۔ اور روضۃ الاحباب وغیرہ سے اس کو صحیح اور قوی ثابت کیا۔ اور علامہ شوکانی نے الفوائد المجموعہ صفحہ ۱۱۸/۱۱۹ میں بعد ذکر حدیث رد الشمس لعلی کے لکھا ہے۔ بتحقیق اس کو طحاوی نے دو اسنادوں سے مشکل الحدیث میں روایت کیا اور کہا کہ دونوں ثابت ہیں اور ہردو کے رواۃ ثقہ ہیں اور اس کو طبرانی نے بھی روایت کیا اور اس کے لئے مؤلف اللآلی المصنوعہ یعنے سیوطی نے بہت اسناد ذکر کئے ہیں بلکہ اس میں ایک مستقل رسالہ لکھا ہے انتہی۔ اور شفاء قاضی عیاض مطبوعہ مصر صفحہ ۲۴۰ میں ہے کہ طحاوی نے مشکل الحدیث میں بروایت اسماء بنت عمیس دو اسنادوں کے ساتھ روایت کیا کہ نبیؐ کو وحی ہو رہی تھی بحالیکہ آپ کا سر مبارک علیؑ کی گود میں تھا۔ اور حضرت علیؑ نے عصر کی نماز نہ پڑھی تھی حتی کہ سورج ڈوب گیا۔ رسول اللہ صلعم نے فرمایا علیؑ تو نے نماز پڑھی ہے؟ انہوں نے عرض کی نہیں یا رسول اللہ۔ پس آنحضرتؐ نے دعا فرمائی کہ یا اللہ بالتحقیق یہ علیؑ تیری اور تیرے رسولؐ کی طاعت میں تھا پس سورج کو واپس فرما۔ آخر حدیث تک (پھر کہا) اور یہ دونوں حدیثیں ثابت ہیں اور دونوں کے رواۃ ثقہ ہیں پھر قاضی عیاض نے مزید ثبوت اور تقویت اس روایت کی لکھی ہے۔ اور ملا علی قاری نے شرح شفا میں لکھا ہے کہ کبھی اسانید احادیث کے ایک دوسرے کی تقویت اور مدد سے مرتبہ حسن تک پہونچ جاتے ہیں۔ اور اس سے استدلال اور احتجاج صحیح ہوتا ہے۔ انتہے۔ پھر ابن جوزی پر اور ان لوگوں پر جنہوں نے اس روایت کے موضوع کہنے میں ابن جوزی کی متابعت کی ہے۔ علی قاری نے رد لکھا۔ اور قسطلانی سے نقل کیا کہ حدیث اسماء کو طبرانی نے روایت کیا۔ اور عراقی نے اس کو شرح تقریب میں حسن کہا۔ پھر علی قاری نے اسکی تحقیق میں طول دیا۔ الحشو ... موضوعا۔ صغیر علی قاری ایں القول المستحسن فی فخر الحسن سے منقول ہے۔ اس میں لکھا ہے میں کہتا ہوں حدیث یعلی حدیث اسماء سے وارد ہوئی جس کو احمد بن صالح مصری نے اور ابو امیہ طرسوسی و طحاوی و طبرانی و ابن مندہ و ابن شاہین نے روایت کیا۔ اور اس کو ابن صالح و طحاوی نے صحیح کہا اور حافظ ازدی و عیاض و ابن سید الناس و مغلطائی بھی تصحیح کے قائل ہوئے۔ اور اس کو حافظ ابو ذرعہ بن عراقی نے حسن کہا۔ اور یہ ابی ہریرہ سے بھی مروی ہے جس کو ابن مردویہ نے بھی روایت کیا اور نیز یہ حدیث حضرت علیؑ اور ان کے بیٹے امام حسینؑ اور جابر و ابی سعید سے بھی مروی ہے۔ اور جن حفاظ احادیث نے اس کو ثابت کیا ہے ان میں سے محب طبری و سمہودی و ابن حجر و سیوطی ہیں۔ اور سیوطی کا اس میں ایک مستقل رسالہ ہے۔ جس کا نام کشف اللبس فی حدیث

والسخاوی والشامی ولہ مزیل اللبس عن حدیث رد الشمس و القسطلانی وابن الربیع وابن العراقی وابن حجر المکی والقاری والخفاجی و التلمسانی والدلجی والحلبی والشبراملی والقشاشی والکردی وردوا علی الدولابی وابن الجوزی وابن التیمیۃ قولہم موضوع وابن کثیر قولہ منکر واجابوا من الامور التی اعلوہ بہا باجوبۃ شافیۃ انتہٰی۔ قال السیوطی فی التعقبات علی موضوعات ابن الجوزی فضیل ثقۃ صدوق احتج بہ مسلم والاربعۃ وابن شریک وثقہ غیر ابی حاتم وروی عنہ البخاری فی الادب وابن عقدۃ من کبار الحفاظ وثقہ الناس وما ضعفہ الا عصری متعصب والحدیث صرح جماعۃ بتصحیحہ منہم القاضی عیاض۔ انتہٰی۔ وفی الصواعق المحرقۃ من کراماتہ الباھرۃ ان الشمس ردت علیہ لما کان رأس النبی فی حجرہ الحدیث وحدیث ردھا صححہ الطحاوی والقاضی فی الشفاء وحسنہ شیخ الاسلام ابوزرعۃ وتبعہ غیرہ وردوا علی جمع قالوا انہ موضوع وزعم فوات الوقت بغروبہا فلا فائدۃ لردھا فی محل المنع بل نقول کما ان ردھا خصوصیۃ کذلک ادراک العصر الاٰن اداء خصوصیۃ وکرامۃ (الی ان قال) قال سبط ابن الجوزی فی الباب حکایۃ عجیبۃ حدثنی بہا جماعۃ من مشائخنا بالعراق انہم شاھدوا ابا منصور المظفر بن اردشیر القبادی الواعظ ذکر بعد العصر ھذا الحدیث ونمقہ بالفاظہ وذکر فضائل اھل البیت فغطت سحابۃ الشمس حتی ظن الناس انہا قد غابت فقام علی المنبر واومأ الی الشمس وانشد ھا

لا تغربی یا شمس حتی ینتھی
مدحی لآل المصطفیٰ ولنجلہ
واثنی عنانک ان اردت ثناءھم
انسیت اذ کان الوقوف لاجلہ
ان کان للمولیٰ وقوفک فلیکن
ھذا الوقوف لخیلہ ولرجلہ

قالوا فانجاب السحاب عن الشمس وطلعت۔ انتہٰی۔ اقول فوات الوقت بغروبہا فلا فائدۃ لردھا مردود ولما قال فی الدر المختار من کتاب الصلوٰۃ ووقت العصر منہ الی قبیل الغروب فلو غربت ثم عادت ھل یعود الوقت الظاھر

اور سخاوی وشامی نیز انہی تبیین سے ہیں۔ اور اس کا بھی مستقل رسالہ مزیل اللبس عن حدیث رد الشمس تالیف ہو چکا ہے۔ اور قسطلانی و ابن ربیع و ابن عراقی و ابن حجر مکی و قاری و خفاجی و تلمسانی و دلجی و حلبی و شبراملی و قشاشی و کردی بھی اس حدیث کے مثبت ہیں۔ اور انہوں نے قول وضع دولابی و ابن جوزی و ابن تیمیہ و قول نکارت ابن کثیر کو رد کیا ہے۔ اور مثبتین نے ابن جوزی وغیرہ کے اُن علل کا جو انہوں نے اس حدیث پر بزعم خود پیدا کی تھیں شافی جواب دیا ہے انتہیٰ۔ اور سیوطی نے تعقبات موضوعات ابن جوزی مطبوعہ مطبع محمدی لاہور میں (بجواب معترض اس حدیث کے) کہا فضیل ثقہ و صدوق ہے۔ اس سے کتب اربعہ کے محدثین اور مسلم نے حجت پکڑی ہے۔ اور ابن شریک کو ابی حاتم کے سوا اور وں نے ثقہ کہا ہے۔ اور اس سے بخاری نے ادب مفرد میں روایت لی ہے۔ اور ابن عقدہ جو بڑے حفاظ سے ہے اس کو ثقہ بتاتا ہے۔ اور سوا عصری متعصب کے کسی نے اس کو ضعیف نہیں کہا۔ اور یہ حدیث ایسی ہے جس کی تصحیح کے لئے جماعت محدثین نے تصریح کی ہے جن میں سے قاضی عیاض بھی ہے۔ انتہیٰ۔ اور صواعق محرقہ میں ہے حضرت علیؑ کی کرامات ظاہرہ سے ہے کہ سورج کو ان کے لئے واپس کیا گیا بحالیکہ نبیؐ کا سر مبارک ان کی گود میں تھا۔ آخر حدیث تک۔ اور حدیث رد الشمس کو طحاوی اور قاضی عیاض نے شفا میں صحیح کہا اور شیخ الاسلام ابوزرعہ اور ان کے تابعین نے اس کو حسن کہا۔ اور انہوں نے ان پر جنہوں نے اس کو موضوع کہا رد کیا ہے اور غروب آفتاب سے وقت کے فوت ہونے کا قول کہ پھر واپس کرنے آفتاب سے وقت کے فوت ہونے کا قول کہ پھر واپس کرنے آفتاب کا کوئی فائدہ نہیں بجائے اعتراض ہے۔ کیونکہ ہم کہتے ہیں جیسا کہ رد الشمس خصوصیت ہے۔ اسی طرح ادا نماز کے لئے ادراک وقت عصر بھی خصوصیت و کرامت ہے (تا اینکہ کہا) سبط ابن جوزی کہتا ہے اس باب میں ایک عجیب حکایت ہے جس کو مجھ سے ہماری ایک جماعت مشائخ عراقیین نے بیان کیا ہے۔ کہ انہوں نے ابو منصور مظفر بن اردشیر قبادی واعظ کو دیکھا جو اسی حدیث رد الشمس کو بعد عصر کے بیان کر رہا تھا۔ اور الفاظ حدیث کو اس نے خوب لکھا اور فضائل اہلبیتؑ کو ذکر کیا اتنے میں ابر نے سورج کو چھپا لیا حتیٰ کہ لوگوں نے گمان کیا کہ آفتاب غروب ہو گیا ہے۔ پس واعظ مذکور منبر پر کھڑا ہو کر سورج کی طرف اشارہ کر کے یہ اشعار پڑھنے لگا۔ اے آفتاب جب تک میں آل مصطفےٰ کی مدح تمام نہ کر لوں تو غروب نہ ہو۔ اور اگر تو چاہتا ہے کہ انکی مدح کی جائے تو اپنی لگام واپس پھیر لے۔ کیا تجھے وہ وقت فراموش ہو گیا ہے جب تو انہی حضرت علیؑ کے لئے کھڑا ہوا تھا۔ اگر سردار کیلئے تیرا کھڑا رہنا تھا تو انکے سوار اور پیادہ غلاموں کیلئے بھی تجھے کھڑا رہنا چاہئے۔ مشائخ کہتے ہیں کہ ابر دور ہو گیا اور آفتاب طلوع کر آیا۔ (قول مؤلف) میں کہتا ہوں اسکا قول غروب آفتاب کا فوت ہونا اور رجوع آفتاب کا فائدہ نہ ہونا مردود ہے۔ کیونکہ در المختار کتاب الصلوٰۃ میں ہے وقت عصر کا غروب سے پہلے ہے پس اگر غروب ہو کر سورج واپس آ جائے تو کیا وقت واپس آ جائے یا نہ۔ ظاہر فتویٰ یہی ہے کہ بیشک وقت واپس آ جاتا ہے۔ انتہیٰ۔ اور خصائص حضرت علیؑ سے یہ بھی ہے کہ جب حکم تھا صحابہ میں بغیر تقدیم صدقات کا آیا تو سرگوشی کی بات پر حسب الحکم قرآن کریم کے حضرت علیؑ نے صدقہ دیا اور دس دن اسی طرح کرتے رہے۔ ان کے بغیر کسی صحابی نے اس آیت پر عمل نہ کیا (جب یہ حالت ہے کہ رسولؐ سے سرگوشی پر ایک درہم بجز علیؑ کے کسی نے خرچ نہ کیا تو اپنا جان و مال آنحضرتؐ پر کس طرح خرچ کرتے ہوں گے)

فصل - فی بیان کون امیر المؤمنین علی علیہ السلام خلیفۃ النبیؐ بلا فصل - وکونہ وصیاً

فاذا فرغنا من فضائل علیؑ نشرع فی بیان خلافتہ ولہ نصوص - منہا ما فی لباب النقول للسیوطی اخرج الطبرانی فی الاوسط بسند فیہ مجاھیل عن عمار بن یاسر قال وقف علی علی بن ابیطالب سائل وھو راکع فی تطوع فنزع خاتمہ فاعطاہ السائل فنزلت انما ولیکم اللہ - الآیۃ - ولہ شاھد قال عبد الرزاق حدثنا عبد الوھاب بن مجاھد عن ابیہ عن ابن عباس قولہ انما ولیکم اللہ الآیۃ قال نزلت فی علی ابن ابیطالب وروی ابن مردویہ من وجہ اخر عن ابن عباس مثلہ واخرج ایضاً عن علیؑ مثلہ واخرج ابن جریر عن مجاھد وابن ابی حاتم عن سلمۃ بن کہیل مثلہ فھذہ شواھد یقوی بعضھا بعضاً انتھی وفی الدر للسیوطی اخرج ابن جریر وابن ابی حاتم وابو الخطیب وعبد الرزاق وعبد بن حمید وابو الشیخ وابن مردویہ والطبرانی وابو نعیم عن ابن عباس وعمار بن یاسر وعلی ابن ابیطالب وسلمۃ بن کہیل ومجاھد والسدی وعتبۃ بن حکیم وابی رافع قصۃ تصدق خاتم علیؑ وھکذا فی ترجمان القرآن وتفسیر ابن جریر وتفسیر الخازن وتفسیر المدارک علی ھامش الخازن وتفسیر فتح البیان وتفسیر ابن کثیر وتفسیر حقانی وتفسیر روح المعانی وتفسیر حسینی وتفسیر المعالم وفی البیضاوی انھا نزلت فی علیؑ حین سألہ سائل وھو راکع فطرح لہ خاتمہ وصیغۃ الجمع لترغیب المؤمنین فی اتباعہ وکذا فی المظہری

فصل - جناب علی علیہ السلام کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصی اور خلیفہ بلا فصل ہونے کے بیان میں - فضائل علیؑ سے فارغ ہوکر ہم اُن کی خلافت کا بیان شروع کرتے ہیں اس کے لئے چند نصوص ہیں منجملہ اُن کے لباب النقول سیوطی صفحہ ۱۱۴ ج ۱ مطبوعہ مصر برحاشیہ جلالین میں ہے طبرانی اوسط میں ایسی سند سے روایت کرتا ہے جس میں مجاہیل ہیں۔ عمار بن یاسر کہتے ہیں حضرت علی بن ابی طالب کے پاس نفلی نماز کے رکوع میں ایک سائل آیا اور حضرت علیؑ نے اپنی انگوٹھی اتار کر سائل کو دیدی - تب آیت انما ولیکم اللہ الآیہ اتری اور اس کے لئے اور روایت شاہد ہے جو عبد الرزاق بایں اسناد روایت کرتا ہے ہم کو عبد الوہاب بن مجاہد نے اپنے باپ سے بیان کیا اُس نے ابن عباس سے روایت کیا کہ قولہ انما ولیکم اللہ الآیہ حضرت علیؑ بن ابی طالب کے حق میں نازل ہوا ہے اور ایک اور اسناد سے ابن مردویہ ابن عباس سے مثل اس کی روایت کرتا ہے اور اُس نے حضرت علیؑ سے بھی اسی طرح روایت کیا اور ابن جریر مجاہد سے اور ابن ابی حاتم سلمہ بن کہیل سے نیز اسی طرح روایت کرتے ہیں پس یہ سب شواہد ہیں جو بعض بعض کے لئے مقوی ہیں۔ انتہے۔ (یعنے یہ حدیث حسن لغیرہ ہے) اور در منثور جلد ۲ صفحہ ۲۹۳ میں (وکذا فی الحاوی للفتاوی للسیوطی ج ۱ صفحہ ۱۹۱ طبع مصر یا شاہد خمستہ وقال خمس طرق لیشہ بعضہا بعضا) قصہ تصدق انگشتری علیؑ کا بحالت رکوع باسناد ابن جریر وابن ابی حاتم وخطیب وعبد الرزاق وعبد بن حمید وابو الشیخ وابن مردویہ وطبرانی وابی نعیم کے ابن عباس وعمار بن یاسر وعلی بن ابی طالب وسلمہ بن کہیل ومجاہد وسدی وعتبہ بن حکیم وابی رافع سے مروی ہے[1] اور اسی طرح ترجمان القرآن صفحہ ۴۱۲ وتفسیر ابن جریر جلد ۶ صفحہ ۱۶۵ وتفسیر خازن جلد ۱ صفحہ ۵۰۶ وتفسیر مدارک برحاشیہ خازن صفحہ ۵۰۶ جلد ۱ وتفسیر فتح البیان جلد ۳ صفحہ ۸۰ وتفسیر ابن کثیر جلد ۲ صفحہ ۲۹ وتفسیر حقانی جلد ۲ صفحہ ۲۰ وتفسیر روح المعانی جلد ۲ صفحہ ۲۹۰ وتفسیر حسینی جلد ۱ صفحہ ۱۴۱ وتفسیر معالم جلد ۱ صفحہ ۱۸۶ میں ہے اور بیضاوی میں ہے کہ یہ آیت حضرت علیؑ کے حق میں اُتری ہے جب اُن کی حالت رکوع میں ایک سائل آیا اور انہوں نے اپنی انگشتری[2] دیدی اور آیت میں جمع کا صیغہ متابعت علیؑ کی ترغیب مومنین کے واسطے وارد ہوا ہے اور اسی طرح تفسیر مظہری صفحہ ۱۰ میں لکھا ہے

[1] اور در منثور میں یہ بھی لکھا ہے کہ بعد نزول اس آیت انما ولیکم اللہ اور وقوع قصہ انگشتری کے رسولؐ نے اپنے اصحاب کے پاس اس آیت کو پڑھ کر فرمایا من کنت مولاہ اللہم وال من والاہ وعاد من عاداہ یعنے جس کا میں مولا ہوں اُس کا علی بھی مولا ہے اس سے ثابت ہوا کہ ولیکم اور مولاہ کا معنی ایک ہی ہے

[2] اہل جماعت کی اصح التفاسیر جامع البیان ابن جریر طبری جلد ۶ صفحہ ۱۶۵ میں چھ اسنادوں سے سدی وابی جعفر (باقرؑ) وعتبہ بن ابی حکیم ومجاہد سے یہ قصہ اسی طرح مروی ہے نیز تفسیر ملا ابی السعود ج ۳ صفحہ ۶۰ میں یہ قصہ مع ہر دو کتب میں ابن عساکر کے اسناد بھی مروی ہے صفحات تفاسیر اختلاف مطابع سے مختلف ہوں تو اسی آیت کی تفسیر میں دیکھو

ھ قال له شواهد یقوی بعضها بعضا والحصر اضافی کذا فی کفایة الطالب فی مناقب علی ابن ابی طالب۔ وذکر الحافظ سبط ابن الجوزی فی تذکرۃ خواص الامۃ هذه القصة باسنادین۔ وهکذا فی ریاض النضرۃ فی مناقب العشرۃ وذکر الخطیب والخوارزم فی المناقب باسنادین وذکر السید جمال الدین المحدث فی الاربعین وذکر قوله واجعل لی وزیرا من اهلی علیا اشدد به ظهری باسنادین۔ وهکذا فی درر السمطین فی فضائل المصطفٰی والمرتضٰی والبتول والسبطین وقال الرازی فی الکبیر عن عطاء عن ابن عباس کما فی الاربعین۔ وکذا فی فصول المهمه فی معرفة الائمة لمحمد بن صباغ المالکی کلها من النصرۃ الغیبیة علی الفرقة الشیعه لمحمد عبد الشکور اللکھنوی۔ وفی تفسیر النیشاپوری والخازن والاکلیل علی هامش جامع البیان قوله تعالٰی یحبهم ویحبونه فی حق علی لان ما بعد هذه الایة نزلت فیه باتفاق اکثر المفسرین انتهی ملخصا وقد اعترض النیشاپوری فی تفسیره علی الرازی فی جرحه علی استدلال الامامیة بهذه الایة علی خلافة امیر المؤمنین۔ وفی منتخب کنز العمال علی هامش مسند احمد طبع مصر قوله تعالٰی وهم راکعون عن ابن عباس روی بها

آور مولوی ثناء اللہ پانی پتی مؤلف تفسیر مظہری لکھتے ہیں کہ اس روایت کے لئے بہت شواہد ہیں جو بعض بعض کی تقویت کرتے ہیں۔ اور حصر اضافی ہے۔ اسی طرح کفایت الطالب فی مناقب علی ابن ابی طالب میں ہے۔ اور حافظ سبط ابن الجوزی نے تذکرہ خواص الامہ میں اس قصہ کو دو اسنادوں سے لکھا ہے اور اسی طرح ریاض النضرہ فی مناقب العشرہ میں ہے۔ اور خطیب و خوارزم نے مناقب میں دو اسنادوں سے بیان کیا اور سید جمال الدین محدث نے اربعین میں اس حدیث کو ذکر کر کے دو اسنادوں سے لکھا کہ آنحضرتؐ نے ان الفاظ سے دعا فرمائی تھی واجعل لی وزیرا من اھلی الخ یعنے یا اللہ میرے لئے میرے اہل سے حضرت علیؑ کو میرا وزیر بنا اور میری پشت کو مضبوط کر۔ اور اسیطرح درر السمطین فی فضائل المصطفٰے والمرتضٰے والبتول والسبطین میں ہے اور رازی نے تفسیر کبیر میں بروایت عطا و ابن عباس کے اور اربعین میں نقل کیا اور نیز فصول المہمہ فی معرفۃ الائمہ محمد بن صباغ مالکی میں یہ قصہ مذکور ہے۔ یہ روایات سبط ابن جوزی سے لے کر اس جگہ تک نصرۃ غیبیہ علی الفرقۃ الشیعہ مؤلف عبد الشکور لکھنوی سے نقل کی گئی ہیں اور تفسیر نیشاپوری جلد ۶ صفحہ ۱۴۲ و خازن جلد ۱ صفحہ ۵۰۶۔ والاکلیل برحاشیہ جامع البیان صفحہ ۱۹۹ میں لکھا ہے کہ قولہ تعالٰی یحبھم ویحبونہ حضرت علیؑ کے حق میں وارد ہے کیونکہ اس کا مابعد باتفاق اکثر مفسرین انہی کے حق میں اترا ہے۔ انتہے ملخصاً۔ اور نیشاپوری نے اپنی تفسیر میں فخر رازی پر اس بارہ میں اعتراض کیا ہے کہ اس نے اس آیت سے خلافت امیر المومنین پر امامیہ کے استدلال کے برخلاف کیوں جرح کی ہے۔ اور منتخب کنز العمال جلد ۵ صفحہ ۳۸ برحاشیہ مسند احمد مطبوعہ مصر میں ہے کہ قولہ انما ولیکم اللہ تا راکعون بروایت ابن عباس جس کو خطیب نے متفق میں ذکر کیا۔ قصہ تصدق انگشتری حضرت علیؑ کے بارہ میں اترا ہے۔

لہ آیت میں ولی سے مراد اولی بالتصرف ہے اگر محب یا ناصر مراد ہو تو حصر کا صحیح ہونا محال ہے کیونکہ فرمایا والمؤمنون بعضهم اولیاء بعض تمام مومنین ایک دوسرے کے محب و ناصر ہیں تو رکوع کی حالت میں زکوٰۃ دینے والے کے محب و ناصر ہونے کے لئے حصر کا کوئی معنے نہیں ہو سکتا ۱۲ مترجم۔ ملک آیت انما ولیکم اللہ کے استدلال پر جو اعتراضات اہل تسنن کرتے ہیں مع جوابات بوارق مولفہ رد تحفہ اثنا عشریہ میں مفصل مذکور ہیں لہٰذا یہاں طویل بحث کرنے کی ضرورت نہیں۔ ایضاً قولہ رازی نے تفسیر کبیر میں کہا یہ کبیر جلد ۳ صفحہ ۴۱۸ میں مذکور ہے اور کبیر ج ۳ صفحہ ۳۹۹ میں تفسیر اولی الامر بھی ملاحظہ کے قابل ہے اور تسہیل القاری شرح بخاری پ صفحہ ۱۱۰ میں ہے اور کرمانی نے کہا کبھی تثنیہ اور جمع کا صیغہ بولا جاتا ہے اور مراد واحد ہوتا ہے وکذا فی فقہ اللغۃ وسر العربیۃ صفحہ ۳۲۲ فصل فی الجمع یراد بہ الواحد مطبوعہ مصر اس سے اس اعتراض کا جواب دینا مقصود ہے جو کہتے ہیں کہ یوتون الزکوٰۃ و ھم راکعون صیغہ جمع کے ہیں ایک حضرت علیؑ کس طرح مراد ہو سکتے ہیں۔ آپس میں دوستی مومنین کا حکم الگ قرآن میں موجود ہے والمؤمنون والمؤمنات بعضهم اولياء بعض اور فرشتے بھی مومنین کے دوست ہیں جیسا اس سے کہی ہے نحن اولياؤكم في الحيوة الدنيا وفي الآخرة پس انما ولیکم اللہ۔ الآیۃ کی اس صفت خاصہ سے متعلق ہے جو رکوع میں صدقہ دیتے ہیں اور ثابت ہے

رواہ الخطیب فی المتفق وفیہ مطلب بن زیاد وثقہ احمد وابن معین کذا فی کنز العمال عن علیؑ رواہ ابو الشیخ وابن مردویہ قصۃ الخاتم۔ اقول الظاہر ان المحمول واحد فی ھذہ الآیۃ والموضوعات ثلثۃ فالحمل فی ھذا المقام یجمع فاصدق علی ھؤلاء الثلاثۃ بجمیع واحد فھو السید والمحب والاولی بالتصرف کما یؤیدہ الحدیث المتواتر اعنی من کنت مولاہ فعلی مولاہ وبلفظ آخر من کنت ولیہ فعلی ولیہ من بعدی **ولا یرد** ان الصیغ للجمع فلا تصدق علی علی وھو واحد **لانا نقول** ان الجمع فی مثل ھذہ المقامات للتشویق والترغیب الباقین کما ان اھل التفسیر قد اتفق علی نزول الآیۃ فی علی ونحن ایضا اتفق اھل الجماعۃ علی ان قولہ تعالیٰ ولا یاتل اولوا الفضل منکم نزل فی ابی بکر وکلمۃ اولوا الجمع وابوبکر واحد وقولہ تعالیٰ والذی جاء بالصدق الآیۃ الی اولئک ھم المتقون۔ وقولہ تعالیٰ فسوف یاتی اللہ بقوم یحبھم المراد من القوم ابوبکر عندھم وھو واحد وقولہ تعالیٰ ان ابراھیم کان امۃ والامۃ تطلق ابراھیم وھو واحد وفی محاورات العامۃ نظام الدین اولیا وھو واحد وغیرھا فاندفع الایراد۔ ویمکن ان یکون الجمع للتعظیم وھو شائع۔ وفی حاشیۃ مجمع البحرین ومطلع النیرین فی لغۃ القرآن والحدیث فی لفظ ولا روی عن الصادقؑ ان الخاتم الذی تصدق بہ امیر المؤمنین وزن حلقتہ اربعۃ مثاقیل فضۃ ووزن فصہ خمسۃ مثاقیل وھی یاقوتۃ حمراء قیمتہ خراج الشام ستۃ مائۃ حمل فضۃ واربعۃ اجمال من الذھب وھو لطوار بن الحران قتلہ امیر المؤمنین واخذ الخاتم من اصبعہ واتی بہ النبیؐ من جملۃ الغنائم۔

اور اس روایت میں مطلب بن زیاد راوی ہے جس کی امام احمد اور ابن معین نے توثیق کی ہے۔ اور کنز العمال جلد ۷ صفحہ ۳۰۵ میں باسناد ابی الشیخ وابن مردویہ حضرت علیؑ سے یہی قصہ تصدق انگشتری کا مروی ہے (بقول مؤلف) میں کہتا ہوں ظاہر یہ ہے کہ اس آیت میں محمول ایک اور موضوع تین ہیں پس ایسے مقام میں تمام طرق ممکنہ سے ان پر حمل برابر ہوگا جو ایک ہی طریق سے تینوں پر صادق ہو۔ اس لئے حضرت علیؑ سردار اور دوست اور اولےٰ بالتصرف ولی اور مولیٰ کے جملہ معانی ممکن الوقوع کے مصداق ہیں۔ چنانچہ اس کی تائید اس حدیث متواتر سے ہوتی ہے جس کے الفاظ ہیں من کنت مولاہ فعلی مولاہ و من کنت ولیہ فعلی ولیہ من بعدی وارد ہے یعنی جس کا میں ولی ہوں اُس کا میرے بعد علی بھی ولی ہے (ولی کے معنے سردار اور دوست اور اولےٰ بالتصرف کے ہیں پس جتنے معانی ہیں امت کے ولی رسول خدا صلعم ہیں انھی سب معانی سے حضرت علی بھی ولی ہیں لہٰذا خلافت پر استدلال صحیح ہے) اور یہ اعتراض وارد نہیں ہو سکتا کہ اس آیت میں جمع کے صیغے ہیں اور حضرت علی واحد ہیں ان پر صادق نہیں آتے۔ کیونکہ **ہم جواب دیتے ہیں** بالتحقیق جمع کا صیغہ ایسے مقامات میں باقی لوگوں کے شوق اور ترغیب دلانے کے لئے وارد ہے جیسا کہ اہل تفسیر نے اس آیت کے نزول بحق علیؑ میں اتفاق کیا ہے اور اسی طرح اکثر اہل جماعت کا اس پر اتفاق ہے کہ قولہ تعالیٰ ولا یاتل اولوا الفضل منکم حضرت ابی بکر کے حق میں اترا ہے حالانکہ کلمہ اولو جمع کے لئے ہے اور حضرت ابوبکرؓ واحد ہیں اور الذی جاء بالصدق الآیہ تا اولئک ھم المتقون اور قولہ تعالیٰ فسوف یاتی اللہ بقوم یحبھم میں قوم اور متقون سے مراد اہل جماعت کے نزدیک حضرت ابوبکر ہیں اور وہ ایک ہے حالانکہ صیغہ جمع کا ہے اور قولہ تعالیٰ ان ابراھیم کان امۃ میں امت کا اطلاق صرف ابراہیم علیہ السلام پر ہوا ہے حالانکہ وہ واحد ہیں۔ پس اعتراض دفع ہو گیا اور ممکن ہے کہ علاوہ ترغیب وتشویق کے جمع تعظیم کے لئے ہو اور وہ شائع اور مشہور ہے۔ اور حاشیہ مجمع البحرین ومطلع النیرین شیعہ کی کتاب لغت قرآن وحدیث بیان لفظ ولا صفحہ ۹۲ میں لکھا ہے امام جعفر صادقؑ سے مروی ہے کہ جو انگشتری امیر المؤمنینؑ نے صدقہ میں دی تھی اس کا حلقہ چار مثقال چاندی کا تھا اور اس کا نگینہ پانچ مثقال یاقوت سرخ کا تھا جس کی قیمت محصول شام کے برابر یعنی چھ سو اونٹ کے بار چاندی اور چار اونٹ کے بار سونے کے برابر تھا اور وہ انگشتری طوار بن حران کی تھی جب امیر المؤمنینؑ نے اس کو قتل کیا اس کی انگلی سے وہ انگوٹھی اتار لی اور باقی غنائم کے ساتھ نبیؐ کی خدمت میں پیش کی

فاعطاہ النبیؐ فجعلہ فی اصبعہ صلوات اللہ وسلامہ علیہما۔ **ومنہا** قولہ تعالیٰ یا ایہا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک۔ الآیہ نزلت فی علیؑ بقول من یعتد بہ من المفسرین والمحدثین۔ فی الدر اخرج ابن حاتم وابن عساکر وابن مردویہ عن ابی سعید الخدریؓ وابن مردویہ عن ابن مسعودؓ کنا نقرأ فی عہد رسول اللہؐ یا ایہا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک۔

اور آنحضرتؐ نے بحکم خدا سلیہ کے حضرت علیؑ کو دیدی اور حضرت علیؑ نے اپنی انگلی میں پہن لی صلوات اللہ وسلامہ علیہما۔ اور منجملہ نصوص کے قولہ تعالیٰ بلغ ما انزل الآیۃ ہے یعنی اے رسول جو تیری طرف تیرے رب کی جانب سے اتارا گیا ہے وہ پہونچا دے۔ بقول معتبر مفسرین ومحدثین کے یہ آیت حضرت علیؑ کے حق میں اُتری ہے۔ چنانچہ درمنشور جلد ۲ صفحہ ۲۹۸ میں ابن ابی حاتم وابن عساکر وابن مردویہ کے اسناد سے بروایت ابی سعید خدری اور باسناد ابن مردویہ ابن مسعود سے مروی ہے۔ کہتے ہیں کہ ہم عہد رسول اللہؐ میں اس آیت کو اس طرح پڑھتے تھے یا ایہا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک ان علیاً مولی المؤمنین یعنی اے رسول جو تیری طرف تیرے رب کی طرف سے اتارا گیا ہے وہ پہونچا دے۔

ؔ آیت بلغ ما انزل الیک

ؔ قرأت شاذہ سے تفسیر کا فائدہ حاصل ہے

لہ یہ اعتراض نہ کیا جائے کہ قرأت ان علیاً مولی المؤمنین شاذہ ہے اور اس سے استدلال نہیں ہوسکتا اس لئے کہ ہم یہ جواب دیتے ہیں جو تفسیر اتقان میں موجود ہے۔ اس میں لکھا ہے کہ قرأت شاذہ صحت وقوت تاویل وجہان معنے تفسیری کا فائدہ ضرور دیتی ہے۔ دیکھو تفسیر اتقان مطبوعہ مصر جلد ۱ صفحہ ۔ وقال ابو عبید فی فضائل القرآن المقصد من القرأۃ الشاذۃ تفسیر القرأۃ المشہورۃ وتبیین معانیہا کقرأۃ عائشۃ وحفصۃ والصلوٰۃ الوسطی صلوٰۃ العصر وقرأۃ ابن مسعود فاقطعوا ایمانہما وقرأۃ جابر فان اللہ بعد اکراہہن لہن غفور رحیم۔ قال فہذہ الحروف وما شاکلہا قد صارت مفسرۃ للقرآن وقد کان یروی مثل ہذہ عن التابعین فی التفسیر فیستحسن فکیف اذا روی عن کبار الصحابۃ ثم صار فی نفس القرأۃ فہو اکثر من التفسیر واقوی فادنی ما یستنبط من ہذہ الحروف معرفۃ صحۃ التاویل انتہیٰ۔ یعنی قرأت شاذہ کے بیان سے قرأت مشہورہ کی تفسیر مقصود ہوتی ہے اور تفصیل معانی اُس قرأت کی منظور ہوتی ہے چنانچہ قرأت حضرت عائشہ وحفصہ والصلوٰۃ الوسطیٰ صلوٰۃ العصر میں صلوٰۃ وسطیٰ کا معنی صلوٰۃ عصر سے ظاہر کیا گیا ہے اور قرأت ابن مسعود فاقطعوا ایمانہما میں داہنے ہاتھ کا کاٹنا جتلایا گیا ہے اور قرأت جابر فان اللہ من بعد اکراہہن غفور رحیم میں بعد اکراہ لونڈیوں سے گناہ سرزد ہونے کی مغفرت کا حکم سمجھایا گیا ہے کہا پس یہ حروف اور ان کے مشابہ قرآن کے مفسر ہیں اور جو اس طرح تفسیر میں تابعین سے مروی ہیں اُن کو بھی پسند کیا جاتا ہے چہ جائیکہ جلیل القدر صحابہ سے مروی ہوں وہ بطریق اولیٰ مقبول ہیں، پھر وہ حروف جو اصل قرأت میں پڑھے جاتے ہوں وہ بدرجہا مطلق تفسیر سے بہت مضبوط اور قابل قبول ہیں۔ اگر ان حروف کو اصل قرآن سمجھ کر نہ پڑھا جائے تو کم از کم معرفت صحت تاویل کا فائدہ اس سے ضرور حاصل ہوجاتا ہے۔ انتہیٰ ترجمہ۔ لہ قال نزلت بلغ ما انزل الیک من ربک علی رسول اللہؐ یوم غدیر خم فی علی بن ابیطالب عن ابی سعید یعنی ابی سعید کی روایت کے الفاظ یہ ہیں اور ابن مسعود کی روایت کے الفاظ متن میں ہیں۔ ایضاً ہوالارج للطالب والواحدی فی تفسیرہ کما نقل ابن طلحۃ الشافعی فی مطالب السئول صفحہ ۔ عن الامام ابی الحسن الواحدی من کتابہ المسمیٰ باسباب النزول بسندہ الی ابی سعید الخدری۔ ایضاً حاشیہ نمبر ا حصول المامول من علم الاصول مؤلفہ سید صدیق حسن خان طبع مصر صفحہ ۳۳ میں ہے فہی القراءۃ الشاذۃ ولہا حکم اخبار الاحاد فی الدلالۃ علی مدلولہا سواء کانت من السبع او غیرہا واما لم یصح اسنادہ مما لم یحتملہ الرسم فلیس بقرآن۔ الخ۔ یعنی قرأۃ سبعہ سے ہو یا نہ ہو قرأت شاذہ کا حکم اخبار احاد کا ہے اپنے مدلول ومعنیٰ پر دلالت کرتی ہیں۔ ہاں جس کی سند صحیح نہ ملے اور رسم قرآن اس کی متحمل نہ ہو اس کو قرآن نہ کہا جائے گا معلوم ہوا روایت صحیحہ سے قرأت شاذہ قرآن میں داخل ہے قرآن بھی اس کو کہا جائیگا اور معنے پر بھی عمل کیا جائیگا۔ عینی شرح بخاری جلد ۸ صفحہ ۵۸۴۔ عن ابی سعید خدری سے اور امام محمد باقرؑ سے باختلاف اسناد مروی ہے کہ یہ آیت خم غدیر کے دن اتری

ان علیا مولی المؤمنین دھکذا فی المظھری و فتح البیان و الکبیر و النیشاپوری و تاریخ حبیب السیر۔ و فی ارجح المطالب عن ابن مسعود کنا نقرء الخ اخرجہ ابو نعیم فی الحلیۃ و العینی فی شرح البخاری و الرازی فی الکبیر و الواحدی فی تفسیرہ و السیوطی فی الدر و النظام الاعرج فی غرائب القرآن و صاحب سیرۃ الحلبیۃ و ابن مردویہ و قال ابوبکر النقاش انھا نزلت فی بیان الولایۃ لعلیؑ و قال الفخر الرازی و ھو قول ابن عباس و البراء بن عازب و محمد بن علی بن حسین و اخرج الثعلبی فی تفسیرہ انھا نزلت فی علیؑ و قال الرازی لما نزلت ھذہ الآیۃ اخذ بید علیؑ و قال من کنت مولاہ فعلیؑ مولاہ و منھا قولہ تعالی النبی اولی بالمؤمنین من انفسھم فی الدر اخرج ابن ابی شیبۃ

یہ کہ بتحقیق جناب علیؑ مؤمنین کے سردار ہیں اور اسی طرح تفسیر مظہری صفحہ ۶۵ اور فتح البیان ج ۳ صفحہ ۸۹ و تفسیر کبیر جلد ۳ صفحہ ۶۳۶ و نیشاپوری جلد ۲ و تاریخ حبیب السیر[1] صفحہ ۲۳۱ میں ہے۔ اور ارجح المطالب صفحہ ۲۳ میں ابن مسعود کی روایت مثل تفسیر در منثور وغیرہ بحوالہ ابو نعیم از حلیہ اور عینی شرح بخاری اور کبیر رازی اور تفسیر واحدی اور در منثور سیوطی اور غرائب القرآن نظام اعرج و سیرۃ حلبیہ و ابن مردویہ کے مروی ہے اور ابوبکر نقاش کہتا ہے یہ آیت ولایت حضرت علیؑ کے حق میں اُتری ہے۔ اور فخر الدین رازی یہ لکھ کر کہ یہ آیت حضرت علیؑ کے حق میں اُتری ہے بیان کرتا ہے کہ ابن عباس و براء بن عازب اور محمد بن[2] علیؑ بن حسینؑ کا یہی قول ہے اور ثعلبی نے بھی اپنی تفسیر میں روایت کیا کہ یہ آیت حضرت علیؑ کے حق میں اُتری ہے اور فخر الدین رازی لکھتا ہے کہ جب یہ آیت اُتری تو نبیؐ نے حضرت علیؑ کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا۔ جس کا میں سردار ہوں اُس کا حضرت علیؑ بھی سردار ہے[3] اور منجملہ نصوص کے قولہ تعالی النبی اولی بالمؤمنین من انفسھم ہے چنانچہ در منثور جلد ۵ صفحہ ۱۸۲ میں ہے ابن ابی شیبہ واحمد و نسائی بریدہ سے مرفوعاً روایت کرتے ہیں کہ آنحضرتؐ نے فرمایا اے بریدہ کیا میں مومنین کے نفسوں سے اُن کے لئے اولیٰ تر نہیں ہوں؟ بریدہ کہتا ہے میں نے عرض کی

و احمد و النسائی عن بریدۃ مرفوعاً یا بریدۃ الست اولی بالمؤمنین من انفسھم قلت

[1] حبیب السیر کی اصل عبارت اس طرح ہے کہ سبب عدول در آں منزل رخ ہمیں آں بود کہ قبل از آں حضرت اقدس نبویؐ بحسب وحی سماوی مامور شدہ بود کہ جناب ولایت مآب مرتضوی را بخلافت خویش نصب نماید ارشاد وقت اس کی انتظار رہی ہو اور اُس جگہ اظہار کا حکم ہوا، ایں آیت نازل شد یا ایھا الرسول بلغ الآیہ چوں بہ منزل کر یہ مذکور و جوب نصب امیر المؤمنین بخلافت بہ تحقیق انجامید حضرت رسالت در ہمیں موضع منزل گزید و فرمود۔ الخ۔ انتہی ملخصاً دیکھو حبیب السیر مطبوعہ قدیمی مطبع بمبئی جزو سوئم صفحہ ۲۴ اسمیں تہنیت حضرت عمر بخ بخ یا ابن ابی طالب اصبحت مولای و مولا کل مؤمن و مومنۃ بھی مروی ہے اور اسکی تائید در منثور کی روایت سے ہوتی ہے جو بذیل اس آیت کے ابی سعید سے مروی ہے کہ آیت یا ایھا الرسول بلغ۔ غدیر خم کے دن علی ابن ابی طالب کے حق میں اُتری ہے اور تفسیر مظہری اور فتح البیان میں بھی اسی طرح ہے ۱۲ مترجم۔ [2] چونکہ معصوم کی تفسیر سب پر مقدم ہونی چاہئیے پس بروئے انصاف امام محمد بن علی باقر العلوم کا قول سب پر ترجیح رکھتا ہے کہ یہ آیت حضرت علیؑ کے حق میں اُتری اور نبیؐ نے بہ تعمیل حکم الٰہی امیر المؤمنین علیؑ کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا من کنت مولاہ فعلی مولاہ اور جب اس امر عظیم کا اس قدر اہتمام ہوا تو اس کو معمولی دوستی مؤمنین پر حمل کرنا خلاف انصاف ہے کیونکہ مومنین کی آپس میں دوستی رکھنے کے لئے بیشمار آیات و احادیث وارد ہیں پھر اس قدر عظیم الشان اہتمام حضرت علیؑ کے لئے بالخصوص کرنے کی ضرورت نہ تھی لہذا یقیناً ثابت ہے کہ اس سے مراد ریاست عامہ و ولایت نبیؐ ہے۔ دیکھو تفسیر کبیر جلد ۳ صفحہ ۶۱۸ مصری طبع جدید و تفسیر وحیدی از مولوی وحید الزمان صاحب صفحہ ۱۶۰ حاشیہ ۵ اور عبقات حدیث ولایت صفحہ ۴۲۳ میں بروایت طبرانی مؤلفہ ۳۶۰ھ و سنن ابن مندہ الاصبہانی مؤلفہ ۳۹۵ھ و ابن مردویہ و ابن اثیر فی اسد الغابہ ناقلاً ابی نعیم و ابی مندہ سے اسطرح مروی ہے کہ آنحضرتؐ نے آخر حدیث میں فرمایا فھو اولی الناس بکم بعدی یعنے میرے بعد تمہارے لئے وہ سب سے اولیٰ ہے یہ روایت اولیٰ اور مولا کے معنے اولی بالتصرف ہونے کے لئے مفسر و مبین ہے ۱۲ مترجم۔ [3] عبارت مندرجہ متن کے بعد فخر رازی یہ بھی روایت کرتے ہیں فلقیہ عمر فقال ھنیئا لک یا ابن ابی طالب اصبحت مولای و مولا کل مؤمن و مؤمنۃ و ھو قول ابن عباس و البراء بن عازب

بلی یارسول اللہ ص قال من کنت مولاہ فعلی مولاہ وکذا فی ترجمان القرآن للسید الصدیق وزاد عن ابن مسعود انہ قرء النبی اولی بالمومنین من انفسہم وھو اب لہم۔ وفی الخصائص للسیوطی قال اللہ تعالی النبی اولی بالمؤمنین من انفسہم وازواجہ امہاتہم وقرء وھو اب لہم۔ وفی المفردات للراغب الاصفہانی طبع مصر روی انہ صلعم قال لعلی انا وانت ابوا ھذہ الامۃ والی ھذا اشار بقولہ کل سبب ونسب منقطع یوم القیامۃ الا سببی ونسبی۔ وفیہ قال لعلی انت اخی ووارثی قال وما ارثک قال ما ورثت الانبیاء قبلی کتاب اللہ وسنتی۔ وفی الخازن النبی اولی بالمؤمنین من انفسہم ای من بعضہم ببعض فی نفوذ حکمہ علیہم ووجوب طاعتہ وقال ابن عباس اذا دعاہم النبی ودعتہم انفسہم الی شیء کانت اطاعۃ النبی اولی بہم من طاعتہ انفسہم ولھذا صحیح کذا فی الکشاف والمعالم وفی الکبیر المسئلۃ الثانیۃ تمسک محمد بن عبد اللہ بن الحسین بن علی ابن ابی طالب علیہ السلام فی کتابہ الی جعفر المنصور بھذہ الایۃ (اولوا الارحام) فی ان الامام بعد رسول اللہ صلعم ھو علی بن ابی طالب فقال قولہ تعالی:

ہاں بے شک یا رسول اللہ ص تو آنحضرت ص نے فرمایا یاد رکھو جس کا مولا ہوں اُس کا علی بھی مولا ہے اور اسی طرح ترجمان القرآن مؤلفہ سید صدیق حسن خان صفحہ ۔۔ میں ہے اور اُس میں اتنا زیادہ لکھا کہ ابن مسعود کہتا ہے نبی ص نے اس آیت کو اس طرح پڑھا۔ النبی اولی بالمؤمنین من انفسہم وھو اب لہم۔ یعنی نبی ص مومنین کے لئے اُن کے نفسوں سے اولیٰ ہے اور وہ اُن کے لئے بمنزلہ باپ کے ہے اور خصائص سیوطی جلد ۲ صفحہ ۔۔ میں ہے خدا نے فرماتا ہے النبی اولی بالمؤمنین من انفسہم اور ایک قرأت میں یہ بھی ہے وھو اب لہم اور مفردات راغب اصفہانی مطبوعہ مصر صفحہ ۔۔ میں لکھا ہے رسول خدا ص سے مروی ہے کہ آپ نے حضرت علی سے فرمایا میں اور تو دونوں اس امت کے باپ ہیں (روحانی پرورش میں) اور حضور ص نے اسی طرف اس قول سے اشارہ فرمایا کہ سبب و نسب قیامت کے دن میرے سبب و نسب کے سوا منقطع ہوگا۔ اور اُسی مفردات کے صفحہ ۔۔ میں ہے کہ حضور ص نے حضرت علی سے فرمایا کہ تو میرا بھائی اور وارث ہے حضرت علی ع نے عرض کی میں آپ کی کس چیز کا وارث ہونگا آپ نے فرمایا تو میری اُس چیز کا وارث ہے جس کا میں انبیاء سابقین سے وارث ہوا ہوں یعنے کتاب خدا اور میری سنت کا۔ اور تفسیر خازن جلد ۳ صفحہ ۔۔ میں النبی اولی بالمؤمنین کا معنے یہ لکھا ہے کہ نبی ص مومنین کے نفسوں سے اس طرح اولیٰ ہیں کہ آپ کا ہر حال میں مومنین پر حکم نافذ ہے اور اُن پر اُس حکم کی فرمانبرداری واجب ہے اور مومنین کی یہ حالت (کہ) ان میں ایک دوسرے کے حکم ماننے میں جیسی ہے لہذا نبی ص اولی بالتصرف ہوئے اور حضرت ابن عباس کہتے ہیں اس کا یہ معنے ہے کہ جب نبی ص لوگوں کو کوئی حکم دیں اور اُن کے نفوس اُس کے برخلاف خواہش کریں تو اُن کو اپنے نفسوں کی اطاعت کی نسبت اطاعت نبی ص کی اولیٰ اور واجب ہے اور یہی معنے صحیح ہے۔ انتہیٰ۔ (اسی طرح یہ معنے حضرت علی ع کے لئے وارد اور صادق ہے) اسی طرح کشاف جلد ۲ صفحہ ۲۰۶ و معالم جلد ۳ صفحہ ۱۳۱ میں ہے۔ اور تفسیر کبیر جلد ۴ صفحہ ۵۸۰ میں لکھا ہے دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ محمد بن عبد اللہ بن حسین بن علی بن ابی طالب علیہم السلام نے اپنے اس خط میں جو اُنہوں نے جعفر منصور کی طرف لکھا آیت اولوا الارحام سے اس بات پر دلیل اختیار کی کہ بعد رسول اللہ ص کے حضرت علی ابن ابی طالب ولی اور امام ہیں اور کہا کہ قولہ تعالیٰ والو الارحام اس پر دال ہے کہ بعض اُن میں سے بعض کے لئے اولیٰ ہیں۔ اور چونکہ آیت میں کسی چیز معین کی اولویت ثابت نہیں ہوتی پس یہ ثبوت ولایت مطلقہ پر دال ہے اور جملہ اقسام کی اولویت پر اس کا حمل کرنا واجب ہے۔

واولوا الارحام بعضہم اولی ببعض یدل علی ثبوت الولایۃ ولیس فی الایۃ شیء معین فی ثبوت ھذہ الاولویۃ فوجب حملہ علی الکل

الا ما خصہ الدلیل وحینئذ یندرج فیہ الامامۃ وفی ابلاغ آیات سورۃ البراءۃ قال رسول اللہؐ (فی اخذہا عن ابی بکر بعد اعطاءہا ایاہ) لا یؤدیہا الا رجل منی وذالک یدل علی ان ابابکر ماکان منہ الخ وروی السیوطی فی مسند والترمذی وحسنہ والنسائی والبیہقی فی الدلائل وعبد اللہ بن احمد فی زوائد المسند وابو الشیخ وابن مردویہ وابن ابی شیبۃ وابن حبان والشیخان والسدی وابن المنذر والحاکم وصححہ بالاسانید عن ابن عباس وعن عامر وعلی بن الحسین وغیرہم قصۃ سورۃ البراءۃ وارسال النبیؐ ابابکر لتبلیغہا اہل مکۃ ثم ارجاعہ وارسالہ علیا وقولہ لا یؤدی عنی الا انا او علیؑ ومنہا ما فی کنز العمال والصواعق المحرقۃ عن عمران بن حصین مرفوعا ماتریدون من علیؑ ثلاثا ان علیا منی وانا منہ وہو ولی کل مومن من بعدی رواہ الترمذی والحاکم ورواہ ابن ابی شیبۃ عنہ وصححہ وعن بریدۃ مرفوعا من کنت ولیہ فعلی ولیہ رواہ احمد والنسائی والحاکم وعن عبد اللہ بن بریدۃ عن ابیہ لا تقع فی علیؑ

بجز اس کے جو دلیل قوی سے مخصوص اور مستثنٰی ہو اور اسی وجہ اسمیں امامت بھی داخل ہے اور نیز آیات سورت برأت کے پہونچانے میں جب رسول خداؐ نے ابو بکر کو معزول فرما کر حضرت علیؑ کو اس پر تعینات فرمایا تھا اُس وقت یہ بھی فرمایا کہ آیات کو کوئی نہیں پہونچا سکتا سوائے اس کے جو مجھ سے ہو یعنی مجھ سے اقرب ہو تو اس سے معلوم ہوا کہ ابو بکر صاحب رسول خدا سے اقرب نہ تھے۔ الخ۔ (لہٰذا وہ وارث امامت بھی نہیں ہو سکتے) اور سیوطی وابن جریر ورازی واحمد مسند میں اور ترمذی نے اُس کو حسن بھی کہا اور نسائی اور بیہقی دلائل میں اور عبد اللہ بن احمد زوائد مسند میں وابو الشیخ وابن مردویہ وابن ابی شیبہ وابن حبان وبخاری ومسلم وسدی وابن منذر وحاکم اُس نے صحیح بھی کہا۔ یہ سب باسانید خود ابن عباس وعامر وعلی ابن الحسین وغیرہم سے قصہ سورۃ برأت روایت کرتے ہیں کہ نبی صلعم نے ابی بکر صاحب کو اہل مکہ پر ان آیات کے احکام پہونچانے کے لئے بھیجا۔ پھر واپس بلا کر آپ نے حضرت علیؑ کو بھیجا اور فرمایا میری طرف سے یا خود میں پہونچاؤں یا علیؑ پہونچا سکتا ہے (در منثور جلد ۳) (یہ حال چند احکام کے لئے ہے) کہ ابو بکر صاحب اس کے مجاز نہ ہوئے تو جملہ امور شرعیہ میں ساری امت کے پیشوا کس طرح ہو سکتے ہیں) اور منجملہ نصوص کے یہ ہے جو کنز العمال ج۶ ص۱۵۴ اور صواعق محرقہ ص۷۳ مطبوعہ مصر میں عمران بن حصین سے مرفوعاً مروی ہے کہ رسول خداؐ نے فرمایا تم حضرت علیؑ سے کیا ارادہ رکھتے ہو؟ تین بار تکرار سے فرمایا بالتحقیق علیؑ مجھ سے ہے اور میں علیؑ سے ہوں اور میرے بعد وہی ہر مؤمن کا سردار ہے (کذا فی الاصابہ ج۳ ص۱۵۸ ترجمہ وہب بن حمزہ) اس کو ترمذی وحاکم نے روایت کیا اور ابن ابی شیبہ نے اس کو روایت کر کے صحیح کہا۔ اور بریدہ سے مرفوعاً مروی ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا جس کا میں سردار ہوں اُس کا حضرت علیؑ بھی سردار ہے اس کو احمد ونسائی وحاکم نے روایت کیا اور عبد اللہ بن بریدہ سے ہے وہ اپنے باپ سے روایت کرتا ہے نبیؐ نے فرمایا علیؑ کی کسرشان مت

ملے یواقیت مواقف ص۲۶۹ پر حاشیہ لکھا ہے کہ صواعق میں ولیکم بعدی کی ایک اسناد میں اجلح ہے جس کو ابن معین نے ثقہ کہا لیکن دوسرے تضعیف کرتے ہیں کہ وہ شیعی ہے۔ تہذیب الکمال میں احمد بن حنبل سے مروی ہے کہا اجلح اور مجالد متقارب فی الحدیث ہیں احمد بن عبد اللہ کہتے ہیں اجلح ثقہ ہے احمد بن عدی کہتے ہیں اس کی حدیثیں صالح ہیں جنمیں اسکی کوئی حدیث منکر نہیں پائی اگرچہ اسکو شیعی کہتے تھے مگر میرے نزدیک صدوق مستقیم الحدیث ہے نیز یہ الفاظ بے شمار اسانید سے مروی ہیں کیا سب میں اجلح ہو تو سب کا کیا جواب ہو سکتا ہے دیکھو میزان الاعتدال ترجمہ اجلح کندی ج۱ ص۲۰ وتہذیب التہذیب ابن حجر۔ حدیث ولیکم بعدی فتح الباری شرح بخاری کتاب المغازی ص۵۳ باب بعث علی بن ابی طالب اور کنز العمال جلد ۶ ص۱۵۴ میں ہے اور کنز العمال ص۱۵۵ ج۶ میں ان الفاظ سے ہے ان علیا ولیکم بعدی فاحب علیا فانہ یفعل ما یؤمر اور ص۱۵۵ میں ابی لیلیٰ غفاری سے مروی ہے قال قال صلعم سیکون بعدی فتنۃ فاذا کان ذالک فالزموا علی بن ابیطالب فانہ الفاروق بین الحق والباطل۔ یعنی نبیؐ نے فرمایا میرے بعد فتنہ پیدا ہوگا جب یہ بات ہو تو تم حضرت علیؑ کے ساتھ ہو جانا وہ حق وباطل کے درمیان فرق دکھانے والے ہیں۔ اور کنز العمال ج۶ ص۱۵۴ ۳۹۶ میں ہے قال

علیؑ حق وباطل کے درمیان فاروق ہے فتنہ وفساد میں تم علیؑ کا دامن پکڑے رکھو

فانه منی وانا منه وهو ولیکم بعدی رواه ابن ابی شیبة - وعن زید بن ارقم والبراء بن عازب مرفوعًا الا ان الله ولیی وانا ولی کل مؤمن من کنت مولاه فعلی مولاه - وعن ابن عباس عن بریدة مرفوعًا یا بریدة الست اولی بالمؤمنین من انفسهم من کنت مولاه رواه احمد وابن حبان وسمویه والحاکم وسعید بن منصور - وعن وهب بن حمزة مرفوعًا لا تقل هذا فهو اولی الناس بکم بعدی یعنی علیًا رواه الطبرانی کذا فی کنز العمال - وفیه مسند زید بن ارقم عن ابی الطفیل عامر بن واثلة قال لما رجع رسول الله صلعم من حجة الوداع فنزل غدیر خم امر بدوحات فقممن (جاروب کردہ شدند) ثم قام فقال کانی قد دعیت فاجبت انی قد ترکت فیکم الثقلین احدهما اکبر من الاخر کتاب الله حبل ممدود من السماء الی الارض و عترتی اهل بیتی فانظروا کیف تخلفونی فیهما فانهما لن یتفرقا حتی یردا علی الحوض ثم قال ان الله مولای وانا ولی کل مؤمن ثم اخذ بید علیؑ فقال من کنت ولیه فعلی ولیه اللهم وال من والاه و عاد من عاداه فقلت لزید انت سمعته من رسول اللهؐ فقال ما کان فی الدوحات احد الا قد راٰه بعینیه وسمعه باذنیه رواه ابن جریر وکذا فی الخصائص للنسائی - وفی روایة لابن جریر ثم قال ایها الناس الستم تعلمون

بالتحقیق وہ مجھ سے ہے اور میں اُس سے ہوں اور وہ میرے بعد تمہارا سردار ہے اس کو ابن ابی شیبہ نے روایت کیا۔ اور زید بن ارقم و براء بن عازب سے مرفوعاً مروی ہے کہ حضورؐ نے فرمایا خبردار رہو بالتحقیق اللہ تعالیٰ میرا متولی ہے اور میں ہر مومن کا متولی اور سردار ہوں پس جس کا میں سردار ہوں اُس کا علی بھی سردار ہے۔ اور ابن عباس بریدہ سے مرفوعاً روایت کرتا ہے کہ حضرتؐ نے بریدہ سے فرمایا اے بریدہ کیا میں مومنین کے لئے اُن کے نفسوں سے اولیٰ بالتصرف نہیں ہوں پس جس کے لئے میں اولےٰ بالتصرف ہوں اُس کے لئے علیؑ بھی اولیٰ بالتصرف ہے اس کو احمد وابن حبان وسمویہ وحاکم وسعید بن منصور نے روایت کیا۔ اور وہب بن حمزہ سے مرفوعاً مروی ہے کہ نبیؐ نے فرمایا الیسا مت کہو یہی علیؑ تم سب کے لئے میرے بعد اولیٰ بالتصرف ہے اس کو طبرانی نے روایت کیا۔ اسی طرح کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۱۵۵ میں ہے (یہ الفاظ فیصلہ کن ہیں اولی الناس اور بعدی پر خوب غور فرمایئے) اور اُسی کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۳۹۰ مسند زید بن ارقم میں ابی الطفیل عامر بن واثلہ سے مروی ہے کہا جب رسول اللہؐ حجۃ الوداع سے واپس ہوئے اور خم غدیر پر اُترے اور حکم دیا کہ درختوں کے نیچے جھاڑو دیا جائے۔ چنانچہ صفائی کی گئی اور رسول اللہؐ کھڑے ہو کر فرمانے لگے گویا مجھے بلایا گیا ہے اور میں نے قبول کرلیا ہے (کہ اس دار فانی سے چلا جاؤنگا) یاد رکھو میں تمہارے درمیان دو بڑی بھاری چیزیں چھوڑ چلا ہوں ایک اُن میں سے دوسری سے بڑی ہے وہ کتاب اللہ ہے جو آسمان سے زمین تک ایک رسی کھینچی ہوئی ہے (یعنے خدا اور بندوں کے درمیان واسطہ ہے) اور دوسری میری عترت یعنی میرے اہل بیتؑ پس خیال رکھنا کہ تم میرے بعد ان دونوں سے کس طرح سلوک رکھو گے بالتحقیق یہ ہر دو میرے پاس حوض کوثر پہ وارد ہونے تک ہرگز آپس میں جدا نہوں گے۔ پھر فرمایا تحقیق اللہ تعالیٰ میرا متولی ہے اور میں ہر مومن کا متولی ہوں پھر حضرت علیؑ کا ہاتھ پکڑ کر دکھایا اور فرمایا کہ جس کا میں متولی ہوں اُس کا یہ علیؑ بھی متولی ہے یا اللہ تو اُس کو دوست رکھ جس نے علیؑ کو دوست رکھا اور اُس کو دشمن سمجھ جس نے علیؑ کو دشمن سمجھا۔ راوی کہتا ہے میں نے زید سے پوچھا کہ تو نے خود اس کلام کو رسول اللہؐ سے سُنا ہے؟ زید نے کہا اُن درختوں کے نیچے کوئی آدمی ایسا نہیں تھا جس نے اپنی دو آنکھوں سے اس واقعہ کو دیکھا اور اپنے دو کانوں سے اُس کو سنا ہو اس کو ابن جریر نے روایت کیا اور اسی طرح خصائص نسائی مترجم صفحہ ۳۸ میں ہے اور ایک روایت ابن جریر میں ہے پھر رسول اللہؐ نے فرمایا اے لوگو! تم بحکم النبی اولی بالمؤمنین نہیں جانتے

نبیؐ کے بعد علیؑ اولی بالتصرف ہیں

حدیث ثقلین کے ساتھ علیؑ ولی کا فرمان

[1] امام حافظ محدث شمس الدین ابوالخیر محمد بن محمد ابن الجزری دمشقی مؤلف الحصن الحصین نے اپنے رسالہ اسنی المطالب فی مناقب علی ابن ابی طالب مطبوعہ میریہ مکہ مکرمہ صفحہ ۳ میں لکھا ہے۔ هذا حدیث حسن من هذا الوجه صحیح من وجوه کثیرة تواتر عن امیر المؤمنین علیؑ وهو متواتر ایضًا عن النبیؐ الخ ۱۲ مترجم

انی اولیٰ بالمؤمنین من انفسہم قالوا بلیٰ یا رسول اللہ صلعم وساق الحدیث - الحدیث رواہ الخطیب عن عبد الرحمن بن ابی لیلیٰ و رواہ ابن ابی حاتم عن علیؑ مثلہ و رواہ ابن ابی شیبۃ - وفی کنز العمال مسند البراء بن عازب قال کنا مع رسول اللہ ص فی سفر فنزلنا بغدیر خم فنودی الصلوٰۃ جامعۃ وکسح لرسول اللہ صلعم تحت شجرۃ فصلی الظہر فاخذ بید علیؑ فقال الستم تعلمون انی اولیٰ بکل مومن قالوا بلیٰ فاخذ بید علیؑ فقال اللہم من کنت مولاہ فعلی مولاہ اللہم وال من والاہ و عاد من عاداہ فلقیہ عمر بعد ذلک فقال لہ ھنیئاً لک یا ابن ابی طالب اصبحت وامسیت مولیٰ کل مؤمن ومؤمنۃ رواہ ابن ابی شیبۃ - وفیہ عن علیؑ ان النبی ص حضر الشجرۃ بخم ثم خرج اخذا بید علیؑ فقال ایہا الناس الستم تشہدون ان اللہ ربکم قالوا بلیٰ قال الستم تشہدون ان اللہ ورسولہ اولیٰ بکم من انفسکم وان اللہ ورسولہ مولیٰ کم قالوا بلیٰ قال فمن کان اللہ ورسولہ مولاہ فان ھذا مولاہ وقد ترکت فیکم ما ان اخذتم بہ

کہ میں مومنین کے لئے اُن کے نفسوں سے اولیٰ تر ہوں سب نے عرض کیا ہاں ہم جانتے ہیں - پھر وہی مذکورہ بالا حدیث من کنت ولیہ[1] الخ بیان فرمائی اور اس کو خطیب نے عبد الرحمٰن بن ابی لیلی سے اور ابن ابی حاتم نے حضرت علیؑ سے اور ابن ابی شیبہ نے بھی روایت کیا - اور اُسی کنز العمال ج ۶ ص ۳۹۷ مسند براء بن عازب میں ہے کہا ہم رسول اللہؐ کے ساتھ سفر میں تھے اور غدیر خم پر اُترے آواز دیا گیا کہ صلوٰۃ جامع ہے یعنی نماز کے لئے جمع ہو جاؤ اور رسول اللہؐ کیلئے درختوں کے نیچے صاف جگہ بنائی پس آنحضرت ص نے نماز ظہر ادا کر کے جناب علیؑ کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا اے لوگو! تم نہیں جانتے کہ میں ہر مؤمن کے لئے اولیٰ ہوں سب نے عرض کی بے شک یا رسول اللہؐ پھر حضرت علیؑ کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا جس کا میں مولیٰ ہوں اُس کا علیؑ بھی مولیٰ ہے - یا اللہ تو اس کو دوست رکھ جو حضرت علیؑ کو دوست رکھے اور اُس کو دشمن سمجھ جو علیؑ کو دشمن سمجھے - اس کے بعد امیر عمر حضرت علیؑ کو ملے تو کہنے لگے اے ابن ابی طالب تجھے مبارک ہو کہ تو ہمیشہ کے لئے ہر مومن مرد اور عورت کا مولیٰ ہو گیا اس کو ابن ابی شیبہ نے روایت کیا (اگر مولا کے معنے دوست کے ہوں تو یہ مبارکبادی بالکل بے جا ہے کیونکہ جملہ مومنین ہمیشہ ایک دوسرے کے بحکم خدا اور رسول دوست ہیں پھر یہ کونسی جدید بات تھی) اور اُسی کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۳۹۹ میں حضرت علیؑ سے مروی ہے کہ نبی ص خم غدیر کے مقام پر درختوں کے درمیان اُترے اور حضرت علیؑ کا ہاتھ پکڑے ہوئے ظاہر فرمایا اے لوگو! کیا تم اس کی گواہی نہیں دیتے کہ تمہارا رب اللہ ہی ہے سب نے عرض کیا ہاں فرمایا کیا تم اس کی گواہی نہیں دیتے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ص تمہارے نفسوں سے اولیٰ اور تمہارے مولا ہیں سب نے کہا ہاں فرمایا پس جس کا اللہ تعالیٰ اور رسول مولیٰ ہے اُس کا یہ بھی (علیؑ کا ہاتھ پکڑے ہوئے فرمایا) مولا ہے اور میں تمہارے ہاں دو چیزیں چھوڑے جاتا ہوں کہ اگر تم نے خوب اس کے ساتھ تمسک کیا یعنی انکی پیروی کی

---

[1] اس حدیث کے الفاظ ایک ہی روایت میں مولیٰ اور اولیٰ و ولی وارد ہیں اور مختلف احادیث اس قصہ میں کسی جگہ اولیٰ کی جگہ مولیٰ اور کسی جگہ ولی وارد ہوا جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ الفاظ اس حدیث میں مترادف استعمال ہوئے ہیں اور سب جگہ مراد اولیٰ بالتصرف اور سردار کا معنے ہے بعض روایات بعض کی مفسر واقع ہوتی ہیں اور لفظ ولیکم بعدی یا اولی الناس بکم بعدی اور ولی کل مؤمن بعدی فیصلہ کیلئے کافی مؤید ہیں کیونکہ اگر دوستی کا معنی مراد لیا جائے تو معنے بالکل غلط ہو جاتا ہے کہ نبیؐ کے بعد حضرت علیؑ کو دوست رکھا جائے اور نبیؐ کی حیات میں ان کو دوست نہ رکھا جائے یا علاوہ آنحضرتؐ کے ایک حضرت علیؑ کو دوست رکھا جائے اور کسی مؤمن کو دوست نہ رکھا جائے ۱۲ مترجم [2] یعنیٰ اسیطرح انہی الفاظ سے ذخائر العقبیٰ میں محب طبری نے باسناد احمدؒ فی مسندہ عن البراء بن عازب مبارکبادی روایت کی ہے دیکھو ذخائر مطبوعہ مصر ص ۶۷ از کتب خانہ نصیفی جدہ حجاز نیز اسیطرح بعینہ الحاوی للفتاوی للسیوطی طبع مصر ج ۱ ص ۱۲۲ میں باسناد احمد عن البراء و زید بن ارقم و ابن ماجہ مروی ہے اور انوار اللغۃ پ ۱۹ ص ۱۳ میں بذیل حدیث من کنت مولا تحریر ہے اور حضرت عمر نے حضرت علیؑ کو مبارکباد دی اے ابوالحسن تم کو مبارک ہو تم میرے مولا اور ہر مؤمن مرد اور مومنہ عورت کے مولا ہوئے اور پ ۶ ص ۹۴ میں اسی حدیث کے تحت لکھتے ہیں کہ عمر نے علیؑ سے کہا تم تو ہر مسلمان مرد اور ہر مسلمان عورت تک مولا بن گئے حضرت عمر نے حضرت علیؑ کو مبارکبادی جب حضرت نے یہ حدیث فرمائی من کنت مولاہ انتہیٰ اور روضۃ الصفا ج ۲ ص ۱۷۳ میں حدیث من کنت مولاہ فعلی مولاہ کے بعد لکھا فرمود صلی اللہ علیہ وسلم کہ امیر المومنین علیؑ در خیمہ دیگر بنشیند بعد از ان طبقات خلائق را امر کرد کہ نزد علیؑ

لن تضلوا بعدہ کتاب اللہ سببہ بیدہ وسببہ بایدیکم و اھل بیتی (علیہ السلام) رواہ ابن جریر وابن ابی عاصم والمحاملی فی امالیہ وصححہ ابن جریر۔ وفیہ عن عمران بن حصین وغیرہ وزاد لفظ وھو ولی کل مؤمن بعدی وقال صحیح۔ وفیہ عنہ مرفوعًا علیؑ منی وانا منہ وعلیؑ ولی کل مومن بعدی رواہ ابن ابی شیبۃ وابن جریر وصححہ انتھٰی۔ وفی روضۃ الاحباب مثلہ وزاد وادر الحق معہ حیث کان وھکذا فی مدارج النبوۃ ومعارج النبوۃ

وفی الخصائص للنسائی من کنت ولیہ فعلی ولیہ وفیہ عن زید بن ارقم ان اللہ مولای وانا ولی کل مومن واخذ بید علی فقال من کنت ولیہ فعلی ولیہ وفیہ عن ابن بریدۃ مثلہ وفیہ عن ابن عباس عن بریدۃ بلفظ الست اولی الحدیث۔ وفیہ ان علیا منی وانا منہ وھو ولی کل مؤمن من بعدی۔ وفیہ عن سعد مثلہ۔ وفیہ عن سعد قال کنا مع رسول اللہ صلعم بطریق مکۃ لما بلغ غدیر خم وقف الناس ثم رد من سبقہ ولحقہ من تخلف فلما اجتمع الناس الیہ قال ایھا الناس ھل بلغت قالوا نعم قال اللھم اشھد ثلاث مرات یقولھا ثم قال ایھا الناس من ولیکم

قالوا اللہ ورسولہ اعلم ثلاثا ثم اخذ بید علیؑ فاقامہ قال من کان اللہ ورسولہ ولیہ

تو تم ان کے بعد گمراہ نہ ہوگے وہ چیز کتاب خدا ہے ایک طرف اُس کی آسمان کی طرف اور دوسری طرف تمہارے ہاتھوں میں ہے اور دوسری چیز میرے اہل بیت ہیں (اس حدیث میں آپ نے اشارہ فرمایا کہ حضرت علیؑ کا تقرر نیابت حکم اطاعت ثقلین کی جزء ہے) اس کو ابن جریر وابن ابی عاصم و محاملی نے امالی میں روایت کیا اور ابن جریر نے صحیح کہا (کنز العمال ج ۶ صفحہ ۴۰۴) اور اُسی کے صفحہ ۱۵۴ ج ۶ میں عمران بن حصین وغیرہ سے یہی حدیث مروی ہے اور اُس میں لفظ بعدی بھی وارد ہے اور کہا کہ حدیث صحیح ہے (کذا فی الاستیعاب ج ۲ صفحہ ۲۸ باسناد ابی داؤد الطیالسی انت ولی کل مؤمن بعدی اصابہ ج ۲ صفحہ ۵۰۹) اور اُسی کے صفحہ ۲۰۳ میں عمران سے مرفوعًا مروی ہے۔ کہ آنحضرتؐ نے فرمایا علیؑ مجھ سے اور میں علیؑ سے ہوں اور حضرت علیؑ میرے بعد ہر مؤمن کا والی ہے اس کو ابن ابی شیبہ اور ابن جریر نے روایت کیا اور کہا کہ صحیح ہے۔ انتہیٰ۔ اور روضۃ الاحباب جلد ۱ صفحہ ۲۷۵ میں مثل حدیث بالا کے مروی ہے اور اسی میں زیادہ روایت کیا کہ حضرتؐ نے فرمایا یا اللہ حق کو علی کے ساتھ پھیر جہاں وہ ہو اور اسی طرح معارج رکن ۴ صفحہ ۲۱۳ اور مدارج جلد ۲ صفحہ ۵۲۱ میں ہے اور خصائص نسائی طبع لاہور صفحہ ۲ میں ہے حضرتؐ نے فرمایا جس کا میں والی ہوں اُس کا علی بھی والی ہے اور خصائص صفحہ ۴ میں زید بن ارقم سے مروی ہے کہ نبیؐ نے فرمایا تحقیق اللہ میرا مولا ہے اور میں ہر مؤمن کا والی ہوں اور حضرت علیؑ کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا جس کا میں والی ہوں اس کا حضرت علیؑ بھی والی ہے اور صفحہ ۹ میں ابن بریدہ سے مثل اسکے مروی ہے اور صفحہ ۵ میں ابن عباس سے بروایت بریدہ بلفظ الست اولیٰ بکم آخر حدیث تک مروی ہے اور صفحہ ۵ لغایت صفحہ ۸ میں بلفظ علیؑ مجھ سے اور میں اُس سے ہوں اور وہ میرے بعد ہر مؤمن کا سردار ہے مروی ہے اور صفحہ ۵۶ میں سعد سے اسی طرح مروی ہے (خصائص نسائی طبع لاہور) وطبع مصر صفحہ ۱۹ صفحہ ۲۲ اور اُسی خصائص کے صفحہ ۵۵ میں سعد سے اس طرح مروی ہے کہا ہم رسول اللہؐ کے ساتھ مکہ کے راستہ میں تھے جب آپ غدیر خم پر پہنچے تو لوگوں کو ٹھہرا لیا اور جو آگے چلے گئے اُن کو واپس بلا لیا اور جو پیچھے تھے وہ بھی آشامل ہوئے جب کل لوگ آنحضرتؐ کی خدمت میں جمع ہو گئے تو آپ نے فرمایا۔ اے لوگو! کیا میں نے احکام الٰہی تمکو پہونچا دیئے ہیں؟ اُنہوں نے کہا بیشک یا رسول اللہ حضورؐ نے فرمایا یا اللہ تو اس کا شاہد ہے یہ تین دفعہ فرمایا (یعنے تین دفعہ لوگوں سے اقرار لیا اور اللہ کو گواہ بنایا) اور فرمایا اے لوگو! تمہارا والی کون ہے؟ انہوں نے کہا اللہ اور اس کا رسولؐ خوب جانتا ہے یہ سوال جواب بھی تین دفعہ ہوا پھر جناب حضرت علیؑ کا ہاتھ پکڑ کر کھڑا کیا اور فرمایا جس کا اللہ اور رسولؐ والی ہے

سے قال رواہ الترمذی باسناد قوی ۱۲ مترجم

فہذا ولیہ - وفیہ عن سعید بن وھب قال قال فی الرحبۃ انشد باللہ من سمع رسول اللہ صلعم یوم غدیر خم[1] اللہ ولیی وانا ولی المؤمنین ومن کنت ولیہ فہذا ولیہ اللہم وال من والاہ وعاد من عاداہ وانصر من نصرہ قال سعید فقام الی جنبی ستۃ - الحدیث - وفی ارجح المطالب الباب الرابع عن البراء بن عازب قال فی قولہ تعالے یا ایہا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک من فضائل علیؑ نزلت فی غدیر خم فخطب رسول اللہ صلعم ثم قال من کنت مولاہ فعلی مولاہ فقال عمر بخ بخ لک یا علی اصبحت مولای ومولی کل مؤمن ومومنۃ اخرجہ ابونعیم والثعلبی وفیہ اخرجہ ابن المغازلی فی المناقب وابراھیم النطنزی فی الخصائص شہاب الدین احمد فی توضیح الدلائل عن مجاھد قال نزلت ھذہ الآیۃ بغدیر خم واخرجہ الصالحانی انتہی وفی قواضب الایمان روی عبد الرزاق عن البراء بن عازب

پس اُس کا یہ علیؑ بھی والی ہے (خصائص نسائی) اور اُسی کے صہ ۵۹ میں سعید بن وہب سے مروی ہے حضرت علیؑ نے ایک میدان میں فرمایا قسم کے طور پر میں تمہیں خدا یاد دلا کر پوچھتا ہوں کہ تم میں سے کون کون ہے جس نے رسولؐ سے غدیر خم کے دن سنا کہ آنحضرتؐ نے فرمایا اللہ میرا والی ہے اور میں مومنین کا والی ہوں اور جس کا میں والی ہوں اُس کا یہ علیؑ بھی والی ہے یا اللہ اُس کو دوست رکھ جو اس کو دوست رکھے اور اُس کو دشمن سمجھ جو اس سے دشمنی رکھے اور اُس کو مدد دے جو اسے مدد دے - سعید کہتا ہے اُس وقت میرے پہلو سے چھ کس اس امر کی شہادت کے لئے کھڑے ہوئے - آخر حدیث تک - انتہٰی من الخصائص (خصائص نسائی) اور ارجح المطالب صہ ۳۰۲ باب چہارم میں براء بن عازب سے مروی ہے کہ قولہ تعالیٰ یا ایہا الرسول بلغ ما انزل الیک الآیۃ فضائل علیؑ سے ہے یہ آیت خم غدیر میں اُتری اور رسول خداؐ نے خطبہ پڑھ کر فرمایا جس کا میں مولا ہوں اُس کا علیؑ بھی مولا ہے امیر عمر نے کہا یا علیؑ آپ کو مبارک ہو مبارک ہو کہ آپ میرے اور ہر مومن و مومنہ کے مولا ہوگئے ہیں (اگر یہ معمولی دوستی کا معنے تھا جس کا ہمیشہ سے حکم چلا آتا ہے تو یہ مبارک مبارک کی صدا کیوں بلند ہوئی ؟) اس کو ابونعیم و ثعلبی نے روایت کیا - اور اُسی کے صہ ۲۰۳ میں ہے کہ ابن مغازلی مناقب میں اور ابراہیم نطنزی خصائص میں اور شہاب الدین احمد توضیح الدلائل میں مجاہد سے روایت کرتے ہیں - کہا یہ آیت غدیر خم کے موقعہ پر اتری ہے اور اسکو صالحانی نے بھی روایت کیا - انتہٰی اور قواضب الایمان صہ ۱۵ میں ہے عبد الرزاق نے براء بن عازب سے روایت کیا

[1] صواعق محرقہ مطبوعہ مصر صہ ۲۵ - ۲۶ میں باسناد طبرانی بہ تصریح تصحیح مروی ہے کہ نبیؐ نے درختوں کے سایہ غدیر خم میں اسطرح خطبہ (حدیث طویل) پڑھا اشہدوا ان لا الہ الا اللہ کیا تم لوگ خدا کے واحد لاشریک ہونے کی گواہی دیتے ہو پھر نبوت وغیرہ تسلیم کرا کر فرمایا ایہا الناس ان اللہ مولای وانا مولی المؤمنین وانا اولی بہم من انفسہم فمن کنت مولاہ فہذا مولاہ یعنی علیا یعنی اے لوگو! بحقیق اللہ میرا مولا ہے اور میں مؤمنین کا مولا ہوں اور ان سے اولی بالتصرف ہوں پس جس کا میں مولا ہوں اُس کا یہ یعنی علیؑ بھی مولا ہے یہ الفاظ دوسری روایات کے مفسر و مبین ہیں اور صہ ۲۶ صواعق میں ہے کہ ابوبکر و عمر نے حدیث کے خوب سمجھے جنہوں نے علیؑ کو کہا تھا امسیت یا ابن ابیطالب مولی کل مؤمن ومؤمنۃ اخرجہ الدارقطنی واخرج ایضا انہ قیل لعمر انک تصنع لعلی شیئا لا تصنعہ باحد من اصحاب النبیؐ فقال انہ مولای یعنی دونوں نے مبارکباد دی اور ہر مؤمن کا مولا کہا اور عمر صاحب کے باقی صحابہ سے خصوصی توجہ حضرت علیؑ کی بابت پوچھا گیا تو کہا یہ میرا مولا ہے - یہ سب الفاظ مولا کے خاص معنی پر دلالت کرتے ہیں - فقط دوست کے معنے یہ اہتمام نہیں ہوسکتا جو ہر مومن کا ایک دوسرے سے دوستی کا حکم ہے - شہادت توحید و رسالت کے ساتھ ولایت کی شہادت ضروری ہونے کیلئے دوسری حدیث فلک النجاۃ بحث حدیث ثقلین میں مذکور ہوئی وہاں ملاحظہ ہو - اور عقد الفرید جلد ۳ صہ ۲۸۴ حدیث غدیر کے بیان میں لکھا ہے ان الناس ذکروا ان الحدیث انما کان بسبب زید بن حارثۃ لشئی جری بینہ وبین علی وانکر ولاء علی فقال رسول اللہ من کنت مولاہ فعلی مولاہ - الخ - قال فان قتل زید بن حارثۃ قبل الغدیر - الخ - یعنی بعض لوگ کہتے ہیں حدیث غدیر اس سبب سے نبیؐ نے فرمائی کہ زید بن حارثہ اور حضرت علیؑ کے درمیان کچھ رنجش پیدا ہوئی اور زید نے ولاء علیؑ کا انکار کیا تو حضرت نے فرمایا

ص اسی روایت میں متابعت ثقلین کو آخر میں بیان فرمایا جو امامت علیؑ اور وجوب الطاعت کی دلیل ہے۔

من کنت مولاہ فان علیا بعدی مولاہ۔ وفی کنز العمال عن علیؑ قال عممنی رسول اللہ صلعم یوم غدیر خم بعمامۃ سدل لھا خلفی وفی لفظ سدل طرفیھا علی منکبی الحدیث۔ رواہ ابن ابی شیبۃ والطبرانی وابن منیع والبیھقی۔ وفی ارجح المطالب فی الباب الرابع ھکذا وزاد اخرجہ الخطیب البغدادی والدیلمی وصاحب کنوز الحقائق والبوداؤد الطیالسی والمحب الطبری فی الریاض والسیوطی وابن الصباغ المالکی۔ اقول حدیث من کنت مولاہ فعلی مولاہ متواتر لاحاجۃ الی تفصیل اسانیدہ ومخرجیہ فلھذا ابیناہ مختصرا مخافۃ التطویل وقد اوردہ مؤلف ارجح المطالب ناقلا عن ابن العقدۃ فی کتاب الموالاۃ اسماء رواتھا من الصحابۃ نحو مائۃ فصاعدا و اسماء المخرجین نحو مائۃ وخمس واربعین۔ فی منہج الوصول الی اصطلاح احادیث الرسول للصدیق حسن خان طبع شاھجھانی وحاکم ابو سعید گفتہ حدیث موالاۃ وحدیث غدیر خم را جماعتے از صحابہ راوی ست و نقل بداں متواتر شدہ تا آنکہ داخل حد تواتر گشتہ ومحمد بن جریر برائے حدیث غدیر خم ہفتاد وپنج طریق ذکر کردہ وآنرا در کتابے مفرد نمودہ ونامش کتاب الولایہ نہادہ و حافظ ذہبی جزئے در طرق وے نگاشتہ وحکم بتواترش فرمودہ وابو العباس بن عقدہ حدیث غدیر خم را بیک صد وپنجاہ طریق آوردہ وکتابے مفرد دراں نگاشتہ۔ فقط۔ فی الصواعق وبیان انہ (حدیث من کنت مولاہ) حدیث صحیح لامریۃ فیہ وقد اخرجہ جماعۃ کالترمذی والنسائی واحمد وطرقہ کثیرۃ جدا ومن ثم رواہ ستۃ عشر صحابیا۔ وفی روایۃ لاحمد

کہ نبیؐ نے فرمایا جس کا میں مولا ہوں اُس کا میرے بعد علیؑ مولا ہے آور کنز العمال جلد ۸ صفحہ ۶۰ میں ہے جناب علیؑ فرماتے ہیں مجھے رسول اللہؐ نے غدیر خم کے دن دستار باندھی اور اُس کا طرہ (شملہ) پیچھے لٹکایا تھا اور ایک لفظ حدیث میں یہ ہے کہ عمامہ کے دونو شملے میرے کاندھوں پر لٹکائے تھے آخر حدیث تک اس کو ابن ابی شیبہ و طبرانی و ابن منیع و بیہقی نے روایت کیا (غدیر کے دن نبیؐ نے حضرت علیؑ کو ولیعہدی و جانشینی کی دستار بندی کرائی)، (وکذا فی ریاض النضرہ ج ۲ فصل تاسع فی فضائلہ صفحہ ۱۶۹) آور ارجح المطالب صفحہ ۲۲ باب رابع میں بھی اسی طرح ہے اور زیادہ لکھا کہ اس کو خطیب بغدادی و دیلمی اور صاحب کنوز الحقائق و ابو داؤد طیالسی و محب طبری نے ریاض النضرہ میں اور سیوطی اور ابن صباغ مالکی نے روایت کیا۔ (قول مؤلف) میں کہتا ہوں حدیث من کنت مولاہ فعلی مولاہ متواتر ہے اس کے اسانید اور مخرجین کے لکھنے کی حاجت نہیں اسلئے ہم نے اس کو بخوف طوالت مختصراً بیان کیا ہے اور مؤلف ارجح المطالب نے صفحہ ۱۸۵ میں ابن عقدہ کی کتاب الموالات سے صحابہ رواۃ اس حدیث کے قریباً ایک سو یا اس سے زیادہ نام شمار کئے ہیں اور اسماء محدثین مخرجین اس کے قریباً ایک سو پینتالیس ۱۴۵ تک اُس نے بیان کئے ہیں۔ اور منہج الوصول الی اصطلاح احادیث الرسول مؤلفہ سید صدیق حسن خان صفحہ ۹۲ و صفحہ ۱۳ مطبع شاہجہانی میں لکھا ہے۔ حاکم ابو سعید کہتا ہے۔ حدیث موالات اور حدیث غدیر خم کو ایک جماعت صحابہ نے روایت کیا ہے اور اسکی نقل متواتر چلی آتی ہے، حتیٰ کہ یہ حد تواتر کے اندر داخل ہو چکی ہے۔ اور محمد بن جریر طبری نے حدیث غدیر خم کے لئے پچھتر ۷۵ طرق اسناد ذکر کئے ہیں اور اس کے لئے اُس نے ایک علیحدہ کتاب لکھی ہے جس کا نام کتاب الولایت رکھا اور حافظ ذہبی نے بھی اسکے اسنادوں میں ایک مستقل رسالہ لکھ کر اس حدیث کے متواتر ہونے کا حکم دیا ہے۔ اور ابو العباس بن عقدہ نے حدیث غدیر خم کو ایک سو پچاس ۱۵۰ اسانید سے بیان کیا اور اس پر ایک مستقل کتاب لکھی ہے۔ فقط۔ انتہیٰ۔ (کون تسلیم کرے گا کہ اتنی مہتم بالشان حدیث محض اسی لئے وارد ہوئی ہے کہ حضرت علیؑ سے بھی باقی مومنین کی طرح دوستی رکھو یہ ہرگز نہیں بلکہ اس قدر اہتمام سے وہی اہم کام مقصود ہے جو نیابت نبیؐ اور امامت کبریٰ مطلقہ ہے) اور صواعق محرقہ صفحہ ۲۵ مطبوعہ مصر میں حدیث من کنت مولاہ کی نسبت لکھا ہے کہ اس میں کوئی شک نہیں یہ حدیث صحیح ہے اس کو ترمذی و نسائی و احمد وغیرہ جماعت محدثین نے روایت کیا۔ اور اس کے بہت بے شمار اسناد ہیں یہی سبب ہے کہ اس کو سولہ ۱۶ صحابیوں نے روایت کیا اور احمد کی روایت میں ہے

ولیعہدی علیؑ کی دستار بندی

تواتر حدیث ولایت

انه سمعه من النبیؐ ثلاثون صحابیا وشهدوا به لعلیؑ لما نوزع ایام خلافته کما مر وکثیر من اسانیدها صحاح وحسان ولا التفات لمن قدح فی صحته ولا لمن ردہ بان علیا کان بالیمن لثبوت رجوعه منها وادراکه الحج مع النبیؐ وقول بعضهم ان زیادة اللهم وال من والاہ الخ موضوعة مردود فقد ورد ذلک من طرق صحح الذهبی کثیرا منها الخ وقد صرح بصحة هذہ الزیادة۔ وقد صنف فی هذا الحدیث کتب ضخیمة کتالیف الطبری فله کتاب الولایة وابن عقدہ فله رسالة حدیث الموالات والعلامة ابو القاسم فله دعاة الهداۃ الی اداء حق الموالاۃ والعلامة السجستانی فله الدرایة فی حدیث الولایة و الحافظ الذهبی وقال عبد الله بن الحاکم واما حدیث من کنت الخ فله طرق جید وقد افردت ذلک ایضا ونقل عن ابن کثیر الشامی ابو المعالی الجوینی انه کان یتعجب ویقول شاهدت مجلدا ببغداد فی ید تاجر الکتب فیه روایات هذا الخبر مکتوبا علیه المجلدة الثامنة والعشرون من طرق من کنت الخ ویتلوہ المجلد التاسع والعشرون وفی تاریخ الخلفاء اخرج الطبرانی فی الاوسط

کہ اس کو نبیؐ سے تیس[1] صحابیوں نے سنا اور انہوں نے ایام نزاع خلافت میں اس بات کی حضرت علیؑ کے حق میں گواہی دی چنانچہ گذر چکا ہے اور اس احادیث کے بہت اسناد صحیح اور حسن ہیں لہذا اُس شخص کا قول قابل التفات نہیں جس نے اس کی صحت میں اعتراض کیا ہے اور نہ وہ قول قابل التفات ہے جس نے اس حدیث پر اس لئے اعتراض کیا ہے کہ حضرت علیؑ اس وقت یمن میں تھے پس یہ واقعہ مکہ کے راستہ میں کس طرح صحیح ہو سکتا ہے کیونکہ حضرت علیؑ کی یمن سے واپسی اور نبیؐ کے ساتھ ان کا حج میں شریک ہونا ثبوت کو پہونچ چکا ہے اور نیز اُن لوگوں کا قول جنہوں نے زیادتی کلمہ اللهم وال من والاہ الخ کو موضوع کہا مردود ہے کیونکہ بالتحقیق یہ کلمہ ایسے طرق سے وارد ہوا ہے جن میں ذہبی نے اکثر کی تصحیح لکھی ہے الخ اور یہ حدیث بمع صحت زیادتی مذکورہ کے گذر چکی ہے اور اس حدیث کے بارہ میں بہت ضخیم کتب تالیف ہو چکی ہیں مثل کتاب الولایت طبری کے اور رسالہ حدیث الموالات ابن عقدہ کے اور درایہ فی حدیث الولایہ علامہ سجستانی کے۔ اور تالیف حافظ ذہبی کے اور عبد اللہ بن حاکم کہتا ہے حدیث من کنت اسناد جید سے وارد ہے اور میں نے اس پر مستقل رسالہ لکھا ہے اور ابو المعالی جوینی ابن کثیر شامی سے نقل کرتا ہے کہ وہ متعجب ہو کر کہتا تھا کہ میں نے بغداد کے ایک تاجر کتب کے ہاتھ میں ایک جلد کا ملاحظہ کیا جس میں روایات اس حدیث من کنت کی لکھی تھیں اور اس پر یہ لکھا ہوا تھا کہ یہ اٹھائیسویں جلد طرق حدیث من کنت سے ہے اور اس کے بعد انتیسویں جلد آئیگی اور تاریخ الخلفاء صـ ۱۲۱/۱۲۲ میں لکھا ہے۔ طبرانی اوسط میں اور ابو نعیم دلائل میں زاذان سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت علیؑ نے حدیث بیان فرمائی۔ اور ایک شخص نے اُن کی تکذیب کی حضرت علیؑ نے فرمایا میں تیرے لئے بد دعا کرتا ہوں۔ کہ اگر تو جھوٹا ہے تو خدا کی طرف سے تجھ پر کوئی نشان ظاہر ہو اُس نے کہا کرو چنانچہ آپ نے بد دعا کی اور وہ شخص وہیں اندھا ہو گیا۔ اور شواہد النبوۃ صـ ۱۲۸ میں اس شخص کی گواہی نہ دینے اور حدیث جھٹلانے کے سبب سے اندھا ہونا لکھا ہے اور بیان کیا کہ وہ حدیث من کنت مولاہ الخ ہے۔ اور ارجح المطالب صـ ۳۱ باب رابع اور تاریخ الخلفاء صـ ۱۱۵ میں زید بن ارقم سے مروی ہے کہا حضرت علیؑ نے ایک میدان میں لوگوں سے حدیث من کنت پر گواہی لی۔ اور فرمایا:

وابو نعیم فی الدلائل عن زاذان ان علیا حدث بحدیث فکذبه رجل فقال له علیؑ ادعو علیک ان کنت کاذبا قال ادع فدعا علیه فلم یبرح حتی ذهب بصرہ۔ وفی شواهد النبوة گواہی ندادن شخصے بر من کنت مولاہ الخ کور شدن مرقوم است۔ وفی ارجح المطالب باب رابع عن زید بن ارقم استشهد علیؑ الناس فقال

[1] حدیث غدیر پر تیس صحابہ کی شہادت - ترجمہ اسد الغابہ جلد ۲ صـ ۳۰۷ میں ہے کہ حدیث غدیر کی شہادت کے لئے بارہ صحابی کھڑے ہو گئے باختلاف مقامات کہیں سولہ کہیں بارہ کہیں تیس نے شہادت دی۔ تذکرہ خواص الائمہ سبط ابن الجوزی صـ ۲۶ میں حضرت علیؑ کے یہ اشعار مروی ہیں ؎ فاوصانی النبی باختیار ✣ رضیٓ منه لامته بحکمی ✣ واوجب لی الولاء معا علیکم ✣ خلیلی یوم دوح غدیر خم فویل ثم ویل ثم ویل ✣ لمن یرد القیامة وهو خصمی ✣ ان میں حضرت علیؑ نے اپنے وصی نبی ہونے اور امامت کے حاکم ہونے اور

انشد الله رجلا سمع النبیؐ یقول من کنت مولاہ فعلیؑ مولاہ فقام ستة عشر رجلا فشهدوا اخرجه احمد فی المسند والبغوی فی معجمه والبزار والطبرانی والذهبی عن ابی الطفیل قال جمع علیؑ الناس فی الرحبة (فذکر الحدیث) فقام ثلاثون من الناس۔ الخ اخرجه ابن ابی حاتم والنسائی وابن حبان وابن عقدة وهکذا فی تاریخ الخلفا وفی الارجح عن طلحة بن عمیر قال شهدت علیا علی المنبر ناشد اصحاب رسول اللهؐ وفیهم ابوسعید وابو هریرة وانس وهم حول المنبر وعلیؑ علی المنبر اثنا عشر بدریا من المهاجرین والانصار فقال علیؑ نشدتکم بالله هل سمعتم رسول اللهؐ یقول من کنت مولاہ الخ فقاموا کلهم وانس ابن مالک فی القوم لم یشهد فقال له امیر المؤمنین ما منعک یا انس ان تشهد وقد سمعت ما سمعوا قال یا امیر المؤمنین کبرت ونسیت فقال امیر المؤمنین اللهم ان کان کاذبا فاضربه ببیاض او بوضح لا تواریه العمامة فقال طلحة واشهد بالله لقد رأیته بیضا بین عینیه اخرجه ابو نعیم وابن مردویه وذکر الطبرانی فی المعجم الکبیر وغیرهما بصر زید بن ارقم لکتمان شهادة هذا الحدیث وهکذا ذکر العارف الجامی فی شواهد النبوة واخرج احمد فی المناقب قیل لما حضرت عبد الله بن عباس الوفات قال اللهم انی اتقرب الیک بولایة علی ابن ابیطالب۔ فی تذکرة خواص الامة لسبط ابن الجوزی قال حسان بن ثابت ینادیهم یوم الغدیر نبیهم (الی ان قال) فقال له قم یا علیؑ فاننی رضیتک من بعدی اماما وهادیا + فمن کنت ولیه فهذا ولیه

میں اللہ کا نام یاد دلا کر پوچھتا ہوں وہ کون کون ہے جس نے آنحضرتؐ سے سنا ہے کہ آپ نے فرمایا۔ جس کا مولا ہوں اُس کا علیؑ بھی مولا ہے پس سولہ[۱۶] آدمی اُٹھے اور اس کی گواہی دی اسکو احمد نے مسند میں اور بغوی نے معجم میں اور بزار و طبرانی نے روایت کیا اور ذہبی ابو الطفیل سے روایت کرتا ہے کہ حضرت علیؑ نے لوگوں کو ایک میدان میں جمع کیا اور حدیث من کنت کی شہادت لی اور تیس[۳۰] آدمی صحابہ سے گواہی کے لئے کھڑے ہوئے۔ الخ اس کو ابن ابی حاتم و نسائی و ابن حبان و ابن عقدہ نے روایت کیا اور ارجح المطالب صـ۲۱۶ میں طلحہ بن عمیر سے مروی ہے کہا میں نے حضرت علیؑ کو ممبر پر دیکھا کہ اصحاب رسول اللہؐ سے حلفی شہادت لے رہے تھے اور اُن لوگوں میں ابوسعید و ابوہریرہ و انس ممبر کے گرد بیٹھے تھے اور حضرت علیؑ ممبر پر تھے مہاجرین و انصار سے بارہ صحابہ بدریین سے حضرت علیؑ نے حلفیہ پوچھا کہ تم نے رسول اللہؐ سے حدیث من کنت مولاہ سنی ہے؟ سب نے اُٹھ کر تصدیق کی مگر انس بن مالک اُن میں موجود تھا اور اُس نے گواہی نہ دی امیر المؤمنینؑ نے فرمایا تجھے گواہی دینے سے کیا مانع ہے حالانکہ تم نے بھی وہ سنا ہے جو کچھ انہوں نے سنا ہے۔ انس نے کہا میری عمر بڑی ہوگئی ہے اور مجھے بہت کچھ فراموش ہوگیا ہے امیر المؤمنینؑ نے فرمایا خدایا اگر یہ جھوٹا ہے تو اسے مرض برص میں مبتلا کر اس طرح کہ اس کو عمامہ چھپا نہ سکے۔ طلحہ کہتا ہے میں قسمیہ گواہی دیتا ہوں کہ میں نے انس کی دونوں آنکھوں کے درمیان وہ سفیدی دیکھی اس کو ابونعیم و ابن مردویہ نے روایت کیا۔ اور طبرانی نے معجم کبیر وغیرہ میں زید بن ارقم کی نسبت ذکر کیا کہ وہ اس حدیث کی گواہی چھپا لینے کے سبب سے اندھا ہوگیا اسی طرح عارف جامی نے شواہد النبوۃ صـ۱۶۸ میں بیان کیا (اسی طرح زید بن ارقم کا کتمان شہادت اور بد دعا سے زوالی بصارت انسان العیون فی سیرۃ الامین والمامون لعلی ابن برہان الحلبی مطبوعہ مصر ج۳ صـ۳۰۳) اور احمد نے مناقب میں روایت کیا کہ جب عبداللہ بن عباس قریب الوفات ہوئے تو کہا یا اللہ میں ولایت علی بن ابی طالب کے ساتھ تیرا تقرب چاہتا ہوں۔ تذکرہ خواص اللہ میں ہے کہ حسان بن ثابت نے کہا ہے کہ نبیؐ غدیر کے دن صحابہ کو پکارتے تھے۔ (تا اینکہ کہا) پس رسول اللہؐ نے فرمایا کھڑا ہو جا اے علیؑ میں تجھے پسند کرتا ہوں کہ میرے بعد امام اور ہادی خلقت تو ہے۔ پس جس کا میں سردار ہوں۔ اُس کا یہ علیؑ بھی سردار ہے۔

لہ قصہ حارث فہری۔ انسان العیون معروف بہ سیرت حلبیہ جلد ۳ صـ۳۰۲ طبع مصر میں بھی مفصل موجود ہے اور اس کو مدیر نظام المشائخ دہلی نے رسالہ اگست ۱۹۳۰ء میں بھی بہ تفصیل لکھا ہے کہ حارث فہری نے واقعہ غدیر میں نبیؐ سے گستاخانہ کلام کیا کہ تم اگر یہ بات ولایت علیؑ اپنی طرف سے

فکونوا له انصار صدق موالیا + هنالك دعا اللهم وال ولیه + وکن للذی عادی علیا معادیا + کذا نقل الاخطب الخوارزمی۔ وذکر الغزالی فی سر العالمین قال رسول الله صلعم لعلیؑ یوم غدیر خم من کنت مولاہ الحدیث فقال عمر بن الخطاب بخ بخ یا ابا الحسن لقد اصبحت مولای ومولا کل مؤمن ومؤمنة قال وهذا تسلیم ورضا وتحکیم ثم بعد هذا غلب الهوای لحب الریاسة وحمل عمود الخلافة وعقود البنود وخفقان الهوای فی قعقعة الرایات واشتباك ازدحام الخیول وفتح الامصار سقاهم کاس الهوی فعادوا الی الخلاف الاول فنبذوہ وراء ظهورهم واشتروا به ثمنا قلیلا فبئس ما یشترون۔ انتهی ما فی سر العالمین وکشف ما فی الدارین۔ وذکر فی میزان الاعتدال فی نقد الرجال فی ترجمة الحسن بن الصباح قال ابو حامد الغزالی فی کتاب سر العالمین شاهدت قصة الحسن بن الصباح الخ فاستناد الذهبی منه کاف فی توثیقه

اے لوگو! تم اس کے سچے مددگار اور دوستدار رہنا آسی موقعہ پر یہ دعا فرمائی کہ یا اللہ اُس کو دوست رکھ جو علیؑ کو دوست رکھے اور اُس کو دشمن سمجھ جو اُس سے دشمنی رکھے اخطب خوارزم نے اسی طرح نقل کیا ہے آور امام غزالی سر العالمینؒ مطبوعہ بمبئی صفحہ میں لکھتے ہیں رسول اللہ نے حضرت علیؑ کے حق میں خم غدیر کے دن فرمایا من کنت مولاہ۔ الخ اور حضرت عمر بن خطاب نے کہا اے ابوالحسن آپ کو مبارک مبارک ضرور آپ میرے اور ہر مومن مومنہ کے سردار بن گئے ہیں امام غزالی لکھتے ہیں یہ مان لینا اور رضامندی اور فیصلہ کے لئے سردار تسلیم کر لینا ہے۔ مگر اس کے بعد سرداری کا حرص اور شوق غالب ہو گیا۔ اور ستون خلافت اُٹھانے اور علم ہائے بزرگ کے ہار بنانے اور گاڑنے اور جھنڈوں کے پھریروں کا ہوا میں اُڑنا اور لہرانا یا لہراتے ہوئے جھنڈوں کی ہوا کھانے کے شوق اور گھوڑوں کے انبوہ فراہم کرنے اور شہروں کی فتح یابی وغیرہ امور نے اُن لوگوں کو حرص کا ایسا کاسہ پلایا کہ وہ اپنی پہلی مخالفت کی طرف پلٹ گئے اور نبیؐ کے حکم من کنت مولاہ کو اُنہوں نے اپنی پیٹھ کے پیچھے پھینک دیا اور اس مخالفت کے عوض میں بہت تھوڑی قیمت اور معمولی زر بدل وصول کیا پس اُنہوں نے بہت بُرا سودا کیا انتہٰے ما فی سر العالمین وکشف ما فی الدارین۔ آور میزان الاعتدال فی نقد الرجال ج ۱ ص ۲۳۲ مطبوعہ مصر حرف الحاء ترجمہ حسن بن صباح میں علامہ ذہبی لکھتے ہیں ابو حامد غزالی اپنی کتاب سر العالمین میں کہتے ہیں کہ میں نے حسن بن صباح کا قصہ ملاحظہ کیا الخ۔ علامہ ذہبی کا کتاب سر العالمین سے استدلال کرنا توثیق کتاب اور تنقید مؤلف کے لئے کافی ہے :

لہ امام غزالی کی بے حد تعریف حیوٰۃ الحیوان ج ۱ ص ۲۳۶ میں علامہ دمیری نے لکھی ہے ۱۲ مترجم۔ سے ۵ اہل جماعت کے برگزیدہ فاضل صوفیہ کے سردار امام غزالی نے حدیث من کنت کی نسبت فیصلہ کر دیا ہے کہ صحابہ نے حکومت حضرت علیؑ کو تسلیم کر لیا تھا مگر بعد میں ہوا وحرص وشوق ریاست سے اُس حکم کو پس پشت پھینک دیا اور اس حکم کی مخالفت اختیار کی۔ سچ ہے کہ الفضل ما شهدت به الاعداء فضیلت اور حق ایسا ہونا چاہیئے جس کی گواہی دشمن بھی دیدیں اور کتاب سر العالمین کی توثیق علاوہ استناد علامہ ذہبی کے استقصاء الافحام جلد ۱ ص ۵۳۵ میں تذکرہ خواص الامہ سبط ابن الجوزی وغیرہ سے مذکور ہے اور امام غزالی کے سوا اور بھی امامت اور خلافت حضرت علیؑ کے منصوص ہونے کے اہل جماعت سے قائل ہو چکے ہیں چنانچہ ایک اور صاحب کی شہادت بھی پیش کی جاتی ہے۔ ملاحظہ ہو دیوان حافظ شیرازی مطبوعہ مطبع مصطفائی لاہور ص ۲۱۶ اگرچہ متعصبین اہل جماعت نے یہ انتظام کر لیا ہوا ہے کہ اکثر کتب سے اپنے رد یہ مزعومہ مروجہ کے خلاف عبارات نکالدی ہیں مگر پرانے طبع کی کتابوں یا قلمی نسخہ جات میں اکثر اس قسم کی عبارتیں مل جاتی ہیں چنانچہ دیوان حافظ کے جدید طبع میں بہت کچھ کانٹ چھانٹ کر دی گئی ہے۔ بہر حال دیوان مطبوعہ مطبع مذکور میں کسی طرح یہ شعر باقی رہ گئے ہیں سے نوشتہ بر در فردوس کاتبان قضا ؛ نبی رسول ولیعہد حیدر کرار ؛ علی امام علیؑ امین وعلیؑ ایمان ؛ علیؑ امین وعلیؑ سرور وعلیؑ سردار ؛ پھر بہت اسمائے پیغمبروں کے ساتھ قسمیں کھا کر لکھا ہے سے بحق دین محمدؐ وخون پاک حسینؑ ؛ بحق مردم نیک ومہاجر وانصار ؛ کہ نیست دین ہدا را بقول پاک رسول ؛ امام غیر علیؑ بعد احمد مختار ؛ بدشمنان منشیں حافظا تو لا کن ؛ نجات خویش طلب کن بجان ہشت و چہار ؛ انتہٰے۔ حافظ صاحب کے پہلے

باقی بر صفحہ آئندہ

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) شعر سے ثابت ہوتا ہے کہ ائمہ دوازدہ کے بغیر دوسرے کسی کی متابعت بعد نبیؐ کے جائز نہیں بلکہ ایسے خودساختہ اماموں سے پرہیز ضروری معلوم ہوتی ہے۔ اور مضمون سرالعالمین کی تائید ایک معتبر کتاب سے لکھ دی جاتی ہے تاکہ ناظرین کے لئے باعث مزید بصیرت ہو۔ دیکھو شرح مقاصد علامہ تفتازانی مطبوعہ مطبع حاج محرم آفندی بعہد سلطان غازی عبدالحمید خان۔

لے حوالہ شرح مقاصد۔ تفسیر کبیر ج ۴ ص ۵۶۳۔ بذیل آیت لو انفقت ما فی الارض جمیعا ما الفت بین قلوبھم سورۂ انفال پ ۱۰ میں ہے۔ رسولخداؐ سے پہلے عرب کے لوگ مال وجاہ ومنافرت کے طالب تھے اور ادنے ادنے بات پر ایک دوسرے سے جنگ پر آمادہ ہو جاتے تھے جب رسولؐ نے دعوت اسلام دی دنیا کی محبت چھوڑنے اور آخرت کی نعمتوں کی طرف رغبت کرنے کی نصیحت فرمائی صحابہ متفق ومتحد ہو گئے پھر بعد وفات سرور کائنات کے جب دنیا کے دروازے کھل گئے فتوحات کی کثرت ہوگئی لوگ طالب دنیا ہو گئے اور پھر آپس میں دنیا کے سبب بغض رکھنے لگے اور بعض بعض سے لڑنے لگے پس حقیقت میں فتنہ وفسادات پیدا ہونے کا یہی سبب ہے۔ انتہی۔ اور شرح مواقف ص ۷۴۵ میں ہے واما الفتن والحروب الواقعۃ بین الصحابۃ فالشامیۃ من المعتزلۃ انکروا وقوعھا ولا شک انہ مکابرۃ للتواتر فی قتل عثمان وواقعۃ جمل والصفین۔ الخ۔ یعنی فتنے اور جنگ جو صحابہ کے درمیان ہوئے شامی معتزلی تو ان سے انکار کرتے ہیں مگر بلا شک یہ مکابرہ ہے کیونکہ قتل عثمان وجنگ جمل وصفین وغیرہ کی لڑائیاں بتواتر ثابت ہیں انکار کی ہرگز گنجائش نہیں ۱۲ مترجم۔

جلد ۲ ص ۳۰۶ (عبارت اس کی حرف بحرف یہ ہے) یعنی انما وقع بین الصحابۃ من المحاربات والمشاجرات علی الوجہ المسطور فی کتب التاریخ والمذکور علی السنۃ الثقاۃ یدل بظاھرہ علی ان بعضھم قد حاد عن طریق الحق وبلغ حد الظلم والفسق وکان الباعث لہ الحقد والعناد والحسد واللداد وطلب الملک والریاسۃ والمیل الی اللذات والشھوات اذ لیس کل صحابی معصوما ولا کل من لقی النبیؐ بالخیر موسوما الا ان العلماء لحسن ظنھم باصحاب رسول اللہؐ ذکروا لھا محامل وتاویلات بھا تلیق وذھبوا الی انھم محفوظون عما یوجب التضلیل والتفسیق صونا لعقائد المسلمین من الزیغ والضلالۃ فی حق کبار الصحابۃ سیما المھاجرین والانصار والمبشرین بالثواب فی دار القرار واما ما جری بعدھم من الظلم علی اھل البیت النبیؐ فمن الظھور بحیث لا مجال للاخفاء ومن الشناعۃ بحیث لا اشتباہ علی الآراء اذ یکاد تشھد بہ الجماد والعجماء ویبکی لہ من فی الارض والسماء وتنھد منہ الجبال وتنشق الصخور ویبقی سوء عملہ علی کر الشھور ومر الدھور فلعنۃ اللہ علی من باشر او رضی او سعی ولعذاب الآخرۃ اشد وابقی فان قیل فمن علماء المذھب من لم یجوز اللعن علی یزید مع علمھم بانہ یستحق ما یربو علی ذلک ویزید۔ قلنا تحامیا عن ان یرتقی الی الاعلی فالاعلی کما ھو شعار الروافض علی ما یروی فی ادعیتھم ویجری فی اندیتھم فرأی المعتنون بامر الدین الجام العوام بالکلیۃ طریقا الی الاقتصاد فی الاعتقاد بحیث لا تزل الاقدام علی السواء ولا تضل الافہام بالاھواء والا فمن یخفی علیہ الجواز والاستحقاق وکیف لا یقع علیھما الاتفاق وھذا ھو السر فی ما نقل عن السلف فی مجانبۃ اھل الضلال وسد طریق لا یؤمن ان یجر الی الغوایۃ فی المآل مع علمھم بحقیقۃ الحال وجلیۃ المقال۔ انتہی۔ اس کے ترجمہ کمل لکھنے میں طوالت کثیر ہوگی۔ لہٰذا خلاصہ لکھا جاتا ہے یعنی جو نزاع اور مشہور ومعروف جنگ اور جھگڑے صحابہ کے درمیان واقع ہوئے ہیں اور مسلم ثقات کی روایات سے ثابت ہیں وہ بظاہر اس پر دال ہیں کہ بعض صحابہ طریق حق سے منحرف ہو گئے اور حد ظلم وفسق تک پہونچ گئے تھے اور اس کا سبب محض کینہ وعناد وحسد وضد اُن کے مابین تھا اور نیز حرص ملک گیری اور سرداری کا اور شوق لذات وشہوات اس کا باعث تھا کیونکہ جملہ صحابی نہ معصوم تھے، اور نہ سب ملاقی نبیؐ کے نیک شمار کئے جا سکتے ہیں مگر علماء اہل جماعت نے جن کو ہم بہشت اور ثواب سے بشارت یافتہ خیال کرتے ہیں اُن کے اعمال پر جرح قدح شروع نہ ہو جائے کیونکہ اسطرح گمراہی ہوگی اور علاوہ کبار صحابہ کے ایسے لوگ ہوئے ہیں جن کے مظالم اہل بیت نبیؐ پر اس قدر ظاہر وباہر ہیں کہ ان میں کسی کو شبہ نہیں ہو سکتا اور اگر ہم چھپا دیں تو نہ وہ چھپ سکتے ہیں کیونکہ اس پر حیوانات وجمادات بھی شہادت دینے کو تیار ہیں جس سے زمین وآسمان کے باشندگان روتے ہیں بلکہ سُن کر پہاڑ اپنی جگہ سے ٹل جائیں اور پتھر پھٹ جائیں تو ممکن ہے، اور ایسی بداعمالی اُن کی ہمیشہ مشہور رہے گی۔ پس وہ ظالمین جنہوں نے ظلم کی سعی کی یا اُس پر راضی ہوئے ان سب پر اللہ کی لعنت ہو۔ اور اگر کوئی سوال کرے کہ بعض علماء نے یزید پر بھی لعنت جائز نہیں جانتے کیا اُن کو ایسے ظاہر دلائل معلوم نہ تھے ہم جواب دیتے ہیں کہ بے شک وہ سب حقیقت حال سے واقف تھے۔ مگر اس خیال سے انہوں نے لوگوں کو لگام چڑھا دی کہ اس سے چڑھتے چڑھتے بالا سے بالا (خلفاء ثلاثہ) تک ان کی نوبت نہ پہونچے پس عبارت تفتازانی سے ثابت ہوا کہ صحابہ سے ظالم اور فاسق بھی ہوئے ہیں مگر علماء متکلمین ہمیشہ لوگوں کو لگام چڑھاتے رہے ہیں کہ کسی طرح ثلاثہ کے حالات کی پڑتال شروع نہ کردیں اور پردہ فاش نہو جائے ۱۲ مترجم۔

غزالی کے ساتھ علامہ تفتازانی کی و امام رازی کی شہادت

صحابہ کے حالات پر روشنی

وجہ الاستدلال۔ اما الاستدلال بھذہ النصوص المذکورۃ علی ثبوت خلافۃ علیؑ بلا فصل لا حاجۃ لنا الی تفصیلہ لانہ ظاھر بعبارۃ النص فی مقام وباشارتہ او باقتضاءہ او بدلالتہ فی مقام آخر واما حدیث من کنت فھو متواتر کما بیّن لکن اھل الجماعۃ کما ھو عادتھم اوّلوہ بتاویلات رکیکۃ وحرفوہ عن مواضعہ وبدلوہ عن معناہ المقصود فنبیّن طریق الاستدلال منہ ونسکت عما سواہ فالمعنی المقصود منہ من کنت متولی امرہ وسیدہ المطاع لہ وحاکمہ والاولی بالامر لہ من نفسہ ومتصرف امرہ وناصرہ فی الدین ومحبہ واجب المحبۃ فعلی کذالک متلبس جمیع ھذہ المعانی کما فی آیۃ المباھلۃ والحدیث المذکور فی الخصائص للنسائی وغیرہ فی قولہ

وجہ استدلال۔ نصوص مذکورہ بالا سے استدلال ثبوت خلافت بلافصل جناب علیؑ کے لئے ہم کو کسی مزید تفصیل کی ضرورت نہیں کیونکہ وہ بعض مقامات سے بعبارت نص اور بعض مواضع میں اشارت ودلالت واقتضاء نص سے ثابت ہے اور حدیث من کنت اگرچہ متواتر ہے چنانچہ مذکور ہو چکا ہے مگر اہل جماعت جیسی کہ اُن کی عادت ہے اس حدیث کی تاویلات رکیک کرکے اسکو معنٰے مقصود سے تحریف وتبدیل کرتے ہیں لہٰذا ہم باقی نصوص پر سکوت کرکے صرف اس حدیث کی تفصیل اور اس سے طریق استدلال بیان کر دیتے ہیں۔ معنٰی مقصود یہ ہے کہ آپنے فرمایا جس کے امر کا میں متولی اور جس کا میں سردار اور پیشوا و حاکم واولیٰ بالامر اُسکے نفس سے اور اُس کا متصرف امر اور اُس کا دین میں ناصر اور محب واجب المحبت ہوں پس علیؑ بھی میری طرح جمیع معانی میں ہے جیسا کہ آیت مباہلہ اور حدیث مذکور خصائص نسائی وغیرہ سے ظاہر ہے کہ آپنے حدیث خاصف النعل میں فرمایا میں تمہارے اوپر ایسے آدمی کو مسلط کرونگا جو میرے جیسا ہے اور اس میں حضرت علیؑ کو مراد رکھا اور نیز یہ احادیث مؤید ہیں جن میں آنحضرتؐ نے فرمایا۔

خاصف النعل لابعثن علیکم رجلاً کنفسی وعنی بہ علیاً

لہ حدیث خاصف النعل بحوالہ خصائص نسائی مترجم صفحہ میں ہے اور صواعق محرقہ مطبوعہ مصر صفحہ میں باسناد ابن ابی شیبہ عبد الرحمٰن بن عوف سے حدیث طویل میں نبیؐ سے محاصرہ طائف کے وقت فرمانا مروی ہے کہ خطبہ پڑھا اور فرمایا اوصیکم بعترتی خیرا وان موعدکم الحوض والذی نفسی بیدہ لتقیمن الصلوٰۃ ولتؤتن الزکوٰۃ او لابعثن الیکم رجلاً منی او کنفسی لیضرب اعناقکم ثم اخذ بید علی ثم قال ھو ھذا یعنی نبیؐ نے اپنی عترت پاک کے بارہ میں وصیت فرمائی اور پرسش تمہیں کا وعدہ حوض کوثر کا فرمایا پھر ہاتھ اُٹھا کر فرمایا تم لوگ نماز و زکوٰۃ کو قائم رکھو یا میں اپنا خاص آدمی یا اپنے نفس جیسا آدمی تم پر مسلط کروں گا جو تمہاری گردنیں مارے گا پھر حضرت علیؑ کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا وہ آدمی یہ ہے اصابہ مع استیعاب جلد ۲ صفحہ ۵۰۹ ترجمہ علیؑ میں ہے قال علیہ السلام لعلی لا ینبغی ان اذھب الا وانت خلیفتی وقال لہ انت ولی کل مؤمن من بعدی (ثم قال) اخرج الترمذی باسناد قوی قال ھذا ان علیا منی وانا من علی وھو ولی کل مؤمن بعدی وکذا فی کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۱۵۳ رواہ الحاکم واحمد فرمایا یہ مناسب نہیں کہ میں جاؤں اور تو میرا جانشین نہ ہو تو میرے بعد مؤمن کا والی ہے اسی طرح ترمذی نے باسناد قوی روایت کیا۔ اور فتح الباری باب مناقب علیؑ حدیث منزلت کی شرح صفحہ میں ہے کہ نبیؐ نے فرمایا یا علی لابد ان اقیم او تقیم یا میں مدینہ میں ٹھہروں یا تو ٹھہرے۔ یہ ضروری بات ہے اور کنز العمال جلد [illegible] میں ہے کہ فرمایا ان المدینۃ لا تصلح الا بی او بک رواہ الحاکم وصححہ والبزار وابن مردویہ وابوبکر العاقولی یعنی مدینہ میرے لئے لائق ہے یا تیرے لئے ایک ہم میں سے یہاں رہنا چاہیئے اور اسی صفحہ ۱۵۴ میں فرمایا خلفتک ان تکون خلیفتی یعنی میں نے تمہیں مدینہ میں چھوڑا کہ تو میرا خلیفہ ہو۔ تفسیر مدارک التنزیل مطبوعہ مصر ۱۳۲۲ھ جلد ۴ صفحہ ۱۱ میں بذیل آیت قدموا بین یدی نجواکم صدقۃ لکھا ہے وقال علیؑ ھذہ آیۃ من کتاب اللہ ما عمل بھا احد قبلی ولا یعمل بھا احد بعدی [illegible] فکنت اذا ناجیتہ تصدقت بدرھم وسألت رسول اللہ عشر مسائل فاجابنی عنھا قلت [illegible] الی ان قال قلت وما الحق قال الاسلام والقرآن والولایۃ اذا انتھت الیک الخ۔ یعنی حضرت علیؑ نے فرمایا یہ آیت بخوبی ایسی ہے کہ میرے سوا کسی نے اس پر عمل کیا ہے اور نہ پھر کوئی کریگا میں نے ایک دینار کے دراہم لئے دس مسائل نبیؐ سے سرگوشی میں پوچھے اور ہر دفعہ ایک درہم صدقہ دیا اور کسی نے اس پر تین دن تک عمل نہ کیا آزمائش تھی پھر حکم منسوخ ہو گیا فرماتے ہیں جو مسائل میں نے پوچھے ان میں سے یہ بھی تھا کہ میں نے پوچھا حق کیا چیز ہے نبیؐ نے فرمایا اسلام اور قرآن اور ولایت جبکہ تیرے پاس ہو اور اس آیت پر بجز علیؑ کے کسی نے عمل نہ کیا یہ سب تفاسیر میں ہے دیکھو کبیر ج ۸

حق کیا ہے اسلام وقرآن ولایت علیؑ حق ہے اور ایک آیت ہے

وانت منی وانا منک وان علیاً منی وانا منه وانا وعلیٌ من نور واحد ومن سبّ علیاً فقد سبّنی ولحمه من لحمی ودمه من دمی. ومن اطاعک اطاعنی ومن عصاک فقد عصانی وانت منی بمنزلة هارون من موسیٰ وغیرها.
وبعض الآیات یفسر بعضها وهکذا حکم الاحادیث نقوله تعالیٰ انما ولیکم الله ورسوله وقوله تعالیٰ النبی اولیٰ بالمومنین من انفسهم وسائر الآیات التی ذکرناها فی نصوص الخلافة تفسر بعضها بعضاً ویفید المعنی المذکور

وتفسر هذه الآیات الاحادیث التی ذکرناها فی النصوص بمزید توضیح والاحادیث تفسر بعضها بعضاً. وصدر الخطبة یوم غدیر بقوله علیه السلام الست اولیٰ بالمؤمنین من انفسهم قالوا بلیٰ ادلّ دلیل و اوضح تفصیل لقوله تعالیٰ النبی اولیٰ بالمؤمنین من انفسهم وان اخر الحدیث فعلی مولاه یطابق فی المعنیٰ باوّله کما هو داب الفصاحة و بخلافه یلزم انتشار المعنیٰ فی کلام واحد وهو یخالف سرد الکلام ولا یلیق بشان النبی واما الدعاء فی اخر الحدیث اللهم وال من والاه الخ فانه اشارة الیٰ ان الاطاعة فی هذا الحکم یوجب رضاء الله ورسوله والعصیان فیه یوجب سخط الله ورسوله کیف لا وقد قال عزّ اسمه فلا وربک لا یومنون حتیٰ یحکموک. الآیه ومن بدله بعد ما سمعه فانما اثمه علی الذین یبدلونه. واختلاف الالفاظ فی الحدیث بان جاء فی روایة من کنت ولیه فهذا علیٌ ولیه وفی روایة من کنت مولاه فعلیٌ مولاه وفی روایة علیٌ ولی کل مؤمن بعدی وولیکم بعدی ومن کنت مولاه فان علیاً بعدی مولاه. وانا ولی کل مؤمن من کنت مولاه فعلی مولاه وانا اولیٰ بکل مؤمن وهو اولی الناس بکم بعدی یعنی علیاً یغنی عن مزید تطویل بل ینادی باعلیٰ صوت

اے علی تو مجھ سے اور میں تجھ سے ہوں یا یہ کہ علی مجھ سے ہے اور میں اس سے ہوں اور میں اور علی ایک نور سے ہیں اور جس نے علی کو گالی دی اس نے مجھے گالی دی اور اس کا گوشت اور خون میرا گوشت اور خون ہے اور اے علی جس نے تیری اطاعت کی اس نے میری اطاعت کی اور جس نے تیری نافرمانی کی اس نے میری نافرمانی کی اور تو مجھ سے بمنزلہ ہارون کے موسیٰ سے ہے وغیرہ اور جیسا کہ بعض آیات بعض کی مفسر ہیں اسی طرح احادیث بھی بعض مفسر بعض کی ہیں پس قولہ تعو انما ولیکم الله ورسوله والذین آمنوا اور قولہ النبی اولیٰ بالمؤمنین من انفسهم اور باقی آیات جن کا ہم نے نصوص خلافت میں ذکر کیا ہے وہ بعض مفسر بعض کی ہیں اور معنی حدیث مذکور کو جو ہم نے بیان کیا ہے ثابت کرتی ہیں اور ان آیات کی تفسیر اور مزید تشریح احادیث مذکورہ نصوص بھی کرتی ہیں اور پھر بعض احادیث دوسری بعض کے لئے مبیّن ہیں اور غدیر کے دن جو نبیؐ نے خطبہ ارشاد فرمایا اُس کا ابتدا مزید توضیح کیلئے دلیل کافی ہے جس میں فرمایا کیا میں مومنین کے نفسوں سے اولیٰ نہیں ہوں ؟ انہوں نے عرض کی بے شک یا رسول اللہ یہ خطبہ قولہ النبی اولیٰ بالمؤمنین من انفسهم کی تفسیر ہے اور جب حدیث کی ابتدا مطابق معنی اس آیت کے ثابت ہوئی آخر اس حدیث کا کہ علیؑ مولا مؤمنین کا ہے اُسی معنی کے مطابق ہوگا جو صدر حدیث کے موافق ہو جیسا کہ فصاحت کا طریقہ ہے اور بخلاف اس کے انتشار معانی ایک ہی کلام میں لازم آتا ہے جو سیاق کلام کے منافی ہے اور شان نبی کے لائق نہیں اور آخر حدیث میں جو دعا ہے کہ یا اللہ اُس کو دوست رکھ جس نے اس کو دوست رکھا۔ الخ اس سے اس طرف اشارہ ہے کہ اس حکم میں فرمانبرداری رضامندی خدا اور رسول کی موجب ہے اور نافرمانی موجب غضب خدا اور رسولؐ کی ہے یہ کس طرح نہ ہو حالانکہ خدا فرماتا ہے تیرے رب کی قسم۔ یہ لوگ اس وقت تک مؤمن نہیں ہو سکتے جب تک اپنے اختلافات میں تجھے حاکم نہ سمجھیں اور فرماتا ہے جو شخص کہ حکم کی تعمیل نہیں کرتا تو گناہ اُس کا انہی پر ہے جو تبدیل کرتے ہیں۔ الخ اور حدیث میں اختلاف الفاظ اس طرح کہ ایک روایت میں مثلاً من کنت ولیه فهذا علی ولیه وارد ہے اور دوسری روایت میں من کنت مولاه فعلی مولاه منقول ہے اور تیسری جگہ علی ولی کل مؤمن بعدی اور ولیکم بعدی آیا ہے اور کسی جگہ من کنت مولاه فان علیاً بعدی مولاه مروی ہے اور کسی روایت میں انا ولی کل مؤمن من کنت مولاه فعلی مولاه وارد ہے اور کسی حدیث میں انا اولیٰ بکل مؤمن اور آخر میں هو اولی الناس بکم بعدی حضرت علیؑ کے حق میں ثابت ہے یہ مزید طوالت سے مستغنی کر دیتا ہے بلکہ باآواز بلند پکار رہا ہے

ان لفظ الولی فی الاحادیث یفسر قولہ تعالیٰ انما ولیکم اللہ ولفظ الاولیٰ یفسر قولہ تعالیٰ النبی اولی بالمؤمنین من انفسہم ولفظ بعدی یرفع الستر عن المعنیٰ علیٰ انہ وان صرح النبیؐ فی قولہ اخی ووصیی ووارثی وخلیفتی ووزیری بخلافۃ علیؑ فی وقت نزول آیۃ الانذار وانذر عشیرتک الاقربین لکنہ صلعم اراد ان یجمع جمیع صفات خلیفتہ وما یتعلق بہ فی لفظ واحد باظہار کمال البلاغۃ والفصاحۃ ونطق بقولہ مولاہ لانہ یجمع المعانی المذکورۃ واما اخذہم معنی المحبۃ فقط دون المعانی المذکورۃ فلا یخلو عن تعصب و اشکالات لان المحابات بین المؤمنین کلہم لتصلح عن الصحابۃ من الواجبات فلیس لہ وجہ خاص لعلیؑ علیٰ انہ صلعم صرحہ وخصہ سابقاً فی مواضع کثیرۃ لان حبہ ایمان وبغضہ نفاق وکفر کما قال غیر مرۃ لکونہ امیر المؤمنین وقد امر اللہ تعالیٰ بمودۃ القربیٰ فلا وجہ ہٰہنا بایراد لفظ مشترک المعانی ولا یساعدہ ہٰہنا تقیید المعانی ای معنی بعدی

کہ لفظ ولی جو احادیث میں وارد ہے وہ قولہ انما ولیکم اللہ کا مفسر ہے اور احادیث میں اولیٰ قولہ تعالیٰ النبی اولی بالمؤمنین من انفسہم کا مفسر ہے اور احادیث کا لفظ بعدی معنیٔ حدیث سے پردہ کو اٹھا کر بالکل صاف کر دیتا ہے اور علاوہ بریں یہ واضح ہو کہ اگرچہ نبیؐ نے بوقت نزول آیت وانذر عشیرتک الاقربین کے خلافت حضرت علیؑ کے لئے ان الفاظ سے تصریح فرما دی تھی کہ تو میرا بھائی اور وصی اور وارث اور میرا خلیفہ اور وزیر ہے لیکن آپ نے یہ ارادہ فرمایا کہ کمال فصاحت و بلاغت جمیع صفات اپنے خلیفہ کو اور اُس کے متعلقات کو ایک ہی لفظ میں جمع فرما دیں اس لئے آپ نے لفظ مولیٰ کو ارشاد فرمایا جو جمیع معانی و صفات مذکورہ بالا کا جامع ہے اور اہل جماعت کا جمیع معانی مذکورہ ممکن الوقوع کو ترک کر دینا اور فقط معنیٔ محبت کا مراد لینا خالی از تعصب و اشکالات نہیں ہے کیونکہ جب جمیع مؤمنین کے مابین محابات واجب ہے خصوصاً صحابہ کے لئے بطریق اولیٰ واجب ہوئی۔ پس اس قدر اہتمام و اہتمام سے محض حضرت علیؑ کے لئے اس محابات کے مخصوص کرنے کی کوئی کافی وجہ نہیں ہے اور علاوہ اس کے تحقیق نبیؐ نے بہت مقامات میں مخصوص طور پر بھی تصریح فرمائی۔ کہ حضرت علیؑ کی محبت علامت ایمان ہے اور اس کا بغض علامت کفر و نفاق ہے۔ چنانچہ بہت دفعہ آپ نے اس کو ظاہر فرمایا اور یہ بجا ہے کیونکہ وہ مومنین کے سردار ہیں اور نیز خدا تعالیٰ کا حکم محبت اقربا رسولؐ کا بالخصوص وارد ہو چکا ہے پس ایسے مشترک المعانی لفظ بولنے کی کوئی ضرورت نہ تھی اور لفظ بعدی کی قید فقط معنٔے محبت کی تائید نہیں کرتی بلکہ ظاہر مخالف ہے۔

تبصرہ سلطان۔ تعجب ہے کہ ہر مومن پر معمولی دنیاوی امور کے لئے وصیت ضروری ہو اور آنحضرتؐ ایسے اہم امر دین کے لئے وصیت نہ فرما دیں۔ اور آنحضرتؐ مدینہ طیبہ سے چند یوم کے لئے باہر تشریف لے جائیں تو کسی کو اپنا نائب و خلیفہ خود مقرر فرماتے رہے ہوں۔ اور جب ہمیشہ کے لئے دار فانی سے رحلت اور جمیع افراد امت سے مفارقت تاقیامت فرمائی تو بقول اہل تسنن کسی کو خلیفہ مقرر نہ فرمایا بالکل بعید از عقل ہے ضرور مقرر فرمایا۔ مخالفین کہتے ہیں اگر آنحضرتؐ خلیفہ مقرر فرماتے تو ہر خاص و عام اس کو نقل کرتا اور اختلاف پیدا نہ ہوتا۔ جب ابتداءً خلافت میں اختلاف چلا آتا ہے تو یہ نص خلافت موجود نہ ہونے کی دلیل ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ عبادات کثیرہ جو جو ضروری ہیں ان پر نظر ڈالئے کہ نبیؐ مثلاً وضو اور نماز کو ایک دن میں کئی مرتبہ ادا کرتے تھے اور تیئس ۲۳ سال تک لاکھوں آدمی دیکھتے اور سنتے رہے۔ باقی احکام شرعیہ علیٰ ہذا القیاس۔ پھر ان سب میں اختلاف کرنے کی کیا وجہ ہے اور باوجود تصریح قولی و فعلی کے کیوں امت نے ایک طریق صحیح پر اتفاق نہ کر لیا بعض سارے سر کا مسح فرض جانتے ہیں اور بعض تھوڑے حصہ کا اور بعض پاؤں کا مسح کرتے ہیں سنی بھی۔ اور بعض دھوتے ہیں اور بعض دونوں کو جمع کرتے ہیں۔ دھوتے اور مسح بھی کرتے ہیں اور بعض موزوں کا مسح جائز جانتے ہیں بعض ناجائز۔ اسی طرح بعض رفع یدین ہر تکبیر کے ساتھ سنت جانتے ہیں اور بعض فقط پہلی تکبیر کے ساتھ اور بعض بسم اللہ کو جہر سے پڑھتے ہیں۔ بعض خفیہ پڑھتے ہیں۔ بعض پڑھتے ہی نہیں بلکہ واجبات میں اختلاف ہے فاتحہ واجب ہے یا نہ۔ ضم سورہ واجب ہے یا نہ۔ تکبیرات جنازہ کی چار۔ پانچ یا زیادہ میں اختلاف ہے چور کے ہاتھ کاٹنے میں اختلاف ہے کہ انگلیوں کی جڑوں سے کاٹا جائے یا بند دست یا کہنیوں یا مونڈھوں سے۔ اور کل ان اعمال کو رسول اللہ کی طرف منسوب کرتے ہیں

لانہ لایجب فی زمان دون زمان بل یجب فی کل زمان فیکون قید بعدی لغواً نعوذ باللہ۔ ویؤید ماقلنا جمع النبیؐ جمیع من معہ ثمہ سابقاً ولاحقاً وخطبتہ خطبۃ الوداع علیٰ رأس المنبر المصنوع لہ بقولہ ادعیٰ فاجیب ونحوہ وھو من اخر وصایاہ واخذہ بید علیؑ ورفعہ من الارض الی فوق لینظر من کان ویرتفع الاشتباہ بقولہ ھذا علیؑ بتخصیص وعدم اکتفائہ علیٰ مجرد اسمہ الشریف لاتمام الحجۃ وتعمیمہ ایاہ بیدہ وسدلہ طرفی عمامتہ علیٰ منکبیہ لان ھذہ الامور لاتدل الا علیٰ ہو واقعۃ عظیمۃ منتجۃ لحکم کبیر ممیزۃ عما سواھا والمودۃ المحضۃ لایقتضی مثل ھذہ الامور فظھر ان متولی الامور ھو الذی حکمہ نافذ واطاعتہ واجبۃ مطلقاً ھو اللہ ورسولہ ثم وصیہ فمن اجل ذلک اتم الحجۃ البالغۃ ووصی بھا باشد توکید ویؤیدہ ایضاً الاحادیث الدالۃ علی فضل علی علی غیرہ من قولہ علیہ السلام الحق مع علی وعلی مع الحق وعلیؑ مع القرآن والقرآن مع علیؑ و اللھم ادر الحق معہ حیث دار ومن شاء العلم فلیأت من الباب قالہ فی حق باب مدینۃ العلم وقولہ بک یھتدی المھتدون وتجدوہ ھادیاً مھدیاً یأخذ بکم الصراط المستقیم وکونہ اعلم واقضی واتقی واشجع واسبق الایمان وغیر ذلک مؤید لما قلنا ولا یخفیٰ ان لفظ المولیٰ یجیٔ لمعانٍ مذکورۃ کما فی قولہ تعالیٰ ورددوا الی اللہ مولاھم الحق۔ فی تفسیر البیضاوی ۲۵۵ مولیٰ ھم ای ربھم ومتولی امرھم۔ وفی المعالم الذی یتولی ویملک امرھم

کیونکہ یہ غلط اور لغو محض ہے کہ جناب علیؑ کی محبت کسی زمانہ میں مثل رسولؐ کے واجب ہو اور کسی زمانہ میں واجب نہو۔ یہ ہرگز نہیں بلکہ ہر زمانہ میں واجب ہے پس بصورت معنی محبت محض کے لفظ بعدی کی قید نعوذ باللہ لغو ہو گی۔ اور نبیؐ کا اپنے جمیع ہمراہی صحابیوں کو جو آگے چلے گئے تھے۔ یا پیچھے رہ گئے تھے خم غدیر پر جمع کر کے ایک عارضی ممبر بنوا کر اس پر وداعی خطبہ پڑھنا کہ میں بلایا جاؤں گا اور قبول کر لونگا۔ یعنی میری موت قریب ہے اور حضرت علیؑ کا ہاتھ پکڑ کر زمین سے اونچا کر کے رفع اشتباہ کے لئے دکھانا اور اُن کے مجرد اسم شریف کے ظاہر کرنے پر اکتفا نہ کرنا اور اپنے ہاتھ مبارک سے حضرت علیؑ کی دستار بندی کرنا اور ہر دو شملے اُن کے کاندھوں پر لٹکانے اور وصیت کے آخری الفاظ سے وعظ و نصیحت فرمانا یہ سب امور ایک واقعہ عظیمہ پر دلالت کرتے ہیں جس کا نتیجہ کوئی بڑا حکم ہے جو محبت محض وغیرہ امور سے جن کیلئے اس اہتمام کی ضرورت نہیں ممتاز ہے۔ پس ثابت ہوا کہ امور کا متولی جس کا حکم نافذ اور اطاعت مطلقاً واجب ہے وہ خدا و رسولؐ ہیں اور پھر رسول خداؐ کے وصی ہیں لہٰذا رسول اللہؐ نے سخت تاکیدی وصیت سے حجت بالغہ کو تمام فرمایا۔ اور اس کی مؤید وہ احادیث بھی ہیں جو دوسروں کی نسبت حضرت امیر المومنین کے افضل ہونے پر دلالت کرتی ہیں جیسا کہ نبیؐ کا فرمان ہے کہ حق علیؑ کے ساتھ ہے اور علیؑ حق کے ساتھ ہے علیؑ قرآن کے ساتھ ہے اور قرآن علیؑ کے ساتھ ہے اور یا اللہ حق کو علیؑ کے ساتھ پھیر جدھر وہ پھرے اور جو علم چاہے وہ دروازہ سے آئے اس کو باب مدینۃ العلم حضرت علیؑ کے حق میں فرمایا اور تیرے ساتھ ہدایت یافتہ ہوں گے ہدایت پانیوالے۔ نیز علیؑ کے حق میں فرمایا۔ اور فرمایا اس کو یعنی علیؑ کو ہادی مہدی پاؤ گے جو تم کو سیدھے راستے پر چلائیگا۔ اور علیؑ کا اعلم واقضی واتقی واشجع واسبق بالایمان وغیرہ ہونا سب مؤید ہیں اور مخفی نہ رہے کہ لفظ مولیٰ چند معانی کے لئے آتا ہے۔ جو قرآن میں مرقوم ہے جیسا کہ آیت میں ہے اللہ کی طرف پھیرے جاوینگے جو اُن کا مولے حق ہے۔ تفسیر بیضاوی جلد اول صفحہ ۳۵۵ میں ہے۔ مولا اُن کا یعنے رب اُن کا اور ان کے امر کا متولی۔ اور تفسیر معالم ج ۲ صفحہ ۱۱ میں وہ جو متولی اور ان کے کام کا مالک ہے۔

سلہ کسی روایت کے ابتداء حدیث میں لفظ اولیٰ اور آخر میں مولیٰ اور کسی میں اول ولی بعدہ مولیٰ اور کسی میں اوّل مولیٰ اور بعدہ ولی یا اولیٰ یا اول آخر مولیٰ یا ولی یا اولیٰ کا ہونا اس کا شاہد ہے کہ اس حدیث میں ان الفاظ کا معنے ایک ہی طرح کا مراد ہے اور وہ ایسا معنے ہے جو سب معانی ممکن الوقوع کا جامع ہے جس سے جملہ ان روایات کی آپس میں اور حدیث ثقلین اور حدیث انت خلیفتی و وصیی والحق مع علیؑ والقرآن مع علی وانا مدینۃ العلم وغیرہ مندرجہ نصوص خلافت وشان نزول آیات مندرجہ نصوص خلافت سے تطبیق ہو سکے اور وہ ہمارے بیان کردہ معنے کے سوا کوئی دوسرا نہیں ہو سکتا۔ سلہ نسیم الریاض جلد ۳ صفحہ ۵۵ میں حدیث من کنت مولاہ

(باقی بر صفحہ آئندہ)

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) کا معنے سیدہ وناصرہ لکھا ہے۔ تفسیر کبیر جلد ۲ صـ۴۸۲ـ میں انت مولٰنا کا معنے متولی لکھا ہے اور جلد ۳ صـ۶۱ـ میں واللہ ولیہما کا معنے متولی امر ھما لکھا ہے اور جلد ۷ صـ۵۳۲ـ میں ذلک بان اللہ مولی الذین اٰمنوا سے مولٰہم الحق کا معنے ربہم ومالکہم لکھا ہے اور متن میں جو کبیر سے معنی ھی مولاکم اولٰی بکم لکھا ہے کبیر ج ۸ صـ۱۳ـ وابو السعود صـ۱۳۱ـ و نور الابصار طبع مصر صـ۶۹ـ میں ہے کتاب التعریفات للسید الشریف الجرجانی مطبوعہ مصر صـ۱۳ـ میں لکھا ہے المجاز مفعل بمعنے فاعل من جاز اذا تعدی کالمولی بمعنی الوالی ۔نصیحۃ الشیعہ جلد ۳ صـ۱۱ـ میں مولیٰ بمعنے متصرف ومتولی ومالک تسلیم کیا گیا ہے

[1] مولے بمعنی والی مثل بیان سید شریف کے ترجمہ خصائص نسائی مطبوعہ لاہور میں مؤلف فیض انباری شرح بخاری ومترجم خصائص مولوی محمد ابوالحسن صاحب صـ۱۰ـ میں لکھتے ہیں۔ مولیٰ کے معنے والی اور دوست دونوں آتے ہیں اور اس حدیث (من کنت مولاہ فعلی مولاہ) میں دونوں معنے درست ہیں (الجدہ لکھا) لیکن پہلے معنے لینے اولیٰ ہیں اس لئے کہ بر تقدیر ثانی (یعنے معنے دوست مراد لینے میں) تخصیص کی کوئی وجہ نہیں انتہیٰ بلفظہ۔ یعنی دوست کے معنے مراد لینے میں اس قدر اہتمام سے حضرت علیؑ کو مولیٰ بنانے کی کوئی خاص وجہ نہیں ہو سکتی سب مومن ایک دوسرے کے دوست ہیں اور ان کو بھی دوست سمجھنے کا الگ حکم ہے۔ پھر اتنے بڑے اہتمام سے بالخصوص اس معنی کو حضرت علیؑ کے حق میں بیان فرمانے کی کوئی وجہ نہیں ہو سکتی اور حضرت عمرؓ کا فتوٰے ملاحظہ ہو کہ جو حضرت علیؑ کی ولایت کا منکر ہو مؤمن نہیں ہو سکتا یعنی جو اس کا حکم نہ مانے اور علی کو اپنا سردار اور والی تسلیم نہ کرے وہ مؤمن نہیں اور مولیٰ کا معنی عملاً خود عمر صاحب نے والی ہی تسلیم کیا ہے دیکھو بیان فضائل علیؑ فلک صفحات گذشتہ ولمبارکباد دی وحدیث ولایت ۱۲ مترجم

[2] اور مطالب السئول صـ۱۲ـ میں بعد تحقیق معانی مولیٰ کے لکھا ہے وکل معنی امکن اثباتہ مما دل علیہ لفظ المولی لرسول اللہ فقد جعلہ لعلی وھی مرتبۃ سامیۃ ومنزلۃ سامقۃ ودرجۃ علیۃ ومکانۃ رفیعۃ خصصہ بہا دون غیرہ فلہذا صار ذلک الیوم یوم عید وموسم سرور لاولیائہ انتہیٰ۔ یعنی جتنے معانی مولیٰ رسول خداؐ کے لئے ثابت اور ممکن ہو سکتے ہیں وہ سب حضرت علیؑ کے لئے نبیؐ نے قرار دیئے اور اس سے بہت ہی اعلیٰ درجہ اور بلند مرتبہ علیؑ کا ثابت ہوتا ہے جو نبیؐ نے علیؑ کے لئے مخصوص فرمایا اور اسی واسطے وہ دن عید کا دن شمار ہوتا ہے اور نہایہ ابن اثیر میں بعد ذکر حدیث فعلی مولاہ لکھا یحمل علی اکثر الاسماء للذکورۃ یعنی اکثر معانی مولے کے علیؑ کے اوپر صادق آتے ہیں اور نہایہ کا حوالہ مندرجہ متن صفحہ آئندہ ج ۴ صـ۲۴۶ـ میں ہے۔ اور حدیث حضرت عمر کی مندرجہ فلک بھی ہمارے مدعا کی مؤید واضح ہے کیونکہ وہاں فقط دوست کے معنے ہرگز موزون نہیں ہیں اور حضرت عمر کی اپنی زبانی ہمارا استدلال تمام ہوتا ہے (ایک تاویل کا جواب) تحفہ اثنا عشریہ صفحہ ۲۰۰ میں ہے۔ درینجا ہم مراد نہیں است کہ الست اولٰی بالمؤمنین من انفسہم فی المحبۃ یعنی الست احب الی المؤمنین من انفسہم یعنی الست اولٰی بالمؤمنین من انفسہم کا معنی الست احب الی المؤمنین سب سے زیادہ دوستدار ہے ۔ ہم کہتے ہیں اولٰے بالمحبۃ سے بھی ہمارا مقصد تمام ہوتا ہے کیونکہ حدیث مشکوٰۃ میں بروایت شیخین حدیث وارد ہے لایؤمن احدکم حتی اکون احب الیہ الخ کوئی مؤمن نہیں ہو سکتا جب تک سب سے زیادہ رسولؐ کو محبوب نہ سمجھے اور قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی سے ثابت ہے کہ محبت کا نتیجہ یہ ہے کہ دوسروں سے اُس کے قول وفعل کو مقدم سمجھ کر اس کی تابعداری کرے۔ محبوب تر ہونے سے یہی مقصود ہوتا ہے اور یہی معنے اولی بالاتباع واولی بالتصرف کا ہے جو ہمارا مدعا ہے۔ ۱۲ مترجم

وفی الکبیر ماوٰکم النار ھی مولاکم قال الکلبی یعنی اولٰی بکم وھو قول الزجاج والفراء وابی عبیدۃ وقال الثعلبی فی کشف البیان ھی مولاکم ای صاحبتکم واولٰی بکم واحق بان تکون مسکنا لکم وقال الامام ابوالحسن الواحدی فی التفسیر الوسیط ھی مولاکم

اور تفسیر کبیر میں ہے تمہاری جگہ دوزخ ہے وہی تمہاری مولا ہے۔ کلبی نے کہا کہ مراد یہ ہے کہ وہی آگ تمہارے لئے اولیٰ ہے اور وہی قول زجاج اور فراء وابی عبیدہ کا ہے اور ثعلبی نے کشف البیان میں کہا وہی آگ تمہاری مصاحب ہے اور وہی تمہارے لئے اولیٰ واحق ہے کہ تمہارا مسکن ہو اور ابوالحسن واحدی نے تفسیر وسیط میں لکھا۔ وہی تمہاری مولیٰ ہے

ھو اولی بکم لما اسلفتم من الذنوب والمعنیٰ انہا ھی التی تلی علیکم لانہا قد ملکت امرکم وقال الامام البغوی فی المعالم ھی مولاکم صاحبتکم واولی بکم۔ وقال ابن حیان فی تفسیر بحر المحیط قولہ ھو مولٰنا ای ناصرنا وحافظنا قالہ الجمہور وقال الکلبی اولی بنا من انفسنا فی الموت والحیوۃ وقیل مالکنا وسیدنا فلہذا یتصرف کیف یشاء فیجب الرضا بما یصدر من جہتہ وفی الصحاح کل من ولی امر واحد فھو ولیہ۔ الخ وبمعنی السید المطاع۔ وفی النہایۃ لابن الاثیر باب الواو فصل اللام المولی فی الحدیث فھو الرب والمالک والسید المنعم وکل من ولی امرا او قام بہ فھو مولاہ وولیہ ومنہ الحدیث من کنت مولاہ فعلی مولاہ و منہ الحدیث ایما امرأۃ نکحت بغیر اذن مولاھا فنکاحھا باطل۔ وفی روایۃ ولیہا ای متولی امرھا وکذا فی الصحاح ومجمع البحار وفی المعالم اولی بالمؤمنین من انفسھم لہ من بعضھم ببعض فی نفوذ حکمہ فیھم ووجوب طاعتہ علیھم وقال ابن عباس وعطاء یعنی اذا دعاھم النبی ودعتھم انفسھم الی شئ کانت طاعۃ النبی اولی بھم من طاعتھم انفسھم وفی تفسیر النیشاپوری ویعلم من اطلاق الآیۃ انہ اولی بھم من انفسھم فی کل شئ من امور الدنیا والدین۔ وفی تفسیر البیضاوی النبی اولی الخ فی الامور کلہا فانہ لا یامرھم ولا یرضی منھم الا ما فیہ صلاحھم

یعنی تمہارے لئے اولیٰ ہے اُن گناہوں کے لئے جو تم نے پہلے کئے تھے۔ اور معنی یہ ہے کہ یہی تمہاری والی ہے کیونکہ تمہارے کام کی مالک وہی ہو گئی ہے۔ اور امام بغوی نے تفسیر معالم میں کہا کہ وہی تمہاری مولیٰ یعنی صاحب ہے اور تمہارے لئے اولیٰ ہے۔ اور ابن حیان نے تفسیر بحر محیط میں کہا ہے قولہ ھو مولٰنا یعنی ناصر اور حافظ ہمارا۔ اسی طرح جمہور نے کہا ہے وہ ہمارے لئے ہمارے نفسوں سے بحالت موت وحیات اولیٰ ہے اور یہ معنی بھی کیا گیا ہے کہ وہ ہمارا سردار اور مالک ہے لہذا جس طرح چاہے وہ تصرف کرے جو اس سے صادر ہو اس پر راضی ہونا واجب ہے۔ اور صحاح میں ولی کا معنے یہ لکھا ہے جس کے امر کا کوئی والی ہو وہ اُس کا ولی ہوتا ہے الخ۔ اور یہ معنے سردار واجب الاطاعۃ کے بھی ہے۔ اور نہایہ ابن اثیر باب الواو فصل اللام میں ہے۔ مولیٰ جو حدیث میں وارد ہے اُس کا معنے رب اور مالک اور سردار اور منعم ہے اور جو کسی کے امر کا والی اور متولی ہو وہ اُس کا مولیٰ اور ولی ہوتا ہے۔ چنانچہ اسی قبیل سے ہے جو حدیث وارد ہے من کنت مولاہ فعلی مولاہ اور اسی قبیل سے وہ حدیث ہے جس میں فرمایا جو عورت اپنے مولیٰ کے اذن کے سوا نکاح کرے اُس کا نکاح باطل ہے دوسری روایت میں بجائے مولیٰ کے لفظ ولی آیا ہے۔ معنے یہی ہے جو اپنے متولی امر کے بغیر نکاح کرے اور اسی طرح صراح اور مجمع البحار میں یہ سب معانی لکھے ہیں۔ اور معالم جلد ۳ صـ۱۷۶ میں بذیل تفسیر اولیٰ بالمومنین من انفسھم کے لکھا ہے کہ اس سے یہ مراد ہے ان لوگوں کا جو آپس میں تعلق ہے۔ اس کی نسبت نبیؐ اولیٰ ہیں اسطرح کہ آپ کا حکم نافذ اور آپ کی اطاعت سب پر واجب ہے اور ابن عباس و عطا یہ معنے کرتے ہیں کہ جب نبیؐ ان کو بلائے اور لوگوں کی ذاتی خواہش کچھ اور ہو تو نبیؐ کی اطاعت اُن پر اُن کے نفسوں کی نسبت سے واجب ہے۔ اور تفسیر نیشاپوری میں ہے کہ اطلاق اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ نبیؐ اُن کے نفسوں سے امور دین و دنیا سب میں اولیٰ ہیں۔ اور تفسیر بیضاوی جلد ۲ صـ[illegible] میں بذیل آیت النبی اولیٰ بالمومنین کے لکھا ہے نبیؐ کل امور میں اولیٰ ہیں۔ کیونکہ بجز اُس کے جس میں لوگوں کی بہتری ہوتی ہے نہ اُن کو کوئی امر کرتے ہیں اور نہ اُن سے راضی ہوتے ہیں۔

منتہی الارب میں ہے۔ اولیٰ۔ سزاوار تر و اولیٰ برائے امر یعنی ولی۔ دوست و نگہبان و متصرف بر کسے وکل من ولی امر رجل فھو ولیہ۔ جو کسی کے کام کا والی اور متصرف ہو وہ اُس کا ولی ہوتا ہے۔ مولیٰ۔ خداوند و سردار و بندہ (غلام) و آزاد کنندہ و آزاد کردہ و ہمنشین و قریب چون پسر عم و یار و مددگار و پرورندہ و لعمت دہندہ و ولادہ و شوہر خواہر مرد و پسر خواہر و دختر۔ ان معانی میں سے جن پر شمار کے نمبر دیے گئے ہیں وہ جناب رسول خدا پر منطبق نہیں ہو سکتے لہذا باقی معانی سے جس قدر آنحضرت میں لفظ اولیٰ اور ولی اور مولیٰ کے معانی صادق آ سکتے ہیں وہ حسب سیاق حدیث کے حضرت علیؑ پر منطبق ہیں کیونکہ حضرت نے فرمایا جس کا میں مولا ہوں اس کا علی مولا ہے اس کا مفاد یہی ہے کہ جن معانی سے میں کسی کا مولا ہوں انہی معانی سے اس کا ولی علی بھی ہے اور یہی ہمارا مدعا ہے ۱۲ مترجم

معانی مولیٰ

فلذ لک اطلق فیجب ان یکون احب الیہم من انفسہم وامرہ انفذ علیہم. الخ فی مطالب السئول لابن طلحۃ الشافعی فیکون معنی الحدیث من کنت اولی بہ او ناصرہ او وارثہ او عصبتہ او حمیمہ او صدیقہ فان علیاً منہ کذالک و ھذا صریح فی تخصیصہ لعلیؑ بھذہ المنقبۃ العلیۃ و جعلہ لغیرہ کنفسہ بالنسبۃ الیٰ من دخلت علیہم کلمۃ من التی للعموم بما لم یجعلہ لغیرہ و یعلم ان ھذا الحدیث ھو من اسرار قولہ تعالیٰ فی ایۃ المباھلۃ (الیٰ ان قال) فانہ اولی بالمؤمنین و ناصر المؤمنین و سید المؤمنین و کل معنی امکن اثباتہ مما دل علیہ لفظ المولیٰ لرسول اللہ صلعم فقد جعلہ لعلیؑ الخ اقول و حمل الولی علی معنی المحب مستدلاً بقولہ تعالیٰ الا ان اولیاء اللہ الذین لاخوف علیہم تحکم فی المحاورات القرآنیۃ لان الولی جاء فی القرآن بمعنی المتولی و المتصرف کما فی قولہ تعالیٰ فاللہ ھو الولی و جاء لفظۃ الاولیاء بمعنی الاحباء و تفرق الواحد و الجمع فی المعنی من محاورات القرآن الا تری ان القسط بمعنی العدل والقسط بمعنی الجور والریح بمعنی العذاب والریاح بمعنی الرحمۃ کما بسطہ السیوطی فی الاتقان وان شئت مزید توضیح معنی الولی والمولیٰ و وجہ استدلال بہ من حدیث کنت فطالع مجلدات عبقات الانوار فانہا تشفی العلیل و تروی الغلیل و منہا حدیث الثقلین وقد مر ومنہا

پس اسی واسطے مطلق اولویۃ کا ذکر کیا گیا ہے۔ جس سے واجب ہے کہ نبیؐ اُن کیلئے سب سے زیادہ محبوب ہوں اور آپؐ کا حکم اُن کے جانوں اور نفسوں کی نسبت اُن پر زیادہ نافذ ہو الخ مطالب السئول ص۵۵ مؤلفہ ابن طلحہ شافعی سے منقول ہے کہ اس حدیث ولایت کا معنے یہ ہے جس کا میں اولیٰ بالتصرف اور ناصر اور وارث اور عصبہ اور سچا اور گہرا دوست ہوں۔ پس حضرت علیؑ بھی اُس کے لئے اسی طرح ہیں اور آنحضرتؐ کے حضرت علیؑ کو اس منقبت عالیہ سے مخصوص کرنے میں یہ حدیث صریح ہے کہ حضرت علیؑ کو آپ نے مثل اپنی ذات بابرکات کے ہر کس کے لئے جو لفظ مَنْ کے اندر داخل ہیں۔ مقرر فرمایا۔ دیگر کسی کو یہ منقبت و منزلت حاصل نہیں ہوئی۔ اور واضح ہو کہ یہ حدیث منجملہ رازہائے آیت مباہلہ کے ہے (تا اینکہ لکھا) پس بالتحقیق حضرت علیؑ اولیٰ بالمؤمنین و ناصر المؤمنین و سید المؤمنین ہیں اور ہر معنے کہ اس کا اثبات لفظ مولیٰ کی دلالت سے نبیؐ کے لئے ممکن ہے وہ سب حضرت علیؑ کے لئے آنحضرتؐ نے ثابت کر دیئے ہیں۔ الخ (قول مؤلف) میں کہتا ہوں حمل لفظ ولی بمعنی محب پر بدلیل قولہ الا ان اولیاء اللہ الخ اُن لوگوں کے عدم تبحر محاورات قرآنیہ پر دال ہے (عدم تبحر سنیوں کا مراد ہے) کیونکہ لفظ ولی قرآن شریف میں متولی اور متصرف کے معنے میں آیا ہے جیسا کہ قولہ فاللہ ھو الولی میں ہے۔ لفظ اولیاء بے شک بمعنے احباء کے آیا ہے مگر باعتبار محاورات قرآنیہ کے واحد اور جمع کے معنے میں فرق ہو جاتا ہے کیا تو نہیں دیکھتا کہ قسط بمعنے عدل ہے (واما القاسطون فکانوا لجہنم حطبا وارد ہوا ہے) اور ریح بمعنے عذاب وارد ہے اور لفظ ریاح آثار رحمت کے لئے مستعمل ہوا ہے جیسا کہ سیوطی نے تفسیر اتقان ج۱ ص۱۹۱ مطبوعہ مصر میں بسط سے لکھا ہے اور اگر معنے ولی و مولیٰ اور طریق استدلال اس حدیث کی بہ مزید توضیح مطلوب ہو تو چاہیئے کہ مجلدات عبقات الانوار کا مطالعہ کیجئے کیونکہ وہ کتاب علیل کو شفا دیتی ہے اور پیاسے کو سیر کر دیتی ہے اور منجملہ نصوص کے حدیث ثقلین صحیح ہے جو ابتداء کتاب میں مذکور ہو چکی ہے اور منجملہ نصوص کے

وجہ استدلال حدیث ثقلین یہ ہے کہ آنحضرت صلعم نے اپنے بعد کے لوگوں میں ایک طبقہ کو اعلم اور پیشوا و مقتدی و متبوع قرار دیا اور ایک طبقہ کو تابع و مقتدی و کم علم ظاہر فرمایا اور اس دوسرے طبقہ کو حکم دیا کہ تم اگر طبقہ اول سے متمسک رہو گے تو گمراہ نہ ہو گے اور فرمایا کہ وہ طبقہ اول تم سے اعلم قرآن و سنت کا ماہر ہے اس کی متابعت کرتے رہنا ورنہ پیچھے رہ جاؤ گے اور ہلاک ہو جاؤ گے۔ اور محبین ثلاثہ نے اگرچہ ثلاثہ کی شان میں ایڑی چوٹی کا زور لگا کر احادیث وضع کر کے اپنے دین و ایمان کو خراب کیا ہے مگر کبھی حدیث ثقلین و حدیث ولایت وغیرہ احادیث صحیحہ متواترہ مسلمہ واردہ بحق اہل بیت علیہم السلام کے برابر کوئی حدیث نہیں بنا سکے یریدون ان لیطفؤا نور اللہ واللہ متم نورہ اور ہم پہلے ثابت کر چکے ہیں کہ عقلاً و نقلاً بجز معصوم کے کوئی امام حق نہیں ہو سکتا

(باقی حاشیہ بر آئندہ)

حدیث ثقلین سے استدلال

حدیث لیلۃ الجن۔ ابوبکر و عمر کی امامت سے رسولؐ کی روگردانی

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) جیساکہ حدیث ثقلین کا مفاد بھی یہی ہے۔ اور یہ عصمت ائمہ اہل بیت علیہم السلام کی دلیل ہے اس طرح کہ اس میں قرآن اور اہل بیت کے لئے تا ورود حوض کوثر لن یتفرقا اور لن یفترقا وارد ہے یعنی قیامت تک۔ بفرمان مخبر صادق حتماً و یقیناً اہل بیت کے مخصوصین و منصوصین افراد ایک لمحہ بھی قرآن سے جدا نہیں ہو سکتے اور اس عدم افتراق کا مفاد یہی ہے کہ ان سے کوئی امر خلاف شرع اور خلاف رضائے خدا اور رسول کے سرزد نہیں ہو سکتا اور یہی عصمت ہے اور ہر امام معصوم منصوص جو مفارق از قرآن نہیں اپنے مابعد کے لئے نص کر چکا ہے جو اس تنصیص میں بھی قرآن سے جدا نہیں ہو سکتا لہذا اُس کی جانب سے جو منصوص امام مقرر ہوا وہ بھی بدستور قرآن سے مفارق نہوگا۔ چنانچہ اہل بیتؑ کے اعلیٰ فرد امام اول کے لئے رسول خدا صلعم نے بالخصوص ظاہر فرمادیا علیؑ مع القرآن والقرآن مع علیؑ لایفترقان جو آئندہ لکھا جائے گا اور صواعق مطبوعہ مصر ص۹۰ میں لکھا ہے کہ بفرمان پیغمبر آخر الزمان حدیث تمسک ثقلین سے ثابت ہے کہ تا قیامت مثل قرآن کے اہل بیتؑ سے کوئی فرد قابل تمسک ہر زمانہ میں موجود رہے گا اور اسی کے ص۹۰ میں یہ حدیث لکھی ہے فی کل خلف من امتی عدول من اھل بیتی ینفون عن ھٰذا الدین تحریف الضالین وانتحال المبطلین وتاویل الجاھلین۔ جس سے واضح ہے کہ ہر طبقہ امت میں ایک نہ ایک فرد اہل بیت نبیؐ سے عادل (معصوم) موجود ہوگا جو جاہلوں اور گمراہ لوگوں کی جھوٹی تاویلات کو دفع کرکے صراط مستقیم کی ہدایت کریگا اور یہی ہمارا مدعا ہے مزید تشریح اس کی بیان حدیث ثقلین میں مذکور ہو چکی ہے نیز حدیث قرطاس کی بحث میں آخری کلام نبیؐ اور امامت علیؑ پر نص ملاحظہ ہو ۱۲ مترجم۔

ما روی فی کنز العمال وان تؤمروا علیاً ولا اراکم فاعلین تجدوہ ھادیاً مھدیاً یاخذ بکم الطریق المستقیم رواہ احمد عن علیؑ۔ وروی ابونعیم فی فضائل الصحابۃ عن حذیفۃ ونفظہ وما اراکم فاعلین تجدوہ ھادیاً مھدیاً یحملکم علی المحجۃ البیضاء رواہ الحاکم والطبرانی والخطیب وابن عساکر والبیھقی۔ وفی الصواعق المحرقۃ ورد بسند رواتہ مقبولون کما قالہ الذھبی ولہ طرق عن علیؑ قال قیل یارسول اللہ من نؤمر فقال ان تؤمروا الحدیث۔ ورواہ البزار بسند رجالہ ثقات ایضاً کما قالہ البیھقی۔ وفی الشرف المؤبد نقل الحافظ ابن الحجر فی الاصابۃ عن مسند احمد بن حنبل بسند جید عن علیؑ قیل یا رسول اللہ من نؤمر بعدک۔ الحدیث۔ وذکر عبدالحی اللکنوی فی فتاواہ ناقلاً عن کتاب اٰکام المرجان فی احکام الجان فی حدیث طویل باسنادین عن ابن مسعود قلت یا رسول اللہ الا تستخلف ابابکر فاعرض عنی فرأیت انہ لم یوافقہ قلت یا رسول اللہ الا تستخلف عمر فاعرض عنی فرأیت انہ لم یوافقہ

وہ ہے جو کنز العمال ج۶ ص۱۶۰ میں ہے کہ اگر تم حضرت علیؑ کو امیر بناؤ گے تو اُس کو ہادی مہدی پاؤ گے تم کو صراط مستقیم پر چلائیگا مگر جہاں تک میں تم لوگوں کا حال دیکھ رہا ہوں میں نہیں جانتا کہ تم اُس کو امیر بناؤ۔ اسکو احمد نے حضرت علیؑ سے روایت کیا ہے (اسی طرح ترجمہ مشکوٰۃ میں شیخ عبدالحق نے لکھا ہے انہی الفاظ سے یہ حدیث مسند احمد جلد اول ص۱۰۹ طبع مصر میں مرقوم ہے) اور ابونعیم نے فضائل صحابہ میں حذیفہ سے بایں لفظ روایت کیا ہے ما اراکم فاعلین الی آخرہ۔ یعنی میں نہیں جانتا کہ تم اُس کو بناؤ گے۔ اگر بناتے تو تم اسکو ہادی مہدی پاتے اور تم کو روشن دلیل پر پہونچاتا اسکو حاکم و طبرانی و خطیب و ابن عساکر و بیہقی (و ابوداؤد عن حذیفہ واحمد و ابونعیم فی الحلیۃ) نے روایت کیا ہے اور صواعق محرقہ ص۲۷ میں ہے اور ایسی سند سے روایت ہے کہ اُس کے سب راوی مقبول ہیں جیساکہ ذہبی نے کہا ہے اور اس کے چند طریقے حضرت علیؑ سے ہیں کہ عرض کیا گیا یارسول اللہ ہم کس کو امیر بنائیں۔ فرمایا اگر تم امیر بناؤ۔ الخ اور اسکو بزار نے ایسی سند سے روایت کیا جس کے رجال ثقہ ہیں جیساکہ بیہقی نے کہا ہے۔ اور الشرف المؤبد ص۵۸ میں ہے۔ حافظ ابن حجر نے اصابہ میں مسند احمد بن حنبل سے بسند جید حضرت علیؑ سے روایت کیا عرض کیا گیا یارسول اللہ آپ کے بعد ہم کس کو امیر بنائیں۔ الخ اور عبدالحی لکھنوی نے اپنے فتاوے جلد اوّل ص۳۵۱ میں ناقلاً کتاب آکام المرجان فی احکام الجان سے حدیث طویل میں دو اسنادوں سے لکھا ہے کہ ابن مسعود کہتا ہے میں نے عرض کیا یارسول اللہ حضرت ابوبکر کو کیوں خلیفہ نہیں بناتے تو آنحضرتؐ نے مجھ سے روگردانی فرمائی میں نے سمجھا یہ بات اُنکو موافق نہیں آئی پھر میں نے عرض کی یارسول اللہ حضرت عمر کو آپ خلیفہ کیوں نہیں بناتے

لہ اسی طرح بعینہ لآلی سیوطی مطبوعہ مصر جلد ا ص۱۶۸ میں باسناد طبرانی دو اسنادوں سے لکھکر اسکا شاہد بھی لکھا اور تقویت بیان کی ۱۲ مترجم

قلت یا رسول اللہ ص الا تستخلف علیا قال ذالك والذی لا الہ غیرہ لو بایعتموہ واطعتموہ ادخلکم الجنۃ رواہ ابو نعیم فی دلائل النبوۃ۔ و فی مسند احمد بمعناہ وشہاب الدین احمد فی توضیح الدلائل وقد وثق صاحبہ ای صاحب کلام المرجان الذہبی فی المعجم وکذا فی کشف الظنون وکذا السیوطی فی تحفۃ الجلساء والموفق احمد واخطب خوارزم فی کتاب علیؑ وغیرہم وقد اجاب عبد الحی لسؤال نشأ من کتاب عبقات الانوار بتصدیق الروایتین وتسلیم بما بان وقعۃ لیلۃ الجن کانت ستۃ مرات فارتفع التعارض بتعدد الواقعۃ هذا ما طال فی توثیقہ وقال حسن الحدیث مرزا محمد معتمد خان بدخشی فی تحفۃ المحبین فی مناقب الخلفاء الراشدین لتعدد الطرق ونقل عن آکام المرجان ان وقعۃ لیلۃ الجن الخ اقول قولہ علیہ السلام لا انکم فاعلین من معجزاتہ الباہرۃ لانہ وقع کما اخبر بہ علیہ السلام وان رؤیتہ کانت بالقلب لا بالبصر کما حقق فی مقامہ ان الرؤیۃ من افعال القلوب فاذا استعمل فی معناہ الاصلی تقتضی المفعولین واذا استعمل فی معناہ المجازی ای رؤیۃ البصر یقتضی المفعول الواحد کما فی شرح الجامی والرضی وغیرہما۔ ومنہا قولہ علیہ السلام الحق مع ذا الحق مع ۱ ۔ (مجموعہ فتاوی عبد الحی جلد ۱ ص ۱۲۱، ۱۲۲)

تب بھی رسول ص نے روگردانی فرمائی۔ میں نے سمجھا یہ بھی حضرت ص کو ناگوار گزرا پھر میں نے عرض کی یا رسول اللہ ص حضرت علیؑ کو آپ کیوں خلیفہ نہیں بناتے؟ حضور نے فرمایا اس اللہ کی قسم ہے جس کے بغیر کوئی لائق عبادت نہیں ہے کہ اگر تم اُس کی بیعت کرو گے تو تم کو وہ بہشت میں داخل کرے گا۔ اس کو ابو نعیم نے دلائل النبوۃ میں روایت کیا۔ اور مسند احمد میں اس کے ہم معنے ہے۔ اور شہاب الدین احمد نے توضیح الدلائل میں روایت کیا ہے اور صاحب آکام المرجان بدر الدین محمد بن عبد اللہ شبلی حنفی کی توثیق معجم میں ذہبی نے کی ہے۔ اور اسی طرح کشف الظنون میں ہے۔ اور اسی طرح سیوطی نے تحفۃ الجلساء میں اور موفق احمد اور اخطب خوارزم نے کتاب علیؑ میں روایت کیا۔ مولوی عبد الحی صاحب نے اس سوال کا جو کتاب عبقات الانوار سے پیدا ہوا جواب دیا ہے کہ ہر دو روایت حدیث مذکور کی معتبر ہیں۔ اور تسلیم کیا کہ واقعہ لیلۃ الجن چھ دفعہ ہوا ہے۔ لہٰذا کوئی تعارض بسبب تعدد واقعہ کے نہیں ہے اور اُس نے حدیث کی توثیق میں طوالت کی ہے اور کہا کہ مرزا محمد معتمد خان بدخشی نے تحفۃ المحبین میں بکثرت طرق اس کو حدیث حسن سے تعبیر کیا ہے۔ اور آکام المرجان سے نقل کیا کہ واقعہ لیلۃ الجن چھ مرتبہ واقع ہوا الخ۔ (دیکھو مجموعہ فتاوی عبد الحی) (قول مؤلف) میں کہتا ہوں کہ نبی ص کا فرمانا کہ میں نہیں جانتا کہ تم علیؑ کو بنا دو گے معجزات ظاہرہ نبویہ سے ہے۔ اور یہ رویت نبوی قلب سے دیکھنا تھا نہ بصر سے جیسا کہ اپنے مقام پر محقق ہے کہ رویت افعال قلوب سے ہے۔ پس جب اپنے اصلی معنی پر مستعمل ہو یعنی رویت قلب کے تب یہ فعل دو مفعولوں کو چاہتا ہے۔ جیسا کہ اس حدیث میں ہے۔ اور جب مجازی معنے میں مستعمل ہو یعنی رویت بصری پر تو ایک مفعول چاہتا ہے جیسا کہ شرح جامی و رضی وغیرہ میں ہے۔ اور منجملہ نصوص کے ہے قول نبی ص کا حق اُس کے ساتھ ہے حق اس کے ساتھ ہے یعنی حضرت علیؑ کے ساتھ ہے۔ اس کو ابو یعلی و سعید بن منصور نے الوصیت میں روایت کیا اسی طرح کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۱۵۷ میں ہے اور منجملہ نصوص کے قول نبی ص کا اللہم ادر الحق معہ یعنے یا اللہ علیؑ ہو کے ساتھ حق کو پھیر

۱؎ سائل نے پوچھا کہ شیعہ اس روایت سے خلافت علیؑ کی نص ثابت کرتے ہیں کیا مؤلف آکام المرجان کی یہ واقع معتبر ہے اور توثیق منقول اس کی ثابت ہے اور یہ روایت معتبر ہے اور پھر اس سے بطلان خلافت شیخین اور نص خلافت علیؑ ثابت ہے۔ مولوی عبد الحی نے جواب میں توثیق کی تصدیق کی اور روایت کو معتبر مانا۔ رفع تعارض بھی بیان کیا اور نص کا جواب دیا کہ یہ نص علیؑ کے لئے نہیں البتہ نبی ص کو معلوم تھا کہ لوگ علیؑ کی خلافت کریں گے اس خلافت کی ترغیب دی ہے۔ ۱۲ مترجم

۲؎ کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۱۵۷ میں باسناد ابی یعلی و سعید بن منصور یہ الفاظ بھی ہیں الحق مع ذا یعنی علیا۔ اور تطہیر صفحہ ۲۲۴ میں اس حدیث کی صحت لکھی ہے۔ اس حدیث رایہ اہلسنت علی الحق والمین قبول دارند۔ اور حدیث القرآن مع علی لا یفترقان کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۱۵۳ میں باسناد حاکم و طبرانی فی الاوسط مروی ہے۔ اور اصابہ کے حاشیہ پر استیعاب جلد ۴ صفحہ ۱۷۰ میں باسناد مرفوعاً مروی ہے کہ فتنے پیدا ہوں گے جب یہ ہو فالزموا علی بن ابی طالب رسول ص اختلاف اور فتنہ کے زمانہ میں حضرت علیؑ سے تمسک کرنے کا حکم دیتے ہیں۔ اور ازالۃ الخفاء جلد ۱ صفحہ ۴۴۲ میں باسناد حاکم اور کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۱۵۷ میں نبی ص سے مروی ہے کہ علیؑ کو آپ نے فرمایا من اطاعك فقد اطاعنی ومن عصاك فقد عصانی جس نے تیری فرمانبرداری کی اُس نے میری فرمانبرداری کی اور جس نے تیری نافرمانی کی اُس نے میری نافرمانی کی اس حدیث سے صحابہ کی مخالفت در بارہ خلافت اور بیعت اور جنگ جمل و صفین وغیرہ مقابلہ کر کے انصاف فرمائیں۔ کنز العمال کے الفاظ میں ہے من اطاعنی فقد اطاع اللہ ومن اطاع علیا فقد اطاعنی ومن عصی علیا فقد عصانی۔ ۱۲ مترجم

مسند اسنی المطالب حافظ جزری کی مطبوعہ مکہ مکرمہ میں ہے، حدیث علی سید العرب اخرجہ الحاکم فی صحیح المستدرک وقال صحیح الاسناد وله شاهد ۱۲ مترجم۔

حیث دار رواہ الترمذی کذا فی کنز العمال۔ **ومنها** قوله علیه السلام علیؑ مع القرآن والقرآن مع علیؑ لا یفترقان حتی یردا علی الحوض کذا فی تاریخ الخلفاء بروایت الطبرانی **ومنها** قوله علیه السلام انا مدینة العلم وعلیؑ بابها وقد مر۔ ومنها ما فی کنز العمال روی ابونعیم فی الحلیة۔ مسند سید الحسن مرفوعاً ادعوا الی سید العرب قلت الست سید العرب قال انا سید ولد آدم وعلی سید العرب فلما جاء علیؑ قال یا معشر الانصار الا ادلکم علی ما ان تمسکتم به لن تضلوا بعده ابدا هذا علی فاحبوه بحبی واکرموه بکرامتی فان جبرئیل امرنی بالذی قلت لکم عن الله عزوجل کذا فی ارجح المطالب وزاد ورواہ ایضا ابو البشر عن سعید بن جبیر واخرجه المحب الطبری فی الریاض والطبرانی فی الکبیر واخرجه البیهقی والحاکم والخطیب فی تاریخه عن عائشة ورواہ الدار قطنی بمعناہ عن ابن عباس وله شواهد کثیرة۔ فی کنز العمال عن الطبرانی والخطیب وابن الجوزی بمعناہ۔ **ومنها** ما رواہ الترمذی واحمد عن ابی جنادة علیؑ منی وانا من علیؑ ولا یؤدی عنی الا انا

جہاں وہ پھرے جیسا کہ (تفسیر کبیر بحث جہر تسمیہ) وکنز العمال جلد ۲ صفحہ ۱۵۳ میں بروایت ترمذی ہے اور **منجملہ نصوص** کے قول نبیؐ کا علیؑ قرآن کے ساتھ ہے اور قرآن علیؑ کے ساتھ ہے ہر دو حوض پر وارد ہونے تک جدا نہ ہوں گے۔ اسی طرح تاریخ الخلفاء صفحہ ۱۱۷/۱۱۸ میں بروایت طبرانی ہے **اور منجملہ نصوص** کے حدیث انا مدینة العلم ہے۔ یعنی میں شہر علم کا ہوں اور علیؑ ان کا دروازہ ہے۔ یہ حدیث بیان علم علیؑ میں گذر چکی ہے۔ اور **منجملہ نصوص** کے جو کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۱۵۷ میں بروایت ابونعیم حلیہ میں مسند سید حسن سے مرفوعاً مروی ہے۔ کہ نبیؐ نے فرمایا سردار عرب کو میرے پاس لاؤ۔ میں نے عرض کی آپ سردار عرب نہیں ہیں؟ فرمایا میں بنی آدم کا سردار ہوں اور عرب کا سردار علیؑ ہے پس جب حضرت علیؑ آئے نبی علیہ السلام نے فرمایا۔ اے گروہ انصار میں تم کو اس چیز پر راہنمائی نہ کروں کہ اگر تم اس سے تمسک کرو تم کبھی گمراہ نہ ہو گے۔ وہ قابل تمسک حضرت علیؑ ہے۔ اس کو میری محبت سے محبوب سمجھو اور میری عزت سے (اس کی) عزت کرو۔ اس امر کا مجھے جبرئیل نے خدا کی طرف سے حکم دیا ہے۔ اسی طرح ارجح المطالب صفحہ ۲۰ میں ہے۔ اور زیادہ کیا کہ اس کو ابوالبشر نے بھی سعید بن جبیر سے اور محب طبری نے ریاض میں اور طبرانی نے کبیر میں و بیہقی و حاکم و خطیب نے تاریخ میں بی بی عائشہ سے اور دار قطنی نے ہم معنی اس کے ابن عباس سے روایت کیا اور اس کے بہت شاہد ہیں۔ اور کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۱۵۷ میں بروایت طبرانی و خطیب و ابن جوزی کے اس کے ہم معنے مروی ہے۔ اور **منجملہ نصوص** کے جو ترمذی و نسائی و ابن ماجہ و احمد نے ابی جنادہ سے روایت کی ہے کہ علی مجھ سے ہے اور میں علیؑ سے ہوں۔ اور میری طرف سے کوئی نہیں پہونچا سکتا مگر میں خود

لہ حدیث اللہم ادر الحق مع علی۔ اس کے مقابل یہ جو حدیث بنائی گئی ہے۔ ان اللہ جعل الحق علی لسان عمر وقلبه۔ ضعیف ہے۔ اس کی سند میں خارجہ بن عبد اللہ ہے جس کو احمد اور ذہبی نے ضعیف کہا ہے اور ابن حجر نے تقریب میں اس کی نسبت لکھا ہے له اوهام کذا فی الکاشف للذہبی اور یہ روایت طبرانی میں عائشہ سے ہے۔ جس کی سند میں عبد الرحمن بن ابی الزناد ہے۔ جو لین الحدیث ہے۔ اور قابل احتجاج نہیں چنانچہ مجمع الزوائد اور کاشف میں ہے۔ اور تقریب ابن حجر میں ہے اس کا حافظہ متغیر ہو گیا تھا۔ دیکھو صیانة الانسان مؤلفہ شیخ محمد بشیر سہوانی مطبوعہ صفحہ ۱۳۶/۱۳۷ و صفحہ ۱۴۰ آخر میں لکھا لا یخلو طریق من طرقه من مقال یعنی کوئی اسناد اس حدیث کی جرح سے خالی نہیں ہے (از کتب خانہ مکہ معظمہ)

سلہ علی اور علیؑ دونوں مروی ہیں۔ یعنی حوض پر یا میرے پاس حوض پر ملتے ہوں گے۔ یہ حدیث تاکیداً اتمام حجت کے لئے نبیؐ نے مرض الموت میں علیؑ کا ہاتھ پکڑ کر فرمائی اور فرمایا میرے بعد جو پوچھنا ہو اس علیؑ اور قرآن سے پوچھنا دیکھو بحث حدیث قرطاس **سلہ حدیث لا یؤدی عنی الا انا او علی**۔ خصائص نسائی طبع لاہور صفحہ ۵۴ و طبع مصر صفحہ ۲۰ میں اسی طرح ہے نیز الا رجل من اهلی اور صفحہ ۴۶ میں رجل من اهل بیتی اور رجل منی آیا ہے۔ وکذا فی ازالة الخفاء جلد ۱ صفحہ ۱۸۹۔ اور قصہ ابلاغ سورہ برائة کا بخاری طبع مصر جلد ۱ صفحہ ۵۲ و جلد ۳ صفحہ ۴۴ میں بھی ہے۔ اور کبیر جلد ۴ صفحہ ۴۵۸ میں ہے۔ عام لوگوں کا انتخاب کیسے صحیح ہو جبکہ رسل اولی العزم سے موسیٰؑ نے ستر آدمی کا انتخاب کیا اور ان کو سفہاء کا خطاب ملا۔ و اختار موسیٰ قومه سبعین رجلاً لمیقاتنا۔ آیت واجعل لی وزیرا کی تفسیر مثل بیان تفسیر کبیر کے تفسیر در منثور سے فلک النجاۃ صفحہ آیندہ میں باسانید منقول ہے۔ ایضاً حدیث منزلت۔ حضرت ہارونؑ اگر حضرت موسیٰؑ کے بعد زندہ ہوتے تو بلاشک وہی خلیفہ بعد حیات ذمات ہوسکتے مگر اتفاق سے فوت ہو گئے۔ اور حضرت علیؑ مثیل ہارونؑ بجز نبوت جملہ صفات میں ان کے شریک تھے وہ جیسے

مخالفین کے انتخاب غلط اور حدیث منزلت پر اعتراض کا جواب

سورہ برات کی تبلیغ سے ابوبکر کی معزولی

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۹۸) یا تیرے جیسا جو تیرے خاندان سے تیرا زیادہ قریبی ہے یعنی علیؑ تب حضرت نبیؐ نے حضرت علیؑ کو بھیجا کہ تو جا اور ابوبکر سے آیات لیکر پڑھ اور احکام پہنچا ابوبکر نے واپس آکر وجہ پوچھی تو نبی علیہ السلام نے یہ حدیث سنائی دیکھو تفسیر در منثور جلد ۳ صفحہ ۲۱۰ اور اس کے بہت روایات صحیحہ سے اس قصہ کو لکھا ہے۔ اور دیگر تفاسیر اہل جماعت نے اس قصہ کو بالاتفاق لکھا ہے۔ اور صحاح ستہ میں بھی موجود ہے پس جب چند آیات و احکام کی تبلیغ کے لائق ابوبکر صاحب نہ تھے تو جملہ قرآن و احکام شریعت میں پیشوا و امام واجب الاطاعت تمام عالم کا کس طرح ہو سکتا ہے؟ فافہم۔ ۱۲ مترجم؛

او علیؑ كذا في المشكوة والصواعق المحرقة بزيادة رواية النسائي وابن ماجة - **ومنها** قوله عليه السلام انت مني بمنزلة هارون من موسىٰ الا انه لا نبي بعدي اخرجه الشيخان وغيرهما كذا في تاريخ الخلفاء ومنها قوله تعالى وانذر عشيرتك الاقربين - في كنز العمال عن علي قال لما نزلت هذه الآية وانذر الخ جمع النبي ص من اهل بيته فاجتمع ثلاثون فاكلوا وشربوا فقال لهم من يضمن عني ديني ومواعيدي ويكون معي في الجنة ويكون خليفتي في اهلي فقال رجل يا رسول الله انت كنت بحرا من يقوم بهذا ثم قال الآخر فعرض ذلك على اهل بيته واحدا واحدا فقال علي انا رواه احمد ابن جرير وصححه الطحاوي والضياء المقدسي - وفيه في رواية اخرى وايّنا صاحبي ووارثي وقال في اخره قال علي فلذلك ورثت ابن عمي دون عمي وفيه اورد حديثا طويلا عن علي وفيه قصة دعوة النبي ص الى الطعام وجمع بني المطلب فلما اجتمعوا واكلوا وشبعوا فبادر ابو لهب بالكلام على النبي ص وتفرقوا ولم يسمعوا منه اليوم ثم صنع كذلك في اليوم الثالث وكلم النبي ص يا بني عبد المطلب اني والله قد جئتكم بخير الدنيا والآخرة وقد امرني الله ان ادعوكم اليه فايكم يوازرني على امري هذا فقلت وانا احدثهم سنا وارمصهم عينا واعظمهم بطنا واحمشهم ساقا انا

یا حضرت علیؑ اسی طرح مشکوٰۃ جلد ۲ صفحہ ۵۵۶ و صواعق محرقہ صفحہ ۷۳ میں بروایت نسائی و ابن ماجہ کے ہے:

اور منجملہ نصوص کے فرمان نبویؐ جو صحاح ستہ میں ہے کہ یا علیؑ تو میرے لئے ہارون کے منزلہ موسیٰؑ سے ہے مگر یہ فرق ہے کہ میرے بعد نبی کوئی نہیں ہے۔ ایسا ہی تاریخ الخلفاء صفحہ ۱۱۴ میں ہے **اور منجملہ اُن نصوص** کے قول اللہ تعالیٰ و انذر عشیرتک الاقربین ہے۔ جیسا کہ کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۳۹۶ میں حضرت علیؑ سے مروی ہے۔ جب یہ آیت وانذر کی اتری تو نبیؐ نے اپنے کنبہ کے آدمیوں کو جمع کیا۔ تیس آدمی جمع ہوئے اور انھوں نے کھانا کھایا دودھ وغیرہ پیا اُس کے بعد نبی صلعم نے فرمایا۔ کون میری طرف سے میرے قرض کا اور میرے وعدوں کا ضامن ہوتا ہے؟ وہ میرے ساتھ بہشت میں اور میرے اہل میں خلیفہ ہو۔ ایک آدمی نے کہا تو دریا ہے یہ کام کون کر سکتا ہے۔ پھر اور ایک شخص نے اسی طرح کہا۔ تب رسولؐ نے اپنے اہل بیتؑ کے ایک ایک آدمی پر پیش کیا حضرت علیؑ نے عرض کیا میں ہوں۔ اس کو احمد نے اپنے مسند جلد ۱ صفحہ ۱۱۱ و ابن جریر نے روایت کیا اور صحیح کہا اور طحاوی و ضیا مقدسی نے بھی روایت کیا۔ اور کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۴۰۸ میں بروایت دیگر زیادہ کیا کہ کون ہے جو میرا بھائی اور صاحب اور میرا وارث ہو۔ اس روایت کے آخر میں ہے کہ حضرت علیؑ فرماتے تھے پس اسی واسطے میں اپنے چچازاد بھائی کا وارث ہوا ہوں۔ اور میرا چچا عباس وارث نہیں ہوا۔ اور صفحہ ۳۹۷ جلد ۶ میں ایک لمبی حدیث میں بیان کیا ہے جس میں نبیؐ کی دعوت کا قصہ طعام کے لئے اور بنی مطلب کو جمع کرنا مذکور ہے۔ اور کہا کہ جب لوگ سیر ہو گئے تو ابولہب نے نبیؐ پر کلام میں سبقت کرلی۔ اور لوگ متفرق ہو گئے اور اُس دن کچھ نہ سُنا پھر دوسرے دن بھی اسی طرح ہوا۔ پھر تیسرے دن طعام کھلا نبیؐ نے کلام شروع کی کہ اے بنی عبدالمطلب خدا کی قسم میں تمہارے لئے دنیا اور آخرت کی بہتری لایا ہوں اور اللہ تعالیٰ نے مجھے امر کیا ہے کہ میں تم کو اُس کی طرف بلاؤں پس تم میں سے میرے اس کام پر کون وزیر بننا چاہتا ہے؟ حضرت علیؑ فرماتے ہیں اگرچہ میں نوجوان اور آنکھوں میں میل رکھتا تھا اور میرا پیٹ بڑا تھا اور پنڈلیاں باریک تھیں تاہم میں نے عرض کیا یا نبی اللہؐ میں اس کام کا ذمہ وار ہوں آپکا اس کام میں وزیر ہونگا

لہ یہ حدیث مطابق آیت واجعل لی وزیرا من اھلی الآیہ کے ہے۔ موسیٰؑ نے اپنے بھائی ہارون کے لئے دعا کی کہ پروردگار میرے بھائی ہارون کو میرا وزیر اور شریک نبوت بنا تاکہ میری کمر مضبوط ہو۔ وزارت سے بوجھ اٹھانا اور بار نبوت بانٹ لینا مراد ہے۔ جیسا کہ معنی وزیر کا مفہوم ہے جو وزر سے مشتق ہے۔ اور جعل خلافت (یعنے تقرر خلافت) اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے جیسے انی جاعل فی الارض خلیفۃ اور یا داؤد انا جعلناک خلیفۃ فی الارض میں ہے۔ اسی واسطے موسیٰؑ نے (باقی حاشیہ صفحہ ۵۰۰ پر دیکھو)

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۵۰۰) اور سوال کرنا کہ تو کون ہے؟ اور حضرت علی کا جواب دینا کہ میں محمدؐ کا وصی ہوں اور راہب کا کتب سابقہ سے خبر دینا اور حضرت علیؑ کا پڑھنا الحمد للہ الذی لم اکن عندہ منسیا لو کنت فی کتبہ مذکورا۔ یہ تفصیل لکھا ہے اور بعد اس کے لکھا ہے کہ وہ راہب بملازم خدمت حضرت امیر رہا اور انہی کے ساتھ اہل شام کے مقابلہ میں شہید ہوا اور حضرت امیرؑ نے اس پر نماز جنازہ پڑھی اور اس کو دفن کیا اور اس کے لئے دعائے مغفرت فرمائی اور اس راہب نے بوقت ایمان لانے کے یہ کلمہ پڑھا تھا اشہد ان لا الٰہ الا اللہ واشہد ان محمدا رسول اللہ واشہد انک علیؑ وصی رسول اللہ ۱۲ مترجم

وفیہ مثلہ بلفظ ثم قال لہم ومد یدہ من یبایعنی علی ان یکون اخی وصاحبی وولیکم من بعدی فمددت یدی وقلت انا ابایعک وانا یومئذ اصغر القوم عظیم البطن فبایعنی علی ذلک وقال ذلک الطعام انا صنعتہ رواہ ابن مردویہ۔ وفیہ من مسند زید بن اوفی نقلا عن احمد فی المناقب وابن عساکر بلفظ انت اخی ووارثی قال وما ارث منک یا رسول اللہ؟ قال ما اورثت الانبیاء من قبلی قال وما ورثت الانبیاء من قبلک قال کتاب ربہم وسنۃ نبیہم الحدیث۔ وھکذا فی المفردات للراغب الاصفہانی وقال وسنتی بدل سنۃ نبیہم وفیہ ان وصیی وموضع سری وخیر من اترک بعدی وینجز عدتی ویقضی دینی علی ابن ابی طالب رواہ الطبرانی عن ابی سعید عن سلمان ومثل ما فی الکنز فی قصۃ قولہ تعالیٰ وانذر عشیرتک الاقربین وجعل النبی علیا خلیفۃ فی تفسیر معالم التنزیل وابن کثیر وتفسیر سراج المنیر وتفسیر ترجمان القرآن وتفسیر ابن ابی حاتم وتفسیر ابن مردویہ وتفسیر الثعلبی وتفسیر درمنثور وتفسیر خازن وتفسیر طبری وسیرۃ ابن اسحاق وروضۃ الصفا وتاریخ حبیب السیر وتاریخ الکامل وتاریخ ابی الفداء ومعارج النبوۃ وتاریخ الطبری والسیرۃ الحلبیۃ والخصائص للنسائی وغیرہا وقال الحافظ ابن کثیر فی تفسیرہ بعد ذکر اسانید الحدیث وجرحہ علی اسناد واحد فہذہ طرق متعددۃ لہذا الحدیث عن علیؑ۔ وفی الدر اخرج ابن اسحق ...

اور جلد ۶ صفحہ ۳۹۷ میں اسی طرح ہے۔ اس لفظ سے کہ اپنے کنبہ کے آدمیوں کو فرمایا۔ اور ہاتھ مبارک دراز فرمایا کہ کون میری بیعت کرتا ہے۔ جو میرا بھائی اور یار اور میرے بعد تمہارا سردار ہو۔ پس میں نے دیکھتے حضرت علیؑ نے اپنا ہاتھ لمبا کیا اور عرض کی میں اس پر آپ کی بیعت کرتا ہوں اور میں اس دن قوم میں عمر کا چھوٹا اور بڑے پیٹ والا تھا پس حضرتؐ نے اسی پر میری بیعت لی اور حضرت علیؑ فرماتے ہیں یہ طعام قوم کے لئے میں نے ہی بنایا تھا۔ اس کو ابن مردویہ نے روایت کیا۔ اور کنز العمال جلد ۵ صفحہ ۴۰ میں مسند زید بن اوفی سے ہے احمد نے مناقب میں روایت کیا اور ابن عساکر نے اس عبارت سے نقل کیا کہ نبیؐ نے فرمایا یا علیؑ تو میرا بھائی اور میرا وارث ہے۔ علیؑ نے عرض کی میں آپ کی کس چیز کا وارث ہونگا۔ فرمایا جس چیز کا میں پیغمبران سابقین سے وارث ہوا ہوں۔ عرض کیا آپ پیغمبروں سے کس چیز کے وارث ہوئے ہیں فرمایا کتاب اللہ اور سنت نبویؐ کا۔ اور اسی طرح مفردات راغب اصفہانی صفحہ ۵۴۰ طبع مصر میں ہے۔ اور اس میں بجائے سنت نبوی کے میری سنت کا لفظ ہے۔ اور کنز العمال صفحہ ۱۵۴ جلد ۶ میں ہے۔ تحقیق میرا وصیؑ اور میرا ہمراز اور جس کو میں اپنے بعد سب سے بہتر چھوڑے جاتا ہوں۔ اور جو میرے وعدوں کو پورا کرے گا اور جو میرا قرضہ ادا کرے گا وہ علی بن ابیطالب ہے۔ اس کو طبرانی نے ابی سعید عن سلمان سے روایت کیا۔ نیز اسی طرح شرح مواقف صفحہ ۴۲ میں ہے اور مثل مضمون کنز العمال کے قصہ نزول آیت و انذر عشیرتک الاقربین اور حضرت علیؑ کو اپنا خلیفہ بیان فرمانا تفسیر معالم صفحہ ۶۶۳ و تفسیر ابن کثیر جلد ۷ صفحہ ۱۹۱ و تفسیر سراج المنیر جلد ۳ صفحہ ۲۴ و تفسیر ترجمان القرآن صفحہ ۹۹ و تفسیر ابن ابی حاتم و تفسیر ابن مردویہ و تفسیر ثعلبی و تفسیر درمنثور جلد ۵ صفحہ ۹۷ و تفسیر خازن جلد ۳ صفحہ ۳۷۱ و تفسیر طبری جلد ۱۹ صفحہ ۶۹ و سیرۃ ابن اسحاق و روضۃ الصفا جلد ۲ صفحہ ۲۶۰ و تاریخ حبیب السیر جلد ۱ صفحہ ۱۶ و تاریخ کامل جلد ۲ صفحہ ۲۲ و تاریخ ابو الفداء جلد ۱ صفحہ ۱۱۷ و معارج النبوۃ جلد ۲ صفحہ ۲۰ و تاریخ طبری جلد ۲ صفحہ ۲۱۷ و سیرۃ حلبیہ جلد ۱ صفحہ ۲۸۶ و خصائص نسائی طبع لاہور صفحہ ۴۲ و صفحہ ۱۸ طبع مصر میں ہے۔ اور حافظ ابن کثیر نے اپنی تفسیر میں اسانید حدیث کے ذکر کے بعد اور ایک اسناد پر جرح کرنے کے بعد لکھا ہے۔ کہ اس حدیث کے بہت طریقے حضرت علیؑ سے ہیں۔ اور تفسیر درمنثور جلد ۵ صفحہ ۹۷ میں ہے کہ ابن اسحاق و ابن جریر و ابن ابی حاتم و ابن مردویہ و ابو نعیم و بیہقی نے دلائل میں چند طریقوں کے ساتھ حضرت علیؑ سے اس حدیث کو روایت کیا ہے اور اسی درمنثور کی ایک

سلہ اسی طرح ذخائر العقبیٰ میں محب طبری نے باسناد حافظ ابو القاسم بغوی کے معجم الصحابہ میں بریدہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے۔ دیکھو ذخائر العقبیٰ للمحب الطبری مطبوعہ مصر صفحہ ۷۱ لکل نبی وصی و وارث وان علیا وصیی و وارثی۔ (از کتب خانہ جلدہ ۲)

فایکم یوازرنی علیٰ امری ھذا واخرج ابن مردویہ عن البراء بن عازب قال نزلت وانذر دلالۃ فھذہ الاحادیث یقوی بعضھا بعضا ویفسر بعضھا بعضا والمحدثون صرحوا بالتصحیح والتحسین بکثرۃ الطرق ومعنے الحدیث ظاھر لاغبار علیہ۔ وفی الخصائص الکبرٰی للسیوطی وذکر ھذہ القصۃ من رواۃ کثیرۃ۔ وفی ینابیع المودۃ ناقلا عن فرائد السمطین (فی حدیث طویل)

روایت میں ہے۔ کون تم میں سے میرے اس کام میں وزیر بنتا ہے؟ الخ اور ابن مردویہ نے براء بن عازب سے روایت کی کہ جب آیت وانذر اتری۔ الخ اور مثل یہ روایت کنز العمال کے بیان کیا۔ پس جاننا چاہیئے کہ یہ احادیث بعض مقوی بعض کی اور بعض کی ہیں۔ اور محدثین نے تصحیح وتحسین حدیث کی بہت طریقوں سے تصریح کی ہے۔ اور معنی حدیث کا ظاہر ہے جس پر کچھ پردہ نہیں ہے۔ اور خصائص کبریٰ جلد ا ص۱۲۳ طبع حیدرآباد دکن میں سیوطی نے اس قصہ نص خلافت کو بعد نزول آیت وانذر کے بہت راویوں سے ذکر کیا ہے۔ اور ینابیع المودت ص۲۹۶ میں فرائد السمطین سے لمبی حدیث میں نقل کیا ہے

لہ نزول انذر عشیرتک رواہ ابن جریر علاوہ تفسیر کے تاریخ طبری جلد ۲ ص۲۱۶ طبع مصر وطبع جرمن ص۱۱۷۳ میں بھی ہے۔ ایک مطبع مصر کی تاریخ ہذا میں یہ تصرف ہوا ہے کہ ھذا اخی کذا وکذا فاسمعوا لہ واطیعوا لکھا ہے۔ مگر جب تصریح بعض روایات میں موجود ہے بہرصورت کذا وکذا کا مطلب وہی ہوگا اور قصہ نزول انذر عشیرتک الاقربین میں حضرت علیؑ کا انتظام دعوت اور مددگاری کے لئے اٹھنا سیرت خاتم النبیین مرزا بشیر احمد قادیانی صفحہ ۱۲۷ میں بھی ہے۔ اور سب سے بڑا جواب سنیوں کے پاس ہر جگہ یہ ہوتا ہے کہ یہ روایت ضعیف ہے اس روایت کو بھی شاید اسی طرح سمجھیں تو یاد رہے کہ ایک اسناد کو ابن کثیر نے ضعیف کہا باقی صحیح وحسن کے درجہ پر ہیں اور ابن جریر کی تصریح تصحیح بھی درج فلک النجاۃ ہے۔ پھر کثرت طرق سے درجہ حسن تک پہنچنا بھی ہے تو کسی حیلہ سے سنیوں کو خلاصی نہیں مل سکتی۔ اور خلیفتی کا لفظ تعلیق میں بھی گذر چکا ہے۔ اہل تسنن بہت شور کرتے ہیں کہ اگر حضرت علیؑ کا خلیفہ بنانا نبیؐ کو منظور تھا تو صاف لفظوں میں خلیفتی فرما دیتے مولی کے لفظ سے کیوں خلیفہ بنایا۔ الحمد للہ کہ صاف لفظ خلیفتی بھی انہی کی معتبرہ کتب سے ثابت ہوگیا۔ دیکھئے اب کیا بہانہ تلاش کرتے ہیں۔ علاوہ بریں خصائص نسائی مترجم مطبوعہ لاہور ص۲۰ میں ابن عباس سے مرفوعاً مروی ہے نبیؐ نے علیؑ سے فرمایا انت خلیفتی یعنی فی کل مؤمن من بعدی۔ انتہیٰ من عینہ میرے بعد تو مومنین میں میرا خلیفہ ہے۔ اور فتح الباری شرح بخاری پ۱۸ ص۱۰۹ باب آخر ما تکلم النبی میں پہلی حدیث کی شرح میں لکھا ہے۔ عن ابی ھریرۃ عن سلمان انہ قال قلت یارسول اللہ ص ان اللہ لم یبعث نبیا الا بیّن لہ من یلی بعدہ فھل بیّن لک قال نعم علی بن ابیطالب ومن طریق جریر بن عبد الحمید عن اشیاخ من قومہ عن سلمان قلت یارسول اللہ من وصیک قال وصیی وموضع سری وخلیفتی علی اھلی وخیر من اخلفہ بعدی علی بن ابیطالب ومن ابی بریدۃ عن ابیہ رفعہ لکل نبی وصی وان علیا وصیی وولدی وعن ابی ذر رفعہ انا خاتم النبیین وعلی خاتم الوصیین ہر نبی کا وصی ہوتا ہے۔ حضرتؐ فرماتے ہیں میرا وصی علی ہے اور خلیفہ بھی۔ اور خاتم الوصیین ہے۔ اس میں اس روایت کی تضعیف کی کوشش بھی کی گئی ہے لیکن کثرت اسانید وشواہد متعددیہ باللفظ والمعنے کے سبب قابل احتجاج ہونے میں کلام نہیں ہو سکتا۔ ملخصاً مترجمہ۔ حوالہ ینابیع المودۃ رفی المحلات جلد ۲ صفحہ ۳۲۶ میں ہے اور ملک العلماء شہاب الدین دولت آبادی کہ اکابر علماء سنیہ سے ہیں جیسا کہ ناظرین سبحۃ المرجان اور اخبار الاخیار کفوی پر مخفی نہیں ہے اپنی کتاب ہدایۃ السعداء میں امامت ائمہ دوازدہ اہلبیت بہ ثبوت احادیث تسلیم کرتے ہیں ہر ایک کا نام لکھکر بالترتیب شمار کیا حتی کہ امام غائب کی غیبت کا مثل شیعہ کے قائل ہے۔ (**سلسلہ اوصیاء انبیاء**) رسالہ الکلام کجھوا بابت ذی الحجہ ۱۳۴۴ھ جلد ۹ عدد ۵ میں سنۃ اللہ ثابت کی ہے کہ ہر نبی کا وصی ہوتا چلا آیا ہے ولن تجد لسنۃ اللہ تبدیلا۔ تاریخ طبری مطبوعہ مصر جلد ا ص۷۶ میں اور مروج الذہب مطبوعہ مصر جلد ا ص۱۶ میں ہے آدم کی وفات کا وقت قریب آیا تو اپنے فرزند شیث کو اپنا ولیعہد کیا۔ پھر ص۷۹ طبری مذکور میں لکھا اپنے فرزند شیث کو اپنا وصی کیا اور وصیت نامہ لکھ کر ان کو دیا (اسی طرح رسول خدا حضرت علیؑ کو وصیت نامہ لکھ کر دینا چاہتے تھے مگر رکاوٹ پیدا ہوئی) پھر ص۸۱ میں حضرت شیث کا انوش فرزند خود کو وصی بنانا لکھا ہے پھر ص۸۲ میں انوش کا فرزند خود قینان کو وصی بنانا۔ پھر قینان نے اپنے فرزند مہلائیل کو وصی بنایا۔ اور تاریخ کامل جلد ا ص۲۰ میں ہے کہ یرد نے اپنے فرزند ادریس نبیؑ کو وصی کیا۔ پھر طبری جلد ا ص۸۲ میں ہے حضرت ادریس نے اپنے فرزند متوشلخ کو وصی کیا۔ پھر صفحہ ۸۵ میں ہے مہلائیل کے فرزند یرد ان وصی وخلیفہ ہوئے۔ پھر ص۸۹ لکھا ہے حضرت ادریس نے اپنے بیٹے متوشلخ کو احکام خدا میں اپنا خلیفہ اور وصی بنایا۔ پھر ص۸۷ میں ہے (باقی حاشیہ صفحہ ۵۰۳ پر دیکھو)

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۵۰۲) متوشلخ نے لمک کو اپنا وصی بنایا بمثل ما کان آباءہ یوصون بہ جیسے ان کے آباء اجداد وصیت کرتے چلے آئے تھے۔ اور تاریخ کامل جلد ۱ صفحہ ۲۶ میں ہے حضرت نوحؑ کا وقت آیا تو اپنے بیٹے سام کو اپنا وصی بنایا۔ اور روضۃ الصفا جلد ۱ صفحہ ۴۲ میں ہے حضرت ابراہیمؑ نے بیمار شام میں اپنے بیٹے اسحاقؑ کو ولیعہد و خلیفہ بنایا۔ حضرت ابراہیمؑ نے تو دعا میں بھی اپنی ذریت کو شامل کیا تھا اور ایک روایت کے اعتبار سے حضرت اسمٰعیلؑ نے اپنے بھائی اسحاق کو وصی بنایا۔ اور روضۃ الصفا صفحہ ۴۵ میں ہے حضرت اسحاقؑ نے اپنے فرزند یعقوبؑ کو اپنا قائم مقام مقرر کیا۔ تاریخ طبری جلد ۱ صفحہ ۱۷۲ میں ہے حضرت یعقوبؑ نے اپنے فرزند یوسفؑ کو وصی بنایا اور یوسف نے اپنے بھائی یہودا کو وصی مقرر فرمایا۔ اور صفحہ ۱۹۷ میں حضرت ایوبؑ کی نسبت لکھا ہے کہ انہوں نے اپنے فرزند حومل کو وصی کیا۔ پھر صفحہ ۲۱۹ میں حضرت موسیٰؑ کا حضرت ہارونؑ کو بنی اسرائیل پر خلیفہ مقرر کرنا لکھا ہے۔ چونکہ ہارونؑ زندگی موسیٰؑ میں فوت ہوگئے پھر موسیٰؑ نے حضرت یوشع بن نون کو اپنا وصی مقرر کیا چنانچہ روضۃ الصفا جلد ۱ صفحہ ۹۳ میں ہے۔ اسی کے صفحہ ۹۴ میں یوشعؑ کے وصی کالب بن یوفنا کا اپنے بیٹے یوساموس کو وصی بنانا لکھا ہے۔ پھر حضرت الیاس نے الیسع کو وصی بنایا۔ روضۃ الصفا جلد ۱ صفحہ ۱۰۰ پھر الیسع نے ذوالکفل کو وصی بنایا۔ صفحہ ۱۱۱ اور تاریخ طبری جلد ۱ صفحہ ۲۵۲ میں داؤدؑ کا سلیمانؑ کو وصی بنانا لکھا ہے۔ اور حضرت عیسیٰؑ نے جناب شمعونؑ کو خلیفہ و ولیعہد مقرر کیا۔ روضۃ الصفا جلد ۱ صفحہ ۱۳۶ (**ضرورت وصیت اور نبی صلعم کے بارہ میں اسکی گفت و شنید**)

بخاری کتاب الوصایا جلد ۲ صفحہ ۳ اور باب مرض النبی صفحہ ۶۰ جلد ۳ مطبوعہ مصر و مطبوعہ دہلی مع الفتح پارہ ۱۱ صفحہ ۱۸ و پارہ ۱۸ صفحہ ۱۰۸ میں ہے عبداللہ بن اوفی سے طلحہ بن مطرف نے سوال کیا کہ کیا نبی صلعم نے وصیت کی اُس نے کہا نہیں سائل نے کہا کیف کتب علی الناس الوصیۃ او امروا بالوصیۃ قال اوصی بکتاب اللہ۔ یعنی پھر لوگوں پر کیسے وصیت کا حکم ہوا جب آپ نے خود نہیں کی تو راوی نے کہا ہاں کتاب اللہ کی وصیت فرمائی۔ اور ابراہیم نے اسود سے روایت کی کہ حضرت عائشہ کے پاس لوگوں نے ذکر کیا ان علیا کان وصیا یعنی علیؑ نبیؐ کے وصی ہیں۔ فقالت متی اوصی الیہ وقد کنت مسندتہ الی صدری او قالت حجری الخ اسی طرح صحیح مسلم جلد ۲ صفحہ ۳۳ میں ہے۔ بخاری طبع مصر جلد ۲ کے حاشیہ پر لکھا ہے کانہ فہم السوال عما اشتھر بین الجھال من الوصیۃ الی علیؑ (الی ان قال) ثم لما صرح السائل بانہ کیف یترک الوصیۃ وقد امر المسلمون بھا ذکر لہ انہ اوصی بکتاب اللہ ای وبنحوہ کالسنۃ۔ یعنی لوگوں میں مشہور تھا کہ حضرت علیؑ وصی نبیؐ ہیں جس کے لئے سائل نے پوچھا اور حضرت عائشہ نے انکار فرمایا (حالانکہ وقت وفات اور پہلے حضرت علیؑ رسولؐ کے پاس رہے سرگوشی ہوتی رہی راز کی باتیں کرتے رہے اور بقول طارق وغیرہ حضرت علیؑ کی گود میں جاں بحق ہوئے) جب سائل نے تصریح کی کہ مسلمانوں کو کس طرح حکم وصیت ہوگیا جب خود اس پر عمل نہیں کیا۔ تب مجیب نے کہا کتاب و سنت کی وصیت فرمائی ہے۔ پہلے انکار پھر اقرار اور حضرت علیؑ کے وصی ہونے پر پردہ پوشی اور کتاب و سنت کی عام ہدایت جو ہوتی رہی اُسی کو وصیت بنا کر ظاہر کرنے سے دامن چھڑانے پر غور فرمائیے گا تو حق ظاہر ہو جائے گا اور مطالب السئول صفحہ ۲۱ میں باسناد ابونعیم فی الحلیۃ نبی صلعم سے مروی ہے فرمایا علیؑ امیر المومنین و سید المسلمین و قائد الغر المحجلین و خاتم الوصیین ہیں۔ اور اسی میں ہے نبیؐ نے علیؑ کو فرمایا تبین لھم ما اختلفوا فیہ بعدی تو میرے بعد لوگوں کے مختلفات کو بیان کرنے والا ہے یعنی وقت اختلاف کے تو حق بیان کرے گا۔ دوسری روایت میں علیؑ کو امام اولیائی و رایۃ الھدی فرمایا۔ اور کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۱۵۳ میں نبیؐ سے مروی ہے حضرت فاطمہؑ کو فرمایا خداوند کریم نے تیرے باپ کو مخلوق سے چن لیا پھر دوسری دفعہ مخلوق سے تیرے خاوند علیؑ کو چن لیا اور میری طرف وحی کی کہ تیرا نکاح میں اس کے ساتھ کر دوں (واتخذتہ وصیا) اور میں نے اُس کو اپنا وصی مقرر کیا ہے۔ (رواہ الطبرانی عن ابی ایوب والحاکم عن ابی ھریرۃ والطبرانی والخطیب والحاکم عن ابن عباس)۔ اور مروج الذہب مطبوعہ طبع جدید جلد ثانی صفحہ ۲۹۱ میں لکھا ہے ایک جماعت نے ذکر کیا ہے کہ حضرت علیؑ نے اپنے بیٹوں امام حسنؑ و امام حسینؑ کی طرف وصیت فرمائی کیونکہ یہ دونوں علیؑ کے آیت تطہیر میں شریک ہیں اور یہی قول بہت لوگوں کا ہے جو قول نص کے قائل ہیں۔ انتہیٰ۔ اسی طرح ہر ایک امام اپنے مابعد امام اہلبیت کے لئے نص کرکے امام مقرر کرتا رہا ہے ۱۲ مترجم۔

اخبرنی عن وصیک قال علیہ السلام ان وصیی علی ابن ابیطالب وبعدہ سبطای الحسن والحسین تتلوہ تسعۃ ائمۃ من صلب الحسین

کہ آنحضرتؐ سے سوال ہوا کہ آپ اپنے وصی سے خبر دیں فرمایا میرا وصی علیؑ ابن ابی طالب ہے اُس کے بعد میرے دو سبط حسنؑ و حسینؑ ہیں۔ اُن کے بعد حسینؑ کی صلب سے نو ہوں گے ۔۔۔

سلہ ابن عباس نے حضرت علیؑ کو سید الاوصیاء کے لفظ سے یاد فرمایا ہے جیسا کہ معاویہ کی شماتت امام حسنؑ کی موت کے بیان میں حاشیہ پر لکھا گیا ہے۔ اور مروج الذہب مسعودی ... حاشیہ کامل جلد ۹ صفحہ ...

قال یا محمد فسمّہم لی الحدیث ۔ ویؤیدہ ما اخرجہ ابن مردویہ عن ابی سعید الخدری عن سلمان الفارسی قال قلت یا رسول اللہ لکل نبی وصی فمن وصیک فقال ھل تعلم من وصی موسیٰ قلت نعم یوشع بن نون قال لم قلت لانہ کان اعلمہم قال فان وصیی وموضع سری وخیر من اترک بعدی وینجز عداتی ویقضی دینی علی ابن ابی طالب ورواہ الطبرانی فی الکبیر فی مسند سلمان الفارسی وفی اللآلی للسیوطی ورواہ ابن حبان بنحوہ ورواہ العقیلی وزاد لفظ وصیی علی ابن ابیطالب ورواہ الحاکم عن بریدۃ مرفوعًا واخرجہ البغوی فی معجمہ والدیلمی فی فردوس الاخبار واحمد فی مناقبہ واخرج الدار قطنی فی حدیث طویل قال واتخذتہ وصیا وفی الجمع للصحیحین للحمیدی ذکروا عند ام المؤمنین عائشۃ ان علیا کان وصیا فلم تکذبہم بل ذکرت انہا قد سمعت ذلک من رسول اللہ حین وفاتہ وقال السیوطی فی الدر المنثور واخرج السلفی فی الطیوریات بسند واہٍ عن ابی جعفر محمد بن علی قال لما نزلت واجعل لی وزیرا من اھلی ھارون اخی ۔ الآیۃ کان رسول اللہؐ علی جبل ثم دعا ربہ فقال اللّٰہم اشدد ازری باخی علی فاجابہ الی ذلک الخ ولم یجرح السیوطی علی ھذا الطریق لاینحصر لانہ اوردہ ایضًا بروایۃ ابن مردویہ والخطیب

عرض کی یا حضرتؐ اُن کے نام بیان فرمائیں؟ جنابؐ نے ہر ایک امام کا نام فرمایا۔ اور اس کی مؤید وہ روایت ہے جو ابن مردویہ نے ابی سعید خدری سے اُس نے حضرت سلمان فارسی سے بیان کی کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہؐ ہر نبی کا وصی ہوتا ہے آپ کا وصی کون ہے؟ فرمایا کیا تو جانتا ہے موسیٰ کا وصی کون تھا میں نے کہا ہاں یوشع بن نون تھا فرمایا کیوں؟ میں نے کہا اس لئے کہ وہ سب سے زیادہ عالم تھا۔ آپ نے فرمایا میرا وصی اور میرا ہم راز اور سب سے بہتر جو چھوڑ جاؤں گا اور میرا وعدہ پورا کرے گا اور میرا قرضہ ادا کرے گا علی ابن ابی طالب ہے۔ اور اس کو طبرانی نے کبیر میں مسند سلمان فارسی سے۔ اور لآلی سیوطی میں ہے اور ابن حبان نے اور عقیلی نے بزیادت لفظ میرا وصی علی بن ابی طالب ہے اور حاکم نے بریدہ سے مرفوعاً اور بغوی نے معجم میں اور دیلمی نے فردوس الاخبار میں اور احمد نے مناقب میں اور دارقطنی نے لمبی حدیث میں روایت کیا اور کہا کہ میں نے اس کو اپنا وصی بنایا ہے۔ اور حمیدی نے جمع الصحیحین میں لکھا ہے کہ ام المومنین بی بی عائشہ کے پاس ذکر ہوا کہ علیؑ وصی تھا۔ بی بی صاحبہ نے اُن کی تکذیب نہ کی بلکہ ذکر کیا کہ میں نے بوقت وفات رسول خداؐ سے اس کو خود سُنا ہے۔ اور سیوطی نے درمنثور جلد ۴ صفحہ ۲۹۸ میں لکھا ہے کہ سلفی نے طیوریات میں سند واہی کے ساتھ ابی جعفر محمد بن علی سے روایت کی ہے کہ جب آیت واجعل لی وزیرًا من اھلی ھارون۔ یعنی اے بار خدایا میرے اہل سے ہارون کو میرا وزیر بنا۔ الخ۔ اُتری اُس وقت رسولؐ پہاڑ پر تھے آپ نے خدا سے دعا کی کہ یا اللہ میری قوت کو میرے بھائی حضرت علیؑ کے ساتھ مضبوط کر۔ پس اللہ تعالےٰ نے یہ دعا قبول کر لی۔ الخ اور سیوطی کی جرح اس طریق اسناد پر مضر نہیں۔ کیونکہ اُس نے اس حدیث کو اور اسانید سے بروایت ابن مردویہ وخطیب وابن عساکر کے اسماء بنت عمیس سے مرفوعاً ذکر کیا ہے اور اُن پر سکوت کیا۔ پس معلوم ہوا کہ اسناد سلفی سے جرح مخصوص ہے اور نیز اس حدیث کے باللفظ والمعنےٰ اور بہت سے شاہد موجود ہیں پس انکار کی کوئی وجہ قابل اعتبار نہیں ہے۔ اور نصائح کافیہ صفحہ ۳۱/۳۲ میں مروج الذہب مسعودی سے نقل کیا ہے۔ کہ علی وارث رسول اللہؐ کا ہے اور اُس کا وصی ہے اور حسنؑ وحسینؑ کا باپ ہے اور سب آدمیوں سے پہلا اُس کا پیروی کرنے والا ہے۔ یہ وہ مضمون ہے جو محمد بن ابی بکر نے معاویہ علیہ ما علیہ کی طرف خط میں لکھا تھا اور لمبا قصہ اس میں ذکر کیا ہے۔ اور ترجمان القرآن مؤلفہ سید صدیق حسن جلد

وابن عساکر عن اسماء بنت عمیس ان الجرح مختص باسناد السلفی وایضًا لھذا الحدیث شواھد باللفظ والمعنےٰ فلا وجہ للانکار فاعتبروا یا اولی الابصار۔ وفی النصائح الکافیۃ من مروج الذھب للمسعودی ھو وارث رسول اللہ ووصیہ وابو ولدہ واول الناس لہ اتباعًا وھذا ما کتب محمد بن ابی بکر الی معاویۃ فی کتابہ وذکر قصۃ طویلۃ۔ وفی ترجمان

رسول اللہ کی دعا بارے علیؑ کو میرا وزیر بنا

عہ حالات معاویہ میں اس مضمون کا ترجمہ حاشیہ پر الخ ۱۲ مترجم

عہ بعینہ مضمون تفسیر کبیر کی روایت کا درمنثور میں بھی مروی ہے جو حدیث علیؑ منی وانا من علی کے حاشیہ پر مذکور ہو چکا ہے ۱۲ مترجم

لہ یہاں تک ارجح المطالب صفحہ ۲۵ سے منقول ہے اور حوالہ ابن حبان لآلی سیوطی میں میں نے بچشم خود دیکھا اور ابن حبان وعقیلی و حاکم کا حوالہ مجموعہ فوائد علامہ شوکانی صفحہ ۱۲۳ سے منقول ہے اس نے ذہبی سے اُس پر کچھ جرح (باقی حاشیہ صفحہ ۵۰۵ پر دیکھیں)

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۵۰۴) بھی نقل کی ہے مگر وہ ذہبی کے تعصب کا ثمرہ ہے ورنہ فی الحقیقت اُس کے شواہد ہیں۔ اور بعض روایات بعض کی تقویت کرتی ہیں اور باقی حوالجات جمع بین الصحیحین تک ارجح المطالب کے صد ۲۶ سے منقول ہیں۔ ابن عباس کہتے ہیں کہ حضرت علیؑ حیات رسول خدا میں اس آیت کو (ومن ینقلب علیٰ عقبیہ) پڑھا کیا کرتے تھے واللہ ہم کبھی اُلٹے پاؤں نہ پھریں گے۔ بعد اُس کے کہ اللہ نے ہم کو ہدایت فرمائی ہے واللہ اگر حضرت مر گئے یا مارے گئے تو اُسی بات پر لڑیں گے جس پر وہ لڑتے ہیں یہاں تک کہ ہم مرجائیں واللہ میں اُن کا بھائی اور ولی اور ابن عم اور وارث ہوں مجھ سے زیادہ اور کون حقدار ہے۔ رواہ الفاظ ولکن اتی اللہ وقال امیر المؤمنین فی دیوانہ و ادو صانی النبی علی اختیار لامتہ ورضی منکم جمیعی الا من شاء فلیلو من کمدا والا فلیمت کمدا الغمی وفیہ ۵ وھذا العلم لا یعلمہ الا نبی او وصی الا نبیاء کذا فی اللآلی المصنوعہ بروایتہ ابن عباس و ابی سعید الخدری فی روضۃ الاحباب ام سلمہ بعائشہ گفت بتحقیق کہ ما شنیدہ ایم از پیغمبر کہ می فرمود علی خلیفتی علیکم فی حیاتی و فی مماتی فمن عصاہ فقد عصانی اے عائشہ گواہی میدہی کہ از آں سرور ہمیں شنیدہ عائشہ گفت آرے و در خلافت علیؑ گویند اول خطبہ کہ در غایت بلاغت و فصاحت انشاد فرمود ایں بود کہ الحمد للہ علی احسانہ

ہیں ہے۔ ابن عباس کہتے ہیں کہ حضرت علیؑ رسول خدا کی زندگی میں اس آیت (ومن ینقلب علیٰ عقبیہ) کو پڑھ کر کہا کرتے تھے خدا کی قسم ہم کبھی اُلٹے پاؤں نہ پھریں گے۔ اُس کے بعد اللہ تعالےٰ نے ہم کو ہدایت فرمائی ہے۔ خدا کی قسم اگر حضرتؐ وفات پا گئے یا قتل کئے گئے تو ہم اُسی بات پر لڑیں گے۔ جس پر وہ لڑتے تھے یہاں تک کہ ہم مرجائیں۔ خدا کی قسم میں اُن کا بھائی اور ولی اور چچازاد اور وارث ہوں مجھ سے زیادہ اور کون حقدار ہے اس کو طبرانی نے روایت کیا۔ اور درمنثور جلد ۲ صد ۸۱ میں ہے۔ اور امیر المومنین علیؑ نے اپنے دیوان میں فرمایا ہے کہ مجھے نبیؐ نے بااختیار وصی بنایا ہے اور امت کے لئے میرے حاکم ہونے کا حکم دیا ہے کہ وہ اس پر راضی ہوں۔ خبردار جو چاہے اس کے ساتھ ایمان لائے ورنہ رو سیاہ ہو کر میرے حسد کے سبب سے مغموم ہو کر مرجائے۔ اور دیوان کے صد ۵ میں ہے کہ یہ علم خاص کوئی نہیں جانتا مگر نبی یا نبیوں کا وصی جانتا ہے۔ اسی طرح لآلی مصنوعہ جلد ۱ صد ۲۵۵ میں ابن عباس و ابی سعید خدری کی روایت سے ہے۔ روضۃ الاحباب جلد ۳ صد ۱۶ میں ہے بی بی عائشہ کو بی بی ام سلمہ نے کہا تحقیقی طور پر ہم نے پیغمبرؐ سے سُنا ہے کہ علیؑ تمہارے لئے میری حیات و ممات میں میرا خلیفہ ہے جس نے اُس کی نافرمانی کی اُس نے میری نافرمانی کی۔ اے عائشہ تو گواہی دیتی ہے کہ تم نے بھی سرورِ عالم سے اسی طرح سُنا ہے؟ عائشہ نے کہا ہاں میں نے بھی سُنا ہے اور جلد ۳ صد ۴ (بیان زمانہ خلافت علیؑ میں ہے) مؤرخین بیان کرتے ہیں جو اول خطبہ انتہائی بلاغت و فصاحت حضرت علیؑ نے بیان فرمایا وہ یہ تھا کہ ہر قسم کی حمد و ثنا اللہ کے لئے اس کے احسان پر ہے کہ حق اپنے مکان کی طرف واپس آگیا ہے۔ یعنی جب علیؑ کو خلافت ظاہری ملی تو خطبہ پڑھا جس سے صاف ثابت ہوا کہ اب حق اپنے مکان پر ظاہراً و باطناً آیا ہے اس سے پہلے اپنے مکان سے دُور اور بے موقعہ رہا۔ رسالہ تشحیذ الاذہان ماہ ستمبر ۱۹۱۳ء صد ۴۲۵ میں تقریر مرحوم خلیفۃ المسیح مولوی صاحب حکیم نور الدین صاحب کی لکھی ہے۔ جس کی عبارت یہ ہے۔ "مگر میرے نزدیک تو حضرت علیؑ بھی خلیفہ بلافصل ہیں۔ آجکل مسلمانوں میں جس قدر سلسلے فقراء کے ہیں قادری۔ نقشبندی۔ سہروردی۔ شاذلی۔ رفاعی سب کے سب حضرت علیؑ پر جا کر ختم ہوتے ہیں تو حضرت علیؑ سے روحانی فیض نبی کریمؐ کے بعد بلافصل شروع ہوا اور اب تک جاری ہے۔ بلکہ دوسرے قسم کی خلافت کے آثار میں تو آجکل کچھ تزلزل بھی آگیا۔ لیکن مولا مرتضےٰ کی خلافت اب تک برابر قائم ہے۔ اور ترقی پر ہے الخ" (قول مؤلف) میں کہتا ہوں کہ اسی میں اکتفا ہے اُس کے لئے جو اُس کا (مولوی نور الدین صاحب کا) مقتدی اور پیرو ہے **اور منجملہ ان نصوص کے قول اللہ تعالےٰ کا انما انت منذر ولکل قوم ھاد ہے** یعنے محض آپ ڈرانے والے ہیں اور ہر قوم کے لئے ہدایت کرنے والا ہوتا ہے۔

قد رجع الحق الی مکانہ یعنی ان اول خطبۃ خطبہا علی حین استخلف ظاہراً الحمد للہ وشکراً علی رجع الحق الی مکانہ فثبت من ھذا ان الحق لم یکن فی مکانہ قبل فافہم و فی تشحیذ الاذہان من خلیفۃ المسیح المولوی الحکیم نور الدین ما عبارتہ مگر میرے نزدیک تو حضرت علیؑ بھی خلیفہ بلافصل ہیں آجکل مسلمانوں میں جس قدر سلسلے فقراء کے ہیں قادری۔ نقشبندی۔ سہروردی۔ شاذلی رفاعی سب کے سب حضرت علیؑ پر جا کر ختم ہوتے ہیں تو حضرت علیؑ سے روحانی فیض نبی کریمؐ کے بعد بلافصل شروع ہوا اور اب تک جاری ہے بلکہ دوسرے قسم کی خلافت کے

سلہ مثل مضمون روضۃ الاحباب کے تاریخ اعثم کوفی اردو صد ۲۶۵ میں بھی ہے اور اعثم کوفی سے جہاں مدد روضۃ الاحباب جلد ۳ ... لہٰذا معتبر ہے۔

روی ابن مردویہ وابن جریر وابو نعیم فی المعرفۃ والدیلمی وابن عساکر وابن نجار لما نزلت انما انت منذر ولکل قوم ھاد وضع رسول اللہ ص یدہ علی صدرہ وقال انا المنذر ثم وضع یدہ علی منکب علیؑ وقال انت الھادی یا علیؑ بک یھتدی المھتدون من بعدی وروی ابن مردویہ باسناد آخر والضیاء فی المختارۃ عن ابن عباس و عبد اللہ بن احمد فی زوائد المسند وابن ابی حاتم والطبرانی فی الاوسط والحاکم وصححہ وابن مردویہ وابن عساکر عن علیؑ مثلہ باختلاف الاسانید والالفاظ کذا فی الدر وفتح البیان والنیشاپوری والکبیر للرازی وترجمان القرآن وکذا رواہ ابو جعفر محمد بن علیؑ ومنھا قولہ تعالیٰ وقفوھم انھم مسئولون قالوا ان تسلیم ولایۃ علیؑ واجب مسئول عنھا یوم القیمۃ لھذہ الآیۃ عن ابی سعید وابن عباس فی قولہ تعالیٰ وقفوھم انھم مسئولون عن ولایۃ علیؑ اخرجہ الواحدی فی تفسیرہ وابن مردویہ والدیلمی فی الفردوس کذا فی ارجح المطالب وفی الصواعق المحرقۃ الآیۃ الرابعۃ قولہ تعالیٰ وقفوھم اخرج الدیلمی عن ابی سعید الخدری ان النبی ص قال وقفوھم انھم مسئولون عن ولایۃ علیؑ وکان ھذا ھو مراد الواحدی بقولہ روی فی قولہ تعالیٰ وقفوھم انھم مسئولون ای عن ولایۃ علیؑ واھل البیت لان اللہ امر نبیہ ان یعرف الخلق انہ لا یسئلھم علی تبلیغ الرسالۃ اجرا الا المودۃ فی القربیٰ والمعنی انھم یسئلون ھل والوھم حق الموالاۃ کما اوصاھم النبی ص ام اضاعوھا واھملوھا فتکون علیھم المطالبۃ والتبعۃ انتھیٰ - ومنھا

ابن مردویہ وابن جریر و ابو نعیم نے معرفت میں اور دیلمی وابن عساکر و ابن نجار نے روایت کی ہے کہ جب آیت انما انت منذر اتری تو رسول اللہ ص نے اپنا ہاتھ مبارک اپنے سینہ پاک پر رکھا اور فرمایا کہ میں ڈرانیوالا ہوں۔ پھر اپنا ہاتھ حضرت علیؑ کے کاندھے پر رکھا اور فرمایا کہ اے علیؑ تو ہادی ہے میرے بعد تیرے ہی وسیلہ سے ہدایت ڈھونڈھنے والے ہدایت پائیں گے۔ اور ابن مردویہ نے ایک دوسرے اسناد سے بھی اس کو روایت کیا۔ اور ضیاء نے مختارہ میں ابن عباس سے اس کو روایت کیا ہے۔ اور عبد اللہ بن احمد نے زوائد مسند میں و ابن ابی حاتم و طبرانی نے اوسط میں اور حاکم نے بصحیح صحیح اور ابن مردویہ و ابن عساکر نے حضرت علیؑ سے مثل اس کی باختلاف اسانید و الفاظ کے روایت کیا۔ اسی طرح در منثور جلد ۴ ص۴۵ و فتح البیان جلد ۵ ص۹۶ و تفسیر نیشاپوری جلد ۱۳ ص۶۳ و تفسیر کبیر جلد ۵ ص۲۶۲ و ترجمان القرآن ص۸۲۱ میں ہے۔ اور اسی طرح اس کو ابو جعفر محمد بن علیؑ نے روایت فرمایا اور منجملہ نصوص کے قول اللہ تعالیٰ کا وقفوھم انھم مسئولون ہے۔ یعنے قیامت کو حکم ہوگا کہ ان کو ایک جگہ پر ٹھہراؤ کیونکہ ان سے ایک ضروری بات پوچھی جاتی ہے۔ علماء نے صحابہ وغیرہ سے کہا کہ حضرت علیؑ کی ولایت کا ماننا واجب ہے جس کا قیامت کے دن سوال کیا جائیگا۔ اسی آیت کی دلیل سے یہ ثابت ہوتا ہے۔ چنانکہ ابی سعید و ابن عباس سے تفسیر وقفوھم میں مروی ہے کہ علیؑ کی ولایت کی نسبت قیامت میں پوچھا جائیگا۔ اس کو واحدی نے اپنی تفسیر میں اور ابن مردویہ نے اور دیلمی نے فردوس میں روایت کیا۔ اسی طرح ارجح المطالب ص۶۳ میں ہے۔ اور صواعق محرقہ ص۸۹ میں ہے۔ آیت چوتھی وقفوھم الآیہ۔ دیلمی نے ابی سعید خدری سے روایت کیا ہے کہ نبی ص نے فرمایا ان کو کھڑا کرو کیونکہ ولایت علیؑ کا ان سے سوال کیا جائیگا اور واحدی کی اس قول سے یہی مراد ہے۔ قول اللہ تعالیٰ وقفوھم میں مروی ہے کہ ولایت علیؑ و اہلبیت کا سوال کیا جائیگا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ص کو حکم دیا خلقت کو جتلا دیں کہ نبی اُن سے تبلیغ رسالت پر کوئی اجر اور مزدوری دوستی قربیٰ کے سوا طلب نہیں کرتا اور معنے یہ ہے۔ لوگ پوچھے جائیں گے۔ کیا انہوں نے اہلبیت کو کما حقہ دوست رکھا؟ جیسا کہ نبی علیہ السلام نے وصیت فرمائی تھی۔ یا انہوں نے وصیت نبوی کو ضائع کیا۔ اور لغو جان کر چھوڑ دیا تو اُن پر اُس کا مطالبہ اور سزا ہوگی۔ انتہیٰ۔ اور منجملہ اُن نصوص کے قول اللہ تعالیٰ کا الیوم اکملت لکم دینکم۔ الآیہ ہے۔ جب نبی ص نے ولایت علیؑ کا حکم پہنچا دیا تو آیت الیوم اکملت لکم نازل ہوئی۔ چنانچہ اس کو ابن مردویہ و ابن عساکر نے ابو سعید خدری سے اور ابن مردویہ و خطیب و ابن عساکر نے ابوہریرہ سے روایت کیا جو در منثور جلد ۲ ص۲۵۹

ابن مردویہ وابن عساکر عن ابی سعید الخدری وابن مردویہ والخطیب وابن عساکر عن ابی ھریرۃ کذا فی الدر۔

ملہ علیؑ سے اس طرح ہے کہ قریش کے ہر شخص کے حق میں کوئی نہ کوئی آیت اتری ہے۔ ایک شخص نے کہا آپ کے حق میں کون سی آیت اتری فرمایا تم نے سورت ہود نہیں پڑھی افمن کان علی بینۃ من ربہ رسول اللہ ہے اور شاھد منہ میں ہوں انتہیٰ۔ ۱۲ مترجم۔ ۴ قولہ تعالیٰ الیوم اکملت لکم دینکم۔ الآیۃ لما بلغ النبی ص حکم الولایۃ لعلیؑ نزلت قولہ تعالیٰ الیوم۔ الآیۃ کما رواہ

آیت لکل قوم ھاد — آیت وقفوھم انھم مسئولون — قیامت کو ولایت علیؑ کا سوال ہوگا — الیوم اکملت لکم دینکم

سلہ اسی طرح کنز العمال جلد ۱ ص۲۵۱ میں ہے (اسی طرح در منثور جلد ۳ ص۳۲۴ میں بھی ہے) قال علی رسول اللہ المنذر و انا الھادی یعنے حضرت علیؑ نے فرمایا اس آیت سے یہ مراد ہے کہ رسول اللہ ص منذر ہیں اور میں ہادی ہوں۔ اور اسی صفحہ پر بروایت ابن ابی حاتم وابن مردویہ و ابو نعیم فی المعرفت و ابن عساکر کے تفسیر آیت افمن کان علی بینۃ من ربہ و یتلوہ شاھد منہ میں حضرت علیؑ سے روایت ہے کہ رسول ص نے فرمایا کہ افمن کان علی بینۃ من ربہ سے میں مراد ہوں اور یتلوہ شاھد منہ علیؑ ہے۔ یہ روایت باختلاف اسانید و الفاظ کے وارد ہے۔ ایک روایت میں حضرت

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۵۰۷) کفران نعمت کیا اور جنگ و جدال میں واقع ہو گئے پھر اللہ تعالےٰ نے ان پر خوف داخل کر دیا جو پہلے رفع ہو چکا تھا اور اپنے کئے کے بدلے وہ نعمت امن ان سے تبدیل کر لی گئی۔ انتہیٰ۔ ہمارا مطلب اس سے نہایت وضاحت پر ثابت ہے۔ اس آیت متنازعہ میں مومنین صالحین کو وعدہ دیا گیا تھا کہ بجائے کفار و مشرکین مکہ کے (جو پہلے مخاطب اور دعوت اسلام میں بلا واسطہ مدعو تھے اور جن کی اذیت سے مومنین حاضرین کو ہر وقت خوف تھا اور وہ مخالفت و مقابلہ پر ہر وقت تلے ہوئے تھے) جانشین کریگا۔ اور امن سے مکہ میں داخل ہونگے اور عقل کا مقتضا بھی یہی ہے اور کامیابی بعثت کم از کم اسی میں ہے کہ جہاں پیغمبر کی پیدائش اور بعثت ہو وہاں اشاعت اسلام و تمکین دین ضرور ہو پھر بیرونی مقامات میں تدریجاً اشاعت و تمکین ہوتی چلی جائے ورنہ پیغمبر کی کسر شان ہے۔ حضرت موسیٰؑ کے لئے مصر ایسا مقام تھا جیسا حضرت محمد صلعم کے لئے مکہ معظمہ دونوں کی امت حاضرہ کے لئے وعدہ استخلاف برابر پورا ہوا جو تشبیہ کما استخلف الذین من قبلھم وغیرہ سے ظاہر ہے۔ مولوی وحید الزمان صاحب سنی محدث حیدر آبادی بتویب القرآن صفحہ $\frac{241}{242}$ فٹ نوٹ مع حواشی تفسیر وحیدی حاشیہ نمبر ۳ و تفسیر وحیدی صفحہ ۴۶۵ سورہ نور پ ۱۸ حاشیہ ع ۵ میں اس کا اقرار یوں کرتے ہیں مثل بیان بالا کے لکھ کر آخر لکھا یہ وعدہ اللہ تعالےٰ کا پورا ہوا اور مسلمانوں کو آنحضرت صلعم کی زندگی میں عرب کے کافروں سے بے فکری ہو گئی اور عرب کے حاکم بن گئے۔ انتہیٰ۔ فاراد ان یستفزھم من الارض فاغرقناہ ومن معہ جمیعا وقلنا لبنی اسرائیل اسکنوا الارض۔ پ ۱۵ بنی اسرائیل ع ۱۲ اٰمنوا باللہ ورسولہ وانفقوا مما جعلکم مستخلفین فیہ پ ۲۷ حدید۔ جیسے کمزور مومنین موسوی مخاطبین کو کفار مخاطبین اولین کے مقام مصر پر تسلط دینے سے وعدہ پورا ہوا اسی طرح کمزوری کے بعد مومنین محمدیؐ ارض مکہ خیبر وغیرہ پر متصرف ہوئے جیسے بنی اسرائیل کے ذریعہ سلطنت کفار مصر کو زوال پہنچا کفار مکہ کو مسلمانوں کے ہاتھوں سے زوال پہنچا۔ اور مشرکین نکالے گئے اور مومنین ان کے مقامات پر جانشین ہوئے۔ تفسیر کبیر جلد ۶ صفحہ ۵۸۶ میں ہے فاعلم ان ایقال مکن لہ اذا جعل لہ مکانا یقعد علیہ فوطأہ ومہدہ۔ مکن لہ۔ اس وقت کہتے ہیں جب کہ کسی کے لئے ایسا مقام مہیا کیا جائے جس پر وہ بیٹھ کر آرام اور آسائش حاصل کرے۔ اور کبیر میں نجعلھم الوارثین کا مطلب یہ لکھا ہے یعنی لملک فرعون وارضہ وما فی یدہ یعنی وارث ملک فرعون کا اور اس کی زمین اور مال کا کرے گا تو اسی طرح ہوا کہ بنی اسرائیل مصر کے وارث مالک ہو گئے۔ اور وہاں سکونت اختیار کی اور جلالین میں بھی نمکن لھم فی الارض کی تفسیر میں ارض مصر و شام لکھی ہے۔ اسی طرح کبیر ج ۶ صفحہ $\frac{413}{415}$ وغیرہ میں ہے اور قال موسیٰ عسیٰ ربکم ان یہلک عدوکم ویستخلفکم فی الارض فینظر کیف تعملون پ ۹ اعراف ع ۱۹ فانتقمنا منھم فاغرقناھم فی الیم بانھم کذبوا باٰیاتنا وکانوا عنھا غافلین واورثنا القوم الذین کانوا یستضعفون مشارق الارض ومغاربھا پ ۹ اعراف اور ملاحظہ ہو آیت لقد صدق اللہ رسولہ الرؤیا بالحق لتدخلن المسجد الحرام ان شاء اللہ اٰمنین محلقین رؤسکم ومقصرین لا تخافون۔ سورہ فتح پ ۲۶ ع ۱۲ واورثکم ارضھم ودیارھم واموالھم وارضا لم تطؤھا پ ۲۱ ع ۱۹۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کا خواب سچ کر دکھایا جو وعدہ ہوا تھا کہ ضرور تم مسجد الحرام میں انشاء اللہ امن سے داخل ہو گے سر منڈوائے یا بال کٹائے ہوئے کہ تم کو کوئی خوف نہ ہوگا۔ یہی وعدہ آیت استخلاف میں دوسرے لفظوں میں ہے کہ کفار کے جانشین ہوں گے ان کے مکانات پر متصرف و متمکن ہوں گے امن سے رہیں گے بے خوف ہوں گے مشرک نہ ہوں گے موحد ہوں گے۔ واذکروا اذ انتم قلیل مستضعفون فی الارض تخافون ان یتخطفکم الناس فاٰواکم وایدکم بنصرہ ورزقکم من الطیبات۔ پ ۹۔ انفال ع ۱۲۔ اور آیت استخلاف میں حرف من بیانیہ ہے دیکھو کشاف و بیضاوی و فتح البیان جلد ۶ صفحہ ۳۴۳ و مدارک التنزیل بر حاشیہ خازن جلد ۳ صفحہ $\frac{327}{116}$ مطبوعہ مستقل مصری۔ الخطاب للنبی ولمن معہ ومنکم للبیان خطاب نبیؐ کو مع آپ کے ساتھیوں کے ہے اور منکم بیان کے لئے ہے۔ اور تفسیر ابوالسعود بر حاشیہ کبیر جلد ۶ صفحہ ۴۱۲ میں خطاب میں عام کفار کو بھی داخل کیا گیا ہے اس حالت میں من تبعیضیہ لکھا ہے۔ یعنی تم منافقین و کفار میں سے جو مومن ہو گئے ہیں اُن کو ان اماکن کا جانشین و باتمکین بنائے گا۔ مدارک وغیرہ میں لیستخلفنھم فی الارض کا معنےٰ لکھا ہے ای ارض الکفار وعدھم ان ینصر الاسلام علی الکفر ویورثھم الارض۔ اور جلالین میں ہے بدلا عن الکفار یعنی زمین کافروں کا جانشین و وارث مسلمانوں کو بنائے گا اور اسلام کو کفر پر نصرت دے گا۔ یہاں فتح مکہ کے بعد ہوا تو اس سے کفار کے بدلہ مسلمانوں کو ان کی جگہ پر جانشین کرنا اس خلیفہ کرنے سے مراد ہے۔ مگر نبیؐ کی جگہ کسی کو خلیفہ کرنے سے اس آیت کا کوئی تعلق نہیں جو متنازعہ فیہ امر ہے۔ اور تفسیر ترجمان القرآن سورہ نور پ ۱۸ صفحہ ۱۰۷ آیت استخلاف کی تفسیر میں ہے۔ ف۔ اور پورا کیا یہ وعدہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے و للہ الحمد و المنۃ ابھی حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم فوت نہ ہوئے تھے کہ اللہ نے فتح کر دیا آپ کے واسطے مکہ اور خیبر اور بحرین اور عرب کا کل جزیرہ۔ الخ۔ پھر لکھا۔ پھر وہ با امن ہوئے اور ہتھیار رکھ دیئے۔ پھر لکھا من بیان کے لئے ہے۔ پھر کہا نحاس نے کہا اور یہ قول صحیح ہے اور معنی یہ ہیں کہ اللہ سبحانہ نے خوف کی جگہ پر امن کو رکھ دے گا اور چلے جاویں گے ان سے خوف کے اسباب جن میں

عـــه ازالۃ الخفاء صفحہ ۳۴۳ میں بانسخہ امام بغوی قول قتادہ اسی طرح منقول ہے۔

وہ ہیں۔ اس طرح کہ نہ ڈریں گے مگر اللہ سبحانہ سے۔ الخ۔ اور شہادۃ القرآن علیٰ نزول المسیح الموعود فی آخر الزمان مؤلفہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی مطبوعہ سیالکوٹ صفحہ ۴۳ تفسیر آیت استخلاف میں لکھا ہے۔ بعض صاحب آیت وعد اللہ الآیہ کی عمومیت سے انکار کر کے کہتے ہیں کہ منکم سے صحابہ ہی مراد ہیں اور خلافت راشدہ محض انہیں کے زمانہ تک ختم ہو گئی اور پھر قیامت تک اسلام میں اس خلافت کا نام و نشان نہیں ہوگا گویا ایک خواب و خیال کی طرح اس خلافت کا صرف تیس برس ہی دور تھا پھر ہمیشہ کے لئے اسلام لازوال نحوست میں پڑ گیا (پھر کہا) ایسی باتوں کو سنکر تو ہمارا بدن کانپ جاتا ہے مگر افسوس کہ وہ لوگ بھی مسلمان ہی کہلاتے ہیں کہ جو سراسر چالاکی اور بے باکی کی ان سے ایسے بے ادبانہ الفاظ منہ پر لے آتے ہیں کہ گویا اسلام کی حرکات آگے نہیں بلکہ مدت ہوئی کہ ان کا خاتمہ ہو چکا۔ پھر صفحہ ۳۵ میں لکھا۔ منکم کا لفظ قرآن کریم میں قریباً بیاسی جگہ آیا ہے اور بغیر دو یا تین جگہ کے جہاں کوئی خاص قرینہ قائم کیا گیا ہے باقی تمام مواضع میں منکم کے خطاب سے وہ تمام مسلمان مراد ہیں جو قیامت تک پیدا ہوتے رہیں گے۔ نمونہ فمن کان منکم مریضاً۔ من کان منکم یؤمن باللہ۔ انی لا اضیع عمل عامل منکم۔ تجارۃ عن تراض منکم۔ من عمل منکم سوء وغیرہ۔ اور صفحہ ۲۸ میں لکھ آئے ہیں کہ یہ کہا جاوے کہ منکم کا لفظ دلالت کرتا ہے کہ وہ خلیفے صرف صحابہ میں سے ہوں تو یہ خیال ایک بدیہی غلطی ہے اور ایسی بات صرف اس شخص کے منہ سے نکلے گی جس نے کبھی قرآن کریم کو غور سے نہیں پڑھا اور نہ اس کے اسالیب کلام کو پہچانا۔ الخ۔ برکت و فیض محمدی سے یہ بادشاہت مسلمانوں کی جاری رہے گی۔ آیت استخلاف کی تفسیر ازالۃ الخفاء اور در منثور کا مضمون مندرجہ۔ بعینہ تفسیر کشاف مطبوعہ مصر جلد ۳ صـ۵۴ـ و تفسیر البحر المحیط لابن حیان مطبوعہ مصر جلد ۶ تفسیر آیت مذکورہ و تفسیر ابن جریر طبری مطبوعہ مصر جلد ۱۸ صـ۱۲۲ـ و تفسیر نیشاپوری برحاشیہ تفسیر ابن جریر جلد ۱۸ صـ۱۱۱ـ و تفسیر ابن کثیر مع معالم مطبوعہ مصر جلد ۶ صـ۱۳۶ـ۱۳۹ـ و تفسیر بیضاوی طبع قدیم مطبع عثمانیہ اسلامبول صـ۴۶۲ـ میں مذکور ہے۔ اور تفسیر ابن کثیر صـ۱۴۰ـ میں اتنا زیادہ ہے کہ براء بن عازبؓ کہتا ہے یہ آیت اُس وقت نازل ہوئی جبکہ مسلمان سخت خوف میں رہتے تھے اور کہا یہ آیت مثل آیات ذیل کے ہے۔ قولہ تعالیٰ واذکروا اذ انتم قلیل مستضعفون فی الارض الیٰ قولہ تعالیٰ لعلکم تشکرون و قولہ تعالیٰ کما استخلف الذین من قبلہم کما قال تعالیٰ عن موسیٰؑ انہ قال لقومہ عسیٰ ربکم ان یہلک عدوکم و یستخلفکم فی الارض۔ الآیۃ۔ انتہیٰ۔ یقدر الحاجۃ از جملہ تفاسیر از کتب خانہ نصیفی جدہ۔ حجاز) ترجمہ ان آیات کا یہ ہے۔ ترجمہ نذیر احمد (۱) اور وہ وقت یاد کرو جب تم مسلمان سرزمین مکہ میں تھوڑے سے تھے اور کمزور سمجھے جاتے اور اس بات سے ڈرتے تھے کہ لوگ تم کو زبردستی پکڑ کر کہیں اُڑا نہ لے جائیں۔ پھر خدا نے تم کو مدینے میں جگہ دی اور اپنی مدد سے تمہاری تائید کی اور اچھی اچھی چیزیں تمہیں کھانے کو دیں یہ سب احسانات اس لئے کہ تم شکر کرو۔ پ۹ ع ۱۷۔ (۲) کہا اب وقت قریب آلگا ہے کہ تمہارا پروردگار تمہارے دشمن کو ہلاک کر دے اور تم کو ملک میں اُس کا جانشین بنائے پھر دیکھے کہ تم کیسے عمل کرتے ہو پ۹ ع ۵۔ واذکروا اذ جعلکم خلفاء من بعد عاد و بوأکم فی الارض پ۸ ع اعراف واذکروا اذ جعلکم خلفاء من بعد قوم نوح وزادکم فی الخلق بسطۃ پ۸ ع ۱۶ اعراف۔ ہمارے اس مضمون کی تائید ازالۃ الخفاء جلد ۱ صـ۲۴ـ میں باسناد بغوی قتادہ سے مروی ہے۔ اور آیت استخلاف میں من بیانیہ ہے چنانچہ مثل تفاسیر مندرجہ کے تفسیر البحر المحیط لابن حیان الاندلسی متوفی ۷۵۴ھ مطبوعہ مصر جلد ۶ اور تفسیر نیشاپوری برحاشیہ ابن جریر جلد ۱۸ صـ۱۱۱ـ میں یہی بیانیہ مذکور ہے اور صفحہ سابقہ میں ثبوت من بیانیہ میں جو کشاف و بیضاوی کا حوالہ ہے پہلی مطبوعہ مصر جلد ۳ صـ۵۳ـ میں اور دوسری مطبوعہ استنبول صـ۴۶۲ـ میں یہ مضمون ہے اور لیستخلفنہم فی الارض میں زمین کفار مراد ہے۔ یعنی مسلمانوں کو زمین کفار کا خلیفہ بنایا جائیگا مثل مدارک و جلالین کے تفسیر ابن جریر جلد ۱۸ صـ۱۲۲ـ مطبوعہ مصر و تفسیر معالم مطبوعہ مصر مع ابن کثیر جلد ۶ صـ۱۳۸ـ میں بعینہ اسی طرح مذکور ہے۔ کہیں نہیں لکھا کہ نبیؐ یا مسلمانوں کی زمین پر بعض مخصوص ذی زمین افراد کو خلیفہ بنایا جائیگا۔ اور تمکین فی الارض سے بھی یہی ہے کہ کفار کی جگہ مسلمانوں کو تسلط ملیگا جیسا کہ فتح مکہ کے بعد رسولؐ کے عہد میں یہ وعدہ پورا ہو چکا۔ یہ تمکین ویسی موعود ہے جیسی عام لوگوں کے لئے اپنے اپنے انداز پر احسان میں جتلائی گئی ہے۔ دیکھو آیت سورہ اعراف رکوع اول ولقد مکناکم فی الارض وجعلنا لکم فیہا معایش قلیلا ما تشکرون پ۸ ع ۸ ترجمہ مولوی نذیر احمد دہلوی۔ اے بنی آدم ہم نے تم کو زمین میں رہنے اور اس میں تصرف کرنے کے لئے جگہ دی اور اسی میں تمہارے لئے زندگی کے سامان مہیا کئے۔ سو تم بہت ہی کم شکر کرتے ہو۔ بعض اہل تسنن تمکین فی الارض کا وعدہ صرف دو آدمیوں کے لئے بتلاتے ہیں ایک ابو بکر صاحب اور دوسرے عمر صاحب۔ حضرت عثمان کے واسطے بھی تکلف سے کچھ ثابت کرتے ہیں۔ اور حضرت علیؑ کیلئے بالکل حاصل نہیں سمجھتے۔ تفصیل اس کی ازالۃ الخفاء جلد ۱ صـ۱۲۳ـ میں مذکور ہے۔ لکھا ہے کہ حضرت مرتضیٰ باوجود رسوخ قدم در سوابق اسلامیہ و وفور اوصاف خلافت خاصہ انعقاد بیعت برائے او و جوب انقیاد رعیت فی حکم اللہ نسبت او متمکن نہ شد در خلافت و در اقطار ارض حکم او

بقول شاہ ولی اللہ خلافت مرتضوی میں تمکین حاصل نہیں ہوئی اور خلافت خاصہ ختم ہو گئی

نافذ نگشت وتمامہ مسلمین تحت حکم او سر فرو نیاوردند وجہاد در زمان وے رضی اللہ عنہ بالکلیہ منقطع شد و افتراق کلمہ مسلمین ظاہرہ پیوست و اختلاف ایشاں رخت بعدم کشید ومردم بحروب عظیمہ با او پیش آمدند و دست او از تصرف ملک کوتاہ ساختند و ہر روز دائرہ سلطنت او را بیشتر بعد تحکیم تنگ تر شدن گرفت تا آنکہ در آخر بجز کوفہ و ماحول آں برائے ایشاں صافی نماند وہر چند ایں خللہا نیندا خست لیکن مقاصد خلافت علی وجہہا متحقق نگشت۔ یعنی حضرت علیؑ کے لئے تمکن وتسلط زمین میں حاصل نہ ہوا اور لوگوں نے ان کے حکم کے سامنے سر تسلیم خم نہ کیا بلکہ مخالفت کر کے جنگ کرتے رہے اور ملک میں ان کو تصرف حاصل نہ ہونے کے علاوہ ہر روز دائرہ سلطنت حضرت امیرؑ کے لئے تنگ ہوتا گیا اور مقاصد خلافت کے ان سے کما حقہٗ پورے نہ ہو سکے اگرچہ فی الحقیقت حضرت علیؑ میں اوصاف خلافت کے لحاظ سے کوئی کمی نہ تھی مگر واقع میں ہوا جو اوپر مذکور ہوا۔ پھر لکھا ودر حدیث ابی ہریرہ آمدہ الخلافۃ بالمدینۃ والملک بالشام (بعدہ گفتہ) ومن قولہ تعالیٰ وعد اللہ الذین امنوا منکم الآیۃ۔ آیت استخلاف اول دلیل است بر تباین حالتین وتغایر منزلتین ودر خارج چناں واقع شد کہ خلفاء ثلاثہ بمدینہ اقامت نمودند ومن بعد ہیچ بادشاہے بمدینہ متوطن نگشت۔ یعنی ابو ہریرہ کی حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ مدینہ میں خلافت ہوگی اور شام میں بادشاہت ہوگی۔ اور آیت استخلاف سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علیؑ کی خلافت میں اس آیت کے اوصاف صادق نہیں آتے اور بجز خلفاء ثلاثہ کے اور کسی خلیفہ کا وطن مدینہ نہیں رہا تو اس حدیث اور آیت کے مطابق حضرت علیؑ کی خلافت ثلاثہ کی خلافت کے مطابق نہیں ہے۔ ودر صفحہ ۱۵۰ نوشتہ قرون ثلاثہ مشہود بالخیر منقطع شد وقرن ثالث مدت خلافت ذی النورین بود در ص۱۵۱ شرح حدیث خیر القرون نوشتہ۔ پس بشناس ایں قرون ثلاثہ ممدوحہ یکے قرن نبوت است ودو قرن خلافت وآں ہم در مدینہ بودہ است یعنی قرون ثلاثہ خیر القرون میں ایک قرن نبوت ہے اور دو قرن خلافت کے گویا تیسرا قرن خلافت ذو النورین پر ختم ہوا یعنی اس کے بعد خلافت منقطع ہو گئی جیسا کہ صفحہ ۲۹ میں مذکور ہے۔ وازالۃ الخفاء نوشتہ جلد ا ص۲۹ فی حدیث سفینۃ الخلافۃ بعدی ثلاثون سنۃ وفی حدیث ابن مسعود تدور رحی الاسلام لخمس وثلاثین سنۃ وتناقض درمیان ایں دو حدیث نیست زیرا کہ چوں حضرت مرتضیٰؑ را با خلفاء عد کنند نظر بقوت سوابق اسلامیہ و افضل الناس بودن او در زمان خلافت خود مدت ثلثین شود واگر عد نہ کنند نظر بآنکہ خلافت ایشاں انتظام نیافت بموت حضرت عثمان خلافت خاصہ منقطع گشت۔ واکثر احادیث ہمیں مضمون وارد شدہ ودر ص۱۲۳ نوشتہ۔ ومضمون ایں حدیث در خارج ظہور یافت زیرا کہ در سن خمس وثلثین حضرت عثمان مقتول شد وجہاد برہم خورد۔ حدیث خلافت تیس۳۰ سال تک ہوگی اور دوسری حدیث پینتیس۳۵ تک اسلام کی چکی پھرے گی دونوں میں کوئی تناقض نہیں ہے۔ کیونکہ حضرت مرتضیٰؑ کو بلحاظ سوابق اسلامیہ اور اپنے عہد خلافت میں ان کے دوسروں سے افضل ہونے کے اگر خلفاء میں شمار کیا جائے تو مدت خلافت تیس۳۰ سال ہوگی اور اس دلیل سے کہ موت عثمان کے بعد انتظام خلافت حضرت علیؑ کے لئے قائم نہیں ہوا کہا جا سکتا ہے کہ خلافت خاصہ موت عثمان پر منقطع ہو گئی اور اکثر احادیث اسی مضمون پر دلالت کرتی ہیں آئیہ و حدیث بھی کہ خلافت مدینہ میں ہے اور ملک شام میں۔ غرضیکہ شاہ ولی اللہ صاحب حضرت علیؑ کے زمانہ خلافت کو خلافت خاصہ صحیحہ راشدہ نہیں سمجھتے نہ بلحاظ آیت استخلاف کے اور نہ بلحاظ احادیث کثیرہ کے کہیں اس امر کو دبی زبان سے کہتے ہیں اور کہیں صراحۃً اور کہیں تعارض احادیث دفع کرنے کے لئے یا شیعہ کے اعتراض سے بچنے کے لئے اس خلافت کو تسلیم بھی کر لیا ہے۔ مگر شاہ صاحب کا قتل عثمان کو ۳۵ھ میں بیان کرنا سمجھ میں نہیں آیا کہ کس طرح صحیح ہے۔ ہاں حدیث خود ساختہ سے پینتیس۳۵ سال تک اسلام کی چکی چلانا تھی اور خلافت خاصہ کو بھی حضرت عثمان پر ختم کرنا تھا اس لئے کہدیا۔ حساب صحیح ہو یا غلط ۱۲ مترجم

آیت لیظہرہ علی الدین کلہ

کما یؤیدہ قولہ سبحانہ لیظہرہ علی الدین کلہ، ولا وجہ للانکار من ہذا الا انہ ما ظہر ہذا الاظہار الموعود علی

الدین کلہ ای علی کل الادیان من زمان النبی الی الآن سے الجلالین جمیع الادیان المخالفۃ لہ

جیسا کہ اس کی تائید آیت لیظہرہ علی الدین کلہ کرتی ہے جس سے دین نبیؐ کو ہر قسم کے دین پر غلبہ حاصل ہوگا اور انکار کی کوئی وجہ اس سے نہیں ہے کہ ہمارے معنی کی تائید کرتی ہے کہ تسلط تمام اور غلبہ دین محمدی کا جملہ ادیان پر بوقت ظہور امام علیہ السلام کے ہوگا۔ کیونکہ یہ کبھی ظاہر نہیں ہوا کہ دین محمدی کو جملہ ادیان پر غلبہ حاصل ہوا ہو زمانہ نبوی سے لیکر آج تک دیکھنے میں نہیں آیا۔ تفسیر جلالین میں تفسیر آیت مذکورہ میں لکھا ہے کہ جمیع ادیان مخالف دین محمدی پر دین محمدؐ کا غلبہ مراد ہے اور نیز

ویؤید ماقلنا ما فی الخازن قولہ تعالٰی لیظھرہ علی الدین کلہ قال ابو ھریرۃ و الضحاک ذٰلک عند نزول عیسٰی فلا یبقی اھل دین الا دخلوا فی الاسلام۔ وفی تفسیر فتح البیان وابن کثیر (و الصافی والقمی) قیل ذٰلک عند نزول عیسٰی و خروج المھدی ع فلا یبقی اھل دین الا دخلوا فی الاسلام و یدل علیہ بعض الاحادیث فمنھا حدیث ابی ھریرۃ الخ وقیل المراد ظھورہ علی الدین کلہ بالحجۃ والبیان وفیہ ضعف لان ھذا وعد بانہ تعالٰی سیفعلہ والتقویۃ بالحجۃ والبرھان کان حاصلا من اول الامر الخ وفی جامع البیان والخازن و تفسیر ابن الجریر و الدر المنثور نزلت اٰیۃ الاستخلاف حین قالوا یا رسول اللہ ابد الدھر نحن خائفون ما یاتی علینا یوم نضع السلاح کذا انقلہ محی الدین والشیخ عماد الدین اقول فھذا تائید لقول من قال ان ھذا الوعد بعد فتح مکۃ کما قال ابن کثیر فی تفسیرہ فقد فعلہ تبارک و تعالٰی

اُس کا مؤید ہے جو تفسیر خازن جلد ۴ [۵] صـ۲۲۰ میں تحت آیت مذکورہ کے ابو ہریرہ اور ضحاک سے مروی ہے کہ یہ وعدہ بوقت نزول عیسیٰؑ پورا ہوگا۔ پس کوئی صاحب دوسرے دین کا باقی نہیں رہے گا مگر (یہ کہ) اسلام میں داخل ہوجائے گا۔ اور تفسیر فتح البیان و ابن کثیر سُنّی (و تفسیر صافی و تفسیر قمی شیعہ) میں ہے کہا گیا ہے کہ یہ بوقت نزول عیسیٰؑ و خروج مہدیؑ پورا ہوگا۔ پس کوئی اہل دین نہیں رہے گا مگر اسلام میں داخل ہوجائے گا اور اس پر بعض احادیث بھی دلالت کرتی ہیں منجملہ اُن کے حدیث ابی ہریرہ ہے۔ الخ۔ اور کہا گیا ہے کہ مراد اس سے غلبہ دین محمدی کا سب ادیان پر دلیل اور برہان کے ساتھ ہے اور اس میں ضعف ہے۔ کیونکہ یہ وعدہ ہے کہ قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ اس طرح کرے گا۔ اور تقویت دلیل و برہان کے ساتھ تو ابتداء نبوت میں بھی حاصل تھی (بلکہ یہ تقویت تو جملہ انبیاء کو حاصل تھی پس اس میں خصوصیت کیا ہے اور وعدہ کی ضرورت کیا ہے) اور جامع البیان و تفسیر خازن جلد ۳ صـ۳۶۶ و تفسیر ابن جریر جلد ۱۸ صـ۱۱۰ و تفسیر در منثور جلد ۵ صـ۵۵ [۱] میں ہے کہ آیت استخلاف اس وقت اُتری جب صحابہ نے کہا یا رسول اللہ ہم ہمیشہ ڈرتے رہیں گے اور کبھی کوئی ایسا زمانہ ہم پر نہ آئے گا کہ ہم ہتھیار اُتار رکھیں گے [۲]۔ اسی طرح محی الدین اور شیخ عماد الدین نے نقل کیا ہے۔ میں کہتا ہوں (قول مؤلف) پس یہ قول اس شخص کے لئے مؤید ہے جس نے کہا ہے کہ یہ وعدہ زمانہ رسول اللہؐ میں بعد فتح مکہ کے پورا ہوگیا جیسا کہ ابن کثیر نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس

---

[۱] اسیطرح درمنثور ج ۳ صـ۱۲۱ میں باسناد سعید بن منصور و ابن المنذر و بیہقی فی سنن جابرؓ سے اور باسناد عبد بن حمید و ابن المنذر قتادہ سے اور باسناد عبد بن حمید و ابی الشیخ ابی ہریرہ سے مروی ہے ۱۲ مترجم۔

[۲] یعنے صحابہ امن کا زمانہ دریافت کرتے تھے اسکی اللہ تعالیٰ
نے یہ وعدہ فرمایا کہ تم کو کفار مکہ پر تسلط ملے گا
اور تم امن سے وقت بسر کروگے
جو آنحضرتؐ کے زمانہ میں
وعدہ پورا ہوچکا
۱۲ مترجم

ولہ الحمد والمنۃ فانہ صلعم لم یمت حتی فتح اللہ علیہ مکۃ وخیبر والبحرین وسائر جزیرۃ العرب وارض الیمن بکمالہا واخذ الجزیۃ من مجوس ھجر ومن بعض اطراف الشام اھداہ ھرقل ملک الروم وصاحب مصر واسکندریہ وھو المقوقس وملوک عمان والنجاشی ملک الحبشۃ کذا فی فتح البیان - وکذٰ ترجمان القرآن قولہ تعالےٰ لیستخلفنھم فی الارض یہ وعدہ جمیع امت کو شامل ہے بعض نے کہا صحابہ سے خاص ہے اور اس کی کوئی وجہ نہیں ہے کیونکہ ایمان اور اعمال صالحہ کچھ صحابہ ہی کے ساتھ خاص نہ تھے بلکہ ممکن ہے اس کا واقعہ ہونا اس امت کے ہر فرد سے (ثم قال) اور اس شخص کا قول بہت بعید ہے جو کہتا ہے کہ یہ وعدہ خاص ہے خلفاء اربعہ کے ساتھ یا مہاجرین کے ساتھ یا یہ کہ ارض سے مراد ارض مکہ ہے - اور تو پہچان چکا کہ اعتبار الفاظ کے عموم کا ہوتا ہے نہ سبب خاص کا - الخ کذا فی فتح البیان -

وعدہ کو پورا کردیا اور اس کے لئے حمد اور شکر ہے کہ نبیؐ کے وفات پانے سے پہلے ہی اللہ تعالیٰ نے مکہ و خیبر و بحرین کو نبیؐ کے لئے فتح فرمادیا اور باقی جزیرہ عرب و زمین یمن مکمل فتح ہوئی - مجوس ہجر سے اور بعض اطراف شام سے جزیہ لیتا گیا اور نبیؐ کے پاس بادشاہ روم ہرقل اور صاحب مصر اور اسکندریہ جو مقوقس ہے اور ملوک عمان اور نجاشی بادشاہ حبشہ نے آنحضرت صلعم کی خدمت میں تحائف اور ہدیے بھیجے - اسی طرح فتح البیان جلد ۶ صفحہ ۳۳ میں ہے - اور ترجمان القرآن صفحہ ۱۰۷ میں بذیل قولہ تعالیٰ لیستخلفنھم فی الارض لکھا ہے - یہ وعدہ جمیع امت کے لئے ہے - بعض نے کہا صحابہ سے خاص ہے - اور اس کی کوئی وجہ نہیں ہے - کیونکہ ایمان اور اعمال صالحہ کچھ صحابہ ہی کے ساتھ خاص نہیں تھے - بلکہ اس کا واقعہ ہونا اس امت کے ہر فرد سے ممکن ہے - (پھر کہا) اور اُس شخص کا قول بہت بعید ہے جو کہتا ہے کہ یہ وعدہ خاص ہے خلفاء اربعہ کے ساتھ یا مہاجرین کے ساتھ یا یہ کہ ارض سے مراد ارض مکہ ہے - اور تو پہچان چکا کہ اعتبار الفاظ کے عموم کا ہوتا ہے نہ سبب خاص کا الخ - اور فتح البیان جلد ۶ صفحہ ۳۳۸ میں بھی اسی طرح ہے ٭

ف اسی طرح تفسیر فتح القدیر للشوکانی مطبوعہ مصر جلد ۴ صفحہ ۴۵ میں ہے (از کتب خانہ نصیفی جدہ حجاز) اسی طرح مدارج النبوۃ جلد ۱ صفحہ ۲۴۸ مطبوعہ نولکشور میں ہے - وبتحقیق وفا کرد وے سبحانہ وعدہ خود را ومن اوفیٰ بعہدہ من اللہ وللہ الحمد والمنۃ در وقت آنحضرت از عالم تا فتح کرد حق تعالیٰ مکہ وخیبر وبحرین وباقی جزیرہ عرب را وارض یمن تمام الخ اور

تفسیر نیشاپوری بر حاشیہ ابن جریر ج ۱۸ صفحہ ۱۱۱ میں آیت سے مراد خلافت خلفاء اربعہ لکھ کر
کہا لیکن اس پر یہ اعتراض ہو سکتا ہے کہ کیوں جائز نہیں کہ من بیانیہ
ہو اور استخلاف سے مراد امکانی تصرف اور توطن ہو جیسا کہ
بنی اسرائیل کے حق میں ہوا اور بصورت تسلیم خلافت نبوی
مراد ہونے کے علیؑ کی خلافت مراد ہو اور جمع تعظیمی
سمجھی جائے یا علیؑ اور ان کے گیارہ
فرزند مراد ہوں - انتہیٰ لفظاً
۱۲ مترجم

تنبیہ اما وجہ عدم قتال علیؑ بالخلفاء الثلاثۃ حین غصبوا الخلافۃ (الظاہریۃ) عنہ وخالفوا امر النبی صؐ ووصیتہ وصابر علیؑ علی المصائب لوجوہ۔ **منہا** امرہ علیہ (الصلوٰۃ و) السلام بالصبر کما فی کنز العمال عن علیؑ مرفوعا یا علیؑ کیف انت اذا زھد الناس فی الاخرۃ ورغبوا فی الدنیا واکلوا التراث اکلا لما واحبوا المال حبا جما واتخذوا دین اللہ دخلا ومال اللہ دولا قلت اترکہم وما اختاروا واختار اللہ ورسولہ والدار الاخرۃ واصبر علی مصائب الدنیا وبلواھا حتی الحق بک انشاء اللہ قال صدقت اللہم افعل ذلک بہ رواہ الثقفی فی الاربعین۔ وفی الخصائص للسیوطی اخرج (الطبرانی و) ابو نعیم عن جابر بن سمرۃ مرفوعا (قال) لعلی انک مؤمر مستخلف وانک مقتول وان ھذہ مخضوبۃ من ھذہ یعنی لحیتہ من (دم) راسہ وفی الصواعق ان اللہ تعالی اطلع نبیہ صؐ علی ما یکون بعدہ وفی ازالۃ الخفاء اخرج الحاکم عن علیؑ قال ان مما عھد الی النبی صؐ ان الامۃ ستغدر بی بعدہ وکذا فی الخصائص للسیوطی وفیہ اخرج الحاکم وصححہ ان الامۃ ستغدر بی بعدہ وفی ازالۃ الخفاء اخرج الحاکم عن ابن عباس مرفوعا لعلی اما انک ستلقی بعدی جہدا قال فی سلامۃ من دینی قال فی سلامۃ من دینک کذا فی کنز العمال وکذا فی الخصائص للسیوطی وایضا فی ازالۃ الخفاء اخرج ابو یعلی عن علیؑ فی حدیث طویل فلما خلی لہ الطریق اعتنقنی ثم اجہش باکیا

تنبیہ۔ جب خلفاء ثلاثہ نے خلافت (ظاہریہ) کو حضرت علیؑ سے غصب کیا اور حکم نبیؐ اور آپ کی وصیت کی مخالفت کی اُس وقت حضرت علیؑ کے مصائب پر صبر کرنے اور خلفاء ثلاثہ کے ساتھ جنگ نہ کرنے کی چند وجوہ ہیں۔ منجملہ اُن کے آنحضرت صلعم کا جناب مرتضیٰؑ کو صبر کا حکم دینا ہے۔ جیسا کہ کنز العمال ج ۶ صـ۶۹ میں حضرت علیؑ سے مروی ہے کہ نبیؐ نے فرمایا اے علیؑ تمہارا اس وقت کیا حال ہوگا جبکہ لوگ آخرت کے مفاد سے قطع نظر کر کے منافع دنیا میں رغبت کریں گے اور مال وراثت کو بلاتمیز حلال وحرام کے جمع کر کے کھائیں گے اور مال کو نہایت گہری محبت سے محبوب سمجھیں گے اور خدا کے دین کو مکر و فریب کا ہتھیار بنائیں گے اور خدا کا مال غنیمت سمجھ کر آپس میں تقسیم کریں گے (جناب علیؑ فرماتے ہیں) میں نے عرض کیا کہ میں اُن کو بمعہ اُس چیز کے جس کو انہوں نے پسند کیا۔ چھوڑ دونگا اور میں اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسولؐ اور دار آخرت کو پسند کرونگا اور دنیاوی مصائب اور اُس کی آزمائشوں پر صبر کرونگا حتیٰ کہ انشاء اللہ (بعد موت) آپ کو آملوں گا۔ آپ نے فرمایا تو نے سچ کہا یا اللہ تو اس کو اس طرح بنا دے (کہ یہ آخرت کو پسند کرے اور صبر پر قائم رہے) اس کو ثقفی نے روایت کیا اربعین میں۔ اور خصائص سیوطی ج ۲ صـ۱۱۵ میں ہے کہ طبرانی و ابو نعیم نے جابر بن سمرہ سے مرفوعاً روایت کیا کہ نبیؐ نے حضرت علیؑ سے فرمایا یا علیؑ تو دیگر امراء کی تحت میں رہے گا اور دوسرے خلیفے بن جائیں گے تو قتل کیا جائیگا اور یہ تیری داڑھی سر کے خون سے رنگی جائیگی۔ اور صواعق صـ۲۷ میں ہے تحقیق اللہ نے اپنے نبیؐ کو اس امر کی اطلاع دی تھی جس کے ساتھ حضرت علیؑ بعد رسول خدا کے مبتلا ہوئے۔ اور ازالۃ الخفاء ج ۱ صـ۱۲۵ میں باسناد حاکم حضرت علیؑ سے روایت ہے بالتحقیق منجملہ اُن کے جو نبیؐ نے میرے ساتھ عہد کئے ایک یہ ہے کہ امت قریب زمانہ میں نبیؐ کے بعد مجھ سے متنفر ہو جائیگی (یعنی بعد حضرتؐ کے) بہت جلد ایسا کریں گے اور اسی طرح خصائص سیوطی ج ۲ صـ۱۳۹ میں ہے اور اسمیں اس طرح لکھا ہے کہ حاکم نے صحیح کہہ کر روایت کیا کہ حضرت علیؑ نے فرمایا مجھے خبر ملی ہے کہ نبیؐ کے بعد ہی بہت جلد امت مجھے ناپسند کرے گی۔ اور ازالۃ الخفاء ج ۱ صـ۱۲۵ میں باسناد حاکم ابن عباس سے مروی ہے کہ نبیؐ نے حضرت علیؑ سے فرمایا ضروری ہے کہ میرے بعد تو مصیبت اُٹھائیگا حضرت علیؑ نے عرض کیا میرا دین سلامت رہے گا؟ آپنے فرمایا دین تیرا سلامت رہے گا۔ اسی طرح کنز العمال ج ۶ صـ۱۵۷ و خصائص سیوطی ج ۲ صـ۱۳۹ میں بھی ہے اور ازالۃ الخفاء ج ۱ صـ۱۲۵ مذکور میں یہ بھی لکھا ہے کہ ابو یعلیٰ ایک طولانی حدیث میں حضرت علیؑ سے باسناد خود اس طرح روایت کرتا ہے کہ نبیؐ کو راستہ (خالی) ملا آپ نے مجھ سے معانقہ فرمایا مجھے گلے لگایا اور رونے پر آمادہ ہوئے یا رونے لگے میں نے عرض کیا یا رسول اللہ آپکو کیا چیز رُلا رہی ہے

قال قلت یا رسول اللہ ما یبکیک

ملہ اس روایت میں یہ امر غور طلب ہے کہ بعد رسول خدا کے حضرت علیؑ کے حین حیات تک ایسے کون امراء ہوئے ہیں جن پر یہ پیشگوئی صادق ہوا کہ انھوں نے ورثہ کو بلاتمیز حلال وحرام جمع کر کے خورد برد کیا ہو یا دین اسلام کو ذریعہ مکر و فریب اغراض نفسانیہ کا بنایا ہو اور جناب علیؑ نے اُن کے مقابلہ میں حسب تعمیل ارشاد نبوی صبر فرمایا ہو ہمیں تو بجز

قال ضغائن فی صدور قوم لا یبدونہا لک الا من بعدی قلت یا رسول اللہ فی سلامۃ من دینی۔ الحدیث - وھکذا فی کنز العمال وزاد رواہ البزار وابو یعلی والحاکم وابو الشیخ والخطیب وابن الجوزی وابن النجار۔ وفی معارج النبوۃ وروضۃ الاحباب اے علی اول کسیکہ بر لب حوض کوثر بمن رسد تو باشی بعد از من بسیارے از مکروہات بتو خواہد رسید باید کہ دل تنگ نگردی و دست در عروہ وثقی تحمل زدہ طریق صبر پیش گیری وچوں بینی کہ دنیا مرضی ومختار خلق گردد باید کہ تو آخرت را اختیار کنی۔ انتہی۔ اقول و لا یخفی ما وقع علی علیؑ من مصائب الخلافۃ وجعلہ تابعا ومطیعا مع حقہ ان یکون متبوعا ومطاعا وسیدا و استخفافہ فی المشاورات والمحاربۃ بہ فی الجمل والصفین والنہروان ونکث البیعۃ وغیرھا ومنہا ما ذکرنی اٰخر الشجاعۃ الکائنۃ من علیؑ فلا نعیدھا۔ ومنہا منعہ علیہ السلام عن قتال اہل القبلۃ متی لم یبتدؤ بالقتال کما روی المسلم فی صحیحہ عن عوف بن مالک الاشجعی مرفوعا وشرار ائمتکم الذین تبغضونہم ویبغضونکم وتلعنونہم ویلعنونکم قال قلنا یا رسول اللہ افلا ننابذھم عند ذلک قال لا ما اقاموا فیکم الصلوٰۃ لا ما اقاموا فیکم الصلوٰۃ الا من ولی علیہ وال فراٰہ یأتی شیئا من معصیۃ اللہ فلیکرہ ما یأتی من معصیۃ اللہ ولا ینزعن یدا

آپ نے فرمایا اس قوم کو تیرے ساتھ بغض ہے جواب تیرے لئے ظاہر نہیں کرتے مگر میرے بعد وہ ظاہر کرینگے میں نے عرض کی یارسول اللہ میرے دین میں تو کوئی خلل نہیں آئیگا آخر حدیث تک پڑھو اور اسی طرح کنز العمال ج ۶ صفحہ ۴۰۸ میں ہے اور اس میں اتنا زیادہ ہے کہ اسکو بزار وابو یعلی و حاکم و ابو الشیخ وخطیب وابن جوزی وابن نجار نے بھی روایت کیا ہے۔ اور معارج النبوۃ رکن رابع صفحہ ۳ اور روضۃ الاحباب[۱] ج ا صفحہ ۲۹۵ میں ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا یا علی جو شخص مجھے کنارہ حوض کوثر پر سب سے اوّل ملیگا وہ تو ہوگا اور میرے بعد تجھے ناگفتہ بہ تکالیف اور مصائب پہونچیں گے چاہیئے کہ تو نہ گھبرائے اور تم تحمل کو اپنے ہاتھ سے نہ دینا بلکہ طریق صبر اختیار کرنا اور جب تو دیکھے کہ خلقت نے دنیا کو پسند کرلیا ہے تو تم آخرت کو پسند کرنا۔ میں کہتا ہوں (قول مؤلف) مخفی نہیں کہ جو وقائع حضرت علیؑ پر وارد ہوئے اور مصائب پیش آئے جیسا کہ امیر عمر صاحب کا جناب زہراؑ کے گھر کو جلانا اور دھمکانا اور خلافت کا غصب کرنا اور حضرت علیؑ کو باوجود اُن کے استحقاق متبوع ومطاع اور سردار ہونے کے تابع اور مطیع بنانا اور مشورہ جات میں اُنکی فریب آمیز تجاویز سے خفت کرنی اور اُن سے جمل وصفین ونہروان کے جنگ کرنے اور ان سے بیعت توڑدینا وغیرہ ظاہر ہوئے۔ اور منجملہ اُن وجوہ کے وہ ہے جو ہم آخر بیان شجاعت علیؑ میں بیان کر چکے ہیں اُس کو اب مکرر لکھنے کی ضرورت نہیں اور منجملہ وجوہ کے نبیؐ کا قتال اہل قبلہ سے منع فرمانا ہے جب تک کہ وہ پہلے جنگ نہ چھیڑدیں اور بخاری ومسلم کے اسناد سے ابن مسعود روایت کرتا ہے نبیؐ نے فرمایا تم میرے بعد اُمراء کے ناپسند افعال دیکھوگے صحابہ نے عرض کی پھر آپ کیا حکم دیتے ہیں؟ فرمایا تم اُن کے حقوق ادا کردینا اور اپنے حق کو خدا سے طلب کرنا۔ جیسا کہ مسلم نے اپنے صحیح میں عوف بن مالک اشجعی سے مرفوعاً روایت کیا کہ نبیؐ فرماتے ہیں۔ بُرے امام تمہارے وہ ہونگے جن کو تم دشمن سمجھوگے اور وہ تم کو دشمن سمجھیں گے تم اُن پر لعنت کروگے اور وہ تم پر لعنت کریں گے۔ (جیسا کہ امیر عثمان وغیرہ کے زمانہ میں ہوا) راوی کہتا ہے میں نے عرض کیا اُسوقت ہم اُن سے بغاوت نہ کریں[۲] فرمایا نہ جب تک تمہارے اندر وہ نماز کو قائم رکھیں دوبار فرمایا مگر جس پر کوئی والی ہو اور اس امیر کو گناہ کرتا دیکھے تو چاہیئے کہ اُس گناہ کو ناپسند کرے مگر پھر بھی فرمانبرداری سے اپنا ہاتھ نہ کھینچے۔

[۱] حوالہ روضۃ الاحباب۔ اسی طرح مدارج النبوۃ ج ۲ صفحہ ۵۱۱ میں ہے اور کنز العمال ج ۶ صفحہ ۱۶۹ میں نبیؐ سے مروی ہے حضرت علیؑ کو فرمایا یا علیؑ کیا حال تیرا ہوگا جب لوگ آخرت سے منہ موڑ کر دنیا کی رغبت میں منہمک ہوں گے اور مال کو فرط محبت سے جائز ناجائز کھائیں گے اور دین کو برائے نام رکھیں گے مال ودولت کے محب ہوں گے حضرت علی نے عرض کی میں خدا اور رسول و آخرت کو پسند کروں گا اور ایسے لوگوں کو چھوڑوں گا اور بلائیں دنیا پر صبر کروں گا حتیٰ کہ آپ کو آملوں گا نبیؐ نے فرمایا صدقت تم نے سچ کہا اللھم افعل ذلک بہ خدایا تو اس کو اسی کی توفیق دے ۱۲ مترجم

[۲] مرقاۃ شرح مشکوٰۃ مطبوعہ مصر ج ۴ صفحہ ۱۱۹ کتاب الامارۃ حدیث الا ان تروا کفرا بواحا کی شرح میں لکھا ہے اما الخروج علیہم (الامراء) و قتالہم فحرام باجماع المسلمین وان کانوا فسقۃ ظالمین (ثم قال) واجمع اہل السنۃ علی ان السلطان لا ینعزل بالفسق الخ وفیہ صفحہ ۱۲۱ حدیث لا ما صلوا کی شرح میں لکھا ہے وانما منع عن مقاتلتہم ما داموا یقیمون الصلوٰۃ التی ھی عنوان الاسلام والفارق بین الکفر والایمان الخ حدیث لا ما اقاموا الصلوٰۃ الخ صحیح بخاری طبع مصر ج ا صفحہ ۵۵ میں بھی ہے اور یہی مقتضا اس آیت کا ہے فان تابوا واقاموا الصلوٰۃ و

(باقی حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) التوالن کوٰۃ فاخوانکم فی الدین آور فرمایا فخلوا سبیلہم سورہ توبہ ع ا(چھوڑ دو ان کو یعنی ان سے جنگ نہ کرو) اور کنز العمال ج ا صـــ اور تلخیص الصحاح ج ا صـــ۲۵ میں ہے۔ الیس یصلی ولا صلوٰۃ له الیس یشہد ان لا الٰہ الا اللہ ولا شہادۃ له اولئک نہیت عنہم اولئک الذین نہانی اللہ عن قتلہم اخرجہ مالک یعنے اگرچہ شہادت توحید ونبوت اور نماز منافقین کی فی الحقیقت کوئی چیز نہیں۔ مگر میں ایسے بظاہر مسلمانوں کے قتل وقتال سے منع کیا گیا ہوں اور تفسیر کبیر ج ۴ صـــ۶۶ میں ہے فان قیل اذا کانوا منافقین لا یحل قتلہم مع اظہارہم الایمان فکیف یقول تعالیٰ ذٰلک رای یصیبکم اللہ بعذاب من عندہ او بایدینا) قلنا قال الحسن المراد بایدینا ان ظہر نفاقکم لان نفاقہم اذا ظہر کانوا کسائر المشرکین فی کونہم حربا للمومنین۔ یعنی اگر منافقین کو قتل کرنا حلال نہیں کہ وہ ایمان ظاہر کرتے ہیں تو اللہ کیسے فرماتا ہے کہ تم کو خدا اپنی طرف سے عذاب دے گا یا ہمارے ہاتھوں سے تم کو عذاب پہنچائیگا تو ہم جواب دیتے ہیں کہ ہمارے ہاتھوں سے عذاب پہنچانا اس وقت مراد ہے جب وہ لوگ اپنے نفاق کو ظاہر کریں اور مشرکین کی طرح ہو جائیں تب جنگ میں مشرکین کے حکم میں آجائیں گے۔ اور کبیر ج ۴ صـــ۴۹۶ میں بہ تفسیر جاھد الکفار والمنافقین لکھا ہے وفی الآیۃ سؤال وھو ان الآیۃ تدل علیٰ وجوب مجاھدۃ المنافقین وذٰلک غیر جائز فان المنافق ھو الذی یستر کفرہ وینکرہ بلسانہ ومتی کان الامر کذٰلک لم یجز محاربتہ ومجاھدتہ الخ۔ یعنی چونکہ منافق کفر کو پوشیدہ کرتا ہے زبان سے کفر کا انکار کرتا ہے اسلئے ایسی حالت پر اس سے جنگ جائز نہیں پھر جہاد لسانی وغیرہ کے جوابات اس سوال کے دیئے۔ اور تفسیر جاھد الکفار والمنافقین کی تعلیق فلک النجاۃ میں ملاحظہ ہو کہ منافقین سے کیوں جنگ ممنوع ہے (عینی شرح بخاری ج صـــ۲۰۲ میں ہے جاھد الکفار بالسیف وجاھد المنافقین بالاحتجاج ۱۲ مترجم۔

وفیہ عن ام سلمۃ مرفوعاً یکون علیکم امراء تعرفون وتنکرون فمن انکر فقد برئ ومن کرہ فقد سلم ولٰکن من رضی وتابع قالوا افلا نقاتلہم قال لا ما صلوا ای من کرہ بقلبہ وانکر بقلبہ وروی الشیخان عن ابن مسعود مرفوعاً انکم سترون بعدی اثرۃ وامورا تنکرونہا قالوا فما تامرنا یا رسول اللہؐ قال ادوا الیہم حقہم وسلوا اللہ حقکم ذ ھذہ الاحادیث فی المشکوٰۃ باب الامارۃ ومنہا الحکمۃ الموضوعۃ فی عدم قتال المنافقین اقتداءً بالنبی صلعم کما فی کنز العمال لا یتحدث الناس ان محمداً یقتل اصحابہ[۱]

اور اسی میں حضرت ام سلمہ سے مروی ہے رسولؐ نے فرمایا تمہارے اوپر ایسے امراء اور سردار ہوں گے جن کے اعمال کو تم ناپسند کرو گے پس جسنے ناپسندی ظاہر کی وہ اُن سے بیزار ہوگا یعنی امراء اُسکو تکلیف دیں گے اور جس نے دل سے ناپسند کر کے سکوت کیا وہ اُن کی شر سے بچ رہے گا لیکن اُس کا گناہ سمجھا جائیگا جو برے اعمال پر راضی ہو کر اُن امراء کی متابعت کرے گا صحابہ نے عرض کیا ہم ان کے ساتھ جنگ نہ کریں آپ نے فرمایا نہیں جب تک وہ نماز پڑھتے ہوں مراد من کرہ سلم سے یہ ہے کہ دل سے برا منائے اور ناپسند کرے یہ احادیث مذکورہ مشکوٰۃ باب الامارۃ صـــ۳۱۱ میں ہیں (اسی کا نام تقیہ ہے) اور منجملہ اُن وجوہ کے وہ حکمت ہے جس سے نبیؐ نے منافقین سے جنگ نہ کی تھی۔ پس اسی طرح حضرت علی نے رسول خداؐ کی اس بارہ میں اقتدا کی جیسا کہ کنز العمال ج ۶ صـــ۸۲ میں ہے کہ آنحضرتؐ منافقین سے جنگ نہ کرنے کی یہ وجہ بیان فرماتے تھے کہ لوگ اس طرح باتیں نہ بنائیں کہ جناب محمد رسول اللہ (غصہ میں آتے ہیں تو) اپنے اصحابؓ کو قتل کر دیتے ہیں

[۱] تفسیر درمنثور ج ۲ صـــ۳۰۰ میں باسناد مسلم وابی داؤد وترمذی ونسائی وابن ماجہ ابی سعید خدری سے مرفوعاً مروی ہے فرمایا من رای منکم منکرا فلیغیرہ بیدہ فان لم یستطع فبلسانہ فان لم یستطع فبقلبہ الخ یعنی جو تم میں سے کوئی امر خلاف شرع دیکھے پس چاہیئے کہ ہاتھ سے اس کی تبدیلی اور درستی کرے اگر اسکی قدرت نہیں رکھتا تو زبان سے درستی کی کوشش کرے اگر یہ بھی نہ کر سکتا ہو تو دل سے اس کو برا سمجھ کر نفرت کرے اور خاموش رہے ۱۲ مترجم۔ [۲] اس کی تائید میں دیکھو کنز العمال ج ۶ صـــ۳۰ بروایت جابر منقول ہے کہ رسولؐ نے فرمایا دین خدا میں لوگ گروہ گروہ داخل ہوئے ہیں اور عنقریب اسی طرح گروہ گروہ اس دین سے نکل جائیں گے۔ اس کو امام احمد نے روایت کیا اور بروایت احمد وبیہقی ونسائی وابن ماجہ جریر سے اور بروایت احمد وبخاری وابوداؤد ونسائی وابن ماجہ ابن عمر سے اور بروایت بخاری وترمذی ابن عباس سے مروی ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا میرے بعد تم آپس میں جنگ کر کے بعض کو بعض قتل کر کے کفر کی طرف نہ پھر جانا [۳] یہ حدیث

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) اپنے پیشواؤں کے حال معلوم کرنیکیلئے کیا ثبوت درکار ہے مزید تسلی کیلئے دیکھو بخاری مطبوعہ کرزن پریس دہلی باب ماینہی عنہ من دعوی الجاھلیۃ حدیث لایتحدث الناس ان محمدؐ ایقتل الخ اس کے حاشیہ نمبر ابس شرح قسطلانی سے میری تحریر کی تائید لکھی ہے کہ قتل منافقین سے اس طرح تنفیر ہوتی تھی وہ ایک دوسرے کو کہتے اس نبی کا اعتبار نہیں ظاہر اسلام پر یہ اعتبار نہیں کرتے اور کفر باطن کا دھبہ لگا کر قتل نفس اور ہمارا مال لوٹنا مباح کر دیتے ہیں اس لئے اسلام اور مسلمانوں یا نبیؐ کے پاس کوئی جانا نہ پائے تاکہ امن رہے ۱۲ مترجم۔

رواہ الشیخان عن جابر۔ وفیہ بلفظ دعہ۔ وفی روایۃ اکرہ ان یتحدث الناس ان محمدًا الحدیث۔ وفیہ ان فی اصلاب اصلاب [لے] اصلاب رجالی من اصحابی رجال ونساء یدخلون الجنۃ بغیر حساب رواہ الطبرانی وابن مردویہ عن سھل بن سعد اقول

ومثل ھذہ الرعایۃ ملحوظۃ للمؤمنین عند اللہ تعالی کما بینہ سبحانہ وکان ابوھما صالحا وکان بینھما وبینہ سبعۃ اٰباءٍ کما فی التفاسیر وفی البخاری مع الفتح عن جابر قال عبد اللہ بن ابی بن ابی سلول قد تداعوا (دعوی کردن) علینا لئن رجعنا الی المدینۃ لیخرجن الاعز فقال عمر الا تقتل ھذا الخبیث یعنی عبد اللہ فقال النبی لا یتحدث

اسکو بخاری ومسلم نے جابر سے مرفوعاً روایت کیا اور ص۱۹۲ میں یہ لفظ ہے کہ اس کو چھوڑ دو آخر حدیث اور دوسری روایت میں ہے کہ فرمایا میں اسکو ناپسند کرتا ہوں کہ لوگ باتیں بنائیں کہ جنابؐ اپنے اصحاب کو قتل کرتے ہیں۔ اور کنز العمال ص۲۳۵ میں ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا تحقیق میرے حاضرین اصحاب کی تیسری چوتھی پشت کے بعد ایسے آدمی مردوں اور عورتوں سے ہونگے جو بغیر حساب بہشت میں داخل ہونگے اس کو طبرانی اور ابن مردویہ نے سہل بن سعد سے روایت کیا (تو یہ بھی ایک حکمت اور مصلحت تھی کہ جن کی پشت سے مومنین پیدا ہونے کی امید تھی اُنکو قتل نہ کیا گیا تاکہ مومن کی پیدائش بند نہ ہو دیکھو یزید پلید جیسے شخص سے اس کا بیٹا معاویہ مومن پیدا ہوا اور حضرت ابوبکر کا بیٹا محمد حضرت علیؑ کا تابعدار اور ابوبکر صاحب سے بہتر اور خالص مومن تھا وعلی ہذا القیاس)۔ میں کہتا ہوں (قول مؤلف) مثل مومن کی اس رعایت کے اللہ کے نزدیک بھی ملحوظ ہے۔ چنانچہ دو لڑکوں کی حفاظت مال کے قصہ میں بیان فرمایا کہ ان دونوں کا باپ نیک تھا حالانکہ اُن دونوں لڑکوں اور اُن کے اس باپ صالح میں سات پشت کا بُعد تھا جیسا کہ تفاسیر میں ہے (تو جس طرح بیٹوں کی رعایت باپ کے سبب سے ہوئی اسی طرح باپ کی رعایت بیٹوں کے سبب سے ہوئی) اور صحیح بخاری مع الفتح ج۳ ص۲۰۸ میں جابر سے روایت ہے کہ عبد اللہ بن ابی بن ابی سلول نے کہا کیا انہوں نے ہم پر یہ دعوی کیا ہے کہ جب ہم مدینہ میں واپس گئے تو اُن کو نکالدینگے الخ امیر عمر نے کہا یا نبی اللہ اس خبیث (عبد اللہ) کو آپ قتل کیوں نہیں کر دیتے؟ آپ نے فرمایا قتل اسلیے نہیں کرتا تاکہ لوگ یہ نہ کہیں کہ محمدؐ اپنے اصحاب کو قتل کر دیتے ہیں۔

لے حدیث فی اصلاب اصلاب رجالی۔ از کنز العمال۔ اسی طرح شیعہ کی کتاب علل الشرائع ص۵۵ میں امام صادقؑ سے اسی سوال کے جواب میں کہ جناب امیرؑ نے فلاں وفلاں سے کیوں جنگ نہ کی یہی جواب مروی ہے کہ اس آیت کے واسطے جنگ نہ کی لو تزیلوا لعذبنا الذین کفروا منہم عذابا الیما قال ماعنی لو تزایلوا ھم قال ودائع مؤمنین فی اصلاب قوم کافرین آور نسیم الریاض شرح شفا عیاض مطبوعہ مصر ج۱ ص۳۲۱ تفیر آیت۔ وھم یستغفرون میں لکھا او وفی اصلابھم من سیؤمن ویستغفر۔ اور نسیم الریاض ج۲ ص۹۲ میں ہے کہ تکذیب قوم کے بعد جبرئیل نبیؐ کے پاس آئے عرض کی اللہ نے پہاڑوں پر مسلط فرشتے کو حکم دیا ہے کہ تو حضرت محمدؐ کی تابعداری کر حکم دیں تو کفار کو ہلاک کر دے نبیؐ نے فرمایا بل ارجوان یخرج اللہ تعالی من اصلابھم من یعبد اللہ وحدہ رواہ الشیخان یعنی اسی امید پر کہ ان کی پشتوں سے مومن پیدا ہونگے قوم کو ہلاک نہ کرایا۔ ۱۲ مترجم ۲ یہ حدیث بخاری مطبوعہ مصر ج۱ ص۱۸۲ و۲۵ وج۲ ص۱۶۶ وج۳ ص۱۲۷ اور صحیح مسلم ج۲ ص۳۲۱ ونسیم الریاض ج۲ ص۲۲۔ ۲۳ میں ہے آور مسلم ج۱ ص۳۴۲ میں ان الفاظ سے ہے معاذ اللہ ان یتحدث الناس انی اقتل اصحابی ان ھذا واصحابہ یقرؤن القراٰن لا یجاوز حناجرھم یمرقون کما یمرق السھم من الرمیۃ یعنی خدا پناہ دے کہ لوگ میری باتیں بنائیں کہ میں اپنے اصحاب کو قتل کرتا ہوں یہ شخص اور اس کے ساتھی قرآن پڑھتے ہیں اگرچہ ان کی گردنوں سے نیچے نہیں جاتا اور دین سے ایسے نکلتے ہیں جیسے کمان سے تیر جاتا ہے۔ مگر پھر بھی ظاہری اسلام کے سبب نہ ان کو میں قتل کرتا ہوں اور نہ اصحاب سے نکالتا ہوں آور صحیح مسلم ج۱ ص۴۳۱ وبخاری ج۱ ص۱۸۲ طبع مصر اور تحفہ اثنا عشریہ ص۳۴۷ میں حدیث لولا ان قومک حدیث عھدھم بجاھلیۃ میں ہے اخاف ان تنکر قلوبھم لنظرت ان ادخل الجدر فی البیت (باقی حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

قتل عام میں اُن مومنوں کی پشت سے مخفی ہیں جو مومن تھے وہ صلح ہوتے ... بعض المنافقین کی بھی دھمکی بعض دخل ... عمال کے اعتراض کے خوف سے اور یہ نہ ہو ... ترک فرمایا۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) اور لامرت ان یھدم البیت الخ ہے۔ اور ایک روایت مسلم میں ان تنفر قلوبھم ہے۔ یعنی اگر نئے مسلمانوں کے پھر جانے کا مجھے خوف نہ ہوتا تو خانہ کعبہ کی بیرونی دیواریں خانہ کعبہ میں داخل کرتا۔ حدیث بخاری مع الفتح بخاری مطبوعہ مصر ج ا ص ۱۸۲ میں ہے۔ ان الفاظ سے لولا حدثان قومك بالکفر (کذا فی صحیح المسلم جلد ا ص ۴۳۱) ولولا ان قومك حدیث عھدھم بالجاھلیۃ ولولا حداثۃ قومك بالکفر وحدیثا عھدھم بجاھلیۃ لن روایات میں حضرت عائشہ کو بالخصوص مخاطب کرنے میں بھی رسول خدا نے کوئی خاص مصلحت سمجھی ہے اور اس میں خاص راز پنہاں ہے کہ حضرت عائشہ کو فرماتے ہیں تیری قوم (قریبی رشتہ دار یا قبیلہ بنی تیم جن سے حضرت ابوبکر ہیں) کا زمانہ جاہلیت اور کفر قریب ہے۔ اسلام ان کے دلوں میں مرکوز نہیں ہوا۔ ادنیٰ بات پر بھی ان کے پھر کفر کی طرف پلٹ جانے کا خطرہ ہے ورنہ میں فلاں فلاں کام کرتا یہ حدیث متفق علیہ صحیح ہے جو اہل سنن میں اعلیٰ پایہ کی ہے اور ظاہر ہے کہ کعبہ کی اصلاح کا ارادہ اور فقط خوف ارتداد کا مانع ہونا بعد فتح مکہ کے ہے جس کے بعد حیات نبیؐ کا قلیل زمانہ باقی تھا اور قریب ہی وفات پا گئے اس زمانہ تک اس قوم کا خوف ارتداد اور ایمان میں پختہ نہ ہونا یاد رہے اور بعد وفات نبیؐ چونکہ یہی زمانہ خوف ارتداد کا قریب تھا اور بدستور خوف باقی تھا تو ادنیٰ بات نہیں بلکہ بڑی بات مسلمانوں میں قتل و قتال واقع ہونے سے بے شک خوف ارتداد کلی باقی تھا اسی واسطے نبیؐ نے جناب امیرؑ کو اپنے بعد متصل مصائب پہنچنے اور لوگوں کے بغض نکالنے پر صبر و تحمل کا حکم دیا چنانچہ فلک النجاۃ میں مذکور ہے کہ اسی خوف ارتداد اور کفر محض پھیل جانے کے سبب سے حضرت علیؑ نے تلوار نہ اٹھائی اور خاموشی و صبر کو اختیار فرمایا اور جن روایات میں وارد ہے کہ حضرت امیرؑ نے نبیؐ کے جواب میں عرض کیا کہ میں اس حد تک ان مصائب پر صبر کروں گا کہ آپ سے آملوں گا اس کا معنے یہ ہے کہ جس زمانہ میں جن مصائب پر مجھ کو صبر کا حکم دیا گیا ہے ان مصائب پر مرتے دم تک صبر کروں گا اور جن پر مجھے تلوار اٹھانے سے روکا گیا ہے مرتے دم تک نہ اٹھاؤں گا نہ یہ کہ کبھی کسی پر مرتے وقت تک تلوار نہ اٹھاؤں۔ ایسے تطبیق روایات ہوتی ہے اور یہی معنے صحیح ہے چنانچہ ناسخ و منسوخ پر تبصرہ کے بیان میں ہم نے فلک النجاۃ میں ظاہر کیا ہے کہ جہاں تک ممکن ہو روایات میں تطبیق و جمع کرنا چاہیئے جیسا کہ سنی صاحبان اپنی کتب کی قریباً جملہ روایات میں اسی قانون پر عمل کرتے ہیں اسی واسطے زمانہ ثلاثہ میں خلافت یا فدک یا دوسرے کسی معاملہ میں بھی مرتے دم تک علیؑ نے تلوار نہ اٹھائی۔ اگر یہ معنے مراد نہ ہو تو جنگ جمل صفین نہروان کیونکر جائز سمجھا جاتا ہے حالانکہ روایات وصیت صبر بھی متفق علیہا صحیح اور واقعات مقاتل بالا بھی بلاشک وقوع میں آچکے ہیں اور حضرت امیرؑ کی شان سے بعید ہے کہ سر مو حکم رسول خدا کے خلاف عمل میں لائیں۔ تو یقیناً ثابت ہے کہ نبیؐ نے علیؑ سے دو قسم کے معاہدے فرمائے یعنی دو قسم کی وصیت فرمائی اور عہد لیا ایک زمانہ میں ایک طبقہ کے مظالم پر مصلحت اسلامی صبر و تحمل میں سمجھی ظاہری قوت لشکر کی بھی نہ دیکھی اس میں جناب امیرؑ کو تلوار اٹھانے سے روک دیا اور دوسرے زمانہ میں خوف ارتداد کلی کم سمجھا گیا اور حضرت امیرؑ کے ساتھ اس زمانہ میں ظاہری قوت لشکر بھی کسی قدر نظر آئی اور مدینہ طیبہ کے حرم سے باہر جنگ کا واقع ہونا بھی متصور ہوا تو ایک خاص انداز میں تلوار اٹھانے کا حکم صادر فرمایا ہر دو معاہدوں پر حضرت علیؑ نے بہ تعمیل حکم رسول خدا صبر و جنگ کو اپنے محل و موقعہ پر استعمال فرمایا اور صبر و جنگ کی حد اور تفصیل زمانہ و افراد مخالفین کی نبیؐ اور وصیؑ کے فیما بین اسرار مخفیہ سے تھی جو بعد ظہور عمل وصیؑ کے سب پر ظاہر ہوئی یہ ضروری نہیں اور مصلحت کے خلاف تھا کہ صریح لفظوں میں تفصیلات و تعینات پر ابتداء سے سب کو مطلع کر دیا جاتا۔ وصیت صبر کا ثبوت یہاں درج کتاب ہو چکا ہے اور وصیت قتل و قتال کا ثبوت جلد ثانی آخر بیان تقیہ کی تعلیق میں ملاحظہ ہو۔ (حضرت علیؑ کے تلوار نہ اٹھانے کی ایک اور وجہ) صحیح مسلم ج ا ص ۴۴۳ اور تلخیص الصحاح مترجم ج ۵ ص ۳۴۶ میں باسناد خمسہ از ... بلفظ بخاری و مسلم مرفوعاً مروی ہے قال صلعم اللھم ان ابراھیمؑ حرم مکۃ فجعلھا حرماً وانی حرمت المدینۃ حراماً ما بین مازمیھا (بین الجبلین) ان لا یھراق فیھا دم ولا یحمل فیھا سلاح لقتال۔ الحدیث۔ نبیؐ نے فرمایا حضرت ابراہیمؑ نے مکہ کو حرم مقرر کیا اور میں مدینہ طیبہ کو بھی مابین دونوں پہاڑوں کے حرم مقرر کرتا ہوں کہ اس میں کوئی خون نہ بہایا جائے اور نہ جنگ کے لئے ہتھیار اٹھایا جاوے اور فلک النجاۃ بیان لعنت ج آمین بحوالہ تاریخ الخلفاء و صحیح مسلم نبیؐ سے مروی ہے جس نے اہل مدینہ کو ڈرایا اس کو اللہ ڈرائیگا اور اس پر اللہ اور فرشتوں اور آدمیوں سب کی لعنت ہے اصل عبارت صفحہ مذکورہ میں ملاحظہ ہو۔ بہرصورت اگر ثلاثہ سے حضرت امیرؑ جنگ کرتے تو مدینہ طیبہ کے حرم میں ہی یقیناً جنگ ہوتی جو احادیث مذکورہ بالا کے سبب سے ممنوع تھی لہٰذا حضرت امیرؑ نے مصائب پر صبر فرمایا۔ اور جنگ اہل مدینہ کے لئے تلوار نہ اٹھائی۔ ۱۲ مترجم۔

لہ تحفہ اثنا عشریہ طبع نول کشور صفحہ ... میں ہے پس اسرار ایں معاملات کہ حق تعالیٰ با خاصان خود می فرماید ہر یکے از ایشاں برنگ دیگر سلوک میکند بسیار دقیق باریک اند کہ ذہن ہر کس بآنہا نمی رسد البتہ گفتہ لہٰذا المحققین ایں اسرار حوالہ بعلم الٰہی نمایند و مہر خاموشی بر دہان نہند یعنی خاصان خدا کے اسرار مخفیہ جو ہر

جنگ نہ کرنے میں مصالح مخفیہ۔

رسول خدا صلعم نے جیسی تکالیف پر صبر کیا ویسا ہی علی ع نے ان کی اقتدا کی۔

وفی فتح الباری فاستمر صفحہ وعفوہ عمن یظهر الاسلام ولو کان باطنہ علی خلاف ذٰلک لمصلحۃ الاستیلاف وعدم التنفر عنہ انتہٰی۔ ومنہا خوف الارتداد کما فی البخاری مع الفتح عن عائشۃ مرفوعًا لولا حداثان قومک بالکفر لفعلت۔ وفی حدیث اخر عنہا لولا ان قومک حدیث عہد بالکفر لنقضت الکعبۃ وردد تہا علٰی قواعد ابراهیم وجعلت لہا بابا شرقیا وبابا غربیا وکذا فی روضۃ الاحباب۔ وفی البخاری مع الفتح ان النبیؐ کان یصلی عند البیت و ابوجہل واصحابہ لہ جلوس اذ قال بعضہم لبعض ایکم یجیئ بسلا جزو دبنی فلان فیضعہ علٰی ظہر محمدؐ اذا سجد فانبعث اشقی القوم فجاء بہ فنظر حتی اذا سجد النبیؐ وضعہ علٰی ظہرہ بین کتفیہ (الٰی ان قال) حتٰی جاءتہ فاطمۃؑ فطرحتہ عن عن ظہرہ فرفع راسہ الخ

اور فتح الباری ج ۲ صفحہ ۲۲ میں ہے آنحضرتؐ ہمیشہ اُن لوگوں سے جو اسلام کو ظاہر کرتے تھے اگرچہ باطن اُن کا اس کے برخلاف ہوتا تھا چشم پوشی فرماتے اور خون اُن کا معاف رکھا کرتے تھے تاکہ لوگ ان سے مالوف و مانوس ہوں اور حضرتؐ سے متنفر نہ ہوں انتہٰی۔ اور منجملہ اُن کے ارتداد کلی کا خوف ہے جیسا کہ بخاری مع الفتح جلد ۲ صفحہ ۹۵ میں حضرت عائشہ سے مرفوعاً مروی ہے کہ نبیؐ نے بی بی صاحبہ سے فرمایا اگر تیری قوم کے نومسلم اور کفر سے تازہ نکلے ہوئے ہونے کا سبب نہ ہوتا تو میں اسطرح کرتا اور دوسری حدیث ج ۲ صفحہ ۱۰۰ میں اُسی حضرت عائشہ سے مروی ہے اے عائشہ اگر تیری قوم کے لوگ نئے نئے کفر سے نکلے ہوئے نہ ہوتے (یعنی ان کے مرتد کلی ہونے کا خوف نہ ہوتا) تو میں کعبہ کو گرا کر اُس بنیاد پر بناتا جس پر حضرت ابراہیمؑ نے بنایا تھا۔ اور اُس کے لئے ایک دروازہ مشرق کی طرف سے اور ایک مغرب کی طرف بناتا[1]۔ اور اسی طرح روضۃ الاحباب جلد ۱ صفحہ ۴۲ (و نہایہ ابن اثیر بحث لفظ خلف صفحہ ۱۲) میں ہے اور صحیح بخاری ج ۱ صفحہ ۱۴۱ مع الفتح میں ہے کہ نبیؐ خانہ کعبہ کے پاس نماز پڑھ رہے تھے اور ابوجہل مع اپنے ساتھیوں کے قریب بیٹھا تھا اُن میں سے بعض نے بعض کو کہا کہ کوئی تم میں سے ایسا ہو جو فلاں شخص کی اونٹنی کا بچہ دان (جو خون وغیرہ سے آلودہ ہے) لے آئے اور اُس کو حضرت محمدؐ کی پشت مبارک پر جب وہ سجدہ میں جائیں رکھدے (بغرض اہانت و تکلیف دہی) پس اُس قوم کا بدبخت گیا اور وہ لے آیا انتظار کی جب حضرت نبیؐ سجدہ میں گئے اُس نے وہ بچہ دان نبیؐ کی پشت پر درمیان دو کاندھوں کے رکھدیا (تا اینکہ کہا) حتٰی جناب فاطمہ زہراء تشریف لائیں اور نبی پاک کے پشت مبارک سے اُس گندگی کو دور کیا[2] تب رسول اللہؐ نے سر مبارک اُٹھایا۔ الخ۔

[1] کتاب ہذا کی جلد ثانی کے ابتداء میں بحث تقیہ کے اندر لکھا جائیگا کہ جیسا نبیؐ نے ابتداء میں چھپ کر دعوت اسلام دی ہے۔ وصی نبیؐ کے لئے بھی یہی حکم ہے جیسا کہ شیعہ کے لئے تھا وہاں اس کی تفصیل ملاحظہ ہو اور علل الشرائع (کتاب شیعہ) میں امام رضاؑ سے علت عدم قتال کی یہی لکھی ہے کہ تیرہ ۱۳ سال بعد نبوت کے مکہ میں اور ۱۹ ماہ مدینہ میں نبیؐ نے جنگ نہیں کی اور اُن کی نبوۃ باطل نہیں ہوئی تو اسیطرح حضرت علیؑ نے اگر ۲۵ سال تک جنگ نہیں کی تو ان کی امامت بھی باطل نہیں ہوتی دیکھو موسےؑ جب ڈر کر بھاگے تو فرمایا ففرت منکم لما خفتکم اور ہارونؑ مخالفین سے تنگ آئے تو فرمایا ان القوم استضعفونی وکادوا یقتلوننی یعنی قوم نے مجھے کمزور بنایا اور قریب تھا کہ مجھے قتل کردیتے اور سیدنا محمدؐ نے جب ہجرت فرمائی وطن چھوڑا تو غار ثور میں جا چھپے الخ جب معمولی تغیر بنا کعبہ پر لوگوں کے صریح کفر کی طرف پھر جانے کا خوف و خطرہ تھا تو ایسے صحابہ کے ساتھ جنگ کرنے سے جو بظاہر مومن و مسلمان کہلاتے اور خدمت نبیؐ میں حاضر رہتے تھے ضرور عام لوگوں کے بالکلیہ مرتد ہونے اور فساد پیدا ہونے کا اندیشہ تھا جس سبب سے نبیؐ اور حضرت علیؑ نے حتی الوسع حکم قتل عام جاری نہ فرمایا اور نبیؐ کا تین سال تک خفیہ دعوت اسلام دینا اور چوتھے یا پانچویں سال تک نماز خفیہ پڑھنا روضۃ الصفا ج ۲ صفحہ ۳۹ واستقصاء الافحام منہج ثانی صفحہ ۸۳ والسان العیون اور تاریخ خمیس ومعالم التنزیل وابطال الباطل فضل بن روزبہان وغیرہ میں لکھا ہے ۱۲ مترجم

[2] رسول خداؐ کو جس قدر تکالیف کفار مکہ سے پہنچی ہیں وہ حضرت مرتضٰی شیر خدا سے کچھ کم نہ تھیں مثلاً ملاحظہ ہو مواہب لدنیہ مؤلفہ علامہ محدث قسطلانی مطبوعہ مصر ج ۱ صفحہ ۲۵۱ ذکر اول من امن باللہ ورسولہ (باقی حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) میں لکھا ہے کہ قریش نے رسول خدا کو سخت سے سخت اذیت پہونچائی۔ شاعر کہا۔ کاہن اور مجنون سے خطاب دیا آنحضرت کے دروازہ پر ہر قسم کی گندگی پھینکی اور آپ کے سر مبارک پر مٹی ڈالی گئی۔ حضور کی گردن مبارک کو پاؤں سے کچلا گیا اور عقبہ بن ابی معیط حضور کی گردن پاک پر اُس حالت میں جا چڑھا کہ آپ کعبہ کے پاس سجدہ میں تھے آپ کی گردن مبارک میں اُس بد بخت نے چادر ڈال کر ایسا گھونٹا کہ آنحضرت کی آنکھوں کے ڈھیلے باہر نکلنے پر آمادہ ہو گئے اور آپ کی ڈاڑھی مبارک اور سر کے بال اُس دشمن خدا نے اس حد تک کھینچے کہ اکثر بال گر گئے جیسا کہ بخاری باب مناقب اور باب مالقی النبیؐ من المشرکین بمکۃ میں عروہ بن زبیر سے مروی ہے پھر قسطلانی نے حال مذکورہ بالا عروہ کی روایت سے نقل کیا پھر بخاری سے قصہ مشیمہ یعنی اونٹنی کی بچہ دان کا گردن مبارک رسول خدا پر ڈالا جانا لکھا ہے انتہیٰ ملخصاً۔

مزید سہولیت کے واسطے بخاری کے صفحہ کا پتہ بھی لکھ دیا جاتا ہے تاکہ بخاری یا مواہب لدنیہ سے جو کتاب مل جائے اُسی سے دیکھ کر ناظرین اپنا اطمینان کر لیں صحیح بخاری مطبوعہ کرزن پریس دہلی ص ۵۱۹/۵۴۴ باب مناقب اور باب ذکر مالقی النبیؐ واصحابہ من المشرکین بمکۃ ص ۵۴۴ میں روایت بالا مرقوم ہے۔ ص ۵۱۹ میں فوضع رداءہ فی عنقہ ہے اور ص ۵۴۴ میں فوضع ثوبہ فی عنقہ ہے اور خنقہ خنقاً شدیداً ہر دو مقام پر وارد ہے۔ حدیث بخاری مطبوعہ مصر ج ۱ ص ۳۸ و ج ۲ ص ۲۹/۱۹۹ میں ہے اور حدیث وضع ثوبہ فی عنقہ بخاری جلد ۲ ص ۱۸۱/۱۹۹ و ج ۳ ص ۱۱۲ میں ہے اور لوی ثوبہ بھی آیا ہے۔ اور معارج النبوت رکن سوم باب دوم فصل سوم وقائع سال ششم نبوت ص ۲۸ میں ہے کہ کفار نے نبیؐ کو اتنا مارا کہ آپ کا چہرہ مبارک خون آلودہ اور بدن مبارک کو خاک آلود کر دیا اور انبیاء سابقین کو بھی اذیتیں پہنچی ہیں حتیٰ کہ بعض کو قتل کر دیا گیا۔ حضرت دانیالؑ کو پہاڑوں کے غاروں میں ڈال دیا گیا۔ حضرت یحییٰؑ کو قتل کیا گیا حضرت زکریاؑ کو نشاروں سے چیرا گیا۔ دیکھو نسیم الریاض طبع مصر ج ۴ ص ۳۴۴ ۔

اس بیان سے اُن متعصبین کو عبرت حاصل کرنی چاہیئے جو شیعیان علیؑ پر بنظر تمسخر و تکذیب یہ حملہ کرتے ہیں۔ کہ ہم سنیوں نے حضرت علیؑ کو اسد اللہ الغالب سمجھا ہے اور شیعہ صاحبان حضرت علیؑ کی تذلیل و اہانت کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ بیعت حضرت ابی بکر کے وقت جناب علیؑ کو اس طرح مجبور کر کے بیعت کرائی گئی جو بعض روایات کتب شیعہ و سنی میں وارد ہے کہ حضرت علیؑ کی گردن میں کپڑا وغیرہ ڈال کر آپ کو کھینچ کر بیعت کے واسطے لایا گیا پس اگر یہ واقعہ صحیح تسلیم کیا جائے تو اس سے کچھ زیادہ نہیں جو سید الثقلین رسول کونین کے ساتھ گذرا بحالیکہ قوت نبوت خداداد اُن میں موجود تھی۔ حضرت علیؑ نے ہر حیثیت میں فوق رکھتے تھے نہ شجاعت میں کمی تھی نہ علم نہ اعجاز میں عاجز مگر بجز صبر کے دم نہیں مارا نہ ظالم کو گالی دی نہ ہی طمانچہ لگایا کچھ بھی نہیں کیا۔ اور جو امام حسینؑ کے یزید سے جنگ کرنے کا سوال کرتے ہیں کہ کیوں تقیہ نہ فرمایا اس کا جواب جلد ثانی فصل تقیہ میں ملاحظہ ہو۔ ۱۲ مترجم

اقول کما ان النبیؐ صبر علی مصائب ولم یقاتل المنافقین ولم یقاتل بالکفار فی مکۃ قبل الہجرۃ واقام بہا عشر سنین وصالح بالحدیبیۃ لمصالح فعلم من ذلک ان فی قتال النبیؐ وصبرہ ومصالحتہ حکمۃ ومصلحۃ یعلمہا ہو فکذلک خلیفۃ النبیؐ ووصیہ عالم بمصالح الامور وحکمہا وان خفیت علی الاصل الظاہر

(قول مؤلف) میں کہتا ہوں جیسا کہ نبیؐ نے مصائب پر صبر فرمایا اور منافقین سے جنگ نہ کی اور مکہ میں قبل از ہجرت جنگ نہیں کی حالانکہ دس سال مکہ میں قیام فرمایا اور باوجود لشکر کے حدیبیہ میں صلح کر لی (یہ سب کچھ مصلحت وقت کے لحاظ سے تھا اور رسولؐ کی طاقت حضرت علیؑ سے کچھ کم نہ تھی) تو اس سے معلوم ہوا کہ نبیؐ کے قتال کرنے اور صبر کرنے اور صلح کر لینے میں حکمت اور مصلحت ہے جس کو وہی جانتے تھے پس اسی طرح خلیفہ و وصی نبی مصالح امور اور مخفی حکمتوں کے عالم تھے۔ اگرچہ وہ ظاہر بین اشخاص سے مخفی رہیں۔

تم المجلد الاول والحمد للہ علیٰ ذٰلک ویتلوہ المجلد الثانی (ص یا تیرہ سال)

فہرست مضامین فلک النجات جلد ثانی

فہرست مضامین فلک النجات جلد ثانی

قسم دوم

قال اللہ تعالیٰ

فَاَنۡجَيۡنٰهُ وَمَنۡ مَّعَهٗ فِى الۡـفُلۡكِ الۡمَشۡحُوۡنِ ۞ ثُمَّ اَغۡرَقۡنَا بَعۡدُ الۡبٰقِيۡنَ ۞ سورہ شعراء ع ۶ پ ۱۹

کتاب مستطاب

فلک النجاۃ فی الامامۃ والصلوٰۃ

مع

التذنیب و التعلیقات

از تالیف منیف ممتاز الافاضل و الاماجد مولوی حافظ علی محمد رحمہ اللہ الصمد

مع

ترجمہ و تحشیہ از جوائنٹ مؤلف کتاب ہذا نام آل یٰسین خضر امیر الدین عفا عنہ رب العلمین

در مطبع نوائے وقت پریس لاہور

باہتمام

مترجم کتاب ہذا پرنٹر و پبلشر طبع گردید

طبع ثانی

تعداد ایک ہزار